

وَأَنْتَ تَعْلَمُ مَا نَعْمَتُ اللَّهِ عَلَيْكَ بِمَا كَتَبْتَ
وَأَنْتَ تَعْلَمُ مَا نَعْمَتُ اللَّهِ عَلَيْكَ بِمَا كَتَبْتَ
اور اگر تم خدا کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار نہ کر سکو گے (ابراہیم ۱۲۴)

لغز الباری

شرح صحیح البخاری

کتاب بذوالہی کتاب الایمان کتاب العلم کتاب الوضوء کتاب غسل کتاب الخوض کتاب التیم
تصفیہ
علامہ غلام رسول سعیدی

ارشاد برادر

۱۵۱۱ کوٹمانہ اسٹریٹ، سوہوا لائن نئی دہلی

وَأَنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ الْغَنَمَ مِمَّا كُتِبَ عَلَيْكَ
اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار نہ کر سکو گے (ابوابیم: ۳۴)

غزۃ الباری

فی

شرح صحیح البخاری

جلد سوم

الاحادیث: ۱۶۰۶ — ۹۳۲

کتاب الخوف، کتاب العیدین، کتاب البقر، کتاب الاستقاء، کتاب الکسوف، کتاب سجود القرآن،
کتاب تحصیل الصلوٰۃ، کتاب الشہد، کتاب فضل الصلوٰۃ فی مسجد مکہ والمذینہ، کتاب العمل فی الصلوٰۃ، کتاب السہو،
کتاب الجمن، کتاب الزکوٰۃ، کتاب الحج

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث، دارالعلوم نعیمیہ، کراچی-۲۸

ارشاد برادر



۱۵۶۱- گل کوتانا- سوئیوالان- نئی دہلی ۲

© جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب : نعمۃ الساری فی شرح صحیح البخاری

تصنیف : مفسر قرآن علامہ غلام رسول سعیدی

تصحیح : حافظ محمد اکرم ساجد سید عمیر الحسن برنی

جلد : سوم

الطبع الاول : جنوری 2010ء بمطابق محرم الحرام 1431ھ

طبع : گلشن پرنٹرز، دہلی

ناشر : ارشد برادرز، نئی دہلی-2



ARSHAD BROTHERS

PUBLISHER, BOOK SELLERS & JOB WORKS ETC.

1561, Gali Kotana, Suiwalan, New Delhi-2

Phone: 23276879, 42797862

23266879, 42797863

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فہرست مضامین

نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری (جلد سوئم)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
☆	خطبۃ الكتاب	49	13	حدیث مذکور کے رجال	58
۱۲ - کتاب الخوف		51	14	فقہاء مالکیہ اور فقہاء حنفیہ کا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث مذکور پر عمل نہ کرنا	58
باب: ۱		51	15	حضرت ابن عباس کی اس حدیث مذکور کی تحقیق	59
1 نماز خوف کے ابواب		51	16	فقہاء عہلیہ کا حضرت ابن عباس کی حدیث مذکور پر عمل کرنا	60
2 نماز خوف کا طریقہ اس کی رکعت کی تعداد اور اس کا حکم		53	17	حافظ ابن حجر کا اس حدیث کی تحقیق سے گریز	60
3 حدیث مذکور کے رجال		54	18	باب: ۴	
4 نجد کا محل وقوع اور اس کا حدود و اربعہ		54	19	قلعوں پر چڑھائی اور دشمن کے مقابلہ کے وقت نماز پڑھنا	61
5 نماز خوف کے متعلق متعدد اور مختلف احادیث		54	20	جنگ خندق کے دن نماز قضاء ہونے کا سبب	62
6 نماز خوف پڑھنے والی دو جماعتوں کی تعداد اور ان کا مسافر یا مقیم ہونا		55	21	حافظ یحییٰ اور حافظ ابن حجر کا مناقشہ اور حالت نماز میں قتال کے متعلق مذاہب ائمہ	63
باب: ۲		55	22	باب: ۵	
7 نماز خوف کو پیدل یا سواری پر پڑھنا، کھڑے ہوئے، چلتے ہوئے		56	23	مسلمان دشمن کا پیچھا کر رہے ہوں یا دشمن مسلمانوں کا تعاقب کر رہا ہو تو نماز خوف سواری پر اور پیادہ پڑھی جائے	63
8 شدت خوف میں پیدل یا سواری پر نماز پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء		56	24	حدیث مذکور کے رجال	64
9 حدیث مذکور کے رجال		57	25	بنو قریظہ کی طرف روانگی کا پس منظر اور پیش منظر	64
10 شدت قتال میں پیدل اور سواری پر نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء اہل بیت، اہل حنفیہ، اہل مالکیہ کے مذاہب		58	26	فقہاء کا اس میں اختلاف کہ آیا تعاقب کرنے والے کا سواری پر اشارہ سے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟	65
11 لڑائی کے دوران نماز کا وقت آ جائے تو آیا مجاہد سواری پر نماز پڑھے یا نہیں؟					
باب: ۳					
12 نماز خوف میں مسلمان ایک دوسرے کی حفاظت کریں					

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
25	نماز میں اتنی تاخیر کرنا کہ نماز کا وقت نکل جائے یہ کفر نہیں	65	11	باب: ۴ عید الفطر کے دن (نماز کے لیے) نکلنے سے پہلے کچھ کھانا	76
26	حدیث کے ظاہر الفاظ اور اس کے مفہوم اور منشاء پر عمل کرنا ہر دو طریقے صحیح ہیں	65	12	حدیث مذکور کے رجال	77
27	صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیثوں میں تطبیق	66	13	عید الفطر کے دن نماز سے پہلے کچھ کھانے کے متعلق صحابہ اور فقہاء تابعین کے معمولات	77
28	باب: ۶ حملہ کے وقت اور جنگ میں صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھنا اور اللہ اکبر کا نعرہ لگانا	66	14	باب مذکور کی مؤید دیگر احادیث	78
۱۳ - کتاب العیدین		68	15	باب: ۵ قربانی کے دن کھانا	78
باب: ۱			16	بعض الفاظ کے معانی	79
1	عیدین اور ان دنوں میں زیئت کو اختیار کرنا	68	17	شہر میں نماز عید سے پہلے قربانی کرنے کا عدم جواز قربانی کے جواز کی شرط میں مذاہب ائمہ اور قربانی کے وجوب پر دلیل	79
2	باب: ۲ عید کے دن برہمیوں اور ڈھالوں سے جنگی مشق کرنا	69	18	باب: ۶ بغیر منبر کے عید گاہ کی طرف نکلنا	80
3	حدیث مذکور کے رجال	69	19	عید گاہ میں منبر لے جانا اور نہ لے جانا ہر دو صورتیں جائز ہیں	81
4	جنگ بعاث "مزمار غناء" کا سننی اور عید کے دن "غناء" کا دف کے ساتھ مباح ہونا	69	20	سب سے پہلے عید کی نماز پر خطبہ کو کس نے مقدم کیا	82
5	عید کے دن دف کے ساتھ غناء کے مباح ہونے پر فقہاء مالکیہ کی تصریح	70	21	عیدین کی نماز پر خطبہ کو مقدم کرنے کی ممانعت کے متعلق احادیث اور آثار	83
6	باب: ۳ اہل اسلام کے لیے عیدین کی سنت	71	22	باب: ۷ عید کی نماز کے لیے پیدل اور سواری پر جانا اور اذان اور اقامت کے بغیر عید کی نماز کو خطبہ سے پہلے پڑھنا	83
7	حدیث مذکور کے رجال	71	23	حدیث مذکور کے رجال	84
8	عیدین کی نماز کے شرعی حکم میں مذاہب فقہاء	71	24	حدیث مذکور کے رجال	85
9	آلات موسیقی کے ساتھ گانا گانے کے متعلق ائمہ مذاہب اور فقہاء اسلام کی آراء	73	25	عید کی نماز پڑھنے کے لیے پیدل یا سوار ہو کر جانے میں مذاہب فقہاء	85
10	آلات موسیقی کے ساتھ گانا گانے کے متعلق علماء غیر مقلدین کی آراء	76			

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
26	باب: ۸	86	41	ائمہ مذاہب کے نزدیک تکبیرات تشریق پڑھنے کا حکم	95
27	نماز عید کے بعد خطبہ دینا	86	42	ائمہ مذاہب کے نزدیک تکبیرات تشریق کی ابتداء اور انتہاء کا وقت	95
28	عید کی نماز دو رکعت ہے	87	43	تلبیہ میں تکبیر کو داخل کر دینا	96
29	نماز عید سے پہلے اور بعد نفل پڑھنے کے متعلق اختلاف فقہاء	87	44	عیدین میں تکبیرات پڑھنے کی تفصیل اور مذاہب ائمہ	97
30	باب: ۹	88	45	باب: ۱۳	
31	عید کے دن اور حرم میں ہتھیار اٹھانا مکروہ ہے	89	46	عید کے دن نیزے کی طرف نماز پڑھنا	97
32	حدیث مذکور کے رجال	89	47	نمازی کے سامنے سترہ قائم کرنا سنت ہے فرض یا واجب نہیں	98
33	حضرت ابن عمر کے کمرے میں نیزہ کی نوک چھونے میں حجاج بن یوسف کا کردار	90	48	باب: ۱۴	
34	ہتھیار لے کر چلنے کی ممانعت کے باوجود مسلمانوں کی موجودہ روش	90	49	عید کے دن نیزہ یا برجمی کو امام کے سامنے گاڑنا	98
35	باب: ۱۰	91	50	باب: ۱۵	
36	عید کی نماز کے لیے جلدی روانہ ہونا	92	51	خواتین اور حیض والی عورتوں کا عید گاہ کی طرف جانا	98
37	"الجدع" کے فقہی معانی	94	52	باب: ۱۶	
38	ایام تشریق میں عمل کی فضیلت	94	53	بچوں کا عید گاہ کی طرف جانا	98
39	حدیث مذکور کے رجال	95	54	باب: ۱۷	
40	ایام تشریق میں تکبیرات پڑھنا نفل عبادات سے افضل ہے نہ کہ فرائض سے اور جان اور مال کو خطرہ میں ڈالنے کا معنی	95	55	عید کے خطبہ میں امام کا لوگوں کی طرف منہ کرنا	99
	جہاد کا افضل اعمال ہونا اور بعض ایام کی بعض دوسرے ایام پر فضیلت		56	باب: ۱۸	
	باب: ۱۲		57	عید گاہ میں جھنڈا لگانا	100
	ایام مٹی میں جب صبح کو عرفہ کی طرف جانا ہو تو تکبیر پڑھنا		58	باب: ۱۹	
			59	عید کے دن امام کا خواتین کو نصیحت کرنا	100
			60	باب: ۲۰	
			61	جب عید کے دن کسی عورت کے پاس چادر نہ ہو	101
			62	باب: ۲۱	
			63	حیض والی عورتوں کا نماز کی جگہوں سے الگ رہنا	102

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
55	باب: ۲۲ قربانی کے دن عید گاہ میں نحر اور ذبح کرنا	103	8	حدیث مذکور کے رجال	115
56	باب: ۲۳ عید کے خطبہ میں امام کا لوگوں سے کلام کرنا اور جب امام سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا جائے اور وہ اس وقت خطبہ دے رہا ہو	103	9	رات کے مختلف اوقات میں وتر پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء	115
57	حدیث مذکور کے رجال	105	10	باب: ۳ نبی ﷺ کا اپنے گھر والوں کو وتر کے لیے بیدار کرنا	116
58	قربانی کے وجوب کے متعلق دیگر احادیث	105	11	باب: ۴ (رات کو) اپنی آخری نماز وتر کو بنانا چاہیے	116
59	باب: ۲۴ جس نے نماز عید کے بعد راستہ تبدیل کیا	105	12	وتر کے واجب یا سنت ہونے میں ائمہ مذاہب کا اختلاف اور علامہ ابن بطال کے وجوب کے خلاف دلائل	116
60	باب: ۲۵ جب کسی شخص کی نماز عید فوت ہو جائے تو وہ دو رکعت نماز پڑھے	106	13	علامہ ابن بطال کے دلائل کے مصنف کی طرف سے جوابات	117
61	عید کی نماز قضاء پڑھنے میں فقہاء کا اختلاف	106	14	وتر کے وجوب پر احادیث اور آثار	117
62	باب: ۲۶ نماز عید سے پہلے اور اس کے بعد نماز پڑھنا	107	15	باب: ۵ سواری پر وتر پڑھنا	119
۱۴ - کتاب الوتر		109	16	حدیث مذکور کے رجال	119
باب: ۱		110	17	سواری پر وتر پڑھنے کے متعلق فقہاء مالکیہ کے دلائل	119
1	وتر کا بیان	109	18	سواری پر وتر پڑھنے کے منسوخ ہونے کا بیان	120
2	ایک رکعت نماز وتر کے رد میں احادیث	109	19	سواری پر وتر پڑھنے کے عدم جواز کے متعلق صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کے آثار	121
3	تین رکعت نماز وتر کے ثبوت میں احادیث	111	20	باب: ۶ سفر میں وتر پڑھنا	122
4	ایک رکعت وتر پڑھنے کی حدیث کا جواب	111	21	باب: ۷ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد دعائے قنوت پڑھنا	122
5	ایک رکعت وتر کے رد میں مزید احادیث اور صحابہ اور فقہاء تابعین کے آثار	112	22	حدیث مذکور کے رجال	123
6	تین رکعت وتر کے ثبوت میں صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کے آثار	114	23	حدیث مذکور کی تفصیل	123
7	باب: ۲ وتر پڑھنے کے اوقات		24	رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھنے میں مذاہب فقہاء	123

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
25	رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھنے کے متعلق احادیث اور آثار	125	11	باب: ۳	
26	دعاء قنوت کے متعلق احادیث	126		جب قحط پڑ جائے تو لوگوں کا امام سے بارش طلب کرنے کا سوال کرنا	136
27	صبح کی نماز میں دعائے قنوت نہ پڑھنے کے متعلق احادیث آثار اور فقہاء تابعین کے اقوال	127	12	اس اعتراض کا جواب کہ ابو طالب کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ آپ کے چہرے سے بارش طلب کی جاتی ہے؟	136
28	فجر اور مغرب کی نماز میں دعائے قنوت پڑھنے کے متعلق مذاہب ائمہ	128	13	رسول اللہ ﷺ اور دیگر ذوات قدسیہ کے وسیلہ کا جواز	137
29	”کتاب الوتر“ کا اختتام	128	14	رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد آپ سے استمداد کا ثبوت	138
	۱۵ - کتاب الاستسقاء	130		باب: ۴	
1	بارش کو طلب کرنا اور نبی ﷺ کا بارش طلب کرنے کے لیے نکلنا	130	15	استسقاء میں چادر کو پلٹنا	139
2	حدیث مذکور کے رجال	130	16	نماز استسقاء کے طریقہ کے متعلق احادیث اور دیگر مسائل	139
3	نماز استسقاء پڑھنے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ	131		باب: ۵	
4	بارش کی دعا کے وقت چادر پلٹنے کا طریقہ اور اس کی حکمت	131	17	جب اللہ کی حدود کو پامال کیا جائے تو رب عزوجل کا قحط جاری کر کے اپنی مخلوق سے انتقام لینا	140
5	استسقاء میں باجماعت نماز کے متعلق مذاہب فقہاء	131		باب: ۶	
6	استسقاء میں نماز نہ پڑھنے کے متعلق صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کے آثار	132	18	جامع مسجد میں بارش طلب کرنا	140
7	نماز استسقاء کے متعلق امام ابو حنیفہ کے موقف کی وضاحت	132	19	راستے منقطع ہونے کی توجیہ اور دیگر مسائل	142
8	باب: ۲		20	جموعہ کے خطبہ میں بارش کی طلب کی دعا کرنا جب کہ خطیب کا قبلہ کی طرف منہ نہ ہو	142
9	نبی ﷺ کی کفار کے متعلق یہ دعا: اے اللہ! ان پر ایسے سال ڈال دے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں کفار پر ڈالے تھے	133	21	باب: ۸	
10	اس اعتراض کا جواب کہ کفار کے خلاف دعاء ضرر کرنا تو آپ کی رحمت کے خلاف ہے	133	22	باب: ۹	
	مشکل الفاظ کے معانی اور حدیث مذکور کا خلاصہ	135		جس نے نماز استسقاء کے لیے نماز جمعہ پراکتفاء کی	144

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
23	باب: ۱۰ جب بارش کی کثرت سے راستے منقطع ہو جائیں اس وقت دعا کرنا	144	149	کرے اور خطبہ کے وقت لوگوں کی طرف اور نماز استسقاء کی تکبیرات میں اختلاف ائمہ	149
24	باب: ۱۱ وہ جو کہا گیا ہے کہ نبی ﷺ نے جمعہ کے دن بارش کی طلب میں چادر کو نہیں پلٹا	145	150	باب: ۱۹ عید گاہ میں بارش کی طلب کی دعا کرنا	150
25	باب: ۱۲ جب لوگ امام سے یہ سفارش کریں کہ وہ ان کے لیے بارش کے نزول کی دعا کرے اور وہ ان کی سفارش رد نہ کرے	145	150	باب: ۲۰ نماز استسقاء میں لوگوں کا امام کے ساتھ ہاتھ بلند کرنا اور چادر پہننے کا طریقہ	150
26	باب: ۱۳ جب قحط کے وقت مشرکین مسلمانوں سے دعا کی درخواست کریں	146	151	باب: ۲۱ استسقاء میں قبلہ کی طرف منہ کرنا	151
27	باب: ۱۴ جب زیادہ بارش ہو تو یہ دعا کرنا: ہمارے ارد گرد برسا! ہم پر نہ برسا!	147	151	باب: ۲۲ نماز استسقاء میں امام کا اپنا ہاتھ بلند کرنا قحط اور دیگر مبصائب میں دعا کے لیے ہاتھ اٹھانے کا طریقہ	151
28	باب: ۱۵ بارش طلب کرنے کے لیے کھڑے ہو کر دعا کرنا	147	152	باب: ۲۳ نماز استسقاء میں امام کا اپنا ہاتھ بلند کرنا اس اشکال کا جواب کہ حضرت انس نے استسقاء کے علاوہ دعا میں ہاتھ اٹھانے کی نفی کی ہے حالانکہ دیگر دعاؤں میں بھی ہاتھ اٹھانا ثابت ہے	152
29	باب: ۱۶ نماز استسقاء میں بلند آواز سے قراوت کرنا	148	153	باب: ۲۴ نماز استسقاء کے علاوہ دیگر مقامات پر دعا میں ہاتھ اٹھانے کا استحباب	153
30	باب: ۱۷ نماز استسقاء میں خطبہ نماز کے بعد پڑھنا چاہیے یا پہلے؟	148	154	باب: ۲۵ جب بارش ہو تو کیا کہا جائے؟	154
31	باب: ۱۸ نبی ﷺ لوگوں کی طرف پشت کس طرح پھیرتے تھے	149	154	باب: ۲۶ حدیث مذکور کے رجال	154
32	باب: ۱۹ نماز استسقاء دو رکعت ہے	149	155	باب: ۲۷ جب آدمی چلے تو کیا کیا جائے؟	155
33	باب: ۲۰ نماز استسقاء میں دعا کے وقت قبلہ کی طرف منہ	149			

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
47	آندھی کو دیکھ کر نبی ﷺ کے خوف زدہ ہونے کا سبب	155	68	باب: ۲۸ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (قرآن میں) تم اپنا حصہ یہ رکھتے ہو کہ تم اس کو جھٹلاتے ہو (الواقہ: ۸۲)	169
48	آندھی اور بارش کے متعلق دیگر احادیث	156		باب: ۲۹	
49	نبی ﷺ کا ارشاد کہ صبا سے میری مدد کی گئی ہے	157	69	اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب آئے گی	170
50	حدیث مذکور کے فوائد اور مسائل	158	70	کاہنوں اور نجومیوں کی خبروں کا جھوٹا ہونا	171
51	باد صبا سے رسول اللہ ﷺ کی مدد فرمانا اور بادِ دُور سے قوم عاد کو ہلاک فرمانا	158	71	علوم خمسہ اور علم غیب کی تحقیق	171
	باب: ۲۶		72	”کتاب الاستسقاء“ کا اختتام	173
52	زلزلوں اور علاماتِ قیامت کے متعلق جو کہا گیا ہے	159	174	۱۶ - کتاب الکسوف	
53	حدیث مذکور کے رجال	159	1	باب: ۱	
54	صحیح بخاری کے اس نسخہ میں نبی ﷺ کا ذکر نہیں ہے	160	2	سورج گہن لگنے کی نماز کا بیان	174
55	نجد کے لیے دعائے کرنے کا سبب	160	3	حدیث مذکور کے رجال	175
56	شیخ حسین احمد مدنی کی محمد بن عبد الوہاب نجدی اور فرقہ وہابیہ نجدیہ کے متعلق تصریحات	160	4	سورج گرہن کی نماز میں اختلاف فقہاء اور فقہاء احناف کی دلیل	175
57	علامہ سلیمان بن عبد الوہاب کی محمد بن عبد الوہاب نجدی اور فرقہ وہابیہ نجدیہ کے متعلق تصریحات	164	5	حدیث مذکور کے رجال	176
58	علامہ سلیمان بن عبد الوہاب متوفی ۱۲۰۸ھ	164	6	حدیث مذکور کے رجال	177
59	توحید و رسالت کی گواہی سے مسلمانوں کی تکفیر پر رد	164	7	حدیث مذکور کے رجال	178
60	سجدہ کی بناء پر تکفیر مسلمین کا رد	164	8	حضرت ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ کا تذکرہ	178
61	تکفیر مسلمین کے رد پر پہلی حدیث	164	9	باب: ۲	
62	تکفیر مسلمین کے رد پر دوسری حدیث	165	10	سورج گہن کے دن صدقہ کرنا	178
63	تکفیر مسلمین کے رد پر تیسری حدیث	165	11	نماز کسوف میں قراءت کی مقدار	179
64	تکفیر مسلمین کے رد پر چوتھی حدیث	167	12	نماز کسوف کی ایک رکعت میں ایک سے زیادہ رکوع کرنے کی احادیث	179
65	تکفیر مسلمین کے رد پر پانچویں حدیث	168	13	ایک رکعت میں ایک رکوع کرنے کے متعلق احادیث	179
66	تکفیر مسلمین کے رد پر چھٹی حدیث	168		زنا سے ڈرانا صدقہ کرنے سے عذاب کا دور ہونا	180
67	علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ	169		اور کھیل کود کی مذمت	180
				باب: ۳	
				سورج گہن کے دن یہ نداء کرنا کہ جماعت تیار ہے	180

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
14	حدیث مذکور کے رجال	181	28	عورتوں کے مردوں کے ساتھ نماز کسوف پڑھنے میں مذاہب فقہاء	191
	باب: ۴				
15	سورج گہن کی نماز میں امام کا خطبہ	181		باب: ۱۱	
	باب: ۵		29	جو شخص سورج گہن میں غلام آزاد کرنے کو پسند کرتا ہے	193
16	سورج گہن کے لیے ”کسفت الشمس“ کہا جائے یا ”خسفت الشمس“ کہا جائے	183		باب: ۱۲	
	باب: ۶		30	سورج گہن کی نماز مسجد میں پڑھنا	193
17	نبی ﷺ کا یہ ارشاد کہ اللہ اپنے بندوں کو ”کسوف“ (گہن) سے ڈراتا ہے	184	31	کسی کی موت اور حیات کی وجہ سے سورج کو گہن نہیں لگتا	194
	باب: ۷			باب: ۱۴	
18	سورج گہن میں عذاب قبر سے پناہ مانگنا	184			
19	عذاب قبر کا برحق اور سنگین ہو:	185	32	سورج گہن میں ذکر کرنا	195
	باب: ۸		33	حدیث مذکور کے رجال	195
20	نماز کسوف میں طویل سجدہ کرنا	185	34	اس کی توجیہ کہ نبی ﷺ اس طرح خوف زدہ ہوئے جیسے قیامت آگئی ہو حالانکہ ابھی قیامت کی علامات نہیں آئیں	196
21	سورج گرہن کی نماز کو جماعت کے ساتھ پڑھنا	186		باب: ۱۵	
22	ایک رکعت میں ایک رکوع کرنے کے متعلق مزید احادیث		35	سورج گہن کی نماز میں دعا کرنا	197
23	حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس سے جو ایک رکعت میں دو رکوع کی احادیث مروی ہیں ان کے جوابات	187		باب: ۱۶	
24	نبی ﷺ نے نماز کسوف میں سزا قراءت کی یا جہراً	189	37	چاند گہن میں نماز پڑھنا	197
25	اس کی تحقیق کہ نبی ﷺ نے نماز کسوف میں عین جنت کو دیکھا تھا یا اس کی مثال اور تصویر کو؟	189	38	اس اعتراض کا جواب کہ یہ حدیث عنوان کے مطابق نہیں ہے	198
26	جنت کو دیکھنے کی توجیہ اور جنت کا طعام نہ لانے کی وجہ	190		باب: ۱۸	
	باب: ۱۰		39	جب نماز کسوف میں پہلی رکعت لمبی پڑھی جائے	198
27	سورج گہن کی نماز کو عورتوں کا مردوں کے ساتھ پڑھنا	191	40	چاند گرہن کی نماز میں بلند آواز سے قرآن پڑھنا	199
				باب: ۱۹	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
41	حدیث مذکور کے رجال	199	15	سورہ ص کے سجدہ کے ثبوت میں احادیث آثار اور	
42	”کتاب الکسوف“ کا اختتام	200		فقہاء تابعین کے اقوال	208
	۱۷ - کتاب سجود القرآن	201		باب: ۴	
	باب: ۱		16	سورۃ النجم کا سجدہ	209
1	سجود القرآن یعنی سجدہ تلاوت کی احادیث کے ابواب			باب: ۵	
2	حدیث مذکور کے رجال	201	17	مسلمانوں کا مشرکین کے ساتھ سجدہ کرنا اور مشرک	
3	سورۃ النجم اور المفصل (النجم الانشقاق اور العلق)	201		نجس ہے اس کا وضوء نہیں ہوتا	209
	کے سجدات میں مذاہب فقہاء اور امام ابوحنیفہ کے		18	بے وضوء سجدہ تلاوت کرنے کی تحقیق	210
	مذہب کی احادیث سے تقویت اور تائید	201	19	امام بخاری کی تعلیق مذکور پر علامہ ابن بطال کا تبصرہ	210
4	المفصل کی تین آیات میں سجدہ تلاوت کا نبی		20	امام بخاری کی تعلیق مذکور پر علامہ عینی کا تبصرہ	212
	صلی اللہ علیہ وسلم سے ثبوت			باب: ۶	
5	دس آیات سجدہ متفق علیہا ہیں	203	21	جس نے آیت سجدہ کو پڑھا اور سجدہ نہیں کیا	212
6	سورہ ص کے سجدے میں مذاہب فقہاء	204	22	حدیث مذکور کے رجال	213
7	سورۃ الحج کے آخری سجدہ میں مذاہب فقہاء	204	23	علامہ ابن بطال کا حدیث مذکور سے سجدہ تلاوت	
8	سجدات تلاوت کے متعلق ائمہ کے مذاہب کا خلاصہ	205		کے عدم وجوب پر استدلال اور مصنف کے جوابات	213
9	سجدہ تلاوت کا شرعی حکم	205	24	سورۃ ”اذا السماء انشقت“ کا سجدہ	213
10	سجدہ تلاوت کے وجوب کے ثبوت میں قرآن مجید			باب: ۸	
	کی آیات	205	25	جس نے آیت سجدہ پڑھنے والے کی وجہ سے سجدہ	
11	سجدہ تلاوت کے ثبوت میں آثار صحابہ اور فقہاء			کیا	214
	تابعین کے اقوال	206	26	سجدہ تلاوت کرنے کے وجوب پر مزید دلائل	214
	باب: ۲			باب: ۹	
12	سورۃ تنزیل السجدہ میں سجدہ تلاوت	206	27	جب امام آیت سجدہ کو پڑھے تو لوگوں کا رش	215
	باب: ۳			باب: ۱۰	
13	سورہ ص کا سجدہ	207	28	جس کا یہ نظریہ تھا کہ اللہ عزوجل نے سجدہ تلاوت کو	
14	سورہ ص کے سجدہ میں صحابہ تابعین اور ائمہ کا			واجب نہیں کیا	215
	اختلاف نیز مؤکد سجدات کی تعداد میں صحابہ اور		29	حدیث مذکور میں وجوب کے خلاف الفاظ کے	
	ائمہ کا اختلاف	207		جوابات	217

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
30	سجدۂ تلاوت کے وجوب کے خلاف حافظ ابن حجر کی تاویلات اور مصنف کے جوابات	217	13	باب: ۲ منیٰ میں نماز کا بیان	227
31	باب: ۱۱ جس نے نماز میں سجدۂ تلاوت کی آیت پڑھی پس اس پر سجدہ کیا	218	14	اہل مکہ کے لیے منیٰ میں نماز کو قصر کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء	227
32	باب: ۱۲ جس نے رش کی وجہ سے سجدہ کرنے کی جگہ نہیں پائی	219	15	قصر کرنے کے لیے مسافت کی مقدار	228
33	”ابواب سجود القرآن“ کی تکمیل	219	16	حضرت عثمان نے منیٰ میں جو چار رکعت نماز پڑھی اس کی توجیہات اور بحث و نظر	229
۱۸ - کتاب تقصیر الصلوۃ	220	17	219	حدیث مذکور کے رجال	231
باب: ۱	220	18	219	حدیث مذکور کے رجال	231
1	نمازوں کو قصر کرنا اور نمازوں میں رتق و رنق کے لیے مسافر کتنے دن ٹھہرے	220	19	قصر کے واجب یا سنت ہونے میں فقہاء کا اختلاف	231
2	حدیث مذکور کے رجال	220	20	قصر کے واجب ہونے کے متعلق احادیث آثار اور فقہاء تابعین کے اقوال	232
3	سفر میں مدت و اقامت کے متعلق مختلف احادیث	220	21	باب: ۳ نبی ﷺ نے اپنے حج میں کتنے دن قیام کیا	234
4	مدت قصر کی احادیث میں علامہ ابن حنفی کے بیان کردہ محامل	221	22	حدیث مذکور کے رجال	234
5	مدت قصر کی احادیث میں علامہ ابن بطال مالمی کے بیان کردہ محامل	221	23	نبی ﷺ کے بکہ میں دس دن قیام اور ارکان حج کی ادائیگی کی تفصیل	234
6	مدت قصر میں ائمہ مجتہدین کے مذاہب	223	24	حج کے احرام کو منسوخ کر کے عمرہ قرار دینے میں اختلاف فقہاء	235
7	مدت قصر میں امام بخاریہ کے مذہب کی تسوئ	223	25	باب: ۴ نماز کو قصر کرنے کی کم سے کم مدت	235
8	مدت قصر میں امام ابو حنیفہ کی تائید میں آثار اور اقوال تابعین	224	26	حدیث مذکور کے رجال	236
9	نماز قصر کی مشروعیت کی ابتداء	224	27	بغیر محرم کے عورت کے سفر حج میں مذاہب فقہاء	236
10	حدیث مذکور کے رجال	225	28	بغیر محرم کے عورت کے سفر کی ممانعت کی مختلف احادیث میں علامہ ابن بطال کی تطبیق	238
11	حدیث میں مذکور مکہ میں دس دن قیام کا محمل	225	29	بغیر محرم کے عورت کے سفر کی ممانعت کی مختلف احادیث میں مصنف کی تطبیق	238
12	ائمہ ثلاثہ کی چار دن اقامت کی دلیل کا رد اور اقامت کی شرائط	226	30	متعدد خواتین کے ساتھ عورت کے سفر حج پر علامہ	

صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان
247	46	حدیث مذکور کے رجال	238	46	ابن بطل کا استدلال اور مصنف کا جواب
247	47	سفر میں سنتیں پڑھنے کے متعلق حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے قول اور فعل کے تعارض کا جواب			باب: ۵
247	48	سفر میں سنتیں پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء	239	48	جب کوئی شخص اپنی جگہ (حدود شہر) سے نکلے تو قصر کرے
		باب: ۱۲	240		حدیث مذکور کے رجال
248	49	جس نے فرض سے پہلے اور بعد کے علاوہ سفر میں نفل پڑھے	240		شہر کی حدود اور مضائقات سے نکلنے کے بعد نماز کو قصر کیا جائے گا
249	50	سفر میں فرض سے پہلے اور فرض کے بعد سنتیں پڑھنے کے ثبوت میں احادیث	241		باب: ۶
		باب: ۱۳	241		سفر میں مغرب کی تین رکعت پڑھی جائیں گی
250	51	سفر میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کرنا	241		حدیث مذکور کے رجال
	52	ایک نماز کے وقت میں دو نمازوں کو جمع کرنے کے ثبوت میں امرہ ثلاثہ کی طرف سے حافظ ابن حجر کے دلائل			سفر میں نمازوں کو صورتاً جمع کرنے کے متعلق احادیث
251	53	حافظ ابن حجر کے دلائل کے مصنف کی طرف سے جوابات	243		باب: ۷
252		باب: ۱۴	243		سواری پر نفل نماز پڑھنا خواہ سواری کا منہ کسی طرف ہو
	54	جب مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کرے تو پہلے اذان دے یا اقامت کہے؟	243		حدیث مذکور کے رجال
253	55	ایک نماز کے وقت میں دو نمازوں کو جمع کرنے پر فقہاء تفسیر استدلال اور اس کا جواب	244		سفر اور حضر میں سواری پر نفل پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء
254		باب: ۱۵			باب: ۸
	56	جب زوال سے پہلے سفر کرے تو نماز ظہر کو نماز عصر تک مؤخر کرے	244		سواری پر اشارے سے نماز پڑھنا
255	57	حدیث مذکور کے رجال			باب: ۹
256	58	دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کرنے والوں کے نزدیک اس کی تفصیل	246		فرض پڑھنے کے لیے سواری سے اترنا
256			246		باب: ۱۰
			246		نفل نماز دراز گوش پر پڑھنا
			246		حدیث مذکور کے رجال
			246		گدھے پر نفل پڑھنے کے جواز میں فقہاء کا اجماع
					باب: ۱۱
					جو سفر میں نماز سے پہلے اور نماز کے بعد کی سنتیں نہ پڑھے

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
59	باب: ۱۶ جب مسافر زوال آفتاب کے بعد روانہ ہو تو ظہر کی نماز پڑھے پھر سوار ہو	256	1	۱۹ - کتاب التہجد باب: ۱ رات کو تہجد پڑھنا	264
60	ایک نماز کے وقت میں دو نمازوں کو جمع کرنے کی روایت پر بحث و نظر	257	2	تہجد کی فضیلت میں احادیث	264
61	باب: ۱۷ بیٹھ کر نماز پڑھنا	257	3	حدیث مذکور کے رجال	266
62	جس بیماری کی وجہ سے نبی ﷺ نے بیٹھ کر نماز پڑھی اس بیماری کا سبب اور اس کی کیفیت	257	4	نبی ﷺ کی دعا میں مشکل الفاظ کے معانی	266
63	حدیث مذکور کے رجال	259	5	باب: ۲ رات کے قیام کی فضیلت	267
64	”ہو اسیر“ کا معنی	259	6	صالحین کے سامنے خواب بیان کرنا مسجد میں سونے کی تحقیق فرشتوں کو خواب میں دیکھنا رات کو زیادہ سونے کی کراہت اور دیگر مسائل	268
65	بیٹھ کر نماز پڑھنے پر آدمی اجر کی حدیث لوافل سے متعلق ہے	259	7	باب: ۳ رات کے قیام میں طویل سجدہ کرنا	268
66	بیماری نماز کے احکام	259	8	تہجد میں نبی ﷺ کے سویل سجدہ کا سبب	269
67	باب: ۱۸ بیٹھ کر اشاروں سے نماز	260	9	باب: ۴ بیمار کے لیے قیام کو ترک کرنے کی رخصت	269
68	باب: ۱۹ جب نمازی میں بیٹھنے کی طاقت نہ ہو تو وہ لیٹ کر پڑھ لے	260	10	حدیث مذکور کے رجال	270
69	باب: ۲۰ جب کسی شخص نے بیٹھ کر نماز پڑھی پھر وہ تندرست ہو گیا یا اس نے تخفیف محسوس کی تو پھر وہ باقی نماز پوری کرے	261	11	جس شخص کی کوئی عبادت مرض یا سفر کی وجہ سے رہ جائے اسے اس عبادت کا اجر دیا جاتا ہے	270
70	حدیث مذکور کی عنوان کے ساتھ مطابقت اور جو شخص بیٹھ کر یا لیٹ کر نماز شروع کرے پھر اس میں کمڑے ہونے کی قوت آ جائے تو وہ کیا کرے؟	262	12	باب: ۵ نبی ﷺ کا بغیر فرض قرار دیے ہوئے رات کی نماز اور نوافل کی ترغیب دینا	271
71	”ابواب التقصیر“ کی تکمیل	263	13	حدیث مذکور کے رجال	272
			14	تہجد کی ترغیب دینے پر حضرت نے نبی ﷺ کو جو جواب دیا اس کی وضاحت	272
			15	نوافل کی ادائیگی پر کسی کو مجبور نہ کیا جائے	273
			16	نبی ﷺ سے چاشت کی نماز پڑھنے کا ثبوت	274
			17	نبی ﷺ سے چاشت کی نماز کی نفی کے متعلق	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	علامہ ابن بطال کی بیان کردہ توجیہات	275		ہونے کی توجیہ	283
18	علامہ ابن بطال کی پہلی توجیہ پر مصنف کا تبصرہ اور یہ بتانا کہ نماز کے جمیع احکام میں امت اور نبی مساوی نہیں ہیں		35	آیا طول قیام افضل ہے یا کثرت رکوع اور سجود؟	283
	علامہ ابن بطال کی دوسری توجیہ	277	36	طول قیام کے باب میں مسواک کرنے کی حدیث کو ذکر کرنے کی وجہ سے امام بخاری پر اعتراض اور اس کے جوابات	284
19	نبی ﷺ سے چاشت کی نماز کی نفی کرنے کی علامہ عینی کی بیان کردہ توجیہات	277	37	باب: ۱۰ رات کی نماز کس طرح تھی اور نبی ﷺ رات کی نماز کس طرح پڑھتے تھے؟	285
20	باب: ۶ نبی ﷺ کا اس قدر قیام کرنا حتیٰ کہ آپ کے دونوں قدم سوچ گئے		38	رات کی نماز کی مختلف رکعات میں تطبیق	286
21	حدیث مذکور کے رجال	278		باب: ۱۱	
22	نبی ﷺ کی طرف مغفرت و ذنوب کی نسبت اور اس کی وضاحت	278	39	نبی ﷺ کا رات کو قیام کرنا اور سونا اور رات کے	287
	باب: ۷ جو شخص سحر کے وقت سو جائے		40	ایم کی فرضیت، منسوخ ہوتا آیا نبی ﷺ پر تہجد کی نماز فرض تھی یا نفل؟ اس سلسلہ میں فقہاء کے اقوال اور قول رائج کا بیان	288
24	حدیث مذکور کے رجال	280	41	نبی ﷺ کی تہجد اور دیگر نقلی عبادات کے معمولات مختلف تھے	289
25	رات کے نصف تہائی اور چھٹے حصے کی تمثیل	280		باب: ۱۲	
26	حدیث مذکور کے رجال	281	42	جو س رات کی نماز نہ پڑھے اس کی گدی پر شیطان کا گرہ لگاتا	289
27	داغی عمل کی فضیلت خواہ وہ کم ہو	281		جس کی گدی پر شیطان گرہیں لگاتا ہے اس کے ضمن میں مسائل اور بعض اعتراضات کے جوابات	290
28	حدیث مذکور کے رجال	282		باب: ۱۳	
29	نبی ﷺ کے سحری کے وقت سونے کا معنی	282	44	جو شخص سو جائے اور نماز نہ پڑھے شیطان اس کے کان میں پیشاب کر دیتا ہے	292
30	باب: ۸ جس نے سحری کی پھر نماز پڑھنے کو کھڑا ہوا پھر نہیں سویا حتیٰ کہ صبح کی نماز پڑھی		45	کان میں شیطان کے پیشاب کرنے کے متعدد محال	292
31	باب: ۹ رات کی نماز میں لمبا قیام کرنا	282		باب: ۱۴	
32	حدیث مذکور کے رجال	283	46	رات کے آخری حصہ میں نماز پڑھ کر دعا کرنا	293
33	نبی ﷺ کو کھڑا چھوڑ کر خود بیٹھ جانے کے کھڑا				

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
47	حدیث مذکور کے رجال	293		باب: ۱۸	
48	اللہ تعالیٰ کے نازل ہونے کے مسئلہ میں فقہاء اسلام کے نظریات اور حدیث مذکور کے محال	293	61	عبادت میں شدت اختیار کرنا مکروہ ہے	301
	باب: ۱۵		62	حدیث مذکور کے رجال	301
49	جو شخص رات کے اول حصہ میں سویا اور رات کے آخری حصہ میں اس نے نماز پڑھی	294	63	عبادت میں میانہ روی کی تقیین تمام رات عبادت کرنے میں مذاہب فقہاء اور دیگر مسائل	301
50	حدیث مذکور کے رجال	294	64	جو شخص رات کو قیام کرتا ہو اس کا رات کے قیام کو ترک کرنا مکروہ ہے	302
51	نبی ﷺ کا تہجد کے لیے اخیر شب میں اٹھنا	294		باب: ۱۹	
	باب: ۱۶			باب: ۲۰	
52	نبی ﷺ کا رمضان اور غیر رمضان میں رات کو قیام کرنا	295	65	حدیث مذکور کے رجال	304
53	بیس رکعات تراویح کے متعین رسول اللہ ﷺ صحابہ اور فقہاء تابعین کے معمولات	295	66	اللہ تعالیٰ کی عبادت کو شروع کر کے اس کو ترک کرنے کی نیت	304
54	رات کی نماز چار چار رکعات پڑھی جائے گی یا دو دو رکعت	295	57	ین اور مصلحتوں کو حاصل کرنا اور عبادت میں اعتدال سے کام لینا	305
55	نیند سے نبی ﷺ کے وضوء نہ ٹوٹنے کی تحقیق	297		باب: ۲۱	
	باب: ۱۷			باب: ۲۲	
56	رات اور دن میں وضوء کرنے کی فضیلت اور رات اور دن میں وضوء کرنے کے بعد نماز پڑھنے کی فضیلت	297	69	حدیث مذکور کے رجال	306
57	حدیث مذکور کے رجال	298	70	حدیث مذکور کے رجال	307
58	حضرت بلال کو ہر وضوء کے بعد نماز پڑھنے کی فضیلت کے حصول کی وجوہ اور دیگر فوائد	298	71	رسول اللہ ﷺ کا نماز پڑھنے کا وہاں ہونا	307
59	حضرت بلال کی جوتیوں کی آہٹ سننے کا قصہ نبی ﷺ کے خواب کا واقعہ ہے بحث و نظر اور دیگر فوائد	299	72	فجر کی دو رکعتوں کے بعد دائیں کروٹ پر لیٹنا	308
60	معمولات اہل سنت کی دلیل	300	73	صبح کی دو سنتوں کے بعد دائیں کروٹ پر لیٹنا	309
			74	جس نے فجر کی دو رکعت سنت پڑھنے کے بعد بائیں کیس اور نہیں لیٹا	309
				باب: ۲۳	
				باب: ۲۴	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
75	باب: ۲۵	309	91	آثار مختلفہ میں تطبیق	320
76	دو رکعت پڑھنے کے متعلق احادیث	310	92	باب: ۳۲	320
77	حدیث مذکور کے رجال	310		جس نے چاشت کی نماز نہیں پڑھی اور اس میں گنجائش کا اعتقاد کیا	320
78	استحارہ کرنے کا شرعی حکم	310		باب: ۳۳	320
79	استحارہ کرنے کا شرعی طریقہ	311	93	چاشت کی نماز حضر میں	320
80	استحارہ کرنے میں مشائخ کا معمول	313	94	حدیث مذکور کے رجال	321
81	باب: ۲۶		95	خلیل کا معنی	321
82	صبح کی دو رکعت سنت کے بعد باتیں کرنا	313	96	حدیث میں مذکور وصیت کی حکمت	321
83	باب: ۲۷			باب: ۳۴	322
84	فجر کی دو رکعت سنت کی حفاظت کرنا اور جس نے ان کو نفل کہا	313	97	ظہر سے پہلے دو رکعت سنت پڑھنا	322
85	باب: ۲۸		98	حدیث مذکور کے رجال	322
86	فجر کی دو رکعت سنت میں کتنی قراءت کی جائے	314		باب: ۳۵	323
87	سنت فجر میں قرآن پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء	314	99	مغرب سے پہلے نماز پڑھنا	323
88	اور علامہ ابن بطال کے امام ابو حنیفہ پر اعتراضات	314	100	حدیث مذکور کے رجال	323
89	مصنف کی طرف سے علامہ ابن بطال کے اعتراض کے جوابات	317		حدیث مذکور کے رجال	323
90	ابواب التطوع	317	102	نماز مغرب سے پہلے دو رکعت نماز میں اختلاف فقہاء	323
91	باب: ۲۹			باب: ۳۶	324
92	نفل کے بعد نفل پڑھنا	318	103	نوافل کی نماز جماعت سے پڑھنا	324
93	ظہر سے پہلے چار سنتیں پڑھنے کے متعلق احادیث	318	104	حضرت معاویہ کی خلافت میں یزید کا امیر لشکر ہونا	327
94	عصر سے پہلے چار سنتیں پڑھنے کے متعلق حدیث	318		صرف کلمہ پڑھنے سے دوزخ کے حرام ہونے کی تحقیق اور دیگر مسائل	327
95	باب: ۳۰		105	حدیث مذکور سے علامہ عینی کے استنباط کردہ بچپن مسائل	328
96	جس نے فرض کے بعد نفل نہیں پڑھے	318		باب: ۳۷	330
97	باب: ۳۱		106	گھر میں نفل پڑھنا	330
98	سفر میں چاشت کی نماز	319			
99	چاشت کی نماز کی رکعات کے متعلق مختلف احادیث اور آثار	319			

صفحہ	عنوان	نمبر شمار	صفحہ	عنوان	نمبر شمار
340	باب: ۴ مسجد قباء میں پیدل اور سوار ہو کر جانا	16	331	۲۰- کتاب فضل الصلوٰۃ فی مسجد مکہ والمدينہ	
340	باب: ۵ قبر اور منبر کے درمیان فضیلت کا بیان	17	331	باب: ۱ مکہ اور مدینہ کی مسجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت	1
341	آپ کے گھر آپ کے حجرہ اور آپ کی قبر کی فضیلت کے متعلق احادیث	18	332	مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کے علاوہ اور کسی مسجد میں نماز پڑھنے کی نذر ماننا جائز نہیں	2
342	آپ کے حجرہ اور آپ کے منبر کی درمیانی جگہ کو جنت کا باغ قرار دینے کی توجیہ	19	332	مسجد حرام اور مسجد نبوی میں کون سی مسجد زیادہ افضل ہے؟	3
342	باب: ۶ بیت المقدس کی مسجد	20	333	دوسری مساجد کی یہ نسبت کعبہ میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازوں سے افضل ہے	4
343	۲۱- کتاب العمل فی الصلوٰۃ		334	نبی ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کے لیے سفر کرنے کے متعلق شیخ ابن تیمیہ کا طریقہ	5
343	باب: ۱ نماز میں ہاتھ سے مدد لینا جب کہ اس عمل کا تعلق نماز سے ہو		335	حافظ ابن حجر عسقلانی کا شیخ ابن تیمیہ کے نظریہ کا رد کرنا	6
344	باب: ۲ میں کلام کرنے کی ممانعت	2	336	شیخ مبارک پوری کے اعتراض کا جواب مصنف کی طرف سے	7
345	حدیث مذکور کے رجال	3	337	حدیث مذکور کے رجال	8
345	نماز میں اصلاح نماز کے لیے کلام کرنے پر علامہ ابن بطال کے دلائل اور فقہاء احناف کے دلائل پر اعتراض	4	337	مسجد حرام اور مسجد نبوی کی نمازوں کی فضیلت میں اختلاف فقہاء اور مسجد نبوی کی فضیلت پر دلیل	9
346	باب: ۳ نماز میں مردوں کے لیے سبحان اللہ اور الحمد للہ کہنے کا جواز	6	339	باب: ۲ مسجد ثبا	10
348	باب: ۴ جس نے نماز میں کسی کا نام لیا یا کسی کو بالمشافہ سلام کیا اور جس کو سلام کیا اس کو علم نہ ہو	7	340	باب: ۳ جو ہر ہفتہ کے دن مسجد قباء آیا	11
349					12
					13
					14
					15

صفحہ	عنوان	نمبر شمار	صفحہ	عنوان	نمبر شمار
359	خوف ہو تو اس کے لیے نماز توڑنا جائز ہے		باب: ۵		
	باب: ۱۲		349	تالیاں بجانا صرف عورتوں کے لیے ہے	8
360	نماز میں تھوکنے اور پھونک مارنے کا جواز	25	باب: ۶		
	باب: ۱۳			جو شخص نماز میں پچھلے پیروں پر لوٹا یا کسی پیش آمدہ	9
	جس مرد نے ناواقفیت سے اپنی نماز میں تالی بجائی	26	350	امر کی وجہ سے آگے بڑھا	
361	تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی		باب: ۷		
	باب: ۱۴		351	جب ماں اپنے بیٹے کو نماز میں بلائے	10
	جب نمازی سے کہا گیا: آگے بڑھو یا انتظار کرو اور	27	351	حدیث مذکور کے رجال	11
361	اس نے انتظار کیا تو کوئی حرج نہیں ہے		352	جرج کے قصہ کے متعلق دیگر احادیث	12
	باب: ۱۵			اگر نمازی کو نماز میں رسول اللہ ﷺ یا والدین	13
361	نمازی نماز میں سلام کا جواب نہ دے	28	353	بلائیں تو وہ کیا کرے؟	
	باب: ۱۶		354	حدیث مذکور کے مسائل اور فوائد	14
362	کسی شخص پر نماز میں دونوں ہاتھوں کو بلند کرنا	29	باب: ۸		
	باب: ۱۷		355	نماز میں کنکریوں کو ہاتھ سے ہٹانا	15
363	نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنا	30	355	حدیث مذکور کے رجال	16
364	سجدوں کے رجال	31		سجدہ کی جگہ سے کنکریوں کو صاف کرنے کے متعلق	17
364	نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے کی ممانعت کی وجوہ	32	356	اختلاف فقہاء	
	باب: ۱۸			سجدہ گاہ سے کنکریوں کو صاف کرنے کے متعلق	18
364	کسی شخص کا نماز میں غور و فکر کرنا	33	356	احادیث	
367	۲۲- کتاب السہو		باب: ۹		
	باب: ۱		356	نماز میں سجدہ کے لیے کپڑا بچھانا	19
	سہو متعلق احادیث جنب آدمی فرضوں دور رکعت	1	باب: ۱۰		
367	پڑھ کر لھڑا ہو جائے		357	نماز میں جو عمل کرنا جائز ہے	20
367	سہو اور لسیان کی تحقیق	2	باب: ۱۱		
	فقہاء احناف کے موقف کے ثبوت میں سلام	3	358	جب نماز میں سواری بھاگ جائے	21
368	پھیرنے کے بعد سجدہ سہو کے متعلق احادیث		358	حدیث مذکور کے رجال	22
	سلام سے پہلے یا بعد سجدہ سہو کرنے میں مذاہب	4	359	”الاهواز“ اور ”الحروریہ“ کا معنی	23
369	فقہاء			نمازی کو اپنے مال یا سامان کے ضائع ہونے کا	24

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
5	جن صورتوں میں نبی ﷺ نے سجدہ سہو کیا	369	4	حدیث مذکور کے رجال	381
	باب: ۲			باب: ۲	
6	جب پانچ رکعات نماز پڑھیں	370	5	جنازہ کے ساتھ جانے کا حکم	381
	باب: ۳		6	حدیث مذکور کے رجال	381
7	جب دو رکعت میں سلام پھیر دیا یا تین رکعت میں		7	جنازہ کے فقہی احکام	382
	پھر نماز کے سجدے کی طرح دو سجدے کیے یا زیادہ		8	جنازہ کے آگے یا پیچھے چلنے کے متعلق احادیث اور	
	طویل	370		مذہب فقہاء	382
	باب: ۴		9	دعوت کو قبول کرنے، قسم پوری کرنے، مظلوم کی مدد	
8	جس نے سہو کے دو سجدوں میں تشہد نہیں پڑھا	371		کرنے، چھینک والے کو دعا دینے اور سلام کا	
	باب: ۵			جواب دینے، سونے چاندی کے برتنوں کو استعمال	
9	سجدہ سہو میں تکبیر پڑھے	372		کرنے اور ریشم پہننے کے فقہی احکام	383
	باب: ۶			باب: ۳	
10	جب یہ معلوم نہ ہو کہ کتنی رکعت پڑھی ہیں تین یا			جب میت کو کفن میں لپیٹ دیا جائے تو پھر اس کے	
	چار تو بیٹھے ہوئے دو سجدے کرے	373		پاس آنا	384
	باب: ۷		11	حدیث مذکور کے رجال	385
11	فرض اور نفل میں سہو ہونا	373	12	میت کا چہرہ کھونا، میت کو بوسا دینا اور میت پر	
	باب: ۸			آنسوؤں سے رونا	385
12	جب کوئی شخص نماز پڑھ رہا تھا اور اس سے بات کی		13	حضرت ابو بکر کے اس قول کی توجیہ: اللہ آپ پر دو	
	گئی تو اس نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور بات سنی	374		سوتیں جمع نہیں کرے گا	386
13	حدیث مذکور سے دس مسائل کا استخراج	375	14	حضرت ابو بکر کے اس قول کا آیت سے تعارض کا	
	باب: ۹			جواب	387
14	نماز میں اشارہ کرنا	376	15	نبی ﷺ کے وفات میں دائمی حیات کے متعلق محدثین	
15	”کتاب السہو“ کا اختتام	378		کی تصریحات	387
	۲۳ - کتاب الجنائز	379	16	نبی ﷺ کی قبر میں دائمی حیات کے متعلق فقہاء	
	باب: ۱			کی تصریحات	388
1	جس کا آخری کلام ہو: ”لا الہ الا اللہ“	379	17	نبی ﷺ کی قبر میں دائمی حیات کے متعلق علماء	
2	حدیث مذکور کے رجال	380		دیوبند کی تصریحات	389
3	مرکب کبیرہ کے متعلق اہل سنت کا موقف	380	18	نبی ﷺ کی قبر میں حیات کے متعلق علماء غیر	

صفحہ	عنوان	نمبر شمار	صفحہ	عنوان	نمبر شمار
404	حضرت زیدؓ حضرت جعفر اور حضرت عبداللہ بن رواحہ کا تعارف	35	389	مقلدین کی تصریحات	19
404	رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی دلیل میت پر رونے کا جواز اور ضرورت کے وقت از خود لشکر کا امیر بننے کا جواز	36	390	قرآن مجید کی آیات سے نبی ﷺ کی بعد از وفات حیات پر استدلال	20
404	باب: ۵	37	391	رسول اللہ ﷺ کی حیات کے ثبوت میں احادیث	21
405	جنائزہ کی خبر دینا	38	392	نبی ﷺ کی حیات کے متعلق مستند علماء کی تصریحات اور مزید احادیث	22
405	باب: ۶	39	394	سلام کے وقت آپ کی روح کو لوٹانے کی حدیث کے اشکال کے جوابات	23
406	اس شخص کی فضیلت جس کا بیٹا فوت ہو گیا اور اس نے ثواب کی نیت سے صبر کیا	40	396	رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی حیات کے مظاہر	24
406	حدیث مذکور کے رجال	41	398	حدیث مذکور کے رجال	25
406	حدیث مذکور کی عنوان سے مطابقت پر اعتراض کا جواب	42	398	اس اعتراض کا جواب کہ نبی ﷺ کو یہ غم نہیں تھا کہ آپ کے ساتھ کیا کیا جائے گا	26
407	الحنت کا معنی اور نابالغ بچوں کی موت پر صبر کی تخصیص کی توجیہ	43	398	حدیث مذکور اور الاحقاف: ۹ میں مماثلت	27
408	ہر شخص کا دوزخ پر سے گزر ہوگا اس آیت کی متعدد غامض	44	399	علامہ آلوسی حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ عینی کی طرف سے حدیث مذکور اور الاحقاف: ۹ پر اعتراض کے جوابات	28
409	باب: ۷	45	400	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی طرف سے الاحقاف: ۹ اور حدیث مذکور پر اعتراض کا جواب	29
409	مرد کا قبر کے پاس کسی عورت سے یہ کہنا: صبر کرو	46	401	حضرت جابر کے والد کی تکریم	30
409	خواتین کے لیے زیارت قبر کا ثبوت	47	402	باب: ۸	31
409	باب: ۸	48	403	کوئی شخص میت کے گھر والوں کو اس کی موت کی خبر دے	32
411	میت کو پانی سے غسل دینا اور وضو کرانا	49	404	غائبانہ نماز جنازہ کی تحقیق	33
411	آیا میت کو غسل دینے سے وضو واجب ہوتا ہے یا نہیں؟	50	405	غائبانہ نماز جنازہ میں فقہاء کا اختلاف	34
411	حدیث مذکور کے رجال	51	406	مصنف کی طرف سے علامہ ابن قدامہ کے دلائل کے جوابات	
411	نبی ﷺ کی صاحب زادی کا تذکرہ اور آثار صالحین سے تبرک کا حصول	52	407	غزوہ موتہ کی تاریخ	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
49	باب: ۹ طاق مرتبہ غسل دینے کا استحباب	411	65	باب: ۲۰ میت کو خوشبو لگانا	419
50	باب: ۱۰ میت کی دائیں طرف سے غسل کی ابتداء کی جائے	412	66	باب: ۲۱ محرم کو کیسے کفن دیا جائے؟	419
51	باب: ۱۱ میت کی وضوء کی جگہیں	412	67	باب: ۲۲ اس قمیص میں کفن دینا جس کا حاشیہ سلا ہوا ہو یا بے سلا اور بغیر قمیص کے کفن دینا	420
52	باب: ۱۲ کیا عورت کو مرد کے تہبند میں کفن دیا جاسکتا ہے؟	412	68	قمیص کو کفن بنانے پر علامہ ابن بطلال کا امام ابو حنیفہ پر اعتراض	421
53	باب: ۱۳ کا نور کو آخر میں رکھا جائے	413	69	مصنف کی طرف سے امام ابو حنیفہ پر علامہ ابن بطلال کے اعتراض کا جواب	421
54	باب: ۱۴ عورت کے بالوں کو کھولنا	414	70	کافر کو غسل: یہ کفن پہنانے اور دفن کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ	421
55	باب: ۱۵ میت کے بدن کے ساتھ کپڑا کس طرح لپیٹا جائے	414	71	حضرت جابر کی اس روایت کا حضرت ابن عمر کی روایت سے تعارض کا جواب اور عبد اللہ بن ابی کے یہ نسخہ صاف فرمانے کی وجوہ	423
56	باب: ۱۶ کیا عورت کے بالوں کی تین میٹھیں بنائی جائیں	415	72	نہن کے بعد میت کو قبر سے نکالنے اور قبر کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے میں مذاہب فقہاء	423
57	باب: ۱۷ عورت کے بالوں کو پیچھے ڈال دیا جائے	415		باب: ۲۳ بغیر قمیص کے کفن دینا	424
58	باب: ۱۸ نہن کے لیے سفید کپڑا	416	73	سنت کے بعد کفن میں مذہب	424
59	باب: ۱۹ حدیث مذکور کے رجحان	416	74	باب: ۲۴ بغیر عمامہ کے کفن دینا	425
60	باب: ۱۹ نبی ﷺ کے کفن کے متعلق دیگر احادیث	416	75	باب: ۲۵ تمام مال سے کفن دینا	425
61	حدیث مذکور کے مسائل اور کفن میں عمامہ کے متعلق مختلف روایات	416	76	حدیث مذکور کے رجحان	426
62	باب: ۱۹ دو کپڑوں میں کفن	417	77	جمیع مال سے کفن دینے کی دلیل دنیا سے بے رغبتی اور	426
63	حدیث مذکور کے رجحان	417	78	جنت کی بشارت کے باوجود خوف آخرت کی توجیہ	426
64	محرم کو کفن پہنانے کے متعلق مذاہب ائمہ	417			

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
79	باب: ۲۶ جب ایک کپڑے کے سوا اور کوئی چیز نہ ملے	427	94	باب: ۳۱ قبروں کی زیارت کا بیان	434
80	باب: ۲۷ جب اس کے سوا کفن نہ ملے جو سر کو چھپائے یا قدموں کو تو پھر سر کو ڈھانپا جائے	427	95	زیارت قبور کی تحقیق	434
81	حدیث مذکور کے رجال	428	96	زیارت قبور کے متعلق احادیث آثار اور فقہاء تابعین کے اقوال	434
82	کفن کی مقدار کم ہو تو کیا کرنا چاہیے؟ اور حدیث مذکور سے مستنبط دیگر مسائل	428	97	عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت کی اجازت	436
83	میت کی شرم گاہ کو دھونے کا طریقہ	428	98	عورتوں کے مزارات پر جانے کے متعلق مذاہب فقہاء	437
84	باب: ۲۸ جس نے نبی ﷺ کے زمانہ میں کفن تیار کیا تو اس پر انکار نہیں کیا گیا	429	99	باب: ۳۲ نبی ﷺ کا ارشاد: میت کے بعض گھروالوں کے رونے سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے جب کہ میت پر نوحہ کا طریقہ ہو	438
85	حدیث مذکور کے رجال	429	100	حدیث مذکور کے رجال	440
86	حدیث مذکور سے مستنبط مسائل اور دیگر فوائد	430	101	تجزیت اور عیادت کے لیے اصحاب فضل کو بلانا بغیر نوحہ کے ہونا اور دیگر مسائل	440
87	عورتوں کا جنازوں کے ساتھ جانا	430	102	حدیث مذکور کے رجال	441
88	جنازوں کے ساتھ عورتوں کے جانے میں منع فقہاء تابعین اور ائمہ مجتہدین کا اختلاف	431	103	حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ اس کی توجیہ کہ حضرت ام کلثوم کو وہ شخص قبر میں اتارے جس نے گزشتہ رات جماع نہ کیا ہو	441
89	خاندان کے غیر پر عورت کا سوگ کرنا	431	104	بغیر آواز کے رونے کا حاذق اور قہر پر بیٹھ کر رونا	441
90	حدیث مذکور کے رجال	432	105	گھروالوں کے پر رونے کی وجہ سے میت کو عذاب و جیہات	443
91	سوگ کا معنی	432	106	حافظ ابن حجر کی بیان کردہ توجیہات	444
92	شام سے حضرت ابوسفیان کی وفات کی خبر آنے کے ذکر میں امام بخاری کا تسامح	432	107	باب: ۳۳ میت پر نوحہ کرنا مکروہ ہے	445
93	اس اعتراض کا جواب کہ حضرت زینب نے جس بھائی کی وفات پر سوگ کیا تھا وہ کافر تھا اور کافر کی موت پر سوگ کرنا جائز نہیں	433	108	حدیث مذکور کے رجال	446
			109	بغیر نوحہ کے میت پر رونے کا جواز	446
			110	باب: ۳۴	446

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
111	باب: ۳۵ وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جس نے اپنا گریبان پھاڑا	447	123	غمگین ہونا اور آنسوؤں کا لکھنا صبر کے اعلیٰ درجہ کے منافی نہیں	454
112	حدیث مذکور کے رجال	448	124	پردہ دار عورتوں کا اجنبی مردوں کی طرف دیکھنے کا جواز اور اس میں بحث و نظر	456
113	اس حدیث کی توجیہات کہ منہ پر طمانچے لگانے والا ہم میں سے نہیں ہے	448	125	باب: ۴۱ جو مصیبت کے وقت اپنے غم کو ظاہر نہ کرے	458
114	باب: ۳۶ نبی ﷺ کا سعد بن خولہ کی موت پر افسوس کرنا	448	126	حضرت ام سلیم کا بے مثال صبر جمیل اور ان کی ناقابل فراموش شجاعت	459
115	حضرت سعد بن خولہ کے مکہ میں فوت ہونے کے متعلق تین روایات	449	127	باب: ۴۲ صبر اس وقت معتبر ہوتا ہے جب پہلی بار صدمہ پہنچے	460
116	تہائی مال سے زیادہ وصیت کرنے کا عدم جواز داروں کو غنی چھوڑنے کی ترغیب علم نبیؐ ثبوت اور دیگر مسائل	450	12۸	باب: ۴۳ نبی ﷺ کا بے شک ہم تمہاری وجہ سے غم زدہ ہیں	461
117	باب: ۳۷ مصیبت کے وقت ہال موٹڈنے کی ممانعت	451	129	حدیث مذکور کے رجال	462
118	چیخ و پکار کرنے والی عورتوں سے منع ہونے کا محمل	452	130	مشکل الفاظ کے معانی اور سیدنا ابراہیم کا تذکرہ	462
119	باب: ۳۸ جس نے اپنے چہرے پر طمانچے مارے وہ ہم میں سے نہیں ہے	452	131	کس قسم کا جواز ہے اور کس قسم کا رونا ممنوع ہے	463
120	باب: ۳۹ مصیبت کے وقت وہاں پہنچنے پر جاہلیت کی چیخ پکار کرنے کی ممانعت	452	132	باب: ۴۴ مریض کے پاس رونا	463
121	باب: ۴۰ جو شخص مصیبت کے وقت اس طرح بیٹھا کہ اس کے چہرے سے غم ظاہر ہو	453	133	حدیث مذکور کے رجال	464
122	بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ مصیبت سے پہلے اور مصیبت کے بعد آدمی کی کیفیت ایک جیسی ہوتی ہے صبر ہے	453	134	عبادت کا ثبوت اور زمان کی وجہ سے مذاب یا ثواب کا محمل	464
			135	باب: ۴۵ نوحہ کرنے اور رونے کی ممانعت اور اس پر ڈانٹ ڈپٹ	464
			136	نوحہ کی ممانعت اور تحریم کی وجوہ	465
			137	باب: ۴۶ جنازہ کے لیے کھڑا ہونا	466
			138	جنازہ کے لیے قیام کی حدیث کا منسوخ ہونا	466

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
139	جنازہ کے لیے قیام میں مذاہب فقہاء اور امام ابوحنیفہ کے موقف پر دلائل	467	152	نماز جنازہ کی صفیں	474
	باب: ۴۷		153	کتنے مسلمان نماز جنازہ پڑھیں تو میت کی مغفرت ہو جاتی ہے؟	475
140	جب جنازہ کے لیے کھڑا ہو تو کس وقت بیٹھے؟	468	154	نماز جنازہ کی چار تکبیروں کے ثبوت میں احادیث	475
141	اس کی دلیل کہ جنازہ کے لیے کھڑا ہونا واجب نہیں ہے	468		آثار اور ائمہ مجتہدین کے اقوال	475
	باب: ۴۸		155	جنازہ میں بچوں کی مردوں کے ساتھ صفیں	476
142	جو جنازہ کے ساتھ گیا وہ اس وقت تک نہ بیٹھے حتیٰ کہ جنازہ کو مردوں کے کندھوں سے اتار کر رکھ دیا جائے اگر کوئی بیٹھ جائے تو اسے کھڑے ہونے کا حکم دیا جائے	469	156	نماز جنازہ پڑھنے کا طریقہ	477
	باب: ۴۹		15	جنازوں کے سامنے جانے کی فضیلت	481
143	جو شخص یہودی کے جنازہ کے لیے کھڑا ہو	469		باب: ۵۸	
144	باب مذکور کی دیگر احادیث	470	158	جس نے دن تک میت کا انتظار کیا	482
145	یہودی کے جنازہ کے لیے کھڑے ہونے کے محال	470		باب: ۵۹	
	باب: ۵۰		159	بچوں کا لوگوں کے ساتھ نماز جنازہ پڑھنا	483
146	جنازوں کو مردوں کا اٹھانا نہ کہ عورتوں کا	471		باب: ۶۰	
147	عورتوں کے جنازہ نہ اٹھانے کی توجیہ انسان کے سوا بننے والوں کے مصادیق اور جنازہ کے کلام کرنے کی توجیہ	472	160	عید کاہ اور مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا	483
	باب: ۵۱		161	حدیث مذکور کے رجال	484
148	جنازہ کو جلدی لے جانا	472	162	حدیث مذکور کی مفصل روایت	484
149	جنازہ کے ساتھ کس کیفیت کے ساتھ چلنا چاہیے؟	473	33	تورات میں ... کا ... کیا ہوا؟	485
	باب: ۵۲		164	اگر اہل ذمہ نہ تھے تو ان کو جرم کرنے میں مذاہب	485
150	میت کا جنازہ پر کہنا: مجھے جلدی لے جاؤ	474	165	مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کی تحقیق	486
	باب: ۵۳		166	قبروں پر سجدہ گاہ بنانے کی کراہت	487
151	جس نے امام کے پیچھے جنازہ کی دو یا تین صفیں بنائیں	474	167	نفاس میں مرنے والی عورت کی نماز جنازہ	487

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
228	موت کے وقت کلمہ پڑھنا ابو طالب کی خصوصیت تھی	533	244	خودکشی کرنے والے کی مغفرت کے متعلق امام طحاوی کی توجیہ	548
229	اس کی توجیہ کہ نبی ﷺ نے صرف لا الہ الا اللہ پڑھنے کے لیے فرمایا اور محمد رسول اللہ پڑھنے کے لیے نہیں فرمایا	534	245	خودکشی کرنے والے کی مغفرت کے متعلق علامہ نووی اور حافظ ابن حجر کی توجیہ	548
230	ابو طالب کے ایمان کے متعلق بعض علماء کے شبہات اور ان کے جوابات	534	246	منفقین کی نماز جنازہ اور مشرکین کے لیے استغفار کا مکروہ ہونا	549
231	ابو طالب کے ایمان نہ لانے کے متعلق مشاہیر علماء اہل سنت کی تصریحات	536	247	حدیث مذکور کے رجال	550
232	باب: ۸۱		248	مخالفین کی قبر پر کھڑے ہونے کی ممانعت صرف رسول اللہ ﷺ کے لیے تھی	550
233	قبر پر بیٹھنے کے مکروہ ہونے کی تائید	537	249	اصاغر کا اکابر کی رائے کے خلاف اپنی رائے دینے اور اس پر اس رائے کو جانے کا جواز	550
234	حافظ ابن حجر اور حافظ عینی کا مناقشہ اور مصنف کا محاکمہ	538	250	باب: ۸۵	
235	باب: ۸۲		251	لوگوں کا میت کی تحسین کرنا	551
236	محدث کا قبر کے پاس نصیحت نہ کرنا اور اس کے اصحاب کا اس کے پاس بیٹھنا	539	252	باب مذکور کی موافق احادیث	551
237	حدیث مذکور کے رجال	543	253	جن فوت شدہ لوگوں کی مسلمان تحسین کریں ان کے جنتی ہونے اور جن کی مذمت کریں ان کے دوزخی ہونے کا سبب	552
238	”بقیع العرقد“ کا معنی	543	254	زمین پر اللہ تعالیٰ کے گواہ کس قسم کے مسلمان ہیں اور سے ہوئے لوگوں کو بڑا کہنا ممنوع ہے پھر ان کی مذمت کرنے کی توجیہ	552
239	باب: ۸۳		255	باب: ۸۶	
240	اپنی جان کے قاتل کے متعلق جو حکم ہے	544	256	عذاب قبر کے متعلق جو احادیث ہیں	553
241	”ملت“ کا معنی غیر ملت اسلام کی قسم کھانے والے کا شرعی حکم اور اس میں مذاہب فقہاء	545	257	عنوان میں درج آیات کی عذاب قبر پر دلالت	554
242	خودکشی کرنے والے پر جنت حرام کرنے کی توجیہ	546	258	حدیث مذکور کے رجال	555
243	حدیث مذکور کی موافق حدیث	547	259	عذاب قبر کے متعلق دیگر احادیث	555
	حدیث مذکور کی مخالف حدیث	547		حدیث مذکور کے رجال	558
				حدیث مذکور میں عذاب قبر کی دلیل	558

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
260	حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کی حدیثوں میں تعارض کا جواب	558	274	باب: ۹۰ میت کا جنازہ اٹھانے کے بعد کلام کرنا	568
261	عذاب قبر سے پناہ طلب کرنا	560	275	باب: ۹۱ مسلمانوں کی اولاد کے (ٹھکانے کے) متعلق کیا کہا گیا ہے؟	568
262	حدیث مذکور کے رجال	561	276	حضرت سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	569
263	نبی ﷺ کا عذاب کے وقت مردہ کی چیخ و پکار کو سنتا آپ کی خصوصیت ہے	561	277	باب: ۹۲ مشرکین کی نابالغ اولاد کے ٹھکانے کے متعلق جو اقوال ہیں	569
264	حدیث مذکور کے رجال	561	278	کفار کی نابالغ اولاد کے متعلق علماء اسلام کے اقوال	570
265	نبی ﷺ کے عذاب قبر سے پناہ طلب کرنے کی توجیہ	561	279	نابالغ بچوں کی آخرت میں آزمائش پر اس اعتراض کا جواب کہ میدان حشر تو دار تکلیف نہیں ہے وہاں کیوں امتحان ہوگا؟	572
266	نبی ﷺ مغفور ہونے کے باوجود قبر اور دوزخ کے عذاب سے کیوں پناہ طلب کرتے تھے؟	562	280	باب: ۹۳ باب: ۹۴	573
267	غیبت کرنے اور پیشاب کی آلودگی سے نہ بچنے کی وجہ سے قبر کا عذاب	563	281	پیر کے دن کی موت	575
268	قبر پر پھولوں کے رکھنے کا جواز اور نواب صاحب کے حافظہ کی خرابی	564	282	پیر کے دن وفات کی تمنا کی فضیلت	576
269	باب: ۸۸ غیبت کرنے اور پیشاب کی آلودگی سے نہ بچنے کی وجہ سے قبر کا عذاب	564	283	پیر کے دن کی فضیلت	577
270	باب: ۸۹ میت پر اس کا ٹھکانا صبح اور شام کو پیش کیا جاتا ہے	565	284	جمعہ کے دن وفات کی فضیلت	577
271	صبح اور شام جن پر ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے وہ ارواح ہیں اور ارواح قبروں میں ہوتی ہیں اور فنا نہیں ہوتیں	565	285	عمدہ کپڑوں میں کفن دینے کے متعلق احادیث اور آثار	577
272	ٹھکانا مردے کی روح پر پیش کیا جاتا ہے یا اس کے اجزاء اصلیہ پر؟	566	286	حضرت ابو بکر نے پرانے کپڑوں میں کفن دینے کی جو وصیت کی تھی اس کی توجیہ	578
273	روحیں جہاں چاہتی ہیں پھرتی ہیں مگر لوٹ کر قبروں میں آ جاتی ہیں	566	287	باب: ۹۵ اچانک موت کا آ جانا	578
	قبر میں مردے پر اس کا ٹھکانا پیش کرنے کی زیادہ تفصیل	566	288	حدیث مذکور کے رجال	579
			288	مشکل الفاظ کے معانی	579

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
200	اور ان کے جوابات	509	520	اور پر اسلام کو پیش کیا جائے گا؟	520
201	بالعلوم شہید کی نماز جنازہ اور بالخصوص سیدنا حمزہ کی نماز جنازہ پر حافظ ابن حجر کا اعتراض	511	520	مشرکین کی اولاد کی نماز جنازہ پڑھنے میں مذاہب ائمہ	520
202	حافظ ابن حجر کے اعتراض کے جوابات	511	522	حدیث مذکور کے رجال	522
203	شہید کی نماز جنازہ پڑھنے کی حضرت عقبہ کی حدیث پر حافظ ابن حجر کے اعتراضات	512	523	مشکل الفاظ کے معانی اور ابن صیاد کے دعویٰ نبوت کا بطلان	523
204	حافظ ابن حجر کے اعتراضات کے علامہ عینی کی طرف سے جوابات	513	523	ابن صیاد کے دجال ہونے یا نہ ہونے کے متعلق علماء کے اقوال اور ان کے دلائل	523
205	حدیث مذکور کے دیگر فوائد	514	524	ابن صیاد کو نبی ﷺ نے قتل کیوں نہیں کیا جب کہ اس نے آپ کے سامنے دعویٰ نبوت کیا تھا؟	524
206	باب: ۷۳	514	524	آیت دخان کو دل میں چھپانے کی توجیہ	524
207	دو یا تین مردوں کو ایک قبر میں دفن کرنا	514	526	بعض الفاظ کے معانی	526
208	باب: ۷۴	515	527	کافر سے اور نو عمر لڑکوں سے خدمت لینا اور اگر وہ بیمار ہوں تو ان کی عیادت کرنا اور ان کو اسلام کی تبلیغ کرنا	527
209	جس کے نزدیک شہداء کو غسل دینا جائز نہیں ہے	515	528	حدیث مذکور کے رجال	528
210	باب: ۷۵	516	530	حدیث مذکور میں فطرت کے متعدد معانی اور ان پر حافظ ابن عبد البر کے اعتراضات اور مصنف کے نزدیک فطرت کا محمل	530
211	جس کو لحد میں پہلے رکھا جائے	517	531	باب: ۸۰	531
212	باب: ۷۶	518	532	جب مشرک موت کے وقت لا الہ الا اللہ پڑھے	532
213	قبر میں اذخرا اور الحشیش (گھاس) کو رکھنا	519	532	حدیث مذکور کے رجال اور اس حدیث کی سند کی تحقیق	532
	حضرت ابراہیم کا مکہ کو حرم بنانا اور نبی ﷺ کا مدینہ کو حرم بنانا	517	532	مشکل الفاظ کے معانی اور ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ کا تذکرہ	532
	باب: ۷۷		532	جب موت کے وقت کلمہ پڑھنا مفید نہیں ہے تو نبی ﷺ نے ابو طالب کو موت کے وقت کلمہ پڑھنے کے لیے کیوں فرمایا؟	532
	باب: ۷۸				
	کیا کہ اسباب رباہت ہے یا لو قبر لحد سے نکال جائے گا				
	باب: ۷۹				
	شہداء کے اجسام کو زمین نہیں کھاتی				
	باب: ۸۰				
	قبر کو لحد اور شق کی صورت میں بنانا				
	باب: ۸۱				
	جب بچہ اسلام لے آئے پس فوت ہو جائے تو کیا اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی؟ اور کیا بچہ کے				

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
289	اچانک موت کی کراہت کے متعلق احادیث	579	592	لانے کا طعن	592
290	ایصالِ ثواب کے متعلق احادیث	580	309	ابولہب کے نام کے بجائے اس کی کنیت ذکر کرنے کی توجیہ	592
291	ایصالِ ثواب میں مذاہب فقہاء	581	310	”کتاب الجنائز“ کی تکمیل	593
292	باب: ۹۶ وہ احادیث جو نبی ﷺ کی قبر اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی قبروں کے متعلق ہیں	582	594	۲۴ - کتاب الزکوٰۃ	594
293	حدیث مذکور کے رجال	583	1	زکوٰۃ کا لغوی اور شرعی معنی، زکوٰۃ کے وجوب کا سبب اور زکوٰۃ کی حکمتیں	594
294	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت	583		باب: ۱	
295	حدیث مذکور کے رجال	584	2	زکوٰۃ کا وجوب	594
296	قبر کوہان کی صورت میں بنانا مستحب ہے یا مسطح اور نبی ﷺ کی قبر کس طرح تھی؟	584	3	حدیث مذکور کے رجال	595
297	فقہاء شافعیہ کے دلائل کے جوابات	585	4	حضرت مجاذ کو یمن بھیجنے کی تاریخ	595
298	حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی فضیلت	586	5	ایک شہر کی زکوٰۃ دوسرے شہر میں منتقل نہ کرنے پر فقہاء شافعیہ کی دلیل اور اس کا جواب	596
299	حضرت عمر کا قدم ظاہر ہونے کا سبب	587	6	ائمہ ثلاثہ کا یتیم کے مال میں زکوٰۃ کو واجب کرنا اور امام ابوحنیفہ کا اس کے مال سے وجوب زکوٰۃ کو ساقط کرنا	596
300	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تواضع	588		الحشمی بن الصباح کا ضعف	597
301	حدیث مذکور کے رجال	589	7	توحید و رسالت کی گواہی کو مقدم رکھنا، کفار کا فروغ شریعت کا مخاطب نہ ہونا اور روزے اور حج کے ذکر نہ کرنے کی توجیہ	598
302	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا قصہ	589	8	حدیث مذکور کے رجال	599
303	باب: ۹۷ مردوں کو نماز کہنے کی ممانعت	590	9	”مالہ، مالہ“ اور ”ارب“ کے معانی	599
304	اس اعتراض کا جواب کہ قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام کی خطاؤں کا ذکر کیا گیا ہے		10	حدیث مذکور کے رجال	600
305	انبیاء علیہم السلام کی ظاہری خطاؤں کا ذکر کرنا جائز نہیں ہے		11	حدیث مذکور کے رجال	600
306	اس اعتراض کا جواب کہ اسماء رجال کی کتب میں مردہ راویوں کے عیوب بیان کیے جاتے ہیں		12	حدیث مذکور کے بعض جملوں کی شرح	600
307	باب: ۹۸ بدترین مردوں کا ذکر کرنا		13	عشرہ مبشرہ کے علاوہ جن صحابہ کا نام لے کر جنت کی بشارت دی	600
308	اس عنوان کے تحت امام بخاری پر حدیث مرسل		14	حدیث مذکور کے دیگر فوائد	601
			15	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں کفار عرب کی	

صفحہ	عنوان	نمبر شمار	صفحہ	عنوان	نمبر شمار
616	حدیث مذکور کے رجال	33	603	اقسام	
	جمہور صحابہ کی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے نظریہ	34		اس سوال کا جواب کہ حضرت ابو بکر کے عہد میں	16
616	سے مفاہمت نہ کرنے کی توجیہ			منکرین زکوٰۃ کو کافر نہیں قرار دیا گیا تو کیا اب بھی	
616	باب: ۵		603	یہی حکم ہے؟	
616	مال کو اس کے مصرف میں خرچ کرنا	35		باب: ۲	
	باب: ۶		604	زکوٰۃ کی ادائیگی پر بیعت کرنا	17
617	صدقہ میں ریاء	36		باب: ۳	
618	ریاء کاری کی مذمت میں احادیث	37	604	زکوٰۃ نہ دینے والے کا گناہ	18
	باب: ۷		606	حدیث مذکور کے رجال	19
	اللہ خیانت کے مال سے صدقہ قبول نہیں کرتا اور	38	606	حدیث مذکور کے فوائد	20
619	اللہ صرف پاکیزہ کمائی سے صدقہ قبول کرتا ہے		607	حدیث مذکور کے رجال	21
620	پاکیزہ کمائی سے صدقہ کرنا	39		حدیث مذکور کے فوائد اور مسائل اور سونے اور	22
621	حدیث مذکور کے رجال	40	607	چاندی کی زکوٰۃ کا نصاب	
621	مشکل الفاظ کے معانی	41		باب: ۴	
	باب: ۹			جس مال کی زکوٰۃ ادا کر دی گئی وہ کنز (خزانہ)	23
622	رد کیے جانے سے پہلے صدقہ کرنا	42	608	نہیں ہے	
622	حدیث مذکور کے رجال	43	608	حدیث مذکور کے رجال	24
623	حدیث مذکور کے رجال	44	609	زکوٰۃ کی فرضیت کی تاریخ	25
624	مشکل الفاظ کے معانی	45	609	زکوٰۃ ادا کرنے سے مال اور مال دار کا پاک ہونا	26
624	حدیث مذکور کے رجال	46	610	حدیث مذکور کے رجال	27
	چالیس عورتیں جو ایک مرد کے زیر کفالت ہوں گی	47	610	مشکل الفاظ کے معانی	28
	ان کی تفصیل اس دور کا بیان اور پچاس عورتوں کی			زمین کی پیداوار میں عشر کے وجوب کے متعلق	29
624	حدیث سے تعارض کا جواب		610	اختلاف فقہاء اور امام ابو حنیفہ کے موقف پر دلائل	
	باب: ۱۰		613	حدیث مذکور کے رجال	30
	دوزخ کی آگ سے بچو خواہ ایک کھجور کا ٹکڑا صدقہ	48		ربذہ کا معنی اور حضرت معاویہ اور حضرت ابوذر	31
625	کر کے اور تھوڑا صدقہ کر کے		614	رضی اللہ عنہما کا اختلاف	
625	اللہ کی رضا جوئی کے لیے صدقہ دینے کی صورتیں	49		حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو شہر بدر کرنے کی توجیہ	32
	صدقہ دینے کے بعد اس پر احسان جتنا کر اس کا اجر	50	614	اور دیگر مسائل	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	ضائع کرنے کی مثل	626		باب: ۱۶	
51	حدیث مذکور کے رجال	627	66	دائیں ہاتھ سے زکوٰۃ دینا	637
52	منافقین کے استہزاء کا بیان	627		باب: ۱۷	
	باب: ۱۱		67	جس نے اپنے خادم کو صدقہ دینے کا حکم دیا اور خود صدقہ نہیں دیا	638
53	کون سا صدقہ افضل ہے اور مال کے خواہش مند اور تندرست آدمی کا صدقہ	628		باب: ۱۸	
54	حدیث مذکور کے رجال	629	68	وہی صدقہ مقبول ہے جس کے بعد صدقہ دینے والا غنی رہے	639
55	افضل صدقہ کا مصداق اور صحت اور مال کی خواہش کے وقت صدقہ کی فضیلت کی توجیہ	629	69	تمام مال صدقہ کرنے کی تحقیق	639
	باب: ۱۰۰۰	630	70	اوپر والے ہاتھ کے مصداق کی تحقیق	642
56	امام بخاری کا اپنی روایت میں حضرت زینب کی جگہ حضرت سودہ کو ذکر کرنا	630	71	عیال پر خرچ کرنے کی ترتیب اور تفصیل	643
	باب: ۱۲		72	حدیث مذکور کے رجال	644
57	دکھا کر صدقہ دینا	632	73	اوپر والے ہاتھ کے مصداق کی مزید تفصیل	644
58	علانیہ صدقہ کے ثبوت میں احادیث	632	74	باب: ۱۹	
	باب: ۱۳			دے کر احسان جتانے والا	645
59	خفیہ طور پر صدقہ کرنا	634	75	باب: ۲۰	
60	خفیہ طور پر صدقہ دینے کی فضیلت میں دیگر احادیث	634		باب: ۲۱	
	باب: ۱۴		76	صدقہ کی ترغیب دینا اور اس میں شفاعت کرنا	646
61	جب لاعلمی میں کسی غنی پر صدقہ کیا گیا	634	77	حدیث مذکور کے رجال	646
62	حدیث میں مذکور بعض جملوں کی وضاحت اور لاعلمی		78	سفارش کرنے کی فضیلت	647
	باب: ۱۵		79	حدیث مذکور کے رجال	648
63	جب کسی شخص نے لاعلمی میں اپنے بیٹے کو زکوٰۃ دے دی	635	80	تھیلی کو باندھ کر رکھنے کا معنی	648
	باب: ۱۵			باب: ۲۲	
64	حدیث مذکور کے رجال	636	81	استطاعت کے مطابق صدقہ کرنا	648
65	رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینے کے متعلق مذاہب فقہاء	637		باب: ۲۳	
			82	صدقہ گناہ کو مٹا دیتا ہے	649

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
83	باب: ۲۴ جس نے حالت شرک میں صدقہ کیا پھر اسلام قبول کر لیا	650	655	پوشی اور آخرت میں اجر و ثواب	655
84	حدیث مذکور کے رجال	650	655	باب: ۲۹ کمائی اور تجارت سے صدقہ کرنا	655
85	زمانہ کفر میں کی ہوئی نیکیوں کی جزاء کی تحقیق	650	656	نا پسندیدہ اور ناکارہ چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں دینے کی ممانعت کے متعلق احادیث	656
86	باب: ۲۵ جب نوکر مالک کے حکم سے صدقہ کرے اور اس کی نیت مالک کا مال برباد کرنا نہ ہو تو اس کا ثواب	651	656	باب: ۳۰ ہر مسلمان پر صدقہ کرنا فرض ہے جس کو صدقہ کرنے کے لیے کچھ میسر نہ ہو وہ کوئی نیک کام کرے	656
87	حدیث مذکور کے رجال	651	657	حدیث مذکور کے رجال	657
88	حدیث میں مذکور خزانچی کی قیود کے فوائد	651	657	صدقہ کی صورتیں	657
89	باب: ۲۶ جب کوئی عورت صدقہ کرے یا خاندان بے گھر سے کھلائے اور اس کا مال برباد کرنے کی نیت نہ ہو تو اس کا ثواب	652	658	باب: ۳۱ زکوٰۃ اور صدقہ میں سے کتنی مقدار دی جائے اور جس آدمی سے بکرا دی	658
90	باب: ۲۷ اللہ تعالیٰ کا ارشاد: پس جس نے (اللہ کی راہ میں) دیا اور اللہ سے ڈر کر گناہوں سے بچتا رہا اور نیک باتوں کی تصدیق کرتا رہا پس عنقریب ہم اس کو آسانی (جنت) مہیا کریں گے اور جس نے بخل کیا اور اللہ سے بے پرواہ رہا اور نیک باتوں کی تکذیب کی پس عنقریب ہم اس کو دشواری (دوزخ) مہیا کریں گے (البقرہ: ۱۷۷)	653	658	حدیث مذکور کے رجال	658
91	حدیث مذکور کے رجال	654	659	باب: ۳۲ چاندی کی زکوٰۃ	659
92	اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے کے لیے فرشتوں کی دعا	654	660	باب: ۳۳ زکوٰۃ میں چیزوں کا لینا	660
93	باب: ۲۸ صدقہ کرنے والے اور بخیل کی مثال	654	661	حدیث مذکور کے رجال	661
94	مال خرچ کرنے کی وجہ سے دنیا میں عیوب کی پردہ	654	661	زکوٰۃ کی مقدار کے برابر کسی بھی جنس سے زکوٰۃ ادا کرنے کا جواز	661
			661	مصنف کی طرف سے علامہ ابن بطال کی دلیل کا جواب	661
			662	حافظ ابن حجر اور غیر مقلدین کا آثار صحابہ اور حدیث رسول کو مسترد کرنا اور مصنف کے جوابات	662

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
109	متفرق جانوروں کو جمع نہ کیا جائے اور جو جانور جمع ہوں ان کو متفرق نہ کیا جائے	663	باب: ۳۴	باب: ۴۴	
110	اگر دو شخص شریک ہوں تو زکوٰۃ کا خرچ ایک دوسرے سے برابر برابر لے لیں	664	باب: ۳۵	رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا	671
111	اونٹوں کی زکوٰۃ	664	باب: ۳۶	حدیث مذکور کے مسائل اور حضرت ابو طلحہ کی دریا	672
112	حدیث مذکور کے رجال	665	باب: ۳۷	دلی اور نبی ﷺ کی بے نفسی	672
113	دیہاتیوں کے اوپر ہجرت کا سخت ہونا	665	باب: ۳۸	مستعمل زیورات میں زکوٰۃ کے وجوب کے متعلق مذاہب فقہاء	673
114	جس کی زکوٰۃ میں ایک سال کی زکوٰۃ واجب ہو اور وہ اس کے پاس نہ ہو	665	باب: ۳۹	مستعمل زیورات میں زکوٰۃ کے وجوب کے متعلق احادیث مطلقہ	674
115	بکریوں کی زکوٰۃ	666	باب: ۴۰	مستعمل زیورات میں زکوٰۃ کے وجوب کے متعلق خصوصی احادیث	675
116	زکوٰۃ میں بوڑھا اور عیب والا نہ جائے گا	668	باب: ۴۱	جب زیورات بہ مقدار نصاب ہوں تو ان میں زکوٰۃ کے وجوب کے متعلق فقہاء تابعین کے آثار	676
117	ی کے بچہ کو زکوٰۃ میں لینا	669	باب: ۴۲	ریورات نہ نکالو جب نہ ہونے کے متعلق ائمہ	676
118	زکوٰۃ میں لوگوں کا عمدہ مال نہ وصول کیا جائے	669	باب: ۴۳	ملاشلی احادیث اور ان کے جوابات	676
119	پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے	669	باب: ۴۴	باب: ۴۵	
120	گایوں کی زکوٰۃ	669	باب: ۴۵	مسلمان کے بے گھوڑے میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے	677
121	گایوں کی زکوٰۃ کا نصاب اور زکوٰۃ کی مقدار	671	باب: ۴۶	گھوڑوں میں زکوٰۃ کے وجوب کے متعلق مذاہب فقہاء اور امام ابو حنیفہ کے مذہب پر دلائل	677
			باب: ۴۷	باب: ۴۸	
			باب: ۴۸	کسی مسلمان کے غلام میں صدقہ واجب نہیں ہے	678
			باب: ۴۹	باب: ۴۹	
			باب: ۵۰	باب: ۵۰	
			باب: ۵۱	باب: ۵۱	
			باب: ۵۲	باب: ۵۲	
			باب: ۵۳	باب: ۵۳	
			باب: ۵۴	باب: ۵۴	
			باب: ۵۵	باب: ۵۵	
			باب: ۵۶	باب: ۵۶	
			باب: ۵۷	باب: ۵۷	
			باب: ۵۸	باب: ۵۸	
			باب: ۵۹	باب: ۵۹	
			باب: ۶۰	باب: ۶۰	
			باب: ۶۱	باب: ۶۱	
			باب: ۶۲	باب: ۶۲	
			باب: ۶۳	باب: ۶۳	
			باب: ۶۴	باب: ۶۴	
			باب: ۶۵	باب: ۶۵	
			باب: ۶۶	باب: ۶۶	
			باب: ۶۷	باب: ۶۷	
			باب: ۶۸	باب: ۶۸	
			باب: ۶۹	باب: ۶۹	
			باب: ۷۰	باب: ۷۰	
			باب: ۷۱	باب: ۷۱	
			باب: ۷۲	باب: ۷۲	
			باب: ۷۳	باب: ۷۳	
			باب: ۷۴	باب: ۷۴	
			باب: ۷۵	باب: ۷۵	
			باب: ۷۶	باب: ۷۶	
			باب: ۷۷	باب: ۷۷	
			باب: ۷۸	باب: ۷۸	
			باب: ۷۹	باب: ۷۹	
			باب: ۸۰	باب: ۸۰	
			باب: ۸۱	باب: ۸۱	
			باب: ۸۲	باب: ۸۲	
			باب: ۸۳	باب: ۸۳	
			باب: ۸۴	باب: ۸۴	
			باب: ۸۵	باب: ۸۵	
			باب: ۸۶	باب: ۸۶	
			باب: ۸۷	باب: ۸۷	
			باب: ۸۸	باب: ۸۸	
			باب: ۸۹	باب: ۸۹	
			باب: ۹۰	باب: ۹۰	
			باب: ۹۱	باب: ۹۱	
			باب: ۹۲	باب: ۹۲	
			باب: ۹۳	باب: ۹۳	
			باب: ۹۴	باب: ۹۴	
			باب: ۹۵	باب: ۹۵	
			باب: ۹۶	باب: ۹۶	
			باب: ۹۷	باب: ۹۷	
			باب: ۹۸	باب: ۹۸	
			باب: ۹۹	باب: ۹۹	
			باب: ۱۰۰	باب: ۱۰۰	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
136	حدیث مذکور کے رجال	682	150	مقتدر اعلیٰ سے سوال کرنے کا جواز زیادہ سوال	
137	حضرت زینب کے زیر کفالت یتیم بچوں کا مصداق اور حضرت بلال کا رسول اللہ ﷺ کو حضرت زینب کی خبر دینا	682	694	متعلق فقہاء کے مذاہب	
138	حدیث مذکور کے رجال	683		باب: ۵۱	
139	حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حضرت ابو سلمہ سے اولاد	683	151	جس کو اللہ تعالیٰ نے بغیر سوال کے اور بغیر نفس کے	
140	شوہر پر زکوٰۃ خرچ کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ	683		جھکانے کے عطا کیا اور ان کے مالوں میں سالکوں	
141	اس پر دلیل کہ حضرت ابن مسعود کی بیوی ان پر جو مال خرچ کرتی تھیں وہ زکوٰۃ نہیں تھا	684	152	”اشراف نفس“ کا معنی	
142	شافعی مالکی اور غیر مقلد علماء کا شوہر کو زکوٰۃ دینے کے عدم جواز میں امام اعظم کے موقف کی تائید کرنا	685	153	رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر کو جو مال عطا کیا تھا وہ صدقہ نہیں تھا	
	باب: ۴۹		15۰	جب کسی شخص کو کوئی مال عطا کرے تو اس کو وہ لے	
143	اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور غلاموں کو آزاد کرنے میں اور مقروضوں کو اور اللہ کی راہ میں زکوٰۃ دی جائے۔ (التوبہ: ۶۰)		155	بعض فقہاء کے نزدیک حاکم اور سلطان کا عطیہ قبول کرنا حرام یا مکروہ ہے	
144	رسول اللہ ﷺ کا غنی کرنا حضرت خالد کے زکوٰۃ نہ دینے کی توجیہ اور حضرت عباس پر صدقہ کرنے کی توجیہ	686	6	بعض دوسرے فقہاء کے نزدیک حاکم کا عطیہ قبول نامستحب ہے	
145	جس جنس میں زکوٰۃ واجب ہو اس جنس کے بجائے اس کی قیمت ادا کرنے کا جواز امام کے لیے زکوٰۃ مؤخر کرنے کا جواز اور وقت سے پہلے زکوٰۃ کی ادائیگی میں مذاہب	688	157	حاکم کا عطیہ قبول کرنے پر بعض اعتراضات کے جوابات	
	باب: ۵۰		1۰	حرام اور حلال مال سے مخلوط عطیہ کا بعض کے نزدیک ناجائز ہونا	
146	سوال کرنے سے رکنا	689	159	حرام اور حلال مال سے مخلوط عطیہ کا بعض صحابہ اور فقہاء تابعین کے نزدیک جائز ہونا	
147	ضرورت کے وقت سوال کرنے کا جواز تاہم ضرورت کے باوجود سوال نہ کرنا زیادہ اولیٰ اور افضل ہے	690	160	مقتدر اعلیٰ کا کسی ترجیح کی بناء پر خوش حال لوگوں کو عطا کرنا	
148	سوال کی ممانعت کے متعلق دیگر احادیث	691	161	جس نے اپنے مال کو زیادہ کرنے کے لیے لوگوں سے سوال کیا	
149	حدیث مذکور کے رجال	693		باب: ۵۲	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
162	حدیث مذکور کے رجال	700		باب: ۵۵	
163	بلا ضرورت سوال کرنے والے کی قیامت کے دن سزا		179	جس زمین کو بارش کے پانی یا جاری پانی سے سیراب کیا جائے اس میں عشر ہے	715
		700	180	شہد میں عشر کے وجوب کے متعلق مذاہب فقہاء	716
164	اللہ تعالیٰ کا ارشاد: وہ لوگوں سے گزر کر سوال نہیں کرتے۔ (البقرہ: ۲۷۳) اور خوش حالی کی کتنی مقدار ہے		181	شہد میں عشر کے وجوب کے متعلق احادیث اور آثار	716
		700		باب: ۵۶	
165	مسکین اور فقیر کے معنی کی تحقیق	702	182	پانچ دس سے کم میں صدقہ نہیں ہے	717
166	آدمی کے پاس کس قدر مال ہو تو اس کے لیے سوال کرنا اور صدقہ لینا جائز نہیں ہے			باب: ۵۷	
167	حدیث مذکور کے رجال	704	183	جب درختوں سے کھجوروں کو اتارا جائے اس وقت صدقہ (عشر) لیا جائے اور کیا بچوں کو چھوڑ دیا جائے کہ وہ صدقہ کی کھجوروں کو ہاتھ لگائیں؟	718
168	”قبل وقال“ کا معنی	704	184	حدیث مذکور کے رجال	718
169	کثرت سوال کی متعدد صورتیں	705	185	درختوں سے پھل اتارنے کے بعد ان میں سے کچھ پھلوں کو صدقہ کرنا	719
170	مال ضائع کرنے کی متعدد صورتیں	706	186	سادات پر صدقہ حرام ہونے میں مذاہب فقہاء	720
			187	جن سادات پر صدقہ حرام ہے ان کے مصادیق	720
171	درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کو دیکھ کر نہ ہوئی کھجوروں کا اندازہ کرنا		188	بد میں اس سلطان کے پاس صدقات جمع کرانے اور جن کاموں میں عام لوگوں کا مفاد ہو ان کو مسجد میں انجام دینے کا جواز اور دیگر مسائل	721
172	حدیث مذکور کے رجال	710		باب: ۵۸	
173	تبوک داری القرئی اور ایلمہ کا مصداق	710	189	جس نے پہلے فروخت کر دیا یا کھجور کے پتے یا زمین یا کھیت حالانکہ اس میں عشر یا صدقہ واجب ہو چکا تھا پس اس نے کسی اور مد میں سے زکوٰۃ ادا کر دی یا اس نے اپنے وہ پھل فروخت کیے جن میں صدقہ واجب نہیں ہوا تھا	721
174	احد پہاڑ کا نبی ﷺ سے محبت کا حقیقہ پر ہے اور اس کی بہ کثرت نفاذ اور شواہد		190	امام شافعی کا پتے ہوئے پھلوں کی بیع کو ناجائز قرار دینا اور امام بخاری کا ان پر رد کرنا کہ یہ حدیث کے خلاف ہے	722
175	آپ پہاڑ کی محبت کا جواب بھی محبت سے دیتے تھے				
176	”مخوص“ کے متعلق مذاہب فقہاء				
177	”مخوص“ کے ثبوت میں ائمہ ثلاثہ کی مؤید احادیث اور ان کے جوابات				
178	”مخوص“ کی ممانعت کے متعلق احادیث				

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
191	امام بخاری کی عبارت میں حافظ ابن حجر کا بے جا قید کا اضافہ کرنا	723	207	باب: ۶۴	734
192	حافظ ابن حجر کی نکتہ آفرینی پر مصنف کی تنقید	723	208	زکوٰۃ دینے والے کے لیے امام کی صلوٰۃ اور دعا	734
193	کیا انسان اپنے صدقہ کو خرید سکتا ہے؟	725	209	صلوٰۃ کا معنی	734
194	صدقہ کی ہوئی چیز کو خریدنے کی ممانعت میں مذاہب فقہاء	726	210	علامہ عینی کے نزدیک التوبہ: ۱۰۳ میں صلوٰۃ سے مراد دعا ہے	735
195	جہاد کے لیے صدقہ کرنے کی فضیلت اور ہیبت کر کے واپس لینے کی کراہت	727	211	علامہ ابن بطلال کے نزدیک التوبہ: ۱۰۳ میں صلوٰۃ سے مراد نماز جتازہ ہے	735
196	نبی ﷺ کے لیے صدقہ کا ذکر	727	212	التوبہ: ۱۰۳ میں صلوٰۃ کی تفسیر میں علامہ عینی اور علامہ ابن بطلال کے نزاع میں مصنف کا محاکمہ	735
197	نبی ﷺ اور آپ کی آل پر لون سے صدقہ حرام ہے؟ آیا صرف فرض یا نفلی صدقہ بھی حرام ہے؟	728	213	امام پر زکوٰۃ دینے والے کے لیے دعا کرنا واجب ہے یا مستحب؟	736
198	نبی ﷺ پر زکوٰۃ حرام ہونے کے متعلق احادیث	729	214	حدیث مذکور سے بطل اور حضرت عبداللہ بن مسعود کا تعلق	737
199	نبی ﷺ کی ازواج کی بندیوں پر صدقہ	730	215	غیر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کرنے میں مذاہب فقہاء	737
200	حدیث مذکور کے رجال	731	216	انبیاء علیہم السلام کے لیے لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کرنے میں مذاہب فقہاء	737
201	نبی ﷺ اور ان کی بندیوں پر صدقہ کا حرام نہ ہونا	731	217	انبیاء علیہم السلام کے لیے لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کرنے میں جمہور علماء کا موقف	738
202	بنو ہار کے کہنا کہ صدقہ ہونے میں مذہب	732	218	انبیاء علیہم السلام کے غیر پر انفراداً لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کی ممانعت کے دلائل	739
203	مردار کی رنگی سے کھنکھانے والے پاؤں میں مذاہب فقہاء	732	219	جوابات	738
204	جب صدقہ منتقل ہو جائے	732	220	انبیاء علیہم السلام کے غیر پر انفراداً لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کی ممانعت کے دلائل	739
205	حدیث مذکور کے رجال	733	221	باب: ۶۵	740
206	مال داروں سے صدقہ لے کر فقراء کی طرف لوٹانا خواہ وہ کہیں ہوں	733	222	جو چیزیں سمندر سے نکالی جاتی ہیں	740
			223	عبر کے معنی کی تحقیق	740
			224	حدیث مذکور کا مکمل متن	741

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
222	حدیث مذکور کی عنوان سے مطابقت اور امام بخاری کا مقصود	742	236	حدیث مذکور کا مکمل متن	750
223	سمندر سے نکالے گئے موتیوں اور غنیمت میں وجوب زکوٰۃ کے متعلق اختلاف فقہاء	742	237	عالمین زکوٰۃ سے حساب لینا اور دیگر فقہی مسائل	750
224	باب: ۶۶			باب: ۶۸	
225	رکاز میں خمس (پانچواں حصہ) ہے	743	238	صدقہ کی ادائیگیوں اور ان کے دودھ کو مسافروں کے لیے استعمال کرنا	751
226	امام بخاری کا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ پر یہ اعتراض کہ وہ کان میں خمس ادا کرنے کو واجب بھی کہتے ہیں اور منع بھی کرتے ہیں	744	239	باب: ۶۹	
227	امام بخاری کے اعتراض کا مصنف کی طرف سے جواب اور کان کے متعلق امام اعظم کے مذہب کی تفصیل	745	240	صدقہ کے اونٹوں پر امام کا اپنے ہاتھ سے داغ لگانا	752
228	کان کے حکم کے متعلق فقہاء احناف کی تصریحات	745	241	حدیث مذکور کے رجال	752
229	امام بخاری کے امام اعظم پر اعتراض اور مصنف کے جواب کا خلاصہ	746	242	تکشی دینے کا بیان	752
230	علامہ ابن بطلال علامہ ابن حجر اور ابن حیدر کا اس مقام پر امام بخاری کے مقابلہ میں امام اعظم ابو حنیفہ کی تائید کرنا	747	243	علامت کے لیے جانوروں کے جسم پر داغ لگانے کے جواز یا استحباب میں مذاہب فقہاء	752
231	تشیبات	747	244	شوافع کا فقہاء احناف پر یہ افتراء کہ وہ داغ لگانے سے منع کر کے حدیث کی مخالفت کرتے ہیں	753
232	جانور کے کیے ہوئے نقصان کی ضمانت میں مذاہب فقہاء	748	245	جانوروں پر داغ لگانے کے ثبوت میں فقہاء احناف کی عبارات	753
233	کنویں میں اور کان میں گرنے والے کا تاوان نہ ہونا	748	246	غیر مقلدین کا فقہاء احناف پر افتراء کہ وہ جانوروں پر داغ لگانے سے منع کرتے ہیں	753
234	رکاز کا مصداق	748	247	صحابہ کا رسول اللہ ﷺ کے لعاب سے برکت حاصل کرنا	754
235	رکاز میں نصاب کی شرط کے متعلق مذاہب فقہاء	749	248	باب: ۷۰	
	باب: ۶۷		249	صدقہ فطر کا فرض ہونا	754
	اللہ عزوجل کا ارشاد: اور زکوٰۃ کی وصول یا بی پر مامور لوگ (التوبہ: ۶۰) اور امام کا عالمین کا محاسبہ کرنا	749	250	صدقہ فطر کی تعریف، حکم، شرط، رکن اور مسائل	754
			251	صدقہ فطر کے حکم میں مذاہب ائمہ اور امام اعظم کے مذہب پر دلیل	755
			252	حدیث مذکور کے رجال	756
			251	احکام شرعیہ کا رسول اللہ ﷺ کی طرف منقول ہونا اور صدقہ فطر کے وجوب کی دلیل	756
			252	جو بچہ عید کے دن پیدا ہوا اس کی طرف سے صدقہ	

صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان
		باب: ۷۸	756		فطر ادا کرنے کے وجوب میں مذاہب فقہاء
763	265	چھوٹے اور بڑے کو صدقہ فطر دینا		253	کتنے مال کی ملکیت پر صدقہ فطر واجب ہوتا ہے
764	266	قربانی کے جانوروں اور صدقہ فطر میں تنوع	757		اس میں مذاہب فقہاء
765	267	”کتاب الزکوٰۃ“ کا اختتام		254	بیوی کا صدقہ فطر شوہر پر لازم ہونے میں مذاہب فقہاء
766		۲۵- کتاب الحج	757		باب: ۷۱
	1	”کتاب الزکوٰۃ“ کے بعد ”کتاب الحج“		255	صدقہ فطر کا تمام مسلمانوں پر واجب ہونا حتیٰ کہ غلاموں اور باندیوں پر بھی
766		درج کرنے کی توجیہ حج کا لغوی اور شرعی معنی اور حج کی مشروعیت کی تاریخ	757		باب: ۷۲
		باب: ۱		256	چار کلو گرام صدقہ فطر ادا کرنا
767	2	حج کا وجوب اور اس کی فضیلت	758		باب: ۷۳
767	3	بیت اللہ کے اسماء		257	چار کلو گرام طعام یا دوسرے اناج سے صدقہ فطر ادا کرنا
767		حج کی استطاعت کی تفصیل			باب: ۷۴
768	5	استطاعت کے باوجود حج نہ کرنے والے پر وعید	758		چار کلو گرام کھجوروں سے صدقہ فطر ادا کرنا
768	6	رسول اللہ ﷺ نے کتنے حج کیے؟		259	گندم سے صدقہ فطر دینے میں گندم کی مقدار چار کلو گرام ہے یا دو کلو گرام؟
	7	حلال آمدنی سے حج کرنے کی فضیلت اور حرام آمدنی سے حج کرنے کی مذمت	758		ایک صاع (چار کلو) گندم صدقہ فطر دینے کی تائید
768	8	حضرت الفضل رضی اللہ عنہ کا تذکرہ حضرت الفضل کا چہرہ دوسری طرف پھیرنے اور عورت کو منع نہ کرنے کی توجیہ	759		میں ائمہ ثلاثہ کی احادیث اور ان کے جواب
769		حج بدل کرنے میں فقہاء اسلام کے مذاہب		261	امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی نصف صاع (دو کلو گندم) صدقہ فطر کے متعلق احادیث
769		حج بدل میں حج کس کا ہوگا؟ حج کرنے والے کا			باب: ۷۵
770		حج کروانے والے کا؟		262	ایک صاع (چار کلو) کشمش سے
770	11	حج بدل کرنے کے ثبوت میں دیگر احادیث	761		باب: ۷۶
		باب: ۲		263	عید سے پہلے صدقہ دینا
	12	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اور لوگوں میں بلند آواز سے حج کا اعلان کیجئے) وہ آپ کے پاس دو دروازے راستوں سے پیدل اور ہرڈ بے اونٹ پر سوار ہو کر آئیں گے تاکہ وہ اپنے فوائد کے مقامات پر	762		باب: ۷۷
			762		آزاد اور غلام پر صدقہ فطر کا وجوب

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
13	حاضر ہوں۔ (الحج: ۲۸-۲۷)	771	31	اس حدیث سے استدلال کہ حج کرنے والا گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے جیسے اسی دن اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا ہو	780
14	ایراہیم علیہ السلام کی پکار پر لبیک کہا تھا	771	32	اس اعتراض کا جواب کہ پھر تو قاتلوں اور زانیوں کے لیے معاملہ آسان ہے وہ قتل اور زنا کریں اور حج کر کے اپنی مغفرت کرائیں	780
15	حدیث مذکور کے رجال	772		باب: ۱۸	
16	سواری پر سوار ہو کر حج کرنا افضل ہے یا پیدل چل کر؟	772	33	حج اور عمرہ کے مواقیات کا تقرر	780
17	سواری پر حج کرنے کی فضیلت میں احادیث	772	34	قرن ذوالحلیفہ اور الحجۃ کا بیان	781
18	پیدل حج کرنے کی فضیلت میں احادیث	773	35	مواقیات مذکورہ سے احرام باندھنے کا وجوب اور جو شخص بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہو اس کا شرعی حکم	782
19	سواری پر حج کرنے والوں کو ملال نہیں کرنا چاہیے	773		باب: ۳	
20	پالان پر سوار ہو کر حج کرنا	774		باب: ۴	
21	حدیث مذکور کے رجال	775	36	حج مقبول کی فضیلت	775
22	حج کے جہاد سے افضل ہونے کی توجیہ	776	37	حج اور عمرہ میں مکہ سے احرام باندھنے کی جگہ	783
23	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گہرے رشتہ	776	38	حج اور عمرہ میں مکہ سے احرام باندھنے کی جگہ	783
24	حج کے جہاد سے افضل ہونے کی توجیہ	776	39	حج اور عمرہ میں مکہ سے احرام باندھنے کی جگہ	783
25	حج مقبول کی فضیلت	777	40	حج اور عمرہ میں مکہ سے احرام باندھنے کی جگہ	783
26	حدیث مذکور کے رجال	777	41	حج اور عمرہ میں مکہ سے احرام باندھنے کی جگہ	784
27	حج کے جہاد سے افضل ہونے کی توجیہ	778	42	حج اور عمرہ میں مکہ سے احرام باندھنے کی جگہ	785
28	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گہرے رشتہ	778	43	حج اور عمرہ میں مکہ سے احرام باندھنے کی جگہ	785
29	حج کے جہاد سے افضل ہونے کی توجیہ	779		باب: ۸	
30	حج مقبول کی فضیلت	779		باب: ۹	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
44	باب: ۱۰ اہل نجد کے احرام باندھنے کی جگہ	786	55	باب: ۱۶ نبی ﷺ کا ارشاد کہ لعقیق مبارک وادی ہے	792
45	باب: ۱۱ جو لوگ موافقت کے مادراء رہتے ہوں ان کے احرام باندھنے کی جگہ	786	56	حدیث مذکور کے رجال	792
46	باب: ۱۲ اہل یمن کے احرام باندھنے کی جگہ	787	57	آپ کے پاس آنے والے کا مصداق آپ نے وادی عقیق میں کون سی نماز پڑھی تھی؟ اور عمرہ کاجج میں ہونے کا معنی	793
47	باب: ۱۳ اہل عراق کا میقات ذات عرق ہے	787	58	وادی عقیق کی فضیلت اور اس پر دلیل کہ آپ کاجج حج قرآن تھا	793
48	حدیث مذکور کے رجال	788	59	رسول اللہ ﷺ اور حضرات صحابہ کے قیام کی جگہوں پر خصوصی رحمتوں اور برکتوں کا نازل ہونا	794
49	اس اعتراض کا جواب کہ بصرہ اور کوفہ حضرت عمر کے عہد میں فتح نہیں ہوئے تھے اور حدیث میں مذکور ہے: جب یہ دونوں شہر فتح ہو گئے تھے	788	۶۰	باب: ۱۷ اگر کپڑوں پر خوشبو کا لپ ہو تو احرام باندھنے سے پہلے اس کو قین: ردود: جا ہے	794
50	اس پر دلیل کہ ذات عرق کو نبی ﷺ نے ہی میقات بنایا تھا حضرت عمر نے صرف اس حکم کی تبلیغ کی تھی	788	61	حدیث مذکور کے رجال	795
51	ذات عرق کو میقات قرار دینے کے متعلق نبی ﷺ کی احادیث	789	62	احرام باندھتے وقت خوشبو لگانے کے جواز میں امام طحاوی کے دلائل اور مانعین کے جوابات	795
52	حافظ ابن حجر کی امام شافعی کی تائید میں ان احادیث کو مشکوک قرار دینے کی لا حاصل سعی اور مصنف کا امام ابو حنیفہ کی تائید میں متعدد احادیث صحیحہ کو درج کرنا	789	63	احرام باندھتے وقت خوشبو لگانے میں اختلاف ائمہ اور امام ابو حنیفہ کے موقف پر احادیث سے دلائل	796
53	ان احادیث پر امام شافعی کے اس اعتراض کا جواب کہ آپ کے عہد میں تو عراق آباد نہیں ہوا تھا	790	64	وحی خفی کا ثبوت اور کسی مسئلہ کا فوراً جواب دینا ضروری نہیں ہے عالم کو چاہیے کہ وہ یقین حاصل کرنے کے بعد جواب دے اور نہ رسال	797
54	باب: ۱۴ باب: ۱۵ نبی ﷺ کا راستہ کے درخت سے ٹکنا	791	65	باب: ۱۸ احرام باندھتے وقت خوشبو لگانا اور جب احرام باندھنے کا ارادہ کرے تو کیا پہنے؟ اور وہ کتنی کرے اور تیل لگائے	797
			66	احرام باندھتے وقت خوشبو لگانے کا استحباب	799
			67	باب: ۱۹ جس نے بال جما کر احرام باندھا	799

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
68	حدیث مذکور کے رجال	800	84	تلبیہ کا معنی	808
69	تلبیہ کے کلمات اور تلبید کا معنی	800	85	تلبیہ پڑھنے کا شرعی حکم	809
70	محرم کے لیے بالوں کو چپکانے میں مذاہب ائمہ اور امام ابوحنیفہ کے موقف پر دلیل	800	86	تلبیہ میں اضافہ کرنے کے متعلق اختلاف فقہاء	809
	باب: ۲۰			باب: ۲۷	
71	مسجد ذوالحلیفہ کے پاس تلبیہ پڑھنا	800	87	سواری پر بیٹھتے وقت احرام باندھنے سے پہلے	
72	نبی ﷺ کے احرام باندھنے کی جگہ میں فقہاء کا اختلاف	801		”الحمد لله، سبحان الله“ اور ”الله اکبر“	810
73	نبی ﷺ کے حج کا احرام باندھنے میں اختلاف کا منشاء	802	88	سیدھی کھڑی ہو گئی	810
74	نبی ﷺ کے حج کا احرام باندھنے میں مذاہب ائمہ	802		باب: ۲۸	
	باب: ۲۱			جس نے اس وقت احرام باندھا جب اس کی سواری	
75	محرم کون سے کپڑے نہ پہنے	803	90	سیدھی کھڑی ہو گئی	810
	باب: ۲۲		91	باب: ۲۹	
76	حج میں سواری پر بیٹھنا اور کسی کو اپنے نیچے سوار کرنا	803	92	باب: ۳۰	
	باب: ۲۳			وادی میں اترتے وقت تلبیہ کہنا	812
77	سواری پر بیٹھ کر حج کرنے کی فضیلت	804	93	حدیث مذکور کے رجال	812
78	محرم کے لیے بالوں کو چپکانے میں مذاہب ائمہ اور امام ابوحنیفہ کے موقف پر دلیل	804		باب: ۳۱	
79	نبی ﷺ کے حج کا احرام باندھنے میں مذاہب ائمہ	804		وادی میں اترتے وقت تلبیہ کہنا	812
80	رنگ دار کپڑے کا احرام پہننے کی تحقیق	806	95	حدیث مذکور کے رجال	812
	باب: ۲۴			باب: ۳۲	
81	جس نے صبح تک رات ذوالحلیفہ میں گزاری	807		وادی میں اترتے وقت تلبیہ کہنا	812
	باب: ۲۵			باب: ۳۳	
82	بلند آواز سے تلبیہ (اللهم ليك) پڑھنا	808		وادی میں اترتے وقت تلبیہ کہنا	812
	باب: ۲۶			باب: ۳۴	
83	تلبیہ (”اللهم ليك“ کہنا)	808	97	حیض اور نفاس والی عورت کس طرح احرام باندھے	816

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
98	”اہلال“ کے متعدد معانی	816		باب: ۳۴	
99	”وما اهل به لغير الله“ کے معنی کی تحقیق	817	110	حج میں تمتع اور قرآن اور افراد اور جس کے ساتھ	
100	علماء دیوبند کا مطلقاً غیر اللہ کے تقرب کو حرام قرار دینا	817	829	قربانی نہ ہو اس کا حج کے احرام کو فسخ کرنا	
101	مصطفیٰ کے نزدیک بہ طور عبادت غیر اللہ کے تقرب		111	حضرت عثمان اور حضرت علی کے درمیان حج تمتع	
	کا حصول حرام ہونا اور دیگر صورتوں میں غیر اللہ کے		830	کرنے کے متعلق مباحثہ کے فوائد	
	تقرب کا حصول جائز ہونا	818	112	عمرہ اور حج کو جمع کرنے یعنی قرآن اور تمتع کے جواز	
102	حجۃ الوداع کا معنی، تعمیم کا محل وقوع، احناف کے		831	کے متعلق دیگر احادیث	
	نزدیک نبی ﷺ کا حج قرآن ہونا اور قرآن میں دو		113	حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما جو حج تمتع	
	سعی اور دو طواف ہونے کے دلائل	819	832	سے منع کرتے تھے اس کے متعلق شارحین کی آراء	
103	حج قرآن میں دو طواف اور دو سعی کرنے کے ثبوت		114	زمانہ جاہلیت میں عربوں کا مہینوں کو مؤخر کرنا اور	
	میں احادیث آثار اور فقہاء تابعین کے اقوال	820	834	اسلام کا اس غلط رسم کو مٹانا	
	باب: ۳۲		835	حرمت والے مہینے	
104	جس نے نبی ﷺ کے زمانہ میں آپ کے احرام		115	مشرکین کا حرمت لے مہینوں کو مؤخر کرنے کی	
	کی مثل احرام باندھا	822	835	وجد اور نبی ﷺ کا اس کو رد فرماتا	
105	حدیث مذکور کے رجال	823	836	نبی ﷺ کے حج قرآن کی دلیل اور دیگر مسائل	
106	حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	823	118	نیک سے جواب سے شرعی مسئلہ پر استدلال	
107	حدیث مذکور کے رجال	825		پنے وقت کی تائید پر انعام دینا اور عالم کا علم پر	
108	حضرت ابو موسیٰ کو یمن بھیجنے کی تاریخ، سرت عمر		837	مذرا نہ لینا	
	کے تمتع سے منع کرنے کی توجیہ حضرت علی اور حضرت			باب: ۳۵	
	ابو موسیٰ دونوں کے پاس حدی نہیں تھا پھر کیا		838	جس نے لبیک پڑھتے ہوئے حج کا نا	
	ہے یہ آپ ﷺ نے سرت سے کو ایہ حرام			باب: ۳۶	
	برقرار رہنے سم دیا اور حضرت ابوسوس اشعری و		120	نبی ﷺ کے عہد میں نہ لانا	
	احرام کھولنے کا حکم دیا؟	825	121	حدیث مذکور کے رجال	
	باب: ۳۳		122	تمتع یا قرآن کی تائید میں قرآن مجید کی آیت اور	
109	اللہ تعالیٰ کا ارشاد: حج کے مہینے معروف ہیں اور جو		839	حدیث میں مذکور شخص کا مصداق	
	شخص ان مہینوں میں (حج کی نیت کر کے) حج کو			باب: ۳۷	
	لازم کر لئے تو حج میں نہ عورتوں سے جماع کی		123	اس آیت کی تفسیر: یہ (حج تمتع کا) حکم اس شخص کے	
	باتیں ہوں نہ گناہ اور نہ جھگڑا۔ (البقرہ: ۱۹۷)	826		لیے ہے جس کے اہل و عیال مسجد حرام (مکہ مکرمہ)	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
849	کی تعظیم ہے اور اس کے ثبوت میں احادیث	839	849	کے رہنے والے نہ ہوں۔ (البقرہ: ۱۹۶)	849
850	رکن یمانی کو بوسا دینے کی ممانعت	140	124	اہل حرم کے مصداق میں اختلاف فقہاء اور اہل مکہ	850
850	باقی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بھی کعبہ کی دیوار کے	141		کے لیے تمتع اور قرآن کے بلا کراہت جواز میں	850
	صرف دو کونوں کی تعظیم ہے	839		اختلاف ائمہ	839
	باب: ۴۳	841	125	حدیث مذکور کے رجال	841
852	حرم کی فضیلت	142	126	مشکل اور مبہم الفاظ کے معانی اور تفصیل	841
	باب: ۴۴		127	تمتع کی تعریف شرائط اور تمتع کی قربانی میسر نہ	
	مکہ کے گھروں میں وراثت جاری ہوگی اور ان کا	143		ہونے کی صورت میں دس روزوں کے رکھنے کے	
	بیچنا اور خریدنا جائز ہے اور لوگ بالخصوص مسجد حرام	841		مقام میں مذاہب ائمہ	
854	میں برابر ہیں			باب: ۳۸	
855	حدیث مذکور کے رجال	144	128	مکہ میں دخول کے وقت غسل کرنا	842
855	آیت مذکور الصدر کی تاویل	145		باب: ۳۹	
	مکہ کی زمین اور اس کے مکانات کو فروخت کرنے	146	129	دن یا رات کے وقت مکہ میں داخل ہونا	842
855	اور کرائے پر دینے کی ممانعت میں مذاہب فقہاء			باب: ۴۰	
	مکہ کی زمین اور مکانات کو فروخت کرنے اور کرائے	147	130	مکہ میں کہاں سے داخل ہو؟	843
856	پر دینے کی ممانعت کے دلائل اوزان کا ضعف		131	الثنیۃ العلویاء اور الثنیۃ السفلیٰ کا معنی	
	مکہ کی زمین اور اس کے مکانات کو فروخت کرنے	148	43	اور خروج کے وقت راستہ بدلنے کی حکمتیں	
	اور کرائے پر دینے کے جواز میں قرآن مجید اور			باب: ۴۱	
857	احادیث و آثار سے استدلال		132	مکہ سے کہاں سے باہر نکلے؟	844
	مکہ کی زمین اور مکانات کو فروخت کرنے اور کرائے	149		باب: ۴۲	
858	پر دینے کے متعلق فقہاء احناف کا مذہب	846	133	مکہ کی فضیلت اور کعبہ کی تعمیر کا بیان	846
	باب: ۴۵	846	134	”مناہۃ“ کا معنی	
859	نبی ﷺ کا مکہ میں اترنا	150	135	”امنا“ کا معنی	846
	نبی ﷺ کی مخالفت میں لکھے ہوئے صحیفہ کو دیکھ	151	136	مقام ابراہیم کی تعمیر	847
860	کا کھالینا	847	137	کعبہ کی تعمیر کتنی بار کی گئی؟	847
	باب: ۴۶		138	کعبہ کی دیوار کے چار کونوں اور ان میں سے صرف	
860	اللہ عزوجل کا ارشاد	152		دو کونوں کی تعظیم کا بیان	849
861	باب مذکور میں حدیث ذکر نہ کرنے کی توجیہ	153	139	فقہاء احناف کے نزدیک کعبہ کے صرف دو کونوں	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
154	ابراہیم: ۳۵-۳۷ کی مختصر تفسیر	861	باب: ۵۰	باب: ۵۰	869
	باب: ۴۷		حجر اسود کے متعلق جو ذکر کیا گیا ہے	172	870
155	اللہ تعالیٰ کا ارشاد	862	حدیث مذکور کے رجال	173	870
156	المائدہ: ۹۷ کی باب میں درج تین حدیثوں کی مناسبت کے اشارات	862	حضرت عمر نے جو کہا تھا کہ تو ایک پتھر ہے نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع اس کے متعلق شارحین کی توجیہات	174	870
157	المائدہ: ۹۷ میں درج بعض اہم الفاظ کی شرح	862	حضرت عمر کے اس قول سے حضرت علی کا اختلاف	175	871
158	چھوٹی پنڈلیوں والے جھشی کی شرح	863	اور حضرت عمر کا رجوع کرنا		871
159	کعبہ کی تخریب کے متعلق احادیث	863	حجر اسود کے فضائل میں احادیث	176	872
160	اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو مامون قرار دیا ہے پھر حجاج قرامطہ اور جھشی کعبہ کی تخریب پر کس طرح قادر ہوئے؟		باب: ۵۱		
161	حدیث مذکور کے رجال	864	بیت اللہ کے دروازہ کو اندر سے بند کرنے کا جواز	177	
162	غلاف کعبہ کی تاریخ	865	اور بیت اللہ کے اندر ہر جہت میں نماز پڑھنے کا جواز		872
163	حدیث مذکور کے رجال	866	کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء	178	873
164	یا جوج اور ماجوج کی تعریف	866	باب: ۵۲		
165	کعبہ پر غلاف چڑھانا	866	کعبہ کے اندر نماز پڑھنا	179	873
166	حدیث مذکور کے رجال	866	باب: ۵۳		
167	اس اعتراض کے متعدد جوابات کہ یہ حدیث عنوان کے مطابق نہیں ہے	867	جو شخص کعبہ کے اندر داخل نہیں ہوا	180	874
168	کریم کا معنی اور کعبہ کے غلاف کے متعلق حضرت رضی اللہ عنہ کا طرز عمل	867	کعبہ کی تصویروں کو مٹانا	181	874
169	کعبہ کے پردوں کو کعبہ پر برقرار رکھنا اور پرانے پردوں کو مسلمانوں میں تقسیم کرنے کا جواز	868	باب: ۵۴		
170	کعبہ کو منہدم کرنا	868	جس نے کعبہ کی اطراف میں اللہ اکبر	182	875
171	اخیر زمانہ میں کعبہ کو گرائے جانے کی حکمت	869	مشرکین کا تیروں سے قال نکالنا	183	875
	باب: ۴۹		باب: ۵۵		
	کعبہ کو منہدم کرنا	868	رمل کی ابتداء کس طرح ہوئی	184	875
	باب: ۴۸		طواف میں رمل کے متعلق مذاہب فقہاء	185	876
	کعبہ کو گرائے جانے کی حکمت	869	حج میں نبی ﷺ کی سنت کا بیان	186	876
			باب: ۵۶		
			جب کوئی مکہ میں آئے تو پہلے طواف میں حجر اسود کی تعظیم کرے اور تین چکروں میں رمل کرے	187	876

خطبة الكتاب

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين، الذي جعلنا من المسلمين، ووصفنا بخير أمة من الأمم الماضية، وانعم علينا بتنزيل القرآن الكريم وهدانا به إلى الصراط المستقيم. والصلوة والسلام على أشرف الأنبياء والمرسلين قائد المعراجلين، الذي شرح الفرقان بأحاديثه وبيانه القويم، وكشف عن أسرارهِ وغوامضه لهداية الناس أجمعين، وانقذنا بحسن سيرته من الظلمات والضلال المبين. وعلى آله الطيبين وأصحابه الطاهرين الذين قاموا بأشاعة الدين المتين مع كمال الخلوص والجهد العظيم، وعلى أزواجه الطاهرات أمهات المومنين، وعلى جميع الأئمة التابعين من المفسرين وأحدثين المخلصين الكاملين إلى يوم الدين.

وبعد فيقول العبد الفقير إلى ربِّه، الفقير بسلام ربِّه، العبدى دائم، الحاج إلى كرم ربِّه السرمدي أني بعد الفراغ من التفسير قد شرعت في شرح الصحيح لأبي محمد البخاري (عليه السلام) توكلًا على رحمة الله وفضله العميم. ولا يكون تحريره وتقريره وتكميله إلا بنعمته العظمى. فلذا سميتُه بنعمة الباري في شرح صحيح البخاري. (تقبله الله بلطفه وتغمدني بغفرانه بمحض فضله).

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمدًا عبده ورسوله. أعوذ بالله من شرور نفسي ومن سيئات أعمالي من بعده، فلا أضلُّ له من يضلُّ، فلا هادي له. اللهم أرني الحق حقًا وارزقني اتباعه. اللهم أرني الباطل باطلًا وارزقني اجتنابه. اللهم اجعلني في تصنيف هذا الكتاب على صراط مستقيم واجعله موافقًا باسمه واحفظه من شرور الأشرار والحاسدين. اللهم اجعله خالصًا لوجهك الكريم ومقبولًا عند ربِّه. لك الحمد وأنت خير من كل شيء. اللهم اجعله مستقيمًا ومفيدًا من عيوب أطراف الداعين إلى يوم الدين واجعله من جملة ما يرضى عنك من صدقة جارية إلى يوم القيامة. اللهم أرني راحة النبي الكريم ﷺ في الدنيا وشفاعته في الآخرة واحيني على الإسلام والسلام وامتنني على الإيمان بالكرامة. اللهم أنت ربِّي لا إله إلا أنت خلقتني وأنا عبدك وأنا على عهدك ووعدك ما استطعت. أعوذ بك من شر ما صنعت أبوء لك بنعمتك علي وأبوء لك بذنبي فاغفر لي فإنه لا يغفر الذنوب إلا أنت. رب اوزعني أن أشكر نعمتك التي أنعمت علي وعلى والدي وأن أعمل صالحًا ترضاه. آمين يا رب العالمين بجاه سيد المرسلين ﷺ.

خطبۃ الکتاب

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے مخصوص ہیں جس نے ہمیں مسلمان بنایا اور سب سے بہترین امت کا لقب عطا فرمایا قرآن مجید نازل فرما کر ہم پر احسان کیا اور اس کتاب کے ذریعہ ہمیں سیدھی راہ دکھائی۔ حمد کے بعد سب سے افضل اور بلند رتبہ پیغمبر آقائے دو جہاں ﷺ پر درود و سلام ہو جو سفید رو اور سفید ہاتھ پیروں والوں کے قائد ہیں جنہوں نے اپنی احادیث اور مستحکم بیان سے قرآن مجید کی تشریح فرمائی اور تمام لوگوں کی ہدایت کے لیے اس کے اسرار و رموز سے پردہ اٹھایا اور ہمیں اپنا بہترین نمونہ عمل عطا کر کے ظلمت و گمراہی سے نجات بخشی۔ آپ کے بعد آپ کی اولاد پاک اور صحابہ کرام پر رحمتوں کا نزول ہو جو پورے اخلاص اور محنت کے ساتھ اشاعت دین میں مصروف رہے اور آپ کی ازواج مطہرات پر رحمتوں کا نزول ہو جو مسلمانوں کی مائیں ہیں اور ان سب کے بعد قیام قیامت آنے والے مخلص اور باکمال ائمہ مفسرین اور محدثین پر رحمتیں نازل ہوں۔

حمد و صلوة کے بعد رب کائنات کے دائمی کرم کا بندہ محتاج غلام رسول سعید کی غفرلہ عرض پرداز ہے کہ میں ”تفسیر تبیان القرآن“ سے فارغ ہونے کے بعد اللہ عز و جل کی رحمت اور اس کی عنایت پر بھروسہ کرتے ہوئے ”صحیح بخاری“ کی شرح کا آغاز کر چکا ہوں۔ چونکہ ظاہری قوئی اس عظیم کام کے متحمل نہیں ہیں اس لیے تصنیف کے جملہ مراحل بے گزر کر پایہ تکمیل کو پہنچنے تک اس شرح کا مکمل دار و مدار صرف اور صرف اللہ عز و جل ہی بنسبت نعت اور احسان ہے۔ یہی میں نے اس شرح کا نام ”نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری“ رکھا ہے۔ (اللہ تعالیٰ اپنے لطف و عنایت سے اس تصنیف و شرف قبولیت عطا فرمائے) اور محض اپنے فضل و کرم سے مجھے اپنی بخشش میں ڈھانپ لے۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں اپنے نفس کے شر اور بد اعمالیوں سے اللہ عز و جل کی پناہ میں آتا ہوں۔ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے اُسے کوئی گمراہ نہیں آتا اس پر چھوڑ دے اس کی راہ راست پر نہیں لاسکتا۔ اے اللہ! مجھ پر حق واضح فرما اور مجھے اس کی اتباع عطا فرما اور باطل کو مجھ پر منکشف فرما اور اس سے بچنے کی توفیق مرحمت فرما۔ اے اللہ! مجھے اس شرح کی تصنیف میں صراطِ مستقیم پر گامزن فرما اور اس شرح کو اسمِ بہ منشی کر دے اور اسے شریروں کے شر اور حاسدوں کے حسد سے محفوظ فرما۔ اے اللہ! اس تصنیف میں صرف اپنی نسبت نہ دے بلکہ اس کو اپنی اور اپنے مہربان رسول (سیدنا محمد ﷺ) کی بارگاہ میں مقبول بنادے اور قیامت تک اس کو کفافِ عالم میں شہور و قبولِ مرغوب دے اور آثارِ فرین دے اس کو دے دے لیے اور میرے جملہ مسلمان متعلقین کے لیے قیامت تک صدقہ جاریہ بنا۔ مجھے دنیا میں نبی ﷺ کی زیارت اور قیامت میں آپ کی شفاعت سے بہرہ مند فرما۔ مجھے سلامتی کے ساتھ اسلام پر زندگی اور عزت کے ساتھ ایمان پر خاتمہ نصیب فرما۔ اے اللہ! تو میرا رب ہے تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں تو نے مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور تجھ سے کیے ہوئے وعدہ اور عہد پر اپنی طاقت کے مطابق قائم ہوں۔ میں اپنی بد اعمالیوں کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں تیرے مجھ پر جو انعامات ہیں ان کا میں اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ میری بخشش فرما کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں ہے۔ پروردگار! تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر جو انعامات فرمائے ہیں اُن پر مجھے ہمیشہ شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرما اور مجھے ایسے نیک اعمال کی توفیق دے جو تجھے محبوب اور پسند ہوں۔ آمین یا رب العلمین بجاہ سید المرسلین ﷺ



نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

۱۲ - کتاب الخوف نماز خوف کا بیان

نماز خوف کے ابواب

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور جب تم زمین میں سفر کرو تو (اس میں) کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم نماز میں قصر کرو اگر تم کو یہ خدشہ ہو کہ کافر تم پر حملہ کریں گے بے شک کافر تمہارے کھلے ہوئے دشمن ہیں O اور (اے رسول مکرّم!) جب آپ ان مسلمانوں کے درمیان ہوں اور آپ (حالت جنگ میں) نماز کے لیے کھڑے ہوں تو مسلمانوں کی ایک جماعت آپ کے ساتھ نماز پڑھے اور یہ لوگ اپنے ہتھیاروں سے مسلح رہیں اور جب وہ سجدہ کر لیں تو تمہارے پیچھے نہ جائیں، مسلمانوں کی دوسری جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی ہے وہ آ کر آپ کے ساتھ (دوسری رکعت) نماز پڑھے اور (وہ بھی) اپنے اسلحہ کے ساتھ مسلح رہیں کافر یہ چاہتے ہیں کہ اگر تم اپنے اسلحہ اور ساز و سامان سے غافل ہو جاؤ تو وہ یک مارگی ٹوٹ کر تم پر حملہ کر دیں اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے اگر تم رش یا بیماری نا وجہ سے اپنے ہتھیار اور ساز و سامان لیے رہو بے شک اللہ نے کافروں کے لیے ذلت والا عذاب تیار کر رکھا

ہے O (النساء: ۱۰۱-۱۰۲)

۱ - باب صَلَوةِ الْخَوْفِ

وَقَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى ﴿وَإِذَا ضَرَبْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ الْكَافِرِينَ كَانُوا لَكُمْ عَدُوًّا مُبِينًا﴾ وَإِذَا كُنْزُ نَفْسِكُمْ فَاقْصِبْ لَهُمُ الصَّلَاةَ فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا بَأْسِلِحَتِهِمْ لِإِذَا سَجَدُوا فَلْيَكُونُوا مِنْ وَرَائِكُمْ وَلْتَأْتِ طَائِفَةٌ أُخْرَى لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ وَذَلِكَ لِلَّذِينَ تَرَوُا إِلَافَةً تَغْفُلُونَ عَنْ أَسْلِحَتِكُمْ وَأَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيلُونَ عَلَيْكُمْ مِيلَةً وَاجِدَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ كَانَ بِكُمْ أَذًى مِنْ مَطَرٍ أَوْ كُنْتُمْ مَرْضَى أَنْ تَضَعُوا أَسْلِحَتَكُمْ وَخُذُوا حِذْرَكُمْ إِنَّ اللَّهَ لَتَنَّافٍ بَيْنَ عَذَابٍ شَدِيدٍ

۱۰۱-۱۰۲

نماز خوف کا طریقہ اس کی رکعت کی تعداد اور اس کا حکم

علامہ بدرالدین محمود بن احمد یعنی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

النساء: ۱۰۱ میں فرمایا: "وَإِذَا ضَرَبْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ" - "ضرب فی الارض" کا معنی ہے: زمین میں سفر کرنا اور "ضرب" کے اور بھی کئی معانی ہیں۔

"جناح" اس کا معنی ہے: گناہ

”ان تقصروا“ اس آیت کا یہ ظاہر یہ معنی ہے کہ نماز کو قصر کرنے اور نماز پوری پڑھنے میں بندوں کو اختیار ہے اور نماز پوری پڑھنا افضل ہے اور امام شافعی کا یہی مذہب ہے اور امام ابوحنیفہ کا یہ مذہب ہے کہ سفر میں قصر کرنا عزیمت (اصل) ہے رخصت نہیں ہے اور سفر میں پوری نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ قرآن مجید کی نص صریح سے حالت جنگ میں نماز کو قصر کرنا ثابت ہے جیسا کہ النساء: ۱۰۱-۱۰۲ میں صراحت کے ساتھ ذکر ہے اور حالت امن میں نماز کو قصر کرنے کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے پوچھا: مجھے یہ بتائیں کہ اب لوگ نماز میں قصر کرتے ہیں حالانکہ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے کہ اس میں کوئی عذر نہیں ہے کہ تم نماز میں قصر کر لو اگر تم کو یہ خدشہ ہو کہ کافر تم پر حملہ کریں گے اب وہ ایام نہیں رہے حضرت عمر نے کہا: جس طرح تمہیں تعجب ہوا ہے اس طرح مجھے بھی تعجب ہوا تھا سو میں نے اس کا رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: یہ صدقہ ہے جس کا اللہ عزوجل نے تم پر صدقہ کیا ہے سو تم اللہ عزوجل کا صدقہ قبول کر لو۔ (صحیح مسلم: ۶۸۶، سنن ابوداؤد: ۱۱۹۹، سنن ترمذی: ۳۰۳۳، سنن نسائی: ۱۳۳۲، سنن ابن ماجہ: ۱۰۶۵، مسند احمد ج ۱ ص ۲۵، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۳۱، مشکوٰۃ: ۱۳۳۵، شرح السنہ: ۵۸۵، کنز العمال: ۲۰۱۷۵، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۷۷، المستدرک: ۱۳۶)

اور دیگر یہ احادیث ہیں:

حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اللہ نے حب نماز فرض کی تو حضور اور سفر میں دو اور رکعت نماز فرض کی پھر سفر میں یہ نماز برقرار رکھی گئی اور حضور میں نماز زیرہ روز گئی (صحیح بخاری: ۱۰۰، صحیح مسلم: ۶۸۵، سنن ابوداؤد: ۱۱۹۸، سنن نسائی: ۳۵۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ پر رکعتیں فرض فرمائی ہیں جو آپ کے لیے فرض ہیں اور میں نے ان کو قبول کر لیا۔ (صحیح مسلم: ۶۸۷، سنن ابوداؤد: ۱۲۳۷، سنن نسائی: ۳۵۵، سنن ابن ماجہ: ۱۰۶۸) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سفر کی نماز دو رکعت ہے جس میں جمعہ دو رکعتیں ہیں اور عید (بھی) دو رکعتیں ہیں۔ (جمعہ اور عید کی) یہ کل نماز ہے جو کہ بلا قصر ہے۔ سیدنا رسول اللہ ﷺ ان کے لیے رکعتیں فرض فرمائی ہیں۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۰۶۳، سنن نسائی: ۱۳۱۶) اس سے پہلے حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ ارشاد سنا ہے: یہ اللہ کا صدقہ ہے سو تم اس کو قبول کر دینا امر ہے اور امر واجب کے لیے آتا ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ قصر کرنا واجب ہے۔

”ان شئتمکم“ یہ لفظ ”فتنہ“ سے بنا ہے اور ”فتنہ“ سے مراد یہاں پر جنگ اور قتال ہے۔

”واکفہ“ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر آپ ﷺ کے درمیان ہوں دوسرے فقہاء نے امام ابو یوسف سے کہا ہے کہ ان کے قول کو رد کر دیا ہے کیونکہ صحابہ کرام نے نبی ﷺ کے بعد بھی نماز خوف پڑھی ہے اور نماز خوف کا سبب حالت جنگ ہے اور حالت جنگ آپ کے بعد بھی ہوتی رہی ہے۔ صحیح مسلم وغیرہ میں حالت جنگ میں ایک رکعت کا ذکر ہے حضرت ابن عباس حسن بصری اور طاؤس کا یہی مذہب ہے اور حضرت ابن عمر النخعی، ثوری، امام مالک، امام شافعی، امام ابوحنیفہ ان کے اصحاب اور باقی تمام فقہاء کے نزدیک نماز خوف دو رکعت ہے اور وہ ایک رکعت نماز کو جائز نہیں قرار دیتے۔ (عمدة القاری ج ۱ ص ۳۶۹-۳۶۷، تنہذا دار کتب العلمیہ بیروت: ۱۴۲۰ھ)

۹۴۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ
الزُّهْرِيِّ قَالَ سَأَلْتُهُ هَلْ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں

امام ابن اسحاق اور علامہ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ یہ غزوہ شعبان ۳ھ میں ہوا ہے اور یہی قول معتمد ہے۔
یہ حدیث ہمارے اصحاب احناف کی دلیل ہے ہمارے اصحاب نے نماز خوف کا یہی طریقہ بیان کیا ہے جو اس حدیث میں مذکور ہے۔ علامہ ابن عبد البر نے نماز خوف کے حسب ذیل چھ طریقے ذکر کیے ہیں: (عمدة القاری ج ۶ ص ۲۷۱-۲۷۰)

نماز خوف کے متعلق متعدد اور مختلف احادیث

حافظ ابن عبد البر مالکی قرطبی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

- (۱) باب مذکور کی حدیث میں جو طریقہ مذکور ہے یہ امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کا مذہب ہے۔
- (۲) صالح بن خوات نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ذات الرقاع کے دن نماز خوف پڑھی ایک جماعت نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صف بنائی اور دوسری جماعت نے دشمن کے سامنے صف بنائی جو جماعت آپ کے ساتھ تھی آپ نے اس کو ایک رکعت نماز پڑھائی پھر آپ کھڑے رہے اور اس جماعت نے اپنی نماز پوری کر لی پھر وہ واپس گئے اور دشمن کے سامنے صف باندھ کر کھڑے ہو گئے پھر دوسری جماعت آئی تو آپ نے اس جماعت کو دوسری رکعت پڑھائی جو کہ آپ کی باقی رہ گئی تھی پھر آپ بیٹھے رہے اور انہوں نے اپنی نماز پوری کر لی پھر آپ نے ان کے ساتھ سلام پھیر دیا۔
(صحیح البخاری: ۳۱۲۵، صحیح مسلم: ۸۴۲، سنن ابوداؤد: ۱۲۳۸، موطا امام مالک: صلوۃ الخوف: ۱)

- امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کا مذہب اس حدیث کے مطابق ہے۔
- (۳) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ایک جماعت نماز خوف پڑھائی اور ایک جماعت دشمن کے سامنے تھی پس جو آپ کے پیچھے تھے آپ نے ان کو ایک رکوع اور دو سجدوں کے ساتھ ایک رکعت پڑھائی وہ واپس گئے اور انہوں نے سلام نہیں پھیرا۔ وہ دشمن کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ جماعت آئی اور وہ ان کی جگہ کھڑی ہو گئی آپ نے ان کو ایک رکعت پڑھائی پھر آپ نے سلام پھیر دیا۔ یہ لوگ کہے ہو گئے اور انہوں نے اپنی بقیہ ایک رکعت پڑھی پھر انہوں نے سلام پھیر دیا۔ چلے گئے۔ پھر آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے اور پہلی جماعت اپنی جگہ پر لوٹ آئی پھر انہوں نے اپنی اپنی رکعت پڑھی اور سلام پھیر دیا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۲۳۴)

امام حنیفہ اور ان کے اصحاب نے اسی حدیث سے کہا: اسو امام ابو یوسف کے۔

- (۴) ابو یوسف الزرقانی کی حدیث ہے: ابو حنیفہ نے اس حدیث کی مثل ہے اور امام حنیفہ: توقف ہے۔
- (۵) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے وہ بیان کرتے ہیں: میں اس وقت حاضر رہا جب رسول اللہ ﷺ نے نماز کو ایک رکعت پڑھائی اور اس جماعت کو ایک رکعت پڑھائی اور انہوں نے اس کو قضاء میں کیا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۲۳۶)
- (۶) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ عزوجل نے تمہارے نبی کی زبان پر حضور میں چار رکعت نماز فرض کی اور سفر میں دو رکعت نماز فرض کی اور خوف میں ایک رکعت نماز فرض کی۔ (سنن ابوداؤد: ۱۲۳۷)

علامہ ابن عبد البر نے لکھا ہے: یہ قول جمہور علماء کے خلاف ہے۔

(تمہید ج ۶ ص ۱۸۲-۱۷۳، مستطاب مختصراً دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ)

نماز خوف پڑھنے والی دو جماعتوں کی تعداد اور ان کا مسافر یا متیم ہونا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد یعنی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ ایک جماعت نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی اور یہ ذکر نہیں ہے کہ اس جماعت میں کتنے افراد تھے اسی طرح پھر دوسری جماعت کا ذکر آپ کے پیچھے نماز پڑھنے کا ذکر ہے اور اس کی تعداد کا بھی ذکر نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ دونوں جماعتوں کی تعداد مساوی ہو یا کم و بیش ہو کیونکہ جماعت کا اطلاق لکھل دکن دونوں پر آتا ہے حتیٰ کہ ایک پر بھی ہوتا ہے تین آدمی ہوں اور ان پر خوف واقع ہو تو جائز ہے کہ امام ایک شخص کو نماز پڑھادے اور دوسرے دو شخصوں کو بعد میں پڑھادے لیکن امام شافعی نے کہا: ہر دو جماعتوں کا کم از کم تین افراد پر مشتمل ہونا ضروری ہے اور تین سے کم ہونا مکروہ ہے۔ اسی طرح اس حدیث میں جس جماعت کا ذکر ہے وہ مسافر تھے لیکن اگر وہ مقیم ہوں تب بھی خوف کے وقت وہ مسافروں کے حکم میں ہیں امام شافعی امام احمد اور امام مالک کا مشہور قول یہی ہے اور ان سے ایک روایت یہ ہے کہ نماز خوف حضر میں جائز نہیں ہے علامہ نووی نے لکھا ہے کہ ان سے اس قول کی روایت صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ مشہور قول کے خلاف ہے۔

(عمدة القاری ج ۶ ص ۳۷۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۸۳۹۔ ج ۲ ص ۶۱۳ پر مذکور ہے اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(۱) نماز خوف کا قرآن مجید سے ثبوت (۲) احناف کے نزدیک نماز خوف کا طریقہ (۳) ائمہ اربعہ کے مآخذ (۴) امام ابو یوسف

کا نظریہ

نماز خوف: پیدل یا سواری پر پڑھنا
کھڑے ہوئے چلتے ہوئے

۲۔ بَابُ صَلَوةِ الْخَوَافِ رَجُلًا
وَرُكْبَانًا رَاجِلًا قَائِمًا

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ نماز خوف کو پیدل اور سوار ہو کر دونوں طرح پڑھنا جائز ہے اور یہ اس صورت میں ہے جب فوجیں ایک دوسرے کے ساتھ مختلط اور گھمٹ گھمٹا ہو جائیں اور گھسان کا رن ہوں خوف کی شدت ہو اور امام بخاری نے اس عنوان سے یہ اشارہ کیا ہے کہ جب مسلمان سوار سے کھڑے ہو جائیں تو ان سے نماز ساقط نہیں ہوگی وہ سوار ہونے کی حالت میں الگ الگ نماز پڑھیں گے اور رکوع اور رکعات سے کریں گے خواہ سواری کا رخ کسی طرف ہو۔

شدت خوف میں پیدل یا سواری پر نماز پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء

الذخیرہ میں مذکور ہے کہ جب خوف شدید ہو جائے تو مسلمان پیدل چلتے ہوئے نماز پڑھیں یا سواری پر نہ پڑھیں خواہ ان کا منہ کسی طرف ہو۔

قاضی یحییٰ مائتونی ۵۰۰ھ نے لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک قبلہ کی طرف منہ کرنا نہ خوف میں بھی جائز نہیں ہے۔ (اکمال العلم بعلوم مسلم ج ۳ ص ۲۷۷ دارالوفاء) لیکن یہ صحیح نہیں ہے پیدل یا سواری پر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا امام ابو حنیفہ امام ابو یوسف اور امام ابن ابی لیلیٰ کے نزدیک جائز نہیں ہے اور امام محمد کے نزدیک جائز ہے امام شافعی کا بھی یہی مذہب ہے اور جب وہ پیدل یا سواری پر نماز پڑھنے پر بھی قادر نہ ہوں تو پھر وہ نماز خوف کو مؤخر کر دیں اور نماز کو غیر شرعی طریقہ سے نہ پڑھیں مجاہد طاؤس حسن بصری قتادہ اور ضحاک نے کہا ہے کہ وہ بغیر اشارے کے ایک رکعت پڑھیں ضحاک نے کہا ہے کہ اگر وہ اس پر بھی قادر نہ ہوں تو تکبیریں پڑھیں خواہ ان کا منہ جس طرف بھی ہو اسحاق نے کہا ہے کہ اگر وہ ایک رکعت پڑھنے پر قادر نہ ہوں تو وہ ایک سجدہ کر لیں ورنہ صرف ایک بار تکبیر پڑھ لیں۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۳۷۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

مذراجل کا معنی ہے: کھڑے ہوئے۔

سے روایت کی ہے۔ (موطا امام مالک کتاب صلوٰۃ الخوف: ۳، صحیح البخاری: ۴۵۳۵)

علامہ ابن بطلال لکھتے ہیں: مجاہد طائوس، ابراہیم الخثعمی، حسن بصری، زہری اور فقہاء تابعین کی ایک جماعت کا بھی یہی قول ہے۔ مجاہد نے کہا: شدت قتال میں اشاروں سے نماز پڑھنا کافی ہے جیسا کہ حضرت ابن عمر کی رائے ہے اور یہی امام مالک، ثوری اور امام شافعی کا مذہب ہے۔

امام بخاری نے کہا: حضرت ابن عمر نے از نبی ﷺ یہ اضافہ کیا ہے کہ اگر قتال اس سے زیادہ شدید ہو تو پھر پیدل اور سوار یوں پر نماز پڑھیں، امام بخاری کا منشاء یہ ہے کہ حضرت ابن عمر نے یہ اضافہ نبی ﷺ سے سن کر کیا ہے، محض اپنی رائے سے نہیں کیا، سو یہ حدیث مرفوع ہے موقوف نہیں ہے اور امام مالک نے بھی اسی طرح کہا ہے۔

(شرح ابن بطلال ج ۲ ص ۶۱۸-۶۱۷، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

لڑائی کے دوران نماز کا وقت آجائے تو آیا مجاہد سوار ی پر نماز پڑھے یا نہیں؟

امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خندق کے دن رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: انہوں نے ہمیں عصر کی نماز سے مشغول کر دیا، آپ نے اس دن غروب آفتاب تک عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی، اللہ تعالیٰ ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے اور ان کے دلوں کو آگ سے بھر دے۔ اور ان کے گھروں کو آگ سے دے۔

(صحیح البخاری: ۲۹۳۱، صحیح مسلم: ۶۲، مسند جمہور ج ۱ ص ۷۹، شرح معانی الآثار: ۱۸۳۲)

امام ابو جعفر نے کہا: ایک قوم کا یہ مذہب ہے کہ کوئی شخص سوار ی پر نماز نہ پڑھے خواہ اس کا سوار ی سے اترنا ممکن نہ ہو کیونکہ نبی ﷺ نے سوار ی پر فرض نہیں پڑھے۔

دوسرے فقہاء نے ان کی مخالفت کی ہے اور کہتے ہیں کہ اگر وہ سوار رہا ہو تو سوار ی پر نماز نہ پڑھے اور اگر وہ سوار قتل نہ کر رہا ہو اور اس کا سوار ی سے اترنا ممکن نہ ہو تو نماز نہ پڑھے۔ اور کہتا ہے کہ میں دن میں نماز اس لیے نہ پڑھی ہو کہ آپ قتال کر رہے تھے، کیونکہ قتال ایک عمل ہے اور نماز میں نماز کے علاوہ دوسرا عمل نہیں ہوتا اور ہو سکتا ہے کہ اس دن آپ نے اس لیے نماز نہ پڑھی ہو کہ اس وقت تک آپ کو سوار ی پر نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا، اچھا پس ہم نے اس پر غور کیا تو اس کی تائید میں یہ ہے: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب خندق کے دن رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی تو اس نے پڑھنے سے روکا کہ مغرب کے بعد اندھ چھا گیا، رسول اللہ ﷺ نے رستہ میں بیٹھا، بلایا، پس انہوں نے ظہر کی بات کہی، انہوں نے نہایت عمدہ طریقہ سے نماز پڑھائی جیسا کہ آپ نماز کو اپنے وقت میں پڑھاتے تھے پھر آپ نے حکم دیا تو انہوں نے عصر کی اقامت کہی، پھر آپ نے اسی طرح نماز پڑھی، پھر آپ نے انہیں حکم دیا تو انہوں نے مغرب کی اقامت کہی، پھر آپ نے اسی طرح مغرب کی نماز پڑھائی، اس وقت تک نماز خوف کے متعلق یہ آیت نازل نہیں ہوئی تھی:

فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا. (البقرہ: ۲۳۹)

اور اگر تمہیں (جان کا) خطرہ ہو تو پیدل چلتے ہوئے نماز پڑھو

یا سوار ی پر۔

پس حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے یہ خبر دی ہے کہ صحابہ کا اس دن سوار ی پر نماز کو ترک کرنا اس وجہ سے تھا کہ اس وقت ان کے لیے سوار ی پر نماز پڑھنا مباح نہیں ہوا تھا اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ جب مسلمان مجاہد میدان جنگ میں ہو اور اس کے لیے سوار ی

سے اترنا ممکن نہ ہو تو اس کا سواری پر اشاروں سے نماز پڑھنا جائز ہے اسی طرح اگر کوئی شخص زمین پر ہو اور اس کو یہ خطرہ ہو کہ اگر اس نے زمین پر سجدہ کیا تو اس پر کوئی درندہ حملہ کر دے گا یا کوئی شخص اس کو تلوار سے قتل کر دے گا تو اس کے لیے بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے اور اگر اس کو کھڑے ہونے سے خطرہ ہو تو وہ اشاروں سے نماز پڑھ سکتا ہے۔

اور یہ امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۳۱۸۔ ۳۱۷ تقدیمی کتب خانہ کراچی) امام طحاوی کی اس پوری عبارت کو علامہ ابن بطل مالکی اور علامہ عینی حنفی نے اپنی شرحوں میں نقل کر کے اس سے استدلال کیا ہے۔ (دیکھئے: شرح ابن بطل ج ۲ ص ۶۱۹۔ ۶۱۸ عمدة القاری ج ۶ ص ۳۷۴)

نماز خوف میں مسلمان ایک دوسرے کی حفاظت کریں

۳۔ بَابُ يَحْرُسُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فِي صَلَاةِ الْخَوْفِ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نماز خوف میں نمازی ایک دوسرے کی حفاظت کریں۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حیوة بن شریح نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن حرب نے حدیث بیان کی از الزبیدی از الزہری از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ از حضرت سعید بن مسعود رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے قیام کیا اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ قیام کیا آپ نے تکبیر پڑھی اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ تکبیر پڑھی آپ نے رکوع کیا اور بعض لوگوں نے پھر آپ کے ساتھ رکوع کیا پھر آپ نے سجدہ کیا اور ان لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ سجدہ کیا پھر آپ دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوئے تو جن لوگوں نے آپ کے ساتھ سجدہ کیا تھا وہ بھی کھڑے ہو گئے اور انہوں نے اپنے بھائیوں کی حفاظت کی اور دوسری جماعت آئی پس انہوں نے آپ کے ساتھ رکوع کیا اور سجدہ کیا۔ تمام اس نماز میں ایک دوسرے کی حفاظت بھی کر رہے تھے۔

۹۴۴۔ حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شَرِيحٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ، عَنِ الزُّبَيْدِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنِ سَعِيدِ بْنِ سَعْدٍ، عَنِ سَعِيدِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ، فَكَبَّرُوا وَكَبَّرُوا مَعَهُ، وَرَكَعَ وَرَكَعَ مَعَهُ، ثُمَّ سَجَدُوا وَسَجَدُوا مَعَهُ، ثُمَّ قَامَ لِلثَّانِيَةِ، فَقَامَ الَّذِينَ سَجَدُوا وَحَرَسُوا إِخْوَانَهُمْ، وَأَتَتِ الطَّائِفَةُ الْآخَرَى، فَكَرَعُوا وَسَجَدُوا مَعَهُ، وَالنَّاسُ كُلُّهُمْ فِي صَلَاةٍ، وَلَكِنْ يَحْرُسُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا.

(سنن نسائی: ۱۵۳۳)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) حیوة بن شریح ابوالعباس الحمصی الحضرمی یہ ۲۲۴ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) محمد بن حرب الخولانی الحمصی یہ ۱۹۲ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) محمد بن الولید الزبیدی ابو الہذیل الشامی الحمصی (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) عبید اللہ بن عبد اللہ ابن مسعود الہذلی ابو عبد اللہ المدنی الفقیہ یہ ۹۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۶) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۳۷۵)

فقہاء مالکیہ اور فقہاء حنفیہ کا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث مذکور پر عمل نہ کرنا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث اس صورت پر محمول ہے جب دشمن مسلمانوں کے قبلہ کی جانب ہو اس وقت آپ کے

پچھے نمازیوں کی دو صفیں بنائی گئیں، پس جو صف آپ کے قریب تھی آپ نے اس کے ساتھ رکوع اور سجدہ کیا اور دوسری صف نے کھڑے ہو کر ان کی حفاظت کی، پس جب آپ سجدہ کر کے دوسری رکعت کی طرف کھڑے ہوئے تو دوسری صف آگے بڑھ گئی اور پہلی صف پیچھے چلی گئی، پھر نبی ﷺ نے رکوع کیا اور سجدہ کیا اور دوسری صف ان کی حفاظت کر رہی تھی اور وہ سب نماز میں تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے مقام ذی قرد میں ان کو نماز خوف پڑھائی اور مشرکین ان کے اور قبلہ کے درمیان تھے اور اس کی مثل حضرت ابو عیاش الخرقی اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے بھی نبی ﷺ سے روایت کی ہے اور یہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی کہا ہے کہ جب دشمن قبلہ کی جانب ہو تو اس طریقہ سے نماز پڑھی جائے، یہ ابن ابی لیلیٰ کا مذہب ہے اور ابن القصار نے امام شافعی سے اس کی مثل روایت کی ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ امام ابو یوسف کا یہ مذہب ہے کہ جب دشمن قبلہ کی جانب ہو تو اس طرح نماز پڑھی جائے جس طرح حضرت ابن عباس نے کہا ہے اور جب وہ غیر قبلہ کی جانب ہو تو اس طرح نماز پڑھی جائے جس طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے، انہوں نے کہا: اس طرح احادیث میں تطبیق ہو جائے گی اور یہ طریقہ قرآن مجید کی اس آیت کے خلاف نہیں ہے: اور چاہیے کہ دوسری جماعت آئے جس نے آپ کے ساتھ نماز نہیں پڑھی اور وہ آپ کے ساتھ نماز پڑھے۔ (النساء: ۱۰۲) کیونکہ یہ آیت اس صورت پر محمول ہے جب دشمن غیر قبلہ کی جانب ہو، پھر اس کے بعد آپ پر یہ وحی نازل کی گئی کہ جب دشمن قبلہ کی جانب ہو تو اس طرح نماز پڑھی جائے سو آپ نے دونوں طریقوں پر عمل کیا جیسا کہ اس آیت میں ہے اور حضرت ابن عمر کی حدیثوں میں ہے۔

امام مالک اور امام ابو حنیفہ نے اس حدیث پر عمل کرنے کو ترک کیا ہے کیونکہ یہ آیت کتاب اللہ کے اس قول کے خلاف ہے: اور چاہیے کہ دوسری جماعت آئے جس نے نماز نہ پڑھی ہو، پس وہ آپ کے ساتھ نماز پڑھے (النساء: ۱۰۲) اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ دوسری جماعت نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی تھی اسی نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی اور قرآن مجید میں یہ ذکر ہے کہ دوسری جماعت جس نے آپ کے ساتھ نماز نہیں پڑھی وہ آپ کے ساتھ نماز پڑھے اور اس کے مطابق وہ حدیث ہے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے۔ اشہب اور صحابہ مانگتے ہیں: یہ صورت اس نماز خوف نہ پڑھے بلکہ اس کے مشابہ نماز پڑھے۔

(شرح ابن بطلال ج ۲ ص ۶۲۰-۶۱۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد یعنی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے اس حدیث کی شرح میں علامہ ابن بطلال مالکی کی عبارت کو من و عن ذکر فرمایا ہے۔ (رد المحتار ج ۶ ص ۶۷۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

حضرت ابن عباس کی اس حدیث مذکورہ تحقیق

حافظ ابو الفرج عبد الرحمن بن شہاب الدین ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

امام احمد بن شعیب النسائی متوفی ۳۰۳ھ نے اس حدیث کو اس متن کے ساتھ روایت کیا ہے:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے قیام کیا اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ قیام کیا، آپ نے تکبیر پڑھی اور لوگوں نے بھی تکبیر پڑھی، آپ نے رکوع کیا اور ان لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ رکوع کیا، پھر آپ نے سجدہ کیا اور بعض لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ سجدہ کیا، پھر آپ دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوئے، پس جن لوگوں نے سجدہ کیا تھا وہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے اپنے بھائیوں کی حفاظت کی اور دوسری وہ جماعت آئی جس نے آپ کے ساتھ رکوع اور سجدہ کیا تھا اور تمام لوگ نماز میں تھے لیکن ایک دوسرے کی حفاظت کر رہے تھے۔ (سنن نسائی: ۱۵۳۳)

امام دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ اور امام بیہقی متوفی ۴۵۰ھ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اس میں یہ ذکر ہے کہ دونوں جماعتوں نے آپ کے ساتھ رکوع کیا اور زبیدی کی روایت اس پر دلالت کرتی ہے کہ بعض نے آپ کے ساتھ رکوع کیا اور بعض نے رکوع نہیں کیا۔ (سنن دارقطنی ج ۲ ص ۵۹-۵۸، سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۵۸)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اس کا متن اس طرح ہے:

رسول اللہ ﷺ نے مقام ذی قرد میں بنو سلیم کی زمین میں نماز خوف پڑھی اور آپ کے پیچھے لوگوں نے دو صفیں بنائیں، ایک صف دشمن کے سامنے تھی اور ایک صف آپ کے پیچھے تھی، پس جو صف آپ کے قریب تھی آپ نے اس کو نماز پڑھائی، پھر یہ لوگ ان لوگوں کی جگہ چلے گئے اور وہ لوگ ان لوگوں کی جگہ آ گئے، پس آپ نے ان کو دوسری رکعت پڑھائی۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۲۳۲)

امام احمد کی دوسری روایت اس طرح ہے: پھر آپ نے سلام پھیر دیا، پس نبی ﷺ کے لیے دو رکعتیں ہوئیں اور ہر جماعت کے لیے ایک رکعت ہو گئی۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۳۵۷)

یہ اضافہ مدرج ہے اسی طرح امام بیہقی کی روایت میں ہے۔ (سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۶۲)

امام شافعی نے کہا ہے کہ یہ حدیث ایسی ہے کہ اہل علم اس حدیث کی مثل کو ثابت نہیں کرتے اور ہم نے اس حدیث کو اس لیے ترک کر دیا کہ دوسری احادیث اس کے خلاف مجتمع ہیں اور اس لیے کہ اس حدیث کی بعض سندیں ثابت نہیں ہیں۔

(کتاب الام ج ۱ ص ۱۹۲)

اور جب ابو بکر بن جهم اور زہری میں اختلاف ہو تو زہری کا قول مستبرک اللہ عنہ سے اور زہری نے اس حدیث کو اس لیے روایت نہیں کیا کہ اس کے متن میں اختلاف ہے اور امام احمد نے اس حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

(فتح الباری لابن رجب، ضیاء ج ۶ ص ۲۷-۲۵، دار ابن الجوزی، ریاض ۱۳۱۷ھ)

فقہاء حنبلیہ کا حضرت ابن عباس کی حدیث مذکور پر عمل کرنا

علامہ منصور بن یونس البہوتی الحنبلی متوفی ۱۰۰۰ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ سے حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ جب دشمن قبلہ کی جہت میں ہو اور اس کے حملہ کرنے کا خوف ہو تو امام ان کو اس طرح نماز پڑھائے جس طرح نبی ﷺ نے عسفان (۱۰۰۰ھ سے ۱۰۰۰ھ دور ایک شہر) میں نماز پڑھائی تھی، پھر امام اپنے پیچھے دو یا دو سے زیادہ صفیں بنائے، وہاں سے فرس رستم ہوں، امام یہ تقریر پڑھ کر رکوع پڑھیں، پھر آگے کے قریب دو صف اس کے ساتھ سجدہ کرے اور دوسری صف ان کی پشت پر آئے کہ امام دوسری رکعت پڑھیں، پھر دوسری رکعت پڑھ کر سجدہ کرے اور پہلی صف اس سے مل جائے، پھر پہلی صف پیچھے چلی جائے اور دوسری صف آگے آ جائے، پھر دوسری رکعت کا سجدہ کرنے کے بعد امام تشہد کے لیے بیٹھ جائے، پھر حفاظت کرنے والے سجدہ کریں اور امام کے ساتھ مل جائیں، پھر امام ان کے ساتھ سلام پھیر دے۔

(کشاف القناع ج ۲ ص ۱۱-۱۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۵ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک یہ حدیث ظاہر قرآن کے خلاف ہے اور ثابت نہیں اور امام احمد کے نزدیک اس حدیث کی سند صحیح ہے اور وہ اس حدیث کے موافق عمل کرتے ہیں۔

حافظ ابن حجر کا اس حدیث کی تحقیق سے گریز

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

صحیح بخاری کی اس روایت میں مذکور ہے کہ اس نماز میں ہر فریق نے ایک ایک رکعت پڑھی اور زہری کی روایت میں یہ مذکور نہیں ہے کہ آیا انہوں نے اس رکعت کے ساتھ دوسری رکعت ملا کر اس نماز کو مکمل کیا یا نہیں؟ تاہم امام نسائی کی روایت میں مذکور ہے: ”ولم یقضوا“ انہوں نے اس نماز کو پورا نہیں کیا، اس سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول کی تائید ہوتی ہے کہ نماز خوف ایک رکعت ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس کا محمل یہ ہو کہ جب بہت شدید خوف ہو تو نماز خوف ایک رکعت پڑھی جائے اور جمہور چونکہ ایک رکعت نماز خوف کے قائل نہیں ہیں اس لیے انہوں نے ”لم یقضوا“ کا یہ معنی کیا ہے کہ انہوں نے بعد میں اس نماز کو قضاء نہیں کیا۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۳۸۶ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

حافظ عسقلانی نے اس حدیث کی شرح میں الگ مسئلہ چھیڑ دیا، انہیں اس حدیث کی شرح میں یہ لکھنا چاہیے تھا کہ آیا یہ حدیث ثابت ہے یا نہیں؟ اور امام شافعی نے اس حدیث پر عمل کیا ہے یا نہیں؟

قلعوں پر چڑھائی اور دشمن کے مقابلہ

کے وقت نماز پڑھنا

۴۔ بَابُ الصَّلَاةِ عِنْدَ مُنَاهِضَةِ

الْحُصُونِ وَلِقَاءِ الْعَدُوِّ

اس عنوان میں ”مناهضة“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: جنگ میں ہر شخص کا اپنے مخالف کے سامنے کھڑا ہونا اور ”الحصون“ کا لفظ ہے ”الحصن“ کی جمع ہے اس کا معنی ہے ”قلعوں“، ”لقاء العدو“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: دشمن سے مقابلہ۔

راوزاعی نے کہا: اگر فتح قریب ہو اور مسلمان نماز پڑھنے پر قادر نہ ہوں، تو ہر شخص اپنے سے اپنی اپنی نماز پڑھے اور اگر وہ اشارہ پر بھی قادر نہ ہو تو نماز کو مؤخر کر دیں یہاں تک کہ جنگ ختم ہو جائے یا لوگ محنتاً مہاجریں پھر وہ دو رکعت نماز پڑھیں پس اگر وہ دوبارہ پڑھنے پر قادر نہ ہوں تو وہ ایک رکعت پڑھیں اور وہ سجدے میں پھر وہ اس پر بھی قادر نہ ہوں تو صرف تکبیر پڑھنا ان کے لیے کافی نہیں ہے پھر وہ نماز کو مؤخر کر دیں حتیٰ کہ وہ محفوظ ہو جائیں اور مکحول کا بھی یہی قول ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں فجر کی سفیہ پہلے کے تین تہ کے قلعہ جنگ کے وقت حاضر تھا جنگ بہت شدید ہو گئی پس مسلمان نماز پڑھنے پر قادر نہ ہوئے پھر ہم نے دس چڑھنے کے بعد نماز پڑھی پھر ہم نے حضرت ابو موسیٰ کے ساتھ نماز پڑھی پس ہم کو فتح حاصل ہو گئی حضرت انس نے کہا: اگر اس نماز کے بدلا میں مجھے دنیا اور مافیہا بھی مل جائے تو مجھے خوشی نہیں ہوگی۔

وَقَالَ الْأَوْزَاعِيُّ إِنَّكَ نَ تَهَيَّأُ لَفَتْحٍ وَلَمْ يَقْدِرُوا عَلَى الصَّلَاةِ صَلُّوا إِيْمَاءً كُلُّ أَحَدٍ لِنَفْسِهِ فَإِنْ لَمْ يَقْدِرُوا عَلَى الْإِيْمَاءِ أَخْرَوْا الصَّلَاةَ حَتَّى يَنْكَشِفَ الْقِتَالُ أَوْ يَأْمَنُوا فَعَمَلُوا رَكَعَتَيْنِ فَإِنْ لَمْ يَقْدِرُوا صَلُّوا رَكَعَةً وَسَجْدَتَيْنِ فَإِنْ لَمْ يَقْدِرُوا فَلَا يُجْزِيهِمُ التَّكْبِيرُ وَيُؤْخِرُونََهَا حَتَّى يَأْسُوا وَبِهِ قَالَ مَكْحُولٌ وَقَالَ أَنَسٌ حَضَرْتُ عِنْدَ مُنَاهِضَةِ حِصْنٍ تُسْتَرَّ عِنْدَ إِصْنَاءَةِ الْفَجْرِ وَاشْتَدَّ اشْتِعَالُ النَّارِ فَلَمْ يَقْدِرُوا عَلَى الصَّلَاةِ مِنْهُمْ نَصَلِ إِلَّا بَعْدَ أَرْبَعِ سَاعٍ سَلَّ سَاعَةً مَوْسَى فَفُتِحَ لَنَا وَقَالَ أَنَسٌ وَمَا يَسُرُّنِي بِتِلْكَ الصَّلَاةِ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا.

اس تعلق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

قنادہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ تشریف کے موقع پر حاضر تھا اس دن میں صبح کی نماز اس وقت پڑھ سکا جب آدھا دن گزر چکا تھا اور اس نماز کے بدلا میں مجھے تمام دنیا بھی مل جاتی تو مجھے اس سے

خوشی نہ ہوتی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۵۱۳، مجلس علمی بیروت ۱۴۲۷ھ، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۸۴۲، دار الکتب العلمیہ بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۲۹، کراچی)

۹۴۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ عَلِيٍّ بْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ جَاءَ عُمَرُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ فَجَعَلَ يَسُبُّ كُفَّارَ قُرَيْشٍ وَيَقُولُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا صَلَّيْتُ الْعَصْرَ حَتَّى كَاذَبَ الشَّمْسُ أَنْ تَغِيبَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا وَاللَّهِ مَا صَلَّيْتُهَا بَعْدُ. قَالَ فَنَزَلَ إِلَى بَطْحَانَ فَنَوَّضًا وَصَلَّى الْعَصْرَ بَعْدَ مَا غَابَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ بَعْدَهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی از علی بن المبارک از یحییٰ بن ابی کثیر از ابی سلمہ از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ خندق کے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے، پس وہ کفار قریش کی مذمت کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے: یا رسول اللہ! میں نے ابھی تک عصر کی نماز نہیں پڑھی ہے، حتیٰ کہ سورج غروب ہونے لگا ہے، پس نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے بھی ابھی تک عصر کی نماز نہیں پڑھی، پھر آپ مدینہ کی ایک وادی میں پہنچے، پس آپ نے وضوء کیا اور سورج کے غروب ہونے کے بعد عصر کی نماز پڑھائی، پھر اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھائی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری، ۱/۹۶، میں زر زنجی ہے۔

جنگ خندق کے دن نماز قضاء ہونے کا سبب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

قلعہ پر حملہ کے وقت اور دشمن سے مقابلہ کے وقت نماز پڑھنا، یہ وہ نماز ہے جو حملہ آوروں سے لڑائی کے دوران پڑھی جاتی ہے، اس کو "صلوة المسایفة" کہتے ہیں، اس کا باب سورة الخوف میں مذکور ہے اور باب میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث اور اعلیٰ اور مکحول کی حجت ہے کہ جو شخص اشاروں سے بھی نماز پڑھنے پر قادر نہ ہو وہ نماز کو ترک کر دے حتیٰ کہ وہ کامل نماز پڑھے اور صرف "سبحان اللہ" پڑھنا یا "لا الہ الا اللہ" پڑھنا اس نماز کا بدل نہیں ہوگا کیونکہ نبی ﷺ نے جنگ خندق کے دن نماز کو مؤخر کر دیا تھا اور یہ نماز خوف کے نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے، اس سے یہ استدلال بھی کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس نماز کو مؤخر کرنے پر ملامت نہیں کی، کیا اب جنگ میں مشنوں سے اسی طرح اس سے زیادہ بہت کا سرہ ہو، ہر بھی نماز کو مؤخر کرنا بہتر ہے، مگر یہ ضعیف استدلال ہے، یہ نماز خوف پڑھنے کا طریقہ جنگ خندق کے بعد نازل ہوا تھا۔

رہا امام اوزاعی کا یہ قول کہ اگر وہ دو رکعت نماز پڑھنے پر قادر نہ ہو تو وہ ایک رُوء اور دو سجدے کر لیں، اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول کہ نماز خوف ایک رکعت ہے، سو یہ قرآن مجید کے خلاف ہے۔

النساء: ۱۰۲ میں یہ بیان ہے کہ آپ حالت جنگ میں نماز کے لیے کھڑے ہوں تو مسلمانوں کی ایک جماعت آپ کے ساتھ نماز پڑھے اور یہ لوگ اپنے ہتھیاروں سے مسلح رہیں اور جب وہ سجدہ کر لیں تو پیچھے چلے جائیں اور مسلمانوں کی دوسری جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی تھی وہ آکر آپ کے ساتھ (دوسری رکعت) پڑھے۔

اس آیت میں یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ نے دو رکعت نماز خوف پڑھائی ہے، اور یہ کہنا کہ نماز خوف ایک رکعت ہے اس آیت کے بھی خلاف ہے اور نبی ﷺ کی سنت کے بھی خلاف ہے۔

جہاں تک تکبیر پڑھنے کا تعلق ہے تو مجاہد سے روایت ہے کہ ”صلوۃ المسایفۃ“ (تکواروں سے لڑائی کے دوران نماز) ایک تکبیر ہے اور سعید بن جبیر اور ابو عبد الرحمن نے کہا: ”صلوۃ المسایفۃ“، تہلیل، تسبیح، تحمید اور تکبیر ہے اور علامہ ابن المنذر نے امام اسحاق سے روایت کیا ہے کہ تمہارے لیے ایک رکعت کافی ہے اور اگر وہ بھی نہ ہو سکے تو ایک سجدہ کافی ہے اور اگر وہ بھی نہ ہو سکے تو ایک تکبیر کافی ہے کیونکہ وہ بھی اللہ کا ذکر ہے اور حسن بن حقی نے کہا: ہر رکعت کی جگہ ایک تکبیر پڑھ لے۔

اور رہے شہر کے ائمہ فتویٰ تو ان کے نزدیک تکبیر رکوع اور سجود کا بدل نہیں ہے، کیونکہ تکبیر کو رکوع اور سجود نہیں کہا جاتا اور رکوع اور سجود کا بدل صرف اشارہ ہے جو خشوع سے کیا جائے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جو کہا ہے کہ وہ نماز پر قادر نہیں ہوئے اس کا معنی یہ ہے کہ قتال کی شدت کی وجہ سے ان کو وضوء کرنے کا موقع نہیں ملا اس لیے پانی کے حصول تک نماز کو مؤخر کر دیا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی ﷺ نے جنگ خندق کے دن نماز کو مؤخر کیا تھا اس کی بھی یہی وجہ ہو سکتی کہ سورج غروب ہو گیا اور آپ کو پانی نہیں حاصل ہو سکا۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۶۲۱-۶۲۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۳ھ)

حافظ عینی اور حافظ ابن حجر کا مناقشہ اور حالت نماز میں قتال کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی خفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جنگ خندق کے دن نبی ﷺ نے فرمایا: تاخیر ہی اعلیٰ ہے۔ نے کہا کہ آپ بول گئے تھے یا آپ نے عداوتِ خیر کی تھی اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ قتال میں مشغول تھے یا آپ کے لیے فتنہ برپا تھا یا یہ آپ کو ان کے نزول سے پہلے کا واقعہ تھا۔

(فتح الباری لابن حجر ج ۲ ص ۴۸۷ دار المعرفۃ بیروت)

علامہ بدرالدین عینی، حافظ ابن حجر عسقلانی کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس مقام پر ادب سے گفتگو کرنی چاہیے جیسا کہ امام ربیعؒ نے فرمایا ہے کہ نبی ﷺ نے جنگ خندق کے دن نماز اس لیے نہیں پڑھی تھی کہ آپ قتال کر رہے تھے پس قتال عمل ہے اور نماز نیز عمل نہ ہوتا۔ یہ بھی ہوتا ہے کہ آپ نے اس لیے نماز نہ پڑھی ہو کہ اس وقت تک سوار ہونے کی حالت میں قتال کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا اور رہا حالت نماز میں قتال کرنا تو ہمارے نزدیک اس سے نماز باطل ہو جاتی ہے اور امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک حالت نماز میں قتال کرنے سے نماز باطل نہیں ہوتی۔

(عمدة القاری ج ۶ ص ۳۷۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ)

٥ - بَابُ مَعْلُومَاتٍ طَائِفَةٍ وَالْمَسْئُورِ

رَاكِبًا وَّإِيمَاءَ

مسلمان دشمن کا پیچھا کر رہے ہیں یا دشمن مسلمانوں

کاتعاقب کر رہا ہو تو نماز خوف سواری پر

اور پیادہ پڑھی جائے

وَقَالَ الْوَلِيدُ ذَكَرْتُ لِلْأَوَزَاعِيِّ صَلَوةَ
شُرَحْبِيلِ بْنِ السَّمِطِ وَأَصْحَابِهِ عَلَى ظَهْرِ الدَّابَّةِ
فَقَالَ كَذَلِكَ الْأَمْرُ عِنْدَنَا إِذَا تَخَوَّفَ الْقَوْتُ.
وَاحْتَجَّ الْوَلِيدُ بِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا

ولید نے کہا: میں نے اوزاعی سے ذکر کیا کہ شرجیل بن السمطہ اور ان کے اصحاب نے سواری کی پشت پر نماز پڑھی انہوں نے کہا: ہمارے نزدیک جب نماز کے قضاء ہونے کا خوف ہو تو اسی طرح حکم ہے اور ولید نے نبی ﷺ کی اس حدیث سے استدلال

يُصَلِّيْنَ اَحَدُ الْعَصْرِ اِلَّا فِي بَنِي قُرَيْظَةَ.

کیا: کوئی شخص بنو قریظہ میں پہنچے بغیر عصر کی نماز نہ پڑھے۔

ولید بن مسلم نے دلالت النص سے استدلال کیا تھا کہ جن صحابہ نے نماز کو مؤخر کر دیا تھا حتیٰ کہ وہ بنو قریظہ میں پہنچ گئے تو نبی ﷺ نے ان کو ملامت نہیں کی، حالانکہ نماز کا وقت نکل چکا تھا تو جن لوگوں نے نماز کا وقت نکلنے سے پہلے نماز پڑھ لی خواہ اشارے سے یا جس طرح بھی ان سے پڑھی جاسکی تو ان کی نماز تو بہ طریق اولیٰ جائز ہونی چاہیے اور شریحیل نے سواری کی پشت پر اس لیے نماز پڑھی تھی کہ ان کو قلعہ فتح کرنے کی توقع تھی، پس انہوں نے اشارہ سے نماز پڑھی، پھر قلعہ فتح کر لیا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد بن اسماء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، انہوں نے بیان کیا کہ جب نبی ﷺ غزوۃ الاحزاب سے لوٹے تو آپ نے ہم سے فرمایا: کوئی شخص بنو قریظہ میں پہنچے بغیر عصر کی نماز نہ پڑھے، پس بعض صحابہ نے راستہ میں عصر کا وقت پایا، لہذا بعض نے کہا: ہم عصر کی نماز اس وقت تک نہیں پڑھیں گے حتیٰ کہ ہم بنو قریظہ میں پہنچ جائیں اور بعض نے کہا: بلکہ ہم عصر کی نماز پڑھیں گے، آپ نے ہم سے اس پر ارشاد کیا تھا: میں نے نبی ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے ان میں سے کسی فریق کو ملامت نہیں کی۔

۹۴۶- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ أَسْمَاءَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنَا لَمَّا رَجَعَ مِنَ الْأَحْزَابِ لَا يُصَلِّيَنَّ أَحَدُ الْعَصْرِ إِلَّا فِي بَنِي قُرَيْظَةَ. فَأَذْرَكَ بَعْضُهُمُ الْعَصْرَ فِي الطَّرِيقِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا نُصَلِّي حَتَّى نَأْتِيَهَا وَقَالَ بَعْضُهُمْ بَلْ نُصَلِّي لَمْ يُوْذِ مِنَّا ذَلِكَ، فَذَكَرَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُعَيِّفْ وَاحِدًا مِنْهُمْ.

[طرف الحدیث: ۳۱۱۹] (صحیح مسلم: ۱۷۷۷، المزمع المسلسل: ۳۵۲۱) جامع السانید لابن جوزی: ۳۵۳۱، مکتبۃ الرشیدیہ، ۱۴۲۷ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن محمد بن اسماء بن عبید غزوۃ احزاب میں بصریہ کے بھیجے گئے یہ ۲۳۱ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) جویریہ بن اسماء ان کی کنیت ابوخرق البصری تھی (۳) نافع بن عمر (۴) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۳۸۱)

بنو قریظہ کی طرف روانگی کا پس منظر اور پیش منظر

اس حدیث میں ”الاحزاب“ کا ذکر ہے اس سے مراد یہ خندق ہے یہ غزوہ شوال ۵ھ میں ہوا تھا، اس وقت میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاحزاب میں نازل فرمائی کہ: اے محمد! کہ اس غزوہ میں مدینہ کی طرف سے خندق کا بنائی گئی تھی اور اس کو غزوۃ الاحزاب کہا گیا ہے۔ اب اس لیے کہ یہ امام قبیلہ بنی نضیر کے ساتھ ملا کر تین ہزار نفر کے ساتھ مدینہ پہنچے یا تھا۔ امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ جب نبی ﷺ غزوۃ خندق سے فارغ ہو کر مدینہ کی طرف لوٹے تو مسلمانوں نے اپنے ہتھیار اتار دیئے، پھر ظہر کے وقت حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے پاس آئے اور کہا: فرشتوں نے ابھی ہتھیار نہیں رکھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ بنو قریظہ کی طرف روانہ ہوں، میں بھی اسی طرف جا رہا ہوں، پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو یہ اعلان کرنے کا حکم دیا کہ جو مسلمان حکم سننے والا اور اس کی اطاعت کرنے والا ہے وہ بنو قریظہ میں پہنچ کر نماز پڑھے، امام محمد بن سعد نے کہا: پھر آپ تین ہزار صحابہ کے ساتھ بنو قریظہ کی طرف روانہ ہوئے یہ ۲۱ھ ذوالقعدہ بدھ کے دن کا واقعہ ہے۔

(عمدة القاری ج ۶ ص ۳۸۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

فقہاء کا اس میں اختلاف کہ آیا تعاقب کرنے والے کا سواری پر اشارہ سے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جب کوئی کافر مسلمان کا تعاقب کر رہا ہو تو اس مسلمان کا سواری پر نماز پڑھنا فقہاء کے نزدیک جائز ہے لیکن اگر مسلمان کافر کا تعاقب کر رہا ہو تو اس کے سواری پر نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ تعاقب کرنے والا سواری پر نماز نہ پڑھے۔ یہ عطاء حسن بصری اور ثوری کا قول ہے امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے امام شافعی نے ایک صورت کا استثناء کیا ہے کہ تعاقب کرنے والا اپنے اصحاب سے منقطع ہو جائے اور اس کو اب یہ خطرہ ہو کہ جن کفار کا وہ تعاقب کر رہا ہے اب وہ پلٹ کر اس پر حملہ کر دیں گے تو اس صورت میں وہ سواری پر اشارہ سے نماز پڑھ سکتا ہے۔

ابن حبیب نے ابن عبدالحکم سے روایت کیا ہے کہ تعاقب کرنے والے کا سواری پر نماز پڑھنے کی بہ نسبت زمین پر نماز پڑھنا اولیٰ ہے اور ابن حبیب کا دوسرا قول یہ ہے کہ اس کے لیے سواری سے نہ اترنا اور اشارہ سے نماز پڑھنا جائز ہے کیونکہ اس کے ساتھ دشمن ہے اور اس کو امن کی حقیقت حاصل نہیں ہے یہی امام مالک کا قول ہے اور اوزاعی اور شریحیل کا مذہب ہے۔

ولید بن مسلم نے بنو قریظہ کے قصہ سے یہ استدلال کیا ہے کہ تعاقب کرنے والے کا سواری پر نماز پڑھنا جائز ہے پس اگر کسی روایت میں یہ مل جائے کہ جن صحابہ نے راستہ میں نماز پڑھی انہوں نے سواری پر نماز پڑھی تھی تو یہ استدلال بہت واضح ہے اور اگر یہ نہ ملے تو جب نبی ﷺ نے انہیں یہ حکم دیا تھا کہ وہ عصر کی نماز کو بنو قریظہ پہنچنے تک نہ پڑھیں حالانکہ نبی ﷺ کو وحی سے معلوم ہو چکا تھا کہ وہ غروب آفتاب کے بعد بنو قریظہ میں پہنچیں گے اور ان کے لیے عشاء کا وقت فرض ہے تو ولید بن مسلم نے یہ استدلال کیا کہ جن صحابہ نے بنو قریظہ میں نماز پڑھی جب ان کے لیے عصر کے وقت کو ترک کرنا جائز تھا حالانکہ وہ فرض ہے اور نبی ﷺ نے اس فرض کے ترک کرنے پر ان کو ملامت نہیں کی تو اسی طرح تعاقب کرنے والے کے لیے جائز ہے کہ وہ نماز کے وقت میں سواری پر اشارے سے نماز پڑھے اور رکوع اور سجود جن میں ۱۱ رکعات ہیں دے دے بنو قریظہ میں نماز پڑھنے والے صحابہ نے وقت کو ترک کر دیا تھا حالانکہ وقت پر نماز پڑھنا بھی فرض ہے اور یہ خوف کے نازل ہونے سے پہلے کا تھا۔

(شرح ابن بطل ج ۲ ص ۶۲۳-۶۲۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

نماز میں اتنی تاخیر کرنا کہ نماز کا وقت نکل جائے یہ کفر نہیں

بعض علماء نے کہا ہے کہ کوئی مسلمان اگر اتنی تاخیر کر دے کہ نماز کا وقت نکل جائے تو یہ کفر ہے حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے یہ قول نہیں کیا ہے کہ جب نبی ﷺ نے صحابہ کو یہ حکم دیا کہ وہ بنی قریظہ میں پہنچ کر عصر پڑھیں تو آپ کو وحی کے ذریعہ یہ معلوم ہو چکا تھا کہ جب وہ بنی قریظہ پہنچیں گے تو عصر کا وقت نکل چکا ہوگا تو گویا آپ نے ان کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ عصر کا وقت نکلنے کے بعد عصر کی نماز پڑھیں پس کسی نماز کا وقت نکلنے کے بعد اس نماز کو پڑھنا کفر کیسے ہو سکتا ہے۔

حدیث کے ظاہر الفاظ اور اس کے مفہوم اور منشاء پر عمل کرنا ہر دو طریقے صحیح ہیں

بعض صحابہ نے عصر کا وقت آنے سے پہلے راستہ میں عصر کی نماز پڑھی لی تھی ان کی رائے یہ تھی کہ اس ارشاد سے نبی ﷺ کا منشاء یہ تھا کہ بنو قریظہ میں جلدی پہنچو آپ کا یہ منشاء نہیں تھا کہ بنو قریظہ میں ہی عصر پڑھنا خواہ نماز قضاء ہو جائے سوائے انہوں نے اس حدیث کے منشاء اور مفہوم پر عمل کیا اور دوسرے صحابہ نے حدیث کے ظاہر الفاظ پر عمل کیا کہ نماز عصر بہر حال بنو قریظہ میں پہنچ کر پڑھنی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے کسی فریق کو ملامت نہیں کی اس سے معلوم ہوا کہ اجتہاد میں وسعت ہے قرآن اور حدیث کے ظاہر الفاظ

پر عمل کرنا بھی صحیح ہے اور قرآن اور حدیث کے معنی اور مفہوم اور منشاء پر عمل کرنا بھی صحیح ہے۔

اور اس حدیث میں اجتہاد کی بھی اصل اور دلیل ہے۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیثوں میں تطبیق

یہ حدیث صحیح مسلم میں ان الفاظ کے ساتھ ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۃ الاحزاب سے لوٹنے کے بعد فرمایا: تم میں سے کوئی شخص بنو قریظہ میں پہنچے بغیر ظہر کی نماز نہ پڑھے پس بعض صحابہ کو نماز کا وقت نکلنے کا خوف ہوا تو انہوں نے بنو قریظہ پہنچنے سے پہلے نماز پڑھ لی اور دوسرے صحابہ نے کہا: ہم وہیں نماز پڑھیں گے جہاں ہم کو رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے خواہ نماز کا وقت فوت ہو جائے حضرت ابن عمر نے کہا: پس رسول اللہ ﷺ نے دونوں فریقوں میں سے کسی ایک کو بھی ملامت نہیں کی۔

(صحیح مسلم: ۱۷۷۰، المرقاۃ المسلسلہ: ۴۵۲۱)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ فرماتے ہیں:

اس حدیث میں ظہر کی نماز کا ذکر ہے اور صحیح البخاری: ۹۴۶ میں عصر کی نماز کا ذکر ہے ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ یہ واقعہ ظہر کی نماز کا وقت داخل ہونے کے بعد پیش آیا ہے بعض صحابہ نے مدینہ میں ظہر کی نماز پڑھ لی تھی اور بعض نے ظہر کی نماز نہیں پڑھی تھی پس جنہوں نے ظہر کی نماز نہیں پڑھی ان سے آپ نے فرمایا: تم بنو قریظہ میں پہنچنے کی نماز پڑھنا اور جنہوں نے ظہر کی نماز پڑھ لی تھی ان سے آپ نے فرمایا: تم بنو قریظہ میں پہنچنے کی نماز پڑھنا۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۸ ص ۳۸۹۵، مکتبہ زار مصطفیٰ، مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

۶۔ بَابُ التَّكْبِيرِ وَالْفَلَسِ بِالصُّبْحِ

وَالصَّلَاةُ عِنْدَ الْإِغَارَةِ وَالْحَرْبِ

۹۴۷۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَادٌ عَنْ عَبْدِ

الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ وَثَابِتِ بْنِ أَبِي أَنَسٍ بْنِ

مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى

الصُّبْحَ بِفَلَسٍ ثُمَّ رَجَبَ فَقَالَ اللَّهُ أَكْبَرُ خَرِبَتْ

خَيْبَرُ، إِنَّا إِذَا أَنْزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ لَسَاءَ صَبَاحُ

الْمُنْذَرِينَ. فَخَرَجُوا يَسْعَوْنَ فِي السَّكَلِ وَيَقُولُونَ

مُحَمَّدٌ وَالْخَمِيسُ. قَالَ وَالْخَمِيسُ الْجَيْشُ، فَظَهَرَ

عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَتَلَ

الْمُقَابِلَةَ وَسَبَى الدَّرَارِي، فَصَارَتْ صَفِيَّةُ لِدَجِيَّةَ

الْكَلْبِيِّ، وَصَارَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ثُمَّ تَزَوَّجَهَا، وَجَعَلَ صَدَاقَهَا عِنَقَهَا، فَقَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ

حملہ کے وقت درجنگ میں اللہ اکبر کا نعرہ لگانا

اور صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از عبدالعزیز

بن صہیب و ثابت بنانی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما وہ بیان

کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اندھیرے میں صبح کی نماز

پڑھی پھر آپ سوار ہوئے اور آپ نے نعرہ لگایا: اللہ اکبر خیبر کی

خرابی آگئی ہم جب کسی قوم کے صحن میں پہنچتے ہیں تو جن لوگوں کو

ڈرایا گیا ہے ان کی صبح کو بُری حالت ہوتی ہے پھر خیبر کے لوگ

گلیوں میں دوڑتے ہوئے نکلتے وہ کہہ رہے تھے: (سیدنا) محمد

(ﷺ) اور "خمیس" اور "خمیس" کا معنی لشکر ہے پھر

رسول اللہ ﷺ ان پر غالب آ گئے آپ نے لڑنے والوں کو قتل

کر دیا اور (عورتوں اور) بچوں کو قید کر لیا حضرت وحیہ کلبی نے

لِشَابِتٍ يَا أَبَا مُحَمَّدٍ، أَنْتَ سَأَلْتَ أَنَسًا مَا أَمَّهَرَهَا؟
قَالَ أَمَّهَرَهَا نَفْسُهَا، فَتَبَسَّمَ.

حضرت صفیہ کو لے لیا پھر رسول اللہ ﷺ نے ان سے حضرت
صفیہ کو لے لیا پھر ان سے نکاح کر لیا اور انہیں آزاد کرنے کو ان کا
مہر قرار دے دیا پس عبدالعزیز نے ثابت ہے کہا: اے محمد! کیا
آپ نے حضرت انس سے سوال کیا تھا کہ ان کا مہر کیا تھا؟ انہوں
نے کہا: ان کا مہر خود ان کا نفس تھا پھر وہ مسکرائے۔

اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ۱۷۳ میں گزر چکی ہے۔

یہاں پر نماز خوف کا بیان ختم ہو گیا اور اب ان شاء اللہ عیدین کا بیان شروع ہوگا۔





نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

۱۳ - کتاب العیدین

عیدین کا بیان

عیدین سے مراد ہے: عید الفطر اور عید الاضحیٰ، عید کا معنی ہے: لوٹنا اس کو عید نیک شگون کے لیے کہا جاتا ہے یعنی یہ دن ہماری زندگی میں بار بار لوٹ کر آئے۔

عیدین اور ان دنوں میں زینت کو اختیار کرنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبد اللہ نے خبر دی کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حضرت عمرؓ نے ایک موٹا ریشمی جہہ لیا جو بازار میں بک رہا تھا، ان کو لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا: رسول اللہ! اس کو خرید لیجئے اور عید کے دن اور جب کوئی وفد ملنے کے لیے آئے تو اس کو زینت کے لیے پہن لیں، تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: یہ لباس تو ان لوگوں کا ہے جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہو، پھر جب تک اللہ نے چاہا حضرت عمرؓ ٹھہرے رہے پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف ایک ریشمی جہہ بھیجا، حضرت عمرؓ اس کو لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے پس کہا: یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا تھا: یہ ان لوگوں کا لباس ہے جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے، حالانکہ آپ نے میری طرف یہ جہہ بھیجا ہے! تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اس کو فروخت کر دو اور اس سے اپنی ضرورت کو پورا کرو۔

۱ - بَابُ فِي الْعِيدَيْنِ وَالتَّجَمُّلِ فِيهِ

۹۴۸ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ أَخَذَ عُمَرُ جُبَّةً مِنْ اسْتَبْرَقٍ تَبَاعُ فِي الشُّوْقِ، فَأَخَذَهَا فَأَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ هَذِهِ نَجَسٌ بِهِ لِلْعِيدِ وَالْوُفُودِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا هَذِهِ لِبَاسٌ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ، فَلَبِثَ عُمَرُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَلْبَسَ، ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجُبَّةٍ دِيَّةٍ جَدِيدَةٍ، فَذَلَّ بِهَا عُمَرُ فَأَتَى بِهَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَمِعَ نَسْيًا يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّكَ قُلْتَ إِنَّمَا هَذِهِ لِبَاسٌ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ؟ أَرْسَلْتَ إِلَيَّ بِهَذِهِ الْجُبَّةِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبِعْهَا، وَتَصِيبُ بِهَا حَاجَتَكَ.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۸۶ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے درج فرمایا ہے کہ اس

میں عید کا لفظ آیا ہے۔

۲۔ بَابُ الْحِرَابِ وَالذَّرَقِ يَوْمَ الْعِيدِ عید کے دن برچھیوں اور ڈھالوں سے جنگی مشق کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عید کا دن خوشی کا دن ہے اور اس دن میں ان کاموں کی اجازت ہوتی ہے جن کی دوسرے ایام میں اجازت نہیں ہوتی۔

۹۴۹۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَسَدِيُّ حَدَّثَهُ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِي جَارِيتَانِ تَغْنِيَانِ بِغِنَاءٍ بُعَاثٌ فَاصْطَجَعَ عَلَى الْفِرَاشِ وَحَوَّلَ وَجْهَهُ وَدَخَلَ أَبُو بَكْرٍ فَانْتَهَرَنِي وَقَالَ مِزْمَارَةُ الشَّيْطَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ! فَأَقْبَلَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دَعُهُمَا فَلَمَّا غَفَلَ غَمَزَتْهُمَا نَحْوُ جَاءَ

ہمیں احمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے خبر دی کہ محمد بن عبد الرحمن اسدی نے ان کو حدیث بیان کی از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے کہا: میرے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور اس وقت میرے پاس دو لڑکیاں جنگ بعاث کے قصہ کو گا رہی تھیں آپ بستر پر لیٹ گئے اور آپ نے اپنا منہ پھیر لیا اور حضرت ابو بکر آئے اور انہوں نے مجھے ڈانٹا اور کہا: نبی ﷺ کے پاس شیطان کے آلات! تب رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اے ابوبکر! ان کو رہنے دو پھر جب ان کی توجہ ہٹی تو میں نے ان لڑکیوں کو اشارہ کیا وہ چلی گئیں۔

[اطراف الحدیث: ۹۵۲-۹۸۷-۲۹۰۷-۳۵۳۰-۱-۲-۳-۴-۵-۶-۷-۸-۹-۱۰-۱۱-۱۲-۱۳-۱۴-۱۵-۱۶-۱۷-۱۸-۱۹-۲۰-۲۱-۲۲-۲۳-۲۴-۲۵-۲۶-۲۷-۲۸-۲۹-۳۰-۳۱-۳۲-۳۳-۳۴-۳۵-۳۶-۳۷-۳۸-۳۹-۴۰-۴۱-۴۲-۴۳-۴۴-۴۵-۴۶-۴۷-۴۸-۴۹-۵۰-۵۱-۵۲-۵۳-۵۴-۵۵-۵۶-۵۷-۵۸-۵۹-۶۰-۶۱-۶۲-۶۳-۶۴-۶۵-۶۶-۶۷-۶۸-۶۹-۷۰-۷۱-۷۲-۷۳-۷۴-۷۵-۷۶-۷۷-۷۸-۷۹-۸۰-۸۱-۸۲-۸۳-۸۴-۸۵-۸۶-۸۷-۸۸-۸۹-۹۰-۹۱-۹۲-۹۳-۹۴-۹۵-۹۶-۹۷-۹۸-۹۹-۱۰۰-۱۰۱-۱۰۲-۱۰۳-۱۰۴-۱۰۵-۱۰۶-۱۰۷-۱۰۸-۱۰۹-۱۱۰-۱۱۱-۱۱۲-۱۱۳-۱۱۴-۱۱۵-۱۱۶-۱۱۷-۱۱۸-۱۱۹-۱۲۰-۱۲۱-۱۲۲-۱۲۳-۱۲۴-۱۲۵-۱۲۶-۱۲۷-۱۲۸-۱۲۹-۱۳۰-۱۳۱-۱۳۲-۱۳۳-۱۳۴-۱۳۵-۱۳۶-۱۳۷-۱۳۸-۱۳۹-۱۴۰-۱۴۱-۱۴۲-۱۴۳-۱۴۴-۱۴۵-۱۴۶-۱۴۷-۱۴۸-۱۴۹-۱۵۰-۱۵۱-۱۵۲-۱۵۳-۱۵۴-۱۵۵-۱۵۶-۱۵۷-۱۵۸-۱۵۹-۱۶۰-۱۶۱-۱۶۲-۱۶۳-۱۶۴-۱۶۵-۱۶۶-۱۶۷-۱۶۸-۱۶۹-۱۷۰-۱۷۱-۱۷۲-۱۷۳-۱۷۴-۱۷۵-۱۷۶-۱۷۷-۱۷۸-۱۷۹-۱۸۰-۱۸۱-۱۸۲-۱۸۳-۱۸۴-۱۸۵-۱۸۶-۱۸۷-۱۸۸-۱۸۹-۱۹۰-۱۹۱-۱۹۲-۱۹۳-۱۹۴-۱۹۵-۱۹۶-۱۹۷-۱۹۸-۱۹۹-۲۰۰-۲۰۱-۲۰۲-۲۰۳-۲۰۴-۲۰۵-۲۰۶-۲۰۷-۲۰۸-۲۰۹-۲۱۰-۲۱۱-۲۱۲-۲۱۳-۲۱۴-۲۱۵-۲۱۶-۲۱۷-۲۱۸-۲۱۹-۲۲۰-۲۲۱-۲۲۲-۲۲۳-۲۲۴-۲۲۵-۲۲۶-۲۲۷-۲۲۸-۲۲۹-۲۳۰-۲۳۱-۲۳۲-۲۳۳-۲۳۴-۲۳۵-۲۳۶-۲۳۷-۲۳۸-۲۳۹-۲۴۰-۲۴۱-۲۴۲-۲۴۳-۲۴۴-۲۴۵-۲۴۶-۲۴۷-۲۴۸-۲۴۹-۲۵۰-۲۵۱-۲۵۲-۲۵۳-۲۵۴-۲۵۵-۲۵۶-۲۵۷-۲۵۸-۲۵۹-۲۶۰-۲۶۱-۲۶۲-۲۶۳-۲۶۴-۲۶۵-۲۶۶-۲۶۷-۲۶۸-۲۶۹-۲۷۰-۲۷۱-۲۷۲-۲۷۳-۲۷۴-۲۷۵-۲۷۶-۲۷۷-۲۷۸-۲۷۹-۲۸۰-۲۸۱-۲۸۲-۲۸۳-۲۸۴-۲۸۵-۲۸۶-۲۸۷-۲۸۸-۲۸۹-۲۹۰-۲۹۱-۲۹۲-۲۹۳-۲۹۴-۲۹۵-۲۹۶-۲۹۷-۲۹۸-۲۹۹-۳۰۰-۳۰۱-۳۰۲-۳۰۳-۳۰۴-۳۰۵-۳۰۶-۳۰۷-۳۰۸-۳۰۹-۳۱۰-۳۱۱-۳۱۲-۳۱۳-۳۱۴-۳۱۵-۳۱۶-۳۱۷-۳۱۸-۳۱۹-۳۲۰-۳۲۱-۳۲۲-۳۲۳-۳۲۴-۳۲۵-۳۲۶-۳۲۷-۳۲۸-۳۲۹-۳۳۰-۳۳۱-۳۳۲-۳۳۳-۳۳۴-۳۳۵-۳۳۶-۳۳۷-۳۳۸-۳۳۹-۳۴۰-۳۴۱-۳۴۲-۳۴۳-۳۴۴-۳۴۵-۳۴۶-۳۴۷-۳۴۸-۳۴۹-۳۵۰-۳۵۱-۳۵۲-۳۵۳-۳۵۴-۳۵۵-۳۵۶-۳۵۷-۳۵۸-۳۵۹-۳۶۰-۳۶۱-۳۶۲-۳۶۳-۳۶۴-۳۶۵-۳۶۶-۳۶۷-۳۶۸-۳۶۹-۳۷۰-۳۷۱-۳۷۲-۳۷۳-۳۷۴-۳۷۵-۳۷۶-۳۷۷-۳۷۸-۳۷۹-۳۸۰-۳۸۱-۳۸۲-۳۸۳-۳۸۴-۳۸۵-۳۸۶-۳۸۷-۳۸۸-۳۸۹-۳۹۰-۳۹۱-۳۹۲-۳۹۳-۳۹۴-۳۹۵-۳۹۶-۳۹۷-۳۹۸-۳۹۹-۴۰۰-۴۰۱-۴۰۲-۴۰۳-۴۰۴-۴۰۵-۴۰۶-۴۰۷-۴۰۸-۴۰۹-۴۱۰-۴۱۱-۴۱۲-۴۱۳-۴۱۴-۴۱۵-۴۱۶-۴۱۷-۴۱۸-۴۱۹-۴۲۰-۴۲۱-۴۲۲-۴۲۳-۴۲۴-۴۲۵-۴۲۶-۴۲۷-۴۲۸-۴۲۹-۴۳۰-۴۳۱-۴۳۲-۴۳۳-۴۳۴-۴۳۵-۴۳۶-۴۳۷-۴۳۸-۴۳۹-۴۴۰-۴۴۱-۴۴۲-۴۴۳-۴۴۴-۴۴۵-۴۴۶-۴۴۷-۴۴۸-۴۴۹-۴۵۰-۴۵۱-۴۵۲-۴۵۳-۴۵۴-۴۵۵-۴۵۶-۴۵۷-۴۵۸-۴۵۹-۴۶۰-۴۶۱-۴۶۲-۴۶۳-۴۶۴-۴۶۵-۴۶۶-۴۶۷-۴۶۸-۴۶۹-۴۷۰-۴۷۱-۴۷۲-۴۷۳-۴۷۴-۴۷۵-۴۷۶-۴۷۷-۴۷۸-۴۷۹-۴۸۰-۴۸۱-۴۸۲-۴۸۳-۴۸۴-۴۸۵-۴۸۶-۴۸۷-۴۸۸-۴۸۹-۴۹۰-۴۹۱-۴۹۲-۴۹۳-۴۹۴-۴۹۵-۴۹۶-۴۹۷-۴۹۸-۴۹۹-۵۰۰-۵۰۱-۵۰۲-۵۰۳-۵۰۴-۵۰۵-۵۰۶-۵۰۷-۵۰۸-۵۰۹-۵۱۰-۵۱۱-۵۱۲-۵۱۳-۵۱۴-۵۱۵-۵۱۶-۵۱۷-۵۱۸-۵۱۹-۵۲۰-۵۲۱-۵۲۲-۵۲۳-۵۲۴-۵۲۵-۵۲۶-۵۲۷-۵۲۸-۵۲۹-۵۳۰-۵۳۱-۵۳۲-۵۳۳-۵۳۴-۵۳۵-۵۳۶-۵۳۷-۵۳۸-۵۳۹-۵۴۰-۵۴۱-۵۴۲-۵۴۳-۵۴۴-۵۴۵-۵۴۶-۵۴۷-۵۴۸-۵۴۹-۵۵۰-۵۵۱-۵۵۲-۵۵۳-۵۵۴-۵۵۵-۵۵۶-۵۵۷-۵۵۸-۵۵۹-۵۶۰-۵۶۱-۵۶۲-۵۶۳-۵۶۴-۵۶۵-۵۶۶-۵۶۷-۵۶۸-۵۶۹-۵۷۰-۵۷۱-۵۷۲-۵۷۳-۵۷۴-۵۷۵-۵۷۶-۵۷۷-۵۷۸-۵۷۹-۵۸۰-۵۸۱-۵۸۲-۵۸۳-۵۸۴-۵۸۵-۵۸۶-۵۸۷-۵۸۸-۵۸۹-۵۹۰-۵۹۱-۵۹۲-۵۹۳-۵۹۴-۵۹۵-۵۹۶-۵۹۷-۵۹۸-۵۹۹-۶۰۰-۶۰۱-۶۰۲-۶۰۳-۶۰۴-۶۰۵-۶۰۶-۶۰۷-۶۰۸-۶۰۹-۶۱۰-۶۱۱-۶۱۲-۶۱۳-۶۱۴-۶۱۵-۶۱۶-۶۱۷-۶۱۸-۶۱۹-۶۲۰-۶۲۱-۶۲۲-۶۲۳-۶۲۴-۶۲۵-۶۲۶-۶۲۷-۶۲۸-۶۲۹-۶۳۰-۶۳۱-۶۳۲-۶۳۳-۶۳۴-۶۳۵-۶۳۶-۶۳۷-۶۳۸-۶۳۹-۶۴۰-۶۴۱-۶۴۲-۶۴۳-۶۴۴-۶۴۵-۶۴۶-۶۴۷-۶۴۸-۶۴۹-۶۵۰-۶۵۱-۶۵۲-۶۵۳-۶۵۴-۶۵۵-۶۵۶-۶۵۷-۶۵۸-۶۵۹-۶۶۰-۶۶۱-۶۶۲-۶۶۳-۶۶۴-۶۶۵-۶۶۶-۶۶۷-۶۶۸-۶۶۹-۶۷۰-۶۷۱-۶۷۲-۶۷۳-۶۷۴-۶۷۵-۶۷۶-۶۷۷-۶۷۸-۶۷۹-۶۸۰-۶۸۱-۶۸۲-۶۸۳-۶۸۴-۶۸۵-۶۸۶-۶۸۷-۶۸۸-۶۸۹-۶۹۰-۶۹۱-۶۹۲-۶۹۳-۶۹۴-۶۹۵-۶۹۶-۶۹۷-۶۹۸-۶۹۹-۷۰۰-۷۰۱-۷۰۲-۷۰۳-۷۰۴-۷۰۵-۷۰۶-۷۰۷-۷۰۸-۷۰۹-۷۱۰-۷۱۱-۷۱۲-۷۱۳-۷۱۴-۷۱۵-۷۱۶-۷۱۷-۷۱۸-۷۱۹-۷۲۰-۷۲۱-۷۲۲-۷۲۳-۷۲۴-۷۲۵-۷۲۶-۷۲۷-۷۲۸-۷۲۹-۷۳۰-۷۳۱-۷۳۲-۷۳۳-۷۳۴-۷۳۵-۷۳۶-۷۳۷-۷۳۸-۷۳۹-۷۴۰-۷۴۱-۷۴۲-۷۴۳-۷۴۴-۷۴۵-۷۴۶-۷۴۷-۷۴۸-۷۴۹-۷۵۰-۷۵۱-۷۵۲-۷۵۳-۷۵۴-۷۵۵-۷۵۶-۷۵۷-۷۵۸-۷۵۹-۷۶۰-۷۶۱-۷۶۲-۷۶۳-۷۶۴-۷۶۵-۷۶۶-۷۶۷-۷۶۸-۷۶۹-۷۷۰-۷۷۱-۷۷۲-۷۷۳-۷۷۴-۷۷۵-۷۷۶-۷۷۷-۷۷۸-۷۷۹-۷۸۰-۷۸۱-۷۸۲-۷۸۳-۷۸۴-۷۸۵-۷۸۶-۷۸۷-۷۸۸-۷۸۹-۷۹۰-۷۹۱-۷۹۲-۷۹۳-۷۹۴-۷۹۵-۷۹۶-۷۹۷-۷۹۸-۷۹۹-۸۰۰-۸۰۱-۸۰۲-۸۰۳-۸۰۴-۸۰۵-۸۰۶-۸۰۷-۸۰۸-۸۰۹-۸۱۰-۸۱۱-۸۱۲-۸۱۳-۸۱۴-۸۱۵-۸۱۶-۸۱۷-۸۱۸-۸۱۹-۸۲۰-۸۲۱-۸۲۲-۸۲۳-۸۲۴-۸۲۵-۸۲۶-۸۲۷-۸۲۸-۸۲۹-۸۳۰-۸۳۱-۸۳۲-۸۳۳-۸۳۴-۸۳۵-۸۳۶-۸۳۷-۸۳۸-۸۳۹-۸۴۰-۸۴۱-۸۴۲-۸۴۳-۸۴۴-۸۴۵-۸۴۶-۸۴۷-۸۴۸-۸۴۹-۸۵۰-۸۵۱-۸۵۲-۸۵۳-۸۵۴-۸۵۵-۸۵۶-۸۵۷-۸۵۸-۸۵۹-۸۶۰-۸۶۱-۸۶۲-۸۶۳-۸۶۴-۸۶۵-۸۶۶-۸۶۷-۸۶۸-۸۶۹-۸۷۰-۸۷۱-۸۷۲-۸۷۳-۸۷۴-۸۷۵-۸۷۶-۸۷۷-۸۷۸-۸۷۹-۸۸۰-۸۸۱-۸۸۲-۸۸۳-۸۸۴-۸۸۵-۸۸۶-۸۸۷-۸۸۸-۸۸۹-۸۹۰-۸۹۱-۸۹۲-۸۹۳-۸۹۴-۸۹۵-۸۹۶-۸۹۷-۸۹۸-۸۹۹-۹۰۰-۹۰۱-۹۰۲-۹۰۳-۹۰۴-۹۰۵-۹۰۶-۹۰۷-۹۰۸-۹۰۹-۹۱۰-۹۱۱-۹۱۲-۹۱۳-۹۱۴-۹۱۵-۹۱۶-۹۱۷-۹۱۸-۹۱۹-۹۲۰-۹۲۱-۹۲۲-۹۲۳-۹۲۴-۹۲۵-۹۲۶-۹۲۷-۹۲۸-۹۲۹-۹۳۰-۹۳۱-۹۳۲-۹۳۳-۹۳۴-۹۳۵-۹۳۶-۹۳۷-۹۳۸-۹۳۹-۹۴۰-۹۴۱-۹۴۲-۹۴۳-۹۴۴-۹۴۵-۹۴۶-۹۴۷-۹۴۸-۹۴۹-۹۵۰-۹۵۱-۹۵۲-۹۵۳-۹۵۴-۹۵۵-۹۵۶-۹۵۷-۹۵۸-۹۵۹-۹۶۰-۹۶۱-۹۶۲-۹۶۳-۹۶۴-۹۶۵-۹۶۶-۹۶۷-۹۶۸-۹۶۹-۹۷۰-۹۷۱-۹۷۲-۹۷۳-۹۷۴-۹۷۵-۹۷۶-۹۷۷-۹۷۸-۹۷۹-۹۸۰-۹۸۱-۹۸۲-۹۸۳-۹۸۴-۹۸۵-۹۸۶-۹۸۷-۹۸۸-۹۸۹-۹۹۰-۹۹۱-۹۹۲-۹۹۳-۹۹۴-۹۹۵-۹۹۶-۹۹۷-۹۹۸-۹۹۹-۱۰۰۰-۱۰۰۱-۱۰۰۲-۱۰۰۳-۱۰۰۴-۱۰۰۵-۱۰۰۶-۱۰۰۷-۱۰۰۸-۱۰۰۹-۱۰۱۰-۱۰۱۱-۱۰۱۲-۱۰۱۳-۱۰۱۴-۱۰۱۵-۱۰۱۶-۱۰۱۷-۱۰۱۸-۱۰۱۹-۱۰۲۰-۱۰۲۱-۱۰۲۲-۱۰۲۳-۱۰۲۴-۱۰۲۵-۱۰۲۶-۱۰۲۷-۱۰۲۸-۱۰۲۹-۱۰۳۰-۱۰۳۱-۱۰۳۲-۱۰۳۳-۱۰۳۴-۱۰۳۵-۱۰۳۶-۱۰۳۷-۱۰۳۸-۱۰۳۹-۱۰۴۰-۱۰۴۱-۱۰۴۲-۱۰۴۳-۱۰۴۴-۱۰۴۵-۱۰۴۶-۱۰۴۷-۱۰۴۸-۱۰۴۹-۱۰۵۰-۱۰۵۱-۱۰۵۲-۱۰۵۳-۱۰۵۴-۱۰۵۵-۱۰۵۶-۱۰۵۷-۱۰۵۸-۱۰۵۹-۱۰۶۰-۱۰۶۱-۱۰۶۲-۱۰۶۳-۱۰۶۴-۱۰۶۵-۱۰۶۶-۱۰۶۷-۱۰۶۸-۱۰۶۹-۱۰۷۰-۱۰۷۱-۱۰۷۲-۱۰۷۳-۱۰۷۴-۱۰۷۵-۱۰۷۶-۱۰۷۷-۱۰۷۸-۱۰۷۹-۱۰۸۰-۱۰۸۱-۱۰۸۲-۱۰۸۳-۱۰۸۴-۱۰۸۵-۱۰۸۶-۱۰۸۷-۱۰۸۸-۱۰۸۹-۱۰۹۰-۱۰۹۱-۱۰۹۲-۱۰۹۳-۱۰۹۴-۱۰۹۵-۱۰۹۶-۱۰۹۷-۱۰۹۸-۱۰۹۹-۱۱۰۰-۱۱۰۱-۱۱۰۲-۱۱۰۳-۱۱۰۴-۱۱۰۵-۱۱۰۶-۱۱۰۷-۱۱۰۸-۱۱۰۹-۱۱۱۰-۱۱۱۱-۱۱۱۲-۱۱۱۳-۱۱۱۴-۱۱۱۵-۱۱۱۶-۱۱۱۷-۱۱۱۸-۱۱۱۹-۱۱۲۰-۱۱۲۱-۱۱۲۲-۱۱۲۳-۱۱۲۴-۱۱۲۵-۱۱۲۶-۱۱۲۷-۱۱۲۸-۱۱۲۹-۱۱۳۰-۱۱۳۱-۱۱۳۲-۱۱۳۳-۱۱۳۴-۱۱۳۵-۱۱۳۶-۱۱۳۷-۱۱۳۸-۱۱۳۹-۱۱۴۰-۱۱۴۱-۱۱۴۲-۱۱۴۳-۱۱۴۴-۱۱۴۵-۱۱۴۶-۱۱۴۷-۱۱۴۸-۱۱۴۹-۱۱۵۰-۱۱۵۱-۱۱۵۲-۱۱۵۳-۱۱۵۴-۱۱۵۵-۱۱۵۶-۱۱۵۷-۱۱۵۸-۱۱۵۹-۱۱۶۰-۱۱۶۱-۱۱۶۲-۱۱۶۳-۱۱۶۴-۱۱۶۵-۱۱۶۶-۱۱۶۷-۱۱۶۸-۱۱۶۹-۱۱۷۰-۱۱۷۱-۱۱۷۲-۱۱۷۳-۱۱۷۴-۱۱۷۵-۱۱۷۶-۱۱۷۷-۱۱۷۸-۱۱۷۹-۱۱۸۰-۱۱۸۱-۱۱۸۲-۱۱۸۳-۱۱۸۴-۱۱۸۵-۱۱۸۶-۱۱۸۷-۱۱۸۸-۱۱۸۹-۱۱۹۰-۱۱۹۱-۱۱۹۲-۱۱۹۳-۱۱۹۴-۱۱۹۵-۱۱۹۶-۱۱۹۷-۱۱۹۸-۱۱۹۹-۱۲۰۰-۱۲۰۱-۱۲۰۲-۱۲۰۳-۱۲۰۴-۱۲۰۵-۱۲۰۶-۱۲۰۷-۱۲۰۸-۱۲۰۹-۱۲۱۰-۱۲۱۱-۱۲۱۲-۱۲۱۳-۱۲۱۴-۱۲۱۵-۱۲۱۶-۱۲۱۷-۱۲۱۸-۱۲۱۹-۱۲۲۰-۱۲۲۱-۱۲۲۲-۱۲۲۳-۱۲۲۴-۱۲۲۵-۱۲۲۶-۱۲۲۷-۱۲۲۸-۱۲۲۹-۱۲۳۰-۱۲۳۱-۱۲۳۲-۱۲۳۳-۱۲۳۴-۱۲۳۵-۱۲۳۶-۱۲۳۷-۱۲۳۸-۱۲۳۹-۱۲۴۰-۱۲۴۱-۱۲۴۲-۱۲۴۳-۱۲۴۴-۱۲۴۵-۱۲۴۶-۱۲۴۷-۱۲۴۸-۱۲۴۹-۱۲۵۰-۱۲۵۱-۱۲۵۲-۱۲۵۳-۱۲۵۴-۱۲۵۵-۱۲۵۶-۱۲۵۷-۱۲۵۸-۱۲۵۹-۱۲۶۰-۱۲۶۱-۱۲۶۲-۱۲۶۳-۱۲۶۴-۱۲۶۵-۱۲۶۶-۱۲۶۷-۱۲۶۸-۱۲۶۹-۱۲۷۰-۱۲۷۱-۱۲۷۲-۱۲۷۳-۱۲۷۴-۱۲۷۵-۱۲۷۶-۱۲۷۷-۱۲۷۸-۱۲۷۹-۱۲۸۰-۱۲۸۱-۱۲۸۲-۱۲۸۳-۱۲۸۴-۱۲۸۵-۱۲۸۶-۱۲۸۷-۱۲۸۸-۱۲۸۹-۱۲۹۰-۱۲۹۱-۱۲۹۲-۱۲۹۳-۱۲۹۴-۱۲۹۵-۱۲۹۶-۱۲۹۷-۱۲۹۸-۱۲۹۹-۱۳۰۰-۱۳۰۱-۱۳۰۲-۱۳۰۳-۱۳۰۴-۱۳۰۵-۱۳۰۶-۱۳۰۷-۱۳۰۸-۱۳۰۹-۱۳۱۰-۱۳۱۱-۱۳۱۲-۱۳۱۳-۱۳۱۴-۱۳۱۵-۱۳۱۶-۱۳۱۷-۱۳۱۸-۱۳۱۹-۱۳۲۰-۱۳۲۱-۱۳۲۲-۱۳۲۳-۱۳۲۴-۱۳۲۵-۱۳۲۶-۱۳۲۷-۱۳۲۸-۱۳۲۹-۱۳۳۰-۱۳۳۱-۱۳۳۲-۱۳۳۳-۱۳۳۴-۱۳۳۵-۱۳۳۶-۱۳۳۷-۱۳۳۸-۱۳۳۹-۱۳۴۰-۱۳۴۱-۱۳۴۲-۱۳۴۳-۱۳۴۴-۱۳۴۵-۱۳۴۶-۱۳۴۷-۱۳۴۸-۱۳۴۹-۱۳۵۰-۱۳۵۱-۱۳۵۲-۱۳۵۳-۱۳۵۴-۱۳۵۵-۱۳۵۶-۱۳۵۷-۱۳۵۸-۱۳۵۹-۱۳۶۰-۱۳۶۱-۱۳۶۲-۱۳۶۳-۱۳۶۴-۱۳۶۵-۱۳۶۶-۱۳۶۷-۱۳۶۸-۱۳۶۹-۱۳۷۰-۱۳۷۱-۱۳۷۲-۱۳۷۳-۱۳۷۴-۱۳۷۵-۱۳۷۶-۱۳۷۷-۱۳۷۸-۱۳۷۹-۱۳۸۰-۱۳۸۱-۱۳۸۲-۱۳۸۳-۱۳۸۴-۱۳۸۵-۱۳۸۶-۱۳۸۷-۱۳۸۸-۱۳۸۹-۱۳۹۰-۱۳۹۱-۱۳۹۲-۱۳۹۳-۱۳۹۴-۱۳۹۵-۱۳۹۶-۱۳۹۷-۱۳۹۸-۱۳۹۹-۱۴۰۰-۱۴۰۱-۱۴۰۲-۱۴۰۳-۱۴۰۴-۱۴۰۵-۱۴۰۶-۱۴۰۷-۱۴۰۸-۱۴۰۹-۱۴۱۰-۱۴۱۱-۱۴۱۲-۱۴۱۳-۱۴۱۴-۱۴۱۵-۱۴۱۶-۱۴۱۷-۱۴۱۸-۱۴۱۹-۱۴۲۰-۱۴۲۱-۱۴۲۲-۱۴۲۳-۱۴۲۴-۱۴۲۵-۱۴۲۶-۱۴۲۷-۱۴۲۸-۱۴۲۹-۱۴۳۰-۱۴۳۱-۱۴۳۲-۱۴۳۳-۱۴۳۴-۱۴۳۵-۱۴۳۶-۱۴۳۷-۱۴۳۸-۱۴۳۹-۱۴۴۰-۱۴۴۱-۱۴۴۲-۱۴۴۳-۱۴۴۴-۱۴۴۵-۱۴۴۶-۱۴۴۷-۱۴۴۸-۱۴۴۹-۱۴۵۰-۱۴۵۱-۱۴۵۲-۱۴۵۳-۱۴۵۴-۱۴۵۵-۱۴۵۶-۱۴۵۷-۱۴۵۸-۱۴۵۹-۱۴۶۰-۱۴۶۱-۱۴۶۲-۱۴۶۳-۱۴۶۴-۱۴۶۵-۱۴۶۶-۱۴۶۷-۱۴۶۸-۱۴۶۹-۱۴۷۰-۱۴۷۱-۱۴۷۲-۱۴۷۳-۱۴۷۴-۱۴۷۵-۱۴۷۶-۱۴۷۷-۱۴۷۸-۱۴۷۹-۱۴۸۰-۱۴۸۱-۱۴۸۲-۱۴۸۳-۱۴۸۴-۱۴۸۵-۱۴۸۶-۱۴۸۷-۱۴۸۸-۱۴۸۹-۱۴۹۰-۱۴۹۱-۱۴۹۲-۱۴۹۳-۱۴۹۴-۱۴۹۵-۱۴۹۶-۱۴۹۷-۱۴۹۸-۱۴۹۹-۱۵۰۰-۱۵۰۱-۱۵۰۲-۱۵۰۳-۱۵۰۴-۱۵۰۵-۱۵۰۶-۱۵۰۷-۱۵۰۸-۱۵۰۹-۱۵۱۰-۱۵۱۱-۱۵۱۲-۱۵۱۳-۱۵۱۴-۱۵۱۵-۱۵۱۶-۱۵۱۷-۱۵۱۸-۱۵۱۹-۱۵۲۰-۱۵۲۱-۱۵۲۲-۱۵۲۳-۱۵۲۴-۱۵۲۵-۱۵۲۶-۱۵۲۷-۱۵۲۸-۱۵۲۹-۱۵۳۰-۱

عید کا دن ہے اس قول سے رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر کو منع کرنے کی وجہ بیان فرمائی، حضرت ابوبکر نے یہ گمان کیا تھا کہ وہ لڑکیاں رسول اللہ ﷺ کی لاعلمی میں گارہی ہیں کیونکہ جب حضرت ابوبکر داخل ہوئے تو رسول اللہ ﷺ چادر اوڑھے ہوئے سو رہے تھے اور ان کے نزدیک گانے بجانے اور لہو و لعب سے ممانعت ثابت اور مقرر تھی اس لیے حضرت ابوبکر نے اس سے منع کرنے میں جلدی کی تب نبی ﷺ نے صورت حال کی وضاحت کی اور فرمایا: ہر قوم کی عید ہوتی ہے (جیسے نیروز اور مہرجان ہے) اور یہ دن ہماری عید کا دن ہے اور یہ دن شرعاً خوشی کا دن ہے سو اس دن اس طرح کے غناء پر انکار نہیں کرنا چاہیے اور یہ وہ غناء نہیں ہے جو دلوں میں بُری خواہشوں کو ابھارتا ہے (اللہ تعالیٰ کی حمد کرنا اور رسول اللہ ﷺ کی نعت پڑھنا بھی اسی میں داخل ہے اگر وہ آلات موسیقی کے بغیر ہو) اور ایک روایت میں ہے: وہ لڑکیاں پیشہ ور گانے والیاں نہیں تھیں امام نسائی نے سند صحیح کے ساتھ روایت کی ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل جاہلیت کے لیے ہر سال میں دو دن ایسے ہوتے تھے جن میں وہ کھیل کود کرتے تھے جب نبی ﷺ مدینہ میں آئے تو فرمایا: اللہ نے ان دونوں کے بدلہ میں تمہیں ان سے بہتر دن عطا فرمادیئے ہیں: یوم الفطر اور یوم الاضحیٰ۔ (سنن نسائی: ۱۵۵۲، دار الفکر بیروت) (عمدة القاری ج ۶ ص ۳۹۱-۳۸۹، ملخصاً، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

عید کے دن دف کے ساتھ غناء کے مباح ہونے پر فقہاء مالکیہ کی تصریح

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن۔ ل۔ نکات قرطب متوفی ۵۷۰ھ لکھتے ہیں۔

مہلب نے کہا ہے: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ عید کا دن احت خوشی اور دن۔ ل۔ چیزوں سے استمتاع پاکیزہ رزق اور جن حلال چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے کھانے پینے، کھیل کود،۔ ل۔ کے لیے عطا کیا ہے، حاصل کرنے کا دن ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے عید کے دن کے عذر کی وجہ سے غناء کو مباح کر دیا، اور فرمایا: اے ابوبکر! ان کو چھوڑو یہ عید کے ایام ہیں اور اہل مدینہ غناء اور لہو کے طریقہ پر۔ ل۔ ورنہ نبی ﷺ اور۔ ل۔ رت ابوبکر اس کے خلاف تھے اسی وجہ سے حضرت ابوبکر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ان گانے والی لڑکیاں پر۔ ل۔ لیا کیونکہ۔ ل۔ سے انہوں نے ان لڑکیوں کو نبی ﷺ کے سامنے گاتے ہوئے نہیں دیکھا تھا پس عید کی وجہ سے گانے کی۔ ل۔ کی۔ ل۔ اسی طرح اعلانِ نجات کی دعوت کے موقع پر۔

وہ لڑکیاں بلند آواز سے جنگ بعاث کے قصہ کو گارہی تھیں اور ہر وہ شخص جو اپنی آواز کو بلند کرے اور بار بار ایک بات کو دہرائے تو اس کی آواز اہل عرب غناء کہتے ہیں جو لوگ اس جنگ میں مارے گئے تھے وہ لڑکیاں ان کا مرثیہ پڑھ رہی تھیں،۔ ل۔ شمس سے انتقام لینے پر ابھاری تھیں، ورنہ۔ ل۔ نے۔ ل۔ دن۔ ل۔ غناء کو مباح کر دیا تھا۔

حضرت عائشہ۔ ل۔ فرمایا: وہ لڑکیاں پیچھے رہنے والی نہیں تھیں جو اپنے گانوں میں فواحش کی تشبیہ دیتی۔ ل۔

مہلب نے اس قسم کے غناء سے منع کیا ہے جو نفوس میں ہیجان پیدا کرے اور اس قسم کے غناء سے منع نہیں کیا جو اس طرح نہ ہو کیونکہ حضرت عمر بن الخطاب نے اعراب (دیہاتی اور اونٹ چرانے والوں) کے غناء کی اجازت دی ہے۔ کتاب الاستیذان کے آخر میں یہ بحث آئے گی کہ جو لہو واللہ کی اطاعت سے غافل کر دے وہ باطل ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۶۲۹-۶۲۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۳ھ)

اور عید کے دن حبشی ڈھالوں اور برچھیوں سے جنگی مشقیں

کرتے تھے پس یا تو میں نے نبی ﷺ سے سوال کیا تھا یا خود نبی

ﷺ نے فرمایا تھا: کیا تم دیکھنا چاہتی ہو میں نے عرض کیا: جی

۹۵۰۔ وَكَانَ يَوْمَ عِيدٍ يَلْعَبُ السُّودَانُ بِالذَّرَقِ

وَالْحِرَابِ، فَمَا سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

وَأَمَّا قَالَ أَتَشْتَهِيْنَ تَنْظُرِيْنَ؟ فَقُلْتُ نَعَمْ، فَأَقَامَنِي

وَرَأَى عَلَى خَدَيْهِ وَهُوَ يَقُولُ دُونَكُمْ يَا بَنِي أَرْفِدَةَ. حَتَّى إِذَا مِلْتُ قَالَ حَسْبُكَ؟ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَادْهَبِي.

ہاں! پس آپ نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کیا میرا رخسار آپ کے رخسار پر تھا اور آپ فرما رہے تھے: اے بنی ارفدہ! کھیلے رہو حتیٰ کہ جب میں اکتا گئی تو آپ نے پوچھا: یہ تمہیں کافی ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: پھر جاؤ۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۵۴ میں گزر چکی ہے۔

۳۔ بَابُ سُنَّةِ الْعِيدَيْنِ لِأَهْلِ الْإِسْلَامِ

۹۵۱۔ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي زُبَيْدٌ قَالَ سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ فَقَالَ إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبِّأُ بِهِ مِنْ يَوْمِنَا هَذَا أَنْ تُصَلِّيَ ثُمَّ تَرْجِعَ فَتُخَرَّ فَمَنْ فَعَلَ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا.

[اطراف الحدیث: ۹۵۵-۹۶۵-۹۶۸-۹۷۱-۹۸۳-۵۵۴۵]

۵۵۵۶-۵۵۵۷-۵۵۶۰-۵۵۶۳-۶۰۷۳

اہل اسلام کے لیے عیدین کی سنت

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے زبید نے خبر دی انہوں نے کہا: میں نے شعبی سے سنا از حضرت البراء رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ سے سنا آپ نے خطبہ میں فرمایا: پہلی چیز جس سے ہم اس دن کی ابتداء کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم نماز پڑھتے ہیں پھر ہم گھر لوٹ کر قربانی کرتے ہیں سو یہ طریقہ کیا ہے؟ ہمارے ہمارے سنت کو پایا۔

(سنن ابوداؤد: ۳۸۰۰ سنن ترمذی: ۱۵۰۸ سنن نسائی: ۱۵۶۹-۱۵۶۲ السنن الکبریٰ: ۱۷۶۳ شرح مشکلی المصاب: ۳۸۷۲ صحیح ابن حبان:

۵۹۰۷ طبع دارالایام ج ۴ ص ۳۳۷ سنن ابوداؤد المظاہر: ۷۴۳ سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۶۹ مسند ابویعلیٰ: ۱۶۶۲ صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۲۷ مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۲ طبع تدیم مسند احمد ج ۳ ص ۴۳۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت جامع السانید لا۔ جوزی: ۶۳۸ مشکوٰۃ: ۱۳۲۶ مسند الطحاوی: ۷۶۳)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) حجاج بن منہال سلمی الانماطی البصری (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) زبیر بن الحارث الیامی الکوفی (۴) عامر بن شراحیل الشعمی

(۵) حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۳۹۵)

عیدین کی نماز کے شرعی حکم میں مذاہب فقہاء

علامہ ابویعلیٰ بن علی بن خلف بن زبیل بن قریظہ متوفی ۲۰۰ھ لکھتے ہیں:

امام مالک نے کہا: عیدین نماز تمام اہل اسلام کے لیے ایسی سنت ہے کہ اس کو ترک نہیں لیا جائے گا اور ابن نافع نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ عید کی نماز اسی پر واجب ہے جس پر جمعہ واجب ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۶۲۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

علامہ عبدالرحمن بن شہاب الدین الدمشقی ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

نماز عید کے حکم میں فقہاء کے تین اقوال ہیں:

(۱) امام مالک، ثوری، امام شافعی، اسحاق اور امام ابو یوسف کا قول یہ ہے کہ عید کی نماز سنت مسنونہ ہے۔

(۲) امام احمد بن حنبل اور فقہاء احناف اور فقہاء شافعیہ کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ عید کی نماز فرض کفایہ ہے اگر تمام شہر والے اس کو ترک کر دیں تو وہ گناہ گار ہوں گے اور ان سے اس کے ترک پر قتال کیا جائے گا۔

(۳) امام ابوحنیفہ کا قول یہ ہے کہ عید کی نماز جمعہ کی طرح واجب ہے لیکن وہ اس کو فرض نہیں کہتے۔ امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ عید کی نماز فرض عین ہے اور مختصر المزنی میں مذکور ہے امام شافعی نے کہا: جس پر جمعہ واجب ہے اس پر عیدین میں حاضر ہونا واجب ہے اس میں یہ تصریح ہے کہ عیدین کی نماز واجب ہے۔ (فتح الباری لابن رجب ج ۶ ص ۷۶-۷۵ دار ابن الجوزی ۱۴۱۷ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد یعنی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

عید کی نماز سنت مؤکدہ ہے اور یہی امام شافعی کا قول ہے اور ان کے اصحاب میں سے الاطحری نے کہا: عید کی نماز فرض کفایہ ہے۔ امام احمد، امام مالک اور ابن ابی لیلیٰ کا بھی یہی قول ہے اور صحیح یہ ہے کہ امام مالک کا قول امام شافعی کی طرح ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک عید کی نماز واجب ہے صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ عید کی نماز ہر اس شخص پر واجب ہے جس پر جمعہ کی نماز واجب ہے۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۲۹۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری الحنفی متونی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں:

ہمارے بعض مشائخ نے یہ کہا ہے کہ اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں: ایک روایت میں یہ ہے کہ عید کی نماز واجب ہے اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ عید کی نماز سنت (مؤکدہ) ہے سنت کے قول کی وجہ یہ ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تین چیزیں مجھ پر فرض کی گئی ہیں اور وہ تمہارے لیے سنت ہیں: (۱) (۲) چاشت کی نماز (۳) اور عید کی نماز کیونکہ اگر یہ نمازیں واجب ہوتیں تو ان میں اذان اور اقامت بھی مشروع ہوتی جیسے باقی نمازوں میں ہیں اور جس روایت میں یہ مذکور ہے کہ عید کی نماز واجب ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

اور تاکہ تم اللہ کی کبریائی بیان کرو جس طرح اس نے تمہیں

وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدٰكُمْۚ (البقرہ: ۱۸۵)

ہدایت دی ہے۔

اس سے مراد نماز عید کی تکبیرات ہیں اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نماز عید کی تکبیرات پڑھنے کا حکم دیا ہے اور امر و وجوب کا تقاضا کرتا ہے اور جس حدیث سے منع ہے اس کی نزاکت سنت ہونا یہ ناکیا۔ اس میں ان کی کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ چاشت کی نماز تمام ایام میں سنت ہے اور یہ جو کہا ہے کہ اس میں اذان اور اقامت نہیں ہے اس لیے عید کی نماز سنت ہے اس پر یہ اعتراض ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک وتر کی نماز واجب ہے اور اس میں بھی اذان اور اقامت نہیں ہے اسی طرح نماز جنازہ بھی واجب ہے اور اس میں بھی اذان اور اقامت نہیں ہے۔

حاشیہ المشائخ کا مذہب یہ ہے کہ عیدین کی نماز واجب ہے الجامع الصغیر میں یہ مذکور ہے کہ عیدین کی نماز سنت ہے اس کی تاویل یہ ہے کہ اس کا وجوب سنت سے ثابت ہے نہ کہ کتاب سے علامہ سرخسی نے کتاب الصلوٰۃ کی شرح میں لکھا ہے کہ عیدین کی نماز سنت ہے کیونکہ یہ دین کے ان معالم سے ہے جن کو لینا ہدایت ہے اور ان کو ترک کرنا گم راہی ہے اور نوادر البشر میں امام ابو یوسف سے یہ منقول ہے کہ یہ سنت واجبہ ہے اس کی تاویل بھی یہی گئی ہے کہ عید کی نماز کا وجوب صرف سنت سے معلوم ہے۔

(المحیط البرہانی ج ۲ ص ۳۷۷-۳۷۶ ادارۃ القرآن کراچی ۱۳۲۳ھ)

مصنف کا موقف یہ ہے کہ عید کی نماز سنت مؤکدہ ہے کیونکہ اگر یہ واجب ہوتی تو اس کی قضاء واجب ہوتی جیسا کہ دیگر

واجبات میں ہے لیکن اس کی قضاء واجب نہیں ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے

۹۵۲۔ حَدَّثَنَا عَبِيدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو

اَسَامَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ أَبُو بَكْرٍ وَعِنْدِي جَارِيَتَانِ مِنْ جَوَارِي الْأَنْصَارِ تَغَيَّيَانِ بَعَا تَقَاوَلَتِ الْأَنْصَارُ يَوْمَ بُعَاثٍ قَالَتْ وَلَيْسَتْ بِمُغَنِّيَتَيْنِ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ أَيْمَزَ أَيْمِرُ الشَّيْطَانِ فِي بَيْتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ وَذَلِكَ فِي يَوْمٍ عِيدٍ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا بَكْرٍ إِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيدًا وَهَذَا عِيدُنَا.

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ (گھر میں) آئے اور اس وقت میرے پاس انصار کی لڑکیوں میں سے دو لڑکیاں یوم بعاث کے متعلق انصار کا بیان کردہ قصہ گا رہی تھیں حضرت عائشہ نے بتایا وہ پیشہ ور گانے والیاں نہیں تھیں پس حضرت ابو بکر نے فرمایا: کیا شیطان کے مزامیر (آلاتِ غناء) رسول اللہ ﷺ کے گھر میں ہیں اور وہ عید کا دن تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابو بکر! ہر قوم کے لیے ایک عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۹۴۹ میں گزر چکی ہے۔

آلاتِ موسیقی کے ساتھ گانا گانے کے متعلق ائمہ مذاہب اور فقہاء اسلام کی آراء

قاضی عیاض بن موسیٰ بن عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

امام مازری نے کہا ہے کہ آلاتِ موسیقی کے ساتھ گانے منع ہے۔ بوائے گا اور نیرات کے گانے میں فقہاء کا اختلاف ہے امام ابو حنیفہ نے اس سے منع کیا ہے اور امام شافعی اور امام مالک نے اس کو مکروہ کہا ہے۔ (۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نکاح اور عید کے موقع پر اور دیگر خوشی کے ایام میں دف بجانا جائز ہے جب کہ اس میں زیادہ اشتغال نہ ہو اور دف وہ ہوتا ہے جس کو صرف ایک طرف سے بجایا جاتا ہے۔ (اکمال المعتمد بغوائد مسلم ج ۳ ص ۳۰۸-۳۰۹ ملاحظہ دارالوقوف ۱۴۱۹ھ)

علامہ ابو العباس احمد بن عمر بن ابی القریظ المتوفی ۲۵۶ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: وہاں سے دور رہنے والے نہیں ہیں یعنی وہ ایسے اشعار نہیں پڑھتی تھیں جن میں عورتوں کے محاسن کا شراب کا اور دیگر محرمات کا ذکر ہوتا ہے کیونکہ وہ مذموم لہو و لعب ہیں اور ان کے حرام ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور جو اشعار ان محرمات سے خالی ہوں ان کی تلیل مقدار کو شادی عید اور دیگر خوشی کے ایام میں پڑھنا جائز ہے آج کل صوفیاء نے اشعار کو آلاتِ موسیقی کے ساتھ گانا گانے کا جواز دیا ہے۔ یہ ان کے رائے میں کوئی اتلاف نہیں ہے۔ ہم بدعت اور حرام سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔ (۲) اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عید کا دن بچنے کا دن ہے۔ (المعتمد ج ۳ ص ۵۳۴) (۳) یہود۔ ۱۴۲۰ھ

حافظ عبد الرحمن بن شہاب الدین ابن رجب حنبلی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ عرب گانے گاتے تھے اور دف بجاتے تھے لیکن ان کے گانے اشعارِ جاہلیت پر مشتمل ہوتے تھے جن میں جنگوں کا ذکر ہوتا تھا اور ان میں مرنے والوں کے مرچے ہوتے تھے اور سند ضعیف کے ساتھ حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: نکاح کا اعلان کرو اور اس کو مساجد میں منعقد کرو اور اس پر دف

بجاؤ۔ (سنن ترمذی: ۱۰۸۹، سنن نسائی: ۳۳۷۰، سنن ابن ماجہ: ۱۸۹۶، مسند احمد ج ۳ ص ۴۱۸)

پس نبی ﷺ خوشی کے ایام میں مسلمانوں کو اس قسم کے اشعار پڑھنے کی اجازت دیتے تھے جیسے عید کا دن اور نکاح کا دن ہے اور جس دن کوئی گم شدہ شخص لوٹ آئے اور دف بجانے کی اجازت بھی دیتے تھے لیکن عجمیوں نے جو آلاتِ موسیقی ایجاد کر لیے ہیں

یہ وہ غناء نہیں ہے جس کی رسول اللہ ﷺ نے اجازت دی ہے اور جن اشعار میں شراب کی اور حسین عورتوں کی تعریف ہو یہ وہ غناء ہے جس کے سننے کا صحابہ نے انکار کیا ہے حضرت ابن مسعود نے فرمایا: غناء دل میں نفاق پیدا کرتا ہے۔
اس سلسلہ میں یہ حدیث لائق توجہ ہے:

عبدالرحمن اشعری کہتے ہیں کہ مجھے ابو عامر یا ابومالک اشعری نے حدیث بیان کی اور اللہ کی قسم! انہوں نے جھوٹ نہیں کہا وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: میری امت میں کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو زنا، ریشم اور باجوں (آلات موسیقی) کو حلال قرار دیں گے اور کچھ ایسے لوگ پہاڑ کے دامن میں رہیں گے کہ جب شام کو وہ اپنے جانوروں کا ریوڑ لے کر واپس آئیں گے اور ان کے پاس کوئی فقیر اپنی حاجت لے کر آئے گا تو وہ اس سے کہیں گے: کل آنا اللہ تعالیٰ پہاڑ گرا کر ان کو ہلاک کر دے گا اور دوسرے لوگوں (شراب اور آلات موسیقی کو حلال کرنے والوں) کو مسخ کر کے قیامت تک کے لیے بندر اور خنزیر بنا دے گا۔ (صحیح البخاری: ۵۵۹۰) (فتح الباری لابن رجب ج ۶ ص ۷۹-۷۷، ملخصاً دار ابن الجوزی ریاض: ۱۳۱۷ھ)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

صوفیہ کی ایک جماعت نے اس باب کی حدیث سے غناء اور اس کے سننے کی اباحت پر استدلال کیا ہے خواہ آلات موسیقی کے ساتھ ہو یا اس کے بغیر ہو اور اس کا رد کرنے کے لیے اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ تصریح کافی ہے کہ وہ لڑکیاں پیشہ ور گانے والیاں نہیں تھیں اور حضرت عائشہ نے "نوی" اور "پیر" کی کہانیوں کا لفظی رد کیا۔ انہوں نے اثبات کیا تھا "کیونکہ غناء کا اطلاق آواز کو بلند کرنے اور ترنم سے گانے دونوں پر ہوتا ہے اور مغنی: طلائع شخص کی آواز میں زیر و بم ہوتا ہے اور وہ شوق کو ابھارتا ہے اور اس میں بے حیائی کی باتوں کی تعریف اور تصریح ہوتی ہے اس لیے بعد انہوں نے علامہ قرطبی کی عبارت نقل کر کے اس سے استدلال کیا ہے اور آخر میں لکھا ہے کہ شادی وغیرہ کے موقع پر دف بجانے کی اباحت سے یہ لازم نہیں آتا کہ موسیقی کے دیگر آلات بھی مباح ہو جائیں۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۳۵۳-۳۵۲، ملخصاً: المعرفة ج ۱ ص ۱۳۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد یعنی حنفی متوفی ۷۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ باندی سے گانا سننا جائز ہے خواہ وہ مملوک نہ ہو کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر کے سننے پر انکار نہیں کیا بلکہ حضرت ابوبکر کے انکار پر انکار کیا اور وہ باندیاں مسلسل گاتی رہیں حتیٰ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں جانے کا اشارہ کیا، لیکن یہ مخفی نہ رہا کہ جو اس وقت ہے جب فتنہ تین سو سال سے جاری ہے کہ حضرت ابوبکرؓ ترنم گاتے۔ انکار کیا کیا تم نہیں دیکھتے کہ انہوں نے شعر پڑھتے پڑھتے انہیں نے مزامیر کی شہادت پر انکار کیا ہے اور وہ یہ کہ جس میں خطرہ ہے اور فتنہ کا سد باب کرنا احسن ہے اور صرف بلند آواز سے نیک اشعار پڑھنا، غلط نہیں ہے۔

(عمدة القاری ج ۶ ص ۳۹۳، دار الکتب العلمیہ بیروت: ۱۳۲۱ھ)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی متوفی ۱۰۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے اہل سماع آلات موسیقی کے ساتھ غناء کی اباحت پر استدلال کرتے ہیں اور جو چیز انصاف سے معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نزدیک گانا اور دف بجانا ممنوع تھا اس لیے انہوں نے منع کیا کیونکہ ان کے نزدیک وہ حرام اور مکروہ تھا اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ نبی ﷺ نے اس سے اس لیے منع نہیں فرمایا کہ آپ کو غیند میں غافل ہونے کی وجہ سے ان کے گانے کا علم نہیں تھا اور حضرت ابوبکر نے یہ نہیں جانا کہ نبی ﷺ نے عید کے دن تھوڑی مقدار میں گلہنے اور دف بجانے کو مقرر

رکھا ہے اسی لیے آپ نے فرمایا: یہ ایام عید ہیں اور حضرت ابوبکر کو اس فرق اور تفصیل کا علم نہیں تھا پس یہ حدیث عید کے دن اور دیگر خوشی کے ایام میں اتنی مقدار میں گانے اور دف بجانے کے مباح ہونے پر دلالت کرتی ہے اور اس میں شک نہیں ہے کہ یہ اباحت مخصوص ایام میں اور مخصوص مقدار میں ہے اور اس سے علی الاطلاق اباحت لازم نہیں آتی، مگر اس پر قیاس کر کے اور وہ جائز ہے بہ شرطیکہ اس کی ممانعت کی تصریح نہ ہو اور وہ محل نزاع ہے اور انصاف یہ ہے کہ جس طرح زنا اور شراب نوشی کی حرمت پر نص قطعی وارد ہے اس طرح حرمت غناء پر نص قطعی نہیں ہے اور بعض متاخرین نے تصریح کی ہے کہ حرمت غناء پر کوئی صحیح حدیث نہیں ہے۔ (یہ صحیح نہیں ہے، ہم صحیح بخاری: ۵۵۹۰ کو پیش کر چکے ہیں جس میں آلات موسیقی کو حلال قرار دینے والوں کو بندر اور خنزیر کی صورتوں میں مسخ کرنے کی وعید ہے۔ سعیدی غفرلہ) اور بعض علماء نے کہا ہے کہ آلات موسیقی کے ساتھ غناء کی حرمت پر کوئی دلیل قطعی پائی گئی نہ اس کی اباحت پر اور اصل اشیاء میں اباحت ہے (اس کی حرمت پر قطعی الثبوت دلیل تو نہیں ہے مگر ظنی الثبوت اور قطعی الدلالہ حدیث موجود ہے جیسے صحیح بخاری کی حدیث مذکور اور اس کے ہوتے ہوئے اباحت اصلیہ سے استدلال کرنا درست نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہ) اور اس کے باوجود اس میں شک نہیں ہے کہ آلات موسیقی کے سماع پر دوام کرنا اور اس کو عادت بنالینا اتباع سنت کے طریقہ کے خلاف ہے فقہاء نے اس باب میں بہت شدت کی ہے مگر ان کا مقصود فتنہ کو جڑ سے اکھاڑنا ہے اور اس کا سد باب کرنا ہے اور صحیح یہ ہے کہ امام اعظم نے اس کو مکروہ (تحریمی) کہا ہے۔ (امداد المصالحات ج ۱ ص ۶۳۱، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

شیخ نورالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۷۳ھ لکھتے ہیں:

روایت ترمذی میں واقع ہے کہ وہ لڑکیاں دف بجا رہی تھیں۔

میں کہتا ہوں: یہ غلط ہے بلکہ یہ روایت سنن نسائی میں ہے امام نسائی اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور وقت ان کے پاس دو لڑکیاں دف بجا رہی تھیں اور گارہی تھیں۔ الحدیث (سنن نسائی: ۱۵۹۳-۱۵۸۹، دار الفکر بیروت)

شیخ نورالحق لکھتے ہیں: چونکہ رسول اللہ ﷺ سے منع نہیں آیا اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گانا اور دف بجانا جائز ہے کیونکہ آں حضرت باطل کو جائز نہیں رکھتے تھے لیکن اہل اتباع کو چاہیے کہ جتنی مقدار میں گانے اور دف بجانے کی تصریح ہے اس سے تجاوز نہ کریں اور لہو و لعب میں زیارتی نہ کریں کیونکہ اہل دین کا اس سے احتراز کرنا واجب ہے۔

میرزا غلام احمد دہلوی ج ۲ ص ۳۲۰، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

ملا علی بن سلیمان محمد القاری النحوی المتوفی ۱۰۱۳ھ لکھتے ہیں:

علامہ طیبی نے کہا ہے کہ وہ لڑکیاں جو اشعار پڑھ رہی تھیں وہ جنگ اور بہادری کے وصف سے متعلق تھے لیکن وہ اشعار جن میں فواحش کا اور حرام کاموں کا ذکر ہو ان کا گانا ممنوع ہے اور یہ بہت بعید ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ان کو پڑھا جائے اور عیدین میں خوشی کا اظہار کرنا اہل دین کا شعار ہے کیونکہ یہ دن عام دنوں کی طرح نہیں ہیں اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ گانا اور دف بجانا ممنوع نہیں ہے لیکن بعض اوقات میں اس کو دایما کرنا مکروہ ہے یہ عدالت کو ساقط کر دیتا ہے اور نیکی کو منادیتا ہے۔

(شرح الطحطاوی ج ۳ ص ۲۳۹، إدارة القرآن کراچی)

فتاویٰ قاضی خاں میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: لہو و لعب کو سننا معصیت ہے اور اس پر بیٹھنا فسق ہے اور اس

سے لذت حاصل کرنا کفر ہے۔ (فتاویٰ قاضی خاں علی البندہ ج ۳ ص ۴۰۶، مطبع امیر یہ کبریٰ بولاق مصر)

ملا علی قاری فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد بہ طور تشدید ہے، اگر کبھی کبھی اس کو سنا تو کوئی حرج نہیں ہے، انسان پر واجب ہے کہ اس سے بچنے کی پوری کوشش کرے کیونکہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے کانوں میں انگلیاں دے لی تھیں۔
(مرقات ج ۳ ص ۵۳۸، المکتبۃ الحنفیہ پشاور)

آلات موسیقی کے ساتھ گانا گانے کے متعلق علماء غیر مقلدین کی آراء

شیخ علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوبکر نے غناء اور دف بجانے پر انکار کیا تھا، لیکن جب رسول اللہ ﷺ نے ان کے انکار پر انکار کیا تو انہوں نے اپنے انکار سے رجوع کر لیا۔ (المکمل بالآثار ج ۳ ص ۳۰۹، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۵ھ)

نواب محمد صدیق بن حسن بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ لکھتے ہیں:

مسئلہ سماع میں فقہاء اور صوفیہ میں شروع سے اب تک نزاع چلا آ رہا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اقوال اور دلائل کے اختلاف کی وجہ سے سماع امور مشتبہ میں سے ہے اور متقی اور محتاط لوگ شبہات سے اجتناب کرتے ہیں اور صحیح حدیث میں نبی ﷺ کا یہ ارشاد ہے: جس شخص نے شبہات کو ترک کر دیا اس نے اپنے دین اور عزت کو محفوظ کر لیا اور جو شخص سرکاری چہ اگاہ کے گرد اپنے جانور چرائے گا عنقریب وہ جانور اس چہ اگاہ میں داخل ہو جائے گا۔ (صحیح ابوداؤد ۵۲۰۰، صحیح مسلم ۱۵۹۹)

خصوصاً جب ایسے اشعار کا سماع لیا جائے جن میں رخسار، قد، دست کا اور حسن و جمال کا اور بھر و وصال کا ذکر ہو کیونکہ ان امور کو سننے والا کسی آزمائش میں ضرور مبتلا ہوگا، خصوصاً جب گانے والی عورت درختوں، زہویا خوب صورت بے ریش لڑکا ہو، عرب جو اشعار سنتے تھے ان میں جنگ کا اور شجاعت کا اور سخاوت کے اوصاف کا ذکر ہوتا تھا، سو جو شخص اپنے دین کی حفاظت کرنا چاہتا ہو اور اپنے اسلام میں رغبت رکھتا ہو اس کو سماع سے احتراز کرنا چاہیے کیونکہ شیطان نے مسلمانوں کو اپنے جال میں گرفتار کرنے کے لیے پھندے تیار کیے ہیں۔ (السراج الوہانی فی کشف مطالب المسلمین، مجاز بن یوسف ص ۲۰۷، ۲۰۸، ملخصاً، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۵ھ)

* باب مذکور کی یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۴۵۸، ج ۲ ص ۶۶ پر مذکور ہے اس کی شرح کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

- ① عید کے دن حضرت عائشہ کے سامنے بچیوں کا گانا ② گانے کا شرعی حکم ③ غناء اور آلات موسیقی کے شرعی احکام کی تفصیل ④ احادیث و آثار سے آلات غنا کی حرمت ⑤ نواح اور عید کے موقع پر صرف دف بجانے کی اجازت ⑥ فقہاء بالکیہ کا نظریہ ⑦ فقہاء حنبلیہ کا نظریہ ⑧ فقہاء شافعیہ کا نظریہ ⑨ فقہاء حنفیہ کا نظریہ ⑩ فقہاء مالکیہ کا نظریہ ⑪ مجازین موسیقی کے اہل کا ضعف ⑫ مجوزین موسیقی کا موقف ⑬ مجوزین موسیقی کی دلیل ⑭ مجوزین موسیقی کی عبارت سے موسیقی پر استدلال ⑮ قرآن کریم سے موسیقی پر استدلال ⑯ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی عبارت سے مغالطہ آفرینی ⑰ جواز موسیقی کے دلائل پر علامہ آلوسی کا تبصرہ ⑱ ریڈیو، وی وی، سی۔ آر اور سینما دیکھنے کا حکم۔

یہ بحث شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۶۷۱ سے ص ۷۰۴ تک پھیلی ہوئی ہے۔

عید الفطر کے دن (نماز کے لیے)

نکلنے سے پہلے کچھ کھانا

۴۔ بَابُ الْأَكْلِ يَوْمَ الْفِطْرِ

قَبْلَ الْخُرُوجِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبد الرحیم نے

حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن سلیمان نے حدیث

۹۵۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ قَالَ حَدَّثَنَا

سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ أَخْبَرَنَا

عَبِيدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَنَسٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَغْدُو يَوْمَ الْفِطْرِ حَتَّى يَأْكُلَ تَمْرَاتٍ. وَقَالَ مَرْجَى بْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنِي عَبِيدُ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ 'وَيَأْكُلُهُنَّ وَتَرًا'.
 بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ بن ابی بکر بن انس نے خبر دی از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ ﷺ عید الفطر کے دن جب تک چند کھجوریں نہ کھا لیتے نماز کے لیے نہیں جاتے تھے مگر بنی بن رجاء نے کہا: مجھے عبید اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس نے حدیث بیان کی از نبی ﷺ آپ طاق عدد کھجوریں کھاتے تھے۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۷۵۴، صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۲۹، سنن دارقطنی ج ۲ ص ۳۵، سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۸۲، شرح السنہ: ۱۱۰۵، صحیح ابن حبان: ۲۸۱۳، المستدرک ج ۱ ص ۲۹۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۶۰، سنن داری: ۱۶۰۱، مسند الزہری: ۶۵۰، مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۶، طبع قدیم مسند احمد: ۱۲۲۶۸، ج ۱۹ ص ۲۸۷، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع السانید لابن جوزی: ۲۷۴، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۳۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن عبد الرحیم یہ صاعقہ کے لقب سے مشہور ہیں (۲) سعید بن سلیمان آپ کا لقب سعدیہ ہے (۳) ہشیم بن بشیر بن قاسم بن دینار سلمی الواسطی (۴) عبید اللہ بن ابی بکر بن انس (۵) ان کے دادا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۳۹۸)
عید الفطر کے دن نماز سے پہلے کچھ کھانے کے متعلق ہے اور فقہاء تابعین کے معمولات
 علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متون: ۹۷۹ ص ۱۰۰ بیٹھے ہیں۔

عید گاہ کی طرف جانے سے پہلے کچھ کھانا نبی ﷺ کی اتباع کرتے ہوئے فقہاء کے نزدیک سنت مستحب ہے۔ حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: سنت یہ ہے کہ عید الفطر کے دن کچھ کھائے بغیر۔ نکلے یہ عام فقہاء کا قول ہے اور بعض تابعین راستہ میں کھانے کا حکم دیتے تھے۔ رت بن سعود مثنیٰ: یہ سب سے پہلے تو کھائے اور چاہے تو نہ کھائے ابراہیم الخثعمی نے بھی اسی کی مثل کہا ہے۔ حضرت ابن عمر نے کہا: یہ سنت ہے کہ عید الفطر کے دن کچھ کھائے اور چاہے تو نہ کھائے۔ روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمر کچھ کھائے بغیر عید گاہ کی طرف جاتے تھے علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ اکثر فقہاء کا اس پر عمل ہے کہ کچھ کھانا مستحب ہے۔

المسلب نے کہا ہے: یہ الفطر کے عید گاہ کی طرف جانے سے پہلے اس سے کچھ کھانا کھانا ہے۔ کوئی نہ کھانے والا یہ نہ گمان کرے کہ عید الفطر کے دن عید تک کھانا کھانا ہے سو آپ کو یہ خوف ہو۔ اللہ کی راہ میں کھانا کھانا جائے اس لیے آپ نے کچھ کھا کر اس کی اصلاح کی اور اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ نے عید الاضحیٰ کے دن عید گاہ جانے سے پہلے کچھ کھانے کا حکم نہیں دیا۔

طاق عدد کھجور آپ اس لیے کھاتے تھے تاکہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی طرف اشارہ ہو اور آپ تمام کاموں میں اسی طرح کرتے تھے۔ (شرح ابن بطل ج ۲ ص ۶۳۰-۶۲۹، دارالکتب العلمیہ بیروت: ۱۳۲۳ھ)

عید الفطر کے دن روزہ افطار کرنے اور کچھ کھانے کا حکم ہے اس لیے آپ پہلے کچھ کھاتے پھر نماز عید کے لیے جاتے اور عید الاضحیٰ کے دن قربانی کرنے کا حکم ہے اس لیے آپ کچھ کھائے بغیر نماز عید پڑھ کر قربانی کرتے پھر قربانی کا گوشت پکا کر کھاتے۔

باب مذکور کی مؤید دیگر احادیث

عبداللہ بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ عید الفطر کے دن گھر سے اس وقت تک نہیں نکلتے تھے حتیٰ کہ کچھ کھا لیتے اور عید الاضحیٰ کے دن کچھ نہیں کھاتے تھے حتیٰ کہ نماز پڑھ لیتے۔

(سنن ترمذی: ۵۴۲، سنن ابن ماجہ: ۱۷۵۶، مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۲، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۴۸۴)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ عید الفطر کے دن چند کھجوروں سے افطار کرتے تھے پھر عید گاہ کی طرف جاتے تھے۔ (سنن ترمذی: ۵۴۳، مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۶)

مرجی نے بیان کیا ہے: آپ طاق عدد کھجوریں کھاتے تھے۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۶، صحیح ابن خزیمرہ: ۱۳۲۹، سنن دارقطنی ج ۳ ص ۴۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ تین یا پانچ کھجوریں کھاتے تھے اور اگر چاہتے تو اس سے زیادہ کھاتے مگر طاق عدد کھاتے تھے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۲۳۲)

عبید اللہ بن ابی بکر بن انس نے بیان کیا کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ عید الفطر کے دن رسول اللہ ﷺ اس وقت تک عید گاہ نہیں جاتے تھے حتیٰ کہ تین یا پانچ یا سات کھجوریں کھالیں یا اس سے کچھ کم یا کچھ زیادہ طاق عدد۔

(صحیح ابی حنبلہ: ۲۸۱۳)

عکرمہ نے کہا: لوگ اس پر عمل کرتے ہیں۔ یہی امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کا مذہب ہے۔

(فتح الباری لابن رجب ج ۶ ص ۸۹، دار ابن جوزی ریاض: ۱۳۱۷ھ)

قربانی کے دن کھانا

۵۔ بَابُ الْأَكْلِ يَوْمَ النَّحْرِ

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ عید اضحیٰ کے دن کھانے کا وقت نماز کے پہلے ہے۔

۱۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی از ایوب۔

۲۔ امام احمد از حضرت انس رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے نحر سے پہلے قربانی کا بہاروں یا وہ دوبارہ دن کرے پھر ایک سال نے ہزے ہو کر کہا: اس دن گوشت کی خواہش کی جاتی ہے اور اس نے اپنے پڑوسی کا ذکر کیا پس گویا کہ نبی ﷺ نے اس کی تصدیق کی اس شخص نے کہا: میرے پاس چھ ماہ کا ایک بکری کا بچہ ہے جو میرے نزدیک دو بکریوں کے گوشت سے زیادہ پسندیدہ ہے پس نبی ﷺ نے اس کو اجازت دے دی پس میں نہیں جانتا کہ اس کے علاوہ دوسروں کو بھی یہ رخصت پہنچی ہے یا نہیں۔

۹۵۴۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ عَنْ أَبِي حَنِظَلَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَلْيُعَذِّبْنَا بِمَا نَمَامُ رَجُلٌ لَقَدْ هَدَىٰ نَفْسَهُ فِيهَا سَحْمٌ ذَكَرَ رَجُلًا جِيرَانِهِ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَةً قَالَ وَعِنْدِي جَذَعَةٌ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ شَاتِي لَحْمٍ فَرَخَّصَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا أَدْرِي أَهَلَفَتِ الرُّخْصَةُ مِنْ سِوَاهُ أَمْ لَا؟

[اطراف الحديث: ۹۸۳، ۵۵۳۶، ۵۵۳۹، ۵۵۶۱] (صحیح مسلم: ۱۹۶۲، ارتم السلسل: ۳۹۸۹، سنن نسائی: ۳۳۰۸، ۳۳۰۰، ۵۸۷، سنن بیہقی

قربانی کی وہ دوبارہ قربانی کرے، اگر قربانی کرنا واجب نہ ہوتا تو جس نے غیر وقت میں قربانی کی، آپ اس کو دوبارہ قربانی کرنے کا حکم نہ دیتے۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۴۰۲-۴۰۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث 'شرح صحیح مسلم: ۴۹۵۴- ج ۶ ص ۱۳۳ پر مذکور ہے اس کی شرح میں قربانی کا وجوب اور رسول اللہ ﷺ کے اختیارات کا ذکر ہے۔

٩٥٥ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ
مَنْصُورٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ
اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ خُطِبْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَوْمَ الْأَضْحَى بَعْدَ الصَّلَاةِ فَقَالَ مَنْ صَلَّى صَلَاتِنَا
وَنَسَكَ نُسُكَنَا فَقَدْ أَصَابَ النُّسُكَ وَمَنْ نَسَكَ قَبْلَ
الصَّلَاةِ فَإِنَّهُ قَبْلَ الصَّلَاةِ وَلَا نُسُكَ لَهُ. فَقَالَ أَبُو
بُرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ خَالَ الْبَرَاءِ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَإِنِّي
نَسَكْتُ شَيْئًا قَبْلَ الصَّلَاةِ وَعَرَفْتُ أَنَّ الْيَوْمَ يَوْمُ
الْأَكْلِ وَالشَّرْبِ وَأَحْبَبْتُ أَنْ تَسْأَلَ شَاتَيْنِ الْكَلِمَ
يُذْبَحُ فِي بَيْتِي فَذَبَحْتُ شَاتِي وَتَغَدَّيْتُ قَبْلَ أَنْ أَتِيَ
الصَّلَاةَ قَالَ شَاتُكَ شَاةٌ لَحْمٌ. قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ
فَإِنِّي عِنْدَنَا عَنَاقًا لَنَا جَذْعَةٌ هِيَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ شَاتَيْنِ
أَفْتَجِزِي عَنِّي؟ قَالَ نَعَمْ وَلَكِنْ خِزِي عَنْ أَحَدِهِ
بَعْدَكَ. (مسند الطحاوي: ٤٦٣)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از شعبی از حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے عید الاضحیٰ کے دن نماز کے بعد ہمیں خطبہ دیا، پس فرمایا: جس نے ہماری نماز پڑھی اور ہماری قربانی کی اس نے صحیح عبادت کر لی اور جس نے نماز عید سے پہلے قربانی کی وہ نماز سے پہلے ذبح کرتا ہے اور اس کی عبادت (صحیح) نہیں ہے پھر حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ نے کہا: جو حضرت البراء کے ماموں ہیں یا رسول اللہ! ————— اپنی بکری کو ذبح کر لیا اور مجھے یہ معلوم تھا کہ یہ عید منیٰ کا دن ہے اور میں یہ پسند کرتا تھا کہ میرے گھر میں میری بکری سب سے پہلے ذبح کی جائے سو میں نے اپنی بکری کو ذبح کر لیا اور نماز سے پہلے اس سے ناشتہ کر لیا آپ نے فرمایا: تمہارا بکری بکری گوشت ہے (یعنی قربانی نہیں ہے) انہوں نے کہا: ————— ول اللہ مارے پاس ایک بکری کا بچہ ہے جو چھ ماہ کا ہے اور وہ مجھے دو بکریوں سے زیادہ پسند ہے کیا وہ میری طرف سے (قربانی میں) کفایت کرے گا؟ آپ نے فرمایا ہاں اور تمہارے بعد اور کسی کی طرف سے کفایت نہیں کرے گا۔

اس حدیث سے حسب ذیل مسائل معلوم ہوتے ہیں:

- (۱) عید کے دن نماز کے بعد خطبہ دینا مستنون ہے۔

- (۲) عید الاضحیٰ کے دن نماز کے بعد کھانا کھانا مستحب ہے۔

- (۳) حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ نے عید کے دن اپنے پڑوسیوں کو کھانا کھلانے کے لیے اپنی قربانی جلد کر لی تھی، نبی ﷺ نے اس پر ملامت نہیں کی کہ تم نے پڑوسیوں کو گوشت کھلانے کے لیے کیوں نماز سے پہلے قربانی کی، بلکہ یہ مسئلہ بتایا کہ نماز سے پہلے قربانی نہیں ہوتی اور ان پر دوبارہ قربانی کرنا واجب ہے۔

بغیر منبر کے عید گاہ کی طرف نکلنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے

٦ - بَابُ الْخُرُوجِ إِلَى الْمُصَلَّى بِغَيْرِ مَنَبَرٍ
٩٥٦ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا

مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي زَيْدٌ عَنْ عِثَابِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي سَرْحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى إِلَى الْمُصَلَّى فَأَوَّلُ شَيْءٍ يَبْدَأُ بِهِ الصَّلَاةُ ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَيَقُومُ مُقَابِلَ النَّاسِ وَالنَّاسُ جُلُوسٌ عَلَى صُفُوفِهِمْ فَيُعِظُهُمْ وَيُوصِيهِمْ وَيَأْمُرُهُمْ فَإِنْ كَانَ يُرِيدُ أَنْ يَقْطَعَ بَعْثًا قِطْعَةً أَوْ يَأْمُرَ بِشَيْءٍ أَمَرَهُ ثُمَّ يَنْصَرِفُ. قَالَ أَبُو سَعِيدٍ فَلَمْ يَزَلِ النَّاسُ عَلَى ذَلِكَ حَتَّى خَرَجْتُ مَعَ مَرْوَانَ وَهُوَ أَمِيرُ الْمَدِينَةِ فِي أَضْحَى أَوْ فِطْرٍ فَلَمَّا أَتَيْنَا الْمُصَلَّى إِذَا مِنْبَرُ بَنَاهُ كَثِيرُ بْنُ الصَّلْتِ فَإِذَا مَرْوَانُ يُرِيدُ أَنْ يَرْتَقِيَهُ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ فَجَبَذْتُ بِثَوْبِهِ فَجَبَذَنِي فَارْتَفَعَ فَخَطَبَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَقُلْتُ مَا غَيَّرْتُمْ وَاللَّهِ فَقَالَ أبا سَعِيدٍ قَدْ ذَهَبَ مَا تَعْلَمُ فَقُلْتُ مَا أَعْلَمُ وَاللَّهِ خَيْرٌ مِمَّا لَا أَعْلَمُ فَقَالَ إِنَّ النَّاسَ لَمْ يَكُونُوا يَجْلِسُونَ لَنَا بَعْدَ الصَّلَاةِ فَجَعَلْتُهَا قَبْلَ الصَّلَاةِ.

(صحیح مسلم: ۸۸۹، المزمع السلسل: ۲۰۲، سنن نسائی: ۱۵۷۲، سنن

ابن ماجہ: ۱۲۸۸، اس حدیث کی بقیہ تخریج صحیح البخاری: ۹۵۴ میں زررہ علی ہے جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۰۵۸، مکتبہ الرشیدیہ: ۱۳۲۷ھ)

عید گاہ میں منبر لے جانا اور نہ لے جانا دو صورتیں ہیں

علامہ ابوالحسن علی بن عوف بن بطال، علی قرطبی، متولی، ۴۰۰ھ کہتے ہیں:

اشہب نے کہا ہے کہ منبر کو عید گاہ میں لے جانے میں وسعت ہے اگر چاہے تو منبر کو لے جائے اور اگر چاہے تو نہ لے جائے۔

ابن حبیب نے کہا ہے کہ منبر کو عید گاہ میں نہ لے جائے کیونکہ منبر پر چڑھ کر خطبہ دینا خلفاء کا طریقہ ہے۔

المہلب نے کہا: کثیر بن الصلت کا منبر بنانا اس کی دلیل ہے کہ اس سے پہلے منبر نہیں تھا۔

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ عید کی نماز خطبہ سے پہلے پڑھی جائے گی اور یہ کہ خطیب کو نمازیوں کی طرف منہ کرنا چاہیے اور

نمازیوں کو خطیب کے سامنے بیٹھنا چاہیے اور اس میں یہ ثبوت ہے کہ خطیب کا عید گاہ کی طرف نکل کر جانا عید کی سنت ہے اہل مکہ کے سوا کیونکہ ان کے لیے سنت یہ ہے کہ وہ حرم شریف میں نماز پڑھیں۔

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے زید نے خبر دی از عیاض بن عبد اللہ بن ابی سرح از حضرت ابوسعید الخدری وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عید الفطر اور عید الاضحی کے دن عید گاہ کی طرف نکل کر جاتے تھے سب سے پہلے آپ نماز پڑھاتے پھر مرکز نمازیوں کے سامنے کھڑے ہو جاتے اور نمازی اپنی صفوں پر بیٹھے ہوئے ہوتے تھے آپ ان کو وعظ اور نصیحت کرتے اور ان کو حکم دیتے پس اگر آپ کوئی لشکر بھیجنا چاہتے تو اس کو تیار کرتے یا کسی اور چیز کا حکم دینا چاہتے تو اس کا حکم دیتے پھر آپ گھر لوٹ جاتے۔ حضرت ابوسعید نے کہا: پھر لوگوں کا ہمیشہ یہی معمول رہا حتیٰ کہ میں مروان کے ساتھ نکلا اور وہ اس وقت مدینہ کا امیر تھا اور یہ عید الاضحی یا عید الفطر کا دن تھا جب ہم عید گاہ میں آئے تو کثیر بن الصلت نے منبر بنا کر رکھ دیا۔ مروان نماز پڑھنے سے پہلے منبر کی سیڑھیوں پر چڑھنے میں نے اس کے پاس سے گزر کر کھینچا اس نے مجھے کھینچا حتیٰ کہ وہ منبر پر چڑھ گیا اس نے نماز سے پہلے خطبہ دیا میں نے کہا: اللہ کی قسم! تم نے (عید کا) طریقہ بدل دیا ہے اس نے کہا: اے ابوسعید! طریقہ جو رہا جو تم جانتے ہو پس میں نے کہا: اللہ کی قسم! جس میں جا رہا ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کو میں نہیں جانتا تب اس نے کہا: بات یہ ہے کہ نماز کے بعد لوگ ہمارے لیے بیٹھے نہیں ہیں اس لیے میں نے خطبہ کو نماز پر مقدم کر دیا ہے۔

سب سے پہلے عید کی نماز پر خطبہ کو کسی نے مقدم کیا

اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ عیدین کی نماز میں سب سے پہلے خطبہ کو مقدم کس نے کیا، ابن نافع نے امام مالک سے یہ نقل کیا ہے کہ سب سے پہلے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے خطبہ کو عیدین میں مقدم کیا تاکہ لوگ نماز میں شامل ہو جائیں، حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے بھی کہا ہے کہ سب سے پہلے جس نے خطبہ کو نماز پر مقدم کیا ہے وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے، ابن شہاب الزہری نے کہا ہے کہ سب سے پہلے جس نے خطبہ کو نماز پر مقدم کیا ہے وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تھے، طارق بن شہاب نے کہا ہے کہ سب سے پہلے جس نے خطبہ کو عیدین کی نماز پر مقدم کیا وہ مروان تھا۔ المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ اجتہاد سے لوگوں کے لیے نئے نئے طریقے وضع کرنے چاہئیں جب کہ ان میں لوگوں کی مصلحت ہو اور اس کی اصل اور دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے جمعہ کی نماز سے پہلے خطبہ دیا، پھر حضرت عثمان وغیرہ نے عید کے دن نماز کی تقدیم کو ترک کر دیا اور خطبہ کو مقدم کر دیا کیونکہ نبی ﷺ جمعہ کے دن خطبہ کو نماز پر مقدم کرتے تھے اور یہ کوئی خاص تغیر نہیں ہے بلکہ ایک فعل کو نبی ﷺ کے دوسرے فعل کے مطابق کیا ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۶۳۳-۶۳۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد یعنی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ سب سے پہلے عید کے دن کس نے خطبہ کو نماز پر مقدم کیا، امام ابن شیبہ نے اپنی مصنف میں روایت کیا ہے کہ سب سے پہلے حضرت عمر نے خطبہ و نماز پر مقدم کیا۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ پہلے عید پر جمعہ کے دن آتے تھے حتیٰ کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور آیا اور ان کے دور خلافت میں لوگ بہت زیادہ ہو گئے پس جب وہ خطبہ دینے کے لیے جاتے تو شقی لوگ اٹھ کر چلے جاتے تو پھر حضرت عمر نے خطبہ کو مقدم کر دیا اور نماز کو ختم کر دیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۳، ص ۳۴، ابن ابی شیبہ، ص ۵۶۸۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ)

علامہ عینی نے اس روایت کو شاذ قرار دیا ہے۔

ایک قول ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خطبہ کو نماز عید پر مقدم کیا تھا، لیکن اس قول کی کوئی اصل نہیں ہے۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ سب سے پہلے حضرت معاویہ نے خطبہ کو نماز عید پر مقدم کیا تھا، نیز قاضی عیاض نے کہا ہے کہ سب سے پہلے زیاد نے بصرہ میں خطبہ کو نماز پر مقدم کیا تھا اور یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں کیا تھا بلکہ یہ سب سے پہلے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں مروان نے خطبہ کو نماز پر مقدم کیا تھا، جیسے مجمع بخاری و مستدرک، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔

اس حدیث میں نیکی کا حکم دینے اور بُرائی سے منع کرنے کی اصل ہے، خواہ والی اور حاکم کو بُرائی سے روکا جائے کیونکہ مروان اس وقت مدینہ کا والی اور حاکم تھا اور حضرت ابوسعید خدری نے حاکم کو نیکی کا حکم دیا اور خلاف سنت کام سے روکا۔

حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت المغیرہ، حضرت ابوسعود اور حضرت ابن عباس کا مذہب یہ ہے کہ نماز عید خطبہ پر مقدم ہے اور ائمہ اربعہ اور جمہور فقہاء کا بھی یہی مذہب ہے۔

(عمدة القاری ج ۶ ص ۴۰۶-۴۰۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

عیدین کی نماز پر خطبہ کو مقدم کرنے کی ممانعت کے متعلق احادیث اور آثار

عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ کہتے تھے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے پہلے نماز عید پڑھائی پھر خطبہ دیا۔ (صحیح البخاری: ۹۸، صحیح مسلم: ۸۸۳، سنن ابوداؤد: ۱۱۴۲، ۱۱۳۷، ۱۱۳۵، سنن نسائی: ۱۵۷۰، ۱۵۶۵، سنن ابن ماجہ: ۱۲۷۳، مسند احمد: ۲۲۰، سنن دارمی: ۱۶۰۳، صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۳۷، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۷۱۹، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۶۷۳، دارالکتب العلمیہ بیروت: ۱۴۱۶ھ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ نبی ﷺ نے عید کے دن پہلے نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۷۷۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۷۲۰، دارالکتب العلمیہ بیروت)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما خطبہ سے پہلے عیدین کی نماز پڑھتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۹۶۳، صحیح مسلم: ۸۸۸، سنن ترمذی: ۵۳۱، سنن ابن ماجہ: ۱۲۷۶، سنن نسائی: ۱۷۶۷، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۷۲۱، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۷۷۳، دارالکتب العلمیہ بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے انیس عید کے دن کثیر ابن الصلت کے گھر کے پاس خطبہ سے پہلے عید کی نماز پڑھائی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۷۲۲، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۷۷۵، دارالکتب العلمیہ بیروت)

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عید الاضحیٰ۔ دن۔ ول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز کے بعد خطبہ دیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۷۲۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۷۷۵، دارالکتب العلمیہ بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نبی ﷺ، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ عید کے دن حاضر ہوا انہوں نے خطبہ سے پہلے نماز پڑھائی۔ (صحیح مسلم: ۴۹، سنن ابوداؤد: ۱۱۳۰، سنن ترمذی: ۵۷۲۰، سنن نسائی: ۵۰۲۳، سنن ابن ماجہ: ۱۲۷۵، مسند احمد: ۳۳۱، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۷۲۵، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۷۷۵، دارالکتب العلمیہ بیروت)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: عیدین کی نماز جمعہ سے پہلے ہوتی تھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۷۲۹، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۶۸۰، دارالکتب العلمیہ بیروت)

* باب ذکر کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۱۹۵۰، ج ۲ ص ۶۶۳، مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

عید کی نماز کے لیے پیدل اور سواروں پر جانا

اور اذان، اقامت کے بغیر عید کی نماز

کو خطبہ سے پہلے پڑھنا

۷۔ بَابُ الْمَشْيِ وَالْمَكُوبِ رِئْسِي

الْعِيدِ وَالصَّلَاةُ قَبْلَ الْخُطْبَةِ

وَبِغَيْرِ اَذَانٍ وَلَا اِقَامَةٍ

۹۵۲۔ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسٌ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي فِي الْأَضْحَى وَالْفِطْرِ ثُمَّ يَخْطُبُ بَعْدَ الصَّلَاةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں انس نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع از عبد اللہ بن عمر کہ رسول اللہ ﷺ عید الاضحیٰ اور عید الفطر کی نماز پڑھتے تھے پھر نماز کے بعد خطبہ دیتے تھے۔

[طرف الحدیث: ۹۶۳] (صحیح مسلم: ۸۸۸، رقم المسلسل: ۲۰۱۹، سنن ترمذی: ۵۳۱، سنن ابن ماجہ: ۱۲۷۶، مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۲ ص ۱۶۹، سنن بیہقی)

ج ۳ ص ۲۹۶، شرح السنن: ۱۱۰۱، السنن الکبریٰ: ۱۱۶۸، مسند احمد ج ۲ ص ۱۲ طبع قدیم، مسند احمد ج ۸ ص ۲۰۹، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابراہیم بن المنذر بن عبد اللہ ابواسحاق الحزامی (۲) انس بن عیاض ابو ضمیرہ، یہ یزید بن عیاض کے بھائی نہیں ہیں اور ان کے درمیان کوئی قرابت نہیں ہے (۳) عبد اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم (۴) نافع مولیٰ ابن عمر (۵) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۳۰۷)

۹۵۸۔ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوسَى قَالَ اَخْبَرَنَا هِشَامُ اَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ اَخْبَرَهُمْ قَالَ اَخْبَرَنِي عَطَاءٌ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمَ الْفِطْرِ، فَبَدَأَ بِالصَّلَاةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی کہ ابن جریج نے ان کو خبر دی انہوں نے کہا: مجھ کو عطاء نے خبر دی از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ نبی ﷺ عید الفطر کے دن نکلے پس آپ نے خطبہ سے پہلے نماز پڑھائی۔

[اطراف الحديث: ۹۶۱-۹۷۸] (صحیح مسلم: ۹۹۰، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۵۹۸، ۱۵۹۹، ۱۶۰۰، ۱۶۰۱، ۱۶۰۲، ۱۶۰۳، ۱۶۰۴، ۱۶۰۵، ۱۶۰۶، ۱۶۰۷، ۱۶۰۸، ۱۶۰۹، ۱۶۱۰، ۱۶۱۱، ۱۶۱۲، ۱۶۱۳، ۱۶۱۴، ۱۶۱۵، ۱۶۱۶، ۱۶۱۷، ۱۶۱۸، ۱۶۱۹، ۱۶۲۰، ۱۶۲۱، ۱۶۲۲، ۱۶۲۳، ۱۶۲۴، ۱۶۲۵، ۱۶۲۶، ۱۶۲۷، ۱۶۲۸، ۱۶۲۹، ۱۶۳۰، ۱۶۳۱، ۱۶۳۲، ۱۶۳۳، ۱۶۳۴، ۱۶۳۵، ۱۶۳۶، ۱۶۳۷، ۱۶۳۸، ۱۶۳۹، ۱۶۴۰، ۱۶۴۱، ۱۶۴۲، ۱۶۴۳، ۱۶۴۴، ۱۶۴۵، ۱۶۴۶، ۱۶۴۷، ۱۶۴۸، ۱۶۴۹، ۱۶۵۰، ۱۶۵۱، ۱۶۵۲، ۱۶۵۳، ۱۶۵۴، ۱۶۵۵، ۱۶۵۶، ۱۶۵۷، ۱۶۵۸، ۱۶۵۹، ۱۶۶۰، ۱۶۶۱، ۱۶۶۲، ۱۶۶۳، ۱۶۶۴، ۱۶۶۵، ۱۶۶۶، ۱۶۶۷، ۱۶۶۸، ۱۶۶۹، ۱۶۷۰، ۱۶۷۱، ۱۶۷۲، ۱۶۷۳، ۱۶۷۴، ۱۶۷۵، ۱۶۷۶، ۱۶۷۷، ۱۶۷۸، ۱۶۷۹، ۱۶۸۰، ۱۶۸۱، ۱۶۸۲، ۱۶۸۳، ۱۶۸۴، ۱۶۸۵، ۱۶۸۶، ۱۶۸۷، ۱۶۸۸، ۱۶۸۹، ۱۶۹۰، ۱۶۹۱، ۱۶۹۲، ۱۶۹۳، ۱۶۹۴، ۱۶۹۵، ۱۶۹۶، ۱۶۹۷، ۱۶۹۸، ۱۶۹۹، ۱۷۰۰، ۱۷۰۱، ۱۷۰۲، ۱۷۰۳، ۱۷۰۴، ۱۷۰۵، ۱۷۰۶، ۱۷۰۷، ۱۷۰۸، ۱۷۰۹، ۱۷۱۰، ۱۷۱۱، ۱۷۱۲، ۱۷۱۳، ۱۷۱۴، ۱۷۱۵، ۱۷۱۶، ۱۷۱۷، ۱۷۱۸، ۱۷۱۹، ۱۷۲۰، ۱۷۲۱، ۱۷۲۲، ۱۷۲۳، ۱۷۲۴، ۱۷۲۵، ۱۷۲۶، ۱۷۲۷، ۱۷۲۸، ۱۷۲۹، ۱۷۳۰، ۱۷۳۱، ۱۷۳۲، ۱۷۳۳، ۱۷۳۴، ۱۷۳۵، ۱۷۳۶، ۱۷۳۷، ۱۷۳۸، ۱۷۳۹، ۱۷۴۰، ۱۷۴۱، ۱۷۴۲، ۱۷۴۳، ۱۷۴۴، ۱۷۴۵، ۱۷۴۶، ۱۷۴۷، ۱۷۴۸، ۱۷۴۹، ۱۷۵۰، ۱۷۵۱، ۱۷۵۲، ۱۷۵۳، ۱۷۵۴، ۱۷۵۵، ۱۷۵۶، ۱۷۵۷، ۱۷۵۸، ۱۷۵۹، ۱۷۶۰، ۱۷۶۱، ۱۷۶۲، ۱۷۶۳، ۱۷۶۴، ۱۷۶۵، ۱۷۶۶، ۱۷۶۷، ۱۷۶۸، ۱۷۶۹، ۱۷۷۰، ۱۷۷۱، ۱۷۷۲، ۱۷۷۳، ۱۷۷۴، ۱۷۷۵، ۱۷۷۶، ۱۷۷۷، ۱۷۷۸، ۱۷۷۹، ۱۷۸۰، ۱۷۸۱، ۱۷۸۲، ۱۷۸۳، ۱۷۸۴، ۱۷۸۵، ۱۷۸۶، ۱۷۸۷، ۱۷۸۸، ۱۷۸۹، ۱۷۹۰، ۱۷۹۱، ۱۷۹۲، ۱۷۹۳، ۱۷۹۴، ۱۷۹۵، ۱۷۹۶، ۱۷۹۷، ۱۷۹۸، ۱۷۹۹، ۱۸۰۰، ۱۸۰۱، ۱۸۰۲، ۱۸۰۳، ۱۸۰۴، ۱۸۰۵، ۱۸۰۶، ۱۸۰۷، ۱۸۰۸، ۱۸۰۹، ۱۸۱۰، ۱۸۱۱، ۱۸۱۲، ۱۸۱۳، ۱۸۱۴، ۱۸۱۵، ۱۸۱۶، ۱۸۱۷، ۱۸۱۸، ۱۸۱۹، ۱۸۲۰، ۱۸۲۱، ۱۸۲۲، ۱۸۲۳، ۱۸۲۴، ۱۸۲۵، ۱۸۲۶، ۱۸۲۷، ۱۸۲۸، ۱۸۲۹، ۱۸۳۰، ۱۸۳۱، ۱۸۳۲، ۱۸۳۳، ۱۸۳۴، ۱۸۳۵، ۱۸۳۶، ۱۸۳۷، ۱۸۳۸، ۱۸۳۹، ۱۸۴۰، ۱۸۴۱، ۱۸۴۲، ۱۸۴۳، ۱۸۴۴، ۱۸۴۵، ۱۸۴۶، ۱۸۴۷، ۱۸۴۸، ۱۸۴۹، ۱۸۵۰، ۱۸۵۱، ۱۸۵۲، ۱۸۵۳، ۱۸۵۴، ۱۸۵۵، ۱۸۵۶، ۱۸۵۷، ۱۸۵۸، ۱۸۵۹، ۱۸۶۰، ۱۸۶۱، ۱۸۶۲، ۱۸۶۳، ۱۸۶۴، ۱۸۶۵، ۱۸۶۶، ۱۸۶۷، ۱۸۶۸، ۱۸۶۹، ۱۸۷۰، ۱۸۷۱، ۱۸۷۲، ۱۸۷۳، ۱۸۷۴، ۱۸۷۵، ۱۸۷۶، ۱۸۷۷، ۱۸۷۸، ۱۸۷۹، ۱۸۸۰، ۱۸۸۱، ۱۸۸۲، ۱۸۸۳، ۱۸۸۴، ۱۸۸۵، ۱۸۸۶، ۱۸۸۷، ۱۸۸۸، ۱۸۸۹، ۱۸۹۰، ۱۸۹۱، ۱۸۹۲، ۱۸۹۳، ۱۸۹۴، ۱۸۹۵، ۱۸۹۶، ۱۸۹۷، ۱۸۹۸، ۱۸۹۹، ۱۹۰۰، ۱۹۰۱، ۱۹۰۲، ۱۹۰۳، ۱۹۰۴، ۱۹۰۵، ۱۹۰۶، ۱۹۰۷، ۱۹۰۸، ۱۹۰۹، ۱۹۱۰، ۱۹۱۱، ۱۹۱۲، ۱۹۱۳، ۱۹۱۴، ۱۹۱۵، ۱۹۱۶، ۱۹۱۷، ۱۹۱۸، ۱۹۱۹، ۱۹۲۰، ۱۹۲۱، ۱۹۲۲، ۱۹۲۳، ۱۹۲۴، ۱۹۲۵، ۱۹۲۶، ۱۹۲۷، ۱۹۲۸، ۱۹۲۹، ۱۹۳۰، ۱۹۳۱، ۱۹۳۲، ۱۹۳۳، ۱۹۳۴، ۱۹۳۵، ۱۹۳۶، ۱۹۳۷، ۱۹۳۸، ۱۹۳۹، ۱۹۴۰، ۱۹۴۱، ۱۹۴۲، ۱۹۴۳، ۱۹۴۴، ۱۹۴۵، ۱۹۴۶، ۱۹۴۷، ۱۹۴۸، ۱۹۴۹، ۱۹۵۰، ۱۹۵۱، ۱۹۵۲، ۱۹۵۳، ۱۹۵۴، ۱۹۵۵، ۱۹۵۶، ۱۹۵۷، ۱۹۵۸، ۱۹۵۹، ۱۹۶۰، ۱۹۶۱، ۱۹۶۲، ۱۹۶۳، ۱۹۶۴، ۱۹۶۵، ۱۹۶۶، ۱۹۶۷، ۱۹۶۸، ۱۹۶۹، ۱۹۷۰، ۱۹۷۱، ۱۹۷۲، ۱۹۷۳، ۱۹۷۴، ۱۹۷۵، ۱۹۷۶، ۱۹۷۷، ۱۹۷۸، ۱۹۷۹، ۱۹۸۰، ۱۹۸۱، ۱۹۸۲، ۱۹۸۳، ۱۹۸۴، ۱۹۸۵، ۱۹۸۶، ۱۹۸۷، ۱۹۸۸، ۱۹۸۹، ۱۹۹۰، ۱۹۹۱، ۱۹۹۲، ۱۹۹۳، ۱۹۹۴، ۱۹۹۵، ۱۹۹۶، ۱۹۹۷، ۱۹۹۸، ۱۹۹۹، ۲۰۰۰، ۲۰۰۱، ۲۰۰۲، ۲۰۰۳، ۲۰۰۴، ۲۰۰۵، ۲۰۰۶، ۲۰۰۷، ۲۰۰۸، ۲۰۰۹، ۲۰۱۰، ۲۰۱۱، ۲۰۱۲، ۲۰۱۳، ۲۰۱۴، ۲۰۱۵، ۲۰۱۶، ۲۰۱۷، ۲۰۱۸، ۲۰۱۹، ۲۰۲۰، ۲۰۲۱، ۲۰۲۲، ۲۰۲۳، ۲۰۲۴، ۲۰۲۵، ۲۰۲۶، ۲۰۲۷، ۲۰۲۸، ۲۰۲۹، ۲۰۳۰، ۲۰۳۱، ۲۰۳۲، ۲۰۳۳، ۲۰۳۴، ۲۰۳۵، ۲۰۳۶، ۲۰۳۷، ۲۰۳۸، ۲۰۳۹، ۲۰۴۰، ۲۰۴۱، ۲۰۴۲، ۲۰۴۳، ۲۰۴۴، ۲۰۴۵، ۲۰۴۶، ۲۰۴۷، ۲۰۴۸، ۲۰۴۹، ۲۰۵۰، ۲۰۵۱، ۲۰۵۲، ۲۰۵۳، ۲۰۵۴، ۲۰۵۵، ۲۰۵۶، ۲۰۵۷، ۲۰۵۸، ۲۰۵۹، ۲۰۶۰، ۲۰۶۱، ۲۰۶۲، ۲۰۶۳، ۲۰۶۴، ۲۰۶۵، ۲۰۶۶، ۲۰۶۷، ۲۰۶۸، ۲۰۶۹، ۲۰۷۰، ۲۰۷۱، ۲۰۷۲، ۲۰۷۳، ۲۰۷۴، ۲۰۷۵، ۲۰۷۶، ۲۰۷۷، ۲۰۷۸، ۲۰۷۹، ۲۰۸۰، ۲۰۸۱، ۲۰۸۲، ۲۰۸۳، ۲۰۸۴، ۲۰۸۵، ۲۰۸۶، ۲۰۸۷، ۲۰۸۸، ۲۰۸۹، ۲۰۹۰، ۲۰۹۱، ۲۰۹۲، ۲۰۹۳، ۲۰۹۴، ۲۰۹۵، ۲۰۹۶، ۲۰۹۷، ۲۰۹۸، ۲۰۹۹، ۲۱۰۰، ۲۱۰۱، ۲۱۰۲، ۲۱۰۳، ۲۱۰۴، ۲۱۰۵، ۲۱۰۶، ۲۱۰۷، ۲۱۰۸، ۲۱۰۹، ۲۱۱۰، ۲۱۱۱، ۲۱۱۲، ۲۱۱۳، ۲۱۱۴، ۲۱۱۵، ۲۱۱۶، ۲۱۱۷، ۲۱۱۸، ۲۱۱۹، ۲۱۲۰، ۲۱۲۱، ۲۱۲۲، ۲۱۲۳، ۲۱۲۴، ۲۱۲۵، ۲۱۲۶، ۲۱۲۷، ۲۱۲۸، ۲۱۲۹، ۲۱۳۰، ۲۱۳۱، ۲۱۳۲، ۲۱۳۳، ۲۱۳۴، ۲۱۳۵، ۲۱۳۶، ۲۱۳۷، ۲۱۳۸، ۲۱۳۹، ۲۱۴۰، ۲۱۴۱، ۲۱۴۲، ۲۱۴۳، ۲۱۴۴، ۲۱۴۵، ۲۱۴۶، ۲۱۴۷، ۲۱۴۸، ۲۱۴۹، ۲۱۵۰، ۲۱۵۱،

خواتین کے پاس جائے اور ان کو نصیحت کرے؟ عطاء نے کہا: بے شک یہ ان پر واجب ہے اور ان کو کیا ہوا جو وہ ایسا نہیں کرتے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابراہیم بن موسیٰ بن یزید التمیمی الفراء ابو اسحاق الرازی (۲) ہشام بن یوسف ابو عبد الرحمن الصنعانی الیمانی، یہ ۱۹۷ھ میں یمن میں فوت ہو گئے تھے (۳) عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج (۴) عطاء بن ابی رباح (۵) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما (۶) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (۷) حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۴۰۸)

حدیث: ۹۵۹ میں مذکور ہے: جب پہلی بار حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کے ہاتھ پر بیعت کی گئی تھی۔ یزید بن معاویہ کی موت کے بعد ۶۴ھ میں ان کے ہاتھ پر بیعت کی گئی تھی اور ۷۳ھ میں حضرت عبد اللہ بن الزبیر کو شہید کر دیا گیا تھا، حضرت ابن الزبیر کی خلافت نو سال رہی۔

عید کی نماز پڑھنے کے لیے پیدل یا سوار ہو کر جانے میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علماء کے نزدیک عیدین کی نماز میں سنت یہ ہے کہ پیدل جائیں۔ علامہ اس میں قائل ہے اور سوار ہو کر جانا مباح ہے اس باب کی احادیث میں ایسی کسی حدیث کا ذکر نہیں ہے جس میں عید گاہ کی طرف سوار ہو کر جانے کا ذکر ہو اور زہری نے حضرت عمر بن الخطاب سے نقل کیا ہے کہ وہ عید الفطر کو پیدل جاتے تھے اور حضرت بن ابی طالب سے مروی ہے کہ سنت یہ ہے کہ عید کے دن پیدل عید گاہ کی طرف جائیں، امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور فقہاء کی ایک جماعت کے نزدیک یہ مستحب ہے۔

امام مالک نے کہا: ہم پیدل جاتے ہیں جب تک کہ مکان قریب نہ ہو، اگر وہ دور ہو جائے تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے، حسن بصریؒ کے پاس سوار کر دیتے تھے، ابراہیم بن الحنفی نے عیدین اور جمعہ کے دن سوار ہو کر جانے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

ربانماز عید کو خطبہ سے پہلے پڑھنا تو اس پر متقدمین اور متاخرین علماء کا اجماع ہے، ماسوا بنوامیہ کے وہ خطبہ نماز سے پہلے پڑھتے ہیں اور اس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

اس حدیث سے یہ بھر سہم ہوا کہ نماز عید کے لیے اذان اور اقامت نہیں پڑھنی چاہیے اور یہ فقہاء کی ایک جماعت کا قول ہے اور شععی اور حکم اور ابن سیرین نے کہا: عیدین کے دن اذان دینا بدعت ہے۔

سعید بن المسیب نے کہا: جس نے سب سے پہلے عید کے دن اذان دی وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تھے، حصین نے کہا: سب سے پہلے عید کے دن زیاد نے اذان دی تھی۔ علامہ عینی نے لکھا ہے کہ یہ کام سب سے پہلے ہشام نے کیا، داؤد دی نے کہا: یہ کام مروان نے کیا تھا، امام شافعی نے کہا: صرف یہ نداء کی جائے کہ نماز تیار ہے۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۴۰۹)

(شرح ابن بطل ج ۲ ص ۶۳۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۳ھ)

* باب مذکور کی احادیث، شرح صحیح مسلم: ۱۹۴۲-۱۹۴۳ ج ۲ ص ۶۶۳-۶۶۴ پر مذکور ہیں، وہاں ان احادیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۸۔ بَابُ الْخُطْبَةِ بَعْدَ الْعِيدِ

نماز عید کے بعد خطبہ دینا

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس سے پہلی احادیث میں یہ ذکر آچکا ہے کہ عید کے دن نماز کے بعد خطبہ دیا جائے گا، پھر امام بخاری نے اس کا دوبارہ ذکر کیوں کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری نے زیادہ تاکید کے لیے ایسا کیا ہے ویسے بھی امام بخاری احادیث کا تکرار بہت کرتے ہیں۔

۹۶۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ شَهِدْتُ الْعِيدَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ، فَكُلُّهُمْ كَانُوا يُصَلُّونَ قَبْلَ الْخُطْبَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے الحسن بن مسلم نے خبر دی، از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، انہوں نے بیان کیا: میں عید کے دن رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے پاس حاضر تھا، وہ سب خطبہ سے پہلے نماز پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۹۵۲ کو ملاحظہ فرمائیں۔

۹۶۳۔ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو اسْمَاءَ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَابْنُ بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يُصَلُّونَ الْعِيدَيْنِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ.

ابو عاصم نے بیان کیا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسماء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عید کے دن نافع کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما خطبہ سے پہلے عیدین کی نماز پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۹۵۶ کا مطالعہ فرمائیں۔

۹۶۴۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى يَوْمَ الْفِطْرِ رُحْمَيْنِ لَمْ يُصِرْ قَبْلَهُمَا زِلَا بَعْدَهُمَا تَمَّ آتَى النِّسَاءَ وَمَعَهُ بَزَالٌ فَامْرَأَةٌ مِنَ النِّسَاءِ فَجَمَلَنَ يُلْقِينَ، تُلْقِي الْمَرْأَةُ خُرْصَهَا وَيَخَابَهَا.

ابو عاصم نے بیان کیا: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، از عدی بن ثابت از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عید الفطر کے دن دو رکت نماز پڑھائی، اس سے پہلے دنی نماز پڑھی، اس کے بعد کون نماز پڑھی، پھر آپ ﷺ نے اس وقت آپ کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے، آپ نے خواتین کو صدقہ کرنے کا حکم دیا، پھر خواتین کپڑے میں ڈالتی تھیں، خواتین اس میں اپنی بالیاں اور ہار ڈالتی تھیں۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۹۶۱ کا مطالعہ فرمائیں۔

عید کی نماز دو رکعت ہے

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ نماز عید دو رکعت ہے، ابن بزیہ نے کہا: اس پر اجماع منعقد ہے کہ نماز عید دو رکعت ہے، اس سے

زیادہ نہیں ہے مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نماز عید چار رکعت ہے اگر نماز عید عید گاہ میں پڑھی جائے تو جمہور کا قول ہے کہ وہ دور رکعت ہے۔

نماز عید سے پہلے اور بعد نفل پڑھنے کے متعلق اختلاف فقہاء

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نماز عید سے پہلے اور نماز عید کے بعد نفل نہیں پڑھے جائیں گے۔ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہ اور ثوری کا مذہب یہ ہے کہ نماز عید کے بعد نفل پڑھنا جائز ہے اور نماز عید سے پہلے نفل پڑھنا جائز نہیں ہے اور امام شافعی کا مذہب ہے کہ نماز عید سے پہلے اور نماز عید کے بعد نفل پڑھنا جائز ہے اور ابن وہب اور اشہب نے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ نماز عید سے پہلے نفل نہ پڑھے جائیں اور نماز عید کے بعد نفل پڑھنا مباح ہے۔

الذخیرہ میں مذکور ہے: نماز عید سے پہلے کوئی نماز نہ پڑھی جائے کرخی نے تصریح کی ہے کہ یہ مکروہ ہے شرح الہدایہ میں مذکور ہے کہ محمد بن مقاتل الروزی یہ کہتے تھے کہ عید گاہ کی طرف نفل کر جانے سے پہلے چاشت کی نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور عامۃ المشائخ نے کہا ہے کہ عید کی نماز سے پہلے نفل پڑھنا مطلقاً مکروہ ہے حضرت علی حضرت ابن مسعود حضرت جابر اور حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہم نماز عید سے پہلے اور نماز عید کے بعد نوافل کو جائز نہیں سمجھتے تھے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مسروق شعیبی ضحاک سالم قاسم الزہری معمر ابن جریج اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے۔

نماز عید پڑھنے کے لیے عورتوں کے عید گاہ میں جانے کے متعلق اختلاف فقہاء اور صدقہ کے مسائل

اس حدیث میں یہ ثبوت بھی ہے کہ نبی ﷺ نے عید گاہ میں جانے کے لیے عورتوں کو صدقہ دینے کا حکم دیتے تھے اور اس حدیث میں خواتین کو وعظ کرنے کا اور ان کو صدقہ دینے کی ترغیب کا استحباب ہے اور یہ اس وقت مستحب ہے جب وعظ کرنے والے عالم اور وعظ سننے والی خواتین پر کسی فساد یا گنہ کا خطرہ نہ ہوئے۔ اس میں یہ ثبوت بھی ہے کہ نفلی صدقہ میں ایجاب و قبول کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اس میں یہ کافی ہے کہ بغیر کسی عذر کے صدقہ دینے والے کی جھولی میں صدقہ کا مال ڈال دیا جائے کیونکہ وہ خواتین حضرت بلال کی اولاد کے ریزات ڈال دیتی تھیں۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز عید پڑھنے کے لیے خواتین کا عید گاہ میں جانا جائز ہے اس میں سلف صالحین کا اختلاف ہے حضرت ابو بکر حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کا موقف یہ ہے کہ خواتین پر عید کی نماز پڑھنے کے لیے جانا واجب ہے ابو قلابہ نے بیان کیا کہ ہم عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ عید الاضحیٰ میں حاضر ہوئے پڑھنے کے لیے جاتی تھیں اور تمہ اور اسود اپنی خواتین و بچے عید کے لیے یہاں پہنچے۔ پتے اور نماز جمعہ میں جانے سے منع کرتے تھے۔ ابن ماجہ نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ عیدین اور جمعہ کی نماز کے لیے عورتوں کے جانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور ان نمازوں کے لیے جانا ان پر واجب نہیں ہے اور بعض فقہاء تابعین نے عورتوں کے جانے سے منع کیا ہے ان میں عروہ القاسم النخعی یحییٰ الانصاری اور امام ابو یوسف شامل ہیں امام ابو حنیفہ نے ایک مرتبہ اس کی اجازت دی اور ایک مرتبہ منع کیا اور جن فقہاء نے نماز عید کے لیے عورتوں کو جانے کی اجازت دی ہے ان کا قول زیادہ صحیح ہے کیونکہ وہ سنت ثابتہ کے مطابق ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اس زمانہ میں فتنہ اور فساد غالب ہے اس لیے اب عورتوں کو مطلقاً منع کرنا چاہیے اور جب عورتیں جائیں تو مردوں سے الگ جگہ میں کھڑی ہوں تاکہ فتنہ اور فساد کا خطرہ نہ رہے۔

(میں کہتا ہوں کہ اس زمانہ میں عورتیں اپنی ضروریات سیر و تفریح اور تعیش کے لیے گھر سے باہر نکلتی ہیں تو صرف نماز کے لیے ان

کو گھر سے نکلنے سے منع کرنا مناسب نہیں ہے۔ سعیدی (غفرلہ)

اس حدیث میں یہ ثبوت بھی ہے کہ عورت اپنے ذاتی مال سے کسی کو صدقہ دے سکتی ہے، البتہ امام مالک نے یہ کہا ہے کہ وہ شوہر کی رضامندی کے بغیر تہائی مال سے زیادہ صدقہ نہ کرے۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۴۱۳-۴۱۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۹۶۵۔ حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا زُبَيْدٌ قَالَ سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهِ فِي يَوْمِنَا هَذَا أَنْ نُصَلِّيَ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنُحَرِّقَ فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا وَمَنْ نَحَرَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَإِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ قَدَّمَهُ لِأَهْلِهِ لَيْسَ مِنَ التَّسْلِكِ فِي شَيْءٍ . فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ يُقَالُ لَهُ أَبُو بَرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ ذَهَبْتُ وَعِنْدِي جَذْعَةٌ خَيْرٌ مِنْ مُبِينَةٍ فَقَالَ اجْعَلْهُ مَكَانَهُ فَإِنَّ تَرْتِي أَوْ تَجْرِتَ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں زبید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے شعبی سے سنا کہ حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ہم آج کے اس دن جس کام کو سب سے پہلے کرتے تھے وہ یہ ہے کہ ہم نماز پڑھتے ہیں پھر ہم لوٹ جاتے ہیں پھر ہم نحر (قربانی) کرتے ہیں سو جس نے یہ کام کیا اس نے ہماری سنت کو پالیا اور جس نے نماز سے پہلے قربانی کر لی تو وہ صرف گوشت ہے جس کو اس نے اپنے گدالوں کے لیے پیش کیا ہے اس کا عبادت میں کوئی حصہ نہیں ہے پھر انصار میں سے ایک شخص کھڑے ہوئے ان کا نام حضرت ابو بردہ بن نیار تھا انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں ذبح کر چکا ہوں اور میرے پاس چھ ماہ کا بکری کا بچہ ہے جو ایک سال کے بکرے سے زیادہ بہتر (فربہ) ہے آپ نے فرمایا: اسے اس جگہ ذبح کر دو اور تمہارے بعد وہ اور کسی کے لیے کفایت نہیں کرے گا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۹۵۱ کا مطالعہ کریں۔

عید کے دن اور حرم میں ہتھیار

اٹھانے مکروہ ہے

اور حسن بصری نے کہا: مسلمانوں کو اس سے منع کیا گیا تھا کہ وہ عید کے دن ہتھیار اٹھائیں سو اس کے کہ انہیں دشمن کا خطرہ ہو۔

۹۔ بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ حَمْلِ السِّلَاحِ

فِي الْعِيدِ وَالْحَرَمِ

وَقَالَ الْحَسَنُ نَهَوْا أَنْ يَحْمِلُوا السِّلَاحَ يَوْمَ عِيدٍ إِلَّا أَنْ يَخَافُوا عَدُوًّا.

اس تخریج کی اصل یہ حدیث ہے:

ضحاک بن مزاحم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عید کے دن ہتھیار نکالنے سے منع فرمایا، سو اس صورت کے کہ تمہیں کسی دشمن کا خطرہ ہو پھر تم ہتھیار نکال لو۔

(مصنف عبد الرزاق: ۱۵۶۵-۱۵۶۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ سنن ابن ماجہ: ۱۳۱۳ اس میں ایک ضعیف راوی ہے)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں زکریاء بن یحییٰ ابو

السکین نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محاربہ نے حدیث

۹۶۶۔ حَدَّثَنَا زَكَرِيَاءُ بْنُ يَحْيَى أَبُو السَّكِينِ

قَالَ حَدَّثَنَا الْمُحَارِبِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُوْفَةَ

عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ، حِينَ أَصَابَهُ بَسَانُ الرُّمَحِ فِي أَخْمَصِ قَدَمِهِ، فَلَزِزْتُ قَدَمَهُ بِالرَّكَابِ، فَنَزَلْتُ فَنَزَعْتُهَا، وَذَلِكَ بِمَنْى، فَبَلَغَ الْحَجَّاجُ، فَجَعَلَ يَبْعُدُهُ، فَقَالَ الْحَجَّاجُ لَوْ نَعْلَمُ مَنْ أَصَابَكَ؟ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ أَنْتَ أَصَبْتَنِي، قَالَ وَكَيْفَ؟ قَالَ خَمَلْتُ السِّلَاحَ لِي يَوْمَ لَمْ يَكُنْ يُحْمَلُ فِيهِ، وَأَدْخَلْتُ السِّلَاحَ الْحَرَمَ، وَلَمْ يَكُنِ السِّلَاحُ يَدْخُلُ الْحَرَمَ. [طرف الہدیث: ۹۶۷]

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن سوہ نے حدیث بیان کی از سعید بن جبیر انہوں نے بیان کیا: میں اس وقت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا جب نیزہ کی نوک ان کے پیر کے تلوے میں چھوئی گئی، ان کا پیر رکاب کے ساتھ چپک گیا، پس میں حواری سے اتر ا اور ان کے پیر کو رکاب سے نکالا، یہ واقعہ منیٰ میں ہوا تھا، حجّاج کو یہ خبر پہنچی تو وہ ان کی عیادت کے لیے آیا، پس حجّاج نے کہا: کاش! ہم کو پتا چل جاتا کہ کس نے آپ کو نیزہ چھوایا ہے، حضرت ابن عمر نے فرمایا: تم نے چھوایا ہے، حجّاج نے پوچھا: کیسے؟ حضرت ابن عمر نے فرمایا: تم نے اس دن ہتھیار اٹھائے جس دن ہتھیار حرم میں نہیں جاتے اور تم نے حرم میں ہتھیاروں کو داخل کیا حالانکہ حرم میں ہتھیار داخل نہیں کیے جاتے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) زکریا بن یحییٰ بن عمر الطائی الکوفی ان کی کیت ابوالسکین (۲) زکریا بن ان ک۔ م عبد رحمان بن محمد ہے ان کی کنیت ابو محمد ہے، یہ ۱۹۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) محمد بن سوہ ابو بکر (۴) ابی اسد بن سیرین (۵) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔
(عمدة القاری ج ۶ ص ۳۱۵)

حضرت ابن عمر کے تلوے میں نیزہ کی نوک چھونے میں حجّاج بن یزید کا کردار

اس حدیث میں حجّاج کا ذکر ہے اس کا نام حجّاج بن یوسف ثقفی ہے یہ اس وقت حجاز کا امیر تھا، یہ واقعہ حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے ایک سال بعد کا ہے، یہیں ساس راق پر حاکم رہا، اس نے اس عرصہ میں بہت خون ریزی کی اور اللہ کے حرم میں الحاد کیا اور اس نے بہت فتنہ اور فساد کیا، یہ ۹۵ھ میں واسط میں مر گیا تھا اور وہیں دفن کیا گیا، اس کی قبر کا نشان مٹ گیا اور اس کو پانی بہا کر لے گیا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر سے حجّاج سے یہ روایات اس جملہ میں عن ابن عمر نے سب کی طرف سے دیکھا ہے، کتاب الانساب میں مذکور ہے کہ خلیفہ عبد الملک بن مروان نے حجّاج کی طرف لکھا تھا۔ تم حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی بات میں مخالفت نہ کرنا، یہ حکم حجّاج پر شاق گزرا، اس نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ نیزہ کو زہرا لود کرے اور اس کو حضرت ابن عمر کے پیر کے تلوے میں چھو دے، اس زہرا لود زخم کی وجہ سے حضرت ابن عمر کئی دن تک بیمار رہے بالآخر ۷۴ھ میں فوت ہو گئے۔

حجّاج نے کہا: کیسے! یعنی میں نے آپ کے تلوے میں نیزہ کی نوک کیسے چھوئی؟ حضرت ابن عمر نے فرمایا: تم نے عید کے دن لوگوں کو حرم میں ہتھیار لے جانے کی اجازت دی، جس کی وجہ سے کسی کو یہ موقع ملا کہ وہ میرے تلوے میں نیزہ چھوئے تو اس کا سبب تم بنے ہو اور تم نے دو وجہ سے سنت کی مخالفت کی، تم نے عید کے دن اور حرم میں ہتھیار لے جانے کی اجازت دی حالانکہ اس دن اور اس جگہ میں رسول اللہ ﷺ نے ہتھیار لے جانے سے منع فرمایا ہے۔

جس طرح عید کے دن اور حرم میں ہتھیار لے جانا منع ہے اسی طرح جس دن اور جس جگہ میں لوگوں کا اثر دھام ہو وہاں بھی

ہتھیار لے جانا منع ہے یعنی بغیر غلاف کے تاکہ کھلا ہوا ہتھیار کسی مسلمان کو زخمی نہ کر دے ہاں! اگر ہتھیار غلاف اور میان میں ہوں تو پھر ان کو لے جانا جائز ہے۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۳۱۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

ہتھیار لے کر چلنے کی ممانعت کے باوجود مسلمانوں کی موجودہ روش

آج کل نیزوں، تلواروں اور تیروں کا دور تو نہیں ہے لیکن پستول اور بندوق کا اور ٹی ٹی اور کلاشکوف کا دور ہے اور لوگ برسر عام ان ہتھیاروں کو لے کر گھومتے ہیں۔ شادی بیاہ کے مواقع پر اور تہواروں پر اور نئے سال کی آمد پر بے تحاشا فائرنگ کرتے ہیں جس کی زد میں آ کر کئی بے قصور لوگ ہلاک ہو جاتے ہیں اور لوگ اپنے سیاسی مخالفوں کو برسر عام قتل کرتے ہیں حکومت کی طرف سے اس کے خلاف کارروائی کے اعلانات کیے جاتے ہیں لیکن ان اعلانات پر عمل نہیں ہوتا کیونکہ فائرنگ کرنے والے بہت اثر و رسوخ والے اور مضبوط پارٹی سے تعلق رکھنے والے ہوتے ہیں اور اب فائرنگ تو معمولی بات ہے مساجد مدارس اور بڑے بڑے جلسہ گاہوں میں بم دھماکے کیے جاتے ہیں اور سینکڑوں لوگ قہرہ اجل بن جاتے ہیں اور کوئی مجرم پکڑا نہیں جاتا۔ چند دن اس ظلم کے خلاف کارروائی کی بازگشت سنائی دیتی رہتی ہے پھر سب کچھ طاق نسیان کی نذر ہو جاتا ہے۔ ہاں! اگر صدر مملکت یا وزیراعظم کے خلاف دہشت گردی کی کارروائی ہو تو پھر مجرم پکڑ لیے جاتے ہیں اور ان کو سزا بھی ہوتی ہے پچھلے سال کے بارہ ربیع الاول ۱۴۲۶ھ کو نشتر پارک کراچی میں عید میلاد النبی کے عظیم جلسہ عام میں اسٹیج پر بم دھماکہ کیا گیا جس میں پچاس ساٹھ جلیل القدر علماء شہید ہو گئے۔ ان میں میرا بھانجا سید کاشف علی بھی شہید ہو گیا اور سینکڑوں زخمی ہوئے لیکن کوئی مجرم قتل نہیں ہوا، نبی شریف نے فرمایا ہے: تیر کی نوک کو پکڑ کر رکھو کہیں اس سے کوئی مسلمان زخمی نہ ہو جائے۔ (صحیح البخاری: ۵۰۷۳، ۵۰۷۴، صحیح مسلم: ۲۶۱۴، ۲۶۱۵، مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۸)

جب کہ اب مسلمان کھلے عام دوسرے مسلمانوں کو ناحق قتل کر رہے ہیں۔

۹۶۷۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ دَخَلَ الْحَجَّاجُ غُصًى ابْنِ عُمَرَ وَآلَا عِنْدَهُ فَقَالَ كَيْفَ هُوَ؟ فَقَالَ صَالِحٌ فَقَالَ مَنْ أَصَابَكَ؟ قَالَ أَصَابَنِي مَنْ أَمَرَ بِحَمْلِ السَّلَاحِ فِي يَوْمٍ لَا يَجُزُّ لِيهِ حِمْلُهُ يَنْهَى الْحَجَّاجُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یحیٰی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے اسحاق بن سعید بن عمرو بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی از والد خود انہوں نے کہا: جس وقت حجج حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اس وقت میں بھی ان کے پاس تھا پس اس نے پوچھا: کیسے میں؟ حضرت ابن عمر نے کہا: وہ ٹھیک ہیں اس نے پوچھا: آپ کو یہ نیزہ کس نے چھو یا ہے؟ حضرت ابن عمر نے کہا: مجھے یہ نیزہ اس نے چھو یا ہے جس نے اس دن ہتھیار اٹھانے کا حکم دیا جس دن ہتھیار اٹھانا جائز نہیں ہے یعنی حجج نے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۹۶۶ کا مطالعہ فرمائیں۔

۱۰۔ بَابُ التَّبَكُّيرِ إِلَى الْعِيدِ

وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بُسْرِ إِنَّ كُنَّا لَفَرَعْنَا فِي هَذِهِ السَّاعَةِ وَذَلِكَ جِئِنَ التَّسْبِيحِ.

عید کی نماز کے لیے جلدی روانہ ہونا

اور حضرت عبد اللہ بن بسر رضی اللہ عنہ نے کہا: بے شک اس وقت ہم (نماز عید) سے فارغ ہو جاتے تھے اور یہ چاشت کی نماز پڑھنے کا وقت تھا۔

حضرت عبداللہ بن بسر ابو صفوان اسلمی البازنی صحابی ابن صحابی ہیں یہ ۸۸ھ میں حمص میں اچانک فوت ہو گئے تھے اس وقت یہ وضوء کر رہے تھے ملک شام میں فوت ہونے والے یہ آخری صحابی ہیں یہ ان صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی ہے۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۳۱۷)

اس تعلق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

یزید بن خمیر الرحبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن بسر جو رسول اللہ ﷺ کے صحابی تھے رضی اللہ عنہ وہ لوگوں کے ساتھ عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے دن (نماز عید کے لیے) نکلے انہوں نے امام کی تاخیر پر انکار کیا اور کہا: بے شک اس ساعت میں تو ہم (نماز عید سے) فارغ ہو جاتے تھے اور یہ چاشت کی نماز کا وقت ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۳۵۵، سنن ابن ماجہ: ۱۳۱۷)

۹۶۸ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ زَيْدِ بْنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ الْبَرَاءِ قَالَ قَالَ خَطَبَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ قَالَ إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبَدَأُ بِهِ فِي يَوْمِنَا هَذَا أَنْ تُصَلِّيَ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنُحَرِّقَ لِمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ فَقَدْ أَصَابَ سُتُنًا وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ فَإِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ عَجَلٌ لَا ذِمَّةَ لِمَنْ فِي النَّسْلِ فِي شَيْءٍ. لَقَامَ خَالِصِ ابْنُ بَرْدَةَ بْنِ يَارٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَلَا ذَبَحْتُ قَبْلَ أَنْ أُصَلِّيَ؟ وَعِنْدِي جَذْعَةٌ خَمِيرٌ مِنْ مُسْنَةِ قَالَ اجْعَلْهَا مَكَالَهَا أَوْ قَالَ اذْبَحْهَا وَلَنْ تَجْزِيَ جَذْعَةٌ عَنْ أَحَدٍ عَذَكَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از زید از الشعمی از حضرت البراء رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے قربانی کے دن ہمیں خطبہ دیا آپ نے فرمایا: ہم اپنے اس دن میں جس کام سے ابتداء کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم نماز پڑھتے ہیں پھر ذبح کرتے ہیں اور نحر (قربانی) کرتے ہیں پھر اس نے یہ نام یہ اس نے ہماری سنت کو پالیا اور جس نے نماز پڑھنے سے پہلے ذبح کر لیا تو وہ صرف گوشت ہے جس کو اس نے اپنے گھروالوں کے لیے تیار کر لیا ہے اس میں عبادت کی کوئی حاضمت نہیں ہے میرے ماموں حضرت ابوبردہ بن نیار رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اس انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے نماز پڑھنے سے پہلے ذبح کر دیا اور میرے پاس ایک چھ ماہ کا بکری کا بچہ ہے اور وہ ایک سال کے بکرے سے زیادہ قریب ہے آپ نے فرمایا: اس کو اس کی جگہ ذبح کر دیا فرمایا: اس کو ذبح کر دو اور اس کے بعد چھ ماہ کا بکری کا بچہ (قربانی) کر لیا، اسے لیے کافی نہیں ہوگا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری ج ۹۵ میں گزر چکی ہے۔

”الجدع“ کے فقہی معانی

اس حدیث میں ”الجدع“ کا لفظ ہے اونٹ کے لیے جب ”الجدع“ کا لفظ استعمال ہو تو فقہاء احناف شوافع حنابلہ ظاہریہ اور جعفریہ کے نزدیک اس کا معنی ہے: وہ اونٹ جو چار سال پورے کر کے پانچویں سال میں داخل ہوا ہو اور جب بیل کے لیے ”الجدع“ مستعمل ہو تو اس کا معنی ہے: وہ بیل جو دو سال پورے کر کے تیسرے سال میں داخل ہو اور فقہاء احناف کے نزدیک اس کا معنی ہے: ایک سال کا بیل اور جب گھوڑوں کے لیے یہ لفظ مستعمل ہو تو فقہاء احناف کے نزدیک اس کا معنی ہے: جو چوتھے سال

میں داخل ہو اور جب دنبہ کے لیے مستعمل ہو تو حنفیہ شافعیہ اور ظاہریہ کے نزدیک اس کا معنی ہے: جو پورے ایک سال کا ہو اور حنفیہ اور شافعیہ کا ایک قول یہ ہے کہ وہ چھ ماہ کا ہو اور جب بکرے کے لیے یہ لفظ بولا جائے تو حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک اس کا معنی ہے: جو ایک سال سے کم ہو یا چھ ماہ کا ہو۔ (القاسم العقیلی ص ۵۹ 'ادارۃ القرآن' کراچی)

۱۱۔ بَابُ فَضْلِ الْعَمَلِ فِي أَيَّامِ التَّشْرِيقِ

ایام تشریق میں عمل کی فضیلت

تشریق کا لفظ "شرق اللحم" سے ماخوذ ہے جب گوشت کو دھوپ میں سوکھنے کے لیے پھیلا دیا جائے تو اس کو "شرق اللحم" کہتے ہیں کیونکہ قربانی کے گوشت کو منی میں سکھایا جاتا تھا دوسرا قول یہ ہے کہ تشریق کا معنی ہے: سورج کا چمکنا۔ ہدی اور قربانی کی اونٹنیوں کو اس وقت تک نحر نہیں کیا جاتا تھا جب تک سورج طلوع ہو کر چمکنے نہ لگتا ہو ایک قول یہ ہے کہ "التشریق" سے مراد عید کی نماز ہے کیونکہ عید کی نماز اس وقت ادا کی جاتی تھی جب سورج طلوع ہو کر بلند ہو جائے جیسا کہ امام ابو عبیدہ نے سند صحیح کے ساتھ حضرت علی سے روایت کی ہے کہ جامع شہر کے سوا جمعہ اور تشریق جائز نہیں ہے یعنی نماز جمعہ اور نماز عید جائز نہیں ہے۔ الخلاصہ میں مذکور ہے: قربانی کے ایام تین دن ہیں اور تشریق کے ایام بھی تین ہیں اور تشریق چار دن تک جاری ہے اور دس ذی الحج کا دن نحر کے ساتھ خاص ہے اور تیرہ ذی الحج تشریق کے ساتھ خاص ہے اور ان کے درمیان کے دو دن نحر اور تشریق دونوں کے لیے ہیں۔

(عمدة القاری ج ۶ ص ۳۱۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اور ایام معدودات میں نہ نحر کرنا اور نہ "ایام العشر" اور "ایام معدودات" ایام تشریق ہیں۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿وَاذْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ﴾ (البقرہ: ۲۰۳) أَيَّامُ الْعَشْرِ وَالْأَيَّامُ الْمَعْدُودَاتُ أَيَّامُ التَّشْرِيقِ.

قرآن مجید میں ہے:

بمقررہ دنوں میں (ذبیحہ پر) اللہ کا نام ذکر کریں۔

وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ

(الحج: ۲۸)

اور گنتی کے دنوں میں اللہ کو یاد کرو۔

وَإِذْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ. (البقرہ: ۲۰۳)

قرآن مجید میں ہے: "وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ" (الحج: ۲۸) اور حضرت ابن عباس نے کہا: "وَإِذْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ" اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس نے اس قرآن مجید نے الفاظ: "وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ" سے مراد یہ ہے کہ ایام معلومات سے مراد ذی الحج ہے۔ پتہ دس دن ہیں اور "ایام مَّعْدُودَاتٍ" (البقرہ: ۲۰۳) سے مراد یہ روزے ہیں اور تیرہ ذی الحج کے تین دن ہیں۔

مقدمین کا "ایام معدودات" اور "ایام معلومات" کی تفسیر میں اختلاف ہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک "ایام معلومات" ذی الحج کے دس دن ہیں اور "ایام معدودات" دس گیارہ اور بارہ ذی الحج کے تین دن ہیں اور یہی حسن اور قتادہ کا قول ہے اور حضرت علی اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: "ایام معلومات" نحر (قربانی) کے تین دن ہیں اور "ایام معدودات" ایام تشریق ہیں اور یہی امام ابو یوسف اور امام محمد کا قول ہے ان کو "معدودات" اس لیے فرمایا ہے کہ ان کی تعداد کم ہے اور قربانی کے ایام کو "معلومات" اس لیے فرمایا ہے کہ تمام لوگوں کو معلوم ہے کہ یہ قربانی کے ایام ہیں۔ امام شافعی نے کہا ہے کہ "ایام معلومات" قربانی کے ایام ہیں اور حضرت علی اور حضرت عمر سے مروی ہے کہ اس سے قربانی کا دن اور اس کے بعد کے دو دن مراد ہیں اور یہی امام

مالک کا قول ہے، امام طحاوی نے کہا: الحج: ۲۸ میں ”ایَّامٌ مَّغْلُومَاتٌ“ سے مراد قربانی کے ایام ہیں اور ان ہی کو البقرہ: ۲۰۳ میں ”ایَّامٌ مَّعْدُودَاتٌ“ فرمایا ہے۔

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ، وَأَبُو هُرَيْرَةَ يَخْرُجَانِ إِلَى الشُّوقِ فِي أَيَّامِ الْعَشْرِ، يُكَبِّرَانِ وَيُكَبِّرُ النَّاسُ بِتَكْبِيرِهِمَا۔ اور حضرت ابن عمر اور حضرت ابو ہریرہ ذی الحج کے دس دنوں میں بازار کی طرف نکلتے وہ دونوں تکبیر پڑھتے تھے اور ان کی تکبیر کے ساتھ لوگ تکبیر پڑھتے تھے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

عبید بن عمیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ منیٰ میں اپنے خیمہ میں تکبیر پڑھتے تھے اہل مسجد اس تکبیر کو سن کر تکبیر پڑھتے تھے پھر بازار والے اس کو سن کر تکبیر پڑھتے تھے حتیٰ کہ تکبیر کی آواز سے منیٰ گونج جاتا تھا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ ان ایام میں منیٰ میں تکبیر پڑھتے تھے اور نمازوں کے بعد اور اپنے بستر پر اور اپنے خیمہ میں اور اپنی مجلس میں اور اپنے چلنے کی جگہوں میں ان تمام ایام میں۔ (سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۱۲، نثرات، ملتان)

وَكَبَّرَ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ خَلْفَ النَّافِلَةِ۔ اور محمد بن علی نے نفل نماز کے بعد تکبیر پڑھی۔

اس سے مراد ہیں: محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب جو امام باقر کے نام سے معروف ہیں اس تعلیق کو امام دارقطنی نے المؤلف میں ذکر کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ابن ابی ہریرہ نے خبر دیا کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت محمد بن علی سے سنا وہ ایام تشریق میں منیٰ میں نوافل کے بعد تکبیر پڑھ رہے تھے۔ المسفاقی نے کہا ہے کہ: محمد بن علی کی کتب میں بت نہیں کی، بعض شافعیہ نے کہا ہے کہ نوافل اور جنازہ کے بعد تکبیر پڑھی جائے یہی زیادہ صحیح قول ہے، امام مالک کے اس میں دو قول ہیں اور مشہور قول یہ ہے کہ یہ تکبیرات فرائض کے ساتھ مختص ہیں علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ امام شافعی اور باقی فقہاء کا بھی یہی قول ہے، وہ صرف فرائض کے بعد تکبیرات کو جائز کہتے ہیں۔ (شرح ابن ماجہ ج ۲ ص ۱۰۰) جمہور کے یہ تکبیر پڑھنے کی حدیث حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے اور یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے اور یہی امام احمد کی مشہور روایت ہے اور امام ابو یوسف، محمد، امام مالک اور امام شافعی نے کہا: تنہا نماز پڑھنے والا بھی تکبیر پڑھے اور صحیح یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک تکبیر پڑھنا واجب ہے اور فتاویٰ قاضی خاں میں مذکور ہے کہ یہ سنت ہے امام شافعی، امام مالک اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۴۲۰)

۹۶۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غُرَيْرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَلِيمَانَ عَنْ مُسَيْمِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مَا الْعَمَلُ فِي أَيَّامِ الْعَشْرِ أَفْضَلَ مِنَ الْعَمَلِ فِي هَذِهِ. قَالُوا وَلَا الْجِهَادُ؟ قَالَ وَلَا الْجِهَادُ إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ يُخَاطِرُ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ، فَلَمْ يَرْجِعْ بِشَيْءٍ۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں: میں نے ابن عمر سے حدیث سنی کی انہوں نے کہا: ہمیں حدیث بالانوار زلیمان از مسلم البطين از سعید بن جبیر از ابن عباس از نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ذی الحج کے ان دس دنوں میں ان تکبیرات کے پڑھنے سے کوئی عمل افضل نہیں ہے، صحابہ نے پوچھا: جہاد بھی نہیں ہے، آپ نے فرمایا: اور نہ جہاد سوا اس کے کسی شخص نے اپنی جان اور مال کو خطرہ میں ڈال دیا اور کچھ واپس نہ لایا۔

(سنن ابوداؤد: ۲۳۳۸، سنن ترمذی: ۷۵۷، سنن ابن ماجہ: ۱۷۲۷، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۳۳۸، صحیح ابن حبان: ۳۲۳، شرح السنن: ۱۱۲۵)

مصنف عبدالرزاق: ۸۱۲۱، المعجم الکبیر: ۱۱۳۲۶، شعب الایمان: ۳۷۳۹، مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۳، طبع قدیم مسند احمد: ۱۹۶۸، ج ۳ ص ۴۳۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

دن سے افضل ہے کیونکہ اس میں ایام تشریق کی فضیلت بھی ہوگی اور جمعہ کی فضیلت بھی ہوگی۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۴۲۳-۴۲۲)

۱۲ - بَابُ التَّكْبِيرِ أَيَّامَ مِنِّي

ایام منیٰ میں اور جب صبح کو عرفہ کی طرف

وَإِذَا غَدَا إِلَى عَرَفَةَ

جانا ہو تو تکبیر پڑھنا

وَمَا كَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَكْبُرُ فِي قَلْبِهِ بِمَنْىُ

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں اپنے خیمہ کے اندر بکیر پڑتے

فَيَسْمَعُهُ أَهْلُ الْمَسْجِدِ فَيَكْبِرُونَ وَيَكْبِرُ أَهْلُ
الْأَسْوَاقِ حَتَّى تَرْتَجَّ مِنْهُ تَكْبِيرًا.

تھے اس تکبیر کو اہل مسجد سن کر تکبیر پڑھتے تھے اور بازار والے بھی تکبیر پڑھتے تھے حتیٰ کہ منی تکبیر سے گونج اٹھتا تھا۔

اس تعلیق کی اصل سنن سعید بن منصور میں ہے۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۴۲۳)

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُكَبِّرُ بِمَنْى تِلْكَ الْآيَامَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما میں ان ایام میں نمازوں کے بعد

وَحَلْفَ الصَّلَوَاتِ، وَعَلَى فِرَاشِهِ وَفِي فُسْطَاطِهِ
وَمَجْلِسِهِ وَمَمَشَاهُ، تِلْكَ الْيَّامَ جَمِيعًا.

تکبیر پڑھتے تھے اور اپنے بستر پر اور اپنے خیمہ میں اور اپنی مسجد میں اور اپنے راستوں میں ان تمام ایام میں تکبیر پڑھتے تھے۔

اس تعلیق کی اصل سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۲۳ میں ہے، باب: ۱۱ میں اس کا مفصل ذکر ہو چکا ہے۔

وَكَاثَتْ مِمْوَزُ تُكْبِرُ يَوْمَ النُّجُومِ وَكَثُرُ

اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا عید الاضحیٰ کے دن تکبیر پڑھتی تھیں اور

النِّسَاءُ يَكْبِرُنَ خَلْفَ أَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ وَحُمَرَ بْنِ عَبْدِ
الْعَزِيزِ، لِيَأْتِيَ التَّشْرِيقُ، مَعَ الرِّجَالِ فِي الْمَسْجِدِ.

خود تیسرا امیر بن عثمان اور عمر عبدالعزیز کے پیچھے ایام تشریق کی
تیس میں۔ ان کے ساتھ سب سے بکسیر پہنچتی تھیں۔

اس تعلیق کی اصل سنن کبریٰ (ج ۲ ص ۳۱۶) میں مذکور ہے۔

ائمہ مذاہب کے نزدیک تفسیراتِ شریعت پڑھنے کا حکم

ہمارے اصحاب کے نزدیک تکبیر تشریق، جب ہے "سین امان" وحیفہ۔۔۔ زدیک ان نمازوں کے بعد شہر کی جماعت مستحب میں تکبیر مشروع ہے لہذا وتر نماز عید اور سنن اور نافل سے بدلتی تشریق پڑھنی نہ جب نہیں ہے اور نہ مسافروں پر واجب ہے اور نہ تنہا نماز پڑھنے والوں پر یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے اور یہی امام احمد کا مشہور مذہب ہے امام ابو یوسف اور اسلم نے کہا ہر اس شخص پر تکبیر تشریق پڑھنا جب ہے جو فرض نماز پڑھے خواہ وہ مقیم ہو یا مسافر و تنہا نماز پڑھے یا جماعت کے ساتھ اور ان کا کہنا تھا کہ جب ہے امام اسماعیل کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ نوافل اور جتناز کے بعد بھی تکبیر تشریق پڑھے اور مسافروں پر تکبیر تشریق نہیں ہے جب ان کے ساتھ تیمم نہ ہوں۔

ائمہ مذاہب کے نزدیک تکبیر است تشریق کی ابتداء اور انتہاء کا وقت

ہمارے اصحاب کے نزدیک یوم عرفہ کو نماز فجر کے بعد تکبیر تشریق شروع کی جائے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک یوم نحر کو عصر کے بعد تکبیر ختم کر دی جائے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ علقمہ اور اسود اور ابراہیم نخعی کا بھی یہی قول ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک ایام تشریق کے آخری دن عصر کی نماز کے بعد تکبیر ختم کر دے، حضرت عمر بن الخطاب، حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کا بھی یہی مذہب ہے، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، ابو ثور اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے، امام مالک اور امام شافعی کا مشہور قول یہ ہے کہ یوم النحر کی ظہر سے تکبیر شروع کرے اور آخر ایام تشریق کی صبح کو ختم کر دے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور عمر بن عبد العزیز کا بھی یہی مذہب ہے، امام ابو یوسف سے بھی ایک ہی روایت ہے اور امام احمد کے نزدیک مستحسن یہ ہے کہ یوم نحر کی ظہر

سے تکبیر شروع کرے اور جس دن منی سے روانگی ہو اس دن ظہر تک تکبیر پڑھے۔

(عمدة القاری ج ۶ ص ۴۲۵-۴۲۴ ملخصاً دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک بن انس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے محمد بن ابی بکر الشقی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے تلبیہ کے متعلق سوال کیا اور اس وقت ہم دونوں صبح کو منی سے عرفات کی طرف جا رہے تھے (سوال یہ کیا: آپ لوگ نبی ﷺ کے ساتھ کس طرح کرتے تھے؟ انہوں نے بتایا کہ تلبیہ پڑھنے والا تلبیہ پڑھتا تو اس پر کوئی انکار نہیں کرتا تھا اور تکبیر پڑھنے والا تکبیر پڑھتا تو کوئی اس پر انکار نہیں کرتا تھا۔

۹۷۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الشَّقْفِيُّ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسًا وَنَحْنُ غَادِيَانِ مِنْ مَنَى إِلَى عَرَفَاتٍ عَنْ التَّلْبِيَةِ كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُونَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ كَانَ يُلَبِّي الْمَلَبِّي لَا يُنْكَرُ عَلَيْهِ وَيُكَبِّرُ الْمُكَبِّرُ فَلَا يُنْكَرُ عَلَيْهِ. [طرف الحدیث: ۱۶۵۹]

(صحیح مسلم: ۱۲۸۵، الرقم للسلسل: ۳۰۴۲، سنن نسائی: ۳۰۰۰، سنن ابن ماجہ: ۳۰۰۸، سنن دارمی: ۱۸۷۷، صحیح ابن حبان: ۳۸۴، سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۱۳، ج ۵ ص ۱۱۲، شرح السنن: ۱۴۰۰، سنن ابی داؤد: ۴۱۱۱، سنن ترمذی: ۲۶۰۰، سنن ابی یوسف: ۲۶۰۰، سنن ابی حنبلہ: ۱۲۶، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

تلبیہ میں تکبیر کو داخل کر دینا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے ہیں:

اس حدیث میں جس تکبیر کا ذکر کیا گیا ہے وہ ذکر کی ایک قسم ہے اور تلبیہ بھی ذکر کی قسم ہے اسی لیے تلبیہ پڑھنے والا تلبیہ کے درمیان تکبیر کو داخل کر دیتا تھا اور تلبیہ کو منہ نہیں کرتا تھا کیونکہ شارع علیہ السلام سے یہاں ہے کہ آپ نے تلبیہ کو منقطع نہیں کیا حتیٰ کہ جمرۃ العقبہ پر کنکریاں ماریں اور یہی امام حنفیہ، امام شافعی، امام مالک، امام حنبلی نے کہا: جب زوال آفتاب ہو جائے تو تلبیہ کو منقطع کر دے اور یہ بھی کہا: جب مسجد عرفہ کی طرف جائے تو تلبیہ کو منقطع کر دے۔

(عمدة القاری ج ۶ ص ۴۲۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عمر بن عباس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں میر نے حدیث بیان کی از عاصم از حصہ از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا: ہمیں حکم دیا جاتا تھا کہ ہم عید کے دن نکلیں حتیٰ کہ ہم کنواری لڑکی کو بھی اس کے پردہ میں نکالتے حتیٰ کہ ہم حائض عورتوں کو بھی نکالتے پس وہ لوگوں کے پیچھے رہتیں اور وہ لوگوں کی تکبیروں کے ساتھ تکبیر پڑھتیں اور ان کی دعاؤں کے ساتھ دعا کرتیں اور اس دن کی برکت اور طہارت کی توقع رکھتیں۔

۹۷۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَنْصَلٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي أَنَّهُ سَمِعَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَتْ كُنَّا نَوْمَرُ أَنْ نَخْرُجَ يَوْمَ الْعِيدِ حَتَّى نَخْرُجَ الْبُكْرَ مِنْ خِذْرِهَا حَتَّى نَخْرُجَ الْحَيْضَ فَيَكُنَّ خَلْفَ النَّاسِ فَيَكَبِّرْنَ بِتَكْبِيرِهِمْ وَيَدْعُونَ بِدُعَائِهِمْ يَرْجُونَ بَرَكَةَ ذَلِكَ الْيَوْمِ وَطَهْرَتَهُ.

نمازی کے سامنے سترہ قائم کرنا سنت ہے فرض یا واجب نہیں

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ کے سامنے سترہ اس لیے گاڑا جاتا تھا تاکہ وہ نماز میں آپ کے لیے سترہ ہو جائے جب آپ صحراء میں نماز پڑھا رہے ہوں اور نبی ﷺ کی سنت یہ ہے کہ بغیر سترہ کے نماز نہ پڑھی جائے خواہ امام ہو یا منفرد اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حدیث میں ہے: رسول اللہ ﷺ منیٰ میں بغیر دیوار کے نماز پڑھا رہے تھے۔ (صحیح البخاری: ۳۹۳)

اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے بغیر سترہ قائم کیے ہوئے اس لیے نماز پڑھائی تاکہ معلوم ہو جائے کہ سترہ قائم کرنا فرض یا واجب نہیں ہے صرف سنت ہے۔ (شرح ابن بطل مال ج ۲ ص ۶۳۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

عید کے دن نیزہ یا برچھی کو امام کے سامنے گاڑنا

۱۴ - بَابُ حَمْلِ الْعَنْزَةِ أَوْ الْحَرْبَةِ بَيْنَ يَدَيِ الْإِمَامِ يَوْمَ الْعِيدِ

۹۷۳ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍو قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْتَزِعُ إِلَى الْمُصَلَّى وَالْعَنْزَةَ بَيْنَ يَدَيْهِ تَحْمِلُ وَتَنْصَبُ بِالْمُصَلَّى بَيْنَ يَدَيْهِ فَيُصَلِّي إِلَيْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الولید نے حدیث بیان کی نسوں نے کہا: ہمیں ابو عمرو نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابن عمر سے روایت ہے کہ نبی ﷺ عید کے دن نیزہ یا برچھی کو امام کے سامنے اٹھایا جاتا تھا اور آپ کے سامنے عید گاہ میں گاڑ دیا جاتا تھا پس آپ اس کی طرف نماز پڑھتے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۰۶۰ اور ۲۰۶۱ میں گزر چکی ہے۔

خواتین اور حیض والی عورتوں کا عید گاہ کی طرف جانا

۱۵ - بَابُ خُرُوجِ النِّسَاءِ وَالْحَيْضِ إِلَى الْمُصَلَّى

۹۷۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَوْلَانَا زَيْدِ بْنِ حَمَادٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ مَحْبُوبٍ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ أَمَرْنَا أَنْ نَخْرِجَ الْعَوَاتِقَ وَذَوَاتِ الْخُدُورِ وَعَنْ أَبُوبِ عَنْ حَفْصَةَ بَنِي عَوْهٍ وَزَادَ فِي حَدِيثِ حَفْصَةَ قَالَ أَوْ قَالَتِ الْعَوَاتِقُ وَذَوَاتِ الْخُدُورِ وَيَعْتَزِلْنَ الْحَيْضُ الْمُصَلَّى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن عبد الوہاب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از زید: حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے بیان کرتی ہیں کہ ہمیں حکم دیا گیا تھا کہ ہم بالغہ اور پردہ دار عورتوں کو (نماز عید کے لیے) گھروں سے نکالیں اور از ایوب از حفصہ بھی اسی کی مثل روایت ہے اور حفصہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے: یا کہا: بالغہ اور پردہ دار عورتیں اور حائض عورتیں عید گاہ سے الگ رہیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۲۳ میں گزر چکی ہے۔

بچوں کا عید گاہ کی طرف جانا

۱۶ - بَابُ خُرُوجِ الصِّبْيَانِ إِلَى الْمُصَلَّى

۹۷۵- حَدَّثَنَا عُمَرُو بْنُ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فِطْرِ أَوْ أَضْحَى، فَصَلَّى ثُمَّ خَطَبَ، ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ، فَوَعَظَهُنَّ وَذَكَرَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عباس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمن نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبدالرحمان انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ میں عید الفطر یا عید الاضحیٰ کو نبی ﷺ کے ساتھ نکلا آپ نے عید کی نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا پھر آپ خواتین کے پاس گئے پس آپ نے ان کو وعظ کیا اور نصیحت کی اور ان کو صدقہ کرنے کا حکم دیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۹۸ میں گزر چکی ہے۔

۱۷- بَابُ اسْتِقْبَالِ الْإِمَامِ

النَّاسِ فِي خُطْبَةِ الْعِيدِ

قَالَ أَبُو سَعِيدٍ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُقَابِلَ النَّاسِ.

اس تعلیق کو امام بخاری نے صحیح البخاری: ۹۵۶ میں مکمل

۹۷۶- حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ عَنْ زُبَيْدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ إِسَاءٍ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أَضْحَى إِلَى الْأَضْحَى، فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيَّابِرَ جِهْدٍ وَفِي رَأْسِ الْأَوَّلِ نُسُكَنَا فِي يَوْمٍ هَذَا أَنْ نَبْدَأَ بِالصَّلَاةِ، ثُمَّ نَرْجِعَ فَنُصَلِّحَ، فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ فَقَدْ أَفْقَ سُنَّتَنَا، وَمَنْ ذَبَعَ زَيْلَ بِلَا سَأَلَ شَيْءًا عَجَبًا وَلَا شَيْءًا لَيْسَ مِنْ سُنَّتِكَ فِي شَيْءٍ، فَمَا رَجُلٌ فَقَدْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي ذَبَحْتُ، وَعِنْدِي جَذْعَةٌ خَيْرٌ مِنْ مُسِيئَةٍ؟ قَالَ إِذْ بَحَحْتُ وَلَا تَفِي عَنْ أَحَدٍ بِعَدْلِكَ.

عید کے خطبہ میں امام کا لوگوں

کی طرف منہ کرنا

حضرت ابوسعید نے کہا: نبی ﷺ لوگوں کے بالمقابل

ہڑے ہوئے۔

کے ساتھ روایت کیا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن طلحہ نے حدیث بیان کی از زبید از الشَّعْبِيِّ عَنْ إِسَاءٍ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أَضْحَى إِلَى الْأَضْحَى، فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيَّابِرَ جِهْدٍ وَفِي رَأْسِ الْأَوَّلِ نُسُكَنَا فِي يَوْمٍ هَذَا أَنْ نَبْدَأَ بِالصَّلَاةِ، ثُمَّ نَرْجِعَ فَنُصَلِّحَ، فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ فَقَدْ أَفْقَ سُنَّتَنَا، وَمَنْ ذَبَعَ زَيْلَ بِلَا سَأَلَ شَيْءًا عَجَبًا وَلَا شَيْءًا لَيْسَ مِنْ سُنَّتِكَ فِي شَيْءٍ، فَمَا رَجُلٌ فَقَدْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي ذَبَحْتُ، وَعِنْدِي جَذْعَةٌ خَيْرٌ مِنْ مُسِيئَةٍ؟ قَالَ إِذْ بَحَحْتُ وَلَا تَفِي عَنْ أَحَدٍ بِعَدْلِكَ.

انہی ارادت ابراہیم رضی اللہ عنہ نے بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ عید الاضحیٰ کے روز جمعہ کی طرف گئے پس آپ نے دو رکعت نماز پڑھی پھر آپ نے ہڑے لوہاری طرف متوجہ کیا اور فرمایا: ہمارے اس دن میں ہماری پہلی عبادت یہ ہے کہ ہم نماز سے ابتداء کرتے ہیں پھر ہم لوٹ جاتے ہیں پس ہم نحر (قربانی) کرتے ہیں سو جس نے اس طرح کیا اس نے ہماری سنت کی موافقت کی اور جس نے اس سے پہلے ذبح کر لیا تو یہ صرف وہ چیز ہے جس کو اس نے اپنے گھروالوں کے لیے جلدی تیار کر لیا اور یہ قربانی میں سے کوئی چیز نہیں ہے پھر ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! میں ذبح کر چکا ہوں اور میرے پاس ایک چھ ماہ کا بکرا کا ہے جو ایک سال کے بکرے سے زیادہ فربہ ہے آپ نے فرمایا: اس کو ذبح کر لو اور تمہارے بعد وہ کسی اور سے کفایت نہیں کرے گا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۹۵۱ میں گزر چکی ہے۔

۱۸۔ بَابُ الْعِلْمِ الَّذِي بِالْمُصَلِّي

۹۷۷۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَابِسٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ قِيلَ لَهُ أَشْهَدُ الْعِيدَ مَعَ النَّبِيِّ؟ قَالَ نَعَمْ وَلَوْ لَا مَكَانِي مِنَ الصَّغِيرِ مَا شَهِدْتُهُ حَتَّى أَتَى الْعِلْمَ الَّذِي عِنْدَ دَارِ كَثِيرِ بْنِ الصَّلْتِ فَصَلَّى ثُمَّ خَطَبَ ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ وَمَعَهُ بِلَالٌ فَوَعَّظَهُنَّ وَذَكَّرَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ فَرَأَيْتُهُنَّ يَهْوِينَ بِأَيْدِيَهُنَّ يَقْذِفْنَ فِي ثَوْبِ بِلَالٍ ثُمَّ انْطَلَقَ هُوَ وَبِلَالٌ إِلَى بَيْتِهِ.

عید گاہ میں جھنڈا لگانا۔
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عبد الرحمن بن عابس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا ان سے پوچھا گیا: کیا آپ نبی ﷺ کے ساتھ عید کی نماز میں حاضر ہوئے تھے؟ انہوں نے کہا: ہاں! اور اگر میں اتنا کم عمر نہ ہوتا تو میں آپ کے ساتھ حاضر نہ ہوتا (میں آپ کے ساتھ گیا) حتیٰ کہ آپ اس جھنڈے کے پاس گئے جو کثیر بن الصلت کے گھر کے پاس گاڑا ہوا ہے آپ نے نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا پھر آپ خواتین کے پاس آئے اور آپ کے پاس حضرت بلال بھی تھے آپ نے ان خواتین کو وعظ کیا اور نصیحت کی اور ان کو صدقہ کرنے کا حکم دیا پھر میں نے عورتوں کو دیکھا ہاتھوں میں ہاتھیں اور حضرت بلال کے کپڑے میں (ریں) ڈالتی پھر آپ اور حضرت بلال اپنے گھر چلے گئے۔

عید کے دن امام کا خواتین کو نصیحت کرنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن ابراہیم بن سمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے اسحاق بن جریب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں بن جریب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عطاء نے خبر دی از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما عطاء نے کہا: میں نے حضرت جابر کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ نبی ﷺ عید الفطر کے دن کھڑے ہوئے پھر آپ نے نماز پڑھائی پھر آپ نے خطبہ دیا پس جب آپ فارغ ہو گئے تو (منبر سے) اترے پھر آپ خواتین کے پاس گئے پس ان کو نصیحت کی اس وقت آپ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے اور حضرت بلال نے کپڑا پھیلایا ہوا تھا اور خواتین اس کپڑے میں صدقہ ڈال رہی تھیں میں نے عطاء سے پوچھا: کیا وہ عید الفطر کا فطرہ تھا؟

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۹۸ میں ملاحظہ کیجیے۔

۱۹۔ بَابُ مَوْعِظَةِ النَّسَاءِ

النِّسَاءُ يَوْمَ الْعِيدِ

۹۷۸۔ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ نَضْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ سُرَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا جُرَيْبٌ قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءُ بْنُ جَبْرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سُبَيْحَةَ يَقُولُ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفِطْرِ فَصَلَّى فَبَدَأَ بِالصَّلَاةِ ثُمَّ خَطَبَ فَلَمَّا فَرَغَ نَزَلَ فَأَتَى النِّسَاءَ فَذَكَّرَهُنَّ وَهُوَ يَتَوَكَّأُ عَلَى يَدِ بِلَالٍ وَبِلَالٌ بَاسِطُ ثَوْبِهِ يُلْقِي فِيهِ النِّسَاءُ الصَّدَقَةَ قُلْتُ لِعَطَاءٍ زَكَاةُ يَوْمِ الْفِطْرِ؟ قَالَ لَا وَلَكِنْ صَدَقَةٌ يَتَصَدَّقْنَ حِينَئِذٍ تُلْقِي فَتَخَهَا وَيُلْقِينَ قُلْتُ أَرَأَيْ حَقًّا عَلَى الْإِمَامِ ذَلِكَ وَيُذَكِّرُهُنَّ؟ قَالَ إِنَّهُ لَحَقٌّ عَلَيْهِمْ وَمَا لَهُمْ لَا يَفْعَلُونَهُ؟

انہوں نے کہا: نہیں! لیکن وہ صدقہ تھا جس کا وہ خواتین صدقہ کر رہی تھیں، وہ عورتیں اپنا جھلے (بغیر رنگ کی انگوٹھی) اتارتیں اور (کپڑے میں) ڈال دیتیں، میں نے پوچھا: کیا امام پر یہ نصیحت کرنا واجب ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! یہ ان پر واجب ہے، ان کو کیا ہوا وہ ایسا کیوں نہیں کرتے!۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۹۵۸ میں گزر چکی ہے۔

۹۷۹- قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ وَأَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ شَهِدْتُ الْفِطْرَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ يُصَلُّونَهَا قَبْلَ الْخُطْبَةِ ثُمَّ يُخْطَبُ بَعْدُ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ حِينَ يُجْلِسُ بِيَدِهِ ثُمَّ أَقْبَلَ يَشْفُقُهُمْ حَتَّى جَاءَ النِّسَاءَ نَعْدًا لَقَالَ هَوِّنَا إِلَيْهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعُنَكَ ۖ الْآيَةُ (الممتحن: ۱۲) ثُمَّ قَالَ حِينَ فَرَعْنَا مِنْهَا انْتَنَى عَلَى ذَلِكَ؟ قَالَتْ امْرَأَةٌ وَاحِدَةٌ مِنْهُنَّ لَمْ يُجْنُ غَيْرُهَا نَعَمْ لَا يَذَرِي حَسَنٌ مَنْ هِيَ قَالَ فَتَصَدَّقْ قَبْلَ أَنْ تَوْبَهُ ثُمَّ قَالَ هَلُمَّ لَكُنْ فِدَاءً أَيْنَ وَأَيْنَ فَيَشِينُ الْفَتْخَ وَالْخَوَاتِيمَ فِي ثَوْبِ بِلَالٍ قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ الْفَتْخَ الْخَوَاتِيمَ الْعِظَامُ كَانَتْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ.

ابن جریج نے کہا: اور مجھے حسن بن مسلم نے خبر دی از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا: میں عید کے دن نبی ﷺ حضرت ابوبکر حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ حاضر ہوا وہ سب خطبہ دینے سے پہلے نماز پڑھتے تھے پھر خطبہ دیتے تھے اس کے بعد نبی ﷺ وہاں سے نکلے گویا کہ میں آپ کی طرف دیکھ رہا ہوں آپ لوگوں کو اپنے ہاتھ کے اشارے سے اشارے سے تھے پھر آپ صغوں کو چیرتے ہوئے خواتین کے پاس آئے، نرت بلال آپ کے ساتھ تھے آپ نے یہ آیت پڑھی: اے رسول مرم! جب مسلمان عورتیں آپ کے پاس بیعت کے لیے آئیں۔ (الممتحن: ۱۲) پھر آپ نے فرمایا: کیا تم ان باتوں پر قائم رہو گی! کسی عورت نے کوئی جواب نہیں دیا، صرف ایک عورت نے کہا: جی ہاں! حسرت بن مسلم کو معلوم نہیں تھا وہ عورت کون تھی، آپ نے فرمایا: اچھا! تو پھر تم صدقہ دو، حضرت بلال نے کپڑا بچھایا اور کہا: لاؤ! ڈالو تم پر میرے ماں اور باپ قربان ہوں، وہ عورتیں نرت بلال کے کپڑے میں جھلے، انگوٹھیں ڈال لگیں۔ امام عبد الرزاق نے اس حدیث میں: الْفَتْخَ الْخَوَاتِيمَ کا لفظ ہے اس سے بڑے جھلے مراد ہیں، زمانہ جاہلیت میں عورتیں پہنتی تھیں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۹۸ میں گزر چکی ہے۔

۲۰- بَابُ إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهَا

جَلْبَابٌ فِي الْعِيدِ

۹۸۰- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ قَالَتْ كُنَّا نَمْنَعُ جَوَارِيَنَا أَنْ يَخْرُجْنَ يَوْمَ الْعِيدِ فَبَجَاءَتْ امْرَأَةٌ

جب عید کے دن کسی عورت کے

پاس چادر نہ ہو

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از حفصہ بنت سیرین

انہوں نے کہا: ہم اپنی لڑکیوں کو عید کے دن باہر نکلنے سے منع کیا کرتے تھے پھر ایک عورت آئی اور بنی خلف کے محل میں ٹھہری میں اس سے ملنے گئی اس نے بیان کیا کہ اس کے بہنوئی نے نبی ﷺ کے ساتھ بارہ غزوات میں شرکت کی ہے اور اس کی بہن چھ غزوات میں اس کے ساتھ رہی ہے اس کی بہن نے کہا: ہم بیماروں کو دوا دیتے تھے اور زخموں کی مرہم پٹی کرتے تھے پھر اس نے کہا: یا رسول اللہ! کیا ہم میں سے کسی پر کوئی حرج ہے کہ اگر اس کے پاس چادر نہ ہو تو وہ باہر نہ نکلے؟ آپ نے فرمایا: اس کی سہیلی کو چاہیے کہ وہ اس کو چادر اوڑھائے اور انہیں چاہیے کہ وہ نیکی کے مقامات اور مسلمانوں کی دعا میں حاضر ہوں غصہ نے کہا: پھر جب حضرت ام عطیہ آئیں تو میں ان کے پاس گئی اور ان سے سوال کیا: کیا آپ نے اس اس طرح کی حدیث سنی ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! میرے باپ! ام! اور وہ۔۔۔ بھی نبی ﷺ کا ذکر کرتیں تو کہتی تھیں: میرے باپ کی قسم! آپ نے فرمایا تھا: جو ان عورتیں نکلیں یا فرمایا تھا: جو ان اور پردہ دار عورتیں نکلیں اس میں راوی ایوب کو شک ہے اور حیض والی عورتیں نکلیں اور نماز کی جگہ سے الگ رہیں اور وہ نیکی کے مقامات اور مسلمانوں کی دعا میں حاضر ہوں وہ کہتی ہیں: میں نے۔۔۔ سے پوچھا: کیا حیض والی عورتیں بھی باہر نکلیں؟ انہوں نے کہا: ہاں! کیا حیض والی عورت میدان عرفات میں حاضر نہیں ہوتی اور فلاں! فلاں! جگہ حاضر نہیں ہوتی (یعنی منی اور مزدلفہ میں نہیں جاتی)؟

فَنَزَلَتْ قَصْرَ بَنِي خَلْفٍ، فَاتَتْهَا، فَحَدَّثَتْ أَنَّ زَوْجَ أُخْتِهَا غَزَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتْنِي عَشْرَةَ غَزْوَةً، فَكَانَتْ أُخْتُهَا مَعَهُ فِي بَيْتِ غَزَوَاتٍ، فَقَالَتْ فَكُنَّا نَقُومُ عَلَى الْمَرْضَى وَنُدَاوِي الْكَلْمَى، فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ، عَلَى أَحَدَانَا بَأْسٌ إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهَا جَلَبَابٌ أَنْ لَا تَخْرُجَ؟ فَقَالَ لَتَلْبَسَهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جَلَبَابِهَا، فَلْيَشْهَدَنَّ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِينَ، قَالَتْ حَفْصَةُ فَلَمَّا قَدِمَتْ أُمُّ عَطِيَّةٍ أَتَيْتُهَا فَسَأَلْتُهَا أَسَمِعْتِ فِي كَذَا وَكَذَا؟ قَالَتْ نَعَمْ يَا بَنِي وَقَلَمًا ذَكَرْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا قَالَتْ يَا بَنِي قَالَ لِيَخْرُجَ الْعَوَاتِقُ ذَوَاتُ الْخُدُورِ، أَوْ قَالَ الْعَوَاتِقُ وَذَوَاتُ الْخُدُورِ شَكَّ أَيُّوبُ وَالْحَيْضُ، وَيَعْتَزِلُ الْحَيْضُ الْمُصَلِّي، وَلْيَشْهَدَنَّ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِينَ، قَالَتْ فَقُلْتُ لَهَا الْحَيْضُ؟ قَالَتْ نَعَمْ أَلَيْسَ الْحَائِضُ تَشْهَدُ عَرَافَاتٍ وَتَشْهَدُ كَذَا؟ وَتَشْهَدُ كَذَا؟

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۲۳ میں گزر چکی ہے۔

۲۱۔ بَابُ إِعْتِزَالِ الْحَيْضِ الْمُصَلِّي

۹۸۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَتْ أُمُّ عَطِيَّةٍ أَمَرْنَا أَنْ نَخْرُجَ، فَخَرَجَ الْحَيْضُ، وَالْعَوَاتِقُ وَذَوَاتُ الْخُدُورِ، قَالَ ابْنُ عَوْنٍ أَوْ الْعَوَاتِقُ ذَوَاتُ الْخُدُورِ، فَأَمَّا الْحَيْضُ فَلْيَشْهَدَنَّ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ وَدَعْوَتَهُمْ، وَيَعْتَزِلْنَ مَضَلَّاهُمْ.

حیض والی عورتوں کا نماز لی جگہوں سے الگ رہنا امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ایشی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن عدی نے حدیث بیان کی از ابن عون از محمد انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہمیں یہ حکم دیا گیا تھا کہ ہم باہر نکالیں پس ہم حیض والی عورتوں کو اور جوان عورتوں کو اور پردہ دار عورتوں کو باہر نکالتی تھیں ابن عون نے کہا: یا جوان پردہ دار عورتوں کو رہیں حیض والی عورتیں تو وہ مسلمانوں

کی جماعت میں اور ان کی دعا میں حاضر ہوں اور ان کی نماز کی جگہوں سے الگ رہیں۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۳۳۵ میں گزر چکی ہے۔

قربانی کے دن عید گاہ میں
نحر اور ذبح کرنا

۲۲۔ بَابُ النَّحْرِ وَالذَّبْحِ
يَوْمَ النَّحْرِ بِالمُصَلَّى

اونٹ میں صرف نحر کیا جاتا ہے اور باقی جانوروں کو ذبح کیا جاتا ہے اونٹ کو کھڑا کر کے اس کے سینہ کے بالائی حصہ اور حلق کے درمیان نیزہ مارا جاتا ہے اس کو نحر کہتے ہیں اور حلقوم اور شاہ رگ کے درمیان چھری سے کاٹنے کو ذبح کہتے ہیں اس طور پر کہ حلقوم اور شاہ رگ کے دائیں بائیں کی دو رگیں بھی کٹ جائیں جن کو دوجان کہتے ہیں۔

۹۸۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي كَثِيرُ بْنُ فَرْقَدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُنْحَرُ أَوْ يَذْبَحُ بِالمُصَلَّى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے کثیر بن فرقہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ نبی ﷺ عید گاہ میں نحر کرتے تھے یا ذبح

[اطراف لحدیث: ۱۰۰ - ۷۱ - ۷۰ - ۵۱ - ۵۵۲] تھے۔

(سنن نسائی: ۱۵۸۹، سنن ابوداؤد: ۲۸۱۱، سنن ابن ماجہ: ۱۰۰، سنن ترمذی: ۱۰۰، سنن احمد: ۱۰۹، طبع قدیم مسند احمد: ۵۸۷۶، ج ۱۰)

ص ۱۱۶، مؤسسة الرسالة بیروت)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال کی قرطبی متوفی ۴۳۹ھ لکھتے ہیں:

عید گاہ میں قربانی کے جانور کو اس سے ذبح کیا جاتا ہے۔ یہ کون سا امام ہے پہلے نہ ذبح کر لے اور جب کہ عیدین اور جماعت کے افعال امام کے ساتھ ہوتے ہیں۔ ذبح کرنے پر امام قدم ہو۔ لوگ اس کے تابع ہوں اسی لیے امام مالک نے کہا ہے کہ جب تک امام ذبح نہ کرے اس وقت تک کوئی شخص ذبح نہ کرے اور اس پر اتفاق ہے کہ جس نے جمرہ پر کنکریاں مار لیں اس کے لیے قربانی کے جانور کو ذبح کرنا اور سر منڈانا جائز ہو گیا خواہ اس وقت تک امام نے قربانی ذبح نہ کی ہو اور اس پر اتفاق ہے کہ اگر امام نے بالکل قربان نہ کی اور نہ کاٹ دیا ہو یہ تو قربانی کا ناقص ہے۔

(شرح ابن بطلال ج ۲ ص ۶۳۹، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

عید کے خطبہ میں امام کا لوگوں سے کلام کرنا
اور جب امام سے کسی چیز کے متعلق سوال
کیا جائے اور وہ اس وقت خطبہ دے رہا ہو

۲۳۔ بَابُ كَلَامِ الْإِمَامِ وَالنَّاسِ فِي خُطْبَةِ الْعِيدِ، وَإِذَا سُئِلَ الْإِمَامُ عَنْ شَيْءٍ وَهُوَ يَخْطُبُ

۹۸۳۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ قَالَ حَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ الْمُعْتَمِرِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ خَطَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوالاحوص نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں منصور بن المعتمر نے حدیث بیان کی از الشعبي از حضرت

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ بَعْدَ الصَّلَاةِ فَقَالَ مَنْ صَلَّى صَلَاتِنَا وَنَسَكَ نُسُكَنَا فَقَدْ أَصَابَ النُّسُكَ وَمَنْ نَسَكَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَلَيْتَ شَاءَ لَحْمٌ فَقَامَ أَبُو بَرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَاللَّهِ لَقَدْ نَسَكْتُ قَبْلَ أَنْ أَخْرُجَ إِلَى الصَّلَاةِ وَعَرَفْتُ أَنَّ الْيَوْمَ يَوْمُ أَكْلِ وَشُرْبٍ فَتَعَجَّلْتُ وَأَكَلْتُ وَأَطَعَمْتُ أَهْلِي وَجِيرَانِي فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَيْتَ شَاءَ لَحْمٌ قَالَ فَإِنَّ عِنْدِي عَنَاقَ جَذَعَةٍ هِيَ خَيْرٌ مِنْ شَاتِي لَحْمٍ فَهَلْ تَجْزِي عَنِّي؟ قَالَ نَعَمْ وَلَنْ تَجْزِيَ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ.

البراء بن عازب رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: ہمیں رسول اللہ ﷺ نے یوم نحر کو نماز کے بعد خطبہ دیا پس فرمایا: جس نے ہماری طرح نماز پڑھی اور ہماری طرح قربانی کی تو اس نے صحیح عبادت کر لی اور جس نے نماز سے پہلے قربانی کی تو یہ بکری کا گوشت ہے پھر حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے پس انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! میں نے نماز عید کی طرف جانے سے پہلے قربانی کر لی اور مجھے معلوم تھا کہ آج کا دن کھانے پینے کا دن ہے پس میں نے جلدی قربانی کی اور خود بھی کھایا اپنے گھروالوں کو بھی کھلایا اور اپنے پڑوسیوں کو بھی کھلایا تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ بکری کا گوشت ہے انہوں نے کہا: میرے پاس بکری کا بچہ ہے اور اس میں دو بکریوں سے زیادہ گوشت ہے کیا وہ میری طرف سے کفایت کرے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! لیکن تمہارے بعد اور کسی سے برگز کفایت نہیں کرے گا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۹۵۱ میں گزر چکی ہے۔

۹۸۴ - حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ عُمَرَ عَنْ حَمَادِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى يَوْمَ النَّحْرِ ثُمَّ خَطَبَ فَأَمَرَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ صَلَاتِهِ أَنْ يُعْبِدَ ذَبْحَهُ فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ جِيرَانِي لِي إِمَّا قَالَ بِهِمْ خِصَاصَةٌ وَإِمَّا قَالَ بِهِمْ فَقَرُؤُ وَإِنِّي ذَبَحْتُ نَسَ النَّسُوةِ رِيعِنْدِي عِنْدِي لِي حَتَّى إِلَى مِنْ شَاتِي لَحْمٍ لَمْ يَخْصُصْ لَهُ يَوْمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حامد بن عمر نے حدیث بیان کی از حماد بن زید از ایوب از محمد کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے یوم نحر کو نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا پس آپ نے حکم دیا کہ جس نے نماز سے پہلے (قربانی کو) ذبح کر لیا وہ دوبارہ ذبح کرے پس انصار میں سے ایک شخص کھڑا ہوا پس اس نے کہا: یا رسول اللہ! میرے پڑوسی ہیں یا تو اس نے یہ کہا کہ وہ بہت بھوکے تھے یا یہ کہا: انہیں بہت سناج تھی اور میں نے نماز سے پہلے قربانی ذبح کر لی اور میرے پاس چھ ماہ کا بکری کا بچہ ہے اس میں دو بکریوں کے گوشت سے زیادہ پسندیدہ گوشت ہے پس آپ نے اس کو اس (کی قربانی) میں اجازت دے دی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۹۵۳ میں گزر چکی ہے۔

۹۸۵ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ الْأَسْوَدِ عَنْ جُنْدَبٍ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ ثُمَّ خَطَبَ ثُمَّ ذَبَحَ فَقَالَ مَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الاسود از جندب انہوں نے کہا: نبی ﷺ نے یوم نحر کو نماز پڑھائی پھر خطبہ

ذَبَحَ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ فَلْيَذْبَحْ أُخْرَى مَكَانَهَا وَمَنْ لَمْ يَذْبَحْ فَلْيَذْبَحْ بِاسْمِ اللَّهِ

دیا پھر ذبح کیا پھر فرمایا: جس نے نماز پڑھنے سے پہلے ذبح کیا وہ اس کی جگہ دوسری قربانی ذبح کرے اور جس نے نہیں ذبح کیا وہ

[اطراف الحدیث: ۵۵۰۰-۵۵۶۲-۶۶۷۳-۷۳۰۰] اللہ کے نام سے ذبح کرے۔

(صحیح مسلم: ۱۹۶۰، رقم المسلسل: ۷۳۹۷-۷۳۶۸-۷۳۹۷، سنن ابن ماجہ: ۳۱۵۲، مسند الحمیدی: ۷۷۹، المعجم الکبیر: ۱۶۹۳، مسند احمد ج ۳ ص ۳۱۳)

طبع قدیم مسند احمد: ۱۸۸۱۲ ج ۳ ص ۱۱۰ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت

حدیث مذکور کے رجال

(۱) مسلم بن ابراہیم الازدی الفراءیدی (۲) شعبہ بن حجاج (۳) الاسود بن قیس العبیدی الکوفی (۴) حضرت جندب بن عبد اللہ بن سفیان البجلی العنقی رضی اللہ عنہ جس سال حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ پر حملہ ہوا یہ اسی سال فوت ہو گئے تھے۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۱۳۴)

قربانی کے وجوب کے متعلق دیگر احادیث

اس حدیث میں آپ نے فرمایا: جس نے نماز عید سے پہلے قربانی کی وہ دوبارہ قربانی کرے اس حدیث میں آپ نے اس کو دوبارہ قربانی کرنے کا حکم دیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ قربانی کرنا واجب ہے اس کی مؤید دیگر احادیث حسب ذیل ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کے پاس گنجائش ہو اور وہ قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عید گاہ کے قریب نہ آئے۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۱۲۳، ریخ بغداد ج ۸ ص ۳۳، نزاع المال: ۱۹)

محمد بن سیرین بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے قربانی کی اور ان کے بعد مسلمانوں نے قربانی کی اور اسی کے ساتھ یہ سنت جاری ہے۔

(سنن ترمذی: ۱۵۱۱، سنن ابن ماجہ: ۳۱۲۳)

حضرت حنف بن سلیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کے پاس عید الاضحیٰ میں وقوف کر رہے تھے آپ نے فرمایا: اے لوگو! ہر گھر والے پر ہر سال میں قربانی واجب ہے اور تیرے۔

(سنن ابوداؤد: ۲۷۸۸، سنن ترمذی: ۱۵۲۳، سنن نسائی: ۳۲۳۱، سنن ابن ماجہ: ۳۱۲۵)

پہلے رجب میں ایک جانور ذبح کیا جاتا تھا اس کو رجبیہ اور عتیہ کہتے تھے قربانی سے اس کا وجوب منسوخ کر دیا گیا۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۵۶۲ ج ۳ ص ۳۱۳ میں مذکور ہے اس کی شرح: قربانی کا وجوب بیان کیا ہے۔

۲۴۔ بَدُّ مَنْ خَالَفَ الطَّرِيقَ

جس نے نماز عید کے بعد

راستہ تبدیل کیا

إِذَا رَجَعَ يَوْمَ الْعِيدِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوتیمیلہ یحییٰ بن واضح نے خبر دی از قلیح بن سلیمان از سعید بن الحارث از حضرت جابر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ (واپسی میں) راستہ بدل دیتے تھے۔ ابوتیمیلہ کی پونس بن محمد نے متابعت کی ہے از قلیح از سعید از حضرت ابو ہریرہ اور حضرت جابر کی حدیث زیادہ صحیح ہے۔

۹۸۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو تَمِيمَةَ يَحْيَى بْنُ وَاضِحٍ عَنْ قَلِيحِ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ سَعِيدِ ابْنِ الْحَارِثِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ يَوْمَ عِيدٍ خَالَفَ الطَّرِيقَ تَابَعَهُ يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ قَلِيحٍ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَحَدِيثُ جَابِرٍ أَصَحُّ

* شرح صحیح مسلم: ۱۹۴۱۔ ج ۲ ص ۶۶۱۔ ۶۶۰ میں ہم نے راستہ تبدیل کرنے کی بیس وجوہ بیان کی ہیں۔

۲۵۔ بَابُ إِذَا فَاتَهُ الْعِيدُ

جب کسی شخص کی نماز عید فوت ہو جائے

تو وہ دو رکعت نماز پڑھے

يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ

اس عنوان سے دو باتیں معلوم ہوئیں: (۱) جب کسی شخص کی عید کی نماز جماعت کے ساتھ فوت ہو جائے تو وہ دو رکعت نماز پڑھے خواہ اس کی نماز کسی عارض کی وجہ سے فوت ہوئی ہو یا بغیر عارض کے (۲) وہ اصل کے مطابق دو رکعت قضاء کرے گا اور ان میں سے ہر ایک وجہ میں علماء کا اختلاف ہے۔

عید کی نماز قضاء پڑھنے میں فقہاء کا اختلاف

پہلی وجہ میں یہ اختلاف ہے کہ بعض فقہاء نے کہا ہے: اس پر عید کی نماز کی بالکل قضاء نہیں ہے، امام مالک اور ان کے اصحاب کا یہی مذہب ہے، مزنی شافعی کا بھی یہی قول ہے، ہمارے اصحاب احناف کا بھی یہی مذہب ہے کہ اگر وہ امام کے ساتھ نماز عید نہیں پڑھ سکا تو وہ اس کی قضاء نہیں کرے گا اور اگر اس کی دونوں کی نماز فوت ہوئی ہے تو دوسرے دن وہ امام کے ساتھ نماز عید پڑھے گا، تاوی قاضی خاں میں مذکور ہے: اگر اس نے بغیر عذر کے نماز عید کو ترک کیا ہے تو وہ اس کی بالکل قضاء نہیں کرے گا اور اگر اس نے عذر کی وجہ سے نماز عید کو ترک کیا ہے تو دوسرے دن اپنے وقت میں اس کو قضاء کرے گا، امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے۔

دوسری وجہ میں اختلاف یہ ہے کہ جب اس سے نماز عید فوت ہو گئی ہو تو وہ دو رکعت پڑھے گا، یہ امام مالک اور امام شافعی کا قول ہے، مگر امام مالک نے اس کو مستحب کہا ہے اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ اگر وہ چار رکعت پڑھے تو چار رکعت پڑھے یہ حضرت علی اور حضرت ابن مسعود سے مروی ہے اور امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے اور امام ابو حنیفہ نے یہ کہا ہے کہ اگر وہ چاہے تو نماز پڑھے اور اگر وہ چاہے تو نماز نہ پڑھے اگر وہ چاہے تو چار رکعت پڑھے اور اگر وہ چاہے تو دو رکعت پڑھے۔ (مسند ابی یوسف ج ۶ ص ۴۴۵)

وَكَذَلِكَ النِّسَاءُ۔

یعنی جو عورتیں عید گاہ میں امام کے ساتھ نماز پڑھیں وہ بھی اسی طرح کریں۔

وَمَنْ كَانَ فِي الْبُيُوتِ وَالْقُرَى۔

یعنی جو لوگ گھروں اور بستیوں میں ہیں جو عید گاہ میں حاضر نہ ہو سکیں۔

لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذُوا بَعْدَ صَلَاتِكُمْ يَوْمَ عِيدِكُمْ

أَهْلَ الْإِسْلَامِ۔

یہ ان تینوں باتوں کی دلیل ہے کیونکہ نبی ﷺ نے یہ تفریق نہیں کی کہ وہ امام کے ساتھ ہوں یا نہ ہوں۔

وَأَمَرَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ مَوْلَاهُمْ ابْنُ أَبِي عَتْبَةَ

بِالزَّوَاوِيَةِ فَجَمَعَ أَهْلَهُ وَبَيْنَهُ وَصَلَّى كَصَلَاةِ أَهْلِ

الْمَضَرِّ وَتَكَبَّرَ فِيهِمْ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام ابن ابی عتبہ کو

زادیہ میں حکم دیا اس نے حضرت انس کے تمام گھروالوں اور بیٹوں

کو جمع کیا اور حضرت انس نے شہر والوں کی طرح انہیں عید کی نماز

پڑھائی اور وہی ہی تکبیریں پڑھیں۔

اس تعلیق کی اصل مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۸۵۳ (مجلس علمی بیروت) اور سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۰۵ میں مذکور ہے۔ زادیہ بصرہ

سے دو فرسخ کی مسافت پر ہے۔

قَالَ عِكْرِمَةُ أَهْلُ السَّوَادِ يَجْتَمِعُونَ فِي الْعِيدِ
يُصَلُّونَ رَكَعَتَيْنِ كَمَا يَصْنَعُ الْإِمَامُ . وَقَالَ عَطَاءُ إِذَا
قَاتَهُ الْعِيدُ صَلَّى رَكَعَتَيْنِ .

عکرمہ نے کہا: شہر کے مضافات والے عید کے دن جمع ہوں
اور اس طرح دو رکعت نماز پڑھیں جس طرح امام پڑھتا ہے اور
عطاء نے کہا: جس شخص سے نماز عید فوت ہو جائے وہ دو رکعت نماز
پڑھے۔

اس تعلق کی اصل 'مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۸۵۲ (مجلس علمی بیروت) میں مذکور ہے۔

۹۸۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ
عَنْ عُقَيْلٍ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ
أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا
جَارِيَتَانِ فِي أَيَّامٍ مِنْهُ تَذَقَّفَانِ وَتَضْرِبَانِ وَالنَّبِيُّ
مُتَغَشٍّ بِثَوْبِهِ فَإِنْتَهَرَهُمَا أَبُو بَكْرٍ فَكَشَفَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ وَجْهِهِ فَقَالَ دَعُهُمَا يَا أبا
بَكْرٍ فَإِنَّهَا أَيَّامُ عِيدٍ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ أَيَّامُ مِنِي .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے
حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از
عقیل از ابن شہاب از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں
کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اس وقت ان کے پاس
دو لڑکیاں ایام منیٰ میں دف بجا رہی تھیں اور اس پر ضرب لگا رہی
تھیں اور نبی ﷺ کپڑا اوڑھے ہوئے تھے حضرت ابو بکر نے ان
لڑکیوں کو ڈانٹا نبی ﷺ نے اپنے چہرہ مبارک سے کپڑا ہٹا کر
فرمایا: اے ابو بکر! ان کو رہنے دو کیونکہ یہ عید کے ایام ہیں اور وہ ایام
ایام منیٰ تھے۔

اس حدیث کا عنوان ہے: جب کسی کی نماز عید فوت ہو جائے تو وہ دو رکعت مار پڑھے اور اس حدیث کی اس عنوان کے ساتھ
کوئی مطابقت نہیں ہے۔ اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۹۴۹ میں گزر چکی ہے۔

۹۸۸ - وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَسْتُرُنِي وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَى الْحَسَةِ ، ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ
فِي الْمَسْجِدِ فَرَجَرَهُمْ عُمَرُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعُهُمْ أَمَّا بَيْنِي أَرْفِدَةٌ . يَعْنِي مِنَ الْأَمَنِ .

۱۱۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے دیکھا کہ نبی ﷺ
مجھے چھپاتے رہتے۔ درمیان حبشیوں کی طرف دیکھ رہے تھے اور وہ
مسجد میں جنگ کی آواز کر رہے تھے حضرت عمر نے ان کو ڈانٹا نبی
ﷺ نے فرمایا: ان کو امن سے رہنے دو اے بنو ارفدہ!

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۳۵۳ میں گزرتی ہے۔

۲۶ - بَابُ الصَّلَاةِ قَبْلَ الْعِيدِ وَتَعَدُّهُ

نماز عید سے پہلے اس کے بعد نماز پڑھنا

اس عنوان سے مراد یہ ہے کہ نماز عید سے پہلے نفل پڑھنا ممنوع ہے۔

وَقَالَ أَبُو الْمُعَلَّى سَمِعْتُ سَعِيدًا عَنْ ابْنِ
عَبَّاسٍ كَرِهَ الصَّلَاةَ قَبْلَ الْعِيدِ .

اور ابو المعلى نے کہا: میں نے سعید سے سنا انہوں نے
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی کہ نماز عید سے پہلے نماز
پڑھنا مکروہ ہے۔

۹۸۹ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ
حَدَّثَنِي عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث
بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے
کہا: مجھے عدی بن ثابت نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں

یَوْمَ الْفِطْرِ، فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ، لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا، وَمَعَهُ بِلَالٌ.

نے سعید بن جبیر سے سنا از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ نبی ﷺ عید الفطر کے دن نکلے، پس آپ نے دو رکعت نماز پڑھی، اس سے پہلے نماز پڑھی نہ اس کے بعد نماز پڑھی، اور آپ کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے۔

الحمد لله رب العلمین! اس حدیث پر ”کتاب العیدین“ ختم ہوگئی اور اب ان شاء اللہ ”کتاب الوتر“ شروع ہوگی، اللہ العزیز! میری مغفرت فرماتا اور اس کتاب کو مکمل فرمادینا۔





نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

۱۴ - کتاب الوتر

وتر کا بیان

وتر کا بیان

۱ - بَابُ مَا جَاءَ فِي الْوُتْرِ

ان ابواب میں وتر کے احکام کا بیان ہے، عیدین کے بعد وتر کا بیان شروع کیا ہے اور ان دونوں میں مناسبت یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کا ثبوت سنت سے ہے قرآن مجید میں وتر کا ذکر ہے:

○ وقت اور وتر کی قسم ○

وَالشَّفْعُ وَالْوُتْرُ ○ (الفجر: ۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع و عبد اللہ بن دینار از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: کیا نماز کے متعلق سوال کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رات کی نماز دو رکعت پڑھو پس جب تم میں سے کسی کو صبح کی نماز کا خوف ہو تو وہ (آخری دو گانہ کے ساتھ) ایک رکعت پڑھے تو وہ اس کی تمام رکعت کو طاق کر دے گی۔

۹۹۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلَاةِ اللَّيْلِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةُ اللَّيْلِ مَثْنِي مَثْنِي فَإِذَا خَشِيَ أَحَدُكُمْ الصُّبْحَ صَلَّى رَكْعَةً وَاحِدَةً تُؤْتِرُ لَهُ مَا قَدْ صَلَّى.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۷۲ میں گزرتی ہے۔

ایک رکعت نماز وتر کے بارے میں حدیث

امام سہابی رحمہ اللہ ایک رکعت نماز وتر سے قائل ہیں اور وہ اس حدیث کے ظاہر و الفاظ سے استدلال کرتے ہیں ہم یہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے دم کئی نماز پڑھنے سے منع کیا ہے اس لیے صرف ایک رکعت نماز وتر پڑھنا جائز نہیں ہے اس لیے ہم اس حدیث کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے آخری دو گانہ کے ساتھ ایک رکعت کو ملا کر اس نماز کو وتر کرتے تھے۔

امام ابن عبد البر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دم کئی نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص ایک رکعت وتر

پڑھے۔ (تمہید ج ۵ ص ۲۵۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ)

اور امام نسائی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ وتر کی دو رکعتیں پڑھ کر سلام نہیں پھرتے تھے۔

(سنن نسائی: ۱۶۹۳، دار الفکر بیروت: ۱۴۲۱ھ)

تین رکعت نماز وتر کے ثبوت میں احادیث

ابوسلمہ بن عبدالرحمان بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ ﷺ رمضان میں کس طرح نماز پڑھتے تھے؟ حضرت عائشہ نے کہا: رمضان ہو یا غیر رمضان رسول اللہ ﷺ گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے آپ چار رکعات پڑھتے ان کے حسن اور طول کو نہ پوچھو پھر چار رکعات پڑھتے ان کے حسن اور طول کو نہ پوچھو پھر تین رکعات پڑھتے حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں آپ نے فرمایا: اے عائشہ! میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔

(صحیح البخاری: ۱۰۰۷، صحیح مسلم: ۷۳۸، سنن ابوداؤد: ۱۳۴۱، سنن ترمذی: ۴۳۹، سنن نسائی: ۱۶۹۳)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تین رکعات وتر پڑھتے تھے پہلی رکعت میں سورۃ "سبح اسم ربك الاعلیٰ" پڑھتے تھے اور دوسری رکعت میں سورۃ "قل یا ایہا الکافرون" پڑھتے تھے اور تیسری رکعت میں سورۃ "قل هو اللہ احد" پڑھتے تھے اور رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھتے تھے اور وتر سے ذرغ ہو کر تین مرتبہ "سبحان الملك القدوس" پڑھتے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۳۴۳، سنن نسائی: ۱۶۹۳، سنن ابی داؤد: ۱۰۰۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تین رکعات وتر پڑھتے تھے پہلی رکعت میں سورۃ "سبح اسم ربك الاعلیٰ" پڑھتے تھے دوسری رکعت میں سورۃ "قل یا ایہا الکافرون" پڑھتے تھے اور تیسری رکعت میں سورۃ "قل هو اللہ احد" پڑھتے تھے۔ (سنن ترمذی: ۴۶۲، سنن نسائی: ۱۶۹۸، سنن ابن ماجہ: ۱۱۷۲)

از محمد بن علی از والد خود از جد خود از رسول اللہ ﷺ روایت ہے کہ آپ رات کو کھڑے ہوئے آپ نے مسواک کی پھر دو رکعت نماز پڑھی پھر آپ سو گئے پھر کھڑے ہوئے مسواک کی پھر وضو کیا پس دو رکعت نماز پڑھی حتیٰ کہ چھ رکعت نماز پڑھی پھر تین رکعات وتر پڑھے اور دو رکعت نماز پڑھی۔ (صحیح مسلم: ۶۳، سنن ابوداؤد: ۱۰۰۷)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے پاس تھا آپ کھڑے ہوئے پس آپ نے وضوء کیا اور مسواک کی اور وقت آتا ہے یہ آیت پڑھا: "سبح اسم ربك الاعلیٰ" کی قراءت سے فارغ ہو گئے: "إِنَّ إِلَهِي خَيْرٌ مِنْهُمَا وَالْإِلَهِ أَحَدٌ وَحْدَهُ لَا شَاطِرَ لَهُ" اوس الاکلب "سبح اسم ربك الاعلیٰ" آپ نے دو رکعت نماز پڑھی پھر آپ لوٹ سو گئے تو میں نے آپ سے خرائے سننے پر آپ کھڑے ہوئے پس آپ نے وضوء کیا اور مسواک کی پھر دو رکعت نماز پڑھی پھر آپ سو گئے پھر آپ کھڑے ہوئے پس وضوء کیا اور مسواک کی پھر دو رکعت نماز پڑھی اور تین رکعت وتر پڑھے۔ (سنن نسائی: ۱۷۰۱-۱۷۰۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات کو اٹھ کر آٹھ رکعات نماز پڑھتے تھے اور تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور نماز فجر سے پہلے دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔ (سنن نسائی: ۱۷۰۳)

۹۹۱۔ وَعَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ يُسَلِّمُ
بَيْنَ الرَّكْعَةِ وَالرَّكْعَتَيْنِ فِي الْوُتْرِ حَتَّى يَأْمُرَ بِبَقِصِ
أُورْدَةِ نَافِعٍ بَيَانُ كَرْتِے هِے كَ هَضْرَتِ عَبْدِ اللَّهِ بِنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَتَرَكِي
اِيَك رَكَعَتٍ اَوْرِدُو رَكَعَتِ كِے دَرْمِيَانِ سَلَامِ پَھيرتے تھے حَتَّى كِهْ اِپْنِي
كُسي ضَرْوَرَتِ كَا حَكْمِ دِيْتِے تھے۔

ایک رکعت وتر پڑھنے کی حدیث کا جواب

امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

اس اثر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ وتر کی ایک رکعت اور دو رکعت کے درمیان فصل کرتے تھے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حضرت ابن عمر کا فعل ہے اور حضرت ابن عمر کا قول اس کے خلاف ہے اور قول فعل پر رائج ہوتا ہے وہ قول یہ ہے:

عقبہ بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے وتر کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: کیا تم دن کے وتر پہچانتے ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں! وہ مغرب کی نماز ہے انہوں نے فرمایا: تم نے سچ کہا یا اچھا کہا پھر کہا: ہم مسجد میں بیٹھے ہوتے تھے ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے رسول اللہ ﷺ سے وتر کے متعلق یا تہجد کی نماز کے متعلق سوال کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

رات کی نماز دو دو رکعت ہے جب تمہیں صبح کا خوف ہو تو (آخری دو گانہ کے ساتھ) ایک رکعت ملا کر نماز کو وتر کر۔

(شرح معانی الآثار: ۱۶۲۔ ج ۱ ص ۳۶۲ قدیمی کتب خانہ کراچی)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد حنفی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: کیا تم دن کے وتر کو پہچانتے ہو؟ اس کا معنی یہ ہے کہ وتر مغرب کی نماز کی مثل ہے اور مغرب کی نماز ایک سلام کے ساتھ تین رکعت ہے، حضرت ابن عمرؓ کا یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ ان کے نزدیک وتر بھی ایک سلام کے ساتھ تین رکعت ہے جس طرح مغرب کی نماز ہے، پھر اس کے بعد انہوں نے سورۃ شمس کی تلاوت کی۔ یہ حدیث بیان کی کہ جب تم کو صبح ہونے کا خوف ہو تو نماز کو ایک رکعت کے ساتھ وتر کر لو یعنی اس ایک رکعت سے پہلے ترغیذ ۱۰۰ رکعت ہے اس کے ساتھ اس ایک رکعت کو مدبر اس کو وتر کر لو اور اس معنی کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

عامر شعبی بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو کتنی نماز پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا: تیرہ رکعا۔ آخر رکت رتبی ورنس ت وتر تھے اور فجر کا وقت شروع ہونے کے بعد دو رکعت (سنت فجر) پڑھتے تھے۔ (مسند ابن ماجہ، ۱/۲۶۱، مسند ابی یوسف، ۱/۲۸۰، مسند ابی داؤد، ۱/۲۸۰-۲۸۱)

(مختب الافکار فی تفسیر مہربانی الاخبار فی شرح شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۳۱۰ قدیمی کتب خانہ کراچی)

ایک رکعت، تر کے رد میں مزید احادیث اور صوابہ اور فتاویٰ تابعین کے آثار

حسن ابی بیا۔ کرتے ہیں۔ مسئلہ: دل کا پڑھنا ہے۔ وتر تین رکعت ہیں۔ وراں کے صاف آئینے سے پھیرا جاتا ہے۔ (مصنف: ابن ابی شیبہ: ۶۹۰، کنز علمی بیروت: ۱۴۲ھ، مسند ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۳، ورا: العلمیہ بیروت: ۱۴۲۰ھ)

ہشام بن الفاز بیان کرتے ہیں کہ مکحول تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور صرف ان کے آخر میں سلام پھیرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۰: ۶ مجس می بیروت: مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳: ۶ دار لکتاب العلمیہ بیروت)

قائدہ بیان کرتے ہیں کہ سعید بن المسیب نے کہا کہ و ترکی دور کعتوں میں سلام نہیں پھیرا جاتا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۰، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۱۳، دار کتب علمیہ بیروت)

حماد بیان کرتے ہیں کہ مجھے ابراہیم الخلیفی نے وتر کی دو رکعتوں میں سلام پھیرنے سے منع کیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۰۸، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۸، دار الفکر، بیروت)

زیاد بن ابی مسلم بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو العالیہ اور خلاص سے وتر کے متعلق سوال کیا انہوں نے کہا: اس کو اس طرح پڑھو

جس طرح مغرب کی نماز پڑھتے ہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۰۹، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۹، دارالکتب العلمیہ بیروت)
ثابت بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے تین رکعت نماز وتر پڑھی اور صرف ان کے آخر میں سلام پھیرا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۱۰، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۰، دارالکتب العلمیہ بیروت)
ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے اصحاب وتر کی دو رکعتوں میں سلام نہیں پھیرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۱۱، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۱، دارالکتب العلمیہ بیروت)
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ وتر کی دو رکعتوں میں سلام نہیں پھیرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۱۲، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۲، دارالکتب العلمیہ بیروت)
تین رکعت وتر کے ثبوت میں صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کے آثار

عبدالرحمن بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: وتر مغرب کی نماز کی مثل تین رکعت ہیں۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۸۹، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۲، دارالکتب العلمیہ بیروت، مصنف عبدالرزاق: ۶۳۵، سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۸)
ابن سباق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رات کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دفن کیا پھر مسجد میں داخل ہوئے پس تین رکعات وتر پڑھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۹۰، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۰، دارالکتب العلمیہ بیروت)
حمید بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ تیس رکعات وتر پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۹۰، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۲۳، دارالکتب العلمیہ بیروت)
عبدالرحمان بن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ تین رکعت پڑھتے تھے۔
مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۹۰، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۲۳، دارالکتب العلمیہ بیروت)
زازان ابی عمر بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۹۰، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۲۵، دارالکتب العلمیہ بیروت)
ابو غالب بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۹۰، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۲۶، دارالکتب العلمیہ بیروت)
عثمان غنیات بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۹۰، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۲۰، دارالکتب العلمیہ بیروت)
طلق بن معاویہ بیان کرتے ہیں کہ علقمہ نے کہا: وتر تین رکعت ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۰۰، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۰، دارالکتب العلمیہ بیروت)
اسماعیل بن عبدالملک نے کہا کہ سعید بن جبیر تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۰۵، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۵، دارالکتب العلمیہ بیروت)
ابوسلمہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۱۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۲، دارالکتب العلمیہ بیروت)
زازان بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

قَبْلَهُ بَأْسٌ.

گنجائش ہے اور مجھے امید ہے ان میں سے کسی میں حرج نہیں ہے
(یعنی خواہ ایک رکعت پڑھی جائے خواہ تین رکعت پڑھی جائے)۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۷۷۱ اور ۹۹۱ میں گزر چکی ہے۔

۹۹۴ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ
الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي إِحْدَى عَشْرَةَ
رَكْعَةً كَانَتْ تِلْكَ صَلَاتِهِ تَعْبَى اللَّيْلَ فَيَسْجُدُ
السَّجْدَةَ مِنْ ذَلِكَ فَذَرَا مَا يَفْرَأُ أَحَدُكُمْ خَمْسِينَ آيَةً
قَبْلَ أَنْ يَرْفَعَ رَأْسَهُ وَيَرْكُعُ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ
الْفَجْرِ ثُمَّ يَضْطَجِعُ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ حَتَّى يَأْتِيَهُ
الْمَوْذِنُ لِلصَّلَاةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث
بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری از عروہ
وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خبر دی کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ رکعات پڑھتے تھے ان کی مراد تھی رات کو آپ
اپنی دیر تک سجدہ کرتے جتنی دیر تم میں سے کوئی شخص چپاس
آیتیں پڑھتا ہے اس سے پہلے کہ آپ سجدہ سے سر اٹھاتے اور
آپ نماز فجر سے پہلے دو رکعت پڑھتے پھر آپ دائیں کمرے پر
لیٹ جاتے حتیٰ کہ آپ کے پاس نماز کے لیے مؤذن آتا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۶۲۶ میں گزر چکی ہے۔

وتر پڑھنے کے اوقات

حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ: کہا: مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وصیت
کی ہے کہ میں سونے سے پہلے وتر پڑھ لوں۔

۲ - بَابُ سَاعَاتِ الْوُتْرِ
قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ أَوْصَانِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ بِالْوُتْرِ قَبْلَ النَّوْمِ.
اس تعلیق کی اصل اس حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: یہ مجھ کو وصیت کیا گیا ہے کہ میں
روزے رکھنا (۲) چاشت کی نماز پڑھنا (۳) یہ کہ میں سونے سے پہلے وتر پڑھ لوں۔ (بخاری: ۱۹۸۱-۸-۱۱)
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وصیت اس لیے کی تھی کہ مہادارات کو آنکھ نہ کھلے اور وتر پڑھ جائیں اس لیے بہتر ہے کہ سونے سے پہلے وتر
پڑھ لے جائیں اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا: تم میں سے جس کو یہ خطرہ کہ رات کے آخر میں وہ
بیدار نہیں ہو سکے گا وہ اس رات میں وتر پڑھے۔ ہر سو پانچ سو اور تم میں سے جس کو یہ امید ہو کہ صبح کے آخر میں وہ بیدار ہوگا وہ
رات کے آخر میں وتر پڑھے کیونکہ رات کے آخر میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور وہ وقت اہل ہے۔

(صحیح مسلم: ۷۵۵ سنن ترمذی: ۲۱۷ سنن ابن ماجہ: ۱۱۸۷ مسند احمد: ۳/۳۸۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث
بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی
انہوں نے کہا: ہمیں انس بن سیرین نے حدیث بیان کی انہوں
نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: یہ بتائیے کہ ہم صبح کی
نماز سے پہلے کی دو رکعت (سنت فجر) میں لمبی قراءت کر لیا کریں؟

۹۹۵ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ
زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ سِيرِينَ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ
أَرَأَيْتَ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْعَدَاةِ أَطِيلُ فِيهِمَا
الْقِرَاءَةَ؟ فَقَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ مِثْلِي مِثْلِي وَيُؤْتِرُ بِرَكْعَةٍ وَيُصَلِّي

الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْعَدَاةِ وَكَانَ الْأَذَانُ بِأَذْنِيهِ .
قَالَ حَمَّادُ أَيْ بِسُرْعَةٍ .
تو انہوں نے بتایا کہ نبی ﷺ رات کو دو رکعت نماز پڑھتے تھے
اور ایک رکعت (کو ما کر) وتر پڑھتے تھے اور صبح کی نماز سے پہلے دو
رکعت پڑھتے تھے اور اذان آپ کے کانوں میں ہوتی تھی۔ حماد
نے کہا: یعنی جلدی جلدی پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۷۲ اور ۹۹۱ میں گزر چکی ہے۔

۹۹۶۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ
حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي مُسْلِمٌ عَنْ مُسْرُوقٍ
عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُلَّ اللَّيْلِ أَوْتَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنْتَهَى وَتَرَهُ إِلَى الشَّخْرِ .
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث
بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی:
انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا:
مجھے مسلم نے حدیث بیان کی از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ وہ
بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے رات کے ہر حصہ میں وتر
پڑھے ہیں اور آپ کے وتر کی انتہاء سحری کے وقت میں تھی۔

(صحیح مسلم: ۷۳۵، الرقم المسلسل: ۱۷۰۵، سنن ترمذی: ۳۵۶، سنن نسائی: ۱۶۸۰، مسند ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۸۶، مسند حمیدی:
۱۸۸، المستدرک: ۲۶۸، سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۵، سند احمد ج ۶ ص ۳۶، طبع قدیم سنہ ۱۸۰۰، ج ۳۰ ص ۲۰، سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۹۳۲)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عمر بن حفص النخعی الکوفی (۲) ان کے والد حفص بن غیاث بن طلق بن معاویہ ابو عمرو النخعی الکوفی (۳) سلیمان الاعمش
(۴) مسلم بن صبیح ابو النخعی الکوفی (۵) مسروق بن عبد الرحمن ان بن الاعدع کہا: (۶) یہ عبدالرحمن الکوفی کا لقب ہے (۷) حضرت
عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۱۳)

رات کے مختلف اوقات میں وتر پڑھنے کے متعلق مذاہب اربعہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

وتر: برئی مقبر اور معین وقت نہیں ہے کہ اس وقت کے سرے وقت میں وتر پڑھنا جائز نہ ہوں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے

رات کے ہر حصہ میں وتر پڑھے نہ جاتے۔ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا ہے۔

متقدمین کا وترے وقت میں اختلاف رہا ہے، مسرت ابوہریرہ، حضرت ابن بن مسعود، مسرت ابوہریرہ، حضرت رافع
بن خدیج رات کے اول حصہ میں وتر پڑھتے تھے، در حضرت عمر بن الخطاب، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت ابن مسعود، حضرت
ابوالدرداء، حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم اور فقہاء تابعین کی ایک جماعت رات کے آخری حصہ میں وتر پڑھتی تھی، امام
مالک، ثوری، فقہاء احناف اور جمہور علماء نے اسی کو مستحب قرار دیا ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب رات کے ہر حصہ میں وتر پڑھنا مستحب ہے تو اس حدیث کی کیا توجیہ ہوگی جس میں رسول اللہ
ﷺ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ وصیت کی تھی کہ وہ سونے سے پہلے وتر پڑھ لیا کریں۔ (صحیح البخاری: ۱۹۸۱) اس کا جواب یہ ہے کہ
یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں، نبی ﷺ نے حضرت ابوہریرہ کو یہ اختیار دیا ہے کہ جب ان کو یہ خطرہ ہو کہ ان پر نیند غالب آ جائے گی تو وہ
سونے سے پہلے وتر پڑھ لیا کریں تاکہ ان کے وتر یقینی طور پر ادا ہو جائیں، حضرت ابو قتادہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا: اے ابو بکر! تم وتر کس وقت پڑھتے ہو؟ انہوں نے کہا: رات کے اول حصہ میں اور حضرت عمر سے فرمایا: تم وتر کب پڑھتے ہو؟ انہوں نے کہا: رات کے آخری حصہ میں آپ نے حضرت ابو بکر سے فرمایا: تم نے یقینی چیز پر عمل کیا ہے اور حضرت عمر سے فرمایا: تم نے اپنی قوت پر عمل کیا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۳۳۳) (شرح ابن بطل ج ۲ ص ۶۵۵، دار کتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۶۳۳۔ ج ۲ ص ۵۷ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۳۔ بَابُ إِيقَاطِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهْلَهُ بِالْوُتْرِ
نبی ﷺ کا اپنے گھر والوں کو وتر
کے لیے بیدار کرنا

۹۹۷۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَأَنَا رَاقِدَةٌ مُعْطَرَّةٌ عَلَى فِرَاشِهِ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يُؤْتِرَ أَقْطِئِي فَأَوْتَرْتُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نماز پڑھ رہے تھے اور میں آپ کے بستر کی چوڑائی میں رہی تھی اس جب آپ وتر پڑھنے کا ارادہ کرتے تو مجھے بیدار کر دیتے تھے۔ میں وتر پڑھتی۔

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ اپنی بیوی کو وتر کی نماز کے لیے بیدار کرتے تھے جب یہ وتر پڑھنے سے پہلے سو گئی ہو اور اس میں وتر کی نماز کی تاکید کا ثبوت ہے اور اس آیت پر عمل ہے:
وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ. (طہ: ۱۳۲)

اور اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ عورتیں بھی نماز پڑھتی تھیں اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیتے تھے۔

۴۔ بَابُ لِيَجْعَلَ آخِرَ صَلَوتِهِ وَتَرًا
۹۹۸۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَعَلَ آخِرَ صَلَوتِهِ بِاللَّيْلِ وَتَرًا.
(رات کو) اپنی آخری نماز وتر کو بنانا چاہیے
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عائشہ نے حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ نے فرمایا: رات کو اپنی آخری نماز وتر کو بناؤ۔

(صحیح مسلم: ۵۱۷، المرقم المسلسل: ۱۷۳۴، سنن ابوداؤد: ۱۳۳۸، سنن نسائی: ۱۶۸۰، مسند الطحاوی: ۴۰۲۰)
وتر کے واجب یا سنت ہونے میں ائمہ مذاہب کا اختلاف اور علامہ ابن بطلال کے وجوب کے خلاف دلائل اس حدیث میں امر کا صیغہ ہے: رات کو اپنی آخری نماز وتر کو بناؤ اور امر وجوب کے لیے ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ وتر کی نماز پڑھنا واجب ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

وتر کے واجب ہونے میں متقدمین کا اختلاف ہے حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہما سے مروی ہے

کہ وتر سنت ہے، سعید بن المسیب، حسن بصری، شعبی اور ابن شہاب سے بھی اسی کی مثل مروی ہے اور یہی امام مالک، ثوری، امام ابو یوسف، امام محمد اور امام شافعی اور عامۃ الفقہاء کا مذہب ہے۔

اور ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ وتر کی نماز واجب ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے: اے اہل القرآن! وتر پڑھو۔

(سنن ابوداؤد: ۱۳۱۶)

حضرت ابن مسعود اور حضرت حذیفہ سے بھی یہی مروی ہے اور یہی انھیں کا قول ہے اور ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ وتر واجب ہے اور اس کا ترک کرنا جائز نہیں ہے اور یہی امام ابو حنیفہ کا قول ہے کیونکہ نبی ﷺ نے وتر کا حکم دیا ہے اور امر و وجوب کے لیے آتا ہے اور نبی ﷺ نے فرمایا: وتر حق ہے اور جس نے وتر نہیں پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

علامہ طبری نے کہا ہے کہ ان فقہاء کا قول صحیح ہے جنہوں نے وتر کی نماز کو سنت کہا ہے کیونکہ سب کا اس پر اجماع ہے کہ فرض نمازیں صرف پانچ ہیں اگر وتر بھی فرض ہوں تو فرض نمازیں چھ ہو جائیں گی۔

نبی ﷺ نے جو فرمایا: وتر حق ہے اس کا معنی یہ ہے کہ وتر کا سنت ہونا برحق ہے اور آپ نے یہ جو فرمایا ہے: جس نے وتر نہیں پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے یہ ترغیب کے لیے ہے اس کا معنی یہ ہے کہ وہ ہر ری سنت پر عمل کرنے والا نہیں ہے اور ہماری اقتداء کرنے والا نہیں ہے جیسے آپ نے فرمایا: جو خوش الحانی سے قرآن نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے اور آپ نے اس کلام سے اس کو اسلام سے نکلنے کا ارادہ نہیں کیا۔ (نبطہ ج ۲ ص ۶۵۰، باب العلمیہ: ۱۳۲۰ھ)

علامہ ابن بطلال کے دلائل کے مصنف کی طرف — جو . ت

علامہ ابن بطلال مالکی نے علامہ طبری سے یہ نقل کیا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ فرض نمازیں پانچ ہیں اگر وتر کو بھی فرض کہا جائے تو فرض نمازیں چھ ہو جائیں گی یہ ہمارے خلاف نہیں ہے کیونکہ ہم وتر کو فرض نہیں کہتے واجب کہتے ہیں۔

اور حدیث میں ہے: جس نے . . . ہم میں سے نہیں ہے اس . . . علامہ ابن بطلال نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ اس طرح ہے جس طرح آپ نے فرمایا . . . جو اس حدیث سے آنے . . . ہے وہ اس سے نہیں ہے علامہ ابن بطلال کا یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ اس سے پہلے آپ نے فرمایا ہے: وتر حق ہے یعنی واجب ہے اور خوش الحانی کے متعلق آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ وہ حق ہے یعنی واجب ہے نیز آپ نے وتر پڑھنے کا حکم دیا ہے اور امر و وجوب کے لیے آتا ہے اور اس تقریر سے علامہ ابن بطلال کے جوابات ساقط ہوئے۔

وتر کے وجوب پر احادیث اور آثار

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: صبح ہونے سے پہلے وتر پڑھو۔

(صحیح مسلم: ۷۵۳، سنن ترمذی: ۳۶۷، سنن نسائی: ۱۶۸۳، مسند احمد ج ۲ ص ۱۳۹)

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اس حدیث میں نبی ﷺ نے وتر پڑھنے کا حکم دیا ہے اور امر و وجوب کے لیے آتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اہل قرآن! وتر پڑھو کیونکہ اللہ وتر ہے وتر کو پسند فرماتا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۳۱۶، سنن ترمذی: ۱۶۷۳، مسند احمد ج ۱ ص ۸۶)

اس حدیث میں بھی نبی ﷺ نے وتر پڑھنے کا حکم دیا ہے:

عبداللہ بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: وتر حق ہے

۱۵۸۰ صحیح ابن خزیرہ: ۱۰۷۱، صحیح ابودری: ۶۳۱۰، صحیح مسلم: ۲۰۶۲، سنن نسائی: ۷۶۵۹، سنن ابن ماجہ: ۳۸۶۱

* باب مذکور کی حدیث 'شرح صحیح مسلم: ۱۶۵۲۔ ج ۲ ص ۶۳ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۵۔ باب الوتر علی الذابۃ

سواری پر وتر پڑھنا

۹۹۹۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي بَكْرٍ بْنِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّهُ قَالَ كُنْتُ أَسِيرُ مَعَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ بِطَرِيقِ مَكَّةَ فَقَالَ سَعِيدٌ فَلَمَّا خَشِيتُ الصُّبْحَ نَزَلْتُ فَأَوْتَرْتُ ثُمَّ لِحَقَّتْهُ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ أَيْنَ كُنْتَ؟ فَقُلْتُ خَشِيتُ الصُّبْحَ فَنَزَلْتُ فَأَوْتَرْتُ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ أَلَيْسَ لَكَ فِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ؟ فَقُلْتُ بَلَى وَاللَّهِ قَالَ فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُؤْتِرُ عَلَى الْبَعِيرِ.

[اطراف الحدیث: ۱۰۰۰-۱۰۹۵-۱۰۹۶-۱۰۹۸-۱۱۰۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابو بکر بن عمر بن عبد الرحمن بن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب از سعید بن یسار انہوں نے بیان کیا کہ میں رات کو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مکہ کے راستہ میں جا رہا تھا پس سعید نے کہا: جب مجھے صبح ہونے کا خوف ہوا تو میں سواری سے اتر ا پھر میں نے وتر پڑھے پھر میں ان سے مل گیا پس حضرت عبد اللہ بن عمر نے پوچھا: تم کہاں تھے؟ میں نے کہا: مجھے صبح ہونے کا خوف ہوا تو میں نے سواری سے اتر کر وتر پڑھے پس حضرت عبد اللہ نے کہا: کیا تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ میں عمدہ نمونہ نہیں ہے؟ میں نے ہا: کیوں نہیں! اللہ کی قسم! انہوں نے کہا: پس بے شک رسول اللہ ﷺ اونٹ پر وتر پڑھتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۷۰۰، الرقم المسلسل: ۱۵۸۶، سنن ترمذی: ۳۷۱، سنن نسائی: ۱۶۸۳، سنن ابن ماجہ: ۱۲۰۰، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۹۳، صحیح ابن

خزیرہ: ۱۲۶۷، سنن بیہقی ج ۲ ص ۳، السنن الکبریٰ: ۱۰۹۹، مسند ابویعلیٰ: ۵۶۳، مسند احمد ج ۲ ص ۲۰، طبع قدیم مسند احمد: ۳۷۱۳، ج ۸ ص ۳۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، مسند الطحاوی: ۱۳۰۱۱)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسماعیل بن ابی اویس ابو اویس کا نام عبد اللہ ہے یہ امام مالک بن انس کے بھانجے ہیں (۲) امام مالک بن انس (۳) ابو بکر بن عمر ابن حبان نے کہا: یہ ثقہ ہیں ابو حاتم نے ہا: ان میں کوئی حرج نہیں (۴) سعید بن یسار ابو الخطاب یہ علماء مدینہ میں سے ہیں یہ ۱۱ھ میں فوت ہوئے تھے (۵) سرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما (عمدة القاری: ۷ ص ۱۰۰)

سواری پر وتر پڑھنے کے متعلق فقہاء مالکیہ کے دلائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی متوفی ۳۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ طبری نے کہا ہے: یہ حدیث امام ابو حنیفہ کے خلاف حجت ہے کیونکہ وہ وتر کو واجب قرار دیتے ہیں اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ بغیر عذر کے فرض نماز کو سواری پر پڑھنا جائز نہیں ہے اور اگر وتر فرض ہوتے تو رسول اللہ ﷺ بغیر عذر کے وتر سواری پر نہ پڑھتے۔

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ مجاہد نے یہ نقل کیا ہے کہ میں حضرت ابن عمر کے ساتھ تھا وہ سفر میں دو رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے اور سواری کی پشت پر نوافل پڑھتے تھے اور فجر سے پہلے زمین پر اتر کر وتر پڑھتے تھے اور ابراہیم النخعی نے کہا: وہ اپنے اونٹ

پر نماز پڑھتے تھے اونٹ کا منہ جس طرف بھی ہو سوا فرض اور وتر کے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عمر کے فعل میں امام ابو حنیفہ کی کوئی دلیل نہیں ہے، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عمر نے فضیلت کے حصول کے لیے زمین پر اتر کر وتر پڑھے ہوں نہ اس لیے کہ وتر ان کے نزدیک واجب تھا کیونکہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت ابن عمر نے اپنے اونٹ پر وتر پڑھے ہیں، حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی اسی کی مثل کرتے تھے۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت ابن عمر کے سواری سے اتر کر وتر پڑھنے کی کیا وجہ تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عمر کے علم میں یہ مقرر تھا کہ نفل سواری پر پڑھنا بھی جائز ہے اور سواری سے اتر کر زمین پر پڑھنا افضل ہے اور یہ فقہاء احناف کے خلاف حجت ہے۔

امام مالک، امام شافعی اور امام احمد نے کہا ہے کہ اس حدیث کی اتباع میں سواری پر وتر پڑھنے چاہئیں۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۶۶۴، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

سواری پر وتر پڑھنے کے منسوخ ہونے کا بیان

امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سواری پر وتر پڑھتے تھے۔ (شرح معانی الآثار: ۲۴۲۵)

امام طحاوی فرماتے ہیں: ایک نام؟ یہ ہے۔ مسافر۔ یہ ہے۔ اور وتر۔ ہاں ہے جیسا کہ باقی نوافل کا سواری پر پڑھنا جائز ہے اور دوسرے فقہاء نے اس کی مخالفت کی ہے اور کہہ کر سواری پر وتر پڑھنا جائز نہیں ہے اور وتر کو سواری سے اتر کر زمین پر پڑھنا چاہیے اور ان لی دس۔ یہ احادیث ہیں:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سواری پر نماز پڑھتے تھے اور وتر زمین پر پڑھتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ بھی اسی طرح کرتے تھے۔ (شرح معانی الآثار: ۲۴۲۷)

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سواری پر نماز پڑھتے تھے۔ (شرح معانی الآثار: ۲۴۲۸)

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر سواری پر وتر پڑھتے تھے اور بعض اوقات سواری سے اتر کر زمین پر وتر پڑھتے تھے۔

(شرح معانی الآثار: ۲۴۳۱)

امام طحاوی فرماتے ہیں: یہ ہو سکتا ہے کہ مجاہد نے یہ بات ابن عمر کو زمین پر وتر سے ہو کر دیکھ کر کہہ جانا کہ سواری پر وتر پڑھنے کے متعلق ان کا مذہب کیا ہے لہذا انہوں نے یہ روایت کر دی کہ حضرت ابن عمر نے سواری سے اتر کر زمین پر وتر پڑھے اور اس سے ان کے سواری پر وتر پڑھنے کی نفی نہیں ہوتی اور ہمارے نزدیک اس کی توجیہ یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وتر کو موقوف اور واجب قرار دینے سے پہلے سواری پر وتر پڑھے ہوں اور جب آپ نے وتر کو واجب قرار دے دیا تو پھر اس کو ترک کرنے کی اجازت نہیں دی اور اس کی دلیل یہ احادیث ہیں:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات کو نماز پڑھ رہے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے سامنے بستر کے عرض میں لیٹی ہوئی تھیں جب آپ وتر پڑھنے کا ارادہ کرتے تو آپ ان کو ایک طرف ہونے کا اشارہ کرتے اور فرماتے: یہ وہ نماز ہے جس کو (میرے کہنے سے) تم نے زیادہ کر دیا ہے۔ (شرح معانی الآثار: ۲۴۳۲)

خارجہ بن حذافہ العدوی بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ نے ایک نماز کے ساتھ تمہاری امداد کی ہے جو تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے، عشاء کی نماز سے طلوع فجر تک وہ وتر ہے وتر ہے۔

(شرح معانی الآثار: ۲۴۳۴)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی نے یہ خبر دی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: بے شک اللہ نے تمہاری ایک نماز زیادہ کر دی ہے، پس اس کو عشاء سے صبح تک پڑھو وہ وتر ہے وتر۔ (شرح معانی الآثار: ۲۴۳۶)

امام طحاوی فرماتے ہیں: پس نبی ﷺ نے وتر کو مؤکد فرمادیا اور کسی کو اس کے ترک کرنے کی اجازت نہیں دی اور اس سے پہلے اس کی اس طرح تاکید نہیں تھی، پس ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عمر نے جو روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سواری پر وتر پڑھنے وہ اس کو مؤکد کرنے اور واجب قرار دینے سے پہلے کا واقعہ ہو، پھر بعد میں آپ نے اس کو مؤکد کر دیا اور سواری پر وتر پڑھنے کو منسوخ کر دیا، پس جس طرح جو شخص قیام کی طاقت رکھتا ہو وہ زمین پر بیٹھ کر نماز نہیں پڑھ سکتا، اسی طرح جو شخص سواری سے اترنے کی طاقت رکھتا ہو اس کے لیے سواری پر وتر پڑھنا جائز نہیں ہے اور اس جہت سے میرے نزدیک سواری پر وتر پڑھنا منسوخ ہو گیا اور یہ امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے۔ (شرح معانی الآثار: ص ۵۵۲-۵۵۳، مسخفاً تہی کتب خانہ کراچی)

سواری پر وتر پڑھنے کے عدم جو رے متواتر صحیح ہے۔ رفقہ۔ ونا بعین۔ شار

ابن عون بیان کرتے ہیں کہ میں نے قاسم سے پوچھا کہ ایک سواری پر وتر پڑھتا ہے، ان نے جواب دیا کہ ان کا کہنا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ زمین پر وتر پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۸۶، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۸۶، دار اکتب العلمیہ بیروت) قاسم بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ زمین پر وتر پڑھتے تھے۔

مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۸۶، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۸۶، دار اکتب العلمیہ بیروت) بکر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما راہ کر کے تو سواری سے اتر کر زمین پر وتر پڑھتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۸۸، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۸۶، دار اکتب العلمیہ بیروت) منصور بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم النخعی نے کہا کہ وہ لوگ سواریوں پر نماز پڑھتے تھے خواہ ان کا منہ کسی طرف ہو، سوائے فرض اور وتر کے وہ ان کو زمین پر پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۸۹، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۸۶، دار اکتب العلمیہ بیروت) ہشام بن مروہ۔۔۔ ابن ابی شیبہ: ۶۹۹۰، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۸۶، دار اکتب العلمیہ بیروت) سواری سے اترتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۹۰، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۸۸، دار اکتب العلمیہ بیروت)

ابو الہزہ نے کہا: ضحاک جب وتر پڑھنے کا ارادہ کرتے تو سواری سے اتر کر پڑھتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۹۱، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۸۹، دار اکتب العلمیہ بیروت) ہارون بن ابراہیم کہتے ہیں: میں نے حسن بصری سے سوال کیا: کیا میں سواری پر نماز پڑھوں؟ انہوں نے کہا: سواری پر نماز پڑھنا میں نے سوال کیا: سواری پر وتر بھی پڑھوں؟ انہوں نے کہا: نہیں اور کہا: ابن سیرین زمین پر وتر پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۹۲، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۸۹، دار اکتب العلمیہ بیروت)

* شرح صحیح مسلم میں اس بحث کے یہ عنوان ہیں: ① وتر کے حکم میں مذاہب ائمہ ② وجوب وتر پر احناف کے مؤید دلائل ③ ائمہ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْدُو الرَّكُوعَ شَهْرًا أَرَاهُ كَانَ بَعَثَ قَوْمًا يَقَالُ لَهُمُ الْقُرَاءَةُ زُهَاءٌ سَبْعِينَ رَجُلًا إِلَى قَوْمٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ دُونَ أُولَئِكَ وَكَانَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهْدٌ فَقَتَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا يَدْعُوا عَلَيْهِمْ.

رکوع کے بعد؟ انہوں نے کہا: رکوع سے پہلے۔ عاصم نے کہا: فلاں شخص نے مجھے آپ سے یہ خبر نقل کی ہے کہ آپ نے رکوع کے بعد کہا ہے 'حضرت انس نے کہا: اس نے جھوٹ بولا رسول اللہ ﷺ نے رکوع کے بعد صرف ایک مہینہ قنوت پڑھی ہے' میرا گمان ہے کہ آپ نے ایک قوم کو مشرکین کی طرف بھیجا تھا جن کو قراءہ کہا جاتا تھا وہ تقریباً ستر شخص تھے یہ مشرک ان مشرکین کے علاوہ تھے جن کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان صلح کا معاہدہ تھا رسول اللہ ﷺ ان کے خلاف ایک ماہ تک دعائے ضرر کرتے رہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) مسدد (۲) عبد الواحد بن زیاد (۳) عاصم بن سلیمان الاحول (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۲۵)

حدیث مذکور کی تفصیل

امام بخاری نے اس حدیث کی زیادہ تفصیل درج ذیل روایت میں کی ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ یارِ رتے سا کہ رعل ذو عصہ اور بنو لیمیان (عرب) نے اپنے دشمن کے خلاف رسول اللہ ﷺ سے مدد طلب کی آپ نے ستر انصار کو ان کی مدد کے لیے انہیں روانہ کیا۔ انہوں نے انہیں مانہ میں القراءہ کہتے تھے وہ دن میں لکڑیاں کاٹتے تھے اور رات کو نماز پڑھتے تھے حتیٰ کہ جب وہ قراءہ بیر معونہ میں پہنچے تو ان قبائل نے ان کو قتل کر دیا اور عہد شکنی کی 'نبی ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے ایک مہینہ تک صبح کی نماز میں قنوت پڑھی آپ بعض قبائل عرب کے خلاف دعائے ضرر کرتے رہے رعل ذکوان عصیہ اور بنو لیمیان کے خلاف ضرر کرتے رہے۔ انہوں نے کہ ہم نے قنوت مجیدہ ان کے متعلق یہ آیت پڑھی پھر اس کی تلاوت منسوخ ہو گئی وہ یہ آیت ہے:

بَلِّغُوا عَنَّا قَوْمًا إِنَّا لَقِينَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَارْضَانَا۔

ہماری قوم کو یہ خبر پہنچی دو کہ ہم نے اپنے رب سے ملاقات کر لی وہ ہم سے راضی ہو گیا اور اس نے ہم کو راضی کر دیا۔

تاریخین آتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ایک روایت بیان کی کہ نبی ﷺ ایک ایک روز میں قنوت پڑھی آپ جس قبائل سے مدد کرتے تھے رعل ذکوان عصیہ اور بنو لیمیان کے۔

ایک سند کے ساتھ روایت میں یہ اضافہ ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: یہ ستر انصار بیر معونہ میں قتل کر دیے گئے تھے۔

(صحیح البخاری: ۴۰۹۰)

رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھنے میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال ماکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن السمنذ نے کہا ہے کہ قنوت میں اختلاف ہے فقہاء صحابہ کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ دعاء قنوت رکوع سے پہلے پڑھی جائے گی یہ حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت ابو موسیٰ، حضرت البراء، حضرت انس اور حضرت ابن عباس کا مذہب ہے ابن ابی لیلیٰ اور اسحاق کا بھی یہی مذہب ہے۔

فقہاء صحابہ کی دوسری جماعت نے کہا۔ ہے کہ رکوع کے بعد دعاء قنوت پڑھی جائے گی یہ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کا مذہب ہے اور حضرت انسؓ نے کہا: دعاء قنوت رکوع سے پہلے بھی پڑھی جاتی تھی اور رکوع کے بعد بھی اور یہی امام احمد کا قول ہے اور ”المدونہ“ میں مذکور ہے کہ صبح کی نماز میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد دعاء قنوت پڑھنے میں وسعت ہے اور امام مالک کے نزدیک خصوصیت کے ساتھ رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھنا مستحب ہے امام شافعی کے نزدیک صبح کی نماز میں قنوت پڑھنا سنت ہے اور جب مسلمانوں کو حاجت ہو تو تمام نمازوں میں قنوت پڑھی جائے۔

امام طحاوی نے کہا: ان سے پہلے کسی نے اس طرح نہیں کہا کیونکہ نبی ﷺ آخر حیات تک کفار سے جہاد کرتے رہے اور آپؐ نے نمازوں میں قنوت نہیں پڑھی۔

فقہاء صحابہ کی ایک اور جماعت نے یہ کہا ہے کہ کسی فرض نماز میں دعاء قنوت نہیں پڑھی جائے گی یہ حضرت عمرؓ حضرت ابن مسعودؓ حضرت ابن عمرؓ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابن الزبیرؓ کا مذہب ہے اور حضرت ابن عمرؓ نے کہا: یہ بدعت ہے اور قتادہ اور ابراہیم نے کہا: حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے فرانس میں قنوت نہیں پڑھی حتیٰ کہ وہ دنیا سے چلے گئے۔

عائقہ نے کہا کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ فجر کی نماز میں دعاء قنوت نہیں پڑھی جائے گی طاؤس کا بھی اسی کی مثل قول ہے اور یہی فقہاء کوفہ اور لیث کا قول ہے فقہاء کوفہ نے کہا: دعاء قنوت صرف وتر میں پڑھی جائے گی ان کی دلیل یہ ہے کہ ابومالک اشجعی نے کہا: میں نے ابی الدرداء سے سنا: آپؐ نے رسول اللہ ﷺ اور حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے پیچھے نماز پڑھی ہے کیا یہ لوگ قنوت پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا: نہیں! اے میرے بیٹے! یہ بدعت ہے۔

امام طبری نے کہا: صحیح یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ حدیث صحیح ہے۔۔۔ دل مندہ مشیئہ نے قراء کی شہادت پر ایک روایاں سے زیادہ ہر فرض نماز میں قنوت پڑھی پھر اس کو ترک کر دیا اور صبح کی نماز میں آپؐ کا قنوت پڑھنا ثابت ہے اور یہ بھی صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ آپؐ ہمیشہ صبح کی نماز میں قنوت پڑھتے رہے حتیٰ کہ دنیا سے چلے گئے۔

ربیع بیان کرتے ہیں کہ حضرت انسؓ نے فرمایا: میں نے قنوت کے متعلق سوال کیا گیا کہ کیا آپؐ نے ایک مہینہ قنوت پڑھی ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ ہمیشہ قنوت پڑھتے رہے تو آپؐ کی وفات ہو گئی۔

ہمارے نزدیک ان حدیثوں میں تعارض نہیں ہے کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ جب بھی مسلمانوں پر ایسی مصیبت آئی جیسے بیر معونہ میں قراء پر مصیبت آئی تھی تو اس وقت قنوت پڑھنا مستحب ہے حتیٰ کہ مسلمانوں سے وہ مصیبت دور ہو جائے جس میں رسول اللہ ﷺ نے اس وقت قنوت پڑھی تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے اس سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے ایک مہینہ قنوت پڑھی۔

امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جب بھی کسی کے حق میں دعا کرتے یا کسی کے خلاف دعا کرتے تو قنوت پڑھتے اور اسود نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ جب جنگ کرتے تو قنوت پڑھتے اور جب جنگ نہیں کرتے تو قنوت نہیں پڑھتے تھے۔

امام طبری نے کہا: اگرچہ ہم یہ کہتے ہیں کہ مصیبت کے وقت قنوت پڑھنا مستحب ہے لیکن ہم یہ نہیں کہتے کہ اگر کسی نے عدا قنوت کو ترک کر دیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی یا اس پر سجدہ سہو لازم آئے گا کیونکہ اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جس نے قنوت کو ترک کر دیا تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی اگر اس نے قنوت پڑھی تو اس نے رسول اللہ ﷺ کے فعل کے موافق عمل کیا اور اگر اس

نے قنوت ترک کی تو اس نے رسول اللہ ﷺ کی رخصت پر عمل کیا کیونکہ آپ بعض اوقات قنوت پڑھتے تھے اور بعض اوقات قنوت کو ترک کر دیتے تھے اور اس میں نبی ﷺ نے امت کو تعلیم دی ہے کہ انہیں قنوت کے پڑھنے اور نہ پڑھنے میں اختیار ہے۔ جس طرح نبی ﷺ نے رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد بعض اوقات رفع یدین کیا ہے اور بعض اوقات رفع یدین نہیں کیا اور جس صحابی نے نبی ﷺ کو جس وقت جو کرتے ہوئے دیکھا اس کے مطابق خبر دی اور ہر صحابی صادق ہے۔

المہلب نے کہا ہے کہ امام مالک نے رکوع سے پہلے قنوت پڑھنے کو اختیار کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ فیند سے بیدار ہونے والے اس رکعت کو پالیں جس سے ان کو نماز مل جاتی ہے اسی وجہ سے صبح کی نماز میں قیام حویل ہوتا ہے۔

دوسروں نے کہا: حضرت انس نے جو اس شخص کو جھوٹا کہا جس نے ان سے یہ روایت کی تھی کہ رسول اللہ ﷺ رکوع کے بعد قنوت پڑھتے تھے کیونکہ ان کے نزدیک رسول اللہ ﷺ نے ہمیشہ رکوع کے بعد قنوت نہیں پڑھی تھی صرف ایک ماہ پڑھی تھی اور رسول اللہ ﷺ نے ہمیشہ رکوع سے پہلے قنوت پڑھی ہے۔

المہلب نے کہا: نبی ﷺ سے یہ محفوظ نہیں ہے کہ آپ مغرب کی نماز میں قنوت پڑھتے رہے ہیں بلکہ آپ نے اس کو مغرب میں نہیں پڑھا اگر آپ نے مغرب کی نماز میں قنوت کو پڑھا ہوتا تو اس کو بہت لوگ نقل کرتے حضرت ابو بکر سے روایت ہے کہ وہ مغرب کی تیسری رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھتے تھے۔ آپ نے اس کو تحب کہا ہے امام مالک نے کہا: ہمارا اس پر عمل نہیں ہے کیونکہ یہ روایت ہے کہ حاکم ورمضان کے وتر میں کفار مرتے تھے۔ امام مالک نے المدونہ میں کہا ہے کہ ہمارا اس روایت پر عمل نہیں ہے۔ (شرح ابن بطلال ج ۲ ص ۶۶۶-۶۶۳ کتاب العلمیہ بیروت ۱۴۰۲ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطلال نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے قنوت کے متعلق متعارض اقوال نقل کیے ہیں یہ بھی نقل کیا ہے کہ ان کے نزدیک رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھ جائے گی اور یہ بھی نقل کیا ہے کہ ان کے پاس کسی فرض نماز میں دعاء قنوت نہیں پڑھی جائے گی ہو سکتا ہے ان میں اس طرح تطبیق ہو کہ مسلمانوں کو نماز میں تازلہ اور رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھی جائے گی اور جب وہ مصیبت دور ہو جائے تو پھر دعاء قنوت نہیں پڑھیں جائے۔

رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھنے کے متعلق احادیث اور آثار

امام ابی: عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ ابن سند۔ تھروایت کرتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۸۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۱۲، دار الکتب العلمیہ، دمشق، اتحاف الخیر: ۲۳۲، المطالب العالیہ: ۶۳۱)

سنن دارقطنی ج ۲ ص ۳۲، سنن بیہقی ج ۳ ص ۴۱)

اسود بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رکوع سے پہلے وتر میں دعاء قنوت پڑھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۷۲، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۰۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عبد الرحمن بن الاسود اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ وتر میں رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھتے

تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۷۵، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۰۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اسود بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود وتر کے سوا کسی نماز میں قنوت نہیں پڑھتے تھے اور وتر میں رکوع سے پہلے دعاء قنوت

پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۸۶، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۰۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ اسود وتر میں رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۷۹، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۰۷، دارالکتب العلمیہ بیروت)

اسماعیل بن عبد الملک بیان کرتے ہیں کہ سعید بن جبیر وتر میں رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۸۲، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۱۰، دارالکتب العلمیہ بیروت)

علقمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور نبی ﷺ کے دیگر اصحاب وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۸۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۱۱، دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ وہ وتر کے بعد قنوت پڑھتے تھے۔ (۶۹۷۳) اس کا محمل یہ ہے کہ فجر کی نماز کے متعلق اور رکوع سے پہلے قنوت پڑھنا وتر کے متعلق ہے۔

دعاء قنوت کے متعلق احادیث

عن الحسن بن علی قال علمنی جدی ﷺ کلمات اقولہن فی قنوت الوتر اللهم اهدنی لیمن ہدیت و عافنی فیمن عافیت و یسّر لی تسریر و یبارک لی فیما اعطیت و فنی شر ما قضیت فانک تقضی ولا یقضی علیک انہ لا یس من والہت تبارکت ربنا و تعالیت۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میرے نانا ﷺ نے مجھے چند کلمات کی تعلیم دی جن کو میں وتر کے قنوت میں پڑھتا ہوں۔ اللہ! مجھے۔ میں ہدایت دے جن کو تو نے ہدایت دی ہے۔ مجھے ان میں عافیت سے رکھ جن کو تو نے عافیت سے رکھا ہے اور ان میں محبت سے رکھ جن سے تو نے محبت کی ہے اور تو نے مجھ کو جو عطا کیا ہے اس میں مجھے برکت دے اور جن چیزوں کو تو نے مقدر کیا ہے۔۔۔ کے شر سے محفوظ رکھ بے شک تو حکم دیتا ہے اور پر حکم کیا جاتا اور جس کا تو والی ہو وہ رسوا نہیں ہوتا۔ اے ہمارے رب! تو بابرکت ہے اور تو بلند ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۶۱، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۹۰، دارالکتب العلمیہ بیروت، سنن ابن ماجہ: ۱۱۷۸، الاحادیث الثانی: ۴۱۷، مسند ابویعلیٰ: ۷۲۰، المعجم اکبر: ۲۰۳۰، سنن ابی داؤد: ۱۵۹۱، مسند احمد ج ۱ ص ۲۰۰، سنن ابی حنبلہ: ۲۰۰، سنن ترمذی: ۳۶۳، المستدرک ج ۳ ص ۱۷۲، مسند ابوداؤد العلمی: ۱۱۷۹، سنن دارمی: ۱۵۹۱)

دعاء قنوت کی دوسری حدیث یہ ہے:

”حدثنا ابن فضیل عن عطاء بن السائب عن ابی عبد الرحمن قال علمنا ابن مسعود ان نقرأ فی القنوت اللهم انا نستعینک ونستغفرک ونشی علیک الخیر ولا نکفرک ونخلع ونترك من یفجرک اللهم ایاک نعبد و ایاک نستعینک و ایاک نسعی و نحفد نرجو رحمتک و نخشی عذابک ان عذابک الجذ بالکفار ملحق۔“

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۶۵، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۹۳، دارالکتب العلمیہ بیروت)

یہ دعا اس عبارت سے بھی مروی ہے:

عن عبید بن عمیر قال صلیت خلف عمر بن الخطاب الخصاب الغداة فقال فی قنوته اللهم انا نستعینک عبید بن عمیر بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پیچھے صبح کی نماز پڑھی انہوں نے اپنے قنوت میں پڑھا:

وَسْتَغْفِرُكَ' وَنَسِي عَلَيْكَ الْحَبِيرُ' وَلَا يَكْفُرُكَ' وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مِنْ بَعْدِكَ' اللَّهُمَّ يَا كَ بَعْدَ وَلَكَ نَصْلِي وَنَسْجِدُ' وَإِلَيْكَ نَسْعِي وَنَحْفِدُ' نَرْجُو رَحْمَتَكَ وَنَخْشَى عَذَابَكَ' اِنْ عَذَابَكَ بِالْكَفَّارِ مُلْحَقٌ. (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۱۰۰، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۰۲۸، دار الکتب العلمیہ بیروت)

پڑھا: اے اللہ! ہم تجھ سے مدد طلب کرتے ہیں اور تجھ سے مغفرت طلب کرتے ہیں اور نیکی کے ساتھ تیری تعریف کرتے ہیں اور تیری ناشکری نہیں کرتے اور جو تیری نافرمانی کرے ہم اس سے قطع تعلق کرتے ہیں اور اس کو چھوڑتے ہیں اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیرے لیے ہی نماز پڑھتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں اور تیری ہی طرف دوڑتے ہیں اور تیری ہی اطاعت کرتے ہیں اور تیری رحمت کی امید رکھتے ہیں اور تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں بے شک تیرا عذاب کافروں کو ملنے والا ہے۔

یہ قنوت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۱۰۲، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۰۳۰، دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں زائدہ نے حدیث بیان کی از ابو یوسف ز حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ یہ قنوت پڑھتے تھے۔

۱۰۰۳ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ أَبِي التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِي مَحْلُزٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَنَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَهْرًا دُعَاءً عَلَى رِغْلٍ وَذُكْوَانٍ.

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۰۰۱ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از ابی قلاب از حضرت انس رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: قنوت مغرب اور فجر میں تھی۔

۱۰۰۴ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا سَامِعُ بْنُ حَالِدٍ عَنْ خَالِدٍ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ سَبْقَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْقُتَيْبِ فِي الْمَغْرِبِ وَالْفَجْرِ.

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۷۹۸ میں گزر چکی ہے۔

صبح کی نماز میں دعاء قنوت نہ پڑھنے کے تعلق حدیث آثار اور فقہ متابعین کے احوال

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابو مالک اشجعی روایت کرتے ہیں: میں نے اپنے والد سے کہا: اے میرے والد! آپ نے نبی ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے اور حضرت ابوبکر حضرت عمر اور حضرت عثمان کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے کیا آپ نے ان میں سے کسی کو دیکھا کہ وہ نماز میں دعاء قنوت پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا: اے میرے بیٹے! یہ بدعت ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۰۳۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۶۱، دار الکتب العلمیہ بیروت، سنن ابن ماجہ: ۱۲۳۱، المستدرک للحکم: ۸۱، ۷۹)

عمرو بن میمون بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فجر کی نماز میں دعاء قنوت نہیں پڑھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۰۳۵، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۶۲، دار الکتب العلمیہ بیروت)

الحمد لله رب العلمين والصلوة والسلام على سيدنا محمد سيد المرسلين وعلى آله واصحابه وازواجه

و ذریعہ و امتہ اجمعین۔

آج ۳ ربیع الاول ۱۴۲۷ھ / ۲۳ مارچ ۲۰۰۷ء کو ”کتاب الوتر“ ختم ہوئی! اللہ العظیم! اس تحریر کو قبول فرما اور اس کتاب کو مکمل فرمادے اور میری میرے والدین کی میرے اساتذہ اور تلامذہ کی میرے محبین اور قارئین کی مغفرت فرما۔



نماز استسقاء پڑھنے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ ابوالحسن غلی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ جب بارش نازل نہ ہو اور مسلمان قحط کا شکار ہوں تو بارش کی طلب کے لیے گھروں سے نکل کر عید گاہ کی طرف جانا اور بارش کی دعا کرنا جائز ہے اور نماز استسقاء میں اختلاف ہے امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں: مسلمانوں پر بارش کے نہ ہونے سے جو مصیبت آئی ہے اس کو دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے عاجزی اور تضرع سے اور گڑگڑا کر دعا کرنی چاہیے اور اگر امام نے مسلمانوں کو نصیحت کرنے کے لیے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرانے کے لیے خطبہ دیا تو یہ بھی جائز ہے اور بارش کی طلب کے لیے نماز پڑھنا معروف نہیں ہے امام ابوحنیفہ نے باب مذکور کی حدیث سے استدلال کیا ہے کیونکہ اس میں نماز پڑھنے کا ذکر نہیں ہے مغیرہ نے ابراہیم النخعی سے نقل کیا ہے کہ وہ ایک مرتبہ بارش کی طلب کے لیے نکلے جب وہ دعا سے فارغ ہو گئے تو لوگ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے ابراہیم نے نماز نہیں پڑھی اور لوٹ آئے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۴۳۰)

اور باقی فقہاء اور امام ابو یوسف اور امام محمد نے یہ کہا ہے کہ استسقاء میں دو رکعت نماز پڑھنا سنت ہے کیونکہ نبی ﷺ سے دو رکعت نماز استسقاء پڑھنا ثابت ہے اور جن راویوں نے اس میں نماز پڑھنے کا ذکر نہیں کیا وہ حجت نہیں ہے بلکہ جن راویوں نے نماز پڑھنے کا ذکر کیا ہے ان کی روایت الٰہیہ کی ہے۔ یہ حدیث وہ زیادتی جس کو قبول کرنا واجب ہے۔

(شرح ابن بطل ج ۳ ص ۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

بارش کی دعا کے وقت چادر پلٹنے کا طریقہ اور اس کی حکمت

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی ﷺ نے چادر کو پلٹا۔

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی . فی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

چادر پلٹنے کی صفت میں اختلاف ہے، امام احمد نے یہ ہے کہ رکعہ اوپر منہ نیچے کر دے اور نیچے کا حصہ اوپر کر دے اور چادر کا جو حصہ دائیں کندھے پر ہے اس کو بائیں کندھے پر کر دے اور جو حصہ بائیں کندھے پر ہے اس کو دائیں کندھے پر کر دے اور امام احمد بن حنبل نے کہا ہے کہ چادر کی دائیں جانب کو بائیں جانب کر دے اور بائیں جانب کو دائیں جانب کر دے اور امام مالک کا قول بھی اس کے قریب ہے۔ (معالم السنن، ج ۱، ص ۲۱۹، مکتبہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

چادر کے پلٹنے کی حکمت یہ ہے کہ چادر و پلٹ کر مسلمان اپنے حالات کو بدلے، ان نیک فاعلوں تاکہ اللہ تعالیٰ قحط کو مسلمانوں سے پلٹ دے اور گویا کہ مسلمان یوں عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ! جس چیز کو پلٹنا ہمارے اختیار میں ہے ہم اس کو پلٹ رہے ہیں اور چادر کو پلٹ رہے ہیں سو جس چیز کو پلٹنا ہمارے اختیار میں نہیں ہے اس کو تو پلٹ دے اور ہماری خشک سالی کو اور قحط کو بارش زرخیزی اور خوش حالی سے بدل دے اور ہم اپنے گناہوں پر توبہ کرتے ہیں اور معصیت اور گناہ آلود زندگی کو اطاعت اور فرماں برداری اور نیکی سے بدلتے ہیں اے اللہ العظیم! ہمیں توفیق دے کہ ہم اس عزم پر قائم رہیں اور ہماری توبہ کو قبول فرما اور بارش نازل کر کے ہماری خشک سالی کو خوش حالی سے بدل دے! (آمین)

استسقاء میں باجماعت نماز کے متعلق مذاہب فقہاء

اس حدیث سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ استسقاء میں استغفار اور دعا ہے اور اس میں جماعت کے ساتھ

نماز پڑھنا مسنون نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں نماز کا ذکر نہیں ہے صاحب ہدایہ نے ذکر کیا ہے کہ اگر لوگ الگ الگ نماز پڑھیں پھر بھی جائز ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک سنت یہ ہے کہ امام دو رکعت نماز جماعت کے ساتھ اس طرح پڑھائے جس طرح عید کی نماز پڑھی جاتی ہے امام مالک امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے الحیط میں امام ابو یوسف کا قول امام ابو حنیفہ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ امام ابو حنیفہ کے سوا کسی نے یہ نہیں کہا کہ استسقاء میں جماعت کے ساتھ نماز سنت نہیں ہے۔ (علامہ عینی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ ابراہیم النخعی نے بھی امام ابو حنیفہ کے قول کی مثل کہا ہے چادر کو پلٹنے کا وقت ہمارے نزدیک خطبہ کے شروع میں ہے امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک دونوں خطبوں کے بعد امام چادر کو پلٹے۔

(عمدة القاری ج ۷ ص ۳۷۷-۳۷۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

استسقاء میں نماز نہ پڑھنے کے متعلق صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کے آثار

ابو مردان اسلمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ بارش کو طلب کر رہے تھے حضرت عمر نے استغفار کرنے پر کسی چیز کا اضافہ نہیں کیا۔

(مسند ابی شیبہ: ۸۴۳۸، مجلس علم: ۱، ص ۸۳۲، مصنف ابی شیبہ: ۸۳۳۲، دار الکتب العلمیہ بیروت)

شعس بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بارش کو طلب کرنے کے لیے نکلے تو انہوں نے یہ آیت پڑھی:

اِسْتَفْرِضُوا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا۝۱ یُزِیْرُ السَّمَآءَ عَلَیْكُمْ مِذْرَارًا۝۲ وَیُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِیْنٍ وَیَجْعَلَ لَکُمْ جَنَّاتٍ وَیَجْعَلَ لَکُمْ أَنْهَارًا۝۳

تم اپنے رب سے استغفار کرو کہ وہ بخشنے والا ہے وہ تم پر آسمان سے موسلا دھار بارش بھیجے اور تمہاری اولاد میں سے مدد فرمائے گا اور وہ تمہارے لیے دریا جاری کرے۔ (نور: ۱۱-۱۳)

○ گئے۔

یہ آیت پڑھ کر حضرت عمر منبر سے اتر گئے پس لوگوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! کاش آپ بارش کی دعا کرتے حضرت عمر نے کہا: میں نے آسمان کے ان آلات سے بارش کو طلب کیا ہے جس سے بارش نازل کی جاتی ہے۔

(مسند ابی شیبہ: ۸۴۳۹، مجلس علمی بیروت: ۸، ص ۸۳۳، مصنف ابی شیبہ: ۸۳۳۳، دار الکتب العلمیہ بیروت)

اسلم العجلی بیان کرتے ہیں: یہ مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارش کے لیے نکلے ابراہیمؑ کے ساتھ جب ان کے پاس سے فارغ ہو گئے تو وہ نماز پڑھنے لگے اور ابراہیم واپس آ گئے اور انہوں نے ان کے ساتھ نماز نہیں پڑھی۔

(مسند ابی شیبہ: ۸۴۳۰، مجلس علمی بیروت: ۸، ص ۸۳۳، مصنف ابی شیبہ: ۸۳۳۳، دار الکتب العلمیہ بیروت)

مغیرہ بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم ان کے ساتھ بارش کو طلب کرنے کے لیے گئے مغیرہ نے نماز پڑھی ابراہیم نے جب ان کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو واپس آ گئے۔ (مسند ابی شیبہ: ۸۴۳۱، مجلس علمی بیروت: ۸، ص ۸۳۳، مصنف ابی شیبہ: ۸۳۳۵، دار الکتب العلمیہ بیروت)

نماز استسقاء کے متعلق امام ابو حنیفہ کے موقف کی وضاحت

امام ابو حنیفہ نے نوح: ۱۱ سے استدلال کیا ہے کہ بارش کو طلب کرنے کے لیے اصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں پر معافی طلب کی جائے کیونکہ بندوں کے گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان سے بارش کو روک لیتا ہے اور جب وہ اپنے گناہوں کی معافی

اس حدیث پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ نبی ﷺ تو رؤف رحیم اور رحمۃ اللعالمین ہیں تو کفار کے خلاف دعاء ضرر کرنا اور ان پر قحط کے

سال مسلط کرنے کی دعا کرنا تو آپ کی شان کے موافق نہیں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ تو صرف رحمت ہیں اور اللہ تعالیٰ رحمن ہے پس جب قحط کے سال نازل کرنا اللہ تعالیٰ کے رحمن ہونے کے خلاف نہیں ہے تو قحط کی دعا کرنا رسول اللہ ﷺ کی رحمت کے خلاف کیسے ہو سکتا ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ کسی کو نعمت دینا بھی اس پر رحمت ہے اور کسی کو نعمت کا سبب فراہم کر دینا بھی اس پر رحمت ہے جن تمام کافروں کے لیے آپ نے دعاء ضرر کی ہے ان سب کو پہلے آپ نے جنت کی طرف اور اللہ تعالیٰ کی دائمی نعمتوں کی طرف بلایا اور مکہ مکرمہ میں مسلسل تیرہ سال ان کو اللہ تعالیٰ کی دائمی نعمتوں اور اس کی رحمت اور رضوان کی طرف بلاتے رہے لیکن وہ اپنی سرکشی اور تکبر میں غرق رہے اور رسول اللہ کی دعوت کو قبول نہیں کیا اور انہوں نے مسلمانوں کو اپنی مدد کے لیے اور دین سیکھنے کے لیے بلایا اور ان کو شہید کر دیا تب رسول اللہ ﷺ نے ان کے خلاف دعاء ضرر کی کیونکہ آپ نے نور نبوت سے جان لیا تھا کہ یہ لوگ اسلام لانے والے نہیں ہیں بس جیسے کوئی شخص سورج کے سامنے آنکھیں بند کر لے تو وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ سورج مجھے روشنی نہیں پہنچا رہا اسی طرح ان لوگوں نے آپ کی نعمتوں اور رحمت سے اپنا حصہ لینے سے انکار کر دیا سو اب یہ لوگ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہمیں آپ کی رحمت سے کوئی حصہ نہیں ملا۔

۱۰۰۷۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي الصَّامِيِّ عَنْ زُرَّارٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ عَبْدِ اللَّهِ فَقَالَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا رَأَى مِنَ النَّاسِ إِذْ بَارَأَ قَالَ اللَّهُمَّ سَبِّحْ كَسَبِّحْ يُوسُفَ. فَأَخَذَتْهُمْ سَنَةٌ حَصَتْ كُلُّ شَيْءٍ حَتَّى أَكَلُوا الْجُلُودَ وَالْمَيْتَةَ وَالْحَيَفَ وَتَنَسَّرَ أَحَدُهُمْ إِلَى السَّمَاءِ فَبَرَى الدُّخَانَ مِنْ جُوعٍ فَأَدَّى أَبُو سَفْيَانَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّكَ تَأْمُرُ بِطَاعَةِ اللَّهِ وَبِصَلَةِ الرَّحِمِ وَإِنَّ قَوْمَكَ قَدْ هَلَكُوا فَأَدْعُ اللَّهَ لَهُمْ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى ﴿فَرَزَقْنَا يَوْسُفَ زَيْنًا مَسْمُومًا بِدُخَانٍ مُبِينٍ﴾ (الدخان: ۱۰) اِس بولہ مراد دُخَانُ یَا نَبِطِشُ الْبَطْشَةُ الْكُبْرَى (الدخان: ۱۵-۱۶). فَأَلْبَطْشَةُ يَوْمَ بَذْرِ وَقَدْ مَضَتْ الدُّخَانُ وَالْبَطْشَةُ وَالْإِزَامُ وَآيَةُ السُّرُومِ. [اطراف الہیہ: ۱۰۲۰-۳۶۹۳-۳۷۶۷-۳۷۷۳۔ ۳۸۰۹-۳۸۲۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث پر کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منہ زرارہ نخعی از مسروق انہوں نے بیان کیا کہ ہم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے بتایا کہ جب نبی ﷺ نے لوگوں کی اسلام سے روگردانی دیکھی تو آپ نے ان کے لیے یہ دعاء ضرر کی: اے اللہ! ان کو سات سال تک کے لیے قحط میں مبتلا کر دے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں سات سال قحط پڑا تھا پس قحط نے ان کو اس طرح پکڑا کہ ہر چیز فنا ہو گئی حتیٰ کہ ان لوگوں نے چمڑا مردار اور مرے ہوئے جانور تک کھا لیے اس سے کوئی شخص آسمان کی طرف نہ دیکھتا تھا۔ اس حدیث کی شدت ہے دھواں نظر آتا پھر ابوسفیان نے آپ کے پاس آ کر کہا: اے (سیدنا) محمد ﷺ! آپ اللہ کی اطاعت اور اقرباء پروری کا حکم دیتے ہیں اور آپ کی قوم ہلاک ہو رہی ہے سو آپ ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اے نبی! اس دن کا انتظار کیجئے جب آسمان سے ایک واضح دھواں ظاہر ہو گا O (الدخان: ۱۰) (الیٰ قولہ) (کفر کی طرف سے) لوٹنے والے ہو O جس دن ہم انہیں سختی سے پکڑیں گے۔ (الدخان: ۱۵-۱۶) حضرت ابن مسعود نے بتایا کہ سخت پکڑ تو بدر کے دن تھی اور دھواں

کیز، لزام اور آیتِ روم گزر چکی ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۷۹۸، الرقم المسلسل: ۶۹۳۲، سنن ترمذی: ۲۵۳-، السنن الکبریٰ: ۱۱۳۸۱، المعجم الکبیر: ۹۰۴، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۹۳، مسند الحمیدی: ۱۱۶، مشکل الآثار: ۳۲۰-۳۱۹، صحیح ابن حبان: ۶۵۸۵، دلائل النبوة لابی نعیم: ۳۶۹، دلائل النبوة للمبتهنی ج ۲ ص ۳۲۵-۳۲۳، مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۱، طبع قدیم، مسند احمد: ۳۶۱۳، ج ۶ ص ۱۰۷-۱۰۶، مؤسسة الرسالة، بیروت)

مشکل الفاظ کے معانی اور حدیث مذکور کا خلاصہ

اس حدیث میں ”ادباراً“ کا لفظ مذکور ہے اس کا معنی ہے: پینہ پھیرنا یعنی جب رسول اللہ ﷺ نے یہ دیکھا کہ قریش اسلام قبول کرنے میں تاخیر کر رہے ہیں اور آپ کی دعوت سے منہ موڑ رہے ہیں۔

”بعاً“ یعنی ان کے اوپر شدت اور قحط کے ایسے سات سال کر دے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں شدت اور قحط کے سات سال تھے۔

”حصت کل شیء“ یعنی زمین کا سبزہ اور اس کی پیداوار جو اسے اکھڑ گئی اور خالی زمین نظر آنے لگی۔

”الجيف“ یہ ”الجيفة“ کی جمع ہے اس کا معنی ہے: مردہ کا جسم۔

الدرخان: ۱۲ میں مذکور ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کے پاس ایسا دھواں آئے گا جس سے عام لوگوں کا دم گھٹ جائے گا اور مومنوں کی ایسی حالت ہو جائے گی جیسی زکام میں ہوتی ہے۔ یہ آذان اور مغرب اور اذان اور چالیس دن تک رہے گا اس دھوئیں سے کافر بے ہوش ہو جائیں گے اور ان کے نعتوں کا نوحہ سے دھواں نہ آئے گا اور مومنوں کی زکام کی سی کیفیت ہو گی اس دھوئیں کے متعلق دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ یہ نذر چکا ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ان علامات میں سے ہے جو قرب قیامت میں ظاہر ہوں گی۔

”اللزّام“ اس کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ ”اباحات“ نے ”سے مر“ زود ہدر میں کفار کو قتل کرنا ہے ”علامہ قرطبی نے کہا: ”البطشۃ“ اور ”اللزّام“ کا معنی حد ہے۔ ”سے مر“ نے کہا: ”اللزّام“ سے مراد قیامت کا دن ہے، ایک قول یہ ہے کہ تمہارے گناہ تم پر لازم رہیں گے، ”مسروق“ نے حضرت ابن مسعود سے یہ روایت کی ہے کہ پانچ چیزیں گزر چکی ہیں: ”الدخان“ ”اللزّام“ ”روم“ ”البطشۃ“ اور ”القمر“۔

”ایہ لڑوم“ ن کی تفسیر یہ ہے کہ اس نے اپنا اور نام نہاد ہوئی تو مسلمان یہ بند کرتے تھے۔ رومی نے اسے نالاب ہوں کیونکہ رومی انہی کتاب تھے اور نہ یہ پسند کرتے تھے کہ اس رومیوں پر غالب ہوں کیونکہ فارسی بھی تھے اور نہ یہ مست تھے پھر حضرت ابو بکر اور ابو جہل نے باہم شرط لگائی اور انہوں نے آپس میں سات سال کی مدت طے کی قرآن مجید میں ہے:

رومی مغلوب ہو گئے ہیں ○ نزدیک کی زمین پر اور وہ مغلوب
 ہونے کے بعد عنقریب غالب ہو جائیں گے ○ چند سال میں ہی۔

غُلِبَتِ الرُّومُ ○ فِي آدْنَى الْأَرْضِ وَهُمْ مِنْ بَعْدِ
 عَلَيْهِمْ سَيَفْلِحُونَ ○ فِي بَضْعِ سِنِينَ. (الرُّوم: ۲-۳)

حضرت ابو بکرؓ نے ”بضع“ (چند) سے مراد سات سال لیے تھے نبی ﷺ نے فرمایا: ”بضع“ کا لفظ نو تک مراد لیا جاتا ہے تم مدت اور رقم دونوں کو زیادہ کر دو حضرت ابو بکرؓ نے ایسا کر دیا پھر رومی غالب آ گئے اور اس سے مسلمان خوش ہوئے شعی نے کہا: اس وقت جو ا حلال تھا۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۴۳-۴۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

ہماری تحقیق کے مطابق یہ روایت صحیح نہیں ہے، اس کی تفصیل سورۃ الروم کی ابتدائی آیتوں کی تفسیر میں قبیان القرآن میں دیکھیں۔

۳۔ بَابُ سُؤَالِ النَّاسِ الْإِمَامَ الْإِسْتِسْقَاءَ إِذَا قُحِطُوا

جب قحط پڑ جائے تو لوگوں کا امام سے
بارش طلب کرنے کا سوال کرنا

۱۰۰۸۔ حَدَّثَنَا عُمَرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو
قَتِيبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ
عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَتَمَثَّلُ بِشُعْرِ أَبِي
طَالِبٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث
بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں ابوقتیبہ نے حدیث بیان کی: انہوں
نے کہا: ہمیں عبدالرحمان بن عبداللہ بن دینار نے حدیث بیان کی
ازوالد خود وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے
سنا: وہ ابوطالب کے اس شعر کو پڑھتے تھے: وہ گورے شخص جن کے
چہرے کے وسیلہ سے بادل سے بارش طلب کی جاتی ہے جو قیاموں کا
[طرف الحدیث: ۱۰۰۹] سہارا ہیں اور بیواؤں کے سر پرست ہیں۔

وَأَبْيَضُ يَسْتَسْقِي الْغَمَامَ بِوَجْهِهِ
لِمَالِ الْيَتَامَى عِصْمَةٌ لِلْأَرَامِلِ

(سنن ابن ماجہ: ۱۲۷۲، مسند احمد ج ۲ ص ۹۳ طبع تہذیب مسند احمد: ۵۶۷۳۔ ج ۹ ص ۳۸۵ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

باب کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: جن کے چہرے کے وسیلہ سے بادل سے بارش طلب کی جاتی ہے۔
اس اعتراض کا جواب کہ ابوطالب کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ آپ کے چہرے سے بارش طلب کی جاتی ہے؟
علامہ بدرالدین عینی حنفی متون ۸۵۵ھ کہتے ہیں:

علامہ سیبلی نے کہا ہے کہ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ابوطالب نے آپ کے چہرے کے وسیلہ سے بادل سے بارش
طلب کی جاتی ہے حالانکہ ابوطالب نے یہ کبھی نہیں دیکھا کہ آپ سے بارش طلب کی گئی آپ سے صرف ہجرت کے بعد بارش طلب
کی گئی تھی پھر انہوں نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ ابوطالب نے اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ حضرت عبدالطلب نے قریش کے
لیے بارش کی دعا کی تھی اس وقت نبی ﷺ بھی ان کے ساتھ تھے اور اس وقت آپ کم سن تھے اس اعتراض کے جواب میں یہ بھی کہا
گیا ہے کہ ابوطالب نے اس شعر سے آپ کی مدح کی ہے تاکہ ان کے خیال میں آپ اس شان کے تھے کہ آپ کے چہرے کے
وسیلہ سے بارش کے حصول کی دعا کی جاتی ہر چند کہ انہوں نے اس کے وقوع کا مشاہدہ نہیں کیا تھا۔

علامہ ابن التمیم نے کہا ہے کہ ابوطالب کے اس شعر میں یہ دلیل ہے کہ وہ نبی ﷺ کی بعثت سے پہلے آپ کی نبوت کو
پہچانتے تھے کیونکہ شاعر کے سنہ میں ابوطالب نے دیکھا تھا کہ نبی ﷺ اور اہل بیت آپ کے متعلق پیش گوئی کی تھی اس جواب پر یہ
اعتراض ہے کہ امام ابواسحاق نے یہ کہا ہے کہ ابوطالب نے یہ شعر آپ کی بعثت کے بعد کہا تھا۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اس اعتراض
کا جواب یہ ہے کہ جب ابوطالب کو آپ کی بعثت سے پہلے بحیراء راہب کی پیش گوئی سے یہ معلوم ہو چکا تھا کہ آپ نبی بنائے جانے
والے ہیں تو انہوں نے آپ کی بعثت کے بعد یہ شعر کہا ہو تو اس میں کون سا استبعاد ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۳۵ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۰۰۹۔ وَهَذَا عُمَرُو بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنَا سَالِمٌ عَنْ
أَبِيهِ رُبَّمَا ذَكَرْتُ لَوْلَ الشَّاعِرِ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَى وَجْهِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَسْقِي لَمَّا يَنْزِلُ
حَتَّى يَجْعِشَ كُلُّ مِيزَابٍ

اور عمر بن حمزہ نے کہا: ہمیں سالم نے حدیث بیان کی ازوالد
خود انہوں نے کہا: بسا اوقات مجھے شاعر کا یہ قول یاد آتا جب میں
نبی ﷺ کے چہرے کی طرف دیکھتا آپ بارش طلب کرتے اور
ابھی آپ منبر سے نہیں اترتے تھے حتیٰ کہ ہر پرنا لہ زور و شور سے

وَابْيَضُ يَنْتَفِي الغمامُ بِوَجْهِهِ

يَمَالُ الْبَتَامَى عِصْمَةً لِّلْأَرَامِلِ

وَهُوَ قَوْلُ أَبِي طَالِبٍ.

اس حدیث کی شرح گزشتہ حدیث: ۱۰۰۸ میں گزر چکی ہے۔

بہہ رہا ہوتا تھا اور وہ شعر یہ تھا: وہ گورے شخص جن کے وسیلہ سے
بادل سے بارش طلب کی جاتی ہے جو یتیموں کا سہارا ہیں اور یتیموں
کے سر پرست ہیں۔

۱۰۱۰۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا

مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَبْدُ

اللَّهِ بْنُ الْمُثَنَّى عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ

أَنَسٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ كَانَ

إِذَا فَحَطُوا اسْتَسْقَى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ

لَقَالَ اللَّهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بَنِيِّنَا فَتَسْقِينَا وَإِنَّا

نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا قَالَ فَيَسْقُونَ.

[طرف الحدیث: ۳۷۱۰] (صحیح ابن خزیمہ: ۴۲۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن محمد نے حدیث
بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن عبد اللہ الانصاری نے حدیث
بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے والد عبد اللہ بن انس نے
حدیث بیان کی از ثمامہ بن عبد اللہ بن انس از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ
جب لوگوں پر قحط پڑا تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت
عباس بن عبد المطلب کے وسیلہ سے بارش طلب کی اور یہ دعا کی:
اے اللہ! ہم تیری طرف اپنے نبی کے وسیلہ سے دعا کرتے تھے تو
پس تو ہم پر بارش نازل فرماتا تھا اور اب ہم تیری طرف اپنے نبی
کے وسیلہ کو پیش کرتے ہیں سو تو ہم پر بارش نازل فرما پھر
ن پر بارش نازل ہوتی۔

رسول اللہ ﷺ اور دیگر ذوات قدسیہ کے وسیلہ ہ جواز

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بیہقی نے دلائل النبوة میں حدیث انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ ابوابی نبی ﷺ کے پاس آیا پس کہنے لگا:

یا رسول اللہ! ہم آپ کے پاس آئے ہیں مارا تھیں۔ اور بچے اس سے دور ہے ہیں پھر یہ شعر پڑھا:

واین فواد الناس آلا الی الرسل

ولیس لنا آلا الیک فرارنا

ہم بھاگ کر صرف آپ کے پاس ہی آ سکتے ہیں اور لوگ بھاگ کر صرف رسولوں کے پاس ہی آ سکتے ہیں

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا:

آپ کھڑے ہو کر پیش لی۔ آپ کے بے دعا یوں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ہو کر۔ کی۔

امام ابن ابی شیبہ نے سند صحیح کے ساتھ مالک الداری سے یہ روایت کی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگوں پر قحط پڑ گیا

پس ایک شخص نبی ﷺ کی قبر پر گیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! اپنی امت کے لیے بارش طلب کیجئے کیونکہ وہ ہلاک ہو رہے ہیں پھر اس

شخص سے خواب میں یہ کہا گیا کہ تم عمر کے پاس جاؤ۔ (الحدیث)

سیف نے نوح میں ذکر کیا ہے کہ جس شخص نے یہ خواب دیکھا تھا وہ حضرت بلال بن حارث مزی رضی اللہ عنہ تھے جو صحابی ہیں۔

الزبیر بن بکار نے "الانساب" میں اس واقعہ کو اپنی سند سے روایت کیا ہے اور بتایا ہے کہ کس وقت حضرت عمر بن الخطاب نے حضرت

ابن عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے دعا کی تھی حضرت عمر نے دعا میں کہا: اے اللہ! ہر مصیبت کسی گناہ کی وجہ سے آتی ہے اور ہر مصیبت

صرف توبہ سے دور ہوتی ہے اور یہ قوم اس مصیبت میں ہے۔ پاس آئی ہے کیونکہ ان کو معلوم ہے کہ میرا تیرے نبی کے نزدیک کیا

مقام تھا اور ہم نے تیری طرف اپنے گناہ گار ہاتھ اٹھائے ہوئے ہیں اور توبہ کے ساتھ اپنی پیشانیاں تیرے حضور جھکائی ہوئی ہیں تو ہم پر بارش نازل فرما! پھر پہاڑوں کی مثل آسمان پر بادل اُٹھ آئے اور اتنی بارش ہوئی کہ زمین سرسبز ہو گئی اور لوگ خوش حال ہو گئے۔

زید بن اسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ قحط کے سال میں حضرت عمر نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے دعا کی اور حضرت عمر نے خطبہ میں کہا: رسول اللہ ﷺ، حضرت عباس کا اس طرح احترام کرتے تھے جس طرح اولاد اپنے والد کا احترام کرتی ہے! پس اے لوگو! رسول اللہ ﷺ کے عم محترم کے بارے میں آپ کی اقتداء کرو اور ان کو اللہ تعالیٰ کے پاس وسیلہ بناؤ! پس وہ ابھی وہاں سے روانہ نہ ہوئے تھے کہ بارش ہو گئی۔ امام ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ قحط کا یہ سال ۱۸ھ میں تھا۔ حضرت عباس کے اس قصہ سے یہ معلوم ہوا کہ اہل صلاح، اہل خیر اور اہل بیت نبوت سے شفاعت طلب کرنا مستحب ہے اور اس حدیث میں حضرت عباس اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی فضیلت ہے۔ در حضرت عمر کا حضرت عباس کے لیے تواضع کرنا ہے اور ان کے حق کا اعتراف کرنا ہے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۵۳۷-۵۳۶ سلفاً ودار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث سے اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی شرح سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جس طرح نیک اعمال کا وسیلہ پیش کرنا مستحب ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نیک حضرات کا وسیلہ پیش کرنا بھی جائز اور مستحب ہے بعض بد عقیدہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے رسول اللہ ﷺ کے وسیلہ سے دعا نہیں کی بلکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے دعا کی اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر کے نزدیک رسول اللہ ﷺ میں بھی دور دورہ کے وسیلے دعا کرنا۔ ہم کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زندہ ہونے پر تو بہت دلائل ہیں جس کو ہم متعدد بار پیش کر چکے ہیں۔ نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے اس لیے دعا کی تھی تاکہ مسلمانوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ جس طرح آپ سے وسیلہ سے دعائیں دلتی ہے اسی طرح آپ کے اہل بیت اور اقرباء کے وسیلہ سے بھی دعا قبول ہوتی ہے۔

چنانچہ شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۳ھ نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے نیز برکت کا نہ بھی تو تسل جائز نکلا جب کہ اس کو نبی سے کوئی تعلق ہو قرابت خنیہ کا یا قرابت معنویہ کا۔ نیز ابن ابی شیبہ ایک حدیث یہ بھی بیان کرتے ہیں اور اہل فہم نے کہا ہے کہ اس پر متنبہ کرنے کے لیے حضرت عمر نے حضرت عباس سے توسل کیا نہ اس لیے کہ پیغمبر ﷺ کے ساتھ وفات کے بعد توسل جائز نہ تھا جب کہ دوسری روایت سے اس کا جواز ثابت ہے اور چونکہ اس توسل پر کسی صحابی سے نکیر منقول نہیں اس لیے اس میں اجماع کے معنی آ گئے۔

(نشر الطیب ص ۳۰۳-۳۰۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان کراچی)

رسول اللہ ﷺ کے واسطے سے دعا کرنے کے واسطے سے مدد کا ثبوت

رسول اللہ ﷺ کے زندہ ہونے پر یہ واضح دلیل ہے کہ حضرت بلال بن حارث بن ابی اسلم کی فبر پر گئے اور آپ سے خطاب کیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! اپنی امت کے لیے بارش طلب کیجئے کیونکہ وہ ہلاک ہو رہے ہیں پھر خواب میں حضرت بلال بن حارث سے یہ کہا گیا کہ عمر کے پاس جاؤ اور ان پر میرا سلام پڑھو اور ان کو یہ خبر دو کہ تم پر عنقریب بارش ہوگی اور ان سے کہو کہ تم فہم سے کام لو! پھر حضرت بلال بن حارث حضرت عمر کے پاس گئے اور ان کو یہ خبر دی تو حضرت عمر نے کہا: اے میرے رب! میں صرف اسی کام کو ترک کرتا ہوں جس سے میں عاجز ہوتا ہوں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۶۶۵ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۱۲ ص ۳۲ ادارۃ القرآن)

امام بخاری متوفی ۲۵۶ھ نے بھی اس حدیث کا حوالہ دیا ہے۔ تاریخ کبیر: ۱۲۹۳-ج ۷ ص ۱۸۲ کتاب الجرح والتعديل:

۹۳۴ امام ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ نے بھی اس حدیث کو بیان کیا ہے ج ۶۰ ص ۳ 'دار احیاء التراث العربی' بیروت حافظ ابن کثیر متوفی ۷۴۳ھ نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۱۶۷ 'دار الفکر' بیروت ۱۴۱۹ھ حافظ ابن کثیر نے اس حدیث کو امام بیہقی کی روایت سے بھی تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

استقاء میں چادر کو پلٹنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وہب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از محمد بن ابی بکر از عباد بن تمیم از عبد اللہ بن زید بے شک نبی ﷺ نے بارش کے لیے دعا کی اور چادر کو پلٹا۔

۴۔ بَابُ تَحْوِيلِ الرِّدَاءِ فِي الاسْتِقَاءِ

۱۰۱۱۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا وَهْبٌ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ عِبَادِ بْنِ تَمِيمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَسْقَى فَقَلَبَ رِدَاءَهُ.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۰۰۵ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن ابی بکر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عباد بن تمیم سے والدہ نے حدیث بیان کرتے ہیں کہ خود عبد اللہ بن زید نے کہا: نبی ﷺ عید گاہ کی طرف نکلے پس آپ نے بارش طلب کی پس قبلہ کی طرف منہ کیا اور چادر کو پلٹا دو رکعت نماز پڑھی عبد اللہ نے کہا: ابن عیینہ یہ کہتے تھے کہ عبد اللہ بن زید صاحب الاذان ہیں لیکن یہ وہم ہے کیونکہ یہ عبد اللہ بن زید بن عامر المازنی الانصاری ہیں۔

۱۰۱۲۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ أَنَّهُ سَمِعَ عِبَادَ بْنَ تَمِيمٍ يُحَدِّثُ أَبَاهُ عَنْ عَمِّهِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ رَمِيًا مُصَلًّى فَاسْتَسْقَى فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَقَلَبَ رِدَاءَهُ وَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ كَانَ ابْنُ عُيَيْنَةَ يَقُولُ هُوَ صَاحِبُ الْأَذَانِ وَلَكِنَّهُمْ لَا يَدْرُونَ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ زَيْدٍ بِنَ عَامِرٍ الْمَازِنِيُّ الْأَنْصَارِيُّ.

نماز استقاء کے طریقہ کے متعلق احادیث اور دیگر مسائل

علامہ ہدراہ بن محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ کہتے ہیں

امام ابن بان کہتے ہیں کہ اگر نماز کا نہ ہو تو اس کے لیے ٹکڑا کر لیں۔

اس حدیث میں یہ ہے کہ نبی ﷺ نے بارش طلب کی قبلہ کی طرف منہ کیا اور رکعت پڑھی۔

اس سلسلہ میں حسب ذیل تفصیل احادیث ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ کی نماز استقاء کے متعلق بتایا کہ رسول اللہ ﷺ گھر کے کام کاج کے کپڑے پہنے ہوئے عاجزی اور گڑگڑا کر دعا کرتے ہوئے گھر سے نکلے حتیٰ کہ عید گاہ پر آئے پھر منبر پر چڑھے اور تمہارے اس خطبہ کی طرح خطبہ نہیں دیا لیکن آپ مسلسل دعا کرتے رہے گڑگڑا کر دعا کرتے رہے اور تکبیر پڑھتے رہے پھر اس طرح دو رکعت نماز پڑھائی جس طرح نماز عید پڑھائی جاتی ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۱۶۵، سنن ترمذی: ۵۵۸، سنن نسائی: ۱۵۲۰، سنن ابن ماجہ: ۱۲۶۶، مسند احمد ج ۱ ص ۲۳۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس طرح بارش کی دعا کرتے تھے پھر انہوں نے ہاتھ بلند کیے اور اپنی ہتھیلیوں کو زمین کی جانب رکھا حتیٰ کہ میں نے آپ کی بغلوں کی سفید دیکھی۔ (صحیح مسلم: ۹۸۵، سنن ابوداؤد: ۱۱۷۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ شکایت کی کہ بارش نہیں ہو رہی ہے اور قحط پڑ رہا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے عید گاہ میں منبر رکھنے کا حکم دیا اور لوگوں سے وعدہ کر لیا کہ وہ فلاں دن عید گاہ جائیں حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ پس رسول اللہ ﷺ اس وقت نکلے جب سورج کا کنارہ ظاہر ہو چکا تھا پس آپ منبر پر بیٹھ گئے پھر رسول اللہ ﷺ نے اللہ اکبر پڑھا اور اللہ عزوجل کی حمد کی پھر فرمایا: تم لوگوں نے اپنے شہروں کی قحط سالی کی اور بارش میں تاخیر کی شکایت کی ہے حالانکہ اللہ عزوجل نے تم کو یہ حکم دیا ہے کہ تم اللہ سے دعا کرو اور تم سے اس نے یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ تمہاری دعا قبول فرمائے گا پھر آپ نے تلاوت کی: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے حساب کے دن کا مالک ہے اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے وہ جو ارادہ کرتا ہے سو کرتا ہے اے اللہ! تو اللہ ہے تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے تو غنی ہے اور ہم فقراء ہیں تو ہم پر بارش نازل فرما اور جو تو ہمارے لیے نازل کرے اس کو ہمارے لیے قوت اور ایک مدت تک زندہ رہنے کا ذریعہ بنادے پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے اور ان کو بلند کیے رکھا حتیٰ کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی ظاہر ہو گئی پھر آپ نے لوگوں کی طرف پیٹھ کی اور اپنی چادر کو پلٹا اور اس وقت آپ نے اپنے ہاتھ بلند کیے ہوئے تھے پھر آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور منبر سے اتر کر دو رکعت نماز پڑھائی پھر اللہ نے اپنے اذن سے ایک بادل پیدا کیا وہ کڑکا اور چمکا پھر برسنا آپ ابھی اپنی مسجد تک نہیں پہنچے تھے کہ تمام نالے بہنے لگے جب رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کی دعا کی کہ اللہ! تو آپ سنئے مگر حتیٰ کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں پھر آپ نے فرمایا:

بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور بے شک میں اللہ کا بندہ اور اس کا راہب ہوں۔ (سنن ابوداؤد: ۱۱۷۱، سنن ترمذی: ۵۵۶، سنن ابن ماجہ: ۱۲۶۷، مسند احمد ج ۳ ص ۳۸)

نماز استسقاء کا وقت وہی ہے جو عیدین کی نماز: وقت ہے نماز: قیام کی رکعت۔ سورۃ ”سبح اسم ربك الاعلیٰ“ پڑھے اور دوسری رکعت میں سورۃ ”هل اتاك حديث الفاشية“ پڑھے اور اس میں بلند آواز سے قراءت کرے حدیث میں ہے: عباد بن تمیم اپنے چچا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کو نماز استسقاء پڑھانے کے لیے لے گئے آپ نے ان کو دو رکعت نماز پڑھائی اور ان کو بلند آواز سے قراءت کی پھر پڑھا: سب بارش کی دعا کی اور قبلہ کی طرف منہ کیا۔

(سنن ابوداؤد: ۱۱۷۱، سنن ترمذی: ۵۵۶، سنن ابن ماجہ: ۱۲۶۷، مسند احمد ج ۳ ص ۳۸)

امام ابو حنیفہ کے نزدیک صلوٰۃ استسقاء میں نماز سنت مسنونہ نہیں ہے کیونکہ بہت احادیث میں ہے کہ آپ نے استسقاء میں صرف استنفاذ کیا اور دعا کی اور نماز نہیں پڑھی اور جن احادیث میں آپ کے نماز استسقاء پڑھنے کا ذکر ہے ان کا جواب یہ ہے کہ آپ نے کئی بار نماز پڑھی، کئی بار نہ پڑھی، اور کئی بار نفل کا سنت رکھ کر نماز پڑھا، دیکھو! یہ ثابت ہوتا ہے کہ استسقاء کے لیے نماز پڑھنا جائز ہے

۵۔ بَابُ اِنْتِقَامِ الرَّبِّ عَزَّوَجَلَّ مِنْ خَلْقِهِ
جب اللہ کی حدود کو پامال کیا جائے تو رب عزوجل کا قحط طاری کر کے اپنی مخلوق سے انتقام لینا

امام بخاری نے اس باب کا عنوان قائم کیا ہے لیکن اس کے تحت کوئی حدیث ذکر نہیں کی ہو سکتا ہے کہ امام بخاری کو اس عنوان کے تحت اپنی شرط کے مطابق کوئی حدیث نہ ملی ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی ایسا مانع پیش آیا ہو کہ وہ اس باب کے مناسب کوئی حدیث نہ ذکر کر سکے ہوں۔

۶۔ بَابُ اِلِسْتِسْقَاءٍ فِي الْمَسْجِدِ الْجَامِعِ
جامع مسجد میں بارش طلب کرنا
اس باب سے امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ نماز استسقاء پڑھنے کے لیے عید گاہ میں جانا ضروری نہیں ہے کیونکہ اصل مقصود

تو صحرا میں نماز پڑھنا ہے تاکہ زیادہ لوگ شریک ہو سکیں اور جامع مسجد میں نماز پڑھنے سے بھی یہ مقصود پورا ہو جاتا ہے۔

۱۰۱۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو ضَمْرَةَ
أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَرِيكُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
أَبِي نَمِرٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَذْكُرُ أَنَّ رَجُلًا
دَخَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مِنْ بَابٍ كَانَ وَجْهَ الْمِنْبَرِ
وَرَسُولُ اللَّهِ قَائِمٌ يَخْطُبُ فَاسْتَقْبَلَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمًا فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ
هَلَكْتَ الْمَوَاشِيُ وَانْقَطَعَتِ الشُّبُلُ فَادْعُ اللَّهَ
يُعِيشُنَا. قَالَ فَرَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَدَيْهِ فَقَالَ اللَّهُمَّ اسْقِنَا اللَّهُمَّ اسْقِنَا. قَالَ أَنَسٌ وَلَا وَاللَّهِ مَا نَرَى فِي السَّمَاءِ مِنْ سَحَابٍ
وَلَا قَرْعَةٍ وَلَا شَيْئًا وَمَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ سَلْعٍ مِنْ بَيْتٍ
وَلَا دَارٍ. قَالَ فَطَلَعْتُ مِنْ وَرَائِهِ حِدْبَةً مِثْلَ التُّرْسِ
فَلَمَّا تَوَسَّطَ السَّمَاءَ انْتَشَرَتْ ثُمَّ امْطَرَتْ فَأَنَّ
وَاللَّهِ مَا رَأَيْنَا الشَّمْسَ بَيْنَا. ثُمَّ دَخَلَ رَجُلٌ مِنْ ذَلِكَ
الْبَابِ فِي الْجُمُعَةِ الْمُقْبِلَةِ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَائِمٌ يَخْطُبُ فَاسْتَقْبَلَ قَائِمًا قَائِمًا
رَسُولُ اللَّهِ هَلَكْتَ الْأَمْوَالُ وَانْقَطَعَتِ الشُّبُلُ فَادْعُ اللَّهَ
يُعِيشُكُمْ. قَالَ فَرَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَدَيْهِ. قَالَ اللَّهُمَّ حَوِّالِنَا وَلَا عَلَيْنَا اللَّهُمَّ أَلِ
الْأَكَامِ وَالْجَبْرِ وَالْإِحَادِ بِظِلِّكَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ
الشَّجَرِ. قَالَ فَانْقَطَعَتْ وَخَرَجْنَا نَمِيئِي فِي الشَّمْسِ
قَالَ شَرِيكُ فَسَأَلْتُ أَنَسًا هُوَ الرَّجُلُ الْأَوَّلُ؟ قَالَ لَا
أَدْرِي.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی
انہوں نے کہا: ہمیں ابو ضمیرہ انس بن عیاض نے خبر دی انہوں نے
کہا: ہمیں شریک بن عبد اللہ بن ابی نمر نے حدیث بیان کی انہوں
نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا وہ ذکر کر رہے تھے کہ جمعہ
کے دن ایک شخص منبر کے سامنے والے دروازہ سے داخل ہوا اور
رسول اللہ ﷺ اس وقت کھڑے ہوئے خطبہ دے رہے تھے وہ
شخص رسول اللہ ﷺ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہوا پس اس نے
کہا: یا رسول اللہ! مویشی ہلاک ہو گئے اور راستے منقطع ہو گئے لہذا
آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ ہم پر بارش نازل کرے حضرت انس
نے کہا: پس رسول اللہ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے پھر
دعا کی: اے اللہ! ہم پر بارش نازل کر اے اللہ! ہم پر بارش نازل
کر اے اللہ! ہم پر بارش نازل کر۔ حضرت انس نے کہا: اور اللہ کی
قوت میں ہم نے اس دعا کو پڑھا۔ کچھ رہے تھے نہ متفرق بادل اور نہ
کوئی اور چیز اور نہ ہمارے اور سلع پہاڑ کے درمیان (کوئی بادل
جھپٹا ہوا تھا) اور نہ کسی حوصلی اور گھر کے درمیان پس اچانک سلع
ز کے پیچھے سے احوال کی طرح بادل اُٹھے اور جب وہ
سمان کے سطح میں پہنچے تو منتشر ہو گئے پھر برسنے لگے حضرت
انس نے کہا: اور اللہ کی قسم! ہم نے چھ دن تک سورج کو نہیں دیکھا
پھر اگلے جمعہ کو ایک شخص اسی دروازہ سے داخل ہوا اور اس وقت
رسول اللہ ﷺ منبر پر تھے۔ خطبہ دے رہے تھے۔ وہ آپ
کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ! اموال
ہلاک ہو گئے اور راستے منقطع ہو گئے پس آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ
وہ اب بارش کو روک لے پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے دونوں
ہاتھوں کو بلند کیا پھر آپ نے دعا کی: اے اللہ! ہمارے ارد گرد
بارش نازل کر ہم پر نہ نازل کر اے اللہ! ٹیلوں پر پہاڑوں پر
میدانوں پر پہاڑیوں پر وادیوں پر اور درختوں کے اُگنے کے
مقامات پر بارش نازل فرما۔ حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ پھر
بارش فوراً بند ہو گئی اور ہم دھوپ میں چلنے پھرنے لگے۔ شریک نے

کہا: میں نے حضرت انس سے پوچھا: کیا یہ وہی پہلا شخص تھا؟
انہوں نے کہا: مجھے معلوم نہیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۹۳۲ میں گزر چکی ہے۔
راستے منقطع ہونے کی توجیہ اور دیگر مسائل

بارش نہ ہونے کی جس نے شکایت کی تھی اس نے بھی کہا تھا: راستے منقطع ہو گئے اور جس نے بارش زیادہ ہونے کی شکایت کی اس نے بھی کہا: راستے منقطع ہو گئے اس کی توجیہ یہ ہے کہ جس نے بارش نہ ہونے کی شکایت کی تھی اس کا مطلب تھا کہ بارش نہ ہونے کی وجہ سے چراگاہیں سوکھ گئیں، مہزہ ختم ہو گیا، جانوروں کے کھانے کے لیے کچھ نہیں رہا، اب جانوروں اور سواریوں پر سوار ہو کر سفر کرنا ممکن نہیں رہا اس لیے اس نے کہا: راستے منقطع ہو گئے اور جس نے بارش زیادہ ہونے کی شکایت کی تھی اس نے بھی کہا: راستے منقطع ہو گئے یعنی بارش کی کثرت سے راستوں میں پانی بھر گیا، ندی نالے اُبلنے لگے اور اب سفر کرنا ممکن نہیں رہا اس لیے اس نے کہا: راستے منقطع ہو گئے۔

اس حدیث سے حسب ذیل مسائل معلوم ہوئے:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی ناگہانی افتاء اور مصیبت کے وقت امام سے دوران خطبہ کلام کرنا جائز ہے۔

اہل خیر اور اہل صلاح سے ارجح کی دعا کے مقبول ہونے کی توقع اذان سے پہلے درخواست کرنی چاہیے۔

طلب بارش کی دعا کو خطبہ میں داخل کرنا جائز ہے۔ دفعہ ثانی دوران توکل۔ دعا کی دعا ہے۔

اس حدیث میں نبی ﷺ نے بارش کو نازل کرنے کی دعا کی اور نماز استسقاء نہیں پڑھی اس میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی واضح

دلیل ہے کہ استسقاء میں اصل استغفار دعا ہے اور اس کے لیے نماز پڑھنا سنت مسنونہ نہیں ہے۔

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۹۷۵ ج ۲ ص ۱۰۷ پر مذکور ہے اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۷۔ بَابُ الْإِسْتِسْقَاءِ فِي خُطْبَةِ الْحُجَّةِ

غَيْرِ مُسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةِ

جمعہ کے جلسہ میں بارش کی طلب کی دعا کرنا

جب کہ خطیب کا قبلہ کی طرف منہ نہ ہو

امام بخاری روایت کرتے ہیں: تھیں تھیں بن سعید نے

حدیث بیان کی اس سے ہوا: ہمیں اسامہ بن زید نے حدیث

بیان کی از شریک از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے

ہیں کہ ایک شخص جمعہ کے دن مسجد میں اس دروازہ سے داخل ہوا جو

دارالقضاء کی طرف ہے اور رسول اللہ ﷺ اس وقت کھڑے

ہوئے خطبہ دے رہے تھے اس نے کھڑے ہو کر رسول اللہ ﷺ

کی طرف منہ کیا پھر کہا: یا رسول اللہ! اموال ہلاک ہو گئے اور

راستے منقطع ہو گئے لہذا آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ ہم پر بارش

نازل کرے پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھوں کو بلند کیا پھر دعا

کی: اے اللہ! ہم پر بارش نازل فرما! اے اللہ! ہم پر بارش نازل

۱۰۱۴۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ سَمِعْتُ

إِسْمَاعِيلَ بْنَ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

أَنَّ رَجُلًا دَخَلَ الْمَسْجِدَ يَوْمَ جُمُعَةٍ مِنْ بَابِ كَانَ

نَحْوَ دَارِ الْقَضَاءِ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَائِمٌ يَخُطُبُ فَاسْتَقْبَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ قَائِمًا ثُمَّ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلَكْتَ الْأَمْوَالُ

وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللَّهَ يُغِيثَنَا فَرَفَعَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ اغْنِنَا

اللَّهُمَّ اغْنِنَا اللَّهُمَّ اغْنِنَا قَالَ آتَسْ وَلَا وَاللَّهِ مَا نَرَى

فِي السَّمَاءِ مِنْ سَحَابٍ وَلَا قَزَعَةٍ وَمَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ سَلْعٍ

مِنْ بَيْتٍ وَلَا دَارٍ. قَالَ فَطَلَعَتْ مِنْ وَرَائِهِ سَحَابَةٌ مِثْلُ
الْتَرَسِ فَلَمَّا تَوَسَّطَتِ السَّمَاءَ انْتَشَرَتْ ثُمَّ امْطَرَتْ
فَلَا وَاللَّهِ مَا رَأَيْنَا الشَّمْسَ بِنَا ثُمَّ دَحَلَ رَجُلٌ مِنْ
ذَلِكَ الْبَابِ فِي الْجُمُعَةِ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَإِنَّمَا يَخْطُبُ فَاسْتَقْبَلَهُ فَإِنَّمَا فَقَالَ يَا رَسُولَ
اللَّهِ هَلَكَتِ الْأَمْوَالُ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللَّهَ
يُمِسِّكُنَّهَا عَنَّا. فَرَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ خَوَّالِنَا وَلَا عَلَيْنَا اللَّهُمَّ
عَلَى الْأَكَامِ وَالْظُرَابِ وَبُطُونِ الْأَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ
الشَّجَرِ. قَالَ فَافْلَعَتْ وَخَرَجْنَا نَمْشِي فِي الشَّمْسِ.
قَالَ شَرِيكَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ أَهْوَى الرَّجُلُ
الْأَوَّلُ؟ فَقَالَ مَا أَدْرِي.

فرما! اے اللہ! ہم پر بارش نازل فرما! حضرت انس نے کہا: اور اللہ
کی قسم! ہم آسمان پر اکٹھے بادل رکھ رہے تھے نہ متفرق بادل اور نہ
ہمارے اور سلع پہاڑ کے درمیان (کوئی بادل کسی اوٹ میں تھا) اور
نہ کسی حویلی اور کسی گھر کے درمیان پھر سلع پہاڑ کے پیچھے سے
ڈھال کی طرح بادل اٹھ آئے اور جب وہ بادل آسمان کے وسط
میں پہنچے تو منتشر ہو گئے پھر برسنے لگے اور اللہ کی قسم! ہم نے چھ
دن تک سورج نہیں دیکھا پھر جمعہ کے دن ایک شخص اسی دروازہ
سے داخل ہوا اور اس وقت رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے خطبہ
دے رہے تھے پس وہ آپ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہوا پس اس
نے کہا: یا رسول اللہ! اموال ہلاک ہو گئے اور راستے منقطع ہو گئے
پس آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ بارش کو ہم سے روک لے پھر رسول
اللہ ﷺ اپنے ہاتھ کر بلند کیا پھر دعا کی: اے اللہ! ہمارے

اور دبرسا ہم پر نہ برسا! اے اللہ! ٹیلوں پر اور پہاڑیوں پر اور
یوں۔۔۔ اور دریا کے اُگنے کی جگہوں پر برسا
حضرت انس نے کہا: پھر بارش روک دی گئی اور ہم دھوپ میں چل
رہے تھے۔ شریک نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک سے
پوچھا: یہاں وہی پہاڑ تھا؟ حضرت انس نے کہا: مجھے معلوم

نہی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے گزشتہ حدیث: ۱۰۱۳ کا مطالعہ کریں۔

منبر پر بارش کی طلب کی دعا کرنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سجدہ نے بیان کیا
انہوں نے کہا: ہمیں انہی حدیث بیان کی از مادہ اور حضرت
انس رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: جس وقت رسول اللہ ﷺ جمعہ کا خطبہ
دے رہے تھے اچانک ایک شخص آیا اس نے کہا: یا رسول اللہ!
بارش کا قحط پڑ گیا لہذا آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ ہم پر بارش نازل
کرے سو آپ نے دعا کی سو ہم پر بارش نازل کی گئی پس قریب
نہ تھا کہ ہم اپنے گھروں کو پہنچتے سوائے اگلے جمعہ تک مسلسل بارش ہوتی
رہی پھر وہی شخص کھڑا ہوا یا دوسرا شخص پس اس نے کہا: یا رسول
اللہ! اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ اس بارش کو ہم سے دور کر دے سو

۸۔ بَابُ الْإِسْتِسْقَاءِ عَلَى الْمَنْبَرِ

۱۰۱۵۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَرَبَةَ
قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ قَالَ بَيْنَمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِذْ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ
يَا رَسُولَ اللَّهِ قَحْطُ الْمَطَرِ فَادْعُ اللَّهَ أَنْ يَسْقِيَنَا.
فَدَعَا فَمُطِرْنَا فَمَا رَكْنَا أَنْ نَصِلَ إِلَى مَازِلِنَا فَمَا رَكْنَا
نُطِيرُ إِلَى الْجُمُعَةِ الْمُفْلَةِ. قَالَ فَقَامَ ذَلِكَ الرَّجُلُ أَوْ
غَيْرُهُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ادْعُ اللَّهَ أَنْ يَصْرِفَهُ عَنَّا.
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ
خَوَّالِنَا وَلَا عَلَيْنَا. قَالَ فَلَقَدْ رَأَيْتُ السَّحَابَ يَنْقَطِعُ

يَمِينًا وَ شِمَالًا، يُمْطَرُونَ وَلَا يُمْطَرُ أَهْلُ الْمَدِينَةِ.

رسول اللہ ﷺ نے دعا کی: اے اللہ! ہمارے ارد گرد برسا، ہم پر نہ برسا۔ حضرت انس نے کہا: پس میں نے تحقیق سے دیکھا کہ بادل برستے ہوئے دائیں بائیں پھٹ رہے تھے اور اہل مدینہ پر بارش نہیں ہو رہی تھی۔

اس کی شرح کے لیے بھی حدیث: ۱۰۱۳ کا مطالعہ کریں۔

۹۔ بَابُ مَنْ اكْتَفَى بِصَلَاةِ

الْجُمُعَةِ فِي الْاِسْتِثْقَاءِ

جس نے نماز استقاء کے لیے

نماز جمعہ پر اکتفاء کی

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از شریک بن عبد اللہ از حضرت انس رضی اللہ عنہوں نے کہا کہ ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا پس اس نے کہا: موسیٰ ہلاک ہو گئے اور راستے منقطع ہو گئے تو آپ نے کہا: تم پر ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک بارش ہوتی رہی پھر اس شخص نے کہا: ہاں! میں اس کے ساتھ تھا اور راستے منقطع ہو گئے اور موسیٰ ہلاک ہوئے پس آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ اس بارش کو روک لے پھر رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے پس دعا کی: اے اللہ! اسیلہ پر اور پر۔ یوں پر اور وادیوں پر اور درختوں کے اگنے کی جگہوں پر بارش نازل فرما! پس بارش مدینہ سے اس طرح منقطع ہو گئی جیسے پیرا منقطع ہو جاتا ہے۔

۱۰۱۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ

عَنْ شَرِيكَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَلَكَتِ الْمَوَاشِي وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ فَدَعَا فَمُطِرْنَا مِنَ الْجُمُعَةِ إِلَى الْجُمُعَةِ ثُمَّ جَاءَ فَلَمْ يَنْهَمْ مِنَ الْبُيُوتِ وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ وَهَلَكَتِ الْمَوَاشِي فَادْعُ اللَّهَ يُمَسِّكْهَا. فَقَامَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اللَّهُمَّ عَلَى الْأَكَامِ وَالْظُرَابِ وَالْأَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ فَإِنْ جَاءَتْ عَنِ الْمَدِينَةِ أَنْجِيَابَ الثَّوْبِ

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ دوسرا سائل وہی پہلا شخص تھا۔

۱۰۔ بَابُ الدَّعَاءِ إِذَا تَقَطَّعَتِ

السُّبُلُ مِنْ كَثْرَةِ الْمَسْرِ

جب بارش کی کثرت سے راستے منقطع

ہو جائیں اس وقت دعا کرنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از شریک بن عبد اللہ بن ابی نمر از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہوں نے بیان کیا کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا پس اس نے کہا: یا رسول اللہ! موسیٰ ہلاک ہو گئے اور راستے منقطع ہو گئے لہذا آپ اللہ سے دعا کیجئے پس رسول اللہ ﷺ نے دعا کی تو ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک بارش ہوئی پھر ایک شخص رسول اللہ

۱۰۱۷۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ

شَرِيكَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ عَنْ أَنَسٍ بْنِ مَالِكٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلَكَتِ الْمَوَاشِي وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللَّهَ. فَدَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمُطِرُوا مِنَ الْجُمُعَةِ إِلَى الْجُمُعَةِ فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ

ﷺ کے پاس آیا پس اس نے کہا: یا رسول اللہ! مکانات گر گئے راستے منقطع ہو گئے اور موسیٰ ہلاک ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے دعا کی: اے اللہ! پہاڑوں کے سروں پر اور ٹیلوں پر اور وادیوں کے بطن میں اور درختوں کے اُگنے کی جگہوں میں پس مدینہ (بارش سے) اس طرح منقطع ہو گیا جس طرح کپڑا منقطع ہوتا ہے۔

اللّٰهُ تَهْدَمَتِ الْبُيُوتُ وَتَقَطَعَتِ السُّبُلُ وَهَلَكَتِ الْمَوَاشِي فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ عَلٰى رُؤُوسِ الْجِبَالِ وَالْاَكَامِ وَبُطُونِ الْاَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ . فَاَنْجَابَتْ عَنِ الْمَدِيْنَةِ اَنْجِيَابَ الثَّوْبِ .

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی حدیث: ۱۰۱۳ کا مطالعہ کریں۔

وہ جو کہا گیا ہے کہ نبی ﷺ نے
جمعہ کے دن بارش کی طلب میں
چادر کو نہیں پلٹا

۱۱ - بَابُ مَا قِيلَ اِنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُحَوِّلْ رِذَاءَهُ فِي الْاِسْتِسْقَاءِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن بشر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معافی بن عمران نے حدیث بیان کی از ازاعی از اسحاق بن عبد اللہ از انس بن مالک وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے مال کے ہلاک ہونے اور بیوی بچوں کی قسمت و نسلیت کی تو آپ نے اللہ سے بارش کے نزول کی دعا کی اور حضرت انس نے یہ ذکر نہیں کیا کہ آپ نے چادر کو پلٹا اور نہ یہ ذکر کیا کہ آپ نے قبلہ کی طرف منہ کیا۔

۱۰۱۸ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ بِشْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عِمْرَانَ عَنْ الْأَوْزَاعِيِّ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلَكَ الْمَرْءُ وَجَهْدَ الْعِيَالِ فَدَعَا اللَّهَ يَسْتَسْقِي وَلَمْ يَذْكُرْ أَنَّهُ حَوَّلَ رِذَاءَهُ وَلَا اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ .

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی حدیث: ۱۰۱۳ کا مطالعہ کریں۔

جب لوگ مسم سے یہ سفارش کریں کہ وہ ان
کے لیے بارش کے نزول کی دعا کرے
اور وہ ان کی سفارش رد نہ کرے

۱۲ - بَابُ إِذَا اسْتَشْفَعُوا رَأَى الْإِمَامُ لَيْسَتْ سَقَى لَهُمْ وَلَمْ يَرُدَّهُمْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از شریک بن عبد اللہ بن ابی نمر از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا پس اس نے کہا: یا رسول اللہ! موسیٰ ہلاک ہو گئے اور راستے منقطع ہو گئے لہذا آپ اللہ سے دعا کیجئے سو آپ نے اللہ سے دعا کی پھر ہم پر ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک بارش ہوئی پھر ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا پس اس نے کہا: یا رسول اللہ! مکانات گر گئے

۱۰۱۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ شَرِيكَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلَكَتِ الْمَوَاشِي وَتَقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللَّهَ فَدَعَا اللَّهَ فَمُطِرْنَا مِنَ الْجُمُعَةِ إِلَى الْجُمُعَةِ فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ تَهْدَمَتِ الْبُيُوتُ وَتَقَطَعَتِ السُّبُلُ وَهَلَكَتِ

الْمَوَاشِي فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اللَّهُمَّ عَلَى ظُهُورِ الْجِبَالِ وَالْأَكَامِ وَبُطُونِ الْأَوْدِيَةِ
وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ. فَأَنْجَابَتْ عَنِ الْمَدِينَةِ أَنْجِيَابَ
الْثَوْبِ.

راستے منقطع ہو گئے اور مویشی ہلاک ہو گئے! پس رسول اللہ ﷺ نے دعا کی: اے اللہ! پہاڑوں کی پشتوں پر اور نیلوں پر اور وادیوں کے بطن میں اور درختوں کے پیدا ہونے کی جگہوں پر (بارش نازل فرما) سو مدینہ بارش سے کپڑے کی طرح کٹ گیا۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۰۱۳ میں ملاحظہ فرمائیں۔

ان احادیث میں یہ دلیل ہے کہ جب امام سے یہ کہا جائے کہ وہ اللہ سے دعا کرے تو اس کو اللہ سے دعا کرنی چاہیے کیونکہ اس میں اللہ کی طرف احتیاج ہے اس کے سامنے گر گزرتا ہے اور لوگوں کے حالات کی اصلاح کرنا ہے۔

۱۳۔ بَابُ إِذَا اسْتَشْفَعَ الْمُشْرِكُ كُونَ

بِالْمُسْلِمِينَ عِنْدَ الْقَحْطِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی از سفیان انہوں نے کہا: ہمیں منصور اور اعمش نے حدیث بیان کی از ابی النخعی از مسروق انہوں نے کہا: میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا پس انہوں نے کہا کہ قریش نے اسلام لانے میں تاخیر کر دی تھی پس انہیں نے ان کے خلاف دعائے ضرر کی 'سوان لاحتل سالی نے پکڑ لیا' حتیٰ کہ وہ اس میں ہلاک ہو گئے اور انہوں نے مردوں کو اور ہڈیوں کو کھایا پس آپ کے پاس 'ابوہبان آئے اور ابی محمد (رضی اللہ عنہ) آپ یہ حکم دینے آئے ہیں کہ رشتہ داروں سے ملاپ رکھو اور آپ کی قوم ہلاک ہو رہی ہے لہذا آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے پس آپ نے یہ آیت پڑھی: سو آپ اس دن کا انتظار کیجئے جب آسمان کھلم کھلا دھواں لائے گا (الدخان: ۱۰) پھر وہ اپنے کفر کی طرف لوٹ گئے اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: جس دن ان کی بدست لرفت کریں گے۔ (الدخان: ۱۶) اس سے مراد یوم بدر ہے۔ اسباط نے از منصور یہ اضافہ کیا ہے کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے دعا کی 'پھر ان کو بارش سے سیراب کیا گیا' پھر سات دن ان پر مسلسل بارش ہوتی رہی اور لوگوں نے بارش کی کثرت کی شکایت کی تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! ہمارے ارد گرد برسا ہم پر نہ برسا' پھر بادل بالکل چھٹ گئے پس اس سال لوگوں کو سیراب کیا گیا۔

۱۰۲۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ وَالْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ أَتَيْتُ ابْنَ مَسْعُودٍ فَقَالَ إِنْ قَرَيْشًا أَبْطَرُوا عَنِ الْإِسْلَامِ فَدَعَا عَلَيْهِمْ لِيُصَلِّيَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخَذْنَاهُمْ سَنَةً حَتَّى هَلَكُوا فِيهَا وَأَكْمَلُوا الْمَيِّتَةَ وَالْعِظَامَ فَجَاءَهُ أَبُو سُفْيَانَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ جَنَّتْ تَأْمُرُ بِصَلَاةِ الرَّحِمِ وَإِنْ قَوْمُكَ هَلَكُوا فَادْعُ اللَّهَ فَقَرَأَ ﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ دُخَانًا مُبِينًا﴾ (الدخان: ۱۰). ثُمَّ عَادُوا إِلَى كُفْرِهِمْ فَذُكِرُوا لِلَّهِ تَعَالَى ﴿يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَى﴾ (الدخان: ۱۶) يَوْمَ بَدْرٍ قَالَ وَزَادَ اسْبَاطُ عَنْ مَنْصُورٍ فَدَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشُتُوا النَّفْسَ فَأَظْفَقَتْ عَلَيْهِمْ سَبْعٌ وَثَلَاثُونَ سَنَةً أَنْظَرُوا لِقَاءَ النَّبِيِّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا. فَأَنْحَدَرَتِ السَّحَابَةُ عَنْ رَأْسِهِ فَسَقُوا النَّاسَ حَوْلَهُمْ.

امام بخاری نے اسباط کی روایت کا جو اضافہ ذکر کیا ہے اس کی وجہ سے امام بخاری پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ امام بخاری نے

اہل مدینہ کے قصہ اور بارش کی کثرت کی شکایت کو قریش کے قصہ میں داخل کر کے گنڈہ کر دیا اور یہ غلط ہے اس حدیث کے باقی مضامین کی شرح صحیح البخاری: ۱۰۰۷ میں گزر چکی ہے۔

۱۴۔ بَابُ الدَّعَاءِ إِذَا كَثُرَ الْمَطَرُ

حَوَالِنَا وَلَا عَلَيْنَا

جب زیادہ بارش ہو تو یہ دعا کرنا:

ہمارے ارد گرد برسا، ہم پر نہ برسا

۱۰۲۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ يَوْمَ جُمُعَةٍ فَقَامَ النَّاسُ فَصَاحُوا فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ فَحَطَّ الْمَطَرُ وَاحْمَرَّتِ الشَّجَرُ وَهَلَكَتِ الْبَهَائِمُ فَادْعُ اللَّهَ يَسْقِينَا. فَقَالَ اللَّهُمَّ اسْقِنَا. مَرَّتَيْنِ وَأَيُّمُ اللَّهُ مَا نَرَى فِي السَّمَاءِ قُرْعَةً مِنْ سَحَابٍ فَنَشَأَتْ سَحَابَةٌ وَأَمْطَرَتْ وَنَزَلَ عَنِ الْمِنْبَرِ فَصَلَّى فَلَمَّا انْصَرَفَ لَمْ تَزَلْ تُمْطِرُ إِلَى الْجُمُعَةِ الَّتِي تَلِيهَا فَلَمَّا قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ صَاحُوا إِلَيْهِ تَهَدَّمَتِ الْبُيُوتُ وَانْقَطَعَتِ الشُّبُلُ فَادْعُ اللَّهَ يَحْبِسْهَا عَنَّا. فَبَسَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ حَوَالِنَا وَلَا عَلَيْنَا. فَكَشَطَتِ سَيْدَتُهُ وَجَعَتْ تُمْطِرُ حَوْلَهَا وَلَا تُمْطِرُ بِالْمَدِينَةِ قُرْعَةً فَسُرْتُ بِنِي الْمَدِينَةِ وَإِلَهَا لَفِي مِثْلِ الْأَكْبِيلِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابی بکر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی از عبد اللہ از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے تو لوگ کھڑے ہو کر پہ آواز بلند کہنے لگے: یا رسول اللہ! بارش کا قحط پڑ گیا اور درخت سرخ ہو گئے اور جانور ہلاک ہو گئے پس آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ ہم پر بارش نازل فرمائے تب رسول اللہ ﷺ نے دعا کی: اے اللہ! ہم پر بارش نازل فرما یہ آپ نے دوبار کہا اور اللہ کی قسم! ہم آسمان کی بادل کا ٹکڑا نہیں دیکھ رہے تھے پس بادل اٹھ آئے اور برسنے لگے اور آپ منبر سے اترے پھر آپ نے نماز پڑھائی پھر جب آپ نماز پڑھا کر مڑے تو اگلے جمعہ تک مسلسل بارش ہوتی رہی پھر جب نبی ﷺ نے کہا: اے موکر خطبہ دینے لگے تو لوگوں نے بلند آواز سے کہا: مکانات گر گئے اور راستے منقطع ہو گئے سو آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ اس بارش کو ہم سے روک لے پس نبی ﷺ مسکرائے پھر دعا کی: اے اللہ! ہمارے ارد گرد برسا، ہم پر نہ برسا پھر مدینہ بارش کے پانی سے خالی ہو گیا پھر مدینہ کے ارد گرد بارش ہوتی تھی اور مدینہ پر بارش کا قحط بھی نہیں رہتا تھا پھر میں نے مدینہ کی طرف نظر کی تو وہ تاج کی طرح تھا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ۱۰۱۳ کا مطالعہ کریں۔

۱۵۔ بَابُ الدَّعَاءِ فِي الْإِسْتِسْقَاءِ قَائِمًا

۱۰۲۲۔ وَقَالَ لَنَا أَبُو نَعِيمٍ عَنْ زُهَيْرٍ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ خَرَجَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ الْأَنْصَارِيُّ وَخَرَجَ مَعَهُ الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ وَزَيْدُ بْنُ أَرْقَمَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ فَاسْتَسْقَى فَقَامَ بِهِمْ عَلَى رَجُلَيْهِ عَلَى غَيْرِ مَنْبَرٍ فَاسْتَغْفَرَ ثُمَّ صَلَّى رَكَعَتَيْنِ بَجَهْرٍ بِالْقِرَاءَةِ

بارش طلب کرنے کے لیے کھڑے ہو کر دعا کرنا

اور ابو نعیم نے ہم سے کہا از زہیر از ابو اسحاق وہ بیان کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن یزید انصاری بارش طلب کرنے کے لیے نکلے اور ان کے ساتھ حضرت البراء بن عازب اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہم نکلے انہوں نے بارش کی طلب کی دعا کی تو وہ بغیر منبر کے اپنے پاؤں پر کھڑے ہوئے پس انہوں نے استغفار کیا پھر دو

وَلَمْ يُؤْذِنْ وَلَمْ يَقُمْ. قَالَ أَبُو إِسْحَاقَ وَرَأَى عَبْدُ اللَّهِ
بْنُ يَزِيدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

رکعت نماز پڑھائی اور بلند آواز سے قراءت کی اور نہ اذان دی اور
نہ اقامت کہی۔ ابو اسحاق نے کہا کہ عبد اللہ بن یزید نے نبی ﷺ
کی زیارت کی تھی یعنی وہ صحابی تھے۔

۱۰۲۳ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ
عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عَبَادُ بْنُ تَيْمٍ أَنَّ عَمَّهُ
وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ بِالنَّاسِ
يَسْتَسْقِي لَهُمْ فَقَامَ فَدَعَا اللَّهَ قَائِمًا ثُمَّ تَوَجَّهَ قِبَلَ
الْقِبْلَةِ وَحَوْلَ رِذَاءَةٍ فَاسْقُوا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث
بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں
نے کہا: مجھے عباد بن تیم نے حدیث بیان کی کہ ان کے چچا اور وہ
نبی ﷺ کے اصحاب میں سے تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ
لوگوں کو نماز استسقاء کے لیے لے کر گئے تو آپ نے قیام کیا پھر
اللہ سے کھڑے ہو کر دعا کی پھر قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنی
چادر کو پلٹا تو ان پر بارش ہو گئی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۰۰۵ میں گزر چکی ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

استسقاء میں سنت یہ ہے کہ کھڑے ہو کر دعا کی جائے یہ خشک اور خضوع کا ہے اور اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ اس
نماز میں اذان اور اقامت نہیں ہے۔ (شرح ابن بطل ج ۳ ص ۱۵) تب یہ ہیروں کا ہے۔

نماز استسقاء میں بلند آواز

سے قراءت کرنا

۱۶ - بَابُ الْجَهْرِ بِالْقِرَاءَةِ

فِي الْإِسْتِسْقَاءِ

۱۰۲۴ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي
ذُئْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبَادِ بْنِ تَيْمٍ عَنْ عَمِّهِ قَالَ
خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَسْقِي فَوَجَّهَ
إِلَى الْقِبْلَةِ يَدْعُو وَحَوْلَ رِذَاءَةٍ ثُمَّ صَلَّى رَكَعَتَيْنِ
جَهْرًا فِيهِمَا الْقِرَاءَةُ.

بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث
بیان کی ابونعیم نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از
الزہری از عباد بن تیم از عم خود انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ
طلب کرنے کے لیے نکلے آپ نے قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر
دعا کی اور اپنی چادر کو پلٹا پھر دو رکعت نماز میں بلند
آواز سے قراءت کی۔

نماز استسقاء میں خطبہ نماز کے بعد پڑھنا چاہیے یا پہلے؟

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس پر اتفاق ہے کہ نماز استسقاء سے بلند آواز سے قراءت کی جائے گی۔

نیز یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ خطبہ نماز استسقاء میں نماز سے پہلے ہے کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے قبلہ کی
طرف متوجہ ہو کر دعا کی اپنی چادر کو پلٹا پھر دو رکعت نماز پڑھی اور ”پھر“ کا لفظ تاخیر کے لیے آتا ہے اور کلام عرب میں پھر کا لفظ اس پر
دلالت کرتا ہے کہ ثانی اول کے بعد ہے۔

حضرت عمر بن الخطاب حضرت البراء بن عازب اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے اور عمر بن

لوگوں کو خطبہ دے، وہ ان کو مسائل کی تعلیم دے اور وعظ اور نصیحت کرے اور لوگوں کی طرف منہ کرے پھر جب بارش کو طلب کرنے کی دعا کرے تو پھر قبلہ کی طرف منہ کرے کیونکہ قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا کرنا افضل ہے۔

امام ابو جعفر طحاوی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ بارش طلب کرنے کے لیے نکلے پس آپ نے قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا کی اور اپنی چادر پھیری پھر دو رکعت نماز پڑھی اور اس میں عیدین کی نمازوں کی طرح تکبیروں کا ذکر نہیں کیا اور امام شافعی کا قول یہ ہے کہ استسقاء کی تکبیر عیدین کی تکبیر کی مثل ہے اور انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس کو ہشام بن اسحاق نے اپنے والد سے از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ بارش کی طلب کے لیے نہایت عجز اور تواضع کے ساتھ نکلے اور دعا کی اور دو رکعت نماز پڑھی جیسے عیدین میں نماز پڑھتے ہیں امام طحاوی نے کہا: ہشام بن اسحاق اور ان کے والد دونوں علم میں غیر مشہور ہیں اور ان کی روایت سے حجت ثابت نہیں ہوتی۔

نیز ان کی روایت میں جو مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے نماز استسقاء عیدین کی نماز کی مثل پڑھی اس کا یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے عیدین کی مثل دو رکعت نماز پڑھی اس کا یہ معنی ضروری نہیں ہے کہ آپ نے نماز استسقاء میں عیدین کی نماز کی مثل تکبیرات بھی پڑھیں کیونکہ تشبیہ تمام اوصاف میں نہیں ہوتی۔ قرآن مجید میں ہے:

وَلَا ظَنِيرٌ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ اَمْ اَمْتَ حُمْرٌ

(الانعام: ۳۸) ہے۔

اس آیت کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ پرندے ہماری مثل بن کر نہیں آتے بلکہ صرف اس وصف میں مماثلت ہے کہ وہ بھی ہماری طرح گردہ ہیں۔ (شرح ابن بطلال ج ۳ ص ۱۷-۱۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

عیدین کی بارش کی طلب کی دعا کرنا

۱۹۔ بَابُ الْاِسْتِسْقَاءِ نَبِي الْمُصَلِّي

م بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن ابی بکر وہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے عباد بن تمیم سے سنا از عم خود انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ بارش کی طلب کرنے کے لیے عید گاہ کی طرف گئے وہ آپ نے قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا کی اور دو رکعت نماز پڑھی اپنی چادر پٹن سفیان نے کہا: اسے مسعودی نے خبر دی از ابی بکر انہوں نے بتایا آپ نے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا۔

۱۰۲۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نَعْمَانَ عَنْ أَبِي بَكْرٍ سَمِعَ عِبَادَ بْنَ تَمِيمٍ عَنْ عَمِّهِ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَسْجِدِ يَتَسَقَّى رَأْسُ الْقِبْلَةِ صَلَّى رُكْعَتَيْنِ وَقَالَ رِذَاؤُكَ قَالَ سُفْيَانُ فَحَسِبِي الْمَسْعُودِي عَنْ أَبِي بَكْرٍ قَالَ جَعَلَ الْيَمِينُ عَلَى الشِّمَالِ.

نماز استسقاء میں نماز کو خطبہ پر مقدم کرنے کی دلیل اور چادر پہننے کا طریقہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں پہلے نماز پڑھنے کا ذکر ہے اور پھر چادر پہننے کا ذکر ہے اور اس میں فقہاء کا اتفاق ہے کہ چادر خطبہ میں پٹنی جاتی

ہے اس سے معلوم ہوا کہ پہلے آپ نے نماز پڑھی پھر خطبہ دیا اور یہی امام مالک کا مذہب ہے۔

(میں کہتا ہوں کہ فقہاء احناف کا مذہب بھی یہی ہے جیسا کہ امام طحاوی نے بیان فرمایا ہے۔ سعیدی غفرلہ)

المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی ﷺ چادر اس طرح پہنتے تھے جس طرح ہم اندلس میں چادر پہنتے ہیں اور مصر اور بغداد والے پہنتے ہیں اور یہ ایسا طریقہ ہے جس میں چادر کو لپیٹا نہیں جاتا کیونکہ نبی ﷺ نے اس چادر کو دائیں طرف سے بائیں طرف پلٹا کیونکہ اگر آپ نے چادر کو لپیٹا ہوتا تو یوں کہا جاتا کہ آپ نے اس کے نیچے والے حصہ کو اوپر کر دیا۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۷۰ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

استسقاء میں قبلہ کی طرف منہ کرنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابو بکر بن محمد نے خبر دی کہ عباد بن حمیم نے ان کو خبر دی کہ حضرت عبد اللہ بن زید انصاری نے ان کو خبر دی کہ نبی ﷺ نماز ادا کرنے کے لیے عید گاہ کی طرف نکلے اور جب آپ دعا کرتے یا دعا کا ارادہ کرتے تو قبلہ کی طرف منہ کرتے اور اپنی چادر پلٹتے۔ امام ابو عبد اللہ نے کہا: یہ ابن زید مازنی ہے اور پہلا کوئی ہے اور وہ ابن زید ہے۔

امام بخاری نے عبد اللہ بن زید انصاری اور عبد اللہ بن زید انصاری کا فرق بیان کیا ہے اس حدیث کی سند میں عبد اللہ بن زید انصاری کا ذکر ہے اور باب: ۱۳ "الدعاء فی الاستسقاء" میں عبد اللہ بن زید انصاری کا ذکر تھا۔ باقی اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۰۲۶ اور ۱۰۲۷ کی مثل ہے۔

نماز استسقاء میں لوگوں کا امام کے ساتھ ہاتھ بلند کرنا

اور ایوب بن سلیمان نے کہا: مجھے ابو بکر بن ادیس نے حدیث بیان کی از سلیمان بن حلال یحییٰ بن سعید نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن دیہات والوں میں سے ایک دیہاتی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا پس کہنے لگا: یا رسول اللہ! مولیٰ ہلاک ہو گئے بال بچے ہلاک ہو گئے لوگ ہلاک ہو گئے تب رسول اللہ ﷺ اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا کرنے لگے اور لوگ بھی آپ کے ساتھ اپنے ہاتھ بلند کر کے دعا کرنے لگے۔ انہوں نے کہا: ہم ابھی مسجد سے نہیں نکلے تھے حتیٰ کہ بارش نازل ہو گئی پھر ہم پر مسلسل بارش ہوتی رہی حتیٰ کہ دوسرا جمعہ آ گیا پھر وہی شخص نبی ﷺ کی طرف آیا پس اس نے کہا: یا رسول اللہ! مسافر سفر کرنے سے عاجز ہو

۲۰ - بَابُ اسْتِقْبَالِ الْقِبْلَةِ فِي الاسْتِسْقَاءِ

۱۰۲۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ مُحَمَّدٍ أَنَّ عِبَادَ بْنَ تَمِيمٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ زَيْدٍ الْأَنْصَارِيَّ أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلَى الْمُصَلَّى يُصَلِّيُ وَأَنَّهُ لَمَّا دَعَا أَوْ أَرَادَ أَنْ يَدْعُو اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَحَوْلَ رِذَاءٍ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ ابْنُ زَيْدٍ هَذَا مَا زَيْدٌ وَالْأَوَّلُ كُوفِي هُوَ ابْنُ يَزِيدٍ.

۲۱ - بَابُ رَفْعِ النَّاسِ أَيْدِيَهُمْ

مَعَ الْإِمَامِ فِي الاسْتِسْقَاءِ

۱۰۲۹ - وَقَالَ أَيُّوبُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرٍ بْنُ أَبِي أَيْسٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ هِلَالٍ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ سَمِعْتُ سَرَّ بْنَ مَالِكٍ قَالَ أَتَى رَجُلٌ غَرَضِيٍّ مِنْ أَهْلِ الْبَدْوِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلَكَتِ الْمَاشِيَةُ هَلَكَتِ الْعِيَالُ هَلَكَتِ النَّاسُ. فَرَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ يَدْعُوًا وَرَفَعَ النَّاسُ أَيْدِيَهُمْ مَعَهُ يَدْعُونَ. قَالَ لَمَّا خَرَجْنَا مِنَ الْمَسْجِدِ حَتَّى مُطَرْنَا لَمَّا زِلْنَا نُمْطَرُ حَتَّى كَانَتْ الْجُمُعَةُ الْآخِرَى فَأَتَى الرَّجُلُ إِلَى نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ بَشِقَ الْمُسَافِرُ وَمِنَعَ الطَّرِيقُ.

اللّٰهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ 'فَبَيَّنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ عَلَى الْمُنْبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَامَ اَعْرَابِي فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ هَلْكَ الْمَالُ وَجَاعَ الْبَيْتُ فَاذْعُ اللّٰهُ لَنَا اَنْ يَسْقِيَنَا. قَالَ فَرَفَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ وَمَا فِي السَّمَاءِ فَرَزَعَهُ قَالَ فَتَارَ السَّحَابُ اَمْثَالَ الْجِبَالِ ثُمَّ لَمْ يَنْزِلْ عَنْ مُنْبَرِهِ حَتَّى رَأَيْتُ الْمَطَرَ يَتَحَادَرُ عَلَى لِحْيَتِهِ. قَالَ فَمُطِرْنَا يَوْمًا ذَلِكَ وَفِي الْغَدِ وَمِنْ بَعْدِ الْغَدِ وَالَّذِي بَيْنَهُ إِلَى الْجُمُعَةِ الْآخِرَى. فَقَامَ ذَلِكَ الْأَعْرَابِيُّ أَوْ رَجُلٌ غَيْرُهُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ تَهْدِمُ الْبَنَاءُ وَغَرِقَ الْمَالُ فَاذْعُ اللّٰهُ لَنَا. فَرَفَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ وَقَالَ اَللّٰهُمَّ خَوَّالِنَا وَلَا عَلَيْنَا. قَالَ فَمَا جَعَلَ يُشِيرُ بِسَبِّهِ إِلَى مَا حِجَّتْ مِنَ السَّمَاءِ إِلَّا تَفَرَّجَتْ حَتَّى صَارَتْ الْمَدِينَةُ فِي مِثْلِ الْجَوَابَةِ حَتَّى سَالَ الْوَادِي وَالْوَادِي قَنَاقَةً شَهْرًا. قَالَ فَلَمْ يَجِءْ أَحَدٌ مِّنْ نَّاحِيَةٍ إِلَّا حَدَّثَ بِالْجَوْدِ.

حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے عہد میں لوگوں پر خشک سالی آ گئی پس جس وقت رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن منبر پر خطبہ دے رہے تھے ایک دیہاتی کھڑا ہو کر کہنے لگا: یا رسول اللہ! مال ہلاک ہو گیا اور بال بچے بھوکے ہیں لہذا آپ اللہ سے ہمارے لیے یہ دعا کیجئے کہ وہ ہم پر بارش نازل کرے حضرت انس نے کہا: پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور اس وقت آسمان پر بادل نہیں تھے سو پہاڑوں کی مثل بادل اُٹھ آئے پھر آپ منبر پر ہی رہے حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ بارش آپ کی ڈاڑھی پر گر رہی تھی پس اس دن ہم پر بارش ہوتی رہی اور اس کے دوسرے دن اور اس کے تیسرے دن اور اس کے بعد والے دن دوسرے جمعہ تک پھر وہی دیہاتی کھڑا ہوا یا کوئی اور شخص تھا پس اس نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے دیکھا کہ آسمان پر بادل آئے اور ہمارے لیے اللہ سے دعا کیجئے پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا کی: اے اللہ! ہمارے ارد گرد برسا اور ہم پر نہ برسا پس آپ اپنے ہاتھ سے آسمان کی جس طرف بھی اشارہ کرتے دیں سے بادل پھٹ جاتے حتیٰ کہ مدینہ حوض کی طرح ہو گیا حتیٰ کہ آفاق نام کی ادی ایک ماہ تک بہتی رہی پس جو شخص جس طرف سے بھی آیا اس نے یہی خبر دی کہ خوب بارش ہو رہی ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۰۱۳ میں گزر چکی ہے۔

۲۵۔ رَبِّذَا هَبْتَ الرِّيحَ

۱۰۳۴۔ حَدَّثَنَا سَيِّدُ ابْنِ أَبِي سَرْتَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي حُمَيْدٌ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا يَقُولُ كَانَتْ الرِّيحُ الشَّدِيدَةُ إِذَا هَبَتْ عُرِفَتْ ذَلِكَ فِي وَجْهِ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

(سنن ابوداؤد: ۵۰۹۸)

جب آندھنیں پھلے تو کیا کیا ہے

امام بخاری نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے حمید نے خبر دی انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جب بہت شدید آندھی چلتی تو نبی ﷺ کے چہرے پر خوف کے آثار دکھائی دیتے۔

آندھی کو دیکھ کر نبی ﷺ کے خوف زدہ ہونے کا سبب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متونی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا: نبی ﷺ اس بات سے خوف زدہ رہتے تھے کہ کہیں مسلمانوں پر عام لوگوں کے گناہوں کی وجہ سے عذاب نہ آ

جائے جیسے (گزشتہ امتوں میں) ان لوگوں پر عذاب آگیا تھا جنہوں نے ابر کو دیکھ کر کہا تھا: یہ ہم پر برسنے والا بادل ہے قرآن مجید میں ہے:

فَلَمَّا رَأَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ أَوْدِيَّتِهِمْ قَالُوا هَذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهِ رِيحٌ فِيهَا عَذَابٌ أَلِيمٌ (الاحقاف: ۲۴)

پھر جب انہوں (قوم عاد) نے عذاب کو بادل کی صورت میں اپنی وادیوں کی طرف آتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے کہا: یہ ہم پر برسنے والا بادل ہے (نہیں!) بلکہ دراصل یہ وہ عذاب ہے جس کا تم جلد تقاضا کر رہے تھے یہ آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے

اس آیت سے ان لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے جو اللہ کے عذاب کو بھولے ہوئے تھے اور جو لوگ نافرمانی میں اور گناہوں میں ڈوبے ہوئے تھے ان کو سرزنش کی ہے کہ وہ اپنی روش سے باز آجائیں۔ قرآن مجید میں ہے:

أَفَأَمِنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَنْ يَأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا بَيَاتًا وَهُمْ نَائِمُونَ أَوْ أَمِنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَنْ يَأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا ضُحًى وَهُمْ يُلْعَبُونَ أَفَأَمِنُوا مَكْرَ اللَّهِ فَلَا يَأْمُرُ مَكْرَ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ (۱) (اب: ۹۰-۹۱)

تو کیا بستیوں والے اس بات سے بے خوف ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب راتوں رات آجائے جب وہ سو رہے ہوں اور کیا بستیوں والے اس بات سے بے خوف ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب چوتھے وقت آجائے۔ وہ کھیل کود میں مشغول ہوں تو یہ اللہ کی خفیہ تدبیر سے صرف وہی لوگ بے خوف ہوتے ہیں جو تباہ و برباد ہونے والے ہوں

تو کیا بستیوں والے اس بات سے بے خوف ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب راتوں رات آجائے جب وہ سو رہے ہوں اور کیا بستیوں والے اس بات سے بے خوف ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب چوتھے وقت آجائے۔ وہ کھیل کود میں مشغول ہوں تو یہ اللہ کی خفیہ تدبیر سے صرف وہی لوگ بے خوف ہوتے ہیں جو تباہ و برباد ہونے والے ہوں

(شرح ابن بطلال ج ۳ ص ۲۲ 'دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۳ھ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ بادل یا آسمانی کو دیکھتے تو آپ کے چہرے پر خوف کے آثار نظر آتے حضرت عائشہ نے کہا: یا رسول اللہ! لوگ جب بادل کو دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور ان کو یہ امید ہوتی ہے کہ اس میں بارش ہوگی اور میں آپ کو دیکھتی ہوں کہ جب آپ بادل کو دیکھتے ہیں تو آپ کے چہرے پر ناگواری کے آثار ہوتے ہیں آپ نے فرمایا: اے عائشہ! اگر بادل میں عذاب ہو تو مجھے اس سے کوئی مان نہ ہو گا ایک قوم آندھی سے عذاب کیا گیا تھا یہ قوم نے عذاب کو دیکھا کہ اے عذاب! یہ ہم پر برسنے والا بادل ہے۔ (صحیح البخاری: ۴۸۲۹)

رسول اللہ ﷺ پر چونکہ اللہ کی خشیت کا غلبہ تھا اس لیے آپ کی اس طرف توجہ نہیں رہی کہ جب تک آپ ان میں موجود ہیں ان پر آسمانی عذاب نہیں آئے گا اور اس میں ہمیں بھی یہ تعلیم دینا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بے خوف نہ رہیں۔

آندھی اور بارش کے متعلق دیگر احادیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آندھی اللہ کے حکم سے ہے سلمہ نے کہا: اللہ کا حکم کبھی رحمت لاتا ہے اور کبھی عذاب لاتا ہے پس جب تم آندھی کو دیکھو تو اس کو بُرا نہ کہو اور اللہ تعالیٰ سے اس کی خیر کا سوال کرو اور اس کے شر سے اللہ کی پناہ طلب کرو۔ (سنن ابوداؤد: ۵۰۹۷، سنن ابن ماجہ: ۳۷۷۷، سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۶۱، المستدرک ج ۳ ص ۲۸۵، صحیح ابن حبان: ۱۹۸۹، مشکوٰۃ: ۱۵۱۶، مصنف عبد الرزاق: ۲۰۰۰۳، تاریخ بغداد ج ۲ ص ۱۶۷، مسند احمد ج ۲ ص ۵۱۸-۵۰۹-۴۶۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب آندھی چلتی تو رسول اللہ ﷺ یہ دعا کرتے: اے اللہ! میں تجھ سے اس کی خیر کا سوال کرتا ہوں اور جو کچھ اس میں ہے اس کی خیر کا سوال کرتا ہوں اور جس پر تو نے یہ بھیجی ہے اس کی خیر کا سوال کرتا ہوں اور میں اس کے شر سے پناہ مانگتا ہوں اور جو اس میں شر ہے اور جس پر تو نے یہ بھیجی ہے اس کے شر سے پناہ مانگتا ہوں اور جب آسمان ابر آلود ہوتا تو آپ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا آپ گھر سے نکلتے اور داخل ہوتے اور آگے جاتے اور پیچھے آتے پس جب بارش ہو جاتی تو آپ کی گھبراہٹ دور ہو جاتی حضرت عائشہ نے آپ کی اس کیفیت کو جان کر آپ سے اس کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: ہو سکتا ہے: اے عائشہ! یہ ایسا ہوتا جیسے قوم عاد نے کہا تھا: پھر جب انہوں کو بادل کی صورت میں اپنی دادیوں کی طرف آتے دیکھا تو کہا: یہ ہم پر برسنے والا بادل ہے۔ (الاحقاف: ۲۳) (صحیح البخاری: ۳۲۰۵، صحیح مسلم: ۸۹۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی ﷺ کے سامنے آندھی پر لعنت کی تو آپ نے فرمایا: آندھی پر لعنت نہ کرو کیونکہ یہ (اللہ کے) حکم کے تابع ہے اور جس نے کسی ایسی چیز پر لعنت کی جو لعنت کا اہل نہیں تھا تو وہ لعنت اس پر لوٹ آئے گی۔ (سنن ابوداؤد: ۴۹۰۸، سنن ترمذی: ۱۹۷۸)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آندھی کو نہ کہو پس جب تم کسی ناگوار چیز کو دیکھو تو دعا کرو: اے اللہ! میں اس آندھی کی خیر کا سوال کرتا ہوں اور اس میں جو خیر ہے اس کا سوال کرتا ہوں اور جس چیز کا اسے حکم دیا گیا ہے اس کی خیر کا سوال کرتا ہوں اور اس آندھی کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں اس شر سے جو اس میں ہے اور اس شر سے جس کا اس کو حکم دیا گیا ہے۔ (سنن ترمذی: ۲۲۵۲، مسند احمد ج ۵ ص ۷۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب اس آندھی چلتی تو نبی ﷺ اپنے غصوں پر دوزانو بیٹھ جاتے اور یہ دعا کرتے: اے اللہ! اس کو رحمت بنا، اس کو عذاب نہ بنا، اے اللہ! اس کو ریاح بنا اور اس کو ریح نہ بنا (ریاح رحمت کی ہواؤں کو کہتے ہیں اور ریح عذاب کی آندھیوں کو کہتے ہیں) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: خدا کتاب میں ہے:

مَنْ نَفَسَ فِيهَا رَنَدًا وَتَمِيزَ آندَمِي بَهْجِي۔

إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْوًا۔ (الہود: ۱۰)

ہم نے ان پر خیر و برکت سے خالی آندھی بھیجی۔

أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيحَ الْعَقِيمَةَ (الذاریات: ۲۱)

اور ہم نے پانی سے بوجھل ہوا نہیں بھیجیں۔

وَأَرْسَلْنَا الرِّيحَ لَوَاقِعَ (الجم: ۲۲)

(اس کی نشانیاں میں) خوش خبری، بے وار ہواؤں کو بھیجنا

أَنْ يُزِيلَ الرِّيحَ مُبَشِّرَاتٍ۔ (الہود: ۱۱)

۴۔

(مسند الشافعی ص ۱۸۱، مشکوٰۃ: ۱۵۱۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب نبی ﷺ آسمان میں بادل کو دیکھتے تو اپنا کام چھوڑ دیتے اور اس کے سامنے کھڑے ہوتے اور یہ دعا کرتے: اے اللہ! اس میں جو شر ہے اس سے تیری پناہ مانگتا ہوں اگر وہ بادل چلا جاتا تو آپ اللہ کا شکر ادا کرتے اور اگر وہ بادل برستا تو آپ دعا کرتے: اے اللہ! اس کو نفع والی بارش بنا دے!

(سنن ابوداؤد: ۵۰۹۹، سنن نسائی: ۱۵۲۳، سنن ابن ماجہ: ۳۸۸۹، مسند احمد ج ۶ ص ۱۹۰)

نبی ﷺ کا ارشاد کہ صبا سے

میری مدد کی گئی ہے

۲۶۔ بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَصَرْتُ بِالصَّبَا

صبا وہ ہوا ہے جو مشرق سے مغرب کی طرف چلتی ہے اور دُور وہ ہوا ہے جو اس کے برعکس ہے۔

۱۰۳۵ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ

الْحَكَمِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَصِرْتُ بِالْصَّبَا وَأَهْلِكَتُ عَادَ

بِالدُّبُورِ. [اطراف الحدیث: ۳۲۰۵-۳۲۳۳-۳۱۰۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان

کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الحکم از مجاہد از

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے

فرمایا: میری صبا سے مدد کی گئی ہے اور قوم عاد کو دُور سے ہلاک کر دیا

گیا۔

(صحیح مسلم: ۹۰۰، المجلد ۲: ۲۰۵۳، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۶۱۷، جامع المسانید لابن جوزی: ۲۹۳۶، مکتبہ الرشد ریاض)

حدیث مذکور کے فوائد اور مسائل

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۳۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں بعض مخلوقات کی بعض دوسری مخلوقات پر فضیلت کا ذکر ہے اور اس میں یہ ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو

خصوصی نعمت اور فضیلت عطا فرمائی ہے اس نعمت کا اظہار کرنا جائز ہے، بشرطیکہ یہ اظہار اعترافِ نعمت کے طور پر ہو، فخر اور اترانے کے

لیے نہ ہو اور اس میں پچھلی امتوں کی ہلاکت کی بھی خبر ہے۔ (شرح ابن بطل مالک ج ۳ ص ۲۲، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ)

بادِ صبا سے رسول اللہ ﷺ کی مدد فرما نا اور بادِ دُور سے قوم عاد کو ہلاک کرنا۔

اس حدیث میں صبا (مشرق سے چلنے والی آندھی) کا ذکر ہے اس کی تفسیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنگ

خندق کے دن انتہائی سردرات میں مشرکین کے اوپر سرد آندھی بھیجی جس نے ان کے چولہے بجھا دیئے اور ان کے خیموں کی رسیاں اور

میخیں اکھاڑ دیں، ان کے اوپر ان کے خیمے اور انبیاء گم گئے اور وہ بغیر جنگ کے راتوں رات ہلاک ہو گئے، قرآن مجید میں ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ

جَاءَتْكُمْ جُنُودُهُ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُودًا تَنَزَّلُ

تَرَوْنَهَا وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا (الاحزاب: ۹)

اور تند آندھی بھیجی اور ایسے لشکر بھیجے جن کو تم نے نہیں دیکھا اور اللہ

تمہارے کاموں کو خوب دیکھنے والا ہے۔

نیز زیر بحث حدیث میں بادِ صبا کا ذکر ہے جو بادِ دُور سے چلنے والی آندھی ہے، ہلاک کر دیا گیا۔

عاد سے مراد عوص بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کا بیٹا ہے۔ اس کی اولاد تیرہ قبائل پر مشتمل تھی یہ قبائل احناف (ریت کے

بلند ٹیلے یا پہاڑوں میں بنائے ہوئے غار یہ مقام حضرموت، یمن کے قریب تھا) میں رہتے تھے جب انہوں نے حضرت ہود علیہ السلام کی

تائفرمانی کی اور ان کی مسلسل تبلیغ کے باوجود اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لائے تو اللہ تعالیٰ نے سات راتیں اور آٹھ دن تک مسلسل سخت تندو

تیز آندھی بھیجی جس نے ان کو ہلاک کر دیا، یہ لوگ اپنی قوت پر بہت تکبر کرتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کے عذاب کے سامنے کھجور کے

کھوکھلے تنوں کی طرح پڑے رہ گئے اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ان پر آندھی کے عذاب کا ذکر فرمایا ہے:

وَأَمَّا عَادُ فَأَهْلِكُوهَا بِرِيحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ

سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَنَةً لَيَالٍ وَثَمَانِيَةَ أَيَّامٍ حُسُومًا فَتَرَى

الْقَوْمَ فِيهَا صَرْعَى كَأَنَّهُمْ أُعِجَازٌ نَخْلٌ خَاوِيَةٌ ۖ فَهَلْ

اور رہے عاد تو ان کو گر جتی ہوئی تیز آندھی سے ہلاک کر دیا

گیا (اللہ نے) اس آندھی کو ان پر مسلسل سات راتیں اور آٹھ

دن تک مسلط رکھا پس (اے مخاطب!) تم دیکھتے کہ یہ لوگ زمین

پر کھجور کے کھوکھلے تنوں کی طرح گر گئے ○ کیا اب تمہیں ان میں سے کوئی باقی نظر آ رہا ہے ○

تَرَى لَهُمْ بَاقِيَةً ○ (الحاقہ: ۸-۶)

(عمدة القاری ج ۷ ص ۸۱، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۹۸۳۔ ج ۲ ص ۱۶ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

زلزلوں اور علامات قیامت کے متعلق جو کہا گیا ہے امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں ابو الزناد نے خبر دی از عبد الرحمن الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ علم کو اٹھالیا جائے اور بہ کثرت زلزلے آئیں اور زمانہ ایک دوسرے کے قریب ہو اور فتنوں کا ظہور ہو اور عروج زیادہ ہو اور وہ قتل ہے قتل اور تم میں مال بہت زیادہ ہوگا پس وہ لوگوں میں پھیل جائے گا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن الحنفی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حسین بن الحسن نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما۔ انہوں نے دعا کی: اے اللہ! ہمارے شام میں اور ہمارے یمن میں برکت دے حضرت ابن عمر نے بیان کیا: صحابہ نے کہا: اور ہمارے نجد میں حضرت ابن عمر نے کہا: آپ نے فرمایا: اے اللہ! ہمارے شام اور ہمارے یمن میں برکت دے حضرت ابن عمر نے بیان کیا: صحابہ نے کہا: اور ہمارے نجد میں آپ نے فرمایا: وہاں پر زلزلے، فتنے برپا ہوں گے اور وہیں سے شیطان کا سینک طلوع ہوگا۔

۲۷ - بَابُ مَا قَبِلَ فِي الزَّلَازِلِ وَالْأَيَّاتِ
۱۰۳۶ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يُقْبَضَ الْعِلْمُ وَتَكْثُرَ الزَّلَازِلُ وَتَقَارِبَ الزَّمَانُ وَتُظْهَرَ الْفِتَنُ وَيَكْثُرَ الْهَرَجُ وَهُوَ الْقَتْلُ الْقَتْلُ حَتَّى يَكْثُرَ فِيكُمْ الْمَالُ فَيَفِيضُ.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۰۳۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ الْحَسَنِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُثْمَانَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ أَلَلَّهُمْ بِأَرْكَ لَنَا فِي شَأْنٍ زَائِرٍ يَمِينًا. قَالَ قَالُوا وَفِي نَجْدِنَا؟ قَالَ قَالَ سَنَهُمْ - لَكَ - فِي شَامِنَا وَفِي يَمِينِنَا. قَالَ قَالُوا وَفِي نَجْدِنَا؟ قَالَ قَالَ هُنَاكَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ وَبِهَا يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ. [طرح الحديث: ۷۰۹۳]

(صحیح ابن حبان: ۶۶۳۸، شرح السنہ: ۴۰۰۴، مسند احمد ج ۲ ص ۵۰، طبع تدویم مسند احمد: ۵۱۰۹، ج ۹ ص ۱۲۰، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ۳۵۱۹، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۴۳۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن الحنفی بن عبید ابوموسیٰ یہ اہل بصرہ سے ہیں (۲) حسین بن الحسن بن یسار یہ آل مالک بن یسار سے ہیں اور البصری ہیں یہ ۱۸۸ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) عبد اللہ بن عون بن اربطان البصری (۴) نافع مولیٰ ابن عمر (۵) حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۸۳)

(۱) محمد بن عبد الوہاب کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم و تمام مسلمانانِ دیارِ مشرک و کافر ہیں اور ان سے قتل و قتل کرنا ان کے اموال کو ان سے چھین لینا حلال اور جائز بلکہ واجب ہے چنانچہ نو اب صدیق حسن خاں نے خود اس کے ترجمہ میں ان دونوں باتوں کی تصریح کی ہے۔ (اشہاب الثاقب ص ۳۳) میر محمد کتب خانہ کراچی۔

(۲) نجدی اور اس کے اتباع کا اب تک یہی عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات فقط اسی زمانہ تک ہے جب تک وہ دنیا میں تھے بعد ازاں وہ اور دیگر مؤمنین موت میں برابر ہیں اگر بعد وفات ان کو حیات ہے تو وہی حیات ان کو برزخ میں ہے جو آحاد امت کو ثابت ہے بعض ان کے حفظ جسم نبی کے قائل ہیں مگر بلا علاقہ روح اور متعدد لوگوں کی زبان سے بالفاظ کریمہ کہ جن کا زبان پر لانا جائز نہیں دربارہ حیات نبوی علیہ السلام سنا جاتا ہے اور انہوں نے اپنے رسائل و تصانیف میں لکھا ہے۔

(اشہاب الثاقب ص ۳۳)

(۳) زیارت رسول مقبول ﷺ و حضوری آستانہ شریف و ملاحظہ روضہ مطہرہ کو یہ طائفہ بدعت حرام و غیرہ لکھتا ہے اس طرف اس نیت سے سفر کرنا محظور و ممنوع جانتا ہے "لا تشد الرحال الا الى ثلاثة مساجد" ان کا استدلال ہے بعض ان میں کہ سفر زیارت کو معاذ اللہ تعالیٰ زنا کے درجہ کو پہنچاتے ہیں اگر مسجد نبوی میں جاتے ہیں تو صلوٰۃ و سلام ذات اقدس نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہیں پڑھتے نہ اس طرف متوجہ ہو کر دعا وغیرہ مانگتے ہیں۔ (اشہاب الثاقب ص ۳۶)

(۴) شانِ نبوت و حضرت رسالت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں یہ نہایت ستاخی کے ثمرات استعمال کرتے ہیں اور اپنے آپ کو مماثل ذاتِ سرور کائنات خیال کرتے ہیں اور نہایت تھوڑی سی فضیلت زمانہ تبلیغ دین دانتے ہیں اور اپنی شقاوت قلبی اور ضعف اعتقادی کی وجہ سے جانتے ہیں کہ ہم عالم کو ہدایت لے رہے ہیں ان کا خیال ہے کہ رسول مقبول علیہ السلام کا کوئی حق اب ہم پر نہیں اور نہ کوئی احسان اور فائدہ ان کی ذاتِ پاک سے بعد وفات ہے اور اسی وجہ سے تو سل دعا میں آپ کی ذاتِ پاک سے بعد وفات ناجائز کہتے ہیں ان کے یہ کامقالات معاذ اللہ معاذ اللہ کفر کفر نباشد کہ ہمارے ہاتھ کی لاشی ذاتِ سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام سے زیادہ نفع دین والی ہے۔ ہم اس سے کتے کو بھی دفع کر سکتے ہیں اور ذاتِ فخر عالم ﷺ سے تو یہ بھی نہیں کر سکتے۔ (اشہاب الثاقب ص ۴۷)

(۵) وہابیہ اشغال باطنیہ و اعمال صوفیہ مراقبہ ذکر و فکر و ارادت و مشغلت و ربط القلب بالشیخ و فناء بقاء و خلوت وغیرہ اعمال کو فضول و لغو و بدعت و سلمات شمار کرتے ہیں اور ان کے اقرار ہے کہ شرک و غیرہ کہتے ہیں اور مسلمانان میں یہ بھی مکروہ و مستقبح ہے اس سے اندازہ کرتے ہیں چنانچہ ان لوگوں نے ان نجد کا سفر کیا ہوتا تھا کہ ان کو یہ معلوم ہو گا لیوض روحیہ ان کے نزدیک کوئی چیز نہیں و مثل هذا۔ (اشہاب الثاقب ص ۶۰)

(۶) وہابیہ کسی خاص امام کی تقلید کو شرک فی الرسالہ جانتے ہیں اور ائمہ اربعہ اور ان کے مقلدین کی شان میں الفاظ و اہیہ خبیثہ استعمال کرتے ہیں اور اس کی وجہ سے مسائل میں وہ گروہ اہل سنت و الجماعت کے مخالف ہو گئے چنانچہ غیر مقلدین ہند اسی طائفہ شیعہ کے پیرو ہیں وہابیہ نجد عرب اگرچہ بوقت اظہار دعویٰ حنبلی ہونے کا اقرار کرتے ہیں لیکن عمل درآمد ان کا ہرگز جملہ مسائل میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر نہیں ہے بلکہ وہ بھی اپنے فہم کے مطابق جس حدیث کو مخالف فقہ حنابلہ خیال کرتے ہیں اس کی وجہ سے حدیث کو چھوڑ دیتے ہیں ان کا بھی مثل غیر مقلدین کے اکابر امت کی شان میں الفاظ گستاخانہ بے ادبانه استعمال کرنا معمول ہے۔ (اشہاب الثاقب ص ۶۳-۶۴)

(۷) مثلاً ”علی العرش استوی“ وغیرہ آیات میں طائفہ وہابیہ استواء ظاہری اور جہات وغیرہ ثابت کرتا ہے جس کی وجہ سے (اللہ کے لیے) ثبوت جسمیت وغیرہ لازم آتا ہے۔ علیٰ هذا القیاس مسئلہ نداء رسول میں وہابیہ مطلقاً منع کرتے ہیں اور یہ حضرات (علماء دیوبند) نہایت تفصیل فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لفظ یا رسول اللہ! اگر بلحاظ معنی اسی طرح نکلا ہے جیسے لوگ بوقت معصیت و تکلیف ماں اور باپ کو پکارتے ہیں تو بلا شک جائز ہے علیٰ هذا القیاس! اگر بلحاظ معنی درود شریف کے ضمن میں کہا جاوے گا تو بھی جائز ہوگا علیٰ هذا القیاس! اگر کسی سے غلبہ و شدت وجد و تو فرشتہ عشق میں نکلا ہے تب بھی جائز ہے اور اگر اس عقیدہ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ حضور اکرم ﷺ تک اپنے فضل و کرم سے ہماری ندا کو پہنچا دے گا اگرچہ ہر وقت پہنچا دینا ضروری نہ ہوگا مگر اس امید پر وہ ان الفاظ کو استعمال کرتا ہے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔ وہابیہ خبیث یہ صورت نہیں نکالتے اور جملہ انواع کو منع کرتے ہیں چنانچہ وہابیہ عرب کی زبان سے بار بار سنا گیا کہ وہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کو سخت منع کرتے ہیں اور اہل حرمین پر سخت نفرین اس نداء اور خطاب پر کرتے ہیں اور ان کا استہزاء اڑاتے ہیں اور کلمات ناشائستہ استعمال کرتے ہیں۔ وہابیہ نجد یہ یہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں اور برملا کہتے ہیں کہ یا رسول اللہ میں استعانت بغیر اللہ ہے اور وہ شرک ہے اور یہ وجہ بھی ان کے نزدیک سبب مخالفت کی ہے حالانکہ یہ اکابر مقدسان دین متین اس کو ان اقسام استعانت میں سے شمار نہیں کرتے جو کہ مستوجب شرک یا باعث ممانعت ہو البتہ اگر وہ چیزیں سوال کی جاویں جن کا اعطاء مخصوص بجناب باری عزاسمہ ہے تو البتہ ممنوع اسی وجہ سے ہے نداء بلفظ یا رسول اللہ و خطاب ”سریر“ بدینوں بارگاہ مصطفیٰ، جائز و مستحب فرماتے ہیں اور وہابیہ وہاں پر بھی منع کرتے ہیں دو وجہ سے اولاً یہ کہ یہ استعانت بغیر اللہ تعالیٰ ہے اور دوم یہ کہ اعتقاد یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے واسطے حیات فی القبر ثابت نہیں بلکہ وہ بھی مثل دیگر مسالین کے متصف باحوۃ ابرزحیہ سے ہیں پس جو حال دیگر مؤمنین کا ہے وہی ان کا ہوگا یہ جملہ عقائد ان کے ان لوگوں پر بخوبی ظاہر و باہر ہیں جنہوں نے دیا نجد عرب کا سفر کیا ہو۔ یہ لوگ جب مسجد شریف نبوی میں آتے ہیں تو نماز پڑھ کر جاتے ہیں۔ روزہ اقامت میں حاضر ہو کر صلوٰۃ و سلام و دعا وغیرہ پڑھنا مکروہ و بدعت شمار کرتے ہیں ان ہی افعال خبیثہ و اقوال و افعال منافیہ سے ان عرب کو اس سے نفرت ہے۔

(اشہاب الثاقب ص ۶۶-۶۳ ملخصاً)

(۸) وہابیہ خبیث کثرت صلوٰۃ و سلام و درود بر خیر الانام علیہم السلام اور قراءات دلائل الخیرات و قصیدہ بردہ و قصیدہ ہمزیہ وغیرہ اور اس کے پڑھنے و راتوں کے اقامت کرنے کے لیے کوئی نتیجہ نہیں دیتے جانتے ہیں۔ بعض شعاع قسیدہ ہمزیہ میں اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں مثلاً۔

سواك عند حلول الحادث العمم

یا اکرم الخلق مالمی من الود بہ

بہ جز تیرے ہر وقت نزول حوادث

اے افضل المخلوقات! میرا کوئی نہیں جس کی میں پناہ پکڑوں

حالانکہ ہمارے مقدس بزرگان دین اپنے متعلقین کو دلائل الخیرات وغیرہ کی اجازت دیتے رہے ہیں اور ان کو شرف درود و سلام

و قراءات دلائل الخیرات کا امر فرماتے رہے ہیں اور مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ مثل شعر بردہ فرماتے ہیں:

نہیں ہے قاسم بے کس کا کوئی حامی کار

مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا

بنے گا کون ہمارا تیرے سوا غم خوار

جو تو ہی ہم کو نہ پوچھے تو کون پوچھے گا

(اشہاب الثاقب ص ۶۶)

علامہ سلیمان بن عبد الوہاب کی محمد بن عبد الوہاب نجدی اور فرقہ وہابیہ نجدیہ کے متعلق تصریحات

شیخ نجدی نے جو اپنے خانہ ساز عقائد کی عالم اسلام کو دعوت دی اور اس دعوت کے انکار کو وجہ کفر قرار دے کر تمام مسلمانوں کو واجب القتل قرار دیا اور جہاں جہاں اس کا بس چلا اس نے اپنے ان مذموم مقاصد کی تکمیل میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔ شیخ نجدی کی اس تکفیر عام بیہمانہ قتل و غارت گری کے خلاف اس وقت سے لے کر آج تک کے علماء اس کی تحریک کے بطلان پر کتابیں لکھتے چلے آ رہے ہیں۔ ہم قارئین کے سامنے ان بے شمار کتابوں میں سے چند کتابوں کے اقتباسات پیش کر رہے ہیں اور ابتداء میں شیخ نجدی محمد بن عبد الوہاب متوفی ۱۲۰۶ھ کے بھائی سلیمان بن عبد الوہاب متوفی ۱۲۰۸ھ کی شہرہ آفاق کتاب ”الصواعق الالہیة“ کے چند اقتباسات پیش کرتے ہیں۔

علامہ سلیمان بن عبد الوہاب متوفی ۱۲۰۸ھ

علامہ سلیمان بن عبد الوہاب شیخ نجدی کی تکفیر مسلمین پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

توحید و رسالت کی گواہی سے مسلمانوں کی تکفیر پر رد

تمہارے عقائد اور تکفیر کے صحیح نہ ہونے پر دلیل یہ ہے کہ توحید و رسالت کی گواہی کے بعد اسلام کا سب سے عظیم رکن نماز ہے اس کے باوجود جو شخص ریاکاری کے طور پر اسے پڑھتا ہے اسے بارے میں اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز قبول نہیں فرمائے گا بلکہ فرمائے گا: میں دوسرے شرکاء کی نسبت اپنے شرک سے زیادہ بے ایمان اس شخص نے اپنے کسی عمل میں میرے ساتھ کسی اور کو شریک کر لیا میں اس کے عمل اور شرک کو پھوز دینا ہوں اور ریاست نے دن ریاکار سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جا! جا! کر اپنا اجر اس شخص سے طلب کر جس کے لیے تو نے عمل کیا تھا۔ ایسے شخص کے بارے میں فقہاء اسلام نے یہ کہا ہے کہ اس کا عمل باطل ہے اور یہ نہیں کہا کہ اس کو قتل کرنا اور اس کا مال لوٹنا جائز ہے۔ کہ تم اس سے بدعت بلکی اور بدعت کو کفر قرار دیتے ہو۔

سجدہ کی بناء پر تکفیر مسلمین کا رد

اسی طرح نماز کے تمام ارکان میں سب سے اہم رکن سجدہ ہے اور نذر و نیاز اور غیر اللہ کو پکارنے کی بہ نسبت سجدہ زیادہ اہمیت کا حامل ہے حالانکہ فقہاء اسلام نے سجدہ کے احکام میں بھی فرق کیا ہے اور کہا ہے کہ جو شخص سورج، چاند، ستارے یا بت کو سجدہ کرے وہ کافر ہے اور جو شخص ان کے علاوہ کسی اور کو سجدہ کرے، کفر نہیں ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ فقہاء اسلام ان کی عبارات کی تقلید نہیں کرتے۔ جو چاہتے ہیں بطلان توحید سمجھتے ہیں اس حق کو انصر سمجھتے ہو اور ضروریات دین سے آگاہی اس کے منکر کو کافر قرار دیتے ہو اور جن مشتبہ عبارات سے تم استدلال کرتے ہو وہ محض تمہاری مذہب آفرینی ہے ہمارا تم سے مطالبہ یہ ہے کہ تم اپنے خود ساختہ مذہب کی تاکید میں فقہاء اسلام میں سے کسی مسلم فقیہ کی نص صریح پیش کر دو اور اگر تم ایسی کسی عبارت کے پیش کرنے کے بجائے محض سب و شتم اور تکفیر پر اکتفاء کرتے ہو تو ہم تمہارے شر سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں۔

تکفیر مسلمین کے رد پر پہلی حدیث

مسلمانوں کی تکفیر کے بارے میں تمہارا موقف اس لیے بھی صحیح نہیں ہے کہ غیر اللہ کو پکارنا اور نذر و نیاز قطعاً کفر نہیں حتیٰ کہ اس کے مرتکب مسلمان کو ملت اسلامیہ سے خارج کر دیا جائے کیونکہ حدیث صحیح میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شبہات کی بناء پر حدود ساقط کر دو۔ (تاریخ بغداد ج ۹ ص ۳۰۳) اور حاکم نے اپنی صحیح میں اور ابو عوانہ اور بزار نے سند صحیح کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کسی شخص کی سواری کسی بے آب و گیاہ صحرا میں گم ہو جائے تو وہ تین بار کہے: اے

عباد اللہ! (اے اللہ کے بندو!) مجھ کو اپنی حفاظت میں لے لو تو اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ہیں جو اس کو اپنی حفاظت میں لے لیتے ہیں۔ (مسند الزاری: ۳۱۲۸، عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ۵۵۸) اور طبرانی نے روایت کیا ہے کہ اگر وہ شخص مدد چاہتا ہو تو یوں کہے کہ اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔ (المجم الکبیر: ۱۰۵۱۸) اس حدیث کو فقہاء اسلام نے اپنی کتب جلیلہ میں ذکر کیا ہے اور اس کی اشاعت عام کی ہے اور معتد فقہاء میں سے کسی نے اس کا انکار نہیں کیا چنانچہ امام نووی نے ”کتاب الاذکار“ میں اس کا ذکر کیا ہے۔ (کتاب الاذکار: ۸۰۷) اور ابن القیم نے اپنی کتاب ”الکام الطیب“ میں اس کا ذکر کیا ہے اور ابن مفلح نے ”کتاب الآداب“ میں اور ابن مفلح نے اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبل کے صاحب زادے بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد (یعنی امام احمد بن حنبل) سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے پانچ بار حج کیے ہیں ایک بار میں پیدل جا رہا تھا اور راستہ بھول گیا میں نے کہا: اے عباد اللہ! مجھے راستہ دکھاؤ میں یوں ہی کہتا رہا حتیٰ کہ میں صحیح راستہ پر آ گیا۔

اب میں یہ کہتا ہوں کہ جو شخص کسی غائب یا فوت شدہ بزرگ کو پکارتا ہے اور تم اس کی تکفیر کرتے ہو بلکہ تم محض اپنے قیاس فاسد سے یہ کہتے ہو کہ اس شخص کا شرک ان مشرکین کے شرک سے بھی بڑھ کر ہے جو محروم میں عبادت کے غرض سے غیر اللہ کو پکارتے تھے اور اس کے رسول کی علی الاعلان تکذیب کرتے تھے۔ کیا تم اس حدیث اور اس کے مقتضی پر علماء اور ائمہ کے عمل کو اس شخص کے لیے اصل نہیں قرار دیتے جو بزرگوں کو پکارتا ہے اور محض اپنے فاسد قیاس سے اس کو شرک اکبر قرار دیتے ہو۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جب کہ شبہات سے حدود ساقط ہو جاتی ہیں تو ان شخصوں کی بناء پر یہ شخص سے کفار کیوں نہ ساقط ہوگی۔ نیز مختصر الروضہ میں کہا ہے: جو شخص توحید و رسالت کی گواہی دیتا ہو اس کو کسی بدعت کی بناء پر تکفیر نہیں کہا جائے گا۔ ابن تیمیہ نے بھی اسی بات کو ترجیح دی ہے (جب کہ جو شخص فوت شدہ بزرگوں کو پکارتا ہے وہ کفر بدعت کا مرتب نہیں ہے بلکہ اس کا یہ فعل ایک مضبوط اصل یعنی حدیث صحیح (جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے) اور سلف کے عمل پر مبنی ہے۔ (سعیدی غفرلہ)۔ (الصواعق الالہیہ ص ۳۵-۳۴ مکتبہ دمشق استنبول)

تکفیر مسلمین کے رد پر دوسری حدیث

ایک اور مقام پر شیخ نجدی کی تکفیر کا رد کرتے ہوئے علامہ سلیمان بن عبد الوہاب لکھتے ہیں:

تم نے جو مسلمانوں کی تکفیر کی بنیاد پر اپنے مذہب وقائم لیا ہے اس کے باطل ہونے پر صحیح بخاری کی یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ جس کو حضرت معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے ساتھ اللہ خیر کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین میں فقیہ بنا دیتا ہے۔ یہاں پر صحیح دین پر قائم ہے گی یہاں تک کہ قیامت نہ آجائے۔ (صحیح بخاری: ۱۷۱۷) صاحب حدیث نے اس پر اس سبب سے اس حدیث میں رسول ﷺ نے قیامت تک امت کے دین پر مستقیم رہنے کی جبردی ہے اور یہ حقیقت واقعہ ہے کہ جن امور کو تم وجہ کفر قرار دیتے ہو۔ یہ ابتداء اسلام سے لے کر آج تک تمام دنیائے اسلام میں مروج اور معمول ہیں اگر اولیاء اللہ کے مقابر بڑے بڑے بت ہوتے اور ان سے استمداد اور استغاثہ کرنے والے کافر ہوتے تو تمام امت صحیح دین پر قائم نہ ہوتی بلکہ اس کے برعکس ساری امت کافر اور تمام بلاد اسلام بلاد کفر بن جاتے جن میں علی الاعلان بتوں کی پوجا ہو رہی ہوتی یا بتوں کی عبادت پر اسلام کے احکام جاری ہوتے پھر حضور کے فرمان کے مطابق اس امت کی دین صحیح پر استقامت کی حدیث کس طرح صحیح ہوتی اور یہ بات بالکل ظاہر ہے۔ (الصواعق الالہیہ ص ۳۰ مکتبہ دمشق استنبول)

تکفیر مسلمین کے رد پر تیسری حدیث

شیخ نجدی کا تکفیر مسلمین پر رد کرتے ہوئے علامہ سلیمان بن عبد الوہاب لکھتے ہیں:

تمہارے مذہب کے بطلان پر بخاری اور مسلم کی یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کفر کا گڑھ مشرق کی طرف ہوگا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ایمان یمانی ہے اور فتنہ وہاں ہوگا جہاں سے شیطان کا سینک طلوع ہوگا۔ (صحیح البخاری: ۳۳۰۲، صحیح مسلم: ۵۱)

نیز بخاری اور مسلم میں حدیث ہے: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: درآں حالیکہ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ انور مشرق کی طرف تھا فتنہ اسی جانب سے ظاہر ہوگا۔ (صحیح مسلم: ۱۸۷۱)

اور بخاری کی روایت میں (رسول اللہ ﷺ کا فرمان) اس طرح ہے کہ آپ نے فرمایا: اے اللہ! ہمارے شام اور ہمارے یمن میں برکت نازل فرما۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمارے نجد میں۔ آپ نے فرمایا: اے اللہ! ہمارے شام میں اور ہمارے یمن میں برکت نازل فرما۔ صحابہ نے عرض کیا: ہمارے نجد میں۔ آپ نے تیسری بار فرمایا: وہاں سے زلزلوں اور فتنوں کا ظہور ہوگا۔

(صحیح البخاری: ۱۰۳۷)

اور امام احمد بن حنبل نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کیا ہے: اے اللہ! ہمارے مدینہ میں برکت نازل فرما ہمارے صاع اور ہمارے مد میں اور ہمارے شام میں اور ہمارے یمن میں پھر مشرق کی طرف منہ کر کے فرمایا: یہاں سے شیطان کا سینک طلوع ہوگا اور فرمایا: یہاں سے زلزلوں اور فتنوں کا ظہور ہوگا۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ با ریب صادق القول، امانت کی برکت، امانتیں آپ پر اور آپ کی آل اور اصحاب پر نازل ہوں آپ نے حق امانت ادا کر دیا اور فرائض رسالت کی پابندی کر دی۔

شیخ تقی الدین نے کہا: مدینہ کی جانب شرقی (نجد) سے مسلحہ کذاب کا ظہور ہوا اور رسول اللہ (ﷺ) کے وصال کے بعد سب سے پہلے جس فتنے کا ظہور ہوا وہ مسلحہ کذاب کا دعویٰ نبوت تھا جس کا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مکمل استیصال کیا۔

رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث شیخ نجدی کا دعویٰ اور فتنہ کا پکڑنا ہے، اس سے دلت کرتی ہے ہم ان میں سے بعض کا ذکر کرتے ہیں:

(۱) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایمان یمانی ہے اور فتنہ مشرق سے نکلے گا اور اس کا رسول اللہ ﷺ نے بار بار ذکر فرمایا۔

(۲) رسول اللہ (ﷺ) نے حجاز اور اہل حجاز کے لیے بار بار دعا فرمائی اور اہل مشرق خصوصاً اہل نجد کے لیے دعا کرنے سے انکار کر دیا۔

(۳) رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں نجد سے ہوا اور نجد کی فتنہ سے اس سے مسلمانوں کے ایمان میں یوں

سے رائج معمولات کو کفر اور مسلمانوں کو کافر بنا دیا، بلکہ شیخ نجدی نے ان لوگوں کو بھی، فریاد دیا جو ان مسلمانوں کو کافر نہ کہنے حالانکہ مکہ اور مدینہ اور یمن کے علاقوں میں صدیوں سے یہ معمولات رائج ہیں، بلکہ ہم کو تحقیق سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ

اولیاء کا وسیلہ ان کی قبروں سے تو تسل اور استمداد اور اولیاء اللہ کا پکارنا یہ تمام امور دنیا میں سب سے زیادہ یمن اور حرمین شریفین میں کیے جاتے ہیں اور یہ بھی ہم کو معلوم ہوا کہ جس قدر عظیم فتنہ سرزمین نجد میں واقع ہوا وہ کسی دور میں بھی کسی اور جگہ وقوع پذیر نہیں ہوا اور (اے شیخ نجدی!) تمہارا کہنا یہ ہے کہ دنیا کے تمام مسلمانوں پر تمہاری اتباع واجب ہے اور جو شخص تمہارے

مذہب کی اتباع کرے اور وہ مذہب کے اظہار اور دوسرے مسلمانوں کی تکفیر کی طاقت نہ رکھے اس پر واجب ہے کہ وہ تمہارے شہر کی طرف ہجرت کرے اور یہ کہ تم ہی طاقت منصورہ ہو اور یہ اس حدیث کے خلاف ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ

نے قیامت تک کے ہونے والے واقعات کا علم عطا فرمایا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے امت پر گزرنے والے تمام واقعات کو بتلادیا ہے۔ اگر رسول اللہ ﷺ کو علم ہوتا کہ سرزمینِ میلہ یعنی شہرِ نجدِ مال کا دارالایمان بنے گا اور طائفہ منصورہ اسی شہر میں ہوگا اور ایمان کے فوارے اسی شہر سے چھوڑے جائیں گے اور حرمین شریفین اور یمن بلادِ کفر بن جائیں گے جن میں بت پرستی ہوگی اور وہاں سے ہجرت کرنا واجب ہوگا تو رسول اللہ ﷺ ضرور اس بات کی خبر دیتے اور اہل مشرق اور خصوصاً نجد کے لیے ضرور دعا فرماتے اور حرمین شریفین اور اہل یمن کے لیے دعائے ضرر فرماتے اور رسول اللہ (ﷺ) یہ خبر دیتے کہ وہاں کے باشندے بت پرستی کریں گے اور ان متبرک علاقوں کے لوگوں سے بیزاری کا اظہار فرماتے لیکن جب یہاں نہیں ہوا بلکہ اس کے برعکس رسول اللہ ﷺ نے اہل مشرق کے لیے بالعموم اور نجد کے بارے میں بالخصوص خبر دی ہے کہ وہاں سے شیطان کا سینک طلوع ہوگا اور اس شہر میں اور اس شہر سے فتنے نمودار ہوں گے اور نجد کے لیے دعا کرنے سے آپ نے انکار فرمایا اور یہ بات تمہارے زعم کے بالکل برعکس ہے۔ تمہارے نزدیک جن لوگوں کے لیے رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی تھی وہ کفار ہیں اور جس علاقہ کے لوگوں کے لیے رسول اللہ (ﷺ) نے دعا کرنے سے انکار کر دیا اور خبر دی تھی کہ وہاں سے شیطان کا سینک نکلے گا اور فتنوں کا ظہور ہوگا۔ (صحیح البخاری: ۱۰۳۷) تمہارے عقیدے کے مطابق وہ علاقہ دارالایمان ہے اور اس کی طرف ہجرت واجب ہے۔

تکفیر مسلمین کے رد پر چوتھی حدیث

تمہارے مذہب کے بطلان پر یہ حدیث بھی دلائل کرتی ہے جس میں بتلایا گیا ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر رونق افروز ہوئے اور آپ نے فرمایا: مجھے اس بات کا خوف نہیں ہے کہ تم سب (مسلمان) میرے بعد شرک کرنے لگو گے لیکن مجھے اس بات کا خوف ہے کہ تم کو مال دنیا کی بہ کثرت حاصل ہو جائے، تم مال دنیا کی محبت میں متفرق ہو جاؤ گے اور مال و دولت کی وجہ سے تم لوگ آپس میں لڑے اور ہلاک ہو جاؤ۔ اس طرح اس سے پہلی امتیں ہلاکت میں مبتلا ہو گئی تھیں۔ (صحیح البخاری: ۱۳۴۳) عقبہ بن عامر کہتے ہیں: میں نے سورنبی ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے یہ آخری وعظ سنا تھا۔ (آج سعودی عرب میں سیال تیل کے چشموں اور سونے کی کانوں سے روپیہ کی ریل پیل حضور ﷺ کے اس فرمان کی تصدیق ہے کہ اس وقت مرکوفتنہ سعودی عربیہ ہے۔ سعیدی غفرلہ)

یہ حدیث شریف بھی تمہارے مذہب کے بطلان کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ قیامت تک رسول اللہ ﷺ کی امت پر جس قدر احوال گزرنے لگے انہیں انور (سیدہ) نے بیان فرمایا اور اس حدیث صحیح میں بتلایا ہے کہ آپ کی امت بت پرستی سے محفوظ رہے گی اور نہ حضور کو اپنی امت سے بت پرستی کا خطرہ تھا اور نہ اس بات کی آپ نے خبر دی ہے اور جس چیز کا خطرہ تھا اور جس چیز سے رسول اللہ ﷺ نے ڈرایا وہ مال و دولت کی کثرت اور فراوانی ہے (اور مملکت سعودی عربیہ آج اسی فتنہ میں مبتلا ہے۔ سعیدی غفرلہ)۔

اور یہ حدیث تمہارے مذہب کے برعکس ہے کیونکہ تمہارا عقیدہ یہ ہے کہ تمام امت نے بت پرستی کی اور تمام اسلامی ممالک بت پرستی سے بھر گئے اور اگر تمام دنیا میں کسی جگہ میں اسلام کی کوئی رمتی ہے تو وہ نجد میں ہے یہاں تک کہ تمہارے خیال میں روم یمن اور مغرب کے تمام علاقے (حرمین شریفین وغیرہ) بت پرستی سے بھرے ہوئے ہیں اور تم کہتے ہو کہ جو شخص ان لوگوں کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے پس تمہارے عقیدے کے مطابق تمام بلادِ اسلام کے مسلمان کافر ہیں سوا نجد شہر کے اور جو نیا دین تم لائے ہو اس کی عمر

صرف دس سال ہے۔ (الصواعق الاہیہ ص ۳۵-۳۳ مکتبہ 'ہشتی' استنبول)

(گویا اس سے پہلے گیارہ سو سال تک کے تمام مسلمان العیاذ باللہ کافر تھے۔ سعیدی غفرلہ)

اس کے بعد علامہ سلیمان لکھتے ہیں:

تکفیر مسلمین کے رد پر پانچویں حدیث

تمہارے مذہب کے بطلان پر یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے: جس کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شیطان اس بات سے مایوس ہو گیا ہے کہ جزیرہ عرب میں اس کی پرستش کی جائے، لیکن وہ ان کو آپس میں لڑاتا رہے گا۔ (صحیح مسلم: ۲۸۱۲) اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ اور ابو یعلیٰ اور بیہقی نے حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شیطان اس بات سے مایوس ہو گیا ہے کہ جزیرہ عرب میں بت پرستی کی جائے، لیکن اس سے کم بات یعنی آپس کے لڑائی جھگڑوں پر راضی ہو گیا ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۹۳۷) اور امام احمد نے اور حاکم نے سند صحیح کے ساتھ اور ابن ماجہ نے شداد بن اوس سے روایت کی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں اپنی امت پر شرک کا خوف کرتا ہوں، میں نے عرض کیا: حضور! کیا آپ کے بعد آپ کی امت شرک کرے گی؟ آپ نے فرمایا: ہاں! لیکن وہ سورج، چاند یا کسی بت کی پوجا نہیں کرے گی، لیکن اپنے اعمال میں ریاکاری کرے گی۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۰۵۵، مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۴)

ان احادیث کی تمہارے مذہب کے بطلان، دلالت اس ص ہے۔ اللہ عزوجل نے رسول اللہ ﷺ کو جس قدر چاہا اپنے غیب سے مطلع فرمایا اور قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اس کا ذکر اس کے ذہن میں رہا۔ خبر دی ہے کہ جزیرہ عرب میں شیطان اپنی عبادت سے مایوس ہو چکا ہے اور شداد کی روایت میں آپ نے خبر دی ہے کہ جزیرہ عرب میں بت پرستی نہیں ہوگی اور یہ چیزیں تمہارے مذہب کے برعکس ہیں، کیونکہ تمہارا عقیدہ ہے کہ بصرہ اور اس کے گرد و نواح اور عراق میں دجلہ سے لے کر اس جگہ تک جہاں حضرت علی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی قبور ہیں، بت پرست اور کفار ہیں، مگر بن عرب کے وہ تمام مانتے ہیں جن کی سلامتی ایمان اور کفر سے براءت کی رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے اور تم کہتے ہو کہ یہاں کے لوگ کافر ہیں اور جو ان کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے، لہذا تمام احادیث تمہارا مذہب کا رد کرتی ہیں۔ (الصواعق الاہیہ ص ۳۶-۳۵ مکتبہ 'ہشتی' استنبول)

علامہ سلیمان مزید لکھتے ہیں:

تکفیر مسلمین کے رد پر چھٹی حدیث

اور تمہارے مذہب کے بطلان پر یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے جس کو امام احمد اور امام ترمذی نے اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا اور اس کو صحیح قرار دیا اور امام نسائی نے اور ابن ماجہ نے عمرو بن عاص سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: شیطان اس بات سے ہمیشہ کے لیے مایوس ہو چکا ہے کہ تمہارے اس شہر میں اس کی پرستش کی جائے، البتہ تمہاری آپس کی لڑائیوں میں اس کی پیروی ہوتی رہے گی۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۰۵۵) اور حاکم نے سند صحیح کے ساتھ بیان کیا کہ حضرت ابن عباس بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ دیا اور فرمایا: شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ تمہاری سرزمین میں اس کی پرستش کی جائے، لیکن اس کے علاوہ دوسری باتوں میں پیروی کی جانے پر راضی ہو چکا ہے، ان چیزوں میں سے ایک یہ ہے کہ تم ایک دوسرے کے اعمال کو حقیر جانو گے، پس اس بات سے احتراز کرنا، اے لوگو! میں نے تم میں وہ چیز چھوڑی ہے کہ اگر

تم نے اس کو مضبوطی سے تھام لیا تو کبھی گمراہ نہ ہو گے اور وہ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت ہے۔

ان احادیث میں تمہارے مذہب کے بطلان پر اس طرح دلالت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے خصوصاً مکہ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بت پرستی نہ ہونے کی خبر دی ہے اور حضور کبھی خلاف واقع خبر نہیں دیتے نیز اس میں حضور نے امت کو بشارت دی ہے اور حضور (ﷺ) کی بشارت کبھی غلط نہیں ہوتی البتہ اس حدیث میں حضور نے بت پرستی کے علاوہ دوسری غلط باتوں مثلاً لڑائی جھگڑوں سے ڈرایا ہے اور یہ بات حدیث سے بالکل ظاہر ہے اور جن چیزوں کا نام تم شرک اکبر رکھتے ہو اور ان کے کرنے والوں کو (اولیاء سے وسیلہ شفاعت طلب کرتا اور ان کی قبروں سے فیضان طلب کرتا۔ سعیدی) بت پرستی کا مرتکب کہتے ہو ان تمام امور پر تمام اہل مذاہب کے عوام امراء اور علماء چھ سو سال سے زیادہ عرصہ سے عمل پیرا ہیں اس کے باوجود یہ تمام لوگ اب تمہارے دشمن ہیں تم کو سب دشمن کرتے ہیں اور تمہاری اس بد عقیدگی کی وجہ سے تم پر لعنت بھیجتے ہیں اور مکہ مکرمہ کے علماء اور شرفاء ان تمام امور پر احکام اسلام جاری کرتے ہیں جن کو تم شرک اکبر قرار دیتے ہو اگر تمہارا گمان حق ہے تو یہ لوگ علی الاعلان کافر ہیں لیکن یہ احادیث تمہارے زعم فاسدہ رد کرتی ہیں اور تمہارے مذہب کو باطل کرتی ہیں۔ (صواعق النبویہ ص ۷۷ مکتبہ دمشق استنبول)

علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ

علامہ شامی شیخ نجدی کی تحریک کے بارے میں اظہار خال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ہمارے زمانہ میں محمد بن عبد الوہاب کے یروکہ جو نجد سے تھے اور حرمین پر قابض ہوئے۔ وہ اپنے آپ کو ضلی المذہب کہتے تھے لیکن ان کا اعتقاد یہ تھا کہ مسلمان صرف وہ یا ان کے مقلد ہیں۔ یہ جو کہ میں نے اس سے سنا ہے وہ مسلمان ہی نہیں ہیں بلکہ مشرک ہیں اس بناء پر انہوں نے اہل سنت اور علماء اہل سنت کے مل کو جائز رکھا۔

(رد المحتار، ج ۲، ص ۳۱۷، دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۱۹ھ)

۲۸ - بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى ﴿وَنَجْعَلُكُمْ

لِدِينٍ﴾ : ارشاد ہے : اور (قرآن میں) تم اپنا حصہ

یہ رکھتے ہو کہ تم میں کو جھٹلاتے ہو ○ (الواقعة: ۸۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے "رذقکم" کی تفسیر میں فرمایا:

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ شُكْرُكُمْ.

"شکرکم"

سورة الواقعة کی تفسیر میں روایت ہے کہ : "بِذَلِكَ" اللہ کے فضل سے بارش ہو تو تم کو اس کا شکر دینا چاہیے لیکن تم نے اس کو جھٹلاتے ہو اور چاہتے ہو کہ اللہ نے پانی برسایا تم کہتے ہو کہ فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی ہے (اس تفسیر کی وجہ سے اس حدیث کی کتاب الاستسقاء سے متابعت ظاہر ہوگئی)۔

۱۰۳۸ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث

بیان کی انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از صالح

بن کيسان از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود از زید بن خالد

الجہنی انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ میں صبح

کی نماز پڑھائی اس وقت آسمان پر رات کی بارش کا اثر تھا جب

صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ

عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ أَنَّهُ قَالَ

صَلَّى لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ

الصُّبْحِ بِالْحَدَيْبِيَّةِ عَلَى إِثْرِ سَمَاءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلَةِ

فَلَمَّا انْصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْبَلَ
عَنِ النَّاسِ فَقَالَ هَلْ تَذَرُونَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟
قَالُوا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي
مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ فَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللَّهِ
رَبِّنَا فَذَلِكَ مُؤْمِنٌ بِي كَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ وَأَمَّا
مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِوَيْءِ كَذَا وَكَذَا فَذَلِكَ كَافِرٌ بِي
مُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ.

نبی ﷺ مڑ کر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے تو فرمایا: کیا تم جانتے
ہو کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کے
رسول ہی زیادہ جانتے والے ہیں (آپ نے بتایا: اللہ سبحانہ نے
فرمایا: میرے بندوں نے اس حال میں صبح کی کہ بعض مجھ پر ایمان
لانے والے تھے اور بعض میرا کفر کرنے والے تھے سو جنہوں نے
کہا کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے بارش ہوئی وہ مجھ پر
ایمان لانے والے تھے اور ستاروں کا کفر کرنے والے تھے اور
جنہوں نے کہا کہ فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی تو وہ
میرا کفر کرنے والے تھے اور ستاروں پر ایمان لانے والے تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۴۶ میں گزر چکی ہے۔

۲۹ - بَابُ لَا يَذْرَىٰ مَتَىٰ يَجِيءُ
الْمَطَرُ إِلَّا اللَّهُ

اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ
بارش کب آئے گی

چونکہ اس سے پہلے باب میں یہ ذکر کیا تھا کہ بارش صرف اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر سے ہوتی ہے اور ستاروں کا اس میں
کوئی دخل نہیں ہے اس لیے اس باب میں یہ بیان فرمایا کہ اللہ کے سوا کسی کو علم نہیں ہے کہ بارش کب ہوگی۔

وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ خَمْسٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللَّهُ.

اس تعلیق کو سند موصول کے ساتھ امام بیہقی نے صحیح البخاری: ۵۰ میں دیا ہے۔

۱۰۳۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ سَمِعْتُ
سُفْيَانَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِفْتَاحُ الْغَيْبِ
خَمْسٌ لَا يَدْرِي نَهَارُهَا وَلَا لَيْلُهَا وَلَا مَا بَيْنَهُمَا
غَيْبٌ وَلَا يَنْعَمُ أَحَدٌ مَا يَكُونُ فِي الْأَرْضِ وَلَا تَنْعَمُ
نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَذَرِي نَفْسٌ بَابِي أَرْضٍ
تَمُوتُ وَمَا يَذَرِي أَحَدٌ مَتَىٰ يَجِيءُ الْمَطَرُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے
حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از
ابن عمر بن دینار از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: غیب کی پانچ چابیاں ہیں جن کو اللہ
سے سوا کوئی نہیں جانتا کوئی شخص نہیں جانتا کہ کس نے یہ دروازہ اور کوئی
شخص نہیں جانتا کہ ماؤں کے پیٹوں میں کیا ہے اور کوئی شخص نہیں
جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ زمین پر کس
جگہ مرے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ بارش کب ہوگی۔

[اطراف الحدیث: ۳۶۲-۳۶۹-۳۷۰-۳۷۱-۳۷۲]

(جامع السانید لابن جوزی: ۳۵۵۳ مکتبۃ الرشید الریاض: ۱۳۲۶ھ)

اس باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی موافقت اس جملہ میں ہے: غیب کی پانچ چابیاں ہیں جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں

جانتا۔

رہا ماؤں کے پیٹوں میں کیا ہے؟ سو اللہ تعالیٰ اس کے علم کے ساتھ منفرد ہے اس سے قبل کہ وہ رحم میں بچہ کی تخلیق کا حکم دے اور اس کی موت حیات اس کے رزق اس کے عمل اور اس کے اخروی انجام کو لکھنے کا حکم دے پھر اللہ تعالیٰ جس کو چاہے "ما فی الارحام" کا علم عطا فرماتا ہے جس طرح اس فرشتے کو مطلع فرماتا ہے۔

میں کہتا ہوں: آج کل الٹرا ساؤنڈ کے ذریعہ یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ پیٹ میں بچہ مذکور ہے یا مؤنث اور یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ صحت مند ہو گا یا اس میں کوئی مہلک بیماری ہو گی اسی طرح آلات کے ذریعہ یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ بارش کب ہو گی اور محکمہ موسمیات والے پیش گوئی کر دیتے ہیں کہ فلاں دن بارش ہو گی اور یہ پیش گوئی ۷۰ فی صد درست ہوتی ہے اسی طرح آلات رصد یہ سے اس کا بھی علم ہو جاتا ہے کہ دنیا میں کس تاریخ کو کس جگہ اور کس وقت سورج یا چاند گرہن ہو گا اور یہ پیش گوئی ۱۰۰ فی صد درست ہوتی ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کے علم غیب پر اور اس کے ان چیزوں کے علم میں منفرد ہونے پر اعتراض نہیں ہو گا کیونکہ ان کو یہ علم آلات اور اسباب سے ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو جو علم ہے وہ ذاتی ہے اور کسی سبب آلہ اور کسی کی تعلیم کے بغیر ہے اور ان کے علوم میں خطا کا بھی احتمال ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم میں کسی خطا کا احتمال نہیں ہے۔

علامہ ابن رجب حنبلی فرماتے ہیں: اگر "ما فی الارحام" وغیرہ کی اطلاع رسولوں کو دی جائے تو وہ علم یقینی ہے اور اگر رسولوں کے غیر کو ہو مثلاً صدیقین اور صالحین کو ہو تو وہ علم ظنی ہے کیونکہ ان کو بھی کبھی اللہ تعالیٰ ان چیزوں کے علم پر مطلع فرماتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر وفات کا رت آیا تو انہوں نے مجھ سے کہا: تمہارے دو بھائی ہیں اور دو بہنیں ہیں میں نے کہا: میرے دو بھائی تو ہیں: ایک کون سی ہیں؟ حضرت ابو بکر نے کہا: (ان کی بیوی) بنت خارجہ حاملہ ہیں اور میرا گمان ہے کہ ان سے ایک بیٹی پیدا ہوگی ہشام کی روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ نے کہا: میری بہن تو صرف حضرت اسماء ہیں حضرت ابو بکر نے فرمایا: بنت خارجہ حاملہ ہیں اور ان سے لڑکی پیدا ہوگی۔

کل کیا ہو گا اور کون کہاں مرے گا اور بارش کب ہو گی (کل) نعم اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بعض رسولوں کو ان چیزوں کے بعض افراد کا علم عطا فرماتا ہے جیسا کہ: نبی کریم ﷺ کو بہ کثرت غیوب مستقبلہ کا علم عطا فرمایا اور آپ نے ان کی خبریں دیں جس طرح آپ نے امیہ بن خلف کے قتل کی خبر دی اور حضرت سعد بن معاذ نے مکہ میں امیہ کو خبر دی تو امیہ نے کہا: اللہ کی قسم! (سیدنا) محمد (ﷺ) جھوٹ نہیں بولتے اور آپ نے تبوک میں یہ خبر دی کہ آج رات بہت سخت آندھی آئے گی اور اسی طرح ہوا۔ (صحیح البخاری: ۸۱۱۰)

اسی طرح آپ نے اپنے صاحبِ اویٰ یرتقاؤ رضی اللہ عنہ یہ خبر دی کہ آپ کی بیماری میں وصال فرمائیں گے اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میرے حجرہ اور منبر کے درمیان جو جگہ ہے وہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۶۳) نیز آپ نے فرمایا: نبی جس جگہ فوت ہوتا ہے اس جگہ دفن کیا جاتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۶۲۸)

اور اولیاء کرام جو غیب کی خبریں دیتے ہیں وہ قطعی اور یقینی نہیں ہوتیں ظن غالب پر مبنی ہوتی ہیں۔

(فتح الباری لابن رجب ج ۶ ص ۳۳۳-۳۳۲ دار ابن الجوزی ریاض: ۱۳۱۷ھ)

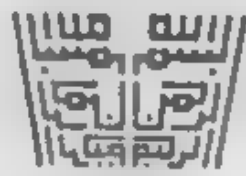
حافظ ابن رجب حنبلی نے نبی ﷺ کی غیب کی خبروں کے متعلق دو تین حدیثیں ذکر کی ہیں ہم نے تبیان القرآن میں نبی ﷺ کے علم قیامت کے متعلق الاعراف: ۱۸۷ کی تفسیر میں پچیس (۲۵) احادیث منسل حوالہ جات کے ساتھ بیان کی ہیں اور نبی ﷺ کی غیب کی خبروں کے متعلق الاعراف: ۱۸۸ کی تفسیر میں اکیاون (۵۱) احادیث منسل حوالہ جات کے ساتھ بیان کی ہیں نیز

آپ کے علم قیامت اور علم ”ما کان وما یکون“ کے متعلق مستند اور مسلم مفسرین، محدثین، ائمہ کرام کے مفصل حوالہ جات دیئے ہیں اور علم غیب کی تحقیق کی ہے۔ قارئین اس بحث کو وہاں ضرور ملاحظہ کریں۔

کتاب الاستسقاء کا اختتام

الحمد لله رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔
 آج گیارہ ربیع الاول ۱۴۲۸ھ / ۳۱ مارچ ۲۰۰۷ء پہ روز ہفتہ ”کتاب الاستسقاء“ مکمل ہوگئی۔ اللہ العزیز! صحیح البخاری کی باقی کتب بھی مکمل کرادینا اور میری اور میرے قارئین اور محبین اور جمیع مسلمین کی مغفرت فرمادینا۔
 ”کتاب الاستسقاء“ میں چالیس احادیث مرفوعہ ہیں جن میں سے نو تعلیقات ہیں باقی احادیث موصولہ ہیں اور اب اس کے بعد ان شاء اللہ العزیز ”کتاب الکسوف“ شروع ہوگی۔





نعمده ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

۱۶۔ کتابُ الْکُسُوفِ

سورج گہن اور چاند گہن کا بیان

”الکسوف“ کا معنی ہے: سورج کو گہن لگنا اور ”الخسوف“ کا معنی ہے: چاند کو گہن لگنا اور مجازاً ایک کا دوسرے پر اطلاق ہو جاتا ہے ان ابواب میں سورج گہن اور چاند گہن کے احکام بیان کیے گئے ہیں۔

سورج گہن لگنے کی نماز کا بیان

۱۔ بَابُ الصَّلَاةِ فِي كُسُوفِ الشَّمْسِ

اس باب میں سورج گہن لگنے کی نماز کا بیان کیا گیا ہے۔ اس کی اصل قرآن مجید میں ہے اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ قرآن میں یہ آیت ہے:

وَمَا نُرْسِلُ بِالْآيَاتِ إِلَّا تَخَوِيفًا (بنی اسرائیل: ۵۹) اور ہم صرف لوگوں کو ڈرانے کے لیے نشانیاں بھیجتے ہیں ○

اللہ تعالیٰ سورج کو گہن لگا کر بندوں کو ڈراتا ہے کہ اس کائنات میں سب سے عظیم مخلوق سورج ہے جب اللہ تعالیٰ ایک آن میں سورج کو بے نور کر دیتا ہے تو وہ انسان کی آنکھوں سے اصرار کا نور اور اس سے ایمان کا نور سلب کرنے پر تو بہت زیادہ قادر ہے تو بندوں کو چاہیے کہ وہ گناہوں کو ترک کرے اللہ تعالیٰ کی عبادت اس کی انت کی طرف رجوع کریں اسی میں ان کی کامیابی ہے۔ سنت سے اس کے ثبوت میں یہ حدیث ہے:

حضرت ابو بکرہ بیان کرتے ہیں کہ جب تم سورج اور چاند گرہن کو دیکھو تو نماز پڑھو۔ (صحیح البخاری: ۱۰۳۰)

اور اجماع امت اس طرح سے کہ امت پر متنبہ رہیں کہ سورج گہن کے وقت نماز پڑھیں جائے۔ اور نے اس کا انکار نہیں کیا۔

یہ نماز سنت ہے واجب نہیں ہے اور اس کی وہی شرائط ہیں جو باقی نمازوں کی ہیں امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک سورج گہن کی نماز میں ایک رکعت میں دو رکوع اور دو سجدے ہیں اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک ایک رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے ہیں اس کی مفصل تحقیق ہم صحیح البخاری: ۷۴۵ میں بیان کر چکے ہیں۔

۱۰۴۰۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ يُونُسَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنَّكَسَفَتِ الشَّمْسُ فَأَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجُرْءٍ امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عوف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از یونس از الحسن از ابی بکرہ انہوں نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے پس سورج کو گہن لگ گیا تو نبی ﷺ اپنے تہبند کو

رَدَاءُهُ حَتَّى دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَدْخَلْنَا فَصَلَّى بِنَا
رَكْعَتَيْنِ حَتَّى انْجَلَبَ الشَّمْسُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْكَسِفَانِ
لِمَوْتِ أَحَدٍ فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فَصَلُّوا وَاذْعُوا حَتَّى
يُكْشَفَ مَا بَيْنَكُمْ

گھینٹتے ہوئے اٹھے آپ مسجد میں داخل ہوئے پس ہم بھی داخل
ہوئے پس آپ نے ہم کو دو رکعت نماز پڑھائی حتیٰ کہ سورج منکشف
ہو گیا پس نبی ﷺ نے فرمایا: بے شک سورج اور چاند کو کسی کی
موت کی وجہ سے گہن نہیں لگتا پس جب تم دونوں کو (گہنایا ہوا)
دیکھو تو نماز پڑھو اور دعا کرو حتیٰ کہ تم پر جو گہن ہے وہ منکشف ہو
جائے۔

[اطراف الحديث: ۱۰۳۸-۱۰۶۲-۱۰۶۳-۵۷۸۵] (سنن نسائی: ۱۳۹۱-۱۳۹۰ 'مسند الزہری: ۳۶۶۰' شرح السنن: ۱۳۸۶-۱۳۸۳ 'سنن بیہقی
ج ۳ ص ۳۳۱ 'معنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۶۸ 'السنن الکبریٰ: ۵۰۰ 'صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۷۴ 'صحیح ابن حبان: ۲۸۴۳ 'مسند الطیالسی: ۸۷۲ 'سنن دار قطنی
ج ۲ ص ۶۳ 'مسند احمد ج ۵ ص ۳۷ طبع قدیم 'مسند احمد: ۲۰۳۹۰- ج ۳ ص ۳۰ 'مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عمر بن عون (۲) خالد بن عبد اللہ الطحان الواسطی (۳) یونس بن عبید (۴) الحسن البصری (۵) حضرت ابو بکر بن نعیم بن ادریس۔
(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۹۰)

اس حدیث کی باب کے ساتھ روایت سب سے پہلے ہے: تم اے نبی ﷺ دیکھو تو نماز:

سورج گرہن کی نماز میں اختلاف فقہاء اور فقہاء احزاب کی

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متونی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت المغیرہ بن شعبہ نے بیان کیا: جس دن حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ (آپ کے صاحب زادے) فوت ہو گئے تو لوگوں نے کہا:
ان کی موت کی وجہ سے سورج کو گہن لگ گیا تب نبی ﷺ نے فرمایا: کہ موت کی وجہ سے سورج کو گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی
وجہ سے۔ (صحیح البخاری: ۱۰۶۰ صحیح مسلم: ۹۱۵)

جمہور علماء کے نزدیک سورج گرہن کی نماز دو رکعت ہے مگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ ہر رکعت میں دو رکعتیں پڑھیں۔
وہ اضافہ ہے جس کا قبول کرنا واجب ہے۔ (دوسری احادیث صحیحہ اس کے خلاف ہیں۔ سعید کی غفرلہ)

فقہاء اہل سنت نے اس کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ سورج گرہن کی نماز میں دو رکعتیں پڑھیں۔ اور کہا ہے کہ سورج گرہن کی نماز میں دو رکعتیں پڑھیں۔
میں حضرت ابو ہریرہ کی روایت مذکور فقہاء اہل سنت کی محبت سے یوں لکھا کہ حدیث میں یہ روایت ہے کہ سورج گرہن کی نماز میں دو رکعتیں پڑھیں۔
میں صرف یہ مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے ہم کو دو رکعت نماز پڑھائی اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ نماز ہی پڑھانی چاہیے حتیٰ کہ
سورج منکشف ہو جائے اگر لوگوں کا یہ گمان ہو کہ عنقریب سورج منکشف ہونے والا ہے اور اس کا نور معمول کے مطابق آنے والا ہے
تب بھی ان کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس نماز میں دو رکعت زیادہ کر دیں (یعنی دو کی جگہ چار پڑھ لیں)۔

نبی ﷺ نے جو فرمایا ہے کہ جب تم سورج کو گہنایا ہو اور دیکھو تو نماز پڑھو اور دعا کرو حتیٰ کہ تم پر جو گہن لگا ہے وہ منکشف ہو جائے
اس سے بعض فقہاء نے یہ استدلال کیا ہے کہ جب تک سورج منکشف نہ ہو جائے اس وقت تک نماز ختم نہیں کرنی چاہیے۔

امام طحاوی نے کہا: اس حدیث میں وارد ہے کہ نماز پڑھو اور دعا کرو حتیٰ کہ سورج کھل جائے اور امام بخاری نے حضرت ابو موسیٰ
سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سورج گرہن اور چاند گرہن کے وقت دعا مانگنے اور استغفار کرنے کا حکم دیا ہے۔ (صحیح)

اجری: ۱۰۵۹) جیسے آپ نے نماز کا حکم دیا ہے پس آپ کا یہ حکم اس پر دلالت کرتا ہے کہ آپ نے سورج گرہن کی نماز کے لیے کسی مخصوص نماز کا ارادہ نہیں کیا، لیکن آپ نے یہ ارادہ کیا کہ مسلمان نماز دعا اور استغفار سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

حضرت ابو بکرؓ نے یہ کہا کہ نبی ﷺ اپنا تہبند گھسیٹتے ہوئے اٹھے اس سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کے دل میں اللہ کا کتنا خوف تھا اور آپ اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کی طرف کتنی سبقت کرتے تھے کیا تم نے نہیں دیکھا کہ نبی ﷺ گھبرائے ہوئے تہبند کو گھسیٹتے ہوئے نماز کی طرف اٹھے تاکہ اللہ کا جو حکم نازل ہوا ہے اس کو بجالانے میں مشغول ہوں اس سے معلوم ہوا کہ تہبند کو گھسیٹنا مطلقاً مذموم نہیں ہے صرف اس شخص کے لیے مذموم ہے جو قصد تہبند کو گھسیٹنے۔

اس حدیث میں زمانہ جاہلیت کے اس عقیدہ کا رد ہے کہ کسی بڑے آدمی کے فوت ہونے سے سورج یا چاند کو گھبراہٹ لگ جاتا ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۹-۲۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

فقہاء احناف کے موقف پر مزید دلائل صحیح البخاری: ۷۴۵ کی شرح میں ملاحظہ فرمائیں خلاصہ یہ ہے کہ جو حدیث عورتوں سے مروی ہے اس میں ایک رکعت میں دو رکوع کا ذکر ہے اور جو حدیث مردوں سے مروی ہے اس میں ایک رکعت میں ایک رکوع کرنے کا ذکر ہے نیز ایک رکعت میں زیادہ رکوع کرنے کی روایت میں اضطراب ہے بعض احادیث میں دو رکوع کرنے کا ذکر ہے بعض میں تین رکوع کرنے کا ذکر ہے اور بعض میں چار رکوع کرے گا۔ اس میں اضطراب ہے اور حدیث مضطرب باقی استدلال نہیں ہوتی ایسی صورت میں اس نماز کو اصل کی طرف لوٹا جائے جیسے بتائے کی زیر بحث حدیث ہے اس میں رکوع کی زیادتی کا ذکر نہیں ہے۔

۱۰۴۱ - حَدَّثَنَا شَهَابُ بْنُ عَبَّادٍ قَالَ حَدَّثَنَا
إِبْرَاهِيمُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ قَيْسٍ قَالَ
سَمِعْتُ أَبَا مَسْعُودٍ يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ
مِّنَ النَّاسِ وَلَكِنَّهُمَا آيَتَانِ مِّنْ آيَاتِ اللَّهِ فَإِذَا
رَأَيْتُمُوهُمَا فَنُفُّوا أَلْفَ تَسْبِيحَةٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں شہاب بن عباد نے
حدیث بیان کی کہ: ہمیں ابراہیم بن حمید نے حدیث
بیان کی کہ اسماعیل بن قیس انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابو مسعود
رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: سورج
اور چاند کو لوگوں میں سے کسی کی موت کی وجہ سے گہن نہیں لگتا لیکن
یہ اللہ کی نشانیاں ہیں۔ ۱۰۰ نشانیاں ہیں۔ جب ان نشانوں کو
دیکھو تو کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔

(امام بخاری: ۱۰۵۷-۱۲۰۴)

(صحیح مسلم: ۹۱۱، رقم الحديث: ۲۰۷۹، سنن نسائی: ۱۳۶۴، سنن ابن ماجہ: ۱۲۶۱)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) شہاب بن عباد الکوفی العبدی (۲) ابراہیم بن عباس الرواسی یہ ۱۷۸ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) اسماعیل بن ابی خالد
(۴) قیس بن ابی حازم (۵) حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمرو بن ثعلبہ الانصاری الخزرجی البدری رضی اللہ عنہ یہ بدر کے رہنے والے تھے لیکن
غزوہ بدر میں حاضر نہیں ہوئے تھے یہ کوفہ میں رہنے لگے تھے اور حضرت علی بن ابی طالب کے دور خلافت میں فوت ہو گئے تھے۔

(عمدة القاری ج ۷ ص ۹۸-۹۷)

قاضی ابوبکر بن العربی التونی ۵۴۳ھ نے کہا ہے کہ نبی ﷺ نے سورج گرہن کی نماز میں چھ چیزوں کا حکم دیا ہے: (۱) اللہ کا

ذکر کرد (۲) دعا کرد (۳) تکبیر پڑھو (۴) نماز پڑھو (۵) صدقہ کرد (۶) غلام آزاد کرو۔

(عارفہ الاحوذی ج ۳ ص ۳۱، دارالکتب العربیہ بیروت ۱۳۱۸ھ)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں آپ نے سورج گہن کے وقت نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ اس حدیث میں یہ بیان فرمایا ہے کہ سورج، درچاند کو گہن لگنے کا سبب کسی کی موت اور حیات نہیں ہے بلکہ یہ صرف اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے جو بندوں کو ڈرانے کے لیے ہے تاکہ وہ گنہگاروں سے باز آئیں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت کریں اور اس میں صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اظہار ہے۔

١٠٤٢ - حَدَّثَنَا أَصْبَغُ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ
أَخْبَرَنِي عُمَرُو عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ حَدَّثَهُ
عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ
كَانَ يُخْبِرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ
الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ
وَلَكِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فَصَلُّوا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اصبح نے حدیث بیان کی 'انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے خبر دی 'انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی از عبد الرحمن بن القاسم ان کو حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ وہ یہ خبر دیتے ہیں کہ نبی شریفؐ نے فرمایا کہ سورج اور چاند کو کسی کی موت کی وجہ سے گھن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے لیکن یہ دونوں اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں پس جب یہ دونوں کو دیکھو تو نماز پڑھو۔

(صحیح مسند: ۹۱۳، ایراد: ۲۰۸۶، سنن: ۱۰۰، جامع الترمذی: ۳۵۱۳، مکتبہ الرشد ریاض: ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اصبح بن الغرج ابو عبد اللہ المصری (۲) عبد اللہ بن وہب المصری (۳) عمرو بن الحارث المصری (۴) عبد الرحمن بن القاسم بن محمد بن ابی بکر اسدیق رضی اللہ عنہ (۵) ان کے مد القاسم (۶) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما - باب ذی النبی - (عمدة القاری ج ۷ ص ۹۹)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ۔ ہر ۔ ۔ ۔ طریق ہے کہ ا ۔ حدیث میں بھی سورج لگھن کے وقت نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۰۴۱ میں گزر چکی ہے۔

١٠٤٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ عَمْرِو بْنِ هَارِثٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَيِّدُ أَبِيهِ عَنْ زَيْدِ بْنِ عِلَاقَةَ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ مَاتَ إِبْرَاهِيمُ فَقَالَ النَّاسُ كَسَفَتِ الشَّمْسُ لِمَوْتِ إِبْرَاهِيمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ فَإِذَا رَأَيْتُمْ فَصَلُّوا وَادْعُوا اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ. [الطواف الحديث: ١٠٦٠-١٠٩٩]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سیدنا ابن محمد نے حدیث بیان کی ہے کہ: ہمیں شمس القاسم نے حدیث بیان کی ہے کہ: ہمیں سیبان ابو معاویہ نے حدیث بیان کی ہے کہ: از زیاد بن علاقہ از حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا جس دن (آپ کے صاحب زادے) حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تھے تو لوگوں نے کہا: حضرت ابراہیم کی موت کی وجہ سے سورج کو گہن لگ گیا تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک سورج اور چاند کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے پس

جب تم (گہن) دیکھو تو نماز پڑھو اور اللہ عزوجل سے دعا کرو۔

(صحیح مسلم: ۹۱۵، المزمع السلسل: ۲۰۸، سنن نسائی: ۱۳۶۱، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۶۹۳، المعجم الکبیر: ۱۰۱۶، ج ۲۰، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۷۱، سنن الکبریٰ للنسائی: ۱۸۳۳، کتاب الدعاء للطبرانی: ۲۲۱۳، صحیح ابن حبان: ۲۸۲۷، سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۱، مسند احمد ج ۳ ص ۲۳۹، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۸۱۷۸، ج ۳۰ ص ۱۱۳، مؤسسة الرسالة، بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ۶۳۰، ملکتہ الرشید ریاض: ۱۳۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ ابو جعفر البخاری المسندی (۲) ہاشم بن القاسم ابو النضر اللیثی الکدانی، خراسانی، یہ بغداد میں رہے اور وہیں یکم ذی القعدہ ۲۰۷ھ میں وفات پائی (۳) شیبان بن معاذ یہ انخوی (۴) زیاد بن علاقہ (۵) حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۹۹)

حضرت ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ کا تذکرہ

حضرت ابراہیم بنی ﷺ کے صاحب زادے ۱۰ھ میں فوت ہو گئے تھے ایک قول ہے: ربیع الاول میں اور ایک قول ہے: رمضان میں اور ایک قول ہے: ذی الحجہ میں ان کی والدہ حضرت ماریہ قطیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں یہ ذی الحجہ ۸ھ میں پیدا ہوئے تھے وفات کے وقت ان کی عمر ۱۸ ماہ تھی یہی مشہور قول ہے۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۱۰۰)

* صحیح البخاری: ۱۰۴۳ اور ۱۰۴۲ کی ۱۱۱ بات ترحیح صحیح مسلم: ۲۰۰۰، ۲۰۱۷، ج ۲ ص ۳۳ پر مذکور ہیں وہاں ان کی شرح نہیں کی گئی البتہ کتاب الکسوف کے شروع میں سورج گہن پر تفصیل مذکور ہے اس کے عنوان پر ملاحظہ ہو۔

① امام ابو حنیفہ کی دلیل ② ائمہ ثلاثہ کی دلیل اور اس کا جواب ③ امام ابو حنیفہ کا سید میں دیر احادیث۔

سورج گہن کے دن صدقہ کرنا

۲۔ بَابُ الصَّدَقَةِ فِي الْكُسُوفِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلم نے حدیث بیان کی از امام مالک از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا تو رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو نماز پڑھائی، پس آپ نے بہت لمبا قیام کیا، پھر رکوع کیا تو بہت لمبا رکوع کیا، پھر آئے۔ نے قیام کیا، پھر قیام کیا، پھر پست قیام سے کم تھا، پھر آپ نے رکوع کیا، پھر لمبا رکوع کیا اور یہ پہلے رکوع سے کم تھا، پھر آپ نے سجدہ کیا، پس لمبا سجدہ کیا، پھر آپ نے دوسری رکعت پہلی رکعت کی مثل پڑھی، پھر آپ مڑے اور سورج منکشف ہو چکا تھا، پھر آپ نے لوگوں کو خطبہ دیا، پس اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی، پھر فرمایا: سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں ان کو نہ کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے، پس جب تم سورج گہن دیکھو تو اللہ سے دعا کرو اور تکبیر پڑھو اور نماز

۱۰۴۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ أَبِي هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَصَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاسِ أَقْدَمَ فَأَقْدَمَ الْقِيَامِ ثُمَّ فَأَطَالَ الرُّكُوعَ، ثُمَّ فَمَ فَأَطَالَ الْقِيَامَ، ثُمَّ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوعَ، وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ سَجَدَ فَأَطَالَ السُّجُودَ، ثُمَّ فَعَلَ فِي الرُّكُوعِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ مَا فَعَلَ فِي الْأُولَى، ثُمَّ انْصَرَفَ، وَقَدْ انْجَلَّتِ الشَّمْسُ، فَخَطَبَ النَّاسَ، فَحَمَدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ لَا يَنْخَفِيَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذَلِكَ فَادْعُوا اللَّهَ، وَكَبِّرُوا وَصَلُّوا

نے لوگوں کو نماز پڑھائی: آپ کھڑے ہوئے تو میں نے آپ کی قراءت کا اندازہ کیا، پس میں نے دیکھا کہ آپ نے سورۃ البقرہ پڑھی، پھر آپ نے دو سجدے کیے، پھر آپ کھڑے ہوئے، پھر آپ نے لمبی قراءت کی، پس میں نے آپ کی قراءت کا اندازہ کیا، پس میں نے دیکھا کہ آپ نے سورۃ آل عمران پڑھی۔ (سنن ابوداؤد: ۱۱۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سورج کو گھن لگ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اور لوگ بھی آپ کے ساتھ تھے آپ نے سورۃ البقرہ کی قراءت کے لگ بھگ طویل قیام کیا پھر آپ نے رکوع کیا اور حدیث پوری کی۔

(صحیح البخاری: ۱۰۵۲، صحیح مسلم: ۹۰۷، سنن نسائی: ۱۳۹۲، سنن ابوداؤد: ۱۱۸۹)

ان احادیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ نے ایک رکعت میں صرف ایک رکوع کیا اور یہی حدیث اصل کے مطابق ہے اور امام ابو حنیفہ کا ان ہی احادیث سے استدلال ہے۔

زنا سے ڈرانا، صدقہ کرنے سے عذاب کا دور ہونا اور کھیل کود کی مذمت

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلان مائیکو قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے سورج گرہن کی نماز کے خطبہ میں فرمایا: اللہ کو اس سے بہت زیادہ غیرت آتی ہے کہ اس کا بندہ زنا کرے یا اس کی بندی زنا کرے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جب اللہ کے خلیفوں میں سے زوں سے نہ کھائیے تو امام ہے کہ وہ لوگوں کو نصیحت کرے اور مسلمانوں کو نیک کاموں کا حکم دے اور ان کو گناہوں سے منع کرے۔ ان کو اللہ کے عذاب سے ڈرائے۔

نبی مکیؐ نے فرمایا: پس جب تم سورج گہن دیکھو تو اللہ سے دعا کرو اور بیس ہزار بار سورہ نمز پڑھو اور صدقہ کرو۔

اس ارشاد میں یہ دلیل ہے کہ صدقہ اور نماز اور استغفار کرنے سے اللہ کا عذاب دور ہوتا ہے کیونکہ تم نے نہیں دیکھا کہ آپ نے عورتوں سے فرمایا تھا: تم صدقہ کی کرو کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ تم میں سے اکثر اہل نارے۔ (صحیح بخاری: ۳۰۴)

آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اگر تم ان چاروں کو نہ اپنے جنوں میں جانو، تو تم ہنستے اور زیادہ روتے۔

اس ارشاد میں یہ دلیل ہے کہ وہ لوگ کھیل و دین میں مستغوس رہتے تھے اسی طرح انصار شروع سے گانے بجانے کے دلدادہ تھے کیونکہ نبی ﷺ نے ایک شادی کے موقع پر فرمایا: کیا تمہارے پاس کوئی کھیل ہے کیونکہ انصار کھیل سے محبت کرتے ہیں۔ (صحیح البخاری)

(۵۱۶۲) یہ اس کی بات ہے کہ کھانا کود کے پیچھے آگے لگنا ہوتا ہے۔ من پر نشانیں سے یاد آتا ہے کہ اس کی تائید حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ آپ نے بتایا کہ باقی کو کھانے پر سب سے پہلے جانے کی دعوت ہے۔ صحیح ابن ماجہ (۵۰۰۰)۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۳۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

علامہ ابن بطال کی یہ عبادت صحابہ کرام کی شان میں بہت سخت معلوم ہوتی ہے انہیں یہ انداز اختیار نہیں کرنا چاہیے تھا۔

* باب مذکور کی یہ حدیث 'شرح صحیح مسلم: ۱۹۹۲ - ج ۲ ص ۷۲ پر مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی، البتہ "کتاب الکسوف" کے شروع میں ص ۱۸ پر یہ عنوان ہے:

① امام ابوحنیفہ کی دلیل ② ائمہ ثلاثہ کی دلیل اور اس کا جواب ③ امام ابوحنیفہ کی تائید میں دیگر احادیث۔

سورج گہن کے دن یہ نداء کرنا

کہ جماعت تیار ہے

٣ - بَابُ النِّدَاءِ بِالصَّلَاةِ

جَامِعَةُ فِي الْكُوفِ

١٠٤٥ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ
صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ سَلَامٍ ابْنُ أَبِي سَلَامٍ
الْحَبَشِيُّ الدِّمَشْقِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ
قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ
الزُّهْرِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى
عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُودِيَ إِنَّ الصَّلَاةَ جَامِعَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن صالح نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں معاویہ بن سلام بن ابی سلام الحبشی الدمشقی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبد الرحمن بن عوف الزہری نے خبر دی، از حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما، انہوں نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا تو یہ نداء کی گئی کہ جماعت تیار ہے۔

(صحیح مسلم: ۹۱۰، الرقم المسلسل: ۲۰۷۸، سنن نسائی: ۱۳۷۸، صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۷۶، شرح الن: ۱۱۳۹، سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۲۳، مسند احمد ج ۲

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسحاق بن منصور ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام اسحاق بن راسخو ہے (۲) یحییٰ بن صالح الوہابی (۳) معاویہ بن سلام بن ابی سلام یہ ۱۶۳ھ میں فوت ہو گئے۔ (۴) یحییٰ بن ابی تیر (۵) سلمہ بن عبد الرحمن (۶) حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۱۰۶)

سورج گہن کی نماز میں اذان اور اقامت نہیں ہے اس میں لوگوں کو جمع کرنے کے لیے صرف یہ نداء کی جاتی ہے: ”الصلوة جامعة“ یا ”جماعت تیار ہے“۔

٤ - بَابُ خُطْبَةِ الْإِمَامِ فِي الْكُفْرِ

وَقَالَتْ عَائِشَةُ وَأَسْمَاءُ خِصْبُ امْرِئٍ مِثْلِي
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

سورج گہن کی نماز میں امام کا خطبہ

اور حضرت عائشہ اور حضرت اسماء نے کہا: نبی ﷺ نے
یا۔

اس تعلیق کی اصل باب: ۱۶ میں آ رہی ہے، جس کا عنوان ہے: سہ رج گہن کے خطبہ میں امام کا کہنا: اما بعد۔

١٠٤٦ - حَدَّثَنَا حَيْثُ بْنُ بِشِيرٍ قَالَ حَدَّثَنَا النَّبِيُّ
عَنْ عَقِيلِ بْنِ أَبِي سَهَابٍ (ح). وَحَدَّثَنِي حَمَّادُ بْنُ
صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنَيْمَةُ قَالَ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنْ ابْنِ
سَهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فِي حَيَاةِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ
فَصَفَّ النَّاسُ وَرَاءَهُ فَكَبَّرَ فَأَقْرَأَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِرَاءَةً طَوِيلَةً ثُمَّ كَبَّرَ فَرَكِعَ رُكُوعًا
طَوِيلًا ثُمَّ قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقَامَ وَلَمْ يَسْجُدْ

اہم بخاری۔ روایت کرتے ہیں: میں یحییٰ بن مکہ نے حدیث
بیہ کی انہوں نے مجھے بتائی۔ حدیث بیہ کی زعقل از
ابن شہاب (ح) اور جسے احمد بن صالح نے حدیث بیان کی انہوں
نے کہا: ہمیں عنبر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یونس
نے حدیث بیان کی از ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے
حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی ﷺ وہ بیان
کرتی ہیں کہ نبی ﷺ کی زندگی میں سورج کو گہن لگ گیا سو نبی
ﷺ مسجد کی طرف لکے پس مسلمانوں نے آپ کے پیچھے صف
بنائی پس آپ نے اللہ اکبر کہا پس رسول اللہ ﷺ نے طویل

وَقَرَأَ قِرَاءَةً طَوِيلَةً هِيَ أَذْنَى مِنَ الْقِرَاءَةِ الْأُولَى ثُمَّ كَبَّرَ وَرَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ أَذْنَى مِنَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ قَالَ فِي الرُّكُوعِ الْآخِرَةِ مِثْلَ ذَلِكَ فَاسْتَكْمَلَ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِي أَرْبَعِ سَجَدَاتٍ وَانْجَلَّتِ الشَّمْسُ قَبْلَ أَنْ يَنْصَرِفَ ثُمَّ قَامَ فَأَتَنِي عَلَى اللَّهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ هُمَا آيَاتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتٍ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فَافْزِعُوا إِلَى الصَّلَاةِ

قراءت کی پھر آپ نے اللہ اکبر کہا پس طویل رکوع کیا پھر آپ نے "سمع الله لمن حمده" کہا پس آپ کھڑے ہو گئے اور سجدہ نہیں کیا اور طویل قراءت کی اور یہ پہلی قراءت سے کم تھی پھر آپ نے اللہ اکبر کہا اور طویل رکوع کیا اور یہ پہلے رکوع سے کم تھا پھر آپ نے "سمع الله لمن حمده ربنا ولك الحمد" کہا پھر سجدہ کیا پھر دوسری رکعت پہلی رکعت کی مثل پڑھی پس چار سجدوں میں چار رکوع مکمل کر دیئے اور آپ کے مڑنے سے پہلے سورج منکشف ہو گیا پھر آپ کھڑے ہوئے اور اللہ کی ایسی حمد و ثناء کی جو اس کے شایان شان ہے پھر فرمایا: یہ اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں ان کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے پس جب تم ان کو دیکھو تو نماز کی پناہ میں آؤ۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۰۴۴ میں گزر چکی ہے۔

وَكَانَ يُحَدِّثُ كَثِيرٌ مِنْ عِبَادِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا كَانَ يُحَدِّثُ أَنَّ الشَّمْسَ خَسَفَتْ بِمِثْلِ حَدِيثِ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ فَقُلْتُ لِعُرْوَةَ إِنَّ أَخَاكَ يَزِدُّ خَسَفَ الشَّمْسِ بِالنَّمْدَيْنِ لَمْ يَزِدْ عَلَى رَكَعَتَيْنِ مِثْلَ صَبْحٍ أَوْ لَيْلٍ أَجَلَ لِأَنَّهُ أَخْطَأَ السَّنَةَ

اور کثیرین عباد نے یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جس دن سورج کو گہن لگ جاتا اس حدیث کی مثل بیان کرتے از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پس میں نے عروہ سے کہا کہ جس دن مدینہ میں گہن لگتا تھا اس دن تمہارے یہ صبح کی نماز کی دو رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے عروہ نے کہا: ہاں! لیکن میں نے سنت میں خطا کی۔

اس قول کے قائل الزہری ہیں اور عروہ کے بھائی حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما ہیں عروہ بن الزبیر کی مراد یہ تھی کہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ سورج گرہن کی نماز میں ہر رکعت میں ایک رکوع کرتے تھے اور عروہ کے نزدیک سنت یہ تھی کہ سورج گرہن کی ہر رکعت میں دو رکوع کرتے تھے لیکن یہ ہے کہ حضرت ابن الزبیر کے مذہب پر تھے۔ اور سورج گرہن کی نماز میں ایک رکعت میں صرف ایک رکوع کرتے تھے جس پر حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے سوچ گہن کی نماز میں بغیر رکوع کے اضافہ کے روایت کیا ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۰۴۰) اور عروہ نے جو اپنے بھائی کو خطا پر قرار دیا ہے اس میں ان کو خطا ہوئی ہے جس طرح دو رکوع کی روایت میں ان کو خطا ہوئی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

عروہ تابعی ہیں اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما صحابی ہیں اور سنت کا حال تابعی کی بہ نسبت صحابی پر زیادہ منکشف ہوتا ہے پھر کیا وجہ ہے کہ عروہ نے کہا: حضرت ابن الزبیر نے سنت میں خطا کی اس کی توجیہ یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن الزبیر تک یہ حدیث نہ پہنچی ہو کہ سورج گرہن کی نماز میں ہر رکعت میں دو رکوع ہوتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۵۶۷ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ) میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کو بھی اس مسئلہ میں خطا ہوئی ہے کیونکہ اصل اور سنت یہی ہے کہ سورج گرہن کی ہر رکعت

میں ایک ہی رکوع ہوتا ہے ایک سے زیادہ رکوع نہیں ہوتا جیسے حضرت ابو بکرہ کی روایت میں ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۰۴۰) اور دیگر متعدد احادیث میں ایک رکوع کی تصریح ہے جیسا کہ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں اور یہی اصل نماز کے طریقہ کے مطابق ہے اور ایک سے زائد رکوع کی روایات متعارض اور مضطرب ہیں کیونکہ ان میں دو رکوع سے لے کر پانچ رکوع تک کرنے کا ذکر ہے۔

۵۔ بَابُ هَلْ يَقُولُ كَسَفَتِ

الشَّمْسُ أَوْ خَسَفَتْ

سورج گہن کے لیے ”کسفت الشمس“ کہا

جائے یا ”خسفت الشمس“ کہا جائے

ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ سورج گہن کے لیے ”کسوف شمس“ کا لفظ آتا ہے اور چاند گہن کے لیے ”خسوف القمر“ کا لفظ آتا ہے لیکن توسعاً اور مجازاً سورج گہن کے لیے ”خسوف“ کا لفظ بھی استعمال کیا جاتا ہے اور چاند گہن کے لیے ”کسوف“ کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى ﴿وَخَسَفَ الْقَمَرُ﴾ (التینہ: ۸)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ”وَخَسَفَ الْقَمَرُ“ (القیامہ: ۸)

(۸) یعنی چاند کو گہن لگ گیا۔

امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ اگرچہ ”کسوف القمر“ کا استعمال بھی جائز ہے لیکن زیادہ فصیح اور عمدہ ”خسوف القمر“ ہے۔

۱۰۴۷ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ أَدْلَ حَدَّثَنَا قَالَ حَدَّثَنِي عَقِيلٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى يَوْمَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ فَكَبَّرَ فَقَرَأَ قِرَاءَةً طَوِيلَةً ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا رَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ وَقَامَ كَمَا هُوَ ثُمَّ قَرَأَ قِرَاءَةً طَوِيلَةً وَهِيَ أَدْنَى مِنَ الْقِرَاءَةِ الْأُولَى ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا ثَلَاثًا وَهِيَ أَدْنَى مِنَ الرُّكُوعِ الْأُولَى ثُمَّ سَجَدَ سَجُودًا ثَلَاثًا فَقَالَ بِي الرِّسْقَةِ الْحَرَّةِ مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ سَلَّمَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ فَخَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ فِي كُسُوفِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ إِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنَ آيَاتِ اللَّهِ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فَافْزَعُوا إِلَى الصَّلَاةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عمرو نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الیث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: عائشہ نے حدیث بیان کی از ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی ﷺ نے ان کو خبر دی کہ جس دن ”خسوف شمس“ ہوا (سورج کو گہن لگا) اس دن آپ نے کھڑے ہو کر اللہ اکبر پڑھا پھر بہت طویل قراءت کی پھر بہت طویل رکوع کیا پھر اپنا سراٹھایا پس پڑھا: ”سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ“ اور اسی طرح کھڑے رہے پھر آپ نے طویل قراءت کی اور یہ پہلی قراءت سے کم تھی پھر آپ نے طویل رکوع کیا اور یہ پہلی رکعت سے کم تھا پھر آپ نے طویل رکعت کی اور یہ پہلی رکعت کی پہلی رکعت کی مثل پڑھی پھر آپ نے سلام پھیر دیا اور اس وقت سورج منکشف ہو چکا تھا پھر آپ نے لوگوں کو خطبہ دیا پس سورج اور چاند کے گہن میں فرمایا: یہ دونوں اللہ کی نشانیوں میں سے نشانیاں ہیں انہیں کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے پس جب تم ان دونوں کو دیکھو تو نماز کی پناہ میں آؤ۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۰۴۳ میں گزر چکی ہے۔

۶۔ بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يُخَوِّفُ اللَّهُ عِبَادَهُ بِالْكَسُوفِ
قَالَ أَبُو مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس تعلیق کی اصل صحیح البخاری: ۱۰۵۹ میں ہے۔

۱۰۴۸۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَاتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتٍ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ وَلَكِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يُخَوِّفُ بِهِمَا عِبَادَهُ . س

وَقَالَ أَبُو عُبَيْدٍ اللَّهِ لَمْ يَذْكُرْ عَبْدُ الْوَارِثِ وَشُعْبَةُ وَخَالِدُ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ وَحَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ يُونُسَ يُخَوِّفُ بِهِمَا عِبَادَهُ! وَتَابَعَهُ أَشْعَثُ عَنِ الْحَسَنِ وَتَابَعَهُ مُوسَى عَنْ مُبَارَكٍ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يُخَوِّفُ بِهِمَا عِبَادَهُ.

۷۔ بَابُ التَّعَوُّذِ مِنْ عَذَابِ

النَّفَرِ فِي الْكَسُوفِ

اس باب میں یہ بیان یا گیا ہے کہ سورج گہن میں عذاب قبر سے پناہ طلب رنی چاہیے۔ نماز میں یا نماز سے فارغ ہونے کے بعد اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورج گہن میں بھی سورج تاریک ہو جاتا ہے اور قبر میں بھی تاریکی ہوتی ہے سو جس طرح سورج کے روشن ہونے کی دعا کی جاتی ہے اسی طرح قبر میں بھی روشنی کی دعا کرنی چاہیے اور اس کے اندھیرے سے پناہ طلب کرنی چاہیے۔

۱۰۴۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عُمَرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عُبَايَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ يَهُودِيَّةً جَاءَتْ تَسْأَلُهَا فَقَالَتْ لَهَا أَعَاذُكَ اللَّهُ مِنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از یحییٰ بن سعید از عمرہ بنت عبد الرحمن از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی ﷺ وہ بیان کرکتی ہیں کہ ان کے پاس ایک یہودی عورت نے آ کر سوال کیا پس آپ سے

نبی ﷺ کا یہ ارشاد کہ اللہ اپنے بندوں کو ”کسوف“ (گہن) سے ڈراتا ہے اس حدیث کو حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے بیان کیا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از یونس از الحسن از حضرت ابی بکرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے نشانیاں ہیں انہیں کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے لیکن اللہ تعالیٰ اس سے اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔

ور ابو عبید اللہ نے کہا: عبد الوارث اور شعبہ اور خالد بن عبد اللہ اور حماد بن مسلمہ نے از یونس ذکر نہیں کیا کہ اللہ ان سے اپنے بندوں کو ڈراتا ہے اور یونس کی متابعت اشعث نے کی ہے از الحسن اور اس کی متابعت یونس نے کی ہے از مبارک از الحسن انہوں نے کہا: مجھے ابوبکرہ نے خبر دی از نبی ﷺ کہ اللہ تعالیٰ ان سے اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔

سورج گہن میں عذاب قبر

سے پناہ مانگنا

عَذَابِ الْقَبْرِ . فَسَأَلَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْعَذَّبُ النَّاسُ فِي قُبُورِهِمْ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَائِذًا بِاللَّهِ مِنْ ذَلِكَ .

کہا: اللہ آپ کو عذابِ قبر سے محفوظ رکھے! پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا: آیا لوگوں کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جائے گا؟ تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے پناہ طلب کرتے ہوئے فرمایا۔

[اطراف الحديث: ۱۰۵۵-۱۲۷۲-۶۳۶۶] (سنن نسائی: ۱۳۹۵-۱۳۷۲ ' سنن کبریٰ: ۲۱۹۴ ' لا جری فی الشریعہ ص ۳۵۹ ' مسند احمد ج ۶ ص ۳۵ طبع قدیم ' مسند احمد: ۲۳۱۷۸- ج ۴۰ ص ۲۰۹ ' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ' جامع المسانید لابن جوزی: ۷۵۰۸ ' مکتبۃ الرشید ریاض ' ۱۳۲۶ھ ' المسند الطحاوی: (۹۳۷۸)

عذابِ قبر کا برحق اور سنگین ہونا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

عذاب قبر برحق ہے اس پر ایمان اور اس کی تصدیق پر اہل سنت کا اجماع ہے اس کا انکار صرف جاہل اور بدعتی کرتا ہے البتہ جس کو اس کا علم نہ ہو وہ گناہ گار نہ ہوگا اور جس نے اس کو سنا اس پر واجب ہے کہ وہ ثقہ علماء سے اس کے متعلق معلوم کر کے اس کی تصدیق کرے اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عذاب قبر بہت سنگین ہے حتیٰ کہ نبی ﷺ نے اس سے پناہ طلب کی۔

مجموعہ انقاری ج ۷ ص ۱۱۳ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت

رسول اللہ ﷺ صبح کے وقت ایک سواری پر سوار ہوئے پھر سورج کو نہیں لک گیا، پھر ہی ﷺ چاشت کے وقت واپس آئے، پھر رسول اللہ ﷺ (ازواج کے) حجرؤں کے درمیان سے گزرے، پھر آپ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے اور مسلمان آپ کے پیچھے مڑے۔ لئے پس آپ نے بہت طویل قیام کیا، پھر آپ نے بہت طویل رکوع کیا، پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا، پھر آپ نے طویل قیام کیا اور یہ پہلے قیام سے کم تھا، پھر آپ نے طویل رکوع کیا اور یہ پہلے رکوع سے کم تھا، پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھا رکعہ کیا، پھر آپ نے کہ ہوا، طویل قیام یہ، طویل رکوع کیا، پھر رکوع سے سر اٹھایا، پھر طویل قیام کیا اور یہ پہلے قیام سے کم تھا، پھر طویل رکوع کیا اور یہ پہلے رکوع سے کم تھا، پھر رکوع سے سر اٹھایا، پس سجدہ کیا اور آپ نماز سے مڑے، پھر جو اللہ نے چاہا، وہ آپ نے کہا، پھر لوگوں کو حکم دیا کہ وہ عذاب قبر سے پناہ طلب کریں۔

١٠٥٠ - ثُمَّ رَكِبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ غَدَاةٍ مَرْكَبًا، فَخَسَفَتِ الشَّمْسُ، فَرَجَعَ ضَحَى، فَمَرَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ ظَهْرَانِي الْحُجَيْرِ، ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي وَفِيهِ النَّاسُ رِثَاءً، فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا، ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا، وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا، وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَفَعَ فَسَجَدَ ثُمَّ قَامَ قِيَامًا طَوِيلًا، وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا، وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَفَعَ فَسَجَدَ ثُمَّ قَامَ قِيَامًا طَوِيلًا، وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا، وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَفَعَ فَسَجَدَ وَانْصَرَفَ، فَقَالَ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَقُولَ، ثُمَّ أَمَرَهُمْ أَنْ يَتَعَوَّذُوا مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ.

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۱۰۴۴ میں گزر چکی ہے۔

نماز کسوف میں طویل سجدہ کرنا

٨ - بَابُ طَوْلِ السَّجُودِ فِي الْكُسُوفِ

۱۰۵۱ - حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ
يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّهُ
قَالَ لَمَّا كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُودِيَ إِنَّ الصَّلَاةَ جَامِعَةٌ
فَرَكَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكَعَتَيْنِ فِي سَجْدَةٍ
ثُمَّ قَامَ فَرَكَعَ رَكَعَتَيْنِ فِي سَجْدَةٍ ثُمَّ جَلَسَ ثُمَّ جَلَسَ
عَنِ الشَّمْسِ. قَالَ وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى
عَنْهَا مَا سَجَدْتُ سَجُودًا قَطُّ كَانَ أَطْوَلَ مِنْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث
بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از
ابی سلمہ از عبد اللہ بن عمرو انہوں نے بیان کیا: جب رسول اللہ ﷺ
کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا تو یہ نداء کی گئی کہ نماز تیار ہے پھر
نبی ﷺ نے ایک سجدہ کے ساتھ دو رکوع کیے پھر آپ کھڑے
ہوئے پھر ایک سجدہ کے ساتھ دو رکوع کیے پھر آپ بیٹھ گئے پھر
سورج منکشف ہو گیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: میں نے اس
سے پہلے کبھی اتنا طویل سجدہ نہیں کیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۰۴۵ میں گزر چکی ہے۔

۹۔ بَابُ صَلَاةِ الْكُسُوفِ جَمَاعَةً

سورج گرہن کی نماز کو جماعت کے ساتھ پڑھنا

امام بخاری نے اس عنوان سے یہ اشارہ کیا ہے کہ سورج گرہن کی نماز کو جماعت کے ساتھ پڑھنا سنت ہے۔

ایک رکعت میں ایک رکوع کرنے کے متعلق مزید احادیث

علامہ ابوالعالی برہان الدین سود بن سدر شریعہ ابن مازہ: تاریخ سنو ۶۱۶ھ میں: ۱۰۴۵

اس پر اجماع ہے کہ سورج گرہن کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی جاتی ہے۔ اس میں ادائیگی کے طریقہ میں اختلاف ہے
ہمارے علماء رحمہم اللہ نے یہ کہا ہے کہ دو رکعت نماز پڑھیں ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے کریں جس طرح باقی نمازیں پڑھی
جاتی ہیں خواہ اس نماز کو طویل دیں یا مختصر کے ساتھ پڑھیں۔ جو سورت ان کے ساتھ پڑھیں اس میں قرآن مجید کی کسی سورت
کا پڑھنا معین نہیں ہے پھر دعائیں گئیں حتیٰ کہ سورج منکشف ہو جائے۔

نماز کسوف دو رکعت پڑھنے پر ہماری دلیل حسب ذیل احادیث ہیں

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا پس رسول اللہ ﷺ نے
اتنا طویل کیا کہ لگتا تھا کہ آپ رکوع نہیں کریں پھر آپ نے رکوع کیا اور اتنا طویل رکوع کیا کہ لگتا تھا کہ یہ رکوع سے سر
نہیں اٹھائیں گے پھر آپ اتنا رکھڑے رہے کہ ساتھ آپ سجدہ نہ کریں گے پھر آپ نے اتنا طویل کیا کہ لگتا تھا
کہ آپ سجدہ سے سر نہیں اٹھائیں گے پھر آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا اور پہلی رکعت کی طرح دوسری رکعت پر بھی سجدہ میں
آپ نے سر آہ لی اور اف اف کہا پھر دعا کی کہ اے میرے رب! کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا کہ تو ان کو اس وقت عذاب نہیں
دے گا جب تک میں ان میں ہوں! کیا تو نے مجھ سے یہ وعدہ نہیں کیا کہ تو ان کو اس وقت عذاب نہیں دے گا جب وہ استغفار کر رہے
ہوں پھر رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہو گئے اور اس وقت سورج منکشف ہو چکا تھا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۱۹۳، سنن نسائی: ۱۸۶۷-۱۳۸۱)

حضرت النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے عہد میں سورج کو گہن لگا پس آپ دو رکعت نماز پڑھ رہے

تھے اور اللہ سے دعا کر رہے تھے حتیٰ کہ سورج منکشف ہو گیا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۱۹۳، سنن نسائی: ۱۳۸۳، سنن ابن ماجہ: ۱۲۶۲)

امام ابوداؤد نے بھی اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ اس میں ایک رکوع ہے اور وجہ استدلال یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ

ذکر نہیں ہے کہ آپ نے ایک رکعت میں دو رکوع کیے۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت میں اور انصار کا ایک لڑکا نشانہ لگانے کی مشق کر رہے تھے اس وقت دیکھنے والے کی نظر میں سورج افق سے دو یا تین نیزے پر تھا اور اس وقت سورج سیاہ پڑ چکا تھا حتیٰ کہ وہ سیاہی مائل پودے کی طرح ہو گیا، پس ہم میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: چلو! مسجد کی طرف چلیں! پس اللہ کی قسم! سورج کی اس نئی حالت کی ضرور رسول اللہ ﷺ کی امت میں کوئی نہ کوئی بات ہوگی (یعنی امت کے لیے کوئی نیا شرعی حکم ہوگا)۔ پس ہم گئے تو رسول اللہ ﷺ ظاہر تھے پس آپ نے آگے کھڑے ہو کر نماز پڑھائی، پس آپ نے ہمارے ساتھ اتنا طویل قیام کیا کہ کسی نماز میں آپ نے اتنا طویل قیام نہیں کیا تھا، ہم آپ کی آواز نہیں سن رہے تھے پھر آپ نے ہمارے ساتھ اتنا لمبا رکوع کیا کہ کسی نماز میں ہمارے ساتھ اتنا لمبا رکوع نہیں کیا تھا، ہم آپ کی آواز نہیں سن رہے تھے پھر آپ نے بہت طویل سجدہ کیا، اتنا طویل سجدہ آپ نے کبھی ہمارے ساتھ نہیں کیا تھا اور ہم آپ کی آواز نہیں سن رہے تھے پھر آپ نے اسی کی مثل دوسری رکعت پڑھی، پھر جب آپ دوسری رکعت میں بیٹھے ہوئے تھے اسی وقت سورج منکشف ہو گیا، پھر آپ سلام پھیر کر کھڑے ہو گئے، پس اللہ کی حمد و ثناء کی اور یہ شہادت دی کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور یہ شہادت دی کہ آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

(سنن ابوداؤد: ۱۱۸۳، سنن ترمذی: ۵۶۲، سنن نسائی: ۱۳۸۳، سنن ابن ماجہ: ۱۲۶۳)

حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس سے جو ایک رکعت میں ۱۰ رکوع کی احادیث مروی ہیں ان کے جوابات

حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جو ایک رکعت میں دو رکوع کی احادیث مروی ہیں ان کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ نے ایک رکعت میں سورۃ دو رکوع کیے ہیں نہ کہ تین، کیونکہ اس نماز میں سورۃ دو رکوع نبی ﷺ کے قریب کر دی گئی اور اس نماز میں آپ اپنے ہاتھ سے کسی چیز سے بچ رہے تھے اور آگے ہو رہے تھے اور پیچھے ہٹ رہے تھے اور ان نمازوں میں آپ نے کئی بار کہا: اف اف اور کہا: کیا تو مجھ سے وعدہ نہیں کرتا کہ جب میں اس کے میان ہوں تو تو ان کو عذاب نہیں دے گا، اور جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: دو رکوع میرے قریب کر دی گئی کہ میں اپنے ہاتھ سے اس کی چنگاریوں سے بچ رہا تھا اور جنت میرے قریب کر دی گئی کہ میں اس کے تلواروں کو نہ چاہتا تو۔ لیتا اور ایک روایت میں ہے کہ اگر میں اس کے خوشوں کو توڑتا چاہتا تو توڑ لیتا۔ (صحیح ابن خزیمہ ج ۲ ص ۳۲۲، صحیح ابن حبان ج ۷ ص ۷۹، سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۵۲، سنن ابوداؤد: ۱۱۹۳)

اور اب آپ کے دو رکوع قریب کر دی گئی تو آپ نے گم کر رکوع سے سراٹھایا اور آپ کا رکوع سے سورۃ تھا، چنانچہ سورۃ نہیں پڑھی، جب آپ سے سورۃ پڑھائی گئی تو آپ نے دونوں طرف لوٹ گئے، یہ پاب رکوع کی وجہ سے ہے کہ وہ کی پوری ہو جائے نہ یہ جہتھی۔ آپ دوسرا رکوع کیا تھا اور آپ نے یہ قیام میں صرف ایک ہی رکوع کیا تھا جیسا کہ ان نمازوں میں معروف ہے۔

اور اس کی مثال یہ ہے کہ جو شخص اپنی نماز کے رکوع میں ہو، پھر اس کو یاد آئے کہ اس نے رکوع سے پہلے سجدہ تلاوت کرنا ہے تو وہ رکوع سے سراٹھائے اور سجدہ میں گر جائے، پھر دوبارہ رکوع پورا کرنے کے لیے رکوع کی طرف لوٹے تو یہ اس کی نماز میں دوسرا رکوع نہیں ہوگا۔

شمس المائمہ المحلوئی نے کہا ہے کہ استاذ ابو علی النسفی نے دوسرا جواب دیا ہے اور وہی معتمد ہے اور وہ یہ ہے کہ نبی ﷺ نے اس نماز میں بہت طویل رکوع کیا تھا، پس بعض نمازی تھک گئے اور انہوں نے اپنا سر ادا پڑاٹھایا تو ان سے پیچھے نمازیوں نے یہ گمان کیا کہ نبی ﷺ نے رکوع سے سراٹھایا ہے تو انہوں نے اپنے سروں کو ادا پڑاٹھایا، پھر پہلی صف والے نبی ﷺ کی اتباع میں رکوع کی

طرف لوٹ گئے اور ان کے پیچھے نمازی بھی ان کی اتباع میں رکوع کی طرف لوٹ گئے اور دوسرے نمازیوں نے یہ گمان کیا کہ آپ نے ایک رکعت میں دو رکوع کیے ہیں اور اس قسم کا اشتباہ ان لوگوں کو ہو جاتا ہے جو آخری صف میں ہوتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آخری صف میں نماز پڑھ رہی تھیں اور اس وقت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بھی بچوں کے ساتھ آخری صف میں تھے لہذا ان دونوں نے اسی کو نقل کیا جو ان کے نزدیک واقع ہوا تھا اور اگر یہ صحیح ہوتا تو یہ ایسا امر ہوتا جو نماز کے معروف طریقہ کے خلاف تھا پھر اس کو بڑے بڑے صحابہ بھی نقل کرتے جو رسول اللہ ﷺ کے قریب کھڑے ہو کر اگلی صفوں میں نماز پڑھتے تھے اور جب بڑے بڑے صحابہ نے ایک رکعت میں دو رکوع کرنے کو روایت نہیں کیا تو معلوم ہو گیا کہ صحیح وہی ہے جس کو حضرت ابو بکرہ اور دوسرے کبار صحابہ نے نقل کیا ہے۔

نماز کسوف کو جماعت کے ساتھ صرف وہی امام پڑھائے جو جمعہ کی نماز پڑھاتا ہے۔

(المحیط البرہانی ج ۳ ص ۱۸-۱۵، مجمع البکس العلمی بیروت ۱۴۲۳ھ)

وَصَلَّى ابْنُ عَبَّاسٍ لَهُمْ فِي صَفَةِ زَمْرٍ.

حضور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو زمزم کے چبوترے میں سورج گہن کی نماز پڑھائی۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ طاووس سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا تو انہوں نے زمزم کے چبوترے پر دو رکعت نماز پڑھ کر ہر رکعت میں چار رکعت پڑھیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۳۹۳، مجلس علمی بیروت ۸۳۰۷، دار الکتب العلمیہ بیروت)

وَجَمَعَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ وَصَلَّى ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا.

اور علی بن عبد اللہ بن عباس نے سورج گہن کی نماز پڑھنے کے لیے جمع کیا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی۔

علامہ بخاری نے کہا ہے کہ امام ابن ابی شیبہ نے اس حدیث کی معنی روایت کی ہے۔ امام بخاری نے ان دونوں اثرات سے یہ استدلال کیا ہے کہ سورج گہن کی نماز جماعت کے ساتھ ہوتی ہے۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۱۱۸)

۱۰۵۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: إِذَا اخْسَفَتِ الشَّمْسُ غَسِيَتْ حَبِيبَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَصَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا، نَحْوًا مِنْ قِرَاءَةِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا، ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا، وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا، وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ سَجَدَ، ثُمَّ قَامَ قِيَامًا طَوِيلًا، وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا، وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَفَعَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلم نے حدیث بیان کی کہ امام مالک، زید بن اسلم، عمرو بن یسار از حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا پس رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی سو آپ نے سورۃ البقرہ کی قراءت کے لگ بھگ قیام کیا پھر آپ نے طویل رکوع کیا پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا پس طویل قیام کیا اور یہ پہلے قیام سے کم تھا پھر آپ نے طویل رکوع کیا اور یہ پہلے رکوع سے کم تھا پھر سجدہ کیا پھر طویل قیام کیا اور یہ پہلے قیام سے کم تھا پھر آپ نے طویل رکوع کیا اور یہ پہلے رکوع سے کم تھا پھر آپ نے طویل رکوع سے سر اٹھایا پھر آپ نے طویل

فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا، وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا، وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ سَجَدَ، ثُمَّ انْصَرَفَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ، فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمُ ذَلِكَ فَاذْكُرُوا اللَّهَ. قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ رَأَيْنَاكَ تَسَاوَلْتَ شَيْئًا فِي مَقَامِكَ، ثُمَّ رَأَيْنَاكَ كَعَكْفَتٍ؟ قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي رَأَيْتُ الْجَنَّةَ فَتَنَاوَلْتُ عُشْقُودًا، وَلَوْ أَصْبَنُهُ لَا كَلْتُمُ مِنْهُ مَا بَقِيََتِ الدُّنْيَا، وَأُرَيْتُ النَّارَ فَلَمْ أَرِ مَنْظَرًا كَمَا لِيَوْمٍ قَطُّ أَفْطَحَ، وَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ. قَالُوا بِمَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ بِكُفْرِهِنَّ. قِيلَ يَكْفُرْنَ بِاللَّهِ؟ قَالَ يَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ، وَيَكْفُرْنَ الْإِخْوَانَ، وَخَسَنَ إِلَيَّ إِحْدَاهُنَّ الدَّهْرَ كُلَّهُ، ثُمَّ رَأَتْ مِنْكَ شَيْئًا، قَالَتْ مَا رَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ.

قیام کیا اور یہ پہلے قیام سے کم تھا پھر آپ نے لمبا رکوع کیا اور یہ پہلے رکوع سے کم تھا پھر آپ نے سجدہ کیا پھر آپ لوگوں کی طرف مڑے اور اس وقت سورج منکشف ہو چکا تھا پس آپ ﷺ نے فرمایا: سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں ان کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے پس جب تم اس کو دیکھو تو اللہ کو یاد کرو صبح نے کہا: یا رسول اللہ! ہم نے آپ کو دیکھا ہے کہ آپ نے اپنی جگہ پر کھڑے ہوئے کسی چیز کو پکڑا ہے پھر ہم نے آپ کو پیچھے ہٹتے ہوئے دیکھا آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے جنت کو دیکھا پس میں نے ایک خوشہ کو پکڑا اگر میں اس کو لے لیتا تو تم اس کو جب تک دنیا باقی رہتی کھاتے رہتے اور مجھے دوزخ دکھائی گئی اور میں نے آج جیسا قبیح منظر کبھی نہیں دیکھا اور میں نے دوزخ والوں میں اکثر عورتوں کو دیکھا صبح نے پوچھا: وہ کیوں؟ یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: ان کے کفر کی وجہ سے کیا کہ وہ ۔۔۔ تھک کر رہ گئی ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ خاوند کی ناسبری کرتی ہیں اور اس کی نیکی کا انکار کرتی ہیں اگر تم ان میں سے کسی ایک کے ساتھ تمام عمر میں نیکی کرتے رہو پھر وہ کبھی تم سے تمنا نہ کرے گی: میں نے تم سے کبھی کوئی اچھائی نہیں دیکھی۔

یہ حدیث صحیح البخاری: ۷۴۸-۷۴۹ اور ۲۹ میں بھی گزر چلی ہے۔

نبی ﷺ نے نماز کسوف میں سزا قراءت کی یا جہراً

علامہ: والد محمد بن احمد بن حنبل: ۸۵۵ ج ۱ ص ۱۰۱

اس حدیث میں مذکور ہے: آپ نے سورۃ البقرہ کے لگ بھگ قیام کیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس جملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ اس نماز میں سزا (آہستہ) قراءت کر رہے تھے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ جہراً قراءت کر رہے ہوں لیکن چونکہ حضرت ابن عباس کم عمر ہونے کی وجہ سے آخری صف میں تھے اس لیے آپ کو آواز نہیں پہنچ رہی تھی۔

اس کی تحقیق کہ نبی ﷺ نے نماز کسوف میں عین جنت کو دیکھا تھا یا اس کی مثال اور تصویر کو؟

اس حدیث میں ذکر ہے: آپ نے فرمایا: میں نے جنت کو دیکھا۔

بہ ظاہر اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ آپ نے اپنی آنکھوں سے جنت کو دیکھا یعنی آپ کے اور جنت کے درمیان جو حجابات تھے اللہ تعالیٰ نے ان حجابات کو اٹھا دیا اور آپ کے اور جنت کے درمیان جو مسافت تھی اس کو لپیٹ دیا حتیٰ کہ آپ کے لیے جنت ۔۔۔

خوشہ کو پکڑنا ممکن ہو گیا اس کی تائید حضرت اسماء کی اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں نبی ﷺ کا یہ ارشاد ہے: جنت میرے قریب ہو گئی حتیٰ کہ اگر میں جرات کرتا تو میں تمہارے پاس جنت کے خوشوں میں سے ایک خوشہ لے آتا۔ (صحیح البخاری: ۷۴۵) نیز آپ کا ارشاد ہے: مجھے جنت دکھائی گئی پس میں نے اس کا خوشہ پکڑا اور اگر میں اس کو لے آتا تو تم اس کو اس وقت تک کھاتے رہتے جب تک دنیا باقی رہتی۔ (صحیح البخاری: ۷۴۸)

بعض علماء نے اس حدیث کو اس پر محمول کیا ہے کہ جنت کی مثال قبلہ کی دیوار میں ثبت کر دی گئی تھی جس طرح آئینہ میں کسی چیز کی صورت ثبت ہوتی ہے پس آپ نے تمام چیزوں کو اس دیوار میں دیکھ لیا۔ ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

مجھ پر ابھی اس دیوار کی چوڑائی میں جنت اور دوزخ کو پیش کیا گیا۔ (صحیح البخاری: ۵۴۰) نیز آپ کا ارشاد ہے: ابھی جب میں نے تم کو نماز پڑھائی ہے تو میں نے ضرور جنت اور دوزخ کو دیکھا ان کی مثالیں اس قبلہ کی دیوار میں ثبت کر دی گئی تھیں پس میں نے آج کی طرح خیر اور شر کو نہیں دیکھا یہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔ (صحیح البخاری: ۷۴۹)

ایک حدیث میں اس طرح فرمایا: بے شک میرے لیے جنت اور دوزخ کی تصویر بنادی گئی پس میں نے ان دونوں کو اس دیوار میں دیکھا۔ (صحیح مسلم۔ فضائل: ۱۳۷، رقم بلا تکرار: ۲۳۵۹، رقم السلسل: ۶۰۰۸)

اگر اس پر یہ اعتراض کیا جائے کہ صورت تو آئینہ کی طرح شفاف اجسام میں منطبق اور مرسم (قائم) ہوتی ہے جب کہ دیوار ایسی نہیں ہوتی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک: مدت اس طرح ہے۔ واقعہ۔ سو عادت۔ آپ کا معجزہ تھا علاوہ ازیں یہ ایک اور قصہ ہے جو ظہر کی نماز میں پیش آیا تھا اور اس باب کی حدیث: ۱۰۵۲ میں جو مذکور ہے وہ صحیح کی نماز میں پیش آیا تھا یعنی آپ نے جنت کی مثال اور تصویر کو ظہر کی نماز میں دیکھا اور عین جنت و سورج لہن کی ماریں دیکھا۔

نیز میں کہتا ہوں کہ صحیح البخاری: ۷۴۸۔ ۷۴۵ اور ۱۰۵۲ میں سورج گہن کی نماز کا ذکر ہے اور ان میں یہ تصریح ہے کہ آپ نے جنت کے خوشوں میں سے ایک خوشہ کو پکڑے گا اور اس کا ارشاد: اور خوشہ کی تصویر اور مثال و یہ تو کوئی اس کو پکڑنے کے لیے ہاتھ نہیں بڑھاتا اور اس میں مذکور ہے کہ آپ دوزخ کو بھیہ کرے۔ اور دوزخ کی تصویر دیکھ کر توئی اس سے پیچھے نہیں ہٹتا اس سے معلوم ہوا کہ ان احادیث میں جو جنت اور دوزخ کو دیکھنے کا ذکر ہے تو اس سے قطعی طور پر یہی مراد ہے کہ آپ نے عین جنت اور دوزخ کو دیکھا۔ (سعیدی غفرلہ)

علامہ عینی مات جس کہ جنت کی مثال اس کی تصویر دیکھتا ہے واقعہ دوسری: ظہر کی نماز میں پیش آیا تھا۔ اس میں کوئی مانع نہیں ہے کہ آپ نے دو جنت دیکھا۔ ہاں وہ ایک بار عین جنت دیکھا۔ دوسری بار جنت کی مثال اور تصویر دیکھا۔

(عمدة القاری ج ۷ ص ۱۱۹ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے بھی اس حدیث کی شرح میں بعینہ یہی تقریر کی ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۵۷۲ دار المعرفہ بیروت)

جنت کو دیکھنے کی توجیہ اور جنت کا طعام نہ لانے کی وجوہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متونی ۳۳۹ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے فرمایا: میں نے جنت اور دوزخ کو دیکھا۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کے سامنے جنت اور دوزخ کی مثال رکھ دی گئی ہو اور آپ نے اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو جیسے معراج کے موقع پر جب کفار نے آپ کی تکذیب کی تو آپ کے سامنے بیت المقدس کی مثال رکھ دی گئی تھی آپ اس کو دیکھ دیکھ کر

مکفار کو بیت المقدس کی نشانیوں کی خبر دے رہے تھے۔ حدیث میں ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب قریش نے میری تکذیب کی تو میں حطیم میں کھڑا ہو گیا، پس اللہ تعالیٰ نے میرے لیے بیت المقدس کو منکشف کر دیا، پس میں بیت المقدس کو دیکھ دیکھ کر ان کو اس کی نشانیوں کی خبر دے رہا تھا۔ (صحیح البخاری: ۳۸۸۶، صحیح مسلم: ۱۷۰، سنن ترمذی: ۳۱۳۳، مسند احمد ج ۳ ص ۷۷، مصنف عبد الرزاق: ۹۷۱۹)

میں کہتا ہوں کہ صحیح یہ ہے کہ نبی ﷺ نے جنت کی مثال کو بھی دیکھا ہے اور عین جنت کو بھی دیکھا ہے۔
نبی ﷺ کا ارشاد ہے: پس میں نے ایک خوشہ پکڑا اگر میں اس کو لے آتا تو تم اس کو اس وقت تک کھاتے رہتے جب تک دنیا قائم رہتی۔

یہ حدیث اس طرح ہے جس طرح آپ نے فرمایا: اگر میرے بعد نبی ہوتا تو ضرور عمر نبی ہوتے۔

(سنن ترمذی: ۳۶۸۶، مسند احمد ج ۳ ص ۱۵۴)

اور آپ کے بعد نبی کا ہونا ممکن نہیں ہے، اسی طرح حضرت عمر کا نبی ہونا بھی ممکن نہیں ہے۔
 اور اگر نبی مثلاً پیغمبر اس خوشہ کو لے آتے تو آپ اس کو دنیا میں نہ کھاتے کیونکہ جنت کا طعام ہمیشہ باقی رہتا ہے فنا نہیں ہوتا اور یہ ممکن نہیں ہے کہ دارالبقاء کی کوئی چیز دارالفناء میں ہو اور اللہ تعالیٰ نے یہ مقدر کر دیا ہے کہ دنیا میں رزق صرف مشقت اور تھکاوٹ سے حاصل ہوتا ہے اور اللہ کے کلام میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ لہذا بندوں سے اللہ تعالیٰ کا طعام کا بندوبست۔ لوگوں میں شوق پیدا کیا ہے اور ان سے یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ طعام بندوں کے اعمال صالحہ کی جزاء میں ان کو جنت میں ملے گا اور ان سے زائد نہیں ہے اس لیے بندوں کو دنیا میں اس طعام کا ملنا ممکن نہیں ہے۔ (شرح ابن بطل ج ۳ ص ۴۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

علامہ شہاب الدین احمد القسطلانی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

نبی مصلیٰ علیہ السلام نے فرمایا: بے شک میں نے جنت کو دیکھا۔

اس کا معنی یہ ہے کہ آپ نے اپنی آنکھوں سے جنت کو دیکھا، سو آپ سے حقیقتاً جنت کو دیکھا اور آپ کے لیے جنت کی مسافت کو پیمت دیا گیا تھا، جیسے بیت المقدس کی مسافت کو پیمت دیا گیا تھا، جب آپ نے بیت المقدس کو دیکھ کر قریش کو اس کی نشانیاں بتائیں۔

جنت کے خونہ ور بہن دنیا تک کھاتے رہنے کی توجہ یہ ہے کہ جنت کے پھلوں کو سب کھایا جاتا ہے تو ایک پھل کھاتے ہی اس کی جگہ دوسرا پھل پیدا ہو جاتا ہے۔ سب اہل جنت نے جنت کو نہ دیکھا ہے نہ سنا ہے۔ یہ وجہ یاں ہے۔ صحابہ جنت بالغیب (ہن دیکھے) ایمان تھا اُردوہ جنت کے خوشہ کو دیکھ لیتے اور اس کو کھا لیتے تو ان کا اس پر ایمان بالغیب نہ رہتا۔

(ارشاد الساری ج ۳ ص ۱۰۳ دار الفکر بیروت ۱۳۲۱ھ)

سورج گہن کی نماز کو عورتوں کا

مردوں کے ساتھ پڑھنا

١٠ - بَابُ صَلَوةِ النِّسَاءِ مَعَ

الرَّجَالِ فِي الْكُفُوفِ

عورتوں کے مردوں کے ساتھ نمازِ کسوف پڑھنے میں مذاہبِ فقہاء

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس عنوان سے ان فقہاء کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے جو مردوں کے ساتھ عورتوں کے نزدیک کسوف پڑھنے کو منع

کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ عورتیں الگ الگ نماز کسوف پڑھیں یہ قول ثوری اور بعض کوفیین سے منقول ہے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۵۷۳ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اگر حافظ ابن حجر نے کوفیین سے امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کا ارادہ کیا ہے تو ان کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کیونکہ امام ابو حنیفہ نماز کسوف بوزھی عورتوں کو جماعت کے ساتھ پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ وہ مردوں کے پیچھے کھڑی ہوں اور امام ابو یوسف اور امام محمد یہ کہتے ہیں کہ عورتیں تمام نمازوں میں جائیں کیونکہ سورج گہن مکی مصیبت سب کو شامل ہے اور توضیح میں مذکور ہے کہ امام مالک اور فقہاء کوفہ نے بوزھی عورتوں کو اجازت دی ہے اور جو ان عورتوں کو منع کیا ہے اور امام شافعی نے کہا ہے کہ جو عورتیں بناؤ سنگھار نہ کریں وہ جماعت کے ساتھ نماز کسوف پڑھنے جائیں اور جو عورتیں بناؤ سنگھار کرتی ہوں وہ اپنے گھروں میں نماز کسوف پڑھیں۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۱۲۳ دار اسباب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ہشام بن عروہ از زوجہ خود فاطمہ بنت المنذر از حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے بیان کیا: جب سورج کو گہن مگ گیا تو میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی اس وقت لوگ کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور حضرت عائشہ بھی کھڑی ہوئی نماز پڑھ رہی تھیں میں نے پوچھا کہ لوگوں کو کیا ہوا ہے؟ حضرت عائشہ نے اپنے ہاتھ سے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور کہا: سبحان! میں نے پوچھا: یہ کیا نشانی ہے؟ حضرت عائشہ نے اشارہ کیا: ہاں! حضرت اسماء نے کہا: میں کھڑی رہی حتیٰ کہ مجھ پر بے ہوشی طاری ہو گئی پھر میں اپنے سر کے اوپر پانی ڈالنے لگی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے لوگوں کی طرف مڑے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمد اور ثناء کی پھر فرمایا: میں نے جس چیز کو پسند کیا وہی تمہارا پسند ہے میں نے اپنی اس جگہ کو پسند کیا ہے جہاں جنت اور دوزخ کو بھی دیکھ لیا ہے اور میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ عنقریب قبروں میں تمہاری آزمائش کی جائے گی جو دجال کے فتنہ کی مثل یا قریب ہوگی۔ (راوی نے کہا: مجھے پتا نہیں کہ حضرت اسماء نے کیا کہا تھا) تم میں سے کسی ایک کے پاس (فرشتہ) کو لایا جائے گا پھر اس سے کہا جائے گا: اس شخص (کریم) کے متعلق تمہیں کیا علم ہے؟ پس رہا مؤمن یا یقین کرنے والا (راوی نے کہا: مجھے پتا نہیں حضرت اسماء

۱۰۵۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أُمِّهِ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهَا قَالَتْ أَتَيْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فَإِذَا النَّاسُ قِيَامٌ يُصَلُّونَ وَإِذَا هِيَ قَائِمَةٌ تُصَلِّيُ فَقُلْتُ مَا لِلنَّاسِ؟ فَأَشَارَتْ بِيَدِهَا إِلَى السَّمَاءِ وَقَالَتْ مُبَحَّانَ اللَّهُ فَقُلْتُ آيَةٌ؟ فَأَشَارَتْ أَيْضًا إِلَى السَّمَاءِ قَالَتْ فَفُتِمْتُ حَتَّى تَجَلَّيَنِي الْغُصْنُ فَجَعَلَتْ أَعْتِدُ فَوْقَ رَأْسِي الْمَاءَ فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَمِدَ اللَّهُ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ مَا مِنْ شَيْءٍ كُنْتُ لَمْ أَرَهُ قَدْ آتَيْتُ فِي مَقَاسِي هَذَا حَتَّى الْخَبَرُ وَالنَّارُ وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ لَيُفْتَنَنَّ بَنِي السَّيْرِ مِنْ أَوْ قَرِيبًا مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَالِ لَا أَدْرِي أَيَّتُهُمَا قَالَتْ أَسْمَاءُ يُؤْتَنِي أَحَدُكُمْ فَيَقَالُ لَهُ مَا عَلِمَكَ بِهَذَا الرَّجُلِ؟ قَالَتَا الْمُؤْمِنُ أَوْ الْمُؤْمِنُ لَا أَدْرِي أَيُّ ذَلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُ فَيَقُولُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَى فَاتَّبَعْنَا وَآمَنَّا وَاتَّبَعْنَا فَيَقَالُ لَهُ نَمَّ صَالِحًا لَقَدْ عَلِمْنَا إِنْ كُنْتَ لَمُؤْمِنًا وَأَمَّا الْمُنَافِقُ أَوِ الْمُرْتَابُ لَا أَدْرِي أَيَّتُهُمَا قَالَتْ أَسْمَاءُ فَيَقُولُ لَا

أَدْرَى سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ شَيْئًا فَقُلْتُ.

نے کیا کہا تھا) حضرت اسماء نے کہا: وہ شخص کہے گا: یہ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں یہ ہمارے پاس معجزات اور ہدایت لے کر آئے تھے پس ہم نے ان کے پیغام کو قبول کیا اور ان پر ایمان لائے اور ان کی پیروی کی تو اس سے کہا جائے گا: تم آرام سے سو جاؤ ہمیں معلوم تھا کہ بے شک تم یقین کرنے والے ہو اور رہا منافق یا شک کرنے والا (مجھے معلوم نہیں کہ حضرت اسماء نے کیا کہا تھا) وہ کہے گا: میں نہیں جانتا میں نے لوگوں کو کچھ کہتے سنا تو میں نے بھی کہہ دیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۱ - بَابُ مَنْ أَحَبَّ الْعَتَاقَةَ

فِي كُسُوفِ الشَّمْسِ

جو شخص سورج گہن میں غلام آزاد

کرنے کو پسند کرتا ہے

۱۰۵۴ - حَدَّثَنَا رُبَيْعُ بْنُ يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ فَاطِمَةَ عَنْ أَسْمَاءَ قَالَتْ لَقَدْ أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعَتَاقَةِ فِي كُسُوفِ الشَّمْسِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ربیع بن یحییٰ نے حدیث بیان کی: اس نے کہا: ہمیں زائدہ نے حدیث بیان کی از ہشام بن عمار نے حضرت اسماء سے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے سورج گہن میں غلام آزاد کرنے کا حکم دیا۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۸۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۲ - بَابُ صَلَوةِ الْكُسُوفِ فِي السُّجُودِ

۱۰۵۵ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي بَكْرٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عُمَرَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ يَهُودِيَّةً جَاءَتْ تَسْأَلُهَا فَقَالَتْ أَسْأَلُكَ اللَّهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ. فَسَأَلَتْ عَائِشَةَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّغْفَرُ النَّاسُ فِي قُبُورِهِمْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَائِدًا بِاللَّهِ مِنْ ذَلِكَ.

سورج گہن کی نماز مسجد میں پڑھنا
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھ امام مالک نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن سعید از عمرہ بنت عبد الرحمن از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ یہ یہودی عورت ان کے پاس سوال کرنے کے واسطے آئی کہ اللہ آپ کو عذاب قبر سے پنی پڑے تو سر سے نہ گھرے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: یہ دلوں کو ان قبروں میں عذاب دیا جائے گا؟ تو رسول اللہ ﷺ نے اللہ سے پناہ مانگتے ہوئے فرمایا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۰۴۹ میں گزر چکی ہے۔

۱۰۵۶ - ثُمَّ رَكِبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ غَدَاةٍ مَرَكَبًا فَكَسَفَتِ الشَّمْسُ فَرَجَعَ ضُحًى فَمَرَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ ظَهْرَانِي الْحُجْرِ ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى وَقَامَ النَّاسُ وَرَاءَهُ

پھر صبح کو رسول اللہ ﷺ سواری پر سوار ہوئے پس سورج کو گہن لگ گیا پھر چاشت کے وقت رسول اللہ ﷺ لوٹ کر آئے پھر رسول اللہ ﷺ از دواج مطہرات کے حجرہ کے درمیان سے گزرے پھر آپ کھڑے ہوئے پس آپ نے نماز پڑھی اور صحابہ

فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا ثُمَّ رَفَعَ
فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ
رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَفَعَ
فَسَجَدَ سُجُودًا طَوِيلًا ثُمَّ قَامَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا
وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا
وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ قَامَ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ
دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ
دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ سَجَدَ وَهُوَ دُونَ السُّجُودِ
الْأَوَّلِ ثُمَّ انْصَرَفَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَقُولَ ثُمَّ أَمَرَهُمْ أَنْ يَتَعَوَّذُوا مِنْ
عَذَابِ الْقَبْرِ.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۰۴۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۳۔ بَابُ لَا تَنْكِيفُ الشَّمْسُ

لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ

زَوَاهِدُ أَبُو بَكْرَةَ وَالْمَغِيرَةُ وَأَبُو مُوسَى وَأَبْنُ
عَبَّاسٍ وَأَبْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ.
۱۰۵۷۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ
إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنِي قَيْسٌ عَنْ أَبِي مَرْثَدَةَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشَّمْسُ
وَالْقَمَرُ لَا تَنْكِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ
وَلَكِنَّهُمَا بَيَّارٌ مَرٌّ بَابٌ مَدِيدٌ إِذَا رَجَعَا
فَقُلُّوا.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۰۴۱ میں گزر چکی ہے۔

۱۰۵۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَسَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا
هَشَامٌ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ وَهَشَامِ بْنِ
عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا
قَالَتْ كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے پس آپ نے طویل قیام کیا پھر آپ
نے طویل رکوع کیا پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا پھر آپ نے
طویل قیام کیا اور یہ پہلے قیام سے کم تھا پھر آپ نے طویل رکوع
کیا اور یہ پہلے رکوع سے کم تھا پھر آپ نے سر اٹھایا پس آپ نے
طویل سجدہ کیا پھر آپ نے قیام کیا پس طویل قیام کیا اور یہ پہلے
قیام سے کم تھا پھر آپ نے طویل رکوع کیا اور یہ پہلے رکوع سے کم
تھا پھر آپ نے طویل قیام کیا اور یہ پہلے قیام سے کم تھا پھر آپ
نے طویل رکوع کیا اور یہ پہلے رکوع سے کم تھا پھر آپ نے سجدہ کیا
اور یہ پہلے سجدہ سے کم تھا پھر آپ نمازیوں کی طرف مڑے پس جو
اللہ نے چاہا وہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پھر آپ نے نمازیوں کو
یہ حکم دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے عذاب قبر سے پناہ طلب کریں۔

کسی کی موت اور حیات کی وجہ

سے سورج کو گہن نہیں لگتا

اسے حضرت ابوبکرہ حضرت مغیرہ حضرت ابوموسیٰ حضرت

ن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم نے روایت کیا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از اسماعیل

انہوں نے کہا: مجھے قیس نے حدیث بیان کی از ابو مسعود انہوں

نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سورج نہ اند کو کسی کی

موت کی وجہ سے نہ گہن ہے۔ کسی کی حیات کی وجہ سے لیکن یہ

دوسرے اللہ کی نشانیوں میں سے ہے۔ ہم ان دو

نشانیوں کو دیکھو تو نماز پڑھو۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی

انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری و ہشام بن عروہ از

عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ

ﷺ کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا تو نبی ﷺ نے کھڑے

فَصَلَّى بِالنَّاسِ فَأَطَالَ الْقِرَاءَةَ ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوعَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَأَطَالَ الْقِرَاءَةَ وَهِيَ دُونَ قِرَاءَةِ الْأُولَى ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوعَ دُونَ رُكُوعِهِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ قَامَ فَصَنَعَ فِي الرُّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ قَامَ فَقَالَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَخْسِفَانِ لِسَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ وَلَكِنَّهُمَا آيَاتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ يُرِيهُمَا عَذَابَهُ فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذَلِكَ فَافْزَعُوا إِلَى الصَّلَاةِ.

اس حدیث کی شرح حدیث: ۱۰۴۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۴ - بَابُ الذِّكْرِ فِي الْكُسُوفِ

زَوَاهِدُ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم اس کو دیکھو تو ارکعتیں پڑھاؤ۔ (ترمذی ۱۰۴۳)

۱۰۵۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي بَرْزَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ حَسَفَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ جِبِّيٌّ إِلَى اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَعَا يَخْشَى أَنْ تَكُونَ الشَّمْسُ مِنَ الْمَسْجِدِ فَصَلَّى بِأَطْوَلِ قِيَامٍ وَرُكُوعٍ وَسُجُودٍ رَأَيْتُهُ قَطْرُ سَائِلَةٍ وَقَالَ هَذِهِ الْآيَاتُ الَّتِي يُرْسِلُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ تَكُونَ آيَاتٍ لِلْعَالَمِينَ يَخْشَوْنَ اللَّهَ بِهَا وَرَأَيْتُمْ ذَلِكَ فَافْزَعُوا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ وَدُعَائِهِ وَاسْتِغْفَارِهِ.

(صحیح مسلم: ۹۱۲، المزمع السلسل: ۲۰۲۲، سنن نسائی: ۱۳۹۹، صحیح

ابن خزیمہ: ۱۳۷۱، جامع المسانید لابن جوزی: ۳۹۵، مکتبہ الرشیدیہ ریاض

(۱۳۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن العلاء بن کریم البہدانی الکوفی (۲) ابواسامہ حماد بن زید القرظی الکوفی (۳) برید بن عبد اللہ بن ابی بردہ بن ابوموسیٰ الاشعری الکوفی (۴) ان کے دادا ابوبردہ ان کا نام الحارث بن ابی موسیٰ ہے اور ان کو عامر بن ابی موسیٰ کہا جاتا ہے (۵) عبد اللہ

ہو کر لوگوں کو نماز پڑھائی پس آپ نے طویل قراءت کی پھر آپ نے رکوع کیا پس طویل رکوع کیا پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا پس طویل قراءت کی اور یہ پہلی قراءت سے کم تھی پھر رکوع کیا پس طویل رکوع کیا یہ پہلے رکوع سے کم تھا پھر رکوع سے سر اٹھایا پس دو سجدے کیے پھر کھڑے ہوئے پس پہلی رکعت کی مثل دوسری رکعت پڑھائی پھر کھڑے ہوئے پس فرمایا: بے شک سورج اور چاند کو کسی کی موت کی وجہ سے گھٹن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے لیکن یہ اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں اللہ انہیں اپنے بندوں کو دکھاتا ہے پس جب تم ان کو دیکھو تو نماز کی پناہ میں آؤ۔

سورج گھٹن میں ذکر کرنا

اس کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی۔ برید بن عبد اللہ از ابی بردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا سورج گھٹن لگ گیا پس نبی ﷺ گھبرائے ہوئے کھڑے ہوئے آپ کو یہ خوف تھا کہ قیامت آگئی ہے پس آپ مسجد میں آئے سو آپ نے بہت طویل قیام اور رکوع اور سجود کے ساتھ نماز پڑھائی جو میں نے آپ کو کبھی پڑھاتے ہوئے نہیں دیکھا تھا اور آپ نے فرمایا: یہ دو نشانیاں ہیں اللہ نے عزوجل بھیجتا ہے جو کسی کی موت کی وجہ سے ہوتی ہیں نہ کسی کی حیات کی وجہ سے لیکن اللہ ان کے سبب سے اپنے بندوں کو ڈراتا ہے پس جب تم ان میں سے کسی چیز کو دیکھو تو اللہ کے ذکر اور اس سے دعا اور استغفار کی پناہ میں آؤ۔

بن قیس الأشعری۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۱۲۷-۱۲۶)

اس کی توجیہ کہ نبی ﷺ اس طرح خوف زدہ ہوئے جیسے قیامت آگئی ہو حالانکہ ابھی قیامت کی علامات نہیں آئیں

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ پس نبی ﷺ گھبرائے ہوئے کھڑے ہوئے آپ کو یہ خوف تھا کہ قیامت آگئی ہے۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ یہ راوی نے تمثیل بیان کی ہے گویا کہ اس نے یوں کہا: آپ اس شخص کی طرح گھبرا کر کھڑے ہوئے جو ڈر رہا ہو کہ قیامت آگئی ہے ورنہ نبی ﷺ کو علم یقینی تھا کہ جب آپ صحابہ کے درمیان ہیں تو قیامت نہیں آئے گی اور اللہ تعالیٰ نے آپ سے وعدہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے دین کو تمام ادیان پر سر بلند فرمائے گا اور ابھی کتاب اپنی مدت کو نہیں پہنچی ہے۔

(شرح الکرمات ج ۶ ص ۱۳۳ 'دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۰۱ھ)

علامہ نووی نے کہا ہے: اس حدیث پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ قیامت سے پہلے تو چند چیزوں کا وقوع ضروری ہے مثلاً سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، دلبہ الارض کا خروج، دجال کا ظہور، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اور آپ کا دجال کو قتل کرنا اور یاجوج ماجوج کا نکلنا وغیرہ تو آپ کو سورج کے گہن لگنے سے کیسے خوف ہوا کہ قیامت آگئی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے یہ سورج پر ہن اس سے پہلے کہ جب آپ کو قیامت کی علامات بتائی گئی تھیں یا یہ صرف راوی کا گمان ہے کہ آپ کو یہ خوف تھا کہ قیامت آگئی ہے اور ان میں آپ کو شک نہ آئے: خوف نہیں تھا بلکہ بعض اوقات آپ کو یہ خوف ہوتا کہ امت پر عذاب آ رہا ہے اور راوی نے یہ گمان کر لیا کہ آپ کو یہ خوف ہوا کہ قیامت آگئی ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۳ ص ۲۵۶۳، مکتبہ نزار مصطفیٰ، مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ھ)

علامہ عینی فرماتے ہیں: علامہ نووی کا یہ جواب صحیح ہے کہ آپ کو یہ خوف ہوا کہ امت پر عذاب آ رہا ہے کیونکہ آپ کو یقین تھا کہ آپ کے ہوتے ہوئے امت پر عذاب نہیں آئے گا۔ وہ کہتے ہیں: تعالیٰ آپ سے یہ وعدہ فرما چکا ہے کہ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ (الأنفال: ۳۳) اور اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ آپ ان کے درمیان ہوں اور وہ ان پر عذاب نازل فرمادے۔

علامہ کرمانی کا جواب اس پر ہے کہ اگرچہ قیامت کا وقوع بعد میں ہو گا لیکن نبی ﷺ نے سورج گہن سے واقعہ و سیم قرار دیتے ہوئے قیامت کو بہ نزلہ واقعہ قرار دے دیا، اپنی امت کو اس پر توجہ دینے کے لیے کہ جب آپ کے بعد سورج کو گہن لگے تو وہ اس سے اس طرح خوف زدہ ہوں جیسے قیامت آگئی ہے اور اس وقت وہ اللہ عزوجل کا ذکر کریں اس سے مغفرت طلب کریں نماز پڑھیں اور صدقہ دیں کیونکہ ان کاموں سے اللہ کا عذاب نکل جاتا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ بعض اوقات نبی ﷺ کو کسی چیز کا علم تو ہوتا ہے لیکن شدت خوف یا کسی کیفیت کے غلبہ سے اس علم سے آپ کی توجہ ہٹ جاتی ہے آپ کو علم تھا کہ وقوع قیامت سے پہلے خروج دجال اور نزول عیسیٰ علیہ السلام ہوگا یا جوج ماجوج اور دلبہ الارض کا ظہور ہوگا لیکن شدت خوف کی وجہ سے ان امور کی طرف سے آپ کی توجہ ہٹ گئی۔

اس حدیث میں مذکور ہے: "رأيت قط يفعله" اس عبارت پر یہ اعتراض ہے کہ کلام عرب میں "قط" کا لفظ ماضی منفی پر آتا ہے اور یہاں نفی کا لفظ مذکور نہیں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ کبھی حرف نفی مقدر ہوتا ہے جیسے اس آیت میں ہے:

ثَالِهٍ تَفْتَنُوا تَذَكَّرُ يُوسُفَ. (یوسف: ۸۵)

اللہ کی قسم! آپ ہمیشہ یوسف کو یاد کرتے رہیں گے۔

یہ اصل میں "لا تفتنو" ہے اس کا معنی "لا بزال" ہے یعنی میٹھ۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۱۲۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۰۱۳۔ ج ۲ ص ۳۳ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۵۔ بَابُ الدُّعَاءِ فِي الْخُسُوفِ

سورج گہن کی نماز میں دعا کرنا

قَالَ أَبُو مُوسَى وَعَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى

حضرت ابوموسیٰ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما نے سورج گہن کی

عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

نماز میں نبی ﷺ سے دعا کی روایت کی ہے۔

حضرت ابوموسیٰ کی دعا سے متعلق حدیث صحیح البخاری: ۱۰۵۹ میں ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث صحیح البخاری: ۱۰۴۳

میں ہے۔

۱۰۶۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث

حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ عِلَاقَةَ قَالَ سَمِعْتُ الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں زائدہ نے حدیث بیان کی انہوں نے

يَقُولُ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ يَوْمَ مَاتَ إِبْرَاهِيمُ فَقَالَ

کہا: ہمیں زیاد بن علاقہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں

النَّاسُ انْكَسَفَتْ لِمَوْتِ إِبْرَاهِيمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ

نے فرمایا: سورج گہن ہوا کیونکہ اس دن

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ

حضرت ابراہیم (ع) (صاحب زادے) رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو

آيَاتِ اللَّهِ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ كَلِمَةً

لوگوں نے کہا: سورج ابراہیم کی وفات کی وجہ سے سورج کو گہن

رَأَيْتُمُوهُمَا فَادْعُوا اللَّهَ وَصَلُّوا حَتَّى تَنْجَلِيَ.

لگ گیا ہے تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سورج اور چاند اللہ کی

نشانیوں میں سے ہیں ان کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن

نکلتا ہے کسی کی حیات کی وجہ سے پس جب تم ان کو دیکھو تو اللہ

سے دعا کرو اور نماز پڑھو حتیٰ کہ سورج منکشف ہو جائے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۰۴۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۶۔ بَابُ قَوْلِ الْإِمَامِ فِي

امام کا نماز کسوف کے منہ

خُطْبَةِ الْكُسُوفِ أَنَّهُ نَعُدُّ

میں ابا بعد ہوتا

۱۰۶۱۔ وَقَالَ أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ

اور ابواسامہ نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی انہوں

أَخْبَرَنِي كَاتِبَةُ بِنْتُ الْمُنْذِرِ عَنْ أَسْمَاءَ قَالَتْ

نے کہا: مجھے فاطمہ بنت المنذر نے خبر دی از حضرت اسماء رضی اللہ

لَمَنْصَرَفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ

انہوں نے بیان کیا: پس رسول اللہ ﷺ نماز سے مڑے اور اس

تَجَلَّتِ الشَّمْسُ فَخُطِبَ لِحَمْدِ اللَّهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ

وقت سورج منکشف ہو چکا تھا پھر آپ نے خطبہ دیا اور اللہ کی شان

ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ.

کے لائق حمد کی پھر فرمایا: ابا بعد (یعنی حمد و ثناء کے بعد)۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۷۔ بَابُ الصَّلَاةِ فِي كُسُوفِ الْقَمَرِ

چاند گہن میں نماز پڑھنا

۱۰۶۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَامِرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ يُونُسَ عَنْ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمود نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن عامر نے حدیث بیان کی از شعبہ از یونس از الحسن از حضرت ابی بکرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا پس رسول اللہ ﷺ نے دو رکعت نماز پڑھائی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۰۴۰ میں گزر چکی ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ یہ حدیث عنوان کے مطابق نہیں ہے

اس باب کا عنوان ہے: چاند گہن کی نماز اور حدیث میں سورج گہن کی نماز کا ذکر ہے۔ علامہ کرمانی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ چاند گہن اور سورج گہن کی نمازوں کا طریقہ ایک ہے اس پر تنبیہ کرنے کے لیے امام بخاری نے عنوان چاند گہن کا قائم کیا اور اس کے تحت سورج گہن کی نماز کا ذکر کیا۔ (شرح المکرانی ج ۶ ص ۱۲۶ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۱ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی نے علامہ ابن التیم سے نقل کیا ہے کہ اصحاب کے نسخہ میں اس حدیث میں سورج کے گہن لگنے کے بجائے چاند کے گہن لگنے کا ذکر ہے پھر حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت یہ کوئی اعتراض نہیں ہے۔

(عمدة القاری ج ۷ ص ۱۲۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۰۶۳ - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنْ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ خَفَّتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ يَجُزُّ رِذَاءَهُ إِلَى الْمَسْجِدِ وَثَابَتِ النَّاسُ إِلَيْهِ فَصَلَّى بِهِمْ رَكَعَتَيْنِ فَإِنْجَلَتِ الشَّمْسُ فَقَالَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَإِنَّهُمَا لَا يَخِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ مِنْكُمْ كَانَ ذَلِكَ فَصَلُّوا وَادْعُوا حَتَّى يَكْشَفَ مَا بَيْنَكُمْ وَذَلِكَ أَنَّ ابْنًا لِنَبِيِّ صَنَى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَمَ مَا تَبَدَّلَ لَهُ إِبْرَاهِيمُ فَقَالَ النَّاسُ فِي ذَلِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی از الحسن از حضرت ابکرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا آپ اپنے تہبند کو گھسیٹتے ہوئے نکلے حتیٰ کہ مسجد کی طرف پہنچے اور لوگ بھی جھپٹ کر آپ کی طرف پہنچے آپ نے ان کو دو رکعت نماز پڑھائی پس سورج منکشف ہو گیا پھر آپ نے فرمایا: سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں اور ان کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن نہیں لگتا اور جب ایسا ہو جائے تو نماز پڑھو اور دعا کرو حتیٰ کہ وہ تم پر منکشف ہو جائے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اس دن نبی ﷺ کے صاحب زادے فوت ہو گئے تھے جن کا نام (حضرت) ابراہیم (رضی اللہ عنہ) تھا پس لوگوں نے ان کے متعلق کہا تھا (کہ ان کی موت کی وجہ سے سورج کو گہن لگ گیا)۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۰۴۰ میں گزر چکی ہے۔

جب نماز کسوف میں پہلی رکعت
لمبی پڑھی جائے

۱۸ - بَابُ الرُّكْعَةِ الْأُولَى فِي الْكُسُوفِ أَطْوَلُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمود نے حدیث بیان کی 'انہوں نے کہا: ہمیں ابواحمد نے حدیث بیان کی 'انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از عمرہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی ﷺ نے انیس سورج گہن میں نماز پڑھائی 'اس میں چار رکوع' دو سجدوں میں کیے 'پہلی رکعت دوسری رکعت سے زیادہ طویل تھی۔

۱۰۶۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ عُمَرَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بِهِمْ فِي كُسُوفِ الشَّمْسِ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِي سَجْدَتَيْنِ الْأَوَّلُ وَالْأَوَّلُ أَطْوَلُ.

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۱۰۴۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۹ - بَابُ الْجَهْرِ بِالْقِرَاءَةِ فِي الْكُسُوفِ

۱۰۶۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ سَمِعَ ابْنَ مُسْلِمٍ ابْنَ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا جَهْرًا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلَاةِ الْكُسُوفِ بِقِرَاءَتِهِ فَإِذَا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَتِهِ كَثُرَ فَرَغٌ وَإِذَا رَفَعَ مِنَ الرَّكَعَةِ قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا إِنَّكَ الْحَمْدُ ثُمَّ يُعَاوِدُ الْقِرَاءَةَ فِي صَلَاةِ الْكُسُوفِ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِي رَكَعَتَيْنِ وَأَرْبَعَ سَجَدَاتٍ.

(صحیح مسلم: ۹۰۱، الترمذی: ۲۰۵۹، سنن نسائی: ۱۳۹۰)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن مہران ابو جعفر الجمال الرازی یہ ۲۳۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) الولید بن مسلم القرشی الاموی الدمشقی یہ ۱۹۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) عبد الرحمن بن نمر الدمشقی (۴) محمد بن مسلم بن شہاب (۵) عروہ بن الزبیر بن عوام (۶) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۳۱)

۱۰۶۶ - وَفِي الْأُرَائِغِ وَحَيْرَةِ سَيْفِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ الشَّمْسَ خَسَفَتْ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثَ مُنَادِيًا بِالصَّلَاةِ جَامِعَةً فَتَقَدَّمَ فَصَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِي رَكَعَتَيْنِ وَأَرْبَعَ سَجَدَاتٍ.

قَالَ الْوَلِيدُ وَأَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ نُمَيْرٍ سَمِعَ ابْنَ شِهَابٍ مِثْلَهُ.

قَالَ الزُّهْرِيُّ فَقُلْتُ مَا صَنَعَ أَخُوكَ ذَلِكَ عِنْدَ

چاند گرہن کی نماز میں بلند آواز سے قرآن پڑھنا امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مہران نے حدیث بیان کی 'انہوں نے کہا: ہمیں الولید نے حدیث بیان کی 'انہوں نے کہا: ہمیں ابن نمر نے خبر دی 'انہوں نے ابن مسلم بن شہاب سے سنا از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی ﷺ نے چاند گرہن کی نماز میں بلند آواز سے قرأت کی 'پس جب آپ قراءت سے فارغ ہوئے تو آپ نے اللہ اکبر کہا 'پس رکوع کیا اور جب رکوع سے سراٹھایا تو کہا: "سمع الله لمن حمده ربنا ولك الحمد" چاند گرہن کی نماز اسی طرح پڑھتے رہے چار رکوع دو سجدوں میں۔

اوزاعی وغیرہ نے کہا: میں نے الزہری سے سنا از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا 'پس آپ نے ایک منادی بھیجا کہ نماز تیار ہے 'پھر آپ نے آگے بڑھ کر دو رکعتوں میں چار رکوع اور چار سجدوں کے ساتھ نماز پڑھائی۔

الولید نے کہا: اور مجھے عبد الرحمن بن نمر نے خبر دی کہ انہوں نے ابن شہاب سے اس کی مثل حدیث سنی۔

الزہری نے کہا: میں نے کہا: تمہارا یہ بھائی عبد اللہ بن الزبیر

اللّٰهُ بْنُ الزُّبَيْرِ، مَا صَلَّيْ إِلَّا رَكَعَتَيْنِ مِثْلَ الصُّبْحِ، إِذْ كَرَّمَا هُوَ؟ قَالَ أَجَلٌ إِنَّهُ أَخْطَأَ السُّنَّةَ. کیا کرتا ہے؟ وہ جب مدینہ میں (نماز کسوف) پڑھتا ہے تو صبح کی نماز کی طرح صرف دو رکعت پڑھتا ہے؟ (عروہ نے) کہا: ہاں! اس نے سنت میں خطا کی ہے۔

یعنی الزہری نے عروہ بن الزبیر سے کہا کہ تمہارا بھائی عبد اللہ بن الزبیر کیا کرتا ہے؟ وہ نماز کسوف میں ایک رکعت میں دو رکوع نہیں کرتا اور نماز کسوف کو صبح کی نماز کی طرح صرف دو رکعت بغیر تکرار رکوع کے پڑھتا ہے۔ ہم صحیح البخاری: ۱۰۳۶ میں بیان کر چکے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور عروہ بن الزبیر تابعی ہیں اور تابعی کی بہ نسبت صحابی سنت کو زیادہ جاننے والے ہیں اس لیے دراصل عروہ بن الزبیر کو سنت میں خطا ہوئی ہے نہ کہ حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کو۔

نَابِعَةُ سُفْيَانُ بْنُ حُسَيْنٍ وَ سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيرٍ
عَنِ الزُّهْرِيِّ فِي الْجَهْرِ. سفیان بن حسین اور سلیمان بن کثیر نے الزہری سے جہراً قراءت کرنے میں عبد الرحمن بن نمر کی متابعت کی ہے۔

”کتاب الکسوف“ کا اختتام

الحمد لله رب العلمين والصلوة والسلام على سيدنا محمد وعلى آله واصحابه وازواجه وذرياته اجمعين. آج ۱۵ ربیع الاول ۱۴۲۸ھ / ۱۴ اپریل ۲۰۰۷ء بروز جمعہ ۱۴ اپریل ۲۰۰۷ء کو ”کتاب الکسوف“ مکمل ہوگئی اس میں چالیس احادیث ہیں جن میں سے نصف موصول ہیں اور نصف معلق ہیں۔

اللہ العظیم! جس طرح اپنے فضل و کرم سے اس کتاب کو مکمل فرمایا ہے، صحیح البخاری کی باقی کتب کو بھی مکمل فرمادے اور میری میرے والدین اور میرے قارئین کی اس سلسلہ محبت کی مغفرت فرمادے۔ آمین۔ رب العلمین۔



سورة النجم کے سجدہ میں فقہاء کا اختلاف ہے، کیونکہ ان کا المفصل کے سجدوں میں اختلاف ہے، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر اور حضرت ابو ہریرہ، سورة النجم اور المفصل میں سجدہ کرتے تھے اور یہی امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور امام مالک کے اصحاب میں سے ابن وہب اور ابن حبیب کا مذہب ہے اور انہوں نے اس باب کی حدیث مذکور سے استدلال کیا ہے۔

اور فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ سورة النجم میں سجدہ نہیں ہے، صحابہ میں سے حضرت ابی بن کعب، حضرت ابن عباس اور حضرت انس رضی اللہ عنہما کا یہی مذہب ہے اور فقہاء تابعین میں سے سعید بن المسیب، حسن بصری، عطاء طوؤس اور مجاہد کا یہی قول ہے، جو فقہاء سورة النجم میں سجدہ کو جائز نہیں سمجھتے، ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی ﷺ کے سامنے سورة النجم کی تلاوت کی اور آپ نے اس میں سجدہ نہیں کیا۔ (صحیح بخاری: ۱۰۷۲، صحیح مسلم: ۵۷۷)

(میں کہتا ہوں کہ اس حدیث سے علامہ ابن بطل کا سورة النجم کے سجدہ کی نفی پر استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ سجدہ تلاوت فوراً واجب نہیں ہوتا ہے اور اسی لیے نبی ﷺ نے حضرت زید بن ثابت سے سورة النجم کی تلاوت سن کر سجدہ نہیں کیا تاکہ امت کو یہ مسئلہ معلوم ہو جائے کہ سجدہ تلاوت آیت سجدہ سن کر فوراً واجب نہیں ہوتا۔ سعیدی غفرلہ)

علامہ ابن بطل فرماتے ہیں:

امام طبری نے اس حدیث کے جواب میں کہا ہے کہ ممکن ہے کہ نبی ﷺ نے اس سجدہ سے پہلے یا بعد حضرت زید بن ثابت نے خود اس سورت میں سجدہ نہیں کیا تھا اور جب آیت پڑھنے والا سجدہ کرے تب سننے والا بھی سجدہ کرتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے اس لیے سجدہ کرنے کو ترک کیا ہوتا کہ اس پر دلیل قائم ہو کہ سجدہ تلاوت فوراً ادا کرنا واجب نہیں ہے، امام طحاوی نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ ممکن ہے کہ حضرت زید بن ثابت سے آیت سجدہ اس وقت سن کر کہ نبی ﷺ نے اس وقت میں سجدہ کرنا جائز نہ ہو یا اس وقت آپ باد وضوء نہ ہوں۔

علامہ ابن القصار نے امام مالک کے مذہب کی تائید میں یہ کہا ہے کہ سورة النجم میں سجدہ کی آیت یہ ہے:

فَأَسْجُدْ لِلَّهِ وَاعْبُدْ (النجم: ۶۲)

اس سے، سجدہ، اور نہیں۔ بلکہ اس سے اذیہ ہے کہ اس میں اللہ کے لیے سجدہ ہو۔

نیز امام طحاوی نے اس باب میں فرمایا ہے کہ آیت سجدہ کرنے کا حکم اس سے مراد نہ اس کا سجدہ ہے اور جس آیت میں سجدہ کی خبر دی ہے اس سے مراد سجدہ تلاوت ہے۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۶۸، قدیمی کتب خانہ کراچی، شرح ابن بطل ج ۳ ص ۵۱، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۳ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطل نے امام طحاوی کی پوری عبارت نہیں لکھی، امام طحاوی اس قاعدہ کو بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اگر ہم نظر اور قیاس سے کام لیں تو جہاں سجدہ کا امر ہو ہم وہاں سجدہ تلاوت کو واجب نہیں کرتے اور جہاں سجدہ کی خبر ہو ہم وہاں سجدہ تلاوت کو واجب کرتے ہیں لیکن جس آیت پر رسول اللہ ﷺ سے سجدہ کرنا ثابت ہے وہاں آپ کے فعل کی اتباع کرنا اولیٰ ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۶۹، قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس کے بعد امام طحاوی متونی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

ہم المفصل میں سورۃ النجم اور سورۃ "اذا السماء انشقت" اور سورۃ "اقرا باسم ربك الذي خلق" میں دیکھتے ہیں کہ ان میں سجود تلاوت احادیث سے ثابت ہیں کہ ان آیات پر نبی ﷺ نے سجدات کیے ہیں۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۴۷۰ قدیمی کتب خانہ کراچی)

لہذا امام طحاوی کی عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر چند کہ ان سورتوں میں سجدہ کرنے کا حکم ہے اور نظر اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ ان سورتوں میں سجدہ سے مراد نماز کا سجدہ ہو اور سجدہ تلاوت مراد نہ ہو لیکن چونکہ احادیث سے ان سورتوں میں نبی ﷺ کا سجدہ تلاوت کرنا ثابت ہے لہذا ہم نظر اور قیاس کو ترک کرتے ہیں اور نبی ﷺ کی احادیث پر عمل کرتے ہیں۔

المفصل کی تین آیات میں سجدہ تلاوت کا نبی ﷺ سے ثبوت

نیز امام طحاوی فرماتے ہیں:

تحقیق تواتر سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے المفصل میں سجود تلاوت کیے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ "اذا السماء انشقت" (الانشقاق: ۲۱) اور "اقرا باسم ربك الذي خلق" کی آیت: ۱۹ میں دو سجدے کیے ہیں۔

(صحیح مسلم۔ سجود سورۃ: ۱۰۹، رقم الحدیث: ۵۷۸، رقم المسلسل: ۱۲۷۹، شرح معانی الآثار: ۲۰۶۳)

نفیم الحکم بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ آپ نے انہوں نے "اذا السماء انشقت" کو پڑھا اور اس میں سجدہ کیا اور کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس آیت میں سجدہ کرنا دیکھا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۷، شرح معانی الآثار: ۲۰۶۳)

ابو رافع بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی انہوں نے "اذا السماء انشقت" (الانشقاق: ۲۱) کو پڑھا اور اس میں سجدہ کیا: "اذا السماء انشقت" نے ان سے پوچھا: آپ اس سورت میں سجدہ کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس سورہ میں سجدہ تلاوت کرتے دیکھا ہے سو میں اس میں سجدہ کو برز ترک نہیں کروں گا۔ (صحیح البخاری: ۱۰۷۸، صحیح مسلم: ۵۷۸، رقم المسلسل: ۱۲۸۱، سنن ابوداؤد: ۱۳۰۸، سنن نسائی: ۹۶۸، شرح معانی الآثار: ۲۰۶۶)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے "اذا السماء انشقت" میں اور "اقرا باسم ربك الذي خلق" آیت: ۱۹ میں سجدہ کیا۔ (ابوداؤد: ۵۷۸، سنن ابی شیبہ: ۵۷۸، سنن ترمذی: ۵۷۸، سنن ابن ماجہ: ۵۷۸، سنن بیہقی: ۵۷۸)

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس میں سجدہ کرنے کے لئے تواتر سے اشارہ کیا اور انہوں نے سجدہ کیا۔ (ابو یوسف اور امام محمد کا قول ہے۔) (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۳۶۶-۳۶۳ ملخصاً قدیمی کتب خانہ کراچی)

دس آیات سجدہ متفق علیہا ہیں

امام طحاوی فرماتے ہیں: دس سجود تلاوت میں فقہاء کا اتفاق ہے ان کی تفصیل یہ ہے:

(۱) "إِنَّ الَّذِينَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيُسَبِّحُونَهُ وَلَهُ يَسْجُدُونَ"۔ (الاعراف: ۲۰۶)

(۲) "وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَظِلُّهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ"۔ (الرعد: ۱۵)

(۳) "وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ"۔ (النحل: ۵۰)

(۴) "يَخْرُجُونَ لِلدُّعَاءِ مُسَجِّدًا"۔ (نبی اسرائیل: ۱۰۹)

(۵) "إِذَا تَتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُ الرَّحْمَنِ خَرُّوا سُجَّدًا وَبُكِيًّا"۔ (مریم: ۵۸)

(۶) "أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ"۔ (الحج: ۱۸)

(۷) "وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ اسْجُدُوا لِلرَّحْمَنِ"۔ (الفرقان: ۶۰)

(۸) "أَلَّا يَسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي يُخْرِجُ الْخَبَاءَ"۔ (النمل: ۲۶)

(۹) "إِنَّمَا يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا الَّذِينَ"۔ (الم تنزيل السجده: ۱۵)

(۱۰) "فَإِنْ اسْتَكْبَرُوا فَالَّذِينَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُونَ لَهُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْأَمُونَ"۔ (خم السجده: ۳۸)

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۳۶۷-۳۶۸ قدیمی کتب خانہ کراچی)

المفصل کی تین آیتوں کے سجدہ میں اختلاف ہے وہ یہ ہیں: النجم: ۶۲، الانشقاق: ۲۱، اور العلق: ۱۹۔

فقہاء احناف کے نزدیک ان آیات میں سجدہ تلاوت کرنا سنت سے ثابت ہے اور امام مالک کے نزدیک نہیں ہے۔

سورہ ص کے سجدے میں مذاہب فقہاء

اسی طرح سورہ ص کے سجدہ میں اختلاف ہے فقہاء احناف کے نزدیک یہ سجدہ ثابت ہے اور امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک یہ سجدہ شکر ہے۔ فقہاء احناف کے دلائل حسب ذیل ہیں:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سورہ ص میں سجدہ کیا۔

(بوداؤد: ۱۳۱۰، شرح معانی الآثار: ۲۰۸۸)

العوام بن حوشب بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سورہ ص کے سجدہ کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے یہ آیت پڑھی:

وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ. (الانعام: ۸۳)
أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهِدَّتْ لَهُ أُمَّتُهُ.
ابراہیم: ۲۰۔ بریت میں سے داؤد اور سلیمان ہیں۔
۱۰۔ نبی پیغمبر کو اللہ نے ہدایت دی ہے سو آپ ان کی
(الانعام: ۹۰) ہدایت کی اتباع کیجئے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سورہ ص میں سجدہ کرتے تھے سو تمہارے نبی کو حضرت داؤد کی اتباع کا حکم دیا گیا تھا۔

(صحیح بخاری: ۳۸۰۰، شرح معانی الآثار: ۲۰۸۹)

عمر بن مرہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے سورہ ص کے سجدہ کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے یہی آیت پڑھی: "أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهِدَّتْ لَهُ أُمَّتُهُ"۔ (الانعام: ۹۰)۔

(سنن ترمذی: ۵۷۷، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۹، شرح معانی الآثار: ۲۰۹۰)

سورہ الحج کے آخری سجدہ میں مذاہب فقہاء

نیز امام طحاوی فرماتے ہیں:

الحج کے آخر میں یہ آیت ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا وَاعْبُدُوا اللَّهَ.
اے ایمان والو! رکوع کرو اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی
(الحج: ۷۷) عبادت کرو۔

یہ سجدہ تلاوت کی آیت نہیں ہے، کیونکہ یہ آیت تعلیم کے لیے ہے، اس میں خبر نہیں ہے اور تعلیم کے مقامات میں سجدہ تلاوت نہیں ہوتا۔ اس میں حقدین کا اختلاف ہے۔

عبداللہ بن ثعلبہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی اور اس میں سورۃ الحج کی تلاوت کی اور اس میں دونوں سجدے کیے۔ (سنن ترمذی: ۵۷۸، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۱، شرح معانی الآثار: ۲۰۹۱)

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سورۃ الحج کا پہلا سجدہ عزیمت ہے اور دوسرا سجدہ تعلیم کے لیے ہے اور ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول پر عمل کرتے ہیں۔ (شرح معانی الآثار: ۲۰۹۵)

امام طحاوی فرماتے ہیں:

ہم نے اس باب میں جو آثار بیان کیے ہیں وہ امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد کے اقوال ہیں۔
(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۷۰-۷۱-۷۲ ملخصاً قدیمی کتب خانہ کراچی)

سجداۃ تلاوت کے متعلق ائمہ کے مذاہب کا خلاصہ

امام مالک کے نزدیک گیارہ سجدہ تلاوت ہیں ان میں المفصل یعنی النجم الانشقاق اور العلق کے تین سجدے شامل نہیں ہیں۔
(موطأ امام مالک۔ باب ما جاء في سجود القرآن ج ۱ ص ۱۳۳ المستبہ التلویع)

امام شافعی کے قول جدید کے مطابق چرہ رسہ ہیں ان میں۔ ص ۵۰۔ بندہ نہیں۔ درمخ کا دوسرا سجدہ شامل ہے۔
(المہذب ج ۱ ص ۸۵ دار الفکر بیروت)

امام احمد کے نزدیک بھی اسی طرح چودہ سجدے ہیں۔ (الکافی ج ۱ ص ۲۷۲، ملخصاً، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بھی چودہ سجدے ہیں ان میں سورہ ص کا سجدہ شامل ہے اور سورہ الحج کا دوسرا سجدہ شامل نہیں ہے اس کی تفصیل امام طحاوی کی عبارت میں آچکی ہے۔

امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور امام احمد تینوں کے زیرِ اہل، تینوں اے شافعی، صرف امام، لک کے نزدیک یہ شامل نہیں ہیں، ان کے نزدیک کل گیارہ مجددے ہیں۔

سجدہ تلاوت کا شرعی حکم

سجدہ تلاوت کا شرعی حکم

اس میں شاف ہے، سچ، ظاہر، مستند ہے۔۔۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ سچا۔۔۔ مجدد کی آیت پڑھنے والے پر اور دوستوں کے دور میں سب سے خواہ اس آیت کے کا قصہ یہ کہیں۔

اس پر صاحب ہدایہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے: جس نے آیت سجدہ کی تلاوت کی یا اس کو سنا اس پر سجدہ کرنا واجب ہے علامہ ابن ہمام نے کہا: اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

(فتح القدیر ج ۲ ص ۱۳ مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت منقریب آرہی ہے)

سجدۂ تلاوت کے وجوب کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیات

سجدہ تلاوت کے وجوب پر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ان آیات سے استدلال کیا ہے:

فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ
 انہیں کیا ہوا وہ کیوں ایمان نہیں لاتے اور جب ان پر

قرآن کی تلاوت کی جائے تو وہ سجدہ کیوں نہیں کرتے ○

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۱۲، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۸۱، دارالکتب العلمیہ بیروت)

مغیرہ بیان کرتے ہیں کہ ابوہائلؑ حم کی آخری آیت میں سجدہ کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۰۸، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۷۷، دار الکتب العلمیہ بیروت)

ابن عون بیان کرتے ہیں کہ ابن سیرین حم کی آخری آیت میں سجدہ کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۰۹، مجلس حق بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۷۸، دار الکتب العلمیہ بیروت)

۳ - بَابُ سَجْدَةِ صَ

سورہ قصہ کا مجلد

١٠٦٩ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ وَأَبُو التَّعَمَّانِ
قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ ابْنِ
عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ ﴿ص﴾ لَيْسَ مِنْ
عَزَائِمِ السُّجُودِ وَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَسْحُدُ فِيهَا. [طرف الحديث: ٣٣٢٢]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سیمان بن حرب اور ابوالنعمان نے حدیث بیان کی ان دونوں نے کہا: ہمیں حمد نے حدیث بیان کی از ایوب از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ سورہ ص کا سجدہ مؤکد سجدوں میں سے نہیں ہے اور میں نے دیکھا ہے کہ نبی ﷺ اس میں سجدہ کرتے تھے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۳۰۹، سنن ترمذی: ۵۷۸، سنن نسائی: ۹۶۷، صحیح ابن خزیمہ: ۵۵۲، صحیح ابن حبان: ۵۶۶، سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۱۹، مصنف

عبدالرزاق: ۵۸۶۲ 'سنن کبریٰ: ۱۱۱۶۹' نم کتب: ۱۰۳۰ 'مسند احمد ج ۱: ۳۶۰' قدیم 'مسند احمد ج ۲: ۳۲۰' ج ۵ ص ۳۷۶ 'مؤسسه الرسالت بیروت
'مسند الطحاوی: ۳۲۰ (۳۲۰)

سورہ ص کے سجدہ میں صحابہ تابعین اور ائمہ کا اختلاف نیز مؤلّد سجدات کی تعداد میں صحابہ اور ائمہ کا اختلاف

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطالہ مالکی قرطبی متوفی ۹۴۴ھ کہتے ہیں:

سورہ ص کے سجدہ میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ یہ عت نے کہا کہ میں سجدہ کیا تو نہیں ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: یہ ایک نبی کی توبہ ہے عطاء کوئی سجدہ نہیں کرتا۔ (صحیفہ ابن کثیر: ۱۰۰۰، مجلہ علمی بیروت ۴۲۶۹، دارالکتب العلمیہ بیروت) امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔

اور ہری جماعت نے کہا ہے کہ اس میں سجدہ تاوان ہے۔ یہ قول حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت عتبہ بن عامرؓ، حضرت سیدہؓ، بعیر بن سعیدؓ، ابوسبیرؓ، صری اور طہؓ، کا ہے اور امام ابن تیمیہؒ، ثوریؒ کا بھی یہی مذہب ہے حضرت ابن تیمیہؒ نے بھی اس کی تردید کی ہے۔

امام بخاری نے کتاب الانبیاء میں روایت کی ہے کہ مجاہد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ کیا میں سورہ ص میں سجدہ تلاوت کروں؟ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ آیت پڑھی:

وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَسُلَيْمَنَ (الی قولہ تعالیٰ)
فَبِهَذِهِمُ اقْتَدِهْ. (النعام: ۹۰-۸۴)

ابراہیم کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان ہیں (اس کے بعد
فرمایا:) آپ ان کی ہدایت کی پیروی کیجئے۔

پس حضرت ابن عباس نے فرمایا: تمہارے نبی ﷺ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ان نبیوں کی پیروی کریں، پس حضرت ابن عباس کا یہ قول کہ سورہٴ ص کا سجدہ مؤکد سجدوں سے نہیں ہے اس سے رائج ان کا وہ استدلال ہے جو قرآن مجید سے ہے۔

امام مالک نے کہا کہ سورہ ص کا سجدہ مؤکد سجدات میں سے ہے۔

امام طحاوی نے کہا: ہمارے نزدیک نظر کا تقاضا یہ ہے کہ سورہ ص کا سجدہ ان مواضع میں سے ہے جو خبر کے موضع میں ہے نہ کہ حکم کے موضع میں پس واجب ہے کہ اس کو ان امثال کی طرف لوٹایا جائے جو خبر کے موضع میں ہیں لہذا سورہ ص کا سجدہ واجب ہوگا۔

مؤکد سجدات میں اختلاف ہے: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا: مؤکد سجدات چار ہیں: ”الم تنزیل“ ”حم تنزیل“ ”النجم“ اور ”اقرأ باسم ربك“۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: مؤکد سجدات پانچ ہیں: ”الاعراف“ ”نواصر ایل“ ”النجم“ ”اقرأ باسم ربك“ اور ”اذا السماء انشقت“۔

ابن جبیر نے کہا: مؤکد سجدات تین ہیں: ”الم تنزیل“ ”النجم“ اور ”اقرأ باسم ربك“۔

امام مالک نے کہا: مؤکد سجدات گیارہ ہیں ان میں مفصل کے تین سجدے اور الحج کا دوسرا سجدہ نہیں ہیں۔

امام ابو یوسف نے کہا: سجدے چودہ ہیں ان میں الحج کا پہلا سجدہ نہیں ہے اور امام شافعی نے بھی کہا: سجدے چودہ ہیں ان میں ص کا سجدہ نہیں ہے کیونکہ یہ شکر کا سجدہ ہے اور ان کے نزدیک حج کے دونوں سجدے ہیں۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۵۴-۵۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

سورہ ص کے سجدہ کے ثبوت میں احادیث آثار اور فقہاء تابعین کے اقوال

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۵۰-۲۰۰ اپنی سند سے ساتھ آیت لیتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سورہ ص کا سورہ رے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۹۰، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۶۰، دارالکتب العلمیہ بیروت، مسند احمد ج ۱ ص ۳۶۳)

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سورہ ص کا سجدہ کرتے تھے اور یہ آیت پڑھتے تھے: ”أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهِدْهُمْ اِقْتَدِهْ“ (الانعام: ۹۰)۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۹۰، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۵۰، دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام بخاری نے اس حدیث کی مثل روایت کی ہے۔ (دریمہ صحیح ابی داؤد: ۱۰۷۰-۲۸۰۶-۳۳۲) اور دوسری روایت میں اس حدیث میں یہ اضافہ ہے: تمہارے نبی ﷺ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی پیروی کریں پس حضرت داؤد نے بھی اس پر سجدہ کیا اور رسول اللہ ﷺ نے بھی اس پر سجدہ کیا لہذا یہ بھی مرفوع حدیث ہے۔

(صحیح بخاری: ۳۳۲۴-۱۰۶۹، سنن ابو داؤد: ۱۴۰۴، سنن دارمی: ۱۴۶۷، مسند احمد ج ۱ ص ۳۶۰-۲۷۹)

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے سورہ ص پڑھی اس وقت آپ منبر پر تھے اب آیت پڑھنے کے لئے تو منبر سے اتر کر سجدہ کیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۹۱، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۶۲، دارالکتب العلمیہ بیروت)

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ طاؤس بھی سورہ ص میں سجدہ کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۹۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۶۳، دارالکتب العلمیہ بیروت)

سفیان بن حسین کہتے ہیں: میں اس وقت موجود تھا جب حسن بصری نے سورہ ص کی آیت سجدہ پڑھ کر سجدہ کیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۹۵، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۶۵، دارالکتب العلمیہ بیروت)

ابو الضحی بیان کرتے ہیں کہ مسروق سورہ ص میں سجدہ کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۹۶، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۶۶، دارالکتب العلمیہ بیروت)

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں: میں نے ضحاک بن قیس کو دیکھا وہ سورہ ص میں سجدہ کرتے تھے میں نے اس کا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا انہوں نے کہا کہ انہوں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو اس سورت میں سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۹۸، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۶۸، دارالکتب العلمیہ بیروت)

۴۔ بَابُ سَجْدَةِ النَّجْمِ

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس تعلق کی حدیث موصول اگلے باب میں آرہی ہے۔

۱۰۷۰۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ تَعَالَى اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ سُورَةَ النَّجْمِ فَسَجَدَ بِهَا، فَمَا بَقِيَ أَحَدٌ مِنَ الْقَوْمِ إِلَّا سَجَدَ، فَأَخَذَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ كَفًّا مِنْ حَصَى أَوْ تُرَابٍ فَرَفَعَهُ إِلَى وَجْهِهِ فَقَالَ يَنْفُسِي هَذَا، فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ بَعْدَ قُتُلِ كَافِرًا.

سورة النجم کا سجدہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سورۃ النجم کے سجدہ کو نبی ﷺ سے روایت کیا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابو اسحاق از الاسود از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے سورۃ النجم پڑھی پس آپ نے سجدہ کیا اور اس میں قوم کے ہر شخص نے سجدہ کیا پھر قوم میں سے ایک شخص نے مٹی میں گریاں بامٹی پکڑی کہ میں نے اپنے چہرے کی طرف بلند کیا اور کہا: اے یہ کافر ہے پس کہیں یہ ت کہ میں نے اس کو بعد میں دیکھا وہ حالت کفر میں قتل کیا گیا۔

اس حدیث کی شرح اس سے پہلے صحیح البخاری: ۱۰۶۷ میر گزرجکی ہے رہا، حفص بن عمر نے کنکریاں اٹھا کر اپنے چہرے تک بلند کی تھیں علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ وہ ٹھوس اور سیر تھا، اس سے نبی ﷺ کی مخالفت کی اور آپ کا مذاق اڑایا وہ شخص کافر تھا۔ اس کو دنیا اور آخرت میں سزا دی جائے۔ (اصحیح، التذلی، فرمایا:)

فَتَنَحَذِرُ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهُ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصْئِدَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (النور: ۶۳)

جو لوگ رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو اس سے بچنا چاہیے کہ ان پر کوئی مصیبت آئے یا ان کو عذاب آئے۔

چنانچہ اس بوڑھے شخص پر مصیبت آئی اور کافریا اور کفر کی سزا دی گئی۔

(شرح ابن بطلال ج ۳ ص ۵۲، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

مسلمانوں کا مشرکین کے ساتھ سجدہ کرنا

اور مشرک نجس ہے اس کا

وضوء نہیں ہوتا

اور حضرت ابن عمر بغیر وضوء کے سجدہ تلاوت کرتے تھے۔

۵۔ بَابُ سُجُودِ الْمُسْلِمِينَ مَعَ

الْمُشْرِكِينَ، وَالْمُشْرِكُ نَجَسٌ

لَيْسَ لَهُ وَضُوءٌ

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَسْجُدُ عَلَى غَيْرِ وَضُوءٍ.

اس تعلق کی اصل یہ حدیث ہے:

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سواری سے اتر کر پیشاب کرتے پھر سواری پر سوار ہوتے پھر آیت سجدہ کو پڑھتے اور وضوء نہیں کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۵۴، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۲۲، دار الکتب العلمیہ بیروت) ذکر یا بیان کرتے ہیں کہ اشعی نے کہا: جس شخص نے بے وضوء آیت سجدہ کی تلاوت کی وہ جس طرف چاہے منہ کر کے سجدہ کرے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۵۷، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۲۵، دار الکتب العلمیہ بیروت)

بے وضوء سجدہ تلاوت کرنے کی تحقیق

تاہم بے وضوء سجدہ نہ کرنے کی ممانعت میں یہ آثار ہیں:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کوئی شخص بغیر طہارت کے سجدہ تلاوت نہ کرے۔

(سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۲۵، نثر النملان)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت ابن عمر کا بے وضوء سجدہ تلاوت کرنا ان کے اپنے اس قول کے خلاف ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے ان کی مراد طہارت سے طہارت کبریٰ ہو یعنی کوئی شخص حالت جنابت میں بغیر غسل کے سجدہ تلاوت نہ کرے یا ان کی مراد یہ ہو کہ کوئی شخص حالت اختیار میں بغیر وضوء کے سجدہ تلاوت نہ کرے اور انہوں نے جو پیشاب کر کے سجدہ تلاوت کیا تھا وہ حالت اضطرار تھی۔

بے وضوء سجدہ تلاوت کی ممانعت میں دیگر آثار سب ذیل ہیں۔

ابو بشر بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری نے کہا: جو شخص آیت سجدہ پڑھنے سے پہلے وضوء نہ کرے، وہ ہرگز اس پر کوئی سجدہ نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۵۵، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۲۳، دار الکتب العلمیہ بیروت)

مغیرہ بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم نے کہا: سب کوئی شخص آیت سجدہ کو سننے اور اس کا وضوء نہ ہو تو وہ وضوء کرے اور آیت سجدہ کو پڑھ کر سجدہ کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۵۶، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۲۴، دار الکتب العلمیہ بیروت)

منصور بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم نے کہا: جو شخص سجدہ تلاوت کی آیت سننے اور اس کا وضوء نہ ہو اگر اس کے پاس پانی ہو تو وہ وضوء کر کے سجدہ کرے اور اگر اس کے پاس پانی نہ ہو تو وہ تیمم کر کے سجدہ تلاوت کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۸۱، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۲۶، دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام بخاری کی تعلیق مذکورہ علامہ ابن بطال کا تفسیر

علامہ ابن بطال مالکی متونی ۴۳۹ھ لکھتے ہیں:

تمام شہروں کے فقہاء نے کہا ہے کہ بغیر وضوء کے سجدہ تلاوت کرنا جائز نہیں ہے اگر امام بخاری کا اس تعلیق سے یہ مقصد ہے کہ چونکہ مشرکین نے دالنجہ کو سن کر سجدہ کیا تھا تو اس سے کچھ ثابت نہیں ہوتا کیونکہ مشرکین نجس ہیں بغیر اسلام لانے کے ان کا وضوء اور ان کا سجدہ کرنا صحیح نہیں ہے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی تعظیم کے لیے سجدہ نہیں کیا تھا انہوں نے اس لیے سجدہ کیا تھا کہ شیطان نے رسول اللہ ﷺ کی زبان پر ان کے بتوں کا ذکر جاری کر دیا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی:

اقْرَأْ يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ اَنۡزِلۡنَا ۝ وَ مَنۡ اِنۡشَا۟ ۝

تیسری ایک اور (دیوی) منات کو

الْاُنۡحُرٰی ۝ (انجم: ۲۱-۲۰)

پس آپ نے کہا: یہ اونچی اڑان والے پرندے بے شک ان کی شفاعت ضرور قبول کی جائے گی۔

پھر جب مشرکین نے اپنے بتوں کی تعظیم سنی تو انہوں نے سجدہ کیا، پھر جب رسول اللہ ﷺ کو یہ علم ہوا کہ شیطان نے آپ کی زبان سے یہ کلمات جاری کرادیئے ہیں تو آپ بہت خوف زدہ اور غم زدہ ہوئے، تب اللہ تعالیٰ نے آپ کا خوف اور غم دور کرنے کے لیے اور آپ کو تسلی دینے کے لیے یہ آیت نازل فرمائی:

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّى أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ فَيَنسَخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُخَيِّمُ اللَّهُ أَمَّا يَهِ (الحج: ۵۲)

اور ہم نے آپ سے پہلے جب بھی کوئی رسول اور نبی بھیجا تو جب بھی اس نے تلاوت کی تو شیطان اس کی تلاوت کے دوران اس میں کچھ اپنی طرف سے ڈال دیا، پس اللہ شیطان کے ڈالے ہوئے کو مٹا دیتا ہے، پھر اپنی آیتوں کو خوب پختہ کر دیتا ہے۔

تنبیہ: یہ ترجمہ علامہ ابن بطلال کی ذکر کردہ روایت کے مطابق کیا گیا ہے، اس کا صحیح ترجمہ ہم عنقریب ان شاء اللہ بیان کریں گے۔

(سعدی غفرلہ)

علامہ ابن بطلال لکھتے ہیں: یعنی جب آپ نے تلاوت کی تو شیطان نے آپ کی تلاوت میں بتوں کی مذکور الصدر تعریف بھی ڈال دی، لہذا مشرکین کے سجدہ کرنے سے یہ استدلال کرنا جائز نہیں ہے کہ بے وضو سجدہ کرنا جائز ہے۔

(شرح ابن بطلال ج ۳ ص ۵۵-۵۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث امام طبرانی نے عمرہ ابن الزبیر سے انجم الکبیر: ۸۳۱۶ میں روایت کی ہے اور اس کی سند میں ابن لہیعہ ہے اور اس کی روایت قبول نہیں کی جاتی۔ (مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۷۱) یہ حدیث امام بزرگوار نے مسند المیزان: ۲۲۶۳ میں روایت کی ہے اور امام طبرانی نے انجم الکبیر: ۱۲۳۵۰ میں حضرت ابن عباس سے مرسل روایت کی ہے، یہ حدیث از کلبی از ابی صالح از ابن عباس مروی ہے۔ علامہ ابی نعیم نے کہا ہے: یہ حدیث ضعیف سند ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۷۱) ہمارے نزدیک یہ روایت من گھڑت اور موضوع ہے، اس روایت میں ہے کہ شیطان نے نبی ﷺ کی زبان سے یہ غریہ کلمات کہلوا دیئے تو حضرت جبریل نے آپ سے آکر کہا: آپ نے وہ بات کہی جس کو میں نے کرنا آجائے، واللہ تعالیٰ نے: زل کی بات آپ رنجیدہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے حزن و ملال کو زائل کرنے کے لیے الحج: ۵۲ نازل کی اور یہ اس لیے صحیح نہیں ہے کہ سورۃ الحج مدنی ہے اور سورۃ النجم سن کر مشرکین کے سجدہ کرنے کا واقعہ ہجرت سے کئی سال پہلے کا ہے تو گویا کئی سال بعد آپ کے حزن و ملال کو زائل کیا گیا اور کئی سال تک مشرکین اور عام مسلمان یہ کہتے رہے کہ آپ بتوں کی تعظیم کی فحش ہو کر مشرکین نے انجمن کا سجدہ کیا تھا، حالانکہ اس پر امت کا اجماع ہے کہ قرآن مجید کو پہچانتے ہیں رسول اللہ ﷺ سے نہ اس لیے: "خطا بمسئطری" کی غلطی نہیں ہو سکتی، پھر یہ یہ کہتا ہے کہ یہ قول اس روایت کے نبی ﷺ سے العیاذ باللہ یہ کفریہ کلمات صادر ہو گئے اور نبی ﷺ پر شیطان کا جبر کرنا کسی مسلمان کے نزدیک متصور نہیں ہے، پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ شیطان نے آپ سے یہ کلمات کہلوا لیے ہوں، ہم اس روایت سے ہزار بار اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔

الحج: ۵۲ کا صحیح ترجمہ اس طرح ہے:

ہم نے آپ سے پہلے جب بھی کسی نبی اور رسول کو بھیجا تو جب بھی اس نے (اپنی امت کی وسعت کی) تمنا کی تو شیطان نے اس کی تمنا میں (شبہات پیدا کر کے) خلل ڈال دیا تو اللہ تعالیٰ شیطان کے دوسرے کو مٹا دیتا ہے اور اپنی آیات کو محکم کر دیتا ہے۔

* ہم نے شرح صحیح مسلم ج: ۱۱۹۸-ج ۲ ص ۱۵۱ کی شرح میں اس مسئلہ کی تحقیق کی ہے اور یہ تحقیق ص ۱۶۳-۱۵۵ تک پھیلی

ہوئی ہے۔ اور اس کی مزید شرح ہماری تفسیر تبیان القرآن الحج: ۵۲ ج ۷ ص ۷۷۷ میں ملاحظہ فرمائیں۔

نیز علامہ ابن بطلال امام بخاری کی تعلیق مذکور پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اگر امام بخاری نے اس تعلیق سے حضرت ابن عمر اور شعبی پر رد کرنے کا ارادہ کیا ہے جو بے وضوء سجدہ تلاوت کرنے کو جائز کہتے

ہیں تو پھر صحیح ہے۔ (شرح ابن بطلال ج ۳ ص ۵۵-۵۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

امام بخاری کی تعلیق مذکور پر علامہ عینی کا تبصرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری کا اس تعلیق کو لانے سے مقصود یہ ہے کہ سجدہ تلاوت کی مشروعیت کو مؤکد کیا جائے حتیٰ کہ مشرکین نے بھی سورۃ النجم کو سن کر سجدہ کیا (اور ان کے سجدہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ قرآن مجید میں ان کے بتوں 'لات' 'مناتہ' اور عزی کا ذکر آ گیا ہے نہ یہ وجہ تھی کہ آپ کی زبان سے شیطان نے یہ کہوا لیا تھا: "تِلْكَ الْغَرَابِيقُ الْعَلٰی فَاِنْ شَفَاعَتُهُمْ لَتَرْجُحِي" (سعیدی غفرلہ) اور صحیہ نے ان کے اس فعل کو سجدہ قرار دیا اگرچہ وہ سجدہ کرنے کے اہل نہیں تھے اور جس نے سجدہ نہیں کیا تھا وہ حالت کفر میں قتل کیا گیا اور جن کو سجدہ کی توفیق دی گئی تھی ان کو اس سجدہ کی برکت سے بعد میں اسلام لانے کی توفیق دی گئی اور ان کا نیکی پر خاتمہ ہوا۔

عمدة القاری ج ۳ ص ۱۳۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ

۱۰۷۱۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ

قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ
اللَّهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
سَجَدَ بِالنَّجْمِ وَسَجَدَ مَعَهُ الْمُسْلِمُونَ وَالْمُشْرِكُونَ
وَالْجِنُّ وَالْإِنْسُ وَرَوَاهُ ابْنُ طَهْمَارٍ عَنْ

[سرب الحدیث: ۳۸۱۰]

اس حدیث کی شرح تفصیل کے ساتھ گزشتہ حدیث: ۱۰۷۰ میں گزر چکی ہے۔

۶۔ بِبُ مِّنْ قَرَأَ السَّحْدَةَ وَآيَةَ بَسْمَلَةٍ

۱۰۷۲۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ رُوْدَةَ أَبُو رَافِعٍ قَالَ
حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَحْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ
خُصَيْفَةَ عَنْ ابْنِ قُسَيْطٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ
أَنَّهُ سَأَلَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالٰی عَنْهُ فَرَعَمَ
أَنَّهُ قَرَأَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿وَالنَّجْمِ﴾
فَلَمْ يَسْجُدْ فِيهَا. [طرف الحدیث: ۱۰۷۳]

م بخاری: ۱۰۷۱۔ تے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان

کی انہوں نے ابو۔ میں عبد۔ حدیث بیان کی انہوں نے
کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس
رضی اللہ عنہما کہ نبی ﷺ نے سورۃ النجم کے
کے ساتھ مسلمانوں، مشرکوں اور جن اور انس نے سجدہ کیا اور اس
حدیث میں ابن ظہیر نے ایوب سے روایت کی ہے۔

جس نے آیت سجدہ کو پڑھا اور سجدہ کیا

امام بخاری: ۱۰۷۲۔ تے ہیں: ہمیں سلیمان بن رواد ابو
الریح نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں اسماعیل بن جعفر
نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن خصیفہ نے خبر دی
از ابن قسیط از عطاء بن یسار انہوں نے یہ خبر دی کہ انہوں نے
حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے سوال کیا انہوں نے کہا کہ انہوں
نے نبی ﷺ کے سامنے سورۃ النجم پڑھی تو آپ نے اس میں
سجدہ نہیں کیا۔

(صحیح مسلم: ۵۷۷، رقم السلسل: ۱۲۷۵، سنن ابوداؤد: ۱۳۰۳، سنن ترمذی: ۵۷۶، سنن نسائی: ۴۵۹، صحیح ابن خزیمہ: ۵۶۸، صحیح ابن حبان:

۲۷۶۹، سنن دارمی: ۱۳۷۲، المعجم الکبیر: ۳۸۲۹، سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۲۳، شرح السنن: ۷۶۹، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۴۰۹، مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۳، طبع قدیم:

مسند احمد: ۲۱۵۹۱۔ ج ۳ ص ۳۶۹ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع السانید لابن جوزی: ۱۷۵۷۷ الکتابۃ الرشید ریاض: ۱۴۲۷ھ مسند الطحاوی: ۲۰۱۲

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابو اربع سلیمان بن داؤد الزہرائی البصری (۲) اسماعیل بن جعفر ابوالبراء الیمامی الانصاری المدنی (۳) یزید بن عبد اللہ بن حصیفہ (۴) ابن قسیط یہ یزید بن عبد اللہ بن قسیط ہیں (۵) عطاء بن یسار (۶) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۱۳۹)

علامہ ابن بطلال کا حدیث مذکور سے سجدہ تلاوت کے عدم وجوب پر استدلال اور مصنف کے جوابات

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث امام مالک اور امام شافعی کی حجت ہے کہ سجدہ تلاوت سنت ہے اور اگر سجدہ تلاوت واجب ہوتا جیسا کہ فقہاء احناف کا زعم ہے تو اس سجدہ کو حضرت زید بن ثابت ترک کرتے اور نہ نبی ﷺ ترک کرتے اور حضرت ابن مسعود کی حدیث میں جو آیا کہ نبی ﷺ نے مکہ میں سورۃ النجم کا سجدہ کیا تھا تو اس کی وضاحت زیر بحث حدیث (۱۹۷۲) سے ہوگئی کہ آپ نے اس فعل سے امت کو یہ خبر دی ہے کہ آیت سجدہ پڑھنے والے کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو اس کو پڑھ کر سجدہ کرے اور چاہے تو سجدہ نہ کرے اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ سورۃ النحل پڑھ کر سجدہ کیا اور دوسری مرتبہ سجدہ نہیں کیا تا کہ معلوم ہو جائے کہ یہ سجدہ واجب نہیں ہے۔

صحیح البخاری: ۱۰۶۷ کی شرح میں: تلاوت۔ وجوب۔ پر قرآن مجید کی تین آیات اور آثار صبیہ اور فقہاء تابعین کو پیش کر چکے ہیں اور حضرت زید بن ثابت اور حضرت زید بن ثابت کے جواب یہ ہے کہ سجدہ تلاوت فوراً واجب نہیں ہوتا بعد میں کرنا بھی جائز ہے اور ہم اس سے پہلے اس حدیث کے جواب میں امام طحاوی سے یہ نقل کر چکے ہیں کہ ممکن ہے حضرت زید بن ثابت نے اس وقت آیت سجدہ پڑھی کہ سجدہ کرنا جائز نہ ہو اس لیے آپ نے تلاوت سجدہ نہیں کیا یا آپ اس وقت با وضوء نہ ہوں لہذا اس باب کی حدیث سے امام مالک شافعی یہ موقف ثابت نہیں ہوتا کہ سجدہ تلاوت واجب نہیں ہے اور سجدہ تلاوت ہمارے پیش کردہ دلائل سے بہر حال واجب ہے۔

۱۰۷۳۔ حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذَنْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قُسَيْطٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ سَجَدَ ﴿فَسَجَدَ لِيَهَا﴾

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا کہ انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذنب نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن عبد اللہ بن قسیط نے حدیث بیان کی کہ عطاء بن یسار نے حدیث بیان کی کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ نے سجدہ کیا اور ہم نے اس میں سجدہ نہیں کیا۔

اس حدیث کی مفصل شرح ابھی گزشتہ حدیث: ۱۰۷۲ میں گزر چکی ہے۔

سورة "اذا السماء انشقت"

کا سجدہ

۷۔ بَابُ سَجْدَةِ ﴿وَإِذَا السَّمَاءُ

انْشَقَّتْ﴾ (الانشقاق: ۱)

۱۰۷۴۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ وَمُعَاذُ بْنُ كُضَّالَةَ قَالَا أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابی راہیم اور معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی کہ ان دونوں نے کہا: ہمیں ہشام

قَالَ رَأَيْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَرَأَ إِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ (الانشقاق: ۱). فَسَجَدَ بِهَا. فَقُلْتُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أَلَمْ أَرَكَ تَسْجُدُ؟ قَالَ لَوْ لَمْ أَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ لَمْ أَسْجُدْ.

نے خبر دی از یحییٰ از ابی سلمہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے "اِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ" (الانشقاق: ۱) کو پڑھا پس اس کا سجدہ کیا پس میں نے کہا: اے ابو ہریرہ! کیا میں آپ کو سجدہ کرتے ہوئے نہیں دیکھ رہا؟ انہوں نے کہا: اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو سجدہ کرتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں سجدہ نہ کرتا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۷۶۶ میں گزر چکی ہے۔

۸۔ بَابُ مَنْ سَجَدَ لِسُجُودِ الْقَارِئِ
وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ لَتُؤْمِنَنَّ بِنِ حَذَلَمٍ وَهُوَ غُلَامٌ فَقَرَأَ عَلَيْهِ سَجْدَةً فَقَالَ أَسْجُدُ فَإِنَّكَ إِمَامُنَا.

جس نے آیت سجدہ پڑھنے والے کی وجہ سے سجدہ کیا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے حمیم بن حذلم سے کہا اس وقت وہ نو عمر لڑکے تھے انہوں نے حضرت ابن مسعود کے سامنے آیت سجدہ پڑھی تو حضرت ابن مسعود نے ان سے کہا: تم سجدہ کرو کیونکہ میں میں تم ہمارے امام ہو۔

اس تعلق کی اصل سنن سعید بن منصور میں ہے اور اس کے منہ سے یہ حدیث ہے۔

سلیم بن حظلہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے سامنے سورہ بنی اسرائیل پڑھی جب میں آیت سجدہ پر پہنچا تو حضرت ابن مسعود نے فرمایا: اس کو پڑھو پس بے شک تم اس میں ہمارے امام ہو۔

مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۹۷ مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۹۸ دار الکتب العلمیہ بیروت

۱۰۷۵۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا نَافِعٌ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ عَلَيْهِ لِسُورَةِ الشَّجَّةِ فَسَجَدَ وَنَسَجَدُ حَتَّى مَا يَجِدُ أَحَدًا مَرِضًا سَجَدَ

م بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ ہمارے ساتھ سجدہ کی کوئی سورت پڑھتے پس آپ سجدہ کرتے تو ہم بھی سجدہ کرتے حتیٰ کہ ہم میں سے کسی شخص سجدہ کرنے کی جگہ بھی نہ ملتی۔

[اطراف الحدیث: ۱۰۷۶-۱۰۷۹]

سجدہ تلاوت کرنے کے وجوب پر مزید دلائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متونی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

تمام شہروں کے فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ جب تلاوت کرنے والا آیت سجدہ کی تلاوت کرے تو جو اس کے پاس بیٹھا ہو آیت سجدہ کو سن رہا ہو اس پر واجب ہے کہ اس کے سجدہ کے ساتھ وہ بھی سجدہ کرے حضرت عثمان نے کہا: جو آیت سجدہ کو سننے اس پر بھی سجدہ کرنا واجب ہے۔ (شرح ابن بطل مال ج ۳ ص ۵۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطل نے اس عبارت میں یہ اعتراف کر لیا ہے کہ آیت سجدہ کو سننے سے سجدہ کرنا واجب ہو جاتا ہے

اور یہی فقہاء احناف کا مسلک ہے۔

علامہ یعنی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آیت سجدہ کی تلاوت سے تلاوت کرنے والے اور سننے والے دونوں پر سجدہ کرنا واجب ہو جاتا ہے خواہ وہ نماز میں ہوں یا خارج از نماز ہوں۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۱۵۴)

المہلب نے کہا: اس حدیث میں ہے: پس آپ سجدہ کرتے تو ہم بھی سجدہ کرتے 'حتیٰ کہ ہم میں سے کسی شخص کو سجدہ کرنے کی جگہ بھی نہیں ملتی' اس سے معلوم ہوا کہ نیکی پر حرص کرنی چاہیے اور نبی ﷺ کے افعال کی کامل متابعت واجب ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۶۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

۹۔ بَابُ اَزْدِحَامِ النَّاسِ اِذَا قَرَأَ الْاِمَامُ السَّجْدَةَ

جب امام آیت سجدہ کو پڑھے
تو لوگوں کا رش

۱۰۷۶۔ حَدَّثَنَا بَشْرُ بْنُ اَدَمَ قَالَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ قَالَ اخْبَرَنَا عَبِيدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ السَّجْدَةَ وَنَحْنُ عِنْدَهُ فَيَسْجُدُ وَنَسْجُدُ مَعَهُ فَنَزْدَجِمُ حَتَّى مَا يَجِدُ أَحَدُنَا لِحَبْثِهِ مَوْضِعًا نَسْجُدُ عَاقِبَةً

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں علی بن مسہر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے خبر دی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ آیت سجدہ کو پڑھتے اور ہم آ۔ کے پاس ہوتے تھے آپ سجدہ کرتے تو ہم بھی سجدہ کرتے میرا ہو جاتا تھا۔ یہ کہ اپنی پیشانی رکھنے کے لیے جگہ نہ ملتی جس پر وہ سجدہ کرتا۔

اس حدیث کی شرح گزشتہ حدیث کے تحت گزر چکی ہے۔

۱۰۔ بَابُ مَنْ رَأَى أَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ يُوجِبِ السَّجْدَةَ

جس نے دیکھا کہ اللہ عزوجل نے
سجدہ تلاوت کو واجب نہیں کیا

وَقِيلَ لِعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ الرَّجُلُ يَسْمَعُ السَّجْدَةَ وَلَمْ يَجْلِسْ لَهَا؟ قَالَ أَرَأَيْتَ لَوْ قَعَدَ لَهَا؟ كَأَنَّهُ لَا يُوجِبُهُ عَلَيْهِ

اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص آیت سجدہ کو سنتا ہے اور اس کے لیے بیٹھتا نہیں ہے؟ انہوں نے کہا: یہ بتاؤ کہ اگر وہ بیٹھ گیا تو پھر؟ گویا کہ ہوں نے اس پر سجدہ تلاوت کو واجب نہیں کیا۔

اس تعلق کی اصل اس حدیث میں ہے:

امام ابن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ ابو العلاء سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے مطرف سے پوچھا: ایک شخص کو یہ شک ہے کہ اس نے آیت سجدہ کو سنتا ہے یا نہیں؟ مطرف نے کہا: اگر اس نے سن بھی لیا تو پھر کیا ہے؟ پھر مطرف نے کہا: میں نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: ایک شخص نہیں جانتا کہ آیا اس نے آیت سجدہ کو سنتا ہے یا نہیں؟ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر اس نے سن بھی لیا ہے تو پھر کیا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۵۱ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۲۳ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم نے اس کے لیے صبح

وَقَالَ سَلَمَانَ مَا لِهَذَا غَدَوْنَا

نہیں کی۔

اس تعلق کی اصل اس حدیث میں ہے:

امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ ابو عبد الرحمن سے روایت کرتے ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے اور اس مسجد میں لوگ قرآن مجید پڑھ رہے تھے انہوں نے آیت سجدہ پڑھی اور سجدہ کیا تو حضرت سلمان سے ان کے ساتھی نے کہا: اے ابو عبد اللہ! کیوں نہ ہم ان لوگوں کے ساتھ شامل ہوں (یعنی سجدہ کریں) حضرت سلمان نے کہا: ہم نے اس لیے مسجد نہیں کی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۵۰، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۲۳، دار الکتب العلمیہ بیروت)

وَقَالَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ إِنَّمَا السَّجْدَةُ عَلَى مَنْ اسْتَمَعَهَا۔
اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: سجدہ تلاوت صرف اس شخص پر واجب ہے جس نے آیت سجدہ کو بہ غور سنا۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

امام عبد الرزاق بن حمام متوفی ۲۱۱ھ اپنی سند کے ساتھ ابن المسیب سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک قصہ گو کے پاس سے گزرے اس نے آیت سجدہ پڑھی تاکہ وہ سجدہ کرے اس کے ساتھ حضرت عثمان تھے پس حضرت عثمان نے کہا: سجدہ اس شخص پر واجب ہوتا ہے جو آیت سجدہ کو بہ غور سنے پھر حضرت عثمان چلے گئے اور انہوں نے سجدہ نہیں کیا۔

(مصنف عبد الرزاق: ۵۲۹۳، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ لَا تَسْجُدُ إِلَّا أَنْ تَكُونَ طَاهِرًا۔
ثُمَّ إِذَا سَجَدْتَ وَأَنْتَ فِي حَضَرٍ فَاسْقِبِ الْقِبْلَةَ فَإِنْ كُنْتَ رَاكِبًا فَلَا عَلَيْكَ حَيْثُ كُنَّا وَجْهَكَ۔
الزہری نے کہا: بغیر طہارت کے سجدہ نہ کرو پس جب تم شہر میں سجدہ کرو تو آیت سجدہ کی طرف منہ کرو اور اگر تم سواری پر ہو تو کوئی حرج نہیں ہے خواہ تمہارا منہ کسی طرف ہو۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس تعلیق کو عبد اللہ بن وہب نے یونس سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے اس میں مذکور ہے کہ بغیر طہارت کے سجدہ نہ کرو اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ یہ عدم وجوب طہارت کی دلیل نہیں ہے۔ گناہ قاری اور سامع کے سجدہ کو طہارت کی شرط کے اوپر معلق کیا گیا ہے اور جب طہارت کی شرط پائی جائے تو سجدہ واجب ہوگا۔ اس عنوان کے موافق یہ جملہ ہے کہ اگر تم سواری پر ہو تو کوئی حرج نہیں خواہ تمہارا منہ کسی طرف ہو کیونکہ یہ نفل کی دلیل ہے اور واجب کو حالت امن میں سواری پر ادا نہیں کیا جاتا۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۵۸۷، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

وَعُثْمَانُ السَّجْدَةُ بَيْنَ يَدَيْهِ لَا يَسْجُدُ لِمَا يُرِيدُ الْقَاصِدُ۔
اور عثمان سجدہ کے لیے آیت سجدہ کے سامنے سجدہ نہیں کرتے تھے۔

اس تعلیق کے مناسب یہ حدیث ہے:

الزہری نے کہا کہ ابن المسیب مسجد کے ایک گوشے میں بیٹھ جاتے اور قصہ گو آیت سجدہ پڑھتا تو وہ اس کے ساتھ سجدہ نہیں کرتے تھے اور کہتے تھے: میں اس لیے نہیں بیٹھا تھا۔

(مصنف عبد الرزاق: ۵۹۲۵، دار الکتب العلمیہ بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۳۸، مجلس علمی بیروت)

۱۰۷۷ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي مَلِيكَةَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے خبر دی کہ بے شک ابن جریج نے انہیں خبر دی انہوں نے کہا: مجھے ابو بکر

التَّبِیُّ عَنْ رَبِیْعَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْهَدَّیْرِ النَّبِیِّ قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَكَانَ رَبِیْعَةُ مِنْ خِیَارِ النَّاسِ عَمَّا خَضَرَ رَبِیْعَةُ مِنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَرَأَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى الْمِنْبَرِ بِسُورَةِ النَّحْلِ حَتَّى إِذَا جَاءَ السَّجْدَةُ نَزَلَ فَسَجَدَ وَسَجَدَ النَّاسُ حَتَّى إِذَا كَانَتِ الْجُمُعَةُ الْقَابِلَةُ قَرَأَ بِهَا حَتَّى إِذَا جَاءَ السَّجْدَةُ قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا نَمُرُّ بِالسُّجُودِ فَمَنْ سَجَدَ فَقَدْ أَصَابَ وَمَنْ لَمْ يَسْجُدْ فَلَا إِنَّمِ عَلَيْهِ وَلَمْ يَسْجُدْ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ وَزَادَ نَافِعٌ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا إِنَّ اللَّهَ لَمْ يَفْرِضِ السُّجُودَ إِلَّا أَنْ تَشَاءَ.

بن ابی ملیک نے خبر دی از عثمان بن عبد الرحمن التیمی از ربیعہ بن عبد اللہ بن الہدیٰ التیمی ابو بکر نے کہا: ربیعہ ان تمام لوگوں سے بہتر تھے۔ ربیعہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے انہوں نے جمعہ کے دن منبر پر سورۃ النحل پڑھی حتیٰ کہ آیت السجدہ آ گئی پھر حضرت عمر نے منبر سے اتر کر سجدہ کیا اور لوگوں نے بھی سجدہ کیا حتیٰ کہ جب اگلا جمعہ آیا تو حضرت عمر نے پھر اس سورت کو پڑھا حتیٰ کہ جب آیت السجدہ آئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے لوگو! ہم سجدہ سے گزر رہے ہیں پس جس نے سجدہ کیا تو اچھا کیا اور جس نے سجدہ نہیں کیا تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سجدہ نہیں کیا اور نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ اضافہ کیا ہے کہ بے شک اللہ نے سجدہ تلاوت کو فرض نہیں کیا سوا اس کے کہ ہم چاہیں۔

اس حدیث کو صرف امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

حدیث مذکور میں وجوب کے خلاف الفاظ کے جوابات

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت عمر نے فرمایا: جس نے سجدہ نہیں کیا اس پر کوئی گناہ نہیں۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت عمر کا یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ سجدہ تلاوت واجب نہیں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ہم سہل تا چکے ہیں کہ سجدہ تلاوت آیت پڑھنے کے فوراً بعد واجب نہیں ہوتا سو حضرت عمر کے قول کا یہ ہے کہ جس نے فوراً سجدہ نہیں کیا اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر نے سجدہ تلاوت کیا۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت عمر کے نزدیک سجدہ تلاوت واجب نہیں تھا ہو سکتا ہے حضرت عمر نے اس لیے فوراً سجدہ نہیں کیا تا کہ ان نمازیوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ سجدہ تلاوت بعد میں بھی کیا جاسکتا ہے۔ حضرت عمر کے نزدیک سجدہ تلاوت واجب تھا اس پر دلیل یہ حدیث ہے:

عبد اللہ بن ثعلبہ بیان کرتے ہیں کہ انیس ہجرت بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز پڑھ کر سورۃ النور کی تلاوت کی اور اس میں دو سجدے کیے۔ (سنن ترمذی: ۵۷۸، مصنف: ابی یوسف ج ۲، شرح: دار الفکر: ۲۰۹)

سجدہ تلاوت کے وجوب کے خلاف حافظ ابن حجر کی تاویلات اور مصنف کے جوابات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے قول "فَسَجُدُوا" (النجم: ۶۲) کو استحباب پر محمول کیا جائے گا یا اس سے مراد نماز کا سجدہ مراد لیا جائے یا اس کو فرض نماز میں وجوب پر محمول کیا جائے گا اور سجدہ تلاوت میں اس کو استحباب پر محمول کیا جائے گا جیسا کہ امام شافعی کا قاعدہ ہے کہ وہ لفظ مشترک سے دونوں معنی مراد لیتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۵۸۶، دار المعرفۃ بیروت)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر کی یہ عبارت اس سوال کا جواب ہے کہ امام بخاری کا یہ عنوان کس طرح درست ہو سکتا ہے کہ سجدہ تلاوت واجب نہیں ہے جب کہ قرآن مجید میں سجدہ تلاوت کرنے کا صریح امر موجود ہے "فَسَجُدُوا لِلَّهِ وَاعْبُدُوا" (النجم: ۶۲) اور

فرمایا: ”وَأَسْجُدْ وَاقْتَرِبْ“ (العلق: ۱۹) ان دونوں آیتوں میں سجدہ کرنے کا امر ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے لہذا سجدہ تلاوت کرنا از روئے قرآن واجب ہے اور امام بخاری کا یہ عنوان صریح قرآن کے خلاف ہے اس کا حافظ ابن حجر نے یہ جواب دیا کہ یہاں امر استحباب کے لیے ہے لیکن حافظ ابن حجر کا یہ جواب غلط ہے کیونکہ امر میں اصل وجوب ہے اور جب تک وجوب کے خلاف کوئی قرینہ صارفہ نہ ہو اس کو کسی اور معنی پر محمول کرنا باطل ہے غالباً حافظ ابن حجر کو خود بھی اپنے اس جواب کے باطل ہونے کا احساس تھا اس لیے انہوں نے دوسرا جواب دیا کہ: یا اس سے مراد نماز کا سجدہ ہے لیکن ان کا یہ جواب بھی باطل ہے کیونکہ ان آیتوں کے سیاق اور سباق میں نماز کا کوئی ذکر نہیں ہے اس لیے ان کا یہ جواب بھی باطل ہے اور سب سے زیادہ غلط بات یہ کہی ہے کہ فرض نماز میں ”اسجدوا“ کا لفظ وجوب کے لیے ہے اور سجدہ تلاوت میں استحباب کے لیے ہے اور اس پر انہوں نے کوئی دلیل پیش نہیں کی۔ اس کے بعد حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

سجدہ تلاوت واجب نہیں ہے اس کے دلائل میں سے یہ ہے کہ امام طحاوی نے یہ کہا ہے کہ سجدہ تلاوت کا صیغہ امر سے بھی ذکر ہے اور صیغہ خبر سے بھی ذکر ہے اور جہاں صیغہ امر سے ذکر ہے وہاں اختلاف ہے جیسے الحج کا دوسرا سجدہ النجم اور العلق پس اگر سجدہ تلاوت واجب ہوتا تو جہاں اس کا ذکر صیغہ امر سے ہے تو وہ اس کے زیادہ لائق تھا کہ وہاں اس کے وجوب پر اتفاق ہوتا۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۵۸۶ دارالعرفان بیروت)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام طحاوی کی پوری مہارت غل نہیں کیا۔ امام طحاوی نے کہا ہے کہ جہاں سجدہ کا ذکر امر کے صیغہ سے ہے وہاں اختلاف ہے کہ اس سے مراد سجدہ تلاوت ہے یا نہیں اس لیے کہ یہ یقینی طور پر ہے کہ تلاوت مراد نہیں ہے لیکن چونکہ احادیث سے ثابت ہے کہ آپ نے النجم میں سجدہ کیا ہے اس لیے ہم نے یہاں پر قیاس کو چھوڑ دیا اور احادیث کی اتباع میں یہاں سجدہ تلاوت کو واجب کہا ہے۔ (دیکھئے: شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۳۶۹ مقدمہ کتاب غانہ کراچی)

اسی طرح سجدہ تلاوت کے وجوب پر قسماً دلائل راسخہ ق: ۲۱-۲۰ میں اللہ تعالیٰ نے سجدہ تلاوت نہ کرنے والوں کی مذمت کی ہے اور فرمایا ہے:

فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ (الانشاق: ۲۱-۲۰) ان کو کیا ہوا یہ ایمان کیوں نہیں لاتے اور جب ان پر قرآن پڑھا جاتا ہے تو یہ سجدہ کیوں نہیں کرتے

قرآن کی اس قطعیت سے مقابلہ میں غلط اندازہ نہ لگایا جائے۔ تمام تادیبات سوائے اس کی شرح اللہ تعالیٰ نے سجدہ تلاوت کے وجوب کے خلاف اس کے سیاق میں جو آثار ثابۃ ہیں وہ بھی ان آیات سے متضاد نہیں ہوں گے کیونکہ یہاں رکعتیں نیز اس کے علاوہ ان آثار کے مزاحم وہ آثار ہیں جو سجدہ تلاوت کے وجوب پر دلالت کرتے ہیں جن کو ہم صحیح البخاری: ۱۰۶۷ میں پیش کر چکے ہیں اور یہ سجدہ تلاوت کے وجوب پر بہت قوی دلیل ہے۔ والحمد للہ رب العلمین۔

امام بخاری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول جو پیش کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سجدہ تلاوت کو فرض نہیں کیا یہ ہمارے خلاف نہیں ہے کیونکہ ہم سجدہ تلاوت کو فرض نہیں کہتے واجب کہتے ہیں۔

جس نے نماز میں سجدہ تلاوت کی آیت پڑھی

۱۱۔ بَابُ مَنْ قَرَأَ السَّجْدَةَ

پس اس پر سجدہ کیا

فِي الصَّلَاةِ فَسَجَدَ بِهَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث

۱۰۷۸۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْنَرٌ قَالَ

سَمِعْتُ أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي بَكْرٌ عَنْ أَبِي زَالٍ قَالَ
صَلَّيْتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ الْعَتَمَةَ لَقَرَأَ إِذَا السَّمَاءُ
انْشَقَّتْ (الانشقاق: ۱) فَسَجَدَ لَقُلْتُ مَا هَٰذَا؟ قَالَ
سَجَدْتُ بِهَا خَلَفَ أَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَلَا أَرَا أَسْجُدُ لَهَا حَتَّى الْقَاهُ.

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی انہوں نے
کہا: میں نے اپنے والد سے سنا انہوں نے کہا: مجھے بکر نے حدیث
بیان کی از ابی رافع انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ
کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی پس انہوں نے یہ آیت پڑھی: "اِذَا
السَّمَاءُ انْشَقَّتْ" (الانشقاق: ۱) پس سجدہ کیا میں نے کہا: یہ کیسا
سجدہ ہے انہوں نے کہا: میں نے ابو القاسم رضی اللہ عنہ کے پیچھے اس
آیت پر سجدہ کیا تھا پس میں ہمیشہ اس آیت پر سجدہ کرتا رہوں گا حتیٰ
کہ ان سے مل جاؤں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۷۶۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۔ بَابُ مَنْ لَمْ يَسْجُدْ مَوْضِعًا

لِلسُّجُودِ مِنَ الزَّحَامِ

۱۰۷۹۔ حَدَّثَنَا صَدْقَةُ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى عَنْ
عَبِيدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى
عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْرَأُ
السُّورَةَ الَّتِي لَهَا السَّجْدَةُ فَيَسْجُدُ وَتَسْجُدُ حَتَّى
مَا يَسْجُدُ أَحَدُنَا مَكَانًا لِمَوْضِعِ جَبْهَتِهِ.

جس نے رش کی وجہ سے سجدہ
کرنے کی جگہ نہیں پائی

۱۔ بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ نے حدیث
بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے خبر دی از عبید اللہ از نافع از
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ اس سورت
کو پڑھتے تھے جس میں سجدہ تھا پس آپ سجدہ کرتے اور ہم سجدہ
کرتے حتیٰ کہ ہم نے ایک ایک اپنی پیشانی رکھنے کے لیے جگہ
نہیں پاتا تھا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۷۵۰ میں گزر چکی ہے۔

”ابواب سجود القرآن“ کی تکمیل

یہاں ”ابواب سجود القرآن“ کی تکمیل ہوئی۔ ان باب میں پندرہ احادیث ہیں جن میں سے بعض روایات اور باقی
موصول ہیں اور نو احادیث مکرر ہیں اور چھ خالص ہیں۔

اللہ العظیم! نعمۃ الباری کو مکمل فرمادے اور میری اور میرے والدین کی مغفرت فرمادے۔

لَا حَمْدَ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ

وَعَلَى آلِهِ وَاصْحَابِهِ وَآزْوِاجِهِ وَطَرَبِهِ أَجْمَعِينَ.

۱۹ ربیع الاول ۱۴۲۸ھ / ۱۸ اپریل ۲۰۰۷ء





نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

۱۸۔ کتاب تقصیر الصلوة

نمازوں میں قصر کرنے کا بیان

نمازوں کو قصر کرنا اور نمازوں کو قصر کرنے

کے لیے مسافر کتنے دن ٹھہرے

۱۔ باب مَا جَاءَ فِي التَّقْصِيرِ

وَكَمْ يَقِيمُ حَتَّى يَقْصُرَ

اس باب میں نماز کو قصر کرنے کا حکم بیان کیا گیا ہے "قصر" کا معنی ہے: چار رکعت کی نماز کو دو رکعت کرنا اور اس پر اجماع ہے کہ مغرب اور فجر کی نماز میں قصر نہیں ہے۔

م بخاری ۱۰۸۰۔ تے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے

حدیث بیان کی کہ وہ نے ہا: ہمیں ابو عوانہ نے حدیث بیان کی

از عاصم و حصین از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے

ہیں کہ نبی کریم ﷺ دن ٹھہرے قصر کرتے رہے پس جب ہم

سفر کرتے تو انیس دن ٹھہر کر قصر کرتے (چار رکعت کی نماز دو رکعت

پڑھتے) اور اس سے زیادہ ٹھہرتے تو نماز کو مکمل کرتے۔

۱۰۸۰۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا

أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عَاصِمٍ وَحُصَيْنٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ

ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ أَقَامَ النَّبِيُّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِسْعَةَ عَشَرَ نَهْصَرًا فَخَفَّ إِذَا

سَافَرْنَا تِسْعَةَ عَشَرَ قَصْرًا وَإِنْ زِدْنَا أَتَمْنَا.

[اطراف الحدیث: ۳۲۹۸-۳۲۹۹]

(سنن ابوداؤد: ۱۲۳۰، سنن ترمذی: ۵۳۹، سنن ابن ماجہ: ۱۰۷۵، صحیح ابن خزیمہ: ۹۵۵، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۵۰، شرح السنن: ۱۰۲۸، مصنف عبد الرزاق:

۳۳۳۷، مسند ابی یوسف: ۲ ص ۳۷۰، صحیح ابن خزیمہ: ۱۰۷۵، سنن ابن ماجہ: ۱۰۷۵، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۵۰، شرح السنن: ۱۰۲۸، مصنف عبد الرزاق:

۳۳۳۷، مسند ابی یوسف: ۲ ص ۳۷۰، صحیح ابن خزیمہ: ۱۰۷۵، سنن ابن ماجہ: ۱۰۷۵، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۵۰، شرح السنن: ۱۰۲۸، مصنف عبد الرزاق:

حدیث مذکور کے رجال

(۱) موسیٰ بن اسماعیل ابوسلمہ السمری المتوزکی (۲) ابو عوانہ الوضاح البشکری (۳) عاصم بن سلیمان الاحول (۴) حصین بن عبدالرحمان

السلمی (۵) عکرمہ (۶) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۱۶۶)

سفر میں مدت اقامت کے متعلق مختلف احادیث

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تبوک میں بیس دن ٹھہرے اور نماز کو قصر کرتے رہے (یہ

حدیث مرسل ہے)۔ (سنن ابوداؤد: ۱۲۳۵)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد کیا اور آپ کے ساتھ فتح مکہ کے

موقع پر حاضر تھا آپ مکہ میں ٹھہرے اور صرف دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور فرماتے تھے: اے شہر والو! چار رکعت نماز پڑھو! ہم مسافر ہیں۔ (سنن ابوداؤد: ۱۲۲۹، سنن ترمذی: ۵۳۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مکہ میں سترہ دن ٹھہرے اور نماز کو قصر کرتے رہے حضرت ابن عباس نے فرمایا: جو مکہ میں سترہ دن ٹھہرے وہ قصر کرے اور جو زیادہ دن ٹھہرے وہ نماز پوری پڑھے۔

(صحیح البخاری: ۱۰۸۰، سنن ابوداؤد: ۱۲۳۰، سنن ترمذی: ۵۳۹، سنن ابن ماجہ: ۱۰۷۵)

امام ابوداؤد نے کہا: عباد بن منصور نے کہا: عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: آپ انیس دن ٹھہرے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مکہ میں پندرہ دن ٹھہرے اور نماز کو قصر کرتے رہے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۲۳۱، سنن نسائی: ۱۳۵۲)

امام ابوداؤد نے کہا: اس حدیث کو عبیدہ بن سیمان اور احمد بن خالد ادوی اور مسلمہ بن الفضل نے ابواسحاق سے روایت کیا ہے

اور اس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ذکر نہیں ہے۔

عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ میں سترہ روز ٹھہرتے اور دو رکعت نماز پڑھتے

تھے۔ (صحیح البخاری: ۱۰۸۱، صحیح مسلم: ۶۹۳، سنن ابوداؤد: ۱۲۳۳، سنن نسائی: ۱۳۳۷، سنن ابن ماجہ: ۱۰۷۷)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ کی طرف گئے آپ دو رکعت نماز

پڑھتے تھے حتیٰ کہ ہم مدینہ کی طرف لوٹ آئے پس ہم نے کہا: کیا نہ دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کچھ دن قیام کیا کرتے تھے؟

دن قیام کیا تھا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۲۳۳)

مدت قصر کی احادیث میں علامہ عینی حنفی کے بیان کردہ محامل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۷۵۵ھ لکھتے ہیں

مدت اقامت دراصل پندرہ دن ہے۔ سیاق و سباق سے ظاہر ہے کہ اس کی روایت میں اس کی تصریح ہے جو حضرت ابن

عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سترہ دن اقامت کی روایت بھی بیان کی اس میں ایک دن میں

داخل ہونے کا ایک دن مکہ سے خارج ہونے کا بھی شامل کر لیا۔ یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور سنن میں ہے اور حضرت

عمران بن حصیر سے روایت ہے کہ آپ مکہ میں سترہ دن قیام فرماتے تھے اس حدیث میں یمن کی ایام میں قیام کرنے کے

بھی شامل کر لیے گئے ہیں اور جو دن دن رات ہے۔ امام داؤد نے بغیر ذکر کے بیان کیا ہے اس میں قیام کی مدت مرسل

ہے اور حضرت انس سے جو دس دن کی روایت ہے اس میں صرف مکہ میں اقامت کے ایام مراد ہیں تین دن ایام مثنیٰ میں قیام کے اور

دو دن آنے اور جانے کے مراد نہیں ہیں۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۱۶۹-۱۶۸ مع زیادة دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

مدت قصر کی احادیث میں علامہ ابن بطال مالکی کے بیان کردہ محامل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۳۹ھ لکھتے ہیں:

باب مذکور کی حدیث: ۱۰۸۰ میں یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ انیس دن ٹھہرے اور قصر کرتے رہے۔

نبی ﷺ انیس دن ٹھہر کر اس لیے قصر کرتے رہے کہ آپ نے طائف کا محاصرہ کیا ہوا تھا یا آپ ہوازن کی جنگ میں مشغول

تھے پس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس مدت کو نماز کے قصر اور اتمام کے درمیان حد بنادیا اور کہا: جب ہم سفر کرتے تو انیس دن ٹھہر

کر قصر کرتے اور اس سے زیادہ ٹھہرتے تو نماز کو مکمل کرتے۔

المہلب نے کہا ہے کہ فقہاء اس حدیث کی اس طرح تاویل نہیں کرتے جس طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تاویل کی ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اس مدت میں قیام کا عزم نہیں کیا تھا کیونکہ آپ ﷺ کا انتظار کر رہے تھے پھر اس کے بعد نبی ﷺ روانہ ہوئے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے گمان کیا کہ انیس دنوں تک قصر کرنا لازم ہے پھر اس کے بعد آدی جتنے دن ٹھہرے ان میں پوری نماز پڑھے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے جو کہ میں میں دن قیام کیا اور ان دنوں میں نماز قصر کرتے رہے اس حدیث کو امام عبد الرزاق نے روایت کیا ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۴۳۴۷) اور امام ابن عیینہ نے ابن ابی شیبہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے سالم بن عبد اللہ سے سوال کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کس طرح قصر کرتے تھے انہوں نے کہا: جب وہ قیام کا پختہ ارادہ کر لیتے تو نماز پوری پڑھتے تھے اور جب وہ یہ کہتے کہ میں آج روانہ ہوں گا اور کل روانہ ہوں گا تو نماز کو قصر کرتے خواہ وہ میں راتیں ٹھہرتے۔

فقہاء کا اس پر اتفاق ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کی فقہاء نے یہ تاویل بھی کی ہے کہ نبی ﷺ کا مکہ میں انیس دن ٹھہرنا اس کو وطن بنانے کے لیے نہیں تھا تا کہ مکہ سے ہجرت سے رجوع نہ ہو جائے اور حضرت ابن عباس سے یہ بھی روایت ہے کہ جس نے دس راتیں اقامت کی نیت کر دی پھر نماز پڑھنے کا یہ ارادہ تو ہے جو حدیث میں ان کی تاویل کے خلاف ہے اور مجھے ائمہ فتویٰ میں سے کسی کے قول کا علم نہیں ہے جس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کے موافق کہا ہو اور انیس دنوں کو قصر کی حد قرار دیا ہو سو یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا منفرد موقف ہے اور امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے سترہ دن قیام کیا اور نماز کو قصر کرتے رہے اور حضرت ابن عباس نے فرمایا: جس نے سترہ دن قیام کیا وہ نماز کو قصر کرے اور جس نے اس سے زیادہ قیام کیا، نماز پوری پڑھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۹۵، مجلس علمی ہمدون)

اور باب مذکور کی اس حدیث کو عباد بن نیم سے روایت کیا جس میں انیس دنوں کا ذکر ہے جیسا کہ امام بخاری نے روایت کیا ہے اور سترہ دنوں کا قول بھی فقہاء میں سے صرف امام شافعی کا ہے کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ جو شخص خصوصیت سے دارالحرب میں سترہ راتیں قیام کرے وہ قصر کرے اور میں اس باب میں ان شاء اللہ اس کا ذکر کروں گا۔

رہی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کہ بدو میں قیام کرے وہ پوری نماز پڑھے۔ (صحیح ابی داؤد: ۱۰۸۱) تو عسریب بن مسعود میں فقہاء کے اختلاف کا درآئے گا اور اس کی شرعیت میں فقہاء کے احوال اور ان کے دلائل کا ذکر کروں گا۔

فقہاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کی یہ تاویل بھی کی ہے کہ آپ مکہ میں جو دس دن ٹھہرے تو روانہ ہونے کی نیت سے ٹھہرے تھے اور جوان عورتیں آپ کو روانہ ہونے سے مانع تھیں اور جس شخص کی روانہ ہونے کی نیت ہو وہ بہر حال قصر کرے گا خواہ وہ طویل مدت تک قیام کرے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث (۱۰۸۰) سے یہ فقہی مسئلہ معلوم ہوتا ہے کہ جو مسلمان دشمن کی سرزمین میں ہوں اور اس میں ایک مدت تک اقامت کی نیت کریں تو وہ اس پوری مدت میں نماز کو قصر کریں گے کیونکہ ان کو یہ علم نہیں ہوگا کہ ان کو کب روانہ ہونا ہے۔ امام مالک اور امام ابو حنیفہ کا بھی مذہب ہے اور امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے۔ ابن القصار نے یہ کہا ہے کہ امام شافعی کا دوسرا قول یہ ہے کہ اگر مسلمان دارالحرب میں ٹھہریں اور ہر روز روانہ ہونے کا انتظار کریں تو ان کے لیے سترہ یا اٹھارہ دنوں تک نماز کو

قصر کرنا جائز ہے اور اگر اس سے زیادہ دن ٹھہریں تو وہ نماز پوری پڑھیں اور اس قول پر ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ حوازن میں اتنی مدت تک ٹھہر کر قصر کرتے رہے تھے اور امام شافعی نے اپنے اس قول میں دوسرے فقہاء کی مخالفت کی ہے اور ان کا پہلا قول جو دوسرے فقہاء کے موافق ہے وہ صحیح ہے کیونکہ جو شخص دارالحرب میں ٹھہرتا ہے اس کی اقامت صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ اقامت اس پر موقوف ہے کہ اس کو کب فتح حاصل ہوگی اور دشمن کی سرزمین مسلمانوں کے لیے دار اقامت نہیں ہے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے تبوک میں بیس دن قیام کیا اور نمازوں میں قصر کرتے رہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۹۳، مجلس علمی) اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما آذربائیجان میں چھ مہینے جہاد کرتے رہے اور قصر کرتے رہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نیشاپور میں دو سال تک نماز میں قصر کرتے رہے اور صحابہ کی ایک جماعت نے اسی طرح کیا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۸۸، مجلس علمی، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۳۰۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت) (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۶۷-۶۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۳ھ)

مدت قصر میں ائمہ مجتہدین کے مذاہب

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ سفر میں قصر کی جس مدت کے بعد نماز پوری پڑھنا فرض ہے وہ اکیس (۲۱) نمازوں کی مدت ہے جب نمازیں اکیس سے زیادہ ہو جائیں تو پوری نماز پڑھی جائے گی۔ امام مالک، امام شافعی اور ابو ثور کا بھی یہی مذہب ہے کہ جب کوئی شخص چار دن قامت لائیت کرے گا تو دو دن قامت لائیت کرے گا اور پڑھے گا۔ سب پاروں سے زیادہ اقامت کرے گا تو پوری نماز پڑھے گا کیونکہ تین دن قلت کی حد ہے کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت العلاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مہاجر حج کے افعال مکمل کرنے کے بعد مکہ میں تین دن رہے گا۔ (صحیح مسلم: ۹۸۵، سنن ترمذی: ۱۰۰۹، سنن نسائی: ۱۳۵۳، سنن ابن ماجہ: ۱۰۷۳، سنن ابی داؤد: ۴۲۹) اور سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں کہ جب حدیث مرزی اللہ عنہ اس سے کہے کہ: بخالی کر لیا تو ان میں سے جو تجارت کے لیے آئے ان کے لیے تین دن مقرر کیے۔ (سنن ابی داؤد: ۱۰۷۳، سنن ابن ماجہ: ۱۰۷۳، سنن ترمذی: ۱۰۰۹، سنن نسائی: ۱۳۵۳، سنن ابی داؤد: ۴۲۹)

یہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ تین دن سفر کے حکم میں ہیں اور جو اس سے زائد دن ہوں وہ اقامت کے حکم میں ہیں اور سفیان ثوری اور فضلاء اہل احناف نے یہ کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے پندرہ دن قیام کیا تو وہ پوری نماز پڑھے گا اور اگر اس سے کم قیام کیا تو وہ قصر کرے گا۔ یہ مذہب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، سعید بن جبیر، ہریرہ بن ساعدہ، عمار بن عبد اللہ، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس دونوں سے کہا ہے کہ جب تم کو اور تمہاری قوم کو پندرہ دن ٹھہرو گے تو پوری پڑھو۔ اس قول کا مخالف معروف نہیں ہے اور سعید بن المسیب سے بھی اس قول کی مثل مروی ہے۔ (السنن ج ۲ ص ۵۲۹، دارالحدیث قاہرہ: ۱۴۲۵ھ)

مدت قصر میں امام ابو حنیفہ کے مذہب کی تصریح

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی الحنفی المتوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

سفر کا حکم اس وقت تک رہے گا حتیٰ کہ وہ کسی شہر یا بستی میں پندرہ دن یا اس سے زیادہ دن اقامت کی نیت کرے اور اگر اس نے اس سے کم مدت اقامت کی نیت کی تو وہ قصر کرے گا اور یہ مدت حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس سے منقول ہے۔

(بدایہ مع البنا ج ۳ ص ۲۵۷-۲۵۵، مکتبہ حقانیہ، لبنان)

مدت قصر میں امام ابو حنیفہ کی تائید میں آثار اور اقوال تابعین

مجاہد حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں: انہوں نے کہا: جب تم مسافر ہو اور کسی جگہ پندرہ دن قیام کرو تو نماز پوری پڑھو اور جب تمہیں روانگی کا پتا نہ ہو تو نماز پوری پڑھتے رہو! امام محمد نے کہا: ہم اسی پر عمل کرتے ہیں اور یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار، امام محمد: ۱۸۸، 'ادارۃ القرآن' کراچی: ۱۴۰۷ھ)

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب کسی جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ کرتے تو اپنی سواری کو چرنے کے لیے چھوڑ دیتے اور چار رکعت نماز پڑھتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۳۰۱، مجلس علمی بیروت، 'مصنف ابن ابی شیبہ' دارالکتب العلمیہ بیروت، ۸۲۱۶، 'مصنف عبد الرزاق' ۴۳۵۵) ابو بشر بیان کرتے ہیں کہ سعید بن جبیر نے کہا: جب تم پندرہ دن سے زیادہ اقامت کی نیت کرو تو نماز پوری پڑھو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۳۰۲، مجلس علمی بیروت، 'مصنف ابن ابی شیبہ' ۸۲۱۷، 'دارالکتب العلمیہ بیروت') وسیع بیان کرتے ہیں کہ میں نے سفیان سے سنا کہ جب تم کسی جگہ پر پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ کرو تو پوری نماز پڑھو جب تم اس جگہ داخل ہو اور اگر یہ معلوم نہ ہو کہ کب روانہ ہو گے تو دو رکعت نماز پڑھتے رہو خواہ ایک سال قیام کرو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۳۰۵، مجلس علمی بیروت، 'مصنف ابن ابی شیبہ' ۸۲۲۱، 'دارالکتب العلمیہ بیروت') داؤد بن ابی حند بیان کرتے ہیں کہ سعد بن المسیب نے کہا: جب کوئی شخص پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ کر لے تو پوری نماز پڑھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۹۶، مجلس علمی بیروت، 'مصنف ابن ابی شیبہ' ۸۲۱۲، 'دارالکتب العلمیہ بیروت'، 'مصنف عبد الرزاق' ۴۳۶۰)

نماز قصر کی مشروعیت کی ابتداء

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ضحاک نے اپنی تفسیر میں بیان کیا کہ نبی ﷺ اسلام کی ابتداء میں ظہر کی نماز دو دو رکعت پڑھتے تھے اور مغرب کی تین رکعت پڑھتے تھے اور عشاء اور فجر کی دو رکعت پڑھتے تھے۔ عرب قبلہ کا نام نازل ہوا تو حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کو اشارہ کیا کہ آپ ظہر کی چار رکعت پڑھیں اور عشاء کی چار رکعت پڑھیں اور فجر کی دو رکعت پڑھیں اور انہوں نے کہا: یا محمد (ﷺ)! ہا پہلا فریضہ تو وہ آپ کی امت کے مسافروں اور مجاہدوں کے لیے ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: تاجروں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: یا رسول اللہ! میں نے سنا ہے کہ یہ ہماری نماز پڑھیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَإِذَا ضَرَبْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ. (النساء: ۱۰۱)

اور جب تم زمین میں پہنچو تو نماز کو قصر کرنے میں تم پر کوئی حرج نہیں ہے۔

پھر وحی منقطع ہو گئی پھر اس کے ایک سال بعد نبی ﷺ کسی غزوہ میں گئے پس آپ نے ظہر کی نماز پڑھی تو مشرکین کے کہا: (سیدنا) محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب نے اپنی سواریوں پر تمہیں قدرت دی پس تم ان پر حملہ کیوں نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ نے دو نمازوں کے درمیان یہ آیت نازل فرمائی:

إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يُفْتِنَكُمْ الَّذِينَ كَفَرُوا. (النساء: ۱۰۱)

اگر تم کو یہ خوف ہو کہ کفار تم کو فتنہ میں مبتلا کریں گے۔

سلیمان شکاری بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ نماز کو قصر کرنے کا حکم کس دن نازل ہوا تو انہوں نے بتایا کہ ہم شام سے آنے والے قریش کے قافلہ کے مقابلہ کے لیے نکلے حتیٰ کہ جب ہم کھجور کے درختوں کے پاس

نبی ﷺ ہفتہ کے دن ۱۲ ذی الحج کی صبح کو مکہ میں داخل ہوئے اور بدھ کی رات آپ نے وادی الحصب میں گزاری اور اسی رات میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عمرہ کیا تھا اور اس کی صبح ۱۳ ذی الحج کو مکہ سے نکل گئے تھے آپ دو رکعت نماز پڑھ رہے تھے یعنی ظہر عصر اور عشاء اور فجر اور مغرب کی نماز آپ نے معمول کے مطابق تین رکعت پڑھی تھیں اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ آپ نے مکہ اور اس کے گرد و نواح میں دس دن گزارے تھے نہ کہ فقط مکہ میں کیونکہ یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سابق کے معارض نہیں ہے کیونکہ حضرت ابن عباس کی حدیث فتح مکہ کے موقع کی تھی اور یہ حدیث حجۃ الوداع کے موقع کی ہے آپ ۱۳ ذی الحج کو مکہ سے نکل گئے تھے اور مکہ اور اس کے گرد و نواح میں آپ دس دن ٹھہرے تھے جیسا کہ حضرت انس نے بیان کیا ہے اور مکہ میں آپ چار دن ٹھہرے تھے کیونکہ آپ ۸ ذی الحج کو مکہ سے نکلے تھے اور آپ نے ظہر کی نماز منیٰ میں پڑھی تھی۔

ائمہ ثلاثہ کی چار دن اقامت کی دلیل کا رد اور اقامت کی شرائط

امام شافعی رحمہ اللہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جب مسافر کسی شہر میں چار دن قیام کرے تو وہ قصر کرے گا کیونکہ نبی ﷺ مکہ میں چار دن ٹھہرے تھے امام مالک اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے امام طحاوی نے کہا ہے کہ امام شافعی کا قول اجماع کے خلاف ہے کیونکہ ان سے پہلے یہ کسی سے منقول نہیں ہے کہ مسافر چار دن اقامت کی نیت سے مقیم ہو جاتا ہے اور ہمارے نزدیک اگر مسافر نے پندرہ دن سے کم اقامت کی نیت کی تو وہ قصر کرے گا۔ پندرہ دن حضرت کی نیت ہے کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب تم سفر ہو اور کسی شہر میں آؤ اور تمہارے دل میں یہ ہو کہ تم پندرہ دن ٹھہرو گے تو تم پوری نماز پڑھو اور اگر تم کو علم نہیں ہے کہ تم کب سفر کرو گے تو پھر نماز کو قصر کرو۔

(شرح معانی الآثار: ۲۳۵۷-۲۳۵۶ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اور امام ابن ابی شیبہ نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ حضرت اس عمر رضی اللہ عنہما جب پندرہ دن بھرے کی نیت کرتے تو پوری نماز پڑھتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۳۰۱ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۰۱ دارالکتب العلمیہ بیروت)

پھر یاد رہے کہ ہم نے جو کہا ہے کہ مسافر پندرہ دن اقامت کی نیت سے مقیم ہو جاتا ہے یہ اس وقت ہے جب وہ تین دن کی مسافت کا سفر کرے رہا وہ شخص جو تین دن کی مسافت کا سفر نہ کرے اور وہ رجوع کا ارادہ کرے یا وہ اقامت کی نیت کر لے تو وہ مقیم ہی رہے گا خواہ وہ چند ہی دن اسی طرح سفر کرے یا ساہمے ذکر کیا ہے اور فقہ میں مذکور ہے کہ سفر اقامت کی نیت سے ہوتا ہے یا وطن میں داخل ہوئے یا نہ۔ پہلے اس کی طرف اشارہ ہونے سے نیت اقامت کا صحیح رہا۔ ظاہر ہے کہ یہی ہے اور اقامت کی نیت درج ذیل چار شرائط سے مؤثر ہوتی ہے:

(۱) سفر کو ترک کر دینا حتیٰ کہ اگر وہ دوران سفر اقامت کی نیت کرے تو صحیح نہیں ہے۔

(۲) وہ مقام اقامت کی صلاحیت رکھتا ہو حتیٰ کہ اگر وہ جنگل میں یا سمندر میں یا جزیرہ میں اقامت کی نیت کرے تو صحیح نہیں ہے۔

(۳) پندرہ دن اقامت کی نیت کرے۔

(۴) وہ اپنی رائے میں مستقل ہو حتیٰ کہ اگر وہ کسی دوسرے کی رائے کے تابع ہو تو اس کی اقامت کی نیت صحیح نہیں ہے جیسے لشکر کا

سپاہی ہو یا بیوی ہو یا نوکر ہو یا شاگرد ہو یا مقروض ہو جو قرض خواہ کے ساتھ ہو۔

(عمدة القاری ج ۷ ص ۱۷۰-۱۶۹ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث 'شرح صحیح مسلم: ۱۳۸۳۔ ج ۲ ص ۵۸ پر مذکور ہے وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۲۔ بَابُ الصَّلَاةِ بِمَنَى

منی میں نماز کا بیان

منی کا ذکر خصوصیت کے ساتھ اس لیے کیا گیا ہے کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں خصوصیت کے ساتھ قربانی کی جاتی ہے 'منی کا لفظ "المنیۃ" سے ماخوذ ہے "المنیۃ" کا معنی ہے: تمنا اور آرزو کرنا ' کیونکہ اس جگہ اس مینڈھے کی آرزو کی گئی تھی جس کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کا فد یہ بنایا گیا تھا یہ بھی کہا گیا ہے کہ منی مکہ کا ایک معروف پہاڑ ہے۔

۱۰۸۲۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنَى رَكَعَتَيْنِ وَأَبَى بَكْرٍ وَعُمَرُ وَمَعَ عُثْمَانَ صَدْرًا قَبْلَ إِمَارَتِهِ ثُمَّ أَتَمَّهَا. [طرف الحدیث: ۱۶۵۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا: میں نے نبی ﷺ کے ساتھ منی میں دو رکعت نماز پڑھی اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کی ابتداء میں پھر انہوں نے نماز پوری پڑھی۔

(صحیح مسلم: ۶۹۳، رقم السلسل: ۵۶۱، سنن ابی یوسف: ۱۴۶۹، سنن ابی داؤد: ۲۹۶۲، سنن ترمذی: ۳۸۹۳، مسند احمد ج ۲ ص ۱۶ طبع قدیم مسند احمد: ۳۶۵۲، ج ۸ ص ۲۷۸، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید، ج ۳ ص ۳۰۰، مکتبۃ المدینہ: ۱۴۲۰ھ)

اس حدیث کے رجال کا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔

اہل مکہ کے لیے منی میں نماز کو قصر کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلان، قرطبی، فی ۴۴۰، للہجۃ ۴۰۰

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ حج کرنے والے جب مکہ میں پہنچے اور تمام مشاہد میں نماز کو قصر کرے گا کیونکہ ان کے نزدیک وہ سفر میں ہے اور مکہ صرف ان کے لیے دار اقامت ہے جو مکہ کے رہنے والے ہوں یا جو مکہ میں رہائش کا ارادہ کریں اور مہاجرین پر مکہ میں رہائش کے ترک کرنے کو فرض کر دیا گیا تھا اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں اقامت کی نیت نہیں کی اور نہ منی میں۔

فقہاء کا مکہ کے رہنے والے کے لیے منی میں پڑھنے میں اختلاف ہے امام مالک نے کہا: وہ مکہ میں پورا نماز پڑھے اور منی میں قصر کرے اسی طرح اہل منی منی میں پوری نماز پڑھیں اور مکہ میں اور میدان عرفات میں قصر کریں اور ان مقامات کو ان احکام کے ساتھ خاص کیا گیا ہے 'کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے جب میدان عرفات میں نماز قصر کی تو اس کے ماسوا کو متمیز نہیں کیا اور یہ نہیں فرمایا: اے اہل مکہ! پوری نماز پڑھو اور یہ بیان کرنے کا مقام تھا اسی طرح حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد کہا تھا: اے اہل مکہ! اپنی نماز پوری کرو کیونکہ ہم مسافر لوگ ہیں اور جن سے یہ مردی ہے کہ منی میں قصر کرے گا وہ حضرت ابن عمر سالم قاسم اور طاؤس ہیں اور اوزاعی کا بھی یہی قول ہے۔

فقہاء کی دوسری جماعت نے یہ کہا ہے کہ اہل مکہ منی اور عرفات میں نماز قصر نہ کریں کیونکہ مکہ اور منی میں اتنی مسافت نہیں ہے جس کی وجہ سے نماز قصر کی جائے عطاء اور زہری سے اسی طرح مردی ہے اور یہی الثوری، امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام احمد اور ابو ثور کا

قول ہے۔

امام طحاوی نے یہ کہا ہے کہ حج قصر کا موجب نہیں ہے کیونکہ اہل منیٰ اور عرفات جب حج کرتے ہیں تو نماز پوری پڑھتے ہیں اور قصر کرنے کا حکم کسی مخصوص جگہ کے ساتھ متعلق نہیں ہے بلکہ یہ سفر کے ساتھ متعلق ہے اور اہل مکہ یہاں کے رہنے والے ہیں لہذا وہ قصر نہیں کریں گے اور اس لیے بھی کہ اگر عمرہ کرنے والا منیٰ چلا جائے تو وہ قصر نہیں کرتا اسی طرح اگر حج کرنے والا بھی منیٰ چلا جائے تو وہ بھی قصر نہیں کرے گا۔

جو منیٰ میں قصر کرنے کے قائل ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت حارث بن وہب کی روایت ہے کہ ہمیں نبی ﷺ نے منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھائی اور ہم اس وقت بہت بڑی تعداد میں اور بہت امن میں تھے اور حضرت حارث کی والدہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں ان سے عبد اللہ پیدا ہوئے اور حضرت حارث کا گھر مکہ میں تھا اور اگر اہل مکہ کے لیے منیٰ میں نماز کو قصر کرنا جائز نہ ہوتا تو حضرت حارث کہتے کہ ہم نے منیٰ میں پوری نماز پڑھی یا روایت کرتے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: نماز پوری پڑھو کیونکہ نبی ﷺ پر لازم تھا کہ آپ اپنی امت کے لیے شرعی حکم بیان فرماتے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۶۹ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

قصر کرنے کے لیے مسافت کی مقدار

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جس مسافت کو قطع کرنے کے بعد رکعت کو قصر کرنا واجب ہے اس کی مقدار میں فقہاء مختلف ہیں۔ اختلاف ہے امام ابو حنیفہ ان کے اصحاب اور فقہاء کوفہ نے کہا ہے کہ جس مسافت کے بعد نماز کو قصر کیا جائے وہ اونٹ کی چار پیدل چلنے کی رفتار سے تین دن کی مسافت ہے اور اس میں ان کے نزدیک تسلسل سے چلنا مراد نہیں ہے بلکہ انہوں نے کہا: وہ دن میں سفر کریں اور رات کو آرام کریں (اور اس میں نمازوں اور کھانے پینے کے اوقات بھی داخل ہیں) اور اگر اس کے لیے یہ ممکن ہو کہ وہ اتنی مسافت کو کسی اور راستہ سے ایک دن میں قطع کر لے گا پھر بھی نماز کو قصر کرے۔ اور اس کی مسافت کا فرائض کے ساتھ اعتبار کیا ہے ایک قول اکیس فرسخ کا ہے دوسرا قول اٹھارہ فرسخ کا ہے اور اسی پر انڈی ہے اور اقول پندرہ فرسخ کا ہے ایک فرسخ تین (شرعی) میل کا ہے۔

تین دن کی مسافت کی مقدار حضرت عثمان بن عفان، حضرت ابن مسعود اور حضرت سید بن غفلہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور اشعری، النخعی، الثوری، ابن حبی، ابو قلابہ، شریک بن عبد اللہ، سعید بن جبیر اور محمد بن سیرین کا بھی یہی موقف ہے اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی یہی روایت ہے۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ امام دہلوی نے اپنی کتاب میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اہل مکہ! چار برید سے کم مسافت میں قصر نہ کرو اور ایک بارہ میل کا ہے یعنی ۴۸ میل سے کم مسافت میں نماز کو قصر نہیں کیا جائے گا اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی سند میں عبد الوہاب ضعیف راوی ہے اور بعض محدثین نے اس کو کاذب قرار دیا ہے۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۱۷۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ فقہاء احناف کا مستحبی قول ۱۸ فرسخ ہے جس کے ۵۴ شرعی میل ہوتے ہیں اور یہ انگریزی میل کے حساب سے ۶۱ میل ۲ فرلانگ ۲۰ گز اور ۹۸ اعشاریہ ۷۳۴ کلو میٹر ہے اس سے کم مسافت میں نمازوں کو قصر کرنا جائز نہیں ہے۔

* اس کی پوری تفصیل شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۷۳-۳۶۲ میں درج ذیل عنوانات کے تحت مرقوم ہے:

① تین ایام کی مسافت پر احناف کے دلائل ② امام مالک کے دلائل ③ علامہ ابن رشد مالکی کی دلیل کا جواب ④ علامہ ابن

قدامہ جنبی کے استدلال کا جواب ⑤ علامہ نووی کا استدلال ⑥ علامہ نووی کی دلیل کا جواب ④ مسافت قصر کا اندازہ بہ حساب انگریزی میل و کلومیٹر ⑧ مسافت کا تفصیلی خاکہ۔

حضرت عثمان نے منیٰ میں جو چار رکعت نماز پڑھی اس کی توجیہات اور بحث و نظر

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ منیٰ میں پوری نماز پڑھتے تھے اس کی توجیہ میں علماء کے حسب ذیل اقوال ہیں:

علامہ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مباح پر عمل کیا ہے کیونکہ مسافر کے لیے جائز ہے کہ وہ نماز کو قصر کرے یا نماز پوری پڑھے جیسے اس کے لیے جائز ہے کہ وہ سفر میں روزہ رکھے یا روزہ نہ رکھے۔

الزہری نے کہا: حضرت عثمان نے منیٰ میں چار رکعت نماز اس لیے پڑھی کہ اس سال مکہ میں دیہاتی اور اعرابی بہت زیادہ آئے ہوئے تھے تو حضرت عثمان نے پسند کیا کہ ان کو یہ بتائیں کہ نماز چار رکعت ہے۔

معمر نے الزہری سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت عثمان نے منیٰ میں چار رکعت اس لیے پڑھیں کیونکہ انہوں نے حج کے بعد وہیں رہائش کی نیت کر لی تھی۔

یونس نے الزہری سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت عثمان نے جب طائف کے اموال حاصل کیے اور وہیں رہائش کا ارادہ کیا تو چار رکعت نماز پڑھی۔

مغیرہ نے ابراہیم سے روایت کیا ہے کہ حضرت عثمان نے منیٰ میں چار رکعت اس لیے پڑھیں کہ انہوں نے منیٰ کو وطن بنا لیا تھا۔ امام بیہقی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اگر حضرت عثمان نے وجہ منیٰ میں چار رکعت پڑھنے تو یہ حضرات صحابہ سے مخفی نہ رہتا اور وہ حضرت عثمان کے ترک سنت پر انکار نہ کرتے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ گھر پر نماز نہ پڑھتے۔ علامہ ابن بطلال نے کہا ہے کہ زہری سے جو توجیہات منقول ہیں وہ صحیح نہیں ہیں۔

پہلی توجیہ پر یہ اعتراض ہے کہ اعراب اور انصاریوں کو شریعت کے زمانہ میں نماز کے احکام سے زیادہ ناواقف تھے اس کے باوجود نبی ﷺ نے ان کی تعلیم کے لیے منیٰ میں چار رکعت پڑھنے اور حضرت عثمان کے لیے یہ جائز نہیں تھا کہ وہ اس چیز کا خوف کریں جس کا نبی ﷺ نے خوف نہیں کیا تھا کیونکہ آپ مسلمانوں پر بہت شفیق اور مہربان ہیں کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی ﷺ جمعہ کے دن دو رکعت نماز جمعہ پڑھاتے تھے حالانکہ یہ منہ کے گرد و نواح سے اعراب اور دیہاتی جمعہ پڑھنے کے لیے آتے تھے اور آپ نے ان جمعہ نماز پر رکعت نہیں پڑھا کہ ان کو تعلیم ہو کہ ظہر نماز چار رکعت ہے نہ صرف منیٰ میں بلکہ منیٰ میں تعلیم کے لیے دو رکعت کے بعد چار رکعت پڑھنے کی ضرورت تھی۔

دوسری توجیہ پر یہ اعتراض ہے کہ مہاجرین پر مکہ میں قیام کے ترک کرنے کو فرض ردیا گیا ہے اور یہ صحت سے ثابت ہے کہ حضرت عثمان مکہ سے نکلنے میں جلدی کرتے تھے اس خوف سے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جو ہجرت کی تھی کہیں اس سے رجوع نہ ہو جائے پس حضرت عثمان حج کرنے کے بعد مکہ میں رہائش کیسے کر سکتے تھے۔ ابن الحسین نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ اگر حضرت عثمان کو کوئی ناگزیر وجہ پیش آ جائے جو مکہ میں ان کے قیام کو واجب کر دے تو یہ محال نہیں ہے۔

تیسری توجیہ پر یہ اعتراض ہے کہ یہ کسی کا قول نہیں ہے کہ جب مسافر کا گزرا اپنی مملوکہ زمین پر ہو اور وہاں اس کے بیوی بچے نہ رہتے ہوں تو اس کا حکم وہ ہے جو مقیم کا ہے لہذا طائف کے اموال والا جواب درست نہیں ہے۔

حضرت عثمان کی طرف سے یہ توجیہ بھی کی گئی ہے کہ حضرت عثمان نے منیٰ میں اس لیے پوری نماز پڑھی کہ اس وقت ان کے اہل

وعیال ان کے ساتھ منی میں تھے اس وجہ پر یہ اعتراض ہے کہ نبی ﷺ کے ساتھ آپ کی ازواج مطہرات تھیں اس کے باوجود آپ نے منی میں نماز کو قصر کر کے دو رکعت پڑھیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ عبداللہ بن الحارث کی روایت ہے کہ حضرت عثمان نے ہمیں چار رکعت نماز پڑھائی پس جب انہوں نے سلام پھیرا تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا: میں نے مکہ میں اپنے اہل کا گھر بنالیا ہے اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس شخص نے کسی شہر میں اپنے اہل کا گھر بنالیا وہ اس شہر کا رہنے والا ہے پس وہ وہاں چار رکعت نماز پڑھے۔ علامہ ابن التین نے بھی ابن شخیر کی روایت سے اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔

اس جواب پر یہ اعتراض ہے کہ اس حدیث کی سند منقطع ہے امام بیہقی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی عکرمہ بن ابراہیم ہے اور وہ ضعیف راوی ہے۔

علامہ ابن بطلال نے کہا ہے کہ اس کا صحیح جواب یہ ہے کہ حضرت عثمان اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سفر میں پوری نماز اس لیے پڑھی ہے کیونکہ ان کا اعتقاد یہ تھا کہ نبی ﷺ نے سفر میں مسافر کو اختیار دیا ہے کہ خواہ وہ پوری نماز پڑھے یا قصر کرے اور خود نبی ﷺ اس لیے نماز کو قصر کر کے دو رکعت پڑھتے تھے تاکہ امت کو آپ کی سنت پر عمل کرنے میں چار رکعت کی مشقت نہ اٹھانی پڑے اور آپ نے امت کے لیے آسانی کو اختیار کیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب بھی نبی ﷺ کو دو چیزوں میں سے کسی ایک چیز کا اختیار دیا جاتا تو آپ اس چیز کو اختیار کرتے: زیادہ آسان، شرم، وہ گناہ نہ ہو، (بخاری: ۳۵۶۰) پس حضرت عائشہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے اپنے نفسوں پر شدت کو اختیار کیا، رخصت، ترک، دیا کیونکہ اس سے ایک یہ امر مباح تھا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان کے چار رکعت نماز پڑھنے پر اعتراض کیا اس کے باوجود ان کے پیچھے چار رکعت نماز پڑھی جب حضرت ابن مسعود سے کہا گیا کہ آپ حضرت عثمان کی نماز پڑھنے پر اعتراض بھی کرتے ہیں اور ان کی اقتداء میں نماز بھی پڑھتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم کی نسبت کرنے سے زیادہ زیادہ ہے۔

(شرح ابن بطلال ج ۳ ص ۷۲-۷۱، دار الکتب العلمیہ بیروت)

یہ تمام تقریر علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۷۳-۱۷۴ میں بیان کی ہے۔

* باب: کہہ کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۳۸۷- ج ۲ ص ۵۸ پر مذکور ہے اس کی شرح ص ۳۸۱ پر ہے اور اس کا عنوان ہے: منی میں حضرت عثمان کے قدم پر کھڑے ہونے کی روایت دوہار کی طرف سے جیہ مذکور ہے۔

۱۰۸۳- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلَدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بْنُ أَبِي اسْحَاقٍ قَالَ سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ وَهَبٍ قَالَ صَلَّى بِنَا النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ 'أَمِنْ مَا تَكُنَّ' بِمَنْى رَكَعَتَيْنِ. [طرف الحدیث: ۱۶۵۶]

امام بخاری نے اس حدیث کی روایت کرتے ہوئے کہا: میں نے اس حدیث کی روایت کی ہے، ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے خبر دی انہوں نے کہا: میں نے حارثہ بن وہب سے سنا انہوں نے کہا: ہمیں نبی ﷺ نے بہت امن کے زمانہ میں منی میں دو رکعت نماز پڑھائی۔

(صحیح مسلم: ۶۹۶، رقم السلسل: ۱۵۶۹، سنن ابوداؤد: ۱۹۶۵، سنن ترمذی: ۸۸۲، سنن نسائی: ۱۳۳۵، الاحاد والثنائی: ۲۳۳، المعجم الکبیر: ۳۲۵۳،

السنن الکبریٰ: ۱۹۰۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۵۰، مسند ابویعلیٰ: ۱۳۷۴، المعجم الکبیر: ۳۲۴۳، صحیح ابن حبان: ۴۷۵۶، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۳۳، مسند احمد

ج ۳ ص ۳۰۶، طبع قدیم مسند احمد: ۱۲۷۲- ج ۳ ص ۲۶، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ۱۳۰۸، مکتبۃ الرشیدیہ، مسند الطحاوی: ۱۶۷۳)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالولید ہشام بن عبد الملک الطیالسی (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) ابواسحاق عمرو بن عبد اللہ السبعی (۴) حضرت حارث بن وہب الخزاعی رضی اللہ عنہ یہ عبید اللہ بن عمر بن الخطاب کے اخیانی بھائی ہیں ان کی والدہ بنت عثمان بن مظعون ہیں۔

(عمدة القاری ج ۷ ص ۱۷۴)

اس حدیث میں ان لوگوں کا رد ہے جن کا یہ زعم ہے کہ نماز قصر صرف جنگ اور خوف کے زمانہ میں جائز ہے اور رد کی وجہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بہت امن کے زمانہ میں بھی نماز قصر کی ہے اس کی مزید تفصیل اگلی حدیث میں آرہی ہے۔

۱۰۸۴ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ يَزِيدَ يَقُولُ صَلَّى بِنَا عُمَانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِمِنَى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فَقِيلَ فِي ذَلِكَ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَاسْتَرْجَعَ ثُمَّ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنَى رَكَعَتَيْنِ وَصَلَّيْتُ مَعَ بَنِي نَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ بِمِنَى رَكَعَتَيْنِ وَصَلَّيْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِمِنَى رَكَعَتَيْنِ فَلَيْتَ حِطِّي مِنْ أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ رَكَعَتَانِ مُتَقَبِّلَتَانِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الواحد نے حدیث بیان کی از الأعمش انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے عبد الرحمان بن یزید سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے منیٰ میں چار رکعت نماز پڑھائی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ بتایا گیا تو انہوں نے کہا: "إِنَّا لَنَرِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذَلِكَ يَوْمَئِذٍ يَخْلُفُ فِي رَكَعَتَيْنِ" (البقرہ: ۱۵۶) پھر حضرت ابن مسعود نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھی ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھی ہے۔ کاش! ان چار رکعات کے بجائے میرا حصہ دو رکعتیں ہوتیں جو مقبول ہیں۔

[سنن ابوداؤد: ۱۹۶۰، سنن نسائی: ۱۳۳۸-۱۳۳۷، مسند ابویعلیٰ: ۵۱۹۳، صحیح ابن خزیمہ: ۲۹۶۲، المعجم الکبیر: ۱۰۱۳۱، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۳۳، سنن کبریٰ: ۱۹۰۷-۱۹۰۸، صحیح ابن خزیمہ: ۲۹۶۲، مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۸، طبع قدیم مسند احمد: ۳۵۹۳، ج ۶ ص ۷۳، مؤسسة الریاض: ۲۰۰۰، جامع المسانید لابن جوزی: ۴۱۳۳، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۳۲۶، مسند الطحاوی: ۵۱۳۳]

حدیث مذکور کے رجال

(۱) قتیبہ (۲) عبد الواحد بن زیاد العبیدی ابو عبیدہ (۳) سلیمان الأعمش (۴) ابراہیم النخعی (۵) عبد الرحمان بن یزید (۶) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ (۷) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۱۷۶)

قصر کے واجب یا سنت ہونے میں فقہاء کا اختلاف

بعض علماء نے اس حدیث سے اور اس سے پہلے والی حدیث سے یہ سمجھا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود کے نزدیک سفر میں نماز کو قصر کرنا لازم نہیں ہے سنت تو نماز کو قصر کرنا ہے لیکن اگر سفر میں نماز چار رکعت بھی پڑھ لی جائے تب بھی جائز ہے اسی وجہ سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ منیٰ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں چار رکعت پڑھ لیتے تھے لیکن اس کو خلاف سنت قرار دیتے تھے اور اس پر افسوس کرتے تھے۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۳۴۹ھ لکھتے ہیں:

رہا سفر میں پوری نماز پڑھنا تو متقدمین فقہاء کا اس میں اختلاف ہے فقہاء کی ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ یہ سنت ہے حضرت عائشہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما سفر میں پوری نماز پڑھتے تھے اس کو عطاء بن ابی رباح نے ان سے روایت کیا ہے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اور حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے بھی اس کی مثل مروی ہے عبد الرحمن بن الاسود سعید بن المسیب اور ابو قلابہ کا بھی یہی قول ہے ابو مصعب بیان کرتے ہیں کہ امام مالک نے کہا ہے کہ سفر میں نماز کو قصر کرنا سنت ہے اور یہی امام شافعی اور ابو ثور کا قول ہے امام شافعی نے کہا ہے کہ اس کو قصر کرنے کا اختیار ہے لیکن پوری نماز پڑھنا افضل ہے۔ امام مالک کے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ مسافر کو اختیار ہے لیکن قصر کرنا افضل ہے۔

فقہاء کی دوسری جماعت نے یہ کہا ہے کہ مسافر پر نماز کو قصر کرنا واجب ہے اور اس پر لازم ہے کہ وہ چار رکعت کے بجائے دو رکعت پڑھے حضرت عمرؓ حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ رحمہم اللہ سے اسی طرح مروی ہے اور یہی امام ابو حنیفہ اور محمد بن حنون کا قول ہے اور امام مالک کے اصحاب میں سے اسماعیل بن اسحاق کا مختار ہے۔

قصر کے واجب ہونے کے متعلق احادیث آثار اور فقہاء تابعین کے اقوال

یعلیٰ بن امیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ قرآن مجید میں ہے:

فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ
اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا. (النساء: ۱۰۱)

اور اب تو لوگ امن میں آچکے ہیں حضرت عمرؓ نے کہا: جس بات پر تم کو تعجب ہوا ہے اس سے مجھ کو بھی تعجب ہوا تھا پس میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: یہ صدقہ (انعام) ہے اللہ نے اس کا تم پر صدقہ کیا ہے سو تم اس کے صدقہ کو قبول کرو۔ (صحیح مسلم: ۴۷۸ سنن ماجہ: ۱۰۰۰ سنن نسائی: ۹۱ سنن خزیمہ: ۹۲ صحیح ابن حبان: ۲۷۳۹ سنن ابوداؤد: ۱۱۹۲ سنن ترمذی: ۳۰۳۴ مسند احمد ج ۱ ص ۲۵ ج ۲ ص ۶۰ مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۴ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۱۵۹ دارالکتب العلمیہ بیروت)

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اس میں نبی ﷺ نے قصر کا حکم دیا اور اس کو صدقہ قرار دیا اور اس کو قبول کرنے کا امر فرمایا اور انہوں نے جواب کے لیے آتا ہے پس اس سے واضح ہو گیا کہ نماز کو قصر کرنا واجب ہے۔

سعید بن شقیق بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: جب ہم لوگ سفر کرتے ہیں تو ہمارے ساتھ ایسے لڑکے ہوتے ہیں جو بی خبری خدا کے یہ کہانی ہیں ہم کیسے نماز پڑھیں؟ حضرت ابن عباس نے کہا: جب رسول اللہ ﷺ سفر کرتے تھے تو دو رکعت نماز پڑھتے تھے حتیٰ کہ آپ سفر سے لوٹ آتے سعید نے کہا: میں نے دوبارہ سوال کیا تو حضرت ابن عباس نے پھر وہی جواب دیا میں نے پھر سوال کیا تو بعض لوگوں نے کہا: کیا تمہیں عقل نہیں ہے کیا تم نے سنا نہیں کہ حضرت ابن عباس نے تمہیں کیا جواب دیا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۴ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۱۵۷ دارالکتب العلمیہ بیروت)

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں تاجر ہوں اور سمندروں میں آتا جاتا ہوں آپ نے اس کو دو رکعت پڑھنے کا حکم دیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۴ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۱۶۲ دارالکتب العلمیہ بیروت)

ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ میں نے سلمہ بن صہیب سے نماز کے متعلق سوال کیا اور اس وقت ہم بجمتان میں تھے تو انہوں نے کہا کہ دو رکعت پڑھو حتیٰ کہ تم اپنے گھر لوٹ جاؤ اسی طرح حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۳۷، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۱۶۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہم نے مکہ اور مدینہ کے درمیان رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھی ہے حالانکہ اس وقت ہم امن میں تھے اور ہم کو کسی چیز کا خوف نہیں تھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۳۸، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۱۶۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، مسند احمد ج ۱ ص ۳۳۵، مصنف عبد

الرزاق: ۴۲۷۱، ۴۲۷۰، سنن ترمذی: ۵۳۷۷، سنن نسائی: ۱۸۹۳، ۱۸۹۴)

عون بن ابی حمزہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی ﷺ کے ساتھ منیٰ میں ظہر کی نماز دو رکعت پڑھی، پھر آپ مسلسل دو رکعت پڑھتے رہے حتیٰ کہ آپ مدینہ لوٹ گئے۔

(صحیح البخاری: ۱۸۷، صحیح مسلم: ۲۵۳، ۲۴۹، مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۳۹، مجلس علمی مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۹، المعجم الکبیر: ۲۵۱، ج ۲۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سب سے پہلے نماز دو رکعت فرض کی گئی، پھر اس میں اضافہ کیا گیا اور مقیم کے لیے نماز چار رکعت کر دی گئی۔ (صحیح البخاری: ۳۵۰، سنن ابوداؤد: ۱۱۹۱، مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۵۰، مجلس علمی بیروت)

ساک الحنفی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ سفر میں دو رکعت نماز ہے، ان دو رکعت میں قصر نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۵۱، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۱۶۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

علی بن ربیعہ بیان کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: تو وہ دو رکعت پڑھتے رہے حتیٰ کہ لوٹ آئے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۵۲، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۱۶۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

حرب بن ابی الاسود بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ میں نے ظہر چار رکعت پڑھیں، پھر کہا: جب ہم ان مکانات (شہر کی اطراف) سے تہجد کریں گے تو دو رکعت نماز پڑھیں گے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۵۱، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۱۶۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

عبدالرحمان بن حرمہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ سے سوال کیا گیا: کیا میں سفر میں پوری نماز پڑھوں اور روزے رکھوں؟ انہوں نے کہا: نہیں! اس نے کہا: میں اس کی حالت رکھتا ہوں، انہوں نے جواب دیا: رسول اللہ ﷺ تم سے زیادہ طاقت رکھتے تھے آپ سفر میں نماز قصر کرتے تھے اور روزہ افطار کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو سفر میں نماز قصر کرے اور روزہ افطار کرے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۵۱، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۱۷۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

ابن عباس نے کہا: میرے والد جب گھر سے نکلے تو اب الہل میں داخل آئے تک کہ زکوٰۃ دیتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۱۵۶، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۱۷۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

ابونضرہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما ہماری مجلس میں تھے لوگوں میں سے ایک نوجوان نے اٹھ کر ان سے سوال کیا کہ رسول اللہ ﷺ حج، عمرہ اور جہاد میں کس طرح نماز پڑھتے تھے؟ حضرت عمران نے کہا: اس نے جس چیز کے متعلق سوال کیا ہے اس کا جواب تم بھی سن لو، میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد کیا ہے، آپ مدینہ لوٹنے تک صرف دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کیا ہے، آپ مدینہ لوٹنے تک صرف دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور میں آپ کے ساتھ فتح مکہ میں حاضر تھا، آپ مکہ میں اٹھارہ راتیں بھرے آپ صرف دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور شہر کے رہنے والوں سے فرماتے تھے: تم چار رکعت نماز پڑھو، میں مسافر ہوں اور میں نے آپ کے ساتھ تیرہ عمرے کیے ہیں، آپ صرف دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور

میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا اور عمرہ کیا وہ مدینہ لوٹنے تک صرف دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کئی حج کیے وہ مدینہ لوٹنے تک صرف دو رکعت نماز پڑھتے تھے پھر حضرت عمران نے منیٰ میں چار رکعت نماز پڑھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۵۸، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۱۷۴، دارالکتب العلمیہ بیروت)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے منیٰ میں چار رکعت نماز پڑھی ہے، ممکن ہے انہوں نے اسی تاویل سے چار رکعت نماز پڑھی ہو جس تاویل سے حضرت عثمان اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے منیٰ میں چار رکعت نماز پڑھی تھی۔

عروہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ابتداء میں دو رکعت نماز فرض کی گئی تھی، پھر شہر کی نماز میں اضافہ کیا گیا اور سفر کی نماز برقرار رہی الزہری نے کہا: میں نے عروہ سے پوچھا: پھر کیا وجہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سفر میں پوری نماز پڑھتی تھیں؟ عروہ نے کہا: انہوں نے وہی تاویل کی تھی جو حضرت عثمان نے تاویل کی تھی الزہری نے کہا: پھر میں نے عروہ سے نہیں پوچھا کہ انہوں نے کیا تاویل کی تھی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۶۶، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۱۸۲، دارالکتب العلمیہ بیروت)

اس تاویل کا ذکر ہم اس عنوان کے تحت ذکر کر چکے ہیں: حضرت عثمان نے جو منیٰ میں چار رکعت نماز پڑھی اس کی توجیہات۔

۳۔ بَابُ كَمْ أَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّتِهِ
نبی ﷺ نے اپنے حج میں کتنے دن قیام کیا

م بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے

حدیث بیان کی کہ: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از ابی العالیہ البراء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب یہ رذی الحج کی صبح کو حج کا تلبیہ پڑھتے ہوئے آئے آپ نے اس حکم دیا کہ وہ اس کو عمرہ قرار دیں سو ان کے جن کے پاس قربانی کا جانور ہے۔ عطاء نے ابو العالیہ کی متابعت کی ہے از حضرت جابر رضی اللہ عنہ۔

۱۰۸۵۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ الْبَرَاءِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ لَصُحْرٍ رَابِعَةٍ يَلْتَوُونَ بِالْحَجِّ فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَجْعَلُوهَا شُرْطَةً أَنْ تَسْرُ مَعَهُ الْهَدْيُ. تَابَعَهُ عَطَاءٌ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ [أطراف الحديث: ۱۵۶۳-۲۵۰۵-۳۸۳۲]

(صحیح مسلم: ۱۰۸۵، الرافعی سلسلہ: ۱۰۹۵، سنن: ۱۰۹۰، سنن: ۱۰۵۰، مسند: ۲۵۳، ترمذی: مسند احمد: ۲۲۷۴، ج ۴ ص ۱۳۱، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، مسند الطحاوی: ۳۲۵۳)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) موسیٰ بن اسماعیل ابوسلمہ (۲) وہیب بن خالد ابوبکر (۳) ایوب السخیمانی (۴) ابو العالیہ زیاد (۵) حضرت عبداللہ بن عباس

رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۱۷۹)

نبی ﷺ کے مکہ میں دس دن قیام اور ارکان حج کی ادائیگی کی تفصیل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد یعنی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس سے پہلے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث گزر چکی ہے کہ نبی ﷺ اپنے حج کے دوران مکہ میں دس دن ٹھہرے تھے اور

اس حدیث میں یہ بیان کیا ہے کہ آپ ۴ ذی الحج کو مکہ میں آئے تھے یہ تواریک کا دن تھا آپ نے صبح کی نماز ذی طویٰ میں پڑھی اس

سال ذی الحج کی پہلی تاریخ اور جمعرات کی شب تھی اور آپ کا یہ قیام اتوار کے دن سے جمعرات کی شب تک تھا پھر جمعرات کے دن آپ منیٰ کے لیے روانہ ہوئے پھر تمام دن اور جمعہ کی رات تک آپ منیٰ میں ٹھہرے پھر جمعہ کے دن زوال کے بعد آپ عرفات کی طرف روانہ ہوئے پھر عرفات کے قریب آپ نے مسجد نمروہ میں خطبہ دیا اور غروب آفتاب تک آپ وہاں رہے پھر ہفتہ کی شب کو آپ مزدلفہ کی طرف روانہ ہوئے اور صبح کی نماز تک آپ وہاں ٹھہرے پھر ہفتہ کے دن طلوع آفتاب کے وقت آپ وہاں سے روانہ ہوئے اور وہ عید الاضحیٰ کا دن تھا اور منیٰ کی طرف روانگی کا دن تھا پھر چاشت کے وقت آپ نے جمرۃ العقبہ پر کنکریاں ماریں پھر اس دن آپ مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہو گئے پھر آپ نے زوال سے پہلے بیت اللہ کا طواف کر لیا پھر اسی دن آپ منیٰ کی طرف لوٹ آئے پھر ہفتہ کے بقیہ دن اور اتوار پیر اور منگل کو وہیں رہے پھر منگل کے دن ظہر کے بعد آپ وادی محصب کی طرف روانہ ہوئے اور وہ ایام تشریق کا آخری دن تھا پھر آپ نے ظہر کی نماز پڑھی اور وہیں بدھ کی رات گزاری اور اسی رات کو آپ نے حضرت عائشہ کو عمرہ کے لیے تنعیم کی طرف روانہ کیا پھر آپ نے سحر کے وقت فجر کی نماز سے پہلے طواف و داغ کیا اور یہ بدھ کا دن تھا اور چودہ ذی الحج کی صبح تھی اور آپ نے مکہ اور اس کے گرد دس دن قیام کیا جیسا کہ حضرت انس کی حدیث میں گزر چکا ہے پھر آپ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے آپ ۲۶ ذوالقعدہ کو مدینہ سے مکہ کی طرف روانہ ہوئے تھے اور ظہر کی نماز آپ نے ذوالحلیفہ میں پڑھی تھی اس کے بعد آپ نے احرام باندھا تھا اور ۳ ذوالحجہ کو آپ اپنے اصحاب کے ساتھ مکہ پہنچ گئے تھے اور یہ معرفہ جمعہ کے دن واقع ہوا تھا اور اسی دن ”الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ“ (المائدہ ۳) نازل ہوئی تھی۔

حج کے احرام کو منسوخ کر کے عمرہ قرار دینے میں اختلاف تھا۔

نیز علامہ یعنی لکھتے ہیں: اس حدیث سے امام احمد داؤد ظاہری اور ان کے اصحاب نے یہ حکم مستنبط کیا ہے کہ حج کو فتح کر کے اس کو عمرہ قرار دینا جائز ہے کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”اِنْ كَانَ الْفَرَسُ فِي مَنَاسِكَكُمْ فَارْتَدَّ عَنْكُمْ فَارْتَدَّ عَنْكُمْ“ مانوں کے پاس قربانی کا جانور نہیں ہے وہ اپنے احرام کو عمرہ کا احرام قرار دے لیں اور غرض: صحابہ وغیرہم کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے۔

جمہور نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ حکم بمثل شہادۃ کے احکام کے ہے خاص ہے اور آج کل یہ جائز نہیں ہے اور اس خصوصیت کی دلیل یہ حدیث ہے:

سیدنا اسود بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ تھے: جس نے حج کا احرام باندھا پھر اس کو فتح کر کے عمرہ کر دیا یہ صرف ان کے قول کے لیے ہوا نہ جواز رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۸۰۰)

الحارث بن عباس اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! حج رخص کر کے عمرہ قرار دینا صرف ہمارے ساتھ خاص ہے یا ہمارے بعد والوں کے لیے بھی جائز ہے؟ آپ نے فرمایا: بلکہ یہ صرف تمہارے ساتھ خاص ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۸۰۸، سنن نسائی: ۲۸۰۷، سنن ابن ماجہ: ۲۹۸۳)

حضرت ابن عباس اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما نے اس مسئلہ میں تمام صحابہ سے اختلاف کیا ہے۔

(عمدة القاری ج ۷ ص ۱۸۰-۱۷۹، دارالکتب العلمیہ بیروت: ۱۴۲۱ھ)

نماز کو قصر کرنے کی کم سے کم مدت

اور نبی ﷺ نے ایک دن اور ایک رات کی مسافت کو بھی

سفر فرمایا۔

۴۔ بَابُ فِي كَمْ يَقْصُرُ الصَّلَاةُ

وَسَمَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّفَرَ

يَوْمًا وَلَيْلَةً.

اور حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم چار برد کی مسافت میں بھی نماز کو قصر کرتے تھے اور روزہ افطار کرتے تھے اور چار روزہ فرسخ ہیں یعنی ۳۸ شرعی میل۔

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقْصُرَانِ وَيَقْطِرَانِ لِيَ أَرْبَعَةَ بُرُودٍ وَهِيَ سِتَّةَ عَشَرَ فَرْسَخًا.

اس تعلق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

عطاء بن ابی رباح بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم دو دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور چار برد یا اس سے زائد مسافت میں روزہ افطار کرتے تھے۔ (سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۳۷، نثر النملتان)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم الحنفی نے حدیث بیان کی انہوں نے بیان کیا: میں نے ابواسامہ سے کہا: تمہیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی ہے از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ کوئی عورت تین دن کا سفر بغیر محرم کے نہ کرے۔

۱۰۸۶ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي أُسَامَةَ حَدَّثَكُمْ عَبْدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُسَافِرُ الْمَرْأَةُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ؟ [طرف الحدیث: ۱۰۸۷]

(صحیح مسلم: ۱۳۳۸، رقم المسلسل: ۲۰۰۰، سنن ابی داؤد: ۱۰۸۷، صحیح ابن خزی: ۲۵۳۰، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۵، سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۲۷، صحیح ابن حبان: ۲۷۳۰، مستدرک احمد ج ۲ ص ۱۳، طبع قدیم مستدرک احمد: ۳۶۱۵، ج ۱ ص ۱۰۱، مؤسسة الرسالة: ۱۰۱، جامع المسانید لابن جوزی: ۳۷۷، مشکوٰۃ الرشذریاض: ۱۳۲۶)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسحاق بن راہویہ (۲) ابواسامہ محمد بن اسامہ اللخثی (۳) عبید اللہ بن عمر (۴) نافع مولیٰ ابن عمر (۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۱۸۳-۱۸۴)

بغیر محرم کے عورت کے سفر حج میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے امام ابوحنیفہ واران کے اصحاب نے اور فقہاء اصحاب حدیث نے یہ استدلال کیا ہے کہ عورت حج کے واجب ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ اس کے ساتھ اس کا شوہر یا محرم ہو جب کہ اس عورت اور مکہ کے درمیان تین دن اور تین راتوں کی مسافت ہو۔ انھی 'حسن بصری' ثوری اور الامش کا بھی یہی قول ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ حدیث ان سفروں پر محمول ہے جو فرض نہ ہوں اس لیے حج کا سفر اس میں داخل نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کے الفاظ عام ہیں اور اس میں محرم کے بغیر ہر اس سفر سے منع فرمایا ہے جو تین دن اور تین راتوں کی مسافت پر مشتمل ہو۔ اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ ہرگز تنہائی میں نہ رہے مگر اس کے ساتھ (اس کا) محرم ہو اور کوئی عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے پھر ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! میری بیوی حج کے لیے نکلی ہے اور میرا نام فلاں فلاں غزوہ میں لکھا ہوا ہے آپ نے فرمایا: جاؤ! اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔ (صحیح مسلم: ۱۳۴۱، رقم المسلسل: ۳۲۱۳)

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ عورت شوہر یا محرم کے بغیر حج کے لیے نہ جائے اور نہ رسول اللہ ﷺ یوں فرماتے: اس کو تمہارے ساتھ کی کیا ضرورت ہے وہ دوسرے مسلمانوں کے ساتھ ہے تم اس غزوہ میں جاؤ جس میں تمہارا نام لکھا ہوا ہے نبی ﷺ نے اس کو غزوہ میں جانے کا حکم نہیں دیا بلکہ اس کو اپنی بیوی کے ساتھ حج پر جانے کا حکم دیا اس میں یہ دلیل ہے کہ عورت بغیر خاوند یا محرم کے حج کے لیے نہیں جاسکتی۔

امام شافعی اور امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ عورت فرض حج کے لیے بغیر شوہر یا محرم کے جاسکتی ہے خواہ اس کے اور مکہ کے درمیان سفر ہو یا نہ ہو وہ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں جو بغیر محرم کے سفر کی ممانعت ہے وہ ان سفروں کے لیے ہے جو واجب نہ ہوں۔ ظاہر یہ کا مذہب یہ ہے کہ عورت ایک برید (بارہ شرعی میل) سے کم کا سفر بغیر محرم کے کر سکتی ہے اور ایک برید یا اس سے زائد کا سفر بغیر محرم کے نہیں کر سکتی۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بغیر محرم کے سفر کرتی تھیں اور ایک جماعت نے اس سے استدلال کر کے یہ کہا ہے کہ عورت بغیر محرم کے سفر کر سکتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ تمام لوگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے محرم تھے کیونکہ وہ تمام مؤمنین کی ماں تھیں وہ جس مؤمن کے ساتھ بھی سفر کرتیں وہ ان کا محرم ہوتا اور دوسری عورتوں کا یہ حکم نہیں ہے۔

(عمدة القاری ج ۷ ص ۱۸۵-۱۸۳ ملخصاً دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم ۵۹۰ ج ۳ ص ۶۰ پر مذکور ہے وہاں اس کا شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① زوج یا محرم کے بغیر عورت کے سفر میں شوائع کا نظریہ ② زوج یا محرم کے بغیر عورت کے سفر میں مالکیہ کا نظریہ ③ زوج یا محرم کے بغیر عورت کے سفر میں حنابلہ کا نظریہ ④ عورت کے سفر حج میں احناف کا نظریہ ⑤ عورت کے سفر کے بارے میں متعارض روایات کے جوابات ⑥ زمانہ امن میں عورت کے تنہا سفر کرنے کی تحقیق ⑦ بہ ذریعہ ہوائی جہاز عورت کے بغیر محرم کے حج پر جانے کی تحقیق۔

* یہ بحث شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۲-۶-۶۵ پر مذکور ہے۔

۱۰۸۷ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَسَافِرُ الْمَرْأَةُ إِلَّا مَعَ بَنِي مَحْرَمٍ. بَعَثَهُ أَحْمَدُ عَنْ ابْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع از حفصہ ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: کوئی عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے۔ عبد اللہ بن عمر نے متابعت کی ہے از عبد اللہ بن مبارک از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی ﷺ۔

اس حدیث کی مفصل شرح صحیح البخاری: ۱۰۸۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۰۸۸ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذَنْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَجُوزُ لِمَرْأَةٍ تَوَمَّنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سعید مقبری نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو عورت اللہ پر اور یوم

أَنْ تُسَافِرَ مَسِيرَةَ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ لَيْسَ مَعَهَا حُرْمَةٌ. تَابَعَهُ أَحَرْتُ بِرَأْيَانٍ رَكْعَتِي هُوَ اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ بغیر محرم
يَعْنِي بَنُ أَبِي كَثِيرٍ وَسَهِيلٌ وَمَالِكٌ عَنِ الْمُقْبِرِيِّ کے ایک دن اور ایک رات کا سفر کرے۔ ابن ابی ذؤب کی یحییٰ بن
ابن کثیر اور سہیل اور مالک نے متابعت کی ہے از المقبري از حضرت
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

(صحیح مسلم: ۱۳۳۹، رقم المسلسل: ۳۲۰۹، سنن ابوداؤد: ۱۷۲۳، سنن ابن ماجہ: ۲۸۹۹، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۳۱۷، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۳۹، صحیح
ابن خزیمہ: ۲۵۲۵، مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۱، طبع قدیم، مسند احمد: ۷۴۱۳، ج ۱۳ ص ۷۷، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

بغیر محرم کے عورت کے سفر کی ممانعت کی مختلف احادیث میں علامہ ابن بطلال کی تطبیق

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

بغیر محرم کے عورت کے سفر کی ممانعت میں احادیث مختلف ہیں، ایک دن اور ایک رات کے سفر کی بھی ممانعت ہے اور بعض
روایات میں دو دن کے سفر کی بھی ممانعت ہے اور تین دن کے سفر کی بھی ممانعت ہے، ان احادیث میں تطبیق اس طرح ہے کہ یہ
احادیث مختلف سائلین کے جواب میں ہیں، ایک سائل نے سوال کیا کہ کیا عورت ایک دن اور ایک رات کا سفر بغیر محرم کے کر سکتی ہے؟
تو آپ نے فرمایا: نہیں، پھر دوسرے سائل نے سوال کیا: کیا عورت ۱۰۰۰ فاسات کا سفر کر سکتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا:
نہیں! پھر تیسرے شخص نے سوال کیا: کیا عورت تین دن کی مسافت کا سفر بغیر محرم کے کر سکتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: نہیں! پس ہر صحابی
نے اس حدیث کو روایت کیا جو اس نے سنی تھی، ان میں کوئی تعارض ہے نہ کوئی حدیث منسوخ ہے، کیونکہ اصل یہ ہے کہ عورت بالکل سفر
نہ کرے اور نہ کسی غیر محرم کے ساتھ تنہائی میں رہے کیونکہ کسی شخص کا اجنبی عورت کے پاس ایک رات میں داخل ہونا یا تین راتوں میں
داخل ہونا برابر ہے اور نبی ﷺ نے فرمایا: کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ خلعت میں نہ رہے جو اس کا محرم نہ ہو۔

بغیر محرم کے عورت کے سفر کی ممانعت کی مختلف روایات میں مصنف کی تطبیق

میں کہتا ہوں کہ ان احادیث میں بہر حال تعارض ہے، یہ اور بات ہے کہ علامہ ابن بطلال اس تعارض کو اٹھا نہیں سکے اور میں اللہ
تعالیٰ کی توفیق اور تائید سے یہ کہتا ہوں کہ ابتداء اسلام میں مدینہ میں مسلمان کم تعداد میں تھے اور مسلمان ضعیف تھے تو نبی ﷺ نے
عورت کو بغیر محرم کے ایک دن کے سفر سے منع کر دیا، پھر جب مسلمانوں کی تعداد کچھ زیادہ ہوئی اور وہ بہ نسبت پہلے کے قوی ہو گئے اور
خطرات بھی کم ہو گئے تو آپ نے عورت کو غیر محرم کے دو دن کے سفر سے منع فرما دیا، لیکن مکہ کے بعد جب مسلمانوں کی تعداد بہت
زیادہ ہو گئی اور مسلمانوں کو شوکت اور غلبہ حاصل ہو گیا تو آپ نے عورت کو محرم کے بغیر تین دن کی مسافت کے سفر سے منع فرما دیا۔

متعدد خواتین کے ساتھ عورت کے سفر حج پر علامہ ابن بطلال کا استدلال اور مصنف کا جواب

اس کے بعد علامہ ابن بطلال لکھتے ہیں: فقہاء احناف نے حضرت ابن عمر اور حضرت ابو ہریرہ کی حدیث سے یہ استدلال کیا ہے
کہ عورت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ بغیر محرم کے حج کے سفر کے لیے جائے اور امام مالک (اور امام شافعی) وغیرہ نے کہا ہے کہ
جب عورت کے ساتھ متعدد خواتین ہوں تو وہ بغیر محرم کے بھی حج کے سفر پر جا سکتی ہے اور المہلب نے کہا ہے کہ نبی ﷺ کا جوار شاد
ہے کہ کوئی عورت بغیر محرم کے ایک دن اور ایک رات کا سفر نہ کرے۔ اس حدیث میں نبی ﷺ نے اس سفر سے منع کیا ہے جو ان پر
لازم نہیں ہے اور ان کے لیے اس سفر کو ترک کرنا جائز ہے اور کیا تم نہیں دیکھتے کہ امام مالک نے کہا ہے کہ عورت بغیر محرم کے متعدد

خواتین کے ساتھ جاسکتی ہے کیونکہ جب متعدد خواتین اس کے ساتھ ہوں گی تو پھر خطرہ کم ہو جائے گا۔

(شرح ابن بطلال ج ۲ ص ۷۹-۷۸، دارالکتب العلمیہ بیروت: ۱۳۲۳ھ)

میں کہتا ہوں کہ ہم بغیر محرم کے حج کی ممانعت میں باب سابق میں یہ صریح حدیث پیش کر چکے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے، پھر ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! میری بیوی حج کے لیے نکلی ہے اور میرا نام فلاں فلاں غزوہ میں لکھا ہوا ہے، آپ نے فرمایا: جاؤ! اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔ (صحیح مسلم: ۱۳۴۱)

اگر سفر حج بغیر محرم کے کرنا جائز ہوتا تو نبی ﷺ اس عورت کے شوہر کو جہاد پر جانے دیتے اور اسے اس کی بیوی کے ساتھ حج پر نہ بھیجتے، اور جب آپ نے ایسا نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ کسی عورت کا اپنے محرم کے بغیر حج پر جانا جائز نہیں ہے۔

اور امام مالک اور امام شافعی نے جو کہا ہے کہ جب کوئی عورت متعدد عورتوں کے ساتھ جائے گی تو پھر اس کو خطرہ نہیں ہوگا، انہوں نے صریح حدیث کے مقابلہ میں قیاس پر عمل کیا ہے اور یہ جائز نہیں ہے۔ اس کے مقابلہ میں امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کا عمل صحیح اور صریح حدیث پر ہے۔

جب کوئی شخص اپنی جگہ (حدودِ شہر)

۵۔ بَابُ يَتَقَصَّرُ إِذَا خَرَجَ

مِنْ مَوْضِعِهِ

مِنْ مَوْضِعِهِ

اور علیؑ یہ سنا کہ انہوں نے نماز قصر کی حالانکہ وہ مکانوں کو دیکھ رہے تھے جب وہ واپس آئے تو ان سے کہا گیا: یہ کوفہ ہے انہوں نے کہا: نہیں! حتیٰ کہ ہم اس میں داخل ہو جائیں۔

وَخَرَجَ عَلَيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَصَرَ وَهُوَ بِرَبِيعِ الْبَيْتِ، فَلَمَّا رَجَعَ قِيلَ لَهُ هَذِهِ الْكُوفَةُ، قَالَ لَا، حَتَّى نَدْخُلَهَا.

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل احادیث ہیں:

علی بن ربیعہ الاسدی بیان کرتے ہیں ہم حرہ بنی شیبہ کے ساتھ کوفہ گئے، نکلے اور ہم کوفہ کی طرف دیکھ رہے تھے، حضرت علیؑ نے دو رکعت نماز پڑھی، پھر واپس آئے، پھر دو رکعت نماز پڑھی اور وہ بستی کی طرف دیکھ رہے تھے، ہم نے ان سے کہا: کیا آپ چار رکعت نماز نہیں پڑھتے، انہوں نے کہا: نہیں! حتیٰ کہ ہم اس میں داخل ہو جائیں۔ (مصنف عبدالرزاق: ۳۳۳)

ابو حرب بن ابی السود بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ جب بصرہ گئے تو انہوں نے جھونپڑیاں پہنی، انہوں نے کہا: یہ جھونپڑیاں کونسی رکعت نماز پر پہنے ہوئے ہیں؟ (مصنف عبدالرزاق: ۴۳۱)

ابو حرب بن ابی السود بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ جب بصرہ سے نکلے، پس ظہر کی نماز چار رکعت پڑھی، پھر فرمایا: جب ہم ان جھونپڑیوں سے نکل جائیں گے تو دو رکعت نماز پڑھیں گے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۵۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۱۶۹، دارالکتب العلمیہ بیروت)

علی بن ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکلے، ہم شام کا قصد کر رہے تھے، پس حضرت علیؑ نے دو رکعت نماز پڑھی حتیٰ کہ جب ہم واپس آئے اور ہم نے کوفہ کی طرف دیکھا اور نماز کا وقت آ گیا تو ہم نے کہا: اے امیر المؤمنین! یہ کوفہ ہے، اب ہم پوری نماز پڑھیں؟ حضرت علیؑ نے فرمایا: نہیں! حتیٰ کہ ہم کوفہ میں داخل ہو جائیں۔ (سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۴۶، نشر المذاہب)

ان آثار کا خلاصہ یہ ہے کہ جب انسان اپنے شہر سے نکل کر کسی دوسرے شہر جانے کا قصد کرے تو جب تک اپنے شہر کی حدود

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۱۰۸۲ اور ۳۵۰ کا مطالعہ کریں۔

۶۔ باب یُصَلِّي الْمَغْرِبَ ثَلَاثًا فِي السَّفَرِ

۱۰۹۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَغْجَلَهُ السَّيْرُ فِي السَّفَرِ يُوَخِّرُ الْمَغْرِبَ حَتَّى يَجْمَعَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْعِشَاءِ. قَالَ سَالِمٌ وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ يَفْعَلُهُ إِذَا أَغْجَلَهُ السَّيْرُ.

سفر میں مغرب کی تین رکعت پڑھی جائیں گی
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے سالم نے خبر دی از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب آپ کو سفر میں جلدی روانہ ہوتا تو آپ مغرب کو مؤخر کر دیتے حتیٰ کہ مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھتے۔ سالم نے کہا: اور حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو جب سفر میں جلدی روانہ ہوتا تو وہ بھی ایسا ہی کرتے۔

[اطراف الحدیث: ۱۰۹۲-۱۱۰۶-۱۱۰۹-۱۶۶۸-۱۶۷۳-۱۸۰۵-۳۰۰۰] (صحیح مسلم: ۷۰۳، الرقم المسلسل: ۱۵۹۲، سنن نسائی: ۵۹۲، سنن ترمذی: ۵۵۵، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۹۰، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۵۵، صحیح ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۵۷، مسند احمد ج ۲ ص ۴، مسند قدیم مسند احمد: ۲۷۴۲-ج ۸ ص ۴۷، مؤسسۃ الرشد بیروت: جامع السانید لابن جریر: ۲۰۷۱، مسند الطحاوی: ۳۰۱۹)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالیمان الحکم بن تافع البهرانی (۲) شعیب بن ابی حمزہ (۳) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۴) سالم بن عبد اللہ بن عمر (۵) الیث بن سعد (۶) یونس بن یزید (۷) حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما (۸) بخاری ج ۷ ص ۱۹۷)

سفر میں نمازوں کو صورتہ جمع کرنے کے احادیث

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرنی متوفی ۲۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اسی طرح سنت مروی ہے اور یہ ہر سفر مباح میں جائز ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت ابن عمر نے کہا: میں نے دیکھا کہ جب نبی ﷺ کو سفر میں جلدی جانا ہو تو مغرب کو مؤخر کر دیتے حتیٰ کہ مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھتے۔ یہ حکم ہر سفر میں عام ہے اور یہ قول کہے کہ یہ علم بعض سفر میں ہے۔ اس پر دست پیر بنا لیا ہے اس سے کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے رزق کی طلب میں اور دین اسلام سے جہاد کے احوال ایک تھذکرہ فرمانے ہیں اور ان سے تہجد کی نماز کے وجوب کو ساقط کر دیا ہے۔ ارشاد فرمایا:

عَلِمَ أَنَّ لَنْ تُخْصَوْه فَنَابَ عَلَيْكُمْ فَأَقْرَأُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ عِمَةً أَنْ سَيَكُونُ مِنْكُمْ مَرْضًى وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَآخَرُونَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ. (الزلزل: ۲۰)

اللہ کو علم ہے کہ تم تہجد کی نماز کو ہرگز نہ نبھا سکو گے سو اس نے تمہاری توجہ قبول فرمائی سو جتنا قرآن پڑھنا تمہارے لیے آسان ہوا اتنا قرآن پڑھا کرو اس کو علم ہے کہ تم میں سے بعض بیمار ہوں گے اور بعض زمین میں سفر کر کے اللہ کے فضل کو تلاش کریں گے اور بعض اللہ کے راستہ میں جہاد کریں گے۔

پس اللہ تعالیٰ نے تہجد کی نماز کو ساقط کرنے میں زمین میں سفر کرنے اور جہاد کو مساوی قرار دیا ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ سفر

رَكَعَتَيْنِ، ثُمَّ يُسَلِّمُ، وَلَا يُسَبِّحُ بَعْدَ الْعِشَاءِ، حَتَّى يَقُومَ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ.

اور حضرت عبد اللہ نے کہا: میں نے دیکھا: جب نبی ﷺ کو جلدی جانا ہوتا تو آپ مغرب کی اقامت کہلواتے پھر اس کی تین رکعت پڑھتے پھر سلام پھیر دیتے پھر تھوڑی دیر ٹھہرتے حتیٰ کہ عشاء کی اقامت کہلواتے پھر اس کی دو رکعت نماز پڑھتے پھر سلام پھیر دیتے اور عشاء کے بعد نفل نہیں پڑھتے تھے حتیٰ کہ آدمی رات کو اٹھتے۔

اس حدیث کی شرح گزشتہ حدیث: ۱۰۹۱ میں گزر چکی ہے۔

۷۔ بَابُ صَلَوةِ التَّطَوُّعِ عَلَى

الدَّوَابِّ، حَيْثُمَا تَوَجَّهَتْ بِهِ

سواری پر نفل نماز پڑھنا خواہ سواری کا منہ کسی طرف ہو

۱۰۹۳۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَامِرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي عَلَى رَاحِلَتِهِ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الاعلیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از الزہری از حضرت عبد اللہ بن عامر از والد خود انہوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ کو

[۱۰۹۳۔ ۱۰۹۱۔ ۱۱۰۳]

تھا۔

(صحیح مسلم: ۱۰۱، الترغیب، مسلسل: ۱۵۹۰، سند احمد ج ۳ ص ۳۴۵، تصحیح ترمذی: سند احمد: ۱۵۶۷۳، ج ۲ ص ۲۴۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبد اللہ: یہ ابن المدینی کے : سے معروف ہیں (۲) عبد الاعلیٰ بن عبد الاعلیٰ ابو محمد الشامی (۳) معمر بن راشد (۴) محمد بن مسلم الزہری (۵) حضرت عبد اللہ بن زید انہوں نے بہرہ لم سنی میں نبی ﷺ کی زیارت کی تھی (۶) ان کے والد حضرت عامر بن ربیعہ الخزازی ہیں یہ آل عمر بن الخطاب کے حلیف تھے یہ مہاجرین اولین میں سے تھے اور بدر میں حاضر ہوئے تھے حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے کچھ عرصہ بعد فوت ہوئے تھے۔ (مدۃ القاری ج ۷ ص ۲۰۰۔ ۱۹۹)

سفر اور حضر میں۔ رُحْلُ پڑھنے کے متعلق نہ باب انتہاء

اس حدیث میں 'راحلہ' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: اونٹنی اور اس کا استعمال نہ را اور مؤنث دونوں کے لیے ہوتا ہے اس سے مراد وہ قوی اونٹ ہے جس پر سواری کی جاسکے اور جس پر بوجھ لاداجاسکے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس کا منہ جس طرف بھی تھا اس سے مراد یہ ہے کہ اس کا منہ خواہ قبلہ کی طرف تھا یا کسی اور طرف۔ امام ترمذی نے کہا: اس حدیث پر عام اہل علم کا عمل ہے ہمیں ان کے درمیان کسی اختلاف کا علم نہیں ہے وہ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے کہ وہ جب سواری پر نفل نماز پڑھیں تو خواہ اس کا منہ قبلہ کی طرف ہو یا کسی اور طرف ہو۔

سفر میں سواری پر نماز پڑھنے کے مسئلہ میں تو فقہاء کا اجماع ہے اور حضر (شہر) میں سواری پر نماز پڑھنے میں اختلاف ہے امام ابو یوسف، ابو سعید المصطفیٰ الشافعی، غیر متقدمین اور بعض دیگر شافعی علماء کہتے ہیں کہ حضر (شہر) میں بھی سواری پر نماز پڑھنا جائز ہے جب کہ سواری کا منہ قبلہ کی طرف ہو امام ابو حنیفہ اور امام محمد نے حضر (شہر) میں سواری پر نماز پڑھنے کو ناجائز کہا ہے۔

(عمدة القاری ج ۷ ص ۲۰۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از محمد بن عبد الرحمن انہوں نے کہا کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ نبی ﷺ نفل پڑھتے تھے اور اس وقت آپ سوار ہوتے تھے اور قبلہ رخ نہیں ہوتے تھے۔

۱۰۹۴ - حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي التَّطَوُّعَ وَهُوَ رَاكِبٌ فِي غَيْرِ الْقِبْلَةِ.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری ۱۰۹۳ اور ۴۰۰ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد الاعلیٰ بن حماد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از نافع انہوں نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی سواری پر نماز پڑھتے تھے اور اسی پر وتر پڑھتے تھے اور وہ بتاتے تھے کہ نبی ﷺ بھی اسی طرح کرتے تھے۔

۱۰۹۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَادٍ قَالَ حَدَّثَنَا وَهَبٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يُصَلِّي عَلَى رَاحِلَتِهِ وَيُوتِرُ عَلَيْهَا وَيُخْبِرُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُهُ.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۹۹۹ میں گزر چکی ہے۔

۸ - بَابُ الْإِيمَاءِ عَلَى الدَّابَّةِ

سواری پر اشارے سے نماز پڑھنا
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز بن مسلم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن دینار نے حدیث بیان کی انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سفر میں سواری پر نماز پڑھتے تھے جس طرف بھی سواری مڑے وہ اشارہ کرتے تھے اور حضرت عبد اللہ نے ذکر کیا کہ نبی ﷺ بھی اس طرح کرتے تھے۔

۱۰۹۶ - حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دِينَارٍ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَخْبِرُ فِي السَّفَرِ عَلَى رَاحِلَتِهِمَا تَوَجُّهًا يَوْمِيًّا. وَذَكَرَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ لُبَيْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُهُ.

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۹۹۹ میں گزر چکی ہے۔

۹ - بَابُ يَنْزِلُ لِلْمَكْتُوبَةِ

فرض پڑھنے کے لیے سواری سے اترنا
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن کبیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ کہ حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ سواری پر سر کے اشارہ سے نماز پڑھ رہے تھے جس طرح بھی سواری کا رخ ہو اور نبی ﷺ فرض نماز میں اس طرح نہیں کرتے

۱۰۹۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ كُبَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عَقِيلٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ رَبِيعَةَ أَنَّ عَمِيرَ بْنَ رَبِيعَةَ أَخْبَرَهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الرَّاحِلَةِ يَسْبَحُ يَوْمِيًّا بِرَأْسِهِ قَبْلَ آتِي وَجْهِ تَوَجُّهًا وَلَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ ذَلِكَ فِي

الصَّلَاةُ الْمَكْتُوبَةُ.

تھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۰۹۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۰۹۸ - وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ قَالَ سَالِمٌ كَانَ عَبْدُ اللَّهِ يُصَلِّي عَلَى دَابَّتِهِ مِنَ اللَّيْلِ وَهُوَ مُسَافِرٌ مَا يَبَالِي حَيْثُ مَا كَانَ وَجْهُهُ . قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَبِّحُ عَلَى الرَّاحِلَةِ قَبْلَ آتِي وَجْهِ تَوَجُّعًا وَيُؤَيِّرُ عَلَيْهَا غَيْرَ أَنَّهُ لَا يُصَلِّي عَلَيْهَا الْمَكْتُوبَةَ.

اور لیث نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب انہوں نے کہا کہ سالم نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ رات کو سواری پر نماز پڑھتے تھے اور وہ اس وقت مسافر تھے اور وہ یہ پرواہ نہیں کرتے تھے کہ سواری کا کس طرف منہ ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا: رسول اللہ ﷺ سواری پر نفل پڑھتے تھے جس طرف بھی اس کا منہ ہو اور اس پر وتر پڑھتے تھے البتہ آپ اس پر فرض نہیں پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۹۹۹ میں گزر چکی ہے۔

۱۰۹۹ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ ثَوْبَانَ قَالَ حَدَّثَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي عَلَى رَاحِلَتِهِ نَحْوَ الْمَشْرِقِ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يُصَلِّيَ الْمَكْتُوبَةَ نَزَلَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ ابن عبد الرحمن بن ثوبان انہوں نے کہا: مجھے حضرت جابر بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ مشرق کی طرف منہ کیے ہوئے سواری پر نماز پڑھ رہے تھے پس جب آپ فرض پڑھنے کا ارادہ کرتے تو سواری سے اتر کر قبلہ کی طرف منہ کرتے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۴۰۰ میں گزر چکی ہے۔

۱۰ - بَابُ صَلَاةِ التَّطَوُّعِ عَلَى رَاحِلَةٍ.

نفل نماز دراز گوش پر پڑھنا

ہر چند کہ اس سے پہلے باب میں سواری پر نفل پڑھنے کی احادیث گزر چکی ہیں مگر امام بخاری نے چاہا کہ خصوصیت کے ساتھ دراز گوش (گدھے) پر سواری کے جواز کا حکم بیان کرے اور اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ گدھے کا پسینہ پاک ہوتا ہے کیونکہ اس پر سواری کرنے سے اس کے جسم اور کپڑوں پر کاپیہ پڑتا ہے۔ اس کا پسینہ پاک ہوتا ہے تو اس پر سواری کرتے ہوئے نماز جائز نہ ہوتی۔ ہمارے اصحاب نے کہا: گدھے کا پسینہ مشکاں ہوتا ہے کیونکہ ہر جانور کے پسینہ میں اس کے گوشت برقیہ کیا جاتا ہے لیکن چونکہ نبی ﷺ نے اس پر سواری کی ہے اس لیے خلاف قیاس اس کے پسینہ کو پاک قرار دیا گیا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حبان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حمام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں انس بن سیرین نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: جب حضرت انس رضی اللہ عنہ شام سے آئے تو ہم نے ان کا استقبال کیا ہم ان سے عین التمر کے مقام پر ملے پس میں نے ان کو دیکھا وہ گدھے پر نماز

۱۱۰۰ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَبَّانٌ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ سِيرِينَ قَالَ اسْتَقْبَلْنَا أَنَسًا حِينَ قَدِمَ مِنَ الشَّامِ فَلَقِينَاهُ بِعَيْنِ التَّمْرِ فَرَأَيْنَهُ يُصَلِّي عَلَى حِمَارٍ وَوَجْهُهُ مِنْ ذَا الْجَانِبِ يَغْنِي عَنْ يَسَارِ الْقِبْلَةِ فَقُلْتُ رَأَيْتُكَ تُصَلِّي لِغَيْرِ الْقِبْلَةِ ؟ فَقَالَ لَوْ لَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَهُ لَمْ أَفْعَلْهُ . رَوَاهُ ابْنُ طَهْمَانَ عَنْ حَجَّاجٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . (صحیح مسلم: ۷۰۲، رقم السلسل: ۱۵۹۱)

پڑھ رہے تھے اور ان کا منہ اس طرف تھا یعنی قبلہ کی بائیں طرف تھا میں نے ان سے کہا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھ رہے ہیں انہوں نے کہا: اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس طرح نماز پڑھتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں نماز نہ پڑھتا۔ ابن طہمان نے اس حدیث کو از حجاج از انس بن سیرین از حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن سعید بن صحر بن سلیمان بن سعید بن قیس بن عبد اللہ ابو جعفر الداری الروزی یہ ۲۳۳ھ میں نیشاپور میں فوت ہو گئے تھے (۲) حبان ابو حبیب بن ہلال البابی (۳) امام بن یحییٰ العوادی (۴) حضرت انس بن سیرین یہ محمد بن سیرین کے بھائی ہیں (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۲۰۶-۲۰۵)

گدھے پر نفل پڑھنے کے جواز میں فقہاء کا اجماع

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن اطال، لکھی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

گدھے، خچر، اونٹ اور کسی بھی سواری پر نفل پڑھنے کے جواز میں اختلاف نہ ہے خواہ کم سفر ہو یا زیادہ سفر ہو امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ انہوں نے شہر میں سواری پر اشارے سے نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے گدھے پر مدینہ کی گلیوں میں اشارے سے نماز پڑھی ہے اور تمام فقہاء نے اس مسئلہ میں ان کی مخالفت کی ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۹۳-۹۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۳۲۳ھ)

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۵۱۱ ج ۲ ص ۳۶۶ پر مذکور ہے۔ یہاں یہ حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

جو سفر میں نماز سے پہلے اور نماز کے

بعد کی سنتیں نہ پڑھے

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: یحییٰ بن محمد نے حدیث بیان کی کہ حفص بن عاصم نے ان کو حدیث بیان کی انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے سفر کیا انہوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ کے ساتھ مصاحبت کی ہے میں نے آپ کو سفر میں نفل پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اور اللہ جل ذکرہ نے فرمایا ہے: تحقیق یہ ہے کہ تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ میں عمدہ نمونہ ہے۔ (الاحزاب: ۲۱)

۱۱ - بَابُ مَنْ لَمْ يَتَطَوَّعْ فِي

السَّفَرِ دُبْرَ الصَّلَاةِ وَقَبْلَهَا

۱۱۰۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَنَّ حَفْصَ بْنَ عَاصِمٍ حَدَّثَهُ قَالَ سَأَلَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَقَالَ صَحِبْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ أَرَهُ يُسَبِّحُ فِي السَّفَرِ وَقَالَ اللّٰهُ جَلَّ ذِكْرُهُ ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب: ۲۱) [طرف الحدیث: ۱۱۰۲]

(صحیح مسلم: ۶۸۹، رقم السلسل: ۱۵۵۱، سنن ابوداؤد: ۱۲۲۲، سنن ترمذی: ۵۳۳، سنن نسائی: ۱۳۵۷، سنن ابن ماجہ: ۱۰۷۱، مصنف ابن ابی شیبہ

ن ۳۸۰ 'مصنف عبد الرزق: ۳۴۴۳' مسند ابویعنی: ۵۷۷۸ 'سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۵۵ 'شرح المنی: ۱۰۳۲ 'صحیح ابن خزیمہ: ۹۳ 'مسند احمد ج ۲ ص ۲۴ طبع قدیم 'مسند احمد: ۳۷۱۱ ج ۸ ص ۳۷۹ 'مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) یحییٰ بن سلیمان بن یحییٰ ابوسعید الجعفی الکوفی 'ان کی رہائش مصر میں تھی اور یہ وہ ہیں ۲۳۸ھ میں فوت ہو گئے (۲) عبد اللہ بن وہب (۳) ثمر بن محمد بن زید بن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب العسقلانی 'یہ ثقہ اور جلیل تھے ۱۳۵ھ کے بعد فوت ہوئے تھے (۴) حفص بن عاصم بن ثمر بن الخطاب (۵) حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۲۰۸)

سفر میں سنتیں پڑھنے کے متعلق حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے قول اور فعل کے تعارض کا جواب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول مذکور ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو سفر میں فرض سے پہلے اور فرض کے بعد نفل پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ خود حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سفر میں اپنی سواری پر اشارے سے نماز پڑھتے تھے خواہ سواری کا منہ کسی طرف ہو اور وہ خود بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ بھی اسی طرح کرتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۱۰۹۶-۹۹۹) اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی مراد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سفر میں زمین پر فرض سے پہلے اور فرض کے بعد نفل نہیں پڑھتے تھے اور اس حدیث میں سواری پر نفل پڑھنے کا ذکر ہے لہذا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے قول میں تعارض نہیں ہے۔

حضرت ابن عمر کے علاوہ علی بن الحسین سعید بن المسیب، عید بن سیر بھی فرض سے پہلے اور بعد سفر میں سنتیں نہیں پڑھتے تھے۔ حضرت ابن عمر نے جو کہا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سفر میں فرض سے پہلے اور فرض کے بعد نفل پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا یہ ان صحابہ کے خلاف حجت نہیں ہے جنہوں نے آپ کو فرض سے پہلے اور بعد نفل پڑھتے ہوئے دیکھا ہے کیونکہ جو کسی چیز کی نفی کرے وہ دیکھنے والا نہیں ہے اور رسول اللہ ﷺ سے بھی امت کی کئی بات آپ سے سر میں فرض کے ساتھ نفل پڑھے ہیں اور عامۃ العلماء کا یہی قول ہے۔

علامہ طبری نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے نبی ﷺ نے سفر میں نفل پڑھنے کو اس لیے ترک کر دیا ہو جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے تاکہ آپ امت کو یہ تعلیم دیں کہ سفر میں ان کو اختیار سے خواہ وہ سفر میں سنن مؤکدہ پڑھیں یا نہ پڑھیں۔

(شرح ابن بطل مال ج ۳ ص ۹۵-۹۳ 'دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

سفر میں سنتیں پڑھنے کے متعلق مذہب ائمہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ترمذی نے کہا ہے کہ نبی ﷺ کے بعد اہل علم کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے 'نبی ﷺ کے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ سفر میں نفل پڑھنے چاہئیں 'امام احمد اور اسحاق کا یہی مذہب ہے 'جو سفر میں نفل نہیں پڑھتے تھے وہ رخصت کو قبول کرتے تھے اور جو نفل پڑھتے تھے ان کے لیے زیادہ فضیلت ہے اور اکثر اہل علم سفر میں نفل پڑھنے کو اختیار کرتے تھے۔

علامہ سرخسی اور علامہ المرغینانی نے کہا ہے کہ سفر میں نفل کو ترک کرنے کی رخصت ہے اور نفل پڑھنے میں فضیلت ہے 'علامہ البندوانی نے کہا ہے کہ جب سواری سے اتر جائے تو نفل پڑھنا افضل ہے اور جب سواری پر سوار ہو تو نفل کو ترک کرنے کی رخصت ہے 'ہشام نے کہا: میں نے امام محمد کو دیکھا وہ اکثر سفر میں ظہر سے پہلے اور ظہر کے بعد کی سنتوں کو نہیں پڑھتے تھے اور صبح کی اور مغرب

کی سنتوں کو ترک نہیں کرتے تھے اور میں نے ان کو سفر میں عصر اور عشاء سے پہلے کی سنتوں کو پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا وہ عشاء پڑھتے تھے پھر وتر پڑھتے تھے۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۲۰۹ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۷۷۱-۱۳ ج ۲ ص ۶۷۳ پر مذکور ہے اس کی شرح کا عنوان ہے: سنن کا حکم۔ یہ دو سطروں کی شرح ہے ص ۳۸۳ پر۔

۱۱۰۲۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عِيْسَى بْنِ حَفْصٍ عَنْ عَاصِمٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي أَنَّ سَمِيعَ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ صَحِبْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكَانَ لَا يَزِيدُ فِي السَّفَرِ عَلَى رَكَعَتَيْنِ، وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ كَذَلِكَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عیسیٰ بن حفص بن عاصم انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: میں نے رسول اللہ ﷺ کی مصابحت کی ہے آپ سفر میں دو رکعت (فرض) سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے اسی طرح حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ رضی اللہ عنہم۔

اس حدیث کی شرح کے لیے گزشتہ حدیث کا مطالعہ کریں۔

۱۲۔ بَابُ مَنْ تَطَوَّعَ فِي السَّفَرِ

فِي غَيْرِ دُبُرِ الصَّلَوَاتِ وَقَبْلَهَا

وَرَكَعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكَعَتِي

الْفَجْرِ فِي السَّفَرِ.

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے صحابہ نماز فجر تک سوتے رہے پس ان کو سورج کی گرمی نے بیدار کیا وہ تھوڑی دیر اٹھے حتیٰ کہ سورج مستقل ہو گیا پھر آپ نے مؤذن کو حکم دیا تو اس نے اذان دی پس آپ نے نماز فجر سے پہلے دو رکعت (سنت فجر) پڑھیں پھر آپ نے اقامت کہلوائی پھر نماز فجر پڑھائی۔ (سنن ابوداؤد: ۴۴۳)

دوسری حدیث میں ہے:

پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان جگہ سے دور چلو پھر آپ نے حضرت بلالؓ کو اذان دینے کا حکم دیا پس انہوں نے اذان دی پھر سب نے وضوء کیا اور دو رکعت (سنت فجر) پڑھی پھر آپ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا تو انہوں نے نماز کی اقامت کہی پس آپ نے ان کو صبح کی نماز پڑھائی۔ (سنن ابوداؤد: ۴۴۳)

ان دونوں حدیثوں میں یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے سفر میں نماز فجر کی سنتیں پڑھیں۔

۱۱۰۳۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عُمَرُو عَنْ ابْنِ أَبِي لَيْلَى قَالَ مَا أَبَا أَحَدٍ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الصُّحَى غَيْرُ أَمِّ هَانِئٍ ذَكَرْتُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو بن ابی لیلیٰ انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں کسی نے یہ خبر نہیں دی کہ اس نے نبی ﷺ کو چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے ماسوا

فَتَحَّ مَخْجَةً اِغْتَسَلَ. فِي بَيْتِهَا، فَصَلَّى ثَمَانَ رَكَعَاتٍ، حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فتح مکہ کے دن ان کے گھر میں غسل کیا، پھر آٹھ رکعات پڑھیں، پس میں نے آپ کو اس سے خفیف نماز پڑھتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا، البتہ آپ رکوع اور سجود پورا کرتے تھے۔

[اطراف الحدیث: ۱۱۷۶-۱۲۹۲]

(صحیح مسلم: ۳۳۶، الرقم السلسل: ۷۳۸، سنن ترمذی: ۲۷۳۳، سنن نسائی: ۴۲۳، سنن کبریٰ: ۲۲۹، سنن ابن ماجہ: ۴۶۵، صحیح ابن خزیمہ: ۱۲۳۳، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۶۲۰، سنن داری: ۱۳۵۲، المعجم الکبیر: ۱۰۶۶، ج ۲۰، سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۸، شرح السنہ: ۱۰۰۰، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۰۹، مسند احمد ج ۶ ص ۳۴۲، طبع قدیم، مسند احمد: ۲۶۹۰۰، ج ۴۴ ص ۷۲، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

سفر میں فرض سے پہلے اور فرض کے بعد سنتیں پڑھنے کے ثبوت میں احادیث

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اٹھارہ سفر کیے ہیں اور میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے ظہر سے پہلے کی دو رکعت سنت کبھی چھوڑی ہوں۔

رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن جو آٹھ رکعات چاشت کی نماز پڑھی، یہ بھی آپ نے سفر کے موقع پر زمین پر پڑھی اور سواری پر نہیں پڑھی اور اس میں یہ دلیل ہے کہ سفر میں زمین پر پڑھنی جائز ہے۔

بے شک آپ نے سفر میں زمین پر قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے اسی طرح آپ نے سفر میں دو رکعت سنت فجر پڑھی ہے اور آپ نے سواری پر دن اور رات میں نوافل پڑھے ہیں اور یہ بھی سر زمین پر نفل پڑھنے کی دلیل ہے کیونکہ جب سواری پر نفل پڑھنے جائز ہیں تو زمین پر نفل پڑھنا بہ طریق اولیٰ جائز ہوں گے اور حضرت ابن عمر کا قول اس کے خلاف ہے اور احسن البصری نے کہا کہ نبی ﷺ کے اصحاب سفر کرتے تھے اور فرض سے پہلے اور بعد نفل پڑھتے تھے اور یہ علماء کی ایک جماعت کا قول ہے۔

علامہ ابن المنذر نے کہا کہ حضرت عمر، حضرت علی، حضرت بن عباس، حضرت براء، حضرت ابن مسعود، حضرت انس اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہم اور بہ کثرت تابعین سفر میں فرض سے پہلے اور فرض کے بعد نوافل پڑھتے تھے اور یہ امام مالک، فقہاء احناف، امام شافعی، امام احمد، اسحاق اور ابو ثور کا مذہب ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ سفر میں فرض سے پہلے اور فرض کے بعد زمین پر نوافل پڑھتے تھے۔

ابن ابی لیلیٰ نے جو یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ چاشت کی نماز پڑھی ہے، یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے یہ روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے زمین چیزوں کی وصیت کی ہے ان میں سے ایک چاشت کی نماز ہے۔ (شرح ابن بطلال ج ۳ ص ۹۸-۹۷، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

میں کہتا ہوں کہ ابن ابی لیلیٰ کے قول کے خلاف درج ذیل احادیث ہیں:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ۷۰ بنو معادیہ کی طرف نکلا، آپ نے آٹھ رکعات چاشت کی نماز پڑھی اور ان میں طویل قیام کیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۹۰۰، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۸۱۵، دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے خلیل ﷺ نے چاشت کی دو رکعت پڑھنے کی وصیت کی۔

عَنْ حَفْصِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ
رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ فِي السَّفَرِ
وَتَابَعَهُ عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ وَخَرَّبَ عَنْ يَحْيَى عَنْ
حَفْصِ بْنِ أَنَسٍ جَمَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
(جامع السانيد لابن جوزي: ۲۸۲، المسند الطحاوي: ۲۸۲)

از انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ مغرب
اور عشاء کی نمازوں کو سفر میں جمع کرتے تھے۔ حسین کی متابعت علی
بن المبارک اور حرب نے کی ہے از یحییٰ از حفص از حضرت انس کہ
نبی ﷺ نے نمازوں کو جمع کیا۔

ایک نماز کے وقت میں دو نمازوں کو جمع کرنے کے ثبوت میں ائمہ ثلاثہ کی طرف سے حافظ ابن حجر کے دلائل
حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے نمازوں کو جمع کرنے کے متعلق یہ تین حدیثیں ذکر کی ہیں ان میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث اس قید کے
ساتھ مقید ہے کہ جب آپ کو کہیں جلدی جانا ہوتا تو آپ دو نمازوں کو جمع کر لیتے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث اس قید کے
ساتھ مقید ہے کہ جب آپ سواری پر سوار ہوتے تو دو نمازوں کو جمع کر لیتے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث مطلق ہے اس میں وہ
نمازوں کو جمع کرنے کے ساتھ کوئی قید نہیں ہے امام بخاری نے اس باب کا عنوان مطلق کر دیا ہے کیونکہ مقید مطلق کے افراد میں سے
ہے اور گویا کہ امام بخاری کی رائے یہ ہے کہ دو نمازوں کو جمع کرنا جائز ہے خواہ وہ سفر کر رہا ہو یا نہیں اور خواہ اس کو کسی
کام کی جلدی ہو یا نہیں اور اس مسئلہ میں اہل علم کے درمیان اختلاف ہے کثرت صحابہ و تابعین فقہاء میں سے امام شافعی امام احمد
اسحاق اور اشہب نے یہ کہا ہے کہ سفر میں مطلقاً نمازوں کو جمع کرنا جائز ہے اور بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ عرفہ اور مزدلفہ کے سوا دو
نمازوں کو جمع کرنا جائز نہیں ہے الحسن البصری النخعی امام ابو حنیفہ ان کے صاحبزادے کا قول ہے علامہ نووی نے لکھا ہے کہ صاحبین
نے اپنے استاذ کی مخالفت کی ہے اور علامہ - وحی نے ترمذی الہدیہ میں رد کیا ہے وروہی اپنے مذہب کے زیادہ جاننے والے
ہیں۔ عرفہ میں دو نمازوں کو جمع کرنے کی بات کتاب الحج میں آئی گی ان شاء اللہ تعالیٰ جن احادیث میں دو نمازوں کو جمع کرنے کا
ذکر ہے ان کا فقہاء احناف نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ جمع صوری پر محمول ہیں اور وہ یہ ہے کہ مثلاً مغرب کو اس کے آخری وقت میں
پڑھا جائے اور عشاء کو اس کے اول وقت میں پڑھا جائے علامہ خلیل نے اس پر یہ تعاقب کیا ہے کہ دو نمازوں کو جمع کرنا درست ہے
اگر ایسا ہی ہو جائے انہوں نے یہ کیا ہے تو اس میں ہر نماز کو اپنے وقت میں پڑھنے کی سنت ہے وہ تنگی کی وجہ سے اس کے اوقات
کے اول اور آخر کو اکثر نہیں پڑھا جاتا ہے پتے کہ - ام وک - عالم السنن ج ۱ ص ۲۲۰ دار احیاء التراث العربی بیروت -

اس پر دلیل کہ دو نمازوں کو جمع کرنا رخصت ہے وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول ہے کہ آپ نے یہ ارادہ کیا کہ آپ کی
امت حرج میں مبتلا نہ ہو۔ (صحیح مسلم الرقم السلسل: ۱۶۰۰) نیز احادیث میں یہ تصریح ہے کہ آپ نے ایک نماز کے وقت میں دو نمازوں کو
جمع کیا ہے جیسا کہ اس کے متصل باب میں حدیث آ رہی ہے اور جمع کے لفظ سے ذہن میں یہی معنی متبادر ہوتا ہے اور جمع صوری پر جمع
تقدیم سے نفی دارو ہوتا ہے جس کا ذکر ایک باب کے بعد آ رہا ہے اور لیث نے کہا ہے کہ دو نمازوں کو جمع کرنا اس کے ساتھ خاص ہے
جس کو اپنی مہم پر جلدی روانہ ہونا ہو اور امام مالک کا مشہور قول بھی یہی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ دو نمازوں کو جمع کرنا مسافر کے ساتھ
خاص ہے متیم کے ساتھ خاص نہیں ہے اور یہ ابن حبیب کا قول ہے اور اوزاعی نے کہا ہے کہ یہ اس کے ساتھ خاص ہے جس کا کوئی
عذر حکمی ہو اور ایک قول یہ ہے کہ جمع تاخیر جائز ہے اور جمع تقدیم جائز نہیں ہے اور یہ قول امام مالک اور امام احمد سے مروی ہے اور ابن

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۹۰۱، بحسب علی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۱۶، دار الکتب العلمیہ بیروت)

۱۱۰۴۔ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَامِرٍ أَنَّ أَبَاهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى السُّبْحَةَ بِاللَّيْلِ فِي السَّفَرِ عَلَى ظَهْرِ رَاحِلَتِهِ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهِ.

اور لیث نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے عبد اللہ بن عامر نے حدیث بیان کی کہ ان کے والد نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے دیکھا نبی ﷺ رات کے وقت سواری کی پشت پر نفل پڑھ رہے تھے سواری کا منہ جس طرف بھی ہو۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۹۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۱۰۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُسَبِّحُ عَلَى ظَهْرِ رَاحِلَتِهِ حَيْثُ كَانَ وَجْهُهُ يَوْمِيءَ بَرَأْسِهِ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبد اللہ نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ ﷺ سواری کی پشت پر نفل پڑھتے تھے جس طرف بھی سواری کا رخ ہو اور سر سے اشارہ کرتے تھے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۹۹۹ میں گزر چکی ہے۔

سفر میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کرنا

۱۳۔ بَابُ الْجَمْعِ فِي السَّفَرِ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ

۱۱۰۶۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ إِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے الزہری سے سنا از سالم از والد خود انہوں نے کہا کہ جب نبی ﷺ کو جلد جانا ہوتا تو آپ مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کر کے پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۹۱ میں گزر چکی ہے۔

اور ابراہیم بن طہمان نے کہا از حسین المعلم از یحییٰ بن ابی کثیر از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ جب نبی ﷺ سواری پر سفر کرتے تو ظہر اور عصر کی نمازوں کو جمع کرتے اور مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کرتے۔

۱۱۰۷۔ وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ الْحُسَيْنِ الْمُقْلَمِ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ صَلَاةِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ إِذَا كَانَ عَلَى ظَهْرِ سَيْرٍ وَيَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ.

اور از حسین از یحییٰ بن ابی کثیر از حفص بن عبید اللہ بن انس

۱۱۰۸۔ وَعَنْ حُسَيْنٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ

ایک اور سند سے یہ حدیث مروی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں ظہر اور عصر کو جمع کر کے پڑھا بغیر خوف اور بغیر سفر کے ابو الزبیر نے کہا: میں نے سعید بن جبیر سے پوچھا: آپ نے کس وجہ سے ایسا کیا تھا؟ حضرت ابن عباس نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سوال کیا تھا حضرت ابن عباس نے کہا: آپ کا ارادہ یہ تھا کہ آپ کی امت حرج میں مبتلا نہ ہو۔

(صحیح مسلم: ۷۰۵، ارتقا سلسل: ۱۶۰۰، سنن ابوداؤد: ۱۲۱۱، سنن ترمذی: ۱۸۷، سنن نسائی: ۶۰۱، مسند احمد ج ۱ ص ۱۸۳)

سنن ترمذی میں ہے: بغیر سفر اور بغیر بارش کے دو نمازوں کو جمع کیا۔

ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث کو جمع صوری پر محمول کرنا واجب ہے ورنہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے کہ بغیر سفر کے اور بغیر کسی خوف کے دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھا جائے اور یہ فقہاء احناف کی بہت قوی دلیل ہے۔

علامہ نووی نے اس حدیث کی ایک یہ تاویل کی کہ آپ نے بارش کی وجہ سے ایک وقت میں دو نمازوں کو جمع کیا پھر اس تاویل کو خود یہ کہہ کر رد کر دیا کہ سنن ترمذی میں ہے: آپ نے بغیر بارش کے دو نمازوں کو جمع کیا۔

دوسری تاویل یہ کی: مطلقاً آبرآلود تھا اور آپ نے ظہر کے وقت میں عصر پڑھ لی تھی اس کا بعد میں پتا چلا تھا لیکن اس تاویل کو بھی انہوں نے رد کر دیا کہ یہ بات ظہر اور عصر میں تو چل سکتی ہے مغرب اور عشاء میں نہیں۔

تیسری تاویل یہ کی ہے کہ آپ نے پہلی، آخری وقت، پڑھا جب نماز ہو گئی ہو تو پتا چلا کہ دوسری نماز کا وقت داخل ہو چکا تھا اس کو بھی انہوں نے یہ کہہ کر رد کر دیا کہ تاویل یہ ہے اور اس پر

چوتھی تاویل جس پر ان کا اعتماد ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے بیماری کے عذر کی وجہ سے دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کیا۔

(صحیح مسلم بشرح نووی ج ۳ ص ۲۱۵۰-۲۱۴۹، مکتبہ زار مصطفیٰ، مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

علامہ نووی کی یہ تاویل بھی باطل ہے۔ کیونکہ سرت بن سنان نے بغیر سفر کے اور بغیر خوف کے دو نمازوں کو جمع کیا اگر آپ نے بیماری کی وجہ سے نماز کو جمع کیا تو وہ اس بڑھ کے خوف میں داخل ہے حالانکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرما رہے ہیں: آپ نے بغیر خوف کے ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھا نیز آپ کی بیماری کے ایام معروف تھے اور ان ایام میں آپ کے نماز پڑھنے کی تفصیل کا احیاء میں ذکر ہے اور کسی حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ آپ نے بیماری کی وجہ سے نماز کو جمع کیا۔ مغرب اور عصر کے پڑھنے کے علاوہ زیم و نماز کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنا بہر حال قرآن کی نص قطعاً کے خلاف ہے۔ پھر کیا دہریہ ہے کہ نبی ﷺ کے زمانہ میں ان کے زمانہ پر محمول کیا جائے اور یہ کیوں نہ کہا جائے کہ آپ نے ظہر کو آخری وقت میں اور عصر کو اول وقت میں پڑھا اور مغرب کو آخری وقت میں اور عشاء کو اول وقت میں پڑھا اور دو نمازوں کو صورتاً جمع کیا تاکہ بیماری کے ایام میں امت حرج میں مبتلا نہ ہو اور شہر میں دو نمازوں کو ایک ہی وقت میں صورتاً جمع کر کے پڑھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ایک نماز کے وقت دو نمازوں کو جمع کرنے کے ثبوت میں اس کے متصل باب کا ذکر کیا ہے سو ہم اس باب کی حدیث کی شرح میں اس پر ان شاء اللہ گفتگو کریں گے۔

جب مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کرے

تو پہلے اذان دے یا اقامت کہے؟

۱۴ - بَابُ هَلْ يُؤْذَنُ أَوْ يُقِيمُ إِذَا

جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ جب مسافر مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کرے گا تو آیا وہ اذان دے گا یا نہیں؟ یہاں یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس باب کے تحت امام بخاری نے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ذکر کی ہے اس میں اذان کا ذکر نہیں ہے اور نہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اذان کا ذکر ہے اور نہ اقامت کا ذکر ہے۔

اس کے جواب میں علامہ کرمانی متوفی ۸۶۷ھ لکھتے ہیں: شاید کہ راوی اذان اور اقامت کے ترک کے ذکر کے درپے نہیں ہوا اور اس نے دونوں نمازوں کا مضمناً ذکر کیا اور اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ یہ دونوں نمازیں اپنے ارکان شرائط اور سنن کے ساتھ مراد ہیں اور اقامت اور اذان نماز کی سنتوں میں سے ہیں۔ (شرح الکرمانی ج ۶ ص ۱۷۵ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۱ھ)

۱۱۰۹ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ فِي السَّفَرِ يُؤَخِّرُ صَلَاةَ الْمَغْرِبِ حَتَّى يَجْمَعَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْعِشَاءِ. قَالَ سَالِمٌ وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ يَفْعَلُهُ إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ وَيُقِيمُ الْمَغْرِبَ فَيُصَلِّيهِ ثُمَّ يَسْلِمُ ثُمَّ قَلَّمَا يَلْبَسُ حَتَّى يُقِيمَ الْعِشَاءَ فَيُصَلِّيَهَا رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ يُسَلِّمُ وَلَا يُسَبِّحُ بَيْنَهُمَا بِرَكَعَةٍ وَلَا بَعْدَ الْعِشَاءِ بِسُجْدَةٍ حَتَّى يَقُومَ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے سالم نے خبر دی از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا جب رسول اللہ ﷺ کو روانہ ہونے میں جلدی ہوتی تو آپ مغرب کی نماز کو مؤخر کر دیتے حتیٰ کہ مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کرتے سالم نے کہا: اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کرتے تھے جب ان کو روانہ ہونے میں جلدی ہوتی تو آپ مغرب کی اقامت کہتے پھر اس کی تین رکعت پڑھتے پھر سلام پھیرتے پھر تھوڑی دیر ٹھہرتے حتیٰ کہ عشاء کی اقامت کہتے پس اس کی دو رکعت پڑھتے پھر سلام پھیر دیتے پھر ان کے درمیان ایک رکعت بھی نفل نہیں پڑھتے تھے اور نہ عشاء کے بعد کوئی سجدہ کرتے حتیٰ کہ آدمی رات کو قیام کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۰۹۱ میں گزر چلی ہے۔ مزید شرح درج ذیل ہے۔

ایک نماز کے وقت میں دو نمازوں کو جمع کرنے پر فقہاء شافعیہ کا استدلال اور اس کا جواب

اس حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ مغرب کی نماز کو شیئی مؤخر کرتے تھے صحیح مسلم میں اس کا یہ نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب رات کی میں سدی ہوتی تو دو تسبیح کے غائب ہونے کے بعد مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کرتے اور وہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب روانگی میں جلدی ہوتی تو آپ مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کرتے تھے۔ (صحیح مسلم: ۷۰۳، الرقم السلسل: ۱۵۹۲)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں فقہاء احناف کی تاویل کا ابطال ہے کہ جمع سے مراد یہ ہے کہ پہلی نماز کو آخری وقت میں پڑھنا اور دوسری نماز کو اول وقت میں پڑھنا (القول) کیونکہ اس میں یہ تصریح ہے کہ آپ پہلی نماز کے وقت میں دونوں نمازوں کو جمع کرتے تھے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۳ ص ۲۱۳۴ مکتبہ زار مصطفیٰ مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ان لوگوں کے خلاف حجت ہے جو دو نمازوں کے جمع کرنے کو جمع صوری پر محمول کرتے ہیں۔

(فتح باری ج ۲ ص ۶۰۶ اور معرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ نووی شافعی اور علامہ عسقلانی شافعی دونوں کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ مغرب پڑھ کر تھوڑی دیر ٹھہرتے اور شفق کے غائب ہونے کے بعد عشاء کی نماز پڑھ لیتے تھے ہم کہتے ہیں کہ شفق کا معنی سرخی بھی ہے اور سفیدی بھی ہے اور سرخی جلد غائب ہوتی ہے اور سفیدی دیر سے غائب ہوتی ہے ہو سکتا ہے کہ یہاں شفق کی سرخی مراد ہو اور آپ نے شفق کی سرخی غائب ہونے کے بعد عشاء کی نماز پڑھی ہو تاہم چونکہ قرآن مجید میں ہر نماز کو اپنے وقت میں پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے اس لیے اگر اس پر اصرار کیا جائے کہ آپ نے عشاء کا وقت شروع ہونے سے پہلے عشاء کی نماز پڑھی تھی تو ہم صریح قرآن کے مخالف ہونے کی وجہ سے اس حدیث کو ترک کر دیں گے جب کہ حضرت ابن مسعود نے فرمایا ہے کہ آپ نے دو نمازوں کے سوا کوئی نماز دوسری نماز کے وقت میں نہیں پڑھی اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تغیر اس شخص کی ہے جس نے نماز نہیں پڑھی حتیٰ کہ دوسری نماز کا وقت آ گیا۔

۱۱۱۰۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ
قَالَ حَدَّثَنَا حَرْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنِي
حَفْصُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَنَسٍ أَنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللَّهُ
تَعَالَى عَنْهُ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ هَاتَيْنِ الصَّلَوَتَيْنِ فِي الْمَغْرِبِ
يَعْنِي الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الصمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحیی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حفص بن عبد اللہ بن انس نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ سفر میں ان دو نمازوں کو جمع کرتے تھے یعنی مغرب اور عشاء کو۔

اس حدیث کی شرح صحیح بخاری: ۱۰۸۱ میں گرجی ہے۔

۱۵۔ بَابُ يُؤَخَّرُ الظُّهْرُ إِلَى لَعَصٍ إِذَا

ارْتَحَلَ قَبْلَ أَنْ تَزِيغَ الشَّمْسُ

فِيهِ عَنْ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ.

۱۱۱۱۔ حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ أَبِي سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا

الْمُفَضَّلُ بْنُ فَضَالَةَ عَنْ عَقِيلٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ

أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ أَنْ تَزِيغَ

الشَّمْسُ أَخَّرَ الظُّهْرَ إِلَى وَقْتِ الْعَصْرِ ثُمَّ يَجْمَعُ

بَيْنَهُمَا وَإِذَا زَاغَتْ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ رَكِبَ.

جب مال سے پہلے سفر کرے تو

نمازِ ظہر کو نمازِ عصر تک مؤخر کرے

اس کے ثبوت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے۔

سے روایت ہے۔

امام بخاری ایت کرتے ہیں: ہمیں حسن بن اسعد نے

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الفضل بن فضالہ نے حدیث

بیان کی از عقیل از ابن شہاب از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما وہ

بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ زوالِ آفتاب سے پہلے روانہ

ہوتے تو ظہر کی نماز کو عصر کے وقت تک مؤخر کرتے پھر ان دونوں

کو جمع کرتے اور جب سورج زائل ہو جاتا تو ظہر کی نماز پڑھتے پھر

[طرف الحدیث: ۱۱۱۲] سوار ہوتے۔

(صحیح مسلم: ۷۰۴، الرقم المسلسل: ۱۵۹۶، سنن ابوداؤد: ۱۲۱۸، سنن نسائی: ۵۸۶، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۹۰، مسند احمد ج ۳ ص ۱۶۵، صغیر قدیم مسند)

احمد: ۹۹۷۱۳۔ ج ۲۱ ص ۳۱۲ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع السانید لابن جوزی: ۱۹۷۰ مکتبۃ الرشید ریاض ۱۴۲۶ھ مسند الطحاوی: ۱۲۸۳

حدیث مذکور کے رجال

(۱) حسان بن عبداللہ بن سہل الکندی المصریٰ یہ ۲۲۲ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) الفضل بن الفضال ابو معاویہ القتبانی یہ مصر کے قاضی تھے اور حجاب الدعوة تھے یہ ۱۸۱ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) عقیل بن خالد (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۲۲۳)

دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کرنے والوں کے نزدیک اس کی تفصیل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد یعنی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جو فقہاء ایک نماز کے وقت میں دو نمازوں کے جمع کرنے کو جائز کہتے ہیں وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں جو شخص ظہر کی نماز کے وقت میں کسی جگہ ٹھہرا اس کے لیے افضل یہ ہے کہ وہ عصر کی نماز کو ظہر کے ساتھ ملا کر دو نمازوں کو جمع کرے اور جب وہ سفر کر رہا ہو تو اس کے لیے افضل یہ ہے کہ وہ ظہر کی نماز کو مؤخر کر کے ظہر اور عصر کو جمع کر کے پڑھے جب اس کو اپنے ٹھہرنے پر اعتماد ہو اور عصر کا وقت باقی ہو اور جب وہ ان دونوں نمازوں کے وقت میں سفر کرتا رہے تو اس کو اختیار ہے کہ وہ جس نماز کو چاہے مقدم یا مؤخر کر کے دو نمازوں کو جمع کرے لیکن افضل یہ ہے کہ پہلے نماز کو سر کے ساتھ کرے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ جمع کرنے کے وقت میں اختلاف ہے چاہے تو اس نے نماز کے وقت میں دونوں کو جمع کرے اور اگر چاہے تو دوسری نماز کے وقت میں دونوں کو جمع کرے یہ دونوں قول ہیں امام ابو حنیفہ کے قول کو نقل کر کے کہا: یہ قول احادیث اور آثار کے خلاف ہے حالانکہ امام ابو حنیفہ کا قول احادیث اور آثار کے خلاف نہیں ہے بلکہ ائمہ ثلاثہ کا قول قرآن مجید کی آیات احادیث صحیحہ اور آثار صحابہ کے خلاف ہے جیسا کہ ہم واضح کر چکے ہیں امام ابو حنیفہ نے قرآن مجید سنت آثار صحابہ اور قیاس سے استدلال کیا ہے اور جن احادیث و آثار میں نمازوں کو جمع کرنا مذکور ہے ان کو جمع صوری پر محمول کیا ہے۔

(عمدة القاری ج ۷ ص ۲۲۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۲۱ھ)

جب مسافر زوال آفتاب کے بعد روانہ ہو

تو ظہر کی نماز پڑھے پھر عصر ہو

امام بخاری روایت کرتے ہیں انہیں حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں الفضل بن فضالہ نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ زوال آفتاب سے پہلے روانہ ہوتے تو ظہر کی نماز کو عصر کی نماز کے وقت تک مؤخر کر دیتے پھر سواری سے اتر کر دونوں نمازوں کو جمع کر کے پڑھتے اور اگر آپ کے روانہ ہونے سے پہلے سورج زائل ہو جاتا تو ظہر کی نماز پڑھتے پھر سواری ہوتے۔

۱۶۔ بَابُ إِذَا ارْتَحَلَ بَعْدَ مَا زَاغَتِ

الشَّمْسُ عَلَى الظُّهْرِ ثُمَّ رَكِبَ

۱۱۱۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ

فَضَّالَةَ عَنْ عُقَيْلٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ أَنْ تَزِيغَ الشَّمْسُ أَخَّرَ الظُّهْرَ إِلَى وَقْتِ الْعَصْرِ ثُمَّ نَزَلَ فَجَمَعَ بَيْنَهُمَا فَإِنْ زَاغَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ أَنْ يَرْتَحِلَ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ رَكِبَ.

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۱۱۱۱' میں گزر چکی ہے۔

ایک نماز کے وقت میں دو نمازوں کو جمع کرنے کی روایت پر بحث و نظر

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ نبی ﷺ دوسری نماز کے وقت میں دونوں نمازوں کو جمع کرتے تھے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۶۰۷)

علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں: اس حدیث کا یہ تقاضا نہیں ہے بلکہ اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ جب آپ زوال آفتاب کے بعد روانہ ہوتے تو آپ دونوں نمازوں کو جمع نہیں کرتے تھے بلکہ ظہر کو اپنے وقت میں پڑھتے پھر سوار ہوتے اور عصر کو ظہر کی نماز کے بعد متصل نہیں پڑھتے تھے بلکہ عصر کی نماز کو ظہر کی نماز کے بعد اپنے وقت میں پڑھتے تھے کیونکہ اصول کا تقاضا اسی طرح ہے اسی وجہ سے امام ابو داؤد نے یہ کہا ہے کہ نماز کو وقت سے پہلے پڑھنے کے متعلق کوئی صحیح حدیث نہیں ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام اسحاق بن راہویہ نے حضرت انس سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی ﷺ جب سفر میں ہوتے اور سورج زائل ہو جاتا تو آپ ظہر اور عصر دونوں نمازوں کو ایک ساتھ پڑھتے پھر روانہ ہوتے اور علامہ نووی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ امام ابو داؤد نے اسحاق کو منکر قرار دیا ہے۔ اسماعیلی نے اس حدیث کی روایت کی ہے اور کہا ہے کہ اسحاق شیبہ سے اس حدیث کی روایت میں تغیر ہے اور شیبہ انہوں لوگوں کی - ف دعوت - تھا اور امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ شیبہ مرجئی تھا اس لیے دو نمازوں کو جمع کرنے کی یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ (عمدۃ - ری ج ۷ ص ۱۰۰ - لکھ العربیہ ۱۳۲۱ھ)

بیٹھ کر نماز پڑھنا

۱۷ - بَابُ صَلَوةِ الْقَاعِدِ

امام بخاری نے اس عنوان کو عموم کے ساتھ ذکر کیا ہے 'خوافل بیٹھ کر پڑھے یا فاضل' اور عذر کی وجہ سے بیٹھ کر پڑھے یا بغیر عذر کے اور بیٹھ کر نماز پڑھنے والا خواہ امام ہو یا مستدی ہو۔

۱۱۱۳ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سَالِكٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِهِمْ رَهْلاً سَابَّ لَصَلَّى جَائِئاً وَصَلَّى وَرَاءَهُ قَوْمٌ لَبِامًا فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ أَنْ اجْلِسُوا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی کہ امام مالک از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے گھر میں نماز کی اس وقت آپ بیٹھ کر نماز پڑھنے پر حائل اور آپ کے پیچھے لوگوں نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی تو آپ نے ان کو اشارے سے فرمایا کہ بیٹھ جائیں پھر جب آپ ان کی طرف مڑے تو فرمایا: امام صرف اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے پس جب وہ رکوع کرے تو رکوع کر دو اور جب وہ رکوع سے سر اٹھائے تو رکوع سے سر اٹھاؤ۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۶۸۸' میں گزر چکی ہے۔

جس بیماری کی وجہ سے نبی ﷺ نے بیٹھ کر نماز پڑھی اس بیماری کا سبب اور اس کی کیفیت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ میں گھوڑے پر سوار ہوئے اس نے آپ کو مجبور کے درخت کے

تے پر گرا دیا اس سے آپ کے پیر کی ہڈی اپنی جگہ سے ہٹ گئی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۲۶-۳۲۵ 'مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۰' سنن ابوداؤد: ۶۰۲ 'مسند ابویعلیٰ: ۱۸۹۶' صحیح ابن خزیمہ: ۱۶۱۵ 'مشکل الآثار للطحطاوی: ۵۶۳۸' صحیح ابن حبان: ۲۱۱۳ 'المعجم الاوسط: ۳۳۸۱' سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۲۲ 'سنن بیہقی ج ۳ ص ۸۰-۷۹) (انیس اساری ج ۵ ص ۳۲۱۸ 'مؤسسۃ الریان' ۱۳۲۶ھ)

۱۱۱۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ سَقَطَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فَرَسٍ فَخُدِشَ، أَوْ فَجِحِشَ شِقَّهُ الْأَيْمَنُ، فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ نَعُودُهُ، فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ، فَصَلَّى قَاعِدًا فَصَلَّيْنَا قُعُودًا، وَقَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُوتَمَّ بِهِ، فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا، وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا، وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَقُولُوا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از الزہری از حضرت انس رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ گھوڑے سے گر گئے اس سے آپ کی بائیں جانب کی کھال چھل گئی سو ہم آپ کی عیادت کے لیے آپ کے پاس گئے پس نماز کا وقت آ گیا تو آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھائی سو ہم نے بھی بیٹھ کر پڑھی اور آپ نے فرمایا: امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے پس جب وہ اللہ اکبر کہے تو تم اللہ اکبر کہو اور جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب وہ رکوع سے اٹھے تو تم رکوع سے اٹھو اور جب وہ "سمع الله لمن حمده" کہے تو تم "ربنا ولك الحمد" کہو۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۳۷۸ میں گزر چکی ہے۔

۱۱۱۵۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ أَخْبَرَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ أَخْبَرَنَا حُسَيْنٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ سَأَلَ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ وَكَانَ مُبْسُورًا، قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلَاةِ الرَّجُلِ قَاعِدًا فَقَالَ إِنْ صَلَّى قَائِمًا فَهُوَ أَفْضَلُ، وَمَنْ صَلَّى قَاعِدًا فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَائِمِ، وَمَنْ صَلَّى نَائِمًا فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَاعِدِ. [أطراف الحديث: ۱۱۱۶-۱۱۱۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں روح بن عبادہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں حسین نے خبر دی از عبد اللہ بن بریدہ از حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ سوال کیا اور ہم کو اسحاق نے خبر دی انہوں نے کہا: ہم کو عبد الصمد نے خبر دی انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا انہوں نے کہا: ہمیں الحسین نے حدیث بیان کی از ابن بریدہ انہوں نے کہا: مجھے حضرت عمران بن حصین نے حدیث بیان کی اور ان کو بوا سیر قمی انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کے متعلق سوال کیا آپ نے فرمایا: اگر اس نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی تو وہ افضل ہے اور جس نے بیٹھ کر نماز پڑھی تو اس کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کا آدھا اجر ملے گا اور جس نے سو کر نماز پڑھی تو اس کو بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کا آدھا اجر ملے گا۔

(سنن ابوداؤد: ۹۵۲ 'سنن ترمذی: ۳۷۲ 'سنن ابن ماجہ: ۱۲۲۳ 'صحیح ابن خزیمہ: ۹۷۹ 'مسند احمد ج ۱: ۳۵۱۵ 'المعجم الاوسط: ۲۳۱۱ 'مشکل الآثار: ۱۶۹۳ 'سنن

دارقطنی ج ۱ ص ۳۸۰ المستدرک ج ۱ ص ۳۱۵ شرح الت: ۹۸۳ مسند احمد ج ۳ ص ۳۲۶ طبع قدیم مسند احمد: ۱۹۸۱۹۔ ج ۳۳ ص ۵۲ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع السانید لابن جوزی: ۵۸۱۲ مکتبۃ الرشدر یا ض: ۱۳۲۶ھ مسند الطحاوی: ۶۳۳۱

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسحاق بن منصور بن بہرام الکوجی ابو یعقوب (۲) روح بن عبادہ (۳) حسین بن ذکوان المعلم (۴) عبد اللہ بن بریدہ (۵) اسحاق بن ابراہیم الکلابازی (۶) عبد الصمد بن عبد الوارث (۷) ان کے والد عبد الوارث بن سعید التنوری (۸) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۲۲۹-۲۲۸)

”بواسیر“ کا معنی

اس حدیث میں ”بواسیر“ کا لفظ ہے یہ ایک بیماری ہے جو انسان کی مقعد میں پیدا ہو جاتی ہے اس کو ناسور بھی کہتے ہیں جسم کے اندر جو زخم ہوتا ہے اس کو ناسور کہتے ہیں اور اس کو ناسور بھی کہتے ہیں یہ جسم کے اندر ایک پھوڑا ہوتا ہے جو عام طور پر ٹھیک نہیں ہوتا اور ناسور کی وجہ سے مقعد میں ورم ہو جاتا ہے اور اس سے مواد نکلتا رہتا ہے۔

بیٹھ کر نماز پڑھنے پر آدھے اجر کی حدیث نوافل سے متعلق ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکیہ طبع فی ۱۳۲۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی حدیث سرف نوافل سے متعلق ہے کیونکہ جو شخص نماز بیٹھ کر پڑھے گا اس کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی طاقت ہوگی یا اس سے عاجز ہوگا اگر اس کے پاس طاقت ہوگی تو اس سے عاجز نہ ہوگا اگر اس کے پاس طاقت نہ ہوگی تو اس سے عاجز ہوگا اور اس پر لازم ہے کہ وہ اس نماز کو دوبارہ پڑھے تو اس کی نماز کا نصف اجر کیسے ملے گا اور اگر وہ کھڑے ہونے سے عاجز ہے تو اس سے قیام کی فرضیت ساقط ہو جائے گی اور اس کی فرضیت بیٹھنے کی طرف منتقل ہو جائے گی اور اب جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے گا تو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والا اس سے عاجز نہ ہوگا جب وہ بیٹھنے پر بھی قادر نہیں ہوگا تو اس پر لازم ہے کہ وہ لیٹ کر اشاروں سے نماز پڑھے اور اس سے بیٹھ کر نماز پڑھنے والا اس سے افضل نہیں ہوگا کیونکہ جو آثار نبی ﷺ سے ثابت ہیں وہ یہ ہیں کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ مرض یا کسی اور مصیبت کی وجہ سے کسی نیک عمل سے روک لے تو اس کے لیے اس نیک عمل کا اجر آجاتا رہتا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۵۰۵ دارالکتاب - علمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

بیمار کی نماز کے حکم

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: جس نے سوئے ہوئے نماز پڑھی اس کو بیٹھ کر نماز پڑھنے کا آدھا اجر ملے گا اس میں سوئے ہوئے سے مراد ہے: جس نے لیٹ کر اشاروں سے نماز پڑھی امام ترمذی نے اس حدیث کی اس طرح روایت کی ہے: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے بیمار کی نماز کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: کھڑے ہو کر نماز پڑھو پس اگر کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکو تو بیٹھ کر نماز پڑھو اور اگر بیٹھ کر نہ پڑھ سکو تو پھر پہلو کے بل پڑھو۔

(سنن ابوداؤد: ۹۵۲ سنن ترمذی: ۳۷۲ سنن ابن ماجہ: ۱۲۲۳ مسند احمد ج ۳ ص ۳۲۶)

نیز امام ترمذی نے اپنی سند کے ساتھ اس باب میں حسن بصری کے اس قول کی روایت کی ہے: اگر انسان چاہے تو نفل نماز کھڑے ہو کر پڑھے اور اگر چاہے تو بیٹھ کر پڑھے اور اگر چاہے تو لیٹ کر پڑھے۔

سفیان ثوری نے اس حدیث میں کہا ہے کہ جس نے بیٹھ کر نماز پڑھی اس کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کا آدھا اجر ملے گا انہوں نے کہا: یہ تندرست شخص کے لیے ہے جس کا کوئی عذر نہ ہو یعنی نوافل میں اور جس کا کوئی عذر ہو اور اس نے بیٹھ کر نماز پڑھی تو اس کو اتنا اجر ملے گا جتنا اجر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کو ملتا ہے۔ (سنن ترمذی ص ۱۸۰ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۳ھ)

۱۸۔ بَابُ صَلَوةِ الْقَاعِدِ بِالْإِيْمَاءِ

۱۱۱۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ الْمُعَلِّمِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بَرْيَدَةَ أَنَّ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ وَكَانَ رَجُلًا مَبْسُورًا وَقَالَ أَبُو مَعْمَرٍ مَرَّةً عَنْ عِمْرَانَ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلَوةِ الرَّجُلِ وَهُوَ قَاعِدٌ فَقَالَ مَنْ صَلَّى قَائِمًا فَهُوَ أَفْضَلُ وَمَنْ صَلَّى قَاعِدًا فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَائِمِ وَمَنْ صَلَّى نَائِمًا فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَاعِدِ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ نَائِمًا عِنْدِي مُضْطَجِعًا هَهُنَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حسین المعلم نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن بریدہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کو بواسطہ تھی اور ابو معمر نے ایک مرتبہ حضرت عمران سے روایت کی کہ میں نے نبی ﷺ سے بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: جس نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی تو وہ افضل ہے اور جس نے بیٹھ کر نماز پڑھی تو اس کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کا آدھا اجر ملے گا اور جس نے سو کر نماز پڑھی تو اس کو بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کا آدھا اجر ملے گا۔ امام ابو عبد اللہ بخاری نے کہا: سو کر نماز پڑھنے سے یہاں مراد لیٹ کر نماز پڑھنا ہے۔

اس حدیث کی شرح گزشتہ حدیث کے تحت گزر چکی ہے۔

۱۹۔ بَابُ إِذَا لَمْ يُبَيِّنْ قَاعِدًا

صَلَّى غَنَى حَسْبُ

وَقَالَ عَطَاءٌ إِنْ لَمْ يَقْدِرْ أَنْ يَتَحَوَّلَ إِلَى الْقِبْلَةِ صَلَّى حَيْثُ كَانَ وَجْهَهُ.

تعلیق کی اصل حسب ذیل احادیث ہیں:

ع۔ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن جریج سے کہا: کبھی مریض یا بوا ہوتا ہے، درود بیٹھنے سے قنوت نہیں رکھتا؟ انہوں نے کہا: پھر وہ قبلہ سے منحرف ہو کر نماز پڑھ لے اگر وہ اس کی طاقت نہیں رکھتا تو وہ چپ لیٹ کر نماز پڑھے اپنے سر سے اشارہ کرے عطاء نے کہا: جب وہ رکوع اور سجدہ کرے تو کیا اپنے گھٹنوں پر ہاتھ رکھے؟ ابن جریج نے کہا: نہیں! لیکن وہ اپنے سر سے اور ہاتھوں سے اشارہ کرے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۴۱۳۳)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر مریض کو طاقت ہو تو وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے اگر وہ کھڑا نہیں ہو سکتا تو وہ بیٹھ کر نماز پڑھے اگر وہ سجدہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تو وہ اشارہ کرے اور اپنے سجدہ کو اپنے رکوع سے نیچا رکھے اگر وہ بیٹھنے کی طاقت نہیں رکھتا تو دائیں کروٹ پر قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے اور اگر وہ دائیں کروٹ پر نماز پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتا تو وہ چپ لیٹ کر نماز پڑھے اور اس کے دونوں پیر قبلہ کی جانب ہوں۔

جب نمازی میں بیٹھنے کی طاقت نہ ہو

تو وہ لیٹ کر پڑھ لے

اور عطاء نے کہا: جب نمازی قبلہ کی طرف پھرنے پر قادر نہ ہو تو جس طرف اس کا منہ ہو اسی طرف پڑھ لے۔

(سنن دارقطنی ج ۲ ص ۴۳-۴۲ سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۰۸-۳۰۷)

میں کہتا ہوں کہ امام ابو حنیفہ نے بھی بیمار کی نماز پڑھنے کا یہی طریقہ بیان کیا ہے۔ (ہدایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۵-۳)

۱۱۱۷ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ طَهْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي الْحُسَيْنُ الْمَكْنِيُّ عَنْ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ عُمَرَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانَتْ بِي بَوَاسِيرٌ فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلَاةِ فَقَالَ صَلِّ قَائِمًا فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ لَعَلِّي جَنَّبُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن المبارک از ابراہیم بن طہمان انہوں نے کہا: مجھے الحسین المکنبی نے حدیث بیان کی از ابن بریدہ از حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: مجھے بوا سیر تھی تو میں نے نبی ﷺ سے نماز کے متعلق سوال کیا آپ نے فرمایا: کھڑے ہو کر نماز پڑھو اگر تمہیں اس کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھو پس اگر تم کو اس کی طاقت نہ ہو تو کروٹ کے بل نماز پڑھو۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۱۵ میں گزر چکی ہے۔

۲۰ - بَابُ إِذَا صَلَّى قَاعِدًا ثُمَّ

صَحَّ أَوْ وَجَدَ خَفَّةً

تَمَّمَ مَا بَنَى

جب کسی شخص نے بیٹھ کر نماز پڑھی پھر وہ تندرست ہو گیا یا اس نے تخفیف محسوس کی تو پھر وہ باقی نماز پوری کرے

امام ابو حنیفہ امام مالک امام شافعی اور امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ جب بیمار نے بیٹھ کر نماز پڑھی پھر وہ تندرست ہو گیا یا اس میں کھڑے ہونے کی قوت آگئی تو وہ بقیہ نماز کھڑے ہو کر پڑھے گا اور امام محمد بن حسن شیبانی یہ فرماتے ہیں کہ وہ از سر نو نماز پڑھے گا۔

وَقَالَ الْحَسَنُ إِنْ شَاءَ تَمَرِيضُ صَلَّي رَكَعَتَيْنِ قَائِمًا وَرَكَعَتَيْنِ قَاعِدًا.

اور حسن بصری نے کہا: اگر مریض چاہے تو دو رکعت کھڑے ہو کر پڑھے اور دو رکعت بیٹھ کر پڑھے۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل احادیث میں ہے۔

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ یونس اور حسن بصری نے کہا: مریض اس حالت کے موافق نماز پڑھے جس پر وہ ہے۔

(مصنف ابی شیبہ: ۲۸۳۰ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۱۳ کتاب العلمیہ بیروت)

احمد بن عبد الملک بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری نے کہا: اگر انسان چاہے تو نفل کھڑے ہو کر پڑھے اگر چاہے تو بیٹھ کر پڑھے۔

لیٹ کر پڑھے۔ (سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۰۸)

۱۱۱۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا لَمْ تَرَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي صَلَاةَ اللَّيْلِ قَاعِدًا قَطُّ حَتَّى أَسَنَّ، فَكَانَ يَقْرَأُ قَاعِدًا حَتَّى إِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ قَامَ، فَقَرَأَ نَحْوًا مِنْ ثَلَاثِينَ آيَةً أَوْ أَرْبَعِينَ آيَةً ثُمَّ رَكَعَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یونس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے خبر دی کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو کبھی رات میں بیٹھ کر نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا حتیٰ کہ آپ کی عمر زیادہ ہو گئی پس آپ بیٹھ کر قرآن مجید پڑھتے حتیٰ کہ جب آپ رکوع کرنے کا ارادہ کرتے تو کھڑے ہو جاتے پھر تیس یا چالیس کے قریب آیات

فَإِذَا قُضِيَ صَلَاتُهُ نَظَرَ، فَإِنْ كُنْتُ يَقْظَى تَحَدَّثْتُ جب آپ نماز پوری کر لیتے تو دیکھتے پس اگر میں بیدار ہوتی تو
میرے ساتھ باتیں کرتے اور اگر میں سوئی ہوئی ہوتی تو آپ لیٹ
جاتے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۱۱۱۸ کا مطالعہ کریں۔

”ابواب التقصیر“ کی تکمیل

الحمد لله رب العلمين والصلاة والسلام على سيدنا محمد وعلى آله واصحابه اجمعين۔ آج یکم ربیع الثانی
۱۴۲۸ھ/۲۰ اپریل ۲۰۰۷ء بروز جمعہ قبل از نماز عصر ”نماز کو قصر کرنے کے ابواب“ مکمل ہو گئے! اے مالک ارض و سماء! ان ابواب
کی اور اب تک کی شرح بخاری کو قبول فرما اور اس شرح کو مکمل فرما دے اور مجھے اس کی تکمیل کے لیے صحت اور توانائی عطا فرما اور میری
میرے والدین کی اور میرے قارئین کی مغفرت فرما دے۔ (آمین)

”ابواب التقصیر“ میں ۵۲ احادیث مرفوعہ ہیں جن میں سولہ معلق احادیث ہیں اور بقیہ احادیث موصول ہیں۔





نحمدہ ونصلیٰ ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

۱۹۔ کتاب التَّهَجُّدِ تہجد کا بیان

رات کو تہجد پڑھنا

۱۔ بَابُ التَّهَجُّدِ بِاللَّيْلِ

وَقَوْلُهُ عَزَّ وَجَلَّ ﴿وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ﴾ (الاسراء: ۷۹)۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور رات کے کچھ حصے میں تہجد کی نماز پڑھئے جو خاص آپ کے لیے زیادہ ہے۔ (الاسراء: ۷۹)۔

”تہجد“ کا معنی ہے: خیند کو ترک کر کے اٹھنا اور پھر نماز پڑھنا۔

امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی نے اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

حسن بصری نے کہا ہے کہ ”نافلۃ لک“ کا معنی ہے: اس آپ — نے کدندہ آپ کی تعم کی تعمیل میں کسی حال میں غفلت نہیں کرتے اور لوگ بہت سے احکام میں غفلت کرتے ہیں۔

دوسرے مفسرین نے کہا ہے کہ تہجد آپ کے لیے نفل ہے۔ اس زائد ہے کیونکہ آپ کی مغفرت ہو چکی ہے لہذا آپ جو عمل بھی کریں گے وہ زائد ہوگا اور دوسرے مسلمان اب بھی یہ عمل کرتے ہیں وہ ان کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے پس ان کا عمل زائد نہیں ہوگا۔ (ادبیات الہیہ ج ۷ ص ۹۸، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

تہجد کی فضیلت میں احادیث

حضرت ابی بن کثیرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم رات کو اٹھ کر قیام کرنے کو لازم رکھنا۔ ورنہ یہ سارے پہلے نیک لوگوں کا طریقہ ہے اور رات کو قیام کرنا اللہ تعالیٰ کے قرب کا سبب ہے اور گناہوں سے روکنے کا اور نیک کاموں کو کرنے کا اور جسم کی بیماریوں کو دور کرنے کا ذریعہ ہے۔

(سنن ترمذی: ۳۵۳۵، مسودۃ ابن ابی الدنیا ج ۱ ص ۲۳۵، سنن بیہقی ج ۲ ص ۵۰۲، المستدرک ج ۱ ص ۳۰۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں فضیلت والے لوگ حاملین قرآن ہیں اور تہجد گزار ہیں۔ (المجموع الکبیر ج ۱۲ ص ۱۲۵، تاریخ بغداد ج ۳ ص ۱۲۴، ج ۸ ص ۸۰، مسودۃ ابن ابی الدنیا ج ۱ ص ۲۳۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! جب میں آپ کو دیکھتا ہوں تو میرا دل خوش ہو جاتا ہے اور میری آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں مجھے ایسے کام کی خبر دیجئے کہ جب میں وہ کام کر لوں تو میں جنت میں داخل ہو جاؤں آپ نے فرمایا: کھانا کھلاؤ، بہ کثرت سلام کرو رات کو اٹھ کر نماز پڑھو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں اور جنت میں سلامتی سے داخل ہو جاؤ۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۳۲۳-۲۹۵ المستدرک ج ۳ ص ۱۲۹ ابن ابی الدنیاج ص ۲۳۶)

مزہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رات کی نماز کی فضیلت دن کی نماز پر اس طرح ہے جس طرح خفیہ صدقہ دینے والے کی فضیلت ظاہر صدقہ دینے والے پر ہے۔

(الحکم الکبیر ج ۹ ص ۳۲ کتاب التہجد لابن المبارک: ۲۲۳ ابن ابی الدنیاج ص ۲۳۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان بن ابی مسلم نے حدیث بیان کی از طاؤس انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رات کو نبی ﷺ تہجد کے لیے اٹھتے تو یہ دعا کرتے: اے اللہ! تیرے لیے ہی حمد ہے تو ہی آسمانوں کا اور زمینوں کا اور ان میں موجود چیزوں کا قائم کرنے والا ہے اور تیرے لیے ہی حمد ہے آسمانوں اور زمینوں کا اور ان میں موجود چیزوں کا تو ہی مالک ہے اور تیرے لیے ہی حمد ہے تو آسمانوں اور زمینوں کو منور کرنے والا ہے اور تیرے لیے ہی حمد ہے اور تو حق ہے اور تیرا وعدہ حق ہے اور تجھ سے ملاقات حق ہے اور تیرا قول حق ہے اور جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے انبیاء حق ہیں اور (سیدنا) محمد (ﷺ) حق ہیں اور قیامت حق ہے اے اللہ! میں تیرے لیے اسلام لایا اور تجھ پر ایمان لایا تجھ پر توکل کیا اور تیری ہی طرف رجوع کیا اور تیری ہی وجہ سے لڑا اور تیری ہی طرف مقدمہ کیا سو تو میرے ان (بہ ظاہر خلاف اولیٰ) کاموں کو معاف فرما جو میں نے پہلے کیے جو حمد میں کیے اور تن کو میں نے چھپا لیا اور ان کو میں نے دکھا کر لیا تو ہی مقدم کرنے والا ہے اور تو ہی مؤخر کرنے والا ہے تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے یا تیرے سوا کوئی برحق معبود نہیں۔ سفیان نے کہا: عبد الکریم ابو امیہ نے اضافہ کیا: ”ولا حول ولا قوة الا باللہ“ سفیان نے کہا: سلیمان بن ابی مسلم نے کہا: اس کو انہوں نے طاؤس سے سنا ہے از حضرت ابن عباس از نبی ﷺ۔

۱۱۲۰ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانٌ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ أَبِي مُسْلِمٍ عَنْ طَاوُسٍ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَتَهَجَّدُ قَالَ اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ قِيمُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ لَكَ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُكَ الْحَقُّ وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ وَنَوْلُكَ حَقٌّ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالنَّبِيُّونَ حَقٌّ وَمُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ حَقٌّ اللَّهُمَّ لَكَ أَسْلَمْتُ وَبِكَ أَمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْكَ أُنَبِّتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَإِلَيْكَ حَاكَمْتُ فَاغْفِرْ لِي مَا نَدَمْتُ وَمَا أَخْبَرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَوْ لَا إِلَهَ غَيْرُكَ قَالَ سُفْيَانٌ وَابْنُ عَبْدِ الْكَرِيمِ أَبُو أُمِيَّةٍ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ قَالَ سُفْيَانٌ قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ أَبِي مُسْلِمٍ سَمِعَهُ مِنْ طَاوُسٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

[الطراف الحديث: ۶۳۱۷-۶۳۸۵-۶۴۲۲-۶۴۹۹]

(صحیح مسلم: ۶۹۹ رقم السلسل: ۱۷۷۷ سنن ابوداؤد: ۷۷۱ سنن ترمذی: ۳۳۱۸ سنن نسائی: ۱۶۱۸ سنن ابن ماجہ: ۱۳۵۵ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۲۵۹ الادب المفرد: ۶۹۷ صحیح ابن حبان: ۲۵۹۸ کتاب الدعاء للطبرانی: ۷۵۶ عمل اليوم والمیلہ لابن السنی: ۶۰۰ شرح السنہ: ۹۵۰ الحکم الکبیر: ۱۰۹۹۳ مسند احمد ج ۱ ص ۲۹۸ طبع قدیم مسند احمد: ۲۷۱۰ ج ۳ ص ۳۳۱-۳۳۰ مؤسسة الرسالة بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبد اللہ المعروف بابن المدینی (۲) سفیان بن عیینہ (۳) سلیمان بن ابی مسلم الہکلیؒ یہ ابن ابی شیح کے ماموں ہیں
(۴) ح و س بن کیسان الیمانی (۵) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۲۵۱)

نبی ﷺ کی دعا میں مشکل الفاظ کے معانی

علامہ بدر الدین محمود بن احمد یعنی خشی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حدیث مذکور میں ہے: تو آسمانوں اور زمینوں کا اور ان میں موجود چیزوں کا تقسیم ہے، یعنی تو آسمانوں اور زمینوں کا خالق ہے اور ان کو قائم رکھنے والا ہے اور ان میں موجود چیزوں کو ان کی مدت تک باقی رکھنے والا ہے اور ان کے اعمال کو پیدا کرنے والا ہے اور ان کو رزق دینے والا ہے اور ”قیوم“ کا معنی ہے: جو ہمیشہ رہنے والا ہو جس پر کبھی فناء نہ آئے۔

تو آسمانوں اور زمینوں کا منور کرنے والا ہے: یعنی تو آسمانوں اور زمینوں میں ہر عیب اور ہر نقص سے مبری ہے اور تو آسمانوں کو سورج، چاند اور ستاروں سے مزین کرنے والا ہے اور زمین کو انبیاء، علماء اور اولیاء سے مزین کرنے والا ہے تو حق ہے: یعنی تو ہمیشہ سے موجود ہے اور ہمیشہ رہے گا تجھ پر کبھی زوال کا آنا ممکن نہیں ہے۔

تیرا وعدہ حق ہے: یعنی تو نے جو عہد کیا ہے اس کو تو بھلا کر نہیں ہے اور تیرے کلام میں کذب ممکن نہیں ہے۔

تجھ سے ملاقات حق ہے: یعنی مرنے کے بعد انسان پر بارہ زندہ ہونا، جہنم کے سامنے پیش ہونا حق ہے۔
سیدنا محمد ﷺ حق ہیں: آپ کے تمام اوصاف کمالیہ برحق ہیں آپ کی بعثت اس لیے ضروری تھی کہ آپ کے زمانہ سے لے کر قیامت تک کے انسانوں کے پاس اللہ کی پیغام پہنچ جائے اور بندوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت قائم ہو جائے۔

قیامت حق ہے: اس کو ”مساعت“ کے الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے یونانی لفظ قیامت واقع ہوگی اور قیامت کا ہونا اس لیے ضروری ہے تاکہ جن لوگوں کو ان کے کفر اور ظلم پر دنیا میں عذاب میں دیا گیا ہو ان کو عذاب دیا جائے اور جن لوگوں کو دنیا میں ان کے نیک اعمال اور مظلومیت کی جزا نہیں ملی ان کو ان کے نیک اعمال پر جزا مل جائے۔

اے ایمان! تجھ پر اسلام لانا: اسلام لانے کا معنی یہ ہے کہ کافروں کا تو نے حکم دیا ہے میں ان تمام پر غلبہ کر رہا ہوں اور جن کاموں سے نے منع کیا ہے ان سے بچتا رہتا ہوں۔

میں تجھ پر ایمان لایا: یعنی میں نے تیرے واحد لا شریک ہونے کی تصدیق کی اور تمام صفاتِ توحید سے متصف ہونے اور عیوب اور نقائص سے تیرے مبری ہونے کی تصدیق کی۔

تجھ پر توکل کیا: میں نے اسبابِ عادیہ سے قطع نظر کر کے اپنے تمام معاملات کو تجھ پر چھوڑ دیا۔

تیری ہی طرف رجوع کیا: میں نے اپنی تمام تدبیروں میں تیری طرف رجوع کیا اور تیری عبادت کرنے اور تجھ سے ہی دعا کرنے اور سوال کرنے میں مشغول رہا۔

اور تیری ہی وجہ سے لڑا: یعنی جو معاندین تیری توحید کا انکار کرتے ہیں ان کے سامنے دلائل پیش کیے جہاں زبانی بحث کی ضرورت تھی وہاں زبانی بحث کی اور جہاں تلوار سے جہاد کی ضرورت تھی وہاں جہاد کیا۔

اور تیری ہی طرف مقدمہ کیا: یعنی جس نے کسی معاملہ میں حق کا انکار کیا تو اس معاملہ میں میں نے صرف تجھ کو حاکم بنایا ہے

فَقَالَ نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللَّهِ، لَوْ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ . عبد اللہ کیا ہی اچھا آدمی ہے، کاش! وہ رات کو اٹھ کر نماز پڑھتا۔
فَكَانَ بَعْدُ لَا يَنَامُ مِنَ اللَّيْلِ إِلَّا قَلِيلًا . اس کے بعد وہ رات کو بہت کم سوتے تھے۔

[امزاف الحدیث: ۱۱۵۷-۱۱۵۸-۱۱۵۹-۱۱۶۰-۱۱۶۱-۱۱۶۲-۱۱۶۳-۱۱۶۴-۱۱۶۵-۱۱۶۶-۱۱۶۷-۱۱۶۸-۱۱۶۹-۱۱۷۰]

صالحین کے سامنے خواب بیان کرنا، مسجد میں سونے کی تحقیق، فرشتوں کو خواب میں دیکھنا،

رات کو زیادہ سونے کی کراہت اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نبی ﷺ کے سامنے خواب بیان کرنے کی فضیلت ہے کیونکہ مؤمن کا خواب نبوت کا چھیلیساواں حصہ ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے۔

نیز اس سے معلوم ہوا کہ اچھا خواب دیکھنے کی تمنا کرنی چاہیے تاکہ انسان اس خواب کو کسی مرد صالح کے سامنے بیان کرے اور خیر کی اور علم کی تمنا کرنی چاہیے اور اس کی حرص کرنی چاہیے۔

اس حدیث میں مسجد میں سونے کا بیان ہے، امام شافعی کے نزدیک اس میں کوئی کراہت نہیں ہے، امام ترمذی نے کہا ہے کہ اہل علم کی ایک قوم نے اس کی اجازت دے دی ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے: مسجد رات کے سونے کی اور دن کے قیلولہ کی جگہ نہیں بنانا چاہیے اور بعض اہل علم کا یہی مذہب ہے۔ علامہ ابن عربی نے کہا ہے کہ جس گھر ہو اس کو مسجد میں نہیں سونا چاہیے اور مسافر کے لیے مسجد ہی گھر ہے اور اگر امام یا منب کا سربراہ کسی بیمار شخص کو مسجد میں ٹھہرائے تو جائز ہے جیسے رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ کو مسجد میں ٹھہرایا تھا، تاکہ آپ قریب سے ان کی عیادت کر سکیں اور جیسا کہ نبی ﷺ نے ایک بے گھر نو مسلم خاتون کو مسجد میں ٹھہرایا تھا، امام مالک نے شبہ کے تندرست نبی کے لیے مسجد میں سونے کو مکروہ کہا ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خواب فرشتوں کو دیکھنا نہیں ہے اس حدیث میں یہ بھی ثبوت ہے کہ نیک آدمی کو خواب میں ڈرانا ممکن ہے اور اس میں یہ بھی ثبوت ہے کہ مسلمانوں کا پردہ رکھنا چاہیے اور ان کی غیبت کو ترک کرنا چاہیے کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: میں نے دوزخ میں ان لوگوں کو دیکھا جن کو میں پہچانتا تھا، ان کا اجمالی طور پر ذکر کیا تاکہ وہ متنبہ ہوں اور ان کا نہ بولنا، کیا تاکہ ان کی غیبت نہ ہو، یہ دو باتیں نہیں ہونا چاہیے جن کا خاتمہ کفر ہو ہوا ہو۔

اس میں اپنے آپ کو نیک سمجھنا، سونے خواب کے بیان کرنے کا ذکر ہے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ تک یہ خواب پہنچایا اور اس حدیث میں رات کو نماز میں قیام کرنے کی فضیلت ہے اور اس کا امام بخاری نے عنوان قائم کیا ہے اور اس میں نوجوان کی عبادت کرنے کی فضیلت ہے اور حضرت ابن عمر کی مدح ہے اور رات کو زیادہ سونے کی کراہت ہے اور اس میں ان کو نیک کام پر متنبہ کرنا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت ام سلیمان نے سلیمان سے کہا: اے میرے بیٹے! رات کو زیادہ نہ سویا کرو کیونکہ رات کو سونے کی کثرت قیامت کے دن مرد کو فقیر بنا دے گی اور حقیقت حال کا اللہ تعالیٰ ہی کو علم ہے۔

(عمدة القاری ج ۷ ص ۲۳۷-۲۳۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

رات کے قیام میں طویل سجدہ کرنا

۳۔ بَابُ طَوْلِ السُّجُودِ فِي قِيَامِ اللَّيْلِ

۱۱۲۳ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً كَانَتْ بِلَكَ صَلَوتِهِ يَسْجُدُ السَّجْدَةَ مِنْ ذَلِكَ قَدْرَ مَا يَقْرَأُ أَحَدُكُمْ خَمْسِينَ آيَةً قَبْلَ أَنْ يَرْفَعَ رَأْسَهُ وَيَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ ثُمَّ يَضْطَجِعُ عَلَى شِقِيهِ الْاَيْمَنِ حَتَّى يَأْتِيَهُ الْمُنَادِي لِلصَّلَاةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ گیارہ رکعات نماز پڑھتے تھے یہ آپ کی نماز تھی اس میں آپ سر اٹھانے سے پہلے اتنی مقدار کا سجدہ کرتے تھے جتنی دیر میں تم میں سے کوئی شخص پچاس آیات پڑھتا ہے اور آپ نماز فجر پڑھنے سے پہلے دو رکعت پڑھتے تھے پھر آپ دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے تھے حتیٰ کہ آپ کے پاس نماز (کی اطلاع دینے) کے لیے مؤذن آتا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۶۲۶ میں گزر چکی ہے جن امور کی شرح وہاں نہیں کی گئی وہ درج ذیل ہیں:

تہجد میں نبی ﷺ کے طویل سجدہ کا سبب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قدس سرہ متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

آپ تہجد کی نماز میں طویل سجدہ میں ایسے کرتے تھے کہ آپ سجدہ میں دعا کی بابت کوشش کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے گزر گزرتے تھے اور سجدہ اللہ کے سامنے تواضع اور تذلل کرنے کا بہت بیخود کام ہے اور سجدہ کرنے والے جہنم میں لے جاتا ہے اور وہ لعنت کا مستحق ہو گیا تھا اور قیامت تک اس لعنت میں رہے گا اور بعد ازاں ہمیشہ کے لیے دوزخ کے عذاب میں ڈال دیا جائے گا اور نبی ﷺ خلوت میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے لیے اور اس سے مناجات کرنے کے لیے طویل سجدہ کرتے تھے۔

مسلمانوں کے لیے اس میں اسوۂ حسنہ ہے ان دعا کیے کہ وہ تہجد میں نبی ﷺ کے فعل کی اقتداء کریں اور جس کو تہجد کی نماز میسر ہو وہ سجدہ میں گر کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرے اور مندرجہ ذیل دعا اور نصف صلیح ایسا کرتے تھے ابواسحاق نے کہا: میں نے حضرت ابن الزبیر سے زیادہ کسی کو عظیم سجدہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

یحییٰ بن عتاب نے کہا: حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ میں پڑھتے تھے اور چڑیاں آکر ان کی کمر پر بیٹھ جاتی تھیں وہ سمجھتیں تھیں یہ کسی دین کا کوئی حصہ ہے۔ (رجل ابن جابر: ۲۷۰ ص ۱۰۰) و کتاب العقیقۃ: ۱۲۳ھ

بیمار کے لیے قیام کو ترک کرنے کی نصیحت

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الاسود انہوں نے کہا: میں نے حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی ﷺ بیمار ہو گئے پھر آپ نے ایک رات یا دو راتیں قیام نہیں کیا۔

۴ - تَابُ رَبِّكَ النَّبِيَّ لِلْمَرِيضِ
۱۱۲۴ - حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ سَمِعْتُ جُنْدَبًا يَقُولُ اشْتَكَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَقُمْ لَيْلَةً أَوْ لَيْلَتَيْنِ.

[طواف الہدیث: ۳۹۵۰-۳۹۵۱-۳۹۸۳]

(صحیح مسلم: ۱۷۹۷، الترغیب للہ: ۳۵۷۶، سنن ترمذی: ۳۳۳۵، سنن الکبریٰ: ۱۱۶۸۱، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۳، صحیح ابن حبان: ۶۵۶۶، المعجم الکبیر: ۱۷۰۹)

مسند احمد ج ۳ ص ۳۱۳ طبع قدیم مسند احمد: ۱۸۸۰ ج ۳ ص ۱۰۴ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت

کھجور کے چھلکے کی بیٹی ہوئی رسی دیکھی ہے پھر وہ چلی گئی پس کئی روز تک نبی ﷺ پر وحی نازل نہیں ہوئی پھر وہ آپ کے پاس آئی اور کہنے لگی: یا محمد (ﷺ)! میرا یہی گمان ہے کہ آپ کے صاحب نے آپ کو چھوڑ دیا ہے اور وہ آپ سے ناراض ہو گیا ہے تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

وَالضُّحَىٰ ۝ وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَىٰ ۝ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ
وَمَا قَلَىٰ ۝ (الشعشعی: ۱-۳)

روشن دن کی قسم! ۝ اور رات کی قسم جب اس کی سیاہی پھیل جائے! ۝ آپ کے رب نے آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ وہ آپ سے ناراض ہوا! ۝

(المستدرک: ۳۹۳۵-ج ۲ ص ۵۲۷ طبع قدیم السیرۃ النبویہ ج ۱ ص ۱۳۸ الحسن ج ۱ ص ۳۴۱)

حاکم نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے مگر اس کی سند میں یزید بن زید کے متعلق ابن المدینی نے کہا ہے کہ وہ مجہول ہے اس سے ابواسحاق کے سوا اور کوئی روایت نہیں کرتا۔

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۵۴۲-ج ۵ ص ۵۶۱-۵۶۰ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

اس حدیث کی مزید تفصیل بیان القرآن ج ۱۲ 'سورۃ "تبت ید ابی لہب" میں مطالعہ کریں۔

۵۔ بَابُ تَحْرِیضِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى صَلَاةِ اللَّيْلِ وَالتَّوَاتُلِ

نبی ﷺ کا بغیر فرض قرار دیئے ہوئے رات کی نماز اور نوافل کی

ترغیب دینا

وَطَرَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ وَعَلِيًّا عَلَيْهِمَا السَّلَامُ لَيْلَةً لِلصَّلَاةِ

اور نبی ﷺ رات کو حضرت فاطمہ اور حضرت علی علیہ السلام کے پاس گئے۔ رات نماز کے لیے گئے۔

اس تعلیق کی اصل عنقریب صحیح البخاری ۱۲۷۱ میں آئے گی۔

۱۱۲۶ - حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ هِنْدِ بِنْتِ الْحَارِثِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفَقَ لَيْلَةً فَنَدَى مُنَادًا مَآذَا أَنْزَلَ اللَّيْلَةَ مِنَ الْفِتْنَةِ! مَاذَا أَنْزَلَ مِنَ الْخَزَائِنِ! مَنْ يُؤْقِظُ صَوَاحِبَ الْحُجُرَاتِ؟ يَا رَبُّ كَأْسِيَةِ فِي الدُّنْيَا غَارِبَةً فِي الْآخِرَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابن مقاتل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ ہمیں عبداللہ نے خبر دی کہ انہوں نے کہا: ہمیں نے خبر دی کہ الزہری نے خبر دی کہ عاترہ نے خبر دی کہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خبر دی کہ نبی ﷺ ایک رات نوافل کی نماز میں نازل ہوئے تو آپ نے فرمایا: سبحان اللہ! رات خزان سے کیا کیا آزمائشیں نازل کی گئی ہیں! کوئی ہے جو حجروں والیوں کو بے دار کرے دنیا میں بہت سی ملبوس عورتیں آخرت میں برہنہ ہوں گی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۱۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۱۲۷ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ أَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی کہ الزہری نے خبر دی کہ انہوں نے کہا: مجھے علی بن حسین نے خبر دی کہ ان کو حضرت حسین بن

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَرَفَهُ وَفَاطِمَةَ
بِنْتَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً فَقَالَ أَلَا
تُصَلِّيَانِ؟ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنْفُسَنَا بِيَدِ اللَّهِ فَإِذَا
شَاءَ أَنْ يَتَّعِنَا بَعَثَنَا فَأَنْصَرَفَ حِينَ قُلْنَا ذَلِكَ وَلَمْ
يَرْجِعْ إِلَيْنَا شَيْئًا ثُمَّ سَمِعْتُهُ وَهُوَ مُوَلِّ يَضْرِبُ
فِيحْدَهُ وَهُوَ يَقُولُ ﴿وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ
جَدَلًا﴾ (الكهف: ۵۴)۔

[اطراف الحدیث: ۳۷۲۳-۳۷۲۴-۳۷۲۵]

علی رضی اللہ عنہ نے خبر دی ان کو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے خبر
دی کہ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس اور حضرت فاطمہ بنت النبی
ﷺ کے پاس ایک رات آئے آپ نے فرمایا: کیا تم دونوں نماز
نہیں پڑھتے؟ میں نے کہا: یا رسول اللہ! ہماری جانیں اللہ کے قبضہ
میں ہیں پس جب وہ ہمیں اٹھانا چاہتا ہے تو ہم اٹھ جاتے ہیں سو
جب ہم نے یہ کہا تو نبی ﷺ واپس چلے گئے اور مجھے کوئی جواب
نہیں دیا آپ پیٹھ موڑ کر اپنی ران پر ہاتھ مارتے ہوئے جا رہے
تھے اور یہ فرما رہے تھے: انسان سب سے زیادہ بحث کرنے والا
ہے۔ (الكهف: ۵۴)

(صحیح مسلم: ۷۷۵، الرقم المسلسل: ۱۷۸۷، سنن نسائی: ۱۶۱۱، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۳۰۵، مسند الزہار: ۷۰۵، مسند ابویعلیٰ: ۵۶۶، صحیح ابن خزیمہ:

۱۱۳۹، مسند احمد ج ۱ ص ۹۱ طبع قدیم، مسند احمد: ۷۰۵، ج ۲ ص ۱۱۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالیمان الحکم بن ثافع (۲) عجب بن ابی نضر (۳) سم ازہر بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب یہ
زین العابدین کے لقب سے مشہور ہیں (۵) ان کے والد حضرت الحسن بن علی رضی اللہ عنہما (۶) ابی طالب رضی اللہ عنہ۔
(عمدة القاری ج ۷ ص ۲۵۳)

تہجد کی ترغیب دینے پر حضرت علی نے نبی ﷺ کو جو جواب دیا اس کی وضاحت

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال، لکھی قلمی تون ۳۴۹ھ کہتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ بات یہ ہے کہ کام مستحب ہو اور واجب نہ ہو اس کام کے نہ کرنے میں
انسان پر کوئی حرج نہیں ہے اور امام اور عالم کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ نوافل پڑھوانے میں شدت کریں۔
حضرت علی نے جو کہا کہ ہماری جانیں اللہ کے قبضہ میں ہیں یہ کلام صحیح ہے نبی ﷺ نے اس پر قناعت کر لی اور نفل نہ پڑھنے
میں ان کے نہ رکوتے فرمایا اور انہیں کہتے ہیں کہ میں نے اس سے یہ قول نہیں کیا کہ "خیرت علی بن ابی طالب" بلکہ انہیں اللہ کے
قبضہ میں ہیں اس جواب کی مثال اس حدیث میں ہے:

سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ خیبر سے واپس آ رہے تھے حتیٰ کہ جب رات کا آخری حصہ رہ گیا تو
آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم ہماری صبح کی نماز کی حفاظت کرنا اور رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب سو گئے اور جب
تک حضرت بلال کے لیے مقدر تھا وہ بھی جاگ کر حفاظت کرتے رہے انہوں نے سواری کی طرف ٹیک لگائی اور اس وقت وہ فجر کے
مقابل تھے پھر ان کی آنکھوں پر غیند غالب آ گئی پس رسول اللہ ﷺ بے دار ہوئے نہ حضرت بلال اور نہ سواروں میں سے کوئی حتیٰ
کہ ان پر دھوپ آ گئی پس رسول اللہ ﷺ گھبرا کر اٹھے پھر حضرت بلال نے کہا: یا رسول اللہ! میری جان کو بھی اسی نے پکڑ لیا تھا
جس نے آپ کی جان کو پکڑ لیا تھا۔ (الحدیث) (موطا امام مالک: ۲۵، دار المعرفۃ بیروت: ۱۴۲۰ھ)

نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کی اس آیت سے بھی اقتباس کیا تھا:

اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ. (الزمر: ۴۲) اللہ ہی روحوں کو ان کی موت کے وقت قبض کرتا ہے اور جن روحوں کو موت نہیں آئی ان کو نیند میں (قبض کرتا ہے) پھر جن روحوں کی موت کا فیصلہ کر لیا ہے ان کو روک لیتا ہے۔

یعنی سونے والے کی روح اللہ کے ہاتھ میں روکی ہوئی ہوتی ہے اور جو بے دار ہے اس کی روح اس کے جسم کی طرف چھوڑی ہوئی ہوتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے خارج نہیں ہوتی اس لیے نبی ﷺ نے اس جواب پر قناعت کر لی اور واپس چلے گئے۔

نوافل کی ادائیگی پر کسی کو مجبور نہ کیا جائے

ربانیہ کہ رسول اللہ ﷺ اپنے زانو پر ہاتھ مارتے ہوئے گئے اور یہ فرماتے ہوئے گئے:

وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا. (البکف: ۵۴) اور انسان سب سے زیادہ بحث کرنے والا ہے۔

آپ کا یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ آپ نے یہ گمان کیا کہ آپ نے ان کو حرج میں ڈالا اور آپ کو انہیں متنبہ کرنے پر افسوس ہوا اور اسی طرح علماء کو چاہیے کہ جب وہ لوگوں کو نوافل کی ترغیب دیں تو ان کو حرج میں اور تنگی میں نہ ڈالیں ان کو صرف یاد دلائیں اور مشورہ دیں۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۲۴-۱۲۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ علامہ ابن بے کی کتاب میں ہے اور اس میں ذکر رکھا ہے۔

(عمدة القاری ج ۷ ص ۲۵۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی نے علامہ ابن بطال شرح سے اختلاف بیان کیا ہے وہ سب سے ہیں:

اگر نبی ﷺ کو تہجد کی نماز کی فضیلت کا علم نہ ہوتا تو آپ اپنی صاحب زادی کو اور اپنے عم زاد کو اس وقت جگانے کے لیے نہ جاتے جس وقت کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے آرام اور سکون کے لیے بنایا بن آپ نے ان کے آرام اور سکون کے اور تہجد کی فضیلت کو ترجیح دی اور قرآن مجید کی اس آیت پر عمل کیا:

وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ. (طہ: ۱۳۲) اور آپ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیجئے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۶۱۹ دارالعرف بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ نبی ﷺ دان کے بہ سرت جواب دینے پر تنبیہ ہوئے انہوں نے عذر دیا کیا تھا آپ نے ان کے اس عذر کو قبول نہیں کیا اسی لیے افسوس سے اپنے زانو پر ہاتھ مارتے ہوئے گئے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۴ ص ۲۲۸۰ مکتبہ زار معظنی مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

قاضی عیاض بن موسیٰ ماکی متوفی ۵۴۳ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ زانو پر ہاتھ مارتے ہوئے جو گئے اس میں یہ دلیل ہے کہ کسی امر منکر پر تنبیہ کے لیے زانو پر ہاتھ مارنا جائز ہے۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۱ ص ۳۱۳ دارالوفاء ۱۴۱۹ھ)

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۷۱۵-ج ۲ ص ۵۳۲ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۱۲۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے

نبی ﷺ سے چاشت کی نماز کی نفی کے متعلق علامہ ابن بطلال کی بیان کردہ توجیہات
علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ کے چاشت کی نماز پڑھنے کی نفی کی ہے اس کی دو توجیہات ہیں پہلی تو جیہ یہ ہے کہ ہو سکتا ہے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ اس وقت فرمایا ہو جب صرف آپ ﷺ پر تہجد کی نماز فرض تھی اور آپ کی امت پر فرض نہیں تھی کیونکہ حدیث میں ہے: مجھے رات کو نماز پڑھنے کے لیے نکلنے سے اس کے سوا اور کوئی چیز مانع نہیں تھی کہ مجھے یہ خوف تھا کہ رات کی نماز تم پر فرض کر دی جائے گی اور یہ رمضان کا واقعہ تھا۔ (صحیح البخاری: ۱۱۲۹) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ رات کی نماز صرف آپ پر فرض تھی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رات کا قیام نبی ﷺ پر فرض تھا۔

اس حدیث کو ابن الاذہبی نے ذکر کیا ہے اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو فرمایا ہے: رسول اللہ ﷺ کسی کام کو چھوڑ دیتے تھے حالانکہ آپ اس کو پسند کرتے تھے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ اپنی امت کی وجہ سے کسی عمل کا اظہار کرنے اور اس عمل کی طرف دعوت دینے کو چھوڑ دیتے تھے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ اس عمل کو بالکل ترک کر دیتے تھے جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر اس عمل کو فرض کیا تھا یا آپ کے لیے اس عمل کو مستحب قرار دیا تھا کیونکہ آپ اپنی امت سے بہت زیادہ متقی تھے اور ان کی بہ نسبت عمل میں بہت زیادہ کوشش کرنے والے تھے کیا تم نہیں دیکھتے کہ رمضان میں تیسری یا چوتھی رات کو جب بہت زیادہ مسلمان نماز پڑھنے کے لیے جمع ہو گئے تو آپ ان کی طرف نہیں ملے " اس میں کون سند " کہ ابن بھی نفی " غم نے اپنے معمول کے مطابق نماز پڑھی تھی۔

ہیں آپ کو یہ خدشہ ہوا کہ اگر آپ ان کی طرف نکلے اور اسوں نے بھی آپ کے ساتھ رات کی نماز کا التزام کیا تو اللہ تعالیٰ آپ کے اور ان کے درمیان رات کی نماز کے حکم کو مساوی کر دے گا اور ان پر بھی آپ کی طرح رات کی نماز فرض ہو جائے گی کیونکہ شریعت میں معروف یہ ہے کہ نماز میں امام اور اذی کا " " مساوی " " لہذا " نماز " میں امام " مستبدی مساوی ہیں اور اسی طرح سنن اور نوافل میں بھی مساوی ہیں۔ (شرح ابن بطلال ج ۵، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲

سے انسان کو نصف نماز کا اجر ملتا ہے انہوں نے کہا: پھر میں آپ کے پاس آیا تو آپ بیٹھ کر نماز پڑھ رہے تھے میں نے اپنا ہاتھ آپ کے سر پر رکھا آپ نے فرمایا: اے عبد اللہ بن عمرو! کیا بات ہے؟ میں نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے یہ حدیث بیان کی گئی تھی کہ آپ نے فرمایا ہے: بیٹھ کر نماز پڑھنے سے انسان کو نصف اجر ملتا ہے اور آپ بیٹھ کر نماز پڑھ رہے ہیں آپ نے فرمایا: ہاں! لیکن میں تم میں سے کسی ایک کی بھی مثل نہیں ہوں۔ (صحیح البخاری: ۱۱۱۷، صحیح مسلم: ۷۳۵، سنن نسائی: ۱۶۵۹، مسند احمد ج ۳ ص ۴۴۳)

اسی طرح امت کے لیے عصر کے بعد نوافل پڑھنا ممنوع ہیں اور آپ ہمیشہ عصر کے بعد نفل پڑھتے تھے امت کے لیے عصر کے بعد نفل پڑھنے کی ممانعت کی یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میرے سامنے پسندیدہ لوگوں نے شہادت دی اور سب سے زیادہ پسندیدہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے صبح کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمادیا حتیٰ کہ سورج چمکنے لگے اور عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمادیا حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے۔

(صحیح البخاری: ۵۸۱، صحیح مسلم: ۸۲۶، سنن ابوداؤد: ۱۲۷۶، سنن ترمذی: ۱۸۳، سنن نسائی: ۵۶۱، سنن ابن ماجہ: ۱۲۵۰)

اور نبی ﷺ عصر کے بعد نفل پڑھتے تھے اس کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس رسول اللہ ﷺ نے عصر کے بعد دو رکعت پڑھنے کو بھی ترک نہیں کیا حتیٰ کہ آپ اللہ تعالیٰ سے واصل ہو گئے۔

(صحیح البخاری: ۵۹۱، صحیح مسلم: ۲۹۹، سنن ابوداؤد: ۱۲۷۰، سنن ترمذی: ۳۷۴، مسند احمد ج ۶ ص ۱۶۹)

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کسی شخص کو اس حال میں بدائیں نہ وہ نماز پڑھ رہا ہو تو اس پر وہ سب ہے کہ وہ آپ کے بلائے پر آ جائے جب کہ کوئی اور شخص کسی نمازی کو نماز میں بلائے تو اس کے لیے اس کے بلائے پر نماز چھوڑ کر جانا جائز نہیں ہے:

حضرت ابوسعید بن المعلیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا پس میرے پاس سے رسول اللہ ﷺ گزرے سو آپ نے مجھے بلایا میں آپ کے پاس نہیں گیا حتیٰ کہ میں نے نماز پڑھ لی پھر میں آپ کے پاس گیا تو آپ نے فرمایا: تمہیں میرے پاس آنے سے کس چیز نے منع کیا تھا؟ کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ. (الأنفال: ۲۴)

اے ایمان والو! جب تمہیں اور اللہ اور رسول بلائیں تو چلے آؤ۔

(صحیح البخاری: ۳۶۳۷)

امام ابن جریر طبری نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت ابی بن کعب کے ساتھ یہ واقعہ ہوا اور جب آپ نے یہ آیت پڑھی تو انہوں نے کہا: ضرور یا رسول اللہ! اب آپ جب بھی مجھے بلائیں گے تو میں ضرور آؤں گا خواہ میں نماز پڑھ رہا ہوں۔

(جامع البیان ج ۹ ص ۲۵۲، دار احیاء التراث العربی بیروت)

اگر ہم نماز میں قبلہ کی طرف پیٹھ کر لیں تو ہماری نماز فاسد ہو جاتی ہے اور نبی ﷺ نماز میں قبلہ سے پیٹھ پھیر لیں اور آپ صرف دو سہو کے سجدے کر لیں تو آپ کی نماز ہو جاتی ہے حدیث میں ہے:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے نماز پڑھائی آپ نے اس میں کچھ زیادتی کی یا کمی کر دی جب آپ نے سلام پھیرا تو آپ سے کہا گیا: یا رسول اللہ! کیا نماز میں کوئی نیا حکم نازل ہوا ہے؟ آپ نے پوچھا: اس کا کیا سبب ہے؟

الْمَسْجِدِ فَصَلَّى بِصَلَاتِهِ نَاسٌ ثُمَّ صَلَّى مِنَ الْقَابِلَةِ فَكَثُرَ النَّاسُ ثُمَّ اجْتَمَعُوا مِنَ اللَّيْلِ الثَّلَاثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ فَلَمْ يَخْرُجْ إِلَيْهِمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا أَصْبَحَ قَالَ قَدْ رَأَيْتُ الَّذِي صَنَعْتُمْ وَلَمْ يَمْنَعْنِي مِنَ الْخُرُوجِ إِلَيْكُمْ إِلَّا أَنِّي خَشِيتُ أَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ. وَذَلِكَ فِي رَمَضَانَ.

پس لوگوں نے آپ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھی پھر اگلی رات بھی آپ نے نماز پڑھی پس بہت لوگ ہو گئے پھر تیسری یا چوتھی رات کو بھی لوگ جمع ہوئے تو رسول اللہ ﷺ ان کی طرف نہیں نکلے پھر جب صبح ہوئی تو آپ نے فرمایا: بے شک میں نے دیکھ لیا جو تم نے کیا تھا اور تمہاری طرف نکل کر آنے کے لیے مجھے صرف اس چیز نے منع کیا تھا کہ مجھے یہ خوف تھا کہ یہ نماز تم پر فرض کر دی جائے گی اور یہ رمضان کا واقعہ ہے۔

یہ حدیث صحیح البخاری: ۷۲۹ میں گزر چکی ہے تراویح پر مفصل بحث ہم ان شاء اللہ صحیح البخاری: ۲۰۰۸ میں کریں گے۔

۶۔ بَابُ قِيَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ حَتَّى تَرِمَ قَدَمَاهُ

وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا حَتَّى تَفْطَرَ قَدَمَاهُ. وَالْفُطُورُ كَالْفُورِ (وَالْأَسْرُ) (الانفطار: ۱) انْشَقَّتْ.

۱۱۳۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ حَدَّثَنَا مِسْرُ عَنْ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ الْمُغِيرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ إِنْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَقُوهُ أَوْ لَيُصَلِّيَ حَتَّى تَرِمَ قَدَمَاهُ، أَوْ يَفَاهُ يَسْرُ لَهْ، فَإِنْ أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا.

[اطراف الحديث: ۳۸۳۶-۳۸۳۷]

نبی ﷺ کا اس قدر قیام کرنا حتیٰ کہ آپ کے دونوں قدم سوج گئے

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی ﷺ نے اتنا قیام کیا کہ آپ کے دونوں قدم پھٹ گئے۔ "الْفُطُور" کا معنی ہے: پھٹنا "انفطرت" (انفطار: ۱) کا معنی ہے: پھٹ گیا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں مسر نے حدیث بیان کی از زیاد انہوں نے بیان کیا: میں نے حضرت المغیرہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے تھے کہ بے شک نبی ﷺ قیام کرتے تھے یا نماز پڑھتے تھے حتیٰ کہ آپ کے دونوں پاؤں سوج جاتے تھے یا آپ کی پندلیاں پس آپ سے کہا جاتا تو آپ فرماتے: کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ ہوں۔

صحیح: ۲۸۰، زاد المسیر: ۶۹۹، تاریخ بغداد: ۳۰، ابن ماجہ: ۱۹، السنن: ۱۱۵۰۰، نفی: ۱۱۵۰۰، راز: ۳۷۲، المعجم الکبیر: ۱۰۱۰۔ ج ۲۰، مسند الحمیدی: ۷۵۹، تاریخ ابن خزیمہ: ۱۱۸۳، صحیح ابن حبان: ۳۱۱، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۰، شعب الایمان: ۳۵۲۲، مسند ابی داؤد: ۶۹۳، شکیل ترمذی: ۲۵۹، شرح السنن: ۹۳۱، مسند احمد ج ۳ ص ۲۵۱، طبع قدیم مسند احمد: ۱۸۱۹۸، ج ۳ ص ۱۳۸، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ۶۳۳۱، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۳۲۶، مسند الطحاوی: ۶۹۰۸۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابو نعیم الفضل بن دکین (۲) مسر بن کدام (۳) زیاد بن علامہ الشعلی (۴) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ

(عمدة القاری ج ۷ ص ۲۶۰)

نبی ﷺ کی طرف مغفرت و نوب کی نسبت اور اس کی وضاحت

اس حدیث میں مذکور ہے: پس آپ سے کہا جاتا، کیا کہا جاتا اور کون کہتا اس کا ذکر نہیں ہے۔ امام بزار نے حضرت ابو ہریرہ

سے روایت کیا ہے: آپ سے کہا جاتا: یا رسول اللہ! آپ ایسا کر رہے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب (بہ ظاہر خلاف اولیٰ تمام کاموں) کو معاف فرما دیا ہے۔

(شکل ترمذی: ۲۳۹، صحیح ابن خزیمرہ: ۱۱۸۳، شعب الایمان: ۱۳۱۳، سنن ابن ماجہ: ۱۳۲۰، حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۸۶)

محمد بن عمرو سے روایت ہے کہ جب یہ آیات نازل ہوئیں: "إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا ۖ لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ" (الفتح: ۱-۲) تو آپ نے کھڑے ہو کر اتنی نماز پڑھی کہ آپ کے دونوں قدم سوچ گئے اور آپ نے اتنی عبادت کی کہ آپ کا جسم پرانی مشک کی طرح ہو گیا، صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ یہ کر رہے ہیں حالانکہ اللہ نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب (تمام بہ ظاہر خلاف اولیٰ تمام کاموں) کو معاف فرما دیا ہے آپ نے فرمایا: کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

(شعب الایمان: ۱۳۱۵)

اس مضمون کی حدیث 'حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے: •

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ رات کو قیام کرتے تھے حتیٰ کہ آپ کے دونوں پیر پھٹ جاتے، پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یا رسول اللہ! آپ اس طرح کیوں کرتے ہیں! حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب (تمام بہ ظاہر خلاف اولیٰ تمام کاموں) کو معاف فرما دیا ہے آپ نے فرمایا: کیا میں اس سے محبت نہیں کرتا کہ میں اللہ کا شکر گزار بندہ بن جاؤں!

(صحیح، ... ۳۸۳۷، صحیح مسلم: ۲۸۲۰، الرقم السلسل: ۶۹۹۳)

قرآن مجید کی آیت الفتح: ۲ میں اور صحابہ کرام کے اقوال میں "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" جو ذنب کی نسبت کی گئی ہے اس سے مراد ذنب کا حقیقی معنی نہیں ہے کیونکہ ذنب کا حقیقی معنی ام اور گناہ ہے اور نبی ﷺ معصوم ہیں اور آپ سے کبھی کوئی گناہ خواہ نبوت سے پہلے یا نبوت کے بعد صادر نہیں ہوا، عہد انہ سہواً اور آپ کا کوئی گناہ نہیں ہے نہ حقیقت نہ صورتاً، لہذا الفتح: ۲ اور صحابہ کے اقوال مجاز پر محمول ہیں اور ذنب سے مراد مجازاً خلاف اولیٰ ایک ... تزیین کام میں ... خلاف ... یا مبرورہ تزیینی گناہ نہیں ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

نیکوں کے جو نیک کام ہیں، مقربوں کے حق میں گناہ ہیں، وہاں ترک اولیٰ کو بھی گناہ سے تعبیر کیا جاتا ہے حالانکہ ترک اولیٰ ہرگز گناہ نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۷۷، دارالعلوم امجدیہ کراچی)

نیز اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں:

میں لہتا ہوں۔ یہ مجھ سے تیار کر، قول ... کی صراحت ... ہے کیونکہ مکروہ تزیینی ... کوئی گناہ نہیں ہوتا، وہ صرف خلاف اولیٰ ہے، نیز حضور ﷺ نے بیان جواز کے لیے قصداً ایسا کیا اور نبی ... گناہ کرنے سے معصوم ہوتا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۴۵۰-۴۴۹، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور)

* اس بحث کی زیادہ تفصیل 'شرح صحیح مسلم ج ۶ ص ۶۹۰-۶۸۶' اور 'شرح صحیح مسلم ج ۷ ص ۳۴۵-۳۱۸' اور 'بیان القرآن ج ۱۱' الاحقاف: ۹ اور الفتح: ۲ کی تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں، یہاں پر ہم نے جو لکھا ہے وہ ان مباحث کا خلاصہ ہے۔

اس بحث میں یہ عبارت بھی حل طلب ہے:

حضرت پیر مہر علی شاہ قدس سرہ لکھتے ہیں:

جواب نمبر ۶: انبیاء و رسل أن الوازع ذنوب و خطايا سے جو شان نبوت کے منافی ہوں معصوم و مامون ہیں۔

(سیف چشتیائی ص ۳۵۷ طبع چہارم ۱۹۶۳ء مہر میر ص ۲۰۹ طبع سوم ۱۹۷۳ء)

علامہ سید محمد امین بن عمر شامی متوفی ۱۲۵۸ھ نے لکھا ہے کہ کتابوں اور تصانیف میں منہجوں مخالف معتبر ہوتا ہے۔

(رد المحتار ج ۶ ص ۵۰۸ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۱۹ھ)

لہذا حضرت پیر صاحب گوڑوی رحمہ اللہ کی اس عبارت کا معنی یہ ہوگا کہ جو ذنوب اور خطا یا شان نبوت کے منافی نہیں ہوتے تو ان سے انبیاء اور رسل علیہم السلام معصوم نہیں ہوتے لہذا ضروری ہوا کہ ان ذنوب اور خطایا سے مراد ان کاموں کو لیا جائے جو خلاف اولی ہوں یا مکروہ تنزیہی ہوں تاکہ عصمت انبیاء کا عقیدہ محفوظ رہے اور یہی وہ بات ہے جو ہم شروع سے کہہ رہے ہیں۔

۷۔ بَابُ مَنْ نَامَ عِنْدَ السَّحَرِ جو شخص سحر کے وقت سو جائے

۱۱۳۱۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَرُو بْنُ دِينَارٍ أَنَّ عُمَرُو بْنَ أَوْسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرُو بْنَ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ أَحَبُّ الصَّلَاةِ إِلَى اللَّهِ صَلَاةُ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَأَحَبُّ الصِّيَامِ إِلَيَّ لِلَّهِ صِيَامُ دَاوُدَ وَكَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَيَقُومُ ثُلُثَهُ وَيَنَامُ سُدُسَهُ وَيَصُومُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن دینار نے حدیث بیان کی کہ ان کو عمرو بن اوس نے خبر دی کہ ان کو حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ نماز حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز ہے اور سب سے زیادہ پسندیدہ روزے حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں حضرت داؤد آدھی رات تک سوتے تھے اور تہائی رات میں قیام کرتے تھے ۱/۳ بقیہ ۲/۳ کے چھٹے حصے میں سوتے تھے اور ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے۔

[احرف الحدیث: ۱۱۵۲-۱۱۵۳-۱۱۵۴-۱۹۷۶-۱۹۷۵-۱۹۷۴]

۱۹۷۷-۱۹۷۸-۱۹۷۹-۱۹۸۰-۱۹۸۱-۱۹۸۲-۱۹۸۳-۱۹۸۴-۱۹۸۵-۱۹۸۶-۱۹۸۷-۱۹۸۸-۱۹۸۹-۱۹۹۰-۱۹۹۱-۱۹۹۲-۱۹۹۳-۱۹۹۴-۱۹۹۵-۱۹۹۶-۱۹۹۷-۱۹۹۸-۱۹۹۹-۲۰۰۰-۲۰۰۱-۲۰۰۲-۲۰۰۳-۲۰۰۴-۲۰۰۵-۲۰۰۶-۲۰۰۷-۲۰۰۸-۲۰۰۹-۲۰۱۰-۲۰۱۱-۲۰۱۲-۲۰۱۳-۲۰۱۴-۲۰۱۵-۲۰۱۶-۲۰۱۷-۲۰۱۸-۲۰۱۹-۲۰۲۰-۲۰۲۱-۲۰۲۲-۲۰۲۳-۲۰۲۴-۲۰۲۵-۲۰۲۶-۲۰۲۷-۲۰۲۸-۲۰۲۹-۲۰۳۰-۲۰۳۱-۲۰۳۲-۲۰۳۳-۲۰۳۴-۲۰۳۵-۲۰۳۶-۲۰۳۷-۲۰۳۸-۲۰۳۹-۲۰۴۰-۲۰۴۱-۲۰۴۲-۲۰۴۳-۲۰۴۴-۲۰۴۵-۲۰۴۶-۲۰۴۷-۲۰۴۸-۲۰۴۹-۲۰۵۰-۲۰۵۱-۲۰۵۲-۲۰۵۳-۲۰۵۴-۲۰۵۵-۲۰۵۶-۲۰۵۷-۲۰۵۸-۲۰۵۹-۲۰۶۰-۲۰۶۱-۲۰۶۲-۲۰۶۳-۲۰۶۴-۲۰۶۵-۲۰۶۶-۲۰۶۷-۲۰۶۸-۲۰۶۹-۲۰۷۰-۲۰۷۱-۲۰۷۲-۲۰۷۳-۲۰۷۴-۲۰۷۵-۲۰۷۶-۲۰۷۷-۲۰۷۸-۲۰۷۹-۲۰۸۰-۲۰۸۱-۲۰۸۲-۲۰۸۳-۲۰۸۴-۲۰۸۵-۲۰۸۶-۲۰۸۷-۲۰۸۸-۲۰۸۹-۲۰۹۰-۲۰۹۱-۲۰۹۲-۲۰۹۳-۲۰۹۴-۲۰۹۵-۲۰۹۶-۲۰۹۷-۲۰۹۸-۲۰۹۹-۲۱۰۰-۲۱۰۱-۲۱۰۲-۲۱۰۳-۲۱۰۴-۲۱۰۵-۲۱۰۶-۲۱۰۷-۲۱۰۸-۲۱۰۹-۲۱۱۰-۲۱۱۱-۲۱۱۲-۲۱۱۳-۲۱۱۴-۲۱۱۵-۲۱۱۶-۲۱۱۷-۲۱۱۸-۲۱۱۹-۲۱۲۰-۲۱۲۱-۲۱۲۲-۲۱۲۳-۲۱۲۴-۲۱۲۵-۲۱۲۶-۲۱۲۷-۲۱۲۸-۲۱۲۹-۲۱۳۰-۲۱۳۱-۲۱۳۲-۲۱۳۳-۲۱۳۴-۲۱۳۵-۲۱۳۶-۲۱۳۷-۲۱۳۸-۲۱۳۹-۲۱۴۰-۲۱۴۱-۲۱۴۲-۲۱۴۳-۲۱۴۴-۲۱۴۵-۲۱۴۶-۲۱۴۷-۲۱۴۸-۲۱۴۹-۲۱۵۰-۲۱۵۱-۲۱۵۲-۲۱۵۳-۲۱۵۴-۲۱۵۵-۲۱۵۶-۲۱۵۷-۲۱۵۸-۲۱۵۹-۲۱۶۰-۲۱۶۱-۲۱۶۲-۲۱۶۳-۲۱۶۴-۲۱۶۵-۲۱۶۶-۲۱۶۷-۲۱۶۸-۲۱۶۹-۲۱۷۰-۲۱۷۱-۲۱۷۲-۲۱۷۳-۲۱۷۴-۲۱۷۵-۲۱۷۶-۲۱۷۷-۲۱۷۸-۲۱۷۹-۲۱۸۰-۲۱۸۱-۲۱۸۲-۲۱۸۳-۲۱۸۴-۲۱۸۵-۲۱۸۶-۲۱۸۷-۲۱۸۸-۲۱۸۹-۲۱۹۰-۲۱۹۱-۲۱۹۲-۲۱۹۳-۲۱۹۴-۲۱۹۵-۲۱۹۶-۲۱۹۷-۲۱۹۸-۲۱۹۹-۲۲۰۰-۲۲۰۱-۲۲۰۲-۲۲۰۳-۲۲۰۴-۲۲۰۵-۲۲۰۶-۲۲۰۷-۲۲۰۸-۲۲۰۹-۲۲۱۰-۲۲۱۱-۲۲۱۲-۲۲۱۳-۲۲۱۴-۲۲۱۵-۲۲۱۶-۲۲۱۷-۲۲۱۸-۲۲۱۹-۲۲۲۰-۲۲۲۱-۲۲۲۲-۲۲۲۳-۲۲۲۴-۲۲۲۵-۲۲۲۶-۲۲۲۷-۲۲۲۸-۲۲۲۹-۲۲۳۰-۲۲۳۱-۲۲۳۲-۲۲۳۳-۲۲۳۴-۲۲۳۵-۲۲۳۶-۲۲۳۷-۲۲۳۸-۲۲۳۹-۲۲۴۰-۲۲۴۱-۲۲۴۲-۲۲۴۳-۲۲۴۴-۲۲۴۵-۲۲۴۶-۲۲۴۷-۲۲۴۸-۲۲۴۹-۲۲۵۰-۲۲۵۱-۲۲۵۲-۲۲۵۳-۲۲۵۴-۲۲۵۵-۲۲۵۶-۲۲۵۷-۲۲۵۸-۲۲۵۹-۲۲۶۰-۲۲۶۱-۲۲۶۲-۲۲۶۳-۲۲۶۴-۲۲۶۵-۲۲۶۶-۲۲۶۷-۲۲۶۸-۲۲۶۹-۲۲۷۰-۲۲۷۱-۲۲۷۲-۲۲۷۳-۲۲۷۴-۲۲۷۵-۲۲۷۶-۲۲۷۷-۲۲۷۸-۲۲۷۹-۲۲۸۰-۲۲۸۱-۲۲۸۲-۲۲۸۳-۲۲۸۴-۲۲۸۵-۲۲۸۶-۲۲۸۷-۲۲۸۸-۲۲۸۹-۲۲۹۰-۲۲۹۱-۲۲۹۲-۲۲۹۳-۲۲۹۴-۲۲۹۵-۲۲۹۶-۲۲۹۷-۲۲۹۸-۲۲۹۹-۲۳۰۰-۲۳۰۱-۲۳۰۲-۲۳۰۳-۲۳۰۴-۲۳۰۵-۲۳۰۶-۲۳۰۷-۲۳۰۸-۲۳۰۹-۲۳۱۰-۲۳۱۱-۲۳۱۲-۲۳۱۳-۲۳۱۴-۲۳۱۵-۲۳۱۶-۲۳۱۷-۲۳۱۸-۲۳۱۹-۲۳۲۰-۲۳۲۱-۲۳۲۲-۲۳۲۳-۲۳۲۴-۲۳۲۵-۲۳۲۶-۲۳۲۷-۲۳۲۸-۲۳۲۹-۲۳۳۰-۲۳۳۱-۲۳۳۲-۲۳۳۳-۲۳۳۴-۲۳۳۵-۲۳۳۶-۲۳۳۷-۲۳۳۸-۲۳۳۹-۲۳۴۰-۲۳۴۱-۲۳۴۲-۲۳۴۳-۲۳۴۴-۲۳۴۵-۲۳۴۶-۲۳۴۷-۲۳۴۸-۲۳۴۹-۲۳۵۰-۲۳۵۱-۲۳۵۲-۲۳۵۳-۲۳۵۴-۲۳۵۵-۲۳۵۶-۲۳۵۷-۲۳۵۸-۲۳۵۹-۲۳۶۰-۲۳۶۱-۲۳۶۲-۲۳۶۳-۲۳۶۴-۲۳۶۵-۲۳۶۶-۲۳۶۷-۲۳۶۸-۲۳۶۹-۲۳۷۰-۲۳۷۱-۲۳۷۲-۲۳۷۳-۲۳۷۴-۲۳۷۵-۲۳۷۶-۲۳۷۷-۲۳۷۸-۲۳۷۹-۲۳۸۰-۲۳۸۱-۲۳۸۲-۲۳۸۳-۲۳۸۴-۲۳۸۵-۲۳۸۶-۲۳۸۷-۲۳۸۸-۲۳۸۹-۲۳۹۰-۲۳۹۱-۲۳۹۲-۲۳۹۳-۲۳۹۴-۲۳۹۵-۲۳۹۶-۲۳۹۷-۲۳۹۸-۲۳۹۹-۲۴۰۰-۲۴۰۱-۲۴۰۲-۲۴۰۳-۲۴۰۴-۲۴۰۵-۲۴۰۶-۲۴۰۷-۲۴۰۸-۲۴۰۹-۲۴۱۰-۲۴۱۱-۲۴۱۲-۲۴۱۳-۲۴۱۴-۲۴۱۵-۲۴۱۶-۲۴۱۷-۲۴۱۸-۲۴۱۹-۲۴۲۰-۲۴۲۱-۲۴۲۲-۲۴۲۳-۲۴۲۴-۲۴۲۵-۲۴۲۶-۲۴۲۷-۲۴۲۸-۲۴۲۹-۲۴۳۰-۲۴۳۱-۲۴۳۲-۲۴۳۳-۲۴۳۴-۲۴۳۵-۲۴۳۶-۲۴۳۷-۲۴۳۸-۲۴۳۹-۲۴۴۰-۲۴۴۱-۲۴۴۲-۲۴۴۳-۲۴۴۴-۲۴۴۵-۲۴۴۶-۲۴۴۷-۲۴۴۸-۲۴۴۹-۲۴۵۰-۲۴۵۱-۲۴۵۲-۲۴۵۳-۲۴۵۴-۲۴۵۵-۲۴۵۶-۲۴۵۷-۲۴۵۸-۲۴۵۹-۲۴۶۰-۲۴۶۱-۲۴۶۲-۲۴۶۳-۲۴۶۴-۲۴۶۵-۲۴۶۶-۲۴۶۷-۲۴۶۸-۲۴۶۹-۲۴۷۰-۲۴۷۱-۲۴۷۲-۲۴۷۳-۲۴۷۴-۲۴۷۵-۲۴۷۶-۲۴۷۷-۲۴۷۸-۲۴۷۹-۲۴۸۰-۲۴۸۱-۲۴۸۲-۲۴۸۳-۲۴۸۴-۲۴۸۵-۲۴۸۶-۲۴۸۷-۲۴۸۸-۲۴۸۹-۲۴۹۰-۲۴۹۱-۲۴۹۲-۲۴۹۳-۲۴۹۴-۲۴۹۵-۲۴۹۶-۲۴۹۷-۲۴۹۸-۲۴۹۹-۲۵۰۰-۲۵۰۱-۲۵۰۲-۲۵۰۳-۲۵۰۴-۲۵۰۵-۲۵۰۶-۲۵۰۷-۲۵۰۸-۲۵۰۹-۲۵۱۰-۲۵۱۱-۲۵۱۲-۲۵۱۳-۲۵۱۴-۲۵۱۵-۲۵۱۶-۲۵۱۷-۲۵۱۸-۲۵۱۹-۲۵۲۰-۲۵۲۱-۲۵۲۲-۲۵۲۳-۲۵۲۴-۲۵۲۵-۲۵۲۶-۲۵۲۷-۲۵۲۸-۲۵۲۹-۲۵۳۰-۲۵۳۱-۲۵۳۲-۲۵۳۳-۲۵۳۴-۲۵۳۵-۲۵۳۶-۲۵۳۷-۲۵۳۸-۲۵۳۹-۲۵۴۰-۲۵۴۱-۲۵۴۲-۲۵۴۳-۲۵۴۴-۲۵۴۵-۲۵۴۶-۲۵۴۷-۲۵۴۸-۲۵۴۹-۲۵۵۰-۲۵۵۱-۲۵۵۲-۲۵۵۳-۲۵۵۴-۲۵۵۵-۲۵۵۶-۲۵۵۷-۲۵۵۸-۲۵۵۹-۲۵۶۰-۲۵۶۱-۲۵۶۲-۲۵۶۳-۲۵۶۴-۲۵۶۵-۲۵۶۶-۲۵۶۷-۲۵۶۸-۲۵۶۹-۲۵۷۰-۲۵۷۱-۲۵۷۲-۲۵۷۳-۲۵۷۴-۲۵۷۵-۲۵۷۶-۲۵۷۷-۲۵۷۸-۲۵۷۹-۲۵۸۰-۲۵۸۱-۲۵۸۲-۲۵۸۳-۲۵۸۴-۲۵۸۵-۲۵۸۶-۲۵۸۷-۲۵۸۸-۲۵۸۹-۲۵۹۰-۲۵۹۱-۲۵۹۲-۲۵۹۳-۲۵۹۴-۲۵۹۵-۲۵۹۶-۲۵۹۷-۲۵۹۸-۲۵۹۹-۲۶۰۰-۲۶۰۱-۲۶۰۲-۲۶۰۳-۲۶۰۴-۲۶۰۵-۲۶۰۶-۲۶۰۷-۲۶۰۸-۲۶۰۹-۲۶۱۰-۲۶۱۱-۲۶۱۲-۲۶۱۳-۲۶۱۴-۲۶۱۵-۲۶۱۶-۲۶۱۷-۲۶۱۸-۲۶۱۹-۲۶۲۰-۲۶۲۱-۲۶۲۲-۲۶۲۳-۲۶۲۴-۲۶۲۵-۲۶۲۶-۲۶۲۷-۲۶۲۸-۲۶۲۹-۲۶۳۰-۲۶۳۱-۲۶۳۲-۲۶۳۳-۲۶۳۴-۲۶۳۵-۲۶۳۶-۲۶۳۷-۲۶۳۸-۲۶۳۹-۲۶۴۰-۲۶۴۱-۲۶۴۲-۲۶۴۳-۲۶۴۴-۲۶۴۵-۲۶۴۶-۲۶۴۷-۲۶۴۸-۲۶۴۹-۲۶۵۰-۲۶۵۱-۲۶۵۲-۲۶۵۳-۲۶۵۴-۲۶۵۵-۲۶۵۶-۲۶۵۷-۲۶۵۸-۲۶۵۹-۲۶۶۰-۲۶۶۱-۲۶۶۲-۲۶۶۳-۲۶۶۴-۲۶۶۵-۲۶۶۶-۲۶۶۷-۲۶۶۸-۲۶۶۹-۲۶۷۰-۲۶۷۱-۲۶۷۲-۲۶۷۳-۲۶۷۴-۲۶۷۵-۲۶۷۶-۲۶۷۷-۲۶۷۸-۲۶۷۹-۲۶۸۰-۲۶۸۱-۲۶۸۲-۲۶۸۳-۲۶۸۴-۲۶۸۵-۲۶۸۶-۲۶۸۷-۲۶۸۸-۲۶۸۹-۲۶۹۰-۲۶۹۱-۲۶۹۲-۲۶۹۳-۲۶۹۴-۲۶۹۵-۲۶۹۶-۲۶۹۷-۲۶۹۸-۲۶۹۹-۲۷۰۰-۲۷۰۱-۲۷۰۲-۲۷۰۳-۲۷۰۴-۲۷۰۵-۲۷۰۶-۲۷۰۷-۲۷۰۸-۲۷۰۹-۲۷۱۰-۲۷۱۱-۲۷۱۲-۲۷۱۳-۲۷۱۴-۲۷۱۵-۲۷۱۶-۲۷۱۷-۲۷۱۸-۲۷۱۹-۲۷۲۰-۲۷۲۱-۲۷۲۲-۲۷۲۳-۲۷۲۴-۲۷۲۵-۲۷۲۶-۲۷۲۷-۲۷۲۸-۲۷۲۹-۲۷۳۰-۲۷۳۱-۲۷۳۲-۲۷۳۳-۲۷۳۴-۲۷۳۵-۲۷۳۶-۲۷۳۷-۲۷۳۸-۲۷۳۹-۲۷۴۰-۲۷۴۱-۲۷۴۲-۲۷۴۳-۲۷۴۴-۲۷۴۵-۲۷۴۶-۲۷۴۷-۲۷۴۸-۲۷۴۹-۲۷۵۰-۲۷۵۱-۲۷۵۲-۲۷۵۳-۲۷۵۴-۲۷۵۵-۲۷۵۶-۲۷۵۷-۲۷۵۸-۲۷۵۹-۲۷۶۰-۲۷۶۱-۲۷۶۲-۲۷۶۳-۲۷۶۴-۲۷۶۵-۲۷۶۶-۲۷۶۷-۲۷۶۸-۲۷۶۹-۲۷۷۰-۲۷۷۱-۲۷۷۲-۲۷۷۳-۲۷۷۴-۲۷۷۵-۲۷۷۶-۲۷۷۷-۲۷۷۸-۲۷۷۹-۲۷۸۰-۲۷۸۱-۲۷۸۲-۲۷۸۳-۲۷۸۴-۲۷۸۵-۲۷۸۶-۲۷۸۷-۲۷۸۸-۲۷۸۹-۲۷۹۰-۲۷۹۱-۲۷۹۲-۲۷۹۳-۲۷۹۴-۲۷۹۵-۲۷۹۶-۲۷۹۷-۲۷۹۸-۲۷۹۹-۲۸۰۰-۲۸۰۱-۲۸۰۲-۲۸۰۳-۲۸۰۴-۲۸۰۵-۲۸۰۶-۲۸۰۷-۲۸۰۸-۲۸۰۹-۲۸۱۰-۲۸۱۱-۲۸۱۲-۲۸۱۳-۲۸۱۴-۲۸۱۵-۲۸۱۶-۲۸۱۷-۲۸۱۸-۲۸۱۹-۲۸۲۰-۲۸۲۱-۲۸۲۲-۲۸۲۳-۲۸۲۴-۲۸۲۵-۲۸۲۶-۲۸۲۷-۲۸۲۸-۲۸۲۹-۲۸۳۰-۲۸۳۱-۲۸۳۲-۲۸۳۳-۲۸۳۴-۲۸۳۵-۲۸۳۶-۲۸۳۷-۲۸۳۸-۲۸۳۹-۲۸۴۰-۲۸۴۱-۲۸۴۲-۲۸۴۳-۲۸۴۴-۲۸۴۵-۲۸۴۶-۲۸۴۷-۲۸۴۸-۲۸۴۹-۲۸۵۰-۲۸۵۱-۲۸۵۲-۲۸۵۳-۲۸۵۴-۲۸۵۵-۲۸۵۶-۲۸۵۷-۲۸۵۸-۲۸۵۹-۲۸۶۰-۲۸۶۱-۲۸۶۲-۲۸۶۳-۲۸۶۴-۲۸۶۵-۲۸۶۶-۲۸۶۷-۲۸۶۸-۲۸۶۹-۲۸۷۰-۲۸۷۱-۲۸۷۲-۲۸۷۳-۲۸۷۴-۲۸۷۵-۲۸۷۶-۲۸۷۷-۲۸۷۸-۲۸۷۹-۲۸۸۰-۲۸۸۱-۲۸۸۲-۲۸۸۳-۲۸۸۴-۲۸۸۵-۲۸۸۶-۲۸۸۷-۲۸۸۸-۲۸۸۹-۲۸۹۰-۲۸۹۱-۲۸۹۲-۲۸۹۳-۲۸۹۴-۲۸۹۵-۲۸۹۶-۲۸۹۷-۲۸۹۸-۲۸۹۹-۲۹۰۰-۲۹۰۱-۲۹۰۲-۲۹۰۳-۲۹۰۴-۲۹۰۵-۲۹۰۶-۲۹۰۷-۲۹۰۸-۲۹۰۹-۲۹۱۰-۲۹۱۱-۲۹۱۲-۲۹۱۳-۲۹۱۴-۲۹۱۵-۲۹۱۶-۲۹۱۷-۲۹۱۸-۲۹۱۹-۲۹۲۰-۲۹۲۱-۲۹۲۲-۲۹۲۳-۲۹۲۴-۲۹۲۵-۲۹۲۶-۲۹۲۷-۲۹۲۸-۲۹۲۹-۲۹۳۰-۲۹۳۱-۲۹۳۲-۲۹۳۳-۲۹۳۴-۲۹۳۵-۲۹۳۶-۲۹۳۷-۲۹۳۸-۲۹۳۹-۲۹۴۰-۲۹۴۱-۲۹۴۲-۲۹۴۳-۲۹۴۴-۲۹۴۵-۲۹۴۶-۲۹۴۷-۲۹۴۸-۲۹۴۹-۲۹۵۰-۲۹۵۱-۲۹۵۲-۲۹۵۳-۲۹۵۴-۲۹۵۵-۲۹۵۶-۲۹۵۷-۲۹۵۸-۲۹۵۹-۲۹۶۰-۲۹۶۱-۲۹۶۲-۲۹۶۳-۲۹۶۴-۲۹۶۵-۲۹۶۶-۲۹۶۷-۲۹۶۸-۲۹۶۹-۲۹۷۰-۲۹۷۱-۲۹۷۲-۲۹۷۳-۲۹۷۴-۲۹۷۵-۲۹۷۶-۲۹۷۷-۲۹۷۸-۲۹۷۹-۲۹۸۰-۲۹۸۱-۲۹۸۲-۲۹۸۳-۲۹۸۴-۲۹۸۵-۲۹۸۶-۲۹۸۷-۲۹۸۸-۲۹۸۹-۲۹۹۰-۲۹۹۱-۲۹۹۲-۲۹۹۳-۲۹۹۴-۲۹۹۵-۲۹۹۶-۲۹۹۷-۲۹۹۸-۲۹۹۹-۳۰۰۰-۳۰۰۱-۳۰۰۲-۳۰۰۳-۳۰۰۴-۳۰۰۵-۳۰۰۶-۳۰۰۷-۳۰۰۸-۳۰۰۹-۳۰۱۰-۳۰۱۱-۳۰۱۲-۳۰۱۳-۳۰۱۴-۳۰۱۵-۳۰۱۶-۳۰۱۷-۳۰۱۸-۳۰۱۹-۳۰۲۰-۳۰۲۱-۳۰۲۲-۳۰۲۳-۳۰۲۴-۳۰۲۵-۳۰۲۶-۳۰۲۷-۳۰۲۸-۳۰۲۹-۳۰۳۰-۳۰۳۱-۳۰۳۲-۳۰۳۳-۳۰۳۴-۳۰۳۵-۳۰۳۶-۳۰۳۷-۳۰۳۸-۳۰۳۹-۳۰۴۰-۳۰۴۱-۳۰۴۲-۳۰۴۳-۳۰۴۴-۳۰۴۵-۳۰۴۶-۳۰۴۷-۳۰۴۸-۳۰۴۹-۳۰۵۰-۳۰۵۱-۳۰۵۲-۳۰۵۳-۳۰۵۴-۳۰۵۵-۳۰۵۶-۳۰۵۷-۳۰۵۸-۳۰۵۹-۳۰۶۰-۳۰۶۱-۳۰۶۲-۳۰۶۳-۳۰۶۴-۳۰۶۵-۳۰۶۶-۳۰۶۷-۳۰۶۸-۳۰۶۹-۳۰۷۰-۳۰۷۱-۳۰۷۲-۳۰۷۳-۳۰۷۴-۳۰۷۵-۳۰۷۶-۳۰۷۷-۳۰۷۸-۳۰۷۹-۳۰۸۰-۳۰۸۱-۳۰۸۲-۳۰۸۳-۳۰۸۴-۳۰۸۵-۳۰۸۶-۳۰۸۷-۳۰۸۸-۳۰۸۹-۳۰۹۰-۳۰۹۱-۳۰۹۲-۳۰۹۳-۳۰۹۴-۳۰۹۵-۳۰۹۶-۳۰۹۷-۳۰۹۸-۳۰۹۹-۳۱۰۰-۳۱۰۱-۳۱۰۲-۳۱۰۳-۳۱۰۴-۳۱۰۵-۳۱۰۶-۳۱۰۷-۳۱۰۸-۳۱۰۹-۳۱۱۰-۳۱۱۱-۳۱۱۲-۳۱۱۳-۳۱۱۴-۳۱۱۵-۳۱۱۶-۳۱۱۷-۳۱۱۸-۳۱۱۹-۳۱۲۰-۳۱۲۱-۳۱۲۲-۳۱۲۳-۳۱۲۴-۳۱۲۵-۳۱۲۶-۳۱۲۷-۳۱۲۸-۳۱۲۹-۳۱۳۰-۳۱۳۱-۳۱۳۲-۳۱۳۳-۳۱۳۴-۳۱۳۵-۳۱۳۶-۳۱۳۷-۳۱۳۸-۳۱۳۹-۳۱۴۰-۳۱۴۱-۳۱۴۲-۳۱۴۳-۳۱۴۴-۳۱۴۵-۳۱۴۶-۳۱۴۷-۳۱۴۸-۳۱۴۹-۳۱۵۰-۳۱۵۱-۳۱۵۲-۳۱۵۳-۳۱۵۴-۳۱۵۵-۳۱۵۶-۳۱۵۷-۳۱۵۸-۳۱۵۹-۳۱۶۰-۳۱۶۱-۳۱۶۲-۳۱۶۳-۳۱۶۴-۳۱۶۵-۳۱۶۶-۳۱۶۷-۳۱۶۸-۳۱۶۹-۳۱۷۰-۳۱۷۱-۳۱۷۲-۳۱۷۳-۳۱۷۴-۳۱۷۵-۳۱۷۶-۳۱۷۷-۳۱۷۸-۳۱۷۹-۳۱۸۰-۳۱۸۱-۳۱۸۲-۳۱۸۳-۳۱۸۴-۳۱۸۵-۳۱۸۶-۳۱۸۷-۳۱۸۸-۳۱۸۹-۳۱۹۰-۳۱۹۱-۳۱۹۲-۳۱۹۳-۳۱۹۴-۳۱۹۵-۳۱۹۶-۳۱۹۷-۳۱۹۸-۳۱۹۹-۳۲۰۰-۳۲۰۱-۳۲۰۲-۳۲۰۳-۳۲۰۴-۳۲۰۵-۳۲۰۶-۳۲۰۷-۳۲۰۸-۳۲۰۹-۳۲۱۰-۳۲۱۱-۳۲۱۲-۳۲۱۳-۳۲۱۴-۳۲۱۵-۳۲۱۶-

۱۱۳۳ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا
إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ ذَكَرَ أَبِي عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ
عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ مَا أَلْفَاهُ السَّحَرُ
عِنْدِي إِلَّا نَائِمًا تَغْنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے
حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث
بیان کی انہوں نے کہا: میرے والد نے ذکر کیا از ابوسلمہ از حضرت
عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سحری
کے وقت سوتے ہوئے ہی پایا۔

(صحیح مسلم: ۷۴۲، الرقم المسلسل: ۱۷۰۰، سنن ابوداؤد: ۱۳۱۸، سنن ابن ماجہ: ۱۱۹۷، جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۴۸، مکتبہ الرشیدیہ: ۵۱۴۲۶)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) موسیٰ بن اسماعیل المنقری التبوذکی (۲) ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبد الرحمن بن عوف ابواسحاق الزہری یہ بغداد کے
قاضی تھے (۳) ان کے والد سعد بن ابراہیم (۴) ابوسلمہ بن عبد الرحمن بن عوف (۵) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔

(عمدة القاری ج ۷ ص ۲۶۵)

نبی ﷺ کے سحری کے وقت سونے کا معنی

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ نبی ﷺ سحری تک نماز پڑھتے رہتے تھے پھر سحری کے وقت سو جاتے تھے اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے
کہ یہ وقت رات کا چٹنا حصہ ہوتا ہے جس میں حضرت داؤد علیہ السلام باتے تھے۔ یہ ن بطل نے کہا ہے کہ نبی ﷺ لمبی راتوں
میں سحر کے وقت سوتے تھے اور یہ غیر رمضان کا واقعہ ہے کیونکہ نبی ﷺ تاخیر سے سوتے تھے۔ (شرح ابن بطل ج ۳ ص ۱۳۰)

جس نے سحری کی پھر نماز پڑھنے کھڑا ہوا

بھ نہیں سویا حتیٰ کہ صبح کی نماز پڑھی

۸ - بَابُ مَنْ تَسَحَّرَ فَلَمْ يَنَمْ

حَتَّى صَلَّى الصُّبْحَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم
حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں روح نے حدیث بیان کی
انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت
انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہ نبی ﷺ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
نے سحری پڑھی۔ وہ دونوں اپنی اپنی جگہ پر تھے۔ ان کے تو نبی ﷺ
نماز کی طرف سرے سے اس آپ نے نہ پڑھائی ہم نے
حضرت انس سے پوچھا: ان کے سحری سے فارغ ہونے اور نماز
میں داخل ہونے کے درمیان کتنا وقفہ تھا؟ انہوں نے بتایا: جتنی
مقدار میں ایک آدمی پچاس آیتیں پڑھتا ہے۔

۱۱۳۴ - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا
رَوْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ
مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ
تَسَحَّرَ فَلَمْ يَنَمْ مِنْ سَحَرٍ مِمَّا فَدَى نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى صَلَواتِهِمْ . فَذَلِكَ لِأَنَّهُ
كُنْ كَانَ بَيْنَ لَرَاغِهِمَا مِنْ سَحَرٍ مِمَّا وَدَّخُولِهِمَا فِي
الصَّلَاةِ؟ قَالَ كَقَدْرِ مَا يَقْرَأُ الرَّجُلُ خَمْسِينَ آيَةً .

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۷۶ میں گزر چکی ہے۔

۹ - بَابُ طُولِ الصَّلَاةِ فِي قِيَامِ اللَّيْلِ

۱۱۳۵ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا
شُعْبَةُ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ

رات کی نماز میں لمبا قیام کرنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے
حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از

رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً فَلَمْ يَزَلْ قَائِمًا حَتَّى هَمَمْتُ بِأَمْرِ سَوْءٍ. قُلْنَا وَمَا هَمَمْتَ؟ قَالَ هَمَمْتُ أَنْ أَقْعَدَ وَأَذَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

الاعمش از ابی داکل از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا: میں نے ایک رات نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، آپ مسلسل کھڑے رہے حتیٰ کہ میں نے ایک بُری بات کا ارادہ کیا، ہم نے پوچھا: آپ نے کیا ارادہ کیا تھا؟ انہوں نے کہا: میں نے ارادہ کیا کہ میں بیٹھ جاؤں اور نبی ﷺ کو کھڑا رہنے دوں۔

(صحیح مسلم: ۷۷۳، الرقم السلسل: ۱۷۸۳، الثعلبی: ۱۸، سنن ابن ماجہ: ۱۳۱۸، مسند ابی یوسف: ۵۱۶۵، صحیح ابن خزیمہ: ۱۱۵۳، صحیح ابن حبیب: ۲۱۳۱، مسند احمد: ۱۸۵، طبع قدیم: مسند احمد: ۳۶۳۶، ج ۶ ص ۱۵۷، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع السانید لابن جوزی: ۳۱۳، مستدرک: ۱۳۲۶)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) سلیمان بن حرب ابویوب الواسطی (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) سلیمان الاعمش (۴) ابوداکل، ان کا نام ہے: شقیق بن سمہ الاسدی (۵) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۲۶۷)

نبی ﷺ کو کھڑا چھوڑ کر خرد بیٹھ جانے کے لئے نہ دینے کی تہنیت

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بظاں ماکہ قرطبی متوفی ۲۹۰ھ نے ہیں:

اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹھے وہ نہ بات کیوں فرمادیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ کی مخالفت بُری بات ہے قرآن مجید میں ہے:

فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ. (النور: ۶۳)

جو لوگ اس کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہیے۔

اسی طرح جن لوگوں نے رسول ﷺ کے پیچھے نہ ہو کر نماز پڑھی، آپ اس وقت بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے ان سے فرمایا: امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اتباع میں جائے (الیٰ قوبہ) پس جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بیٹھ کر نماز پڑھو۔ (صحیح البخاری: ۳۷۸)

پس جو شخص نماز کے کسی عمل میں اپنے امام کی مخالفت کرے اس کا وہ عمل بُرے کاموں میں سے شمار ہوتا چاہیے۔

حضرت ابن مسعود کی اس حدیث میں رات کی نماز کی بات قیام کی دلیل ہے، کیونکہ حضرت ابن مسعود نے یہ بتایا کہ نبی ﷺ اتنی دیر کھڑے رہے کہ ان کے بیٹھے نہ رہا، ان کا ارادہ نبی ﷺ کے طویل قیام کے درجہ سے تھا۔

آیا طول قیام افس سے یا کثرت رکوع اور جود؟

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ نفل نماز میں طول قیام افضل ہے یا کثرت رکوع اور جود افضل ہے؟ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ طویل قیام نہیں کرتے تھے اور رکوع اور جود کی کثرت کرتے تھے ان سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے رکوع کیا اور مجتہد کیا اللہ تعالیٰ اس کے درجہ کو بلند کرتا ہے اور اس کے گناہ کو مٹا دیتا ہے۔ (صحیح مسلم: ۳۸۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک نوجوان کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا جو لمبی نماز پڑھ رہا تھا جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو حضرت ابن عمر نے کہا: اس کو کون جانتا ہے؟ ایک شخص نے کہا: میں جانتا ہوں حضرت ابن عمر نے فرمایا: اگر میں اس کو جانتا ہوتا تو میں اس کو حکم دیتا کہ یہ لمبے رکوع اور جود کرے کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جب بندہ

کھڑے ہو کر نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہوں کو اس کے سر کے اور کندھوں کے اوپر رکھ دیا جاتا ہے اور وہ جب بھی رکوع اور سجدہ کرتا ہے تو اس کے گناہ گرجاتے ہیں۔ (شرح معانی الآثار: ۲۶۶: ۱ قدیمی کتب خانہ کراچی)

دوسرے فقہاء نے کہا ہے کہ لمبا قیام کرنا افضل ہے کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا: کون سی نماز افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: جس میں لمبا قیام ہو۔ (صحیح مسلم: ۷۵۶)

ابراہیم نخعی، ابو مجز، حسن بصری کا قول ہے اور امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد کا یہی موقف ہے۔

اشبہ مالکی نے کہا ہے: میرے نزدیک یہ قول زیادہ پسندیدہ ہے کیونکہ لمبے قیام میں زیادہ قرآن پڑھا جائے گا۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ حضرت ابو ذر کی حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں ہے کیونکہ یہ ہو سکتا ہے کہ جو شخص اللہ کے لیے رکوع اور سجدہ کرے، اللہ اس کا درجہ بلند کرے اور اس کا گناہ مٹائے اور اگر اس نے اس کے ساتھ لمبا قیام کیا تو وہ افضل ہوگا اسی طرح حضرت ابن عمر کی حدیث میں بھی رکوع اور سجود کی لمبے قیام پر فضیلت نہیں ہے اس میں تو صرف یہ بیان ہے کہ رکوع اور سجود کرنے سے گناہ گرجاتے ہیں اور ہو سکتا ہے کہ لمبا قیام کرنے کی وجہ سے اس کو اس سے افضل اجر عطا کیا جائے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث (صحیح بخاری: ۱۱۳۵) میں اس قول کی صحت پر شہادت ہے۔ (شرح ابن بطلال ج ۳ ص ۱۳۳-۱۳۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

علامہ ابن بطلال نے یہ بحث شرح مؤلف، ج ۲ ص ۱۰۹-۱۰۸ تذکرہ

* باب مذکور کی یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۷۱۲-ج ۲ ص ۱۰۸ پر مذکور ہے اس کی تفسیر رسول کو بیان کیا گیا ہے۔

۱۱۳۶ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا

بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ

رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

كَانَ إِذَا قَامَ لِلتَّهَجُّدِ مِنَ اللَّيْلِ يَشُورُ فِي ذَلِكَ

اس حدیث کی شرح صحیح بخاری، ج ۲ ص ۲۳۵ پر یہ بیان ہے کہ امام بخاری نے اس باب کا عنوان

قائم کیا ہے: رات کو لمبا قیام کرنا اور اس حدیث کی اس عنوان کے ساتھ کوئی مطابقت نہیں ہے اس کی کیا توجیہ ہوگی۔

طول قیام کے باب میں مسواک کرنے کی حدیث ذکر کرنے کی وجہ سے امام بخاری نے اسے فضیلت سے

اور اس کے جوابات

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت حذیفہ کی اس حدیث کا اس باب میں کوئی دخل نہیں ہے کیونکہ رات کی نماز پڑھنے کے لیے منہ کو مسواک سے صاف کرنے کی رات کی نماز کے غول پر کوئی دلالت نہیں ہے اور نہ اس کی رات کی نماز کے اقتصار پر کوئی دلالت ہے ہو سکتا ہے کہ صحیح بخاری کتب کرنے والے ناخین اور کا تبین نے اس حدیث کو غلط جگہ پر درج کر دیا ہو اور اگر اس طرح نہیں ہوا تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ امام بخاری کو قضاء نے اتنی مہلت نہ دی ہو کہ وہ اپنی کتاب پر نظر ثانی کر کے اس کی تہذیب کر لیتے۔

(شرح ابن بطلال ج ۳ ص ۱۳۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ابن المنیر نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے امام بخاری نے یہ ارادہ کیا ہو کہ مسواک کا استعمال کرنا عمدہ حالت بنانے اور نماز کی تیاری پر

السَّادِسُ عَشَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ إِنَّ رَجُلًا
قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ صَلَاةُ اللَّيْلِ؟ قَالَ مَثْنِي
مَثْنِي فَإِذَا خَفَتِ الصُّبْحُ فَأَوْتِرْ بِوَاحِدَةٍ.

نے کہا: مجھے سالم بن عبد اللہ نے خبر دی کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! رات کی نماز کس طرح (پڑھوں)؟ آپ نے فرمایا: دو دو رکعت پس جب تم کو صبح کا خوف ہو تو (آخری دو گانہ کے ساتھ) ایک رکعت ملا کر نماز کو وتر کر لو۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۴۷۲ میں گزر چکی ہے۔

١١٣٨ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ
شُعْبَةَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو جَمْرَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ
تَعَالَى اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ صَلَوةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً يَعْنِي بِاللَّيْلِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدود نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ، انہوں نے کہا: مجھے ابو جمرہ نے حدیث بیان کی از حفصہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ رات کو تیرہ رکعات نماز پڑھتے تھے۔

١١٣٩ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي حُصَيْنٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ وَثَّابٍ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا عَنْ صَلَوةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ فَقَالَتْ سَبْعٌ وَتِسْعٌ وَإِحْدَى عَشْرَةً يَوْمَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے رب سے دعا کی کہ تم میری امت کو عیسائیوں کے لیے آسان بنا دو۔ اسی حدیث کا بیان انہوں نے کیا ہے؟

ابو اسرائیل نے فرمایا: ہاں، ابی حصین از یحییٰ بن وثاب از سروق نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کے متعلق سوال کیا، انہوں نے بتایا کہ آپ صبح سویرے دو رکعت کے علاوہ سات نو اور گیارہ رکعات پڑھتے تھے۔

١١٤٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى قَالَ أَخْبَرَنَا
حُظَيْلَةُ عَنْ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ
اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنْ لَيْلٍ مِائَةَ عَشْرَةَ رَكْعَةً مِنْهَا
الْوُتْرُ وَرَكْعَتَا الْفَجْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حنظلہ نے خبر دی از القاسم بن محمد۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ اس صبح رات کو تیرہ عات پڑھتے تھے میرے ساتھ دو رات بھر۔

ان احادیث کی شرح، صحیح البخاری: ۹۹۵-۹۹۴ میں گزر چکی ہے، مزید شرح کا ہم یہاں ذکر کر رہے ہیں۔

رات کی نماز کی مختلف رکعات میں تطبیق

ان احادیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی ﷺ رات کو سات رکعات بھی پڑھتے تھے اور نو رکعات بھی پڑھتے تھے 'سات رکعات کے متعلق یہ حدیث ہے:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر زیادہ ہو گئی اور آپ پر گوشت چڑھ گیا تو آپ سات رکعات پڑھتے تھے اور صرف ان کے آخر میں بیٹھتے تھے اور سہام پھیرنے کے بعد دو رکعت بیٹھ کر پڑھتے تھے۔ (سنن نسائی: ۱۷۱۳)

اور نورکعات کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نورکعات کے ساتھ وتر پڑھتے تھے پھر بیٹھ کر دو رکعت پڑھتے پھر جب آپ کمزور ہو گئے تو سات رکعات کے ساتھ وتر پڑھتے تھے پھر آخر میں بیٹھ کر دو رکعت پڑھتے تھے۔ (سنن نسائی: ۱۷۸۱)
اور صحیح البخاری: ۱۱۳۸-۱۱۳۹ میں یہ تصریح ہے کہ آپ صبح کی دو سنتوں کے علاوہ رات کی نماز گیارہ رکعت پڑھتے تھے اور مغرب باب: ۲۸ "ما یقرأ بعد الفجر" میں یہ تصریح آئے گی کہ آپ تیرہ رکعات پڑھتے تھے اور اس کے بعد دو رکعت سنت فجر پڑھتے تھے اس طرح رات کی نماز پندرہ رکعت ہو گئیں اس میں عشاء کی دو سنتیں بھی شامل ہیں اس طرح تین رکعت وتر ملا کر رات کی نماز کی تعداد گیارہ رکعات ہیں اور صبح کی دو سنتیں ملا کر تیرہ رکعات ہیں اور صرف رات کی نماز گیارہ رکعات ہیں جس میں تین رکعات وتر شامل ہیں۔

ابو سلمہ بن عبد الرحمن بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ ﷺ رات کی کتنی رکعات نماز پڑھتے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رمضان ہو یا اس کا غیر رسول اللہ ﷺ گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے آپ چار رکعت پڑھتے تم ان کے حسن اور طول کے متعلق نہ پوچھو پھر چار رکعت پڑھتے تم ان کے حسن اور طول کے متعلق نہ پوچھو پھر آپ تین رکعت وتر پڑھتے۔ (صحیح البخاری: ۱۱۳۷ صحیح مسلم: ۷۳۸ سنن ابوداؤد: ۱۳۳۱ سنن ترمذی: ۳۳۹ سنن نسائی: ۱۶۹۶)

نبی ﷺ کا رات کو قیام کرنا اور سونا

اور رات کے قیام (کی فرضیت)

کا منسوخ ہونا

۱۱ - بَابُ قِيَامِ النَّبِيِّ ﷺ لِلَّهِ تَعَالَى

وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ وَنَوْمِهِ وَمَا نُسِخَ

مِنْ قِيَامِ اللَّيْلِ

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: اے چادر لپیٹنے والے! رات کو نماز میں نہ سو۔ (الزلزلہ: ۱۷) آدھی رات یا اس سے کچھ کم کر دیں! (الزلزلہ: ۱۷) س پر کچھ نفاذ کرنا اور قرآن ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں! بے شک ہم آپ پر بھاری کلام نازل فرمائیں گے! بے شک رات کو اٹھنا (نفس پر) سخت بھاری ہے اور کلام کو درست رکھنے والا ہے! بے شک دن میں آپ کی بہت مصروفیات ہیں! (الزلزلہ: ۱۷) اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہ کو علم ہے کہ اس سلسلہ میں اس قیام کا شمار نہیں کر سکو گے سو اس نے تمہاری توبہ قبول فرمائی! پس تم جتنا آسانی سے پڑھ سکتے ہو پڑھ لیا کرو اللہ کو علم ہے کہ تم میں سے کچھ بیمار ہوں گے اور کچھ لوگ زمین میں سفر کریں گے اللہ کے فضل کو تلاش کرتے ہوئے اور کچھ دوسرے لوگ اللہ کی راہ میں قتال کر رہے ہوں گے پس تم جتنا آسانی سے قرآن پڑھ سکتے ہو پڑھ لیا کرو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ کو اچھا قرض دو اور تم اپنی بھلائی کے لیے جو کچھ آگے بھیجو گے اس کو اللہ کے پاس اس

وَقَوْلُهُ تَعَالَى ﴿يَا أَيُّهَا الْمَرْءُ! أَفَمِمَّا كَسَبَ مِنَ الْإِسْلَامِ أَفَلَا يَصْطِفَىٰ أَوْ أَنْقَضَ مِنْهُ قَلِيلًا أَوْ أَكْثَرًا﴾ (الزلزلہ: ۱۷) وَرَتَّلِ الْقُرْآنَ تُرْتِيلًا (الزلزلہ: ۱۷) إِنَّا سَنُلْقِيكَ فِي السَّمَاءِ ثِقَلًا (الزلزلہ: ۱۷) إِنَّا نَنشِئُ اللَّيْلَ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَأَقْوَمُ قِيلًا (الزلزلہ: ۱۷) إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْعًا طَوِيلًا (الزلزلہ: ۱۷) وَقَوْلُهُ ﴿وَعَمَّ أَنْ تَتَسَوَّءَ بَابَ سَبْعَةٍ فَافْقَرُوا﴾ (الزلزلہ: ۱۷) مَا تَيْسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ يُعْزِرُكُمْ وَأَمَّا تَيْسَّرَ مِنْهُ فَرُخًا حَسَنًا وَمَا تَفْقَدُوا مِنْ أَنْفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِنْدَ اللَّهِ هُوَ خَيْرٌ وَأَعْظَمُ أَجْرًا وَاسْتَغْفِرُوا لِلَّهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (الزلزلہ: ۲۰)

سے بہتر اور زیادہ ثواب میں پاؤ گے اور اللہ سے مغفرت طلب کرتے رہو بے شک اللہ بہت مغفرت فرمانے والا ہے حد رحم فرمانے والا ہے (المزل: ۲۰)

ان آیات کی تفصیل کے لیے قیام القرآن ج ۱۲ میں سورۃ المزل کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔
 قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا نَشَأَ قَامَ بِالْحَبَشِيَّةِ.
 حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "نَشَأَ" کا معنی حبشی زبان میں ہے: قیام کیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ اس تعلق کو امام عہد بن حمید نے سند صحیح کے ساتھ سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے۔
 ﴿وِطَاءٌ﴾ قَالَ مُوَاطَاةُ الْقُرْآنِ أَشَدُّ مُوَافَقَةً لِسَمْعِهِ وَبَصَرِهِ وَقَلْبِهِ. ﴿لِيُوَاطِنُوا﴾ (اتوبہ: ۳۷). دیکھنے اور دل سے غور کرنے میں قرآن مجید کے بہت زیادہ موافق ہو۔ "لیواطنوا" کا معنی ہے: تاکہ وہ موافقت کریں۔

اس تعلق کو بھی امام عہد بن حمید نے سند موصول کے ساتھ مجاہد سے روایت کیا ہے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۶۲۹ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

اس مسئلہ میں علماء کا اکتلاف ہے۔ آقرآن مجید میں نو رکعات کا ذکر ہے یا نہیں۔ ائمہ علماء نے کہا ہے کہ قرآن مجید میں غیر عربی الفاظ موجود ہیں جیسے "سجیل" فردوس "اور" ناشئہ "۔ انہوں نے یہ کہا ہے۔ "قرآن مجید میں کوئی غیر عربی لفظ نہیں ہے اور جو اس قسم کے الفاظ ہیں ان میں دو لغتوں کا توافق ہے۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۲۷۷ دار اللب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

آیا نبی ﷺ پر تہجد کی نماز فرض تھی یا نفل؟ اس سلسلہ میں فقہاء کے اقوال اور قول راجح کا بیان

امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں کہا ہے: رات کے قیام جو نفل ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال نے کہا ہے: رات کے قیام نفل ہے:

اس سلسلہ میں ایک قول یہ ہے کہ رات کا قیام آپ پر فرض نہیں تھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا ہے:

قُمِ الْاَمَلِ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ نِصْفُهُ اَوْ اَنْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۝ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ لَمْ يَكُنْ فَرِيضًا ۝ رَحِمَ الْوَسِيْلَ ۝
 رات کو نماز میں قیام کریں مگر تھوڑا ۝ آدھی رات یا اس سے کچھ کم کر دیں۔ یا اس سے کچھ اضافہ کریں۔

جب کہ فرض اس طرح نہ ہوتا۔ فرض اس حتمی سورہ پر کچھ میں کیا جاتا ہے یہ سبب کی زبان ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ رات کا قیام صرف نبی ﷺ پر فرض تھا، یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: مجھے تمہاری طرف نکلنے سے صرف یہ چیز مانع ہوئی کہ مجھے یہ خوف ہوا کہ رات کی نماز تم پر فرض کر دی جائے گی۔ (صحیح البخاری: ۱۱۲۹) اس حدیث میں آپ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ رات کی نماز صحابہ پر فرض نہیں تھی۔

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث سے یہ کب معلوم ہوا کہ رات کی نماز رسول اللہ ﷺ پر فرض تھی جب کہ قرآن مجید کی صریح آیت

یہ ہے:

وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ. (بنی اسرائیل: ۷۹)

اور آپ رات کے کچھ حصہ میں تہجد پڑھیے جو خاص آپ کے لیے نفل ہے۔

علامہ ابن بطال نے اس سلسلہ میں تیسرا قول یہ ذکر کیا ہے:

رات کا قیام آپ پر بھی فرض تھا اور آپ کی امت پر بھی فرض تھا پھر سورۃ المزمل کی اس آیت سے رات کا قیام منسوخ کر دیا گیا:

عَلِمَ أَنْ لَنْ تُخْصَوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ (المزمل: ۲۰) اللہ کو علم ہے کہ اے مسلمانو! تم ہرگز اس قیام کا شمار نہیں کر سکو گے سو اس نے تمہاری توبہ قبول فرمائی۔

جمہور علماء کا یہی موقف ہے اور اس کی تائید میں یہ حدیث ہے:

سعد بن ہشام بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا: یا ام المؤمنین! مجھے نبی ﷺ کے (رات کے) قیام کے متعلق خبر دیجئے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: کیا تم یہ سورت نہیں پڑھتے؟ (سایہا المزمل) میں نے عرض کیا: کیوں نہیں! حضرت عائشہ نے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نے اس سورت کے اول میں آپ پر رات کا قیام فرض فرمایا پس نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب نے ایک سال تک (رات کو) قیام کیا حتیٰ کہ ان کے قدم سوج گئے اور اللہ عزوجل نے اس سورت کے آخری حصہ (المزمل: ۲۰) کو بارہ مہینے تک روک رکھا پھر اللہ عزوجل نے اس سورت کے آخر میں قیام لیل میں تخفیف نازل فرمائی پھر رات کے قیام کی فرضیت کے بعد اس کو نفل کر دیا۔ (الحديث) (صحیح مسلم: ۷۴۶، الرقم المسلسل: ۱۷۰۸، سنن ابوداؤد: ۱۳۴۲، سنن نسائی: ۱۶۰۱، السنن الکبریٰ: ۱۳۳۵)

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۳۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۳ھ)

میں کہتا ہوں کہ صحیح مسلم، سنن ابوداؤد، سنن نسائی اور سنن کبیر کی ان حدیث سے دائرہ اختیار دیکھا کہ صحیح قول یہی ہے کہ شروع کے ایک سال میں آپ پر اور آپ کے اصحاب پر تہجد فرض تھی چار یا پانچ سال بعد اس نثریت کو منسوخ کر کے اس کو نفل کر دیا گیا۔

۱۱۴۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَصُومُ مِنْهُ شَيْئًا وَيَصُومُ حَتَّى نَظُنَّ أَنْ لَا يُفْطِرَ مِنْهُ شَيْئًا وَلَا تَشَاءُ أَنْ تَبَاهُ مِنَ اللَّيْلِ مُصْبًى إِلَّا رَأَيْنَهُ وَلَا يَمَّا إِلَّا رَأَيْنَهُ تَبَاهُ مِنَ اللَّيْلِ مُصْبًى إِلَّا الْأَحْمَرُ عَنْ حُمَيْدٍ [أطراف الحديث: ۱۹۷۲-۱۹۷۳-۱۹۷۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیوت کی کہ انہوں نے کہا: مجھے محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی کہ سید انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کسی مہینہ روزے چھوڑ دیتے حتیٰ کہ ہم یہ گمان کرتے کہ اب آپ بالکل روزے نہیں رکھیں گے اور کسی مہینہ آپ روزے رکھتے حتیٰ کہ ہم یہ گمان کرتے کہ اب آپ بالکل روزے نہیں چھوڑیں گے اور آپ رات میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھنا چاہتے تو آپ روز پڑھتے ہوئے دیکھ لو گے اور تم آپ کو رات میں سوتے ہوئے دیکھنا چاہتے تو آپ کو سوتے ہوئے دیکھ لو گے محمد بن جعفر کی سیماں اور ابو خالد الاحمر نے ازحمید متابعت کی ہے۔

نبی ﷺ کی تہجد اور دیگر نفلی عبادات کے معمولات مختلف تھے

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کے رات کو نفل نماز پڑھنے اور سونے کے معمولات مختلف تھے اسی طرح نفلی روزے رکھنے کے معمولات بھی مختلف تھے۔

جو شخص رات کی نماز نہ پڑھے اس کی گدی

۱۲ - بَابُ عَقْدِ الشَّيْطَانِ عَلَى قَافِيَةٍ

الرَّاسِ إِذَا لَمْ يُصَلِّ بِاللَّيْلِ

۱۱۴۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَغْقُدُ الشَّيْطَانُ عَلَى قَافِيَةِ رَأْسِ أَحَدِكُمْ إِذَا هُوَ نَامَ ثَلَاثَ عُقَدٍ يَضْرِبُ كُلَّ عُقْدَةٍ عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيلٌ فَارْقُدْ فَإِنْ اسْتَيْقَظَ فَذَكَرَ اللَّهَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَإِنْ تَوَضَّأَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَإِنْ صَلَّى انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَأَصْبَحَ نَشِيطًا طَيِّبَ النَّفْسِ وَإِلَّا أَصْبَحَ خَبِيثَ النَّفْسِ كَسَلَانٍ [طرف الحديث: ۳۲۶۹]

پر شیطان کا گرہ لگانا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جب کوئی شخص سوتا ہے تو شیطان اس کی گدی پر تین گرہیں لگا دیتا ہے ہر گرہ پر یہ پڑھ کر پھونک دیتا ہے کہ رات بہت لمبی ہے لہذا تم سو جاؤ پس جب وہ (بندہ) بیدار ہو کر اللہ کا ذکر کرے تو پہلی گرہ کھل جاتی ہے پھر اگر وضوء کرے تو دوسری گرہ بھی کھل جاتی ہے پھر اگر نماز پڑھ لے تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے پھر صبح کو وہ خوش اور تروتازہ اٹھتا ہے ورنہ وہ صبح کو نحوست اور سستی کے ساتھ اٹھتا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۳۰۶، مسند احمد: ۱۳۲۶، مسند علی: ۷۹۰۳)

جس کی گدی پر شیطان گرہیں لگاتا ہے اس کے دشمن بننا۔ نل اور بعض مترادفات کے جوابات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ہجرت میں

اس حدیث کے عنوان میں ہے: جو شخص رات کو نماز نہ پڑھے اس کی گدی پر شیطان تین گرہیں لگا دیتا ہے رات کو نماز نہ پڑھنے سے مراد عام ہے اس نے عشاء کی نماز نہ پڑھی ہو یا رات کو اٹھ کر تہجد نہ پڑھی ہو۔ حدیث میں کوئی ایسا قرینہ نہیں ہے جس سے یہ معلوم ہو کہ اس سے عشاء کی نماز نہ پڑھنا مراد ہے ظاہر حدیث سے یہ مستدوم ہوتا ہے کہ اس کے سوتے وقت شیطان اس کی گدی پر یہ گرہیں لگا دیتا ہے۔

نیز اس حدیث میں ہے: جب وہ نماز پڑھ لیتا ہے تو اس کی تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے اور وہ خوش خوش تروتازہ اٹھتا ہے وہ خوش اس لیے ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی عبادت کی توفیق دی۔ تروتازہ اس لیے ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں اور اس کے تصرفات میں برکت رکھی۔ رشیدان کہ رہیں اس کے دل میں اور اگر وہ رات کو تروتازہ اٹھتا ہے تو وہ نحوست اور سستی سے اٹھتا ہے۔

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت ابو بکر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما رات کے اول حصے میں وتر پڑھ لینے تھے اور آخر رات تک سوتے رہتے تھے تو کیا وہ بھی اس وعید کے مصداق ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے مراد وہ شخص ہے جو رات کو سو جائے اور آخر رات میں اس کے اٹھنے کی نیت نہ ہو اور جس شخص کی رات کو تہجد پڑھنے کی نیت ہو اور وہ نہ اٹھ سکے تو وہ اس وعید میں داخل نہیں ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ اس وعید میں وہ شخص داخل ہے جو عشاء کی نماز پڑھے بغیر سو جائے اور رات بھر سوتا رہے اور اس کی یہ نیت نہ ہو کہ وہ رات کے کسی وقت میں اٹھ کر عشاء کی نماز پڑھ لے گا۔

پہلے جواب کی تائید میں یہ حدیث ہے:

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ یا حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو بندہ بھی دل میں یہ ارادہ کرے کہ وہ رات کو کسی وقت اٹھ کر نماز پڑھے گا پھر وہ سوتا رہ جائے تو اس کی نیند کو اللہ اس پر صدقہ کر دے گا اور اسے اس عبادت کا اجر ملے گا جس کی اس نے نیت کی ہے۔ (صحیح ابن حبان: ۲۵۸۸، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۵، مصنف عبدالرزاق: ۴۲۲۳)

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس حدیث میں فرمایا: وہ صبح کو خبیث النفس اٹھے گا حالانکہ ایک حدیث میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ میرا نفس خبیث ہے۔

(مسند الحمیدی: ۲۶۲، مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۹ ص ۶۷، صحیح البخاری: ۶۱۷۹، صحیح مسلم: ۲۲۵۰، سنن ابوداؤد: ۴۹۷۹، صحیح ابن حبان: ۵۷۲۳، المعجم وسط: ۲۶۳۳، شعب الایمان: ۵۴۱۰، شرح الت: ۳۳۹۰، سنن الکبریٰ: ۱۰۸۸۹، مسند احمد ج ۶ ص ۵۱، طبع قدیم مسند احمد: ۲۴۲۴۳، ج ۳ ص ۲۸۹) اس کا جواب یہ ہے کہ خبیث کے دو معنی ہیں: ایک دین میں فساد ہے دوسرا سستی اور نحوست ہے ان احادیث میں دین میں فساد کے اعتبار سے خبیث کہنے کی ممانعت ہے اور اس باب کی حدیث میں جو خبیث فرمایا ہے وہ سستی اور نحوست کے معنی میں ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ ان احادیث میں کسی شخص کو اس بات سے منع کیا گیا ہے کہ وہ خود اپنے نفس کو خبیث کہے اور اس باب کی حدیث میں یہ نہیں ہے کہ وہ خود اپنے نفس کو خبیث کہے بلکہ شارح علیہ السلام نے اس کے نماز پڑھے بغیر ساری رات سوتے رہنے کی وجہ سے اس کو ڈرانے کے لیے اس کی مذمت کے طور پر اس کو خبیث فرمایا ہے۔

تیسرا سوال یہ ہے کہ شیطان اس کے نیچے گرہ یوں کرتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ گدی کے پیچھے وہم کا محل ہوتا اور وہم شیطان کے دوسوں کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

چوتھا اعتراض یہ ہے کہ احادیث میں ہے: جو شخص آیۃ الکرسی پڑھ کر سو جائے وہ شیطان کے دوسوں سے محفوظ رہتا ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے صبح کے وقت آیۃ الکرسی پڑھی وہ شام تک محفوظ رہتا ہے اور جس نے شام کو پڑھی وہ صبح تک محفوظ رہتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۲۸۷۰)

حسن بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: سرت بریل پر سے پاس لے اور کہا: ایک بہت بڑا جن آپ کے ساتھ کر کرتا ہے لہذا جب آپ بستر پر جائیں تو آیۃ الکرسی پڑھ لیا کریں۔ (مسوۃ ابن ابی الدنیاج ۴ ص ۵۳۸، المکتبۃ العصریہ بیروت ۱۳۲۶ھ) پھر شیطان کو گدی میں گرہ لگانے کا موقع کس طرح ملتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ان لوگوں پر محمول ہے جو سونے سے پہلے نہ لگے نہ نہیں رہتے۔

پانچواں سوال: ہے کہ شخص سوتا ہو تو اس کی گرہ کے لیے وضوء کرنا جائز ہے یا اس کو غسل کرنا پڑے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کو غسل کرنا پڑے گا۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۲۸۲-۲۸۱، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۷۱۶، ج ۲ ص ۵۳۳-۵۳۲ پر مذکور ہے وہاں اس کی دو سطروں میں شرح کی گئی ہے۔

۱۱۴۳ - حَدَّثَنَا مَوْمِلُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنَا عَوْفٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَمُرَةُ بْنُ جُنْدَبٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرُّوْيَا قَالَ أَمَّا الَّذِي يُثَلِّغُ رَأْسَهُ بِالْحَجَرِ فَإِنَّهُ يَأْخُذُ الْقُرْآنَ فَيَرْفُضُهُ وَيَنَامُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مومل بن ہشام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عوف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابورجاء نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ نے اپنے خواب کی

عَنِ الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ.

تعبیر کے سلسلہ میں فرمایا: رہا وہ شخص جس کے سر کو پتھر سے کچلا جاتا تھا یہ وہ شخص تھا جو قرآن کو حاصل کرتا تھا پھر اس کو چھوڑ دیتا تھا اور فرض نماز پڑھے بغیر سو جاتا تھا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۴۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۳۔ بَابُ إِذَا نَامَ وَلَمْ يُصَلِّ بَالَ

الشَّيْطَانُ فِي أُذُنِهِ

جو شخص سو جائے اور نماز نہ پڑھے شیطان اس کے کان میں پیشاب کر دیتا ہے

۱۱۴۴۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ

قَالَ حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ

اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقِيلَ مَا زَالَ نَائِمًا حَتَّى أَصْبَحَ مَا قَامَ

إِلَى الصَّلَاةِ فَقَالَ بَالَ الشَّيْطَانُ فِي أُذُنِهِ.

(المروزي: ۲۷۰۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں ابوالاحوص نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں منصور نے حدیث بیان کی از ابوداؤد از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ کے سامنے ایک شخص کا ذکر کیا گیا پس بتایا گیا کہ وہ شخص صبح تک سوتا رہتا ہے نماز کے لیے نہیں اٹھتا آپ نے فرمایا: شیطان اس کے کان میں پیشاب کر دیتا

(صحیح مسلم: ۷۷۴، الرتم السلسل: ۱۷۸۶، سنن نسائی: ۱۰۰۷، سنن ماجہ: ۱۰۰۷، سنن ابی خزیمہ: ۱۱۳۰، سنن بیہقی ج ۳

ص ۱۵، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۷۱، علیہ الاولیاء ج ۹ ص ۳۲۰، صحیح ابن حبان: ۲۵۶۲، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۶۲، مسند احمد ج ۱ ص ۳۵۷، طبع قدیم

مسند احمد: ۳۵۵ ج ۶ ص ۲۲-۲۱، مؤسسۃ الر: بیروت، جامع المسانید: بیروت، ج ۱ ص ۱۱۰، ابن کثیر: ۱۳۲۶، مسند الطحاوی: ۵۰۵۰)

کان میں شیطان کے پیشاب کرنے کے متعدد محال

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۰ھ نے لکھا ہے:

اس حدیث میں مذکور ہے: شیطان اس کے کان میں پیشاب کر دیتا ہے۔ اس کے معنی میں اختلاف ہے علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس کی حقیقت سے کوئی مانع نہیں ہے کیونکہ اس میں کوئی محال نہیں ہے یہ ثابت ہے کہ شیطان کھاتا اور پیتا۔ شیطان کھانے اور پینے سے پہلے بسم اللہ پڑھتا ہے۔ شیطان کے کھانے اور پینے میں شریک ہو جاتا ہے تو اس کے پیشاب کرنے سے بھی کوئی چیز مانع نہیں ہے اور علامہ خطابی نے کہا ہے: جس شخص کو یہ خبر ہو اور وہ نہ اسے غافل ہو، نہ اس کے دل میں شک ہو، نہ اس کے دل میں تشبیہ دی ہے جس کے کان میں شیطان نے پیشاب کر دیا ہو امام طحاوی نے کہا ہے کہ یہ اس سے استعارہ ہے کہ شیطان اس پر حکومت کرتا ہے اور وہ اس کی اطاعت کرتا ہے اور علامہ تورطشتی نے کہا ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شیطان اس کے کانوں میں باطل باتوں کو بھر دیتا ہے اور اذان اور حق کی باتوں کو سننے سے اس کے کانوں میں ڈاٹ لگا دیتا ہے اور اس چیز کو اس کے کانوں میں پیشاب کرنے سے تعبیر کیا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شیطان اس کی توہین کرتا ہو اور اس کا استخفاف کرتا ہو اور جس چیز کی توہین کی جاتی ہے اس کو پیشاب کرنے سے تعبیر کرتے ہیں جیسے بیت الخلاء کو پیشاب کرنے کے لیے بنایا جاتا ہے اور کسی چیز کے فاسد کرنے کو بھی پیشاب کرنے سے تعبیر کرتے ہیں یعنی شیطان نے اس کی سماعت کو فاسد کر دیا ہے۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۲۸۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۷۱۳ ج ۲ ص ۵۳۲ پر مذکور ہے وہاں اس حدیث کی مختصر شرح کی گئی ہے۔

۱۴۔ بَابُ الدُّعَاءِ فِي الصَّلَاةِ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ

وَقَالَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَكَانُوا قَلِيلًا مِّنَ اللَّيْلِ
مَا يَهْجَعُونَ﴾ أَيْ مَا يَنَامُونَ ﴿وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ
يَسْتَغْفِرُونَ﴾ (الذاریت: ۱۸-۱۷)۔

۱۱۴۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ
عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ وَأَبِي عَبْدِ اللَّهِ
الْأَعْرَبِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ
وَتَعَالَى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا حِينَ يَبْقَى ثُلُثُ
اللَّيْلِ الْآخِرِ يَقُولُ مَنْ يَدْعُونِي فَأَسْتَجِيبَ لَهُ؟ مَنْ
يَسْأَلُنِي فَأُعْطِيَهُ؟ مَنْ يَسْتَغْفِرُنِي فَأَغْفِرَ لَهُ؟

رات کے آخری حصہ میں نماز پڑھ کر دعا کرنا

اور اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: وہ رات کو بہت کم سوتے
تھے اور سحری کے وقت مغفرت طلب کرتے تھے ○
(الذاریت: ۱۸-۱۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے
حدیث بیان کی از ابن شہاب از ابی سلمہ والی عبد اللہ الاغرا از حضرت
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمارا رب تبارک و تعالیٰ
ہر رات آسمان دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے جب رات کا آخری
تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے وہ فرماتا ہے: کون مجھ سے دعا کرتا ہے
کہ میں اس کی دعا قبول کروں اور کون مجھ سے سوال کرتا ہے کہ
میں اس کی عطا کروں؟ کون مجھ سے مغفرت طلب کرتا ہے کہ میں
[اطراف الحدیث: ۶۳۲۱-۷۴۹۳] اس کی مغفرت کر دوں؟

(صحیح مسلم: ۷۵۸، الرقم المسلسل: ۱۷۳۱، سنن ابوداؤد: ۱۳۳۱، سنن ابی یوسف: ۱۸۰، سنن ابی داؤد: ۱۷۳۱، سنن ابن ماجہ: ۱۳۶۶، عمل الیوم واللیلۃ
للنسائی: ۳۸۰، صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۳۹۹، سنن دارمی: ۱۳۷۹، مسند ابویعنی: ۶۱۵۵، مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۵، طبع قدیم مسند احمد: ۷۵۹۲، ج ۱۳ ص ۳۵،
مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن جوزی: ۳۵۴۹، مکتبۃ الرشید: ۱۳۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن مسلمہ القنصی (۲) م مالک بن انس (۳) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۴) ابوسلمہ بن عبد الرحمن (۵) ابو عبد
اللہ الاغرا ان کا نام سلمان القنصی ہے اور الاغرا ان کا لقب ہے (۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۲۸۵)
اللہ تعالیٰ کے نازل ہونے کے مسئلہ میں فقہاء اسلام کے نظریات اور حدیث مذکور کے رجال
علامہ بدرالدین محمد بن عبد اللہ بن عینی متوفی ۷۵۰ھ لکھتے ہیں۔

مقررہ نے اس حدیث سے اللہ تعالیٰ کے لیے بہت کو ثابت کیا ہے اور کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے علو اور اد پر ہی جہت ثابت
ہے۔ الزہری الاوزاعی ابن المبارک مکحول سفیان ثوری سفیان بن عیینہ ودیگر فقہاء تابعین ائمہ اربعہ امام مالک امام ابو حنیفہ امام
شافعی اور امام احمد وغیرہم جمہور علماء نے کہا ہے کہ ہمارا ان احادیث پر ایمان ہے اور ہم اللہ تعالیٰ کو کسی مخلوق کے ساتھ مشابہ نہیں مانتے
وہ اس سے منزہ ہے اور وہ کس کیفیت سے نازل ہوتا ہے اس کا اسی کو علم ہے۔

بعض دوسرے علماء نے اس حدیث کی تاویل کی انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے نازل ہونے کا معنی یہ ہے کہ اس کا حکم نازل ہوتا
ہے یا اس کے فرشتے نازل ہوتے ہیں۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ رات کے آخری تہائی حصہ کی تخصیص کی کیا وجہ ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ کی
رحمت نازل ہوتی ہے اور یہ اہل اخلاص کی عبادت کا وقت ہے۔

۱۵ - بَابُ مَنْ نَامَ أَوَّلَ اللَّيْلِ

وَأَحْيَا آخِرَهُ

وَقَالَ سَلَمَانُ لِأَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا نَمْ فَلَمَّا كَانَ مِنَ آخِرِ اللَّيْلِ قَالَ قُمْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ سَلَمَانُ.

اس تعلیق کی اصل صحیح البخاری: ۱۹۶۸ میں ہے

۱۱۴۶ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ وَحَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ الْأَسْوَدِ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا كَيْفَ كَانَ صَلَوةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ؟ قَالَتْ كَانَ يَنَامُ أَوَّلَهُ وَيَقُومُ آخِرَهُ فَيُصَلِّي ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى فِرَاشِهِ فَإِذَا أَذَى السُّوَّيْنِ وَنَسَّ فَإِنْ كَانَ بِهِ حَاجَةٌ اغْتَسَلَ وَإِلَّا تَوَضَّأَ وَخَرَجَ.

جو شخص رات کے اوّل حصہ میں سویا اور رات

کے آخری حصہ میں اس نے نماز پڑھی

حضرت سلمان نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہما سے کہا: سو جاؤ پھر جب رات کا آخری حصہ ہوا تو کہا: اٹھو! نبی ﷺ نے فرمایا: سلمان نے صحیح کہا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی اور مجھے سلیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از الاسود انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ نبی ﷺ رات کو کس طرح نماز پڑھتے تھے؟ حضرت عائشہ نے بتایا کہ آپ رات کے اوّل حصہ میں سوتے اور آخر حصہ میں قیام کرتے پس نماز پڑھتے پھر اپنے بستر کی طرف لوٹ آتے پھر جب مؤذن اذان دیتا تو آپ جلدی سے اٹھتے پس اگر آپ کو حاجت ہوتی تو غسل کرتے ورنہ وضو کر کے گھر سے نکل جاتے۔

(صحیح مسلم: ۷۳۹، الرقم السلسل: ۱۶۹۷، سنن ابوداؤد: ۱۳۳۴، السنن الکبریٰ: ۴۲۲، سنن ابن ماجہ: ۱۳۶۵، صحیح ابن حبان: ۲۵۸۹، مسند احمد

ج ۶ ص ۶۳ طبع قدیم مسند احمد: ۲۳۳۲ ج ۴ ص ۴۰، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن جوزی: ۷۴۸۸، مکتبۃ الرشیدیہ ریاض: ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ولیہ شام: عبد الباقی الطبرانی (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) سلیمان بن حرب الوائلی (۴) ابواسحاق اسمعی عمرہ بن

عبد اللہ (۵) الاسود بن یزید (۶) حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا (۷) عمادہ القاری ج ۱ ص ۲۰

نبی ﷺ کا تہجد کے لیے اخیر شب میں اٹھنا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ چونکہ رات کے آخری حصہ میں جب تہائی رات باقی رہ جاتی ہے اللہ تعالیٰ آسمان دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے اس لیے نبی ﷺ اس وقت اٹھ کر نماز پڑھتے تھے اور یہی سلف صالحین کا طریقہ ہے عبد الرحمن بن عبد القاری سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس وقت میں تم سو جاتے ہو وہ وقت میرے نزدیک اس وقت سے افضل ہے جس وقت میں تم اٹھتے ہو (یعنی تراویح پڑھنے سے تہجد پڑھنا افضل ہے)۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تراویح کے متعلق فرمایا: جس نماز کو تم چھوڑ دیتے ہو (یعنی تہجد) وہ اس سے افضل ہے جس کے لیے تم قیام کرتے ہو (یعنی تراویح)۔

نیز اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی ﷺ تہجد پڑھنے کے بعد اپنے بستر کی طرف لوٹتے تھے اور جماع کرتے تھے اور صبح کو جنبی اٹھتے تھے پھر غسل کرتے تھے اور بعض اوقات اس طرح نہیں کرتے تھے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۳۵ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۲۳ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اسماعیلی نے کہا ہے کہ سود نے اس حدیث کی روایت میں غلطی کی ہے اس باب میں عمدہ احادیث یہ ہیں کہ جب نبی ﷺ سونے کا ارادہ کرتے اور آپ جنبی ہوتے تو آپ وضوء کرتے اور جو آپ سے اس کے متعلق سوال کرتا اس کو بھی آپ یہی حکم دیتے۔

(عمدة القاری ج ۷ ص ۲۹۴ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۲۳ھ)

۱۶ - بَابُ قِيَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ فِي رَمَضَانَ وَغَيْرِهِ

۱۱۴۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا كَيْفَ كَانَتْ صَوَّةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ فَقَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسْلُ عَنْ حُسَيْنٍ وَنَوَيْهِمْ ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسْلُ عَنْ حُسَيْنٍ وَنَوَيْهِمْ ثُمَّ يُصَلِّي ثَلَاثًا قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتَنَامُ قَبْلَ أَنْ تَوْبِرَ؟ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ إِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي. [انوار الحديث: ۲۰۱۳-۲۵۶۹]

نبی ﷺ کا رمضان اور غیر رمضان میں رات کو قیام کرنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از سعید بن ابی سعید المقبری از ابی سلمہ بن عبد الرحمن وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ ﷺ رمضان میں کس طرح نماز پڑھتے تھے؟ حضرت عائشہ نے بتایا کہ رمضان ہو یا غیر رمضان رسول اللہ ﷺ گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے آپ چار رکعت پڑھتے تم ان کے حسن اور طول کے متعلق نہ پوچھو آپ پھر چار رکعت پڑھتے تم ان کے حسن اور طوس کے متعلق نہ پوچھو پھر آپ تین رکعت (وتر) پڑھتے حضرت عائشہ نے بیان کیا: میں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اے عائشہ! میری آنکھیں دلتی ہیں اور دل نہیں ہوتا۔

(صحیح مسلم: ۷۳۸ سنن ابوداؤد: ۱۳۴۱ سنن ترمذی: ۲۳۹۰ سنن نسائی: ۱۶۹۶ حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۸۳ مصنف عبد الرزاق: ۱۱۱۱ ص ۳ صحیح ابن خزیمرہ: ۱۱۶۶ شرح مشکل الآثار: ۳۴۳۰ صحیح ابن حبان: ۳۴۳۰ سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۲۲ ج ۲ ص ۴۹۵ ج ۳ ص ۶ ج ۷ ص ۶۲ دلائل النبوة ج ۱ ص ۳۷۱ شرح السنہ: ۸۹۹ مسند احمد ج ۶ ص ۳۶ طبع قدیم مسند احمد: ۲۴۰۷ ج ۴ ص ۸۳ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع السدید لابن جوزی: ۷۳۸۸ مکتبۃ الرشدریاض ۱۴۲۶ھ مسند الطحاوی: ۹۳۹۱)

میں رکعات تراویح کے متعلق رسول اللہ ﷺ صحابہ اور فقہاء تابعین کے معمولات

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۲۹ھ لکھتے ہیں:

متقدمین کا رمضان کی نماز کے عدد میں اختلاف ہے:

امام ابوبکر عبد اللہ بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ رمضان میں بیس رکعت اور وتر پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۷۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۹۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۲ ص ۳۹۳، إدارة القرآن، کراچی، المعجم الکبیر: ۱۲۱۰۲، المعجم الاوسط: ۸۰۲، اکمل لابن عدی ج ۱ ص ۲۴۰، سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۹۶)

میں کہتا ہوں کہ بیس رکعت تراویح کے متعلق مزید یہ روایات ہیں:

قتیر بن شکل کے بارے میں مروی ہے کہ وہ رمضان میں بیس رکعت اور وتر پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۶۲، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۸۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۲ ص ۳۹۳، إدارة القرآن، کراچی) ابوالحسناء بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ ان کو رمضان میں بیس رکعت پڑھائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۶۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۸۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، الترغیب والترہیب: ۱۷۸۹، مختصر اختلاف العلماء، للجصاص ج ۱ ص ۳۱۲، سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۹۷، الجوہر النقی ج ۲ ص ۳۹۶)

نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ ابن ابی ملیکہ ہمیں رمضان میں بیس رکعت پڑھاتے

تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۶۵، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۸۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

یحییٰ بن سعید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ ان کو بیس رکعت پڑھائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۶۶، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۸۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

عبدالعزیز بن رفیع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے رمضان میں بیس رکعت پڑھاتے تھے اور

تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۶۶، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۸۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

ابوالخثری بیان کرتے ہیں کہ وہ رمضان میں پانچ ترویحات (یعنی ۲۰ رکعت تراویح) اور تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۶۷، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۸۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

الحارث بیان کرتے ہیں کہ وہ رمضان میں بیس رکعت اور بیس رکعت وتر پڑھتے تھے اور رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۶۷، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۸۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

عطاء بیان کرتے ہیں کہ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وتر کو بارہ تیس (۲۳) رکعت پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۶۸، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۸۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

سید بن عبید بیان کرتے ہیں کہ ابن جراح، رمضان میں پانچ ترویحات اور تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۶۹، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۹۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ ابن بطل لکھتے ہیں:

بیس رکعت تراویح کی احادیث حضرت عمر بن الخطاب، حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں

اور یہی امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا مذہب ہے، مگر حضرت ابن عباس کی حدیث کی سند میں بنی شیبہ کا دادا ابراہیم ضعیف راوی ہے اس

لیے ان کی حدیث میں کوئی دلیل نہیں ہے اور حضرت عمر اور حضرت علی سے بیس رکعات تراویح معروف ہے۔ عطاء نے کہا: میں نے

دیکھا لوگ وتر سمیت تیس رکعات پڑھتے تھے اور وتر تین رکعت پڑھتے تھے اور ابن مہدی نے از داؤد بن قیس روایت کی ہے کہ میں

نے عمر بن عبد العزیز کے زمانہ میں دیکھا کہ لوگ مدینہ میں چھتیس رکعت اور تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۷۱، مجلس

علی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۹ء 'دار الکتب العلمیہ' بیروت) اور یہ امام مالک اور اہل مدینہ کا قول ہے۔
میں کہتا ہوں کہ صرف حضرت ابن عباس کی مرفوع روایت کی سند میں ضعف ہے اور حضرت عمر اور حضرت علی کے آثار میں کوئی
ضعف نہیں ہے۔

رات کی نماز چار چار رکعات پڑھی جائے گی یا دو دو رکعت
نیز علامہ ابن بطل لکھتے ہیں:

اس باب کی حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے: نبی ﷺ رات کی نماز چار چار رکعت پڑھتے تھے۔ یہ حدیث مجمل
ہے اور ابواب الوتر میں حضرت عائشہ کی مفصل روایت اس کے خلاف ہے وہ روایت یہ ہے:
از ابن ابی ذئب از ابن شہاب از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کو گیارہ رکعات وتر کے
ساتھ پڑھتے تھے اور ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرتے تھے۔

یہ روایت مفصل ہے اور مفصل روایت مجمل پر راجح ہوتی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ رات کی نماز دو دو رکعت پڑھنے کے متعلق یہ حدیث بھی ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے رات کی نماز کے متعلق سوال کیا آپ نے فرمایا:
رات کی نماز دو رکعت پڑھو پس جب تم میں سے کسی شخص کو صبح کا ہونے کا وہ (آخری دو رکعت کے ساتھ ملا کر) ایک رکعت پڑھ لے تو
وہ اس کی تمام نماز کو طاق کر دے گی۔ (صحیح البخاری: ۹۹۳۔ ۹۹۰)

نیند سے نبی ﷺ کے وضوء نہ ٹوٹنے کی تحقیق

نیز اس باب کی حدیث میں ہے نبی ﷺ نے فرمایا: میری آنکھیں سوتی ہیں۔ میرا دل نہیں سوتا۔ یہ انبیاء علیہم السلام کا بہت اعلیٰ
مرتبہ ہے اس لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے انہیں انبیاء اللہ کا خواب دہی ہوتا ہے کیونکہ وہ دل کے سونے میں تمام لوگوں سے ممتاز
ہوتے ہیں اور آنکھوں کے سونے میں تمام لوگوں کے برابر ہوتے ہیں۔

از ایوب از عکرمہ روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی ﷺ سو گئے حتیٰ کہ انہوں نے آپ کے خراٹے سنے
پھر آپ نماز پڑھی اور وضوء نہیں کیا عکرمہ نے کہا کہ نبی ﷺ محفوظ تھے۔ (صحیح البخاری: ۱۳۸)

اگر یہ اعتراض آجائے کہ نبی ﷺ نے وضوء کرتے تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ کے لیے وضوء
کرتے سے اور یہ بعید میں ہے کہ جب یہ آپ کے نسب پر۔ ب آجائے تو آپ وضوء کریں۔ یہ بہت عجیب ہے جیسا کہ ایک
سفر میں صبح کی نماز کے وقت آپ کو نیند تھی تاکہ آپ کی امت کے لیے یہ نمونہ ہو کہ وقت نکلنے کی وجہ سے نماز ساقط نہیں ہوتی خواہ آپ
پر نیند کا غلبہ ہو یا آپ بھول گئے ہوں۔ (شرح ابن بطل ج ۳ ص ۱۳۷ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۲۳ھ)

۱۱۴۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا
يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ هِشَامٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ
عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي شَيْءٍ مِنْ صَلَوةِ اللَّيْلِ
جَالِسًا حَتَّى إِذَا كَبَّرَ قَرَأَ جَالِسًا لَإِذَا بَقِيَ عَلَيْهِ مِنْ
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن الحنفی نے حدیث
بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از
ہشام انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از حضرت عائشہ
رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے کبھی نبی ﷺ کو رات کی نماز
میں بیٹھ کر قرآن مجید پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا حتیٰ کہ جب آپ کی

السُّورَةُ ثَلَاثُونَ أَوْ أَرْبَعُونَ آيَةً قَامَ فَقَرَأَهُنَّ ثُمَّ دَخَعَ.
 مرز یاد ہو گئی تو آپ بیٹھ کر قرآن مجید پڑھتے ہیں جب آپ کی
 تیس یا چالیس آیات باقی رہ جاتیں تو آپ کھڑے ہو کر ان آیات
 کو پڑھتے پھر رکوع کرتے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۱۱۸ میں گزر چکی ہے۔

۱۷۔ بَابُ فَضْلِ الطُّهُورِ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ

وَفَضْلِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْوُضُوءِ

بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ

رات اور دن میں وضوء کرنے کی فضیلت

اور رات اور دن میں وضوء کرنے

کے بعد نماز پڑھنے کی فضیلت

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن نصر نے
 حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی
 از ابو حیان از ابو زرعہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ دو بیان کرتے ہیں
 کہ نبی ﷺ نے صبح کی نماز کے وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے
 فرمایا: کیا یہ بتاؤ کہ تم نے اسلام میں جو عمل کیے ہیں ان میں تم کو
 عمل پہ اجر کی نذر ہے؟ کیونکہ میں نے جنت میں اپنے
 آگے تمہارے دیوسے پہ کی آہٹ سنی ہے حضرت بلال نے
 کہا: میں نے کوئی ایسا عمل نہیں کیا جس پر مجھے زیادہ اجر ملنے کی توقع
 ہو بے شک میں جب بھی دن یا رات کے کسی وقت میں وضوء کرتا
 ہوں تو اس وضوء سے اتنی نماز پڑھتا ہوں جو میرے لیے مقدر کی گئی
 ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۳۵۸، رقم السلسل: ۶۲۰۷، سنن الکبریٰ للنسائی: ۸۲۳۶، صحیح ابن خزیمرہ: ۱۲۰۸، صحیح ابن حبان: ۷۰۸۵، ترمذی: ۱۰۱۱، مسند

ابو یوسف: ۶۱۰۳، مسند احمد ج ۱ ص ۳۳۳، مسند احمد ج ۲ ص ۱۰۹۳، مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۹، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید ل

الرشذہ ج ۱ ص ۱۳۶)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسحاق بن نصر بن اسحاق بن ابراہیم بن نصر بن امام بخاری ان کی نسبت کبھی ان کے والد کی طرف کرتے ہیں اور کبھی ان
 کے دادا کی طرف (۲) ابواسامہ حماد بن اسامہ (۳) ابو حیان ان کا نام یحییٰ بن سعید ہے (۴) ابو زرعہ ان کا نام ہرم بن جریر بن عبد اللہ
 انجلی ہے (۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (مدۃ القاری ج ۷ ص ۲۹۹)

حضرت بلال کو ہر وضوء کے بعد نماز پڑھنے کی فضیلت کے حصول کی وجوہ اور دیگر فوائد

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متونی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت بلال نے کہا: میں ہر وضوء کے بعد اتنی نماز پڑھتا ہوں جو میرے لیے مقدر کی گئی ہے۔

اس نماز سے مراد عام ہے خواہ فرض ہو یا نفل علامہ ابن الحسین نے کہا: حضرت بلال نے یہ اعتقاد اس لیے کیا تھا کیونکہ نبی ﷺ

سے سن کر انہیں یہ علم تھا کہ تمام اعمال میں افضل عمل نماز ہے اور پوشیدہ عمل ظاہر عمل سے افضل ہوتا ہے۔
زیادہ ظاہر یہ ہے کہ نبی ﷺ نے جو ان سے سوال کیا تھا کہ تمہیں کس عمل پر زیادہ اجر کی توقع ہے اس سے آپ کی مراد فنی عمل تھی ورنہ فرائض قطعی طور پر نوافل سے افضل ہیں۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اپنے اجتہاد سے نفلی عبادت کا وقت مقرر کرنا جائز ہے کیونکہ حضرت بلال نے اپنے اجتہاد سے ہر وضوء کے بعد نماز پڑھنا مقرر کیا تھا اور اس پر ان کو جنت میں رسول اللہ ﷺ کے آگے چلنے کی سعادت حاصل ہوئی اور رسول اللہ ﷺ نے ان کے اس عمل کی تصویب کی۔

علامہ ابن جوزی نے کہا: اس حدیث میں وضوء کرنے کے بعد نماز پڑھنے کی ترغیب دی گئی ہے تاکہ وضوء اپنے مستود سے خالی نہ رہے۔

المہلب نے کہا: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بندہ جو پوشیدہ عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی بہت عظیم جزاء دیتا ہے نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صالحین سے پوچھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کون سے نیک عمل کی توفیق دی ہے تاکہ اس کو سن کر دوسرے بھی ان کی اقتداء کریں اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شیخ کو اپنے شاگرد کے عمل کے متعلق پوچھنا چاہیے تاکہ اگر اس کا عمل نیک ہو تو وہ دوسروں کو اس کی ترغیب دے اور اگر اس کا عمل بُرا ہو تو وہ شاگرد کو اس عمل سے منع کرے۔

اس حدیث سے یہ استدلال بھی کیا گیا ہے کہ اوقات میں سے پڑھنا جائز ہے۔ لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ جن اوقات میں نماز پڑھنا ممنوع ہے حضرت بلال اگر ان اوقات میں سے پڑھتے ہوں گے تو کوئی ممانعت نہ ہوگی۔ مگر اس جواب پر یہ اعتراض ہے کہ سنن ترمذی میں ہے: حضرت بلال نے کہا: میرا جب بھی وضوء ٹوٹا تو میں نے اسی وقت وضوء کیا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ (سنن ترمذی: ۳۶۸۹) اور مسند احمد میں ہے: میں نے جب بھی وضوء توڑا تو اس کے بعد وضوء کیا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۴)

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ حضرت بلال اس وقت بھی سو کرتے تھے تو اس سے نماز پڑھتے تھے خواہ جو بھی وقت ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت بلال مکروہ اوقات میں نماز پڑھنے کی ممانعت سے پہلے ایسا کرتے ہوں دوسرے جواب یہ ہے کہ سنن ترمذی اور مسند احمد کی حدیثوں میں جو عموم ہے وہ مخصوص عن بعض ہے یعنی مکروہ اوقات کے علاوہ جب بھی ان کا وضوء ٹوٹا یا وہ وضوء پڑھتے تو وہ مکروہ اوقات میں سے پڑھتے تھے۔ (یعنی غفرلہ)

حضرت بلال کی باتوں کی آہستہ سننے والا قصہ نبی ﷺ کے خواب کا واقعہ ہے۔ بحث ورنہ: فوائد
علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اس حدیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت بلال کی جوتیوں کی جو آواز سنی تھی یہ خواب میں سنی تھی کیونکہ جنت میں موت سے پہلے کوئی شخص داخل نہیں ہوگا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ بیداری کا واقعہ ہو کیونکہ نبی ﷺ شب معراج جنت میں داخل ہوئے تھے جہاں تک حضرت بلال کا معاملہ ہے تو اس قصہ سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ بھی جنت میں داخل ہوئے تھے کیونکہ آپ نے فرمایا ہے: میں نے جنت میں تمہاری جوتیوں کی آہستہ سنی اور اس وقت حضرت بلال جنت سے خارج تھے۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں: یہ احتمال بہت بعید ہے کیونکہ اس کا سیاق و سباق یہ بتاتا ہے کہ حضرت بلال کو ہر وضوء کے بعد نماز پڑھنے کی وجہ سے یہ فضیلت حاصل ہوئی کہ وہ جنت کے اندر رکھائی دیئے نہ کہ جنت سے باہر اور اس حدیث میں یہ جملہ ہے کہ اے

بلال! تم نے کس عمل کی وجہ سے جنت میں مجھ پر سبقت کی اور یہ جملہ اس مفہوم میں ظاہر ہے کہ آپ نے حضرت بلال کو جنت کے اندر دیکھا اور یہ واقعہ خواب کا تھا اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ عنقریب حضرت عمر کے فضائل میں یہ حدیث آئے گی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ میں جنت میں داخل ہوا پس میں نے جوتیوں کی آہٹ سنی تو مجھے بتایا گیا کہ یہ حضرت بلال ہیں اور میں نے ایک محل دیکھا جس کے صحن میں ایک باندی تھی مجھے بتایا گیا کہ یہ محل حضرت عمر کا ہے۔ (صحیح البخاری: ۳۶۷۹، مسند احمد ج ۳ ص ۷۷۲)

اس کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس وقت میں سویا ہوا تھا میں نے اپنے آپ کو دیکھا میں جنت میں ہوں پس ناگاہ ایک عورت محل کی ایک جانب میں وضو کر رہی تھی پس بتایا گیا کہ یہ محل حضرت عمر کا ہے۔ (صحیح البخاری: ۳۶۸۰)

اس سے معلوم ہو گیا کہ حضرت بلال کا یہ قصہ خواب کا تھا اور اس سے حضرت بلال کی فضیلت ثابت ہو گئی کیونکہ انبیاء اکرام کے خواب وحی ہوتے ہیں رہا حضرت بلال کا نبی ﷺ کے آگے چلنا تو یہ بیداری میں ان کی عادت کے موافق تھا تو خواب میں بھی اسی طرح دکھایا گیا (یعنی وہ بیداری میں خادم کی حیثیت سے آگے چلتے تھے) اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت بلال جنت میں نبی ﷺ سے پہلے داخل ہوئے ہوں کیونکہ یہ ان کے تابع ہونے کا مقام تھا اور گویا کہ اس میں نبی ﷺ نے یہ اشارہ کیا کہ حضرت بلال کا زندگی میں جو مقام ہے اور بلا مرتبہ ہے وہ حد میں بھی ان کا اصل ہے گا اور اس میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی عظیم فضیلت ہے۔ اس حدیث میں دائماً با وضو رہنے کا استحباب ہے اور یہ بتا رہا ہے کہ ان کی جزا جنت میں داخل ہے کیونکہ جس شخص نے ہمیشہ با وضو رہنے کو لازم کر لیا وہ رات بھی با وضو گزارے گا اور جس نے با وضو رات گزاری اس کی روح عروج کرتی ہوئی عرش کے نیچے سجدہ کرے گی جیسا کہ امام بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت کی ہے۔ (الجامع لشعب الایمان: ۲۵۲۷) اور عرش جنت کی چھت ہے جیسا کہ عنقریب اس کتاب میں آئے گا۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت بلال اپنے عمل کی وجہ سے جنت میں داخل ہوئے حالانکہ صحیح مسلم میں رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے عمل کی وجہ سے جنت میں نہیں جائے گا۔ (صحیح مسلم: ۲۸۱۷)

اس کا جواب یہ ہے کہ جنت میں اصل دخول عمل کی وجہ سے نہیں ہوگا بلکہ اللہ کے فضل کی وجہ سے ہوگا لیکن جنت میں درجات انسان کو اس کے عمل کی وجہ سے حاصل ہوں گے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جنت میں با وضو رہنا اور اس میں ممتنع نہ ہوگا۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ کوئی شخص بھی مرنے سے پہلے جنت میں نہیں جائے گا حالانکہ رسول اللہ ﷺ زندگی میں اور بیداری میں جنت میں گئے اور بہ ظاہر ان میں تعارض ہے لیکن علامہ کرمانی کے قول کی یہ توجیہ کی جائے گی کہ غیر انبیاء میں سے کوئی شخص بھی مرنے سے پہلے جنت میں نہیں جائے گا یا یہ نبی ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ آپ عالم دنیا سے نکل کے عالم ملکوت میں داخل ہو گئے تھے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۶۳۹-۶۳۸، دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

معمولات اہل سنت کی دلیل

حضرت بلال نے اپنے اجتہاد سے نقلی عبادت کا وقت معین کیا اور نبی ﷺ نے اس کی تصویب کر دی اس سے معلوم ہوا کہ نقلی عبادت کا اپنے اجتہاد سے وقت معین کرنا جائز ہے اس میں یہ دلیل ہے کہ معمولات اہل سنت صحیح ہیں کیونکہ اہل سنت نے اپنے اجتہاد

سے عید میلاد النبی اور گیارہویں شریف سوئم چہلم اور عرس کا وقت معین کیا ہے جس طرح حضرت بلال نے ہر وضوء کے بعد دو رکعت پڑھنے کا وقت معین کیا تھا اور نبی ﷺ نے چونکہ اُن کا رد نہیں کیا اس لیے ان ایام کے معین کرنے میں شرعاً حرج نہیں ہے۔

١٨ - بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ التَّشْدِيدِ

فِي الْعِبَادَةِ

کرنا مکروہ ہے

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی از عبد العزیز بن صبیہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ (مسجد میں) داخل ہوئے تو آپ نے دیکھا کہ دو ستونوں کے درمیان ایک رسی لٹکی ہوئی ہے آپ نے پوچھا: یہ رسی کیسی ہے؟ لوگوں نے بتایا: یہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی رسی ہے پس جب وہ تھک جاتی ہیں تو اس سے لٹک جاتی ہیں تو نبی ﷺ نے فرمایا: نہیں اس کو کھواؤ، تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مبادت کرے جب تک اس میں فرحت ہو پس جب وہ تھک جائے تو بیٹھ جائے۔

١١٥٠ - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ
عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ
رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَإِذَا حَبْلٌ مَمْدُودٌ بَيْنَ السَّارِيَتَيْنِ فَقَالَ مَا
هَذَا الْحَبْلُ؟ قَالُوا هَذَا حَبْلُ لِرَيْسَبٍ فَإِذَا فَتَرْتُ
تَعَلَّقْتُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا حُلُوهُ
يُصَلِّ أَحَدُكُمْ نَشَاطَهُ فَإِذَا فَتَرَ فَلْيَقْعُدْ.

(صحیح مسلم: ۷۸۴، الرقم السلسل: ۱۷۱۵، سنن ابوداؤد: ۱۳۱۴، السنن الکبریٰ: ۱۳۰۶، صحیح ابن خزیمہ: ۱۱۸۰، صحیح ابن حبان: ۲۴۹۲، شرح السنن: ۹۳۲، مستدرج ص ۳، طبع قدیم، مستدرج: ۱۱۹۷، ج ۱۹ ص ۳۵، نکتہ الرسالہ: ۱۱۸، مع السانید لابن جوزی: ۳۴۵، مکتبہ الرشیدیہ، ص ۱۳۲۶، مستدرج ص ۱۹۸)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابو عمرؒ ان کا نام عبد اللہ بن عمرو المنقری المقعد ہے (۲) عبد الوارث بن سعید الثوری ابو عبیدہ (۳) عبد العزیز بن صہیب البنانی الاعلیٰ (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدة الراجح: ۳۰۲)

عبادت میں میاں روئے تعلقین، تمام رات عبادت کرنے میں مذاہب فقہاء، دیگر مسائل

علامہ بزرگسن علی بن خلف بن بطل، کئی قرآنی متون ۴۴۹ جہتے ہیں:

عبادت میں شدت کو اختیار کرنا اس لیے مکروہ ہے کہ شدت کی وجہ سے انسان تھک جاتا ہے اور اُکٹا جاتا ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: بہترین عمل وہ ہے جس پر عمل کرنے والا دوام کرے خواہ وہ عمل تھوڑا ہو۔ (صحیح البخاری: ۱۹۷۰) اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا. (البقرہ: ۲۸۶)

اللہ کسی شخص کو اتنا ہی مکلف کرتا ہے جتنی اس کی طاقت ہو۔

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ. (الحج: ۷۸)

اور اللہ نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔

پس نبی ﷺ نے عبادت میں افراط کو ناپسند کیا تا کہ لوگ عبادت سے منقطع نہ ہو جائیں اور نبی ﷺ نے فرمایا ہے: انداز وقت تک نہیں اکتاتا جب تک تم نہ اکتا جاؤ۔ (صحیح البخاری: ۱۹۷۰، صحیح مسلم: ۱۱۵۶)

یعنی اللہ تعالیٰ تم کو ثواب دینا اس وقت تک منقطع نہیں کرتا جب تک تم عمل کرنے سے منقطع نہ ہو جاؤ۔

متقدمین کا نفلی عبادت میں رتی سے لٹکنے میں اختلاف ہے۔ امام ابن ابی شیبہ نے ابو حازم سے روایت کی ہے کہ ان کی باندی اصحاب النہضہ سے تھی، وہ بیان کرتی ہیں کہ ہمارے پاس رتی تھی، جب ہم نماز سے تھک جاتے اور نیند آنے لگتی تو ہم اس رتی سے لٹک جاتے، سو ہمارے پاس حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے، انہوں نے کہا: ان رتیوں کو کاٹ دو اور زمین پر بیٹھو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۴۲۲، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۴۰۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت حذیفہ نے نماز میں رتی سے لٹکنے کے متعلق کہا: اس طرح یہود کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۴۲۳، مجلس علمی بیروت)

دوسرے علماء نے اس کی اجازت دی ہے، عراق بن مالک نے کہا: میں نے رمضان میں لوگوں کو دیکھا ان کے لیے رسیاں

باندھی جاتی تھیں اور وہ بے قیام کی وجہ سے ان کا سہارا لیتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۴۲۹، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۴۱۰،

دار الکتب العلمیہ، بیروت) (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۴۹-۲۴۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۳ھ)

علامہ بدر الدین عینی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے عبادت میں میانہ روی کی ترغیب دی ہے اور عبادت میں تقشف (سختی) سے منع فرمایا ہے

اور یہ حکم دیا ہے کہ جب تک تم خوشی سے عبادت کر سکتے ہو اس وقت تک عبادت کرو اور جب تم کھڑے کھڑے تھک جاؤ تو بیٹھ جاؤ،

رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینبؓ سے لٹ والی رتی کو کاٹ دیا، میں بتایا کہ کسی نے اپنے ہاتھ سے مٹانا چاہیے، نیز اس میں

یہ دلیل ہے کہ خواتین کا مسجد میں نفل پڑھنا جائز ہے کیونکہ حضرت زینبؓ میں نفل پڑھتی تھیں، آپ نے ان کو منع نہیں فرمایا، اس میں

یہ دلیل بھی ہے کہ نماز کے دوران رتی سے لٹنا مکروہ ہے اور اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ تمام رات نماز پڑھنا مکروہ ہے اور یہی جمہور کا

مسلك ہے، متقدمین کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے، امام مالک سے بھی یہی روایت ہے۔

(عمدة القاری ج ۷ ص ۳۰۳-۳۰۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

* حدیث مذکور شرح صحیح مسلم: ۲۸۰۷ ج ۲ ص ۲۷۷ پر ہے، اس کی شرح: عنوان ہے: نفلی عبادات میں دوام کا معنی۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: اور عبد اللہ بن مسلمہ نے کہا از

امام مالک از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ

یہ بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس نواسہ کی ایک عورت تھی جس کے پاس میرے

پاس رسول اللہ ﷺ آئے تو آپ نے فرمایا: کیا ہے؟ میں

نے بتایا کہ یہ فلاں عورت ہے یہ رات بھر نہیں سوتی، اس کی نماز کا

بہت حرج ہے، آپ نے فرمایا: چھوڑو! تم اتنا عمل کرو جس کی تم

طاقت رکھتے ہو کیونکہ اللہ اس وقت تک نہیں اکتاتا جب تک تم نہ

اکتاد۔

۱۱۵۱ - قَالَ وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ

مَالِكٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ

رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ مِنْ

بَنِي أَسَدٍ فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ

وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ هَذِهِ قُلْتُ فُلَانَةٌ لَا تَنَامُ اللَّيْلُ

فَذَكَرَ مِنْ صَلَاتِهَا قَالَتْ مَهْ عَلَيْكُمْ مَا تُطِيقُونَ مِنَ

الْأَعْمَالِ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَمَلُّ حَتَّى تَمَلُّوا.

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۴۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۹ - بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ تَرْكِ قِيَامِ

اللَّيْلِ لِمَنْ كَانَ يَقُومُهُ

جو شخص رات کو قیام کرتا ہو اس کا رات

کے قیام کو ترک کرنا مکروہ ہے

١١٥٢ - حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ الْحُسَيْنِ قَالَ حَدَّثَنَا مُبَشِّرٌ عَنْ الْأَوْزَاعِيِّ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَبُو الْحَسَنِ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ اللَّهِ لَا تَكُنْ مِثْلَ فُلَانٍ كَانَ يَقُومُ اللَّيْلَ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ. وَقَالَ هِشَامٌ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الْعَشِيرِينَ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ عُمَرَ بْنِ الْحَكَمِ بْنِ ثَوْبَانَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ مِثْلَهُ. وَتَابَعَهُ عُمَرُ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ الْأَوْزَاعِيِّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عباس بن الحسین نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں مبشر نے حدیث بیان کی از الازاعی (ح) اور مجھے محمد بن قتیل ابو الحسن نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی: انہوں نے کہا: ہمیں الازاعی نے خبر دی: انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبد الرحمن نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: مجھے عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عبد اللہ! فلاں شخص کی مثل نہ ہو جانا، وہ رات کو قیام کرتا تھا، پھر اس نے رات کا قیام ترک کر دیا، اور ہشام نے کہا: ہمیں ابن ابی العشرین نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں الازاعی نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ نے حدیث بیان کی از عمر بن الحکم بن ثوبان: انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ نے اس حدیث کی مثل بیان کی اور ابن ابی العشرین کی عمرو بن ابی سلمہ نے متابعت کی ہے از الازاعی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۱۱۳۱ کا مطالعہ کریں۔

۲۰ - بَابُ

باب

امام بخاری نے اس باب کا عنوان ہم نہیں کیا کیونکہ یہ ہے بحجج ارباب مابقی — ماتھہ حق ہے۔

١١٥٣ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا
سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ
اللَّهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ لِي
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكَ تَقُودُ
الَّيْلَ وَتَصُومُ نَهَارًا. لَيْتَ إِنِّي أَفْعَلُ ذَلِكَ
فَإِنَّكَ إِذَا فَعَلْتَ ذَلِكَ هَجَمَتْ عَيْنُكَ، وَنَفِهَتْ
نَفْسُكَ، وَإِنَّ لِنَفْسِكَ حَقًّا، وَلِأَهْلِكَ حَقًّا، فَصُمْ
وَأَفِطِرْ، وَقُمْ وَنَمْ.

۴۔ بخاری۔ ایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو از ابی العباس انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے مجھ سے فرمایا: کیا مجھے یہ نفس کی گڑبگڑ سے بچانے کا حکم کرے۔ ہو اور دن کو روزے سے رہتے ہو میں نے کہا: بے شک میں ایسا کرتا ہوں آپ نے فرمایا: اگر تم نے ایسا کیا تو تمہاری آنکھیں اندر دھنس جائیں گی اور تمہارا بدن لاغر ہو جائے گا بے شک تمہارے نفس کا تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے پس تم روزہ رکھو اور روزہ چھوڑو اور رات کو قیام کرو اور سوؤ۔

(صحیح مسلم: ۱۱۵۹، الرقم المسلسل: ۲۶۸۴، سنن ابوداؤد: ۲۳۲۷، سنن نسائی: ۲۳۹۲، مصنف عبد الرزاق: ۷۸۶۲، السنن الکبریٰ: ۲۷۰۰، صحیح ابن

حَبَاب: ۳۶۶۰ مسند احمد ج ۲ ص ۱۸۹ طبع قدیم مسند احمد: ۶۷۰ ج ۱۱ ص ۳۷۲-۳۷۱ مؤسستہ الرسالہ پیر (د)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبد اللہ المعروف بابن المدینی (۲) سفیان بن عیینہ (۳) عمرو بن دینار (۴) ابو العباس ان کا نام سائب بن فروخ ہے (۵) حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۳۰۷)

اللہ تعالیٰ کی عبادت کو شروع کر کے اس کو ترک کرنے کی مذمت

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی متوفی ۳۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی کسی عبادت کو شروع کر کے اس کو منقطع کر دے تو یہ مذموم ہے اس وجہ سے اللہ نے ایسے لوگوں کی مذمت کی ہے پس فرمایا:

وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا
ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا.
(المائدہ: ۲۷) رہبانیت کی بدعت انہوں نے خود ایجاد کی ہم نے اس کو ان پر فرض نہیں کیا تھا یہ بدعت انہوں نے صرف اللہ کی رضا کے لیے ایجاد کی تھی پھر انہوں نے اس کی پوری رعایت نہیں کی۔

پس وہ لوگ اس وجہ سے مذمت کے مستحق ہوئے کہ انہوں نے ترک دنیا کی جس عبادت کو شروع کیا تھا اس کو پورا نہیں کیا اور نہ اس کی مکمل رعایت کی اس وجہ سے کسی عبادت کو شروع کر کے اس کو چھوڑنا نہیں چاہیے بلکہ انسان کو یہ چاہیے کہ وہ نیک عمل میں ہر روز ترقی کرے اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرے کہ اس کے عمل کا اختتام خیر پر ہو۔ اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ اس عمل کو پسند کرتے تھے جو دائمی ہو خواہ تھوڑا ہو۔

اگر کسی شخص نے کسی نیک عمل کو بیماری کی وجہ سے یا کسی کام میں مشغولیت کی وجہ سے یا کمزوری کی وجہ سے ترک کر دیا تو اس کو ملامت نہیں ہوگی کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص کوئی نیک کام کرتا تھا پھر بیماری یا سفر کی وجہ سے وہ نیک کام نہیں کر سکا تو اسے اس نیک کام کا اجر ملتا رہے گا جو وہ صحت اور قیام کے لیے کر رہا تھا۔ (مسند احمد: ۱/۹۹۶)

قرآن مجید میں اس معنی کی شہادت ہے:

ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ ○ (الحین: ۵)
پھر ہم اس کو سب سے نچلی حالت کی طرف لوٹا دیتے ہیں ○
یعنی بڑے بڑے اور کمزوری کی وجہ سے اس میں انسان کی ارذل عمر کی طرف اشارہ ہے جس میں جوانی اور قوت کے بعد بڑھاپا اور کمزوری آ جاتا ہے اور انسان عقل و ذہن دونوں کی طرح ہوتا ہے۔

إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَهُمْ خَيْرٌ
غَيْرُ مُنْتَوِنٍ ○ (الحین: ۶)
سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے سوائے ان کے لیے ایسا اجر ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا ○

یعنی ان کا اجر کبھی منقطع نہیں ہوگا خواہ وہ کمزوری یا بیماری کی وجہ سے عمل نہ کر سکیں انہوں نے جوانی اور صحت کے ایام میں جو نیک عمل کیے تھے ان کا اجر ان کے صحیفہ اعمال میں لکھا جاتا رہے گا۔

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطل مالکی کی یہ شرح باب سابق کے مناسب ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم فلاں شخص کی مثل نہ ہو جانا وہ رات کو قیام کرتا تھا پھر اس نے رات کو قیام ترک کر دیا۔

اس باب میں رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے:

بے شک تمہارے نفس کا تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے۔

اس کی شرح میں علامہ ابن بطال فرماتے ہیں: یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے جو مباح راحت اور لذت پیدا کی ہے وہ حرام نہیں ہے کیونکہ اس کی وجہ سے انسان کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی قوت اور نشاط حاصل ہوتی ہے اسی طرح اس کی بیوی کا اس پر حق ہے سو انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی بیوی کی ضروریات کو پورا کرے اور اس کے جسمانی حقوق کو ادا کرے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۵۰-۱۴۹ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

دین اور دنیا دونوں کی مصلحتوں کو حاصل کرنا اور عبادت میں اعتدال سے کام لینا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد یعنی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو نے رسول اللہ ﷺ کے پوچھنے پر بتایا کہ وہ رات کو قیام کرتے ہیں اور دن میں روزہ رکھتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ انسان کا اپنے نیک اعمال کی دوسروں کو خبر دینا جائز ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا تھا: کیا تم ایسا کرتے ہو؟ اس سے معلوم ہوا کہ استاذ اور شیخ کو اور ملک کے سربراہ کو اپنے متعلقین کے احوال کی تفتیش کرنی چاہیے اور ان کی اصلاح کرنی چاہیے۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کو نصیحت کی کہ اگر تم اسی طرح عبادت میں مشقت اٹھاتے رہے تو تمہارا بدن کمزور ہو جائے گا تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ عبادت میں بات و سخن رکھنا چاہیے اور اس سے یہ بتایا کہ اپنی طاقت اور طبیعت کے خلاف مشقت اٹھانے سے عموماً صحت خراب ہو جاتی ہے اور نفس امارت سے عاجز ہو جاتا ہے اور اس میں آپ نے یہ ترغیب دی ہے کہ انسان کو اتنی عبادت کرنی چاہیے جس سے اس کو نیر معمولی مشقت نہ اٹھانی پڑے کیونکہ آپ نے حضرت عبد اللہ بن عمرو کے طریقہ کو سخت ناپسند کیا اور ان کو میانہ روی کی تلقین کی گویا کہ آپ نے فرمایا: تم دین اور دنیا دونوں کی مصلحتوں کو حاصل کرو عبادت کے حق میں کمی نہ کرو اور اپنے اور اپنے املاک و میراث کے حق میں بھی کمی نہ کرو۔

(عمدة القاری ج ۷ ص ۳۰۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

اس شخص کی فضیلت جو رات کو بیدار

ہو پس نماز پڑھے

۲۱۔ بَابُ فَضْلِ مَنْ تَعَارَّ

مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّى

اس باب کے عنوان میں "تعار" کا لفظ ہے اس کا معنی رات کو بیدار ہو کر نماز پڑھنا اور کلام اللہ کا مطالعہ کرنا اور ظاہر حدیث

میں اس کا معنی ہے: بیدار ہونا۔

۱۱۵۴۔ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ أَخْبَرَنَا

الْوَلِيدُ عَنْ الْأَوْزَاعِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَيْرُ بْنُ هَانِيٍّ

قَالَ حَدَّثَنِي جُنَادَةُ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ قَالَ حَدَّثَنِي عَبَادَةُ

بْنُ الصَّامِتِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

مَنْ تَعَارَّ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا

شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ بن الفضل نے

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الولید نے خبر دی از الازداعی

انہوں نے کہا: مجھے عمیر بن ہانی نے حدیث بیان کی انہوں نے

کہا: مجھے جنادہ بن ابی امیہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے

حضرت عبادة بن الصامت رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی از نبی ﷺ

آپ نے فرمایا: جو شخص رات کو بیدار ہو کر یہ دعا پڑھے: اللہ کے

الْهَيْثَمُ بْنُ أَبِي سِنَانٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، وَهُوَ يَقْصُصُ فِي قَصَصِهِ، وَهُوَ يَذْكُرُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ أَخَالَكُمْ لَا يَقُولُ الرَّفَثُ، يَعْنِي بِذَلِكَ عَبْدَ اللَّهِ بْنُ رَوَاحَةَ: وَفِينَا رَسُولُ اللَّهِ يَتْلُوا كِتَابَهُ إِذَا انْشَقَّ مَعْرُوفٌ مِنَ الشَّجَرِ سَاطِعٌ أَرَانَا الْهُدَى بَعْدَ الْعَمَى فَتَلَوْنَا بِهِ مَوْقِنَاتٍ أَنْ مَا قَالَ وَاقِعٌ يَبِيتُ يُجَافِي جَنْبَهُ عَنْ فِرَاشِهِ إِذَا اسْتَقَلَّتْ بِالْمُشْرِكِينَ الْمُضَاجِعُ تَابَعَهُ عُقَيْلٌ. وَقَالَ الزُّبَيْدِيُّ أَخْبَرَنِي الزُّهْرِيُّ عَنْ سَعِيدٍ وَالْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ. [طرف الحديث: ۶۱۵۱] (بشرح بخاری ج ۱ ص ۳۵۷)

ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے الہیثم بن ابی سنان نے خبر دی انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ اپنے قصوں کو بیان کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کا ذکر کرنے لگے آپ نے فرمایا: تمہارے بھائی عبد اللہ بن رواحہ کوئی فضول بات نہیں کہتے، یہ شعر کہتے ہیں: ہم میں اللہ کے رسول ہیں جو اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں جب صبح پو پھٹ کر روشن ہوتی ہے انہوں نے ہماری گمراہی کے بعد ہمیں ہدایت دکھائی سو ہمارے دل ان پر ایمان لانے والے ہیں انہوں نے جو کہا وہ ہو گیا وہ رات اسی حال میں گزارتے ہیں کہ ان کا پہلو بستر سے دور ہوتا ہے جب کہ خینک کی وجہ سے مشرکین پر بستر بھاری ہوتے ہیں۔ یونس کی عقیل نے متابعت کی ہے اور زبیدی نے کہا: مجھے زہری نے خبر دی از سعید اور الاعرج عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) یحییٰ بن کثیر یہ یحییٰ بن عبد اللہ بن بکیر ابو زریا (۲) لیث بن سعد (۳) یونس بن یزید (۴) محمد بن مسلم بن شہاب زہری (۵) الہیثم بن ابی سنان (۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۳۱۱)

رسول اللہ ﷺ جو فرمائیں اس کا واقعہ ہوا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمرؓ نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس کو نبی ﷺ نے پسند فرمایا اس نعت کے ایک شعر میں ہے: انہوں نے جو کہا وہ ہو گیا۔ اس کی نظیر یہ حدیث ہے: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے ایک طویل حدیث کے ضمن میں بیان کیا: رسول اللہ ﷺ نے کہا: میں نے اپنے شخص کو ایک طرف سے لے کر دوسری طرف لے کر دیا، سو وہ شخص ابوخیثمہ انصاری (۱)۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۸۰)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

قاضی عیاض مالکی نے کہا: میرے نزدیک حق کے قریب بات یہ ہے کہ آپ نے جو فرمایا تھا: ہو جا یہ تحقق اور وجود کے لیے ہے اس کا معنی یہ ہے کہ اے شخص! تو حقیقتہً ابوخیثمہ ہو جا! علامہ نووی فرماتے ہیں: قاضی عیاض نے جو کہا ہے وہی صحیح ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۱ ص ۶۹۱۰ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے

۱۱۵۶ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ رَأَيْتُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ بِيَدِي قِطْعَةً اسْتَبْرَقُ، فَكَأَنِّي لَا أُرِيدُ مَكَانًا مِنَ الْجَنَّةِ إِلَّا طَارَتْ إِلَيَّ، وَرَأَيْتُ كَأَنَّ النَّبِيَّ أَتَانِي، أَرَادًا أَنْ يَذْهَبَ بِي إِلَى النَّارِ، فَتَلَقَاهُمَا مَلَكٌ فَقَالَ لَمْ تَرَعُ خَلِيًّا عَنْهُ.

نبی ﷺ کی زندگی میں خواب دیکھا گویا میرے ہاتھ میں ریشم کا ٹکڑا ہے، پس گویا کہ میں جنت کی جس جگہ میں بھی جانا چاہتا ہوں وہ ریشم کا ٹکڑا از کروہاں چلا جاتا ہے اور میں نے دیکھا گویا کہ دو آدمی میرے پاس آئے، انہوں نے ارادہ کیا کہ مجھے دوزخ کی طرف لے جائیں، پس ان دونوں کو ایک فرشتہ ملا، پس اس نے کہا: تم کو نہیں ڈرایا گیا، (ان دونوں سے کہا: اس کو چھوڑ دو۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۴۴۰ کا مطالعہ کریں۔

۱۱۵۷ - فَقَصَّصْتُ حَفْصَةَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِحْدَى رُؤْيَايَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعَمَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللَّهِ، لَوْ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ، فَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ يَرْضَى اللَّهُ عَنْهُ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ.

امام بخاری بیان کرتے ہیں: پس حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ کے سامنے میرے دو خوابوں میں سے ایک خواب کو بیان کیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: عبد اللہ اچھا آدمی ہے، کاش! یہ رات کو نماز پڑھتا، پس حضرت عبد اللہ رات کو نماز پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۲۲ میں گزر چکی ہے۔

۱۱۵۸ - وَكَانُوا لَا يَزَالُونَ يَفْصُّونَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرُّؤْيَا أَنَّهُا فِي اللَّيْلِ السَّابِعَةِ مِنَ الْعَشْرِ الْآخِرِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَأَيْتُمْ رُؤْيَاكُمْ قَدْ تَوَاطَّاتُ فِي شَرِّ الْأَوَاخِرِ، فَمَنْ كَانَ مُتَحَرِّيًا فَلْيَتَحَرَّهَا مِنَ الْعَدَةِ الْآخِرَةِ [اطراف الحديث: ۲۰۱۵-۲۰۱۶]

امام بخاری بیان کرتے ہیں: اور صحابہ ہمیشہ نبی ﷺ کے سامنے خواب بیان کرتے تھے یہ رمضان کے آخری عشرہ کی ساتویں رات ہے تو نبی ﷺ نے فرمایا: میں نے تمہارا خواب دیکھا اور وہ رمضان کے ساتویں دنوں کے موافق ہے پس جو شب قدر ڈھونڈنے والا ہے، اس کو آخری دس دنوں میں ڈھونڈے۔

اس حدیث کی مفصل شرح "کتاب الصیام" (روزوں کے بیان) کے آخر میں آئے گی۔

فجر کی وہ سنتوں کو دلائل پڑھنا

۲۲ - بَابُ الْمَدَاوِمَةِ فِي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ

۱۱۵۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ هُوَ ابْنُ أَبِي أَيُّوبَ، قَالَ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنْ عِرَالِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ ثُمَّ صَلَّى ثَمَانَ رَكَعَاتٍ، وَرَكَعَتَيْنِ جَالِسًا، وَرَكَعَتَيْنِ بَيْنَ الْبَدَاءِ يَنْ، وَلَمْ يَكُنْ يَذْعُهُمَا أَبَدًا.

امام بخاری بیان کرتے ہیں: میں نے اللہ سے یزید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن ابی ایوب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے جعفر بن ربیعہ نے حدیث بیان کی از عراق بن مالک از ابی سلمہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے عشاء کی نماز پڑھائی، پھر آٹھ رکعات پڑھیں اور دو رکعتیں بیٹھ کر پڑھیں اور دو رکعتیں (صبح کی) اذان اور اقامت کے درمیان پڑھیں اور آپ ان دو رکعتوں کو کبھی نہیں چھوڑتے تھے۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۱۱۹ میں گزر چکی ہے۔

۲۳۔ بَابُ الصُّبْحَةِ عَلَى الشَّقِ

الْأَيْمَنِ بَعْدَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ

۱۱۶۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو الْأَسْوَدِ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ اضْطَجَعَ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ.

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۶۲۶ میں گزر چکی ہے۔

۲۴۔ بَابُ مَنْ تَحَدَّثَ بَعْدَ

الرَّكْعَتَيْنِ وَلَمْ يَضْطَجِعْ

۱۱۶۱۔ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْحَكِيمِ كَانَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ النَّضْرِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى فَإِنْ كُنْتُ مُسْتَقِظَةً حَدَّثَنِي وَإِلَّا اضْطَجَعَ حَتَّى يُؤْذَنَ بِالصَّلَاةِ.

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۱۱۱۸ میں گزر چکی ہے۔

۲۵۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّطَوُّعِ مَثْنِي مَثْنِي

قَالَ مُحَمَّدٌ وَابْنُ كُرْدُكَ عَنْ عَمَّارِ بْنِ ذَرٍّ وَأَنَسِ بْنِ جَابِرٍ عَنْ رِبْعَةَ بْنِ الْحَكِيمِ وَأَبِي خُرَيْبَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ. وَقَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيُّ مَا أَدْرَكْتُ فُقَهَاءَ أَرْضِنَا إِلَّا يُسَلِّمُونَ فِي كُلِّ اثْنَتَيْنِ مِنَ النَّهَارِ.

۱۱۶۲۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي الْمَوَالِي عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُكَدِّرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا الْإِسْتِخَارَةَ فِي الْأُمُورِ كُلِّهَا كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّورَةَ مِنَ الْقُرْآنِ

صبح کی دو سنتوں کے بعد دائیں

کروٹ پر لیٹنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یزید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن ابی ایوب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابو الاسود نے حدیث بیان کی از عروہ بن الزبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ جب نبی ﷺ فجر کی دو سنتیں پڑھ لیتے تو دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے۔

جس نے فجر کی دو رکعت سنت پڑھنے

کے بعد باتیں کیں اور نہیں لیٹا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن الحکم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: سالم بن النضر۔ حدیث بیان کی از ابی سلمہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی ﷺ جب نماز پڑھ لیتے تو اگر میں بیدار ہوتی تو مجھ سے بات نہ کرتے ورنہ آپ لیٹ جاتے حتیٰ کہ آپ کو نماز کی اطلاع دی جاتی۔

دو دو رکعت پڑھنے کے متعلق احادیث

امام محمد (بخاری) نے کہا: حضرت عمار از حضرت ابوذر حضرت انس رضی اللہ عنہم اور جابر بن زید عکرمہ اور زہری نے اس کا ذکر کیا اور یحییٰ بن سعید انصاری نے کہا: میں نے اپنی سرزمین کے فقہاء کو دن کی ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرتے ہوئے دیکھا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرحمن بن ابی الموالی نے حدیث بیان کی از محمد بن المنکدر از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ تمام کاموں میں استخارہ کی اس طرح تعلیم دیتے تھے جس طرح ہمیں قرآن مجید کی کسی سورت کی

يَسْأَلُ إِذَا هَمَّ أَحَدُكُمْ بِالْأَمْرِ فَلْيَرْكَعْ رَكَعَتَيْنِ مِنْ غَيْرِ الْفَرِيضَةِ ثُمَّ لْيَقُلِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْتَخِيرُكَ بِعِلْمِكَ وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيمِ فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ خَيْرٌ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي أَوْ قَالَ عَاجِلِ أَمْرِي وَآجِلِهِ فَاقْضُ لَهُ لِي وَيَسِّرْهُ لِي ثُمَّ بَارِكْ لِي فِيهِ وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ شَرٌّ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي أَوْ قَالَ فِي عَاجِلِ أَمْرِي وَآجِلِهِ فَاصْرِفْهُ عَنِّي وَاصْرِفْنِي عَنْهُ وَاقْدِرْ لِي الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ أَرْضِنِي قَالَ وَيُسَمَّى حَاجَتَهُ.

[اطراف الحديث: ۶۳۸۲-۶۳۹۰]

تعلیم دیتے تھے آپ فرماتے تھے: جب تم میں سے کوئی شخص کسی کام کا ارادہ کرے تو وہ فرض کے علاوہ دو رکعت پڑھے پھر یوں دعا کرے: اے اللہ! میں تیرے علم سے خیر طلب کرتا ہوں اور تیری قدرت سے طاقت طلب کرتا ہوں اور تیرے فضل عظیم سے سوال کرتا ہوں کیونکہ تو قادر ہے اور میں قادر نہیں ہوں اور تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا اور تو ہی علام الغیوب ہے اے اللہ! اگر تجھے یہ علم ہے کہ یہ کام میرے دین اور دنیا اور میرے کام کے آغاز اور انجام میں بہتر ہے تو تو اس کام کو میرے لیے مقدر فرما دے اور اس کام کو میرے لیے آسان فرما دے پھر اس کام میں میرے لیے برکت رکھ اور اگر تجھے یہ علم ہے کہ یہ کام میرے دین اور دنیا میں اور میرے کام کے آغاز اور انجام میں نقصان دینے والا ہے تو تو اس کام کو مجھ سے دور کر دے اور مجھے اس کام سے دور کر دے اور میرے لیے خیر کو مقدر کر دے وہ جہاں کہیں بھی ہو پھر مجھے راضی کر دے پھر اپنے اس کام کا نام لے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۵۳۸، سنن ترمذی: ۳۸۰، سنن نسائی: ۳۲۵۳، سنن ابن ماجہ: ۱۳۸۳، الادب المفرد: ۷۰۳، مسند ابومعقل: ۲۰۸۶، صحیح ابن حبان: ۸۸۷، سنن بیہقی ج ۳ ص ۵۲، کتاب الاسماء والصفات ص ۱۲۵-۱۲۴، شرح السنن: ۱۰۱۶، مسند امام ج ۲ ص ۳۴۲، طبع قدیم، مسند احمد: ۷۰۷۰، ج ۱۳ ص ۲۳، ص ۵۶-۵۷، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، جامع السانید لابن جریر: ۱۱۴۶، مکتبہ شریعت، ۱۴۲ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) قتیبہ بن سعید (۲) عبد الرحمن بن ابی الموالیٰ ابو محمد یہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے (۳) محمد بن المنکدر یہ ۱۳۰ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۳۲۳)

استخارہ کرنے کا شرعی حکم

علامہ بدرالدین محمود بن احمد بن شفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نماز استخارہ پڑھنا مستحب ہے اور جن چیزوں کا خیر ہونا معلوم نہیں ہے ان کے خیر ہونے کو معلوم کرنے کے لیے وہ دعا کرنی چاہیے جس کا اس حدیث میں ذکر ہے اور جن چیزوں کا خیر ہونا معلوم ہے جیسے عبادات اور جائز پیشہ و رانہ کام اور جائز ملازمت وغیرہ ان میں استخارہ کی ضرورت نہیں ہے البتہ عبادت کے اوقات کے لیے استخارہ کرنا درست ہے جیسے اس سال حج کیا جائے یا نہیں۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۳۲۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

استخارہ کرنے کا شرعی طریقہ

اگر تم یہ سوال کرو کہ آیا استخارہ کو بار بار کرنا مستحب ہے یا نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں! اس کے لیے بار بار نماز پڑھنا اور دعا کرنا مستحب ہے۔ اس سلسلہ میں یہ حدیث ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے انس! جب تم کسی کام کا ارادہ کرو تو اپنے رب سے سات مرتبہ استخارہ کرو پھر یہ دیکھو کہ تمہارے دل میں کیا بات آتی ہے پس بے شک اسی بات میں خیر ہے۔

(عمل الیوم واللیلۃ للحدیثی: ۵۹۸، مؤسسۃ الکتب الشافعیہ: ۱۳۰۸ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

نماز پڑھ کر اس دعا کے ساتھ استخارہ کرنا مستحب ہے یہ نماز دو رکعت نفل ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ دو رکعت سنت مؤکدہ سے بھی حاصل ہو جاتی ہے اور لمحیۃ المسجد اور دیگر نوافل سے بھی پہلی رکعت میں سورۃ الفاتحہ کے بعد سورۃ ”قل یا ایہا الکافرون“ پڑھے اور دو رکعت میں سورۃ ”قل هو اللہ احد“ پڑھے اور (صحیح البخاری میں مذکور) دعا کو ”الحمد للہ“ پھر رسول اللہ ﷺ پر صلوٰۃ و سلام پڑھ کر ختم کرنے پھر استخارہ کرنا تمام کاموں میں مستحب ہے جیسا کہ اس صحیح حدیث میں اس کی تصریح ہے استخارہ کرنے کے بعد اس کام کو کرے جس کے لیے اس کا شرح صدر ہو جائے۔

حدیث میں ہے کہ جب نبی ﷺ کسی کام کا ارادہ کرتے تو یہ دعا کرتے:

اللہم خیر لی و اخیرو لی (شعب الایمان: ۲۰۳) اے اللہ! اس کام کو میرے لیے پسند فرما لے۔

عہد مندوں نے لکھا ہے کہ امام دینوری نے جو سات بات استخارہ کرنے کی حدیث روایت کی ہے اس کی سند غریب ہے۔

کتاب الاذکار ج ۱ ص ۳۸۔ ۳۹ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ

میں کہتا ہوں کہ اگر امام دینوری کی حدیث کی سند ضعیف ہے، پھر فضائل میں نہ عین السند حدیث پر عمل کرنا مستحب

ہے۔ خود علامہ نووی لکھتے ہیں:

محمد شین فقہاء اور دوسرے علماء نے کہا ہے کہ فضائل اور غیب اور ترہیب میں حدیث ضعیف پر عمل کرنا جائز اور مستحب ہے

جب تک کہ وہ موضوع نہ ہو۔ (کتاب الاذکار ج ۱ ص ۳۸۔ ۳۹ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)۔

غلاوہ ازیں تین بار دعا کرنا صحیح حدیث سے ثابت ہے:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ دعا کرتے تو تین مرتبہ دعا کرتے اور جب آپ سوال

کرتے تو تین مرتبہ سوال کرتے۔ (صحیح مسلم: ۱۷۹۳)

استخارہ کرنے میں مشائخ کا معمول

علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

بعض متقدمین سے منقول ہے کہ پہلی رکعت میں اس آیت کا اضافہ کرے: ”وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ“ (”یعلنون“

تک) (انقص: ۶۹-۶۸) اور دوسری رکعت میں اس کا اضافہ کرے: ”وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا لِمُؤْمِنَةٍ“ (الاحزاب: ۳۶) اور استخارہ کا

سات بار تکرار کرنا چاہیے جیسا کہ امام دینوری کی روایت ہے اور ”شرح الشریعہ“ میں مذکور ہے کہ مشائخ سے یہ سنا گیا ہے کہ آدمی با

وضوء قبلہ کی طرف منہ کر کے یہ دعا پڑھ کر سو جائے اگر اس کو خواب میں سفید یا سبز چیز نظر آئے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس کام

میں خیر ہے اور اگر اس کو سیاہ یا سرخ چیز نظر آئے تو وہ اس کام کے شر ہونے کی علامت ہے پھر اس کام سے اجتناب کرنا چاہیے۔

(رد المحتار ج ۲ ص ۳۱۰ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

واضح رہے کہ ہر شخص اپنے لیے خود استخارہ کرے کوئی شخص دوسرے کے لیے استخارہ نہیں کر سکتا جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث

میں متکلم کے صیغوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ آج کل بعض لوگ مسجد کے امام سے کہتے ہیں: آپ ہمارے فلاں کام کے لیے استخارہ کر دیں یاں۔ وی پر کوئی صاحب دوسروں کے لیے استخارہ کر کے مسئلہ کا حل بتاتے ہیں یہ دونوں طریقے غلط اور خلاف حدیث ہیں۔

۱۱۶۳ - حَدَّثَنَا الْمُحْكِيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرْقِيِّ سَمِعَ أَبَا قَتَادَةَ بْنَ رِبْعِيٍّ الْأَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمْ الْمَسْجِدَ فَلَا يَجْلِسُ حَتَّى يُصَلِّيَ رَكَعَتَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن سعید از عامر بن عبد اللہ بن الزبیر از عمرو بن سلیم الزرقی انہوں نے حضرت ابوقتادہ بن ربیع الانصاری رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو اس وقت تک نہ بیٹھے حتیٰ کہ دو رکعت پڑھ لے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۴۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۱۶۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ اسْرَفَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے دو رکعت نماز پڑھائی پھر مز کر چلے گئے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۸۰ میں گزر چکی ہے۔

۱۱۶۵ - حَدَّثَنَا ابْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ صَلَاتَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكَعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكَعَتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ وَرَكَعَتَيْنِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ وَرَكَعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَرَكَعَتَيْنِ بَعْدَ النُّعُوتِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن کبیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب قال أخبرنی سالم بن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما ان صلوات رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ظہر سے پہلے دو رکعت نماز پڑھی اور ظہر کے بعد دو رکعت نماز پڑھی جمعہ کے بعد دو رکعت نماز پڑھی اور عشاء کے بعد دو رکعت نماز پڑھی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۹۳۷ میں گزر چکی ہے۔

۱۱۶۶ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَخْطُبُ إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ أَوْ قَدْ خَرَجَ فَلْيُصَلِّ رَكَعَتَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن دینار نے خبر دی انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سنا انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اس وقت آئے جب امام خطبہ دے رہا ہو یا امام حجرہ سے نکل آئے تو وہ دو رکعت نماز

پڑھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۹۳۰ میں گزر چکی ہے۔

۱۱۶۷ - حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَيْفٌ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يَقُولُ أَبِي ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فِي مَنْزِلِهِ فَقِيلَ لَهُ هَذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ دَخَلَ الْكَعْبَةَ. قَالَ فَأَقْبَلْتُ فَأَجَدُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ خَرَجَ وَأَجَدُ بَلَالًا عِنْدَ الْبَابِ قَائِمًا فَقُلْتُ يَا بَلَالُ أَصَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْكَعْبَةِ؟ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ فَأَيْنَ؟ قَالَ بَيْنَ هَاتَيْنِ الْأَسْطُورَانَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ فِي وَجْهِ الْكَعْبَةِ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَوْ صَاحِبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَكَعَتِي الْغُضَى. وَقَالَ عِتْبَانُ غَدَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا بَعْدَ مَا امْتَدَّ النَّهَارُ وَصَفَفَا وَرَأَاهُ فَرَكَعَ رَكَعَتَيْنِ.

۲۶ - بَابُ الْحَدِيثِ يَعْنِي

بَعْدَ رَكَعَتِي الْفَجْرِ

۱۱۶۸ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ أَبُو النَّظَرِ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي رَكَعَتَيْنِ فَإِنْ كُنْتُ مُسْتَقِظَةً حَدَّثَنِي وَإِلَّا اضْطَجَعْتُ. قُلْتُ لِسُفْيَانَ قَالَ بَعْضُهُمْ يَرْوِيهِ رَكَعَتِي الْفَجْرِ؟ قَالَ سُفْيَانُ هُوَ ذَاكَ.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۱۱۸ میں گزر چکی ہے۔

۲۷ - بَابُ تَعَاهُدِ رَكَعَتِي الْفَجْرِ

وَمَنْ سَمَاهُمَا تَطَوُّعًا

ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سیف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے مجاہد سے سنا وہ بیان کرتے تھے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنے گھر آئے انہیں بتایا گیا کہ یہ رسول اللہ کعبہ میں داخل ہوئے ہیں حضرت ابن عمر نے کہا: میں آگے بڑھا تو رسول اللہ ﷺ کعبہ سے نکل چکے تھے اور میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو دروازے کے پاس کھڑے ہوئے دیکھا میں نے پوچھا: اے بلال! کیا رسول اللہ ﷺ نے کعبہ میں نماز پڑھی ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! میں نے پوچھا: کہاں پر؟ انہوں نے کہا: ان دو ستونوں کے درمیان پھر آپ کعبہ سے نکل گئے پھر اس کے دروازہ پر دو رکعت نماز پڑھی۔ امام ابو عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کیا کہ عمر - ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے رسول اللہ ﷺ نے چاشت کی دو رکعت نماز پڑھنے کی وصیت کی اور حضرت عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما صبح کو اس چڑھنے کے بعد میرے ہاں آئے اور ہم نے آپ کے پیچھے - پہلی پھر آپ نے دو رکعت نماز پڑھائی۔

صبح کی دو رکعت سنت کے

بعد باتیں کرنا

امام بخاری بیان کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی ابو النظر نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از ابی سلمہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی ﷺ دو رکعت نماز پڑھتے تھے اگر میں بیدار ہوتی تو مجھ سے باتیں کرتے ورنہ آپ لیٹ جاتے۔ میں نے سفیان سے کہا: بعض اس کو یوں روایت کرتے ہیں کہ آپ صبح کی دو رکعت سنت پڑھتے تھے سفیان نے کہا: اسی طرح ہے۔

فجر کی دو رکعت سنت کی حفاظت کرنا

اور جس نے ان کو نفل کہا

۱۱۶۹ - حَدَّثَنَا بَيَانُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى شَيْءٍ مِنَ التَّوَافِي أَسَدًا مِنْهُ تَعَاهُدًا عَلَى رَكْعَتِي الْفَجْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بیان بن عمرو نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے حدیث بیان کی از عطاء از عبید بن عمیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ فجر کی دو رکعت سے زیادہ کسی نفل کی حفاظت نہیں کرتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۷۲۴، رقم المسلسل: ۱۶۵۱، سنن ابوداؤد: ۱۲۳۵، سنن کبریٰ: ۳۵۶، صحیح ابن خزیمہ: ۱۱۰۹، صحیح ابن حبان: ۲۳۵۶، سنن بیہقی ج ۲ ص ۷۰، مسند ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۴۱، مسند احمد ج ۶ ص ۲۳، مسند ابویعلیٰ: ۳۲۲۳، مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۱، ج ۲ ص ۴۰، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی شرح: صحیح البخاری: ۱۱۹ میں گزر چکی ہے۔

۲۸ - بَابُ مَا يُقْرَأُ فِي رَكْعَتِي الْفَجْرِ

۱۱۷۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِي سَارَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِاللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً ثُمَّ يُصَلِّي إِذَا سَمِعَ الْبَدَاءَ بِالصُّبْحِ رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ.

اس حدیث کی شرح: صحیح البخاری: ۲۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۱۷۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بْنُ مَحْمُودٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ح). وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا قَالَ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَفِّفُ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الصُّبْحِ حَتَّى إِنِّي لَا قَوْلَ هَلْ قَرَأَ بِأَمِ الْكِتَابِ؟

اس حدیث کی تخریج بھی حسب سابق ہے

فجر کی دو رکعت سنت میں کتنی قراءت کی جائے

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والدہ خود از حضرت عائشہ رضی اللہ وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو تیرہ رکعات از پڑھتے تھے پھر جب آپ صبح کی اذان سنتے تو جلدی جلدی دو رکعت پڑھتے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں غندر محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از محمد بن عبد الرحمن بن یحییٰ بھی عمرہ سے روایت کرتے ہیں از حضرت عائشہ رضی اللہ وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ (ح) اور ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی اور وہ ابن سعید ہیں از محمد بن عبد الرحمن از عمرہ از حضرت عائشہ رضی اللہ وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ صبح کی نماز سے پہلے تخفیف کے ساتھ دو رکعت پڑھتے تھے حتیٰ کہ میں سوچتی تھی کہ آپ نے سورہ فاتحہ پڑھی ہے یا نہیں۔

سنت فجر میں قرآن پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء اور علامہ ابن بطال کے امام ابو حنیفہ پر اعتراضات

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

صبح کی دو رکعت سنت فجر میں قرآن پڑھنے کی مقدار میں چار مذاہب ہیں:

امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ نے کہا ہے: ایک قوم نے یہ کہا ہے کہ صبح کی دو رکعت سنت میں قرآن نہ پڑھے اور دوسروں نے یہ کہا ہے کہ خصوصیت کے ساتھ سورۃ فاتحہ کو تخفیف کے ساتھ پڑھے یہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ابن وہب کی روایت کے متعلق یہی امام مالک کا مذہب ہے۔

فقہاء کی ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ اس میں تخفیف کے ساتھ قرآن پڑھے اور سورۃ الفاتحہ کے ساتھ کوئی چھوٹی سورت پڑھ لے تو کوئی حرج نہیں ہے ابن القاسم کی روایت کے مطابق یہی امام مالک کا مذہب ہے اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے امام ابن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے کہ ابراہیم نخعی اور مجاہد سے روایت ہے کہ اگر ان دو رکعتوں میں لمبی قراءت کرے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۳۱۸، مجلس علمی مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۳۵۸، راجع الیہ بیروت)

امام ابو حنیفہ نے کہا ہے کہ بعض اوقات میں فجر کی دو رکعت سنت میں قرآن مجید کی اپنی منزل پڑھتا ہوں اور یہی ان کے اصحاب کا قول ہے کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فجر کی دو رکعت سنت دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں۔

(صحیح مسلم: ۷۲۵، سنن ترمذی: ۴۱۶، شرح معانی الآثار: ۱۷۴۲)

لہذا ادلیٰ یہ ہے کہ نوافل میں جب لمبی قراءت کی جاتی ہے تو میرے افضل قراءت کی جائے اور یہ ہمارے نزدیک کم قراءت کرنے سے افضل ہے کیونکہ اس میں لمبے قیام کو رکھنا سالی بہت افضل قرار دیا ہے۔ جنہوں نے یہ کہا ہے کہ سنت فجر میں قرآن نہ پڑھا جائے انہوں نے اس باب کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہے کہ نبی ﷺ صبح کی فرض نماز سے پہلے تخفیف کے ساتھ دو رکعت پڑھتے تھے میں سوچتی تھی کہ آپ نے سورۃ الفاتحہ پڑھی ہے یا نہیں۔ (صحیح البخاری: ۱۱۷۱) یہ حدیث حضرت عائشہ کی روایات کے خلاف ہے کیونکہ زیر بحث حدیث میں حضرت عائشہ نے یہ ثابت کیا ہے کہ آپ سنت فجر میں سورۃ الفاتحہ پڑھتے تھے۔

لہذا یہ حدیث ان کے خلاف حجت ہے جو سنت فجر میں قرآن پڑھنے کی نفی کرتے ہیں اور یہ حدیث ان کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ آپ سنت فجر میں سورۃ الفاتحہ پڑھتے تھے اور اس سے ثابت ہے کہ آپ نے اس میں سورۃ الفاتحہ بھی پڑھی اور سورت بھی پڑھی ہو اور بہت حد تک اس کی ہر بات کو ثابت کرنے کے لئے اس میں سورۃ الفاتحہ پڑھی ہے۔

جن فقہاء نے یہ کہا ہے کہ آپ سنت فجر میں سورۃ الفاتحہ کے ساتھ کوئی چھوٹی سورت بھی پڑھے۔ ان کی رائے یہ ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں شمار نہیں کر سکتا کہ میں نے سی مرتبہ سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز فجر سے پہلے دو رکعت سنت فجر میں اور مغرب کے بعد دو رکعت سنت میں سورۃ "قل یا ایہا الکافرون" اور سورۃ "قل هو اللہ احد" پڑھتے تھے۔ (سنن ترمذی: ۴۳۱، شرح معانی الآثار: ۱۷۲۵)

اس حدیث کی مثل سنت فجر میں حضرت عائشہ سے بھی مروی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۳۹۵، مجلس علمی بیروت) اور سعید بن جبیر اور ابن سیرین اور دیگر فقہاء تابعین سے بھی مروی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۳۰۲، ۶۳۰۰، ۶۳۹۹، مجلس علمی بیروت)

علامہ ابن بطلال لکھتے ہیں:

یہ آثار امام ابو حنیفہ اور ان فقہاء کے خلاف حجت ہیں جو سنت فجر میں لمبی قراءت کو جائز کہتے ہیں کیونکہ نبی ﷺ سے ان آثار

کے خلاف حدیث محفوظ نہیں ہے اور سنت ثابتہ کے خلاف کسی کا قیاس دلیل نہیں ہے اور ابن سیرین کے سامنے ابراہیم نخعی کا یہ قول ذکر کیا گیا کہ سنت فجر میں بھی قراءت میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (مصنف بن ابی شیبہ: ۶۴۱۸) تو انہوں نے کہا: میں نہیں جانتا یہ کیا ہے اور حضرت ابن مسعود کے صحاب اس مسئلہ میں حضرت بن مسعود اور حضرت ابن عمر کی ان حدیثوں پر عمل کرتے تھے جن میں تخفیف قراءت کا ذکر ہے۔

المہلب نے کہا ہے کہ آپ سنت فجر میں اس لیے تخفیف کے ساتھ قراءت کرتے تھے کہ مؤذن آپ کے پاس اقامت پڑھنے کے لیے آتا تھا۔ (شرح ابن بطل ج ۳ ص ۱۶۵-۱۶۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

مصنف کی طرف سے علامہ ابن بطلال کے اعتراض کے جوابات

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطلال نے جو امام ابوحنیفہ پر اعتراض کیے ہیں وہ ان کے کلام کو سمجھے بغیر کیے ہیں امام ابوحنیفہ نے یہ نہیں کہا کہ سنت فجر میں کم قراءت کرنا جائز نہیں ہے نہ انہوں نے یہ کہا ہے کہ سنت فجر میں مازنا طویل قراءت کی جائے۔ امام طحاوی نے جو ان کی عبارت نقل کی ہے وہ یہ ہے:

حسن بن زید نے کہا: میں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: بعض اوقات میں سنت فجر کی دو رکعت میں قرآن مجید کے دو جز (دو پارے) پڑھتا ہوں، ہم اسی پر عمل کرتے ہیں اور ان دو رکعت میں لمبی قراءت کرنے میں کوئی حرج نہیں اور نفل میں کم قراءت کرنے کے بجائے لمبی قراءت کرنا افضل ہے۔ (شرح معانی الآثار: ۱۷۳۴ ج ۱ ص ۳۹۰ قدیمی کتب خانہ کراچی)

پہلے جواب یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ نے لوگوں کو سنت فجر میں طویل قراءت کرنے سے منع کیا، انہوں نے صرف اپنا فعل بیان کیا ہے کہ وہ اس میں قرآن مجید کے دو جز پڑھتے ہیں اور حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے تو تخفیف کرے کیونکہ ان میں کمزور بیمار اور بوڑھے بھی ہوتے ہیں اور جب تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز پڑھے تو جتنی چاہے ہی نماز پڑھے۔ (صحیح البخاری: ۷۰۳، صحیح مسلم: ۴۶۷، سنن ترمذی: ۲۳۶، مسند احمد ج ۲ ص ۴۸۶)

پس اگر امام ابوحنیفہ خود نماز پڑھتے ہیں اور سنت فجر میں زیادہ قراءت کرتے ہیں تو وہ مذکورہ حدیث کے مطابق کرتے ہیں اور اس پر اعتراض کرنا دراصل رسول اللہ ﷺ پر اعتراض کرنا ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ سنت فجر میں طویل قراءت اس لیے کرتے تھے کہ حدیث میں ہے: اصل نماز وہ ہے جس میں لمبا قیام ہو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: افضل نماز وہ ہے جس میں لمبا قیام ہو۔

(صحیح مسلم: ۷۵۶، سنن ابوداؤد: ۱۲۵۸، شرح معانی الآثار: ۱۷۳۸-۱۷۳۷-۱۷۳۶)

لہذا اگر امام ابوحنیفہ نے زیادہ قراءت کر کے لمبا قیام کر کے سنت فجر پڑھی تو یہ اعتراض بھی دراصل رسول اللہ ﷺ کے ارشاد پر ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ نے فرمایا ہے: میں بعض اوقات سنت فجر میں قرآن کے دو جز پڑھتا ہوں، یہ تو نہیں فرمایا کہ میں ہمیشہ ایسا کرتا ہوں جب کہ خود رسول اللہ ﷺ اور بعض فقہاء تابعین بھی بعض اوقات سنت فجر میں زیادہ قراءت کرتے تھے پھر امام ابوحنیفہ پر کیا اعتراض ہے اس سلسلہ میں احادیث اور آثار حسب ذیل ہیں:

ظہر سے پہلے چار سنتیں پڑھنے کے متعلق احادیث

حضرت ام حبیبہؓ نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ظہر سے پہلے چار رکعات اور ظہر کے بعد چار رکعات کی حفاظت کی اس پر دوزخ حرام ہو جائے گی۔

(سنن ابوداؤد: ۱۳۶۹، سنن ترمذی: ۴۲۷، سنن نسائی: ۱۸۱۳، سنن ابن ماجہ: ۱۱۶۰، مسند احمد ج ۶ ص ۳۲۵)

حضرت ابو یوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ظہر سے پہلے چار رکعات جن کے درمیان سلام نہ ہو ان کے پڑھنے والوں کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ (سنن ابوداؤد: ۱۲۷۰)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ظہر سے پہلے چار رکعت پڑھتے تھے اور ظہر کے بعد دو رکعت پڑھتے تھے۔

(سنن ترمذی: ۴۲۴، مسند احمد ج ۱ ص ۸۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب نبی ﷺ ظہر سے پہلے چار سنتیں نہ پڑھتے تو ان کو ظہر کے بعد پڑھتے۔

(سنن ترمذی: ۴۲۶، سنن ابن ماجہ: ۱۱۵۸)

عصر سے پہلے چار سنتیں پڑھنے کے متعلق حدیث

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ اس شخص پر رحم کرے جس نے عصر سے پہلے چار رکعت

پڑھیں۔ (سنن ابوداؤد: ۱۲۷۱، سنن ترمذی: ۴۳۰، مسند احمد ج ۲ ص ۷)

حضرت عائشہؓ نے کہا: اور مجھے میری بہن حفصہ نے حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ طلع فجر کے بعد دو خفیف رکعت پڑھتے تھے اور اس وقت میں نبی ﷺ کے پاس داخل نہیں ہوتی تھی۔ عبداللہ بن مسعودؓ بہت کثیر بن فرقد اور ایوبؓ نے کی ہے از نافعؓ ابن ابی نافعؓ نے کہا از موسیٰ بن عقبہ از نافعؓ: عشاء کے بعد اپنے اہل میں۔

۱۱۷۳ - وَحَدَّثَنِي أُخْتِي حَفْصَةُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي سَجْدَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ بَعْدَ مَا يَطْلُعُ الْفَجْرُ، وَكَانَتْ سَاعَةً لَا أَدْخُلُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا. تَابَ. كَثِيرٌ زُفَرِيٌّ وَابْنُ أَبِي نَافِعٍ عَنْ نَافِعٍ. وَقَالَ ابْنُ أَبِي نَافِعٍ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّادٍ عَنْ نَافِعٍ بَعْدَ الْعِشَاءِ فِي أَهْلِهِ.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۶۱۸ میں گزر چکی ہے۔

۳۰ - بَابُ مَنْ لَمْ يَتَطَوَّعْ نَوَافِلَ الْمَكْنُونَةِ

جس نے فرض کے بعد نفل نہیں پڑھے

امام بخاریؒ نے بیان کیا کہ میں نے سنا کہ ابن عمرؓ نے حدیث بیان کی کہ میں نے سنا کہ ابوالشعلاء جابر سے سنا کہ وہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا کہ وہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آٹھ رکعات (ظہر اور عصر) اکٹھی پڑھیں اور سات رکعات (مغرب اور عشاء) اکٹھی پڑھیں میں نے کہا: اے ابوالشعلاء! میں گمان کرتا ہوں کہ آپ نے ظہر کو مؤخر کیا اور عصر کو جلدی پڑھا اور عشاء کو جلدی پڑھا اور مغرب کو

۱۱۷۴ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الشَّعْثَاءِ جَابِرًا قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَانِيًا جَمِيعًا، وَسَبْعًا جَمِيعًا. قُلْتُ يَا أَبَا الشَّعْثَاءِ أَظَلَّ آخِرَ الظُّهْرِ وَعَجَّلَ الْعَصْرَ، وَعَجَّلَ الْعِشَاءَ وَآخَرَ الْمَغْرِبَ؟ قَالَ وَأَنَا أَظُنُّهُ.

مؤخر کیا انہوں نے کہا: میں بھی یہی گمان کرتا ہوں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۴۳ میں گزر چکی ہے۔

سفر میں چاشت کی نماز

۳۱ - بَابُ صَلَوةِ الصُّحَى فِي السَّفَرِ

جب دن کے اول وقت میں سورج چوتھی آسمان تک بند ہو جائے تو اس وقت کو در اس کے بعد کے وقت کو چاشت کا وقت

کہتے ہیں۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ از توبہ از مورق انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا: کیا آپ چاشت کی نماز پڑھتے ہیں؟ انہوں نے کہا: نہیں! میں نے پوچھا: کیا حضرت عمر پڑھتے ہیں؟ انہوں نے کہا: نہیں! میں نے پوچھا: کیا حضرت ابو بکر پڑھتے ہیں؟ انہوں نے کہا: نہیں! میں نے پوچھا: کیا نبی ﷺ پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا: میرے گم۔ اس میں۔

۱۱۷۵ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ عَنْ تَوْنَةَ عَنْ مُوَرَّقٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَتُصَلِّي الصُّحَى؟ قَالَ لَا قُلْتُ فَعُمَرُ؟ قَالَ لَا قُلْتُ فَأَبُو بَكْرٍ؟ قَالَ لَا قُلْتُ فَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ لَا أَخَالَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن مرہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے عبد الرحمن بن اسود سے یہ فرماتے ہوئے سنا: ہمیں کسی نے یہ حدیث بیان کی کہ اس نے نبی ﷺ کو چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے ما سوا ما ہانیء کے بے شک انہوں نے یہ کہا کہ نبی ﷺ فتح مکہ کے دن ان کے گھر میں داخل ہوئے پس آپ نے غسل کیا اور آٹھ رکعات نماز پڑھی پس میں نے اس سے زیادہ خفیف نماز کبھی نہیں دیکھی مگر آپ رکوع اور سجود پورا کرتے تھے۔

۱۱۷۶ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ مَرْثَةَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ ابْنَ أَبِي لَيْلَى يَقُولُ مَا حَدَّثَنَا أَحَدٌ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الصُّحَى سِوَا أَمِّ هَانِئَةَ فَإِنَّهَا قَالَتْ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ سَيْبًا يَوْمَ فَتَحَ مَكَّةَ فَأَغْتَسَلَ وَصَلَّى ثَمَانِي رَكَعَاتٍ فَلَمْ أَرِ صَلَاةً قَطُّ أَخَفَّ مِنْهَا غَيْرَ أَنَّهُ يُنْمِ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۶۷۰ اور ۱۱۰۳ میں گزر چکی ہے۔

چاشت کی نماز کی رکعات کے متعلق مختلف احادیث اور آثار

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۳۴۹ھ لکھتے ہیں:

چاشت کی نماز کے متعلق مختلف آثار مروی ہیں حضرت ام حانی رضی اللہ عنہا نے آٹھ رکعات چاشت کی نماز کی روایت کی ہے۔

(صحیح ابویہ ری: ۱۷۶)

ثمامہ نے کہا: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے چاشت کی بارہ رکعات پڑھیں

اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں سونے کا محل بنا دے گا۔ (سنن ترمذی: ۴۷۳، سنن ابن ماجہ: ۱۳۸۰)

حمید نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ چاشت کی چھ رکعات پڑھتے تھے۔ (المعجم الاوسط: ۱۲۹۸)
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ چاشت کی چار رکعات پڑھتے تھے۔ (صحیح مسلم: ۷۱۹، سنن ابن ماجہ: ۱۳۸)
حضرت عتبہ بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے ان کے گھر میں چاشت کی دو رکعت نماز پڑھی۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۴۵۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو چاشت کی دو رکعت کی وصیت کی اور فرمایا: جس نے ان کی حفاظت کی اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے خواہ وہ سمندر کے جھاگ کی مثل ہوں۔

(سنن ترمذی: ۴۷۶، مسند احمد ج ۲ ص ۴۴۳، سنن ابن ماجہ: ۱۳۸۲، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۸۶۸)

آثار مختلفہ میں تطبیق

۱۔ م طبری نے کہا ہے کہ ان میں سے کوئی حدیث دوسری حدیث کے معارض نہیں ہے، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ جس نے چار رکعت کی روایت کی ہے اس نے آپ کو چار رکعت ہی پڑھتے دیکھا ہو اور دوسرے نے آپ کو دو رکعت پڑھتے دیکھا ہو اور کسی نے آپ کو آٹھ رکعت پڑھتے دیکھا ہو اور کسی نے آپ کو چھ رکعت پڑھتے دیکھا ہو اور کسی نے آپ کو دو رکعت پڑھتے دیکھا ہو اور دوسرے نے آپ کو دس رکعت پڑھتے دیکھا ہو اور کسی نے آپ کو باہر رکعت پڑھتے دیکھا ہو سو جس نے آپ کو چھ رکعت پڑھتے دیکھا اس نے اتنی رکعات کی خبر دی۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۶۹-۱۶۸، دار الکتب العلمیہ بیروت: ۱۴۲۳ھ)

۳۲۔ بَابُ مَنْ لَمْ يُصَلِّ الصُّحَّىٰ وَرَأَاهُ وَاسْعَا
جس نے چاشت کی نماز نہیں پڑھی
اور اس میں گنجائش کا اعتقاد کیا

۱۱۷۷۔ حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا بَنُ أَبِي ذُبِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبَّحَ سُبْحَةَ الصُّحَّىٰ وَلَا تَنِيَّ لَا سَبْحَهَا.
۱۔ بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے کہا: میں ابن ابی ذؤب نے حدیث بیان کی کہ الزہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اور بے شک میں اس کو پڑھتی ہوں۔

اس حدیث کی شرح: صحیح، باب: ۲۸ میں: چکی ہے۔

۳۳۔ بَابُ صَلَوةِ الصُّحَّىٰ فِي الْحَضَرِ

قَالَهُ عِتْبَانُ بْنُ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.
اس کو حضرت عتبہ بن مالک نے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت عتبہ بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی ﷺ نے ان کے گھر میں چاشت کی دو رکعت نماز پڑھی۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۴۵۰)

۱۱۷۸۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبَّاسُ الْجَرِيرِيُّ هُوَ ابْنُ فَرْوَخٍ
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی کہ: ہمیں شعبہ نے خبر دی کہ انہوں نے

عَنْ أَبِي عُمَرَ التَّهْدِيّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ أَوْصَانِي خَلِيلِي بِثَلَاثٍ لَا أَدْعُهُنَّ حَتَّى أَمُوتَ صَوْمٌ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَصَلَاةٌ الصُّحَى وَنَوْمٌ عَلَى وَتَرٍ. [طرف الحديث: ۱۹۸۱]

کہا: ہمیں عباس الجری نے خبر دی وہ ابن فروخ ہیں از ابی عثمان التہدی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہوں نے بیان کیا کہ مجھے میرے خلیل نے تین چیزوں کی وصیت کی ہے جن کو میں نہیں چھوڑوں گا حتیٰ کہ میں فوت ہو جاؤں: ہر ماہ میں تین دن کے روزے اور چاشت کی نماز اور وتر پڑھ کر سونا۔

(صحیح مسلم: ۷۸۱، الرقم السلسل: ۱۶۳۳، سنن نسائی: ۱۶۷۷، سنن الکبریٰ: ۴۷۶، مصنف عبد الرزاق: ۳۸۵۰، مسند احمد ج ۲ ص ۷۱ طبع قدیم، مسند احمد: ۷۶۷۱، ج ۳ ص ۱۰۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ۵۱۵۸، مکتبۃ الرشیدیہ، ۱۳۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) مسلم بن ابراہیم الازدی القصاب (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) عباس بن فروخ الجری (۴) ابو عثمان بن عبد الرحمن بن مل التہدی (۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۳۵۲)

اس حدیث کا عنوان ہے: حضرت چاشت کی نماز پڑھنا اس پر یہ اعتراض ہے کہ حدیث میں سفر کا ذکر ہے نہ حضر کا ذکر ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث مطلق ہے اور سفر اور حضر دونوں کو شامل ہے۔

خلیل کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے: میرے خلیل نے۔ اس سے حضرت ابو ہریرہ کی مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ اس کے خلاف نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا، کیونکہ متنع یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو خلیل بنا سکیں اور اگر کوئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خلیل بنائے تو یہ متنع نہیں ہے، خلیل کا معنی ہے: ایسا خالص دوست جس کی بات ال میں حلول کر جائے اور ترجیح جائے۔

حدیث میں مذکور وصیت کی حکمت

ہر مہینہ کے تین دن میں روزے رکھنے کی وصیت کی: اصل میں یہ حکمت ہے تاکہ نفس کو روزے رکھنے کا عادی بنایا جائے اور چاشت کی نماز کی وصیت اس لیے ہے کہ نفس کو نماز کا عادی بنایا جائے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ صبح کی نماز اور ظہر کی نماز میں کافی وقفہ ہوتا ہے تو درمیان میں بھی ایک نماز پڑھی جائے اور سونے سے پہلے وتر پڑھنے کی وصیت میں یہ حکمت ہے کہ اگر وتر کو تہجد کے ساتھ پڑھا جائے تو ہو سکتا ہے کہ تہجد سے پہلے اس لیے احتیاط تھا تا یہ ہے کہ وتر کو سونے سے پہلے پڑھ لیا جائے۔

۱۱۷۹ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ خُبْرَةَ شُعْبَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيَّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَا أَسْتَطِيعُ الصَّلَاةَ مَعَكُمْ أَفَصْنَعُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا فَدَعَاهُ إِلَى بَيْتِهِ وَنَضَحَ لَهُ طَرَفَ حَصِيرِهِ بِمَاءٍ فَصَلَّى عَلَيْهِ رَكَعَتَيْنِ وَقَالَ فَلَانُ بْنُ فَلَانٍ بَنِ جَارُودٍ لَا نَسِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن الجعد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از انس بن سیرین انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے کہا کہ ایک انصاری کا بھاری جسم تھا انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: میں آپ کے ساتھ نماز نہیں پڑھ سکتا پس انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھانا تیار کیا اور آپ کو اپنے گھر بلایا اور آپ کے لیے چٹائی کی ایک طرف کو پانی سے دھو کر صاف کیا پس آپ نے اس پر دو رکعت نماز پڑھی اور فلاں بن فلاں بن

اللہ علیہ وسلم یُصلی الصُّحی؟ فَقَالَ مَا رَأَيْتُهُ صَلَّى غَيْرَ ذَلِكَ الْيَوْمِ.

جاوود نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا نبی ﷺ چاشت کی نماز پڑھتے تھے؟ حضرت انس نے کہا: میں نے اس دن کے علاوہ آپ کو چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۶۷۰ میں گزر چکی ہے۔

۳۴۔ بَابُ الرَّكَعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ

۱۱۸۰۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ حَفِظْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ رَكَعَاتٍ رَكَعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكَعَتَيْنِ بَعْدَهَا وَرَكَعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ فِي بَيْتِهِ وَرَكَعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ فِي بَيْتِهِ وَرَكَعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الصُّبْحِ كَانَتْ سَاعَةً لَا يَدْخُلُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۹۳۷ میں گزر چکی ہے۔

۱۱۸۱۔ حَدَّثَنِي خَفْصَةُ أَنَّهُ كَانَ إِذَا أَدَّنَ الْمُؤَذِّنُ وَطَلَعَ الْفَجْرُ صَلَّى رَكَعَتَيْنِ.

ظہر سے پہلے دو رکعت سنت پڑھنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا: میں نے نبی ﷺ کی دس رکعات محفوظ کر رکھی ہیں دو رکعت ظہر سے پہلے اور دو رکعت ظہر کے بعد اور دو رکعت مغرب کے بعد اپنے گھر میں اور دو رکعت عشاء کے بعد اپنے گھر میں اور دو رکعت صبح سے پہلے اور اس وقت میں کوئی نبی ﷺ کے پاس نہیں جاتا تھا۔

(حضرت ابن عمر نے کہا:) مجھے حضرت خفصہ رضی اللہ عنہا نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: جب مؤذن اذان دیتا اور فجر طلوع ہو جاتا تو آپ دو رکعت نماز پڑھتے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۶۱۸ میں گزر چکی ہے۔

۱۱۸۲۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَدْعُ رُبْعًا قَبْلَ الْفَجْرِ وَرَكَعَتَيْنِ قَبْلَ الْغَدَاةِ تَابَعَهُ ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ وَعَمْرُو عَنْ شُعْبَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ از ابراہیم بن محمد بن المنشر از والدہ ابی عادی و عمرو عن شعبہ۔

ظہر سے پہلے چار رکعت سنت و دو رکعت پہلے دو رکعت سنت کو نہیں چھوڑتے تھے۔ یحییٰ بن سعید کی متابعت ابن ابی عدی اور عمرو نے کی ہے از شعبہ۔

(صحیح مسلم: ۷۳۰، الرقم السلسل: ۱۶۶۸، سنن ابوداؤد: ۱۲۵۱، سنن ترمذی: ۳۳۶، ۳۷۵، السنن الکبریٰ: ۳۳۶، جامع المسانید لابن جوزی: ۷۱۴)

مکتبۃ الرشید ریاض (۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) مسدد (۲) یحییٰ بن سعید القطان (۳) شعبہ بن الحجاج (۴) ابراہیم بن محمد المنشر یہ مسروق ہمدان کے بھتیجے ہیں (۵) ان کے والد محمد بن المنشر الابدع (۶) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا (عمدة القاری ج ۷ ص ۲۵۵)

۳۵۔ بَابُ الصَّلَاةِ قَبْلَ الْمَغْرَبِ

مغرب سے پہلے نماز پڑھنا

۱۱۸۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ الْحُسَيْنِ عَنْ ابْنِ بَرِيدَةَ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ الْمُزَنِيُّ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلُّوا قَبْلَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ . قَالَ فِي الثَّلَاثَةِ لِمَنْ شَاءَ كَرَاهِيَةً أَنْ يَتَّخِذَهَا النَّاسُ سُنَّةً .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی از احسین از ابن بریدہ: انہوں نے کہا: مجھے حضرت عبد اللہ المزنی رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: مغرب سے پہلے نماز پڑھو تیسری مرتبہ فرمایا: جو چاہے اس کو ناپسند فرمایا کہ لوگ اس کو سنت بنالیں۔

[طرف الحدیث: ۷۳۶۸]

(سنن ابوداؤد: ۱۲۸۱، صحیح ابن خزیمہ: ۱۲۸۹، مسند احمد ج ۵ ص ۵۵ طبع قدیم)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابو معمر عبد اللہ بن عمرو بن ابی الحجاج المنقربی (۲) عبد الوارث بن سعید ابو عبیدہ (۳) حسین بن ذکوان المعلم (۴) عبد اللہ بن بریدہ (۵) حضرت عبد اللہ بن الفضل رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۳۵۷)

۱۱۸۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي يَزِيدَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ قَالَ سَمِعْتُ مَرْثَدَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ الْيَزَنِيَّ أَنَّ أَيْبَةَ عُقْبَةَ بْنَ غَامِرِ الْجُهَنِيَّ فَقُلْتُ أَلَا أُعْجِبُكَ مِنْ أَبِي تَمِيمٍ يَرْكَعُ رَكَعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ؟ فَقَالَ عُقْبَةُ إِنَّا كُنَّا نَفْعَلُهُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . قُلْتُ فَمَا يَمْنَعُكَ الْآنَ؟ قَالَ سَمِعْتُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یزید نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن ابی ایوب نے حدیث بیان کی: نے کہا: مجھے یزید بن ابی حبیب نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: میں نے مرثد بن عبد اللہ الیزنی سے سنا: انہوں نے کہا: میں حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا: پس میں نے کہا: آپ البتہ پر تعجب نہیں کرتے: وہ مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعت پڑھتے ہیں: پس حضرت عقبہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے عہد میں ہم بھی پڑھتے تھے: میں نے کہا: پھر آپ کو اب کیا چیز مانع ہے؟ انہوں نے کہا: شغل۔

(سنن ابوداؤد: ۱۲۸۱، صحیح ابن خزیمہ: ۱۲۸۹، مسند احمد ج ۵ ص ۵۵، مسند ابی یوسف ج ۱ ص ۱۶۲، مسند ابی داؤد ج ۱ ص ۶۳۳)

مؤسسة الرسالة بيروت

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن یزید المقری ابو عبد الرحمن (۲) سعید بن ابی ایوب الخزاعی ابو ایوب کا نام مقلص ہے (۳) یزید بن ابی حبیب ان کی کنیت ابو رجاء ہے ابو حبیب کا نام سوید ہے (۴) مرثد بن عبد اللہ الیزنی ان کی نسبت یزن کی طرف ہے جو حمیر کی شاخ ہے (۵) حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۱۹)

نماز مغرب سے پہلے دو رکعت نماز میں اختلاف فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۳۴۹ھ لکھتے ہیں:

متقدمین کا نماز مغرب سے پہلے نفل پڑھنے میں اختلاف ہے حضرت ابی بن کعب حضرت عبد الرحمن بن عوف اور حضرت سعد

بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم مغرب کی نماز سے پہلے نفل پڑھتے تھے حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب مؤذن اذان دیتا تھا تو صحابہ ستونوں کی طرف سبقت کرتے تھے پس نماز پڑھتے تھے عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ نے کہا: سیدنا محمد ﷺ کے اصحاب ہر اذان کے وقت نماز پڑھتے تھے اور حسن بصری اور ابن سیرین نماز مغرب سے پہلے دو رکعت نماز پڑھتے تھے امام احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے۔

ابراہیم النخعی نے کہا: حضرت ابو بکر حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم مغرب سے پہلے دو رکعت نماز نہیں پڑھتے تھے ابراہیم نے کہا: یہ دو رکعت پڑھنا بدعت ہے رسول اللہ ﷺ کے خیار صحابہ میں سے حضرت علیؓ حضرت ابن مسعودؓ حضرت حذیفہؓ حضرت عمار اور حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہم کوفہ میں تھے پس جس نے ان صحابہ کو دیکھا ہے اس نے مجھے خبر دی ہے کہ اس نے ان میں سے کسی ایک کو بھی مغرب سے پہلے نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اور یہی امام مالک امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کا قول ہے۔ المہلب نے کہا کہ نماز مغرب سے پہلے دو رکعت نماز ابتداء اسلام میں پڑھی جاتی تھی تاکہ یہ اس پر دلالت کرے کہ عصر کی نماز کے بعد نفل پڑھنے کی جو ممانعت تھی مغرب کے بعد اس کا وقت ختم ہو گیا اور اب نفل پڑھنے کی اجازت ہے پھر لوگوں نے نماز مغرب کے فرض پڑھنے میں سبقت کر لی تاکہ فاضل وقت میں مغرب کی نماز میں تاخیر نہ ہو۔ (شرح ابن بقال ج ۳ ص ۶۷۱ در المکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

میں کہتا ہوں کہ مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعت سنت پڑھنے کے جواز میں درج ذیل احادیث ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے عہد میں مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعت سنت پڑھیں المختار بن قنفل نے کہا: میں نے حضرت اس سے پوچھا: کیا آپ رسول اللہ ﷺ کو دیکھتے تھے؟ حضرت انس نے کہا: ہاں! ہم کو رسول اللہ ﷺ نے دیکھا پس ہم کو نماز کا حکم دیا: "یا ایہ الذین امنوا! صلوا" (تبیح مسلم: ۱۰۷۰۔ سنن ابی داؤد: ۱۲۸۲)

حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہر دو اذانوں (یعنی اذان اور اقامت) کے درمیان نماز ہے ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے جو چاہے۔ (صحیح ابی داؤد: ۶۲۷۰۔ صحیح مسلم: ۸۰۸۔ سنن ترمذی: ۱۸۵۰۔ سنن ابی داؤد: ۶۸۰۰۔ سنن ابن ماجہ: ۱۱۶۲)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی نے متوفی ۸۵۵ھ کے ہیں۔ یہ ب ذیل۔ یث سے مغرب سے پہلے دو رکعت نماز کو ابن شاہین نے منسوخ قرار دیا ہے:

امام ابو داؤد نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابو شعیب از طاؤس انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مغرب سے پہلے دو رکعت کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کے عہد میں کسی کو ۱۰۰ رکعت نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ انہوں نے سر کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت دی۔ (سنن ابی داؤد: ۱۲۸۰۔ موطا ابی داؤد: ۳۵۸)

میں کہتا ہوں۔ ابن شریک کا اس سے اتنا مال تھا کہ اس سے کیونکہ اس سے صحیح ہے۔ یہ بات ہے۔ یہ بات میں صحابہ اس نماز کو پڑھتے تھے جیسا کہ صحیح البخاری: ۱۱۸۴ میں گزر چکا ہے علاوہ ازیں یہ حدیث معلول ہے کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عمر نے عصر کے بعد دو رکعت پڑھنے کی اجازت دی حالانکہ عصر کے بعد نفل پڑھنا ممنوع ہے۔

* (مغرب سے پہلے دو رکعت نہ پڑھنے کے متعلق احناف کی تائید میں دلائل کے لیے شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۴۳-۴۴۳ ملاحظہ فرمائیں)۔

نوافل کی نماز جماعت سے پڑھنا

۳۶۔ بَابُ صَلَوةِ النَّوَافِلِ جَمَاعَةً

اس کو حضرت انس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما نے نبی ﷺ

ذَكَرَهُ أَنَسٌ وَعَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى

سے روایت کیا ہے۔

عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث یہ ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی دادی ملیکہ نے کھانا تیار کر کے رسول اللہ ﷺ کی دعوت کی آپ نے اس سے کھایا پھر فرمایا: کھڑے ہو پس میں تم کو نماز پڑھاؤں حضرت انس نے کہا: پھر میں ایک چٹائی کی طرف کھڑا ہوا جو زیادہ استعمال سے میل ہو چکی تھی پس میں نے اس کو پانی سے دھویا پھر رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور میں نے اور یتیم نے آپ کے پیچھے صف بنائی اور بوزخی خاتون ہمارے پیچھے تھی پس رسول اللہ ﷺ نے ہم کو نماز پڑھائی پھر آپ لوٹ گئے۔

(صحیح البخاری: ۳۸۰، صحیح مسلم: ۶۵۸، سنن ابوداؤد: ۶۱۲، سنن ترمذی: ۲۳۴، سنن نسائی: ۸۰۰)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث یہ ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی ﷺ کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا پس رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو نماز

پڑھائی۔ الحدیث (صحیح البخاری: ۱۰۴۴، صحیح مسلم: ۹۰۱)

۱۱۸۵ - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ ابْنِ شَهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الرَّبِيعِ الْأَنْصَارِيُّ أَنَّهُ عَقَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَقَلَ بَجَهٍ ذُجَّهَ فِي وَجْهِهِ مِنْ بَشَرٍ كَانَتْ فِي دَارِهِمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از ابن شہاب۔ اب ہوں نے کہا: حضرت محمود بن الربیع الانصاری رضی اللہ عنہ نے خبر انہوں نے بیان کی کہ ان کو رسول اللہ ﷺ یاد ہیں اور ان کو یاد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے گھر کے کنویں سے پانی لے کر ان کے چہرے پر گلی کی تھی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۷۷ میں گزر چکی ہے۔

۱۱۸۶ - فَرَزَعْنَا مَحْمُودَ أَنَّهُ سَمِعَ عَتَبَانَ بْنَ مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، وَكَانَ مِنْ شُهَدَاءِ نَذْرًا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ كُنْتُ أَصِلِي لِقَوْمِي بَنِي سَالِمٍ، وَكَانَ بِحَوْلِ بَنِي وَبَيْنَهُمْ وَإِذَا جَرَسَ الْأَنْكَارُ، فَيَسْتَقْبِلُونِي إِحْسَارَةً قَبْلَ مَسْجِدِهِمْ، فَيَجْتَمِعُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهُ إِنِّي أَنْكَرْتُ بَصْرِي، وَإِنَّ الْوَادِيَّ الَّذِي بَيْنِي وَبَيْنَ قَوْمِي يَسِيلُ إِذَا جَاءَتْهُ الْأَمْطَارُ، فَيَشُقُّ عَلَيَّ إِجْتِبَارُهُ، فَوَدِدْتُ أَنَّكَ تَأْتِي فَتُصَلِّيَ مِنِّي بَنِي مَكَانًا اتَّخِذَهُ مُصَلًى، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَفْعَلُ، فَعَدَا عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، بَعْدَ

پس حضرت محمود نے یہ گمان کیا کہ انہوں نے حضرت عتبان بن مالک الانصاری رضی اللہ عنہ سے سنا ہے اور وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بدر میں حاضر تھے وہ بیان کرتے تھے کہ میں انہی قوم بنو سالم کو نماز پڑھاتا تھا اور میرے اور ان کے درمیان ایک وادی حائل تھی جب بارشیں ہوتیں تو میرا اس وادی سے مسجد کی طرف جانا مشکل ہو جاتا پس میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور میں نے آپ سے عرض کیا کہ بے شک میری نظر کم زور ہو گئی ہے اور جو وادی میرے اور میری قوم کے درمیان ہے جب بارش آتی ہے تو وہ بہنے لگتی ہے سو میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے گھر آئیں اور میرے گھر میں ایک جگہ نماز پڑھائیں اور میں اس جگہ کو مصلى بنا لوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں عنقریب ایسا کروں گا پھر صبح کو رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس وقت آئے جب

مَا اسْتَدَّ النَّهَارُ، فَاسْتَاذَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَذِنَتْ لَهُ، فَلَمْ يَجْلِسْ حَتَّى قَالَ آيَنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ؟ فَأَشْرَفْتُ لَهُ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي أُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ فِيهِ، فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَبَّرَ، وَصَفَّقْنَا وَرَاءَهُ، فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ وَسَلَّمْنَا حِينَ سَلَّمَ، فَحَبَسْتُهُ عَلَى خَزِيرٍ يُضْنَعُ لَهُ، فَسَمِعَ أَهْلُ الدَّارِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِي، فَثَابَ رَجُلٌ مِنْهُمْ حَتَّى كَثُرَ الرِّجَالُ فِي الْبَيْتِ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنْهُمْ مَا فَعَلَ مَا لَكَ؟ لَا أَرَاهُ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنْهُمْ ذَلِكَ مُنَافِقٌ، لَا يُحِبُّ اللَّهُ وَرَسُولَهُ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُلْ ذَلِكَ، أَلَا تَرَاهُ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، تَتَفَنَّى بِذَلِكَ وَجْهَ اللَّهِ. فَقَالَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَسْلَمَ أَنْ نَحْنُ، قَوْلَ اللَّهِ لَا نَرَى وَدَّهِ وَلَا حَدِيثَهُ إِلَّا إِلَى الْمُنَافِقِينَ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ اللَّهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، يَتَنَّى بِذَلِكَ وَجْهَ اللَّهِ. قَالَ مُحَمَّدٌ فَحَدَّثْتُهَا قَوْمًا مِنْهُمْ أَبُو يُوْبُ، صَاحِبُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَنِي غَزْوَةَ الْيَمَنِ تُوْفِي فِيهَا، وَيَزِيدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ عَلَيْهِمُ بَارِضُ الرَّحْمَةِ، فَانْكَرَهَا عَلَيَّ أَبُو يُوْبُ، وَقَالَ وَاللَّهِ مَا أَظُنُّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ مَا فَعَلْتُ قَطُّ، فَكَبَّرَ ذَلِكَ سَنَى، فَجَعَلْتُ لِلَّهِ سَنَى سَنَى حَتَّى أَقْفَلَ مِنْ غَزْوَتِي أَنْ أَسْأَلَ عَنْهَا عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، إِنْ وَجَدْتُهُ حَيًّا فِي مَسْجِدِ قَوْمِهِ، فَقُلْتُ، فَأَهْلَلْتُ بِحُجَّةٍ أَوْ بِعُمْرَةٍ، ثُمَّ سِرْتُ حَتَّى قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ، فَاتَيْتُ بَنِي سَالِمٍ، فَإِذَا عِتْبَانُ شَبَّحَ أَعْمَى يُصَلِّيَ لِقَوْمِهِ، فَلَمَّا سَلَّمَ مِنَ الصَّلَاةِ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ، وَأَخْبَرْتُهُ مَنْ أَنَا، ثُمَّ سَأَلْتُهُ عَنْ ذَلِكَ الْحَدِيثِ، فَحَدَّثَنِيهِ كَمَا حَدَّثَنِيهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ.

خوب دن چڑھ گیا تھا، پس رسول اللہ ﷺ نے اجازت طلب کی تو میں نے آپ کو اجازت دی، پس آپ نہیں بیٹھے، حتیٰ کہ آپ نے فرمایا: تم اپنے گھر میں کس جگہ چاہتے ہو کہ میں نماز پڑھاؤں؟ میں نے آپ کو اشارے سے بتایا کہ میں اس جگہ نماز پڑھنا چاہتا ہوں، پس رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور آپ نے تکبیر پڑھی اور ہم نے آپ کے پیچھے صف بنائی، پس آپ نے دو رکعتیں پڑھائیں، پھر سلام پھیرا اور ہم نے بھی سلام پھیر دیا، میں نے آپ کے لیے کھانا تیار کیا تھا، سو میں نے آپ کو وہ کھانا کھلانے کے لیے روک لیا، حویلی والوں نے سن لیا کہ آپ میرے گھر تشریف لائے ہیں، پس حویلی کے لوگ بہت تیزی سے آئے حتیٰ کہ گھر میں بہت زیادہ لوگ آ گئے، پس ان میں سے ایک شخص نے کہا: مالک کو کیا ہوا میں اس کو نہیں دیکھ رہا، ان ہی میں سے ایک شخص نے جواب دیا: وہ منافق ہے، اللہ اور اس کے رسول سے محبت نہیں کرتا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہ ہو یہ تم اس کو نہیں دیکھتے کہ اس نے اللہ کی رضا جوئی کے لیے لا الہ الا اللہ کہا ہے، اس شخص نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کو ہی تو اللہ علم ہے، رہے ہم تو اللہ کی قسم! ہم اس کی بات کی بات چیت صرف منافقین کے ساتھ دیکھتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پس بے شک اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو دوزخ پر حرام کر دیا، جس نے اللہ کی رضا جوئی کے لیے لا الہ الا اللہ کہا، حضرت محمد نے کہا: میں نے یہ حدیث ان لوگوں کے سامنے بیان کی جن میں رسول اللہ ﷺ کے صحابہ حضرت ابو یوب ساری بھی تھے، جو غزوہ بدر میں فوت ہوئے تھے، جس روم میں ہوا تھا اور یزید بن معاویہ ان پر امیر تھا، تو حضرت ابو یوب نے میری بات کا انکار کیا، اور کہا: اللہ کی قسم! میں نہیں گمان کرتا کہ رسول اللہ ﷺ نے وہ بات کہی ہوگی جو تم نے بیان کی ہے، یہ بات مجھ پر شاق گزری، پس میں نے اللہ سے یہ عہد کیا کہ اگر اللہ نے مجھے اس غزوہ سے سلامتی کے ساتھ لوٹا دیا تو اگر حضرت عتبہ بن مالک اپنی قوم کی مسجد میں زندہ ہوئے تو میں ان سے اس حدیث کے متعلق سوال کروں گا، پھر میں لوٹ آیا، میں نے حج یا عمرہ کا احرام

باندھا پھر میں روانہ ہوا حتیٰ کہ میں مدینہ پہنچ گیا پھر میں بنو سالم میں گیا اس وقت حضرت عثمان بوڑھے اور نابینا ہو چکے تھے اور وہ اپنی قوم کو نماز پڑھاتے تھے جب انہوں نے نماز سے سلام پھیرا تو میں نے ان کو سلام کیا اور بتایا کہ میں کون ہوں پھر میں نے ان سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے مجھے یہ حدیث اسی طرح سنائی جس طرح پہلی بار سنائی تھی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۲۴ میں گزر چکی ہے بعض نے اور اہم فوائد کا ذکر یہاں کیا جا رہا ہے:

حضرت معاویہ کی خلافت میں یزید کا امیر لشکر ہونا صرف کلمہ پڑھنے سے دوزخ کے حرام ہونے کی تحقیق اور دیگر مسائل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ یزید بن معاویہ کو ان پر امیر بنادیا گیا تھا۔ یہ ۵۰ھ یا ۵۲ھ کا واقعہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا ہے اس غزوہ میں اس لشکر نے القسطنطنیہ کا محاصرہ کر لیا تھا۔

حضرت ابویوب انصاری نے حضرت ثمود کی حدیث کا انکار کیا تھا کی وجہ یہ تھی کہ اس حدیث میں مذکور ہے: اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو دوزخ پر حرام کر دیا ہے جس نے اللہ کی رضا جوئی کے لیے لا الہ الا اللہ پڑھا۔ کیونکہ اس حدیث کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی گناہ گار مسلمان دوزخ میں نہیں داخل ہوگا اور یہ کثیر آیات اور احادیث صحیحہ مشہورہ کے خلاف ہے لیکن ان میں تطبیق ہو سکتی ہے کہ جس نے اللہ کی رضا کے لیے لا الہ الا اللہ پڑھا وہ ہمیشہ کے لیے دوزخ میں داخل نہیں ہوگا اور اپنی سزا بھگت کر جنت میں چلا جائے گا یا ابتداء جنت میں نہیں جائے گا۔ جنت میں داخل ہوگا۔

نیز اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر اور حضرت عثمان کو جماعت سے نماز پڑھائی اور یہ نفل کی جماعت تھی۔ امام بخاری نے اسی کے ثبوت کے لیے باب کا عنوان قائم کیا ہے 'تاہم نفل کی جماعت کا اعلان نہیں کرنا چاہیے اور اس کے لیے لوگوں کو جمع نہیں کرنا چاہیے' تاکہ جس کو اس نماز کے نفل ہونے کا علم نہ ہو وہ اس کو فرض نہ سمجھ لے اس سے تراویح کی جماعت مستثنیٰ ہے کیونکہ بعد از سناپ سے تراویح کو جماعت کے ساتھ پڑھا ہے نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ میں پانی بھر جاتا تو حضرت عثمان مسجد میں نماز پڑھانے نہیں جاتے تھے اور ان کی ضرورت بھی کمزور تھی اس سے معلوم ہوا کہ بیماری کے عذر کی وجہ سے جماعت کو ترک کرنا جائز ہے اور اس میں مذکور ہے کہ حضرت مالک بن دحس رسول اللہ سے ملنے نہیں آئے تو صحابہ نے ان کی مذمت کی اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی بزرگ کے تشریف لانے پر اس سے ملنے نہ آئے اس کی مذمت کرنا جائز ہے چونکہ ان کا منافقین سے ملنا جلنا تھا اس لیے صحابہ نے ان کی مذمت کی اس سے یہ معلوم ہوا کہ جس شخص کا جو کام ظاہر ہو اس کو بیان کرنا غیبت نہیں ہے اور کلمہ شہادت پڑھنا اجراء احکام مسلمین کے لیے کافی ہے حضرت محمود دوبارہ حضرت عثمان کے پاس اس حدیث کے سماع کے لیے گئے کیونکہ حضرت ابویوب نے اس حدیث کا انکار کیا تھا اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی شخص کو یہ خطرہ ہو کہ وہ حدیث بھول گیا ہے یا اس پر تہمت ہو تو وہ اپنے شیخ سے دوبارہ حدیث کا سماع کرے اور اس میں سماع حدیث کے لیے سفر کرنے کا ثبوت ہے۔

حدیث مذکور سے علامہ عینی کے استنباط کردہ پچپن مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی نے اس حدیث کے حسب ذیل فوائد ذکر کیے ہیں:

- (۱) جو شخص رسول اللہ ﷺ کو یا آپ کے کسی فعل کو یاد رکھے اس کا صحابہ میں شمار ہوتا ہے جیسے حضرت محمود نے پانچ سال کی عمر میں یہ یاد رکھا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے چہرے پر کھلی کی تھی۔
- (۲) رسول اللہ ﷺ مومنین کی اولاد پر شفقت فرماتے تھے جیسے آپ نے شفقت سے محمود بن ربیع کے چہرے پر کھلی کی تھی۔
- (۳) آپ بچوں سے ان کے آباء کی وجہ سے الفت کرتے تھے اور ان سے مزاح کرتے تھے۔
- (۴) اس میں بچوں کے ساتھ آپ کے مزاح کرنے کا ثبوت ہے جیسے آپ نے پانچ سالہ حضرت محمود کے چہرے پر کھلی کی۔
- (۵) آپ بعض اوقات آرام فرماتے تھے تاکہ اس سے عبادت کرنے پر مدد حاصل ہو جیسے نماز پڑھانے کے بعد آپ کا حضرت عتبہ کے گھر میں ٹھہرنا۔
- (۶) نفس کے حقوق کو ادا کرنا اور اس کو ہر وقت مشقت میں نہ ڈالنا۔
- (۷) کنویں سے پانی نکالنے کے لیے ڈول رکھنا جیسے رسول اللہ ﷺ نے حضرت محمود کے گھر کے کنویں سے پانی لے کر کھلی کی۔
- (۸) منہ سے کھلی کرنا۔
- (۹) بچہ کے چہرے پر کھلی کرنا جیسے رسول اللہ ﷺ نے پانچ سال کی عمر کے حضرت مجرب بن ربیع کے چہرے پر کھلی کی۔
- (۱۰) مدینہ کے گرد رہنے والے قبیلوں کا اپنی مساجد میں نہ پڑھنا۔
- (۱۱) کمزور آدمی کا امامت کرنا اور اندھیرے اور کچھڑ پانی میں مسجد میں نہ جانا جیسے حضرت عتبہ اپنی مسجد میں امامت کراتے تھے۔
- (۱۲) مرد کا فرض نماز اپنے گھر میں پڑھنا۔ اسی طرح نوافل بھی گھر میں پڑھنا جیسے حضرت عتبہ بارش کے ایام میں گھر میں نمازیں پڑھتے تھے۔
- (۱۳) کسی بزرگ سے یہ سوال کرنا کہ وہ اس کے سر پر کسی جگہ نماز پڑھتا ہے تاکہ اس جگہ کو نماز پڑھنے کے لیے معین کر لے۔
- (۱۴) کسی شخص کا اپنا عذر بتانے کے لیے اپنا مرض بیان کرنا شکوہ اور شکایت نہیں ہے جیسے حضرت عتبہ نے اپنی بصارت کی کمزوری بیان کی۔
- (۱۵) شارع علیہ السلام کا اپنے متنی دروازے پر داخل کرنا جیسے آپ نے حضرت عتبہ کے گھر جانے کی دعوت قبول کی۔
- (۱۶) امام کا کسی جگہ اپنے تابع و ساتھ سے رہنا جیسے رسول اللہ ﷺ حضرت عتبہ کے گھر میں رہے، ابو بکر کو ساتھ لے کر گئے۔
- (۱۷) صحابہ میں سے حضرت ابو بکر کو ساتھ لے کر جانا ان کے افضل الصحابہ ہونے پر دلالت کرتا ہے۔
- (۱۸) صرف حضرت ابو بکر کا نام لینا کیونکہ وہ آپ کو سب سے زیادہ محبوب تھے۔
- (۱۹) آپ نے حضرت عتبہ سے پوچھا: کس جگہ نماز پڑھوں؟ کیونکہ گھر والا ہی اپنے گھر کی جگہوں کو زیادہ جانتا ہے۔
- (۲۰) حضرت عتبہ نے کہا: جس جگہ آپ نماز پڑھیں گے میں اس کو مصلی بنالوں گا اس میں آثار صالحین سے تبرک کا ثبوت ہے۔
- (۲۱) یقین کو طلب کرنا اجتہاد پر مقدم ہے کیونکہ جس جگہ شارع علیہ السلام نے نماز پڑھی ہے اس کا قبلہ رخ ہونا یقینی تھا جب کہ باقی جگہوں کا قبلہ رخ ہونا اجتہاد سے معلوم کیا جاتا ہے۔
- (۲۲) کسی معین جگہ پر نماز کو طلب کرنا تاکہ اس جگہ نماز پڑھنا نبی ﷺ کی برکت سے نماز باجماعت کے قائم مقام ہو۔

(۲۳) نبی ﷺ نے حضرت عتبہؓ سے نماز کی جگہ کے متعلق پوچھا تا کہ ان کے گھر کی اطراف میں بحسب نہ کرنا پڑے۔
 (۲۴) گھروں میں باجماعت نوافل پڑھنے کا ثبوت کیونکہ آپ نے دن چڑھنے کے بعد جماعت کرائی۔
 (۲۵) نبی ﷺ جس جگہ نماز پڑھیں اس کی فضیلت کیونکہ حضرت عتبہؓ نے اسی لیے آپ سے نماز پڑھوائی تھی۔
 (۲۶) دن کے نوافل بھی رات کے نوافل کی طرح دو دو رکعت پڑھے جائیں کیونکہ آپ نے دو رکعت نماز پڑھی تھی۔
 (۲۷) گھر کے اندر جس جگہ نماز پڑھی جائے اور اس جگہ کو نماز کے لیے مختص کر لیا جائے اس جگہ کی ملکیت برقرار رہتی ہے۔
 (۲۸) نماز کے لیے کسی جگہ کو خاص کرنے کی ممانعت مساجد میں ہے، گھروں میں نہیں ہے، کیونکہ آپ نے حضرت عتبہؓ کو گھر میں نماز کی جگہ معین کرنے سے منع نہیں فرمایا۔

(۲۹) نبی ﷺ نے دن چڑھنے کے بعد دو رکعت نماز پڑھائی اور یہی یا شت کی نماز ہے اس کا استحباب۔
 (۳۰) کسی بزرگ کے آنے پر اس کی کھانے کی دعوت کرنا خواہ اس کو پہلے اس کی اطلاع نہ دی جائے۔
 (۳۱) دعوت میں غیر معمولی تکلف کا اہتمام نہ کرنا اور سادگی سے ماحضر پیش کرنا۔
 (۳۲) نبی ﷺ کو جو کھانا بھی پیش کیا جاتا آپ تناول فرمالیتے اور کسی کھانے کی مذمت نہ فرماتے۔
 (۳۳) نبی ﷺ نیکی کے کاموں پر دوام فرماتے تھے جیسے آپ نے حضرت عتبہؓ کے گھر میں بھی چاشت کی نماز پڑھی۔
 (۳۴) حضرت عتبہؓ نے اشارے سے وہ بتایا جہاں دو نماز پڑھتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ اشارے پر اکتفاء کرنا جائز ہے۔
 (۳۵) حضرت عتبہؓ نے اشارے کے ساتھ تصریح بھی کی اس سے معلوم ہوا کہ اشارے کے ساتھ الفاظ سے تصریح بھی کرنا چاہیے۔
 (۳۶) جس حویلی میں لوگوں کے متعدد گھر ہوں اس حویلی کو دار سے تعبیر کرنا جائز ہے جیسے آپ نے فرمایا: انصار کے گھروں میں ہوا انبار کے گھر سب سے بہتر ہیں اور اس حدیث میں سے کہ اہل الدار نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ میرے بیت میں ہیں۔
 (۳۷) مختلف گھروں سے لوگوں کا اس گھر میں آنا جس میں کوئی صالح مانگ آیا ہو۔ اس کی زیارت سے مستفید ہوں اور اس سے برکت حاصل کریں جیسے اس حویلی کے گھر۔ گھر اللہ ﷻ کی برکت اور آپ سے فیض حاصل کرنے آئے۔
 (۳۸) جو شخص اس بزرگ کی زیارت کے لیے نہ آئے تو اس کی مذمت کرنا جیسے صحابہ کا حضرت مالک بن دھن کی مذمت کرنا۔
 حضرت مالک بن دھن رضی اللہ عنہ بدری صحابی ہیں عقبہ میں ان کے حاضر ہونے میں اختلاف ہے انہوں نے اسلام میں ایسے نیک اعمال کیے ہیں جو ان سے نفاق کی تہمت کو دور کر دیتے ہیں۔

(۳۹) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ منافقین اور بد مذہبوں سے بچنے اور بات نہ کرنے چاہئے۔
 (۴۰) منافقوں کے پاس بیٹھنے کی وجہ سے جو شخص کسی مسلمان پر نفاق کی تہمت لگا۔ اس کو سزا دی جائے گی نہ یہ کہا جائے گا: تم نے گناہ کیا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ان صحابہ کی مذمت نہیں کی جنہوں نے حضرت مالک پر نفاق کی تہمت لگائی تھی۔
 (۴۱) نبی ﷺ مسلمانوں کے دلوں کے حال پر مطلع تھے کیونکہ آپ نے حضرت مالک کے متعلق فرمایا کہ انہوں نے اللہ کی رضا جوئی کے لیے لا الہ الا اللہ پڑھا ہے یا آپ کو وحی سے مطلع کیا گیا تھا۔
 (۴۲) نبی ﷺ نے ان صحابہ کو منع کیا کہ وہ حضرت مالک کو منافق کہیں اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی بزرگ کے سامنے کسی مسلمان کو منافق کہا جائے تو وہ اس سے منع کرے۔
 (۴۳) اگر کوئی شخص دلیل کی بناء پر کسی کو عیب لگائے تو یہ غیبت نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے حضرت مالک کو منافق کہا



نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

۲۰۔ کتاب فضل الصلوٰۃ فی مسجد مکہ والمدینہ

مکہ اور مدینہ کی مسجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت کا بیان

۱۔ باب فضل الصلوٰۃ فی

مسجد مکہ والمدینہ

مکہ اور مدینہ کی مسجد میں نماز

پڑھنے کی فضیلت

اس عنوان میں اگرچہ مطلقاً نماز کا ذکر ہے مگر اس سے مراد فضل نماز ہے۔

۱۱۸۸۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ قَزْعَةَ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ أَرَبَعًا قَالَ سَمِعْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ غَزَا مَعَ النَّبِيِّ ثِنْتِي عَشْرَةَ غَزْوَةً. (ح).

م بخاری: یہ حدیث کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی ہے کہ: میں نے کہا: میں نے شعبہ سے حدیث بیان کی ہے کہ: مجھے عبد الملک نے خبر دی از قزعة انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے چار حدیثیں سنی ہیں انہوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ سے سنی ہے اور وہ نبی ﷺ کے ساتھ بارہ غزوات میں رہے۔ (ح)

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۸۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۱۸۹۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُشَدُّ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِ الرَّسُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَسْجِدِ الْأَقْصَى.

امام بخاری نے کہا: ہمیں علی نے حدیث بیان کی ہے کہ: انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الزہری رضی اللہ عنہ سے کہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: صرف تین مسجدوں کی طرف سفر کے لیے کجاوے کئے جائیں: مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصی۔

(صحیح مسلم: ۱۳۹۷، المثل السلسل: ۳۳۲۴، سنن ابوداؤد: ۲۰۳۳، سنن نسائی: ۶۹۹، سنن ترمذی: ۳۲۵، سنن ابن ماجہ: ۱۳۰۹، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۶۷، مشکل الآثار: ۵۹۲-۵۸۷، صحیح ابن حبان: ۱۶۳۱، سنن بیہقی ج ۵ ص ۴۴، مصنف عبدالرزاق: ۹۱۷۱-۹۱۶۰، مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۳ طبع قدیم مسند احمد: ۱۹۱-۷ ج ۱۲ ص ۱۱۶، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع السانید لابن جوزی: ۳۶۳، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۳۲۶، مسند الطحاوی: ۷۶۲۸)

مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کے علاوہ اور کسی مسجد میں نماز پڑھنے کی نذر ماننا جائز نہیں

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل، لکھی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کے نزدیک یہ حدیث اس شخص پر محمول ہے جو ان تین مساجد کے علاوہ کسی اور مسجد میں نماز پڑھنے کی نذر مانے امام مالک نے کہا: جس نے کسی ایسی مسجد میں نماز پڑھنے کی نذر مانی جس میں کسی سواری پر سفر کیے بغیر نہیں پہنچ سکتا تو وہ اپنے شہر کی مسجد میں نماز پڑھے سوا اس کے کہ وہ مکہ مدینہ یا بیت المقدس کی مسجد میں نماز پڑھنے کی نذر مانے تو اس پر سفر کر کے وہاں جانا لازم ہے۔

علامہ ابن بطل فرماتے ہیں: جس نے صالحین کی مسجد میں نماز پڑھنے اور ان سے تبرک حاصل کرنے کا ارادہ کیا تو اس کے لیے یہ مباح ہے خواہ وہ سواری پر سفر کر کے جائے یا نہیں اور اس حدیث کی ممانعت اس کے لیے نہیں ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سفر کر کے پہاڑ طور پر گئے جب وہ واپس آئے تو ان کی ملاقات حضرت بصرہ بن ابی بصرہ سے ہوئی اور انہوں نے ان کے اس سفر پر ناگواری کا اظہار کیا اور ان سے کہا: اگر میں آپ کے نکلنے سے پہلے آپ سے ملاقات کر لیتا تو آپ نہ نکلتے میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تین مساجد کے سوا سواری پر سفر نہ کیا جائے۔ (مسند احمد: ۲۳۸۵۰ ج ۶ ص ۷۷ المعجم الکبیر: ۲۱۶۰ مسند ابوداؤد الدیلمی: ۲۵۰۶-۱۳۳۸) اس سے معلوم ہوا کہ حضرت بصرہ کا مذہب یہ تھا کہ اس حدیث کو عموم پر محمول کیا جائے اور ان تین مساجد کے سوا کسی مسجد کی طرف کسی حال میں سفر نہ کیا جائے اور اس میں نذر ماننے والا اور نفلی طور پر سفر کرنے والا دونوں داخل ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ معاملہ اس طرح نہیں ہے حضرت نے فرمایا ہے کہ اگر میں آپ کے نکلنے سے پہلے آپ سے ملاقات کر لیتا تو آپ نہ نکلتے میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تین مساجد کے سوا سواری پر سفر نہ کیا جائے۔ (مسند احمد: ۲۳۸۵۰ ج ۶ ص ۷۷ المعجم الکبیر: ۲۱۶۰ مسند ابوداؤد الدیلمی: ۲۵۰۶-۱۳۳۸) اس سے معلوم ہوا کہ حضرت بصرہ کا مذہب یہ تھا کہ اس حدیث کو عموم پر محمول کیا جائے اور ان تین مساجد کے سوا کسی مسجد کی طرف کسی حال میں سفر نہ کیا جائے اور اس میں نذر ماننے والا اور نفلی طور پر سفر کرنے والا دونوں داخل ہیں۔

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ جو مدینہ میں بیت المقدس کی طرف جانا نذر مانے امام مالک نے کہا: وہ پیدل بھی جاسکتا ہے اور سوار بھی ہو سکتا ہے امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا: وہ مدینہ یا مکہ کی مسجد میں نماز پڑھے امام ابو یوسف نے اس پر استدلال کرتے ہوئے کہا کہ مکہ اور مدینہ کی مسجد میں نماز پڑھنا مقدس میں نماز پڑھنے سے افضل ہے اس لیے کہ مکہ یا مدینہ کی مسجد میں نماز پڑھنا بیت المقدس کی طرف جانا سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

امام طحاوی نے امام ابو حنیفہ اور امام محمد سے یہ سنا کہ جس نے یہ نذر مانی کہ میں فلاں جگہ پر پڑھے گا چار سال تک کسی اور جگہ نماز پڑھ لی تو یہ جائز ہے کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: میری اس مسجد میں نماز پڑھنا دوسری مسجد میں ہزار نماز پڑھنے سے افضل ہے سوا مسجد حرام کے۔ (صحیح البخاری: ۱۱۹۰) اس سے مراد فرض نماز ہے نہ کہ نفل کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فرض کے سوا مرد کی بہترین نماز اس کے گھر میں ہوتی ہے۔

(صحیح البخاری: ۷۳۱، صحیح مسلم: ۷۸۱، سنن ابوداؤد: ۱۴۳، سنن ترمذی: ۳۵۰، سنن نسائی: ۱۵۵۸۰، مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۲)

مسجد حرام اور مسجد نبوی میں کون سی مسجد زیادہ افضل ہے؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری اس مسجد میں نماز پڑھنا دوسری مسجد میں ہزار نماز پڑھنے سے افضل ہے سوا مسجد حرام کے تو فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ مکہ میں نماز پڑھنا مدینہ سے افضل ہے یا مدینہ میں نماز پڑھنا مکہ سے افضل ہے؟ ایک جماعت کا یہ

مذہب ہے کہ مدینہ مکہ سے افضل ہے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے یہی مروی ہے اور یہی امام مالک کا اور اکثر اہل مدینہ کا قول ہے۔

دوسری جماعت کا مذہب یہ ہے کہ مکہ مدینہ سے افضل ہے یہ علماء اہل مکہ فقہاء احناف اور امام شافعی کا مذہب ہے امام شافعی نے کہا کہ روئے زمین کا سب سے افضل نکڑا مکہ مکرمہ ہے ابن وہب مالکی اور ابن حبیب اندلسی کا بھی یہی مذہب ہے یہ دونوں جماعتیں حضرت ابو ہریرہ کی حدیث سے استدلال کرتی ہیں۔

علامہ ابن بطلال فرماتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں کسی فریق کی دلیل نہیں ہے حضرت ابو ہریرہ کی حدیث سے یہ معصوم ہوتا ہے کہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنا اس کے سوا باقی مساجد کی ہزار نمازوں سے افضل ہے ماسوا مسجد حرام کے اس میں مسجد حرام کا استثناء کیا گیا ہے اور یہ ہو سکتا ہے کہ مسجد حرام مسجد نبوی کے مساوی ہو یا اس سے افضل ہو یا اس سے مفضل ہو۔

جو مسجد نبوی کی نماز کو افضل کہتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: مسجد حرام کی ایک نماز اس کے سوا کی سو نمازوں سے افضل ہے ابو عبد اللہ بن ابی صفرہ نے کہا: حضرت عمر کا یہ قول نبی ﷺ کی اس حدیث کی تفسیر ہے: میری اس مسجد کی ایک نماز اس کے سوا کی ہزار نمازوں سے افضل ہے ماسوا مسجد حرام کے۔

اسی تاویل کی مثل عبد اللہ بن نافع مالکی نے حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں کی ہے وہ کہتے تھے کہ مسجد نبوی کی ایک نماز باقی تمام مساجد کی ہزار نمازوں سے افضل ہے۔ مسجد حرام کے لیونہ۔ نبوی میں نماز پڑھنا حرام میں نماز پڑھنے سے افضل ہے مگر اس کی ہزار نمازوں سے افضل نہیں ہے۔

اور جو مسجد حرام کو افضل قرار دیتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسجد حرام میں ایک نماز پڑھنا میری اس مسجد میں نماز پڑھنے کی سو نمازوں سے افضل ہے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۹۲۰۴، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

بہ طریق نظر ان کی دلیل یہ ہے کہ تھے پنے میں آج بار مسجد حرام کا قصد کرنے (یعنی حج) کو فرض قرار دیا ہے اور ان پر مسجد نبوی کے قصد کرنے کو فرض قرار نہیں دیا انہوں نے امام مالک کے قول سے بھی استدلال کیا ہے کہ جس نے نذر دیا کہ وہ مسجد نبوی میں نماز پڑھے گا اس پر پیدل جانا لازم نہیں ہے بلکہ اس پر لازم ہے کہ وہ سوار ہو کر جائے اور جس نے مکہ میں سوار ہونے کی مانی ہو کہ پیادہ جائے گا ۲۰ میں ہو گا اور قول ہے کہ اس پر استثناء ہے کیونکہ امام مالک نے مکہ کی طرہ پیدل کرنے کو لازم ہے کہ اس کی حرمت اور استثناء ہے۔

(شرح ابن بطلال ج ۳ ص ۱۸۳-۱۸۱، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

دوسری مساجد کی بہ نسبت کعبہ میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازوں سے افضل ہے

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطلال نے کعبہ میں نماز پڑھنے کی فضیلت میں وہ احادیث ذکر کی ہیں جن میں یہ ذکر ہے کہ دوسری مساجد کی بہ نسبت کعبہ میں نماز پڑھنا ہزار نمازوں سے افضل ہے مگر بعض احادیث میں یہ بھی ذکر ہے کہ دوسری مساجد کی بہ نسبت کعبہ میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازوں سے افضل ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری مسجد میں نماز پڑھنا دوسری مساجد میں نماز پڑھنے کی بہ نسبت ایک ہزار نمازوں سے افضل ہے ماسوا مسجد حرام کے اور مسجد حرام میں ایک نماز پڑھنا اس کے سوا دوسری مساجد میں ایک لاکھ

نمازوں کے پڑھنے سے افضل ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۳۰۶، شرح مشکل الآثار: ۵۹۹، مسند احمد ج ۳ ص ۳۳۳ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۵۲۷۱، ۱۳۶۹۳، ج ۳ ص ۳۶، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)
علامہ شعیب الارؤط اور ان کے شرکاء نے لکھا ہے: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مرد کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا ایک نماز ہے اور اس کا قبائل (محلہ) کی مسجد میں نماز پڑھنا پچیس نمازیں ہیں اور اس کا جامع مسجد میں نماز پڑھنا پانچ سو نمازیں ہیں اور اس کا مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) میں نماز پڑھنا پچاس ہزار نمازیں ہیں اور اس کا میری مسجد میں نماز پڑھنا (بھی) پچاس ہزار نمازیں ہیں اور اس کا مسجد حرام میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازیں ہیں۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۳۱۳)

علامہ بوسیری متوفی ۸۴۰ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند میں ابو الخطاب الدمشقی ہے، یہ مجہول ہے اور زرقانی ہے ابو زرعہ نے کہا: اس کی روایت میں کوئی حرج نہیں ہے ابن حبان نے اس کا ثقات میں ذکر کیا ہے اور ضعفاء میں بھی اور کہا: اس کی روایت سے استدلال صحیح نہیں جب یہ منفرد ہو۔ (زوائد ابن ماجہ ص ۲۰۷، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۳ھ)

میں کہتا ہوں: اگر اس حدیث کی سند ضعیف ہو پھر بھی فضائل اعمال میں ضعیف السند حدیث معتبر ہوتی ہے۔
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسجد حرام میں نماز ایک لاکھ نمازیں ہیں اور میری مسجد میں نماز دس ہزار نمازیں ہیں اور میری مسجد میں نماز ایک لاکھ نمازیں ہیں۔

(طیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۴۶، دار الکتب العربیہ بیروت ۱۴۰۷ھ، طبع: بیروت، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ، الترفیہ والترہیب ج ۲ ص ۲۱۶، کنز العمال: ۳۳۶۳۳-۳۳۶۳۲، تاریخ دمشق الكبير: ۵۸۴۱، ج ۲۸ ص ۱۷۱، دار احیاء التراث العربیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)
شیخ ابن تیمیہ کی قبر مبارک کی زیارت کے لیے سفر کرنے کے متعلق شیخ ابن تیمیہ کا نظریہ
شیخ ابن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ لکھتے ہیں:

و اما اذان کان قصده بالسفر۔۔۔ رة نرس السی
ﷺ دون الصلوة فی مسجده فهذه المسألة فیها
خلاف فالذ۔۔۔ علیہ الانمة واكثر العلماء ان هذا
غیر مشروع ولا عام۔۔۔ لنولہ ﷺ۔۔۔ تشد
الرحال الا نسی ثلث مساجد المسجدة الحرام
ومسجدي هذا والمسجد الاقصی ولهذا لم يذكر
العلماء ان مثل هذا السفر اذا نذرہ يجب الوفاء
به۔ (مجموع الفتاوى ج ۲ ص ۱۹، مطبوعہ دار البیروتیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)
جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ کوئی شخص محض رسول اللہ
ﷺ کی قبر انور کی زیارت کے قصد سے سفر کرے نہ کہ مسجد نبوی
ﷺ میں نماز کے قصد سے تو یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے۔۔۔ میں
علمائے اکثریت کا قول یہ ہے کہ یہ سفر جائز نہیں ہے۔۔۔ اس کا
حکم یا گیا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بدوے صرف
تین مساجد کی طرف باندھے جائیں: مسجد حرام کی طرف، میری اس
مسجد کی طرف اور مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) کی طرف۔ یہی وجہ
ہے کہ علماء نے یہ ذکر نہیں کیا کہ جب کوئی شخص اس جیسے سفر کی نذر
مان لے تو اس پر اس نذر کو پورا کرنا واجب ہے۔

واما اذا قدر ان من اتی المسجد فلم یصل
فیہ ولكن اتی القبر ثم رجع فهذا هو الذی انکرہ
الانمة کمالک وغیرہ وليس هذا مستحباً عند احد
جو شخص مسجد نبوی میں آ کر نماز ادا نہ کرے بلکہ فقط قبر پر
حاضری دے کر چلا جائے تو امام مالک اور دیگر ائمہ نے اس کو
ناپسندیدہ قرار دیا ہے اور کسی بھی عالم کے نزدیک یہ ارادہ مستحب

من العلماء وهو محل النزاع هل هو حرام او مباح وما علمنا احدا من علماء المسلمين استحباب مثل هذا بل انكروا اذا كان مقصوده بالسفر مجرد القبر من غير ان يقصد الصلوٰۃ فی المسجد و جعلوا هذا من السفر المنهى عنه.

نہیں ہے بلکہ اختلاف ہے کہ آیا ایسا ارادہ حرام ہے یا جائز۔ ہمیں تو کسی عالم کے بارے میں نہیں معلوم کہ اس نے اس طرح کے سفر کو مستحب قرار دیا ہو بلکہ جب کسی شخص کا مقصد فقط قبر کی زیارت کرنا ہو اور مسجد نبوی میں نماز کا قصد نہ ہو تو اس سفر کو علماء نے ناپسندیدہ قرار دیا ہے اور اسے ممنوع سفر میں شمار کیا ہے۔

(مجموعۃ الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۸۳)

حافظ ابن حجر عسقلانی کا شیخ ابن تیمیہ کے نظریہ کا رد کرنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی متوفی ۷۸۶ھ نے کہا ہے: ہمارے زمانہ میں اس مسئلہ میں بہ کثرت مناظرے ہوئے ہیں اور طرفین سے رسائل لکھے گئے ہیں (حافظ عسقلانی کہتے ہیں:) اس کا اشارہ اس طرف ہے کہ شیخ تقی الدین السبکی وغیرہ نے شیخ تقی الدین بن تیمیہ اور ان کے حامی شمس الدین عبدالبہادی کے رد میں جو کتابیں لکھیں اور وہ ہمارے شہروں میں مشہور ہیں خلاصہ یہ ہے کہ شیخ ابن تیمیہ نے حیدرہ رحال کی ممانعت کی حدیث سے سیدنا رسول اللہ ﷺ کی قبر کی زیارت کے لیے سفر سے منع کیا ابن تیمیہ سے جو فتوح مسائل منقول ہیں یہ ان میں سے فتوح مسئلہ ہے اس کے رد میں اس سے استدلال کیا گیا ہے کہ نبی ﷺ کی قبر کی زیارت کے جواز پر اجماع ہو چکا ہے اور یہ افضل اعمال سے ہے اور اللہ عزوجل کے قرب تائب سے بزرگ ذریعہ ہے اور بغیر کسی اختلاف کے اس کے جواز پر اجماع ہے۔

حیدرہ رحال کی حدیث میں مستثنیٰ منہ مذکور ہے یا مقدر ہے مستثنیٰ منہ یا تو عام مقدر ہے اور اب معنی ہوگا: ان تین مسجدوں کے علاوہ کسی بھی جگہ کے سفر کے لیے اونٹنیوں پر کوبہ نہ دے نہ کسے جائیں یا نہ ہو نہیں سکتا ورنہ لازم آئے گا کہ تجارت کے لیے رشتہ داروں سے ملنے کے لیے اور طلب علم کے لیے سفر نہ یا جائے پس یہ خاص مستثنیٰ منہ مقدر مانا جائے گا جس کی مقام کے ساتھ زیادہ مناسبت ہو اور وہ یہ ہے کہ ان تین مساجد کے سوا کسی مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے سفر نہ کیا جائے پس اس حدیث سے نبی ﷺ کی قبر شریف اور دیگر صالحین کی قبروں کی زیارت کے لیے سفر کی ممانعت پر استدلال کرنا باطل ہو گیا۔ علامہ سبکی نے کہا ہے کہ روئے زمین پر کسی جگہ میں ذاتی نسبت نہیں ہے کہ اس کی زیارت کے لیے سفر کیا جائے سوائے ان تین شہروں کے بلکہ ہاں کسی کی زیارت کے لیے یہ بہاد کے یا طلب تم وغیرہ کے لیے سفر کیا جاتا ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۶۶۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۶ھ)

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے اس حدیث کے جواب میں فرمایا ہے: اس حدیث میں ان تین مساجد کے علاوہ مطلقاً سفر سے منع نہیں فرمایا بلکہ ان تین مسجدوں کے علاوہ اور کسی مسجد کے لیے سفر کرنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ مستثنیٰ منہ مستثنیٰ کی جنس سے ہوتا ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۶۵ مطبوعہ لاہور)

اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے کسی سواری کا کبادہ نہ کسا جائے سوائے مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور میری اس مسجد کے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۶۴ طبع قدیم دار الفکر مسند احمد: ۱۱۵۵۲ - ج ۱ طبع دار الحدیث قاہرہ ۱۴۱۶ھ)

شیخ عبد الرحمان مبارک پوری متوفی ۱۳۵۲ھ نے اس حدیث پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ حدیث شہر بن حوشب سے مروی ہے اور وہ کثیر الادھام ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے التقریب میں لکھا ہے۔ (تحفۃ الاخوان ج ۱ ص ۷۱ طبع لبنان)

شیخ مبارک پوری کے اعتراض کا جواب 'مصنف کی طرف سے

میں کہتے ہوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے التقریب میں لکھا ہے کہ شہر بن حوشب بہت صادق ہے اور یہ بہت ارسال کرتا ہے اور اس کے بہت وہم ہیں۔ (تقریب التہذیب ج ۱ ص ۴۲۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

اور حافظ ابن حجر عسقلانی 'شہر بن حوشب کے متعلق تہذیب التہذیب میں لکھتے ہیں:

امام احمد نے اس کے متعلق کہا: اس کی حدیث کتنی حسین ہے اور اس کی توثیق کی اور کہا کہ عبد الحمید بن بہرام کی وہ حدیث جس میں امام ترمذی نے کہا: امام بخاری نے فرمایا: شہر حسن الحدیث ہے اور اس کا امر قوی ہے ابن معین نے کہا: یہ ثقہ ہے ان کے علاوہ اور بہت ناقدین فن نے شہر کی توثیق کی ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۳۳۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ)

حافظ جمال الدین مزنی متوفی ۷۴۲ھ اور علامہ شمس الدین ذہبی متوفی ۷۴۸ھ نے بھی شہر بن حوشب کی تعدیل میں یہ اور بہت ائمہ کے اقوال نقل کیے ہیں۔ (تہذیب الکمال ج ۸ ص ۴۰۹ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۳۹۰ طبع بیروت)

علاوہ ازیں حافظ ابن حجر عسقلانی نے خصصیت سے اس حدیث کے متعلق لکھا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۶۶) اور شیخ احمد شاہر متوفی ۱۳۷۳ھ نے بھی اس حدیث کے متعلق لکھا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے کیونکہ امام احمد اور امام ابن معین نے شہر بن حوشب کی توثیق کی ہے۔ (مسند احمد ج ۱۰ ص ۲۰۱ طبع قاہرہ)

اس حدیث کا دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر اس حدیث میں مستثنیٰ منہ مسجد کو نہ مانا جائے بلکہ عام مانا جائے اور یہ معنی کیا جائے کہ ان تین مساجد کے سوا کسی جگہ کا بھی سفر کا قصد نہ کیا جائے تو پھر نیک لوگوں کی زیارت، شہداءوں سے ملنے دوستوں سے ملنے عموم مروجہ کو حاصل کرنے تلاش معاش، حصول ملازمت، سیر و تفریح، زیارت دربارت کے لیے سفر کرنا بھی ناجائز حرام اور سفر معصیت ہوگا۔

شیخ مبارک پوری نے اس جواب پر یہ اعتراض کیا ہے: رہا تجارت یا طلب علم یا کسی اور غرض صحیح کے لیے سفر کرنا تو ان کا جواز دوسرے دلائل سے ثابت ہے (اس لیے یہ ممانعت عموم پر محال ہے)۔ (تحفۃ الاخوان ج ۱ ص ۷۱ مطبوعہ نشرانہ لبنان)

میں کہتا ہوں کہ اس کے بغیر کوئی نوازہ رد نہیں آتا۔ شیخ پرمجانی ہیں کہ ان سے جو یہ کون سے دلائل ہیں، محتاج ستہ کی اس حدیث کی ممانعت کے عموم سے مقابلہ میں آتے ہیں۔ خصوصاً نیک لوگوں، رشتہ داروں، دوستوں کی زیارت، ملاقات کے لیے سفر کرنے، اسی طرح سائنسی علوم کے حصول، تلاش معاش، حصول ملازمت اور سیر و تفریح کے لیے سفر کرنے کے جواز پر کون سے دلائل ہیں؟ جو اس حدیث کی ممانعت پر رائج یا اس کے لیے ناخ ہوں، نبی ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کے لیے سفر کرنے کے جواز پر اور بھی بہت دلائل ہیں اور ممانعت کی اس حدیث کی ہم نے ان مذکور توجیہات کے علاوہ اور بھی کئی توجیہات ذکر کی ہیں اس کے لیے شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۶۳-۶۴ ملاحظہ فرمائیں شیخ ابن تیمیہ نے جو اس سفر کو حرام کہا ہے حافظ ابن حجر نے فرمایا: یہ ان کا انتہائی مکروہ قول ہے۔

اور ملا علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۳ھ لکھتے ہیں:

ابن تیمیہ حنبلی نے اس مسئلہ میں بہت تفریط کی ہے کیونکہ اس نے نبی ﷺ کی زیارت کے لیے سفر کو حرام کہا ہے بعض علماء

نے اس مسئلہ میں افراط کیا ہے اور اس سفر کے منکر کو کافر کہا ہے اور یہ دوسرا قول صحت اور صواب کے زیادہ قریب ہے کیونکہ جس چیز کی اباحت پر اتفاق ہو اس کا انکار کفر ہے تو جس چیز کے استحباب پر علماء کا اتفاق ہو اس کو حرام قرار دینا بہ طریق اولیٰ کفر ہوگا۔

(شرح الشفاء علی حاشیہ نسیم الریاض ج ۳ ص ۵۱۴، مطبوعہ بیروت)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۲۸۰۔ ج ۳ ص ۶۲ پر مذکور ہے اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① گنبد خضراء کی زیارت کے لیے سفر کا حکم ② شیخ ابن تیمیہ کی تکفیر ③ قبر انور کی زیارت کے ثبوت میں روایات۔

۱۱۹۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ رِبَاحٍ وَعَبِيدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ الْأَعْرَبِيِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ الْأَعْرَبِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلَوةٌ فِي مَسْجِدِي هَذَا خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ صَلَوةٍ فِيْمَا سِوَاهُ إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از زید بن رباح و عبید اللہ بن ابی عبد اللہ الاغرازی ابی عبد اللہ الاغرازی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میری اس مسجد میں نماز پڑھنا دوسری مساجد میں نماز پڑھنے کی بہ نسبت ہزار نمازوں سے افضل ہے ماسوا مسجد حرام کے۔

(صحیح مسلم: ۱۳۹۴، رقم المسلسل: ۳۳۱۵، سنن ترمذی: ۳۲۵، سنن نسائی: ۲۸۹۹-۲۶۹۳، سنن ابن ماجہ: ۱۳۰۴، مسند ابویعلیٰ: ۶۱۶۶، مسند احمد

ج ۲ ص ۲۵۶، مع قدیم مسند احمد: ۷۴۸۱۔ ج ۲ ص ۴۵۰، مؤسسہ ریسرچ، مسانید بابہ، مکتبۃ ارشد ریاض، ۱۴۲۶ھ، مسند

الطحاوی: ۷۶۱۵)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن یوسف ابو محمد التنیسی (۲) امام مالک بن انس (۳) زید بن رباح یہ ۱۳۱ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) عبید اللہ بن عبد اللہ (۵) ابو عبد اللہ ان کا نام سلمان الاغری۔ یہ اہل مدینہ کے داعی تھے (۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۳۷۰)

مسجد حرام اور مسجد نبوی کی نمازوں کی فضیلت میں اختلاف فقہاء اور مساجد نبوی کی فضیلت پر دلیل

قاضی عیاض بن موسیٰ، مکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

اس پر اجماع ہے کہ نبی ﷺ کی قبر مبارک روئے زمین کی سب سے افضل جگہ ہے اور مکہ اور مدینہ روئے زمین میں سب سے افضل ہیں پھر میں اختلاف ہے کہ قبر مبارک روئے زمین کی سب سے کون سی جگہ ہے بعض کہتے ہیں کہ امام مالک اور اکثر اہل مدینہ اس کے لئے مدینہ منورہ افضل ہے، انہوں نے کہا کہ مسجد حرام کے سوا باقی مساجد سے مسجد نبوی میں نماز ہزار نمازوں سے افضل ہے اور مسجد حرام سے ہزار نمازوں سے کم افضل ہے حضرت عمر نے کہا: مسجد حرام میں ایک نماز اس کے ماسوا سے سو نمازوں سے افضل ہے پس مسجد نبوی کی فضیلت نو سو نمازیں ہیں اور مسجد حرام کے غیر ہزار نمازوں سے افضل ہے۔

اہل مکہ اور فقہاء احناف کا مذہب یہ ہے کہ مکہ مکرمہ مدینہ منورہ سے افضل ہے اور ہمارے اصحاب میں سے ابن حبیب اور ابن وہب کا بھی یہی موقف ہے اور الساجی نے امام شافعی سے بھی اسی کی حکایت کی ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ مکہ میں نماز پڑھنا افضل ہے (اکمال المعلم بمواہم مسلم ج ۳ ص ۵۱۱، دار الوفاء، ۱۴۱۹ھ)

میں کہتا ہوں کہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کی فضیلت پر اس حدیث سے استدلال کیا جاسکتا ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! تو نے مکہ میں جتنی برکتیں رکھی ہیں اس کی دو ضعف برکتیں

سَاعَةً شَاءَ مِنْ لَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ، غَيْرَ أَنْ لَا تَتَحَرَّوْا طُلُوعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوبَهَا۔
پڑھنے سے منع نہیں کرتا خواہ وہ دن اور رات کو کسی وقت بھی نماز پڑھے مگر طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت نماز کا قصد نہ کرے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۸۲ میں گزر چکی ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن بطل مالکی قرطبی متونی ۴۲۹ھ لکھتے ہیں:

ابو جعفر الدادونی نے کہا: نبی ﷺ کا مسجد قباء میں جانا اس پر دلالت کرتا ہے کہ جو فضیلت والی مسجد شہر کے قریب ہو اس میں پیدل اور سوار ہو کر جانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہ تین مسجدوں کے علاوہ کجاوے کسے کی ممانعت میں داخل نہیں ہے۔

مسجد قباء میں نماز پڑھنے کا ثواب عمرہ کے برابر ہے

امام ابن ابی شیبہ نے از ابی امامہ بن ہبل از والد خود از نبی ﷺ یہ روایت ذکر کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مسجد قباء میں نماز پڑھنا عمرہ کی مثل ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۱۰، مجلس علمی بیروت: سنن ابن ماجہ: ۱۳۱۱، الا حادوالثانی: ۱۹۸۹، سنن ترمذی: ۳۲۳، المستدرک ج ۱ ص ۴۸۷، ابن ابی حاتم ج ۹ ص ۱۳۸)

حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: اس میں نماز پڑھنا عمرہ کی مثل ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۱۳، مجلس علمی بیروت)

دکیع سے روایت ہے کہ حضرت انس بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: آؤں اس کی خدمت میں ہوئی کہ وہ کون سی مسجد ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے؟ ان میں سے ایک نے کہا: وہ مسجد نبویؐ ہے۔ دوسرے نے کہا: وہ مسجد قباء ہے۔ پھر وہ نبی ﷺ کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا: وہ میری یہ مسجد ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۰۳، مجلس علمی بیروت، صحیح ابن حبان: ۶۰۵، المعجم الکبیر: ۶۰۲۵، ج ۶، مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۱)

دکیع نے حضرت ابوسعید خدری سے بھی اس کی شکل و صورت کے بارے میں پوچھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۰۲، مجلس علمی بیروت، المستدرک ج ۲ ص ۳۳۴، دلائل النبوة ج ۶ ص ۲۶۴، سنن ترمذی: ۳۰۰۰، سنن ابن حبان: ۷۷۶، سنن ابن ماجہ: ۷۶۰)

امام دارقطنی نے کثیر بن ولید سے از نبی ﷺ اس کی مثل روایت کی ہے اور یہ حضرت ابن عمر سعید بن المسیب اور امام مالک بن انس کا قول ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان دونوں مسجدوں کی بنیاد تقویٰ پر ہو۔

اس میں فقہ مالکیہ اختلاف ہے۔ بعض نے مسجد قباء میں نماز پڑھنے کی زیارت وہاں جا کر نماز پڑھنے پر ہی پابندی رکھ کر پڑھ لے۔ (شرح ابن بطلال ج ۲ ص ۱۸۳، کتاب علیہ زیارت: ۷۷۳)

مسجد قباء کی فضیلت اور ہفتہ کے دن مسجد قباء جا کر نماز پڑھنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

(۱) اس حدیث میں قباء کی فضیلت ہے اور قباء کی مسجد کی فضیلت ہے اور وہاں نماز پڑھنے کی فضیلت ہے۔

(۲) اس میں مسجد قباء کی زیارت کا استحباب ہے اور اس مسجد میں نماز پڑھنے میں نبی ﷺ کی اقتداء ہے اسی طرح ہفتہ کے دن مسجد قباء کی زیارت مستحب ہے۔

(۳) ہفتہ کے دن مسجد قباء کی زیارت اور اس میں نماز پڑھنے کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ ہجرت کی ابتداء میں سب سے پہلے اس مسجد کی بنیاد رکھی گئی تھی پھر اس کے بعد مدینہ میں مسجد نبوی کی بنیاد رکھی گئی تھی اور جمعہ کے دن مسجد نبوی میں جمعہ کی نماز پڑھی

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمَنْبَرِي رَوْضَةٌ مِّنْ رِّبَاضِ الْجَنَّةِ. [طرف الحدیث: ۷۳۵] جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

(سنن ترمذی: ۳۹۱۵، المعجم الصغیر: ۱۱۱۰، مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۶ طبع قدیم، مسند احمد: ۷۲۲۳، ج ۱۲ ص ۱۵۹)

آپ کے گھر، آپ کے حجرہ اور آپ کی قبر کی فضیلت کے متعلق احادیث

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: میرے گھر اور منبر کے درمیان۔ اس کے دو معنی ہیں: پہلا معنی یہ ہے:

(۱) میرے اس گھر کے درمیان جس میں میں رہتا ہوں اور یہ معنی زیادہ ظاہر ہے کیونکہ متعارف یہ ہے کہ جب کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ فلاں شخص اپنے گھر میں ہے تو اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ اس گھر میں ہے جس میں وہ رہتا ہے اور ایک روایت میں ہے: میرے حجرہ اور میرے منبر کے درمیان اور یہ بالکل ظاہر ہے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۲۱۲، مسند احمد: ۹۳۳۸، ج ۱۵ ص ۱۹۶)

(۲) دوسرا معنی یہ ہے: زید بن اسلم نے کہا: اس حدیث میں ”بیت“ سے مراد آپ کی قبر ہے اور اس معنی کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں ہے: میری قبر اور میرے منبر کے درمیان۔ (مسند ابویعلیٰ: ۱۲۴۱، مشکل الآثار ج ۴ ص ۷۰، تاریخ بغداد ج ۴ ص ۲۰۳، المعجم الکبیر: ۱۳۱۵۶، المعجم الاوسط: ۶۱۳، الضعفاء للعسقلانی ج ۴ ص ۷۳، حلیۃ الاولیاء ج ۹ ص ۳۲۴، شرح مشکل الآثار: ۲۸۷۲، مسند البزار: ۱۱۹۴، مسند احمد ج ۳ ص ۶۴ طبع: دار الفکر، ۱۱۰۰ھ، ۱۵۳۰م، رسالۃ:)

امام طبری نے کہا ہے کہ جب کہ آپ کی قبر اور آپ کے حجرہ میں سے ایک حجرہ ہے تو یہ حدیث اس سے مؤید ہے اس حدیث کے الفاظ اگرچہ مختلف ہیں لیکن اس کا معنی متفق ہے کہ آپ کے گھر جس میں آپ کی قبر ہے وہ آپ کے حجرہ میں سے ایک حجرہ ہے اور آپ کے حجرہ میں سے ایک گھر ہے اور وہی آپ کی قبر ہے اور آپ کی وفات کے بعد وہی آپ کا گھر ہے پس آپ کا وہ گھر اور آپ کا وہ حجرہ جس میں آپ کی قبر ہے وہ حرم کے باغوں میں ہے۔ اے باغ ہے اور ”روضۃ“ کلام عرب میں اس جگہ کو کہتے ہیں جس میں خشک اور تر گھاس ہو۔

نبی ﷺ کی مراد یہ ہے کہ جس بہ کوئی ذکر کرنا چاہے یا ذکر کرنے والا اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہو یا کوئی شخص اللہ کی اطاعت کرتا ہو تو یہ چیزیں اس کو جنت کی طرف لے جائیں گی اسی طرح جو شخص نبی ﷺ سے ایمان اور دین کی باتیں سنتا ہو تو وہ چیزیں بھی اس کی جنت کی طرف قیادت کریں گی جیسا کہ حدیث میں ہے:

حفظہ انفسہم عن النار۔ یعنی اپنے نفس کو آگ سے بچانے کے لئے۔ فرمایا: جب جنت کے باغوں میں سے گزرتا ہوں میں چر لیا کرو صحابہ نے پہنچا: جنت لے جائے کیا ہیں؟ ذکر کرتے۔ (سنن ترمذی: ۱۴۳۱، ابن دارقطنی: ۱۰۸، مسند احمد: ۱۰۸۰۰)

اس حدیث کی نظیر یہ حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! دشمن سے مقابلہ کی تمنا نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرو پس جب تمہارا دشمن سے مقابلہ ہو تو صبر کرو اور یاد رکھو کہ جنت تلواریں کے سایوں کے نیچے ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۰۲۶، صحیح مسلم: ۱۷۴۱، سنن کبریٰ للبیہقی: ۸۶۳۳)

یعنی جہاد ایسا عمل ہے جو جنت تک پہنچاتا ہے اسی طرح اللہ کا ذکر بھی بندہ کو جنت کی طرف پہنچا دیتا ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ میرا منبر میرے حوض پر ہے اس کا ایک معنی یہ ہے: اللہ تعالیٰ بعینہ اسی منبر کو حوض پر لونا دے گا اور اس کو بلند کر کے حوض پر رکھ دے گا دوسرا معنی یہ ہے کہ حوض پر بھی نبی ﷺ کا ایک منبر ہوگا۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۸۵-۱۸۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

آپ کے حجرہ اور آپ کے منبر کی درمیانی جگہ کو جنت کا باغ قرار دینے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

آپ کے حجرہ اور منبر کی درمیانی جگہ کو جنت کا باغ اس لیے فرمایا ہے کہ آپ کی قبر مبارک کی زیارت کرنے والے فرشتے اور انسان اور جنات سر جھکائے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی عبادت کرتے رہتے ہیں۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی مدینہ منورہ کی فضیلت پر دلالت ہے خصوصاً اس جگہ پر جو آپ کے حجرہ اور آپ کے منبر کے درمیان ہے اور جو شخص اس جگہ میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو لازم رکھے گا تو یہ اطاعت اس کو جنت کے باغات میں سے کسی باغ کی طرف پہنچا دے گی اور جس شخص نے آپ کے منبر کے پاس عبادت کو لازم رکھا تو اس عبادت کی وجہ سے اس کو جنت کے حوض سے پلایا جائے گا۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۳۸۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۸ھ)

۱۱۹۶ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي حُذَيْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ وَمِنْبَرِي عَلَى حَوْضٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی از یحییٰ از عبید اللہ انہوں نے کہا: مجھے ضیب بن عبد الرحمن نے حدیث بیان کی از حفص بن عاصم از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: میرے گھر اور میرے منبر کی درمیانی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر میرے حوض پر

[اطراف الحدیث: ۱۸۸۸-۶۵۸۸-۷۳۳۵] ہے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے گزشتہ حدیث: ۱۱۹۵ کا مطالعہ کریں۔

بیت المقدس کی مسجد

۶ - بَابُ مَسْجِدِ بَيْتِ الْمَقْدِسِ

۱۱۹۷ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ سَمِعْتُ قَزْعَةَ مَوْلَى زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ أبا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يُحَدِّثُ بِرَبْعٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعَجَبَنِي وَأَنْقَنِي قَالَ لَا تَسَافِرْ أَسْرَافَ يَوْمَيْنِ إِلَّا مَعَهَا رَوْحُهَا، أَوْ ذُو مَحْرَمٍ، وَلَا صَوْمَ فِي يَوْمَيْنِ الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى، وَلَا صَلَاةَ بَعْدَ صَلَوَتَيْنِ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ، وَلَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: مَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِ الْأَقْصَى، وَمَسْجِدِي.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عبد الملک ہوں نے کہا: میں نے زیاد کے آزاد شدہ غلام قزعة سے سنا انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا نبی ﷺ سے چار حدیثوں کی روایت کرتے تھے جو مجھے بہت اچھی اور دلکش لگیں انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: کوئی عورت اپنے خاوند یا محرم کے بغیر دو دن کا سفر نہ کرے اور دو دن روزہ نہ رکھے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کو اور دو نمازوں کے بعد نماز نہ پڑھے: صبح کی نماز کے بعد حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے اور عصر کے بعد حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے اور تین مسجدوں کے سوا اونٹنیوں پر کباہے نہ کئے جائیں: مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور میری مسجد۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۵۸۶ کا مطالعہ کریں۔



نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

۲۱ - کِتَابُ الْعَمَلِ فِي الصَّلَاةِ

نماز میں کوئی عمل کرنے کا بیان

۱ - بَابُ اسْتِعَانَةِ الْيَدِ فِي الصَّلَاةِ إِذَا

كَانَ مِنْ أَمْرِ الصَّلَاةِ

نماز میں ہاتھ سے مدد لینا جب کہ

اس عمل کا تعلق نماز سے ہو

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا

يَسْتَعِينُ الرَّجُلُ فِي صَلَاتِهِ بِدَيْنَانَيْنِ سَائِدَيْنِ سَائِدٍ

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: کوئی شخص نماز میں اپنے جسم سے مدد لینے کے لیے جب کہ اس عمل کا تعلق نماز سے ہو۔

اس تعلیق پر یہ اعتراض ہے کہ عنوان میں ہاتھ سے مدد لینے کا ذکر ہے اور اس تعلیق میں جسم سے مدد لینے کا ذکر ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ہاتھ بھی جسم کا ایک حصہ ہے۔

وَوَضَعَ أَبُو إِسْحَاقَ قُلُسُوتَهُ فِي الصَّلَاةِ

اور ابواسحاق نے نماز میں اپنی ٹوپی کو رکھا اور اٹھایا۔

وَرَفَعَهَا.

ابواسحاق کا نام عمرو بن عبد اللہ السدوسیٰ ہے۔ بہار میں اس سے ہیں۔ امام ابو حنیفہ کے مشائخ میں سے ہیں انہوں نے نبی ﷺ کے ۳۸ اصحاب کی زیارت کی تھی۔

وَوَضَعَ عَلِيُّ بْنُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ كَفَّهُ عَلَى

رُصْفِهِ (رُصْفُهُ) الْإِيسَرُ إِلَّا أَنْ يَتَحَكَّ جِلْدًا أَوْ يُسَلِّحَ ثَوْبًا.

حضرت علی نے اپنی ہتھیلی بائیں کلائی پر رکھی سو اس کے کہ وہ ہلکا کو کھجائیں یا اپنے کپڑے کو ٹھیک کریں۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

غزوہ بن جریر الضبی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی جب نماز میں کھڑے ہوتے تو اپنا دایاں ہاتھ بائیں کلائی پر رکھتے پھر اسی طرح رکھے رہتے حتیٰ کہ رکوع کرتے یا اپنے کپڑے کو ٹھیک کرتے یا جسم پر کہیں کھجاتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۹۶۱، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۹۴۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۹۰، کراچی)

۱۱۹۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا

مَالِكٌ عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى

ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ

اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ بَاتَ عِنْدَ مَيْمُونَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از مخرمہ

بن سلیمان از کریم مولیٰ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے خبر دی کہ انہوں نے حضرت ام المؤمنین میمونہ

رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا، وَهِيَ خَالَتُهُ، قَالَ فَاضْطَجَعْتُ
عَلَى عَرْضِ الْوَسَادَةِ، وَاضْطَجَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَهْلُهُ فِي طَوْلِهَا، فَتَامَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى انْتَصَفَ اللَّيْلُ، أَوْ قَبْلَهُ
بِقَلِيلٍ، أَوْ بَعْدَهُ بِقَلِيلٍ، ثُمَّ اسْتَبَقِظَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَلَسَ، يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهِ
بِيَدِهِ، ثُمَّ قَرَأَ الْعَشْرَ آيَاتِ خَوَاتِيمِ سُورَةِ آلِ
عِمْرَانَ، ثُمَّ قَامَ إِلَى شَرِّ مُعَلَفَةٍ، فَتَوَضَّأَ مِنْهَا
فَأَحْسَنَ وَضُوءَهُ، ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي. قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ
عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا، فَسَعَتْ مِثْلَ مَا
صَنَعَ، ثُمَّ ذَهَبَتْ فَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ، فَوَضَعَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى رَأْسِي، وَأَخَذَ
بِأُذُنِي الْيُمْنَى يَفْتِلُهَا بِيَدِهِ، وَنَمَلِي رَكَعَتَيْنِ، ثُمَّ
رَكَعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكَعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكَعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكَعَتَيْنِ، ثُمَّ
رَكَعَتَيْنِ، ثُمَّ أَوْتَرْتُ، ثُمَّ اضْطَجَعْتُ حَتَّى جَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ،
فَقَامَ فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ، ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى
الصُّبْحَ.

[illegible]

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۱ میں گزر چکی ہے، اس باب کے تحت امام بخاری نے اس حدیث کو اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں نماز کی حالت میں عمل کرنے کا ثبوت ہے کیونکہ آپ نے اپنا دایاں ہاتھ حضرت ابن عباس کے سر پر رکھا اور ان کا کان مروڑا، نیز اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ نبی ﷺ نے وتر کے علاوہ تہجد کی مارہ رکعات پڑھیں۔

نماز میں کلام کرنے کی ممانعت

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن نمیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن فضیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الأعمش نے حدیث بیان کی از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ انہوں نے بیان کیا کہ ہم نبی ﷺ کو سلام کرتے تھے اور آپ نماز میں ہوتے تھے تو آپ ہمیں سلام کا جواب دیتے تھے جب ہم التجاشی کے پاس سے لوٹے، ہم نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے ہم کو سلام کا جواب نہیں دیا (اور بعد میں بتایا کہ) نماز کی مشغولیت تھی۔

۲ - بَابُ مَا يُؤْتَى مِنَ الْغُلَادِ فِي الْعَمَلِ

١١٩٩ - حَدَّثَنَا ابْنُ ثَمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ قُضَيْبٍ
قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ
عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ كُنَّا نَسْلِمُ
عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ
فَيَسْرُدُ عَلَيْنَا فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِ النَّجَاشِيِّ سَلَّمْنَا
عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْنَا وَقَالَ إِنَّ فِي الصَّلَاةِ شُغْلًا.

[اطراف الحديث: ۱۴۱۶-۳۸۷۵]

(صحیح مسلم: ۵۳۸، الرقم المسلسل: ۱۱۸۱، سنن ابوداؤد: ۹۲۳، سنن ابن ماجہ: ۱۰۱۹، سنن کبریٰ: ۵۳۸، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۷۳، مسند ابویعلیٰ: ۵۱۸۸، صحیح ابن خزیمہ: ۸۵۵، المعجم الکبیر: ۱۰۱۲۶، سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۳۸، شرح السنہ: ۷۲۳، مسند احمد ج ۲ ص ۷۶، طبع قدیم، مسند احمد: ۵۶۳، ج ۲ ص ۲۸، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ۴۱۱، مکتبۃ الرشدریاض ۱۳۲۶ھ، مسند الطحاوی: ۵۰۳۳)

حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ حَدَّثَنَا هُرَيْثُ بْنُ سَفْيَانَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ.

اس حدیث کی دوسری سند: ہمیں اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہریم بن سفیان نے حدیث بیان کی از الأعمش از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی مثل مروی ہے۔

۱۲۰۰ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى قَالَ أَخْبَرَنَا عِيسَى هُوَ ابْنُ يُونُسَ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ شَبِيلٍ، عَنْ أَبِي عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ قَالَ قَالَ لِي زَيْدُ بْنُ أَرْقَمٍ إِنَّ كُنَّا لَنَتَكَلَّمُ فِي الصَّلَاةِ، عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَكْتَلِمُ أَحَدُنَا صَاحِبَهُ بِحَاجَتِهِ، حَتَّى نَزَلَتْ ﴿حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ﴾ ۞ (البقرہ: ۲۳۸)، فَأَمَرَنَا بِالسُّكُوتِ. [طرف الحدیث: ۴۵۳۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عیسیٰ نے خبر دی اور وہ ابن یونس ہیں از اسماعیل از الحارث بن شبیل از ابی عمرو الشیبانی انہوں نے کہا: مجھ سے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم نبی ﷺ کے عہد میں نماز میں کلام کرتے تھے ہم میں سے کوئی شخص اپنے ساتھی سے اپنی ضرورت کی بات کرتا تھا حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہو گئی: تم (تمام) نمازوں کی حفاظت کرو اور (خصوصاً) درمیانی نماز کی اور اللہ کے لیے خاموشی سے کھڑے رہو (البقرہ: ۲۳۸) پس ہمیں خاموش رہنا حکم دیا گیا۔

(صحیح مسلم: ۵۳۹، الرقم المسلسل: ۱۱۸۳، سنن ابوداؤد: ۹۳۹، سنن ترمذی: ۲۹۸۶، سنن نسائی: ۱۲۱۹، السنن الکبریٰ: ۱۱۰۳، صحیح ابن خزیمہ: ۷۵۶، ۷۵۷، صحیح ابن حبان: ۲۲۳۶، المعجم الکبیر: ۵۰۶۲، سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۳۸، شرح السنہ: ۷۲۳، مسند احمد ج ۳ ص ۶۸، طبع قدیم، مسند احمد: ۷۸، ۱۹۲، ج ۳ ص ۲۸، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ۱۷۲، مکتبۃ الرشدریاض ۱۳۲۶ھ، مسند الطحاوی: ۱۹۷۳)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابراہیم بن موسیٰ بن یزید بن زاذان التیمی الفرار ابواحق (۲) عیسیٰ بن یونس بن ابی اسحق السبعی (۳) اسماعیل بن ابی خالد الاحمسی البجلی، ابو خالد، م سعد ہے (۴) رست بن شیبہ (۵) ابو عمرو شیبانی، ان کا نام سعید بن یونس ہے (۶) سرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ الانصاری الخزرجی، یہ ۶۸ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۶۳)

نماز میں اصلاح نماز کے لیے کلام کرنے پر علامہ ابن بطلال کے دلائل اور فقہاء احناف کے دلائل پر اعتراض

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام مالک اور امام اوزاعی نے نماز کی مصلحت کے لیے نماز میں کلام کرنے کی اجازت دی ہے اور فقہاء احناف نے اس سے منع کیا ہے، امام مالک کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ نے ظہر یا عصر کی نماز دو رکعت پڑھا دی تو حضرت ذوالیدین نے کہا: یا رسول اللہ! کیا اب نماز کی مقدار کم ہو گئی ہے؟ نبی ﷺ نے اپنے اصحاب سے پوچھا: آیا جو یہ کہہ رہے ہیں وہ حق ہے؟ صحابہ نے کہا: جی ہاں! تو آپ نے دو رکعت اور پڑھیں اور سہو کے دو سجدے کیے۔ (صحیح بخاری: ۱۲۲)

فقہاء احناف یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہما کی حدیث حضرت ذوالیدین کے قصہ کے لیے ناخ ہے اور ہم عنقریب حضرت ذوالیدین کی حدیث کی شرح میں اس مسئلہ میں اہل علم کا اختلاف ذکر کریں گے اور یہاں پر فقہاء احناف کا رد کرنے کے لیے کچھ دلائل کا ذکر کریں گے۔

تواتر کے ساتھ آثار سے یہ ثابت ہے کہ حضرت ابن مسعود حبشہ سے نبی ﷺ کے پاس آئے تھے جب آپ نے ان کے سلام کا جواب نہیں دیا تھا اور فرمایا تھا: بے شک نماز میں مشغولیت ہوتی ہے اور یہ مکہ کا واقعہ ہے اور حضرت ابو ہریرہ مدینہ میں فتح خیبر کے سال (۶ھ) میں اسلام لائے تھے تو پہلے کا واقعہ بعد والے واقعہ کو کیسے منسوخ کرے گا۔

اگر وہ یہ کہیں کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث حضرت ابو ہریرہ کی اس حدیث کے لیے ناخ ہے جس میں حضرت ذوالیدین کا قصہ ہے کیونکہ حضرت زید بن ارقم انصار میں سے ہیں اور وہ مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کے صحابی بنے اور سورۃ البقرہ بھی مدنی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے پاس کوئی تاریخ نہیں ہے کہ کون سی حدیث دوسری حدیث سے پہلی ہے البتہ حضرت زید بن ارقم حضرت ابو ہریرہ سے پہلے اسلام لائے تھے اور حضرت ابو ہریرہ فتح خیبر کے سال اسلام لائے تھے اور پانچ سال نبی ﷺ کے مصاحب رہے اور جب یہ معلوم نہیں ہے کہ ان صحابی دورے سے پہلے یہ تو ان میں سے کسی کی بھی حدیث کے منسوخ ہونے کا فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔

حضرت زید بن ارقم نے جو کہا ہے کہ ہمیں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا اور اصلاح نماز کے لیے کلام برقرار رہا تا کہ حضرت زید بن ارقم اور حضرت ابو ہریرہ کی حدیثوں میں تعارض نہ رہے۔

حضرت زید بن ارقم کی حدیث اس حالت میں ہے کہ اس قسم کے تمام سے رو میں منع کیا گیا تھا کیونکہ انہوں نے کہا ہے: ہم ایک دوسرے سے اپنی ضروریات کے متعلق کلام کرتے تھے۔ (صحیح البخاری ۱۲۰۰) اور امت کا اس پر اجماع ہے کہ اس قسم کا کلام نماز میں حرام ہے اور حضرت ابن مسعود کی حدیث میں ہے: ہم نماز میں ایک دوسرے کو سلام کرتے تھے اور جب ہم حبشہ سے آئے تو رسول اللہ ﷺ نے ہمارے سلام کا جواب نہیں دیا اور فرمایا: نماز میں مشغولیت ہوتی ہے اس سے معلوم ہو گیا کہ نماز میں اس قسم کے کلام سے منع کیا گیا۔ جس نے اصلاح نماز سے امتناع نہ ہو اور حضرت ذوالیدین کی حدیث سے یہ ثابت ہے کہ جس کلام کا متعلق اصلاح نماز سے ہو وہ کہ نماز میں جائز ہے اور یہ ثابت ہے کہ یہ لائق ہے تاکہ اس حدیث میں تضاد نہ ہو۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۸۹-۱۸۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

فقہاء احناف کے موقف پر امام طحاوی کے دلائل اور مخالفین کے جوابات

علامہ ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ حضرت ذوالیدین کی حدیث بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ایک قوم کا مذہب یہ ہے کہ اگر مقتدیوں میں سے کوئی شخص امام کو اس کے سہو پر مطلع کرنے کے لیے اس سے کلام کرے تو یہ جائز ہے کیونکہ حضرت ذوالیدین نے نبی ﷺ سے کلام کیا: کیا نماز کی مقدار کم ہو گئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں اور آپ نے ان کو جواب دیا کہ نماز کی مقدار کم ہوئی ہے نہ میں بھولا ہوں۔ (صحیح البخاری: ۴۸۸)

فقہاء احناف نے اس کے خلاف کہا ہے کہ نماز میں سوائے تکبیر پڑھنے، تسبیح پڑھنے، لا الہ الا اللہ پڑھنے اور قرآن پڑھنے کے اور

کوئی کلام کرنا جائز نہیں ہے ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

معاویہ بن الحکم سہمی بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا اچانک ایک شخص کو چھینک آئی تو میں نے کہا: ”یرحمک اللہ“ تو نمازی مجھے آنکھوں سے گھورنے لگے میں نے کہا: تمہاری ماں تمہیں روئے! تم مجھے کیوں گھور رہے ہو تو نمازیوں نے اپنے ہاتھ اپنی رانوں پر مارنے شروع کر دیئے جب میں نے دیکھا کہ یہ لوگ مجھے خاموش کراتا چاہتے ہیں تو میں خاموش ہو گیا جب نبی ﷺ نماز سے فارغ ہو گئے تو آپ نے مجھے بلایا پس آپ پر میرے باپ اور میری ماں فدا ہوں! میں نے آپ سے بہتر معلم اس سے پہلے دیکھا تھا نہ اس کے بعد اللہ کی قسم! آپ نے مجھے مارا نہ ڈانسا نہ بُرا کہا لیکن مجھ سے یہ فرمایا: بے شک ہماری اس نماز میں لوگوں سے کلام کرنا جائز نہیں ہے اس میں صرف تکبیر اور تسبیح ہے اور تلاوت قرآن ہے۔

(صحیح مسلم: ۵۳۷، الرقۃ السلسلہ: ۱۱۷۹، سنن ابوداؤد: ۹۳۰، سنن نسائی: ۱۲۱۸، السنن الکبریٰ: ۱۲۱۸)

اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ نماز میں تسبیح اور تکبیر کے علاوہ کوئی اور کلام کرنا جائز نہیں ہے۔

اسی طرح یہ حدیث ہے:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص کو نماز میں اچانک کوئی چیز پیش آئے تو وہ سبحان اللہ کہے تالی بجانا عورتوں کے لیے ہے اور مرد سبحان اللہ کہیں۔ (صحیح البخاری: ۶۸۳، صحیح مسلم: ۴۲۱، مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۰)

امام ابو جعفر فرماتے ہیں کہ اس احادیث سے یہ واضح ہو گیا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے جو حضرت ذوالیدین کی نماز میں کلام کرنے کی روایت ہے وہ نماز میں کلام کو منع فرمانے سے پہلے کا واقعہ ہے۔ درود اب سن رہے تھے اور یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ تو فتح خیبر کے سال ۷ھ میں اسلام لائے تھے اور انہوں نے حضرت ذوالیدین کے نماز میں کلام کرنے کی حدیث روایت کی ہے اس سے معلوم ہوا کہ ۷ھ تک نماز میں کلام کرنا جائز تھا اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ذوالیدین کا نام حرقہ ہے وہ جنت بدر میں شہید ہو گئے تھے۔ امام محمد بن اسحاق بن زید نے ذکر کیا کہ وہ شہداء بدر میں سے ہیں اور حضرت ابو ہریرہ نے جو ان کا واقعہ بیان کیا ہے وہ اس پر محمول ہے کہ اس واقعہ کی روایت سے سنا۔

نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ دو رکعت نماز پڑھ کر مسجد کے ایک ستون کے پاس جا کر کھڑے ہو گئے۔ (صحیح البخاری: ۱۲۲۹) اور حضرت عمران کی حدیث میں ہے: پھر آپ حجرہ کی طرف چلے گئے۔ (صحیح مسلم الرقۃ السلسلہ: ۱۲۷۱)

یہ حدیثیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ آپ ﷺ نے بہت سی باتیں فرمائی ہیں کہ آپ نماز میں اپنے پیچھے بھی تھے اگرچہ ان کو منسوخ نہ مانا جائے تو کیا نماز میں کلام کرنے سے منع ہے پھر بتا دیا کہ چلنا بھی جائز ہے اور کیا نماز میں کلام کرنے سے منع ہے اس پر جواب دیا کہ نماز میں چلا جائے اور وہاں جو چاہے کرتا رہے پھر بھی اس کی نماز باقی رہے گی! (شرح معانی الآثار ص ۵۷۶، تہذیبی کتب خانہ کراچی)

حضرت ذوالیدین کی حدیث کے منسوخ ہونے پر قوی دلیل یہ ہے کہ حضرت ذوالیدین کی روایت والے دن حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے پھر ان کے زمانہ خلافت میں بھی ایسا ہوا تو انہوں نے نماز دوبارہ پڑھی۔

عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب کو نماز پڑھائی اور دو رکعت کے بعد سلام پھیر دیا پھر نمازیوں کی طرف مڑے تو ان کو بتایا گیا پس انہوں نے کہا: میں نے عراق سے ایک سامان سے لدا ہوا قافلہ تیار کیا تھا حتیٰ کہ دو مدینہ میں آ گیا میں اس کے خیال میں مستغرق تھا پھر انہوں نے ان کو چار رکعت نماز پڑھائی (یعنی اس خیال کی وجہ سے دو رکعت نماز پڑھا

دی)۔ (شرح معانی الآثار: ۲۵۴۱)

حضرت عمر کو رسول اللہ ﷺ کے فعل کا علم تھا کہ آپ نے ایسی صورت میں دو رکعت مزید پڑھ کر سجدہ سہو کیا تھا اس کے باوجود جب ان کو بتایا گیا کہ آپ نے دو رکعت نماز پڑھائی ہے تو انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا اور یہ واقعہ جب پیش آیا تو رسول اللہ ﷺ کے دیگر اصحاب بھی موجود تھے اور انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر یہ اعتراض نہیں کیا کہ آپ نے حضرت ذوالیدین کی حدیث کے خلاف عمل کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک حضرت ذوالیدین کی حدیث پر عمل منسوخ ہو چکا ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۵۷۵ ملخصاً قدیمی کتب خانہ کراچی)

* باب مذکور کی دونوں حدیثیں شرح صحیح مسلم: ۱۱۰۵-۱۱۰۳ ج ۲ ص ۹۴ پر مذکور ہیں ان کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① منسوخیت کلام کی تاریخ ② اباحت اصل ہے ③ فقہی احکام ④ بقیہ فوائد۔

نماز میں مردوں کے لیے سبحان اللہ
اور الحمد للہ کہنے کا جواز

۳۔ بَابُ مَا يَجُوزُ مِنَ التَّسْبِيحِ
وَالْحَمْدِ فِي الصَّلَاةِ لِلرَّجَالِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز بن ابی حازم نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت سہل رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں۔ نبی ﷺ بنی عمر بن الخطاب کے درمیان صلح کرانے کے لیے گھر سے لکے اور نماز کا وقت آگیا پس حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے پس کہا: نبی ﷺ وہاں مصروف ہو گئے کیا آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں گے؟ حضرت ابوبکر نے کہا: ہاں اگر چاہوں حضرت بلال نے نماز کی اقامت کہی پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ گئے بڑھے پس نماز پڑھائی پھر نبی ﷺ صفوں کو چیرتے ہوئے چلتے ہوئے آئے حتیٰ کہ آپ صفِ اول میں کھڑے ہو گئے پس نمازیوں نے تالیاں بجا کر شروع کیں حضرت سہل نے کہا: کیا تم تالی بجاتے ہو؟ ہاں ہاتھ مارتے تھے اور حضرت ابوبکر اپنی نماز میں ادھر ادھر تو جہتیں کرتے تھے پس جب نمازیوں نے زیادہ تالیاں بجا کیں تو حضرت ابوبکر متوجہ ہوئے تو دیکھا: نبی ﷺ صف میں کھڑے ہوئے تھے آپ نے حضرت ابوبکر کو اشارہ کیا کہ اپنی جگہ نماز پڑھاتے رہو حضرت ابوبکر نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے اللہ کا شکر ادا کیا پھر اٹھے پاؤں پیچھے لوٹ گئے اور نبی ﷺ نے آگے بڑھ کر نماز پڑھادی۔

۱۲۰۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَهْلِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّحُ بَيْنَ بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ وَخَالَاتِ الصَّلَاةِ فَجَاءَ بِلَالٌ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَقَالَ خَبِّرِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَوْمُ النَّاسِ؟ قَالَ نَعَمْ إِنْ شِئْتُمْ فَأَقَامَ بِلَالٌ الصَّلَاةَ فَتَقَدَّمَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فَصَلَّى بِمَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِي فِي الصَّفِّ يَسْتَبْشِرُ مَا نَسَا حَتَّى قَامَ فِي الصَّفِّ الْأَوَّلِ فَأَخَذَ النَّاسُ بِالتَّصْفِيحِ قَالَ سَهْلٌ خَلَّ تَذَرُونَ مَا التَّصْفِيحُ؟ هُوَ التَّصْفِيحُ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ لَا يَتَقَفُّ فِي صَلَاتِهِ لَنَا أَكْثَرُ النَّاسِ قَالُوا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّفِّ فَأَشَارَ إِلَيْهِ مَكَانَكَ لَرَفَعَ أَبُو بَكْرٍ يَدَيْهِ فَحَمَدَ اللَّهَ ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْقَرَى وَرَاءَهُ وَتَقَدَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۶۸۳ میں گزر چکی ہے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس حدیث کے عنوان میں مردوں کے

لیے سبحان اللہ کہنے کا ذکر ہے اور اس حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری نے یہاں پر اس حدیث کو اختصار کے ساتھ روایت کیا ہے صحیح البخاری: ۶۸۳ میں اس حدیث کے آخر میں ذکر ہے کہ نبی ﷺ نے نمازیوں سے فرمایا: تم اتنی زیادہ تالیاں کیوں بجا رہے تھے جب کسی شخص کو نماز میں کوئی چیز بتانی ہو تو وہ سبحان اللہ کہے کیونکہ جب وہ سبحان اللہ کہے گا تو امام اس کی طرف متوجہ ہوگا تالیاں بجانا صرف عورتوں کے لیے ہے سو امام بخاری نے جو عنوان قائم کیا ہے وہ اس مکمل حدیث کے اعتبار سے ہے۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں بھی فقہاء احناف کی دلیل ہے کیونکہ اگر اصلاح نماز کے لیے نماز میں امام سے کلام کرنا جائز ہوتا تو صحابہ تالیاں نہ بجاتے بلکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہتے: آپ پیچھے آ جائیں کیونکہ نبی ﷺ آچکے ہیں اور نبی ﷺ نے جو فرمایا ہے کہ مرد سبحان اللہ کہیں اس میں بھی یہ دلیل ہے کہ وہ نماز میں امام سے کلام نہ کریں صرف سبحان اللہ کہیں۔

جس نے نماز میں کسی کا نام لیا یا کسی کو بالمشافہ سلام کیا، اور جس کو سلام کیا اس کو علم نہ ہو

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عیسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو عبد الصمد عبد العزیز بن عبد الصمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حصین بن عبد الرحمن نے حدیث بیان کی از ابو داؤد از حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نماز میں سلام کرتے تھے اور نام لیتے تھے اور ہم ایک دوسرے سے کہتے تھے: اس کو رسول اللہ ﷺ نے سن لیا تو آفرین فرمائی تم کہا کرو: تمام قوی عبادتیں اور بدنی عبادتیں اور مالی عبادتیں اللہ کے لیے ہیں اے نبی! آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت ہو اور اس کی برکتیں ہوں ہم پر سلام ہو اور اللہ کے نیک بندوں پر میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور اللہ کے بندے اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں پس جب تم نے ایسا کر لیا تو تم نے آسمان اور زمین میں اللہ کے ہر نیک بندہ کو سلام کر لیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۳۱ میں گزر چکی ہے اس حدیث میں بھی یہ دلیل ہے کہ مسلمان نماز میں پہلے ایک دوسرے کو سلام کرتے تھے پھر رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمادیا اور یہ عمل منسوخ کر دیا گیا۔

تالیاں بجانا صرف عورتوں کے لیے ہے

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی از ابی سلمہ از

۴۔ بَابُ مَنْ سَمَّى قَوْمًا أَوْ سَلَّمَ فِي

الصَّلَاةِ عَلَى غَيْرِهِ مَوَاجَهَةً وَهُوَ لَا يَعْلَمُ

۱۲۰۲۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَيْسَى قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ الصَّمَدِ عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ حَدَّثَنَا حُصَيْنُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كُنَّا نَقُولُ التَّحِيَّةَ فِي الصَّلَاةِ وَنُسَمِّي وَنُسَلِّمُ بَعْضُنَا عَلَى بَعْضٍ فَسَمِعْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ قُرُّوْا التَّحِيَّاتِ لِلَّهِ وَالصَّلَامَاتِ لِلنَّبِيِّ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ فَإِنَّكُمْ إِذَا قَعَلْتُمْ ذَلِكَ فَقَدْ سَلَّمْتُمْ عَلَى كُلِّ عَبْدٍ لِلَّهِ صَالِحٍ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ.

۵۔ بَابُ التَّصْفِيقِ لِلنِّسَاءِ

۱۲۰۳۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا

سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ التَّسْبِيحُ لِلرِّجَالِ وَالتَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: مرد سبحان اللہ کہیں اور عورتیں تالی بجا کیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۶۸۴ میں گزر چکی ہے یعنی اگر امام کو اصلاح نماز کے لیے کسی بات پر متوجہ کرنا ہو تو نمازی کلام نہ کریں صرف سبحان اللہ کہیں اور عورتیں تالی بجا کیں۔

۱۲۰۴ - حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّسْبِيحُ لِلرِّجَالِ وَالتَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے خبر دی از سفیان از ابی حازم از سہل بن سعد رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تسبیح پڑھنا مردوں کے لیے ہے اور تالی بجانا عورتوں کے لیے ہے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۶۸۴ میں گزر چکی ہے۔

۶ - بَابُ مَنْ رَجَعَ الْقَهْقَرَى فِي صَلَوَتِهِ أَوْ تَقَدَّمَ بِأَمْرٍ يَنْزِلُ بِهِ زَوَاهُ سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ جو شخص نماز میں پچھلے پیروں پر لوٹا یا کسی پیش آمدہ امر کی وجہ سے آگے بڑھا اس حدیث کو حسن بن سعد رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے۔

اس تعلیق کی حدیث صحیح البخاری: ۶۸۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۰۵ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ يُونُسُ قَالَ الزُّهْرِيُّ أَخْبَرَنِي سُرَّانُ بْنُ مَرْبُوطٍ أَنَّ الْمُسْلِمِينَ بَيْنَمَا هُمْ فِي الْفَجْرِ يَوْمَ لَأَنِيٍّ وَتَوَلَّى بَكَرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يُصَلِّي بِهِمْ فَفَجَّاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ كَشَفَ بَسْرَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا فَتَمَرَّتْ بَيْنَهُمْ وَهُمْ صُفْرُوقٌ فَكَسَمَ يَسْحَكَ فَكَخَصَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَلَى عَفْيِهِ وَظَنَّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيدُ أَنْ يَخْرُجَ إِلَى الصَّلَاةِ وَهُمْ الْمُسْلِمُونَ أَنْ يَفْتَحُوا فِي صَلَاتِهِمْ فَرَحًا بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ رَأَوْهُ فَأَشَارَ بِيَدِهِ أَنْ ائْتُوا ثُمَّ دَخَلَ الْحُجْرَةَ وَأَرْخَى السِّتْرَ وَتَوَلَّى ذَلِكَ الْيَوْمَ۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی یونس نے کہا: زہری نے مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ مسلمان میرے دن فجر کی نماز پڑھ رہے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کو نماز پڑھا رہے تھے پس اچانک انہوں نے نبی ﷺ کو دیکھا اور آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کا پردہ کھینچ دیا تھا آپ نے مسلمانوں کی طرف دیکھا انہوں نے صفوں میں تھے آپ ہنستے ہوئے مسکرائے حضرت ابو بکر اپنی ایزبوں کی طرف لوٹے اور انہوں نے گمان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نماز کی طرف نکلنے کا ارادہ فرما رہے ہیں اور مسلمانوں نے ارادہ کیا کہ نبی ﷺ کو دیکھنے سے جو خوشی ہوئی ہے اس میں وہ نماز کو توڑ دیں آپ نے ان کو اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ نماز پوری کرو پھر آپ حجرہ میں داخل ہو گئے اور پردہ ڈال دیا اور اسی دن آپ وصال فرما گئے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۶۸۰ میں گزر چکی ہے اس باب کی ابواب سابقہ سے یہ مناسبت ہے کہ نبی ﷺ نے نمازیوں کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا اور ان سے کلام نہیں فرمایا۔

۷۔ بَابُ إِذَا دَعَبَتِ الْأُمُّ وَلَدَهَا فِي الصَّلَاةِ

۱۲۰۶۔ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمُزٍ قَالَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَادَتْ امْرَأَةٌ ابْنَهَا وَهُوَ فِي صَوْمَعَةٍ قَالَتْ يَا جُرَيْجُ قَالَ اللَّهُمَّ امْنِي وَصَلُونِي قَالَتْ يَا جُرَيْجُ قَالَ اللَّهُمَّ امْنِي وَصَلُونِي قَالَتْ يَا جُرَيْجُ قَالَتْ اللَّهُمَّ امْنِي وَصَلُونِي قَالَتْ اللَّهُمَّ لَا يَمُوتُ جُرَيْجٌ حَتَّى يَنْظُرَ فِي وَجْهِ الْمَيِّمِيسِ. وَكَانَتْ تَأْرِى إِلَى صَوْمَعَتِهِ رَايَةً تَرْغَى الْغَنَمَ فَوَلَدَتْ فَقِيلَ لَهَا مِمَّنْ هَذَا الْوَلَدُ؟ قَالَتْ مِنْ جُرَيْجٍ نَزَلَ مِنْ صَوْمَعَةٍ قَالَ جُرَيْجُ ابْنُ هَذِهِ الْبَنَى تَزْعُمُ أَنَّ وَلَدَهَا لِي؟ قَالَ يَا بَابُوسُ مَنْ أَبُوكَ؟ قَالَ رَايَةُ الْغَنَمِ.

[اطراف الحدیث: ۲۳۸۲-۳۳۳۶-۳۳۶۶]

جب ماں اپنے بیٹے کو نماز میں بلائے

اور لیث نے کہا: مجھے جعفر نے حدیث بیان کی از عبدالرحمان

بن هرمز انہوں نے کہا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے بتایا کہ ایک عورت نے اپنے بیٹے کو نداء کی اور وہ اس وقت اپنے گرجے میں تھا اس نے کہا: یا جریج! جریج نے (دل میں) کہا: اے اللہ! (ایک طرف) میری ماں ہے اور (دوسری طرف) میری نماز ہے اس کی ماں نے کہا: یا جریج! جریج نے کہا: اے اللہ! میری ماں ہے اور میری نماز ہے اس کی ماں نے کہا: یا جریج! اس نے کہا: میری ماں ہے اور میری نماز ہے اس کی ماں نے کہا: اے اللہ! جریج اس وقت تک نہ مرے حتیٰ کہ فاحشہ عورتوں سے چہرے (فتنہ کو) دیکھ لے اور اس کے گرجے میں یہ چہرہ آتی تھی جو بکریوں کو چراتی تھی اس نے بچہ جن دیا اس سے پوچھا: کیا یہ کس کا بچہ ہے؟ اس نے کہا: یہ جریج سے ہے جریج گرجے سے اتر آیا جریج نے کہا: وہ عورت کہاں ہے جس کا یہ زعم ہے کہ اس کا بیٹا میرا ہے جریج نے کہا: اے بچے! تیرا باپ کون ہے؟ اس نے کہا: بکریوں کا چرواہا۔

(صحیح مسلم: ۲۵۵۰، الرقم للسلسل: ۶۳۸۸، صحیح ابن حبان: ۶۳۸۹، شعب الایمان: ۷۸۷۹، مسند ابویعلیٰ: ۶۲۸۹، الادب المفرد: ۳۳، مسند احمد

ج ۲ ص ۳۰۸ طبع قدیم مسند احمد: ۸۰۷۱، ج ۱۳ ص ۴۳۷-۴۳۴، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث تذکرہ کے رجال

(۱) ابی بن (۲) ابن زبیل بن حسنہ (۳) عبدالرحمان بن هرمز الاعمري (۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

(عمدة القاری ج ۷ ص ۴۰۹)

اس سے پہلے کی احادیث میں یہ ذکر تھا کہ نماز میں دنیاوی باتیں کرنا جائز نہیں ہے اور اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ اگر ماں نماز میں اپنے بیٹے کو بلائے تو ماں کے بلانے پر نماز توڑ کر جانا جائز ہے یا نہیں۔

امام بخاری نے کتاب المظالم میں اس حدیث کو زیادہ تفصیل کے ساتھ روایت کیا ہے وہ حدیث یہ ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا: بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس کا نام جریج تھا وہ نماز پڑھ رہا تھا کہ اس کی ماں نے اس کو بلایا اس نے آنے سے انکار کیا اور (دل میں) کہا: میں اس کے بلانے پر جاؤں یا نماز پڑھوں اس کی ماں پھر آئی اور کہا: اے اللہ! اس وقت تک اس کی روح نہ قبض کرنا حتیٰ کہ یہ فاحشہ عورتوں کا منہ دیکھ لے اور جریج اپنے

گر بے میں عبادت کرتا تھا ایک عورت نے کہا: میں ضرور جرتج کو فتنہ میں ڈالوں گی اس نے جرتج کے سامنے اپنے آپ کو پیش کر کے گناہ کے لیے کہا 'جرتج نے انکار کیا وہ ایک چرواہے کے پاس گئی اور اس کو اپنے نفس پر قادر کیا پس اس نے ایک بچے کو جن دیا اور لوگوں سے کہا: یہ جرتج سے ہے لوگ جرتج کے پاس آئے اور اس کے گرجے کو توڑ ڈالا اور اس کو گرجے سے نکال کر اس کی مذمت کی پھر جرتج نے وضوء کیا اور نماز پڑھی پھر اس کو زائیدہ بچے کے پاس جا کر کہا: اے بچے! تیرا باپ کون ہے؟ بچے نے کہا: چرواہا ہے لوگوں نے کہا: ہم تمہارا گر جا سونے کا بنا دیتے ہیں جرتج نے کہا: نہیں! تم صرف مٹی کا بنا دو۔ (صحیح البخاری: ۲۳۸۲)

جرتج کے قصہ کے متعلق دیگر احادیث

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مہد (پالنا یا پنگلوڑہ) میں صرف تین (بچوں) نے کلام کیا ہے (ایک) حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ہیں (دوسرا) بنی اسرائیل کا عابد تھا جس کا نام جرتج تھا اس نے گر جا بنایا جس میں وہ عبادت کرتا تھا پس بنی اسرائیل میں جرتج کی عبادت کا بہت چرچا ہوا ان میں سے ایک فاحشہ عورت نے کہا: اگر تم چاہو تو میں اس کو فتنہ میں ڈال دوں انہوں نے کہا: ہم چاہتے ہیں پس وہ عورت جرتج کے پاس گئی اور اس کے درپے ہوئی جرتج نے اس کی طرف توجہ نہیں کی پھر اس عورت نے ایک چرواہے کو اپنے نفس پر قادر کیا جو جرتج کے گرجے کے پاس بکریاں چراتا تھا وہ حاملہ ہو گئی اور اس نے ایک بچہ جن دیا لوگوں نے پوچھا: یہ بچہ کس سے دا اس نے کہا: جرتج سے پھر جرتج کے پاس آئے اس کو گرجے سے نکالا اس کو گالیاں دیں اور زد و کوب کیا اور اس کے گرجے کو منہدم کر دیا جرتج نے پوچھا: تم نے کیا کیا؟ کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ تم نے اس فاحشہ عورت سے زنا کیا ہے اور اس نے بچہ جن دیا ہے جرتج نے پوچھا: وہ بچہ کہاں ہے؟ لوگوں نے کہا: وہ یہ ہے پھر جرتج کھڑا ہوا اس نے نماز پڑھی اور دعا کی پھر وہ بچہ کی طرف گیا اور اس کو انگلی چھوئی پھر کہا: اللہ کی قسم! اے بچے! تیرا باپ کون ہے؟ اس نے کہا: میں چرواہا ہوں پھر وہ لوگ تیز سے جرتج کی طرف آئے اس کو بوت دینے لگے اور کہنے لگے: ہم آپ کے لیے سونے کا گر جا بنا دیتے ہیں جرتج نے کہا: مجھے کیا - عورت اس میرے لیے پہلے جی - مٹی کا گر جا بنا دو۔ الحدیث

(صحیح البخاری: ۳۳۳۶، صحیح مسلم: ۲۵۵۰، صحیح ابن حبان: ۶۳۸۹، شعب الایمان: ۷۸۷۹، مسند احمد ج ۲ ص ۳۰۸ طبع قدیم مسند احمد: ۸۰۷۱۔

ج ۱۳ ص ۳۳۵-۳۳۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام ابو بکر - اللہ - محمد - الحروف باہر بنی - المتون ۸ - اے بھی اس حدیث کو - بتایا ہے اس کے خرمیں یہ اضافہ ہے: پھر وہ لوگ جرتج کی - ن - اس کو - دینے لگے اس - جسم پر ہاتھ پھینکے لگے۔

(موسوعہ ابن ابی الدنجا ج ۲ ص ۳۰۷، المکتبۃ العصریہ بیروت ۱۳۲۶ھ)

حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے نیکی کا ذکر کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ہم کو بتایا: تم سے پہلی امتوں میں ایک شخص تھا جو اپنے گرجے میں عبادت کرتا تھا اس کا نام جرتج تھا اس کی ماں تھی جو اس کے پاس آتی تھی وہ اس کی طرف متوجہ ہو کر اس سے باتیں کرتا تھا ایک دن وہ اس کے پاس آئی تو وہ نماز پڑھ رہا تھا اس نے اس کو آواز دی اس نے اپنا سر اٹھا کر اور اپنا ہاتھ اپنی پیشانی پر رکھ کر اس کو اے جرتج! اے جرتج! کہہ کر تین مرتبہ آواز دی ہر بار جرتج یہ کہتا: اے میرے رب! میری ماں ہے اور میری نماز ہے پس اس کی ماں غضب ناک ہوئی اور اس نے بددعا دی: اے اللہ! جرتج اس وقت تک نہ مرے

جب تک فاحشہ عورتوں کا منہ نہ دیکھ لے اس شہر کے بادشاہ کی بیٹی بالغہ ہو کر حاملہ ہو گئی اور اس نے ایک بچہ جن دیا لوگوں نے پوچھا: تمہارے ساتھ کس نے یہ کام کیا ہے؟ اس نے کہا: وہ گر بے والا ہے جس کا نام جرتج ہے پھر جرتج نے اپنے گر بے کی بنیاد میں پھونڈے مارنے کی آوازیں سنیں اس نے پوچھا: تم پر افسوس ہے یہ تم کیا کر رہے ہو؟ جب جرتج نے یہ دیکھا تو وہ رستی پکڑ کر نیچے لٹک گیا لوگوں نے اس کو زد و کوب کرنا شروع کیا اور کہا: تم ریاکار ہو اور لوگوں کو اپنے عمل سے دھوکا دیتے ہو جرتج نے کہا: تم پر افسوس ہے تمہیں کیا ہوا ہے؟ لوگوں نے کہا: اس بستی کے بادشاہ کی بیٹی کو تم نے حاملہ کر دیا ہے جرتج نے پوچھا: اس لڑکی کو کیا ہوا ہے؟ لوگوں نے کہا: اس نے بچہ جن دیا ہے جرتج نے پوچھا: کیا وہ بچہ زندہ ہے؟ لوگوں نے کہا: ہاں! جرتج نے کہا: اچھا میرے پاس سے جاؤ لوگ چپے گئے جرتج نے دو رکعت نماز پڑھی پھر ایک درخت کے پاس گیا اور اس کی ایک شاخ توڑی پھر اس نوزائیدہ بچے کے پاس آیا جو اپنے پلنے میں تھا اور اس سے کہا: تیرا باپ کون ہے؟ اس نے کہا: میرا باپ فلاں چرواہا ہے لوگوں نے کہا: اگر آپ چاہیں تو ہم آپ کے لیے سونے کا گر جانا دیں اور اگر آپ چاہیں تو چاندی کا گر جانا دیں جرتج نے کہا: اس کو پہلے کی طرح بنا دو۔

(المعجم الکبیر ج ۱۸ ص ۲۲۵-۲۲۴ المعجم الکبیر: ۷۴۹۴ صحیح ابن حبان: ۶۳۸۹ حافض البیہقی نے کہا: اس حدیث کی سند میں ایک راوی المفضل بن فضالہ ہے اس کی امام ابن حبان نے توثیق کی ہے اور ایک جماعت نے اس کو ضعیف کہا ہے بہر حال اس حدیث کی سند حسن ہے۔ مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۳۵)

اگر نمازی کو نماز میں رسول اللہ ﷺ یا والدین بلائیں تو وہ کیا کرے؟

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بلا۔ ماں قرسی متونی ۱۲۹۷۔ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جرتج کی شریعت میں نماز میں باتیں کرنا ممنوع نہیں تھا کی وجہ سے جب اس نے اپنی ماں کے بلانے پر جواب نہیں دیا تو اس کے خلاف اس کی ماں کی دعاؤں کی کئی پہلے ہماری شریعت میں بھی نماز میں باتیں کرنا جائز تھا حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہو گئی:

وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ ○ (البقرہ: ۲۳۸) اللہ سے بے خاموش کھڑے رہو ○

امام بخاری نے حضرت سعید بن مسدد رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا پس مجھے نبی ﷺ نے بلایا میں نے آپ کو جواب نہیں دیا میں نے کہا: یا رسول اللہ! میں نماز پڑھ رہا تھا آپ نے کہا: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا:

اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ فِي شَأْنٍ مِّنْ حَيَاتِكُمْ ○ (الأنفال: ۲۴) تم اللہ اور رسول کے بلانے پر چلے آؤ جب وہ تمہیں حیات میں چیریں چیز کی طرف بلانے میں۔

(صحیح البخاری: ۴۶۴)

اور نبی ﷺ کا حضرت سعید بن المسعود کو نہ آنے پر زجر کرنا اسی وقت جائز تھا جب نماز میں کلام مباح تھا اور جب نماز میں کلام کرنا منسوخ ہو گیا تو کسی نماز کے لیے نماز توڑنا جائز نہیں ہے خواہ نماز میں اس کی ماں بلائے یا کوئی اور کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: خالق کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۵۴۶) اور شریعت میں اللہ تعالیٰ کا حق ماں باپ کے حق پر مقدم ہے لیکن فقہاء نے کہا ہے کہ وہ نماز میں تخفیف کرے اور ماں باپ کے بلانے پر چلا جائے۔

رسول اللہ ﷺ سے ایک حدیث مرسل اس کے خلاف مروی ہے:

محمد بن المنکدر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تمہاری ماں تمہیں نماز میں بلائے تو اس کو جواب دو اور

جب تمہارا باپ تمہیں بلائے تو اس کو جواب نہ دو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۰۹، مجلس ثانی، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۰۱۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

محمد بن المنکدر کی جو حدیث ہے، فقہاء اس کے خلاف ہیں اور میرے علم میں مکحول کے سوا اس کا کوئی قائل نہیں ہے اور ہو سکتا ہے اس کا یہ معنی ہو کہ جب تمہاری ماں تم کو نفل نماز میں بلائے تو سبحان اللہ کہہ کر اس کو جواب دو اور جب تمہارا باپ تمہیں نفل نماز میں بلائے تو نماز کو مختصر کر کے سلام پھیر دو پھر اس سے کلام کرو اور جب تمہاری ماں تمہیں بلائے تو جلدی سے سبحان اللہ پڑھو اور سلام پھیر دو۔

المہلب نے کہا: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس شخص میں قوت ہو اور وہ عبادت میں شدت کو اختیار کرے تو یہ افضل ہے کیونکہ جرج نے اللہ کے حق کی رعایت کی اور عبادت میں خشوع کو لازم رکھا اور اپنی ماں کو جواب دینے پر نماز کو ترجیح دی اور ماں کو جواب نہ دینے پر اللہ نے اس کو سزا دی اور اس کی بددعا کا اسے سامنا کرنا پڑا پھر اللہ سے مناجات کرنے اور اس کے خشوع کا اس کو یہ صلہ دیا کہ بچہ کو کلام کرنے سے اس کی کرامت ظاہر فرمائی۔

(شرح ابن بطلال ج ۳ ص ۱۹۷-۱۹۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۳ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطلال نے اچھی شرح کی ہے، لیکن ان کا مطلقاً یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ جب نماز میں کلام کرنا منسوخ ہو گیا تو کسی کے لیے نماز کو توڑنا جائز نہیں ہے۔ ہاں لی ماں یا باپ سے یا والدین سے یہ جواب دینا ہے کہ نبی ﷺ کے بلائے پر بھی نماز چھوڑ کر آنا جائز نہیں ہے، حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے اور الانفال: ۲۶ میں اس کا رد موجود ہے اور عام مسلمانوں کے بلائے پر نبی ﷺ کے بلائے کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

حدیث مذکور کے مسائل اور فوائد

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۷۶۷ھ نے اس حدیث کے تحت: فوائد ذکر کیے ہیں:

- (۱) والدین کے ساتھ نیکی کرنے کی بہت اہمیت ہے اور اس کا دعا اور باریک دلوں سے ہوتی ہیں۔
- (۲) جب اللہ تعالیٰ کے نیک بندے کسی مشکل میں مبتلا ہوں تو اللہ ان کے لیے مشکل سے نکلنے کی راہ پیدا کر دیتا ہے جیسا کہ اس آیت میں فرمایا ہے:

وَمَنْ يَسْتَقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا (۲: ۲۱۸)

اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیے نجات کی راہ بنا دیتا

۔۔۔

اور ان پر جو شدت اور سختی طاری ہوتی ہے اس سے ان کا اجر زیادہ ہوتا ہے۔

(۳) جب کوئی مشکل پیش آئے تو وضوء کر کے نماز پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرے۔

(۴) وضوء کرنا ہماری امت سے پہلی امتوں میں بھی مشروع اور معمول تھا۔

(۵) اس میں اولیاء اللہ کی کرامات کا ثبوت ہے اور یہی اہل سنت کا مذہب ہے، معتزلہ اس کے مخالف ہیں۔

(۶) بعض اوقات اولیاء اللہ کی کرامات ان کی طلب اور ان کے اختیار سے واقع ہوتی ہیں، یہی صحیح مذہب ہے۔

(علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج ۷ ص ۴۱۳ میں اور علامہ ابن حجر نے فتح الباری ج ۴ ص ۶۱۵ میں اس کو نقل کیا ہے)۔

(۷) کرامات ہر قسم کے خوارق کو شامل ہیں، بعض لوگوں نے کہا: اس کا تعلق صرف دعا قبول ہونے کے ساتھ ہے، یہ غلط ہے اور

مشاہدہ کے خلاف ہے بلکہ کرامات سے حقائق بدل جاتے ہیں اور کوئی چیز عدم سے وجود میں آ جاتی ہے۔

(صحیح مسلم بشرح نووی ج ۱۰ ص ۶۵۵۱ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۳۸۵۔ ج ۷ ص ۳۸ پر مذکور ہے اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

① نماز میں والدین کے بلانے پر نماز توڑ کر آنے کے متعلق فقہاء کے نظریات ② اولیاء اللہ کی کرامات کی تحقیق ③ اولیاء اللہ پر مصائب اور مشکلات طاری ہونے کی حکمتیں ④ وسیلہ کا لغوی معنی ⑤ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ کی ذوات سے توسل کے متعلق فقہاء اسلام کی عبارات ⑥ حضرت آدم علیہ السلام کا رسول اللہ ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرنا ⑦ رسول اللہ ﷺ کا خود اپنے وسیلہ سے دعا فرمانا ⑧ رسول اللہ ﷺ کا سائلین کے وسیلہ سے دعا کی تلقین فرمانا ⑨ رسول اللہ ﷺ کا خود اپنے وسیلہ سے دعا کرنے کی ہدایت دینا ⑩ بعض ناشرین کا جامع ترمذی کے نسخوں سے ”یا محمد“ کو حذف کر دینا ⑪ حضرت عمر کے زمانہ خلافت میں صحابہ کا رسول اللہ ﷺ سے دعا کی درخواست کرنا ⑫ حضرت عثمان کے زمانہ خلافت میں صحابہ کا رسول اللہ ﷺ سے دعا کی درخواست کرنا ⑬ شیخ ابن تیمیہ کے حوالے سے حضرت عثمان بن حنیف کی روایت کی تائید توثیق اور تصحیح ⑭ طبرانی کی روایت مذکورہ کا دوسری روایت سے تعارض کا جواب ⑮ توسل بعد از وصال پر شیخ ابن تیمیہ کے اعتراضات اور مصنف کے جوابات ⑯ توسل بعد از وصال کے متعلق علامہ آلوسی کا نظریہ ⑰ توسل بعد وصال کے متعلق غیر مقلد عالم شیخ وحید الزمان کا نظریہ ⑱ توسل بعد از وصال کے متعلق غیر مقلد عالم قاضی شوکانی کا نظریہ ⑲ انبیاء علیہم السلام اور بزرگان دین سے بہ اور استمداد کے متعلق احادیث ⑳ رجال غیب (ابدال) سے استمداد کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات ㉑ امام ابن اثیر اور کثیر کے بیان کے عہد صحابہ میں ندائے یا محمد (ﷺ) کا رواج ㉒ ندائے یا محمد (ﷺ) اور توسل میں علماء دیوبند کا موقف ㉓ ندائے غیر اللہ اور توسل کے متعلق مصنف کا موقف۔

نماز میں کنکریوں کو ہاتھ سے ہٹانا

۸۔ بَابُ مَسْحِ الْحَصَا فِي الصَّلَاةِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از

ابی سلمہ انہوں نے کہا: مجھے حضرت معقیب رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان

کی کہ نبی ﷺ نے اس شخص کے متعلق فرمایا جو اپنے سجدہ کی جگہ

سے کنکریوں کو صاف کرتا ہے: اگر تم یہ کرتے ہو تو ایک دفعہ

کرو۔

۱۲۰۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ

يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنِي مَعْقِبُ بْنُ نَضْرَةَ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي الرَّجُلِ يُسَوِّي التُّرَابَ

حَيْثُ يَسْجُدُ قَالَ إِنْ كُنْتَ فَاعِلًا فَوَاحِدَةٌ.

(صحیح مسلم: ۵۳۶، رقم المسلسل: ۱۱۹۹، سنن ابوداؤد: ۹۳۶، سنن ترمذی: ۳۸۰، سنن نسائی: ۱۱۹۲، سنن ابن ماجہ: ۱۰۳۶، السنن: ۲۱۸، مسند ابوداؤد

الطحاوی: ۱۱۸، صحیح ابن خزیمہ: ۸۹۵، مشکل الآثار: ۱۳۳۱، المعجم الکبیر: ۸۲۶، ج ۲۰، سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۸۵-۲۸۳، مسند احمد ج ۳ ص ۴۲۶، طبع قدیم

مسند احمد: ۱۵۵۰۹، ج ۲۳ ص ۲۶۸، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ۱۶۷، مکتبۃ الرشید ریاض، مسند الطحاوی: ۶۸۷۰)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابو نعیم الفضل بن دیکین (۲) شیبان بن عبد الرحمن (۳) یحییٰ بن ابی کثیر (۴) ابوسلمہ بن عبد الرحمن بن عوف (۵) معقیب

بن ابی قاطمہ الدوسی یہ بنو عبد شمس کے حلیف ہیں قدیم الاسلام ہیں یہ رسول اللہ ﷺ کی انگوٹھی کے محافظ تھے حضرت ابوبکر اور

حضرت عمر نے ان کو بیت المال کا محافظ بنایا ان کو جذام کا مرض ہو گیا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے اطباء کو جمع کیا تو مرض رک

گیا یہ وہی ہیں جن کے ہاتھ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں نبی ﷺ کی انگوٹھی گر گئی تھی۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۳۱۵)

سجدہ کی جگہ سے کنکریوں کو صاف کرنے کے متعلق اختلاف فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد یحییٰ حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں سجدہ کی جگہ سے نماز میں ایک مرتبہ کنکریوں پر ہاتھ پھیرنے کی رخصت دی گئی ہے، حضرت ابو ذرؓ حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہم نے یہ رخصت دی ہے، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم نماز میں ایسا کرتے تھے، فقہاء تابعین میں ہے ابراہیم نخعی اور ابو صالح کا یہی قول ہے۔

علامہ خطابی نے معالم السنن میں لکھا ہے کہ بہت سے علماء نے اس کو مکروہ کہا ہے، صحابہ میں سے حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اس کو مکروہ کہا ہے اور فقہاء تابعین میں سے حسن بصری نے اور بعد کے علماء نے۔ (معالیم السنن ج ۱ ص ۲۰۱)

علامہ نووی نے لکھا ہے کہ کنکریوں پر ہاتھ پھیرنے کی کراہت میں علماء کا اتفاق ہے کیونکہ یہ تواضع کے خلاف ہے اور نمازی کی نماز سے توجہ ہٹانے کا سبب ہے۔

علامہ یحییٰ فرماتے ہیں: اس کی کراہت پر اتفاق نہیں ہے کیونکہ امام مالک اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے اور وہ نماز میں ایسا کرتے تھے اور کثرت میں مذکور ہے کہ متقدمین کی ایک جماعت اپنے سجدہ کی جگہ پر ایک مرتبہ کنکریوں پر ہاتھ پھیر کر ہٹاتی تھی اور ایک مرتبہ سے زیادہ کو وہ مکروہ کہتے تھے اور اہل مالک (نیر متقدمین) ایک مرتبہ سے زیادہ ہاتھ پھیرنے کو حرام کہتے ہیں، ابن حزم نے کہا ہے کہ نمازی پر فرض ہے کہ وہ کنکریوں پر ہاتھ نہ پھیرے اور اس کو ترک کرنے کا افضل ہے، لیکن مالک نے اس سے پہلے سجدہ کی جگہ کو صاف کر لے۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۳۱۶)

سجدہ گاہ سے کنکریوں کو صاف کرنے کے متعلق احادیث

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو رحمت اس کے سامنے ہوتی ہے، لہذا وہ کنکریوں پر ہاتھ پھیرے۔ (سنن ابی داؤد: ۹۳۵، سنن ترمذی: ۳۷۰، سنن نسائی: ۱۱۹۰، مسند احمد ج ۵ ص ۱۳۹)

حضرت معقیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم نماز پڑھ رہے ہو تو کنکریوں پر ہاتھ نہ پھیرو، اگر تم نے ضرور ایسا کر لیا، تو ایک مرتبہ کنکریوں کو ہم وار کر لو۔ (سنن ابی داؤد: ۳۷۰، سنن نسائی: ۱۱۹۱، سنن ابن ماجہ: ۱۰۲۶، مسند احمد ج ۵ ص ۳۲۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کنکریوں کو ہاتھ سے لگوا اس نے لغو کام کیا۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۰۲۵)

اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ جس نے بلا ضرورت کنکریوں کو چھوا یا ایک مرتبہ سے زیادہ کنکریوں کو چھوا تو اس نے لغو کام کیا۔

* باب مذکور کی حدیث 'شرح صحیح مسلم: ۱۱۲۱۔ ج ۲ ص ۱۱۸ پر مذکور ہے اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① حضرت معقیب رضی اللہ عنہ ② حدیث سے حاصل شدہ فقہی احکام۔

نماز میں سجدہ کے لیے

کپڑا بچھانا

۹۔ بَابُ بَسْطِ الثَّوْبِ فِي

الصَّلَاةِ لِلشُّجُودِ

۱۲۰۸۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا بَشْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا غَالِبٌ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَنَسِ بْنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں بشر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا:

ہمیں غالب نے حدیث بیان کی از بکر بن عبد اللہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا: ہم نبی ﷺ کے ساتھ سخت گرمی میں نماز پڑھتے تھے جب ہم میں سے کوئی شخص زمین پر اپنا چہرہ نہ رکھ سکتا تو وہ (زمین پر) کپڑا بچھا کر اس پر سجدہ کرتا۔

مَا لِكُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شِدَّةِ الْحَرِّ فَإِذَا لَمْ يَسْتَطِعْ أَحَدُنَا أَنْ يُمَكِّنَ وَجْهَهُ مِنَ الْأَرْضِ بَسَطَ قُبَّةَ فَسَجَدَ عَلَيْهِ.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۸۵ میں گزر چکی ہے۔

نماز میں جو عمل کرنا جائز ہے

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از ابو النضر از ابو سلمہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نبی ﷺ کے قبلہ کی طرف ٹانگیں پھیلا لیتی تھی اور آپ نماز پڑھ رہے ہوتے تھے پس جب آپ سجدہ کرتے تو مجھے اشارہ کرتے تو میں اپنی ٹانگیں سمیٹ لیتی پس جب آپ کھڑے ہوتے تو میں ٹانگیں پھیلا لیتی۔

۱۰۔ بَابُ مَا يَجُوزُ مِنَ الْعَمَلِ فِي الصَّلَاةِ
۱۲۰۹۔ نَحْنُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي النَّضْرِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ أُمُّ رَجُلٍ فِي قِبْلَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّي فَإِذَا سَجَدَ غَمَزَنِي فَرَفَعْتُهَا فَإِذَا قَامَ مَدَدْتُهَا.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۸۲ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمود نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شباہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شباہ نے حدیث بیان کی از محمد بن زیاد از حضرت ابو ہریرہ از نبی ﷺ آپ نے نماز پڑھا کر فرمایا: بے شک شیطان میرے پاس آیا پس مجھ پر حملہ کیا تا کہ میری نماز توڑ دے پس اللہ نے مجھ کو اس پر قدرت دی سو میں نے اس کو دھکا دیا اور میں نے ارادہ کیا کہ اس کو (میرے) کسی ستون سے ماتھ باندھ دوں حتیٰ کہ تم صبح کو اٹھ کر اس کو دیکھتے پھر مجھے حضرات سلیس علیہ السلام کی یہ دعا یاد آئی: اے اللہ! مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے بعد کسی اور کے لیے سزاوار نہ ہو (س: ۳۵) پس اللہ تعالیٰ نے اس کو ناکام لوٹا دیا پھر النضر بن شمس نے کہا ہے کہ یہ لفظ ”فدعته“ ذال کے ساتھ ہے یعنی میں اس کا گلا گھونٹ دوں اور ”فدعته“ اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ماخوذ ہے: ”يَوْمَ يُدْعُونَ“ (الطور: ۱۳) یعنی جس دن ان کو دور کیا جائے گا اور صحیح لفظ ”فدعته“ یعنی عین اور تا پر تشدید ہے۔

۱۲۱۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ صَلَّى صَلَاةً قَالَ إِنَّ الشَّيْطَانَ سَرَضَ بِي فَشَدَّ عَلَيَّ بِقَطْعِ الصَّلَاةِ عَلَيَّ فَأَمَكَّنِي اللَّهُ مِنْهُ فَدَعْتُهُ وَلَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أُوثِقَهُ إِلَى سَارِيَةٍ حَتَّى تُصْبَحُوا فَتَنْظُرُوا إِلَيَّ لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ يَسْتَمَارَ عَلَيَّ السَّلَامُ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهُوَ بِي مُدًّا لَا يُسْمِعُنِي رَاحِدٌ مِّنْ بَعْدِي (س: ۲۵) فَرَدَّهُ اللَّهُ خَاسِتًا ثُمَّ قَالَ النَّضْرُ بْنُ شَمِيلٍ فَدَعْتُهُ بِالذَّالِ أَيْ خَفَقْتُهُ وَفَدَعْتُهُ مِنْ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى ﴿يَوْمَ يُدْعُونَ﴾ (الطور: ۱۳) أَيْ يُدْفَعُونَ وَالصَّوَابُ فَدَعْتُهُ إِلَّا أَنَّهُ كَذًا قَالَ بِتَشْدِيدِ الْعَيْنِ وَالنَّاءِ.

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۴۶۱ میں گزر چکی ہے۔

۱۱۔ بَابُ إِذَا انْفَلَتِ الدَّابَّةُ فِي الصَّلَاةِ

جب نماز میں سواری بھاگ جائے

اس عنوان میں ”انفلت“ کا لفظ ہے اس کا مصدر ”انفلات“ ہے اس کا معنی ہے: کسی چیز سے چھٹکارا پانا۔

خلاصہ یہ ہے کہ جب نماز میں سواری رتی چھڑا کر بھاگ جائے تو نمازی کیا کرے۔

وَقَالَ قَتَادَةُ إِنَّ أَخَذَ ثَوْبَهُ يَتَّبِعُ الشَّارِقَ وَيَدْعُ

اور قتادہ نے کہا: اگر چور نمازی کا کپڑا چالے تو وہ نماز چھوڑ

دے۔

الصَّلَاةِ.

اس تعلیق کے مقارب یہ حدیث ہے:

معمربیان کرتے ہیں کہ میں نے قتادہ سے پوچھا: ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے اور وہ دیکھتا ہے کہ ایک بچہ کنویں پر ہے اور اس کو خطرہ ہے کہ وہ کنویں میں گر جائے گا، کیا وہ نماز سے پھر جائے؟ قتادہ نے کہا: ہاں! میں نے پوچھا: وہ ایک چور کو دیکھتا ہے جو اس کا خچر لے جاتا چاہتا ہے؟ قتادہ نے کہا: وہ نماز سے پھر جائے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۳۲۹۹، دار الکتب العلمیہ بیروت: ۱۴۲۱ھ)

۱۲۱۱۔ حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَزْرَقُ بْنُ قَيْسٍ قَالَ كُنَّا بِالْأَهْوَازِ نَقَاتِلُ الْخُرُوشَةَ، فَبَيْنَا أَنَا عَلَى جُرْفٍ نَهْرٍ إِذْ رَجُلٌ يُعَلِّي وَإِذَا لِحَامٌ دَابَّتْ بِيَدِهِ، فَجَعَلَتِ الدَّابَّةُ تُنَارِعُهُ، وَتَعَالَى يَتَّبِعُهَا، قَالَ شُعْبَةُ هُوَ أَبُو بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيُّ، فَجَعَلَ رَجُلٌ مِنَ الْخَوَارِجِ يَقُولُ اللَّهُمَّ أَفْئَاتِ بِهَذَا الشَّيْخِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ الشَّيْخُ قَالَ إِنِّي سَمِعْتُ نَوَاسِمَ وَإِنِّي غَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسِتِّ غَزَوَاتٍ، أَوْ سَبْعِ غَزَوَاتٍ، أَوْ ثَمَانٍ، وَشَهِدْتُ تَبْسِيرَهُ، وَإِنِّي إِنْ كُنْتُ أُرَاجِعُ مَعَ دَائِنِي أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَدْعَاهُ رَجَعْتُ إِلَى دَائِنِي لِيَسْتَوْ عَلَيَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں اس وقت بن قیس سے۔۔۔ بٹ بیان کی، انہوں نے کہا: ہم الاھواز میں خروشیہ کے خلاف بہہ رہے تھے، جس وقت میں دریا کے کنارے پر تھا، اس وقت ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اور اس کی سواری کی لگام اس کے ہاتھ میں تھی، سواری اس سے بھاگ رہی تھی اور وہ سواری کا پیچھا کر رہا تھا، شعبہ نے کہا: وہ شخص حضرت ابو بربزہ اسلمی رضی اللہ عنہ تھے، خوارج میں سے ایک شخص نے کہا: اے اللہ! اس بوڑھے کے ساتھ ایسا کر، جب وہ بوڑھا نماز سے فارغ ہو گیا تو اس نے کہا: میں نے تمہاری بات سن لی ہے اور میں، سال اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چھ یا سات یا آٹھ غزوات میں شریک رہا ہوں اور آپ کی دی ہوئی آسنان درمہولت پر میں حاضر رہا، میں اپنی سواری کے ساتھ واپس جاؤں، یہ مجھ کو اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں اپنی سواری کو چھوڑ کر جاؤں، یہ اپنی چراگاہ میں جرتی پھرے، یہ مجھ پر دشوار ہے۔

[طرف الحدیث: ۶۱۲] (صحیح ابن خزیمہ: ۸۶۶، المستدرک ج ۱ ص ۲۵۵، مسند ابویعلیٰ: ۴۳۵، صحیح ابن حبان: ۴۱۰، مسند احمد ج ۳ ص ۳۲۰)

طبع قدیم، مسند احمد: ۱۹۷۷ء، ج ۳ ص ۱۷-۱۶، مؤسسة الرسالة، بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) آدم بن ابی ایاس (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) ازرق بن قیس الحارثی البصری (۴) حضرت ابو بربزہ اسلمی رضی اللہ عنہ، ان کا نام

فضل بن عبید ہے یہ قدیم الاسلام ہیں یہ بصرہ چلے گئے تھے اور نیشاپور میں فوت ہو گئے تھے ایک روایت ہے کہ یہ بھستان اور حررات کے درمیان جنگل میں فوت ہوئے تھے خلیفہ بن خیاط نے کہا: یہ ۶۳ھ میں خراسان میں فوت ہوئے تھے۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۳۱۹)

”الاهواز“ اور ”الحرورية“ کا معنی

اس حدیث میں ”الاهواز“ کا ذکر ہے یہ بصرہ اور فارس کے درمیان ایک جگہ ہے۔

اس میں ”الحرورية“ کا ذکر ہے یہ حروراء کی طرف نسبت ہے یہ ایک بستی کا نام ہے الرشاطی نے کہا: یہ کوفہ کی بستیوں میں سے ایک بستی ہے محمد بن قدامة الجوهري نے اپنی کتاب میں لکھا: یہ جنگ ۶۵ھ میں ہوئی تھی خوارج نے اہل بصرہ کا محاصرہ کر لیا تھا۔

نمازی کو اپنے مال یا سامان کے ضائع ہونے کا خوف ہو تو اس کے لیے نماز توڑنا جائز ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متونی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جو شخص نماز پڑھ رہا ہو اور اس کی سواری بھاگ جائے تو وہ نماز کو توڑ دے اور سواری کا پیچھا کرے امام مالک نے المختصر میں لکھا ہے: جس شخص کو اپنی سواری کے ہلاک ہونے کا خطرہ ہو یا کسی بچہ کو مرنا ہو دیکھے وہ اپنی نماز توڑ دے ابن القاسم نے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ مسافر کی سواری بھاگ گئی اور اس کو اس کے گم ہونے کا خطرہ ہو یا بچہ کا خطرہ ہو یا کسی نابینا کے متعلق یہ خوف ہو کہ وہ کنویں میں یا آگ میں گر جائے گا یا اس کو یاد آیا کہ اس کا سامان ضائع ہو جائے گا تو یہ ایسا عذر ہے جس کی وجہ سے وہ نماز توڑ سکتا ہے اور اگر وہ اہل نماز میں سے کوئی نہ بنا کر اپنی مسافر پر چلا جائے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جو نماز توڑ کر اپنی سواری کا پیچھا کیا اس میں فتویٰ ہے کہ یہ دلیل ہے کہ جس کو اپنے سامان یا اپنے مال کے ضائع ہونے کا خوف ہو اس کے لیے نماز کو توڑنا جائز ہے۔ (شرح ابن بطل ج ۳ ص ۲۰۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

۱۲۱۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ خَفِيفَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ لَيْلِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَأَ سُورَةَ طَوِيلَةً ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ ثُمَّ اسْتَفْتَحَ بِسُورَةِ أُخْرَى ثُمَّ رَكَعَ حَتَّى قَطَعَ مَا رَسَخَ ثُمَّ لَعَلَّ ذِكْرَ الْقَائِمَةِ ثُمَّ قَالَ إِنَّهُمَا ابْتَعَا مِنْ رَبِّ السَّمَاءِ فَإِذَا رَأَيْتُمَا رَيْتُمْ فَصَلُّوا حَتَّى يَفْرَجَ عَنْكُمُ لَقَدْ رَأَيْتُمَا فِي مَقَامِي هَذَا كُلَّ شَيْءٍ وَعِدَّتُهُ حَتَّى لَقَدْ رَأَيْتُمْ أُرِيدُ أَنْ أَخَذَ قِطْفًا مِنَ الْجَنَّةِ حِينَ رَأَيْتُمُونِي جَعَلْتُ أَتَقَدَّمُ وَلَقَدْ رَأَيْتُمْ جَهَنَّمَ بِحُطَمٍ بَعْضُهَا بَعْضًا حِينَ رَأَيْتُمُونِي تَأَخَّرْتُ وَرَأَيْتُمْ فِيهَا عَمْرُو بْنُ لُحَيٍّ وَهُوَ الَّذِي سَبَبَ السَّوَابِقَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے

حدیث ابن کی ان سے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی انہوں نے

کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری از عروہ انہوں نے بیان کیا

کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: سورج کو گہن لگ گیا تو نبی

ﷺ نے کھڑے ہو کر لمبی سورت پڑھی پھر رکوع کیا پس لمبا

رکوع کیا پھر رکوع سے سرائی پھر دوسری سورت شروع کر دی پھر

رکوع کیا حتیٰ کہ اس کو پورا کر یا اور سہ کی پڑھی دوسری رکعت میں

بھی اسی طرح کیا پھر فرمایا: سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں

میں سے دو نشانیاں ہیں پس جب تم اس (گہن) کو دیکھو تو نماز پڑھو

حتیٰ کہ تم سے کشادگی ہو جائے اور میں نے اپنی اس جگہ میں ہر اس

چیز کو دیکھ لیا جس کا مجھ سے وعدہ کیا گیا ہے حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ

میں جنت کے انگور کے خوشہ کو پکڑے ہوئے ہوں یہ اس وقت ہوا

جب تم نے مجھے آگے بڑھتے ہوئے دیکھا اور میں نے جہنم کو دیکھا

جس کا بعض اس کے بعض کو کھا رہا تھا اور میں نے عمرو بن لُحی کو جہنم

میں دیکھا اسی نے عرب میں بتوں کے نام پر چھوڑے ہوئے جانوروں (کو حرام قرار دینے) کی رسم نکالی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۰۴۴ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں پر اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں نبی ﷺ کے نماز میں آگے بڑھنے اور پیچھے ہٹنے کا ذکر ہے اور اس کی عنوان سے قدرے مناسبت ہے۔

۱۲۔ بَابُ مَا يَجُوزُ مِنَ الْبِرَاقِ

مارنے کا جواز

اور حضرت عبداللہ بن عمرو سے نقل کیا جاتا ہے کہ نبی ﷺ نے نماز کسوف کے سجدہ میں پھونک ماری۔

وَالنَّفْخِ فِي الصَّلَاةِ

وَيُذَكِّرُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو نَفَخَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سُجُودِهِ فِي كُسُوفٍ.

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا رسول اللہ ﷺ نے اس میں قیام کیا۔ لگتا تھا کہ آپ رکوع نہیں کریں گے پھر آپ نے رکوع کیا پس لگتا تھا کہ آپ رکوع سے سر نہیں اٹھائیں گے پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا پس لگتا تھا کہ آپ سجدہ نہیں کریں گے پھر آپ نے سجدہ کیا اور لگتا تھا کہ آپ سجدہ سے سر نہیں اٹھائیں گے پھر آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا اور دوسری رکعت بھی اسی طرح پڑھی پھر آپ نے سجدہ سے آخر میں پھونک ماری اور فرمایا: اُف اُف۔ (سنن ابوداؤد: ۱۱۹۳، سنن نسائی: ۱۳۸۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب۔ رفع از حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ نبی ﷺ نے مسجد کے قبلہ میں بلغم اہوا دیا۔ تو آپ مسجد والوں پر ناراض ہوئے اور فرمایا: بے شک اللہ تم میں سے ہر ایک کے سامنے ہوتا ہے پس جب وہ (فحش) نماز میں ہو تو نہ تھو کے یا فرمایا: وہ بلغم نہ تھو کے پھر آپ سے اور آپ نے اپنے ہاتھ سے بلغم کو سر پہاڑ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: جب تم میں سے کوئی فحش سو کے تو اپنی ہائیں جانب تھو کے۔

۱۲۱۳۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى نُحَامَةً فِي قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ فَتَغَيَّظَ عَلَى أَهْلِ الْمَسْجِدِ وَقَالَ إِنَّ اللَّهَ قَبْلَ أَحَدِكُمْ فَإِذَا كَانَ فِي صَلَاتِهِ فَلَا يَزُقُّنَّ أَوْ قَالَ لَا يَنْخَفَعْنَ ثُمَّ نَزَلَ فَحَثَّهَا بِهٍ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا إِذَا تَرَّقَ أَحَدُكُمْ فَيُزُقُّ عَنِّي بِسَاءٍ

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۰۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۱۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا كَانَ فِي الصَّلَاةِ فَإِنَّهُ يَنَاجِي رَبَّهُ فَلَا يَزُقُّنَّ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَا عَنْ يَمِينِهِ وَلَكِنْ عَنْ شِمَالِهِ تَحْتَ قَدَمِهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے قتادہ سے سنا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: جب کوئی شخص نماز میں ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے مناجات کرتا ہے پس وہ اپنے

الْبُسْرَى.

سامنے تھو کے نہ اپنی دائیں طرف لیکن اپنی بائیں طرف اپنے بائیں
قدم کے نیچے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۴۱ میں گزر چکی ہے۔

جس مرد نے ناواقفیت سے اپنی نماز میں تالی بجائی
تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی

اس کے ثبوت میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ
سے حدیث روایت کی ہے۔

۱۳ - بَابُ مَنْ صَفَّقَ جَاهِلًا مِنَ الرِّجَالِ
فِي صَلَاتِهِ لَمْ تَفْسُدْ صَلَاتُهُ
فِيهِ سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس تعلیق کے موافق مفصل حدیث، صحیح البخاری: ۱۲۳۴ میں ہے۔

جب نمازی سے کہا گیا: آگے بڑھو یا انتظار کرو
اور اس نے انتظار کیا تو کوئی حرج نہیں ہے

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث
بیان کی کہ میں نے کہا: انیس سفیان نے خبر دی از ابی حازم از
حضرت انس بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ نبی ﷺ
کے ساتھ اس حال میں نماز پڑھتے تھے کہ انہوں نے اپنے تہ بند
چھوٹے ہونے کی وجہ سے اپنی گردنوں پر باندھے ہوئے ہوتے
تھے تو عورتوں سے کہہ دیا کہ تم اس وقت تک اپنے سروں کو نہ اٹھایا
کردہی کہ مرد سیدھے بیٹھ جائیں۔

۱۴ - بَابُ إِذَا قِيلَ لِلْمُصَلِّي تَقَدَّمَ أَوْ
انْتَظِرْ، فَانْتَظِرْ، فَلَا بَأْسَ

۱۲۱۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا
سُفْيَانُ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ
تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّاسُ يُصَلُّونَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُمْ عَاقِدُونَ أُرْجُلَهُمْ عَلَى رِقَابِهِمْ
مِنَ الصَّغَرِ، فَقِيلَ لِلنِّسَاءِ لَا تَرْفَعْنَ رُؤُوسَكُنَّ حَتَّى
يَسْتَوِيَ الرِّجَالُ جُلُوسًا.

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۶۲ میں گزر چکی ہے۔

نمازی نماز میں سلام کا جواب نہ دے

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن کثیر نے حدیث بیان
کی کہ میں نے کہا: ہمیں ابن کثیر نے حدیث بیان
کی از الامش از ابی سیم از علقمہ از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان
کرتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کو نماز میں سلام کرتا تھا آپ مجھے
سلام کا جواب دیتے تھے پس جب ہم (حبشہ سے) لوٹے تو میں
نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے جواب نہیں دیا اور فرمایا: بے شک
نماز میں مشغولیت ہوتی ہے۔

۱۵ - بَابُ لَا يَرُدُّ السَّلَامُ فِي الصَّلَاةِ

۱۲۱۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا
ابْنُ فَضَالٍ عَنِ الْأَشْعَثِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَمْرِو
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كُنْتُ أَسْلِمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ، فَيَرُدُّ عَلَيَّ، فَلَمَّا
رَجَعْنَا، سَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ، وَقَالَ إِنَّ فِي
الصَّلَاةِ شُغْلًا.

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۱۹۹ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوسمر نے حدیث

۱۲۱۷ - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ

قَالَ حَدَّثَنَا كَثِيرٌ بْنُ شَنْظِيرٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَاجَةٍ لَهُ، فَاِنْطَلَقْتُ، ثُمَّ رَجَعْتُ وَقَدْ قَضَيْتُهَا، فَاتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ، فَوَقَعَ فِي قَلْبِي مَا اللَّهُ أَعْلَمُ بِهِ، فَقُلْتُ فِي نَفْسِي لَعَلَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ عَلَيَّ آيَةً أَبْطَأْتُ عَلَيْهِ، ثُمَّ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ، فَوَقَعَ فِي قَلْبِي أَشَدُّ مِنَ الْمَرَّةِ الْأُولَى، ثُمَّ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ عَلَيَّ، فَقَالَ إِنَّمَا مَنَعَنِي أَنْ أَرُدَّ عَلَيْكَ إِنِّي كُنْتُ أَصْلِي، وَكَانَ عَلَى رَاحِلَتِهِ، مَتَوَجِّهًا إِلَى غَيْرِ الْقِبْلَةِ.

بیان کی 'انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی 'انہوں نے کہا: ہمیں کثیر بن شنظیر نے حدیث بیان کی از عطاء بن ابی رباح از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے کسی کام سے بھیجا میں گیا پھر واپس آیا اور میں وہ کام کر چکا تھا پس میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے مجھے جواب نہیں دیا اس سے میرے دل میں اتنا رنج ہوا کہ اللہ ہی اس کو زیادہ جانتا ہے میں نے دل میں کہا: شاید رسول اللہ ﷺ مجھ پر اس وجہ سے ناراض ہوئے ہیں کہ میں نے کام میں دیر کر دی۔ میں نے آپ کو پھر سلام کیا آپ نے پھر مجھے جواب نہیں دیا میرے دل میں اب پہلی مرتبہ سے زیادہ رنج ہوا میں نے پھر سلام کیا تو آپ نے مجھے جواب دیا پھر فرمایا: مجھے تمہارے سلام کا جواب دینے سے صرف یہ چیز مانع تھی کہ میں نماز پڑھ رہا تھا اور آپ اپنی سواری پر غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھ رہے تھے۔

اس حدیث میں کلام نفسی کا ثبوت ہے کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے دل میں کہا: شاید رسول اللہ ﷺ مجھ پر ناراض ہیں اور اس حدیث میں غیر قبلہ کی طرف سواری پر نفل پڑھنے کا ثبوت ہے اور اس میں یہ ثبوت ہے کہ نمازی کو سلام نہیں کرنا چاہیے۔

کسی پیش آمدہ امر پر نماز میں دونوں ہاتھوں کو بلند کرنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی 'انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز نے حدیث بیان کی از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر پہنچی کہ براء میں بنو عمرو بن عوف کے درمیان کچھ رنجش ہے آپ ان کے درمیان صلح کرانے کے لیے اپنے چند اصحاب کے ساتھ نکلے پس رسول اللہ ﷺ کو تاخیر ہو گئی اور نماز کا وقت آ گیا پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے پس کہا: اے ابوبکر! رسول اللہ ﷺ کو تاخیر ہو گئی ہے اور نماز کا وقت آ چکا ہے تو آپ کی کیا رائے ہے کہ آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں؟ حضرت ابوبکر نے کہا: ہاں! اگر تم چاہو پھر حضرت بلال

۱۶ - بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي الصَّلَاةِ، لِأَمْرِ نَزَلَ بِهِ

۱۲۱۸ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ بَلَغَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ بَيْنَ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ بِقَبَاءٍ كَانَ بَيْنَهُمْ شَيْءٌ، فَخَرَجَ يُصْلِحُ بَيْنَهُمْ فِي أَنْاسٍ مِنْ أَصْحَابِهِ، فَحُبِسَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَانَتِ الصَّلَاةُ، فَجَاءَ بِلَالٌ إِلَى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَقَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ حُبِسَ، وَقَدْ خَانَتِ الصَّلَاةُ، فَهَلْ لَكَ أَنْ تَوْمَّ النَّاسَ؟ قَالَ نَعَمْ، إِنْ شِئْتَ. فَأَقَامَ بِلَالٌ الصَّلَاةَ، وَتَقَدَّمَ أَبُو

بَكَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، فَكَثَرَ لِلنَّاسِ، وَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِي فِي الصُّفُوفِ يَشُقُّهَا شَقًّا حَتَّى قَامَ فِي الصَّفِّ، فَأَخَذَ النَّاسُ فِي التَّصْفِيحِ، قَالَ سَهْلُ التَّصْفِيحِ هُوَ التَّصْفِيحُ، قَالَ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ لَا يَلْتَفِتُ فِي صَلَاتِهِ، فَلَمَّا أَكْثَرَ النَّاسُ التَّفَتُّ، إِذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَشَارَ إِلَيْهِ بِأَمْرِهِ أَنْ يُصَلِّيَ، فَرَفَعَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَدَهُ، فَحَمِدَ اللَّهَ، ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْقَرَى وَرَأَاهُ، حَتَّى قَامَ فِي الصَّفِّ، وَتَقَدَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى لِلنَّاسِ، فَلَمَّا فَرَغَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ، فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ، مَا لَكُمْ حِينَ نَابَكُمْ شَيْءٌ فِي الصَّلَاةِ أَخَذْتُمْ بِالتَّصْفِيحِ؟ إِنَّمَا التَّصْفِيحُ لِشَيْءٍ مِمَّنْ نَابَهُ شَيْءٌ فِي صَلَاتِهِ، فَلْيَقُلْ سُبْحَانَ اللَّهِ، ثُمَّ الْتَفَتَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فَقَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ، مَا مَنَعَكَ أَنْ تُصَلِّيَ لِلنَّاسِ حِينَ أَشَرْتُ إِلَيْكَ؟ قَالَ أَبُو بَكْرٍ، مَا كَانَ يُنْبَغِي لِابْنِ أَبِي قُحَافَةَ أَنْ يُشَارَ إِلَى شَيْءٍ يَنْدَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

نے نماز کی اقامت کہی اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آگے بڑھ گئے اور لوگوں کے لیے اللہ اکبر کہا اور رسول اللہ ﷺ صفوں کے درمیان چلتے ہوئے اور صفوں کو چیرتے ہوئے آئے، حتیٰ کہ (پہلی) صف میں کھڑے ہو گئے، پس لوگوں نے تالیاں بجانی شروع کر دیں، حضرت سہل نے کہا: ”تصفیح“ کا معنی ہے: ”تصفیق“ (تالی بجانا)۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز میں ادھر اُدھر توجہ نہیں کرتے تھے جب لوگوں نے بہت زیادہ تالیاں بجائیں تو وہ متوجہ ہوئے، پس ناگاہ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے تھے رسول اللہ ﷺ نے اشارہ سے ان کو حکم دیا کہ وہ نماز پڑھاتے رہیں، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے اللہ کا شکر ادا کیا، پھر وہ اپنی ایڑیوں پر پیچھے آگئے حتیٰ کہ صف میں کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ آگے بڑھ گئے، آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی، پس جب آپ نماز پڑھاں تو آپ نمازیوں کی طرف متوجہ ہوئے، سو آپ نے فرمایا: اے رسول اللہ ﷺ میں کیا ہوا تھا جب تمہیں نماز میں اچانک کوئی چیز پیش آئی تو تم نے تالیاں بجانی شروع کر دیں، تالیاں بجانا تو صرف عورتوں کے لیے جائز ہے، جب کسی شخص کو نماز میں کوئی چیز پیش آئے تو وہ کہے: سبحان اللہ! پھر آپ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے، پس فرمایا: اے ابو بکر! جب میں نے تمہیں اشارہ کیا تھا تو تم کو نماز پڑھاتے رہنے سے کس نے منع کیا تھا؟ حضرت ابو بکر نے کہا: ابو قحافہ کے بیٹے کے لیے یہ مناسب نہیں تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے نماز پڑھانی شروع کر دیتا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۶۸۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۷۔ بَابُ الْخَصْرِ فِي الصَّلَاةِ

۱۲۱۹ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ نَهَى عَنِ الْخَصْرِ فِي الصَّلَاةِ. وَقَالَ هِشَامٌ وَأَبُو هِلَالٍ عَنْ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. [طرف اللہ: ۱۲۲۰]

نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از محمد از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا کہ نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے سے منع کیا گیا ہے اور ہشام اور ابو ہلال نے کہا از ابن سیرین از حضرت ابو ہریرہ از نبی ﷺ۔

۱۲۲۰۔ حَدَّثَنَا عُمَرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى
قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ
رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ نَهَى أَنْ يُصَلِّيَ الرَّجُلُ
مُخْتَصِرًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث
بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے
کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد نے
حدیث بیان کی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: کسی (بھی)
فخص کو کوکھ پر ہاتھ رکھے ہوئے نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔

حدیث اول کے رجال

(۱) ابوالنعمان محمد بن الفضل السدوسی (۲) حماد بن زید (۳) ایوب بن ابی تمیم السخنیانی (۴) محمد بن سیرین (۵) ہشام بن
حسان ابو عبد اللہ القردوسی یہ ۱۳۷ھ میں فوت ہو گئے تھے (۶) ابو ہلال محمد بن سلیم الراسی یہ ۱۶۷ھ میں فوت ہو گئے تھے (۷) عمرو بن
علی الصیرفی الفلاس (۸) یحییٰ بن سعید القطان (۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۴۳۲-۴۳۱)

نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے کی ممانعت کی وجوہ

یہود اکثر اپنی کوکھ پر ہاتھ رکھتے تھے اس لیے مسلمانوں کو نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے سے منع فرمایا تاکہ یہود کے ساتھ مشابہت نہ
ہو اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس میں اہل دوزخ اور شیطان کی مشابہت ہے اس سلسلہ میں حسب ذیل احادیث اور آثار ہیں:
سروق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے کو بکروا کرتی تھیں اور کہتی تھیں کہ اس طرح یہود کرتے
ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۶۲۵، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۵۰۰، دار الکتب العلمیہ بیروت)
خالد بن معدان بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک شخص کو کوکھ پر ہاتھ رکھے ہوئے دیکھا تو فرمایا: اسی طرح اہل
دوزخ دوزخ میں جاتے ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۶۲۶، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۵۰۰، دار الکتب العلمیہ بیروت)
صالح مولی التومہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کو دوزخ میں مکرہ کہتے تھے اور کہتے تھے کہ شیطان اس پر حاضر
ہوتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۶۲۷، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۹۲، دار الکتب العلمیہ بیروت)
اسحاق بن عویمر بیان کرتے ہیں کہ مجاہد نے کہا: کوکھ پر ہاتھ رکھنا اہل دوزخ کے آرام کا طریقہ ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۹، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۵۹۵، دار الکتب العلمیہ بیروت)
حمید بن سلال نے کہا: نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنا اس سے بکروا ہے کہ جب ایسے دوزخ سے اتار گیا تو کوکھ پر ہاتھ رکھے
ہوئے تھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۶۳۱، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۵۹۷، دار الکتب العلمیہ بیروت)
سروق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے کو بکروا فرمادیتی تھیں اور فرماتی تھیں: یہود کی مشابہت
نہ کرو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۶۳۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۶۰۰، دار الکتب العلمیہ بیروت)

کسی شخص کا نماز میں

غور و فکر کرنا

۱۸۔ بَابُ تَفَكُّرِ الرَّجُلِ

الشَّيْءَ فِي الصَّلَاةِ.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: بے شک میں لشکر کو تیار کرتا ہوں
اور اس وقت میں نماز میں ہوتا ہوں۔

وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ إِنِّي لَا أَجْهَرُ
جَيْشِي وَأَنَا فِي الصَّلَاةِ.

اس تعلق کو سند موصول کے ساتھ امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ ابو عثمان انہدی سے روایت کیا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۰۳۴، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۹۵۱، دارالکتب العلمیہ بیروت)

اسی کے موافق یہ اثر ہے:

عروہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں بحرین کا جزیرہ گنتار ہتا ہوں اور میں اس وقت نماز میں ہوتا

ہوں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۰۳۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۹۵۰، دارالکتب العلمیہ بیروت)

عیاض الاشعری بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے مغرب کی نماز پڑھائی اور اس میں قراءت نہیں کی، حضرت ابو موسیٰ نے ان سے کہا: آپ نے قراءت نہیں کی، حضرت عمر نے حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ سے پوچھا: انہوں نے کہا: حضرت ابو موسیٰ نے سچ کہا ہے، حضرت عمر نے نماز دوبارہ پڑھائی، پھر فرمایا: جس نماز میں قرآن نہ پڑھا جائے وہ نماز نہیں ہوتی، میں نے شام کی طرف قافلہ بھیجا تھا، میں اس کے متعلق غور کر رہا تھا، اس وجہ سے مجھ سے قراءت رہ گئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر نے قراءت کو ترک کرنے کی وجہ سے نماز دہرائی، نہ اس وجہ سے کہ وہ غور و فکر میں مستغرق ہو گئے تھے۔

(عمدة القاری ج ۷ ص ۳۳۵، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں روح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عمر نے حدیث بیان کی جو ابن سعید ہیں، انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی ملیکہ نے خبر دی از حضرت عقبہ بن الحارث رضی اللہ عنہ، انہوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ کے ساتھ عصر کی نماز کی، پس جب آپ نے سلام پھیرا تو جلدی سے کھڑے ہو گئے اور بعض اذان کے حجرے میں داخل ہوئے، پھر آپ نکل آئے آپ نے جلدی کی وجہ سے نمازیوں کے چہروں پر تعجب کے آثار دیکھے تو آپ نے فرمایا: مجھے نماز میں یاد آ یا کہ ہمارے پاس (کچھ) سونا ہے، سو مجھے ناپسند ہوا کہ وہ ہمارے پاس شام یا رات گزارے، پس میں نے اس کو تقسیم کرنے کا حکم دیا۔

۱۲۲۱ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ حَدَّثَنَا رَوْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَرُ، هُوَ ابْنُ سَعْدٍ، قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَصْرَ، فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ سَرِيعًا، فَدَخَلَ عَلَى بَعْضِ نِسَائِهِ، ثُمَّ خَرَجَ، وَرَأَى مَا لِي بِأَجْوَدَ، فَتَرَدَّدْتُ مِنْ تَعَجُّبِهِمْ لِسُرْعَتِهِ، فَقَالَ ذَكَرْتُ وَأَذْنَبِي الصَّلَاةَ نَسْرًا عِنْدَنَا، فَكِرِهْتُ أَنْ يُمْسِيَ، أَوْ يَبْتَثَّ عِنْدَنَا، فَأَمَرْتُ بِقِسْمَتِهِ.

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۸۵۱ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن کبیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از جعفر از الاعرج، انہوں نے کہا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب نماز کی اذان دی جاتی ہے تو شیطان گوز مارتا ہوا پیٹھ پھیر لیتا ہے حتیٰ کہ وہ اذان نہیں سنتا، پس جب مؤذن خاموش ہو جاتا ہے تو پھر آ جاتا ہے، پھر ب اقامت

۱۲۲۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ كُبَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ جَعْفَرٍ، عَنِ الْأَعْرَجِ قَالَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أِذَّنَ بِالصَّلَاةِ أَذْبَرَ الشَّيْطَانُ لَهُ ضَرَاطُ حَتَّى لَا يَسْمَعَ التَّأْذِينَ، فَإِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ أَقْبَلَ، فَإِذَا ثَوَّبَ أَذْبَرَ، فَإِذَا سَكَتَ أَقْبَلَ، فَلَا يَزَالُ بِالْمَرْءِ

کہی جاتی ہے تو پھر پیٹھ پھیر لیتا ہے پھر جب مؤذن خاموش ہو جاتا ہے تو پھر آ جاتا ہے پھر مسلسل انسان سے کہتا رہتا ہے کہ فلاں چیز کو یاد کر جس کو وہ یاد نہیں رکھتا تھا حتیٰ کہ انسان کو پتا نہیں چلتا کہ اس نے کتنی رکعت پڑھی ہیں ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے کہا: جب تم میں سے کوئی شخص اس طرح کرے تو وہ بیٹھے ہوئے سہو کے دو سجدے کرے اور ابو سلمہ نے اس حدیث کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے۔

يَقُولُ لَهُ اذْكُرْ مَا لَمْ يَكُنْ يَذْكُرُ حَتَّى لَا يَذَرِيَنَّكَ صَلَاتِي . قَالَ أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ اِذَا فَعَلَ ذَلِكَ اَحَدُكُمْ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ قَاعِدٌ . وَسَمِعَهُ أَبُو سَلَمَةَ مِنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۶۰۸ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عثمان بن عمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از سعید المقبریٰ انہوں نے کہا: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ لوگ یہ ہیں۔ ابو ہریرہ: حدیث بیان کرتے ہیں میں ایک شخص ملا۔ نے اس پر: رسول اللہ ﷺ نے گزشتہ رات عشاء کی نماز میں کون سی سورت پڑھی تھی؟ اس نے کہا: مجھے پتا نہیں میں نے کہا: تم عشاء کی نماز میں حاضر نہیں تھے؟ اس نے کہا: کیوں نہیں نے۔ میں نے مجھے علم ہے آپ نے فلاں فلاں سورت پڑھی تھی۔

۱۲۲۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي ذَنْبٍ عَنْ سَعِيدِ الْمَقْبُرِيِّ قَالَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ النَّاسُ أَكْثَرُ أَبُو هُرَيْرَةَ فَلَقِيتُ رَجُلًا فَقُلْتُ بِمَا قَرَأَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَارِحَةَ فِي الْعَتَمَةِ؟ فَقَالَ لَا أَدْرِي فَقُلْتُ أَلَمْ تَشْهَدْهَا؟ قَالَ بَلَى قُلْتُ لَكِنْ أَنَا أَدْرِي قَرَأَ سُورَةَ كَذًا وَكَذًا.

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری کو یہ حدیث "العمل فی الصلوٰۃ" کے ابواب کے بجائے "صلوٰۃ اللیل" کے ابواب میں ذکر کرنی چاہیے تھی بہر حال "العمل فی الصلوٰۃ" کے ابواب میں ۳۲ احادیث مرفوعہ ہیں جن میں سے ۶ معلق ہیں اور باقی موصول ہیں۔

الحمد لله - ع - آج ۲۰ رجب ثانی ۱۴۲۸ھ / ستمبر ۲۰۰۷ء - جمعہ ۱۰ ذی الحجۃ ۱۴۲۸ھ "صلوٰۃ" کے ابواب مکمل ہو گئے اس کے بعد ان شاء اللہ "کتاب السہو" شروع ہو گئی۔ اللہ اعلم! جس طرح یہاں تک لکھوا دیا ہے پوری کتاب مکمل کراوے۔ (آمین)





نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

۲۲ - کتاب السہو

سہو کا بیان

سہو کے متعلق احادیث جب آدمی فرض کی دو رکعت پڑھ کر کھڑا ہو جائے

۱ - بَابُ مَا جَاءَ فِي السَّهْوِ إِذَا

قَامَ مِنْ رَكْعَتِي الْفَرِيضَةِ

سہو اور نسیان کی تحقیق

سہو کا معنی ہے: کسی چیز سے غفلت اور نسیان: دوسری چیزوں سے غفلت نہ ہونا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: بعض علماء نے سہو اور نسیان کو مترادف قرار دیا ہے اور بعض نے (کچھ نہیں) کہا ہے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۶۸۶ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: انہوں نے جو کہا ہے وہ "لیس بشیء" ہے حقیقت یہ ہے کہ سہو اور نسیان میں باریک فرق ہے

اور وہ یہ ہے کہ سہو میں شعور معدوم ہو جاتا ہے اور نسیان میں شعور ہوتا ہے۔

(عمدة القاری ج ۷ ص ۴۳۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے سہو اور نسیان میں صحیح فرق نہیں لکھا صحیح فرق یہ ہے:

علامہ سید محمد امین عمر بن عبدالعزیز ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

تحقیق یہ ہے کہ وقت کے اعتبار سے سہو اور نسیان میں کوئی فرق نہیں ہے اور غفلت کے اعتبار سے سہو اور نسیان میں فرق ہے۔ سہو کا معنی

ہے: ضرورت کے وقت کسی چیز کا ذہن میں نہ سمجھنا نہ ہونا جیسا کہ جو شخص غفلت سے غافل ہو جائے اور اس کی ضرورت ہو تو وہ

سے ذہن اس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور نسیان میں معلوم زائل ہو جاتا ہے اور حکماء نے کہا ہے کہ سہو میں معلوم کی صورت حافظہ میں

موجود ہوتی ہے اور مدد کے سے زائل ہو جاتی ہے اور نسیان میں معلوم کی صورت حافظہ اور مدد کے دونوں سے زائل ہو جاتی ہے اور اس کے

حصول کے لیے دوبارہ کسب کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۴۷۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک بن انس نے خبر دی

از ابن شہاب از عبدالرحمن الاعرج از حضرت عبداللہ بن محسین رضی اللہ

انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں کسی نماز کی دو

۱۲۲۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ قَالَ أَخْبَرَنَا

مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ

الْأَعْرَجِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُحَيْنَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى

عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ رَكَعَتَيْنِ مِنْ بَعْضِ الصَّلَوَاتِ، ثُمَّ قَامَ فَلَمْ يَجْلِسْ، فَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ، فَلَمَّا قَضَى صَلَوَتَهُ وَنَظَرْنَا تَسْلِيمَتَهُ، كَبَّرَ قَبْلَ التَّسْلِيمِ، فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ، ثُمَّ سَلَّمَ.

رکعت نماز پڑھائی پھر آپ کھڑے ہو گئے اور بیٹھے نہیں پس نمازی بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہو گئے جب آپ نے اپنی نماز پوری کر لی تو ہم آپ کے سلام کے منتظر تھے آپ نے سلام پھیرنے سے پہلے اللہ اکبر کہا پھر بیٹھے ہوئے دو سہو کے سجدے کیے پھر سلام پھیر دیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۲۹ میں گزر چکی ہے تاہم بعض ضروری امور ذکر کیے جا رہے ہیں:

فقہاء احناف کے موقف کے ثبوت میں سلام پھیرنے کے بعد سجدہ سہو کے متعلق احادیث

اس حدیث کے ظاہر سے بعض فقہاء نے یہ استدلال کیا ہے کہ نماز میں زیادتی ہو یا کمی سجدہ سہو نماز میں مطلقاً سلام سے پہلے کیا جائے گا یہی امام شافعی کا صحیح مذہب ہے اور امام احمد سے بھی ایک یہی روایت ہے امام ابو حنیفہ ان کے اصحاب اور ثوری کا یہ مذہب ہے کہ نماز میں زیادتی ہو یا کمی سجدہ سہو سلام کے بعد کیا جائے گا حضرت علی بن ابی طالب حضرت سعد بن ابی وقاص حضرت ابن مسعود حضرت عمار حضرت ابن عباس حضرت ابن الزبیر اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم کا یہی مذہب ہے اور فقہاء تابعین میں سے النخعی ابن ابی لیلیٰ اور حسن بصری کا یہی موقف ہے۔ ان کا استدلال حسب ذیل احادیث سے ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے نماز پڑھائی اس میں کچھ زیادتی یا کمی کی جب آپ نے سلام پھیر دیا تو آپ سے کہا گیا: یا رسول اللہ! کیا نماز میں کوئی حکم ہے جس سے پوچھنا کہ کیا سبب ہے؟ نمازیوں نے کہا: آپ نے اس طرح اس طرح نماز پڑھائی ہے آپ نے پیر موڑے اور قبلہ کی طرف منہ کیا اور دو سہو کے سجدے کیے پھر سلام پھیر دیا۔ الحدیث (صحیح البخاری: ۳۰۱، صحیح مسلم: ۵۷۴)

اس حدیث میں تصریح ہے کہ آپ نے سلام پھیرنے کے بعد سجدہ سہو کیا۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عصر کی نماز پڑھائی پس تین رکعت کے بعد سلام پھیر دیا پھر آپ اپنے گھر چلے گئے پھر ایک شخص کھڑے ہوئے جن کا نام خرباق تھا اور ان کے ہاتھوں میں طول تھا انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! پھر آپ کے نماز پڑھانے کی رکعات کا ذکر کیا رسول اللہ ﷺ غصہ میں اپنا تہ بند کھینٹے ہوئے نکلے حتیٰ کہ نمازیوں تک پہنچے پس آپ نے پوچھا: کیا یہ حق ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں آپ نے ایک رکعت پڑھائی پھر سلام پھیر دیا آپ نے دو سجدے کیے پھر سلام پھیر دیا۔ (صحیح مسلم: ۱۰۱۸)

اس حدیث میں بھی یہ تصریح ہے کہ آپ نے سلام پھیرنے کے بعد سہو کے دو سجدے کیے۔

الشعمی بیان کرتے ہیں کہ ہم کو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی پس وہ دو رکعت پڑھانے کے بعد کھڑے ہو گئے پس نمازیوں نے سبحان اللہ کہا اور انہوں نے بھی سبحان اللہ کہا پس جب انہوں نے باقی نماز پڑھا دی تو سلام پھیرا پھر بیٹھ کر دو سجدہ سہو کیے پھر ان کو یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی اس طرح کیا تھا جس طرح انہوں نے کیا تھا۔

(سنن ترمذی: ۳۶۳، مسند احمد ج ۴ ص ۲۴۸)

اس حدیث میں بھی یہ بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سلام پھیرنے کے بعد سجدہ سہو کیا۔

صالح بن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پیچھے ایک نماز پڑھی اس میں ان

کو سہو ہو گیا، انہوں نے سلام پھیرنے کے بعد سجدہ سہو کیا، پھر ہماری طرف مڑ کر کہا: سنو! میں نے اسی طرح کیا ہے جس طرح میں نے رسول اللہ ﷺ کو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (المجموع الاوسط: ۶۵۱۲، مکتبۃ العارف ریاض: ۱۳۱۵ھ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جس کو اپنی نماز میں شک ہو وہ صحیح چیز پر غور کر کے اپنی نماز پوری کرے پھر سلام پھیر دے اور دو سجدہ سہو کرے۔

(صحیح ابن خزیمہ: ۱۰۲۸، صحیح البخاری: ۳۰۱، صحیح مسلم: ۵۷۲، سنن نسائی: ۱۲۳۹، سنن ابن ماجہ: ۱۲۱۱)

اس حدیث میں آپ نے سلام پھیرنے کے بعد سجدہ سہو کرنے کا حکم دیا ہے:

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو اپنی نماز میں شک ہو وہ سلام پھیرنے کے بعد سہو کے دو سجدے کرے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۰۳۳، سنن نسائی: ۱۲۴)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر سہو کے لیے سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے ہیں

(۱) معجم تکیه: ۱۳۱۴، سنن ابوداؤد: ۱۰۳۸، سنن ابن ماجہ: ۱۲۱۹، مصنف عبدالرزاق: ۳۵۴۳، مسند احمد: ۵ ص ۲۸۰)

۱۰ حدیث میں نبی ﷺ کا صریح حکم ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد سجدہ سہو کیے جائیں۔

سلام سے پہلے یا بعد سجدہ سہو کرنے میں مذاہب فقہاء

(۱) فقہاء احناف کے نزدیک مطلق سلام نے بعد عید ہو کے جو اس اور ہاء شافعیہ نے ایک مطلق سلام سے پہلے عید سہو کیے جائیں۔

(۲) ام مالک کے نزدیک اگر نماز میں کمی ہو تو سلام سے پہلے سجدہ سہو کیے جائیں اور اگر نماز میں زیادتی ہو تو سلام کے بعد سجدہ سہو کیے جائیں۔

(۳) امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ جن صورتوں میں نبی ﷺ نے نماز سے پہلے سجدہ کیا ہے وہاں سلام سے پہلے سجدہ سہو کیے جائیں اور جن صورتوں میں نبی ﷺ نے نماز سے بعد سجدہ کیا ہے وہاں نماز کے بعد سجدہ سہو کیے جائیں۔

(۴) ظاہر یہ کا مذہب یہ ہے کہ صرف اُن ہی صورتوں میں سجدہ سہو کیا جائے جن صورتوں میں نبی ﷺ نے سجدہ سہو کیا ہے۔

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ یہ اختلاف صرف اولویت میں ہے اگر سلام سے پہلے بھی سجدہ کر لیا جائے تو فقہاء احناف کے نزدیک

جائز ہے۔ (مدونہ القادری ج ۷ ص ۳۳۰ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

جن صورتوں میں نبی ﷺ نے جدہ سہو کیا

(۱) نبی مصلیٰ ﷺ دو رکعت کے بعد کھڑے ہو گئے جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ کی حدیث میں ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۲۲۵)

(۲) نبی ﷺ نے دو رکعت کے بعد سلام پھیر دیا جیسا کہ حضرت ذوالیدین کی حدیث میں ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۲۷۷)

(۳) نبی ﷺ نے تین رکعت کے بعد سلام پھیر دیا جیسا کہ حضرت عمران بن حصین کی حدیث میں ہے۔ (صحیح مسلم: ۵۷۴)

(۴) نبی کریم ﷺ نے پانچ رکعات پڑھیں جیسا کہ حضرت ابن مسعود کی حدیث میں ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۲۲۶)

(۵) نبی کریم ﷺ نے شک کی صورت میں سجدہ سہو کیا جیسا کہ حضرت ابوسعید خدری کی حدیث میں ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۰۲۴)

۱۲۲۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے

مَالِكُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ حَدِيثِ بَيَانِ كِي 'انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی ازیکی'

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۸۲ میں گزر چکی ہے 'رہا نبی ﷺ کا کلام کرنا تو یہ آپ کی خصوصیت تھی یا اس وقت کا واقعہ ہے جب نماز میں کلام مباح تھا۔

۴۔ بَابُ مَنْ لَمْ يَتَشَهَّدْ فِي

سَجْدَتِي السَّهْوِ

وَسَلَّمَ اَنْسُ وَالْحَسَنُ وَلَمْ يَتَشَهَّدَا

جس نے سہو کے دو سجدوں

میں تشہد نہیں پڑھا

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اور حسن بصری نے سلام پھیرا اور

تشہد نہیں پڑھا۔

اس تعلق کی اصل یہ حدیث ہے:

قنادہ بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری اور حضرت انس نے سلام پھیرنے کے بعد سہو کے دو سجدے کیے 'پھر وہ دونوں کھڑے ہو

گئے اور سلام نہیں پھیرا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۴۹۸، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۴۶۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اور قنادہ نے کہا: تشہد نہ پڑھے۔

وَقَالَ قَنَادَةُ لَا يَتَشَهَّدُ.

اس تعلق کے موافق یہ اثر ہے:

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ ولما سلمت ہوا سجدتہما میں۔ تشہد نہ پڑھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۴۰۰، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۴۶۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

۱۲۲۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ سَمِعْتُ

مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ أَيُّوبَ بْنِ أَبِي تَمِيمَةَ السَّخْتِيَّانِيَّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ

تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

انْصَرَفَ مِنَ اثْنَتَيْنِ فَقَالَ لَهُ دَوَالِدَيْنِ انْصَرَبِ

الْصَّلَاةُ أَمْ نَسِيتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى - لَهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْدَقُ ذُو الْبَدَيْنِ فَقَالَ

النَّاسُ نَهْمٌ فَقَدْ رَأَوْا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَصَلَّى اثْنَتَيْنِ آخَرَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ كَبَّرَ فَسَجَدَ

مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ.

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ ولما سلمت ہوا سجدتہما میں۔ تشہد نہ پڑھا۔

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ ولما سلمت ہوا سجدتہما میں۔ تشہد نہ پڑھا۔

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ ولما سلمت ہوا سجدتہما میں۔ تشہد نہ پڑھا۔

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ ولما سلمت ہوا سجدتہما میں۔ تشہد نہ پڑھا۔

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ ولما سلمت ہوا سجدتہما میں۔ تشہد نہ پڑھا۔

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ ولما سلمت ہوا سجدتہما میں۔ تشہد نہ پڑھا۔

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ ولما سلمت ہوا سجدتہما میں۔ تشہد نہ پڑھا۔

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ ولما سلمت ہوا سجدتہما میں۔ تشہد نہ پڑھا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۸۲ میں گزر چکی ہے۔

حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ

عَنْ سَلَمَةَ بْنِ عَلْقَمَةَ قَالَ قُلْتُ لِمُحَمَّدٍ فِي سَجْدَتِي

السَّهْوِ تَشَهُدٌ؟ قَالَ لَيْسَ فِي حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ.

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ ولما سلمت ہوا سجدتہما میں۔ تشہد نہ پڑھا۔

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ ولما سلمت ہوا سجدتہما میں۔ تشہد نہ پڑھا۔

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ ولما سلمت ہوا سجدتہما میں۔ تشہد نہ پڑھا۔

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ ولما سلمت ہوا سجدتہما میں۔ تشہد نہ پڑھا۔

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ ولما سلمت ہوا سجدتہما میں۔ تشہد نہ پڑھا۔

۵ - بَابُ مَنْ يَكْبِرُ فِي سَجْدَتِي السَّهْوِ
 ۱۲۲۹ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِحْدَى صَلَوَتِي الْعِشِيِّ قَالَ مُحَمَّدٌ وَكَثُرَ ظَنِّي الْعَصْرَ رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ قَامَ إِلَى خَشْبَةٍ فِي مَقْدَمِ الْمَسْجِدِ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَيْهَا وَفِيهِمْ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَهَابَا أَنْ يَكْلِمَاهُ وَخَرَجَ سَرْعَانَ النَّاسِ فَقَالُوا أَقْصَرَتِ الصَّلَاةُ؟ وَرَجُلٌ يَدْعُوهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَا الْيَدَيْنِ فَقَالَ أَنْسَيْتُ أَمْ قَصُرَتْ؟ فَقَالَ لَمْ أَنْسَ وَلَمْ تَقْصُرْ. قَالَ بَلَى قَدْ نَسَيْتُ. فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ كَبَّرَ فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَكَبَّرَ ثُمَّ وَضَعَ رَأْسَهُ فَكَبَّرَ فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ وَكَبَّرَ.

سجدہ سہو میں تکبیر پڑھے

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ابراہیم نے حدیث بیان کی از محمد از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر یا عصر کی نمازوں میں سے کوئی ایک نماز پڑھائی محمد نے کہا: میرا زیادہ گمان یہ ہے کہ وہ عصر کی نماز تھی آپ نے دو رکعت نماز پڑھا کر سلام پھیر دیا پھر آپ لکڑی کے ایک ستون کی طرف کھڑے ہو گئے جو مسجد کے اگلے حصہ میں تھا آپ نے اس پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اور نمازیوں میں حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے وہ آپ سے کلام کرتے ہوئے ڈرے اور لوگ جلدی جلدی نکلے پس لوگوں نے کہا: کیا نماز کم ہو گئی ہے؟ اور ایک شخص جس کو نبی ﷺ ذوالین کہتے تھے انہوں نے کہا: کیا آپ بھول گئے ہیں یا نماز کم ہو رہی ہے؟ آپ نے: ہاں! نہ میں بھولا ہوں اور نہ نماز کم ہوئی ہے اس نے کہا: کیوں نہیں! تحقیق آپ بھول گئے ہیں پس آپ نے دو رکعت پڑھیں پھر سلام پھیر دیا پھر آپ نے اللہ اکبر کہا پھر پہلے سجدہ کی مثل یا اس سے طویل سجدہ کیا پھر آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا اور اللہ اکبر کہا پھر آپ نے اپنا سر مبارک سجدہ میں رکھ دیا تکبیر کہی اپنے سجود کی مثل یا اس سے لمبا سجدہ کیا پھر آپ نے اپنا سر مبارک اٹھایا اور تکبیر کہی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۸۲ میں گزر چکی۔

۱۲۳۰ - حَدَّثَنَا فَسَّةُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا لُبُّ بْنُ شَهَابٍ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بَحْبِ الْأَسَدِيِّ خَلِيفَ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فِي صَلَاةِ الظُّهْرِ وَعَلَيْهِ جُلُوسٌ فَلَمَّا أَتَمَّ صَلَاتَهُ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ فَكَبَّرَ فِي كُلِّ سَجْدَةٍ وَهُوَ جَالِسٌ قَبْلَ أَنْ يُسَلِّمَ وَسَجَدَهُمَا النَّاسُ مَعَهُ مَكَانَ مَا نَسِيَ مِنَ الْجُلُوسِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از الاعرج از حضرت عبد اللہ ابن تحسیمہ الاسدی جو بنو عبد المطلب کے خلیف ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ظہر کی نماز میں کھڑے ہو گئے حالانکہ آپ کو بیٹھنا تھا پس جب آپ نے نماز مکمل کی تو سہو کے دو سجدے کیے پس ہر سجدہ کے لیے بیٹھے ہوئے تکبیر پڑھی سلام پھیرنے سے پہلے اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ دو سجدے کیے آپ کو جو بیٹھنا تھا جس کو آپ بھول گئے تھے اس کے لیے یہ دو سجدے کیے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۲۹ میں گزر چکی ہے۔

۶۔ بَابُ إِذَا لَمْ يَذْرَ كُمْ صَلَّى ثَلَاثًا

أَوْ أَرْبَعًا سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ

۱۲۳۱ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ اللَّهُ الدُّسْتَوَائِيُّ عَنْ يَحْيَى ابْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا نُودِيَ بِالصَّلَاةِ أَذْبَرَ الشَّيْطَانُ وَلَهُ ضُرَاطٌ حَتَّى لَا يَسْمَعَ الْإِذَانَ فَإِذَا قُضِيَ الْإِذَانُ أَقْبَلَ فَإِذَا نُوبِدَ بِهَا أَذْبَرَ فَإِذَا قُضِيَ التَّوْبَتُ أَقْبَلَ حَتَّى يَخْطُرَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهِ يَقُولُ أَذْكَرُ كَذًا وَكَذًا مَا لَمْ يَكُنْ يَذْكَرُ حَتَّى يَظُلَّ الرَّجُلُ إِنْ يَذَّيْنِي كُمْ صَلَّى فَإِذَا لَمْ يَذْرَ أَحَدُكُمْ كُمْ صَلَّى ثَلَاثًا أَوْ أَرْبَعًا فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ.

جب یہ معلوم نہ ہو کہ کتنی رکعت پڑھی ہیں
تین یا چار تو بیٹھے ہوئے دو سجدے کرے

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن ابی عبد اللہ الدستوائی نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن ابی کثیر از ابی سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب نماز کی اذان دی جاتی ہے تو شیطان گوز مارتا ہوا پیٹھ پھیر لیتا ہے حتیٰ کہ وہ اذان نہ سنے پس جب اذان پوری ہو جاتی ہے تو آ جاتا ہے پس جب نماز کی اقامت کہی جاتی ہے تو پھر پیٹھ پھیر لیتا ہے پس جب اقامت مکمل ہو جاتی ہے تو آ جاتا ہے حتیٰ کہ انسان کے دل میں باتیں آتا ہے۔ کتا ہے: فلاں چیز یاد کر اور فلاں چیز یاد کر جو سر یاد نہیں ہوتی۔ کہ آدمی کو پتا نہیں چلتا کہ اس نے کتنی رکعت پڑھی ہیں۔ پس جب آتے ہیں سے کسی کو پتا نہ چھے کہ اس نے تین رکعت پڑھی ہیں یا چار رکعت پڑھی ہیں تو وہ بیٹھے ہوئے (سہو کے) دو سجدے کرے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۶۰۸ میں گزر چکی ہے۔

۷۔ بَابُ السَّهْوِ فِي الْفَرَسِ وَ سَمَرِ

وَسَجْدَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا

سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ وَتَرِهِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو سنت قرار دیتے تھے کہ باوجود انہوں نے وتر میں دو سجدے پڑھ دیے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک اس میں تین بندہ سہوہ و نسم تھا جو نرس میں تھا۔ اس تعلق کے قوت میں حسب ذیل آثار ہیں:
امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۴۵ھ روایت کرتے ہیں:

شععی اور سعید بن جبیر نے کہا: نفل میں سجدہ سہوہ ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۴۶۵، مجلس علمی بیروت)

ابو عقیل بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سعید بن المسیب کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ لو نفل میں بھی اسی طرح دو سجدہ سہوہ ہیں جس طرح نوافل میں ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۴۶۷، مجلس علمی بیروت، دارالکتب العلمیہ بیروت)

۱۲۳۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از ابی سلمہ بن عبد الرحمن از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا قَامَ يُصَلِّي، جَاءَ الشَّيْطَانُ فَلَبَسَ عَلَيْهِ حَتَّى لَا يَدْرِي كَمْ صَلَّى، فَإِذَا وَجَدَ ذَلِكَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۰۸ میں گزر چکی ہے۔

۸ - بَابُ إِذَا كَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّي

فَأَشَارَ بِيَدِهِ وَاسْتَمَعَ

۱۲۳۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُمَرُو عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ كُرَيْبٍ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَالْمُسَوَّرَ بْنَ مَخْرَمَةَ وَعَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَزْهَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ أَسَدُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا فَقَالُوا اقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنَّا جَمِيعًا وَسَلَّمْنَا عَنْ الرُّكْعَتَيْنِ بَعْدَ صَلَاةِ الْعَصْرِ وَقُلْ لَهَا إِنَّا أَخْبَرْنَا أَنَّكَ تُصَلِّيَهُمَا وَقَدْ بَلَّغْنَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْهُ . وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَكُنْتُ أَضْرِبُ النَّاسَ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَلَيْهَا . قَالَ كُرَيْبٌ فَدَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا فَبَلَّغْتُهَا مَا أَرْسَلُونِي بِهِ فَقَالَتْ سَلِّ أُمَّ سَلَمَةَ فَخَرَسَتْ إِلَيْهَا فَأَخْبَرْتُهَا بِمَا بَلَغْتُهَا . فَرَدُّوا إِلَى أُمَّ سَلَمَةَ بِمِثْلِ مَا أَخْبَرْتَنِي . إِلَى رَسُولِ اللَّهِ فَقَالَتْ أُمَّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَى عَنْهُمَا ثُمَّ رَأَيْتُهُ يُصَلِّيَهُمَا حِينَ صَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ دَخَلَ عَلَيَّ وَعِنْدِي نِسْوَةٌ مِّنْ بَنِي حَرَامٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ فَأَرْسَلْتُ إِلَيْهِ الْجَارِيَةَ فَقُلْتُ قُومِي بِجَنِبِهِ قُولِي لَهُ تَقُولُ لَكَ أُمَّ سَلَمَةَ يَا رَسُولَ اللَّهِ سَمِعْتُكَ تَنْهَى عَنْ هَاتَيْنِ وَأَرَاكَ تُصَلِّيَهُمَا فَإِنْ أَشَارَ بِيَدِهِ فَاسْتَخْرِجِي عَنْهُ .

نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو شیطان اس پر اشتباہ ڈال دیتا ہے 'حتیٰ' کہ اس کو پتا نہیں چلتا کہ اس نے کتنی رکعات پڑھی ہیں 'پس جب تم میں سے کوئی شخص اس کیفیت کو پائے تو وہ بیٹھے ہوئے دو (سہو کے) سجدے کرے۔

جب کوئی شخص نماز پڑھ رہا تھا اور اس سے بات کی گئی

تو اس نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور بات سنی

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی ازبکیر ازکریب کہ حضرت ابن عباسؓ حضرت عمار بن محمدؓ حضرت عبد الرحمن بن ازہر رضی اللہ عنہم نے اس بات عائد کیا ہے۔ پاس بھیجا پس انہوں نے کہا کہ حضرت ام سلمہؓ کی طرف سے سلام کہنا اور ان سے عصر کے بعد دو رکعتوں کے متعلق سوال کرنا اور ان سے کہنا کہ ہمیں دم ہول کہ آپ یہ فرماتے ہیں اور ہم کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی کریمؐ ان دو رکعتوں سے منع کرتے تھے اور حضرت ابن عباسؓ نے کہا میں حضرت عمر بن الخطابؓ کے ساتھ مل کر لوگوں کو ان دو رکعتوں کے پڑھنے پر مارتا تھا کریب نے کہا: میں حضرت عائشہؓ کے پاس گیا اور جو پیغام دے کر ان سے بھیجا عائشہؓ نے حضرت عائشہؓ کو دو پہلو سے ضرب مارا۔ فرمایا: تم حضرت ام سلمہؓ سے سنو میں نے ان حضرات کے پاس جا کر حضرت عائشہؓ کے جواب کی خبر دی پھر انہوں نے مجھے حضرت ام سلمہؓ رضی اللہ عنہا کے پاس وہی پیغام دے کر بھیجا جو پیغام دے کر حضرت عائشہؓ کے پاس بھیجا تھا پس حضرت ام سلمہؓ نے فرمایا: میں نے نبی کریمؐ کو ان دو رکعت کے پڑھنے سے منع کرتے ہوئے سنا ہے پھر میں نے دیکھا کہ جب آپ عصر کی نماز پڑھتے تھے تو یہ دو رکعت بھی پڑھتے تھے پھر آپ میرے پاس اس وقت آئے جب میرے

فَفَعَلَتِ الْجَارِيَةُ فَأَشَارَ بِيَدِهِ فَاسْتَأْخَرَتْ عَنْهُ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ يَا بِنْتُ أَبِي أُمَيَّةَ سَأَلْتُ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَإِنَّهُ أَتَانِي نَاسٌ مِنْ عَبْدِ الْقَيْسِ فَسُغِّلُونِي عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ فَهُمَا هَاتَانِ. [طرف الحدیث: ۴۳۷۰]

پس انصار میں سے بنی حرامہ کی خواتین بیٹھی تھیں، میں نے آپ کے پاس ایک باندی بھیجی، میں نے اس سے کہا کہ تم آپ کے پہلو میں کھڑی ہو جانا اور آپ سے کہنا: یا رسول اللہ! ام سلمہ آپ سے یہ عرض کرتی ہیں کہ میں نے آپ سے سنا ہے کہ آپ ان دو رکعت کے پڑھنے سے منع فرماتے ہیں اور میں نے آپ کو یہ دو رکعت پڑھتے ہوئے دیکھا ہے، پس اگر آپ اپنے ہاتھ سے اشارہ کریں تو تم پیچھے ہٹ جانا، پس اس باندی نے ایسا کیا، آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا تو وہ باندی پیچھے ہٹ گئی، پس جب آپ نماز سے فارغ ہو گئے تو آپ نے فرمایا: اے ابوامیہ کی بیٹی! تم نے عصر کے بعد کی دو رکعت کے متعلق سوال کیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ میرے پاس عبد القیس کا وفد آیا تھا، انہوں نے مجھے ظہر کے بعد دو رکعت پڑھنے سے مشغول رکھا، سو یہ وہ دو رکعت ہیں۔

حدیث مذکور سے دس مسائل استخراج

- (۱) علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی نے اس حدیث سے: "بذیل" کا حوالہ دیا ہے:
- (۱) نبی ﷺ نے نماز میں حضرت ام سلمہ کی بات سنی، اس سے معلوم ہوا کہ نمازی کے لیے اثناء نماز میں کسی کی بات سنانا جائز ہے۔
- (۲) آپ نے نماز میں اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا، اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں ہاتھ سے اشارہ کرنا جائز ہے۔
- (۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عصر کے بعد دو رکعت کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے سائل کو حضرت ام سلمہ کے پاس بھیج دیا کہ انہیں اس مسئلہ کا زیادہ علم ہے، یہ معلوم ہے کہ کسی سے کسی کے متعلق سوال کیا جائے اور اس کو نعم ہو کہ دوسرے عالم کو اس کا زیادہ علم ہے تو وہ سائل کو اس کے پاس بھیج دے اور اس میں اہل علم کی فضیلت کا اعتراف ہے۔
- (۴) اگرچہ از خود حضرت ام سلمہ کے پاس نہیں گئے، ان کے پاس گئے جنہوں نے ان کو بھیجا تھا، اس سے معلوم ہوا کہ جس کو کسی کے بارے میں سبب ہو، اگر وہ سبب سے پہلے پہنچے والے ہو، تو اس سے پہلے پہنچنے والے سے۔ پس جتنے ہیں، انہیں بھیج دے۔
- (۵) جب سائل اور بات متعارض ہو، تو جانتا ہوا اس کو مقدم ہے، آپ کے پاس عبد القیس کا وفد آیا جن کو اسلام کے احکام کی تعلیم دی تھی اور آپ نے ظہر کی سنتیں بھی پڑھنی تھیں، لیکن اسلام کے احکام کی تعلیم زیادہ اہم تھی، اس لیے آپ نے اس کو مقدم کیا اور ظہر کی سنتوں کو مؤخر کر دیا۔
- (۶) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی باندی سے کہا: تم نبی ﷺ کے پہلو میں بیٹھنا، اس سے معلوم ہوا کہ سائل کو عالم کے آگے یا پیچھے بیٹھنا چاہیے بلکہ پہلو (جانب) میں بیٹھنا چاہیے، آگے اس لیے نہ بیٹھے کہ وہ ادب کے خلاف ہے اور پیچھے اس لیے نہ بیٹھے کہ پھر عالم کو اس کی طرف مڑنا پڑے گا۔

(۷) اس حدیث میں سنتوں کو قضاء کرنے کا ثبوت ہے، مگر یہ نبی ﷺ کی خصوصیت ہے۔

(۸) نبی ﷺ نے یہ سنتیں گھر میں پڑھی تھیں، اس سے معلوم ہوا کہ سنن اور نوافل گھر میں پڑھنے چاہئیں۔

(۹) چند خواتین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات کے لیے آئیں اور اس وقت نبی ﷺ بھی گھر میں تشریف فرما تھے اس سے معلوم ہوا کہ کسی خاتون سے ملنے کے لیے دیگر خواتین اس وقت بھی آ سکتی ہیں جب اس کا شوہر گھر پر ہو۔

(۱۰) حضرت ام سلمہ نے نبی ﷺ سے عصر کے بعد دو رکعت پڑھنے کا سبب دریافت کیا اس سے معلوم ہوا کہ ازواج مطہرات رسول اللہ ﷺ سے دینی مسائل دریافت کرتی تھیں اور حضرت ابن عباس وغیرہ نے اس مسئلہ کو معلوم کرنے کے لیے کرب کو حضرت عائشہ کے پاس پھر حضرت ام سلمہ کے پاس بھیجا اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام ازواج مطہرات سے دینی مسائل معلوم کرتے تھے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب عالم کا عمل اس کے قول کے خلاف ہو تو اس سے اس کا سبب معلوم کرنا چاہیے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے عصر کے بعد وافل پڑھنے سے منع فرمایا تھا اور آپ خود عصر کے بعد دو رکعت پڑھتے تھے اس لیے حضرت ام سلمہ نے آپ سے اس کا سبب دریافت کیا۔

(عمدة القاری ج ۷ ص ۳۶۲-۳۶۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

نماز میں اشارہ کرنا

اس کا ذکر کرب نے کیا از حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ۔

۹ - بَابُ الْإِشَارَةِ فِي الصَّلَاةِ

قَالَهُ كُرَيْبٌ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اس تعلق کے موافق حدیث باب سبقت میں درج کی ہے۔

ام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن عبد الرحمن نے حدیث بیان کی از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر پہنچی کہ بنو عمرو بن عوف کے درمیان کچھ رنجش ہے پس رسول اللہ ﷺ چند اصحاب کے ساتھ ان کے درمیان صلح کرانے کے لیے نکلے پس رسول اللہ ﷺ کو وہاں تاخیر ہو گئی اور ادھر نماز کا وقت آگیا تو حضرت بدل رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے پس انہوں نے کہا: اے ابوبکر! بے شک رسول اللہ ﷺ کو وہاں تاخیر ہوئی اور نماز کا وقت آ گیا ہے پس آپ کی کیا رائے ہے کہ آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں؟ حضرت ابوبکر نے کہا: ہاں! اگر تم چاہو پس حضرت بلال نے اقامت کہی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آگے بڑھ گئے پس لوگوں کے لیے اللہ اکبر کہا پس رسول اللہ ﷺ آگئے آپ صفوں میں چتے ہوئے آئے حتیٰ کہ پہلی صف میں کھڑے ہو گئے پھر لوگ تالیاں بجانے لگے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز میں ادھر ادھر التفات نہیں کرتے تھے پھر جب لوگوں نے بہت زیادہ تالیاں

۱۲۳۴ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلَغَهُ أَنَّ بَنِي سَمُرَةَ بْنِ عَوْفٍ كَانُوا يَنْهَوْنَهُمْ عَنْ شَيْءٍ فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّحُ بَيْنَهُمْ فِي أَهْلِ حَبَسٍ رَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَاطَتِ الصَّلَاةُ فَجَاءَ بِلَالٌ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِي أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فَقَالَ نَعَمْ إِنْ شِئْتَ فَأَقَامَ بِلَالٌ وَتَقَدَّمَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فَكَبَّرَ لِلنَّاسِ وَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِي فِي الصُّفُوفِ حَتَّى قَامَ فِي الصَّفِّ فَأَخَذَ النَّاسُ فِي التَّصْفِيقِ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ لَا يَلْتَفِتُ فِي صَلَاتِهِ فَلَمَّا اكْتَمَرَ النَّاسُ التَّفَتُّ فَإِذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ، فَأَشَارَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَمْرِهِ أَنْ يُصَلِّيَ، فَرَفَعَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَدَيْهِ، فَحَمِدَ اللَّهَ، وَرَجَعَ الْقَهْقَرَى وَرَاءَهُ، حَتَّى قَامَ فِي الصَّفِّ، فَتَقَدَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى لِلنَّاسِ، فَلَمَّا فَرَغَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ، فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ، مَا لَكُمْ حِينَ نَابَكُمْ شَيْءٌ فِي الصَّلَاةِ أَخَذْتُمْ فِي التَّصْفِيقِ، إِنَّمَا التَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ، مَنْ نَابَهُ شَيْءٌ فِي صَلَاتِهِ فَلْيَقُلْ سُبْحَانَ اللَّهِ، فَإِنَّهُ لَا يَسْمَعُهُ أَحَدٌ حِينَ يَقُولُ سُبْحَانَ اللَّهِ إِلَّا انْفَتَتْ يَا أَبَا بَكْرٍ، مَا مَنَعَكَ أَنْ تُصَلِّيَ لِلنَّاسِ حِينَ أَشْرْتُ إِلَيْكَ؟ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ مَا كَانَ يَنْبَغِي لِابْنِ أَبِي قُحَافَةَ أَنْ يُصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

بجائیں تو انہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ ہیں، پس رسول اللہ ﷺ نے ان کو اشارہ سے یہ حکم دیا کہ وہ نماز پڑھاتے رہیں، پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے، پس اللہ کا شکر ادا کیا اور اپنی ایڑیوں کے بل پیچھے لوٹے، حتیٰ کہ صف میں کھڑے ہو گئے، پھر رسول اللہ ﷺ آگے بڑھ گئے اور آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی، پس جب آپ فارغ ہو گئے تو نمازیوں کی طرف مڑے، پس فرمایا: اے لوگو! تمہیں کیا ہوا جب تمہیں نماز میں کوئی چیز اچانک پیش آ جائے تو تم تالیاں بجاتے ہو تالیاں بجانا صرف عورتوں کے لیے جائز ہے، جس شخص کو اس کی نماز میں اچانک کوئی چیز پیش آ جائے تو اس کو سبحان اللہ کہنا چاہیے، کیونکہ جب وہ سبحان اللہ کہے گا تو جو شخص بھی اس کو سنے گا وہ متوجہ ہوگا، اے ابو بکر! جب میں نے تم کو نماز پڑھاتے رہنے کا اشارہ کیا تھا تو تم کو نماز پڑھاتے رہنے سے کس نے منع کیا؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ابوقحافہ کے بیٹے کے لیے یہ مانق نہیں ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے نماز پڑھاتا رہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۶۸۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۳۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ حِثَّانِ بْنِ وَهَبٍ قَالَ حَدَّثَنَا الثَّوْرِيُّ عَنْ شَدَّادِ عُرْفَاطِمَةَ عَنْ أَسْمَاءَ قَالَتْ دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا وَهِيَ تُصَلِّيُ قَائِمَةً وَالنَّاسُ قِيَامٌ فَقُلْتُ مَا شَأْنُ نَاسٍ فَأَشَارَتْ بِإِصْبَعِهَا إِلَى السَّمَاءِ فَقُلْتُ إِنَّهُ؟ فَقَالَتْ بِرَأْسِهَا أَيْ لَعَلَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی، اس نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ثوری نے حدیث بیان کی از ہشام از فاطمہ از حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا: میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی اور: کھڑی ہوئی نماز پڑھ رہی تھی، میں نے کہا: عورتیں کھڑے ہوئے تھے، میں نے پوچھا: کیا؟ اس نے کہا: حضرت عائشہ نے سر سے آسمان کی طرف اشارہ کیا، میں نے پوچھا: یہ کوئی علامت ہے؟ تو انہوں نے سر سے اشارہ کیا یعنی ہاں!

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۸۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۳۶ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهَا قَالَتْ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِهِ وَهُوَ شَاكٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی، ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی ﷺ نے بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ بیمار تھے تو آپ نے اپنے گھر میں بیٹھ کر

جَالِسًا وَصَلَّى وَرَأَى هَ قَوْمًا قِيَامًا فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ أَنْ
اجْلِسُوا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَنَّهُ
بِهِ فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا۔

نماز پڑھی اور لوگوں نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی تو
آپ نے ان کی طرف اشارہ کیا کہ وہ بیٹھ جائیں پس جب آپ
نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: امام صرف اس لیے بنایا
جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے پس جب وہ رکوع کرے تو تم
رکوع کرو اور جب وہ رکوع سے سر اٹھائے تو تم رکوع سے سر اٹھاؤ۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۶۸۸ میں گزر چکی ہے۔

”کتاب السہو“ کا اختتام

الحمد لله رب العلمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين! آج ۲۶ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ / ۱۳ مئی ۲۰۰۷ء بہ
روز اتوار بعد از نماز ظہر ”کتاب سجود السہو“ مکمل ہو گئی اس کتاب میں ۱۹ احادیث مرفوعہ ہیں اور ۲ احادیث معلقہ ہیں۔
اللہ العظیم! اس شرح نعمۃ الباری کو مکمل فرما اس کو قبول عام عطاء فرما اور میری میرے والدین کی میرے اساتذہ اور احباب کی
قارئین اور جملہ مؤمنین کی مغفرت فرما۔ (آمین)



۱۲۳۸ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنَا شَقِيقٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ. وَقُلْتُ أَنَا مَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ. [اطراف الحديث: ۴۴۹-۶۶۸۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں شقیق نے حدیث بیان کی از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ کے ساتھ ذرا سا بھی شرک کرتے ہوئے مر گیا وہ دوزخ میں داخل ہوگا اور میں کہتا ہوں کہ جو شخص اس حال میں مرا کہ اس نے اللہ کے ساتھ بالکل شرک نہیں کیا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

(صحیح ابن حبان: ۲۵۱؛ حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۳۴۸؛ مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۴ طبع قدیم؛ مسند احمد: ۳۵۵۲- ج ۶ ص ۱۲؛ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عمر بن حفص الخثعمی (۲) ان کے والد حفص بن غیاث بن طلق (۳) سلیمان الاعمش (۴) شقیق بن سلمہ (۵) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۷)

۲ - بَابُ الْأَمْرِ بِاتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ

۱۲۳۹ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بْنُ الْأَشْعَثِ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ سُوَيْدٍ ابْنَ مَقْرَنٍ عَنْ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ أَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْعٍ وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ: بِاتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ وَعِبَادَةِ الْمَرِيضِ وَرَجَابِ اللَّهِ بِسْمِ اللَّهِ وَنَصْرِ الْمَظْلُومِ وَإِبْرَارِ الْقَسَمِ وَرَدِّ السَّلَامِ وَتَشْمِيمِ غَاطِسٍ وَنَقَانَا عَنْ إِيَّةِ الْفِطْصَةِ وَتَرْكِ الدَّهَبِ وَالْحَرِيرِ وَالنَّجَسِ وَالْقَتْلِ وَالْإِسْتَبْرَقِ [اطراف الحديث: ۲۴۴۵-۵۱۷۵-۵۶۳۵-۵۶۷۰-۵۸۴۸]

جنائز کا حکم
ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الاشعث: انہوں نے کہا: میں نے سید بن سوید بن مقرن سے سنا از حضرت براء رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں نبی ﷺ نے سات چیزوں کا حکم دیا اور سات چیزوں سے منع فرمایا: ہمیں جنازوں کے ساتھ جانے کا، مریض کی عیادت کرنے کا، دعوت دینے والے کی مدد کرنے کا، مظلوم کی مدد کرنے کا، پیر کے ساتھ جانے کا، جواب دہی کے لیے اللہ کا حکم دینا، اور ہم کو چاندی کے تھن استھن ہرے سے سونے کی ٹکٹھی پہننے سے روکنا دینا، قسبی اور استبرق پہننے سے منع فرمایا۔

(صحیح مسلم: ۲۰۶۶؛ رقم المسلسل: ۵۲۹۰؛ سنن ترمذی: ۲۸۰۹؛ سنن نسائی: ۱۹۳۹؛ سنن ابن ماجہ: ۲۱۱۵؛ سنن نسائی: ۱۹۳۹؛ مشکل الآثار: ۶۷۷؛ سنن کبری ج ۱ ص ۲۷؛ شعب الایمان: ۸۷۵۶؛ شرح السنہ: ۱۳۰۶؛ مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۴ طبع قدیم؛ مسند احمد: ۱۸۵۰۴- ج ۳ ص ۳۶۳؛ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت؛ جامع السانید لابن جوزی: ۶۵۳؛ مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۳۲۶؛ مہند الطحاوی: ۷۳۳)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالولید ہشام بن عبد الملک الطیلیسی (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) الاشعث بن سلیم بن الاسود الحارثی یہ ۱۲۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) معاویہ بن سوید بن مقرن (۵) حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۸)

جنازہ کے فقہی احکام

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جو پہلا حکم دیا گیا ہے وہ جنازوں کے ساتھ جانا ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک نماز جنازہ پڑھنا فرض کفایہ ہے جنازہ کے ساتھ جانے کا معنی ہے: جنازہ کو اٹھانا اور ایک دوسرے سے کندھا بدلنا یہ رشتہ داروں اور پڑوسیوں پر واجب ہے جنازہ کی اتباع کرنے کی تین اقسام ہیں: پہلی قسم یہ ہے کہ فقط اس کی نماز پڑھی جائے اس پر ایک قیراط اجر ملتا ہے جو میزان میں احد پہاڑ کے برابر ہوگا دوسری قسم یہ ہے کہ وہ جنازہ کے ساتھ جائے اور دفن تک اس کے ساتھ رہے اس میں دو قیراط اجر ملتا ہے اور تیسری قسم یہ ہے کہ اس کی موت کے وقت خود کلمہ پڑھے تاکہ مرنے والے کا ذہن بھی کلمہ پڑھنے کی طرف متوجہ ہو اسی طرح ہمارے نزدیک جنازہ کے پیچھے چلنا افضل ہے۔ (مردۃ القاری ج ۸ ص ۱۱)

جنازہ کے آگے یا پیچھے چلنے کے متعلق احادیث اور مذاہب فقہاء

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے وہ اس وقت اکڑوں بیٹھے ہوئے تھے حضرت ابوسعید نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سلام کیا انہوں نے ان کے سلام کا جواب دیا حضرت ابوسعید نے کہا: اے ابوالحسن! مجھے یہ بتائیے کہ جنازہ کے پیچھے چلنا افضل ہے یا آگے چلنا؟ افضل ہے؟ حضرت علی نے اپنی آنکھوں کے درمیان اپنے ماتھے پر شکن ڈال کر کہا: سبحان اللہ! تم جیسا شخص سمجھو وہی چلو۔ دوپوچھ رہا ہے؟ حضرت ابوسعید نے کہا: ہاں! مجھ جیسا شخص آپ جیسے شخص سے یہ مسئلہ معلوم کر رہا ہے حضرت علی نے فرمایا: اس ذات کی قسم! اس نے میرا محمد ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! جنازہ کے پیچھے چلنے والے کی فضیلت جنازہ کے آگے چلنے والے پر ایسی ہے جیسے فرض نماز کی فضیلت نفل نماز پر ہے حضرت ابوسعید نے کہا: ابوالحسن! یہ آپ اپنی رائے سے کہہ رہے ہیں یا آپ نے اس کو نبی ﷺ سے سنا ہے؟ حضرت علی غضب ناک ہوئے اور فرمایا: سبحان اللہ! اے ابوسعید! کیا اس قسم کی بات میں اپنی رائے سے ہونا گوارا نہیں ہے بلکہ میں نے اس کو نبی ﷺ سے متعدد بار سنا ہے ایک دفعہ یا دو دفعہ یا تین دفعہ نہیں۔ سات مرتبہ سنا ہے۔ سنت ابو حیدر نے یہ اللہ کی قسم! میں ایک انصاری کے جنازہ میں حاضر ہوا اس کے جنازہ میں حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم تھے میں نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا وہ جنازہ کے آگے چل رہے تھے حضرت علی بنی نے اور پوچھا: تم نے ان کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھا؟ حضرت علی نے کہا: ہاں! حضرت علی نے کہا: تمہارے ساتھ وہ کون ہے؟ اور مجھ سے یہ کون ہے؟ اس کی تصدیق نہ کرنا لیکن میں نہ بولوں نہ جھوٹ بولنا تمہاری شان نہیں ہے۔ اللہ ان دونوں کی صراطِ نیران سے امت میں سب سے آگے ابوبکرؓ اور عمرؓ ان سے اب تک تھے پھر اللہ ہی کو علم ہے کہ وہ اب کہاں ہیں اور اگر میں ان کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھ لیتا تو ان کو منع کرتا وہ دونوں خوب جانتے تھے کہ جنازہ کے پیچھے چلنا جنازہ کے آگے چلنے سے اس طرح افضل ہے جس طرح فرض نماز نفل نماز سے افضل ہے اور ان دونوں نے اس بات کو رسول اللہ ﷺ سے اسی طرح سنا تھا جس طرح میں نے سنا تھا لیکن انہوں نے اس کو پسند کیا کہ لوگ جمع ہوں اور تنگ ہوں پس انہوں نے جنازہ کے آگے چلنے کو اختیار کیا تاکہ وہ لوگوں کو آسانی مہیا کریں اور وہ جانتے تھے کہ ان کی اقتداء کی جاتی ہے اس وجہ سے وہ جنازہ کے آگے چلے حضرت ابوسعید نے کہا: اے ابوالحسن! یہ بتائیے کہ اگر میں جنازہ پر حاضر ہوں تو کیا میرا جنازہ کو اٹھانا واجب ہے؟ حضرت علی نے کہا: نہیں! یہ بہتر ہے جو چاہے اس کو اٹھائے اور جو چاہے ترک کر دے۔ الحدیث

العیزار نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے جنازہ کے آگے چلنے کے متعلق سوال کیا، انہوں نے کہا: تم جنازہ کو رخصت کرنے والے ہو، خواہ تم اس کے آگے چلو خواہ پیچھے چلو، خواہ اس کی دائیں طرف چلو خواہ اس کی بائیں طرف چلو۔ (مصنف عبدالرزاق: ۶۲۸۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے نبی ﷺ سے جنازہ کے ساتھ چلنے کے متعلق سوال کیا، تو آپ نے فرمایا: جنازہ متبوعہ ہے تا بعد نہیں، جو جنازہ کے آگے چلا وہ جنازہ کے ساتھ نہیں ہے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۶۲۹۱، مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۸، سنن ابوداؤد: ۳۱۸۳، سنن ترمذی: ۱۰۱۱، سنن ابن ماجہ: ۱۳۸۳)

امام ترمذی اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

نبی ﷺ کے اصحاب میں سے اہل علم اور دیگر کا یہ مذہب ہے کہ جنازہ کے پیچھے چلنا افضل ہے، سفیان ثوری اور اسحاق کا یہی مذہب ہے۔ (امام ابو حنیفہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ سعیدی غفرلہ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی ﷺ اور حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا، وہ جنازہ کے آگے چلتے تھے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۱۷۹، سنن ترمذی: ۱۰۰۷، سنن نسائی: ۱۹۳۳، سنن ابن ماجہ: ۱۳۸۲، مسند احمد ج ۲ ص ۸)

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ لکھتے ہیں:

جنازہ کے آگے چلنے میں اہل علم کا اختلاف ہے، نبی ﷺ کے اصحاب میں سے بعض اہل علم اور دوسروں کا مذہب یہ ہے کہ

جنازہ کے آگے چلنا افضل ہے، امام تائی: امام احمد کا یہی مذہب ہے۔ سنن ترمذی ص ۲۰۱، دارالمعرفۃ بیروت ۱۳۲۳ھ)

اس حدیث کا وہی محمل ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے۔

دعوت کو قبول کرنے، قسم پوری کرنے، مظلوم کی مدد کرنے، چھینک والے کو دعا دینے اور سلام کا جواب دینے،

سونے چاندی کے برتنوں کو استہال کرنے اور ریشم پہننے کے فقہی احکام

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطہ مالکی توفی ۳۲۹ھ لکھتے ہیں:

ربا دعوت کو قبول کرنے کا حکم تو اگر دعوت دینے والے پر واجب ہو تو جہت و نیت کے قبول کرنے کو فرض قرار دیتے ہیں اور جو شخص روزہ دار نہ

ہو اس پر اس طعام کے کھانے کو واجب قرار دیتے ہیں بشرطیکہ وہ کھانا جائز آمدنی سے ہو اور اس تقریب میں کوئی غیر شرعی امر نہ ہو اس

کے علاوہ، نوات ہوں ان کے قبول کرنے کو علماء حسن معاشرت کی وجہ سے مستحب قرار دیتے ہیں۔

علامہ بدر الدین زہری نے لکھا ہے کہ وہ دعوت کو قبول کرنے کو واجب قرار دیتے ہیں اور اس کو قبول کرنے کو افضل قرار دیتے ہیں۔ (مداۃ القاری ص ۱۵)

علامہ ابن بطہ لکھتے ہیں: رہا مفسدہ کی مدد کرنا تو وہ انسان کی قدرت اور طاقت کے مطابق ہے کہ یہ فرض ہے۔

کسی کی قسم کو پورا کرنا مستحب ہے جب کوئی شخص یہ قسم کھائے کہ اس کا بھائی فلاں کام کرے گا اور اس کام میں کوئی شرعی خرابی نہ

ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ کام کرے تاکہ وہ شخص اپنی قسم میں سچا ہو جائے اور یہ مکارم اخلاق میں سے ہے۔

سلام کا جواب دینا امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک فرض کفایہ ہے اور فقہاء احناف کے نزدیک فرض عین ہے۔ (دافع

رہے کہ احناف کے نزدیک سلام کا جواب دینا واجب ہے۔ ائمہ ثلاثہ چونکہ فرض اور واجب میں عموماً فرق نہیں کرتے اس لیے علامہ

ابن بطلال نے فرض عین لکھ دیا۔ سعیدی غفرلہ)

جس شخص کو چھینک آئے تو اس کو دعا دینا سنت ہے، یعنی جب کسی کو چھینک آئے اور وہ ”الحمد للہ“ کہے تو اس کے جواب

میں ”یرحمک اللہ“ کہنا سنت ہے۔

چاندی اور سونے کے برتنوں میں پانی پینا اور ان کو استعمال کرنا مردوں اور عورتوں پر حرام ہے اور سونے کی انگوٹھی پہننا خاص طور پر مردوں پر حرام ہے۔

خاتمہ ریشم مردوں پر حرام ہے البتہ جنگ اور دواء کے طور پر مردوں کے لیے جائز ہے اور عورتوں کے لیے ریشم حلال ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۳۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن ابی سلمہ نے حدیث بیان کی از الازرائی انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے خبر دی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں: سلام کا جواب دینا، مریض کی عیادت کرنا، جنازوں کے ساتھ جانا، دعوت کو قبول کرنا اور چھینک لینے والے کو جواب دینا۔ عمرو بن سلمہ کی متابعت عبد الرزاق نے کی ہے انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی اور اس حدیث کو سلامہ نے عقیل سے روایت کیا ہے۔

۱۲۴۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ الْأَوْزَاعِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ شَهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ رَدُّ السَّلَامِ، وَعِيَادَةُ الْمَرِيضِ، وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ، وَاجَابَةُ الدَّعْوَةِ، وَتَشْمِيتُ الْعَاطِسِ. تَابَعَهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ. وَرَوَاهُ سَلَامَةُ عَنْ عَقِيلٍ.

اس حدیث کی شرح، گزشتہ حدیث: ۱۲۳۹ میں گزر چکی ہے۔

* باب مذکور کی حدیث: ۱۲۳۹، شرح صحیح مسلم: ۵۲۷۴۔ ج ۶ ص ۳۳۴ پر مذکور ہے اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① کفار فرد کے مخاطب ہیں یا نہیں؟ ② مردوں پر ریشم حرام ہونے کی تفصیل اور ③ مریض کی عیادت کرنا ④ سونے چاندی کے ٹن اور دیگر مسائل۔

جب میت کو سفن میں لپیٹ دیا جائے

تو پھر اس کے پاس آنا

۳ - بَابُ الدُّخُولِ عَلَى الْمَيِّتِ

بَعْدَ الْمَوْتِ إِذَا أُدْرِجَ فِي كَفَنِهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن عبد بن مسعود نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن عمر نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے ابو سلمہ نے خبر دی کہ ان کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی ﷺ نے خبر دی انہوں نے بتایا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ میں واقع اپنے گھر سے گھوڑے پر سوار ہو کر آئے حتیٰ کہ مسجد میں ٹھہرے پھر کسی شخص سے کوئی بات نہیں کی حتیٰ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے پس نبی ﷺ کا قصد کیا اس وقت آپ ایک سوتی چادر میں لپٹے ہوئے تھے حضرت ابو بکر نے آپ کے چہرے کو کھولا پھر آپ پر

۱۲۴۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ يُونُسَ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ قَالَتْ أَقْبَلَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَلَى قَرَسِهِ مِنْ مَسْكِنِهِ بِالسَّنَحِ حَتَّى نَزَلَ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ فَلَمْ يَكَلِّمْ النَّاسَ حَتَّى دَخَلَ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا فَتَيَمَّمَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُسَجًى بِرِدِّ جَبْرَةٍ فَكَشَفَ عَنْ

مَنْ تَلَيْتُمْ، حضرت عثمان بن مظعون پر داخل ہوئے، ان پر جھکے، پس ان کو بوسا دیا، پھر روئے حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ آنسو آپ کے رخساروں پر بہ رہے تھے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۶۸۰۵)

اور اس حدیث میں میت پر رونے کا ثبوت ہے جب کہ آواز بلند نہ کی جائے۔

رہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ اللہ آپ پر دو موتوں کو جمع نہیں کرے گا واللہ اعلم! اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب وغیرہ نے یہ کہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کو موت نہیں آئی، وہ عنقریب انھیں گے اور لوگوں کے ہاتھوں اور پیروں کو کاٹ ڈالیں گے، پس حضرت ابوبکر نے یہ ارادہ کیا کہ اللہ آپ پر دنیا میں دو موتوں کو جمع نہیں کرے گا بایں طور کہ اس موت کے بعد پھر آپ کو زندہ کرے اور پھر آپ پر موت کو طاری کرے۔ (شرح ابن بطلان ج ۳ ص ۲۴۱، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

حضرت ابوبکر کے اس قول کی توجیہ: اللہ آپ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

زیادہ شدید اشکال یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا، اس اشکال کے متعدد جوابات ہیں:

(۱) حضرت ابوبکر نے اپنے اس قول سے ان لوگوں کے ہر طرف اشکال کیے ہیں جن کا یہ زعم تھا کہ آپ عنقریب زندہ ہو کر لوگوں کے ہاتھ کاٹ دیں گے کیونکہ اگر یہ بات صحیح ہوتی تو لازماً فرشتے آپ پر موت آتی تو حضرت ابوبکر نے کہا: اللہ تعالیٰ اس سے بہت کریم ہے کہ آپ کے اوپر دو موتیں جمع کرے۔ جب کہ ان دونوں دوبار موت آئی جن کے متعلق قرآن مجید میں ہے:

الَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ أَلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللَّهُ مُوتُوا ثُمَّ أَخَذَهَا (البقرہ: ۲۴۳) کیا آپ نے انہیں نہیں دیکھا جو ہزاروں کی تعداد میں تھے اور موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکل گئے تھے پس اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا: مرجأؤ پھر ان کو زندہ کر دیا۔

یہ گزشتہ کسی امت کا واقعہ ہے جو جہاد میں موت کے ڈر سے یا دہائی طاعون کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکل گئے تھے اللہ تعالیٰ نے دوبار موت آئی، اس طرح ان پر دوبارہ موت آئی، پھر ان کے نبی کی مائتہ کر دیا، پھر دوبارہ اپنے وقت پر ان کو طبعی موت آئی، اس طرح ان پر دوبارہ موت آئی، اسی طرح ایک اور آیت میں ہے:

أَوَلَمْ نَكْنِزْ لَهُمْ خَزَائِنَ رَحْمَتِنَا فَذَرُوهَا ظَهْرًا لَّهٖ يَوْمَئِذٍ (البقرہ: ۲۵۹) یا اس شخص کی مثال نہ کہ اس نے اپنے گھر کو چھوڑ دیا اور اس کے بل اور نہ ہی پڑی ہوئی تھی، اس نے کہا: اس موت کے بعد اللہ اس کو کیسے زندہ کرے گا، تو اللہ تعالیٰ نے اس پر سو سال کے لیے موت طاری کر دی، پھر اس کو زندہ کر دیا۔

اس شخص کے متعلق تفسیروں میں متعدد اقوال ہیں، مشہور قول یہ ہے کہ یہ حضرت عزیر علیہ السلام تھے، ان پر سو سال موت طاری رہی، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر دیا، پھر اپنے وقت پر ان کو دوبارہ طبعی موت آئی، اس طرح ان پر بھی دوبارہ موت آئی۔

سو جس طرح ان لوگوں پر دوبارہ موت آئی تھی، اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتوں کو جمع نہیں کرے گا، اور یہ سب سے واضح اور صحیح جواب

(۲) داؤدی نے یہ جواب دیا ہے کہ عام مسلمانوں کو قبر میں فرشتوں کے سوالات کے جوابات دینے کے لیے زندہ کیا جاتا ہے پھر ان پر موت طاری کی جاتی ہے اس طرح ان پر دوبار موت آتی ہے اللہ تعالیٰ اس طرح آپ پر دو موتوں کو جمع نہیں کرے گا (یعنی آپ قبر میں قیامت تک زندہ رہیں گے)۔

(۳) اللہ تعالیٰ اس طرح آپ کو دوبارہ موت نہیں دے گا کہ آپ کے نفس پر بھی موت آئے اور آپ کی شریعت پر بھی موت آئے۔
(۴) موت سے مجازاً سکرات الموت کی تکلیف مراد ہے یعنی آپ پر دوبارہ یہ تکلیف نہیں آئے گی ایک بار تو آپ نے سکرات الموت کی تکلیف اٹھ لی اب دوبارہ آپ پر یہ تکلیف نہیں آئے گی۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۷۰۳ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)
علامہ بدرالدین عینی حنفی نے بھی ان ہی جوابات کا اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۲۰)

حضرت ابوبکر کے اس قول کا آیت سے تعارض کا جواب

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تو کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتوں کو جمع نہیں کرے گا حالانکہ قرآن مجید میں ہے: قیامت کے دن لوگ کہیں گے:

أَمْتَنَا اثْنَتَيْنِ وَأَخْيَيْنَتْنَا اثْنَتَيْنِ. (المومن: ۱۱)

اس کا جواب یہ ہے کہ جمہو مفسرین کے مطابق پہلی موت سے مراد نطفہ ہے جب باپ کی پشت میں ہوتا ہے اور وجود سے پہلے انسان کے عدم کو موت سے تعبیر فرما دوسری موت سے مراد حقیقی موت ہے جو وقتِ سرور آتی ہے سو اس معنی میں دو موتیں حضرت ابوبکر کے قول کے معارض نہیں ہے اور دو زندگیوں میں سے پہلی زندگی دین کی زندگی و دوسری زندگی آخرت کی زندگی ہے۔

نبی ﷺ کی قبر میں دائمی حیات کے متعلق محدثین کی تصریحات

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرات ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم میں سے جو شخص (سیدنا) محمد (ﷺ) کی عبادت کرتا تھا تو بے شک (سیدنا) محمد (ﷺ) کو موت آئی اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کرنا تو اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے اس کو موت نہیں آئے گی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے بعض کفر کرتے یہ استدلال کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اب زندہ نہیں ہیں اور عام لوگوں کی طرح معاذ اللہ آپ اپنی قبر میں مردہ ہیں ہمارے ہاں کراچی میں غیر مقلدین ہر سال عید میلاد النبی کے موقع پر بڑے بڑے اشتہار چھڑا کر چسپاں کرتے ہیں جن میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ خطبہ لکھا ہوتا ہے اور وہ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ آپ زندہ نہیں ہیں اس لیے ہم یہ دروغ کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خطبہ سے علماء امت نے کیا انجمنات حاصل تھیں۔ ابن احمد بن علی بن جریر۔ سلانی متون ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

زیادہ بہتر یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ نبی ﷺ کی جو قبر میں حیات ہے اس پر موت نہیں آئے گی بلکہ آپ مسلسل زندہ رہیں گے اور انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۶۰ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوبکر نے جو کہا تھا: اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا اس سے وہ دو موتیں مراد ہیں جو انبیاء علیہم السلام کے علاوہ ہر شخص پر آتی ہیں پس بے شک انبیاء علیہم السلام کو اپنی قبروں میں موت نہیں آتی بلکہ وہ زندہ ہوتے ہیں اور باقی مخلوق پر قبر میں موت آتی ہے اور وہ قیامت کے دن زندہ کیے جائیں گے۔ (عمدة القاری ج ۱۶ ص ۲۵۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ شمس الدین محمد عبدالرحمان السخاوی متونی ۹۰۲ھ لکھتے ہیں:

ن احادیث سے یہ مستنبط ہوتا ہے کہ نبی ﷺ دائماً زندہ ہیں اور ہمارا اس پر ایمان ہے کہ آپ قبر میں زندہ ہیں اور آپ کو رزق دیا جاتا ہے اور امام بیہقی نے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں یہ ثابت کیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں وہ نماز پڑھتے ہیں۔

(القول البدیع ص ۲۴۳ مکتبہ المود)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۳ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اور یہ حدیث صحیح ہے کہ انبیاء زندہ ہیں اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں امام بیہقی نے کہا: انبیاء علیہم السلام کا مختلف اوقات میں مختلف جگہوں پر ہونا عقلاً جائز ہے جیسا کہ خبر صادق میں وارد ہے۔ (مرقاۃ ج ۳ ص ۲۶۰ مکتبہ المحفایہ پٹنہ)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

حیات انبیاء متفق علیہ ہے کسی کا بھی اس میں اختلاف نہیں ہے یہ حیات جسمانی دنیوی حقیقی ہے نہ کہ حیات معنوی روحانی جیسا کہ شہداء کی ہے نیز آپ نے فرمایا: اللہ نے انبیاء کے اجسام کھانے کو زمین پر حرام کر دیا ہے۔

(الحدیث المسماۃ ج ۱ ص ۶۱۳ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ مدارج النبوت ج ۲ ص ۴۴۷)

نیز شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ اس موت کے طاری ہونے کے بعد بار بار ہر سال اس کے بعد اللہ آپ کو زندہ کر دے گا جیسا کہ حدیث میں ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ کرم ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے چالیس روز تک قبر میں چھوڑے رکھے اس کے بعد دائمی حیات ہوگی اور موت طاری نہیں ہوگی۔ (مدارج ج ۲ ص ۴۴۷ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

شیخ نورالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۷۳ھ لکھتے ہیں:

قول حق و مقرر جمہور یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو اللہ کے بعد دنیوی حیات کے ساتھ زندہ ہوتے ہیں۔

(تیسیر القاری ج ۳ ص ۲۶۲ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

یعنی ان موت کے بعد اللہ آپ کو حیات ابدی کے ساتھ زندہ کر دے گا اس کے برخلاف تمام مسلمانوں کو اللہ کے سوال کے

وقت زندہ کیا۔ تاہم یہ روایت جائز ہے۔ (تیسیر القاری ج ۳ ص ۲۶۲ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

نبی ﷺ کی قبر میں دائمی حیات سے متعلق فقہاء دینی تصریحات

علامہ حسن بن عمار بن علی شرمبلائی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

محققین کے نزدیک یہ ثابت ہے کہ نبی ﷺ زندہ ہیں اور آپ کو رزق دیا جاتا ہے اور آپ تمام لذتوں اور عبادات کے ساتھ نفع پاتے ہیں البتہ کوہ مینوں کی نظروں سے آپ حجب میں ہیں۔ (نور الایضاح مع مراقی الفلاح ج ۲ ص ۴۲۸ مکتبہ الفوئیدہ کرچی)

علامہ سید احمد الطحاوی المتوفی ۱۲۳۱ھ اس کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:

جب کوئی شخص قریب سے آپ پر درود شریف پڑھے تو آپ خود سنتے ہیں اور جب دور سے پڑھے تو فرشتے آپ کو پہنچا دیتے

ہیں۔ (ماہیہ الطحاوی علی مراقی الفلاح ج ۲ ص ۴۲۸ مکتبہ الفوئیدہ)

علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز شامی متوفی ۱۲۵۸ھ لکھتے ہیں:

انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ (رد المحتار ج ۶ ص ۱۸۶ 'دار احیاء التراث العربی' بیروت ۱۳۱۹ھ)

صدر الشریعہ علامہ محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں اسی طرح بحیات حقیقی زندہ ہیں جیسے دنیا میں تھے کھاتے پیتے ہیں جہاں چاہتے آتے جاتے ہیں تصدیق وعدۃ الہیہ کے لیے ایک آن کے لیے ان پر موت طاری ہوئی پھر بدستور زندہ ہو گئے ان کی حیات حیات شہداء سے بہت ارفع و اعلیٰ ہے لہذا شہید کا ترک تقسیم ہوگا اس کی بی بی بعد عدت نکاح کر سکتی ہے بخلاف انبیاء کے کہ وہاں یہ جائز نہیں۔

(بہار شریعت ج ۱ ص ۱۰ 'مطبوعہ نیاہ القرآن پبلی کیشنز' لاہور)

نبی ﷺ کی قبر میں دائمی حیات کے متعلق علماء دیوبند کی تصریحات

بانی مدرسہ دیوبند شیخ محمد قاسم نانوتوی متوفی ۱۲۹۷ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ اور مؤمنین کی موت میں بھی مثل حیات فرق ہے ہاں! فرق ذاتیت و عرضیت متصور نہیں وجہ اس فرق کی وہی تفاوت حیات ہے یعنی حیات نبوی بوجہ ذاتیت قابل زوال نہیں اور حیات مؤمنین بوجہ عرضیت قابل زوال ہے اس لیے وقت موت حیات نبوی ﷺ زائل نہ ہوگی ہاں مستور ہو جائے گی اور حیات مؤمنین ساری یا آدھی زائل ہو جاوے گی۔ سو در صورت تقابل عدم و ملکہ اس استتار حیات میں رسول اللہ ﷺ کو تو مثل آفتاب سمجھئے کہ وقت کسوف قمر بے اوٹ میں حسب مزعوم حکماء اس کا نور مستور ہو جاتا ہے زائل نہیں ہوتا یا مثل شمع چراغ یا فریے کے جب کو کسی زریا یا بجلی میں لگا کر اوپر سے سرپوش رکھ دیجئے تو اس کا نور بالبداہت مستور ہو جاتا ہے زائل نہیں ہو جاتا اور دوبارہ زوال حیات مؤمنین کو مثل قمر کے وقت خسوف اس کا نور زائل ہو جاتا ہے یا مثل چراغ بجھئے کہ گل ہو جانے کے بعد اس میں نور باطل نہیں رہتا۔

(آپ حیات ص ۱۸۵-۱۸۴ 'مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان' ۱۳۱۳ھ)

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی ﷺ موت آنے سے آگے کی حیات میں نہیں ہوتی لوگوں کی نگاہوں سے چھپ گئی تھی اور عام مسلمانوں پر موت آنے سے ان کی حیات ساری یا آدھی زائل ہو جاتی ہے۔

شیخ محمد یوسف لدھیانوی متوفی ۲۰۰۰ء لکھتے ہیں:

الغرض! میرا اور میرے اکابر کا عقیدہ یہ ہے کہ آں حضرت ﷺ اپنے روضہ مطہرہ میں حیات جسمانی کے ساتھ حیات ہیں یہ حیات برزخی ہے مگر حیات نبوی سے تو یہ ہے جو اس کے انکار کرتے ہیں اس کا اکابر علماء دیوبند دراصل من امت کی تصریحات مطابقت رکھتا ہے تعین میں اس میں شک نہیں ہے درود میں سے ایک یہ ہے۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۱ ص ۵۱۳ 'مکتبہ لدھیانوی' کراچی ۲۰۰۲ء)

نبی ﷺ کی قبر میں حیات کے متعلق علماء غیر مقلدین کی تصریحات

قاضی محمد بن علی بن محمد الشوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آپ کی روح آپ سے جدا نہیں ہوتی کیونکہ صحیح حدیث میں ہے: انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔ (تحفہ الذاکرین ص ۳۹ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۰۸ھ)

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ اپنی موت کے بعد اپنی قبر میں زندہ ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے: انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اس حدیث کو امام

بہتی نے صحیح قرار دیا ہے اور اس مسئلہ پر ایک رسالہ لکھا ہے۔

استاذ ابو منصور بغدادی نے کہا ہے کہ ہمارے اصحاب میں سے محققین متکلمین نے کہا ہے کہ نبی ﷺ اپنی وفات کے بعد زندہ ہیں۔

اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ شہداء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کو اپنی قبروں میں رزق دیا جاتا ہے اور نبی ﷺ بھی شہداء میں سے ہیں۔ (السران الوبان ج ۳ ص ۳۲۹-۳۲۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۳۲۵ھ) نیز نواب صاحب نے لکھا ہے:

قبر میں آپ کو حفظ نہ ہوا و کذا لک الانبیاء حالانکہ اس حفظ سے کوئی صالح وغیرہ سالم نہیں رہتا اور نہ سباع آپ کا جسد کھا سکتے ہیں و کذا لک الانبیاء اور کسی مضطر کو میت نبی کا کھانا جائز نہیں ہے اور آپ زندہ ہیں اپنی قبر میں اور نماز پڑھتے ہیں اندر اوس کے اذان و اقامت کے ساتھ و کذا لک الانبیاء ولہذا یہ بات کہی ہے کہ آپ کی ازواج پر عدت نہیں ہے اور آپ کی قبر پر ایک فرشتہ مقرر ہے جو صلوٰۃ مصلین آپ کو پہنچاتا ہے "اللہم صل علی سیدنا محمد وعلی آلہ وبارک وسلم" اعمال امت آپ پر عرض کیے جاتے ہیں آپ امت کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ (الشمات العبریہ من سولد خیر البریہ ص ۵۲ ۱۳۰۵ھ) غیر متقدمین کے شیخ الکلی فی الکلی میاں نذیر حسین دہلوی متوفی ۱۹۰۳ء لکھتے ہیں:

حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبر میں زندہ ہیں خصوصاً حضرت ﷺ کہ فرماتے ہیں کہ جو عند القبر درود بھیجتا ہے میں سنتا ہوں اور درود سے پہنچایا جاتا ہوں چنانچہ مشکوٰۃ وغیرہ کتب حدیث سے واضح ہوتا ہے لیکن کیفیت حیات کی اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور اوس کی کیفیت بخوبی معلوم نہیں۔ (فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۵۲ مکتبہ ثنائیہ المعارف الاسلامیہ گوبرنوالہ)

قرآن مجید کی آیات سے نبی ﷺ کی بعد از وفات حیات پر استدلال

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ۚ مَلِكٌ
أَحْيَاءُ وَلَٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ۚ (البقرہ: ۱۷۴)

نبی ﷺ بھی شہید ہیں آپ کو جو خیر میں زہر دیا گیا تھا اسی کے اثر سے آپ کی وفات ہوئی حدیث میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جس مرض میں آپ کی موت ہوئی اس میں آپ فرما رہے تھے: اے عائشہ! میں مسلسل اس طعام کا دوسرے کھاتا رہا ہوں جس نے میرے دل میں کھدیا تھا اور پھر انت ہے کہ اس زہر کے اثر سے میں اپنے دل کی بات کے کھنے کو پارا ہوں۔ (صحیح البخاری: ۴۴۲۸)

اس سے معلوم ہوا آپ شہید ہیں اور شہید زندہ ہوتے ہیں بعد آپ افضل الشہداء ہیں اور آپ کی حیات شہداء کی حیات سے افضل ہے نیز قرآن مجید میں ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَسَطًا لِتَكُوْنُوْا شٰهَدًاۙ
عَلٰی النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْكُمْ شٰهِيْدًا۔

(البقرہ: ۱۴۳)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ تمام امت کے اعمال پر گواہ ہیں اور گواہی دینا بغیر حیات کے متصور نہیں ہے سو اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ آپ قبر انور میں زندہ ہیں اور اعمال امت کا مشاہدہ فرما رہے ہیں۔

اور قرآن مجید میں ہے:

قُلْ إِنَّا صَدَقْنَا وَنُفْسِي وَمَنْعِيَائِي وَمِمَّا تَرَىٰ لِيَ اللَّهِ
رَبِّ الْعَالَمِينَ (الأنعام: ۱۶۲)

آپ کہیے کہ میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور
میری موت سب اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے ○

شہید وہ ہوتا ہے جس کی موت اللہ کے لیے ہو اور وہ زندہ ہوتا ہے اور آپ کی تو موت اور حیات دونوں اللہ کے لیے ہیں تو آپ
تو بہ طریقِ اولیٰ زندہ ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی حیات کے ثبوت میں احادیث

امام ابو یعلیٰ نے اپنی مسند میں اور امام بیہقی نے کتاب حیات الانبیاء میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھ رہے ہیں۔ (مسند ابو یعلیٰ: ۳۴۲۵، حیات الانبیاء للبیہقی ص ۳، سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ لولہابی: ۶۲۱، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۱۱، المعالم العدیہ: ۳۳۵۲، تاریخ دمشق الکبیر: ۳۵۱۱، ج ۱۵ ص ۱۵۹، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

ابو نعیم نے حید میں روایت کیا ہے کہ ثابت بنانی نے حمید الطویل سے پوچھا: کیا تمہیں یہ غم ہے کہ انبیاء کے سوا بھی کوئی اپنی قبروں میں نماز پڑھتا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! (حلیۃ الاولیاء: ۲۵۶، ص ۱۸۱) (مجمع جدید دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

امام ابو داؤد اور امام بیہقی نے حضرت اوس بن اوس ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تمہارے تمام دنوں میں سب سے افضل جمعہ کا دن ہے، اس دن میں مجھ پر بہترین صلوٰۃ ہمارا کر دینا۔ اری صلوٰۃ (درود شریف) مجھ پر پیش کی جاتی ہے، صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ پر ہماری صلوٰۃ کیسے پیش کی جائے گی حالانکہ آپ نے ہڈیاں بوسیدہ ہو چکی ہوں گی؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء علیہم السلام کے اجسام کے ہمارے کو حرام کر دیا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۰۴، سنن نسائی: ۳۷۳، سنن ابن ماجہ: ۱۰۸۵، مسند احمد ج ۴ ص ۸، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۲۴۹، المستدرک ج ۴ ص ۵۶۰، کنز العمال: ۲۳۳۰۱، البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۸، 'ادار اظہار'، '۱۳۱۸'، سنن ابی داؤد اور ابن ماجہ۔) والنبیایہ میں اس حدیث کے بعد یہ بھی مذکور ہے: اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور اس کو رزق دیا جاتا ہے۔ سنن ابن ماجہ: ۱۶۳، البدایہ ج ۴ ص ۲۵۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری قبر کے پاس درود پڑھا، اس کو میں خود سنتا ہوں اور جس نے مجھ پر دور سے درود پڑھا وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے (اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ دور سے خود نہیں سن سکتے کیونکہ یہ بھی حدیث میں ہے کہ کوئی شخص کس سے بھی درود سن کر اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے۔ (ابو داؤد، ترمذی، دارود، پہنچانا آپ کے یا درود کے لئے ہے۔) (ابو داؤد، ترمذی، دارود، پہنچانا آپ کے یا درود کے لئے ہے۔)

(شعب الایمان: ۱۵۸۳، مشنر: ۹۳۳، کنز العمال: ۲۱۶۵، جمع الجوامع: ۲۲۳۵۶)

حضرت سدر بن یسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (نبی ﷺ نے فرمایا:) اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ کو تمام مخلوق کی سماعت عطا فرمائی ہے وہ میری قبر پر کھڑا ہوا ہے۔ (التاریخ، کبیر للبخاری: ۸۹۰۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات کو مجھ پر سو مرتبہ درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجات پوری کرتا ہے، ستر آخرت کی حاجتیں اور تیس دنیا کی حاجتیں اور اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے ایک فرشتہ مقرر کرتا ہے جو اس درود کو میری قبر میں داخل کرتا ہے، جیسے تمہارے پاس ہدیے اور تحفے داخل ہوتے ہیں اور میری وفات کے بعد بھی میرا علم اسی طرح ہے جس طرح میری حیات میں تھا۔ (کنز العمال: ۲۲۳۲، جمع الجوامع: ۲۲۳۵۵، اتحاف السادة المتقين ج ۳ ص ۲۴۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انبیاء اللہ کو چالیس راتوں کے بعد ان کی قبروں میں نہیں چھوڑا جاتا لیکن وہ اللہ سبحی نہ کے سامنے نماز پڑھتے ہیں حتیٰ کہ صور میں پھونکا جائے۔ (جمع الجوامع: ۴۹۹۰، کنز العمال: ۳۲۲۳۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں ابوالقاسم کی جان ہے! عیسیٰ بن مریم ضرور نازل ہوں گے، درآں حالیکہ وہ امام عادل ہوں گے، وہ ضرور صلیب کو توڑ دیں گے اور وہ ضرور خنزیر کو قتل کریں گے اور وہ ضرور لڑنے والوں کے درمیان صلح کرائیں گے اور وہ ضرور کینہ اور بغض کو دور کریں گے اور ضرور ان پر مال پیش کیا جائے گا، سو وہ اس کو قبول نہیں کریں گے، پھر اگر وہ میری قبر پر کھڑے ہو کر پکاریں: یا محمد! تو میں ان کو ضرور جواب دوں گا۔ (مسند ابویعنی: ۶۵۸۳، حافظ البیہقی نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۵، المطالب العالیہ: ۴۵۷۴، ج ۴ ص ۲۴)

سعید بن عبد العزیز بیان کرتے ہیں کہ ایام حرہ میں نبی ﷺ کی مسجد میں تین دن تک اذان نہیں دی گئی اور نہ جماعت کھڑی ہوئی اور سعید بن المسیب مسجد سے نہیں نکلے اور انہیں نماز کے وقت کا صرف اس آواز سے پتا چلتا تھا جو نبی ﷺ کی قبر سے آتی تھی۔ (سنن الدارمی: ۹۴، مشکوٰۃ: ۵۹۵۱)

حافظ سیوطی فرماتے ہیں: یہ احادیث نبی ﷺ کی حیات پر دلالت کرتی ہیں اور باقی انبیاء اللہ کی حیات پر بھی اور اللہ تعالیٰ نے شہداء کے متعلق قرآن مجید میں فرمایا ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزُقُونَ (آل عمران: ۱۶۹)

اور لوگ اللہ کی راہ میں شہید کیے گئے ہیں ان کو مردہ گمان نہ آئے بلکہ وہ زندہ ہیں، ان کو ان کے رب کے پاس سے روزی دی جاتی ہے۔

اور جب شہداء زندہ ہیں تو انبیاء اللہ جو ان سے بہت افضل اور اجل ہیں وہ بہ طریق اولیٰ زندہ ہیں اور بہت کم کوئی نبی ایسا ہوگا جس میں وصف شہادت نہ ہو لہذا شہداء کی حالت کے عموم میں وہ بھی داخل ہیں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو قتل کیا گیا تو میرے نزدیک اس سے بہتر یہ ہے کہ میں ایک بار یہ قسم کھاؤں کہ آپ وقت نہیں دیا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبی بنایا ہے اور شہید بنایا ہے۔ (مسند ابویعنی: ۵۲۰۷، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۵، مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۱، المستدرک ج ۳ ص ۵۸، جامع السانید والسنن مسند ابن مسعود: ۶۱۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جس بیماری میں نبی ﷺ وفات پا گئے تھے اس میں آپ فرماتے تھے: عائشہ! میں ہمیشہ اس کھانے کا دلچسپی کرتا رہا ہوں جو میں نے خیمہ میں ہایا تھا (اس طعام میں) (ملاحظہ ہو) اور اس وجہ سے اب میری رگ حیات بے منقطع ہونے کا وقت آ گیا ہے۔ (صحیح البخاری: ۴۴۲۸، جامع السانید والسنن مسند عائشہ: ۱۵۰۳)

نبی ﷺ کی حیات کے متعلق مستند علماء کی تصریحات اور مزید احادیث

حافظ سیوطی فرماتے ہیں: پس قرآن مجید کی صریح عبارت سے یا مفہوم موافق سے یہ ثابت ہو گیا کہ نبی ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں۔ امام بیہقی نے ”کتاب الاعتقاد“ میں کہا ہے کہ انبیاء اللہ کی رگوں کو قبض کرنے کے بعد ان کی رگوں کو لوٹا دیا جاتا ہے پس وہ اپنے رب کے سامنے شہداء کی طرح زندہ ہیں۔

علامہ ابو عبد اللہ قرطبی متوفی ۶۶۸ھ نے اپنے شیخ احمد بن عمر قرطبی متوفی ۶۵۶ھ سے نقل کر کے کہا ہے کہ موت عدم محض نہیں ہے، وہ صرف ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہوتا ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ شہداء اپنے قتل ہونے اور اپنی موت کے بعد زندہ

ہوتے ہیں اور وہ خوش و خرم ہوتے ہیں اور یہ دنیا میں زندوں کی صفت ہے اور جب شہداء کو حیات حاصل ہے تو انبیاء علیہم السلام تو ان سے زیادہ حیات کے حق دار ہیں اور صحیح حدیث میں ہے کہ زمین انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو نہیں کھاتی اور معراج کی شب نبی ﷺ تمام انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مسجد اقصیٰ میں جمع ہوئے اور آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور نبی ﷺ نے یہ خبر بھی دی ہے کہ جو شخص بھی آپ کو سلام کرتا ہے آپ اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔

اس کے علاوہ اور احادیث بھی ہیں اور ان تمام احادیث کے مجموعہ سے یہ قطعی یقین حاصل ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی موت کا یہ معنی ہے کہ وہ ہماری نظروں سے غائب ہیں ہر چند کہ وہ زندہ ہیں اور موجود ہیں اور ان کا حال فرشتوں کی طرح ہے وہ بھی زندہ اور موجود ہیں اور ہماری نوع انسان میں سے کوئی شخص ان کو نہیں دیکھتا ماسوا اولیاء اللہ کے جن کو اللہ تعالیٰ نے کرامت کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔ (الحدیث ج ۱ ص ۲۶۵-۲۶۳ مطبوعہ دار البخاری ۱۴۱۷ھ)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر قرطبی متوفی ۶۶۸ھ کے شیخ علامہ ابو العباس احمد بن عمر قرطبی متوفی ۶۵۶ھ ہیں اور ان کی یہ مذکور الصدر عبارت ”المفہم شرح مسلم“ ج ۶ ص ۲۳۳-۲۳۴ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت ۱۴۱۷ھ میں موجود ہے۔

اس کے بعد حافظ سیوطی لکھتے ہیں: ہمارے اصحاب میں سے متکلمین اور محققین یہ کہتے ہیں کہ ہمارے نبی ﷺ اپنی وفات کے بعد زندہ ہیں اور آپ اپنی امت کی عبادات سے خوش ہوتے ہیں اور ان کے گناہوں سے ناخوش ہوتے ہیں اور آپ کی امت میں سے جو شخص آپ پر درود پڑھتا ہے آپ کو ملے ہیں۔ (الحدیث ج ۱ ص ۲۶۵-۲۶۳ مطبوعہ دار البخاری ۱۴۱۷ھ) اور زمین اس میں سے کسی چیز کو نہیں کھاتی اور ہمارے نبی ﷺ نے معراج کی شب حضرت موسیٰ کو اپنی طرف سے پڑھتے ہوئے دیکھا اور آپ نے پہلے آسمان میں حضرت آدم کو دوسرے آسمان میں حضرت عیسیٰ اور حضرت یونس کو دوسرے آسمان میں حضرت یونس کو اور چھٹے آسمان میں حضرت موسیٰ کو اور ساتویں آسمان میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا۔ (صحیح مسلم: ۱۶۴) ان وجوہ سے ہمارے لیے یہ کہنا صحیح ہے کہ ہمارے نبی ﷺ اپنی وفات کے بعد زندہ ہیں۔

اور اصحاب نے جو یہ کہا ہے کہ آپ اپنی امت کی عبادات سے خوش ہوتے ہیں اور ان کے گناہوں سے رنجیدہ ہوتے ہیں اس کی اصل یہ احادیث ہیں:

بکر بن عبد اللہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری حیات تمہارے لیے بہتر ہے تم باتیں کرتے ہو اور تمہارے لیے حدیث بیان کی جاتی ہے اور حب میں موت ہے۔ (الحدیث ج ۱ ص ۲۶۵-۲۶۳ مطبوعہ دار البخاری ۱۴۱۷ھ) اور میری وفات تمہارے لیے بہتر ہوگی۔ (الحدیث ج ۱ ص ۲۶۵-۲۶۳ مطبوعہ دار البخاری ۱۴۱۷ھ) ہمارے اعمال پیش کیے جاتے ہیں جب میں نیک عمل کرتا ہوں تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں اور جب میں راکل کرتا ہوں تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۱۹۳ دار صادر بیروت ۱۳۸۸ھ الطاب العالیہ ج ۴ ص ۲۲۰-۲۲۱ سزائیں ج ۱ ص ۲۰۷ جامع الصغیر ج ۱ ص ۵۸۲ البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۲۵۷ دار الفکر بیروت ۱۳۱۸ھ مسند احمد: ۳۶۶۶ دار الفکر مسند ابن ماجہ: ۸۳۵ حافظ البیہقی نے کہا: سند ابن ماجہ کی سند صحیح ہے مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۴)

خراش بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری حیات تمہارے لیے بہتر ہے اور میری وفات تمہارے لیے بہتر ہے حیات اس لیے بہتر ہے کہ میں تم سے حدیث بیان کرتا ہوں اور میری وفات اس لیے بہتر ہے کہ ہر پیر اور جمعرات کو تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں سو جو نیک عمل ہوتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں اور جو رے عمل ہوتے ہیں تو میں تمہارے لیے استغفار کرتا ہوں۔ (الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۳ ص ۹۳۵ دار الفکر الوفاء لابن الجوزی ص ۸۱۰ مطبوعہ مصر ۱۳۶۹ھ)

حافظ سیوطی لکھتے ہیں: حافظ ابو بکر بیہقی نے "کتاب الاعتقاد" میں کہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے قبض کیے جانے کے بعد اپنے رب کے پاس شہداء کی طرح زندہ ہوتے ہیں ہمارے نبی ﷺ نے انبیاء کی ایک جماعت کو دیکھا ہے اور ان کی امامت کی ہے اور آپ نے یہ خبر دی ہے کہ ہمارا درود اور سلام ان تک پہنچایا جاتا ہے اور آپ کی خبر صادق ہے۔ (انباء الاذکیاء ص ۷)

حافظ بیہقی نے جو کہا ہے کہ ہمارا درود اور سلام آپ کو پہنچایا جاتا ہے اس کے متعلق یہ احادیث ہیں:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ کے کچھ زمین میں سیاحت کرنے والے فرشتے ہیں تاکہ وہ میری امت کا سلام مجھے پہنچائیں۔

(سنن نسائی: ۱۲۸۱، مسند احمد: ۴۲۱۰، ج ۲، دار الفکر، المبدیہ والنہایہ، ج ۱، ص ۹۲، دار الفکر: ۱۳۱۸، جامع المسانید والسنن مسند ابن مسعود: ۹۹)

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جمعہ کے دن مجھ پر کثرت کے ساتھ درود پڑھا کرو کیونکہ یہ وہ دن ہے جس میں مجھ پر فرشتے پیش کیے جاتے ہیں اور جو بندہ بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے خواہ وہ کہیں بھی ہو ہم نے پوچھا: آپ کی وفات کے بعد بھی؟ آپ نے فرمایا: میری وفات کے بعد بھی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے اجسام کھانے کو زمین پر حرام کر دیا ہے۔ (جامع الافہام ص ۶۳، مطبوعہ دار الکتاب العربی، بیروت: ۱۳۱۷ھ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ما من احد یسلم علی الارء للہ علی روحی جو شخص مجھ پر سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح حتیٰ ارد علیہ السلام۔ کو بخیر پہنچاتا ہے تاکہ میں اس کے سلام کا جواب دوں۔

(سنن ابوداؤد: ۲۰۳۱، مسند احمد ج ۲ ص ۵۲، سنن کبریٰ للبخاری ج ۲ ص ۲۴۵، سنن ترمذی ج ۱ ص ۱۲، مشکوٰۃ: ۹۲۵، التریب والتریب ج ۲ ص ۳۹۹، کنز العمال: ۲۲۰۰۰)

سلام کے وقت آپ کی روح کو لوٹانے کی حدیث کے اشکال کے جوابات

حافظ سیوطی فرماتے ہیں: اس حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جب بھی آپ کا سلام کرنے والے کو سلام کا جواب دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کے بدن میں روح کو لوٹا دیتا ہے اور پھر روح کو نکال لیا جاتا ہے اور چونکہ آپ کو بار بار سلام کیا جاتا ہے تو گویا بار بار آپ کے جسم سے روح نکالی جاتی ہے اور بار بار داخل کی جاتی ہے اور یہ عمل آپ کے لیے شدید تکلیف کا موجب ہے اور روح کا نکالنا موت کے قریب ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو بار بار موت آتی ہے اور یہ ان احادیث کے خلاف ہے جن سے آپ کی حیات مستمر ثابت ہے جن وہم اس سے پہلے ذکر کر چکے ہیں اس اشکال کے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر حسب ذیل بات شرف سے دی:

(۱) "الارء للہ علی روحی" جملہ حالیہ ہے اور عربی قواعد کے مطابق اس سے پہلے "قد" کا لفظ محذوف ہے جیسے قرآن مجید میں ہے: "خَصِرَتْ صُدُورُهُمْ" (النساء: ۹۰) اس سے پہلے بھی لفظ "قد" محذوف ہے اور اس کا "فی" ہے: "یادہ تمہارے پاس اس حال میں آئیں کہ تم سے لڑنے کے لیے بھی ان کے دل تنگ ہوں۔ اسی طرح اس حدیث کا بھی معنی ہے: جو شخص بھی مجھے سلام کرتا ہے وہ اس حال میں سلام کرتا ہے کہ مجھ پر اللہ روح لوٹا چکا ہوتا ہے اور اب یہاں پر "رد اللہ" کا جملہ ماضی کے معنی میں ہے کیونکہ اشکال اس وقت ہوتا جب "رد اللہ" حال یا استقبال کے معنی میں ہوتا اور اس سے بار بار روح کا لوٹنا لازم آتا اس سے ایک تو یہ لازم آتا کہ جسم سے بار بار روح کے نکلنے سے آپ کو بار بار درود ہوتا اور یہ آپ کی تکریم کے خلاف ہے نیز یہ حیات شہداء کے خلاف ہے کیونکہ شہداء کی حیات مستمر ہے تو نبی ﷺ اس کے زیادہ لائق ہیں کہ آپ کی حیات مستمر ہو

اور تیسری خرابی یہ ہے کہ یہ معنی قرآن مجید کے خلاف ہے کیونکہ قرآن مجید سے ثابت ہے کہ صرف دو بار موت اور دو بار حیات ہے اور اس صورت میں بہ کثرت موتیں اور حیاتیں لازم آئیں گی اور چوتھی خرابی یہ ہے کہ یہ معنی ان احادیث صحیحہ متواترہ کے خلاف ہے جن سے آپ کی حیات مستمر ثابت ہے اور جو معنی قرآن مجید اور احادیث متواترہ کے خلاف ہو اس کی تاویل کرنا واجب ہے۔

(۲) اس حدیث میں لفظ ”رد“، ”صیرورة“ کے معنی میں ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے: ”قَدْ افْتَرَيْنَا عَلَى اللَّهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِي مِلَّتِكُمْ“ (الاعراف: ۸۹) ”عدنا“ کا لفظ ”عود“ سے بنا ہے اور ”عود“ کا معنی ہے: لوٹنا اگر یہاں عود اپنے معنی میں ہو تو اس کا معنی ہوگا کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے کفار سے فرمایا: اگر ہم تمہارے دین میں لوٹ جائیں تو ہم اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھنے والے ہو جائیں گے اور کفار کے دین میں لوٹ جانا اس کو مستلزم ہے کہ حضرت شعیب پہلے بھی ان کے دین میں تھے اور یہ معنی باطل ہے اس لیے اس آیت میں ”عدنا“ کا لفظ ”صرنا“ کے معنی میں ہے یعنی اگر ہم تمہارے دین میں ہو جائیں تو پھر ہم اللہ پر بہتان باندھنے والے ہو جائیں گے اسی طرح اس حدیث کا معنی ہے: جب کوئی شخص مجھ کو سلام کرتا ہے تو اس وقت میری روح مجھ میں ہوتی ہے۔

(۳) روح کو لوٹانے سے مراد یہ ہے کہ آپ کی روح کو سلام کے جواب کی طرف متوجہ کر دیا جاتا ہے کیونکہ نبی ﷺ احوال برزخ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور آپ کے مشہدہ میں تفرق دتے ہیں تو آپ کو سلام کرنے والے کے جواب کی طرف متوجہ کر دیا جاتا ہے۔

(۴) روح کو لوٹانا آپ کی حیات کے دوام اور استمرار سے لٹایا ہے کیونکہ دنیا میں ہر وقت کسی نہ کسی جگہ سے کوئی نہ کوئی شخص آپ کو سلام عرض کر رہا ہوتا ہے تو آپ ہر وقت کسی نہ کسی کے سلام کا جواب دیتے ہیں تو ہر وقت آپ کو حیات حاصل ہوتی ہے۔

(۵) رذ روح سے مراد یہ ہے کہ سلام کے وقت اللہ تعالیٰ آپ کے لفظ کو اس کے جواب کی طرف متوجہ کر دیتا ہے۔

(۶) رذ روح سے مراد یہ ہے کہ جب کوئی آپ کو سلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ کو غیری جمولی سماعت عطا فرماتا ہے اور کوئی شخص کہیں سے بھی سلام کرے آپ اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔

(۷) رذ روح سے مراد یہ ہے کہ آپ عالم ملکوت کے مشہدہ میں مشغول ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو اس کے جواب کی طرف فارغ کر دیتا ہے۔

(۸) روح سے خوشی، راحت مراد ہے جیسے قرآن مجید میں ہے: ”سُورُوحٌ وَرِیْحٌ“ (الزلزالہ: ۸۹) ”سُورُوحٌ“ مقرب ہو اس کے لیے راحت اور خوشی ہے اسی طرح اس حدیث کا معنی ہے: جب کوئی شخص آپ کو سلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ کی راحت اور راحت کو تازہ کر دیتا ہے۔

(۹) رذ روح سے مراد ہے: صلوٰۃ کے ثواب کو آپ کی طرف لوٹانا یعنی اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور انعامات کو آپ پر پڑاتا رہتا ہے۔

(۱۰) امام راغب نے ”رد“ کا ایک معنی تفویض بھی لکھا ہے اس صورت میں حدیث کا معنی یہ ہے: اللہ تعالیٰ نے سلام کے جواب کو آپ کی طرف مفوض کر دیا ہے یعنی اس کی طرف رحمت کے لوٹانے کو جیسا کہ حدیث میں ہے: جو شخص مجھ پر ایک صلوٰۃ بھیجتا ہے اللہ اس پر دس صلوٰات بھیجتا ہے یعنی اس پر دس رحمتیں بھیجنے کو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف مفوض کر دیا ہے اور آپ کی اس پر رحمت یہ ہے کہ آپ اس کی شفاعت فرمائیں۔

(۱۱) روح سے مراد وہ رحمت ہے جو نبی ﷺ کے دل میں آپ کی امت کے لیے ہے، یعنی آپ کو آپ کی اس رحمت کی طرف متوجہ کر دیتا ہے۔

(۱۲) رزق روح سے مراد یہ ہے کہ آپ اعمالِ برزخ میں مشغول ہوتے ہیں، مثلاً اعمالِ امت کو ملاحظہ فرماتے ہیں، ان کے نیک اعمال پر اللہ کی حمد کرتے ہیں اور ان کے بُرے اعمال پر استغفار فرماتے ہیں، ان سے مصائب دور ہونے کی دعا کرتے ہیں، اطرافِ زمین میں برکت پہنچانے کے لیے آمد و رفت جاری رکھتے ہیں، اور امت کے جو صالحین فوت ہو جاتے ہیں ان کے جنازوں پر تشریف لے جاتے ہیں، یہ تمام امور اشغالِ برزخ سے ہیں، جو احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہیں، تو اللہ تعالیٰ آپ کو ان اشغالِ برزخ سے ہٹا کر سلام کے جواب دینے کی طرف متوجہ کر دیتا ہے۔

(انباء الاذکیاء ص ۱۳) حافظ سیوطی کی ترتیب سے اس جواب کا نمبر دس ہے، ہم نے تخلص کی سہولت سے جوابات کی ترتیب بدل دی ہے)

(۱۳) روح سے مراد وہ فرشتہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کی قبر انور پر مقرر کر دیا ہے جو امت کا سلام آپ تک پہنچاتا ہے۔

(۱۳) ہو سکتا ہے کہ آپ کو ابتداء میں یہی بتایا گیا ہو کہ جواب کے وقت آپ کی روح جسد میں لوٹائی جائے گی، بعد میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے درجات میں ترقی فرمائی اور آپ پر وحی فرمائی کہ آپ کو حیات ہمیشہ حاصل رہے گی۔

حافظ سیوطی نے پندرہ جوابات ذکر فرمائے ہیں ان میں سے پہلے جواب کو انہوں نے بہت کمزور قرار دیا تھا، یعنی راویوں کو اس حدیث کی عبارت میں وہم ہوا ہے۔ تاہم اب اس کا کشف کیا اور اسے جواب — ابتداء کی اس لیے چودہ جواب ذکر کیے ہیں اور جوابات کی ترتیب بھی ہم نے اپنی سہولت سے قائم کی ہے۔ یہ بات انباء دکن حیاۃ الانبیاء میں ص ۱۶-۸ میں درج ہیں۔ واضح رہے کہ یہ حافظ سیوطی کی عبارت کا ترجمہ نہیں ہے بلکہ ان کی عبارت کا خلاصہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی حیات کے مظاہر

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ آہیں:

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد امام کے ایک زیادہ کاٹنے نے آپ کی زیارت کی ہے اور آپ سے بیداری میں فیض حاصل کیا ہے، شیخ سراج الدین بن الحسن نے 'صفات الاولیاء' میں لکھا ہے کہ آخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ العزیز نے بیان کیا ہے کہ میں نے ظہر سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی، آپ نے فرمایا: اے میرے بیٹے! تم خطاب کیوں نہیں کرتے؟ میں نے کہا: یا رسول اللہ! میں عجمی شخص ہوں، فصاحت و بلاغت کے لئے آئیں۔ شام کروں؟ آپ نے فرمایا: اپنا منہ کھولو، میں نے منہ کھولا تو آپ نے اس میں سانس بٹھایا، دہر لا اور آپ نے فرمایا: میں سے کلام نہ کہو، انہیں نصیحت و ہدایت کے ساتھ اپنے رب کے دین کی دعوت دو پھر میں طہر کی نماز پڑھ کر لوگوں کے سامنے بیٹھ گیا، میرے پاس بہت خلو ق آئی اور مجھ پر کلام جس ہو گیا، پھر میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی زیارت کی، جو میرے سامنے مجلس میں کھڑے ہوئے تھے، آپ نے مجھ سے فرمایا: اے میرے بیٹے! کلام کیوں نہیں کرتے؟ میں نے کہا: اے میرے والد گرامی! مجھ پر کلام ملتیس ہو گیا، آپ نے فرمایا: اپنا منہ کھولو، میں نے منہ کھولا تو آپ نے میرے منہ میں چھ مرتبہ لعاب دہن ڈالا، میں نے کہا: آپ نے سات بار مکمل کیوں نہیں کیا؟ حضرت علی نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے ادب کی وجہ سے، پھر وہ مجھ سے غائب ہو گئے۔

نیز شیخ سراج الدین نے لکھا ہے کہ شیخ خیفہ بن موسیٰ النہرملکی رسول اللہ ﷺ کی نیند اور بیداری میں بہ کثرت زیارت کرتے تھے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے نیند اور بیداری میں اکثر افعال حاصل کیے اور ایک بار انہوں نے ایک رات میں آپ کی

سترہ مرتبہ زیارت کی ان باریوں میں سے ایک بار میں آپ نے فرمایا: اے خلیفہ! میری زیارت کے لیے بے قرار نہ ہوا کرو کیونکہ بہت سے اولیاء میری زیارت کی حسرت میں فوت ہو گئے اور شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ نے ”لطف الحسن“ میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے شیخ ابو العباس مری سے کہا: اپنے اس ہاتھ سے میرے ساتھ مصافحہ کیجئے انہوں نے کہا: میں نے اس ہاتھ سے رسول اللہ ﷺ کے سوا اور کسی سے مصافحہ نہیں کیا اور شیخ مری نے کہا: اگر رسول اللہ ﷺ پلک جھپکنے کی مقدار بھی میری نظروں سے اوجھل ہوں تو میں اپنے آپ کو مسلمان شمار نہیں کرتا اس قول کی مثل اور بہت سے اولیاء سے منقول ہے۔

(روح المعانی ج ۲۲ ص ۵۱-۵۲ دار الفکر بیروت ۱۳۱۷ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے خارجہ بن زید بن ثابت نے خبر دی کہ حضرت ام اہلہ رضی اللہ عنہا انصار کی ایک خاتون تھیں انہوں نے نبی ﷺ سے بیعت کی تھی وہ بیان کرتی ہیں کہ مہاجرین کو قرعہ اندازی سے تقسیم کیا گیا پس ہمارے حصہ میں حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ آئے۔ میں نے ان کو اپنے گھروں میں ٹھہرایا پس ان کو بہت شدید درد ہو گیا جس میں وہ فوت ہو گئے پس جب وہ فوت ہو گئے تو ان کو غسل دیا گیا اور انہیں ان کے کپڑوں میں کفن پہنایا گیا رسالہ اللہ ﷺ تشریف لائے تو میں نے کہا: اے ابو ابراہیم تم پر اللہ رحمت ہو میری تمہارے متعلق یہ تہنیت ہے کہ بے شک اللہ باری تکریم کی ہے پس نبی ﷺ نے فرمایا: تمہیں کس نے بتایا کہ اللہ نے ان کی تکریم کی ہے؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ پر میرے باپ نذاہوا الحمد للہ کس کی تکریم مرے گا؟ پس آپ نے فرمایا: رہے وہ تو ان کے پاس یقینی بات آتی ہے اور اللہ ان میں سے کسی کے لیے خیر رکھتا ہے ہوں اور اللہ کی قسم! میں از خود دیکھ جانتا حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا حضرت ام العلاء نے کہا: پس اللہ کی قسم! میں اس کے بعد کبھی بھی کسی کی تعریف نہیں کرتی۔ ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے اس کی مثل حدیث بیان کی اور نافع بن یزید نے کہا از عقیل ”ما یعمل بہ“ اور شعیب اور عمرو بن دینار اور معمر نے اس حدیث کی متابعت کی۔

۱۲۴۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي خَارِجَةُ بْنُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ أُمَّ الْعَلَاءِ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ بَايَعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهُ أُقْسِمَ الْمُهَاجِرُونَ قُرْعَةً فَطَارَ لَنَا عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُونٍ فَأَنزَلَنَاهُ فِي آبِيَانَا فَوَجَعَ وَجَعَهُ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ فَلَمَّا تَوُفِّيَ وَغُسِّلَ رَكِبَنِي بِيْتِ أَبِيهِ دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ رَحِمَهُ اللَّهُ عَلَيْكَ أبا السَّائِبِ فَشَهِدَتُنِي عَلَيْكَ لَقَدْ أَكْرَمَكَ اللَّهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا بِذَرِيْلِكَ أَنَّ اللَّهَ أَكْرَمَهُ؟ فَقُلْتُ يَا بَنِي أَنْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ تَمُرُّ بِكُرْمِهِ اللَّهُ؟ فَقَالَ أَمَا هُوَ فَقَدْ رَأَيْتُ لَكَ لَبَّيْ لِي لَأَرْجُو لَهُ الْخَيْرَ وَاللَّهِ مَا أَذْرِي وَأَنَا رَسُولُ اللَّهِ مَا يُكَلِّبُنِي قَالَتْ فَوَاللَّهِ لَا أُرِيكَ أَحَدًا نَعْدَهُ أَبَدًا حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سَبْرٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ وَمَعْمَرٍ

[الخراف الحديث: ۲۶۸-۳۹۲۹-۴۰۰۳-۴۰۰۴-۴۰۱۸]

(الاحاد والثنائي: ۳۳۲۳، المعجم الكبير ج ۲۵ ص ۳۳۸، حلية الاولياء

ج ۱ ص ۱۰۳، مستدرك الحجة: ۳۲۱۲، المستدرک ج ۱ ص ۳۷۸، سنن بیہقی

ج ۲ ص ۷۶، مستدرک ج ۶ ص ۳۳۶، طبع قدیم مستدرک: ۲۷۴۵-۲۷۴۶ ج ۳۵

ص ۳۵۰-۳۵۹، مؤسسة الرسالة: بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) یحییٰ بن عبد اللہ بن بکیر ابوزکریا الحزومی (۲) لیث بن متعدد (۳) عقیل بن خالد (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) خارجہ بن زید بن ثابت الانصاری یہ مدینہ کے سات فقہاء میں سے ایک ہیں ۱۰۰ھ میں فوت ہو گئے تھے (۶) حضرت ام العلاء بنت الحارث بن ثابت بن خارجہ الانصاریہ۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۲۲)

اس اعتراض کا جواب کہ نبی ﷺ کو یہ علم نہیں تھا کہ آپ کے ساتھ کیا کیا جائے گا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۳۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت ام العلاء کی حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اہل قبلہ میں سے کسی شخص کے متعلق قطعی طور پر یہ نہ کہا جائے کہ وہ جنت میں ہے یا دوزخ میں ہے لیکن نیک مسلمان کے لیے حسن عاقبت کی توقع رکھی جائے اور بدکار کے متعلق عذاب کا خوف رکھا جائے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں از خود نہیں جانتا حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ آپ کی مغفرت کے متعلق تو اللہ تعالیٰ ۲ میں مغفرت کی بشارت آچکی ہے پھر آپ نے یہ کیسے فرمایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے یہ اس سے پہلے کا واقعہ ہو جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ خبر دی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے تمام اگلے اور پچھلے بہ ظاہر خلاف اولیٰ کاموں کی مغفرت فرمادے گا۔ دل نہ دے کہ اللہ تعالیٰ اس کی دُعا کو علم نہیں تھا۔

شرح ابن بطل ج ۳ ص ۲۴۳۔ ۲۴۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ

حدیث مذکور اور الاحقاف: ۹ میں مماثلت

جس طرح حضرت ام العلاء کی حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے: اللہ کی قسم! میں از خود نہیں جانتا حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ جس طرح آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ مَا أَنَسُ بِرَبِّ وَلَا يَكُمُ. (الاحقاف: ۹)

اور نہ میں از خود جانتا ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا (اور نہ میں از خود یہ جانتا ہوں کہ) تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔

اکثر جمہور مفسرین کا مآخذ قول یہ ہے کہ آپ ﷺ کا مطلب یہ تھا کہ میں از خود یہ نہیں جانتا کہ آخرت میں میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور اس آیت کا حکم درج ذیل آیات سے منسوخ ہے

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۝ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ۝ (الفتح: ۱-۲)

(اے رسول! ہم نے آپ کے لیے صلی ہوئی فتح عطاء فرمائی) تاکہ اللہ آپ کے لیے معاف فرمادے آپ کے اگلے اور پچھلے (بہ ظاہر) خلاف اولیٰ سب کام اور آپ پر اپنی نعمت پوری کر دے اور آپ کو صراطِ مستقیم پر برقرار رکھے

چونکہ اللہ تعالیٰ ۲ سے آپ کو معلوم ہو گیا کہ آپ کی کلی مغفرت کر دی گئی ہے اس لیے تمام مستند اور محقق مفسرین نے یہ کہا ہے کہ اب الاحقاف: ۹ کا یہ حکم منسوخ ہو گیا ہے کہ آپ یہ کہیں کہ میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا کیونکہ اب آپ جانتے ہیں کہ آپ کے ساتھ کیا کیا جائے گا اور آپ کی امت کے ساتھ کیا کیا جائے گا۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۲۳-۲۴ ملخصاً دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ شہاب الدین احمد القسطلانی المتوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

حضرت ام العلاء کی حدیث میں جو آپ نے ”ما ادری“ فرمایا ہے وہ ”لِیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ“ (الفتح: ۲) کے نزول سے پہلے کا واقعہ ہے کیونکہ الاحقاف کی ہے اور الشّیخ مدنی ہے اور آپ کو پہلے اپنی مغفرت کلی کا علم نہیں تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا علم نہیں دیا تھا پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا علم عطا فرمایا تو آپ نے اس کو جان لیا۔ (الی ان قال) علامہ بیضاوی نے کہا ہے کہ دنیا اور آخرت کا پہلے آپ کو تفصیلی علم نہ تھا۔ علامہ برماوی نے کہا ہے کہ بعض تفصیل آپ سے مخفی تھیں۔ (ارشاد الساری ج ۳ ص ۳۴۸ دار الفکر بیروت ۱۴۲۱ھ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی طرف سے الاحقاف: ۹ اور حدیث مذکور پر اعتراض کا جواب

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی ۱۳۴۰ھ نے بھی الاحقاف: ۹ کو الشّیخ: ۲ سے منسوخ قرار دیا ہے چنانچہ وہ رشید احمد گنگوہی کے رد میں اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

یہی مولوی رشید احمد صاحب پھر لکھتے ہیں:

خود فخر عالم علیہ السلام فرماتے ہیں: ”واللّٰہ لا ادری ما یفعل بی ولا لکم“ الحدیث اور شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔

قطع نظر اس کے کہ حدیث اول خود احادیث ہے، سلیم لہ اس کو اندلانی شریعت، مضمون سو آیات میں تھا اور قطع نظر اس سے کہ اس آیت وحدیث کے کیا معنی ہیں اور قطع نظر اس سے کہ یہ کس وقت کے ارشاد ہیں اور قطع نظر اس سے کہ خود قرآن عظیم واحادیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں اس کا ناخ موجود ہے۔ جب آیت کریمہ:

”لِیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ“ تاکہ تیرے گناہوں سے سب اگلے پچھلے گناہ (نازل ہوئی)۔

صحابہ نے عرض کی: ”ہنیالک یا رسول اللہ بیننا لک“ ما یفعل بک فماذا یفعل بنا“ یا رسول اللہ! آپ کو مبارک ہو خدا کی قسم! اللہ عزوجل نے یہ تو صاف بیان فرمادیا کہ حضور کے ساتھ کیا کرے گا۔ اب رہا یہ کہ ہمارے ساتھ کیا کرے گا۔ اس پر آیت اتری: ”لیدخل المؤمنین (الہی ذیلہ تعالیٰ) فوزاً عظیماً“ تاکہ داخل کرے اللہ ایمان والوں اور ایمان والی عورتوں کو باریک بینی سے دیکھ کر ان میں سے جو چاہے ان کے گناہوں سے ان کے گناہوں کے یہاں بڑی مراد پاتا ہے۔

یہ آیت اور ان کے امثال بے نظیر اور یہ حدیث جلیل وشہیر ایسوں کو کیوں بھائی دیتیں۔

(انباء المصطفیٰ ص ۹-۸ نوری کتب خانہ لاہور)

اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے ”انباء الحی“ ص ۳۸۸ (مرکز اہل سنت برکات رضا) میں بھی متعدد احادیث کے حوالوں سے اسی طرح لکھا ہے۔

صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ نے بھی الاحقاف: ۹ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہ آیت الفتح: ۲ سے منسوخ ہے۔

۱۲۴۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا قُتِلَ أَبِي جَعَلْتُ أَكْثِيفُ الثُّوبِ عَنْ وَجْهِهِ أَبْكِي وَيَنْهَوْنِي عَنْهُ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْهَانِي فَجَعَلْتُ عَمَّتِي فَاطِمَةَ تَبْكِي فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبْكِينَ أَوْ لَا تَبْكِينَ مَا زَالَتْ مَلَائِكَةُ تَظَلُّهُ بِأَجْنِحَتِهَا حَتَّى رَفَعَتُ مَوْهَهُ تَابَعَهُ ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ الْمُنْكَدِرِ سَمِعَ جَابِرًا رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ.

[اطراف الحديث: ۱۲۹۳-۲۸۱۶-۳۰۸۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے محمد بن المنکدر سے سنا انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سنا انہوں نے بیان کیا: جب میرے والد کو شہید کر دیا گیا تو میں ان کے چہرے سے کپڑا کھول کر رو رہا تھا اور لوگ مجھے اس سے منع کر رہے تھے اور نبی ﷺ مجھے اس سے منع نہیں فرما رہے تھے پھر میری پھوپھی فاطمہ رو نے لگیں تو نبی ﷺ نے فرمایا: تم روؤ یا نہ روؤ فرشتے ان پر اپنے پروں سے سایا کر رہے ہیں حتیٰ کہ تم نے ان (کے جنازہ) کو اٹھا لیا۔ شعبہ کی متابعت ابن جریج نے کی ہے انہوں نے کہا: مجھے ابن المنکدر نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا۔

(صحیح مسلم: ۲۳۷۱، رقم المسلسل: ۶۲۳۷، نسائی: ۱۸۳۲، جامع المسانید لابن جوزی: ۹۷۰، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۳۲۶ھ)

حضرت جابر کے والد کی تکریم

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فرشتے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد کے اوپر اپنے پروں سے سایا کر رہے ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ فرشتے ان کے والد کی تکریم کر رہے ہیں اور ان کی روح کو اوپر لے کر جا رہے ہیں۔
* یہ حدیث 'شرح صحیح مسلم: ۶۲۳۳-ج ۶ ص ۱۱۳۰' پر ذکر کی گئی ہے اس کی شرح میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد کی سوانح بیان کی گئی ہے۔

کوئی شخص میت کے گھر والوں کو

اس کی موت کی خبر دے

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از سعید بن المسیب از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ جس دن النجاشی فوت ہوئے اس دن رسول اللہ ﷺ نے ان کی موت کی خبر دی آپ عید گاہ کی طرف نکلے آپ نے مسلمانوں کی صفیں بنائیں اور چار تکبیریں پڑھیں۔

۴ - بَابُ الرَّجُلِ يَنْعَى إِلَى

أَهْلِ الْمَيِّتِ بِنَفْسِهِ

۱۲۴۵ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنِي سَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَى النَّجَاشِيَّ فِي الْيَوْمِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ خَرَجَ إِلَى الْمُصَلَّى فَصَفَّ بِهِمْ وَكَبَّرَ أَرْبَعًا. [اطراف الحديث: ۳۸۸۱-۳۸۸۰-۱۳۲۳-۱۳۲۸-۱۳۲۷-۱۳۱۸]

(صحیح مسلم: ۹۵۱، رقم المسلسل: ۲۱۶۹، سنن ابوداؤد: ۳۲۰۳، سنن نسائی: ۱۹۷۱، مصنف عبد الرزاق: ۶۳۹۳، سنن بیہقی ج ۴ ص ۳۵، مسند احمد

ج ۲ ص ۲۸۱، طبع قدیم، مسند احمد: ۷۷۷۶-ج ۱۳ ص ۱۹۰، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ۳۵۱۳، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۳۲۶ھ، مسند

غائبانہ نماز جنازہ کی تحقیق

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے مسلمانوں کو نجاشی کی موت کی خبر دی اور خصوصاً اس کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی کیونکہ عام مسلمانوں کے علم میں اس کا اسلام لانا نہیں تھا تو آپ نے یہ ارادہ کیا کہ تمام مسلمانوں کو اس کے اسلام کی خبر دیں اور تمام مسلمانوں کے ساتھ اس کے حق میں دعا کریں تاکہ اسے تمام مسلمانوں کی دعا کی برکت حاصل ہو اس کی خصوصیت کی دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے مسلمانوں میں سے کسی کی بھی نماز جنازہ نہیں پڑھی اور نہ ان مہاجرین اور انصار کی جو مختلف شہروں میں فوت ہو گئے تھے اور نبی ﷺ کے بعد اسی پر مسلمانوں کا عمل رہا اور نبی ﷺ نے نجاشی کے علاوہ کسی کی بھی غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھی نماز جنازہ فرض کفایہ ہے جو شخص جس شہر میں فوت ہو جائے صرف اس شہر کے لوگ اس کی نماز جنازہ پڑھیں اور غائبانہ نماز جنازہ صرف نجاشی کی خصوصیت ہے۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ نجاشی کی روح نبی ﷺ کے سامنے حاضر تھی سو آپ نے اس پر نماز پڑھی تھی اور آپ کے لیے جنازہ کو اٹھا کر لایا گیا تھا جیسا کہ آپ کے لیے بیت المقدس کو منکشف کر دیا گیا تھا جب کفار قریش نے آپ سے بیت المقدس کی صفات کے متعلق سوال کیا تھا آپ کو نجاشی کی موت کا علم تھا اور آپ نے اپنے اصحاب کو اس کی خبر دی تھی آپ گھر سے نکلے اور آپ نے مسلمانوں کو اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور یہ اس کی خصوصیت کی دلیل ہے اسی وجہ سے امت نے غائبانہ نماز جنازہ کو ترک کر دیا ہے اور میں نے امت میں سے کسی کو نہیں پایا جس نے غائبانہ نماز جنازہ پڑھنے کی جرات دی ہو۔

(شرح ابن بطلال ج ۳ ص ۲۳۵-۲۳۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

میں کہتا ہوں کہ نبی ﷺ نے تمین اور مسلمانوں کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی ہے اور وہ بھی آپ کی خصوصیت ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام نبی ﷺ پر نازل ہوئے اور کہا کہ معاویہ بن معاویہ اللیشی فوت ہو گئے ہیں کیا آپ ان کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا چاہتے ہیں آپ نے فرمایا ہاں! حضرت جبریل نے اپنے پیرزمن پر مارے پس جو درخت اور ٹیلہ تھا وہ زمین کے نیچے ہو گیا اور اس کا جنازہ اٹھا کر لایا گیا حتیٰ کہ آپ نے اس کو دیکھا اور اس پر نماز پڑھی اور آپ کے پیچھے فرشتوں کی دو صفیں تھیں اور ہر صف میں ستر ہزار فرشتے تھے پس نبی ﷺ نے حضرت جبریل سے پوچھا: اے جبریل! کو اللہ کی جناب سے یہ مرتبہ کس وجہ سے اصل ہے؟ حضرت جبریل نے کہا: یہ ”قل هو اللہ احد“ پڑھنے سے محبت کرتے تھے، آیت ”لا یغتر“ ہو، اور ”یومئذ یخسفون“ اس کو پڑھتے رہتے تھے۔

(المعجم ۴۰: ۱۱ ص ۴۰، ۴۱ ص ۴۱، ۴۲ ص ۴۲، ۴۳ ص ۴۳، ۴۴ ص ۴۴، ۴۵ ص ۴۵، ۴۶ ص ۴۶، ۴۷ ص ۴۷، ۴۸ ص ۴۸، ۴۹ ص ۴۹، ۵۰ ص ۵۰، ۵۱ ص ۵۱، ۵۲ ص ۵۲، ۵۳ ص ۵۳، ۵۴ ص ۵۴، ۵۵ ص ۵۵، ۵۶ ص ۵۶، ۵۷ ص ۵۷، ۵۸ ص ۵۸، ۵۹ ص ۵۹، ۶۰ ص ۶۰، ۶۱ ص ۶۱، ۶۲ ص ۶۲، ۶۳ ص ۶۳، ۶۴ ص ۶۴، ۶۵ ص ۶۵، ۶۶ ص ۶۶، ۶۷ ص ۶۷، ۶۸ ص ۶۸، ۶۹ ص ۶۹، ۷۰ ص ۷۰، ۷۱ ص ۷۱، ۷۲ ص ۷۲، ۷۳ ص ۷۳، ۷۴ ص ۷۴، ۷۵ ص ۷۵، ۷۶ ص ۷۶، ۷۷ ص ۷۷، ۷۸ ص ۷۸، ۷۹ ص ۷۹، ۸۰ ص ۸۰، ۸۱ ص ۸۱، ۸۲ ص ۸۲، ۸۳ ص ۸۳، ۸۴ ص ۸۴، ۸۵ ص ۸۵، ۸۶ ص ۸۶، ۸۷ ص ۸۷، ۸۸ ص ۸۸، ۸۹ ص ۸۹، ۹۰ ص ۹۰، ۹۱ ص ۹۱، ۹۲ ص ۹۲، ۹۳ ص ۹۳، ۹۴ ص ۹۴، ۹۵ ص ۹۵، ۹۶ ص ۹۶، ۹۷ ص ۹۷، ۹۸ ص ۹۸، ۹۹ ص ۹۹، ۱۰۰ ص ۱۰۰)

الذہبی نے کہا ہے: یہ حدیث منکر ہے۔ مجمع الزوائد ج ۳ ص ۳۸

علامہ عبد اللہ بن یوسف الزبیلی حنفی متوفی ۷۶۲ھ لکھتے ہیں:

امام بیہقی نے کہا ہے کہ ضعیف سندوں سے مروی ہے کہ آپ نے دو اور غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی ہیں اور وہ حضرت زید بن حارثہ اور حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کی نمازیں ہیں اور حدیث میں ہے کہ ان کے جنازوں کو بھی آپ کے لیے منکشف کر دیا گیا تھا۔ امام واقدی نے اپنی سند کے ساتھ کتاب المغازی میں عبد اللہ بن ابی بکر سے روایت کیا ہے کہ جب لوگ غزوہ موتہ میں گئے تو رسول اللہ ﷺ منبر پر بیٹھے اور آپ کے لیے شام کو منکشف کر دیا گیا آپ ان کے میدان جنگ دیکھ رہے تھے پس نبی ﷺ نے فرمایا: اب جھنڈا زید بن حارثہ نے لیا پس وہ لڑتے رہے حتیٰ کہ شہید ہو گئے پھر آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور ان کے لیے دعا

اس حدیث میں میت پر رونے کا جواز ہے کیونکہ جب آپ نے ان صحابہ کی شہادت کی خبر دی تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے جس کے دل میں رحمت ہو اس کی آنکھوں سے آنسو نکلتے ہیں اور یہ اچھی صفت ہے۔

حضرت خالد بن ولید کو کسی نے اس لشکر کا امیر نہیں بنایا تھا وہ از خود امیر بن گئے تھے اس سے معلوم ہوا کہ جب قوم کا کوئی امیر نہ رہے اور بغیر امیر کے قوم کی ہلاکت کا خطرہ ہو تو جو شخص اہل ہو اس کا از خود امیر بننا جائز ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ حضرت خالد کے اس اقدام سے راضی ہوئے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۳۳-۳۴ ملخصاً وموضحاً بخبر جابر دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

جنازہ کی خبر دینا

۵۔ بَابُ الْإِذْنِ بِالْجَنَازَةِ

وَقَالَ أَبُو رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا كُنْتُمْ أَذْنُومُنِي.

اور ابو رافع نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم نے مجھے خبر کیوں نہیں دی۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سیاہ فام مرد تھا جو مسجد کی صحنائی کرتا تھا وہ فوت ہو گیا نبی ﷺ نے اس کے متعلق دریافت کیا پس لوگوں نے بتایا کہ وہ فوت ہو گیا آپ نے فرمایا: تم نے مجھے خبر کیوں نہیں دی! مجھے اس کی قبر بتاؤ پھر آپ اس کی قبر پر آئے اور اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۲۰ سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۱۵۲)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۷۰-۷۱ پر ذکر کی گئی ہے اس کی شرح کا عنوان ہے: قبر پر نماز جنازہ۔

۱۲۴۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَحْبَبْنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيِّ الشَّعْبِيُّ عَنْ أَبِي عَنَاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ فَمَا بِاللَّيْلِ فَيَذْفُوهُ لَيْلًا فَلَمَّا أَصْبَحَ أَخْبَرُوهُ فَقَالَ مَا مَنَعَكَ أَنْ تُعَلِّمَانِي؟ قَالُوا كُنَّا اللَّيْلُ ذِكْرًا وَكَانَتْ لِمُتَةٍ مِنْ أَهْلِ شَيْبَانَ تَتَى لِعَمَلٍ فِيهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ابو معاویہ نے خبر دی از ابی اسحاق الشیبانی از ابو عناس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک انسان فوت ہو گیا جس کا رسول اللہ ﷺ عیادت کرتے تھے وہ رات کو فوت ہوا تھا تو صحابہ نے رات کو اسے دفن کر دیا جب صبح ہوئی تو انہوں نے آپ کو خبر دی آپ نے فرمایا: تم نے اس کی چیز نے مجھے اس کی اطلاع دے سے رکھ کر صحابہ سے یہ رات کا وقت تھا ہم نے اس کو ناپسند کیا کہ اندھیرے میں آپ کو آنے میں مشکل پیش آئے پس آپ اس کی قبر پر آئے اور اس کی نماز جنازہ پڑھی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری ج ۸ ص ۸۵ میں گزر چکی ہے۔

اس شخص کی فضیلت جس کا بیٹا فوت ہو گیا

اور اس نے ثواب کی نیت سے صبر کیا

یعنی اس نے اللہ کی تقدیر پر راضی ہو کر صبر کیا اور اس کی رحمت اور مغفرت کی امید رکھی۔

۶۔ بَابُ فَضْلِ مَنْ مَاتَ لَهُ

وَلَدٌ فَاحْتَسَبَ

اور اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: آپ صبر کرنے والوں کو بشارت

وَقَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ ﴿وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ﴾

(البقرہ: ۱۵۵)۔

دیکھئے۔ (البقرہ: ۱۵۵)

اس پوری آیت کا ترجمہ اس طرح ہے: آپ ان صبر کرنے والوں کو بشارت دیجئے، جب ان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں: بے شک ہم اللہ کے لیے ہیں اور بے شک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں O اور مصیبت کا لفظ عام ہے بیٹے کی موت کی مصیبت بھی اس میں شامل ہے۔

۱۲۴۸ - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزُ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ النَّاسِ مِنْ مُسْلِمٍ يَتَوَقَّى لَهُ ثَلَاثٌ لَمْ يَنْلُغُوا الْجَنَّةَ إِلَّا أَدْخَلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ إِيَّاهُمْ. [طرف الحديث: ۱۳۸۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ: انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس مسلمان کے بھی تین ایسے بیٹے فوت ہو جائیں جو بلوغت کی عمر کو نہ پہنچے ہوں تو اس شخص کی ان بچوں پر رحمت کے فضل کی وجہ سے اللہ اس شخص کو جنت میں داخل کر دے گا۔

(سنن نسائی: ۱۸۷۲، سنن ابن ماجہ: ۱۶۰۵، سنن ترمذی: ۱۰۶۱، حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۲۰۹، شعب الایمان: ۹۷۴۹، مسند احمد ج ۱ ص ۷۵ طبع

قدیم مسند احمد: ۳۵۵۳، ج ۶ ص ۱۵، مؤسسۃ ماہیروت جامع المسانید، جوز، ۵۰، مکتبۃ المدینہ، غز، ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابو معمر عبد اللہ بن عمر (۲) عبد الوارث بن سعید (۳) عبد العزیز بن صہیب (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۴۲)

حدیث مذکور کی عنوان سے مطابقت پر اعتراض کیا جواب

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس حدیث کے الفاظ میں ہے: "ان سے اپنے بیٹے پر ثواب کی نیت سے صبر کرے اور حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا اگرچہ صراحتہ ذکر نہیں ہے لیکن التزاماً ذکر ہے کیونکہ وہ جنت میں اسی وقت داخل ہو گا جب ثواب کی نیت سے اپنے بیٹوں کی موت پر صبر کرے گا۔

"الْجَنَّةُ" کا معنی اور نابالغ بچوں کی موت پر صبر کی تخصیص کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ وہ تین بیٹے "الْجَنَّةُ" کو نہ پہنچے ہوں "الْجَنَّةُ" کا معنی ہے: گناہ اور گناہ کی کوئی فعل اسی وقت گناہ قرار دیا جاتا ہے جب وہ بالغ ہو چکا ہو اس لیے اس کا معنی یہ ہے کہ جب وہ بلوغت کی عمر کو نہ پہنچے ہوں۔ نابالغ بچوں کی موت پر صبر کرنے کی وجہ سے جنت میں دخول کی بشارت اس لیے ہے کہ نابالغ بچوں سے محبت اور شفقت اور ان پر رحمت بہت زیادہ ہوتی ہے اور نابالغ بچوں پر اتنی شفقت اور رحمت نہیں ہوتی کیونکہ عموماً اولاد بالغ ہونے کے بعد ماں باپ کی نافرمانیاں بہت زیادہ کرتی ہے اس لیے اس سے محبت کا وہ جذبہ نہیں رہتا۔

۱۲۴۹ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْأَصْبَهَانِيِّ عَنْ ذُكْوَانَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النِّسَاءَ قُلْنَ لِلنَّبِيِّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرحمان بن الاصبہانی نے حدیث بیان کی از ذکوان از

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْعَلْ لَنَا يَوْمًا فَوْعَظْهُمْ
وَقَالَ أَيُّمَا امْرَأَةٍ مَاتَ لَهَا ثَلَاثَةٌ مِنَ الْوَلَدِ كَانُوا
جِجَابًا مِنَ النَّارِ. فَأَلْبَتِ امْرَأَةٌ وَائْتَانِ؟ قَالَ وَائْتَانِ.

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کہ عورتوں نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ آپ ہمارے لیے ایک دن مقرر کر دیں! پس آپ نے ان کو وعظ کیا کہ جس عورت کے بھی تین بچے فوت ہو جائیں تو وہ اس کے لیے دوزخ کی آگ سے حجاب ہو جائیں گے! ایک عورت نے کہا: اگر دو فوت ہوں؟ آپ نے فرمایا: اور دو بھی۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۱۰۱ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۵۰ - وَقَالَ شَرِيكُ عَنْ ابْنِ الْأَصْبَهَانِيِّ قَالَ
حَدَّثَنِي أَبُو صَالِحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ
اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.
قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ لَمْ يَتْلُفُوا الْجَنَّةَ.

اور شریک نے کہا از ابن الاصبہانی 'انہوں نے کہا: مجھے ابوصالح نے حدیث بیان کی از حضرت ابوسعید و حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما عن نبی ﷺ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ بچے بلوغت کی عمر کو نہ پہنچے ہوں۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۱۰۲ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۵۱ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ
سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي
هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَمُوتُ لِمُسْلِمٍ ثَلَاثَةٌ مِنَ الْوَلَدِ
فَيَلْجَ النَّارَ إِلَّا تَحِلَّةَ الْقَسَمِ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ
﴿وَإِنْ يَنْكُرْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا﴾ (مریم: ۱۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے الزہری سے سنا از سعید بن المسیب از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: جس مسلمان کے تین بچے فوت ہوں تو وہ صرف قسم کو پورا کرنے کے لیے دوزخ میں داخل ہوگا۔ امام ابوعبد اللہ: ہر قسم! تم میں سے ہر شخص دوزخ میں داخل ہوگا۔ (مریم: ۱۱)

مرف الحدیث: ۶۶۵۶

(صحیح مسلم: ۲۶۳۲، رقم السلسل: ۶۵۷۳، سنن ابوداؤد: ۲۲۶۰، سنن ترمذی: ۱۰۶۰، سنن نسائی: ۱۸۷۵، مسند الحمیدی: ۱۰۸۴، مسند ابویعلیٰ:

۵۸۶۹، صحیح ابن حبان: ۳۱۰۶، سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۱۱، مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۰، طبع قدیم مسند احمد: ۷۲۶۵، ج ۱۲ ص ۲۰۶، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع

المسانید لابن جوزی: ۳۵۲۱، مکتبۃ الرشیدیہ بیروت: ۱۳۲۶ھ)

ہر شخص کا دوزخ سے ہوگا اس آیت کی تفسیر

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

یہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ مسلمانوں کی اولاد جنت میں ہوگی اور یہ جمہور علماء کا قول ہے اس پر اس جماعت کا اجماع ہے جس کا غلط ہونا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ محال ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے فضل سے ان کے آباء کو معاف فرمادے اور ان کی اولاد پر رحمت نہ فرمائے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اللہ کی قسم! تم میں سے ہر شخص دوزخ میں داخل ہوگا۔ (مریم: ۱۷)

علماء کا اس دخول میں اختلاف ہے حضرت جابر بن عبد اللہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ہر نیک اور ہر بد دوزخ میں داخل ہوگا، مؤمن پر دوزخ ٹھنڈی اور سلاستی والی بن جائے گی جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بن گئی تھی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ

اور کعب احبار نے کہا: اس دخول سے مراد پل صراط سے گزرنا ہے۔

حضرت ابن عباس سے ایک روایت ہے کہ اس آیت میں کفار سے خطاب ہے کیونکہ اس سے پہلے یہ آیات ہیں:

فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيَاطِينَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ
حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ۝ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيعَةٍ أَيُّهُمْ
أَشَدُّ عَلَى الرَّحْمَنِ عِثًّا ۝ ثُمَّ لَنَحْنُ أَعْلَمُ بِالَّذِينَ هُمْ
أَوْلَىٰ بِهَا صِلِيًّا ۝ وَإِنْ مِنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلَىٰ
رَبِّكَ حَتْمًا مَقْضِيًّا ۝ ثُمَّ نُنْجِي الَّذِينَ اتَّقَوْا وَنَذَرُ
الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا ۝ (مریم: ۷۲-۷۸)

سو آپ کے رب کی قسم! ہم ضرور ان سب کو اور شیطانوں کو
جمع کریں گے پھر ہم انہیں ضرور جہنم کے گرد گھٹنوں کے بل گرے
ہوئے حاضر کریں گے ۝ پھر ہم ہر گروہ سے اس کو ضرور باہر نکالیں
گے جو رحمن پر سب سے زیادہ اکڑنے والا ہوگا ۝ پھر بے شک ہم
ان لوگوں کو خوب جانتے ہیں جو جہنم میں داخل ہونے کے زیادہ
لائق ہیں ۝ اور بے شک تم میں سے ہر شخص ضرور دوزخ پر وارد ہوگا
یہ آپ کے رب کے نزدیک قطعی فیصلہ کیا ہوا ہے ۝ پھر ہم متقین کو
دوزخ سے نکال لیں گے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل چھوڑ
دیں گے ۝

ایک جماعت نے کہا ہے کہ مؤمن کو دوزخ سے دور کر دیا جائے گا وہ اس کو دیکھے گا نہ اس پر وارد ہوگا اور دنیا میں جو اس کو بخار
آیا تھا وہی اس کے حق میں دوزخ پر وارد ہوگا۔ انہوں نے کہا: نہ کی آگ سے مؤمن کا حصہ دنیا میں بخار آتا ہے سو وہ
آخرت میں دوزخ پر وارد نہیں ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مریض کی عیادت کی میں بھی آپ کے ساتھ
تھا آپ نے اس سے فرمایا: تمہیں خوش خبری ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یہ میری آگ ہے جس کو میں بندہ مؤمن کے اوپر مسلط کرتا
ہوں تاکہ یہ اس کے لیے آخرت کی آگ کا حصہ ہو جائے۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(بخاری ج ۳ ص ۲۲۰، مسند احمد ج ۲ ص ۳۴۰، المستدرک ج ۱ ص ۳۲۵)

خلاصہ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں متعدد اقوال ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ سب دوزخ میں داخل ہوں گے مسلمان داخل نہیں
ہوں گے دوسرا قول یہ ہے کہ مؤمن اور کافر سب دوزخ میں داخل ہوں گے تیسرا قول یہ ہے کہ دوزخ میں دخول سے مراد سب کا پل
صراط سے گزرنے کا ہے چوتھا قول یہ ہے کہ سب دوزخ میں آریں گے۔ دوزخ کو دیکھیں گے اور بانچواں قول یہ ہے کہ سب دوزخ میں
داخل ہوں گے۔ یہاں پر یہ بات ہے کہ وہ ان کے دوزخ میں داخل ہونے کے لئے ہیں۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۳۸-۲۳۹ مع زیادة دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

* اس آیت کی زیادہ تفصیل اور تحقیق ہماری تفسیر تبیان القرآن ج ۷ ص ۳۰۷ سورہ مریم: ۷۱ میں ملاحظہ فرمائیں۔

مرد کا قبر کے پاس کسی عورت

سے یہ کہنا: صبر کرو

۷۔ بَابُ قَوْلِ الرَّجُلِ لِلْمَرْأَةِ

عِنْدَ الْقَبْرِ إِصْبِرِي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان

کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا:

ہمیں ثابت نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہ

۱۲۵۲۔ حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا

ثَابِتٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ

مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِامْرَأَةٍ عِنْدَ قَبْرِ وَهَى

تَبْكِي، قَالَ اتَّقِي اللَّهَ وَاصْبِرِي. نبی ﷺ قبر کے نزدیک ایک عورت کے پاس سے گزرے تو اس

[اطراف الحدیث: ۱۲۸۳-۱۳۰۲-۱۵۴] وقت رو رہی تھی آپ نے فرمایا: اللہ سے ڈرو اور صبر کرو۔

(صحیح مسلم: ۹۲۶، الرقم السلسل: ۲۱۰۵، سنن ابوداؤد: ۳۱۲۳، سنن ترمذی: ۹۸۸، سنن نسائی: ۱۸۷۰-۱۸۶۹، مسند ابویعلیٰ: ۳۳۵۸، مسند ابویوسف: ۱۰۶۸، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۰۳۰، شرح السنن: ۱۳۱۱، صحیح ابن حبان: ۲۸۹۵، سنن بیہقی ج ۱ ص ۵۳۹، شعب الایمان: ۹۷۰۲، المعجم: ۱۰۶۳۰، مسند ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۷۱، سنن داری: ۶۸۲، مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۳، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۲۳۵۸، ج ۱۹ ص ۲۴۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

مسنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۷۱، سنن داری: ۶۸۲، مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۳، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۲۳۵۸، ج ۱۹ ص ۲۴۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

خواتین کے لیے زیارتِ قبور کا ثبوت

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زیارتِ قبور جائز ہے اور خواتین کے لیے بھی زیارتِ قبور جائز ہے لیکن پردے کی پابندی بہر حال ضروری ہوگی ورنہ آپ نے جس طرح اس عورت کو آواز سے رونے سے منع فرمایا آپ اس کو قبر کی زیارت سے بھی منع فرماتے نیز اس حدیث میں نیکی کا حکم دینے اور بُرائی سے روکنے کا ثبوت ہے اور نبی ﷺ کی تواضع کا ثبوت ہے کیونکہ آپ نے اس کو ڈانٹا نہیں اور اس میں کسی کے مرنے پر آواز سے رونے کی ممانعت کا ثبوت ہے اور اس رونے والی کو صبر کرنے کی نصیحت کا ثبوت ہے۔

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۲۰۳۶، ج ۲ ص ۳۲۸ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی

۸۔ بَابُ غُسْلِ الْمَيِّتِ وَوُضُوئِهِ

میت کو بیری کے پانی سے غسل دینا

اور وضوء کرانا

بِالْمَاءِ وَالسِّدْرِ

وَحَنُظُّ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ: عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَغْتَسِلُ بِمَاءِ السِّدْرِ وَغُسْلُ الْمَيِّتِ بِمَاءِ السِّدْرِ خَيْرٌ مِنْ غُسْلِهِ بِمَاءِ الْوُضُوءِ. حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت سعید بن زید کے بیٹے کو خوشبو لگائی ان کے جنازہ کو اٹھایا نماز پڑھی اور وضوء نہیں کیا۔

اس تعلق کی اصل یہ حدیث ہے:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بیٹے کو خوشبو لگائی اور ان کا جنازہ اٹھایا پھر مسجد

میں داخل ہوئے پس نماز پڑھی اور وضوء کیا۔ (ترمذی: ۱۸۰۰، باب: ۳۱، ج ۱ ص ۱۹، المستند التوفیقیہ بیروت)

ہشام بن عروہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک میت کو کفن دیا اور اس کو خوشبو لگائی پھر وضوء

نہیں کیا۔ (مسند ابن ابی شیبہ: ۱۱۲۵۶، مجلس علمی بیروت، ص ۱۰۱، نیبہ: ۱۱۱۳۳، دار الکتب العلمیہ بیروت)

آیا میت کو غسل دینے سے وضوء واجب ہوتا ہے یا نہیں؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میت کو غسل دینے سے وضوء واجب ہوتا ہے۔ (ترمذی: ۹۹۳، سنن ابن ماجہ: ۱۳۵۸، مسند احمد ج ۲ ص ۲۷۲)

اٹھانے سے وضوء واجب ہوتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۹۹۳، سنن ابن ماجہ: ۱۳۵۸، مسند احمد ج ۲ ص ۲۷۲)

امام ترمذی فرماتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ کی حدیث حسن ہے، اہل علم کا میت کو غسل دینے والے پر غسل کے وجوب میں

اختلاف ہے، نبی ﷺ کے اصحاب میں سے بعض اہل علم نے کہا ہے کہ جب کوئی شخص میت کو غسل دے تو اس پر غسل ہے اور بعض

نے کہا: اس پر وضوء ہے، امام مالک بن انس نے کہا: میرے نزدیک غسل میت کی وجہ سے غسل کرنا مستحب ہے واجب نہیں ہے اور اسی

طرح امام شافعی نے کہا ہے، امام احمد بن حنبل نے کہا: جس نے میت کو غسل دیا مجھے امید ہے اس پر غسل واجب نہیں ہے، ابو داؤد، تو اس

کے متعلق بہت کم کہا گیا ہے اور عبد اللہ بن المبارک سے مروی ہے: غسل میت سے غسل واجب ہوتا ہے نہ وضوء۔

(سنن ترمذی ص ۳۲۰، دار المعرفۃ بیروت، ۱۴۲۳ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے لکھا ہے: امام بخاری کی ذکر کردہ تعلیق اس پر دلالت کرتی ہے کہ میت کو غسل دینے والے پر وضوء کرنا واجب نہیں ہے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۵۳)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا
الْمُسْلِمُ لَا يَنْجُسُ حَيًّا وَلَا مَيِّتًا.
اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اپنے مردوں کو نجس نہ قرار دو، کیونکہ مومن نجس نہیں ہوتا خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۲۳۶، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۱۳۴، دارالکتب العلمیہ بیروت)

وَقَالَ سَعْدُ لَوْ كَانَ نَجَسًا مَا مَسَسْتُهُ.
اور حضرت سعد نے کہا: اگر مردہ نجس ہوتا تو میں اس کو نہ چھوتا۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

عائشہ بنت سعد بیان کرتی ہیں کہ حضرت سعد کو حضرت سعید بن زید کے جنازہ کی خبر دی گئی، اس وقت وہ بقیع میں تھے، پس حضرت سعد آئے اور انہوں نے حضرت سعید کو غسل دیا اور کفن پہنایا اور ان کو خوشبو لگائی، پھر ان کے گھر گئے اور ان پر نماز جنازہ پڑھی، پھر پانی منگا کر غسل کیا، پھر کہا: میں نے اس کی وجہ سے غسل نہیں کیا اور اگر وہ مومن ہوتا تو میں ان کو غسل نہ دیتا لیکن میں نے گرمی کی وجہ سے غسل کیا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۲۵۱، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۱۳۴، دارالکتب العلمیہ بیروت)

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُؤْمِنُ لَا يَنْجُسُ.
اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن نجس نہیں ہوتا۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے آپ کو غسل دیا اور آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور میں آپ کے ساتھ چلنے لگا، حتیٰ کہ آپ بیٹھ گئے، پس میں نے آپ کو غسل دیا اور میں نے غسل کیا، پھر میں آیا تو آپ بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے پوچھا: اے ابو ہریرہ! تم کہاں تھے؟ میں نے آپ کو بتایا، آپ نے فرمایا: سبحان اللہ! اے ابو ہریرہ! بے شک مومن نجس نہیں ہوتا۔ (صحیح البخاری: ۲۸۵، صحیح مسلم: ۳۷۱)

۱۲۵۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَزْزَنٍ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي يُونُسَ السَّخْتِيَانِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ الْأَنْصَارِيَّةِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حِينَ تَوَقَّيْتُ ابْنَتَهُ، فَقَالَ اغْسِلْنَهَا فَلَا تُاْخِمْ، أَوْ اكْثَرِ مِنْ ذَلِكَ إِنْ رَأَيْتَنَ ذَلِكَ، بِمَاءٍ وَبَسْطَرٍ، وَاجْعَلْنَ فِي الْأُخْرَةِ كَأَفُورًا، أَوْ شَيْئًا مِنْ كَأَفُورٍ، فَإِذَا فَرَّغْتَنِ فَإِذْنِي، فَلَمَّا فَرَّغْنَا أَذْنَاهُ

امام بخاری نے اس حدیث کو اس طرح بیان کیا ہے: ہمیں اسماعیل بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی، ابویوب السختیانی از محمد بن سیرین از حضرت ام عطیہ الانصاریہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی فوت ہو گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو تین دفعہ یا پانچ دفعہ یا اس سے زیادہ دفعہ غسل دو، اگر تم اس کو مناسب سمجھو، پانی اور بیری کے پتوں سے اور اس کے آخر میں کافور یا کچھ کافور رکھ دینا، پس جب تم فارغ ہو جاؤ

فَاعْطَانَا حِقْوَهُ، فَقَالَ أَشِعْرَنَهَا إِيَّاهُ. تَعْنِي إِزَارَةً. تو مجھے بتانا پس جب ہم فارغ ہو گئیں تو ہم نے آپ کو بتایا پس

آپ نے ہم کو اپنا تہبند دیا اور فرمایا: اس تہبند کو اس کا ازار بنا دینا۔

(صحیح مسلم: ۹۳۹، الرقم المسلسل: ۲۱۳۳، سنن ابوداؤد: ۳۱۳۲، سنن نسائی: ۱۸۸۵-۱۸۸۰، سنن ابن ماجہ: ۱۳۵۸، سنن ترمذی: ۹۹۰، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۳۳، المعجم الکبیر ج ۲۵ ص ۱۶۵، مسند الحمیدی: ۳۶۰، مسند احمد ج ۵ ص ۸۵، طبع قدیم، مسند احمد: ۲۰۷۹۵، ج ۳ ص ۳۹۱، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسماعیل بن ابی اویس (۲) امام مالک بن انس (۳) ایوب السخیانی (۴) محمد بن سیرین (۵) حضرت ام عطیہ الانصاریہ یہ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی کو غسل دینے کے موقع پر حاضر تھیں میت کو غسل دینے کے متعلق ان سے اعلیٰ کسی کی حدیث نہیں ہے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۵۶)

نبی ﷺ کی صاحبزادی کا تذکرہ اور آثار صالحین سے تبرک کا حصول

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی فوت ہو گئیں ان کا نام حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھا یہ ابو العاص بن الربیع کی زوجہ تھیں اور حضرت امامہ کی والدہ تھیں جن کو رسول اللہ ﷺ نے نماز میں اٹھایا ہوا تھا جب آپ سجدہ کرتے تو ان کو زمین پر رکھ دیتے اور جب کھڑے ہوتے تو ان کو اٹھا لیتے۔ نبی رسول ﷺ کی سب سے بڑی صاحبزادی تھیں ان کا نکاح ابو العاص بن الربیع سے ہوا ان سے حضرت علی اور حضرت امامہ رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے۔ حضرت زینب ۸ھ میں فوت ہوئیں بعض اہل سیر نے لکھا ہے کہ یہ صاحبزادی حضرت ام کلثوم تھیں جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں اور صحیح یہ ہے کہ یہ قصہ حضرت زینب کا ہے کیونکہ جب حضرت ام کلثوم فوت ہوئیں تو رسول اللہ ﷺ بدر میں گئے ہوئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس تہبہ ان کو دینا یعنی جسم کے۔ تھ لپیٹ دینا تاکہ انہیں آپ کے آثار شریفہ کا تبرک حاصل ہو آپ نے ان کو ابتداء پر اندھیں بالابا خر دیا تاکہ یادہ دیر تک یہ آپ کے جسم مبارک کے ساتھ لگا رہے اور یہ حدیث آثار صالحین سے تبرک کے حصول کی اصل ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میت کو بیری کے پتوں کے پانی سے غسل دینا چاہیے اور اس کے کفن میں کافور یا اور کسی قسم کی خوشبو لگانی چاہیے۔ طاق۔ تہ غسل دینا چاہیے۔ عمدة القاری ج ۱ ص ۱۰۰، المکتب العلمیہ بیروت ص ۱۱۲

طاق مرتبہ غسل کا کتاب

۹۔ بَابُ مَا اسْتَحَبَّ أَنْ يَسْتَحْبَّ وَتَرُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب الشافعی نے حدیث بیان کی از ایوب از محمد از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتی ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے ہم اس وقت آپ کی صاحبزادی کو غسل دے رہی تھیں آپ نے فرمایا: ان کو تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا اس سے زیادہ مرتبہ پانی سے اور بیری کے پتوں سے غسل دو اور اس کے آخر میں کافور رکھنا اور جب تم فارغ ہو جاؤ تو مجھے اطلاع

۱۲۵۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الشَّافِعِيُّ عَنْ أَبِي يُوْبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَنَحْنُ نَغْسِلُ ابْنَتَهُ، فَقَالَ اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا، أَوْ خَمْسًا، أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ، بِمَاءٍ وَبِسِدْرٍ، وَاجْعَلْنَ فِي الْأُخْرَةِ كَافُورًا، فَإِذَا فَرَّغْتِ فَأَذِنِي، فَلَمَّا فَرَّغْنَا أَذْنَاهُ، فَأَلْفَى إِلَيْنَا حِقْوَهُ، فَقَالَ أَشِعْرَنَهَا

إِيَّاهُ. فَقَالَ أَيُّوبُ وَحَدَّثَنِي حَفْصَةُ بِمِثْلِ حَدِيثِ مُحَمَّدٍ وَكَانَ فِي حَدِيثِ حَفْصَةَ اغْتَسَلَهَا وَتَرَا. وَكَانَ فِيهِ ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ سَبْعًا. وَكَانَ فِيهِ أَنَّهُ قَالَ ابْدَأُوا بِمَيَّامِينِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوءِ مِنْهَا. وَكَانَ فِيهِ أَنَّ أُمَّ عَطِيَّةَ قَالَتْ وَمَشَطْنَاهَا ثَلَاثَةَ قُرُونٍ.

دینا پس جب ہم فارغ ہو گئیں تو ہم نے آپ کو اطلاع دی آپ نے ہم کو اپنا تہبند دیا اور فرمایا: اس کو ان کے بدن سے ملا دینا پس ایوب نے کہا: مجھے حفصہ نے محمد کی مثل حدیث بیان کی اور حفصہ کی حدیث میں مذکور تھا: ان کو طاق مرتبہ غسل دینا اور اس میں تین یا پانچ یا سات مرتبہ کا ذکر تھا اور اس میں یہ ذکر تھا کہ ان کی دائیں جانب سے ابتداء کرنا اور وضوء کے اعضاء سے غسل شروع کرنا اور اس میں یہ ذکر تھا کہ حضرت ام عطیہ نے کہا: اور ہم نے ان کے بالوں کی تین چوٹیاں بنائیں۔

اس حدیث کی شرح 'گزشتہ حدیث: ۱۲۵۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۰۔ بَابُ يُبْدَأُ بِمَيَّامِينِ الْمَيِّتِ

۱۲۵۵۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غُسْلِ ابْنِهِ ابْدَأْ بِمَيَّامِينِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوءِ مِنْهَا.

میت کی دائیں طرف سے غسل کی ابتداء کی جائے
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از حفصہ بنت سیرین عن ام عطیہ رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحب زادوں کے غسل کے متعلق فرمایا: ان کی دائیں جانب سے اور وضوء کے اعضاء سے غسل کی ابتداء کرنا۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۱۲۵۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۱۔ بَابُ مَوَاضِعِ الْوُضُوءِ مِنَ الْمَيِّتِ

۱۲۵۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ خَالِدِ بْنِ الْحَدَّادِ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا غَسَّ اللَّهُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَنَا وَنَحْنُ نَغْسِلُهَا ابْدَأُوا بِمَيَّامِينِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوءِ مِنْهَا.

میت کی وضوء کی جگہیں
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی از سفیان بن عیینہ عن خالد بن الحذاء عن حفصہ بنت سیرین عن ام عطیہ رضی اللہ عنہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحب زادوں کو غسل دیا تو جس وقت ہم غسل دے رہی تھیں آپ نے ہم سے فرمایا: ان کی دائیں جانب سے اور وضوء کے اعضاء سے غسل کی ابتداء کرنا۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۱۲۵۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۔ بَابُ هَلْ تُكْفَنُ الْمَرَأَةُ

فِي إِذَا رِ الرَّجُلِ

کیا عورت کو مرد کے تہبند میں کفن دیا جاسکتا ہے

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالرحمن بن حماد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے خبر دی از محمد از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ کی صاحب زادی فوت ہو گئیں پس آپ نے ہم سے فرمایا: ان کو تین مرتبہ غسل دو یا پانچ مرتبہ یا اس سے زیادہ مرتبہ اگر تم مناسب سمجھو پھر جب تم فارغ ہو جاؤ تو مجھے مطلع کرنا پھر جب ہم فارغ ہو گئیں تو ہم نے آپ کو مطلع کیا آپ نے اپنا تہبند اتار کر ہمیں عطاء کیا اور فرمایا: اس کو ان کے جسم سے ملا دینا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کو مرد کے کپڑے میں کفن دینا جائز ہے ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ عورت کو پانچ کپڑوں میں کفن دیا جائے: قمیص، تہبند، دوپٹہ، لفافہ اور وہ کپڑا جس کے ساتھ اس کے پستانوں کو باندھا جائے پہلے قمیص پہنائی جائے پھر اس کے سر پر دوپٹہ رکھا جائے جو قمیص کے اوپر ہو اور تہبند اور لفافہ کے نیچے ہو اور اس کپڑے کو سینہ کے پاس باندھا جائے۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۶۴)

باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۰۶۔ ج ۲ ص ۵۶۔ پر ذکر ہوئی ہے اور اس کی شرح نہیں کی گئی۔

کافور میں رکھا جائے

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حامد بن عمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ابوبکر بن عبد الرحمن از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی صاحب زادی فوت ہو گئیں آپ گھر سے نکلے پس فرمایا: ان کو تین مرتبہ غسل دو یا پانچ مرتبہ یا اس سے زیادہ مرتبہ اگر تم مناسب سمجھو پانی سے اور بیری سے۔ غسل دو اور تین میں کافور یا کافوریں: تم فارغ ہو تو مجھے مطلع کرنا حضرت ام نے کہا: ہاں ہم نے فرمایا: اس کو اطلاع دی آپ نے اپنا تہبند ہم کو عطا کیا اور فرمایا: اس کو ان کے جسم سے ملا دینا۔ اور ابوبکر نے حدیث بیان کی از حفصہ از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا اس کی مثل۔

۱۲۵۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ حَمَادٍ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ عُثْمَانَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةٍ قَالَتْ تَوَقَّيْتُ بَنَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَنَا اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ إِنْ رَأَيْتُنَّ فَإِذَا فَرَّغْتُنَّ فَأَذِنِّي. فَلَمَّا فَرَّغْنَا أَذْنَاهُ فَتَزَعَّ مِنْ حَقْوِهِ إِزَارَهُ فَأَعْطَانَا. وَقَالَ أَشْعِرْنَهَا إِيَّاهُ.

۱۳ - بَابُ يُجْعَلُ الْكَافُورُ فِي الْآخِرَةِ

۱۲۵۸ - حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةٍ قَالَتْ تَوَقَّيْتُ إِحْدَى بَنَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ فَقَالَ اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ إِنْ رَأَيْتُنَّ بِمَاءٍ وَبَسْدَرٍ وَاجْعَلْنِي فِي الْآخِرَةِ كَافُورًا. شَيْئًا مِمَّنْ كَافُورٌ فَإِذَا فَرَّغْتُنَّ فَأَذِنِّي. قَالَتْ فَلَمَّا فَرَّغْنَا أَذْنَاهُ فَلَمَّا لَبَّيْنَا بِهِ أَشْعِرْنَاهَا إِيَّاهُ. وَعَنْ أَيُّوبَ عَنْ حَفْصَةَ عَنْ أُمِّ سَبِيحَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا بَنَحْوَهُ.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۲۵۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۵۹ - وَقَالَتْ إِنَّهُ قَالَ اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ سَبْعًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ إِنْ رَأَيْتُنَّ. قَالَتْ حَفْصَةُ قَالَتْ أُمُّ عَطِيَّةٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا وَجَعَلْنَا

اور انہوں نے بیان کیا کہ آپ نے فرمایا: ان کو تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا سات مرتبہ غسل دو یا اس سے زیادہ مرتبہ اگر تم مناسب سمجھو حفصہ نے بیان کیا کہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اور ہم نے ان

رَأْسَهَا ثَلَاثَةَ قُرُونٍ. کے سر میں تین چوٹیاں بنائیں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۲۵۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۴۔ بَابُ نَقْضِ شَعْرِ الْمَرْأَةِ عورت کے بالوں کو کھولنا

وَقَالَ ابْنُ سِيرِينَ لَا بَأْسَ أَنْ يُنْقَضَ شَعْرُ الْمَرْأَةِ. اور ابن سیرین نے کہا: عورت کے بالوں کو کھولنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

اشعث بیان کرتے ہیں کہ ابن سیرین نے کہا: جب عورت کو غسل دیا جائے تو اس کے بالوں کی تین مینڈھیاں بنائی جائیں پھر ان کو اس کے پیچھے ڈال دیا جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۱۰۲، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۹۹۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

۱۲۶۰۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَيُّوبُ وَسَمِعْتُ خَفْصَةَ بِنْتَ سِيرِينَ قَالَتْ حَدَّثَنَا أُمُّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهُنَّ جَعَلْنَ رَأْسَ بِنْتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ قُرُونٍ، فَغَسَلْنَهُ ثُمَّ جَعَلْنَهُ ثَلَاثَةَ قُرُونٍ. امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن وہب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی، ایوب نے کہا: اور میں نے خفصہ بنت سیرین سے سنا، انہوں نے کہا: ہمیں حضرت ام حبیبہؓ نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی سہیلی کی بیوی کے سر پر تین مینڈھیاں بنائیں، ان کو کھول دیا، پھر ان کو دھویا، پھر ان کی تین مینڈھیاں بنادیں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۲۵۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۵۔ بَابُ كَيْفَ الْإِشْعَارِ لِلْمَيِّتِ

وَقَالَ الْحَسَنُ الْخِرْقَةُ الْحَبَسَةُ تُشَدُّ بِهَا الْفَخِذَيْنِ وَالْوَرَكَيْنِ، تَحْتَ الدَّرْعِ. اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۲۵۳ میں گزر چکی ہے۔

ابن سیرین نے کہا: تین کپڑے اس کے ساتھ لپیٹا جائے، اس کے ساتھ اس کی رانوں کو باندھا جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۲۰۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۰۹۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

ابن سیرین نے کہا: پانچویں کپڑے میں قمیص کے نیچے اس کی رانوں کو لپیٹا جائے۔

۱۲۶۱۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَنَّ أَيُّوبَ أَخْبَرَهُ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ سِيرِينَ يَقُولُ جَاءَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا، امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ مِنَ اللَّاتِي بَابِعْنَ، قَدِمَتْ الْبَصْرَةَ، تَبَادَرُ ابْنَاهَا فَلَمْ تَذَرِكْهُ، فَحَدَّثَنَا امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن وہب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی کہ ان کو ایوب نے خبر دی، انہوں نے کہا: میں نے ابن سیرین سے سنا کہ حضرت ام عطیہؓ اللہ انصار کی ان عورتوں میں سے تھیں جنہوں نے رسول اللہ

ﷺ سے بیعت کی تھی وہ اپنے بیٹے کو دیکھنے کے لیے سبقت کر کے بصرہ آئیں اور اس کو نہ دیکھ سکیں انہوں نے ہمیں حدیث بیان کی کہ ہم آپ کی صاحب زادی کو غسل دے رہی تھیں آپ نے فرمایا: ان کو تین مرتبہ غسل دو یا پانچ مرتبہ یا اس سے زیادہ مرتبہ اگر تم مناسب سمجھو ان کو پانی اور بیری کے چوں سے غسل دو اور اس کے آخر میں کافور رکھو پس جب تم فارغ ہو جاؤ تو مجھے مطلع کرنا۔ حضرت ام عطیہ نے کہا: پس جب ہم فارغ ہو گئیں تو آپ نے ہمیں اپنا تہبند عطا کیا پس فرمایا: اس کو ان کے بدن کے ساتھ ملا دو اور اس پر اضافہ نہ کیا جائے اور مجھے نہیں معلوم وہ آپ کی کون سی صاحب زادی تھیں اور ان کا زعم تھا کہ تہبند کو لپیٹا جائے اور اسی طرح ابن سیرین عورت کے بارے میں حکم دیتے تھے کہ اس کے بدن پر کپڑا لپیٹ دیا جائے اور اس کو تہبند نہ پہنایا جائے۔

قَالَتْ دَخَلَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَغْسِلُ ابْنَتَهُ فَقَالَ اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ إِنْ رَأَيْتِنَّ ذَلِكَ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَاجْعَلْنَ لِي الْآخِرَةَ كَافُورًا فَإِذَا فَرَغْتُنَّ فَأُذِّنِي قَالَتْ فَلَمَّا فَرَغْنَا أَلْقَى إِلَيْنَا حِقْوَهُ فَقَالَ أَشْعِرْنَهَا إِيَّاهُ وَلَمْ يَزِدْ عَلَيَّ ذَلِكَ وَلَا أَذْرِي أَيَّ بَنَاتِهِ وَزَعَمَ أَنَّ الْأَشْعَارَ أَلْفَفْنَهَا فِيهِ وَكَذَلِكَ كَانَ ابْنُ سِيرِينَ يَأْمُرُ بِالْمَرْأَةِ أَنْ تُشَعَّرَ وَلَا تُؤَزَّرَ.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۲۵۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۶۔ بَابُ هَلْ يُجْعَلُ شَعْرُ الْمَرْأَةِ ثَلَاثَةَ قُرُونٍ

یہ عورت کے بالوں کی تین مینڈھیاں بنائی جائیں

قبیصہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی: اشام از ام الہدیٰ از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہم نے نبی ﷺ کی صاحب زادی کی تین مینڈھیاں بنائیں اور وکیع نے کہا کہ سفیان نے کہا کہ اس کی پیشانی پر کنپٹیوں کے بالوں کی۔

۱۲۶۲ - حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أُمِّ الْهَدَيْلِ عَنْ أُمِّ عَطِيَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ صَفَرْنَا شَعْرَ بِنْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعْنِي ثَلَاثَةَ قُرُونٍ وَقَالَ وَكَيْفَ قَالَ سُفْيَانُ نَاصِبَتَهَا وَتَرْنَتَهَا.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۲۵۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۷۔ بَابُ يَنْقَى شَعْرُ الْمَرْأَةِ خَلْفَهَا

عورت کے بالوں کو پیچھے ڈال دیا جائے

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از اشام بن حسان انہوں نے کہا: ہمیں حصہ نے حدیث بیان کی از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ کی صاحب زادیوں میں سے ایک فوت ہو گئیں پس ہمارے پاس نبی ﷺ آئے پس فرمایا: اس کو بیری کے چوں سے تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا اس سے زیادہ مرتبہ غسل دو اگر تم اس کو مناسب سمجھو اور اس کے آخر

۱۲۶۳ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ قَالَ حَدَّثَنَا حَفْصَةُ عَنْ أُمِّ عَطِيَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ تَرَقَيْتُ إِحْدَى بَنَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاتَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اغْسِلْنَهَا بِالسِّدْرِ وَتَرًّا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ إِنْ رَأَيْتِنَّ ذَلِكَ وَاجْعَلْنَ لِي الْآخِرَةَ كَافُورًا أَوْ شَيْئًا مِنْ كَافُورٍ فَإِذَا فَرَغْتُنَّ

فَادْنَيْيْ. فَلَمَّا فَرَعْنَا 'اذْنَاهُ' فَالْقَى إِلَيْنَا حَقْوَهُ، فَضَفَرْنَا شَعْرَهَا ثَلَاثَةَ فُرُوزٍ، وَالْقَبْنَاهَا حَلْفَهَا.

میں کا نور رکھنا یا کچھ کا نور پھر جب تم فارغ ہو جاؤ تو مجھے مطلع کرنا، پس جب ہم فارغ ہو گئیں تو ہم نے آپ کو مطلع کیا، آپ نے ہم کو اپنا تہبند عطا کیا، پس ہم نے ان کے بالوں کی تین مینڈھیاں بنائیں اور ان کو ان کے پیچھے ڈال دیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۲۵۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۸۔ بَابُ الثِّيَابِ الْبَيْضِ لِلْكَفَنِ

۱۲۶۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُفِّنَ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ بَيَاضٍ سُحُولِيَّةٍ مِّنْ كُرْسُفٍ لِّسَ فِيهِنَّ قُمِيصٌ وَلَا عِمَامَةٌ.

کفن کے لیے سفید کپڑا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے خبر دی، از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو تین سفید سوتی کپڑوں میں کفن دیا گیا جو یعنی سحولی ردی سے بنے ہوئے تھے، ان

[اطراف الحدیث: ۱۲۷۱-۱۲۷۲-۱۲۷۳-۱۳۸۷] میں قیص تھیں نہ عمامہ تھا۔

(صحیح مسلم: ۹۳۱، الرقم المسلسل: ۲۱۳۴، المستدرک ج ۳ ص ۱۰۰، سنن ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۵۸، سنن الکبریٰ: ۲۰۲۶، صحیح ابن حبان: ۳۰۳، المعجم الاوسط: ۸۳۶۹، دلائل النبوة ج ۷ ص ۲۳۶، شرح السنہ: ۱۳۷۶، مسند احمد ج ۶ ص ۴۰، طبع قدیم، مسند احمد: ۲۳۱۱۹، ج ۴۰ ص ۱۳۶، مؤسسة الرسالة، بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن مقاتل ابوالحسن، مجاور مکہ، یہ ۲۲۰ھ میں فوت ہوئے تھے (۲) عبد اللہ بن المبارک (۳) ہشام بن عروہ (۴) عروہ بن الزبیر بن العوام (۵) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۷۰)

نبی ﷺ کے کفن کے متعلق دیگر احادیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کو تین سفید کپڑوں میں کفن دیا گیا، ان میں قیص تھیں نہ عمامہ تھا۔

روایت بخاری: ۱۲۶۲، صحیح مسلم: ۹۳۱، سنن ترمذی: ۹۹۶، سنن ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۳۶۹، سنن سہیل: ۱۸۹۸

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو تین نجرانی کپڑوں میں کفن دیا گیا، دو کپڑے حلقہ تھا اور ایک وہ قیص تھی جس میں آپ فوت ہوئے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۱۵۳، سنن ابن ماجہ: ۱۳۷۱)

حدیث مذکور کے مسائل اور کفن میں عمامہ کے متعلق مختلف روایات

اس حدیث سے ہمارے اصحاب نے یہ استدلال کیا ہے کہ مرد کے حق میں کفن میں سنت یہ ہے کہ تین کپڑوں میں کفن دیا جائے: ازار، قیص اور لفافہ، امام شافعی نے کہا ہے کہ میت کو تین لفافوں سے کفن دیا جائے، امام احمد کا بھی یہی مسلک ہے، ہمارے اصحاب کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا: قیص، ازار اور لفافہ۔

(الکامل لابن عدی ج ۷ ص ۲۵۱۱، المکتبۃ الاثریہ پاکستان)

اس حدیث میں عمامہ کا ذکر نہیں ہے، البسوط میں مذکور ہے کہ ہمارے بعض مشائخ نے عمامہ کو مکروہ کہا ہے کیونکہ پھر کفن کے کپڑے جفت ہو جائیں گے اور بعض مشائخ نے عمامہ کو مستحسن کہا ہے کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے واعد کو پانچ کپڑوں میں کفن دیا: قمیص، عمامہ اور تین لفافے اور عمامہ کا شملہ ان کی ٹھوڑی کے نیچے رکھا، اس حدیث کو سعید بن منصور نے روایت کیا ہے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۷۲، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی کی ذکر کردہ حدیث یہ ہے:

نافع بیان کرتے ہیں کہ واعد بن عبد اللہ فوت ہو گئے تو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو پانچ کپڑوں میں کفن دیا: قمیص، تین لفافے اور عمامہ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۱۶۹، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۰۵۹، دارالکتب العلمیہ بیروت) جابر بن زید نے کہا ہے کہ میت کو عمامہ نہ پہنایا جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۱۷۷، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۰۶۷، دارالکتب العلمیہ بیروت)

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۲۰۷۴۔ ج ۲ ص ۷۵۸۔ ۷۵۹ پر بیان کی گئی ہے اس کی شرح کے یہ عنوان ہیں:

① تنفیض میں مذاہب ② احناف کے دلائل ③ عورت کا کفن۔

دوپٹوں میں کفن

۱۹۔ بَابُ الْكُفْنِ فِي ثَوْبَيْنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث

بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص میدان عرفہ میں سڑا ہوا تھا، اچانک وہ اپنی اونٹنی سے گر گیا، اس اونٹنی نے اس کو بہت سے سسل دو اور اس کو دو کپڑوں میں کفن دیا اور اس کو خوشبو نہ لگاؤ اور نہ اس کا سر ڈھانپو کیونکہ یہ قیامت کے دن تلبیہ پڑھتا ہوا اٹھایا جائے گا۔

۱۲۶۵ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَبِي ثَوْبٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ وَاقِفٌ بِعَرَفَةَ إِذْ وَقَعَ عَنْ رَاحِلَتِهِ فَوَقَصَتْهُ أَوْ قَالَ لَوَقَصَتْهُ لَئِنْ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِغْسَلَنِي بِمَاءٍ رَسَدٍ وَكَفَّنُونِي فِي ثَوْبَيْنِ وَلَا تُحِيطُوهُ وَلَا تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ فَإِنَّهُ يَبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُكْبًى. [أطراف الحديث: ۱۲۶۶]

[۱۸۵۱-۱۸۵۰-۱۸۴۹-۱۸۴۸-۱۲۶۸-۱۲۶۷]

(صحیح مسلم: ۱۲۰۶، تراجم: ۸۳، سنن ترمذی: ۵۱، سنن نسائی: ۲۷۱۴، سنن ابی داؤد: ۲۳۸، سنن ابی ماجہ: ۳۰۸۶، سنن الحمیدی: ۳۶۶)

مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۲۰۶، المستدرک: ۵۰۶، شرح مشکل الآثار: ۲۵۶، المعجم الکبیر: ۲۳، سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۹۶، سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۹۰، مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۱، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۹۱۳، ج ۳ ص ۳۹۵، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، مسند الطحاوی: ۳۳۵۷)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابو النعمان محمد بن الفضل السدوسی (۲) حماد بن زید (۳) ایوب السخیمانی (۴) سعید بن جبیر (۵) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۷۳)

محرم کو کفن پہنانے کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام مالک اور امام ابو حنیفہ نے یہ کہا ہے کہ کسی شخص کو تین کپڑوں سے کم میں کفن پہنانا ہمارے نزدیک پسندیدہ نہیں ہے اور اگر کسی شخص کو دو کپڑوں میں کفن دیا گیا تو وہ اس حدیث کے ظاہر کے اعتبار سے مستحب ہے۔

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ محرم کو کس طرح کفن پہنایا جائے، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل نے یہ کہا ہے کہ محرم کو کفن پہنایا جائے اور اس کے سر کو نہ ڈھانپا جائے اور نہ اس کو خوشبو لگائی جائے کیونکہ اس کے احرام کا حکم باقی ہے، حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہی قول ہے جو کہ ظاہر حدیث کے مطابق ہے اور امام مالک اور امام ابو حنیفہ نے یہ کہا ہے کہ محرم کو اسی طرح کفن پہنایا جائے گا جس طرح عام مسلمان کو کفن پہنایا جاتا ہے اور حضرت عثمان، حضرت عائشہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہی قول ہے۔

علامہ ابن القصار نے کہا ہے کہ اس قول کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب انسان مرجاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے، ماسوا تین کے: صدقہ جاریہ، وہ علم جس سے نفع حاصل کیا جائے اور وہ نیک بیٹا جو اس کے لیے دعا کرے۔

(صحیح مسلم: ۱۶۳۱، سنن ابوداؤد: ۲۸۸۰، سنن نسائی: ۳۶۵۱، سنن ترمذی: ۱۳۷۶، مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۲)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ موت سے عبادت منقطع ہو جاتی ہے، لہذا احرام کی عبادت بھی منقطع ہو گئی اور سر کو نہ ڈھانپنا اور خوشبو نہ لگانا احرام کی عبادت سے متعلق ہیں اور موت سے اس کا احرام منقطع ہو چکا ہے۔

حضرت عمر کے بیٹے کو جب موت آئی تو دوزخ میں تھے اور حضرت ابن عمر نے ان کا رونا نہ پایا تھا اور حضرت ابن عمر نے کہا: اگر ہم محرم نہ ہوتے تو اس کو خوشبو بھی لگاتے اس سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث خاص ان محرم کے تعلق سے ہے۔

نبی ﷺ نے فرمایا: یہ قیامت کے دن تلبیہ پڑھتا ہوا اٹھایا جائے گا جیسا کہ آپ نے شہداء کے متعلق فرمایا ہے: بے شک شہید قیامت کے دن اس حال میں اٹھایا جائے گا کہ اس کے خون کا رنگ خون کی طرح ہوگا اور اس کی خوشبو مشک کی طرح ہوگی (سنن ترمذی: ۱۶۵۶) پس ہر وہ شخص جو شہید ہے وہ بشارتِ مستحق ہے پھر حضرت جعفر کو اس عموم سے خاص کر لیا گیا آپ نے فرمایا: اس کے دو پر ہیں جن کے ساتھ وہ جنت میں رہا ہے۔ (اسد رک ج ۳ ص ۲۰۹) آپ سے کسی اور شہید کے متعلق اس طرح نہیں فرمایا جس شہید کے دونوں ہاتھ کاٹ دیئے گئے ہوں پس اسی طرح اس محرم کو بھی عام فوت ہونے والے مسلمانوں کے حکم سے خاص کر لیا گیا۔

اور یہ جی ہوتا ہے۔ یہ اس نرم کے سوا بے نصیحت ہے۔ اللہ تعالیٰ۔ اس کا حج قبول نہ فرما۔ یہ ہو اور سال سے قبل ہیہم کے بعد اور کوئی شخص نہیں دے سکتا۔ یہ تعاد نے اس کا حج نہ فرما۔ یہ یا نہیں اسی سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اب بنی کو الجحفہ میں غسل دیا اور ان کے سر اور چہرے کو ڈھانپا کیونکہ وہ نہیں جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا حج قبول کیا ہے یا نہیں، حدیث میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص بھی اللہ کی راہ میں زخمی ہوتا ہے اور اللہ خوب جانتا ہے کہ کون اس کی راہ میں زخمی ہوتا ہے، مگر وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے زخم سے خون بہ رہا ہوگا، اس کا رنگ خون کا رنگ ہوگا اور اس کی خوشبو مشک کی خوشبو ہوگی۔ (صحیح مسلم: ۱۸۷۶، فضل الجہاد والخروج فی سبیل اللہ: ۱۰۵)

اسی طرح اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ کس کا حج خاص اللہ کے لیے ہے سو اسی کا حج قبول ہوگا اور نبی ﷺ نے جو سر کھلار کھنے اور خوشبو نہ لگانے کا حکم دیا تھا وہ بھی اسی محرم کے لیے تھا۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۶۳-۲۶۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

* حدیث مذکور 'شرح صحیح مسلم: ۲۷۸-ج ۳ ص ۳۶۷ پر مذکور ہے اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

① محرم کی تکفین میں مذاہب اور موقف احناف کی وضاحت ② امام شافعی اور امام احمد کی پیش کردہ حدیث کا جواب ③ تکفین میں محرم کا سر ڈھانپنے کی بحث ④ مردہ محرم کا سر ڈھانپنے میں امام شافعی اور امام احمد کا نظریہ ⑤ علامہ نووی کے اعتراض کا جواب ⑥ محرم کی وفات کے بعد بھی اجر کی توقع۔

میت کو خوشبو لگانا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے ساتھ میدان عرفہ میں کھڑا ہوا تھا اچانک وہ اپنی سواری سے گرا جس نے اس کو ہلاک کر دیا پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کو پانی سے اور بیری کے پتوں سے غسل دو اور اس کو دو کپڑوں میں کفن دو اور اس کو خوشبو نہ لگاؤ اور نہ اس کا سر ڈھانپو کیونکہ اس کو قیامت کے دن اس حال میں اٹھائے گا کہ وہ تلبیہ پڑھ رہا ہوگا۔

محرم کو کیسے کفن دیا جائے

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو عوانہ نے خبر دی از ابی بشر از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ ایک شخص کو اس کے اونٹ نے گرا دیا اور ہم نبی ﷺ کے ساتھ تھے اور وہ شخص محرم تھا پس نبی ﷺ نے فرمایا: اس کو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو اور اس کو دو کپڑوں میں کفن پہنا اور اس کو خوشبو نہ لگاؤ اور نہ اس کا سر ڈھانپو کیونکہ اللہ اس کو قیامت کے دن تلبیہ پڑھتے ہوئے اٹھائے گا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از عمرو و ایوب از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ انہوں نے بیان کیا کہ ایک شخص میدان عرفہ میں نبی ﷺ کے ساتھ کھڑا ہوا تھا وہ اپنی سواری سے گر پڑا ایوب نے کہا: ”فوقصته“ اور عمرو نے کہا: ”فاقصته“ (پس اس کو سواری نے گرا دیا) پس وہ فوت ہو

۲۰۔ بَابُ الْحَنُوطِ لِلْمَيِّتِ

۱۲۶۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَادُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ وَقِفَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَةَ إِذْ وَقَعَ مِنْ رَاحِلَتِهِ فَأَقْصَعَتْهُ أَوْ قَالَ فَأَقْصَعَتْهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَبَسْطِرْ وَكَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْنِ وَلَا تُحَنِّطُوهُ وَلَا تُخَيِّرُوا رَأْسَهُ فَإِنَّ اللَّهَ يَبْعَثُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا.

اس حدیث کی شرح گزشتہ حدیث: ۱۲۶۵ میں ہے۔

۲۱۔ بَابُ كَيْفَ يُكْفَنُ الْمُحْرِمُ

۱۲۶۷ - حَدَّثَنَا أَبُو الشَّعْمَارِ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بَشِيرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَجُلًا وَقِفَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَبَسْطِرْ وَكَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْنِ وَلَا تَمْسُوهُ طَبًا وَلَا تُخَيِّرُوا رَأْسَهُ فَإِنَّ اللَّهَ يَبْعَثُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۲۶۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۶۸ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرٍو وَأَيُّوبَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَجُلٌ وَقِفَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَةَ فَوَقَعَ عَنْ رَاحِلَتِهِ قَالَ أَيُّوبُ فَوَقَصَتْهُ وَقَالَ عَمْرٍو فَأَقْصَعَتْهُ فَمَاتَ فَقَالَ اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَبَسْطِرْ وَكَفِّنُوهُ فِي

تَوْبَتَيْنِ، وَلَا تُحِيطُوهُ، وَلَا تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ، فَإِنَّهُ يُبْعَثُ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ، قَالَ أَيُّوبُ يَلْبَسِي، وَقَالَ عُمَرُ وَمَلِكِيَا.

گیا پس آپ نے فرمایا: اس کو پانی اور پیری کے پتوں سے غسل دو
اور اس کو دو کپڑوں میں کفن دو اور اس کو خوشبو نہ لگانا اور نہ اس کا سر
ڈھانپنا کیونکہ اس کو قیامت کے دن اٹھایا جائے گا ایوب نے کہا:
اس حال میں کہ وہ تلبیہ پڑھ رہا ہوگا عمرو نے کہا: وہ تلبیہ پڑھنے
والا ہوگا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۲۶۵ میں گزر چکی ہے۔

۲۲ - بَابُ الْكُفْنِ فِي الْقَمِيصِ الَّذِي

يُكْفَى، أَوْ لَا يُكْفَى، وَمَنْ كُفِّنَ بِغَيْرِ قَمِيصٍ
۱۲۶۹ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ

اس قمیص میں کفن دینا جس کا حاشیہ سلا ہوا ہو

یا بے سلا اور بغیر قمیص کے کفن دینا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبد اللہ
انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ

کہ عبد اللہ بن ابی جب مر گیا تو اس کا بیٹا رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے
پاس آیا اس نے کہا: یا رسول اللہ! آپ اپنی قمیص مجھے عطا

کریں میں اس کو کفن پہناؤں گا اور اس کی نماز جنازہ پڑھیں اور
اس کے لیے استغفار کریں پس نبی ﷺ نے ان کو اپنی قمیص عطا

فرمائی اور فرمایا: مجھے مطلع کرنا میں اس کی نماز پڑھاؤں گا پس
انہوں نے آپ کو مطلع کیا پس جب آپ نے اس کی نماز پڑھانے

کا ردہ کیا تو سترت عنہ اللہ نے آپ کا کپڑا پکڑ کر کھینچا پس کہا:
کیا اللہ نے آپ کو منافقین کی نماز پڑھانے سے منع نہیں فرمایا؟

آپ نے فرمایا: مجھے اللہ نے دو چیزوں کا اختیار دیا ہے اللہ تعالیٰ
نے فرمایا ہے: آپ ان کے لیے استغفار کریں یا ان کے لیے

استغفار نہ کریں اگر آپ ان کے لیے استغفار کریں
تو اللہ ان کی مغفرت نہیں فرمائے گا۔ (التوبہ: ۸۰) آپ نے اس کی

نماز جنازہ پڑھائی تو پھر یہ آیت نازل ہوئی: اور ان میں سے جو کوئی
مر جائے تو آپ اس کی کبھی بھی نماز جنازہ نہ پڑھیں۔ (التوبہ: ۸۴)

(صحیح مسلم: ۶۸۹۶-۲۷۷۳ سنن ترمذی: ۳۰۹۸ سنن نسائی: ۱۹۰۰ السنن الکبریٰ: ۱۱۲۲۳ سنن ابن ماجہ: ۱۵۲۳ صحیح ابن حبان: ۱۷۵۳ سنن
بیہقی ج ۸ ص ۱۹۹ مسند احمد ج ۲ ص ۱۸ طبع قدیم مسند احمد: ۳۶۸۰ ج ۸ ص ۳۰۸ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع السانید لابن جوزی: ۳۵۲۰ مکتبۃ

الرشد ریاض: ۱۳۲۶ھ مسند الطحاوی: ۴۰۴۴)

[اطراف الحدیث: ۳۶۷۰-۳۶۷۲-۵۷۹۶]

قیص کو کفن بنانے پر علامہ ابن بطل کا امام ابو حنیفہ پر اعتراض

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ قیص میں کفن دینا جائز ہے امام مالک کے اصحاب نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عبد اللہ بن ابی کے لیے اپنی قیص اس لیے عطا فرمائی تھی کہ عبد اللہ بن ابی نے غزوہ بدر کے دن آپ کے ساتھ ایک نیکی کی تھی اور وہ یہ تھی کہ آپ کے چچا عباس اس وقت قیدیوں میں تھے اور ان کے بدن پر کوئی کپڑا نہیں تھا پس نبی ﷺ نے ان کے لیے قیص تلاش کی ان کا قد لمبا تھا اور کسی کی قیص ان کو پوری نہیں آ رہی تھی عبد اللہ بن ابی کی قیص ان کو پوری تھی اس نے اپنی قیص ان کے لیے دے دی پس رسول اللہ ﷺ نے اس کا بدلہ اتارنے کے لیے اپنی قیص اس کے لیے عطا فرمادی۔ (شرح ابن بطل ج ۳ ص ۲۶۵-۲۶۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

مصنف کی طرف سے امام ابو حنیفہ پر علامہ ابن بطل کے اعتراض کا جواب

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطل نے یہ غلط لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ قیص میں کفن دینا چاہیے بلکہ امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کا استدلال ان حدیثوں سے ہے:

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا: قیص، ازار اور لفافہ۔

(الکامل لابن عدی ج ۷ ص ۲۵۱۱ المکتبۃ الاشرفیہ پاکستان)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا دو کپڑے حلتہ تھے اور ایک وہ قیص تھی جس میں آپ فوت ہوئے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۱۵۳ سنن ابن ماجہ: ۱۳۷۱)

کافر کو غسل دینے، کفن پہنانے اور دفن کرنے کے متعلق مذاہب اربعہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

قرآن مجید میں مردہ کافر کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع فرمایا ہے تو آیا مردہ کافر کو غسل دینا، کفن پہنانا اور اس کو دفن کرنا جائز ہے یا نہیں! علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ جس شخص کا کافر باپ مر گیا اس کا مسلمان بیٹا اس کو غسل نہ دے اور نہ اس کی قبر میں داخل ہو! اے اس کو اس کے جنازہ کے ساتھ نہ لے جائے۔ موتی اس کی گتے میں چھپا دے۔ امام مالک نے اس کی المیہ نہ میں سترح کی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ کو یہ خبر دی کہ ان کے والد فوت ہو گئے تو آپ نے فرمایا: جاؤ! ان کو زمین میں چھپا دو اور ان کو اسے غسل دینے کا حکم نہیں دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے انہیں اسے غسل دینے کا حکم دیا لیکن اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

امام طبری نے کہا ہے کہ اپنے کافر باپ کی قبر کو درست کرانے کے لیے اس کی قبر پر کھڑا ہونا جائز ہے اور اس کو دفن کرنے کے لیے اس کے متعلق حدیث صحیح ہے اور اہل علم نے اس پر عمل کیا ہے۔

صاحب الہدایہ نے کہا ہے کہ اگر کافر مر جائے اور اس کا بیٹا مسلمان ہو تو وہ اس کو غسل دے اور کفن پہنائے اور اس کو دفن کرے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کے والد ابوطالب کے متعلق اسی کا حکم دیا گیا تھا۔

امام محمد بن سعد نے الطبقات میں یہ حدیث اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: جب میں نے رسول اللہ ﷺ کو ابوطالب کی وفات کی خبر دی تو آپ روئے پھر مجھ سے فرمایا: ان کو غسل دو، کفن پہناؤ اور ان کو زمین میں چھپا دو

سو میں نے ایسا کیا پھر میں آپ کے پاس آیا تو آپ نے مجھ سے فرمایا: جاؤ! جا کر غسل کرو۔ (سنن نسائی: ۱۹۰)

امام محمد بن سعد نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کئی دن تک ابوطالب کے لیے مغفرت طلب کرتے رہے اور اپنے گھر سے نہیں نکلے حتیٰ کہ جبریل علیہ السلام یہ آیت لے کر نازل ہوئے:

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ (التوبہ: ۱۱۳)

نبی اور مؤمنین کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے لیے مغفرت طلب کریں۔

(المطبوعات الکبریٰ ج ۱ ص ۹۹ 'دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۸ھ)

صاحب ہدایہ نے کہا ہے: لیکن کافر کو اس طرح غسل دے جس طرح نجس کپڑے کو دھویا جاتا ہے اور اس کو ایک کپڑے میں لپیٹ دے اور اس کے کفن پہنانے کے عذر میں سنت کی رعایت نہ کرے اور نہ اس کو خوشبو لگائے، امام شافعی کا بھی یہی قول ہے اور امام مالک اور امام احمد نے کہا ہے کہ کافر کے ولی (وارث) کے لیے اس کو غسل دینا اور اس کو کفن پہنانا جائز نہیں ہے، لیکن امام مالک نے کہا ہے کہ اس کو زمین میں چھپا دے۔

اس حدیث میں حضرت عمر کی فضیلت ہے کہ ان کی رائے کے موافق قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہو گئی، جس میں منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع فرمایا ہے، لیکن رسول اللہ ﷺ پر کوئی اعتراض نہیں ہے کیونکہ جس وقت آپ نے عبد اللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھی تھی اس وقت یہ آیت نازل نہیں ہوئی تھی (عم القاری ج ۸ ص ۱۰۰ 'دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث 'شرح صحیح مسلم: ۶۸۹۹ - ج ۷ ص ۷۳ - 'مذکور ہے اس کی ترتیب کے سبب ذیل عنوان ہیں:

① عبد اللہ بن ابی کی مختصر سوانح ② ابن ابی کو قیص مبارک عطا فرمانے کے متعلق دو متعارض حدیثوں میں تطبیق ③ ابن ابی کو کفن کے لیے قیص عطا فرمانے اور اس کی نماز جنازہ پڑھنے کی وجہ سے ایک ہزار منافقوں کا اسلام قبول کرنا ④ ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھانے کے متعلق احادیث ⑤ رسول اللہ ﷺ نے ابن ابی کے غلاق کے وجود اس کی نماز جنازہ کیوں پڑھائی تھی؟ ⑥ مشرکین کے لیے استغفار کی ممانعت کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے ابن ابی کی نماز جنازہ کیوں پڑھائی تھی؟ ⑦ "استغفرلہم اولاً تستغفرلہم" سے استغفار کا اختیار مراد لینے پر بعض علماء کا اضطراب ⑧ ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھانے کے متعلق امام رازی کا تسامح ⑨ کیا ابن ابی کے حق میں مغفرت کی دعا کا قبول نہ ہونا آپ کی محبوبیت کے منافی ہے۔

* یہ بحث 'شرح صحیح مسلم' ج ۷ ص ۷۳ - ۷۴ - ۷۵ - ۷۶ - ۷۷ - ۷۸ - ۷۹ - ۸۰ - ۸۱ - ۸۲ - ۸۳ - ۸۴ - ۸۵ - ۸۶ - ۸۷ - ۸۸ - ۸۹ - ۹۰ - ۹۱ - ۹۲ - ۹۳ - ۹۴ - ۹۵ - ۹۶ - ۹۷ - ۹۸ - ۹۹ - ۱۰۰ - ۱۰۱ - ۱۰۲ - ۱۰۳ - ۱۰۴ - ۱۰۵ - ۱۰۶ - ۱۰۷ - ۱۰۸ - ۱۰۹ - ۱۱۰ - ۱۱۱ - ۱۱۲ - ۱۱۳ - ۱۱۴ - ۱۱۵ - ۱۱۶ - ۱۱۷ - ۱۱۸ - ۱۱۹ - ۱۲۰ - ۱۲۱ - ۱۲۲ - ۱۲۳ - ۱۲۴ - ۱۲۵ - ۱۲۶ - ۱۲۷ - ۱۲۸ - ۱۲۹ - ۱۳۰ - ۱۳۱ - ۱۳۲ - ۱۳۳ - ۱۳۴ - ۱۳۵ - ۱۳۶ - ۱۳۷ - ۱۳۸ - ۱۳۹ - ۱۴۰ - ۱۴۱ - ۱۴۲ - ۱۴۳ - ۱۴۴ - ۱۴۵ - ۱۴۶ - ۱۴۷ - ۱۴۸ - ۱۴۹ - ۱۵۰ - ۱۵۱ - ۱۵۲ - ۱۵۳ - ۱۵۴ - ۱۵۵ - ۱۵۶ - ۱۵۷ - ۱۵۸ - ۱۵۹ - ۱۶۰ - ۱۶۱ - ۱۶۲ - ۱۶۳ - ۱۶۴ - ۱۶۵ - ۱۶۶ - ۱۶۷ - ۱۶۸ - ۱۶۹ - ۱۷۰ - ۱۷۱ - ۱۷۲ - ۱۷۳ - ۱۷۴ - ۱۷۵ - ۱۷۶ - ۱۷۷ - ۱۷۸ - ۱۷۹ - ۱۸۰ - ۱۸۱ - ۱۸۲ - ۱۸۳ - ۱۸۴ - ۱۸۵ - ۱۸۶ - ۱۸۷ - ۱۸۸ - ۱۸۹ - ۱۹۰ - ۱۹۱ - ۱۹۲ - ۱۹۳ - ۱۹۴ - ۱۹۵ - ۱۹۶ - ۱۹۷ - ۱۹۸ - ۱۹۹ - ۲۰۰ - ۲۰۱ - ۲۰۲ - ۲۰۳ - ۲۰۴ - ۲۰۵ - ۲۰۶ - ۲۰۷ - ۲۰۸ - ۲۰۹ - ۲۱۰ - ۲۱۱ - ۲۱۲ - ۲۱۳ - ۲۱۴ - ۲۱۵ - ۲۱۶ - ۲۱۷ - ۲۱۸ - ۲۱۹ - ۲۲۰ - ۲۲۱ - ۲۲۲ - ۲۲۳ - ۲۲۴ - ۲۲۵ - ۲۲۶ - ۲۲۷ - ۲۲۸ - ۲۲۹ - ۲۳۰ - ۲۳۱ - ۲۳۲ - ۲۳۳ - ۲۳۴ - ۲۳۵ - ۲۳۶ - ۲۳۷ - ۲۳۸ - ۲۳۹ - ۲۴۰ - ۲۴۱ - ۲۴۲ - ۲۴۳ - ۲۴۴ - ۲۴۵ - ۲۴۶ - ۲۴۷ - ۲۴۸ - ۲۴۹ - ۲۵۰ - ۲۵۱ - ۲۵۲ - ۲۵۳ - ۲۵۴ - ۲۵۵ - ۲۵۶ - ۲۵۷ - ۲۵۸ - ۲۵۹ - ۲۶۰ - ۲۶۱ - ۲۶۲ - ۲۶۳ - ۲۶۴ - ۲۶۵ - ۲۶۶ - ۲۶۷ - ۲۶۸ - ۲۶۹ - ۲۷۰ - ۲۷۱ - ۲۷۲ - ۲۷۳ - ۲۷۴ - ۲۷۵ - ۲۷۶ - ۲۷۷ - ۲۷۸ - ۲۷۹ - ۲۸۰ - ۲۸۱ - ۲۸۲ - ۲۸۳ - ۲۸۴ - ۲۸۵ - ۲۸۶ - ۲۸۷ - ۲۸۸ - ۲۸۹ - ۲۹۰ - ۲۹۱ - ۲۹۲ - ۲۹۳ - ۲۹۴ - ۲۹۵ - ۲۹۶ - ۲۹۷ - ۲۹۸ - ۲۹۹ - ۳۰۰ - ۳۰۱ - ۳۰۲ - ۳۰۳ - ۳۰۴ - ۳۰۵ - ۳۰۶ - ۳۰۷ - ۳۰۸ - ۳۰۹ - ۳۱۰ - ۳۱۱ - ۳۱۲ - ۳۱۳ - ۳۱۴ - ۳۱۵ - ۳۱۶ - ۳۱۷ - ۳۱۸ - ۳۱۹ - ۳۲۰ - ۳۲۱ - ۳۲۲ - ۳۲۳ - ۳۲۴ - ۳۲۵ - ۳۲۶ - ۳۲۷ - ۳۲۸ - ۳۲۹ - ۳۳۰ - ۳۳۱ - ۳۳۲ - ۳۳۳ - ۳۳۴ - ۳۳۵ - ۳۳۶ - ۳۳۷ - ۳۳۸ - ۳۳۹ - ۳۴۰ - ۳۴۱ - ۳۴۲ - ۳۴۳ - ۳۴۴ - ۳۴۵ - ۳۴۶ - ۳۴۷ - ۳۴۸ - ۳۴۹ - ۳۵۰ - ۳۵۱ - ۳۵۲ - ۳۵۳ - ۳۵۴ - ۳۵۵ - ۳۵۶ - ۳۵۷ - ۳۵۸ - ۳۵۹ - ۳۶۰ - ۳۶۱ - ۳۶۲ - ۳۶۳ - ۳۶۴ - ۳۶۵ - ۳۶۶ - ۳۶۷ - ۳۶۸ - ۳۶۹ - ۳۷۰ - ۳۷۱ - ۳۷۲ - ۳۷۳ - ۳۷۴ - ۳۷۵ - ۳۷۶ - ۳۷۷ - ۳۷۸ - ۳۷۹ - ۳۸۰ - ۳۸۱ - ۳۸۲ - ۳۸۳ - ۳۸۴ - ۳۸۵ - ۳۸۶ - ۳۸۷ - ۳۸۸ - ۳۸۹ - ۳۹۰ - ۳۹۱ - ۳۹۲ - ۳۹۳ - ۳۹۴ - ۳۹۵ - ۳۹۶ - ۳۹۷ - ۳۹۸ - ۳۹۹ - ۴۰۰ - ۴۰۱ - ۴۰۲ - ۴۰۳ - ۴۰۴ - ۴۰۵ - ۴۰۶ - ۴۰۷ - ۴۰۸ - ۴۰۹ - ۴۱۰ - ۴۱۱ - ۴۱۲ - ۴۱۳ - ۴۱۴ - ۴۱۵ - ۴۱۶ - ۴۱۷ - ۴۱۸ - ۴۱۹ - ۴۲۰ - ۴۲۱ - ۴۲۲ - ۴۲۳ - ۴۲۴ - ۴۲۵ - ۴۲۶ - ۴۲۷ - ۴۲۸ - ۴۲۹ - ۴۳۰ - ۴۳۱ - ۴۳۲ - ۴۳۳ - ۴۳۴ - ۴۳۵ - ۴۳۶ - ۴۳۷ - ۴۳۸ - ۴۳۹ - ۴۴۰ - ۴۴۱ - ۴۴۲ - ۴۴۳ - ۴۴۴ - ۴۴۵ - ۴۴۶ - ۴۴۷ - ۴۴۸ - ۴۴۹ - ۴۵۰ - ۴۵۱ - ۴۵۲ - ۴۵۳ - ۴۵۴ - ۴۵۵ - ۴۵۶ - ۴۵۷ - ۴۵۸ - ۴۵۹ - ۴۶۰ - ۴۶۱ - ۴۶۲ - ۴۶۳ - ۴۶۴ - ۴۶۵ - ۴۶۶ - ۴۶۷ - ۴۶۸ - ۴۶۹ - ۴۷۰ - ۴۷۱ - ۴۷۲ - ۴۷۳ - ۴۷۴ - ۴۷۵ - ۴۷۶ - ۴۷۷ - ۴۷۸ - ۴۷۹ - ۴۸۰ - ۴۸۱ - ۴۸۲ - ۴۸۳ - ۴۸۴ - ۴۸۵ - ۴۸۶ - ۴۸۷ - ۴۸۸ - ۴۸۹ - ۴۹۰ - ۴۹۱ - ۴۹۲ - ۴۹۳ - ۴۹۴ - ۴۹۵ - ۴۹۶ - ۴۹۷ - ۴۹۸ - ۴۹۹ - ۵۰۰ - ۵۰۱ - ۵۰۲ - ۵۰۳ - ۵۰۴ - ۵۰۵ - ۵۰۶ - ۵۰۷ - ۵۰۸ - ۵۰۹ - ۵۱۰ - ۵۱۱ - ۵۱۲ - ۵۱۳ - ۵۱۴ - ۵۱۵ - ۵۱۶ - ۵۱۷ - ۵۱۸ - ۵۱۹ - ۵۲۰ - ۵۲۱ - ۵۲۲ - ۵۲۳ - ۵۲۴ - ۵۲۵ - ۵۲۶ - ۵۲۷ - ۵۲۸ - ۵۲۹ - ۵۳۰ - ۵۳۱ - ۵۳۲ - ۵۳۳ - ۵۳۴ - ۵۳۵ - ۵۳۶ - ۵۳۷ - ۵۳۸ - ۵۳۹ - ۵۴۰ - ۵۴۱ - ۵۴۲ - ۵۴۳ - ۵۴۴ - ۵۴۵ - ۵۴۶ - ۵۴۷ - ۵۴۸ - ۵۴۹ - ۵۵۰ - ۵۵۱ - ۵۵۲ - ۵۵۳ - ۵۵۴ - ۵۵۵ - ۵۵۶ - ۵۵۷ - ۵۵۸ - ۵۵۹ - ۵۶۰ - ۵۶۱ - ۵۶۲ - ۵۶۳ - ۵۶۴ - ۵۶۵ - ۵۶۶ - ۵۶۷ - ۵۶۸ - ۵۶۹ - ۵۷۰ - ۵۷۱ - ۵۷۲ - ۵۷۳ - ۵۷۴ - ۵۷۵ - ۵۷۶ - ۵۷۷ - ۵۷۸ - ۵۷۹ - ۵۸۰ - ۵۸۱ - ۵۸۲ - ۵۸۳ - ۵۸۴ - ۵۸۵ - ۵۸۶ - ۵۸۷ - ۵۸۸ - ۵۸۹ - ۵۹۰ - ۵۹۱ - ۵۹۲ - ۵۹۳ - ۵۹۴ - ۵۹۵ - ۵۹۶ - ۵۹۷ - ۵۹۸ - ۵۹۹ - ۶۰۰ - ۶۰۱ - ۶۰۲ - ۶۰۳ - ۶۰۴ - ۶۰۵ - ۶۰۶ - ۶۰۷ - ۶۰۸ - ۶۰۹ - ۶۱۰ - ۶۱۱ - ۶۱۲ - ۶۱۳ - ۶۱۴ - ۶۱۵ - ۶۱۶ - ۶۱۷ - ۶۱۸ - ۶۱۹ - ۶۲۰ - ۶۲۱ - ۶۲۲ - ۶۲۳ - ۶۲۴ - ۶۲۵ - ۶۲۶ - ۶۲۷ - ۶۲۸ - ۶۲۹ - ۶۳۰ - ۶۳۱ - ۶۳۲ - ۶۳۳ - ۶۳۴ - ۶۳۵ - ۶۳۶ - ۶۳۷ - ۶۳۸ - ۶۳۹ - ۶۴۰ - ۶۴۱ - ۶۴۲ - ۶۴۳ - ۶۴۴ - ۶۴۵ - ۶۴۶ - ۶۴۷ - ۶۴۸ - ۶۴۹ - ۶۵۰ - ۶۵۱ - ۶۵۲ - ۶۵۳ - ۶۵۴ - ۶۵۵ - ۶۵۶ - ۶۵۷ - ۶۵۸ - ۶۵۹ - ۶۶۰ - ۶۶۱ - ۶۶۲ - ۶۶۳ - ۶۶۴ - ۶۶۵ - ۶۶۶ - ۶۶۷ - ۶۶۸ - ۶۶۹ - ۶۷۰ - ۶۷۱ - ۶۷۲ - ۶۷۳ - ۶۷۴ - ۶۷۵ - ۶۷۶ - ۶۷۷ - ۶۷۸ - ۶۷۹ - ۶۸۰ - ۶۸۱ - ۶۸۲ - ۶۸۳ - ۶۸۴ - ۶۸۵ - ۶۸۶ - ۶۸۷ - ۶۸۸ - ۶۸۹ - ۶۹۰ - ۶۹۱ - ۶۹۲ - ۶۹۳ - ۶۹۴ - ۶۹۵ - ۶۹۶ - ۶۹۷ - ۶۹۸ - ۶۹۹ - ۷۰۰ - ۷۰۱ - ۷۰۲ - ۷۰۳ - ۷۰۴ - ۷۰۵ - ۷۰۶ - ۷۰۷ - ۷۰۸ - ۷۰۹ - ۷۱۰ - ۷۱۱ - ۷۱۲ - ۷۱۳ - ۷۱۴ - ۷۱۵ - ۷۱۶ - ۷۱۷ - ۷۱۸ - ۷۱۹ - ۷۲۰ - ۷۲۱ - ۷۲۲ - ۷۲۳ - ۷۲۴ - ۷۲۵ - ۷۲۶ - ۷۲۷ - ۷۲۸ - ۷۲۹ - ۷۳۰ - ۷۳۱ - ۷۳۲ - ۷۳۳ - ۷۳۴ - ۷۳۵ - ۷۳۶ - ۷۳۷ - ۷۳۸ - ۷۳۹ - ۷۴۰ - ۷۴۱ - ۷۴۲ - ۷۴۳ - ۷۴۴ - ۷۴۵ - ۷۴۶ - ۷۴۷ - ۷۴۸ - ۷۴۹ - ۷۵۰ - ۷۵۱ - ۷۵۲ - ۷۵۳ - ۷۵۴ - ۷۵۵ - ۷۵۶ - ۷۵۷ - ۷۵۸ - ۷۵۹ - ۷۶۰ - ۷۶۱ - ۷۶۲ - ۷۶۳ - ۷۶۴ - ۷۶۵ - ۷۶۶ - ۷۶۷ - ۷۶۸ - ۷۶۹ - ۷۷۰ - ۷۷۱ - ۷۷۲ - ۷۷۳ - ۷۷۴ - ۷۷۵ - ۷۷۶ - ۷۷۷ - ۷۷۸ - ۷۷۹ - ۷۸۰ - ۷۸۱ - ۷۸۲ - ۷۸۳ - ۷۸۴ - ۷۸۵ - ۷۸۶ - ۷۸۷ - ۷۸۸ - ۷۸۹ - ۷۹۰ - ۷۹۱ - ۷۹۲ - ۷۹۳ - ۷۹۴ - ۷۹۵ - ۷۹۶ - ۷۹۷ - ۷۹۸ - ۷۹۹ - ۸۰۰ - ۸۰۱ - ۸۰۲ - ۸۰۳ - ۸۰۴ - ۸۰۵ - ۸۰۶ - ۸۰۷ - ۸۰۸ - ۸۰۹ - ۸۱۰ - ۸۱۱ - ۸۱۲ - ۸۱۳ - ۸۱۴ - ۸۱۵ - ۸۱۶ - ۸۱۷ - ۸۱۸ - ۸۱۹ - ۸۲۰ - ۸۲۱ - ۸۲۲ - ۸۲۳ - ۸۲۴ - ۸۲۵ - ۸۲۶ - ۸۲۷ - ۸۲۸ - ۸۲۹ - ۸۳۰ - ۸۳۱ - ۸۳۲ - ۸۳۳ - ۸۳۴ - ۸۳۵ - ۸۳۶ - ۸۳۷ - ۸۳۸ - ۸۳۹ - ۸۴۰ - ۸۴۱ - ۸۴۲ - ۸۴۳ - ۸۴۴ - ۸۴۵ - ۸۴۶ - ۸۴۷ - ۸۴۸ - ۸۴۹ - ۸۵۰ - ۸۵۱ - ۸۵۲ - ۸۵۳ - ۸۵۴ - ۸۵۵ - ۸۵۶ - ۸۵۷ - ۸۵۸ - ۸۵۹ - ۸۶۰ - ۸۶۱ - ۸۶۲ - ۸۶۳ - ۸۶۴ - ۸۶۵ - ۸۶۶ - ۸۶۷ - ۸۶۸ - ۸۶۹ - ۸۷۰ - ۸۷۱ - ۸۷۲ - ۸۷۳ - ۸۷۴ - ۸۷۵ - ۸۷۶ - ۸۷۷ - ۸۷۸ - ۸۷۹ - ۸۸۰ - ۸۸۱ - ۸۸۲ - ۸۸۳ - ۸۸۴ - ۸۸۵ - ۸۸۶ - ۸۸۷ - ۸۸۸ - ۸۸۹ - ۸۹۰ - ۸۹۱ - ۸۹۲ - ۸۹۳ - ۸۹۴ - ۸۹۵ - ۸۹۶ - ۸۹۷ - ۸۹۸ - ۸۹۹ - ۹۰۰ - ۹۰۱ - ۹۰۲ - ۹۰۳ - ۹۰۴ - ۹۰۵ - ۹۰۶ - ۹۰۷ - ۹۰۸ - ۹۰۹ - ۹۱۰ - ۹۱۱ - ۹۱۲ - ۹۱۳ - ۹۱۴ - ۹۱۵ - ۹۱۶ - ۹۱۷ - ۹۱۸ - ۹۱۹ - ۹۲۰ - ۹۲۱ - ۹۲۲ - ۹۲۳ - ۹۲۴ - ۹۲۵ - ۹۲۶ - ۹۲۷ - ۹۲۸ - ۹۲۹ - ۹۳۰ - ۹۳۱ - ۹۳۲ - ۹۳۳ - ۹۳۴ - ۹۳۵ - ۹۳۶ - ۹۳۷ - ۹۳۸ - ۹۳۹ - ۹۴۰ - ۹۴۱ - ۹۴۲ - ۹۴۳ - ۹۴۴ - ۹۴۵ - ۹۴۶ - ۹۴۷ - ۹۴۸ - ۹۴۹ - ۹۵۰ - ۹۵۱ - ۹۵۲ - ۹۵۳ - ۹۵۴ - ۹۵۵ - ۹۵۶ - ۹۵۷ - ۹۵۸ - ۹۵۹ - ۹۶۰ - ۹۶۱ - ۹۶۲ - ۹۶۳ - ۹۶۴ - ۹۶۵ - ۹۶۶ - ۹۶۷ - ۹۶۸ - ۹۶۹ - ۹۷۰ - ۹۷۱ - ۹۷۲ - ۹۷۳ - ۹۷۴ - ۹۷۵ - ۹۷۶ - ۹۷۷ - ۹۷۸ - ۹۷۹ - ۹۸۰ - ۹۸۱ - ۹۸۲ - ۹۸۳ - ۹۸۴ - ۹۸۵ - ۹۸۶ - ۹۸۷ - ۹۸۸ - ۹۸۹ - ۹۹۰ - ۹۹۱ - ۹۹۲ - ۹۹۳ - ۹۹۴ - ۹۹۵ - ۹۹۶ - ۹۹۷ - ۹۹۸ - ۹۹۹ - ۱۰۰۰ - ۱۰۰۱ - ۱۰۰۲ - ۱۰۰۳ - ۱۰۰۴ - ۱۰۰۵ - ۱۰۰۶ - ۱۰۰۷ - ۱۰۰۸ - ۱۰۰۹ - ۱۰۱۰ - ۱۰۱۱ - ۱۰۱۲ - ۱۰۱۳ - ۱۰۱۴ - ۱۰۱۵ - ۱۰۱۶ - ۱۰۱۷ - ۱۰۱۸ - ۱۰۱۹ - ۱۰۲۰ - ۱۰۲۱ - ۱۰۲۲ - ۱۰۲۳ - ۱۰۲۴ - ۱۰۲۵ - ۱۰۲۶ - ۱۰۲۷ - ۱۰۲۸ - ۱۰۲۹ - ۱۰۳۰ - ۱۰۳۱ - ۱۰۳۲ - ۱۰۳۳ - ۱۰۳۴ - ۱۰۳۵ - ۱۰۳۶ - ۱۰۳۷ - ۱۰۳۸ - ۱۰۳۹ - ۱۰۴۰ - ۱۰۴۱ - ۱۰۴۲ - ۱۰۴۳ - ۱۰۴۴ - ۱۰۴۵ - ۱۰۴۶ - ۱۰۴۷ - ۱۰۴۸ - ۱۰۴۹ - ۱۰۵۰ - ۱۰۵۱ - ۱۰۵۲ - ۱۰۵۳ - ۱۰۵۴ - ۱۰۵۵ - ۱۰۵۶ - ۱۰۵۷ - ۱۰۵۸ - ۱۰۵۹ - ۱۰۶۰ - ۱۰۶۱ - ۱۰۶۲ - ۱۰۶۳ - ۱۰۶۴ - ۱۰۶۵ - ۱۰۶۶ - ۱۰۶۷ - ۱۰۶۸ - ۱۰۶۹ - ۱۰۷۰ - ۱۰۷۱ - ۱۰۷۲ - ۱۰۷۳ - ۱۰۷۴ - ۱۰۷۵ - ۱۰۷۶ - ۱۰۷۷ - ۱۰۷۸ - ۱۰۷۹ - ۱۰۸۰ - ۱۰۸۱ - ۱۰۸۲ - ۱۰۸۳ - ۱۰۸۴ - ۱۰۸۵ - ۱۰۸۶ - ۱۰۸۷ - ۱۰۸۸ - ۱۰۸۹ - ۱۰۹۰ - ۱۰۹۱ - ۱۰۹۲ - ۱۰۹۳ - ۱۰۹۴ - ۱۰۹۵ - ۱۰۹۶ - ۱۰۹۷ - ۱۰۹۸ - ۱۰۹۹ - ۱۱۰۰ - ۱۱۰۱ - ۱۱۰۲ - ۱۱۰۳ - ۱۱۰۴ - ۱۱۰۵ - ۱۱۰۶ - ۱۱۰۷ - ۱۱۰۸ - ۱۱۰۹ - ۱۱۱۰ - ۱۱۱۱ - ۱۱۱۲ - ۱۱۱۳ - ۱۱۱۴ - ۱۱۱۵ - ۱۱۱۶ - ۱۱۱۷ - ۱۱۱۸ - ۱۱۱۹ - ۱۱۲۰ - ۱۱۲۱ - ۱۱۲۲ - ۱۱۲۳ - ۱۱۲۴ - ۱۱۲۵ - ۱۱۲۶ - ۱۱۲۷ - ۱۱۲۸ - ۱۱۲۹ - ۱۱۳۰ - ۱۱۳۱ - ۱۱۳۲ - ۱۱۳۳ - ۱۱۳۴ - ۱۱۳۵ - ۱۱۳۶ - ۱۱۳۷ - ۱۱۳۸ - ۱۱۳۹ - ۱۱۴۰ - ۱۱۴۱ - ۱۱۴۲ - ۱۱۴۳ - ۱۱۴۴ - ۱۱۴۵ - ۱۱۴۶ - ۱۱۴۷ - ۱۱۴۸ - ۱۱۴۹ - ۱۱۵۰ - ۱۱۵۱ - ۱۱۵۲ - ۱۱۵۳ - ۱۱۵۴ - ۱۱۵۵ - ۱۱۵۶ - ۱۱۵۷ - ۱۱۵۸ - ۱۱۵۹ - ۱۱۶۰ - ۱۱۶۱ - ۱۱۶۲ - ۱۱۶۳ - ۱۱۶۴ - ۱۱۶۵ - ۱۱۶۶ - ۱۱۶۷ - ۱۱۶۸ - ۱۱۶۹ - ۱۱۷۰ - ۱۱۷۱ - ۱۱۷۲ - ۱۱۷۳ - ۱۱۷۴ - ۱۱۷۵ - ۱۱۷۶ - ۱۱۷۷ - ۱۱۷۸ - ۱۱۷۹ - ۱۱۸۰ - ۱۱۸۱ - ۱۱۸۲ - ۱۱۸۳ - ۱۱۸۴ - ۱۱۸۵ - ۱۱۸۶ - ۱۱۸۷ - ۱۱۸۸ - ۱۱۸۹ - ۱۱۹۰ - ۱۱۹۱ - ۱۱۹۲ - ۱۱۹۳ - ۱۱۹۴ - ۱۱۹۵ - ۱۱۹۶ - ۱۱۹۷ - ۱۱۹۸ - ۱۱۹۹ - ۱۲۰۰ - ۱۲۰۱ - ۱۲۰۲ - ۱۲۰۳ - ۱۲۰۴ - ۱۲۰۵ - ۱۲۰۶ - ۱۲۰۷ - ۱۲۰۸ - ۱۲۰۹ - ۱۲۱۰ - ۱۲۱۱ - ۱۲۱۲ - ۱۲۱۳ - ۱۲۱۴ - ۱۲۱۵ - ۱۲۱۶ - ۱۲۱۷ - ۱۲۱۸ - ۱۲۱۹ - ۱۲۲۰ - ۱۲۲۱ - ۱۲۲۲ - ۱۲۲۳ - ۱۲۲۴ - ۱۲۲۵ - ۱۲۲۶ - ۱۲۲۷ - ۱۲۲۸ - ۱۲۲۹ - ۱۲۳۰ - ۱۲۳۱ - ۱۲۳۲ - ۱۲۳۳ - ۱۲۳۴ - ۱۲۳۵ - ۱۲۳۶ - ۱۲۳۷ - ۱۲۳۸ - ۱۲۳۹ - ۱۲۴۰ - ۱۲۴۱ - ۱۲۴۲ - ۱۲۴۳ - ۱۲۴۴ - ۱۲۴۵ - ۱۲۴۶ - ۱۲۴۷ - ۱۲۴۸ - ۱۲۴۹ - ۱۲۵۰ - ۱۲۵۱ - ۱۲۵۲ - ۱۲۵۳ - ۱۲۵۴ - ۱۲۵۵ - ۱۲۵۶ - ۱۲۵۷ - ۱۲۵۸ - ۱۲۵۹ - ۱۲۶۰ - ۱۲۶۱ - ۱۲۶۲ - ۱۲۶۳ - ۱۲۶۴ - ۱۲۶۵ - ۱۲۶۶ - ۱۲۶۷ - ۱۲۶۸ - ۱۲۶۹ - ۱۲۷۰ - ۱۲۷۱ - ۱۲۷۲ - ۱۲۷۳ - ۱۲۷۴ - ۱۲۷۵ - ۱۲۷۶ - ۱۲۷۷ - ۱۲۷۸ - ۱۲۷۹ - ۱۲۸۰ - ۱۲۸۱ - ۱۲۸۲ - ۱۲۸۳ - ۱۲۸۴ - ۱۲۸۵ - ۱۲۸۶ - ۱۲۸۷ - ۱۲۸۸ - ۱۲۸۹ - ۱۲۹۰ - ۱۲۹۱ - ۱۲۹۲ - ۱۲۹۳ - ۱۲۹۴ - ۱۲۹۵ - ۱۲۹۶ - ۱۲۹۷ - ۱۲۹۸ - ۱۲۹۹ - ۱۳۰۰ - ۱۳۰۱ - ۱۳۰۲ - ۱۳۰۳ - ۱۳۰۴ - ۱۳۰۵ - ۱۳۰۶ - ۱۳۰۷ - ۱۳۰۸ - ۱۳۰۹ - ۱۳۱۰ - ۱۳۱۱ - ۱۳۱۲ - ۱۳۱۳ - ۱۳۱۴ - ۱۳۱۵ - ۱۳۱۶ - ۱۳۱۷ - ۱۳۱۸ - ۱۳۱۹ - ۱۳۲۰ - ۱۳۲۱ - ۱۳۲۲ - ۱۳۲۳ - ۱۳۲۴ - ۱۳۲۵ - ۱۳۲۶ - ۱۳۲۷ - ۱۳۲۸ - ۱۳۲۹ - ۱۳۳۰ - ۱۳۳۱ - ۱۳۳۲ - ۱۳۳۳ - ۱۳۳۴ - ۱۳۳۵ - ۱۳۳۶ - ۱۳۳۷ - ۱۳۳۸ - ۱۳۳۹ - ۱۳۴۰ - ۱۳۴۱ - ۱۳۴۲ - ۱۳۴۳ - ۱۳۴۴ - ۱۳۴۵ - ۱۳۴۶ - ۱۳۴۷ - ۱۳۴۸ - ۱۳۴۹ - ۱۳۵۰ - ۱۳۵۱ - ۱۳۵۲ - ۱۳۵۳ - ۱۳۵۴ - ۱۳۵۵ - ۱۳۵۶ - ۱۳۵۷ - ۱۳۵۸ - ۱۳۵۹ - ۱۳۶۰ - ۱۳۶۱ - ۱۳۶۲ - ۱۳۶۳ - ۱۳۶۴ - ۱۳۶۵ - ۱۳۶۶ - ۱۳۶۷ - ۱۳۶۸ - ۱۳۶۹ - ۱۳۷۰ - ۱۳۷۱ - ۱۳۷۲ - ۱۳۷۳ - ۱۳۷۴ - ۱۳۷۵ - ۱۳

قَالَ اتَى النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اَبِی
بَعْدَ مَا دُفِنَ، فَاَخْرَجَهُ، فَفَنَفَتْ فِيْهِ مِنْ رِیْقِهِ، وَالْبَسَهُ
قَمِیْصَةً. [اطراف الحدیث: ۱۳۵۰-۳۰۰۸-۵۸۹۵]

از عمرو انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے بیان کیا کہ
نبی ﷺ عبد اللہ بن ابی کے دفن ہونے کے بعد اس کے پاس
گئے آپ نے اس کو قبر سے نکالا پھر اس میں اپنا لعاب ڈالا اور اس
کو اپنی قمیص پہنائی۔

(صحیح مسلم: ۷۷۳، رقم المسلسل: ۶۸۹۲، سنن نسائی: ۲۰۱۹-۱۹۰۱، جامع السانید لابن جوزی: ۹۳۸، مکتبۃ الرشذریاض: ۱۳۲۶ھ، مسند الطحاوی: ۱۰۸۲)

حضرت جابر کی اس روایت کا حضرت ابن عمر کی روایت سے تعارض کا جواب اور عبد اللہ بن ابی کے لیے
قمیص عطا فرمانے کی وجوہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری کی یہ روایت: ۱۲۷۰ اس سے پہلی روایت: ۱۲۶۹ کے معارض ہے روایت: ۱۲۶۹ میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے
عبد اللہ بن ابی کے بیٹے کو قمیص عطا کی اور اس روایت میں مذکور ہے کہ عبد اللہ بن ابی کو دفن کر دیا گیا تھا پھر آپ نے اس کو قبر سے نکالا
اور اس کو قمیص پہنائی پہلی روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور دوسری روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ان دو
روایتوں میں تطبیق اس طرح کی گئی ہے کہ نبی ﷺ نے عبد اللہ بن ابی کے بیٹے کو قمیص عطا کر دی تھی پھر اس کے گھر والوں نے سوچا
کہ آپ کو آنے میں مشقت ہوگی اس لیے آپ کے پہنچنے سے پہلے ہی عبد اللہ بن ابی کو دفن کر دیا۔ نبی ﷺ اپنا وعدہ پورا کرنے کے
لیے پہنچ گئے اس وقت عبد اللہ بن ابی کو دفن کیا جا چکا تھا پھر آپ نے قسم دیا کہ قبر سے نکالا جائے اور آپ نے اس کو اپنی قمیص پہنائی
اور اپنا لعاب دہن اس میں ڈالا اور اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ امام ابن الجوزی نے کہا ہے کہ ممکن ہے کہ آپ نے اس کو دو قمیص عطا
کی ہوں ایک قمیص اس کے کفن کے لیے اس کے بیٹے کو دی اور دوسری قمیص اس کے کفن کے لیے نکال کر پہنائی اور ہو سکتا ہے کہ حضرت
جابر رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ کا مشاہدہ کیا ہو اور سرت ابن عمر نے اس واقعہ کو مشاہدہ نہ کیا ہو۔ (كشف المشكل ج ۲ ص ۱۶۲)

اگر یہ اعتراض ہو کہ عبد اللہ بن ابی کے لیے قمیص عطا کرنے میں کیا سبب تھی۔ نکتہ وہ منافقین کا سردار تھا اس کا جواب یہ ہے
کہ اس کا بیٹا مخلص مؤمن اور صحابی تھا آپ نے اس کی دل جوئی اور تکریم کے لیے قمیص عطا فرمائی دوسرا جواب یہ ہے: آپ سے
جب بھی کوئی سائل سوال کرتا تو آپ اس کے جواب میں ”نہ“ نہیں فرماتے تھے اور اس کے سوال کو مسترد نہیں کرتے تھے اور تیسرا
جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا تھا: بے شک میری قمیص اس سے اللہ کے کسی عذاب و دوزخ سے محفوظ کر سکتی لیکن مجھے یہ امید ہے کہ اس
سبب سے اس کی قوم، قوم سے آئے گی اپنا نچہ روایت ہے کہ خزرج نے جب یہ دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو قمیص عطا کی اور
اس کی نماز جنازہ پڑھائی تو خزرج کے ایک ہزار آدمیوں نے اسلام قبول کر لیا۔

دفن کے بعد میت کو قبر سے نکالنے اور قبر کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے میں مذاہب فقہاء

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ عبد اللہ بن ابی کو دفن کرنے کے بعد قبر سے نکالا گیا اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ میت کو دفن
کرنے کے بعد کسی ضرورت یا مصلحت سے اس کو قبر سے نکالنا جائز ہے۔

رہا دفن کے بعد میت کو دوسری جگہ منتقل کرنا اس کو بعض فقہاء نے مکروہ (تجریبی) کہا ہے اور دوسروں نے جائز قرار دیا ہے ایک
قول یہ ہے کہ اگر ایک میل یا دو میل تک منتقل کیا جائے تو کوئی حرج نہیں ایک قول یہ ہے کہ اگر مسافت سفر سے کم فاصلہ تک منتقل کیا
جائے تو کوئی حرج نہیں ہے اور ایک قول یہ ہے کہ مسافت قصر کے فاصلہ تک بھی منتقل کیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ حضرت

عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ حکم دیا تھا کہ جو قبریں مسجد کے پاس ہیں ان کو بقیع کی طرف منتقل کر دیا جائے اور فرمایا: اپنی مسجد کو وسیع کرو اور امام محمد نے کہا ہے کہ یہ فعل معصیت اور گناہ ہے۔

علامہ مازری مالکی نے کہا ہے کہ ہمارے مذہب میں ظاہر یہ ہے کہ میت کو ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف منتقل کرنا جائز ہے حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت سعید بن زید العقیق میں فوت ہوئے اور ان کو مدینہ میں دفن کیا گیا۔

الحادی میں مذکور ہے: امام شافعی نے کہا ہے کہ میرے نزدیک میت کو منتقل کرنا پسندیدہ نہیں ہے تاہم مکہ مکرمہ مدینہ منورہ اور بیت المقدس کا قرب حاصل کرنے اور اس جگہ کی فضیلت حاصل کرنے کے لیے میت کو منتقل کیا جائے تو جائز ہے علامہ بغوی اور البندنجی نے کہا ہے کہ میت کو منتقل کرنا مکروہ تحریمی ہے علامہ نووی نے کہا ہے کہ یہی قول زیادہ صحیح ہے۔

امام احمد بن حنبل کے نزدیک میت کو اس کی قبر سے دوسری جگہ منتقل کیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے حضرت معاذ نے اپنی بیوی کی قبر کھود کر اس کو وہاں سے نکالا اور حضرت طلحہ نے قبر کو منتقل کیا اور جماعت کی مخالفت کی۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۸۱-۸۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

اس مسئلہ کی زیادہ تفصیل اور فقہاء احناف کی تصریحات شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۸۱۰-۸۰۸ میں بیان کی گئی ہیں۔

بغیر قیص کے کفن دینا

۲۳۔ بَابُ الْكُفْنِ بِغَيْرِ قَمِيصٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ہشام از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ کو تین سفید سوتی سحولی کپڑوں میں کفن دیا گیا ان میں قیص تھی نہ عمامہ۔

۱۲۷۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ سَمِعْنَا سُفْيَانَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كُفِّنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ سَحُولٍ كُرْسُفٍ لَيْسَ فِيهَا قَمِيصٌ وَلَا عِمَامَةٌ.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۲۶۳ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں "سحول" کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: وہ کپڑا سحولیہ نامی یمن کی بستی کا بنا ہوا تھا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ہشام انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ ﷺ کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا اس میں قیص تھی نہ عمامہ۔

۱۲۷۲۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُفِّنَ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ لَيْسَ فِيهَا قَمِيصٌ وَلَا عِمَامَةٌ.

اس حدیث کی مفصل شرح صحیح البخاری: ۱۲۶۳ میں گزر چکی ہے۔

سنت کے مطابق کفن میں مذاہب

اس حدیث سے امام شافعی نے یہ استدلال کیا ہے کہ کفن میں سنت یہ ہے کہ صرف تین لفافے ہوں نہ ان میں قیص ہو نہ عمامہ ہو امام مالک کے نزدیک کفن میں عمامہ بھی سنت ہے ان کے نزدیک اس حدیث کی توجیہ یہ ہے کہ یہ تین لفافے قیص اور عمامہ پر زائد تھے

ہمارا مذہب دلائل کے ساتھ حدیث: ۱۲۶۳ میں گزر چکا ہے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۸۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۴۔ بَابُ الْكُفْنِ بِلَا عِمَامَةٍ

بغیر عمامہ کے کفن دینا

۱۲۷۳ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُفِّنَ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ بَيْضَ سَحُولِيَّةٍ لَيْسَ فِيهَا قَمِيصٌ وَلَا عِمَامَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یمن کے بنے ہوئے تین سفید سوتی کپڑوں میں کفن دیا گیا ان میں قمیص تھی نہ عمامہ۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۲۶۳ میں گزر چکی ہے۔

۲۵۔ بَابُ الْكُفْنِ مِنْ جَمِيعِ الْمَالِ

تمام مال سے کفن دینا

وَبِهِ قَالَ عَطَاءٌ وَالزُّهْرِيُّ وَعُمَرُ بْنُ دِينَارٍ وَفَتَادَةُ.

اور عطاء الزہری عمرو بن دینار اور فتادہ کا بھی یہی قول ہے۔

اس تعلق کی اصل یہ حدیث ہے:

امام عبدالرزاق نے مسمر سے روایت کیا ہے کہ الزہری اور فتادہ نے کہا کہ کفن جمیع مال سے ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۶۲۳۷)

اسی طرح عطاء کا قول ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۶۲۳۸) عمرو بن دینار کا قول ہے۔

وَقَالَ عُمَرُ بْنُ دِينَارٍ الْخَنُوطُ مِنْ حَبِيعِ الْمَالِ.

اور عمرو بن دینار نے کہا کہ خوشبو بھی تمام مال سے ہے۔

المال.

اس تعلق کی اصل بھی مصنف عبدالرزاق: ۶۲۳۸ میں ہے۔

اور ابی ہریرہ نے کہا: کفن سے ابتداء کی جائے گی پھر قرض سے پھر بیعت و رسیان نے کہا: قبر کھودنے کی اور غسل کی اجرت کفن سے شمار کی جائے گی۔

وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ يَتَدَأُ بِالْكَفْنِ ثُمَّ بِالْمَتْنِ ثُمَّ بِالْوَصِيَّةِ وَقَالَ سُفْيَانُ أَجْرُ نَسْرِ النَّفْسِ هُوَ مِنَ الْكُفْنِ.

اس تعلق کی اصل بھی مصنف عبدالرزاق: ۶۲۵۰ میں ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن محمد بن حنبل نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں: ہمیں ابی ہریرہ بن مسعود از والد خود انہوں نے بیان کیا کہ ایک دن حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے سامنے کھانا لایا گیا تو انہوں نے کہا کہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا اور وہ مجھ سے بہتر تھے ان کو کفن پہنانے کے لیے صرف ایک چادر مل سکی اور حضرت حمزہ کو شہید کر دیا گیا اور ایک اور شخص کو جو مجھ سے افضل تھے ان کو کفن دینے کے لیے بھی صرف ایک چادر مل سکی مجھے اس کا خطرہ ہے کہ ہماری پسندیدہ چیزیں ہمیں دنیا کی زندگی میں ہی دے دی گئی ہیں

۱۲۷۴ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَوْمًا بَطْعَامِهِ فَقَالَ قُتِلَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَكَانَ خَيْرًا مِنِّي فَلَمْ يَوْجَدْ لَهُ مَا يَكْفُنُ فِيهِ إِلَّا بُرْدَةٌ وَقُتِلَ حَمْزَةُ أَوْ رَجُلٌ آخَرٌ خَيْرٌ مِنِّي فَلَمْ يَوْجَدْ لَهُ مَا يَكْفُنُ فِيهِ إِلَّا بُرْدَةٌ لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ تَكُونَ قَدْ عَجَلْتُ لَنَا طَيِّبَاتِنَا فِي حَيَاتِنَا الدُّنْيَا ثُمَّ جَعَلَ يَبْكِي.

[اطراف الحديث: ۱۲۷۵-۱۲۷۶]

پھر وہ رونے لگے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن محمد الکی الازرقی ابو محمد (۲) ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبد الرحمن بن عوف (۳) ان کے والد سعد بن ابراہیم مدینہ کے قاضی تھی ۱۲۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) ابوسعید ابراہیم بن عبد الرحمن (۵) حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ یہ عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں یہ قدیم الاسلام ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام لائے تھے انہوں نے دو ہجرتیں کیں اور تمام مشاہد میں حاضر رہے غزوہ احد میں ثابت قدم رہے اور بیس سے زیادہ زخم کھائے جنگ تبوک میں رسول اللہ ﷺ نے ان کے پیچھے نماز پڑھی یہ ۳۲ھ میں فوت ہوئے تھے اور البقیع میں مدفون ہوئے تھے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۸۵-۸۴)

جمع مال سے کفن دینے کی دلیل دنیا سے بے رغبتی اور جنت کی بشارت کے باوجود خوفِ آخرت کی توجیہ علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جمہور فقہاء کا یہ مذہب ہے کہ میت کے تمام مال سے اس کا کفن دیا جائے گا اگر اس کے خلاف کسی کا کوئی شاذ قول ہے تو اس کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا اور وہ یہ ہے کہ میت کے تنہائی مال سے اس کا کفن دیا جائے گا ایک اور شاذ قول خلاص بن عمرو اور طاؤس کا ہے انہوں نے کہا: اگر اس کا مال بہت زیادہ ہے تو اس کے اصل مال سے کفن دیا جائے گا اور اگر اس کا مال کم ہے تو اس کے تنہائی مال سے کفن دیا جائے گا۔ (معنف بہ الرزاق: ۶۰۵۲-۶۲۵۱)

اس قول پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

المہلب نے کہا ہے کہ جمہور کے قول پر واضح دلیل یہ ہے کہ حضرت مصعب بن عمیر اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ان میں سے ہر ایک کے پاس اتنا مال نہیں تھا جس سے ان کو کفن دیا جاتا صرف ایک درہم سی چادر تھی جس میں رسول اللہ ﷺ نے انہیں کفن دیا اور آپ نے کسی قرض خواہ کی طرف التفات کیا انہوں نے کسی سے نہ کسی طرف اور نہ کسی وارث سے صرف اس سے معلوم ہوا کہ تمام اصل مال سے کفن دیا جاتا ہے۔

نیز اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جب اور کوئی کپڑا نہ ملے تو ایک چادر سے بھی کفن دیا جاسکتا ہے جیسے امام بخاری نے عنوان قائم کیا ہے اور میں اصل شرم گاہ کو چھپاتا ہے اور نبی ﷺ نے ان دونوں کے لیے اس چادر میں کفن دینے کو پسند کیا ہے کہ ان کو مکمل ڈھانپنے والے ہیں۔ کیونکہ اسی چادر سے شہید کیے گئے تھے اور اسی چادر میں ان شاء اللہ اٹھانے جائیں گے۔

حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عام و صالحین کی سیرت پر عمل کرنا چاہیے اور دنیا سے بہت کم حصہ لینا چاہیے اور دنیا میں کم رغبت کرنا چاہیے اور صالحین کے طریقہ کے نہ ملنے پر رونا چاہیے کیا تم نے نہیں دیکھا کہ حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ روئے اور انہوں نے کھانا نہیں کھایا۔

اور انسان کو چاہیے کہ اس کے پاس جو اللہ کی نعمتیں ہیں ان کو یاد کرے اور ان کے شکر کی ادائیگی میں کمی کا اعتراف کرے اور اس سے ڈرے کہ وہ آخرت کی نعمتوں سے محروم ہو جائے گا اور اس نے جو نیک اعمال کیے ہیں ان کا صلہ صرف یہی دنیا کی نعمتیں ہو جائیں گی جن کا اس نے شکر ادا نہیں کیا۔

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ کے لیے نبی ﷺ نے جنت کی ضمانت دی ہے اور وہ عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں تو پھر ان کو آخرت کا اس قدر خوف کیوں تھا اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قیامت کے دن کے طول حساب

سے ڈرتے تھے اور وہ بلند درجات کی تمنا کرتے تھے اگرچہ ان کو جنت مل چکی تھی لیکن ان کو یہ ڈرتھا کہ کہیں وہ بلند درجات سے محروم نہ ہو جائیں اور ان سے زیادہ دیر تک حساب نہ لیا جائے اور وہ اللہ کے جلال اور اس کی بے نیازی سے ڈرتے تھے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۶۶-۲۶۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

جب ایک کپڑے کے سوا اور کوئی چیز نہ ملے

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از سعد بن ابراہیم از والد خود ابراہیم انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس کھانا لایا گیا وہ اس وقت روزہ دار تھے پس انہوں نے کہا: حضرت مصعب بن عمیر کو شہید کر دیا گیا اور وہ مجھ سے بہتر تھے ان کو ایک ایسی چادر میں کفن دیا گیا تھا کہ اگر ان کا سر ڈھانپا جاتا تو ان کے پیر کھل جاتے تھے اور اگر ان کے پیر ڈھانپے جاتے تو ان کا سر کھل جاتا اور ان کو دفن کر دیا جاتا۔ اس نے کہا کہ حضرت حمزہ کو شہید کر دیا گیا اور وہ مجھ سے تر تھے ہمارے لیے دنیا کشادہ کر دی گئی جیسا کہ کشادہ کر دی گئی اور ہم کو دنیا سے وہ دیا گیا جو دیا گیا اور ہم کو یہ ڈر ہے کہ ہمارے شجر کا اجر ہمیں جلدی دے دیا گیا ہے پھر حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے لگے اور کھانا ترک کر دیا۔

۲۶ - بَابُ إِذَا لَمْ يَوْجَدْ إِلَّا ثَوْبٌ وَاحِدٌ

۱۲۷۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبرَاهِيمَ عَنْ أَبِيهِ إِبرَاهِيمَ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَتَى بِطَعَامٍ وَكَانَ صَائِمًا فَقَالَ قُتِلَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَهُوَ خَيْرٌ مِنِّي كُفِّنَ فِي بُرْدَةٍ إِنْ غُطِّيَ رَأْسُهُ بَدَتْ رَجُلَاهُ وَإِنْ غُطِّيَ رَجُلَاهُ بَدَتْ رَأْسُهُ. وَارَاهُ قَالَ وَقُتِلَ حَمْزَةُ وَهُوَ خَيْرٌ مِنِّي ثُمَّ بُسِطَ لَنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا بُسِطَ أَوْ قَالَ أُعْطِينَا مِنَ الدُّنْيَا مَا أُعْطِينَا وَقَدْ خَشِينَا أَنْ نَكُونَ حَسَنَاتٍ عَجَلَتْ لَنَا ثُمَّ جَعَلَ يَبْكِي حَتَّى تَرَكَ الطَّعَامَ.

اس حدیث کی شرح گزشتہ حدیث: ۱۲۷۴ میں گزر چکی ہے۔

۲۷ - بَابُ إِذَا لَمْ يَجِدْ كَفَنًا إِلَّا مَا يُوَارَى

رَأْسُهُ أَوْ قَدَمَيْهِ غُطِّيَ بِهِ رَأْسُهُ

۱۲۷۶ - حَدَّثَنَا عُسْرُ بْنُ خَفِصٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَتْمَةَ عَنْ أَبِي حَتْمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا شَقِيقٌ قَالَ حَدَّثَنَا خُبَابٌ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ هَاجَرْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَلْتَمِسُ وَجْهَ اللَّهِ فَوَقَعَ أَجْرُنَا عَلَى اللَّهِ فَمِنَّا مَنْ مَاتَ لَمْ يَأْكُلْ مِنْ أَجْرِهِ شَيْئًا مِنْهُمْ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَمِنَّا مَنْ آيَنَعَتْ لَهُ ثَمَرَتُهُ فَهُوَ يَهْدِيهَا قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ فَلَمْ نَجِدْ مَا نَكْفِيهِ إِلَّا بُرْدَةٌ إِذَا غُطِّينَا بِهَا رَأْسُهُ خَرَجَتْ رَجُلَاهُ

جب اس کے سوا کفن نہ ملے جو سر کو چھپائے

یا قدموں کو تو پیر کو ڈھانپ دے

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شقیق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہم نے نبی ﷺ کے ساتھ ہجرت کی ہم اللہ کی رضا ڈھونڈتے تھے پس ہمارا اجر اللہ کے ذمہ کرم پر ہو گیا پس بعض ہم میں سے وہ ہیں جو فوت ہو گئے اور انہوں نے اپنے اجر میں سے کچھ حاصل نہیں کیا

کی شرم گاہ پر کپڑے کا ٹکڑا ڈال دیا جائے اور البدائع میں مذکور ہے کہ غسل دینے والا اپنے ہاتھوں پر کپڑا لپیٹ کر کپڑے کے نیچے سے اس کی شرم گاہ کو دھوئے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کو استنجاء کرائے اور صاحبین کے نزدیک اس کو استنجاء نہ کرائے 'مردہ کی شرم گاہ وہی ہے جو زندہ کی شرم گاہ ہے اور وہ ناف سے گھٹنے تک ہے اور گھٹنا ہمارے نزدیک شرم گاہ ہے' لیکن اس کی غلیظ شرم گاہ کو ڈھک دینا کافی ہے اور وہ اس کا اگلا اور پچھلا حصہ ہے ہمارا اور امام مالک کا یہی صحیح مذہب ہے۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۸۸، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

جس نے نبی ﷺ کے زمانہ میں کفن

تیار کیا تو اس پر انکار نہیں کیا گیا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے

حدیث بیان کی 'انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی حازم نے حدیث

بیان کی از والد خود از حضرت سہل رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک

عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک چادر لے کر آئی 'جس کے

کناروں پر بنائی کی ہوئی تھی 'کیا تم جانتے ہو کہ بردہ کیا چیز ہے؟

ہاں نے کہا: وہ چادر ہے 'ہوں نے کہا: ہاں! اس عورت نے کہا:

میں نے اس چادر کو اپنے ہاتھ سے بنا ہے تاکہ میں یہ آپ کو

پہناؤں 'نبی ﷺ نے یہ چادر لے لی 'اس وقت آپ کو اس کی

ضرورت بھی تھی 'آپ ہمارے پاس وہ چادر پہن کر آئے 'فلاں

فحش نے اس کی تعریف کی 'پس کہنے لگا: یہ کتنی اچھی چادر ہے 'یہ

آپ مجھے پہنا دیجئے 'ہوں نے اس سے کہا: یہ تم نے اچھا نہیں کیا

اس چادر کو نبی ﷺ نے پہنا تھا اور اس وقت آپ کو اس کی

ضرورت تھی 'پھر تم نے اس کو مانگ لیا اور تم کو معلوم ہے کہ آپ

کو مسترد نہیں کرتے 'اس شخص نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے پہننے

کے لیے اس چادر کا سہا نہیں کیا 'میں نے اسے یہ سہا کیا ہے

تاکہ یہ میرا کفن ہو جائے۔ حضرت اہل نے کہا: ہاں یہ چادر اس

فحش کا کفن ہو گئی۔

(سنن ابن ماجہ: ۳۵۵۵، المعجم الکبیر: ۵۸۸۷، شعب الایمان: ۶۲۳۳، مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۳، طبع قدیم، مسند احمد: ۲۲۸۲۵، ج ۳ ص ۳۸۲۔)

۴۸۱، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ۲۴۰۵، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن مسلمہ القعنسی (۲) عبد العزیز بن ابی حازم (۳) ان کے والد ابو حازم سلمہ بن دینار الاعرج، یہ اہل مدینہ کے

قاضی تھے (۴) حضرت سہل بن سعد بن مالک الساعدی رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۸۹)

۲۸۔ بَابُ مَنْ اسْتَعَدَّ الْكَفْنَ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُنْكَرْ عَلَيْهِ ۱۲۷۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَهْلِ بْنِ رَاضِيٍّ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ امْرَأَةً جَاءَتْ بِِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَدَّةٍ مَنَسُوجَةٍ فِيهَا خَاشِيَتُهَا اتَدْرُونَ مَا الْبَرْدَةُ؟ قَالُوا الشَّمْلَةُ قَالَ نَعَمْ. قَالَتْ نَسَجْتُهَا بِيَدِي فَجِئْتُ لَا تُكْسُو كُفَّهَا فَأَخَذَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْتَاجًا إِلَيْهَا فَخَرَجَ إِلَيْنَا وَإِنَّهَا إِزَارَةٌ فَحَسَنَهَا فُلَانٌ فَقَالَ أُكْسِيئَهَا مَا أَحْسَنَهَا قَالَ الْقَوْمُ مَا أَحْسَنَتْ لِبَسَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْتَاجًا إِلَيْهَا ثُمَّ سَأَلَتْهُ وَعَلِمْتُ أَنَّ الْبَرْدَةَ وَالنَّبِيُّ وَاللَّهُ مَا سَأَلَتْهُ لِأَلْبَسَهَا إِنَّمَا سَأَلْتُ لِيَكُونَ كَفْنِي قَالَ سَهْلٌ فَكَانَتْ كَفْنَهُ.

[اطراف الحديث: ۲۰۹۳-۵۸۱۰-۶۰۳۶]

حدیث مذکور سے مستنبط مسائل اور دیگر فوائد

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی چیز کو وقت سے پہلے تیار کر کے رکھنا جائز ہے، بہت سے صالحین نے اپنے ہاتھوں سے اپنی قبر کو کھود کر رکھا، اور اس میں آخرت کی تیاری کی فکر کرتا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ان مؤمنین کا ایمان افضل ہے جو موت کو زیادہ یاد رکھتے ہیں اور اس کی اچھی تیاری کرتے ہیں۔ (مجھے اس حدیث کا حوالہ نہیں مل سکا)

المہلب نے کہا: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سلطان کو فقیر کا ہدیہ قبول کرنا چاہیے اور اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ فقیر کو اس ہدیہ کے بدلہ میں کچھ نہ دینا بھی جائز ہے اور اس میں یہ دلیل بھی کہ سلطان اور عالم سے تبرک کے لیے کسی قیمتی چیز کا سوال کرنا جائز ہے۔

(شرح ابن بطل ج ۳ ص ۲۶۹-۲۶۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے بعض فوائد مذکور میں علامہ ابن بطل سے اختلاف کیا ہے، علامہ ابن بطل نے لکھا ہے کہ ہدیہ کے بدلہ میں کچھ نہ دینا بھی جائز ہے کیونکہ جس عورت نے آپ کو ہدیہ میں وہ چادر پیش کی، آپ نے اس کو کچھ نہیں دیا تھا، علامہ عینی نے لکھا ہے کہ آپ کی عادت کریمہ مستمرہ یہ تھی کہ آپ ہدیہ دینے والے کو کچھ نہ کچھ عطا فرماتے تھے۔ اس موقع پر آپ کے جواباً کچھ عطا فرمانے کا ذکر نہیں ہے اور ذکر نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ نے واقع میں کچھ عطا نہ فرمایا ہو نیز یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس خاتون نے آپ کو وہ چادر بہ سیر بہ نہ دی ہو بلکہ خریدنے کے لیے پیش کی ہو نیز اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ آپ سائل کو رد نہیں فرماتے تھے خواہ آپ کو خود ضرورت ہو اور اس میں یہ ثبوت ہے کہ جو کچھ آپ کے ہاتھ کے ساتھ لگ جائے، صحابہ اس سے تبرک حاصل کرتے تھے، لہذا اس میں آثار صالحین سے تبرک حاصل کرنے کا ثبوت ہے اور جو کام بہ ظاہر خلاف ادب ہو، اس پر انکار کرنا چاہیے جیسے صحابہ نے چادر مانگنے کی وجہ سے اس شخص پر انکار کیا۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۹۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی یہی تحریر لکھا ہے، مگر انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ برفسان کی روایت میں ہے: اس شخص نے اپنا عذر بیان کرتے ہوئے کہا کہ جب نبی ﷺ اس پر درکوبین لیا تو مجھے اس کی برکت کی امید ہو گئی تاکہ میں اس کو اپنا کفن بناؤں۔ (صحیح البخاری: ۶۰۳۰) اور انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ امام طبرانی نے زمعه بن صالح سے یہ روایت کی ہے کہ آپ نے یہ حکم دیا تھا کہ آپ کے لیے اور چادر بنائی جائے، پھر آپ اس چادر کے بننے سے پہلے وصال فرما گئے۔ (المجم الکبیر: ۵۹۲۰) اور اس میں آثار صالحین سے تبرک کا ثبوت ہے اور آپ کے اس خلق کا یہ ثبوت ہے کہ آپ عورت سے بھی یہ قبول فرماتے تھے، اور آپ نساخات کا بیان ہے، علامہ ابن بطل نے یہ ہے کہ امت صالحین نے اپنی قبر کو کھودا۔ علامہ ابن حجر فرماتے ہیں: صحابہ میں سے ایک نے بھی اسی طرح نہیں کیا، اگر یہ کام مستحب ہوتا تو اس کو بہ کثرت کیا جاتا اور بعض شافعیہ نے کہا ہے کہ جس چیز میں کسی کو صلاح اور برکت کا اعتقاد ہو، اسے اس کو حاصل کرنے کی بہت زیادہ کوشش کرنی چاہیے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۷۲۸-۷۲۷ دارالعرفان بیروت ۱۴۲۶ھ)

۲۹۔ بَابُ اتِّبَاعِ النِّسَاءِ الْجَنَائِزَ

عورتوں کا جنازوں کے ساتھ جانا

۱۲۷۸۔ حَدَّثَنَا قُبَيْصَةُ بْنُ عُقْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ خَالِدٍ عَنْ أُمِّ الْهَذِيلِ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ نَهَيْتُنَا عَنْ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ وَلَمْ يُعْزَمْ عَلَيْنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیسہ بن عقبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از خالد از ام الہذیل از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا، ہمیں جنازوں کے ساتھ جانے سے منع کیا گیا تھا اور ہمیں جنازوں کے ساتھ جانے کی زیادہ ترغیب

نہیں دی گئی تھی یا ہم کو زیادہ تاکید سے منع نہیں کیا گیا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۱۳ میں گزر چکی ہے، تاہم بعض ضروری امور کا ذکر کیا جا رہا ہے:

جننازوں کے ساتھ عورتوں کے جانے میں صحابہ، فقہاء تابعین اور ائمہ مجتہدین کا اختلاف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد بخینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ عورتوں کا جننازوں کے ساتھ جانا مکروہ تنزیہی ہے اور جمہور اہل علم کا یہی

قول ہے۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر، حضرت عائشہ اور حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہم عورتوں کے جننازوں کے ساتھ جانے کو مکروہ کہتے تھے اور فقہاء تابعین میں سے ابراہیم، حسن بصری، مسروق، ابن سیرین، اوزاعی، امام احمد اور اسحاق اس کو مکروہ کہتے تھے، ثوری نے کہا: عورتوں کا جننازوں کے ساتھ جانا بدعت ہے اور امام ابو حنیفہ سے منقول ہے کہ عورتوں کو جننازوں کے ساتھ نہیں جانا چاہیے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، قاسم، سالم، الزہری، ربیعہ اور ابو الزناد نے عورتوں کو جننازوں کے ساتھ جانے کی اجازت دی ہے اور امام مالک نے بھی اس میں رخصت دی ہے اور جو ان عورتوں کے لیے مکروہ کہا ہے، امام شافعی نے بھی کہا ہے کہ یہ مکروہ ہے حرام نہیں ہے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۹۲، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

خاوند کے لیے پر عورت کا سوگ کرنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں بشر بن کمفصل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: سلمہ بن علقمہ نے حدیث بیان کی از محمد بن سیرین، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کا بیٹا فوت ہو گیا، جب تیسرا دن آیا تو انہوں نے پیلا رنگ منگایا اور اس کو اپنے جسم پر لگایا، کہا کہ ہمیں اس سے منع کیا گیا تھا کہ ہم اس کے علاوہ کسی اور کے اوپر تین دن سے زیادہ سوگ کریں۔

۳۰۔ بَابُ حَدِّ الْمَرْأَةِ عَلَى غَيْرِ زَوْجِهَا

۱۲۷۹۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا بَشَرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ خَلْفَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ تَوَفَّى ابْنُ لَاقٍ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا، فَلَمَّا كَانَ الْيَوْمَ الثَّالِثُ دَعَتْ بِصُفْرَةٍ فَمَسَحَتْ بِهَا وَقَالَتْ نَهْنَأُ أَنْ نُجِدَّ أَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثٍ إِلَّا بِزَوْجٍ

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۱۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۸۰۔ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ مُوسَى قَالَ أَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ نَافِعٍ عَنْ زَيْنَبِ ابْنَةِ أَبِي سَلَمَةَ قَالَتْ لَمَّا جَاءَ نَعْيُ أَبِي سُفْيَانَ مِنَ الشَّامِ دَعَتْ أُمَّ حَبِيبَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا بِصُفْرَةٍ فِي الْيَوْمِ الثَّالِثِ فَمَسَحَتْ غَارِضِيهَا وَذَرَأَعِيهَا وَقَالَتْ إِنِّي كُنْتُ عَنْ هَذَا الْغَيْبَةِ لَوْ لَا أَنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَحِلُّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ایوب بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے حمید بن نافع نے خبر دی از زینب بنت ابی سلمہ، انہوں نے بیان کیا کہ جب حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی موت کی خبر شام سے آئی تو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے تیسرے دن پیلا رنگ منگایا اور اپنے رخساروں اور کلائیوں پر ملا اور کہا: بے شک میں اس سے مستغنی

لَا مَرَأَةَ تُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُوَحَّدَ عَلَى مَتِّبٍ هوں اگر میں نے نبی ﷺ سے یہ نہ سنا ہوتا کہ جو عورت بھی اللہ
فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ فَإِنَّهَا تُحَدُّ عَلَيْهِ أَرْبَعَةٌ پر اور روزِ آخرت پر ایمان لائی ہو اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ
أَشْهُرٌ وَعَشْرًا۔ وہ اپنے خاوند کے علاوہ کسی اور پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے۔

[اطراف الحدیث: ۱۲۸۱-۵۳۳۳-۵۳۳۹-۵۳۴۵] پس بے شک وہ خاوند کے اوپر چار ماہ اور دس دن سوگ کرے۔

(صحیح مسلم: ۱۳۹۰-۱۳۸۹، رقم المسلسل: ۳۶۶۵-۳۶۶۳، سنن ابوداؤد: ۲۲۹۹، سنن ترمذی: ۱۱۹۷-۱۱۹۵، سنن نسائی: ۳۵۰۰، سنن ابن ماجہ:

۲۰۱۳، جامع المسانید لابن جوزی: ۷۰۹۵، مکتبۃ الرشیدیہ ریاض: ۱۳۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) الحمیدی عبد اللہ بن الزبیر بن عیسیٰ القریشی الاسدی ابو بکر (۲) سفیان بن عیینہ (۳) ایوب بن موسیٰ بن عمرو بن سعید بن
العاص الاموی یہ فقہاء میں سے ایک ہیں یہ ۱۳۳ھ میں مکہ میں فوت ہو گئے تھے (۴) حمید الطویل بن نافع ابوالفتح (۵) زینب بنت
ابی سلمہ ان کا نام عبد اللہ بن عبد الاسد ہے یہ الحجاز میں تھے اور نبی ﷺ کی لے پالک تھیں عمر بن ابی سلمہ کی بہن تھیں ان کی ماں
حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں جو نبی ﷺ کی زوجہ تھیں۔

سوگ کا معنی

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال مائے قرطبی متوفی ۳۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس باب کا عنوان ہے: "احداء المرأة" یعنی عورت کا سوگ کرنا سوگ کا معنی ہے: عورت زینت کو اور بناؤ سنگھار کو ترک کر
دے خوب صورت کپڑے نہ پہنے خوشبو نہ لگائے زیور نہ پہنے سرمہ نہ لگائے اور ہر اس چیز سے پرہیز کرے جو عمل ازدواج کا محرک ہو
نبی ﷺ نے یہ اجازت دی ہے کہ عورت اپنے خاوند کے علاوہ محارم کی موت پر تین دن سوگ کرے اور یہ اس پر واجب نہیں ہے اور
تین دن سے زیادہ سوگ کرنا اس پر حرام ہے اور آج کل میں یہ حکم ہے کہ وہ تین دن سوگ کرے اور چار مہینہ دس دن سوگ کرے۔

(شرح ابن بطلال ج ۳ ص ۲۷۱، دارالکتب العلمیہ بیروت: ۱۴۲۳ھ)

شام سے حضرت ابوسفیان کی وفات کی خبر آنے کے ذکر میں امام بخاری کا تسامح

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس روایت میں کہا ہے کہ تمام حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر آئی یہ غلط ہے کیونکہ ان میں سے کئی علم
کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ شہادت ابوسفیان کی وفات مدینہ میں ہوئی ہے اور جمہور کا اس پر اتفاق ہے کہ ان کی وفات ۳۲ھ
میں ہوئی ہے اور ایک قول ۳۳ھ کا ہے اور شام سے ابوسفیان کی وفات کی خبر آنے کا ذکر صرف سفیان بن عیینہ کی اس روایت میں ہے
اور میرا گمان یہ ہے کہ یہ وہم ہے اور یہاں "ابن" کا لفظ چھوٹ گیا ہے یعنی شام سے حضرت ابوسفیان کے بیٹے کی موت کی خبر آئی تھی
جو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے بھائی تھے جن کا نام یزید بن ابی سفیان تھا یہ شام کے گورنر تھے امام بخاری نے امام مالک اور سفیان ثوری
کی سند سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت ام حبیبہ کے والد ابوسفیان بن حرب فوت ہو گئے۔ الحدیث اور ان میں سے کسی نے بھی
شام کا ذکر نہیں کیا اور مجھے یہ حدیث مسند ابن ابی شیبہ میں مل گئی اس میں ذکر ہے کہ جب حضرت ام حبیبہ کے بھائی کی موت کی خبر آئی
تو انہوں نے بناؤ سنگھار ترک کر دیا اور زرد رنگ اپنی کلائیوں پر لگایا۔ (مجھے مسند ابن ابی شیبہ میں یہ حدیث نہیں ملی۔ سعیدی غفرلہ)

اس روایت سے یہ متعین ہو گیا کہ شام سے حضرت ابوسفیان کی وفات کی خبر نہیں آئی تھی ان کے بیٹے یزید بن ابوسفیان کی

موت کی خبر آئی تھی۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۴۳۰-۴۲۹، دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی نے بھی اس تقریر کا ذکر کیا ہے لیکن انہوں نے مسند ابن ابی شیبہ کی روایت کا ذکر نہیں کیا۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۹۵، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم از حمید بن نافع از زینب بنت ابی سلمہ، انہوں نے خبر دی کہ وہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی ﷺ کے پاس گئیں، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جو عورت اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتی ہو اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی میت کے اوپر تین دن سے زیادہ سوگ کرے سوائے اپنے شوہر کے اس پر چار مہینہ دس دن سوگ کرے۔

۱۲۸۱ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ نَافِعٍ عَنْ زَيْنَبِ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهُ قَالَتْ دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ حَبِيبَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَحِلُّ لِمَرْأَةٍ تَوَمِّنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ تَحْجُ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا.

اس حدیث کی شرح، گزشتہ حدیث: ۱۲۸۰ میں گزر چکی ہے۔

پھر وہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں جب ان کے بھائی فوت ہو گئے تھے پھر انہوں نے خوشبو منگا کر لگائی پھر کہا: مجھے اب خوشبو کی ضرورت تو نہیں ہے لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ کو منہ یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو عورت اللہ پر اور روزِ آخرت پر ایمان لائی ہو اس کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے سوائے اپنے شوہر کے اس پر چار مہینے دس دن سوگ کرے۔

۱۲۸۲ - ثُمَّ دَخَلْتُ عَلَى زَيْنَبِ بِنْتِ جَحْشٍ حَتَّى تَوَفَّى أَخَوَهَا فَذَعْتُ بِطِيبٍ فَمَسَّتْ ثُمَّ قَالَتْ مَا لِي بِالطِّيبِ مِنْ حَاجَةٍ غَيْرَ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمَنْبْرِ يَقُولُ لَا يَحِلُّ لِمَرْأَةٍ تَوَمِّنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ تَحْجُ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا.

[ط: الف، الحدیث: ۵۳۳۵] (جامع المسانید لابن جوزی: ۷۰۱۹)

مکتبہ الرشیدیہ ریاض ۱۴۲۶ھ

اس اعتراض کا جواب کہ حضرت زینب نے جس بے نی کی وفات پر سوگ کیا تھا وہ کافر تھا اور کافر کی موت پر سوگ کرنا جائز نہیں

علامہ بدرالدین محمود بن عینی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ہمارے شیخ زین الدین نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے تین بھائی تھے: عبد اللہ، عبید اللہ اور ابواحمد، حضرت زینب نے جس بھائی کی وفات کا ذکر کیا ہے وہ عبد اللہ تو ہو نہیں سکتے کیونکہ وہ جنگِ احد میں شہید ہو گئے تھے اور اس وقت حضرت زینب نبی ﷺ کے نکاح میں نہیں آئی تھیں اور نہ عبید اللہ ہو سکتے ہیں کیونکہ وہ حبشہ میں اس حال میں فوت ہوئے تھے کہ وہ نصرانی تھے یہ ۵ھ یا ۶ھ کا واقعہ ہے کیونکہ نبی ﷺ نے حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان سے اس کے بعد نکاح کیا تھا اور نبی ﷺ نے ان سے نکاح ۶ھ یا ۷ھ میں کیا تھا اور زینب بنت ابی سلمہ اس وقت چھوٹی تھیں اگرچہ یہ ممکن ہے کہ وہ اس

وقت سمجھ دار ہوں اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ ان کے وہ بھائی ابواحمد ہوں کیونکہ حضرت زینب بنت جحش ان سے پہلے فوت ہو گئی تھیں پس زیادہ قریب احتمال یہ ہے کہ ان کے وہ بھائی عبید اللہ ہوں جو نصرانی ہونے کی حالت میں فوت ہوئے تھے اس پر یہ اعتراض ہے کہ کافر کی موت پر تو اہل بیت نبوت کو افسوس نہیں کرنا چاہیے تھا اس کا جواب یہ ہے کہ ان کا یہ رنج اور افسوس بشری تقاضے سے طبعی طور پر تھا۔ اس حدیث سے فقہاء احناف نے اس پر استدلال کیا ہے کہ شوہر کی وفات پر سوگ کرنا واجب ہے۔

قبروں کی زیارت کا بیان

۳۱- بَابُ زِيَارَةِ الْقُبُورِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ثابت نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ایک عورت کے پاس سے گزرے جو قبر کے پاس بیٹھی ہوئی رو رہی تھی آپ نے اس سے فرمایا: تم اللہ سے ڈرو اور صبر کرو اس نے کہا: تم مجھ سے ایک طرف ہٹو تم پر وہ مصیبت نہیں آئی جو مجھ پر آئی ہے اور اس نے آپ کو پہچانا نہیں تھا۔ کوثر: یا کہ یہ نبی ﷺ تھے تب وہ نبی ﷺ کے دروازہ پر آئی اس نے ان سے کہا: کیا تم نے اس کو پہچانا؟ میں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا آپ نے فرمایا: صبر اس وقت شمار ہوتا ہے جب پہلی بار صدمہ پہنچے۔

۱۲۸۳ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِامْرَأَةٍ تَبْكِي عِنْدَ قَبْرِ فَقَالَ اتَّقِي اللَّهَ وَاصْبِرِي. قَالَتْ إِيَّاكَ عَنِّي فَإِنَّكَ لَمْ تُصَبِّ بِمُصِيبَتِي وَلَمْ تَعْرِفْهُ فَقِيلَ لَهَا إِنَّهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَتْ بَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدَهُ بَوَّابِينَ فَقَالَتْ لَهُ أَعْرِفُكَ فَقَالَ إِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ السَّدَمَةِ لَا وَنَى.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲: ۱۲۰ میں درج ہے: "م" زیارت قبور" تفصیل لکھی جا رہی ہے۔

زیارت قبور کی تحقیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علماء کا زیارت القبور میں اختلاف ہے المازمی نے کہا ہے کہ اہل علم اس پر متفق ہیں کہ مردوں کے لیے زیارت قبور جائز ہے علامہ ابن عبد البر نے زیارت القبور بالعموم مبارک ہے۔ پہلے بالعموم زیارت القبور سے منع کیا گیا تھا۔ مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے مردوں کی زیارت کرنا باطل ہے اور اس کی اہانت میں بہ کثرت روایت مردوں میں۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۹۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابن بطلال نے کہا ہے کہ ابتداء اسلام میں زیارت قبور سے اس لیے منع کیا گیا تھا کہ وہ زمانہ بت پرستی اور قبروں کو سجدہ گاہ بنانے کے قریب تھا پھر جب اسلام مستحکم ہو گیا اور لوگوں کے دلوں میں قوی ہو گیا اور قبروں کی عبادت اور اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے سے مسلمان مامون ہو گئے تو قبروں کی زیارت کی ممانعت کو منسوخ کر دیا کیونکہ قبریں آخرت کی یاد دلاتی ہیں اور دنیا سے بے رغبت کرتی ہیں۔ (شرح ابن بطلال ج ۳ ص ۲۷۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

زیارت قبور کے متعلق احادیث آثار اور فقہاء تابعین کے اقوال

عبد اللہ بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تم کو (پہلے) زیارت قبور سے منع

کرتا تھا، سواب تم قبروں کی زیارت کیا کرو۔ (صحیح مسلم: ۹۷۷، سنن ترمذی: ۱۰۵۳، سنن نسائی: ۲۰۳۲، سنن ابن ماجہ: ۱۵۷۱، سنن بیہقی ج ۴ ص ۷۶، المستدرک ج ۱ ص ۳۷۶، مشکوٰۃ: ۱۷۶۹، کنز العمال: ۳۲۵۵۵، موطا امام مالک: کتاب الفیایا: ۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے رب سے اپنی ماں کے لیے استغفار کی اجازت طلب کی تو مجھے اجازت نہیں دی، پھر میں نے ان کی قبر کی زیارت کی اجازت طلب کی تو مجھے اجازت دے دی۔

(صحیح مسلم: ۹۷۶، سنن ابوداؤد: ۳۲۳۳، سنن نسائی: ۲۰۳۴، سنن ابن ماجہ: ۱۵۷۲)

سلیمان بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کو یہ تعلیم دیتے تھے کہ جب وہ قبرستان کی طرف جائیں تو ان میں سے ایک کہنے والا یہ کہے: ”السلام علیکم یا اهل الدیار من المؤمنین والمسلمین وانا ان شاء اللہ بکم للاحقون انتم لنا فرط ونحن لکم تبع ونسال اللہ لنا ولکم العافیة“ (ترجمہ: السلام علیکم! اے مؤمنین اور مسلمین کے گھر والو! ہم ان شاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں تم ہمارے پیش رو ہو اور ہم تمہارے پیچھے ہیں اور ہم اللہ سے اپنے لیے اور تمہارے لیے معافی کا سوال کرتے ہیں۔) (مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۳، سنن ابوداؤد: ۳۲۳۰، صحیح ابن حبان: ۳۱۷۳، سنن ابن ماجہ: ۱۵۷۷، سنن نسائی: ۱۰۹۳، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۹۰۹، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۷۸، دار الکتب العلمیہ بیروت)

زازان بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب قبرستان میں داخل ہوتے تو فرماتے: ”السلام علی من فی هذه الدیار من المؤمنین والمسلمین انتم لنا فرط ونحن لکم تبع و بکم للاحقون وانا الیہ راجعون“۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۹۰۹، سنن ابی شیبہ: ۱۱۷۸، دار الکتب العلمیہ بیروت)

عامر بن سعد بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جب اپنی زمین سے واپس آتے اور شہداء کی قبروں کے پاس سے گزرتے تو کہتے: ”السلام علیکم و بکم للاحقون“۔ ان کے صحاب سے کہتے: کیا تم شہداء پر سلام نہیں کرتے کہ وہ بھی تم کو سلام کا جواب دیں۔ مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۷۸، سنن ابی شیبہ: ۱۱۷۸، دار الکتب العلمیہ بیروت)

عبداللہ بن سعد جاری بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے عبداللہ! جب تم ان قبروں کے پاس سے گزر دو جن کو تم پہچانتے ہو تو کہو: ”السلام علیکم اصحاب القبور“ اور جب تم ان قبروں کے پاس سے گزر دو جن کو تم نہیں پہچانتے تو کہو: ”السلام علی المسلمین“۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۷۸، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۷۸، دار الکتب العلمیہ بیروت)

ابو موسیٰ بن سہبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ تہنید دیا تھا کہ جب آپ پہنچیں گے ان قبروں پر صلوٰۃ پڑھیں یا سلام دیں۔ (ترمذی: ۲۲۲، مسند احمد ج ۳ ص ۸۹، سنن دارقطنی: ۸، مسند ابی یوسف: ۱۷۳، المستدرک ج ۳ ص ۵۶-۵۵، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۹۱۲، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۷۹۰، دار الکتب العلمیہ بیروت)

محمد بن ابراہیم التیمی بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سال کی ابتداء میں شہداء (احد) کی قبروں پر جاتے تھے پس فرماتے تھے: تم پر سلام ہو کیونکہ تم نے صبر کیا اور حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم بھی اسی طرح کرتے تھے ایک روایت میں ہے: آپ اور حضرت ابوبکر وغیرہ ہر سال اسی طرح کرتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق: (۱۸۲۸)۔ ۶۷۳۵، کتاب المغازی للواتدی ج ۱ ص ۳۱۳، عالم الکتب، دلائل النبوة ج ۳ ص ۳۰۸، شرح الصدور ص ۲۱۰) نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب کہیں جانے کا ارادہ کرتے تو مسجد (نبوی) میں داخل ہوتے، پس نماز پڑھتے، پھر نبی ﷺ کی قبر (مبارک) پر آتے، پس کہتے: ”السلام علیک یا رسول اللہ! السلام علیک یا ابا بکر! السلام علیک یا

ابتداءً! (اے ابا جان!) پھر جہاں جانا ہوتا جاتے اور جب سفر سے واپس آتے تب بھی مسجد میں آ کر اسی طرح کرتے اور وہ اپنے گھر جانے سے پہلے اس طرح کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۹۱۵، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۷۹۳، دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنے ماں باپ کی قبر کی ہر جمعہ زیارت کی یا ان میں سے کسی ایک کی زیارت کی تو اس کی مغفرت کر دی جائے گی اور یہ لکھ دیا جائے گا کہ یہ بُری ہے۔ (المعجم الصغیر: ۹۵۵، البیہقی نے کہا: اس کی سند میں عبد الکریم ابواسمہ ضعیف راوی ہے، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۶۰، مکر فضائل اعمال میں احادیث ضعیف السند معتبر ہوتی ہیں)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ احد سے لوٹے تو حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ (کی قبر) اور دیگر اصحاب (کی قبروں) پر کھڑے ہو گئے اور فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تم اللہ کے نزدیک زندہ ہو، پس تم ان کی زیارت کرو اور ان کو سلام کرو، پس اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! تم قیامت تک ان میں سے جس پر بھی سلام کرو گے وہ تمہارے سلام کا جواب دیں گے۔ (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۶۰، حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۰۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو بندہ بھی کسی ایسے مسلمان کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا، پھر اس کو سلام کرتا ہے تو وہ قبر والا اس کو پہچانتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

(تاریخ دمشق الکبیر: ۲۵۳۳-۲۵۳۴، ج ۱۰ ص ۲۹۳، دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ)

اسماعیل بن عبد الاعلیٰ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص اپنی وارث کی قبر کی زیارت کرتا تھا۔ جب دن وہ اس کی قبر کی زیارت کے لیے گیا تو اس کو نیند آگئی، خواب میں اس کی والدہ نے کہا: اس قبر میں میرا قبر والا ہے۔ عظیم اجر کسی کو نہیں ملا، اس نے پوچھا: اس کا کیا عمل تھا؟ اس کی والدہ نے کہا: اس پر بہت مصائب آئے اور اس نے ان پر صبر کیا۔

(موسوع امام ابن ابی الدنیا: ۱۳۶، ج ۶ ص ۸۵، المکتبۃ العصریہ بیروت)

عبد اللہ بن نافع المدنی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو دفن کر دیا گیا، ایک شخص نے خواب میں اس کو دیکھا کہ وہ اہل دوزخ میں ہے، وہ بہت مسکرم ہوا، سات آٹھ دن بعد اس کو دکھایا گیا کہ وہ اہل جنت میں سے ہے، اس نے کہا: کیا تم نے یہ نہیں کہا تھا کہ یہ اہل دوزخ میں سے ہے؟ اس نے کہا: یہ اہل دوزخ میں سے تھا مگر ہمارے ساتھ ایک صالح شخص دفن کیا گیا، اس نے اپنے چالیس پڑوسیوں کے لیے شفاعت کی اور یہ بھی ان میں سے تھا۔

(موسوع امام ابن ابی الدنیا: ۱۳۹، ج ۶ ص ۸۶، المکتبۃ العصریہ بیروت)

سیدنا بن ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے تم کو قبروں کی زیارت کرنے سے منع کیا تھا، پس تحقیق (سیدنا) محمد (ﷺ) کو اپنی والدہ کی قبر کی اجازت دی گئی ہے، پس تم قبروں کی زیارت کیا کرو، کیونکہ قبریں آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔ (سنن ترمذی: ۱۰۵۴، صحیح مسلم: ۹۷۷، سنن نسائی: ۵۶۹۳، سنن ابن ماجہ: ۳۳۰۵، مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۶)

امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے، اہل علم کا اس پر عمل ہے، عبد اللہ بن المبارک، امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے۔

عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت کی اجازت

بعض علماء نے عورتوں کو قبروں کی زیارت کرنے سے منع کیا ہے، ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قبروں کی بہت زیادہ زیارت کرنے والیوں پر لعنت فرمائی۔

(سنن ترمذی: ۱۰۵۶، سنن ابن ماجہ: ۱۵۷۶، مسند احمد ج ۲ ص ۳۳۷)

امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے آپ نے یہ لعنت قبروں کی زیارت کی اجازت دینے سے پہلے فرمائی تھی جب آپ نے قبروں کی زیارت کی اجازت دے دی تو اس اجازت میں مردوں کے ساتھ عورتیں بھی داخل ہو گئیں۔

(سنن ترمذی ص ۳۳۵ 'دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۳ھ)

جمہور علماء جو عورتوں کو قبروں کی زیارت کی اجازت دیتے ہیں ان کا استدلال درج ذیل احادیث سے ہے:

عبداللہ بن ابی ملیکہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ حبشی میں فوت ہو گئے ان کی میت کو مد لاکر وہاں دفن کر دیا گیا پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت عبدالرحمن کی قبر پر آئیں اور یہ اشعار پڑھے:

و کنا کندمانی جذیمۃ حقبة من الدهر حتی فیل لن یصدعا

”ہم بادشاہ جذیمہ کے دو صاحبوں کی طرح ہمیشہ اکٹھے رہے یہاں تک کہ کہا گیا: یہ کبھی جدا نہیں ہوں گے۔“

فلما تفرقنا کان و مالکنا لطول اجتماع لم یبت ليلة معا

”پس جب ہم جدا ہو گئے تو گویا مدت دراز تک اکٹھا رہنے کے باوجود میں نے اور مالک نے ایک رات بھی اکٹھے نہیں گزاری۔“

پھر حضرت عائشہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اگر میں تمہاری وفات کے وقت حاضر ہوتی تو تم کو وہاں دفن کیا جاتا جہاں تم فوت ہو گئے تھے اور اگر میں وہاں حاضر ہوتی تو اب تمہاری زیارت کے لیے نہ آتی۔ (سنن ترمذی: ۱۰۵۵)

وجہ استدلال یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے بھائی کی قبر زیارت کے لیے نہ آئے مگر گئیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں اپنے اچھے چچا - بن داؤد متوفی تھیں - بن داؤد رضی اللہ عنہ اور میرے والد مدفون تھے پس میں اپنے (زائد) کپڑے اتار دیتی تھی اور کہتی تھی کہ یہ میرے خاوند اور میرے والد ہی تو ہیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی ان کے ساتھ دفن کر دیا تو اللہ کی قسم! میں اس - ال میں داخل ہوتی تھی کہ میں نے اپنے کپڑے ان کو باندھا ہوا ہوتا تھا اور یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حیاء کی وجہ سے تھا۔ (سنن ابوداؤد: ۲۰۰۳، مسند احمد ج ۶ ص ۱۶۲، سنن بیہقی، مسند احمد ج ۲ ص ۲۰۲ طبع قدیم مسند احمد: ۲۵۶۶۰ ج ۳ ص ۳۱۳ مشکوٰۃ: ۱۷۷۱۱)

حافظ یوسف بن عبداللہ ابن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ھ روایت کرتے ہیں:

عبداللہ بن ابی ملیکہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قبرستان سے آئیں میں نے ان سے کہا: ”ام المؤمنین! آپ کہاں سے آئی ہیں؟“ انہوں نے کہا: ”اپنے بھائی - بن داؤد رضی اللہ عنہ کی قبر سے۔“ میں نے کہا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارت قبر سے منع فرمائی ہے؟ میں نے کہا: ”نہی نہیں فرمائی۔“ ہاں! آپ نے قبروں کی زیارت سے منع فرمائی ہے۔ آپ نے قبروں کی زیارت کا حکم دیا۔ (مصنف عبدالرزاق: ۶۷۴۰)

جعفر بن محمد بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب کی قبر کی ہر جمعہ کو زیارت کرتی تھیں اور آپ نے ایک پتھر کو اس کی علامت کے طور پر رکھ دیا تھا۔ (مصنف عبدالرزاق: ۶۷۴۲) (تہذیب ج ۲ ص ۱۳۳ 'دار الکتب العلمیہ بیروت')

عورتوں کے مزارات پر جانے کے متعلق مذاہب فقہاء

امام احمد بن حنبل سے پوچھا گیا: کیا عورتیں قبر کی زیارت کر سکتی ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں! ان شاء اللہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کی ہے لیکن حضرت ابن عباس کی حدیث ہے کہ قبر کی بہت زیادہ زیارت کرنے والوں پر لعنت کی گئی ہے امام احمد نے فرمایا: یہ ابو صالح کی روایت ہے وہ کیا چیز ہے! گویا انہوں نے اس حدیث کو ضعیف قرار

دیا۔ (تمہید ج ۲ ص ۱۳۵-۱۳۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متونی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

عورتوں کے زیارت قبر میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ اجازت کے عموم میں عورتیں بھی داخل ہیں اور یہ اکثر کا قول ہے اور یہ اس وقت ہے جب عورتیں فتنہ سے مامون ہوں اور جواز کی تائید اس باب کی حدیث سے ہوتی ہے کیونکہ نبی ﷺ نے ایک عورت کو قبر کے پاس بیٹھے ہوئے دیکھا اور اس کو منع نہیں فرمایا اور آپ کا کسی کام کو مقرر رکھنا حجت ہے اور جنہوں نے زیارت قبر کی اجازت کو مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے عام قرار دیا ہے ان میں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں وہ اپنے بھائی عبدالرحمان کی قبر کی زیارت کے لیے گئیں اور جب ان سے کہا گیا: کیا اس سے منع نہیں کیا گیا تھا تو حضرت عائشہ نے فرمایا: نبی ﷺ نے پہلے اس سے منع فرمایا تھا پھر آپ نے قبر کی زیارت کا حکم دیا۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۴۳۱ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ قرطبی مالکی نے لکھا ہے کہ جو ان عورتوں کے لیے قبرستان کے لیے ٹکنا حرام ہے اور بوزھی عورتوں کے لیے مباح ہے نیز کہا ہے کہ ان سب کے لیے مباح ہے جب یہ مردوں کے بغیر اکیلی جائیں انہوں نے کہا: اس میں ان شاء اللہ اختلاف نہیں ہوگا نیز علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ حدیث ترمذی میں زورات پر لعنت کی گئی ہے یعنی جو قبروں کی زیارت کے لیے بہت زیادہ جاتی ہوں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ عورتوں کو زیادہ جانے سے روک لیا گیا ہے کہ عورتوں کے حق میں منع ہوں گے اور وہ بناؤ سنگھار کر کے نکلیں گی اور یہ اس کے مشابہ ہوگا جو قبروں کی تعظیم کے لیے تہوں کے پاس رہتا ہے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ عورتیں قبروں پر چیخ و پکار کر کے روئیں گی اور اس میں اور بھی مناسد ہیں یہ اس صورت میں ہے جب عورتیں قبروں پر بہت زیادہ جائیں اور جو عورتیں کبھی کبھی جائیں اس میں حرج نہیں ہے یہی ۱۰۰۰ ہے کہ زورات پر لعنت کی گئی ہے نہ کہ زورات پر۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۱۰۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

ہماری اس تحریر میں چاروں فقہ کے ائمہ و علما کے اس مسئلہ کی نظریات کی تفصیل گئی ہے۔

* شرح صحیح مسلم میں مذاہب فقہاء کو زیادہ تفصیل سے لکھا گیا ہے اس کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

- ① زیارت قبور کا بیان ② عورتوں کی زیارت قبور کے متعلق احادیث ③ فقہاء احناف کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارت قبور کا حکم ④ فقہاء حنفیہ کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارت قبور کا حکم ⑤ فقہاء شافعیہ کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارت قبور کا حکم ⑥ فقہاء مالکیہ کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارت قبور کا حکم خلاصہ بحث۔

* یہ بحث شرح صحیح مسلم ج ۷ ص ۷۴۲-۷۴۳ پر مذکور ہے۔

نبی ﷺ کا ارشاد: میت کے بعض گھر والوں کے

رونے سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے جب کہ

میت پر نوحہ کرنا اس کا طریقہ ہو

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں

کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ (التحریم: ۶) اور نبی ﷺ نے فرمایا:

۳۲ - بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ يُعَذِّبُ الْمَيِّتَ بِبَعْضِ بُكَاءِ أَهْلِهِ

عَلَيْهِ إِذَا كَانَ النَّوْحُ مِنْ سُنَّتِهِ

بِقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى ﴿فَوَا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ

نَارًا﴾ (التحریم: ۶) وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

كُلُّكُمْ رَاعٍ وَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ .

تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور اس سے اپنے ماتحت لوگوں کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

اس تعلق کے موافق حدیث موصول صحیح البخاری: ۸۹۳ میں گزر چکی ہے۔

فَإِذَا لَمْ يَكُنْ مِنْ سُنَّتِهِ، فَهُوَ كَمَا قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا ﴿لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى﴾ (الانعام: ۱۶۴)۔
اور اگر نوحہ کرنا میت کی سنت نہ ہو تو پھر یہ اس طرح ہے جس طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

(الانعام: ۱۶۳، بنی اسرائیل: ۱۵، فاطر: ۱۸، الزمر: ۷)

وَهُوَ كَقَوْلِهِ ﴿وَإِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ إِلَىٰ حِمْلِهِنَّ لَا يُحْمَلُ مِنْهُ شَيْءٌ﴾ (الفاطر: ۱۸)۔
اور وہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی مثل ہے: اور اگر کوئی بوجھ والا دوسرے کو بوجھ اٹھانے کے لیے بلائے گا تو اس سے کچھ بھی اٹھایا نہیں جائے گا۔ (فاطر: ۱۸)

اور وہ جو بغیر نوحہ کے رونے کی اجازت دی گئی ہے۔

وَمَا يُرْخَصُ مِنَ الْبُكَاءِ فِي غَيْرِ نَوْحٍ .

اس تعلق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے ہے اور جو ہاتھ سے ہوا اور دل سے ہو وہ اللہ عزوجل کی طرف سے ہے اور رحمت سے ہے اور جو ہاتھ سے ہوا اور دل سے ہو وہ اللہ عزوجل کی طرف سے ہے۔ (المجموع الكبير: ۸۳۱۷)
اور نبی ﷺ نے فرمایا: جس نفس کو بھی ظلماً قتل کیا جائے گا تو پہلے ابن آدم کے خون کے گناہ کا حصہ ہوگا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے سب پہلے قتل کرنے کا طریقہ ایجاد کیا۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقْتُلْ نَفْسَ ظَلَمًا إِلَّا تَكَانَ عَلَى ابْنِ آدَمَ الْأَوَّلِ كِفْلٌ مِنْ دَمِهَا . وَذَلِكَ لِأَنَّهُ أَوَّلُ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ .

اس تعلق کی اصل صحیح البخاری: ۳۳۳۵ اور ۶۸۶۷ میں ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان اور محمد نے حدیث بیان کی ان دونوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی نہیں نے کہا: ہمیں عاصم بن سلیمان نے خبر دی از ابی عثمان انہوں نے کہا: مجھے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ کی صاحب زادی نے آپ کی طرف پیغام بھیجا کہ میرا بیٹا فوت ہو رہا ہے آپ ہمارے پاس آئیں آپ نے جوابی پیغام میں سلام کہا اور فرمایا: بے شک اللہ ہی کے لیے ہے جو اس نے لے لیا اور اسی کے لیے ہے جو اس نے عطا کیا اور ہر چیز کی اس کے پاس مدت مقرر ہے پس تم صبر کرو اور ثواب کی امید رکھو انہوں نے پھر آپ کی طرف پیغام بھیجا اور آپ کو قسم دی کہ آپ ان کے پاس ضرور آئیں سو آپ کھڑے ہوئے اور آپ کے ساتھ حضرت سعد

۱۲۸۴ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ وَمُحَمَّدٌ قَالَا أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا عَاصِمُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي سُهَيْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي سَامَةُ بْنُ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ أَرْسَلَتْ ابْنَةُ سَيِّدِي رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رِسَالَةً إِلَيْنَا لِيَبْزُلَ قَبْضُ فَانْتَبَأْنَا فَأَرْسَلَ بِقُرْبَى السَّلَامِ وَيَقُولُ إِنَّ لِلَّهِ مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أُعْطِيَ وَكُلُّ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُسَمًّى فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ فَأَرْسَلْتُ إِلَيْهِ تَقْسِيمٌ عَلَيْهِ لِيَأْتِيَنِيهَا فَنَامَ وَمَعَهُ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَأَبِي بْنُ كَعْبٍ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَرِجَالٌ فَرَفَعُوا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشَّيْءَ وَنَفْسُهُ تَنْفَقِقُ قَالَ حَسِبْتُهُ أَنَّهُ قَالَ كَانَتْهَا شَنْ

فَقَاضَتْ عَيْنَاهُ فَقَالَ سَعْدُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا هَذَا؟
فَقَالَ هَذِهِ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللَّهُ فِي قُلُوبِ عِبَادِهِ وَإِنَّمَا
يُرْحَمُ اللَّهُ مِنْ عِبَادِهِ الرَّحَمَاءُ.

اطراف الحدیث: ۵۶۵۵-۶۶۰۲-۶۶۵۵-۷۳۷۷-۷۳۸۸ [(صحیح مسلم: ۹۲۳، رقم المسلسل: ۲۱۰۰، سنن ابوداؤد: ۳۱۳۵، سنن نسائی: ۱۸۶۸، سنن ابن ماجہ: ۱۵۸۸، جامع المسانید لابن جوزی: ۷۶، مکتبہ رشداریہ، ش: ۱۳۲۶ھ)

بن عبادہ، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابی بن کعب، حضرت زید بن ثابت اور دوسرے مرد تھے اس بچے کو انھیں کر آپ کے پاس لایا گیا اور اس کا سانس اکھڑ رہا تھا، راوی نے کہا: میرے گمان میں اس کا جسم پرانی مشک کی طرح تھا، پس آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، حضرت سعد نے کہا: یا رسول اللہ! یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ اللہ کی رحمت ہے جس کو اللہ نے اپنے بندوں کے دل میں کر دیا ہے اور اللہ اپنے بندوں میں سے صرف رحم کرنے والوں پر رحم فرماتا ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبدان، ان کا نام عبد اللہ بن عثمان ابو عبد الرحمن ہے (۲) محمد بن مقاتل (۳) عبد اللہ بن المبارک (۴) عاصم بن سلیمان الاحول (۵) بو عثمان انہدی، ان کا نام عبد الرحمن بن مل ہے (۶) حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب اور آزاد کردہ غلام تھے، ان کی والدہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا تھیں، ان کا نام مرکہ تھا۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۱۰۵)

تعزیت اور عیادت کے لیے اصحابِ فضل کو بلانا، بغیر، نہ رونا اور نہ رونا۔ اہل

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس صاحبِ زادی کا نام حضرت زینب بنت جحش ہے، ام ایمن رضی اللہ عنہا کے بیٹے، امام حماد بن ابی العاص بن الربیع تھا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی کی موت کے وقت اصحابِ فضل کو بلانا چاہیے تاکہ ان کی دعا اور ان کی برکت حاصل ہو۔

افاضل ص: آپ کے ساتھ بغیر بلا۔ چلے گئے اس سے ہم ہوا کہ تعزیر۔ کے لیے بغیر بلائے بھی چلے جانا چاہیے

اس کے برخلاف ولیمہ اور شادی کے کھانے میں سب سے پہلے دعا اور دعا کے بعد دعا چاہیے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کو صبر و ثواب کی یہ برکت تلقین کی کہ اس سے ہم ہوا کہ جو شخص مصیبت میں بے قرار ہو اس کو صبر کی تلقین کرنی چاہیے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہلی بار ملانے پر نہیں گئے اور دوسری بار چلے گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اہل فضل کو کسی کی امیاء میں نہ لانا چاہیے اور

عیادت اور تعزیت کے لیے جانا چاہیے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہا، اس میں ابیروحہ کے رونے کا ثبوت ہے اور اس میں بنی نزیہ کے رونے کا ثبوت ہے اور ایسے

مواقع پر نہ رونا دل کی سختی اور شقاوت کی علامت ہے۔

حضرت زینب نے آپ کو قسم دے کر بلایا، اس میں یہ ثبوت ہے کہ نہایت ادب سے سوال کرنا چاہیے۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۱۰۸، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۰۳۱-ج ۲ ص ۷۴۵-۷۴۴ پر مذکور ہے اس حدیث کی وہاں شرح نہیں کی گئی۔

۱۲۸۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا

أَبُو عَامِرٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هَلَالِ

بْنِ عُلَيْسٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں فلیح بن سلیمان نے حدیث بیان کی از حلال

قَالَ شَهِدْنَا بِنَا لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؛
قَالَ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ عَلَى
الْقَبْرِ؛ قَالَ فَرَأَيْتُ عَيْنِيهِ تَذْمَعَانِ؛ قَالَ فَقَالَ هَلْ
مِنْكُمْ رَجُلٌ لَمْ يَقَارِفِ اللَّيْلَةَ. فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ أَنَا؛
قَالَ فَانْزِلْ؛ قَالَ فَانْزَلَ فِي قَبْرِهَا.

بن علی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما نے بیان کیا: ہم
رسول اللہ ﷺ کی صاحب زادی کے جنازہ میں حاضر ہوئے اور
رسول اللہ ﷺ قبر کی ایک جانب بیٹھے ہوئے تھے پس میں نے
دیکھا کہ آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہو رہے تھے پس
آپ نے پوچھا: تم میں سے کوئی ایسا شخص ہے جس نے رات کو
جماع نہ کیا ہو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ہوں! آپ نے
فرمایا: تم قبر میں اترؤ پس وہ آپ کی صاحب زادی کی قبر میں
اترے۔

[طرف المدینہ: ۱۳۴۲] (جامع المسانید لابن جوزی: ۲۴۲)

مکتبہ الرشیدیہ ریاض ۱۴۲۶ھ مسند الطحاوی: ۳۱۵)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن محمد المسندی (۲) ابو عامر عبد الملک بن عمرو العقدي (۳) فلیح بن سلیمان ان کا نام عبد الملک ہے اور فلیح ان کا
لقب ہے (۴) حلال بن علی بن اسامہ العامری (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۱۰۹)
حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا تذکرہ

اس حدیث میں نبی ﷺ کی اس صاحب زادی کے جنازہ میں شرکت ام کلثوم رضی اللہ عنہا یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ
کی زوجہ تھیں ان کی وفات ۹ھ میں ہوئی تھی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا جس وقت فوت ہوئی اس وقت آپ بدر میں تھے اور ان کے جنازہ
پر حاضر نہیں ہوئے تھے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۱۱۰)

اس کی توجیہ کہ حضرت ام کلثوم کو وہ شخصیں قبر میں اتارے جس نے گزشتہ رات جماع نہ کیا ہو

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے حجۃ الوداع میں سے کوئی ایک شخص۔ اس نے رات کو جماع نہ کیا ہو؟ علامہ کرمانی
نے کہا ہے کہ اس کی حکمت یہ تھی کہ آپ کی یہ حب۔ اور قبر میں تارنا تھا تو جس شخص نے رات کو جماع کیا ہوتا اس میں شہوت کے
آثار تازہ ہوتے اور جس شخص نے رات کو جماع نہ کیا ہوتا وہ گویا شہوت کو بھول چکا ہوتا تو آپ نے چاہا کہ آپ کی صاحب زادی کو وہ
شخص قبر میں نہ رہے جو شہوت کو بھولا ہوا ہو اس کی یہ وجہ بیان کی گئی ہے کہ اس رات حضرت عثمان نے اپنی بیوی سے جماع کیا
تھا پس رسول اللہ ﷺ ان کا ہم ہوئے اور آپ کو یہ یقین نہ آیا کہ وہ آپ کی بیوی پر بوجھ کر دامن میں نہ لگے۔ انہیں
چاہیے تھا کہ ان کے آس پاس وہ ان کے پاس ہوں اور ان کی خدمت کرنے والے نہ بن جائیں۔ آپ نے
چاہا کہ وہ ان کی قبر میں نہ اتریں۔ (میں کہتا ہوں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے یہ توجیہ کی جاسکتی ہے کہ حضرت ام کلثوم بہت
طویل عرصہ سے بیمار تھیں۔ اس لیے حضرت عثمان اپنے طبعی تقاضے کو پورا کرنے کے لیے باندی کے پاس چلے گئے جب کہ انہیں یہ بھی
معلوم نہیں تھا کہ آج حضرت ام کلثوم کا انتقال ہو جائے گا۔ سعیدی غفرلہ)

بغیر آواز کے رونے کا جواز اور قبر پر بیٹھنے کی ممانعت

اس حدیث میں بغیر آواز کے آنسوؤں سے رونے کا ذکر ہے اور یہ بیان ہے کہ مردوں کو چاہیے کہ وہ عورت کو قبر میں اتاریں
کیونکہ وہ عورتوں سے قوی ہوتے ہیں اور ایسے مردوں کو قبر میں عورت کو اتارنا چاہیے جس نے زمانہ قریب میں جماع نہ کیا ہو اور اس
حدیث میں قبر کی ایک جانب بیٹھنے کا ثبوت ہے اس حدیث کا ظاہر معنی یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ قبر پر بیٹھے ہوئے تھے حضرت زید

بن ثابتؓ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امام مالک نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ قبر پر بیٹھنا جائز ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سعادہ امام شافعی اور جمہور نے یہ کہا ہے کہ قبر پر بیٹھنا جائز نہیں ان کا استدلال ان احادیث سے ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی ایک شخص انکارے پر بیٹھ جائے پس وہ اس کے کپڑے جلا دے پھر وہ آگ اس کی کھال تک پہنچ جائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ قبر پر بیٹھے۔

(صحیح مسلم: ۹۷۱، رقم المسلسل: ۱۲۱۲)

ابو مرثد الغنوی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قبر پر نہ بیٹھو اور نہ اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو۔

(صحیح مسلم: ۹۷۲، رقم المسلسل: ۲۲۱۳، سنن ابوداؤد: ۳۲۲۹، سنن ترمذی: ۱۰۵۰، سنن نسائی: ۷۶۰، مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۵)

الحی علی نے کہا ہے کہ قبر پر بیٹھنا حرام ہے امام مالک اور خارجہ بن زید نے کہا ہے کہ اس حدیث میں جو فرمایا: قبر پر نہ بیٹھو اس کا معنی یہ ہے کہ قبر پر قضاء حاجت نہ کرو لیکن یہ تاویل بہت بعید ہے تو ضیح میں مذکور ہے کہ قبر پر ٹیک لگانا مکروہ ہے۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۱۱۱-۱۱۰، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ایس ابن جریج نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے عبد اللہ بن عبید اللہ بن ابی مسیکہ نے خبر دی انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بی بی مکہ میں فوت ہو گئی ہم ان کے جنازہ میں آئے اور حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی ان کے جنازے میں آئے تھے اور بے شک میں ان دونوں کے درمیان میں بیٹھا ہوا تھا یا کہا: میں ان میں سے کسی ایک کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ دوسرا بھی آگیا پس وہ میرے پہلو میں بیٹھ گیا پس حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت عمرو بن عثمان سے کہا: کہا آپ ان کو رونے سے نہیں روکتے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ بے شک گھروالوں کے رونے سے میت کو ضرور عذاب دیا جاتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۹۲۸، رقم المسلسل: ۲۱۱۳، سنن: ۱۸۵۸، مسند الحمیدی: ۲۲۰، مسند احمد ج ۱ ص ۴۱)

پس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: بے شک حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اس قسم کی بات کہتے تھے پھر انہوں نے حدیث بیان کی کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ سے لوٹا حتیٰ کہ جب ہم مقام بیداء پر پہنچے تو اس وقت سواروں کی جماعت کبکیر کے درخت کے سائے میں تھی حضرت عمر نے فرمایا: جاؤ! دیکھو یہ کون سوار ہیں؟ حضرت ابن عباس نے کہا: میں نے دیکھا تو وہ حضرت

۱۲۸۶ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ تَوَقَّيْتُ نَدِيَهُمَا رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ بِمَكَّةَ وَجِئْنَا لِنَشْهَدَهَا وَحَضَرَهَا ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا وَإِنِّي لَجَالِسٌ بَيْنَهُمَا أَوْ قَالَ جَلَسْتُ إِلَى أَحَدِهِمَا ثُمَّ جَاءَ الْآخَرُ فَجَلَسَ إِلَى جَنْبِي فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا لِعَمْرٍو بَنِ عُثْمَانَ أَلَا تَنْهَى عَنِ الْبُكَاءِ؟ فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ.

۱۲۸۷ - فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَدْ كَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ بَعْضُ ذَلِكَ ثُمَّ حَدَّثَ فَقَالَ صَدَرْتُ مَعَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ مِنْ مَكَّةَ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَاءِ إِذَا هُوَ بِرُكْبٍ تَحْتَ ظِلِّ سَمُرَةٍ فَقَالَ أَذْهَبَ فَاَنْطَرُ مَنْ هُوَ لَاءِ الرُّكْبِ؟ قَالَ فَنَظَرْتُ فَإِذَا صُهَيْبٌ فَأَخْبَرْتُهُ

فَقَالَ ادْعُهُ لِي، فَرَجَعْتُ إِلَى صُهَيْبٍ فَقُلْتُ ارْتَجِلْ،
فَالْحَقَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، فَلَمَّا أُصِيبَ عُمَرُ، دَخَلَ
صُهَيْبٌ يَبْكِي، يَقُولُ وَالْأَخَاهُ، وَأَصَاحِبَاهُ، فَقَالَ عُمَرُ
رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَا صُهَيْبُ أَتَبْكِي عَلَيَّ، وَقَدْ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ النَّمِيتَ
يُعَذَّبُ بِبَعْضِ بُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ. [اطراف الحديث: ۱۲۹۰-۱۲۹۲] (صحیح مسلم: ۹۲۸، رقم المسلسل: ۲۱۱۳)

صہیب رضی اللہ عنہ تھے میں نے حضرت عمر کو بتایا تو حضرت عمر نے فرمایا:
ان کو میرے پاس بلا کر لاؤ میں واپس حضرت صہیب کے پاس گیا
اور ان سے کہا: چلیے! پس وہ امیر المؤمنین سے ملے پھر جب
حضرت عمر زخمی ہو گئے تھے تو حضرت صہیب روتے ہوئے آئے اور
کہنے لگے: ہائے میرے بھائی! ہائے میرے صاحب! پس حضرت
عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے صہیب! کیا تم مجھ پر رورہے ہو؟ حالانکہ
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: میت پر اس کے بعض گھروالوں
کے رونے سے اس کو عذاب دیا جاتا ہے۔

۱۲۸۸ - قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا
فَلَمَّا مَاتَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، ذَكَرْتُ ذَلِكَ
لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا، فَقَالَتْ رَحِمَ اللَّهُ
عُمَرَ، وَاللَّهِ مَا حَدَّثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَنَّ اللَّهَ لَيُعَذِّبُ الْمُؤْمِنَ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ،
وَلَكِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ
لَيَزِيدُ الْكَافِرَ عَذَابًا بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ، وَقَالَتْ
حَسْبُكُمْ الْقُرْآنُ ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى﴾
(الأنعام: ۱۶۴). قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا
عِنْدَ ذَلِكَ وَاللَّهُ ﴿هُوَ أَضْحَكُ وَأَبْسُ﴾. [۱۲۸۸-۱۲۹۰] (اطراف الحديث: ۱۲۹۰-۱۲۹۲)
قَالَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ وَاللَّهِ مَا قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ
تَعَالَى عَنْهُمَا شَيْئًا.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت
عمر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو میں نے حضرت عمر کے اس قول کا حضرت
عائشہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کیا تو حضرت عائشہ نے کہا: اللہ تعالیٰ حضرت
عمر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے! اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا
تھا کہ بے شک مؤمن میت کے گھروالوں کے اس پر رونے سے
اللہ اس کو عذاب دیتا ہے! لیکن رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا تھا:
بے شک کافر کے گھروالوں کے اس پر رونے سے اللہ تعالیٰ اس کو
زیادہ عذاب دیتا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا:
تمہارے لیے قرآن کافی ہے: اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا
بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ (الأنعام: ۱۶۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے
اس وقت کہا: اللہ کی قسم! وہی ہنساتا ہے اور وہی رلاتا ہے! (انجم: ۲۳)
ابن ابی ملیکہ نے کہا: اللہ کی قسم! یہ سن کر حضرت ابن عمر نے
کچھ نہیں کہا۔

گھروالوں کے میت پر رونے کی وجہ سے میت کو عذاب کی توجیہات

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ہے: میت کے گھروالوں کے اس کے اوپر رونے سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے اس کی تشریح میں علماء کا
اختلاف ہے بعض علماء نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اگر میت نے یہ وصیت کی ہو کہ اس کے مرنے کے بعد اس پر رو دیا جائے تو اس
کو عذاب ہوگا اور اس صورت میں اس کو اس کے اپنے فعل کی وجہ سے عذاب ہوگا نہ کہ دوسرے کے فعل کی وجہ سے اور اب یہ فاطر:
۱۸ کے خلاف نہیں ہے امام بخاری نے بھی اسی توجیہ کو اختیار کیا ہے کیونکہ انہوں نے کہا: جب کہ میت پر رونا میت کے جاری کردہ
طریقہ کی وجہ سے ہو تو پھر میت پر گھروالوں کے رونے کی وجہ سے اس کو عذاب ہوگا۔

دوسرے علماء نے یہ کہا کہ اگر میت کی ان باتوں سے مدح کی جائے جن باتوں سے زمانہ جاہلیت میں میت کو مدح کی جاتی

تھی، مثلاً تو اس طرح لوٹ مار کرتا تھا اور ڈاکے ڈالتا تھا اور ناحق خون بہاتا تھا اور یوں بے دریغ پیسہ لٹاتا تھا اور یہ افعال اللہ تعالیٰ کے نزدیک گناہ ہیں، پس میت کے قبر میں جانے کے بعد اس کے گھروالے ان افعال کو یاد کر کے روئیں گے اور اس کو قبر میں ان افعال پر عذاب ہو رہا ہوگا۔

دیگر علماء نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ میت کو عذاب دیا جاتا ہے اور وہ اپنے گھروالوں کے رونے سے غم زدہ ہوتا ہے اور اس کے گھروالے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں، وہ اس کو ناگوار ہوتی ہے۔

علامہ طبری نے کہا ہے کہ میت پر زندہ کا رونا، زندہ کی طرف سے میت کو عذاب دینا ہے نہ کہ اللہ کی طرف سے عذاب دینا ہے، اس پر دلیل یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے اعمال تمہارے مردہ رشتہ داروں پر پیش کیے جاتے ہیں، اگر وہ نیک اعمال دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور اگر وہ بُرے اعمال دیکھتے ہیں تو رنجیدہ ہوتے ہیں اور جب ان کے پاس کوئی نئی میت آتی ہے تو وہ اس سے بعد میں مرنے والے کا حال پوچھتے ہیں حتیٰ کہ انسان اپنی بیوی کے متعلق پوچھتا ہے کہ اس نے شادی کر لی ہے یا نہیں۔ (المعجم الکبیر: ۳۸۸، کنز العمال: ۴۳۰۲۹)

برودہ حدیث جس میں رونے سے منع کیا گیا ہے، علماء کے نزدیک اس کا محمل رونے سے منع کرنا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہنساتا ہے اور وہی رلاتا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آپ: آنکھوں سے رونے اور بال غمگین ہونا ہے اور ہم وہ بات نہیں کہتے جس سے رب ناراض ہوتا ہے اور جب حضرت عمرؓ عورتوں کو رونے سے منع کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عمر! ان کو رہنے دو، کیونکہ نفس مصیبت زدہ ہے اور آنکھ رو رہی ہے اور (مصیبت کا) زہ۔ ہے اور اب نے نہ سے نہ فرمایا ہے اور نوحہ کرنے والی وہ ہے جو گریہ پاؤں کرتی ہے منہ پر تھپڑ لگاتی ہے اور جاہلیت کی طرح چیخ و پکار کرتی ہے، اس پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت کی ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۷۷-۲۷۶، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

حافظ ابن حجر کی بیان کردہ توجیہات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر سقلاں سن ۸۷۲ھ لکے ہیں:

حدیث مذکور کی درج ذیل توجیہات ہیں:

- (۱) میت: روالوں کے اس پر رونے سے اس وقت۔ اب: اب اس نے رونے کی وصیت کی ہو۔
- (۲) جب میت پر نوحہ کرنے اور رونے کی رسم اس نے ڈالی ہو۔
- (۳) جب گھروالے اس کے سامنے کسی میت پر نوحہ کرتے ہوں اور وہ ان کو منع نہ کرے، اور یہ نہ بتاؤ کہ یہ فعل حرام ہے۔
- (۴) جب اس کے گھروالے اس کے کیے ہوئے ناجائز کاموں پر اس کی مدح کر رہے ہوں اور اسے قبر میں عذاب ہو رہا ہو۔
- (۵) جب گھروالے میت کے ایسے اوصاف بیان کر رہے ہوں جو اس میں نہ ہوں تو قبر میں فرشتے اس کو جھڑکتے ہیں، کیا تو ایسا تھا مثلاً جب نوحہ کرنے والے کہیں: ہائے! تم پہاڑ تھے، تم دریا تھے تو فرشتے میت کو ڈانٹ کر کہیں گے: کیا تم پہاڑ تھے، کیا تم دریا تھے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۴۶، دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا علم و فضل میں مرتبہ حضرت عائشہ سے زیادہ ہے، اس کے باوجود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عمر سے اختلاف کیا اور ان کے قول کو خطا پر قرار دیا اور اپنے قول پر فیاطر: ۱۸ سے استدلال کیا، اس سے معلوم ہوا کہ دلائل کے ساتھ اکابر سے اختلاف کیا جاتا ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے فقہی مسائل میں تقریباً اپنے تمام اکابر سے حتیٰ کہ ائمہ اربعہ سے بھی دلائل کے ساتھ

اختلاف کیا ہے اس میں اکابر کی بے ادبی نہیں ہے بلکہ علم اور اجتہاد کی وسعت اور ہمہ گیری کا اظہار ہے۔

۱۲۸۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا سَمِعَتْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ إِنَّمَا مَرَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى يَهُودِيَّةٍ يَبْكِي عَلَيْهَا أَهْلُهَا فَقَالَ إِنَّهُمْ لَيَكُونُونَ عَلَيْهَا وَإِنَّهَا لَتُعَذَّبُ فِي قَبْرِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عبد اللہ بن ابی بکر از والد خود از عمر بنت عبد الرحمان انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی ﷺ سے سنا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ ایک یہودیہ کے پاس سے گزرے جس پر اس کے گھر والے رو رہے تھے آپ نے فرمایا: یہ اس پر رو رہے ہیں حالانکہ اس کو اس کی قبر میں عذاب ہو رہا ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۲۸۷ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۹۰ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ خَلِيلٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ وَهُوَ الشَّيْبَانِيُّ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ لَمَّا أُصِيبَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ خَمْرٌ سَهَبَ يَقُولُ وَالْأَخَاهُ فَقَالَ عُمَرُ أَمَا عَلِمْتُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِكُأَاءِ الْحَيِّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن خلیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں علی بن مسہر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے حدیث بیان کی اور وہ شیبانی بن ابی بردہ سے روایت کیا: جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے۔ رات سبب رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ہائے میرے بھائی! پس حضرت عمر نے کہا: کیا تم کو معلوم نہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ زندہ کے دوتے سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۲۸۸ میں گزر چکی ہے۔

میت پر نوحہ کرنا مکروہ ہے

۳۳ - بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ النَّيَاحَةِ عَلَى الْمَيِّتِ وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ دَعَاهُنَّ يَبْكِينَ عَلَى أَبِي سُلَيْمَانَ مَا لَمْ يَكُنْ نَفْعٌ أَوْ لَفْلَقَةٌ. وَالتَّعْنُ التَّرَابُ عَلَى الرُّأْسِ وَتَنَلَقُّ حَصْرَتٌ.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ان عورتوں کو ابوسلیمان پر رونے سے منع کریں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ان کو ابوسلیمان پر آنسو بہانے دو جب تک یہ بالوں میں مٹی نہ ڈالیں اور آواز نہ نکالیں۔ (سنن بیہقی ج ۳ ص ۷۱ نشر الملتان)

اس تعلق کی اصل اس حدیث میں ہے:

۱۲۹۱ - حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيعَةَ عَنْ الْمُغِيرَةِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ كَذِبًا عَلَى لَيْسَ كَذِبٌ عَلَى أَحَدٍ مَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن عبید نے حدیث بیان کی ابن ربیعہ از حضرت المغیرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: مجھ پر جھوٹ باندھنا تم میں سے

كَذَّبَ عَلَىٰ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ. سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ يَنْحِ عَلَيْهِ يُعَذَّبُ بِمَا يَنْحِ عَلَيْهِ.

کسی ایک پر جھوٹ باندھنے کی مثل نہیں ہے جس نے مجھ پر عدا جھوٹ باندھا وہ اپنے بیٹھنے کی جگہ دوزخ میں بنائے میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جس پر نوحہ کیا گیا اس کو قیامت کے دن اس سے عذاب دیا جائے گا جس سے نوحہ کیا گیا ہے۔

(صحیح مسلم: ۹۳۳، الرقم المسلسل: ۲۱۲۳، سنن ترمذی: ۱۰۰۰، مسند الحمیدی: ۲۲۱، سنن نسائی: ۱۸۵۲، سنن ابن ماجہ: ۱۹۵۳، مسند الطحاوی: ۶۸۹۰)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابو نعیم الفضل بن دکین (۲) سعید بن عبید الطائی ابو الہذیل (۳) علی بن ربیعہ ابو المغیرہ (۴) حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۱۲۱)

بغیر نوحہ کے میت پر رونے کا جواز

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نوحہ کرنا حرام ہے کیونکہ یہ جاہلیت کا طریقہ ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب نبی ﷺ عورتوں کو بیعت کرتے تھے تو اس بات پر بیعت کرتے تھے کہ وہ نوحہ نہیں کریں گے اور اس بات کی حدیث میں ردوات کرتے ہیں کہ عورتوں کا میت پر رونا اس وقت ممنوع ہے جب وہ نوحہ کریں اور بغیر نوحہ کے رونے پر حضرت عمر کا یہ قول دلیل ہے کہ نہ کرو رونے نہ جب یہ بالوں میں خاک نہ ڈالیں اور چلائیں نہیں پس انہوں نے بغیر نوحہ کے رونے کو مباح کر دیا اور سرت المغیرہ بن حدیث میں ہے کہ جس سے نہ کہا گیا ہے اس سے عذاب دیا جائے گا اس میں یہ دلیل ہے کہ بغیر نوحہ کے رونے میں عذاب نہیں ہے۔

(شرح ابن بطل مالک ج ۲ ص ۲۷۸، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از شعبہ از قتادہ از سعید بن المسیب از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از والد خود رضی اللہ عنہما از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: میت کو قبر میں اس چیز سے عذاب دیا جاتا ہے جس سے اس پر نہ کہا جائے۔

اس حدیث کی روایت میں عبدان کی متابعت عبد اللہ بن علی نے کی ہے انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی اور آدم نے کہا از شعبہ: زندہ کے رونے سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے۔

۱۲۹۲ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنِي سَيِّدُ غُرِّ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلْمِيتُ يُعَذَّبُ فِي قَبْرِهِ بِمَا يَنْحِ عَلَيْهِ.

تَابَعَهُ عَبْدُ الْأَعْصَى قَالَ حَدَّثَنَا يَرْبُوعُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ. وَقَالَ 'آدَمُ' عَنْ شُعْبَةَ أَلْمِيتُ يُعَذَّبُ بِكُأَيِّ الْحَيِّ عَلَيْهِ.

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۲۸۷ میں گزر چکی ہے۔

۳۴ - بَابُ

بَابُ

اس باب کا کوئی عنوان نہیں ہے اور یہ ابواب سابقہ کا تتمہ ہے۔

۱۲۹۳ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ جِئْتُ بِأَبِي يَوْمَ أُحُدٍ قَدْ مَثَلَ بِهِ حَتَّى وُضِعَ بَيْنَ يَدَي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' وَقَدْ سُجِّي ثَوْبًا ' فَذَهَبْتُ أُرِيدُ أَنْ أَكْشِفَ عَنْهُ ' فَتَنَهَانِي قَوْمِي ' ثُمَّ ذَهَبْتُ أَكْشِفُ عَنْهُ ' فَتَنَهَانِي قَوْمِي ' فَأَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُفِعَ ' فَسَمِعَ صَوْتَ صَانِحَةٍ فَقَالَ مَنْ هَذِهِ؟ فَقَالُوا ابْنَةُ عَمْرٍو ' أَوْ أُخْتُ عَمْرٍو ' قَالَ فَلِمَ تَبْكِي؟ أَوْ لَا تَبْكِي ' فَمَا زَالَتِ الْمَلَائِكَةُ تُظِلُّهُ بِأَجْنِحَتِهَا حَتَّى رُفِعَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں ابن المنکدر نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سنا: انہوں نے بیان کیا کہ میرے والد کو جنگ احد کے دن اس حال میں لایا گیا کہ ان کو مثلہ کیا جا چکا تھا ' حتیٰ کہ ان کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لا کر رکھ دیا گیا اور ان کو ایک چادر سے ڈھانپ دیا گیا ' میں ارادہ کر رہا تھا کہ ان کی نعش سے چادر کھولوں تو مجھے میری قوم نے منع کیا ' پھر میں دوبارہ ان سے چادر کھولنے کے لیے گیا تو میری قوم نے پھر مجھے منع کر دیا ' پس رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا تو ان کے جنازہ کو اٹھایا گیا ' پھر آپ نے کسی چلانے والی کی آواز سنی آپ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ تو لوگوں نے بتایا کہ یہ عمرو کی بیٹی یا عمرو کی بہن ہے ' آپ نے فرمایا: یہ کیوں رو رہی ہے؟ یا فرمایا: یہ نہ روئے ' فرشتے اس پر مسلسل سایا کیے ہوئے تھے حتیٰ کہ اس کا جنازہ اٹھالیا گیا۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۱۲۴۴ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں "مثلة" کا لفظ ہے اس کا معنی ہے۔ کسی شخص کو قتل کرنے کا۔ بعد اس کی ناک کان یا اس کی شرم گاہ کے اعضاء اور دیگر اعضاء کاٹ دیئے جائیں۔

وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جس نے اپنا گریبان پھاڑا

۳۵ - بَابُ لَيْسَ مِنْ شَرِّ شَقِّ الْجُبُوبِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں زبید الیامی نے حدیث بیان کی از ابراہیم از مسروق از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو اپنے رخساروں پر طمانچے مارے اور گریبان پھاڑے اور زمانہ جاہلیت کی چیخ و پکار کرے۔

۱۲۹۴ - حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا زُبَيْدُ الْيَامِي عَنْ اِبْرَاهِيمَ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَطَمَ الْخُدُودَ ' وَشَقَّ الْجُبُوبَ ' وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ.

[الطراف الحديث: ۱۲۹۷-۱۲۹۸-۳۵۱۹]

(صحیح مسلم: ۱۰۳، ارقم السلسل: ۲۷۹، سنن نسائی: ۱۸۶۰، سنن ابن ماجہ: ۱۵۸۳، سنن ترمذی: ۹۹۹، المستثنی: ۵۱۶، حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۳۹، سنن بیہقی ج ۳ ص ۶۳، مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۶، طبع قدیم مسند احمد: ۳۶۵۸، ج ۶ ص ۱۷۲، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ۳۰۲۳، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۳۲۶ھ مسند الطحاوی: ۵۱۲۹)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابو نعیم الفضل بن دکین (۲) سفیان الثوری (۳) زبید بن الحارث بن عبد الکریم الیامی یہ بنو یام بن رافع بن مالک کی اولاد سے ہیں جو ہمدان سے تھے (۴) ابراہیم النخعی (۵) مسروق بن الاعدع (۶) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔
(عمدة القاری ج ۸ ص ۱۳۶)

اس حدیث کی توجیہات کہ منہ پر طمانچے لگانے والا ہم میں سے نہیں ہے

اس حدیث میں آپ کا ارشاد ہے: وہ ہم میں سے نہیں ہے یعنی وہ ہماری سنت پر عمل کرنے والوں میں سے نہیں ہے اور نہ ہماری سیرت پر عمل کرنے والوں میں سے ہے اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ دین سے بالکل خارج ہو گیا ہے کیونکہ اہل سنت کے نزدیک کوئی شخص معصیت کے ارتکاب سے دین سے خارج نہیں ہوتا ہاں! اگر کسی شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ معصیت حلال اور جائز ہے تو پھر وہ دین سے خارج ہو جائے گا سفیان ثوری اس حدیث کو اپنے ظاہر پر جاری کرتے تھے اور اس میں کوئی تاویل نہیں کرتے تھے کیونکہ اس حدیث کو اپنے ظاہر پر محمول کرنا زبرد تو بیخ کے زیادہ لائق ہے اسی طرح ان تمام احادیث کو جن میں یہ جملہ ہے: وہ ہم میں سے نہیں ہے علامہ کرمانی نے کہا ہے: یہ جملہ تغلیظ کے لیے ہے۔ ہاں! اگر زمانہ جاہلیت کی طرح چیخ و پکار میں کوئی شخص ایسے الفاظ بولے جو کفریہ ہوں مثلاً وہ حرام کو حلال کرے۔ اور اللہ تعالیٰ کی قسم: برا ضرر نہ ہو پس اس وقت اس سے اسلام کی نفی حقیقتہ ہوگی۔

علامہ ابن بطلال نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے: وہ ہماری امتاء کرنے والا نہیں ہے۔ ہماری سنت پر عمل کرنے والا نہیں ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ ہماری سیرت کاملہ پر عمل کرنے والا نہیں ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس پر محمول ہے جو منہ پر طمانچے لگانے گر بیان پھاڑنے اور زمانہ جاہلیت کی چیخ و پکار کو جائز سمجھتا ہو۔

زمانہ جاہلیت سے مراد ہے: اسلام کے ظہور سے پہلے: زمانہ فترت یعنی جاہلیت کی طرح چیخ و پکار کرنا اور مردے کے متعلق کہنا: ہائے پھاڑ ہائے میرے بازو یہ اہل بیت کا طریقہ ہے ترویج اسلام سے ناجائز نہیں ہے۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۱۲۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

نبی ﷺ کا سعد بن خولہ کی

۳۶۔ بَابُ رَثَا النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

موت پر افسوس کرنا

وَسَلَّمَ سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ

اس عنوان میں رثاء کا لفظ ہے جس کا معنی ہے مرنے والے کے محاسن بیان کرنا اس میں مرثیہ نہیں آتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں اور وہ اصحاب الشجرہ میں سے تھے کہ ان کی بیٹی فوت ہو گئی اور وہ ایک فخر پر ان کے جنازہ کے پیچھے جا رہے تھے پس عورتیں رونے لگیں تو انہوں نے کہا: تم مرثیہ نہ پڑھنا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے مرثیہ پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ (کتاب الدعاء للطہرانی: ۵۶۰، مسند ابوداؤد الطہیالسی: ۸۲۵، کامل ابن عدی ج ۱ ص ۲۱۵، المستدرک ج ۱ ص ۳۶۰-۳۵۹، سنن بیہقی ج ۴ ص ۳۳-۳۲، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۰۲، سنن ابن ماجہ: ۱۵۹۲-۱۵۰۳، المعجم الصغیر: ۲۶۸، طبری

الاولیاء ج ۷ ص ۳۳۳، مسند احمد ج ۴ ص ۳۵۶، طبع قدیم مسند احمد: ۱۹۱۴، ج ۳ ص ۳۸۰، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس عنوان میں رسول اللہ ﷺ کی طرف مرثیہ کی جو نسبت کی گئی ہے اس سے مراد ہے: صرف کسی کی موت پر اظہار افسوس کرنا اور مرثیہ کا حقیقی معنی مراد نہیں ہے۔

۱۲۹۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُنِي عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ مِنْ وَجَعِ اسْتَدَّ بِي فَقُلْتُ إِنِّي قَدْ بَلَغَ بِي مِنَ الْوَجَعِ وَأَنَا ذُو مَالٍ وَلَا يَرِئُنِي إِلَّا ابْنَةُ أَفَاتَصَدَّقُ بِثُلثِي مَالِي؟ قَالَ لَا فَقُلْتُ بِالشَّطْرِ؟ فَقَالَ لَا ثُمَّ قَالَ الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَبِيرٌ أَوْ كَثِيرٌ إِنَّكَ أَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ حَيْرٌ مِنْ أَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ وَإِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِي بِهَا وَجْهَ اللَّهِ إِلَّا أَجَرْتَ بِهَا حَتَّى مَا تَجْعَلَ فِي فِي امْرَأَتِكَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَخْلَفُ بَعْدَ أَصْحَابِي؟ قَالَ إِنَّكَ لَنْ تُخْلَفَ فَتَعْمَلْ عَمَلًا لَا لَكَ فِيهِ دَرَجَةٌ وَرِفْعَةٌ ثُمَّ لَعَلَّكَ أَنْ تُخْلَفَ حَتَّى يَنْتَفِعَ بِكَ أَقْوَامٌ وَيُضَرَّ بِكَ آخَرُونَ أَلَيْسَ أَمْرٌ لِأَصْحَابِي هَجَرَتُهُمْ وَلَا تَرُدُّهُمْ عَلَى أَعْقَابِهِمْ لَكِنَّ الْبَائِسُ سَعْدُ ابْنُ خَوْلَةَ يَرِئُنِي لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ مَاتَ بِمَكَّةَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عامر بن سعد بن ابی وقاص از والد خود یعنی اللہ وہ بیان کرتے ہیں: حجۃ الوداع کے سال مجھے شدید درد تھا تو رسول اللہ ﷺ میری عیادت کرنے کے لیے آئے تب میں نے کہا: مجھے اتنا درد ہو رہا ہے اور میں مال دار ہوں اور میری وراثت صرف میری ایک بیٹی ہے کیا میں اپنا دو تہائی مال صدقہ کر دوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! پھر میں نے پوچھا: میں آدھا مال صدقہ کر دوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! پھر آپ نے فرمایا: تہائی مال صدقہ کر دو تہائی مال (بھی) بہت زیادہ ہے بے شک اگر تم اپنے وارثوں کو خوش حال چھوڑ دو تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم ان کو فقراء چھوڑ دو وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتے رہیں اور بے شک تم جو بھی خرچ کرو گے جس سے تم ... رضا جوئی ... وہ کرو گے تو تم کو اس پر اجر ملے گا حتیٰ ... تم ... اپنی بیویوں کے ... میں رکھو گے (اس پر بھی تم کو اجر ملے گا) پس میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا میں اپنے اصحاب کے پیچھے رہ جاؤں گا؟ آپ نے فرمایا: تم بے شک ہرگز پیچھے نہیں چھوڑے جاؤ گے تم جو بھی نیک کام کرو گے اس سے تمہارا درجہ زیادہ اور ... ہو گا شاید کہ تم پیچھے چھوڑے جاؤ گے حتیٰ کہ ایک قوم تم سے سع حاصل کرے گی اور دوسری قوم تم سے نقصان اٹھائے گی اے اللہ! میرے اصحاب کی ہجرت کو جاری رکھنا اور ان کو ان کی ایڑیوں پر نہ لوٹانا لیکن بے چارے سعد بن خولہ! رسول اللہ ﷺ ان کے لیے افسوس کر رہے تھے کہ وہ مکہ میں فوت ہو گئے تھے۔

(صحیح مسلم: ۱۶۲۸، رقم السلسل: ۳۱۳۱، سنن ابوداؤد: ۲۸۶۳، سنن ترمذی: ۲۱۱۶، سنن ابی داؤد: ۲۷۰۸، سنن الکبریٰ: ۶۳۵۳، سنن نسائی: ۳۶۲۶، مسند الحمیدی: ۶۷، مسند البزار: ۱۰۸۳، المستدرک: ۸۸۲، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱ ص ۹۹، الاحادیث الثانی: ۲۱۷، مسند ابویعلیٰ: ۷۷، مشکل الآثار ج ۳ ص ۲۵۵، صحیح ابن حبان: ۳۲۳۹، مسند احمد ج ۱ ص ۱۷۹، طبع قدیم مسند احمد: ۱۵۴۶، ج ۳ ص ۱۲۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ۱۸۶۰، مکتبۃ الرشیدیہ ریاض: ۱۴۲۶ھ)

حضرت سعد بن خولہ کے مکہ میں فوت ہونے کے متعلق تین روایات

نظامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی قرطبی متونی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت سعد بن خولہ کا ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے مکہ میں فوت ہونے پر افسوس کر رہے تھے حضرت

سعد بن خولہ سبیحہ الاسلامیہ کے شوہر تھے ان کے درواٹھا اور وہ مکہ کی اس زمین میں فوت ہو گئے جس سے وہ ہجرت کر کے مدینہ گئے تھے حالانکہ وہ چاہتے یہ تھے کہ مدینہ میں فوت ہوں جہاں کے لیے انہوں نے ہجرت کی تھی اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دعا کی تھی: اے اللہ! مجھے اپنے راستہ میں شہادت عطا فرما اور مجھے اپنے رسول کے شہر میں وفات عطا فرما۔ (صحیح البخاری: ۱۸۹۰) کیونکہ مہاجر پر اپنے اس وطن میں لوٹنا حرام ہے جس سے اس نے اللہ کے لیے ہجرت کی تھی اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حج کے افعال کرنے کے بعد کوئی مہاجر مکہ میں تین دن سے زیادہ نہ ٹھہرے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ وغیرہ جب طواف کرتے تھے تو ان کی سواریاں کوچ کے لیے تیار ہوتی تھیں اور امام بخاری نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سعد بن خولہ بدر میں حاضر ہوئے تھے پھر مکہ واپس گئے اور وہیں فوت ہو گئے انہوں نے دوسری ہجرت حبشہ کی طرف کی تھی وہ پچیس سال کی عمر میں بدر میں حاضر ہوئے تھے اور احد اور خندق اور حدیبیہ میں حاضر ہوئے وہ اپنی بیوی کے ساتھ حجة الوداع میں مکہ گئے اور وہیں فوت ہو گئے اس وقت ان کی بیوی حاملہ تھیں اور ان کے فوت ہونے کے بعد ان کا وضع حمل ہوا امام مسلم نے از ابن شہاب یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت سعد بن خولہ حجة الوداع میں فوت ہوئے تھے۔

امام طبری نے کہا ہے کہ حضرت سعد بن خولہ ۷ھ میں مکہ میں فوت ہوئے تھے جب رسول اللہ ﷺ اور اہل مکہ کے درمیان حدیبیہ کے سال کے بعد صلح ہو چکی تھی حضرت سعد بن خولہ مکہ گئے نہ حج کے لیے اور نہ جہاد کے لیے کیونکہ حج اس وقت تک فرض نہیں ہوا تھا اور رہے حضرت سعد بن خولہ بنی قریظہ کے رہنے والے تھے وہ مدینہ حج کرنے کے لیے گئے تھے اور وہ مکہ میں فوت ہو جاتے تو وہ حضرت سعد بن خولہ کے حکم میں نہیں تھے جن پر نبی ﷺ نے افسوس کیا تھا کیونکہ جو شخص کسی ذبح کو مار کرنے کے لیے نکلے پھر اس کو موت آ جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے نہ کوئی گناہ اور نہ اس کے متعلق یہ کہا جائے گا: بے چارا! اور نہ یہ کہا جائے گا کہ وہ دار ہجرت کو ترک کرنے والا ہے اور آپ نے دعا کی: اے اللہ! میرے اصحاب کی ہجرت کو جاری رکھ اور ان کو ان کی ایڑیوں کے بل نہ لوٹا یعنی ان کو زیادہ درجہ دے کر کمی نہ کرے۔ (شرح ابن بطلال: ۲۸-۲۹، کتاب العلمیہ: ۱۳۲۳ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ علامہ ابن بطلال نے حضرت سعد بن خولہ کے مکہ میں فوت ہونے کے متعلق تین روایات ذکر کی ہیں امام بخاری کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ وہ غزوہ بدر کے بعد مکہ گئے اور وہیں فوت ہو گئے دوسری روایت امام مسلم کے حوالے سے ذکر کی ہے کہ وہ حجة الوداع میں مکہ گئے اور وہاں فوت ہو گئے اور تیسری روایت امام طبری کے حوالے سے ذکر کی ہے کہ وہ صلح حدیبیہ کے ایام میں مکہ گئے اور وہاں فوت ہو گئے اور اسی کو ترجیح دی ہے کہ اسی وجہ سے نبی ﷺ نے ان کی موت پر افسوس کیا۔

تہائی مال سے زیادہ وصیت کرنے کا عدم جو زوار ثواب کو غنی چھوڑنے کی ترجیح علم شیب کا ثبوت اور دیگر مسائل
علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابو عمر نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند کی صحت پر تمام اہل علم متفق ہیں اور جمہور فقہاء نے اس حدیث کو وصیت کی مقدار میں اصل قرار دیا ہے اور یہ کہ تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کرنا جائز نہیں ہے۔

امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام ابو حنیفہ اور دیگر فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ بیمار آدمی کا تہائی مال سے زیادہ کو ہبہ کرنا صدقہ کرنا اور آزاد کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

امام کا مریض کی عیادت کرنا مستحب ہے اور مال کو جمع کرنا جائز ہے اس میں کوئی عیب نہیں ہے جیسا کہ بعض جعلی صوفیاء کہتے ہیں بشرطیکہ اس مال کی زکوٰۃ ادا کی جاتی رہے اور مستحقین کی مدد کی جاتی رہے۔

اس حدیث میں وارثوں اور رشتہ داروں سے حسن سلوک کی ترغیب ہے اور یہ کہ جب کسی مباح کام میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کی نیت کی جائے تو وہ بھی کارِ ثواب ہے حتیٰ کہ اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ رکھنا بھی۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو علم غیب عطا فرمایا ہے کیونکہ آپ نے حضرت سعد بن ابی وقاص سے فرمایا کہ تم اس بیماری سے فوت نہیں ہو گے تمہاری عمر طویل ہوگی حتیٰ کہ ایک قوم تم سے نفع حاصل کرے گی اور دوسری قوم نقصان اٹھائے گی یعنی مسلمانوں کو تم سے فائدہ ہوگا اور کفار کو نقصان ہوگا اور اس میں لمبی عمر کی فضیلت ہے۔

اگرچہ فتح مکہ کے بعد ہجرت فرض نہیں رہی لیکن مہاجرین پر لازم تھا کہ وہ مدینہ میں رہیں تاکہ نبی ﷺ کی مدد کریں اور آپ سے احکام شرعیہ کا علم حاصل کریں۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اگر مہاجر کسی ضرورت کی وجہ سے مکہ میں رہے پھر وہیں فوت ہو جائے تو اس کی ہجرت کا اجر ضائع نہیں ہوگا اور بعض علماء نے کہا ہے کہ مکہ میں رہنے سے ہر صورت میں ہجرت کا اجر ضائع ہو جائے گا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ورثاء کو خوش حال اور غنی چھوڑنا ان کو تنگ دست اور فقراء چھوڑنے پر رائج ہے بلکہ واجب ہے اور یہ اس کی دلیل ہے کہ فنی فقیر سے افضل ہے۔

قرآن مجید میں مطلقاً وصیت کرنے کا حکم ہے اور اس حدیث میں تمہائی مال سے زیادہ وصیت کرنے سے منع فرمایا ہے اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کے حکم سے وصیت کرنا جائز ہے اس کی روایت مثالیں ہیں جیسے حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کی شہادت کو دو شہادتوں کے برابر قرار دینا۔ سرت رضی اللہ عنہ کو حنہ رضی اللہ عنہ کی حیات میں دوسری شادی سے منع فرما دینا حضرت فاطمہ اور ازواج مطہرات کو آپ کے ترکہ سے حصہ نہ دینا وغیرہا۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۱۳۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح مسلم ج ۵ ص ۴۰۰ کرنلی ڈ ہے اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① وصیت کا لغوی اور شرعی معنی ② وصیت کا اقسام ③ کیا وصیت کرنا فرض ہے؟ ④ ثلث مال تک وصیت کی تحقیق ⑤ امور مباحہ پر اجر ملنے کی تحقیق ⑥ لمبی عمر کی فضیلت ⑦ اہل مکہ کی ہجرت کا حکم۔

مصیبت کے وقت بال موٹڈ نے

کی ممانعت

۳۷ - بَابُ مَا يُنْهَى مِنَ الْحَاقِي

عِنْدَ الْمُصِيبَةِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: الحکم بن موسیٰ نے کہا: ہمیں یحییٰ بن حمزہ نے حدیث بیان کی از عبد الرحمن بن جابر کہ القاسم بن خمیرہ نے ان کو حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے حضرت ابو بردہ بن ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابو موسیٰ کو بہت شدید درد ہو گیا پس وہ بے ہوش ہو گئے اور ان کا سر ان کے گھر والوں سے ان کی بیوی کی گود میں تھا اور وہ ان کے کسی کام کو مسترد کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے پس جب ان کو ہوش آیا تو انہوں نے کہا: میں ان سے بری ہوں جن سے رسول

۱۲۹۶ - قَالَ الْحَكَمُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جَابِرٍ أَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مَخْبِرَةَ حَدَّثَهُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو بَرْدَةَ بْنُ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ وَجِعَ أَبُو مُوسَى وَجَعًا فَغُشِيَ عَلَيْهِ وَرَأْسُهُ فِي حُجْرٍ أَمْرَأَةٍ مِنْ أَهْلِهِ فَلَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يَرُدَّ عَلَيْهَا شَيْئًا فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ أَنَا بَرِيءٌ مِمَّنْ بَرِيءٌ مِنْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرِيءٌ مِنْ

الصَّالِقَةُ وَالْحَالِقَةُ وَالشَّاقَّةُ۔
اللہ ﷺ بری تھے اور بے شک رسول اللہ ﷺ چیخ و پکار کرنے والی بال موئذ نے والی اور کپڑے پھاڑنے والی سے بری تھے۔

(صحیح مسلم: ۱۰۴، الرقم المسلسل: ۲۸۱، سنن نسائی: ۱۸۶۳، سنن ابن ماجہ: ۱۵۸۶، السنن الکبریٰ: ۱۹۹۰، سنن بیہقی ج ۴ ص ۶۳، شعب الایمان: ۱۰۱۵، مسند احمد ج ۴ ص ۳۹۷ طبع قدیم مسند احمد: ۱۹۵۴، ج ۳۲ ص ۳۱۷، مؤسسة الرسالة، بیروت)

چیخ و پکار کرنے والی عورتوں سے بری ہونے کا محمل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ چیخ و پکار کرنے والی بال موئذ نے والی اور کپڑے پھاڑنے والی سے بری تھے اس کا معنی یہ ہے کہ آپ ان افعال سے راضی نہیں تھے اور ان عورتوں سے ان افعال کے وقت راضی نہیں تھے اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ ان کے اسلام سے بری تھے۔ (شرح ابن بطل ج ۳ ص ۲۸۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۳ھ)

جس نے اپنے چہرے پر طمانچہ مارے

وہ ہم میں سے نہیں ہے

۳۸۔ بَابُ لَيْسَ مِنَّا مَنْ

ضَرَبَ الْخُدُودَ

۱۲۹۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَرٍ، قَالَ حَدَّثَنَا عَنْ الرَّحْمَنِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُرَّةٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُودَ، وَشَقَّ الْجُيُوبَ، وَدَعَا بِدَعَايَةِ الْجَاهِلِيَّةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی کہ ازاعمش از عبد اللہ بن مرہ از مسروق از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: ہم میں سے نہیں ہے جس نے اپنے رخساروں پر مارا اور گریبانوں کو پھاڑا اور زمانہ جاہلیت کی چیخ و پکار کی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۲۹۴ میں ملاحظہ فرمائیں۔

مصیبت کے وقت واویلاہ کہنے اور جاہلیت

کی چیخ و پکار کرنے کی ممانعت

۳۹۔ بَابُ مَا يُنْهَى مِنَ الْوَيْلِ وَدَعْوَى

الْجَاهِلِيَّةِ عَنِ السُّبْحَةِ

۱۲۹۸۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُرَّةٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُودَ، وَشَقَّ الْجُيُوبَ، وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے کہا: ہمیں ازاعمش نے حدیث بیان کی کہ از عبد اللہ بن مرہ از مسروق از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جس نے چہروں پر مارا اور گریبانوں کو پھاڑا اور جاہلیت کی چیخ و پکار کی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۲۹۴ میں گزر چکی ہے۔

۴۰ - بَابُ مَنْ جَلَسَ عِنْدَ الْمُصِيبَةِ يَعْرِفُ فِيهِ الْحُزْنَ

۱۲۹۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ
الْوَهَّابُ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى قَالَ أَخْبَرْتَنِي عُمَرَةُ
قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ
لَمَّا جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَتْلُ ابْنِ حَارِثَةَ
وَجَعْفَرِ وَابْنِ رَوَاحَةَ جَلَسَ يَعْرِفُ فِيهِ الْحُزْنَ وَأَنَا
أَنْظُرُ مِنْ صَانِرِ الْبَابِ شَقِ الْبَابِ فَاتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ إِنَّ
نِسَاءَ جَعْفَرٍ وَذَكَرَ بَكَاءَهُنَّ فَأَمَرَهُ أَنْ يَنْهَاهُنَّ
فَذَهَبَ ثُمَّ أَتَاهُ الثَّانِيَةَ لَمْ يَطْعَمَهُ فَقَالَ إِنَّهِنَّ
الثَّالِثَةَ قَالَ وَاللَّهِ غَلَبَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ فَرَعَمْتُ أَنَّهُ
قَالَ فَاحْثٍ فِي أَفْوَاهِهِنَّ النَّارَ فَقُلْتُ أَرَأَيْتُمْ
أَنْفَكَ لَمْ تَفْعَلْ مَا أَمَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَلَمْ تَتْرُكْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مِنَ الْقَنَاءِ [اطراف الحديث: ۱۳۰۵-۱۳۲۳] (صحیح مسلم: ۹۳۵)
ارقم المسلسل: ۱۲۹۹، سنن ابوداؤد: ۳۱۲۲، سنن نسائی: ۱۸۳۷

جو شخص مصیبت کے وقت اس طرح بیٹھا
کہ اس کے چہرے سے غم ظاہر ہو

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن اسحق نے حدیث
بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے حدیث بیان کی،
انہوں نے کہا: میں نے یحییٰ سے سنا، انہوں نے کہا: مجھے عمرہ نے خبر
دی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا، وہ بیان
کرتی ہیں کہ جب نبی ﷺ کے پاس حضرت ابن حارثہ اور
حضرت جعفر اور حضرت ابن رواحہ کی شہادت کی خبر آئی تو نبی ﷺ
اس طرح بیٹھے کہ آپ کے چہرے سے غم ظاہر ہو رہا تھا اور میں
دروازہ کی جھری سے دیکھ رہی تھی پس آپ کے پاس ایک شخص آیا
اور اس نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی خواتین کا اور ان کے رونے کا ذکر
کیا، آپ نے اس کو حکم دیا کہ وہ ان عورتوں کو (آواز سے رونے
سے) منع کرے، وہ چلا گیا، پھر دوسری بار آیا کہ وہ عورتیں اس کی
بات نہیں مانتیں، آپ نے فرمایا: ان کو منع کر، وہ تیسری بار آیا، پس
کہا: اللہ کی قسم! وہ ہم پر غالب آ گئیں، رسول اللہ! حضرت عائشہ
نے گمان کیا کہ آپ نے فرمایا: ان کے مونہوں میں مٹی ڈال دو، میں
نے (دل میں) کہا: اللہ تیری ناک کو خاک آلود کرے، تو نے وہ
نہیں کیا جس کا رسول اللہ ﷺ نے تجھے حکم دیا تھا اور تو رسول اللہ
ﷺ کو رنجیدہ کرنا بھی نہیں چھوڑتا۔

ار۔ یہ حدیث کے رجال کا کئی مرتبہ ذکر کیا جا چکا ہے۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ مصیبت سے پہلے مصیبت کے بعد آدمی کی کیفیت ایک جیسی ہو تو یہ صبر ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال ماسی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ طبری نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ صبر میں لوگوں کے احوال مختلف ہوتے ہیں، بعض لوگوں کا چہرہ مصیبت کے وقت
متغیر ہو جاتا ہے اور ان کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگتے ہیں اور وہ زبان سے کوئی صبر کے خلاف بات نہیں کہتے اور بعض لوگوں کا چہرہ
متغیر ہو جاتا ہے اور وہ زبان سے آہ و فغاں کرتے ہیں اور بے قراری کا اظہار کرتے ہیں اور بعض لوگوں کے آنسو بھی بہتے ہیں اور وہ
آہ و زاری بھی کرتے ہیں اور وہ کھانا پینا ترک کر دیتے ہیں اور سوگ والے کپڑے پہنتے ہیں اور بعض لوگوں کا حال مصیبت پڑنے سے
پہلے اور مصیبت کے بعد یکساں ہوتا ہے، سو ان میں سے کون سے لوگ صبر کرنے والوں میں شمار کیے جائیں گے؟ اس کا جواب یہ ہے
کہ ہم سے پہلے متقدمین کا بھی اس میں اختلاف ہے، پس بعض نے یہ کہا کہ صبر کے اسم کے مستحق وہ لوگ ہیں جن کا حال مصیبت
پڑنے سے پہلے اور مصیبت کے بعد یکساں ہو اور ان کی زبان اور دیگر اعضاء سے بے قراری کی کوئی علامت ظاہر نہ ہو، اور صوفیاء نے

یہ کہا ہے کہ ولی ولایت پر اس وقت فائز ہوتا ہے جب وہ اللہ کی تقدیر پر راضی ہو اور کسی چیز پر غم زدہ نہ ہو اور اس حال میں لوگوں کے مراتب مختلف ہیں پس بعض وہ ہیں جن کی طبیعت میں سکون ہوتا ہے اور وہ مصائب کی پرواہ بہت کم کرتے ہیں اور بعض وہ ہیں جن کی طبیعت میں بے صبری اور بے قراری ہوتی ہے اس کے باوجود وہ اپنی طبیعت پر قابو اور کنٹرول رکھتے ہیں اور وہ یہ جانتے ہیں کہ صبر کا بہت زیادہ اجر ہوتا ہے۔

علامہ طبری نے کہا کہ روایت ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو ان کے بھائی عتبہ کی موت کی خبر دی گئی تو انہوں نے کہا: وہ مجھے بہت عزیز تھے اور مجھے اس سے خوشی نہیں ہوگی کہ اب وہ تمہارے درمیان زندہ ہوتے لوگوں نے پوچھا: وہ کیسے آپ کو بہت عزیز تھے؟ تو حضرت ابن مسعود نے کہا: مجھے ان کی وجہ سے اجر دیا جائے تو یہ مجھے زیادہ پسند ہے اور ثابت نے بیان کیا کہ صلہ بن الشیم کے بھائی فوت ہو گئے ان کے پاس ایک شخص اس وقت آیا جب وہ کھانا کھا رہے تھے اور کہا: اے ابو الصبہاء! تمہارے بھائی فوت ہو گئے انہوں نے کہا: آؤ! کھانا کھاؤ! بے شک ہمیں ان کی موت کی خبر مل گئی ہے لو اب کھانا کھاؤ! اس شخص نے کہا: مجھ سے پہلے تو آپ کو کسی نے اس کی موت کی خبر نہیں دی تھی انہوں نے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ (المر: ۳۰)

بے شک آپ بھی فوت ہونے والے ہیں اور وہ بھی مرنے

والے ہیں ○

الشعی نے کہا کہ شریح رات میں برزوں رفتے رہتے تھے اور کوئی نہ جانتے نہ آتے نہ ان کے پاس کوئی شخص آتا اور بیمار کے متعلق سوال کرتا تو وہ کہتے: اللہ کا شکر ہے! وہ آرام سے تھے اور مجھے امید ہے کہ اس راستہ میں گئی ہے انہوں نے اس طریقہ کو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے طریقہ سے اخذ کیا اور ابن سیرین مصیبت کے وقت میں پہلے کی طرح رہتے تھے باتیں کرتے رہتے تھے اور ہنستے رہتے تھے مگر جس دن ام المؤمنین حضرت سہلہ رضی اللہ عنہا فوت ہوئیں تو اس دن غم کے آثار ان کے چہرے سے ظاہر تھے اور ربیعہ سے سوال کیا گیا کہ صبر کی انتہا کیا ہے؟ انہوں نے کہا: مصیبت آئے پہلے کی طرح رہو۔

غمگین ہونا اور آنسوؤں کا نکلنا صبر کے اعلیٰ درجہ کے: فی نہیں

دوسرے علماء نے یہ لہا ہے کہ پسندیدہ صبریہ ہے کہ جب بندہ پر کوئی مصیبت آئے تو وہ اپنے رب کی قضاء پر راضی رہے اور اس کے حکم کو تسلیم کرے۔ رہا دل کا غمگین ہونا اور آنکھوں سے آنسوؤں کا بہنا اس سے بندہ صابرین کے مصداق سے نہیں کہتا۔ جب تک وہ اس سے تجاوز کرے کہ شہادت و شکیات اور ہرزائیاں نہ کرے کہ میں لوگوں کے نفوس میں بے حرشتی اور آزار پیدا کر رہا ہوں۔ انہوں نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والوں کی مدد کی ہے اور ان کو غنیمت و ثواب عطا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو ان نیک کاموں کے کرنے پر ثواب عطا فرماتا ہے جو ان کے اختیار میں ہوتے ہیں اور مصیبت کے وقت چہروں سے افسردگی اور غم کا اظہار نہ کرنا اور آنسوؤں کا نہ بہنا یہ انسان کی فطرت کے خلاف ہے اس پر انسان قادر نہیں ہے اس پر صرف انسان کو پیدا کرنے والا ہی قادر ہے اور محمود صبر وہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب مصیبت نازل ہو تو بندہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی ہو اور اس کے حکم کو تسلیم کرے نہ یہ کہ اپنے چہرے سے غم کے آثار ظاہر نہ ہونے دے اور آنسوؤں کو نہ بہنے دے۔

ربیعہ بن کلثوم نے کہا: ہم حسن بصری کے پاس گئے ان کی ڈاڑھ میں تکلیف تھی انہوں نے دعا کی: اے میرے رب! مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو ارحم الراحمین ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جب میں اپنے مومن بندہ کو کسی

تکلیف میں مبتلا کرتا ہوں! پس وہ اپنی عیادت کرنے والوں سے شکایت نہیں کرتا تو میں اس کو بیماری سے نکال لیتا ہوں اور اس کے گوشت کو پہلے سے بہتر گوشت سے بدل دیتا ہوں اور اس کے خون کو پہلے سے بہتر خون سے بدل دیتا ہوں اور اس کو از سر نو کام کے قابل بنا دیتا ہوں۔ (المستدرک ج ۱ ص ۳۳۸، سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۷۵)

طلحہ بن مصرف نے کہا: تم اپنی بیماری اور مصیبت کی شکایت نہ کرو اور مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ حضرت یعقوب بن اسحاق علیہ السلام کے پاس ان کا پڑوسی آیا اس نے کہا: اے یعقوب! کیا وجہ ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہاری ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں اور تم تقریباً فنا ہو چکے ہو حالانکہ تم ابھی اپنے والد کی عمر کو نہیں پہنچے! حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا: یوسف کی جدائی کے غم نے میری ہڈیوں کو کمزور کر دیا تب اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف یہ وحی کی: کیا تم مخلوق سے میری شکایت کر رہے ہو تب حضرت یعقوب نے کہا: اے میرے رب! یہ میری خطا ہے تو اس کو معاف فرما دے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے تم کو معاف کر دیا پھر اس کے بعد جب ان سے ان کا حال دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا:

إِنَّمَا أَشْكُوا بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللَّهِ. (یوسف: ۸۶) میں اپنی پریشانی اور رنج کی شکایت صرف اللہ سے کرتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات سے صالحین کو بہت شدید رنج ہوا طوائف نے کہا: میں نے اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کی تعظیم کرنے والا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے زیادہ کس کو نہیں دیکھا! ان کو سال اللہ ﷺ کی وفات سے بہت رنج ہوا اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے رہتے تھے اور میں نے دیکھا کہ: اب حضرت ابن الخطابؓ۔ پاس عثمان بن عفانؓ کی وفات کی خبر پہنچی تو انہوں نے اپنے سر پر ہاتھ رکھا اور رونے لگے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۲۵۷)

جب سعید بن ابی الحسن فوت ہوئے تو حسن بصری ایک سال تک روتے رہے ان سے کہا گیا: اے ابوسعید! آپ صبر کا حکم دیتے ہیں اور خود روتے ہیں تو انہوں نے کہا: اللہ! شکر ہے جس نے مومنین کے دلوں میں رحمت رکھی ہے آنکھ روتی ہے اور دل غمگین ہوتا ہے اور یہ بے صبری نہیں ہے بے صبری وہ ہے جس کا اظہار زبان اور ہاتھ نہ ہو۔

رسول اللہ ﷺ اپنی صاحب زادی سیدہ زینبؓ سے فوت ہونے پر اپنے صاحب زادے حضرت ابراہیم کے فوت ہونے پر آنسوؤں سے روئے اور فرمایا: یہ وہ رحمت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں رکھ دیا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۲۵۱۔ مجلس علمی بیروت) اور نبی ﷺ افاضل سے بہت زیادہ حارثہ حضرت جعفر بن ابی طالبؓ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہما کے شہداء ہوئے۔ آنسوؤں سے روئے۔ لہذا کسی نسبت پر غمگین ہونا اور آنسوؤں سے روئے، صبر کے خلاف نہیں ہے بلکہ یہ صبر محمود ہے اور صبر کا اس درجہ ہے۔ (شرح ابن بابہ ج ۳ ص ۲۸۵۔ ۲۸۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۳ھ) علامہ بدرالدین عینی نے علامہ ابن بطال کی صبر کے متعلق اس پوری تقریر کو نقل کر دیا ہے۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۱۳۰۔ ۱۳۹ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے فرمایا: (اگر وہ عورتیں رونا بند نہیں کرتیں تو) ان کے مونہوں میں مٹی ڈال دو علامہ قرطبی نے اس کی شرح میں کہا ہے: یہ اس کی دلیل ہے کہ وہ عورتیں بلند آواز سے رو رہی تھیں اور جب انہوں نے آپ کے حکم کے باوجود رونا بند نہیں کیا تو آپ نے فرمایا: ان کا منہ مٹی سے بند کر دو اور منہ کی اس لیے تخصیص کی کہ وہ نوحہ کرنے کا محل ہے اس کے برخلاف آنکھوں سے آنسوؤں کا بہنا ممنوع نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر اس کی توجیہ میں لکھتے ہیں: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے ڈانٹ ڈپٹ میں مبالغہ کے لیے یہ فرمایا ہو کہ ان کے مونہوں میں مٹی ڈال دو یا اس کا یہ معنی ہو کہ ان کو یہ بتاؤ کہ آواز کے ساتھ رونے کی وجہ سے وہ صبر کے اجر سے محروم ہو گئیں جیسے ناکام اور نامراد شخص کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس کے ہاتھوں میں خاک اور دھول کے سوا کچھ نہیں آیا ایک قول یہ ہے کہ آپ کا یہ ارادہ نہیں تھا کہ حقیقتہً ان کے مونہوں میں مٹی ڈال دی جائے قاضی عیاض نے کہا: آپ کے اس ارشاد کا معنی یہ ہے کہ یہ اس وقت تک چپ نہیں ہوں گی جب تک ان کے مونہوں میں مٹی نہ ڈال دی جائے سو اگر تم ان کے مونہوں میں مٹی ڈال سکتے ہو تو مٹی ڈال دو۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس شخص کے رونے سے منع کرنے کے باوجود ان عورتوں نے رونا اس لیے نہ بند کیا ہو کہ اس شخص نے یہ تصریح نہیں کی تھی کہ نبی ﷺ ان کو رونے سے منع کر رہے ہیں اور انہوں نے یہ سمجھا کہ یہ اپنی طرف سے کہہ رہا ہے یا انہوں نے یہ سمجھ تو لیا تھا لیکن غم کی شدت ان پر غالب آ گئی پھر زیادہ ظہر یہ ہے کہ اگر ان کا رونا رونے کی اس مقدار سے زیادہ تھا جو مباح ہے تو پھر آپ کا منع فرمانا تحریم کے لیے تھا کیونکہ آپ نے مکرر منع فرمایا اور اگر وہ چپ نہ کریں تو اس پر وعید بھی فرمائی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اس قدر زیادہ نہ رو رہی ہوں اور آپ نے تنزیہ کے لیے منع فرمایا ہو اور اگر یہ منع فرمانا تحریم کے لیے ہوتا تو پھر آپ منع کرنے کے لیے کسی اور شخص کو بھیجتے کیونکہ آپ کسی ناجائز کام کو مقرر اور ثابت نہیں رکھتے تھے اور صحابیات کا کسی حرام کام سے ممانعت کے باوجود اس کو کیے جانا بہت بعید ہے۔ حب الیہ کا نام مباح ہے۔ میں تھا تو کھڑے آپ کا اس سے منع فرمانا اس لیے تھا کہ اگر اس میں ڈھیل دی جائے تو پھر ان ناروفاً امن حد میں داخل ہو جائے گا۔ کیونکہ عورتوں سے ہر کم ہوتا ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی مباح کام کے کرنے میں یہ خطرہ ہو کہ وہ حرام کام میں پڑ جائے تو منع ہے اس مباح کام سے بھی منع کر دینا چاہیے۔ (دائع رہے کہ پست اور دھیمی آواز سے رونا مباح ہے اور اونچی اور بلند آواز سے رونا یا چلا چلا کر واویلا کرنا حرام ہے۔ سعیدی غفرلہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس شخص سے متعلق ان میں کہا: میں نے کہا: کو خاف۔ آلودہ کرے تو نے وہ نہیں کیا جس کا رسول اللہ ﷺ نے تجھے حکم دیا تھا۔

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ کو یہ کیسے علم ہوا کہ اس شخص نے آپ کے حکم پر عمل نہیں کیا علامہ نووی نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ حضرت عائشہ کے نزدیک اس پرینہ قائم ہو چکا تھا کہ اس شخص نے نبی ﷺ کے حکم پر عمل نہیں کیا اور ان عورتوں کو روک دیا چپ نہیں کریں یا حضرت عائشہ کی مراد یہ ہے کہ اگر وہ ان عورتوں کو چپ کرنے سے روکے تو وہ جائز تھا تو وہ جا کر نبی ﷺ کو کہہ دے کہ میں نے ان کو چپ نہیں کیا راستہ آپ کسی دلیل کو بھیج دیں۔

اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ تعزیت کے لیے سکون اور وقار کے ساتھ بیٹھنا چاہیے اور یہ کہ پردہ دار عورتوں کا اجنبی مردوں کی طرف دیکھنا جائز ہے۔ (ان فوائد کو علامہ عینی نے بھی نقل کیا ہے۔ سعیدی غفرلہ)

(فتح الباری ج ۲ ص ۴۸۸-۴۸۹ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن حجر کا یہ لکھنا صحیح نہیں کہ پردہ دار عورتوں کا اجنبی مردوں کی طرف دیکھنا جائز ہے اور علامہ عینی کا اس کو بلا رد نقل کرنا بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ پردہ دار عورتوں کا اجنبی مردوں کی طرف دیکھنا جائز نہیں ہے۔

پردہ دار عورتوں کا اجنبی مردوں کی طرف دیکھنے کا جواز اور اس میں بحث و نظر

قرآن مجید میں ہے:

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ یَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ۔ اور آپ مسلمان عورتوں سے کہیے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔ (النور: ۳۱)

اور حدیث میں ہے:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھی اور آپ کے پاس حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں، پس حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آئے یہ حجاب کا حکم نازل ہونے کے بعد کا واقعہ ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: تم دونوں ان سے پردہ کرؤ ہم نے کہا: یا رسول اللہ! کیا یہ ناجینا نہیں ہے؟ نہ ہم کو دیکھ رہا ہے نہ ہم کو پہچانتا ہے! آپ نے فرمایا: کیا تم دونوں بھی ناجینا ہو! کیا تم اس کو دیکھ نہیں رہیں۔ (سنن ابوداؤد: ۳۱۱۲، سنن ترمذی: ۲۷۷۸، مسند احمد ج ۶ ص ۲۹۶)

امام ابوداؤد نے کہا ہے کہ یہ حکم نبی ﷺ کی ازواج کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ آپ نے حضرت فاطمہ بنت قیس کو یہ حکم دیا کہ وہ حضرت ابن ام مکتوم کے گھر عدت گزاریں وہ ناجینا شخص ہیں، تم ان کے پاس اپنے کپڑے اتار سکتی ہو۔

(سنن ابوداؤد ص ۶۳، دار الفکر بیروت ۱۴۲۱ھ)

امام ابوداؤد کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ علامہ محمد بن علی بن محمد ہسکلی حنفی متونی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

مسلمان عورت مرد کو دیکھ سکتی ہے، شہیدہ شہوت سے مامون نہ ہو یا اس کو شہوت کا خطرہ ہو یا شک ہو تو پھر اس کا اجنبی مرد کی طرف دیکھنا حرام ہے۔ (۱۔ مختار: ۵۲، ارجاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ) علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

حدایہ میں مذکور ہے کہ عورتوں پر شہوت غالب ہوتی ہے اور یہ اعتبار کیا جائے گا کہ ان میں شہوت محقق ہے۔

(رد المحتار ج ۹ ص ۳۵۲، ارجاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ عورتوں کا اجنبی مرد کی طرف دیکھنا جائز نہیں ہے اور حدیث سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے، پھر یہ اعتراض ہوگا کہ نبی ﷺ نے حضرت فاطمہ بنت قیس و حضرت ابن ام مکتوم کے سر عدت گزارنے کی جو اجازت دی تھی اس کی کیا توجیہ ہوگی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے یہ ان کی خصوصیت ہو اور نبی ﷺ کو نور نبوت سے یہ علم ہو کہ وہ شہوت سے مامون ہیں۔

اس پر دوسرا اعتراض: سوئے رجسہ عورتوں کے جسم سے اس شخص کی طرف دیکھنے کی توجیہ جس کو رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو روکنے سے لڑے کے لیے مباح ہوا اور اس سے علامہ ابن حجر اور علامہ ابن حجر نے یہ سلسلہ سبب کیا ہے کہ پردہ دار عورتوں کا اجنبی مردوں کی طرف دیکھنا جائز ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ حضرت عائشہ نے اس شخص کے چہرے کی طرف دیکھا اور ممنوع صرف چہرے کی طرف دیکھنا ہے۔ حضرت عائشہ نے اس کے جسم اور اس کے ڈھانچے کی طرف دیکھا تھا اور اس سے پردہ دار عورتوں کا اجنبی مردوں کے چہرہ کی طرف دیکھنا لازم نہیں آتا، ہر چند کہ علامہ ابن حجر اور علامہ عینی نے اجنبی مرد کے چہرے کی طرف دیکھنے کی تصریح نہیں کی، لیکن ان کی عبارت سے متبادر چہرے کی طرف دیکھنے کا جواز معلوم ہوتا ہے کیونکہ اجنبی مرد کے جسم اور اس کے ڈھانچے کی طرف دیکھنے کے جواز میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

۱۳۰۰۔ حَدَّثَنَا عُمَرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمُ الْأَخْوَصِيُّ عَنْ أَنَسٍ بَيَانُ كِيْ انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن فضیل نے حدیث بیان کی، امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث

رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قُتِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا حِينَ قُتِلَ الْقُرَاءُ، فَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَزَنَ حُزْنًا قَطُّ أَشَدَّ مِنْهُ.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۰۰۱ میں گزر چکی ہے۔

۴۱ - بَابُ مَنْ لَمْ يُظْهِرْ

حُزْنَهُ عِنْدَ الْمُصِيبَةِ

وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ كَعْبٍ الْقُرْظِيُّ الْجَزَعُ الْقَوْلُ السَّيِّئُ وَالظَّنُّ السَّيِّئُ.

جُزَعُ قَوْلٍ سَرَادِیسا قول ہے جو غم پر ابھارے اور بُرے گمان سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے پر جو وعدہ کیا ہے اس کو بعید سمجھے۔

وَقَالَ يَعْقُوبُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ذَرْنَا نَفْسَ زَيْدٍ وَحُزْنِي إِلَى اللَّهِ (یوسف: ۸۶).

۱۳۰۱ - حَدَّثَنَا بَشْرُ بْنُ الْحَكَمِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ ابْنُ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ اشْتَكَيْ ابْنُ لَآبِي طَلْحَةَ قَالَ مَاتَ وَأَبُو طَلْحَةَ خَارِجٌ فَلَمَّا رَأَتْ امْرَأَتُهُ أَنَّهُ قَدْ مَاتَ هَيَّأَتْ شَيْئًا وَنَحْنَتْهُ فِي جَانِبِ الْبَيْتِ فَلَمَّا جَاءَ أَبُو طَلْحَةَ قَالَ بَيْفٌ مُفْلَأٌ قَالَ قَدْ مَاتَ نَفْسُ وَارْجُوا أَن يَحْيَا قَدْ رَأَى بَطْنُ طَلْحَةَ أَنَّهُ صَادِقَةٌ قَالَ قَبَاتٌ فَلَمَّا أَصْبَحَ اغْتَسَلَ فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ أَعْلَمْتُهُ أَنَّهُ قَدْ مَاتَ فَصَلَّى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ أَخْبَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا كَانَ مِنْهُمَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يُبَارِكَ لَكُمْ لِي لِيَلْعَكُمَا. قَالَ سُفْيَانُ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَرَأَيْتُ لَهُمَا بَسْعَةَ أَوْلَادٍ كُلُّهُمْ قَدْ قَرَأَ الْقُرْآنَ.

[طرف الحدیث: ۵۳۷۰] (صحیح مسلم: ۲۱۳۳) (ترمذی: ۵۵۰۸)

انہوں نے کہا: ہمیں عاصم احوال نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ ایک مہینہ تک قنوت پڑھتے رہے جب (ستر) قاریوں کو شہید کیا گیا پس میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس سے زیادہ غم زدہ کبھی نہیں دیکھا۔

جو مصیبت کے وقت اپنے

غم کو ظاہر نہ کرے

اور محمد بن کعب القرظی نے کہا: 'الجزع' بُرا قول ہے اور بُرا گمان ہے۔

اور ابوبکر بن عبد اللہ بن اسحاق بن ابی طلحہ نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطحہ رضی اللہ عنہ بیمار ہو گیا پس وہ فوت ہو گیا اور حضرت ابوطحہ گھر سے نکلے ہوئے تھے جب ان کی بیوی نے یہ دیکھا کہ فوت ہو گیا ہے تو انہوں نے اس کو غسل دیا اور غسل دیا اور اس کے سر کے ایک گوشے پر رکھا جسے حضرت ابوطحہ نے اور پوچھا: بچہ کیسا ہے؟ تو انہوں نے کہا: وہ پرسکون ہے اور مجھے امید ہے وہ راحت پا چکا ہے اور حضرت ابوطحہ نے گمان کیا کہ وہ بچی ہیں حضرت انس نے کہا: انہوں نے رات گزاری جب صبح ہوئی تو غسل کیا جب وہ گھر سے باہر نکلنے لگے تو ان کی بیوی نے انہیں بتایا کہ بچہ فوت ہو چکا ہے پس انہوں نے نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی پھر انہوں نے نبی ﷺ کو بتایا کہ ان دونوں کے ساتھ رات کو کیا ہوا ہے تب نبی ﷺ نے فرمایا: امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے رات کے معاملہ میں برکت دے گا' سفیان نے کہا: پس انصار کے

اور ابوبکر بن عبد اللہ بن اسحاق بن ابی طلحہ نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطحہ رضی اللہ عنہ بیمار ہو گیا پس وہ فوت ہو گیا اور حضرت ابوطحہ گھر سے نکلے ہوئے تھے جب ان کی بیوی نے یہ دیکھا کہ فوت ہو گیا ہے تو انہوں نے اس کو غسل دیا اور غسل دیا اور اس کے سر کے ایک گوشے پر رکھا جسے حضرت ابوطحہ نے اور پوچھا: بچہ کیسا ہے؟ تو انہوں نے کہا: وہ پرسکون ہے اور مجھے امید ہے وہ راحت پا چکا ہے اور حضرت ابوطحہ نے گمان کیا کہ وہ بچی ہیں حضرت انس نے کہا: انہوں نے رات گزاری جب صبح ہوئی تو غسل کیا جب وہ گھر سے باہر نکلنے لگے تو ان کی بیوی نے انہیں بتایا کہ بچہ فوت ہو چکا ہے پس انہوں نے نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی پھر انہوں نے نبی ﷺ کو بتایا کہ ان دونوں کے ساتھ رات کو کیا ہوا ہے تب نبی ﷺ نے فرمایا: امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے رات کے معاملہ میں برکت دے گا' سفیان نے کہا: پس انصار کے

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن الحکم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان بن عیینہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: انس بن اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطحہ رضی اللہ عنہ بیمار ہو گیا پس وہ فوت ہو گیا اور حضرت ابوطحہ گھر سے نکلے ہوئے تھے جب ان کی بیوی نے یہ دیکھا کہ فوت ہو گیا ہے تو انہوں نے اس کو غسل دیا اور غسل دیا اور اس کے سر کے ایک گوشے پر رکھا جسے حضرت ابوطحہ نے اور پوچھا: بچہ کیسا ہے؟ تو انہوں نے کہا: وہ پرسکون ہے اور مجھے امید ہے وہ راحت پا چکا ہے اور حضرت ابوطحہ نے گمان کیا کہ وہ بچی ہیں حضرت انس نے کہا: انہوں نے رات گزاری جب صبح ہوئی تو غسل کیا جب وہ گھر سے باہر نکلنے لگے تو ان کی بیوی نے انہیں بتایا کہ بچہ فوت ہو چکا ہے پس انہوں نے نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی پھر انہوں نے نبی ﷺ کو بتایا کہ ان دونوں کے ساتھ رات کو کیا ہوا ہے تب نبی ﷺ نے فرمایا: امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے رات کے معاملہ میں برکت دے گا' سفیان نے کہا: پس انصار کے

ایک شخص نے کہا: میں نے دیکھا کہ ان کے نو بیٹے ہوئے اور وہ سب قرآن مجید کے قاری تھے۔

حضرت ام سلیم کا بے مثال صبر جمیل اور ان کی ناقابل فراموش شجاعت

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جس شخص نے مصیبت کے وقت اپنے رنج کو ظاہر نہیں کیا اور اس کے لیے غم کا اظہار کرنا جو مباح تھا اس کو ترک کر دیا اس میں اللہ تعالیٰ کی کوئی ناراضگی نہیں ہے اور اس نے صبر کو اختیار کیا جس طرح حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کیا تھا تو وہ اس آیت کا مصداق ہے: وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهَوْ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِينَ (النحل: ۱۲۶) اور اگر تم نے صبر کیا تو وہ صبر کرنے والوں کے لیے بہتر ہے O

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ جو شخص عزیمت اور شدت کے عمل پر قادر ہو اس کے لیے رخصت کو ترک کرنا جائز ہے اس میں بہت عظیم اجر و ثواب ہوتا ہے۔

المہلب نے کہا ہے کہ حضرت ام سلیم نے کہا: اس کا نفس پرسکون ہو گیا اور مجھے امید ہے کہ وہ آرام پا چکا ہے اس میں تعریف ہے یعنی اس کلام کے دو معنی تھے 'قرب معنی یہ ہے کہ وہ بیماری سے شفاء پا کر پرسکون ہو گیا اور اب اس کو آرام ہے' یہ معنی قریب ہے جو انہوں نے اپنے شوہر حضرت ابوطحہ کے: ہن من: اور اس کا: معنی یہ ہے کہ وہ فوت ہو کر پرسکون ہو گیا اور دنیا کے آلام سے آرام پا چکا ہے حضرت ام سلیم نے اسی معنی کا راہ کیہ ورد: اپنے کلام میں کیا تھیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے: پھر انہوں نے کچھ تیاری کی اس سے بھی: ہن من: انہوں نے بچہ کو غسل دے کر اور کفن پہنا کر تیار کیا اور دوسرا معنی یہ ہے کہ انہوں نے بناؤ سنگھار کر کے اپنے آپ کو اپنے شوہر سے جماع کے لیے تیار کیا اس سے معلوم ہوا کہ عورت کا اپنے آپ کو جماع کے لیے تیار کرنا جائز ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو اللہ کی خاطر سے بے صبر اور بے آری کو ترک کرنے اور صبر جمیل کو اختیار کرے اللہ تعالیٰ اس کو بہترین جزاء عطا فرماتا ہے کیا تم نے نہیں دیکھا کہ ان کے نو بیٹے ہوئے اور وہ سب قرآن مجید کے قاری تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوطحہ اپنی بیوی سے جماع کر چکے تو ان کی بیوی نے ان سے کہا: یہ بتائیے کہ اگر کوئی شخص آپ کو کوئی چیز عاریہ دے پھر وہ اس چیز کو پس لے لے تو کیا آپ اس پر غم و غصہ اور بے قراری کا اظہار کریں گے؟ حضرت ابوطحہ نے کہا: ہاں! میں اس سے غم و غصہ نہ کروں گا۔ آپ عاریہ بیٹا: تھا: اب اس نے اس کو واپس لے لیا پس اللہ تعالیٰ اس کا زیہ: حق دے رہا ہے کہ آپ اس سے نفع لیں ہوں: وہ بیٹا اس سے: ہر دو کر دیں: حضرت ابوطحہ: رسول اللہ ﷺ کو اپنی بیوی کی اس بات کی خبر دی تو آپ نے ان دونوں کو دعا دی: اے اللہ! ان کے رات کے اس فعل میں برکت عطا فرما پھر ان کے ہاں ایک لڑکا ہوا جس کا نام عبد اللہ تھا اور وہ اپنے زمانہ کے تمام لوگوں میں سب سے افضل تھا۔

(مسند احمد: ۲۶۷۰ اس حدیث کے رجال صحیح ہیں تاریخ دمشق: ۳۶۱۱-۳۶۱۰ ج ۲۱ ص ۲۸۵-۲۸۴ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۶۱)

حضرت ام سلیم صبر کے سب سے بلند مرتبہ پر فائز تھیں حالانکہ عورتیں بہت رقیق القلب ہوتی ہیں حضرت ام سلیم کی عورتوں میں کوئی مثال نہیں ہے اور مردوں میں بھی ان جیسے کم ہوئے ہیں وہ جہاد میں بڑے بڑے بہادروں پر فائق ہوتی تھیں حضرت ام سلیم غزوہ احد میں حاضر ہوئیں پیاسوں کو پانی پلا رہی تھیں اور زخمیوں کی دوا دارو کر رہی تھیں۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۳۱۲ دار الکتب العلمیہ بیروت: ۱۳۱۸ھ)

حضرت ام سلیم غزوہ حنین میں اس وقت ثابت قدم رہیں جب بہت سے مردوں کے قدم اکھڑ گئے تھے اور صفیں ٹوٹ گئیں تھیں رسول اللہ ﷺ ان کی طرف متوجہ ہوئے اس وقت ان کے ہاتھ میں خنجر تھا اور وہ کہہ رہی تھیں: یا رسول اللہ! ان لوگوں کو قتل کر دیں جو آپ کو چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں جیسے آپ ان لوگوں کو قتل کر رہے ہیں جو آپ سے جنگ کر رہے ہیں رسول اللہ ﷺ مسکرائے اور فرمایا: اللہ مجھے کافی ہے۔ (المطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۳۱۲) (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۸۶-۲۸۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

* باب مذکور کی حایث شرح صحیح مسلم: ۵۳۹۸-ج ۶ ص ۵۰۱ پر مذکور ہے اس کی شرح کا عنوان ہے: حضرت ام سلیم کی ذہانت اور راضی بہ رضاء الہی ہونے کا بیان۔ مختصر شرح کی مٹی ہے تہائی صفحہ پر مشتمل ہے۔

۴۲۔ باب الصَّبْرِ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُولَى

وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ نِعَمَ الْعِدْلَانِ وَنِعَمَ الْعِلَاوَةِ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاغِبُونَ ۝ أُولَئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ﴿البقرة: ۱۵۶-۱۵۷﴾

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا خوب دو ایک جیسے الفاظ ہیں ("صلوات" اور "رحمت") اور کیا خوب اس کے علاوہ ہے: یعنی "اولئک ہم المہتدون" وہ لوگ جب انہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں: بے شک ہم اللہ کے لیے ہیں اور بے شک ہم اس کی طرف لڑنے والے ہیں ۝ یہ وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے بہ کثرت درود ہیں اور رحمت ہے اور یہی وہ ہدایت یافتہ ہیں ۝ (البقرة: ۱۵۶-۱۵۷)

اس تعلیق میں "عدلان" کا لفظ ہے انت کی پیٹھ پر دائیں بائیں جو بوریاں لدی ہوئی ہوتی ہیں ان کو "عدلان" کہتے ہیں یعنی وہ دونوں بوریاں ایک دوسرے کی مثل ہیں اسی طرح اس آیت میں بھی "صلوات" اور "رحمت" ایک جیسے لفظ ہیں اس لیے حضرت عمر نے ان کو "عدلان" کہا ان "اولئک" کا یہ خدہی اجر اس لیے ملا کہ جب ان کو پہلی بار صدمہ پہنچا تو انہوں نے اس پر صبر کیا۔

وَقُولُهُ تَعَالَى ﴿وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ﴾ (البقرة: ۴۵)۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور صبر اور نماز سے مدد حاصل کر دے۔ اُن نماز اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے۔ (البقرة: ۴۵)۔

۝ (البقرة: ۴۵)

مفسرین نے کہا ہے: اس آیت میں صبر سے مراد روزہ ہے صبر کا معنی نفس کو بے قراری سے رہا اور جزا دراز سے روکنا ہے اور روزہ میں نفس کو طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے پینے اور عمل از دواج سے روک کر رکھا جاتا ہے اور نماز سے مدد حاصل کرنے کا معنی یہ ہے کہ اس میں قرآن مجید کی تلاوت ہوتی ہے اور دعا ہوتی ہے اور اللہ کے سامنے جھکنا ہوتا ہے سوائے امور سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مدد حاصل ہوتی ہے جو شخص مصیبت نازل ہونے پر اپنے نفس کو بے قراری کے اظہار سے روک لے تو وہ اپنے نفس پر قہر کرنے کا عادی ہو جاتا ہے پھر اس پر روزے رکھنا اور نماز پڑھنا دشوار نہیں ہوتا کیونکہ نفس دن میں کھانا پینا چاہتا ہے اور نماز کے اوقات میں آرام کرنا چاہتا ہے اور جب انسان اپنے نفس پر قہر کرنے کا عادی ہو جاتا ہے تو اس کے لیے روزہ رکھنا اور نماز پڑھنا آسان ہو جاتا ہے بلکہ اس کے لیے تمام پر مشقت عبادتیں آسان ہو جاتی ہیں۔

۱۳۰۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث

قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُولَى.

بیان کی 'انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی 'انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ثابت 'انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا 'انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: صبر اس وقت شمار ہوتا ہے جب پہلی بار صدمہ پہنچے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۲۵۲ میں کی جا چکی ہے۔

۴۳ - بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ أَنَا بَكَ لَمْ حَزُونُونَ

وَقَالَ ابْنُ عَمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَذْمَعُ الْعَيْنُ وَيَحْزَنُ الْقَلْبُ.

نبی ﷺ کا ارشاد: بے شک ہم تمہاری

وجہ سے غم زدہ ہیں

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے یہ حدیث روایت کی: آنکھ آنسو بہا رہی ہے اور دل غم زدہ ہے۔

اس تعلق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے باپ ابراہیم کے نام پر رکھا ہے پھر آپ نے اس بچے کو لوہار کی بیوی سیف دے دیا۔ انام ابو سیف تھا ایک روز آپ اس کے پاس گئے میں بھی آپ کے ساتھ تھا جب ہم اس کے پاس پہنچے تو وہ بچہ ہم سے بھاگتا تھا میں رسول اللہ ﷺ کے پاس اس کے ہاں جلدی جلدی گیا اور اس سے کہا: اے ابو سیف! ذرا ٹھہر جاؤ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے ہیں وہ ٹھہر گیا پھر رسول اللہ ﷺ نے بچہ کو منگوا لیا اور اس کو اپنے ساتھ چمٹا لیا اور جو بچہ اس نے چاہا وہ فرمایا حضرت انس نے کہا: میں اس بچہ کو دیکھ رہا تھا وہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے پہنچا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے آپ نے فرمایا: آنکھیں رو رہی ہیں اور دل غمگین ہے اور ہم دونوں بات کہتے ہیں جس سے ہمارا رب راضی ہو اور اللہ کی قسم! اے ابراہیم! ہم تمہارے لیے غم زدہ ہیں۔ صحیح مسلم: ۱۰۱۱۱، سنن ابوداؤد: ۱۲۱۱۱

۱۳۰۳ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَدْ

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانٍ قَدْ حَدَّثَنَا رِيشُ حَوْسٍ

حَيَّانٌ عَنْ أَبِي أَنَسٍ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ دَخَلْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَبِي سَيْفِ الْقَيْنِ وَكَانَ ظَنَرًا لِإِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَأَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِبْرَاهِيمَ فَمَقَبَلَهُ وَشَمَّهُ ثُمَّ دَخَلْنَا عَلَيْهِ بَعْدَ ذَلِكَ وَإِبْرَاهِيمُ يَجُودُ بِنَفْسِهِ فَجَعَلَتْ عَيْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَذْرِفَانِ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ وَأَنْتَ يَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو العزیز

نے حدیث بیان کرنا نہیں دے دی۔ ہمیں یحییٰ بن حسان نے حدیث

بیان کی 'انہوں نے کہا: میں قریش سے حدیث بیان کرتا ہوں اور وہ ابن

حیان ہیں از ثابت از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے

ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ابو سیف لوہار کے پاس گئے

اور وہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے رضاعی باپ تھے پس رسول اللہ

ﷺ نے حضرت ابراہیم کو اٹھایا پس ان کو بوسا دیا اور سوچا پھر

اس کے بعد ہم ان کے پاس گئے اور حضرت ابراہیم اس وقت اپنی

جان کی سخاوت کر رہے تھے پس رسول اللہ ﷺ کی دونوں

آنکھیں سخاوت کرنے لگیں پھر حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ

رَسُولَ اللَّهِ؟ فَقَالَ يَا ابْنَ عَوْفٍ، إِنَّهَا رَحْمَةٌ. ثُمَّ اتَّبَعَهَا بِأُخْرَى، فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْعَيْنَ تَذْمَعُ، وَالْقَلْبَ يَحْزَنُ، وَلَا نَقُولُ إِلَّا مَا يَرْضَى رَبُّنَا، وَإِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا إِبْرَاهِيمَ لَمَحْزُونُونَ. رَوَاهُ مُوسَى عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ الْمَعْبُورِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

نے آپ سے کہا: یا رسول اللہ! آپ (بھی رورہے ہیں!) آپ نے فرمایا: اے ابن عوف! یہ آنسو رحمت ہیں، پھر دوبارہ آنسو ہے! پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک آنکھ رورہی ہے اور دل غم گین ہے اور ہم صرف وہی بات کہتے ہیں جس سے ہمارا رب راضی ہے اور اے ابراہیم! ہم تمہاری جدائی سے غم زدہ ہیں۔ اس حدیث کو موسیٰ نے از سلیمان بن المعیرہ از ثابت از انس از نبی ﷺ روایت کیا ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۳۱۵، الرقم المسلسل: ۵۹۱۱، سنن ابوداؤد: ۳۱۲۶، سنن ابن ماجہ: ۱۳۷۵، الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۱۳۶، سنن بیہقی ج ۴ ص ۶۹، مسند ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۹۳، مسند ابویعلیٰ: ۳۲۸۸، دلائل النبوة ج ۵ ص ۳۳۰، شعب الایمان: ۱۰۱۶۲، مسند احمد ج ۳ ص ۱۹۴، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۳۰۱۳، ج ۲۰ ص ۳۱۶، مؤسسة الرسالة، بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) الحسن بن عبد العزیز بن الوزیری: ۲۵۷ھ میں عراق میں فوت ہو گئے تھے (۲) یحییٰ بن حسان ابو زکریاء الامام الرئیس (۳) قریش ابن حیان ابو بکر العجلی (۴) ثابت بن اسلم البنانی (۵) انس بن مالک - (۶) عمارہ القاری ج ۸ ص ۱۳۷) مشکل الفاظ کے معانی اور سیدنا ابراہیم کا تذکرہ۔

اس حدیث میں ”قین“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: لوہا زیاہ ابوسیف کی صفت ہے ان کا نام البراء بن اوس ہے۔ نیز اس حدیث میں ”ظنر“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: زودھ پلانے والا۔ اس کی بیوی کا نام خولہ بنت المندر ہے یہ ام بردہ کے نام سے مشہور تھیں یہ حضرت ابراہیمؑ کے دودھ پلانے والی تھیں۔

نبی ﷺ کی اولاد آٹھ ہیں: (۱) القاسم ان کا نام کے سر سے آپ کی بہن تھی (۲) طاہر (۳) طیب ایک قول یہ ہے کہ یہ دونوں ایک ہی ہیں اور (۴) ابراہیم اور (۵) زینب (۶) رقیہ (۷) ام کلثوم اور (۸) سیدہ فاطمہ۔ حضرت ابراہیم کے علاوہ آپ کی تمام اولاد حضرت خدیجہ سے ہوئی حضرت ابراہیمؑ حضرت اسماء بنت ابیہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔

(تحدۃ القاری ج ۳ ص ۲۱۳-۲۱۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۳۲۵ھ)

حضرت زینب ابوالعاس کے بیٹے کے نکاح میں تھیں حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم حضرت عثمان غنیؓ کے بیٹوں میں تھیں اور سیدہ فاطمہ حضرت علیؓ کے نکاح میں تھیں رضی اللہ عنہم اجمعین۔

اس پر اتفاق ہے کہ حضرت ابراہیمؑ ذوالحجہ ۸ھ میں پیدا ہوئے، واقعہ کو حزم ہے کہ وہ ۱۰ ربیع الاول ۱۰ھ میں فوت ہوئے ابن حزم نے کہا: ان کی عمر ۱۶ ماہ اور آٹھ دن تھی، محمود بن لبید سے روایت ہے کہ ان کی عمر ۱۸ ماہ تھی۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۱۳۹) ان کی فضیلت میں یہ حدیث ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ کسی کو اپنی اولاد پر شفیق نہیں دیکھا، حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی بالائی بستی میں دودھ پیتے تھے آپ وہاں تشریف لے جاتے تھے اور ہم بھی آپ کے ساتھ ہوتے تھے حالانکہ وہاں دھواں ہوتا تھا کیونکہ ان کی دایہ کا خاوند لوہا تھا آپ بچے کو بوسا دیتے اور لوٹ آتے، جب حضرت ابراہیمؑ فوت ہو گئے تو آپ

نے فرمایا: ابراہیم میرا بیٹا ہے اور وہ دودھ پینے کے ایام میں فوت ہو گیا اور اس کے لیے دو دودھ پلانے والیاں ہیں جو جنت میں مدت رضاعت تک اس کو دودھ پلائیں گی۔ (صحیح مسلم: ۲۳۱۶، رقم المسلسل: ۵۹۱۲)

کس قسم کا رونا جائز ہے اور کس قسم کا رونا ممنوع ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس سے پہلے ابواب میں بیان کیا جا چکا ہے کہ آواز سے رونا، بال نوچنا، منہ پر طمانچے مارنا اور گریبان پھاڑنا حرام ہے اور غم گین ہونا اور آنسو بہانا جائز ہے اور اس کے روکنے پر کوئی شخص قادر نہیں ہے، حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس سے ایک جنازہ گزرا جس پر کوئی رو رہا تھا میں اور حضرت عمر بن الخطاب بھی آپ کے پاس تھے حضرت عمر نے ان عورتوں کو ڈانٹا جو رو رہی تھیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابن الخطاب! ان کو رہنے دو کیونکہ نفس مصیبت زدہ ہے آنکھ آنسو بہا رہی ہے اور زمانہ مرگ قریب ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۲۶۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۱۳۶، دارالکتب العلمیہ بیروت)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتیں غم میں ڈوبی ہوئی ہوتی ہیں اور چونکہ ان میں عقل کم ہوتی ہے اس لیے وہ حد سے تجاوز کر جاتی ہیں اور جو شاہی چراگاہ کے قریب اپنے جانور چرائے گا اس کے جانور اس چراگاہ میں منہ مار لیں گے۔

حدیث میں ہے:

حضرت ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: یہ آیت میں چار کام جاہلیت کے ہیں جن کو وہ ترک نہیں کریں گے: (۱) خاندانی شرافت پر فخر کرنا (۲) دوسرے کے نسب پر طنز کرنا (۳) ستاروں سے بارش کو طلب کرنا (۴) نوحہ کرنا۔ نوحہ کرنے والی اگر مرنے سے پہلے توبہ نہ کرے تو قیامت کے دن اس کو پیش کی قمیص اور خارش کی زڑہ پہنائی جائے گی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۲۲۹، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۱۰۳، دارالکتب العلمیہ بیروت)

حسن بصری درج ذیل آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں:

وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً. (الروم: ۲۱)

اس آیت میں "مودۃ" سے مراد جماع ہے اور "رحمة" سے مراد اولاد ہے۔

(شرح ابن بطلال ج ۳ ص ۲۸۸، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۹۰۵۔ ص ۶۶ پر مذکور ہے اس کی شرح: ص ۶۶۔

مریض کے پاس رونا

۴۴۔ بَابُ الْبُكَاءِ عِنْدَ الْمَرِيضِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اصبح نے حدیث بیان

کی از ابن وہب انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی از سعید بن

الحارث الانصاری از عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے پس ان کی عیادت کے لیے

نبی ﷺ تشریف لائے آپ کے ساتھ حضرت عبدالرحمن بن عوف

حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم بھی

۱۳۰۴۔ حَدَّثَنَا أَصْبَغُ عَنْ ابْنِ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي

عَمْرُو عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحَارِثِ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ عَبْدِ

اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ اشْتَكَيْ

سَعْدُ بْنُ عَبَادَةَ شَكْوَى لَهُ، فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُهُ، مَعَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ،

وَسَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَاصٍ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ، رَضِيَ

اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ، فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ، فَوَجَدَهُ فِيْ غَاشِيَةٍ اَهْلِهِ، فَقَالَ قَدْ قَضٰى؟ قَالُوْا لَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَبَكَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا رَاى الْقَوْمَ بَكَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكَوْا، فَقَالَ اَلَا تَسْمَعُوْنَ، اِنَّ اللّٰهَ لَا يُعَذِّبُ بِدَمْعِ الْعَيْنِ، وَلَا بِحُزْنِ الْقَلْبِ، وَلٰكِنْ يُعَذِّبُ بِهَذَا، وَاَشَارَ اِلٰى لِسَانِهِ اَوْ بِرَحْمٍ، وَاِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذِّبُ بِكَاءِ اَهْلِهِ عَلَيْهِ. وَكَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ يَضْرِبُ فِيْهِ بِالْعَصَا وَيَتْرَمِيْ بِالْحِجَارَةِ، وَيَخْتِيْ بِالتُّرَابِ.

(صحیح مسلم: ۹۲۳، رقم السلسل: ۲۱۰۲، المسند الطحاوی: ۳۰۳۹)

تھے پس جب آپ ان کے پاس پہنچے تو آپ نے ان کو اپنے گھر والوں کے درمیان بے ہوشی میں پایا، آپ نے پوچھا: کیا یہ فوت ہو گئے؟ گھر والوں نے کہا: نہیں! یا رسول اللہ! پھر نبی ﷺ رونے لگے، جب لوگوں نے نبی ﷺ کو روتے ہوئے دیکھا تو وہ بھی رونے لگے، آپ نے فرمایا: کیا تم نے یہ نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ آنکھ کے آنسوؤں پر عذاب نہیں دیتا اور نہ دل کے غم پر عذاب دیتا ہے، آپ نے زبان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا لیکن اس کی وجہ سے عذاب دیتا ہے یا رحم فرماتا ہے، اور میت پر میت کے گھر والوں کے رونے سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ رونے پر لاشی سے مارتے تھے اور پتھر مارتے تھے اور منہ میں مٹی ڈال دیتے تھے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اصبح بن الفرّج ابو عبد اللہ، یہ ۲۱۵ھ میں فوت ہوئے تھے (۲) عبد اللہ بن یونس (۳) عمرو بن الحارث (۴) سعد بن الحارث المانصاری، یہ مدینہ کے قاضی تھے (۵) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما - (عمدة القاری ج ۸ ص ۱۰۰)

عبادت کا ثبوت اور زبان کی وجہ سے عذاب یا ثواب کا محمل

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ فاضل کو مفضل کی یاد دہانی کرنی چاہیے اور مریض کی بیمار پرسی کرنی چاہیے۔
اس حدیث میں مریض کے پاس رونے کا ثبوت ہے اور یہی اس حدیث کا عنوان ہے۔
اگر استذیا شیخ روئے تو اس کی اتباع میں تلامذہ اور مریدین کو بھی رونا چاہیے۔

نبی ﷺ نے فرمایا: زبان کی وجہ سے اللہ عذاب دیتا ہے یا رحم فرماتا ہے یعنی اگر زبان سے نوحہ کیا یا اللہ تعالیٰ کا شکوہ کیا تو عذاب دیتا ہے اور اگر زبان سے یہ کہہ کہ ہم اللہ کی تدریج پر غمی ہیں، اس کے حکم کو تسلیم کرتے ہیں یا اور کوئی نیک کلمہ کہا تو اللہ تعالیٰ رحم فرماتا ہے۔

اس حدیث میں جو فرمایا ہے کہ گھر والوں کے میت پر رونے سے میت کو عذاب ہوتا ہے اس کا محمل یہ ہے کہ جب مرنے والے نے یہ وصیت کی ہو کہ اس پر رویا جائے اس پر مفصل بحث، صحیح البخاری: ۱۲۸۸ میں گزر چکی ہے۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۱۵۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

نوحہ کرنے اور رونے کی ممانعت

اور اس پر ڈانٹ ڈپٹ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبد اللہ بن حوشب

۴۵ - بَابُ مَا يُنْهٰی عَنِ النَّوْحِ

وَالْبُكَاءِ، وَالزَّجْرِ عَنْ ذٰلِكَ

۱۳۰۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَوْشَبٍ

قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابُ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ أَخْبَرَتْنِي عُمَرَةُ قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا تَقُولُ لَمَّا جَاءَ قَتْلُ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ وَجَعْفَرُ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَوَاحَةَ جَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْرِفُ فِيهِ الْحُزْنَ، وَأَنَا أَطْلُعُ مِنْ شِقِّ الْبَابِ فَاتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ نِسَاءَ جَعْفَرٍ وَذَكَرَ بَكَاءَهُنَّ، فَأَمَرَهُ أَنْ يَنْهَاهُنَّ، فَذَهَبَ الرَّجُلُ ثُمَّ أَتَى فَقَالَ قَدْ نَهَيْتُهُنَّ، وَذَكَرَ أَنَّهُنَّ لَمْ يُطِغْنَ، فَأَمَرَهُ الثَّانِيَةَ أَنْ يَنْهَاهُنَّ، فَذَهَبَ ثُمَّ أَتَى فَقَالَ وَاللَّهِ لَقَدْ غَلَبَنِي، أَوْ غَلَبَنَا الشَّكُّ مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَوْشَبٍ، فَرَعَمْتُ أَنْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاخُذْ فِي أَفْرَاهِهِنَّ التَّرَابَ. فَقُلْتُ أَرْغَمَ اللَّهُ أَنْفَكَ، فَوَاللَّهِ مَا أَنْتَ بِفَاعِلٍ، وَسَا تَرَكْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْعَنَاءِ.

نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: مجھے عمرہ نے خبر دی: انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جب حضرت زید بن حارثہ حضرت جعفر اور حضرت عبد اللہ بن رواحہ کی شہادت کی خبر آئی تو نبی ﷺ بیٹھ گئے آپ کے چہرے سے غم ظاہر ہو رہا تھا اور میں دروازہ کی جھری سے دیکھ رہی تھی پس آپ کے پاس ایک شخص آیا اس نے کہا: یا رسول اللہ! حضرت جعفر کی عورتیں رو رہی ہیں آپ نے حکم دیا کہ وہ ان کو منع کرے وہ شخص گیا اور پھر آیا پس اس نے کہا: میں نے ان کو منع کیا تھا انہوں نے میری بات نہیں مانی آپ نے اس کو دوبارہ حکم دیا کہ وہ ان کو منع کرے وہ پھر آیا پس کہا: اللہ کی قسم! وہ مجھ پر غالب آ گئیں یا کہا: وہ ہم پر غالب آ گئیں اس میں محمد بن حوشب کو شک ہے پس میں نے گمان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: پس تم ان کے مونہوں میں مٹی ڈال دو میں نے دل میں کہا: اللہ تیری ناک کو خاک آلود کرے تو یہ کرنے والا نہیں ہے اور تو نے رسول اللہ ﷺ کو ستانا نہیں چھوڑا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۲۵۰ میں گزر چکی ہے۔

۱۳۰۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ الْوَهَّابُ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ أَخَذَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ مُبْعِدٍ لَنَا لَأَسْرُوحَ فَمَا وَفَّتْ مِنَّا امْرَأَةٌ غَيْرَ خَنَسٍ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْأَمَّ الْعَلَاءِ وَابْنَةَ أَبِي سَبْرَةَ امْرَأَةً مُعَاذٍ وَامْرَأَتَيْنِ. أَوْ ابْنَةَ أَبِي سَبْرَةَ وَامْرَأَةً مُعَاذٍ وَامْرَأَةً أُخْرَى.

۱۳۰۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ الْوَهَّابُ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ أَخَذَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ مُبْعِدٍ لَنَا لَأَسْرُوحَ فَمَا وَفَّتْ مِنَّا امْرَأَةٌ غَيْرَ خَنَسٍ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْأَمَّ الْعَلَاءِ وَابْنَةَ أَبِي سَبْرَةَ امْرَأَةً مُعَاذٍ وَامْرَأَتَيْنِ. أَوْ ابْنَةَ أَبِي سَبْرَةَ وَامْرَأَةً مُعَاذٍ وَامْرَأَةً أُخْرَى.

[اطراف الحدیث: ۴۸۹۲-۴۲۱۵]

(صحیح مسلم: ۹۳۶، الرقم السلسل: ۲۱۲۸، سنن نسائی: ۱۴۱۸۰، المعجم الکبیر ج ۲۵ ص ۱۳۴، سنن بیہقی ج ۴ ص ۶۴، مسند احمد ج ۵ ص ۸۴، طبع قدیم مسند

احمد: ۲۰۷۹۱- ج ۳۴ ص ۳۸۷، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، مسند الطحاوی: ۱۰۳۲۵)

نوحہ کی ممانعت اور تحریم کی وجوہ

اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ نوحہ کرنا زمانہ جاہلیت کی چیخ و پکار ہے اور یہ حرام ہے کیونکہ آپ نے ان عورتوں سے صرف

فرائض پر بیعت لی تھی 'حضرت ام عطیہ نے کہا: صرف پانچ عورتوں نے اس عہد کو پورا کیا 'اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کے متعلق نبی ﷺ کا یہ قول صادق ہے کہ عورتیں دین اور عقل میں ناقص ہیں اور یہ نیزھی پسلی سے پیدا کی گئی ہیں اور جس کی یہ صفت ہو اس کا حق کی طرف رجوع کرنا اور اس پر عمل کرنا مشکل ہوتا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۹۱ 'دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۲ھ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نوحہ کرنا بہت قبیح کام ہے اس کے انکار کا اور اس کی مذمت کا اہتمام کرنا چاہیے کیونکہ یہ غم کو ابھارتا ہے اللہ تعالیٰ نے مصیبت پر صبر کرنے کا حکم دیا ہے اور نوحہ کرنا صبر کی ضد اور اس کے منافی ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی قضاء اور اس کی تقدیر کو تسلیم کرنے کی مخالفت ہے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۱۵۳ 'دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

جنازہ کے لیے کھڑا ہونا

۴۶۔ بَابُ الْقِيَامِ لِلْجَنَازَةِ

۱۳۰۷۔ حَدَّثَنَا عَيْسَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا رَأَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُومُوا حَتَّى تُخَلِّفَكُمْ . قَالَ سُفْيَانُ قَالَ الزُّهْرِيُّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمٌ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَخْبَرَنَا عَامِرُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . زَادَ الْحُمَيْدِيُّ حَتَّى تُخَلِّفَكُمْ أَوْ تُوضَعَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی از سالم از والد خود از عامر بن ربیعہ از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: جب تم جنازہ کو دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ حتیٰ کہ جنازہ تم کو پیچھے چھوڑ دے سفیان نے کہا: الزہری نے کہا: بکت سے زہری نے خبر دی از والد خود انہوں نے کہا: ہمیں زہری نے خبر دی از نبی ﷺ حمیدی نے یہ اضافہ کیا: حتیٰ کہ جنازہ تمہیں پیچھے چھوڑ دے یا رکھ دیا جائے۔ [طرف الحدیث: ۱۳۰۸]

(صحیح مسلم: ۹۵۸، رقم المسلسل: ۱۸۲، سنن ابوداؤد: ۳۱۷۲، سنن ترمذی: ۱۰۴۳، سنن ابی یوسف: ۱۹۱۶، سنن ابن ماجہ: ۱۵۳۲، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۶، صحیح ابن خزیمرہ: ۱۲۶۵، مسند الخلیفہ: ۲، مسند ابی حنبلہ: ۲، مسند ابی یوسف: ۲، سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۵، شرح السنن: ۱۳۸۳، مسند احمد ج ۳ ص ۳۳۵، طبع قدیم مسند احمد: ۱۵۶۸۵، سنن نسائی: ۲۲، سنن ابی شیبہ: ۱۱۹۱۳، مسند ابی حنبلہ: ۲۸۵۳)

جنازہ کے لیے قیام کی حدیث کا منسوخ ہونا

علی بن الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی نے فرمایا: یہ لکھتے ہیں:

موت کی تعمیر کے سبب سے جنازہ کے لیے قیام کا شمول ہے کیونکہ موت وحشت اور خوف کا سبب ہے اس لیے کھڑے ہو کر اس کا استقبال کرنا چاہیے حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو آپ کھڑے ہو گئے اور جو لوگ آپ کے ساتھ تھے ان سے فرمایا: کھڑے ہو جاؤ کیونکہ موت سے وحشت ہوتی ہے اور اس کا خوف ہوتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۰۳۱، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۹۰۹، دارالکتب العلمیہ بیروت، مسند احمد ج ۱ ص ۱۳۲-۱۳۱، سنن نسائی: ۲۰۳۶)

حضرت ابو موسیٰ نے جنازہ کے لیے کھڑے ہونے کا حکم دیا اور کہا: جنازہ کے ساتھ فرشتے ہوتے ہیں تم ان کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۰۳۵، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۹۱۳، دارالکتب العلمیہ بیروت)

ایک جماعت صحابہ اور فقہاء تابعین نے ان حدیثوں پر عمل کیا ہے۔

فقہاء کی دوسری جماعت نے کہا ہے کہ جب جنازہ گزرے تو قیام نہ کیا جائے اور انہوں نے کہا ہے کہ جنازہ دیکھ کر بیٹھ جائے

خواہ ابھی جنازہ کو کندھوں سے اتار کر نہ رکھا گیا ہو ان کا استدلال ان احادیث سے ہے:

ابو معمر حضرت علی سے روایت کرتے ہیں کہ ہم بیٹھے ہوئے تھے پس ایک جنازہ گزرا تو ہم کھڑے ہو گئے حضرت علی نے کہا: یہ کیا ہے! ہم نے کہا: یہ ابو موسیٰ کا حکم ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ کھڑے ہوئے تھے پھر دوبارہ نہیں کھڑے ہوئے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۰۳۱، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۹۱۹، دار الکتب العلمیہ بیروت، مسند احمد ج ۱ ص ۱۴۲، مسند ابو یعلیٰ: ۲۶۱)

عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تھے پس ہمارے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو ایک شخص کھڑا ہو گیا پس حضرت علی نے کہا: یہ کیا ہے! یہ یہود کا طریقہ ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۰۳۲، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۹۲۰، دار الکتب العلمیہ بیروت)

ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب کے پاس سے جنازہ گزرا تو وہ کھڑے نہیں ہوتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۰۳۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۹۲۲، دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ ابن بطل فرماتے ہیں: یہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ جنازہ کے لیے قیام کرنے کا حکم منسوخ ہو گیا کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ بعد میں رسول اللہ ﷺ جنازہ کو دیکھ کر بیٹھ گئے تھے سعید بن المسیب، عروہ بن الزبیر، امام مالک بن انس، امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب اور اہل شام کا یہی مذہب ہے۔

امام طحاوی فرماتے ہیں: صحیح البخاری: ۱۳۰، میں حضرت عامر بن ربیعہ کی روایت سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم جنازہ کو دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ اس کے برخلاف حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور ان کے اصحاب جنازے کو رکھنے سے پہلے بیٹھ جاتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عامر بن ربیعہ کی حدیث منسوخ ہو چکی ہے۔

قاسم بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اہل بیت جنازہ کے لیے قیام کرتے تھے پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جنازہ کے لیے قیام کا اصلاً انکار کرتی تھیں اور یہی تھیں۔ یہ افعال جہلیت سے ہے۔

(شرح ابن بطل ج ۳ ص ۲۹۳-۲۹۲، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۳ھ)

جنازہ کے لیے قیام میں مذاہب فقہاء اور امام ابو حنیفہ کے موقف پر دلائل

نہ بدوہ بن عمرو بن عبد یحییٰ علی متنا ۱۵۵-۱۵۶

اسور بن قمرہ قتادہ ثمالی بن سیرین، شمس، نجاشی، اسحاق بن ابراہیم اور عمرو بن میمون نے کہا ہے کہ جب جنازہ کسی شخص کے پاس سے گزرے تو وہ اس جنازہ کے لیے کھڑا ہو جائے امام احمد اور محمد بن الحسن کا بھی یہی مذہب ہے۔ امام طحاوی نے کہا ہے کہ دوسروں نے اس کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ جن کے پاس سے جنازہ گزرے اس کا کھڑا ہونا ضروری نہیں ہے اور جو لوگ جنازے کے پیچھے آ رہے ہوں ان کے لیے بھی جنازہ کو اتارنے سے پہلے بیٹھنا جائز ہے۔ علامہ یحییٰ فرماتے ہیں: دوسروں سے امام طحاوی کی مراد یہ حضرات ہیں: عروہ ابن الزبیر، سعید بن المسیب، علقمہ، الاسود، نافع، سعید بن جبیر، امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام ابو یوسف اور امام محمد اور یحییٰ عطاء بن ابی رباح، مجاہد اور ابو اسحاق کا قول ہے حضرت علی بن ابی طالب، ان کے بیٹے حضرت حسن، حضرت ابن عباس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے بھی اسی طرح مروی ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ جنازہ کے لیے قیام کا حکم منسوخ ہے اور اس پر ان کا استدلال حسب ذیل احادیث سے ہے:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ پہلے جنازہ کے لیے کھڑے ہوئے پھر آپ بیٹھ گئے۔

(صحیح مسلم: ۹۶۲، سنن ابوداؤد: ۳۱۷۵، سنن ترمذی: ۱۰۳۴، سنن نسائی: ۱۹۹۹، سنن ابن ماجہ: ۱۵۴۴)

مسعود بن الحکم بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ میں لوگوں سے فرما رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں جنازہ میں کھڑے ہونے کا حکم دیتے تھے پھر اس کے بعد آپ بیٹھ گئے اور آپ نے بیٹھنے کا حکم دیا۔

(صحیح ابن حبان: ۳۰۵۶، مسند احمد ج ۱ ص ۸۲، مسند ابویعلیٰ: ۲۷۳، سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۷)

ابو معمر بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے کہ ایک جنازہ گزرا لوگ اس کے لیے کھڑے ہو گئے حضرت علی نے پوچھا: تمہیں اس کا فتویٰ کس نے دیا ہے؟ لوگوں نے کہا: حضرت ابوموسیٰ نے حضرت علی نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے اس طرح ایک مرتبہ کیا تھا اس وقت آپ اہل کتاب سے مشابہت کرتے تھے پس جب آپ کو منع کیا گیا تو آپ رک گئے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۷۲۶، مسند احمد ج ۱ ص ۴۱، عمدة القاری ج ۸ ص ۱۵۹-۱۵۵، دارالکتب العلمیہ بیروت: ۱۴۲۱ھ)

جب جنازہ کے لیے کھڑا ہو تو کس وقت بیٹھے

۴۷- بَابُ مَتَى يَقْعُدُ إِذَا قَامَ لِلْجَنَازَةِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ جب تم میں سے کوئی شخص جنازہ کو دیکھے پس اگر وہ اس کے ساتھ چل نہ رہا ہو تو کھڑا ہو جائے حتیٰ کہ جنازہ اس کو پیچھے چھوڑ دے۔ تم اس کو پیچھے چھوڑ دو یا تمہارے چھوڑنے سے پہلے جنازہ کو رکھ دیا جائے۔

۱۳۰۸- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ جَنَازَةً فَإِنْ لَمْ يَكُنْ مَاشِياً مَعَهَا فَلْيَقُمْ حَتَّى يُخَلِّفَهَا، أَوْ تُخَلِّفَهُ، أَوْ تَوْضِعَ مِنْ قَبْرِ أَنْ تُخَلِّفَهُ.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۳۰۷ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از حضرت سعید مقبری زوالد خود انہوں نے کہا: ہم ایک جنازہ میں تھے پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے مردان کا ہاتھ پکڑا پس وہ دونوں جنازے کو رکھنے سے پہلے بیٹھ گئے پس حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ آئے انہوں نے مردان کا ہاتھ پکڑ کر کہا: کھڑے ہو! پس اللہ کی قسم! ان کو خوب علم ہے کہ نبی ﷺ ہم کو اس سے منع کرتے تھے حضرت ابو ہریرہ نے کہا: انہوں نے سچ کہا ہے۔

۱۳۰۹- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذئبٍ عَنْ سَعِيدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كُنَّا لِيُ جَنَازَةً فَأَخَذَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ بِيَدِ مَرْوَانَ فَجَلَسَا قَبْلَ أَنْ تَوْضَعَ فَجَاءَ أَبُو سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فَأَخَذَ بِيَدِ مَرْوَانَ فَقَالَ قُمْ فَوَاللَّهِ لَقَدْ عَلِمَ هَذَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَانَا عَنْ ذَلِكَ، فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ صَدَقَ. [طرف الحدیث: ۱۳۱۰]

اس حدیث کو صرف امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

اس کی دلیل کہ جنازہ کے لیے کھڑا ہونا واجب نہیں ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ اور مردان کا بیٹھنا اس کی دلیل ہے کہ ان کو یہ علم تھا کہ جنازہ کے لیے کھڑا ہونا واجب نہیں ہے اور یہ کہ اس حکم پر عمل ترک کر دیا گیا ہے کیونکہ یہ نہیں ہو سکتا کہ ان کو یہ علم ہو کہ جنازہ کے لیے کھڑا ہونا واجب ہے اور پھر وہ بیٹھ جائیں اور اگر جنازہ کے لیے کھڑے ہونا واجب ہوتا تو یہ مردان ایسے شخص سے مخفی نہ ہوتا کیونکہ ان کے سامنے اکثر جنازے آتے تھے حضرت ابن عمر اور دیگر صحابہ کا اسی پر عمل ہے کہ وہ جنازہ رکھنے سے پہلے بیٹھ جاتے تھے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۹۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جو حضرت ابوسعید کی تصدیق کی تھی اس کی کیا وجہ تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ نے اس لیے تصدیق کی تھی کہ ان کو معلوم تھا کہ پہلے نبی ﷺ نے جنازہ گزرنے کے وقت بیٹھنے سے منع فرمایا تھا اور ان کو معلوم تھا کہ نبی ﷺ بعد میں خود بیٹھ گئے تھے تو حضرت ابو ہریرہ نے پہلے حکم کے اعتبار سے تصدیق کی تھی اور بعد میں وہ اور مردان اس حکم کے اعتبار سے بیٹھ گئے تھے جس کے مطابق آپ کا آخری عمل تھا۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۱۵۹-۱۵۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

جو جنازہ کے ساتھ گیا وہ اس وقت تک نہ بیٹھے حتیٰ کہ جنازہ و مردوں کے کندھوں سے اتار کر رکھ دیا جائے اگر کوئی بیٹھ جائے تو اسے کھڑے ہونے کا حکم دیا جائے امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم یعنی ابن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ابوسعید کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: جب تم جنازہ کو دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ پس جو جنازہ کے ساتھ گیا ہے وہ اس وقت تک نہ بیٹھے حتیٰ کہ جنازہ کو رکھ دیا جائے۔

اس حدیث کا شرح کے لیے صحیح بخاری: ۳۰۹ کا حوالہ کریں۔

جو شخص یہودی کے جنازہ کے لیے کھڑا ہوا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی یحییٰ از عبید اللہ بن مقسم از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ ہمارے ساتھ ایک جنازہ گزرا پس نبی ﷺ اس کے لیے کھڑے ہو گئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہو گئے پس ہم نے کہا: یا رسول اللہ! یہ یہودی کا جنازہ تھا؟ آپ نے فرمایا: جب تم جنازہ کو دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ۔

۴۹۔ باب من قام لجنازة يهودي

۱۳۱۱۔ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مِقْسَمٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ مَرَّ بِنَا جَنَازَةٌ فَقَامَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقُمْنَا بِهِ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهَا جَنَازَةٌ يَهُودِيَّةٌ قَالَ إِذَا رَأَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُومُوا.

(صحیح مسلم: ۹۶۰، رقم السلسل: ۲۱۸۷، سنن ترمذی: ۱۰۳۳، سنن ابوداؤد: ۳۱۷۳، سنن نسائی: ۱۹۲۱، ۱۹۱۷، اکاٹل لابن عدی ج ۳ ص ۱۲۱۷، مسند احمد ج ۳ ص ۳۱۹ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۳۳۲، ج ۲۲ ص ۳۱۷، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ۱۰۹۹، مکتبۃ الرشید ریاض، ۱۳۲۶ھ، المسند الطحاوی: ۱۰۹۱)

باب مذکور کی دیگر احادیث

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک جنازہ گزرا تو رسول اللہ ﷺ اس کے لیے کھڑے ہو گئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہو گئے، پس ہم نے کہا: یا رسول اللہ! یہ یہودی کا جنازہ ہے تو آپ نے فرمایا: موت خوف اور دہشت کی چیز ہے، پس جب تم جنازہ کو دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ۔ (صحیح مسلم: ۹۶۰، سنن ابوداؤد: ۳۱۷۳، سنن نسائی: ۱۹۲۲)

قیس بن سعد اور سہل بن حنیف بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو آپ کھڑے ہو گئے، آپ کو بتایا گیا کہ یہ یہودی کا جنازہ ہے، آپ نے فرمایا: کیا یہ ذی روح نہیں ہے؟ (صحیح مسلم: ۹۶۱، سنن نسائی: ۱۹۲۱)

یہودی کے جنازہ کے لیے کھڑے ہونے کے محامل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۳۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام طحاوی نے کہا ہے کہ ان احادیث پر عمل منسوخ نہ چکا ہے۔ اس سطرہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنازہ کے انتظار میں بیٹے تھے تو ایک جنازہ گزرا تو آپ کھڑے ہو گئے، حضرت علی نے فرمایا: یہ کیسا قیام ہے، حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: جب تم جنازہ دیکھو خواہ وہ مسلمان ہو یا یہودی کا ہو یا نصرانی کا ہو پس تم کھڑے ہو جاؤ کیونکہ تم اس کی تعظیم کے لیے نہیں کھڑے ہوتے بلکہ اس کے ساتھ جو فرشتے ہوتے ہیں ان کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوتے ہو، حضرت علی نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے اس طرح صرف ایک مرتبہ کیا تھا، اس وقت آپ اہل کتاب کی مشابہت کرتے تھے، بس آپ کو اس سے منع کیا گیا تو آپ نے اس کو ترک کر دیا، پس حضرت علی نے اس حدیث میں یہ خبر دی ہے کہ نبی ﷺ نے ابتداء اسلام میں صرف ایک مرتبہ جنازہ دیکھ کر یہ کیا تھا۔ اہل کتاب سے مشابہت کی وجہ سے اور انبیاء سابقین کی اقتداء کرنے کی وجہ سے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے خلاف حکم دیا اور وہ جنازہ دیکھ کر بیٹھے رہنا تھا۔

(شرح معانی الآثار: ۲۷۳۵، ج ۲ ص ۱۷۱، کتاب الجنائز، کراچی)

نیز علامہ ابن بطل مالک نے کہا ہے: ہمیں ابوعباس نے اس جرح از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ نبی ﷺ کے پاس سے ایک یہودی کا جنازہ گزرا تو آپ کھڑے ہو گئے اور آپ نے فرمایا: اس کی بدبو نے مجھے اذیت پہنچا ہے۔

(الناخ لابن شاہین: ۲۴۳، مسند احمد ج ۱ ص ۲۰۰، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۵۸، معرۃ السنن والآثار للشیخ ج ۵ ص ۲۷۹)

نیز علامہ ابن بطل مالک نے امام طبری کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ جب یہودی کا جنازہ آپ کے پاس سے گزرا تو آپ اس لیے کھڑے ہو گئے تھے کہ آپ نے اس کو ناپسند کیا کہ اس کا جنازہ آپ کے سر سے بلند ہو جائے۔ (شرح ابن بطل ج ۳ ص ۲۹۶-۲۹۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۳ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس سلسلہ میں مزید احادیث حسب ذیل ہیں:

محمد بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسن بن علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کے پاس سے ایک جنازہ گزرا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نہیں کھڑے ہوئے تو حضرت حسن نے کہا: کیا رسول اللہ ﷺ یہودی کے جنازہ کے

یہ نہیں کھڑے ہوئے تھے؟ حضرت ابن عباس نے کہا: ہاں! اس کے بعد آپ بیٹھ گئے تھے۔

(مصنف عبد الرزاق: ۶۳۱۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۵۸، الترمذی: ۲۷۴۳، السنن الکبریٰ: ۲۰۶۲، مسند احمد: ۱۷۲۶)

محمد بیان کرتے ہیں کہ حضرت الحسن بن علی رضی اللہ عنہما بیٹھے ہوئے تھے ان کے پاس سے ایک جنازہ گزرا پس لوگ کھڑے ہو گئے حتیٰ کہ جنازہ گزر گیا پس حضرت الحسن نے کہا: ایک یہودی کا جنازہ گزرا تھا اور رسول اللہ ﷺ اس کے راستہ میں بیٹھے ہوئے تھے آپ نے اس کو ناپسند کیا کہ یہودی کا جنازہ آپ کے سر سے اونچا ہو پس آپ کھڑے ہو گئے۔ (مسند احمد: ۱۷۲۲، السنن الکبریٰ: ۲۰۶۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان

کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن مرہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ سے سنا انہوں نے کہا کہ حضرت سہل بن حنیف اور حضرت قیس بن سعد دونوں قادیہ میں بیٹھے ہوئے تھے پس ان کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو وہ دونوں کھڑے ہو گئے ان سے کہا گیا کہ یہ اہل ذمہ کا جنازہ ہے تو ان دونوں نے کہا کہ نبی ﷺ کے پاس سے ایک جنازہ گزرا پس آپ کھڑے ہو گئے پس آپ سے کہا گیا کہ یہ یہودی کا جنازہ ہے تو آپ نے فرمایا: کیا یہ ذی روح نہیں ہے؟

۱۳۱۲ - حَدَّثَنَا 'آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَرْثَةَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ ابْنَ أَبِي لَيْلَى قَالَ كَانَ سَهْلُ بْنُ حَنِيفٍ وَ قَيْسُ بْنُ سَعْدٍ قَاعِدَيْنِ بِالْقَادِسِيَّةِ فَمَرُّوا عَلَيْهِمَا بِجَنَازَةٍ فَقَامَا فَقِيلَ لَهُمَا إِنَّهَا مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ 'أَيُّ مِنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ فَقَالَا إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّتْ بِهِ جَنَازَةٌ فَقَامَ فَقِيلَ لَهُ إِنَّهَا جَنَازَةٌ يَهُودِيٍّ فَقَالَ أَلَيْسَتْ نَفْسًا؟

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۱۳۱۱ کا مطالعہ کریں۔

اور ابو حمزہ نے کہا از الاعمش از عمرو از ابن ابی لیلیٰ انہوں نے

کہا: میں قیس بن سہل رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا پس ان دونوں نے کہا: ہم نبی ﷺ کے ساتھ تھے اور زکریاء نے کہا از الشعمی از ابن ابی لیلیٰ حضرت ابو مسعود اور قیس رضی اللہ عنہما جنازہ کے لیے کھڑے ہوتے تھے۔

۱۳۱۳ - وَقَالَ أَبُو حَمْزَةَ 'سَمِعْتُ الْأَعْمَشَ عَنْ عَمْرُو بْنِ مَرْثَةَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ ابْنَ أَبِي لَيْلَى قَالَ كَانَ سَهْلُ بْنُ حَنِيفٍ وَ قَيْسُ بْنُ سَعْدٍ قَاعِدَيْنِ بِالْقَادِسِيَّةِ فَمَرُّوا عَلَيْهِمَا بِجَنَازَةٍ فَقَامَا فَقِيلَ لَهُمَا إِنَّهَا مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ 'أَيُّ مِنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ فَقَالَا إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّتْ بِهِ جَنَازَةٌ فَقَامَ فَقِيلَ لَهُ إِنَّهَا جَنَازَةٌ يَهُودِيٍّ فَقَالَ أَلَيْسَتْ نَفْسًا؟

ان آثار کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ۱۳۱۱ کا مطالعہ کریں۔

جنازوں کو مردوں کا اٹھانا

نہ کہ عورتوں کا

۵۰ - بَابُ حَمْلِ الرِّجَالِ

الْجَنَازَةَ دُونَ النِّسَاءِ

اس کی وجہ یہ ہے کہ مرد عورتوں سے قوی ہوتے ہیں اور اگر عورتیں جنازہ کو اٹھائیں گی تو ان کا حجاب کھل جائے گا اور ان کا مردوں کے ساتھ اختلاط ہوگا اور یہ محلِ فتنہ ہے اور اس میں فساد کا احتمال ہے اگر یہ سوال کیا جائے کہ جہاں مرد بالکل میسر نہ ہوں تو اس کا جواب یہ ہے کہ ضروریاتِ شرع میں مستثنیٰ ہوتی ہیں۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۱۶۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ

۱۳۱۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ

حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ سَعِيدِ الْمُقْبِرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ
أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ
وَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلَى أَعْنَاقِهِمْ فَإِنْ كَانَتْ صَالِحَةً
قَالَتْ قَدْ مُرِنِي وَإِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ يَا
وَيْلَهَا أَيْنَ يَذْهَبُونَ بِهَا يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا
الْإِنْسَانَ وَلَوْ سَمِعَهُ لَصَبَقَ.

نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی
از سعید المقبری از والد خود انہوں نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ
سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب جنازہ رکھا جاتا ہے اور
مرد اس کو اپنی گردنوں پر اٹھا لیتے ہیں پس اگر وہ جنازہ نیک ہو تو وہ
کہتا ہے: مجھے آگے لے چلو اور اگر وہ نیک نہ ہو تو وہ کہتا ہے کہ
ہائے افسوس! یہ اس کو کہاں لے جا رہے ہیں اس کی آواز کو انسان
کے سوا ہر چیز سنتی ہے اور اگر انسان سنتا تو وہ بے ہوش ہو جاتا۔

[اطراف الحدیث: ۱۳۱۶-۱۳۸۰]

(سنن نسائی: ۱۹۰۸، مسند ابویعلیٰ: ۱۲۶۵، صحیح ابن حبان: ۳۰۳۸، سنن الکبریٰ: ۲۰۳۶، سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۲-۲۱، شرح السنن: ۱۳۸۲، مسند احمد
ج ۳ ص ۴۱، طبع قدیم مسند احمد: ۱۱۳۷۲-ج ۱۷ ص ۳۶۶-۳۶۵، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع السانید لابن جوزی: ۲۱۹۷، مکتبۃ الرشیدیہ ض ۱۳۲۶ھ)
عورتوں کے جنازہ نہ اٹھانے کی توجیہ انسان کے سوا سننے والوں کے مصادیق اور جنازہ کے کلام کرنے کی توجیہ
علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی متوفی ۳۳۹ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث کا عنوان قائم کیا ہے: "جنازہ کو مردوں کا اٹھانا نہ چاہیے" اس پر اس حدیث کے ان الفاظ
سے استدلال کیا ہے: جب جنازہ رکھا جاتا ہے اور مرد اس کو اپنی گردنوں پر اٹھا لیتے ہیں۔ یہ دلیل ہے کہ عورتیں جنازوں کو نہ
اٹھائیں کیونکہ جو مشقت والے کام مردوں پر لازم ہیں وہ عورتوں پر لازم نہیں ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے ضعف کی وجہ سے ان سے یہ
کثرت احکام ساقط کر دیئے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِلَّا الْمُسْتَضْعِفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَبَنَاتِ دَاوُدَ بْنِ

(النساء: ۹۸)

اس حدیث میں جو فرمایا ہے: اگر وہ نیک نہ ہو تو وہ کہتا ہے: ہائے افسوس! یہ اس کو کہاں لے جا رہے ہیں! اس کی آواز کو انسان
کے سوا ہر چیز سنتی ہے۔

اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ اس کی آواز کیقدرت کیسے بنتی ہے؟ اس کی نسبت اس حدیث میں صحت انسان کا اشارہ ہے؟ اس کا
جواب یہ ہے کہ اگرچہ یہاں پر غلط عام ہے لیکن اس سے مراد خاص ہے اور اس کا تعلق یہ ہے کہ اس کی آواز کیقدرت عام علم سنتے ہیں
اور وہ ملائکہ اور جنات ہیں۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ یہ کلام کون کرتا ہے کیونکہ صاحب جنازہ تو فوت شدہ ہوتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جنازہ کی روح یہ کلام
کرتی ہے کیونکہ روح نکلنے کے بعد جنازہ کلام نہیں کرتا سوا اس کے کہ اللہ اس میں روح کو لوٹا دے اور روح کی بات وہی سنتا ہے جو اس
کی مثل ہو اور وہ ملائکہ اور جنات ہیں۔ (شرح ابن بطلال ج ۳ ص ۲۹۷، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

جنازہ کو جلدی لے جانا

۵۱ - بَابُ السَّرْعَةِ بِالْجَنَازَةِ

وَقَالَ أَنَسٌ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنْتُمْ مُسَيِّعُونَ
لَمَ امْشَوْا بَيْنَ يَدَيْهَا وَخَلْفَهَا وَعَنْ يَمِينِهَا وَعَنْ

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: تم جنازہ کو رخصت کر رہے ہو
پس تم اس کے آگے چلو اور پیچھے چلو اور دائیں چلو اور بائیں چلو۔

شَمَالِهَا۔

اس تعلیق کی اصل مصنف عبدالرزاق: ۶۲۸۷ میں ہے۔

وَقَالَ غَيْرُهُ قَرِيبًا مِّنْهَا۔ اور دوسروں نے کہا: جنازہ کے قریب چلے۔

اس تعلیق کی اصل یہ اثر ہے:

ابوالعالیہ نے کہا: جنازہ کے پیچھے قریب ہے اس کے آگے قریب ہے اس کے دائیں قریب ہے اور اس کے بائیں قریب ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۴۶، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۲۳۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

۱۳۱۵ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَفِظْنَاهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَسْرَعُوا بِالْجَنَازَةِ فَإِنَّ تِلْكَ صَالِحَةٌ فَخَيْرٌ تَقْدِمُونَهَا إِلَيَّ وَإِنْ تَكَ سِرْوَى ذَلِكَ فَشَرٌّ تَضَعُونَهُ عَنْ رِقَابِكُمْ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہم نے اس کو الزہری سے محفوظ رکھا ہے از سعید بن المسیب از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: جنازہ کو جلدی لے جاؤ پس اگر وہ نیک ہے تو تم اس کی طرف غمی کو جلدی پہنچا رہے ہو اور اگر وہ اس کے سوا ہے تو تم شر کو اپنی گردنوں سے اتار رہے ہو۔

(صحیح مسلم: ۹۴۳، الرقم المسلسل: ۲۱۵۱، سنن ابوداؤد: ۳۱۸۱، سنن ترمذی: ۱۰۰۵، سنن ابن ماجہ: ۱۳۷۷، مسند الحمیدی: ۱۰۲۲، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۸۱، السنن: ۵۲۷، صحیح ابن حبان: ۳۰۴۲، سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۱، شرح السنن: ۱۳۸۱، مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۰، طبع قدیم، مسند احمد: ۷۲۶۷، ج ۱۲ ص ۲۰۸، مؤسسة الرسالة، بیروت، جامع السانید لابن جوزی: ۳۸۹۲، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۳۲۶، المسند الطحاوی: ۷۸۶۳)

جنازہ کے ساتھ کس کیفیت کے ساتھ چلنا چاہیے؟

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال ماکو: ۲۰۹ ج ۲ ص ۲۰۹ سے ہے:

امام طحاوی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ لوگ جنازہ کے ساتھ آہستہ آہستہ چلتے تھے تو ان کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ڈانٹا اور کہا: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بھاگ بھاگ کر چلتے تھے تو ایک قوم نے اس پر عمل کیا اور کہا: جنازہ کے ساتھ بھاگ بھاگ کر چلے۔ سنن ابوداؤد: ۳۰۶۲، شرح سنن ابی یوسف: ۲۰۶۸)

نوٹ: ابوالطحاوی نے یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی ہے نہ کہ حضرت ابو ہریرہ سے۔

دوسرے فقہاء نے اس کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ جنازہ کے ساتھ آہستہ آہستہ چلنا افضل ہے حدیث میں ہے:

حضرت ابو بردہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس سے ایک جنازہ گزرا وہ اس کے ساتھ بھاگ بھاگ کر چل رہے تھے تو نبی ﷺ نے فرمایا: تم کو سکون کے ساتھ چلنا چاہیے۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۳۷۹، مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۶، شرح معانی الآثار: ۲۶۷۴)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے جنازہ کے ساتھ چلنے کی کیفیت کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: بھاگنے کی رفتار سے کم چلو پس اگر وہ مؤمن ہے تو اس کے لیے جتنی عجلت کی گئی ہے وہ بہتر ہے اور اگر وہ کافر ہے تو اہل دوزخ کے لیے دوری ہو۔ (سنن ابوداؤد: ۳۱۸۳، سنن ترمذی: ۱۰۱۱، مسند احمد ج ۱ ص ۳۹۴، شرح معانی الآثار: ۲۶۷۶)

امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

پس رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں یہ خبر دی ہے کہ جنازہ کے ساتھ چلنے کی کیفیت بھاگنے سے کم ہونی چاہیے سو ہم اسی پر عمل کرتے ہیں اور یہی امام ابو حنیفہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے۔

(شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۵-۳ قدیمی کتب خانہ کراچی)

علامہ ابن بطال مکی لکھتے ہیں: اور یہی جمہور علماء کا قول ہے کہ جنازہ کے ساتھ متوسط رفتار کے ساتھ چلنا چاہیے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۹۸-۲۹۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

میت کا جنازہ پر کہنا:

مجھے جلدی لے جاؤ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از والد خود انہوں نے حضرت السعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی ﷺ فرماتے تھے:

جنازہ رکھ دیا جائے اس لوگ اس کو اپنی گردنوں پر اٹھالیں

اس اگر روئے نیک ہو تو ہتھ ہے: مجھے آگے لے جاؤ اور اگر نیک

نہ ہو تو لے جانے والوں سے کہتا ہے: ہائے افسوس! اس کو کہاں

لے جا رہے ہو؟ اس کے واسطے کہ ہر چیز سختی ہے اور اگر

سان سنتا تو بے ہوش ہو جاتا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح ابونعیم: ۱۳۰۷۷، معجم الباز: ۱۳۱۶

جس نے امام کے پیچھے جنازہ کی

دو یا تین صفیں بنا کر

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان

کی از ابو عوانہ از قتادہ از عطاء از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کہ

رسول اللہ ﷺ نے نجاشی کی نماز جنازہ پڑھائی پس میں دوسری یا

تیسری صف میں تھا۔

۵۳۔ بَابُ مَنْ صَفَّ صَفِّينِ أَوْ ثَلَاثَةٍ

عَلَى الْجَنَازَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ

۱۳۱۷۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ أَبِي عُرَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ

عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى

عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى

عَلَى النَّجَاشِيِّ، فَكُنْتُ فِي الصَّفِّ الثَّانِي أَوْ الثَّلَاثِ.

[الطواف الھدیث: ۳۲۰-۳۲۳-۳۸۷۷-۳۸۷۸-۳۸۷۹]

اس حدیث کو صرف امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ کی امام کے پیچھے دو یا تین صفیں بنانا مستحب ہے۔

نماز جنازہ کی صفیں

۵۴۔ بَابُ الصُّفُوفِ عَلَى الْجَنَازَةِ

۱۳۱۸ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ نَعَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أَصْحَابِهِ النَّجَاشِيِّ ثُمَّ تَقَدَّمَ فَصَفُّوا خَلْفَهُ فَكَبَّرَ أَرْبَعًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از الزہری از سعید از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے اپنے اصحاب کو نجاشی کی موت کی خبر دی پھر آپ آگے بڑھ گئے پس صحابہ نے آپ کے پیچھے صف بنائی پس آپ نے چار تکبیریں پڑھیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۲۴۵ میں گزر چکی ہے تاہم بعض ضروری امور کی وضاحت کی جا رہی ہے۔

کتنے مسلمان نماز جنازہ پڑھیں تو میت کی مغفرت ہو جاتی ہے؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس میت کی نماز جنازہ مسلمانوں کا ایک گروہ پڑھے جن کی تعداد سو افراد ہو اور وہ سب اس کی شفاعت کریں تو ان کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

(صحیح مسلم: ۹۴۷ سنن ترمذی: ۲۹۰۰ سنن نسائی: ۱۹۸۷ مسند احمد ج ۳ ص ۲۶۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جو مسلمان فوت ہو اور اس کے جنازہ میں چالیس افراد ہوں اور وہ اللہ کے ساتھ بالکل شرک نہ کرتے ہوں تو اللہ اس شخص کے متعلق ان کی شفاعت قبول فرمائے گا۔ (صحیح مسلم: ۹۳۸ سنن ابوداؤد: ۳۱۷۰ سنن ابن ماجہ: ۱۳۸۹)

حضرت مالک بن حبیبرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو مسلمان فوت ہو اور مسلمانوں کی تین صفیں اس کی نماز جنازہ پڑھیں تو اس کی مغفرت واجب ہو جاتی ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۱۶۶ سنن ترمذی: ۲۸۰۰ سنن ابن ماجہ: ۱۳۹۰)

نماز جنازہ کی چار تکبیروں کے ثبوت میں احادیث شارحین کے اقوال

اس حدیث میں نماز جنازہ کی چار تکبیروں کے ثبوت کے لیے ستر عمر بن الخطاب حضرت عبد اللہ بن عمر حضرت زید بن ثابت حضرت جابر حضرت ابن ابی آوفی حضرت الحسن بن علی حضرت البراء بن عازب حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہم کا یہی موقف ہے اور فقہاء تابعین میں سے محمد بن حنفیہ بن ابی بکر بن باح محمد بن سیرین النخعی سدید بن غفلہ و شریک بن ابی مسلم ہے اور ائمہ اربعین میں سے امام مالک امام شافعی و امام احمد بن حنبل بھی یہی مذہب ہے۔ (مناقب القادری ج ۱ ص ۱۲۰)

اس سلسلہ میں احادیث حسب ذیل ہیں:

یزید بن ثابت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک عورت کی قبر پر چار تکبیرات پڑھیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۳۳ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۱۶ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ابو امامہ بن سہل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک عورت کی قبر پر چار تکبیرات پڑھیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۳۵ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۱۷ مجلس علمی بیروت)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے احمہ النجاشی پر نماز جنازہ پڑھی اور اس میں چار تکبیرات پڑھیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۳۶ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۱۸ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ نماز جنازہ میں چار تکبیرات فرض ہیں۔

علامہ علاء الدین الحسکی المتوفی ۱۰۸۸ھ نے لکھا ہے کہ نماز میں یہ چار تکبیرات فرض ہیں اور قیام فرض ہے اور بغیر عذر شرعی کے بیٹھ کر نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔ (الدر المختار مع رد المحتار ج ۳ ص ۱۰۰-۹۹ 'دار احیاء التراث العربی' بیروت ۱۳۱۹ھ)

۱۳۱۹۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ عَنْ الشَّعْبِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي مَنْ شَهِدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّى عَلَى قَبْرِ مَنبُودٍ لَصَفَهُمْ وَكَبَّرَ أَرْبَعًا. قُلْتُ يَا أَبَا عَمْرٍو مَنْ حَدَّثَكَ؟ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں الشیبانی نے حدیث بیان کی از الشعی: انہوں نے کہا: مجھے انہوں نے خبر دی جنہوں نے اس کی شہادت دی کہ نبی ﷺ ایک منفرد قبر پر آئے پس آپ نے مسلمانوں کی صف بنائی اور چار تکبیریں پڑھیں میں نے پوچھا: اے ابو عمرو! آپ سے یہ حدیث کس نے بیان کی؟ انہوں نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۵۷ میں گزر چکی ہے۔

۱۳۲۰۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ تَوَفَّى الْيَوْمَ رَجُلٌ صَالِحٌ مِنَ الْحَبَشِ فَهَلُمَّ فَصَلُّوا عَلَيْهِ. قَالَ فَصَفْنَا فَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ وَنَحْنُ صُفُوفٌ. قَالَ أَبُو بَكْرٍ غَنَ جَابِرٌ كُنْتُ فِي الصَّفِّ الثَّانِي.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۳۱۷ میں گزر چکی ہے۔

۵۵۔ بَابُ صُفُوفِ الصِّبْيَانِ

مَعَ الرَّجُلِ عَلَى الْحَنَائِزِ

۱۳۲۱۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ عَنْ عَامِرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِقَبْرِ قَدْ دُفِنَ لَيْلًا فَقَالَ مَتَى دُفِنَ هَذَا؟ قَالُوا الْبَارِحَةَ. قَالَ أَفَلَا أَذْنُتُمُونِي. قَالُوا ذَلَّاهُ فِي ظُلْمَةِ اللَّيْلِ. فَكَرِهْنَا أَنْ نُؤَيِّظَكَ لِقَامٍ فَصَفْنَا خَلْفَهُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَأَنَا فِيهِمْ فَصَلَّى عَلَيْهِ.

جنازہ میں بچوں کی مردوں

کے ساتھ نہیں

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن عباس نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں الشیبانی نے حدیث بیان کی از عامر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایسی قبر کے پاس سے گزرے جس میں رات کو دفن کیا گیا تھا آپ نے پوچھا: اس کو کب دفن کیا گیا؟ مسلمانوں نے کہا: گزشتہ رات آپ نے فرمایا: تم نے مجھے خبر کیوں نہیں دی؟ مسلمانوں نے کہا: ہم نے اس کو رات کے اندھیرے میں دفن کر دیا تھا ہم نے آپ کو بیدار کرنا

پسند نہیں کیا تھا پس آپ کھڑے ہوئے ہم نے آپ کے پیچھے صف بنائی حضرت ابن عباس نے کہا: میں بھی ان میں تھا پس آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۵۷ میں گزر چکی ہے۔

۵۶- بَابُ سُنَّةِ الصَّلَاةِ عَلَى الْجَنَائِزِ نماز جنازہ پڑھنے کا طریقہ

نماز جنازہ پڑھنے کے طریقہ سے مراد یہ ہے کہ نبی ﷺ نے نماز جنازہ کی جو شرائط اور ارکان مقرر کیے ہیں اور نماز جنازہ کی شرائط میں سے یہ ہے کہ نماز جنازہ بغیر طہارت کے جائز نہیں ہے اور نہ برہنہ پڑھنا جائز ہے اور نہ قبلہ کی طرف منہ کے بغیر پڑھنا جائز ہے اور نماز جنازہ کے ارکان میں چار تکبیرات ہیں علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اس باب سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ نماز جنازہ پر صلوٰۃ کا اطلاق کرنا جائز ہے اور یہ مشروع ہے اگرچہ اس میں رکوع اور سجود نہیں ہے امام بخاری نے اس پر اس سے استدلال کیا ہے کہ نماز جنازہ پر صلوٰۃ کے اسم کا اطلاق ہے اور اس کا حکم دیا گیا اور اس میں نماز کے خصائص ہیں کیونکہ یہ اللہ اکبر پڑھنے سے شروع ہوتی ہے اور مکروہ وقت میں نہیں پڑھی جاتی اور لفظ سلام سے اس کو ختم کیا جاتا ہے اور اس کی صفیں بنائی جاتی ہیں۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَضَرَ عَلَى الْجَنَازَةِ

اس تعلق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے جنازہ پر نماز پڑھی اور اس کے ساتھ نہیں گیا اس کو ایک قیراط اجر ملے گا پس اگر اس کے ساتھ گیا تو اس کو دو قیراط اجر ملیں گے پوچھا گیا کہ قیراط کیا ہیں؟ تو حضرت ابو ہریرہ نے کہا: چھوٹا قیراط اُحد پہاڑ جتنا ہے۔ (مسلم: ۱۰۰۱، ابوداؤد: ۲۱۵۷)

امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے نماز جنازہ پر نماز کا اطلاق کیا ہے۔

وَقَالَ صَلُّوا عَلَيَّ صَاحِبِكُمْ اور آپ نے فرمایا: تم اپنے ساتھی پر نماز پڑھو۔

اس تعلق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت سلمہ بن الأكوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ کے پاس ایک مسلمان لایا گیا مسلمانوں نے کہا: آپ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں آپ نے پوچھا: کیا اس پر قرض ہے؟ مسلمانوں نے کہا: نہیں! آپ نے پوچھا: کیا اس نے کوئی ترکہ چھوڑا ہے؟ مسلمانوں نے کہا: نہیں! تو آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھادی پھر دوسرا جنازہ لایا گیا مسلمانوں نے کہا: یا رسول اللہ! اس کی نماز جنازہ پڑھائیں آپ نے پوچھا: کیا اس پر قرض ہے؟ کہا گیا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: کیا اس نے ترکہ چھوڑا ہے؟ مسلمانوں نے کہا: تین دینار! آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھادی پھر تیسرا جنازہ لایا گیا آپ سے مسلمانوں نے کہا: اس کی نماز جنازہ پڑھادیں آپ نے پوچھا: اس نے کوئی ترکہ چھوڑا ہے؟ مسلمانوں نے کہا: نہیں! آپ نے پوچھا: کیا اس پر قرض ہے؟ مسلمانوں نے کہا: تین دینار (قرض ہے) آپ نے فرمایا: تم اپنے ساتھی پر نماز (جنازہ) پڑھو حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ اس کی نماز جنازہ پڑھادیں اور اس کا قرض میرے ذمہ ہے پھر آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھادی۔

(صحیح البخاری: ۲۴۸۹، سنن نسائی: ۱۹۶۰)

اس حدیث سے بھی امام بخاری کا مقصد یہی ہے کہ نبی ﷺ نے نماز جنازہ پر نماز کا اطلاق کیا ہے۔
وَقَالَ صَلُّوا عَلَيَّ النَّجَاشِيَّ.
اس تعلیق کی اصل اس حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنے اصحاب کو النجاشی کی موت کی خبر دی پھر آپ آگے بڑھ گئے پس مسلمانوں نے آپ کے پیچھے صفیں بنائیں پھر آپ نے چار تکبیرات پڑھیں۔ (صحیح البخاری: ۱۳۱۸)
سَمَّاهَا صَلَوةً لَيْسَ فِيهَا رُكُوعٌ وَلَا سَجُودٌ.
نبی ﷺ نے نماز جنازہ کو نماز فرمایا حالانکہ اس میں رکوع اور سجود نہیں ہے۔

یعنی اس ہیئت مخصوصہ کو بھی آپ نے نماز فرمایا ہے۔

وَلَا يَتَكَلَّمُ فِيهَا، وَفِيهَا تَكْبِيرٌ وَتَسْلِيمٌ.
اور نماز جنازہ میں کلام نہیں کیا جاتا اور اس میں اللہ اکبر پڑھنا ہے اور سلام پھیرنا ہے۔

یعنی نماز جنازہ میں کلام نہیں کیا جاتا اور یہ چیز نماز کے لوازم سے ہے اور نماز کے شروع میں اللہ اکبر پڑھا جاتا ہے اس میں سب کا اتفاق ہے اور سلام میں اختلاف ہے امام مالک امام احمد اور اسحاق کے نزدیک نماز جنازہ میں صرف ایک سلام ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک نماز جنازہ میں دونوں طرف سلام پھیرا ہے۔ (عمدة القاری ج ۸: ۱۷۸)

امام مالک اور امام احمد کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب نماز جنازہ پڑھتے تو دونوں ہاتھ بلند کر کے اللہ اکبر پڑھتے اور جب فارغ ہوتے تو دائیں طرف ایک سلام پھیرتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۶۱۱، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۹۱، دار الکتب العلمیہ بیروت)
امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل حسب ذیل احادیث اور آثار ہیں۔

حریث بیان کرتے ہیں کہ میں نے مامر کو دیکھا کہ وہ ایک جنازہ پر نماز پڑھی پھر انہوں نے دائیں جانب اور بائیں جانب سلام پھیرا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۶۲۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۰۳، دار الکتب العلمیہ بیروت)
ابی السیث بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم نے نماز جنازہ کے بعد ائیں دائیں طرف اور بائیں طرف سلام پھیرا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۶۲۸، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۰۸، دار الکتب العلمیہ بیروت)
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم کہہ ایسے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ان کو کہتے تھے کہ تم نے نماز جنازہ کے بعد اس طرح سلام پھیرا جائے جس طرح دیگر نمازوں کے بعد سلام پھیرا جاتا ہے۔

(سنن بیہقی ج ۴ ص ۴۳، معرفۃ السنن والآثار ج ۳ ص ۱۷۳، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۲ھ)
ابراہیم الجری، حضرت ابن ابی ادنیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے چار تکبیرات پڑھیں پھر دائیں اور بائیں جانب سلام پھیرا اور اس کو نبی ﷺ کی طرف منسوب کیا۔ (سنن بیہقی ج ۴ ص ۴۳، معرفۃ السنن والآثار ج ۳ ص ۱۷۳)

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يُصَلِّي إِلَّا طَاهِرًا وَلَا يُصَلِّي
اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما صرف طہارت کے ساتھ نماز جنازہ پڑھتے تھے اور طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت نماز نہیں پڑھتے تھے اور اس میں رفع یدین کرتے تھے۔
عِنْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوبِهَا، وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ.

علامہ ابن بطلال نے کہا ہے کہ اس تعلیق سے امام بخاری کا مقصد شععی کا رد کرنا ہے کیونکہ انہوں نے بغیر وضوء کے نماز جنازہ کو جائز قرار دیا ہے انہوں نے کہا کہ نماز جنازہ صرف دعا ہے اس میں رکوع ہے نہ سجود اور تمام مقتدین اور متاخرین کا اس کے خلاف پر اجماع ہے سو یہ قول شاذ ہے اس کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا۔ (شرح ابن بطلال ج ۳ ص ۳۰۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)
اس تعلیق کے پہلے جز کی اصل یہ حدیث ہے:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے: کوئی شخص بغیر طہارت کے نماز جنازہ نہ پڑھے۔

(موطأ امام مالک۔ الجنائز: ۲۶۔ ج ۱ ص ۱۳۹ المکتبۃ التوفیقیہ)

قاسم نے کہا: بغیر وضوء کے نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۹۴، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۷۳، دارالکتب العلمیہ بیروت)

طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت نماز جنازہ نہ پڑھنے کی تعلیق کے متعلق یہ حدیث ہے:

ابویحییٰ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جنازہ رکھا گیا پس حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کھڑے ہو گئے پھر پوچھا: اس جنازہ کا ولی کہاں ہے؟ تاکہ وہ سورج کے طلوع ہونے سے پہلے اس کی نماز جنازہ پڑھ لے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۳۸، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۲۱، دارالکتب العلمیہ بیروت)

ابی حفص بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس جنازہ لایا گیا تو آپ نے عصر کی نماز پڑھی اور فرمایا: اس کی نماز جنازہ میں جلدی کرنا سورج غروب ہونے سے پہلے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۴۶، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۲۸، دارالکتب العلمیہ بیروت)

ان تعلیقات سے بھی امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ نماز جنازہ پر نماز کا اطلاق آتا ہے۔

اور نماز جنازہ میں رفع یدین کی تعلیق کے متعلق یہ حدیث ہے:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نماز جنازہ کی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے یعنی ہاتھ اٹھا کر بلند کرتے تھے۔

فقہاء احناف نماز جنازہ میں صرف پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے ہیں ان کا استدلال درج ذیل آیت سے ہے:

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب تکبیر کو دیکھا تو نماز جنازہ میں رفع یدین کر کے اللہ سب پر پڑھتے پھر باقی تکبیرات میں رفع یدین نہیں کرتے تھے اور چار رکعات پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۰۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۸۶، دارالکتب العلمیہ بیروت)

سفیان بیان کرتے ہیں کہ الحسن بن عبید اللہ نماز جنازہ کی صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۰۵، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۸۷، دارالکتب العلمیہ بیروت)

نفاذ بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ سوید ہمارے جنازوں میں تکبیرات پڑھتے تھے اور وہ صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے

تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۰۸، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۹۰، دارالکتب العلمیہ بیروت)

وَقَالَ الْحَسَنُ أَذْرَكْتُ النَّاسَ وَأَحَقُّهُمْ عَلٰی
جَنَائِزِهِمْ مَنْ رَضَوْهُمْ لِقَرَانِهِمْ۔
اور الحسن (البصری) نے کہا: میں نے لوگوں کو اس حال میں
پایا کہ ان کے جنازے پڑھانے کے زیادہ حق دار وہ لوگ تھے جن

کی اقتداء میں وہ فرائض پڑھنے پر راضی تھے۔

اس تعلق کے متعلق یہ حدیثیں ہیں:

الحکم بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نماز جنازہ پڑھانے کا زیادہ حق دار امام (مسجد) ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۲۲، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۰۵، دارالکتب العلمیہ بیروت)

منصور بیان کرتے ہیں کہ میں ابراہیم کے ساتھ ایک جنازہ پر گیا اور وہ اس جنازہ کے ولی تھے انہوں نے محلہ کے امام کو بلایا اس

نے نماز جنازہ پڑھائی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۲۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۰۶، دارالکتب العلمیہ بیروت)

وَإِذَا أَحْدَثَ يَوْمَ الْعِيدِ أَوْ عِنْدَ الْجَنَازَةِ يَطْلُبُ
الْمَاءَ وَلَا يَتَيَمَّمُ۔ اور جب کوئی شخص عید کے دن بے وضوء ہو یا جنازہ کے وقت
تو وہ پانی کو طلب کرے اور تیمم نہ کرے۔

اس تعلق کی اصل یہ حدیثیں ہیں:

حسن بصری نے کہا: تیمم نہ کرے اور بغیر وضوء کے نماز نہ پڑھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۹۵، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۷۵، دارالکتب العلمیہ بیروت)

عطاء نے کہا: ایک شخص جنازہ پڑھنے کے لیے در اس کو نہ دے نہ تھوٹے کا خوف ہو تو تیمم نہ کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۶۰۶، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۷۶، دارالکتب العلمیہ بیروت)

وَإِذَا انْتَهَى إِلَى الْجَنَازَةِ وَهُمْ يُصَلُّونَ يَدُحُّ
مَعَهُمْ بِتَكْبِيرَةٍ۔ اور جب کوئی شخص جنازہ میں پہنچے اور وہ نماز پڑھ رہے ہوں
تو وہ تکبیر پڑھ کر ان میں شامل ہو جائے۔

اس تعلق کی اصل یہ حدیث ہے:

ابن حنفیہ بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری نے کہا: جو شخص جنازہ تک پہنچے اور وہ اس پر نماز پڑھ رہے ہوں تو وہ تکبیر پڑھ کر ان میں

شامل ہو جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۶۰۹، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۸۸، دارالکتب العلمیہ بیروت)

وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ يُكَبِّرُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ
وَالسَّفَرِ وَ الْحَضَرِ أَرْبَعًا۔ اور ابن المسیب نے کہا: رات اور دن اور سفر اور حضر میں
چار تکبیرات پڑھے۔

اس میں یہ دیکھیں کہ نماز میں چار تکبیرات ہیں۔ یہ اس کی بھی دلیل ہے کہ نماز جنازہ نماز ہے۔

وَقَالَ أَنَسُ بْنُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ نَعْنَى التَّكْبِيرَةِ
الْوَاحِدَةِ اسْتِفْتَا حُ الصَّلَاةِ۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ ایک تکبیر نماز جنازہ کو
شروع کرنا ہے۔

اس تعلق کی اصل سنن سعید بن منصور کی یہ حدیث ہے:

زریق بن کریم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہا: ایک آدمی نے نماز جنازہ پڑھی پس تین تکبیرات پڑھیں حضرت انس

نے کہا: کیا تین تکبیرات نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں! اے ابو حمزہ! تکبیرات چار ہیں حضرت انس نے کہا: ہاں! ایک تکبیر نماز کے

افتتاح کی ہے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۱۸۲)

اس تعلق سے بھی امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ نماز جنازہ پر نماز کا اطلاق بھی ہوتا ہے۔

وَقَالَ ﴿وَلَا تُصَلِّي عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا﴾ اور اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: اور آپ ان میں سے کسی ایک

پر نماز جنازہ نہ پڑھیں۔ (التوبہ: ۸۴)

(التوبہ: ۸۴)۔

اس آیت سے بھی یہ ثابت ہوا کہ نماز جنازہ نماز ہے۔

اور نماز جنازہ میں صفیں بھی ہیں اور اس میں امام بھی ہوتا

وَفِيهِ صُفُوفٌ وَإِمَامٌ۔

ہے۔

نماز جنازہ میں صفوں کا ہونا اور امام کا ہونا اس پر دلالت کرتا ہے کہ نماز جنازہ نماز ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از

الشیبانی از الشعبي انہوں نے بیان کیا: مجھے اس شخص نے خبر دی جو

تمہارے نبی ﷺ کے ساتھ ایک منفرد قبر کے پاس سے گزرا تھا

پس آپ نے ہماری امامت کی پس ہم نے آپ کے پیچھے صفیں

بنائیں پس ہم نے کہا: اے ابو عمرو اتم کو یہ حدیث کس نے بیان

کی؟ انہوں نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے۔

۱۳۲۲ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا

شُعْبَةُ عَنْ الشَّيْبَانِيِّ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي مَنْ مَرَّ

مَعَ نَيْكُمُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى قَبْرِ مَنْبُودٍ

فَأَمَّنَا فَصَفَّفْنَا خَلْفَهُ فَقُلْنَا يَا أَبَا عَمْرٍو مَنْ حَدَّثَكَ؟

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۵ میں گزر چکی ہے۔

۵۷ - بَابُ فَضْلِ إِتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ

وَقَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ إِذَا

صَلَّيْتَ فَقَدْ قَضَيْتَ الَّذِي عَلَيْكَ

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

جنازوں کے ساتھ جانے کی فضیلت

اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا: جب تم نے نماز پڑھ

لی تو تم نے اس حق کو ادا کر دیا جو تم پر تھا۔

ہشام اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا: جب تم نے جنازہ پر نماز پڑھ لی تو تم نے وہ حق

ادا کر دیا جو تم پر تھا اب جنازے اور اس کے گھر والوں کے درمیان تخیلہ کر دو۔

(مصنف ابی شیبہ: ۱۱۲۰ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۲، الکلیۃ: العلویہ بیروت)

اور حماد بن سلمہ نے کہا: میں نے اس سے کہا: جنازہ پڑھ کر

جانے کی اجازت دی جائے تو میں جس نے جنازہ پڑھ لیا پھر

لوٹ آیا اس کو ایک قیراط اجر ملتا ہے۔

وَنَدَى حُسَيْنُ بْنُ هَاشِمٍ مَا نَمِيتُ حَتَّى يَخْرُجَ

إِذَا وَلَّيْتُ مَنْ صَلَّى ثُمَّ رَجَعُ فَلَهُ بِسَرِّهِ

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص جنازہ کے ساتھ گیا اور اس نے جنازہ کو ادا پر سے

اٹھایا اور اس کی قبر میں مٹی ڈالی اور بیٹھا رہا حتیٰ کہ اس کو اجازت دی گئی تو وہ دو قیراط اجر کے ساتھ لوٹے گا ہر قیراط احد پہاڑ جتنا ہوگا۔

(مسند احمد: ۱۰۸۷۵، ج ۲ ص ۵۳۱ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی

۱۳۲۳ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ بْنُ

حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ نَافِعًا يَقُولُ حَدَّثَ ابْنُ عُمَرَ أَنَّ أَبَا

هَرِيرَةُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ يَقُولُ مَنْ تَبَعَ جَنَازَةً
فَلَهُ قِيرَاطٌ. فَقَالَ أَكْثَرُ آبِئِ هَرِيرَةَ عَلَيْنَا.

انہوں نے کہا: میں نے نافع سے سنا وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ فرماتے تھے کہ جو شخص جنازہ کے ساتھ گیا اس کو ایک قیراط اجر ملے گا پس انہوں نے کہا کہ حضرت ابو ہریرہ نے اس حدیث کو ہم سے بہت مرتبہ بیان کیا ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۴۷ میں گزر چکی ہے۔

١٣٢٤ - فَصَدَّقْتُ بِعَيْنِي عَائِشَةَ أَبَا هُرَيْرَةَ
وَقَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَقُولُ: فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا لَقَدْ
فَرَطْنَا فِي قَرَارِ بَطْنِ كَثِيرَةٍ. ﴿فَرَطْتُ﴾ (الزمر: ٥٦)
ضَيَعْتُ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ.

٥٨ - بَابُ مَنْ انْتَظَرَ حَتَّى يُدْفَنَ

١٣٢٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ قُرَاطٍ
عَلَى ابْنِ أَبِي ذَنْبٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعْدٍ
الْمَقْبَرِيِّ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَأَلَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ
تَعَالَى عَنْهُ فَقَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
ح. وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هُذَيْفَةُ
حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ الزَّهْرِيِّ عَنْ ابْنِ السَّيِّبِ عَنْ ابْنِ
هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ شَيْبٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ
حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو نُسَيْرٍ عَنْ ابْنِ أَبِي
وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ الْأَصْبَحِيُّ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ
اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مَنْ شَهِدَ الْجَنَازَةَ حَتَّى يُصَلِّيَ فَلَهُ قَبْرٌ طَوِيلٌ
وَمَنْ شَهِدَهَا حَتَّى تُدْفَنَ كَانَ لَهُ قَبْرٌ طَوِيلٌ. قِيلَ وَمَا
الْقَبْرُ طَوِيلٌ؟ قَالَ مِثْلُ الْجَبَلَيْنِ الْعَظِيمَيْنِ.

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۷۷۴ میں گزر چکی ہے۔

پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی تصدیق کی اور کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے، پس حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: بے شک ہم نے بہت کثیر قراریط میں کی کر دی۔ "فرطت" کا معنی ہے: میں نے اللہ کے حکم پر عمل کرنے میں تقصیر کی۔

جس نے دفن تک میت کا انتظار کیا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے ابن ابی ذئب پر قراءت کی از سعید بن ابی سعید المقمری از والد خود انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا پس انہوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ سے اس پر (ب) اور مجھے عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں تمام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از الزہری از ابن المسیب از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ نبی ﷺ نے فرمایا انہوں نے کہا: اور ہمیں ابن شہاب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے ابن شہاب نے کہا (ح) اور مجھے عبد الرحمن الاعرج نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص جنازہ پر حاضر ہوا حتیٰ کہ اس نے نماز پڑھ لی پس اس کے لیے ایک قیراط اجر ہے اور جو شخص جنازہ پر حاضر ہوا حتیٰ کہ اس کو دفن کر دیا جائے اس کے لیے دو قیراط اجر ہے پوچھا گیا: دو قیراط کتنے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: دو بڑے پہاڑوں جتنے۔

۵۹۔ بَابُ صَلَوةِ الصَّبِيَّانِ

مَعَ النَّاسِ عَلَى الْجَنَائِزِ

۱۳۲۶ - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيُّ عَنْ عَامِرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ أَتَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْرًا فَقَالُوا هَذَا دُفِنَ أَوْ دُفِنَتِ الْبَارِحَةَ . قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَصَفَفْنَا خَلْفَهُ ثُمَّ صَلَّى عَلَيْهَا.

بچوں کا لوگوں کے ساتھ

نمازِ جنازہ پڑھنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ابی بکیر نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں زائدہ نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق الشیبانی نے حدیث بیان کی از عامر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ ایک قبر پر آئے پس مسلمانوں نے کہا: اس شخص کو رات کو دفن کیا گیا ہے یا اس عورت کو رات کو دفن کیا گیا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: پس ہم نے آپ کے پیچھے صفیں بنائیں پھر آپ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۵۷ میں گزر چکی۔

۶۰۔ بَابُ الصَّلَوةِ عَلَى الْجَنَائِزِ

بِالْمُصَلِّيِّ وَالْمَسْجِدِ

۱۳۲۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ أَنَّهُمَا خَلَاةُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ نَعَى لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّجَاشِيَّ صَاحِبَ الْحَبَشَةِ يَوْمَ الَّذِي مَاتَ فِيهِ فَقَالَ سَتَدْرُونَ أَوَّلَ حَيْثُ

گاہ اور مسجد میں

نمازِ جنازہ پڑھنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از سعید بن المسیب والی سلمہ ان دونوں نے ان کو حدیث بیان کی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے النجاشی کی موت کی خبر دی جو حبشہ کے بادشاہ تھے جس دن وہ فوت ہو گئے تھے آپ نے فرمایا: اے بھائی کے لیے مغفرت طلب کرو۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۲۳۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۳۲۸ - وَعَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَفَّ بِهِم بِالْمُصَلِّيِّ فَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعًا.

از ابن شہاب: انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک نبی ﷺ نے عید گاہ میں مسلمانوں کی صف بنائی پس آپ نے جنازہ پر چار تکبیریں پڑھیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۲۳۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۳۲۹ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے

ابُو ضَمْرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ الْيَهُودَ جَاءُوا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ مِنْهُمْ وَامْرَأَةٍ زَنِيَا فَأَمَرَ بِهِمَا فَرُجِمَا قَرِيبًا مِنْ مَوْضِعِ الْجَنَائِزِ عِنْدَ الْمَسْجِدِ.

[اطراف الحديث: ۳۶۳۵-۳۵۵۶-۶۸۱۹-۶۸۴۱-۷۳۳۲-۷۵۴۳]

حدیث بیان کی 'انہوں نے کہا: ہمیں ابو ضمرہ نے حدیث بیان کی 'انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ یہود نبی ﷺ کے پاس ایک مرد اور ایک عورت کو لے کر آئے جنہوں نے زنا کیا تھا آپ کے حکم سے ان دونوں کو جنازہ گاہ کی جگہ میں مسجد کے پاس رجم کیا گیا۔

(صحیح مسلم: ۱۶۹۹، الرقم السلسل: ۳۳۵۸، سنن ابوداؤد: ۳۳۳۶، سنن ترمذی: ۳۳۶، شرح مشکل الآثار: ۳۵۳۲، صحیح ابن حبان: ۳۳۳۳، سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۱۳، شرح الن: ۲۵۸۳، مسند احمد ج ۲ ص ۷، طبع قدیم، مسند احمد: ۳۵۲۹، ج ۸ ص ۱۲۵، مؤسستہ الرسالہ، بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابراہیم بن الحسندر بن عبد اللہ الحزازی (۲) ابو ضمہ (۳) موسیٰ بن عقبہ (۴) نافع مولیٰ ابن عمر (۵) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ (عمدة القاری ج ۸ ص ۱۹۱)

حدیث مذکور کی مفصل روایت

امام بخاری نے اس حدیث کو زیادہ تفصیل کے ساتھ اس روایت میں بیان کیا ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہودیوں نے یہودیہ کے پاس ایک مرد اور ایک عورت کو لے کر آئے، جنہوں نے زنا کیا تھا، آپ نے ان سے پوچھا: تم میں سے جو زنا کرے تم اس کے ساتھ کیا کرتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم اس کا منہ کالا کرتے ہیں اور اس کو مارتے ہیں، آپ نے پوچھا: تم تورات میں رجم حکم نہیں پاتے؟ انہوں نے کہا: ہم تورات میں یہ حکم بالکل نہیں پاتے، پس ان سے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نے محوٹ، لائتم، تورات لے کر آؤ اور اس کی تلاوت کرو اگر تم سچے ہو، پس ان کے مدرس نے جو ان کو پڑھاتا تھا، آیت رجم کے اوپر اپنی قبلی رھ دی، پس وہ اپنے ہاتھ کے نیچے سے اور ہاتھ کے پیچھے سے پڑھنے لگا، اور وہ آیت رجم کو نہیں پڑھتا تھا، حضرت عبداللہ بن سلام نے آیت رجم کے اوپر سے اس کا ہاتھ کھینچا، پس فرمایا: یہ کیا ہے؟ جب انہوں نے اس آیت کو دیکھا تو کہا: یہ آیت رجم سے پھر آج ہے۔ یہودی مرد اور عورت کو رجم کرنے کا حکم دیا، پس انہوں نے اس کی جگہ میں مسجد کے قریب رجم کرنے کے لیے پتھر لے دیکر، عورت، ساتھ اس پر جھکا ہو کر اس کو توروں سے بچھڑا دیا۔

(صحیح البخاری: ۳۵۵۶)

تورات میں رجم کے حکم کا نبی ﷺ کو کیسے علم ہوا؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے جو ان سے پوچھا تھا کہ تم زنا کرنے والوں کے ساتھ کیا کرتے ہو؟ یہ ان سے مسئلہ معلوم کرنے کے لیے سوال نہیں کیا تھا اور نہ ان کی تقلید کرنے کے لیے سوال کیا تھا بلکہ آپ نے ان پر الزام اور حجت قائم کرنے کے لیے سوال کیا تھا اور شاید کہ آپ پر یہ وحی نازل کی گئی تھی کہ جو تورات ان کے ہاتھوں میں ہے اس میں رجم کا حکم موجود ہے جس کو انہوں نے اب تک تبدیل نہیں کیا ہے جیسا کہ اور احکام کو تبدیل کر دیا ہے یا ان میں سے جو مسلمان ہو چکا تھا اس نے آپ کو خبر دی تھی اس لیے جب انہوں نے

اس آیت کو چھپایا تو آپ سے اس کا حکم مخفی نہیں رہا۔

اگر اہل ذمہ زنا کریں تو ان کو رجم کرنے میں مذاہب ائمہ

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کافر پر بھی زنا کی حد واجب ہے اور اس کا نکاح صحیح ہے علامہ نووی نے کہا ہے: کیونکہ رجم صرف محسن پر واجب ہے اگر اس کا نکاح صحیح نہ ہو تو اس کا احسان ثابت نہیں ہوگا اور اس کو رجم نہیں کیا جائے گا۔

(علامہ عینی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ احسان کی جملہ شرائط میں سے اسلام ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا وہ محسن نہیں ہے۔ (سنن دارقطنی: ۳۲۵۱، دار المعرفۃ بیروت) اور امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ مسلمان ہونا احسان کی شرط نہیں ہے امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے اور انہوں نے اس باب کی حدیث سے استدلال کیا ہے ہم کہتے ہیں کہ زانیوں کو کوڑے مارنے کی سزا کا حکم نازل ہونے سے پہلے جب آپ ابتداء مدینہ میں داخل ہوئے تھے یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب آپ تورات کے موافق حکم دیتے تھے پھر جب سورہ نور میں حد کا حکم نازل ہوا تو یہ حکم منسوخ ہو گیا پھر محسن کے حق میں حد کا یہ حکم منسوخ ہو گیا اور کافر محسن نہیں ہے (محسن سے مراد شادی شدہ مسلمان ہے اور سورہ نور میں کنواروں کے متعلق حد نازل ہوئی ہے۔ سعیدی غفرلہ) اور یہ حضرت علیؓ حضرت ابن عباسؓ حضرت ابن عمرؓ اور امام مالکؓ رضی اللہ عنہم کا قول ہے۔

اگر تم سوال کرو کہ حدیث میں ہے:

حضرت عبادہ بن الصامتؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص سے حکم لو مجھ سے حکم لو اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے لیے حکم بیان فرمادیا ہے: اگر کنوارہ مرد کنواری لڑکی سے زنا کرے تو ان کو سو کوڑے مارو اور ایک سال کے لیے شہر بدر کر دو اور اگر شادی شدہ مرد شادی شدہ عورت سے زنا کرے تو اس کو سو کوڑے مارو اور رجم کر دو۔

(صحیح مسلم: ۱۶۹۰، سنن ابوداؤد: ۳۴۱۵، سنن ترمذی: ۱۳۳۳، سنن ابن ماجہ: ۲۵۵۰)

نبی ﷺ نے ان کے درمیان بے شک و شبہ کے بیان کیا۔ پس جس نے ان کے درمیان مسلم اور غیر مسلم ہونے کے اعتبار سے فرق کیا اس نے نص پر افسوس کیا۔ کہ یہ حکم منسوخ ہے کیونکہ نبی ﷺ نزول قرآن کے بعد قرآن سے حکم فرماتے تھے اور قرآن مجید میں صرف کوڑے مارنے کا حکم ہے۔

اگر تو یہ سوال کرو کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: یہ لوگ عتد ذمہ کو قبول کر لیں تو ان کے لیے وہی حقوق ہیں جو مسلمانوں کے حقوق ہیں۔ ان کو نص میں مسلمانوں پر فرض نہیں۔ (صحیح مسلم: ۱۰۱۱) اور ہم کہتے ہیں کہ مسلمان پر فرض ہے اسی طرح شادی شدہ کافر پر بھی ہم فرض دے گا تو یہ کہ کافر مسلمانوں پر رجم فرض نہیں ہے پس یہ اس کی دلیل ہے کہ ہم صرف شادی شدہ مسلمانوں پر فرض ہے۔

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ کنوارے زانی کی حد سو کوڑے ہے اور شادی شدہ زانی کو رجم کیا جائے گا اور کنوارے مرد سے مراد یہ ہے کہ جس نے نکاح صحیح کے ساتھ جماع نہ کیا ہو اور وہ آزاد عاقل بالغ شخص ہے اور شادی شدہ سے مراد ہے: جس نے نکاح صحیح کے ساتھ زندگی میں ایک مرتبہ جماع کیا ہو اور وہ آزاد عاقل بالغ شخص ہے اور اس میں مرد اور عورت برابر ہیں علامہ نووی نے کہا ہے کہ ان تمام احکام میں مسلمان اور کافر برابر ہیں خواہ ان کی عقل پوری ہو یا کم ہو نیز رسول اللہ ﷺ نے کنوارے کے متعلق فرمایا: اس کو ایک سال کے لیے شہر بدر کر دو اس میں امام شافعی اور جمہور کی دلیل ہے کہ کنوارے کو ایک سال کے لیے شہر بدر کرنا واجب ہے خواہ مرد ہو یا عورت اور الحسن البصری نے کہا کہ شہر بدر کرنا واجب نہیں ہے اور امام مالک اور اوزاعی نے کہا: عورتوں کو شہر بدر کرنا واجب نہیں

ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی اس کی مثل مروی ہے، کیونکہ عورت کو شہر بدر کرنے میں اس کو ضائع کرنا ہے اور اس کو فتنہ پر پیش کرنا ہے اور اسی وجہ سے عورت کو بغیر محرم کے سفر کرنے سے منع فرمایا ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ ان یہودیوں کو جو رجم کیا گیا تھا تو آیا گواہوں کی وجہ سے رجم کیا گیا تھا یا ان کے اقرار کی وجہ سے؟ میں کہتا ہوں کہ ظاہر یہ ہے کہ ان کے اقرار کی وجہ سے رجم کیا گیا تھا اور سنن ابوداؤد وغیرہ میں یہ حدیث ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے خلاف چار مردوں نے گواہی دی تھی کہ انہوں نے اس یہودی کا آلہ اس عورت کی فرج میں دیکھا تھا، جس طرح سدئی سرمہ دانی میں ہوتی ہے، تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو رجم کرنے کا حکم دیا۔

(سنن ابوداؤد: ۴۴۵۲، سنن ابن ماجہ: ۲۳۷۴)

علامہ یعنی لکھتے ہیں کہ اگر یہ گواہ مسلمان تھے، پھر تو ظاہر ہے اور اگر یہ گواہ کافر تھے تو ان کی گواہی کا کوئی اعتبار نہیں ہے، پھر متعین ہو گیا کہ ان کے اقرار کی وجہ سے ان کو رجم کیا گیا۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۱۹۲-۱۹۳، دار لکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ اگر ذمی کافر بنا کر یں تو فقہاء احناف کے نزدیک ان کو رجم نہیں کیا جائے گا اور باقی ائمہ کے نزدیک ان کو رجم کیا جائے گا۔

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۴۳۲۳، ج ۳ ص ۷۸ پر درج ہے، وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کی نیت

اس باب کے عنوان میں یہ بھی ذکر ہے: ”اور مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کے متعلق یہ حدیث ہے:“ حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ حکم دیا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا جنازہ مسجد میں لے جایا جائے، پس ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے، پس مسلمانوں نے اس پر اعتراض کیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کتنی جلدی لوگ بھول گئے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں ہی پڑھی تھی۔

(صحیح مسلم: ۹۷۳، رقم المسند: ۱۸، سنن ابوداؤد: ۳۱۸۹، سنن ابن ماجہ: ۱۵۱۸)

امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ایک قوم (امام شافعی اور امام احمد) کا یہ مذہب ہے کہ مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے اور دوسرے فقہاء (امام ابو حنیفہ اور امام مالک) نے اس کی نیت کی ہے، ہاں یہ مذہب میں نہ جاتا ہے، مگر وہ ہے کہ اگر نماز جنازہ مسجد میں پڑھی جائے تو اس کی نیت کی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رتے رتے کہنے لگے کہ میں نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھ کر اس کے لیے کوئی چیز نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۱۹۱، سنن ابن ماجہ: ۱۵۱۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے لیے ناخ ہے، اسی لیے صحابہ نے مسجد میں اہل بن بیضاء کے بیٹوں پر نماز پڑھنے کا انکار کیا تھا۔

امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد کا یہی مذہب ہے، تاہم امام ابو یوسف نے یہ کہا ہے کہ اگر مسجد میں جنازہ کے لیے الگ جگہ بنائی گئی ہو تو پھر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۲۲-۲۰، قدیمی کتب خانہ کراچی)

یہ حدیث، شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۳۲-۱۰۲۶ کے ضمیمہ میں مذکور ہے، وہاں ہم نے فقہ حنفی کی متعدد کتب کے حوالوں سے لکھا ہے کہ اگر جنازہ مسجد سے باہر ہو جیسے آج کل محراب کے آگے جگہ بنائی ہوتی ہے تو پھر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ہے کراہت صرف اس صورت میں ہے جب جنازہ کو مسجد کے اندر رکھا جائے۔

۶۱۔ بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ اتِّخَاذِ

الْمَسَاجِدِ عَلَى الْقُبُورِ

وَلَمَّا مَاتَ الْحَسَنُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ
اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ، ضَرَبَتْ امْرَأَتُهُ الْقُبَّةَ عَلَى قَبْرِهِ
سَنَةً، ثُمَّ رَفَعَتْ، فَسَمِعُوا صَاحِبًا يَقُولُ لَا هَلْ
وَجَدُوا مَا فَقَدُوا، فَاجَابَهُ الْآخَرُ بَلْ يَنْسُوا فَأَنْقَلَبُوا.

قبروں پر سجدہ گاہ

بنانے کی کراہت

اور جب حضرت الحسن بن الحسن بن علی رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو ان کی زوجہ نے ان کی قبر پر ایک خیمہ لگا دیا جس کو ایک سال کے بعد اٹھالیا پھر لوگوں نے کسی پکارنے والے کی آواز سنی: سنو! کیا انہوں نے جس کو گم پایا تھا اس کو پایا پس دوسرے نے جواب دیا: بلکہ وہ مایوس ہو کر لوٹ گئے۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے: یہ پکارنے والا مؤمنین جنوں میں سے تھا یا ملائکہ میں سے تھا۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۱۹۵، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از شبان از حلال اور وہ الوزان ہیں از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: نبی ﷺ آپ نے اس مرض میں فرمایا جس میں آپ کی وفات ہوئی یہود اور نصاریٰ پر لعنت فرمائے جنہوں نے انبیاء اللہ کی قبروں کو مسجد بنالیا حضرت عائشہ نے فرمایا: اگر یہ خطرہ نہ ہوتا تو صحابہ آپ کی قبر کو ظاہر کر دیتے لیکن مجھے یہ خطرہ ہے کہ اس کو مسجد بنالیا جائے گا۔

۱۳۳۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى، عَنْ شَيْبَانَ، عَنْ هَلَالٍ، هُوَ الْوَزَّانُ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ لَعَنَ اللَّهُ الْيَهُودَ وَالنَّسَارَى، اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسْجِدًا. قَالَتْ وَلَوْ لَا ذَلِكَ لَأَبْرَزُوا قَبْرَهُ، غَيْرَ أَنِّي أَخْشَى أَنْ يَتَّخِذَ مَسْجِدًا.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۳۵ میں گزر چکی ہے۔

۶۲۔ بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى النَّفْسَاءِ

إِذَا مَاتَتْ فِي نَفْسِهَا

نفاس میں مرنے والی عورت

کی نماز جنازہ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعد بن ابی وقاص نے بیان کیا انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حسین نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن بریدہ نے حدیث بیان کی از حضرت سرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی ﷺ کے پیچھے ایک عورت کی نماز جنازہ پڑھی جو نفاس میں فوت ہو گئی تھی آپ اس عورت کے وسط میں کھڑے ہوئے۔

۱۳۳۱۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، قَالَ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ، قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بَرِيدَةَ، عَنْ سَمُرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ وَرَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى امْرَأَةٍ مَاتَتْ فِي نَفْسِهَا، فَقَامَ عَلَيْهَا وَسَطَهَا.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۳۲ میں گزر چکی ہے۔

۶۳ - بَابُ آيِنَ يَقُومُ مِنَ الْمَرْأَةِ وَالرَّجُلِ
 ۱۳۳۲ - حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا
 عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ عَنْ ابْنِ بَرِيْدَةَ قَالَ
 حَدَّثَنَا سَمُرَةُ بْنُ جُنْدَبٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ
 صَلَّيْتُ وَرَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى امْرَأَةٍ
 مَاتَتْ فِي نَفْسِهَا فَقَامَ عَلَيْهَا وَسَطُهَا.

میت عورت ہو یا مرد تو نمازی کس جگہ کھڑا ہو
 امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمران بن میسرہ نے
 حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان
 کی انہوں نے کہا: ہمیں حسین نے حدیث بیان کی از ابن بریدہ
 انہوں نے کہا: ہمیں حضرت سرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان
 کی انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی ﷺ کے پیچھے ایک عورت
 کی نماز جنازہ پڑھی جو نفاس میں فوت ہو گئی تھی آپ اس کے
 درمیان میں کھڑے ہوئے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۳۲ میں گزر چکی ہے۔

۶۴ - بَابُ التَّكْبِيرِ عَلَى الْجَنَازَةِ أَرْبَعًا
 وَقَالَ حُمَيْدٌ صَلَّى بِنَا أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى
 عَنْهُ فَكَبَّرَ ثَلَاثًا ثُمَّ سَلَّمَ فَقِيلَ لَهُ: فَاسْتَقْبَلِ الْقَبْلَةَ
 ثُمَّ كَبَّرَ الرَّابِعَةَ ثُمَّ سَلَّمَ.

جنازہ پر چار تکبیریں پڑھنا
 اور حمید نے کہا: ہم کو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی پس
 انہوں نے تین تکبیریں پڑھیں پھر سلام پھیر دیا پھر ان کو بتایا گیا تو
 اس نے قبلہ کی طرف مڑا پھر چوتھی تکبیر پڑھی پھر سلام پھیر
 دیا۔

التوضیح میں مذکور ہے کہ ہمارے نزدیک ہر تکبیر ایک رکعت کے قائم مقام ہے اور نماز جنازہ کی چار تکبیریں ظہر کی چار رکعات کی
 طرح ہیں حتیٰ کہ اگر نمازی نے ایک تکبیر تک کر دی تو اس کی نماز جائز نہیں ہے۔ (جنازہ کی ایک یا اس سے زائد تکبیرات کے بعد
 نماز جنازہ میں ملا تو وہ سلام پھیرنے کے بعد اتنی تکبیرات پڑھے۔ (بخاری ج ۸ ص ۱۹۰)۔

۱۳۳۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا
 مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ
 أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ فِي يَوْمٍ مَاتَ فِيهِ نَبِيٌّ
 فِيهِ وَخَرَجَ بِهِمْ إِلَى الْمَسْجِدِ فَسَلَّمَ فِيهِمْ وَكَبَّرَ
 عَلَيْهِ أَرْبَعَ تَكْبِيرَاتٍ.

بخاری بت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے
 حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن
 شہاب از سعید بن المسیب از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ جس دن
 نبی فوت ہوئے رسول اللہ ﷺ نے ان دنوں میں نماز کی اور
 مسلمانوں کو ملے جلے پڑھا۔ (بخاری ج ۸ ص ۱۹۰)۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۳۳۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۳۳۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَانَ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمٌ
 بْنُ حَيَّانَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مِينَاءَ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ
 تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى عَلَى
 أَصْحَابَةِ النَّجَاشِيِّ فَكَبَّرَ أَرْبَعًا وَقَالَ بَرِيْدُ بْنُ هَارُونَ
 وَعَبْدُ الصَّمَدِ عَنْ سُلَيْمٍ أَصْحَمَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سنان نے
 حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سلیم بن حیان نے حدیث
 بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن میناء نے حدیث بیان کی از
 حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہ نبی ﷺ نے اصحابہ النجاشی کی نماز جنازہ پڑھائی
 پس چار تکبیرات پڑھیں اور بَرِید بن ہارون اور عبد الصمد نے کہا از

صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کا نماز جنازہ میں قرآن پڑھنے سے منع کرنا

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نماز جنازہ میں قرآن نہیں پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۲۲، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۰۴، دارالکتب العلمیہ بیروت)

ابو المنہال بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو العالیہ سے پوچھا: کیا نماز جنازہ میں سورۃ الفاتحہ پڑھی جائے گی؟ انہوں نے کہا: میرا گمان یہ ہے کہ سورۃ الفاتحہ صرف اس نماز میں پڑھی جائے گی جس میں رکوع اور سجود ہو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۲۵، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۰۶، دارالکتب العلمیہ بیروت)

موسیٰ بن علی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا نماز جنازہ میں قرآن پڑھا جائے گا؟ انہوں نے کہا: نہیں! (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۲۶، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۰۷، دارالکتب العلمیہ بیروت)

سعید بن ابی بردہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: ایک شخص نے ان سے پوچھا: میں نماز جنازہ میں سورۃ الفاتحہ پڑھوں؟ انہوں نے کہا: مت پڑھو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۲۶، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۰۸، دارالکتب العلمیہ بیروت)

ابو حصین نے الشعمی سے روایت کیا کہ نماز جنازہ میں قرآن مجید کی تلاوت نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۲۸، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۱۰، دارالکتب العلمیہ بیروت)

طاؤس اور عطاء نماز جنازہ میں قرآن پڑھنے کا انکار کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۲۰، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۱۱، دارالکتب العلمیہ بیروت)

بکر بن عبد اللہ نے کہا: مجھے نماز جنازہ میں قرآن پڑھنے کا علم نہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۳۰، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۱۲، دارالکتب العلمیہ بیروت)

محمد بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں: میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا نماز جنازہ میں قرآن نہیں پڑھا جائے گا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۳۰، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۱۳، دارالکتب العلمیہ بیروت)

قائدہ بیان کرتے ہیں کہ ابن المسیب نے کہا: ہمیں علم نہیں کہ نماز جنازہ میں قرآن کی تلاوت ہے نہ کسی معین دعا کی۔

(مصنف عبد الرزاق: ۶۳۶۳، دارالکتب العلمیہ بیروت: ۱۴۲۱ھ)

حضرت عبد بن ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگرچہ وہ اس کے لیے قرآن کی دعا ہے، مگر کوئی دعا اس کی تکبیر پر نہیں کہو اور اس میں طرر اور رور۔

(مجمع الزوائد ج ۳ ص ۳۲، حافظ البیہقی نے کہا: اس حدیث کو، احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی صحیح ہیں)

نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے کے ثبوت میں خصوصی احادیث اور آثار

عن ابی ہریرۃ قال سمعت رسول اللہ ﷺ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم میت پر نماز (جنازہ) پڑھو تو اخلاص کے ساتھ اس کے لیے دعا کرو۔

(سنن ابوداؤد: ۳۱۱۹، سنن ابن ماجہ: ۱۳۹۷، صحیح ابن حبان: ۳۰۷۶، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۴۰)

اس حدیث میں ”فاخلصوا“ پر ”فا“ ہے اور یہ تعقیب علی الفور کے لیے آتی ہے اس کا معنی ہے: میت پر نماز مسرور پڑھنے

کے فوراً بعد اس کے لیے اخلاص سے دعا کرو۔

مانعین اور مخالفین اس استدلال پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں ہے:

فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ○ (النحل: ۹۸)

پس جب تم قرآن پڑھو تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ طلب کرو۔

اس آیت میں "فاستعد" پر "فا" ہے جو تعقیب علی الفور کے لیے آتی ہے اور اس صورت میں اس کا معنی ہوگا: جب تم قرآن مجید پڑھو تو اس کے فوراً بعد "اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم" پڑھو حالانکہ "اعوذ باللہ" قرآن مجید پڑھنے سے پہلے پڑھی جاتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ اس آیت کا ظاہر معنی محذّر ہے اس لیے اس میں مجاز بالحذف ہے اور تقدیر عبارت اس طرح ہے: "اد اريد ان تفرا القرآن" جب تم قرآن پڑھنے کا ارادہ کرو تو "اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم" پڑھو اس کے برخلاف جس حدیث سے ہم نے استدلال کیا ہے اس کے معنی میں کوئی تعذر نہیں ہے اور اس کو کسی مجاز پر محمول کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اس سلسلہ میں دوسری صحیح حدیث یہ ہے:

عن عبد الله بن ابي اوفى و كان من اصحاب
الشجرة فماتت ابنة له و كان يتبع جنازتها على
بغلة خلفها فجعل النساء يمين ' يقال لا ترثن
فان رسول الله ﷺ نهى عن المراثى ' فتفحص
احداكن من عبرتها ما شاءت ' ثم كبر عليها اربعاً
ثم قام بعد الرابعة قدر ما بين التكبـ
راتين يدعوا ' ثم
قال كان رسول الله ﷺ يصنع في جنازة شراً .

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ جو اصحابِ شجرہ میں سے ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی بیٹی فوت ہو گئی وہ اس کے جنازہ پر نچر سوار ہو کر باہر تھے کہ عورتوں نے رونا شروع کر دیا۔ حضرت عبداللہ نے کہا تم مرثیہ مت پڑھو کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے مرثیہ پڑھنے سے منع فرمایا ہے تم میں سے کوئی عورت اپنی آنکھ سے جس قدر چاہے آنسو بہائے پھر انہوں نے جنازہ پر چار تکبیریں پڑھیں اتنا وقفہ جتنا دو تکبیروں کے درمیان وقفہ ہوتا ہے اور اس وقفہ میں دعا کرتے رہے پھر کہا: رسول اللہ ﷺ نمازِ جنازہ میں اسی طرح کرتے تھے۔

(مسند - ج ۴ ص ۳۵۶ طبع قدیم مسند احمد: ۱۹۱۳ء - ج ۳ ص ۳۸۰ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۲۰ھ مصنف عبد الرزاق: ۶۳۰۳ء مسند الحمیدی: ۱۸۷۱ء ناشر: دار الفکر بیروت - ج ۱ ص ۳۰۰ کتب حسر: ۲۶۸۱ مسند کبیری: ۵۹۰۳۰۰ - متن فتح ج ۴ ص ۴۲-۴۳)

اس حدیث میں یہ عترت ہے کہ حضرت ابی اسیب نے چٹائی تکبیر کے بعد نماز کی اور نماز جنازہ کے اندر جوعاء ہے وہ تیسری تکبیر کے بعد کی جاتی ہے اور حضرت ابن ابی ادنیٰ نے بتایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ بھی اسی طرح کرتے تھے اور یہ نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے کا واضح ثبوت ہے باقی رہا یہ کہ چوتھی تکبیر کے بعد سلام پڑھا جاتا ہے اور اس حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ راوی سلام کا ذکر کرنا بھول گیا ہو یا اس نے یہ سوچ کر اس کا ذکر ترک کر دیا ہو کہ یہ تو ویسے ہی معروف اور مشہور ہے۔

نمازِ جنازہ کے بعد دعا کے ثبوت میں یہ حدیث بھی اس کی مثل ہے:

یزید بن رکانہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جب میت پر نماز جنازہ پڑھتے تو چار تکبیریں پڑھتے 'پھر یہ دعا کرتے: اے اللہ! تیرا بندہ اور تیری بندی کا بیٹا' تیری رحمت کا محتاج ہے اور تو اس کو عذاب دینے سے غنی ہے' پس اگر یہ نیک ہے تو تو اس کی نیکی میں زیادہ کر

استدلال کرتے ہیں۔

نماز جنازہ کے بعد دعا سے ممانعت کے دلائل اور ان کے جوابات

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۳ھ لکھتے ہیں:

نماز جنازہ کے بعد میت کے لیے دعا نہ کرے کیونکہ اس سے نماز جنازہ میں زیادتی کا شبہ پیدا ہوتا ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۳ ص ۱۷۰ مکتبہ حقانیہ پشاور)

ہم نے نماز جنازہ کے بعد دعا کو احادیث صحیحہ اور آثار صحابہ سے ثابت کیا ہے اور ملا علی قاری کی یہ عبارت نہ قرآن کی آیت ہے نہ حدیث ہے نہ اثر ہے تو اس میں اتنی قوت کہاں سے آگئی کہ یہ احادیث صحیحہ کے مزاحم ہو سکے تاہم اس کی توجیہ یہ ہے کہ ملا علی قاری نے نماز جنازہ کے بعد دعا کو اس لیے منع کیا ہے کہ اس سے نماز جنازہ میں زیادتی کا شبہ پیدا ہوتا ہے اور زیادتی کا شبہ اس وقت ہوگا جب سلام پھیرنے کے بعد اسی طرح صفیں قائم رہیں اور لوگ اسی طرح اپنی جگہوں پر ہاتھ باندھے کھڑے رہیں پھر اسی حال میں میت کے لیے دعا کریں تو یہ شبہ ہوگا کہ یہ دعا بھی نماز جنازہ کا جز ہے لیکن جب سلام پھیرنے کے بعد صفیں ٹوٹ جائیں اور لوگ منتشر ہو کر جنازہ کے گرد جمع ہوں اور ایک بار سورۃ فاتحہ اور تین بار سورۃ اخلاص پڑھ کر میت کے لیے ایصالِ ثواب کریں اور ہاتھ اٹھا کر میت کے لیے دعا کریں تو پھر کوئی عقل و خیر اس دعا کو شخص ہی ہوگا کہ سمجھے گا کہ یہ نماز جنازہ کا جز ہے۔

اسی طرح بعض فقہاء نے یہ کہہ کر منع کیا ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا اور نوا اور میں ہے: یہ دعا جائز ہے۔

علامہ محمود بن احمد البخاری متوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں:

نماز جنازہ کے بعد کوئی شخص دعا کے لیے کھڑا نہ ہو کیونکہ وہ ایک مرتبہ دعا کر چکا ہے اور نماز جنازہ کا اکثر حصہ دعا ہے اور نوا اور کی روایت میں ہے کہ یہ دعا جائز ہے۔ (الحی برہانی ج ۲ ص ۳۸۔ احیاء التراث العربیہ بیروت ۱۳۲ھ)

علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:

نماز جنازہ میں سلام پھیرنے کے بعد دعا کرنا حرام ہے۔ (شرح خلاصہ فتاویٰ ص ۲۲۵) میں ہے اور امام فضلی نے کہا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۸۳ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ)

علامہ راج الدین عمر بن ابراہیم ابن نجیم حنفی متوفی ۱۰۰۷ھ لکھتے ہیں:

نماز جنازہ میں سلام پھیرنے کے بعد کوئی شخص دعا کرنا حرام ہے۔ (مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ)۔
فی الدنیا حسنة ولی الاخرة حسنة اور بعض نے کہا: یہ دعا کرے: اللہم تحریر ولا تنزلنا ولا تغفر لنا ولہ اور بعض نے کہا: یہ دعا کرے: ربنا لا تنزع قلوبنا.... الی اخرہ۔ (البحر الرائق ج ۱ ص ۳۹۳ قدیمی کتب خانہ کراچی)

علامہ ابراہیم حلبی متوفی ۹۵۶ھ اور علامہ شیخ زادہ داماد آندی متوفی ۱۰۷۸ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

(غنیۃ المستملی ص ۵۸۶-۵۸۵ سہیل اکیڈمی لاہور مجمع الزہد ج ۱ ص ۲۷۱ مکتبہ غفاریہ کوئٹہ)

فقہاء کی ان عبارات سے واضح ہوا کہ اگر نماز جنازہ کے سلام پھیرنے کے متصل بعد وہیں کھڑے کھڑے صفیں توڑے بغیر میت کے لیے دعا کی تو یہ ظاہر الروایہ میں ممنوع ہے لیکن نوا اور کی عبارت میں امام فضلی اور دیگر متاخرین کی عبارات میں مذکور ہے کہ اس کیفیت سے بھی نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا جائز ہے اور اگر نماز جنازہ کے بعد صفیں توڑ کر میت کے لیے دعا کی جائے جیسا کہ مروجہ طریقہ ہے تو پھر یہ کسی کے اعتبار سے بھی ممنوع نہیں ہے اور اس کے جواز اور استحسان میں کوئی کلام نہیں ہے۔

مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ نے نماز جنازہ کے بعد دعا کی ممانعت میں لکھا ہے:

سوال (۳۰۷): نماز جنازہ کے بعد جماعت کے ساتھ وہیں ٹھہر کر دعا کرنا کیسا ہے؟

الجواب: درست نہیں! "لما فی البزازیہ لا یقوم بالدعا بعد صلوۃ الجنائزۃ لانه دعا مرة لان اکثرها دعا".

(بزازیہ علی حاشی العالمگیریہ ج ۴ ص ۹۰) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۲ (اعداد المستعین کامل) ص ۴۴۴ 'دارالاشاعت' کراچی ۱۹۷۷ء)

در اصل بزازیہ کی یہ عبارت عالمگیری ج ۴ ص ۸۰ پر ہے اس کا ترجمہ یہ ہے: نماز جنازہ کے لیے بعد دعا کے لیے کھڑا نہ رہے کیونکہ وہ ایک مرتبہ دعا کر چکا ہے اور نماز جنازہ کا اکثر حصہ دعا پر مشتمل ہے۔

اس ممانعت کا بھی وہی محمل ہے کہ نماز جنازہ کے بعد اسی جگہ صفیں توڑے بغیر دعا نہ کرے، صفیں توڑنے اور لوگوں کے منتشر ہونے کے بعد ممانعت نہیں ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر فصل کیے بغیر اسی جگہ دعا کرے گا تو اس سے نماز جنازہ میں زیادتی کا شبہ ہوگا۔

دارالعلوم دیوبند کے مفتی اول مفتی عزیز الرحمن لکھتے ہیں:

سوال (۳۱۳۴): بعد نماز جنازہ قبل دفن چند مصلیوں (نمازیوں) کا ایصالِ ثواب کے لیے سورۃ فاتحہ ایک بار اور سورۃ اخلاص تین بار آہستہ آواز سے پڑھنا یا کسی نیک آدمی کا دونوں ہاتھ اٹھ کر مختصر دعا کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

الجواب: اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ سن رورم رلین اور التزائم۔ نا مشاجبات کے اس کو بدعت بنا دے گا۔ "کما صرح بہ الفقہاء فقط"۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند مل عمل ج ۵ ص ۳۳۵-۳۳۴ 'دارالاشاعت' کراچی)

اس فتویٰ سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ کے بعد کچھ فصل کر کے دعا کرنا جائز ہے بلکہ مستحب اور مسنون ہے۔ مثل واجبات کے التزام کرنا ہمارے نزدیک بھی صحیح نہیں ہے۔

اس بحث کو زیادہ تفصیل کے ساتھ نے اپنی کتاب "ریحان القرآن" میں الزمرہ: ۳۰ کی تفسیر میں لکھا ہے یہاں پر ہم نے چند اقتباس درج کیے ہیں جو حضرات اس کو پوری تفصیل سے سمجھنا چاہتے ہوں۔ وہ اصل تفسیر کا مطالعہ کریں۔

۶۶۔ بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى

الْقَبْرِ بَعْدَ مَا يُدْفَنُ

دفن کے بعد قبر پر

نماز جنازہ پڑھنا

۱۳۳۶ - حَدَّثَنَا حَبِيبُ بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ شُعْبَةَ قَالَ حَدَّثَنِي سُلَيْمُ بْنُ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ سَيْفِ الثَّغَفِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي مَنْ مَرَّ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى قَبْرِ مَنبُذٍ فَأَتَمَّهُمْ وَصَلُوا خَلْفَهُ. قُلْتُ مَنْ حَدَّثَكَ هَذَا يَا أَبَا عَمْرٍو؟ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان الشیبانی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے اشعث سے سنا انہوں نے کہا: مجھے اس شخص نے خبر دی جو نبی ﷺ کے ساتھ ایک منفرد قبر کے پاس سے گزرا تھا آپ نے مسلمانوں کی امامت کی اور انہوں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی میں نے پوچھا: اے ابو عمرو! آپ کو کس نے یہ حدیث بیان کی انہوں نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۸۵۷ میں گزر چکی ہے۔

۱۳۳۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ أَسْوَدَ رَجُلًا أَوْ امْرَأَةً كَانَ يَقُمُ الْمَسْجِدَ فَمَاتَ وَلَمْ يَعْلَمْ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَوْتِهِ فَذَكَرَهُ ذَاتَ يَوْمٍ فَقَالَ مَا فَعَلَ ذَلِكَ الْإِنْسَانُ؟ قَالُوا مَاتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ. قَالَ أَفَلَا أَذْنُومُنِي. فَقَالُوا إِنَّهُ كَانَ كَذًا وَكَذًا قِصَّتُهُ. قَالَ فَحَقَرُوا شَانَهُ قَالَ فَذَلُونِي عَلَى قَبْرِهِ. فَأَتَى قَبْرَهُ فَصَلَّى عَلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن الفضل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ثابت از ابی رافع از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سیاہ فام مرد یا عورت جو مسجد کی صفائی کرتا تھا پس وہ فوت ہو گیا اور نبی ﷺ کو اس کی وفات کا علم نہیں ہوا پس ایک دن آپ نے اس کا ذکر کیا پس فرمایا: اس انسان کو کیا ہوا؟ مسلمانوں نے بتایا: یا رسول اللہ! وہ فوت ہو گیا آپ نے فرمایا: تم نے مجھے خبر کیوں نہیں دی پس مسلمانوں نے کہا: اس کا اس طرح اور اس طرح قصہ ہے انہوں نے اس کو کم حیثیت کا سمجھا تھا آپ نے فرمایا: مجھے اس کی قبر بتاؤ پھر آپ اس کی قبر پر آئے اور اس پر نماز پڑھی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۵۸ میں گزر چکی ہے۔

۶۷ - بَابُ الْمَيِّتِ يَسْمَعُ خَفَقَ النِّعَالِ

۱۳۳۸ - حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ قَالَ حَدَّثَنَا سُدَّةُ الْأَعْلَى قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ ح. وَقَالَ لِي خَلِيفَةُ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعَبْدُ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ وَكَرِيَ وَذَهَبَ أَصْحَابُهُ حَتَّى إِنَّهُ لَيَسْمَعُ قُرْعَ بِلَهِمْ نَاهُ سَكَارَ فَأَقْعَدَاهُ فَيَقُولَانِ لَهُ مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَيَقُولُ أَشَيْدُ إِنَّهُ عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ فَذُنُ السُّرَابِ مَفْعَلَةٌ مِنْ لَدُنْكَ أَتَذَلِكَ إِنَّهُ بِهِ سَمِعَهُ بَنُ الْجَنَّةِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَرَاهُمَا جَمِيعًا وَأَمَّا الْكَافِرُ أَوْ الْمُنَافِقُ فَيَقُولُ لَا أَدْرِي كُنْتُ أَقُولُ مَا يَقُولُ النَّاسُ. فَيُقَالُ لَا ذَرِيَّتَ وَلَا تَلِيَّتَ ثُمَّ يُضْرَبُ بِمِطْرَقَةٍ مِنْ حَدِيدٍ ضَرْبَةً بَيْنَ أُذُنَيْهِ فَيَصْبِحُ صَبِيحَةً يَسْمَعُهَا مَنْ يَلِيهِ إِلَّا الثَّقَلَيْنِ. [طرف الحديث: ۱۳۷۴]

مردہ جوتوں کی آواز (بھی) سنتا ہے
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عباس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی (ح) انہوں نے کہا: مجھ سے خلیفہ نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ آپ نے فرمایا: جب بندہ کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی پیٹھ پھیر کر چلے جاتے ہیں حتیٰ کہ وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے پھر اس کے پاس دفن ہوتے آ کر اس کو خدایتے ہیں پس اس سے کہتے ہیں: تم اس شخص (ﷺ) کے متعلق کیا کہتے تھے؟ پس اس کے پاس دفن ہوتے ہیں کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں پھر اس سے کہا جائے گا: دیکھو! تمہارے بیٹھے کی جگہ دوزخ میں تھی اللہ نے اس کو تمہارے لیے جنت میں بیٹھنے کی جگہ سے تبدیل کر دیا ہے نبی ﷺ نے فرمایا: پس وہ ان دونوں جگہوں کو دیکھے گا رہا کافریا منافق تو وہ کہے گا: میں نہیں جانتا میں وہی کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے پس اس سے کہا جائے گا: تو نے عقل سے جانا نہ قرآن مجید کی تلاوت کی پھر اس کے دونوں کانوں کے درمیان لوہے کے ہتھوڑے سے ضرب لگائی

(صحیح مسلم: ۲۸۷۰، رقم السلسل: ۷۰۸۳، سنن ابوداؤد: ۴۷۵۲)

۳۲۳۱ سنن نسائی: ۲۰۳۹، التلخیص ابی عاصم: ۸۶۳، صحیح ابن حبان:

۳۱۲۰ الشریعہ للآجری ص ۳۶۶-۳۶۵ 'سند احمد ج ۳ ص ۱۲۶ طبع قدیم جائے گی جس سے وہ چلائے گا اور اس کے چلانے کو جن اور انس سند احمد ۱۲۲-۱۲۳ ج ۱۹ ص ۲۹۰-۲۸۹ 'مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع کے علاوہ اس کے قریب کی تمام چیزیں سنیں گی۔
المسانید لابن جوزی: ۱۲۵ 'مکتبۃ الرشید ریاض ۱۳۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عیاش بن الولید (۲) عبد الاعلیٰ بن عبد الاعلیٰ السامی (۳) خلیفہ بن خیاط (۴) یزید بن زریع (۵) سعید بن ابی عروبہ (۶) قتادہ بن دعامہ (۷) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۲۰۶)

منکر نکیر کا معنی اور فرشتوں کا آپ کا نام لینا اور وصف رسالت کا ذکر نہ کرنا اور اس کی توجیہ

اس حدیث میں "فرع نعالہم" کا ذکر ہے اس کا معنی ہے: جو لوگ میت کو دفن کر کے واپس جا رہے تھے مردہ ان کے جوتوں کے چلنے کی آواز کو سنتا ہے۔

اس میں ذکر ہے: اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں ان کو منکر نکیر کہا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی خلقت اور بناوٹ آدمیوں کی طرح ہوتی ہے نہ فرشتوں کی طرح ہوتی ہے نہ جانوروں کی طرح نہ حشرات الارض کی طرح بلکہ ان کی بناوٹ بالکل عجیب و غریب ہوتی ہے اور دیکھنے والوں کو ان کی شکل سے کہیں انہیں نہ آئے اللہ تعالیٰ نے ان کو مسلمانوں کی تکریم کے لیے بنایا تاکہ وہ ان کو ثابت قدم رکھیں اور کافر کی اہانت کے لیے تاکہ اس کی قیامت سے انہیں ڈرایا جائے۔ اس سے کہیں گے: تم اس شخص محمد (ﷺ) کے متعلق کیا کہتے تھے؟ فرشتے آپ کا تعظیم اور تکریم کرتے ہیں۔ کہیں گے کہ تم رسول اللہ ﷺ کے متعلق کیا کہتے تھے؟ کیونکہ یہ امتحان کا موقع ہے تاکہ تعظیم اور توقیر سے میت کو جواب کی طرف نہ اشارہ ہو۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۲۰۸-۲۰۷)

فرشتوں کے سوال کے وقت رسول ﷺ کی طرف اشارہ کرنے کا حقیق

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

فرشتے کہیں گے: تم اس شخص کے متعلق کیا کہتے تھے؟ فرشتے آپ کی طرف لفظ "ہذا" سے اشارہ کریں گے اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی شخصیت مشہور ہے اور اگرچہ آپ ہم سے غائب ہیں مگر اے ذہنوں میں حاضر ہیں با آپ کی ذات شریفہ روح میں حاضر ہوگی اس روح کے سر میں آپ ﷺ کی مثال ماضی میں آئے تاکہ آپ کے جہاں جہاں راوی کے مشاہدہ سے انہوں نے سوال کی گرہ کھل جائے اور آپ کی ملاقات نے نور سے فراق کی ظلمت دور ہو جائے اور ان میں مستافان زیارت کے لیے یہ بشارت ہے کہ اگر وہ قبر میں آپ کی زیارت کی امید سے خوشی سے موت کا استقبال کریں تو اس کی گنجائش ہے۔

(احمد الممعات ج ۱ ص ۱۲۳ 'مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

مصنف کے نزدیک یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خواص مقربین اور اولیاء اللہ کی قبروں میں نبی ﷺ خود تشریف لے جائیں اور فرشتے آپ کی طرف اشارہ کر کے کہیں کہ تم اس شخص محمد (ﷺ) کے متعلق کیا کہتے تھے اور عام مسلمانوں اور آپ کی قبر انور کے درمیان جو حجابات ہیں ان کو اٹھا کر قبر والے سے سوال کیا جائے اور کفار کو آپ کی مثال دکھا کر سوال کیا جائے کہ جن کی یہ مثال ہے ان کے متعلق تم دنیا میں کیا کہتے تھے؟ اور چونکہ آپ کی زیارت نعمت ہے اس لیے کفار کو اس نعمت سے محروم رکھا جائے گا۔

قبر والا آپ کے متعلق قبر میں وہی کہے گا جو دنیا میں کہتا تھا

فرشتے یہ نہیں پوچھیں گے کہ تم اب ان کے متعلق کیا کہتے ہو؟ بلکہ یہ پوچھیں گے کہ تم ان کے متعلق دنیا میں کیا کہتے تھے؟ سو آپ کے متعلق جو شخص جو کہتا ہو گا وہی قبر میں کہہ دے گا۔

شیخ خلیل احمد انیسوی متوفی ۱۳۴۶ھ نے لکھا ہے:

پس اعلیٰ علیین میں روح مبارک علیہ السلام کا تشریف رکھنا اور ملک الموت سے افضل ہونے کی وجہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ علم آپ کا ان امور میں ملک الموت کے برابر بھی ہو چکا ہے کہ زیادہ ہو۔ (برہین قاطعہ ص ۵۲، مطبع بلال ذہور ہند)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

بندہ مسکین یہ کہتا ہے کہ مؤمن عارف سید المرسلین و امام العارفین سے حقیقت روح کے علم کی نفی کیسے کر سکتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی ذات اور صفات کا علم عطا فرمایا ہے اور آپ پر اولین اور آخرین کا علم کھول دیا ہے روح انسان کا علم آپ کے علوم کے مقابلہ میں سیاہی حشیت رکھتا ہے وہ آپ کے دریائے علم کا ایک قطرہ ہے اور آپ کے بیضاء علم کا ایک ذرہ ہے۔

(مدارج النبوت ج ۲ ص ۳۱۔ ۳۰، مکتبہ نوریہ رضویہ، کفر)

سو اس حدیث کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ علماء و بزرگ غیر مقلدین قد میں رسول اللہ ﷺ کے متعلق وہی کہیں گے جو دنیا میں کہتے تھے اور علماء اہل سنت قبر میں فرشتوں کے جواب میں وہی کہیں گے جو دنیا میں آپ کے متعلق کہتے تھے۔

اسمعیل دہلوی متوفی ۱۲۴۶ھ لکھتے ہیں: جس کا نام اعلیٰ ہے وہ کسی کا متاخر نہیں۔ (تذکرۃ الایمان (کلیں) ص ۲۸، مطبع لاہور)

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت متوفی ۱۳۴۰ھ فرماتے ہیں:

حیراں ہوں یہ بھی سے خطا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

ممکن میں یہ قدرت کہاں واجب ہے عبدیت کہاں

مذبح ہیں سرحد ایہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

حق یہ کہ ہیں عبداللہ اور عالم ہمارے ستارہ

(مدائن بخشش ج ۱ ص ۳۹، فرید بک شال لاہور)

حافظ سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے لکھا ہے کہ قبر میں میت سے اس کے اعتقاد اور نظریہ کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

(شرح الحدیث ص ۱۳۲)

قبرستان میں جوتے پہن کرینے کی تہنیک

اس حدیث میں ذر ہے کہ مردہ قبر میں جوتوں کی آوار سنتا ہے اس سے معلوم ہے کہ قبرستان میں جوتے پہن کر چنا جائز ہے تاہم اس کے خلاف یہ حدیث ہے:

بشر مولیٰ رسول اللہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ جاہلیت میں ان کا نام زحم بن معبد تھا انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف ہجرت کی تو آپ نے پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟ انہوں نے کہا: زحم آپ نے فرمایا: بلکہ تم بشر ہو انہوں نے بیان کیا کہ میں چل رہا تھا تو رسول اللہ ﷺ مشرکین کی قبروں کے پاس سے گزرے آپ نے تین بار فرمایا: ان لوگوں نے خیر کثیر پر سبقت کی ہے پھر مسلمانوں کی قبروں کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا: ان لوگوں نے خیر کثیر کو پالیا پھر آپ نے نظر اٹھائی تو ایک آدمی قبروں کے درمیان سے جوتے پہنے ہوئے چل رہا تھا تو آپ نے فرمایا: اے جوتوں والے! تجھ پر افسوس ہے! اپنے جوتے اتار دے اس شخص نے مڑ کر دیکھا تو رسول اللہ ﷺ کو پہچان لیا پھر اس نے جوتے اتار کر پھینک دیئے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۲۳۰، سنن نسائی: ۲۰۳۷، سنن ابن ماجہ: ۱۵۶۸)

علامہ شمس الدین عبدالرحمان بن محمد بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۸۲ھ نے لکھا ہے:

جب کوئی شخص قبرستان میں داخل ہو تو مستحب یہ ہے کہ جوتے اتار دے۔ (الشرح الکبیر ج ۳ ص ۲۸۰، دارالحدیث قاہرہ ۱۳۲۵ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جمہور علماء نے لکھا ہے کہ قبرستان میں جوتے پہن کر جانا جائز ہے، فقہاء تابعین میں سے حسن بصری، ابن سیرین، النخعی اور ثوری کا یہی موقف ہے، امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور ان کے بعد کے جمہور فقہاء کا یہی مختار ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ آپ نے اس شخص کو جوتے اتارنے کا اس لیے نہیں فرمایا تھا کہ قبرستان میں جوتے پہن کر چلنا ممنوع ہے، بلکہ آپ نے اس لیے منع فرمایا تھا کہ اس کے جوتوں پر گندگی لگی ہوئی تھی۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ آپ نے جوتے پہن کر چلنے سے اس لیے منع فرمایا تھا کہ جوتے پہن کر چلنا امیر آدمیوں کا طریقہ ہے اور قبرستان میں تواضع اور خضوع اور خشوع سے چلنا چاہیے۔

علامہ ابن جوزی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں صرف ایک واقعہ کی حکایت کی ہے اور یہ اباحت کا تقاضا کرتی ہے نہ کہ تحریم کا اور آپ نے قبروں کے احترام کی وجہ سے جوتے اتارنے کا حکم دیا، جس طرح آپ نے قبروں پر ٹیک لگانے اور ان پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۲۱۳-۲۱۲، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

فرشتوں کے سوال کے بعد قبر والے کا حال اور نیک مسلمانوں کی روحوں کا قبروں پر آنا

نیز علامہ عینی لکھتے ہیں:

اگر یہ سوال کیا جائے کہ جب فرشتے سوال سے فارغ ہوتے ہیں تو پھر میت کے ساتھ کیا ہوتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر میت سعید ہو تو اس کی روح جنت میں ہوتی ہے، اگر شقی ہو تو میراں روح صحیح میں ہوتی ہے، وہ ساتویں زمین میں دوزخ کے کنارے ایک پتھر ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدم برزخ میں ہوتی ہے، وہ جنت میں ہے نہ دوزخ میں، اور اس کی دلیل اصحاب الاعراف کا قصہ ہے۔

جو مسلمان مرتکب کبیرہ ہیں ان کے متعلق کیا کہا جاتا ہے؟ یہ ان کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ تم صالح کی طرح سو جاؤ یا ان سے سکوت کیا جاتا ہے۔ ان کے متعلق حدیث میں آئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کی طرف متوجہ ہیں۔ سعید بن مسعود (رضی اللہ عنہ) ایک توں یہ ہے کہ نیک مسلمانوں کی روحیں قبروں پر مطلع ہوتی ہیں اور ان میں سے اکثر جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات کو مطلع ہوتی ہیں اور ہفتہ کی رات کو طلوع آفتاب تک وہ زندوں کے اعمال کو دیکھتی ہیں اور نیک مسلمانوں میں سے جو فوت ہو جائیں ان سے سوال کرتی ہیں کہ فلاں شخص نے کیا کیا؟ اگر اس کے نیک اعمال کا ذکر کیا جائے تو وہ کہتے ہیں: اے اللہ! اس کو ثابت قدم رکھنا اور اگر اس کے خلاف ہو تو وہ دعا کرتے ہیں: اے اللہ! اس کو رجوع کی توفیق دینا، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب وہ اپنی قبروں میں ہوتے ہیں تو جو ان کو سلام کرتا ہے وہ اس کا سلام سنتے ہیں اور اگر ان کو اجازت دی جائے تو وہ اس کا جواب بھی دیتے ہیں۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۲۱۳، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کے دیگر فوائد

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں عذاب قبر کا ثبوت ہے اور یہ عذاب کفار کو ہوگا اور ان فاسق مسلمانوں کو ہوگا جن کو اللہ تعالیٰ عذاب دینا چاہے گا۔ فرشتوں کا سوال اس امت کے ساتھ مخصوص ہے یا پچھلی امتوں سے بھی فرشتے سوال کرتے تھے؟ ظاہر یہ ہے کہ یہ سوال اس امت کے ساتھ مخصوص ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عقائد میں تقلید مذموم ہے کیونکہ منافق یہ کہے گا کہ میں نے لوگوں کو کچھ کہتے ہوئے سنا تو میں نے بھی وہی کہہ دیا۔

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ فرشتوں کے سوالوں کا جواب دینے کے لیے میت میں روح لوٹائی جائے گی پھر دوبارہ وہ مر جائیں گے تو ان کو عارضی حیات دی جائے گی۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۸۰۳ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

مردوں کے سننے کا ثبوت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب لوگ مردہ کو دفن کر کے چلے جاتے ہیں تو مردہ ان کی جوتیوں کی آواز کو سنتا ہے اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ مردے زندوں کا کلام سنتے ہیں ہم نے اپنی تفسیر تبیان القرآن میں الانفال: ۱۴ کی تفسیر میں اس پر تفصیل سے بحث کی ہے۔ یہ بحث تبیان القرآن ج ۴ ص ۵۹۰۔ ۵۷۷ پر پھیلی ہوئی ہے جن قارئین کو اس موضوع سے دل چسپی ہے وہ اس بحث کا ضرور مطالعہ کریں۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۷۰۸۔ ج ۷ ص ۶۹۹ پر مذکور ہے اس کی تشریح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① قبر میں سوال اور جواب کے متعلق احادیث (۱) آیا قبر میں کھانا بھی دیا جاتا ہے؟ (۲) آیا پچھلی امتوں سے بھی قبر میں سوال ہوتا تھا یا یہ سوال صرف اس امت کے ساتھ مخصوص ہے؟ (۳) آیا انبیاء علیہم السلام اور نابالغ بچوں سے بھی قبر میں سوال ہوتا ہے یا نہیں؟ (۴) قبر میں سوال کرنے والے فرشتوں کی تحقیق (۵) قبر کے سوال میں رسول اللہ ﷺ کی طرف اشارہ کی تحقیق (۶) قبر کے سوالوں سے فارغ ہونے کے بعد میت کیا انجام دے گا؟ (۷) ان لوگوں کا بیان جن سے قبر میں سوال نہیں کیا جائے گا (۸) قبر میں مردے کو جمعہ کے حوالے کرنے کی تحقیق (۹) قبر کی زیارت کرنا اور قبروں میں کاروبار کرنا کو پہچاننا ان کے سلام کا جواب دینا اور ان سے کلام کرنا (۱۰) روحوں کی قیام گاہ کی تحقیق (۱۱) روحوں کا زندوں کے احوال اور اعمال پر مطلع ہونا (۱۲) زیارت قبور کا بیان (۱۳) زیارت قبور کے متعلق احادیث (۱۴) فقہاء احناف کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارت قبور کا حکم (۱۵) فقہاء حنبلیہ کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارت قبور کا حکم (۱۶) فقہاء مالکیہ کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارت قبور کا حکم (۱۷) فقہاء شافعیہ کے لیے زیارت قبور کا حکم (۱۸) دن کہاں سرے؟ اور کل کیا؟ (۱۹) سماعت موتی کی تحقیق (۲۰) مائتہ شایعہ کا دعویٰ موتی سے انکار اور اس کا جواب۔

جوارض مقدسہ یا اس کی مثل جگہ میں
دفن ہونے کو پسند کرے

۶۸۔ بَابُ مَنْ أَحَبَّ الدَّفْنَ فِي الْأَرْضِ
الْمُقَدَّسَةِ أَوْ نَحْوَهَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمود نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام عبد الرزاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ابن طاؤس از والد خود از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام

۱۳۳۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ أُرْسِلَ مَلَكُ الْمَوْتِ إِلَى مُوسَى عَلَيْهِمَا السَّلَامُ فَلَمَّا جَاءَهُ صَغَهُ فَرَجَعَ

إِلَىٰ رَبِّهِ فَقَالَ أَرْسَلْتَنِي إِلَىٰ عَبْدٍ لَا يُرِيدُ الْمَوْتَ! فَرَدَّ اللَّهُ عَلَيْهِ عَيْنَهُ وَقَالَ ارْجِعْ فَقُلْ لَهُ يَضَعُ يَدَهُ عَلَىٰ مَتْنِ ثَوْرٍ فَلَهُ بِكُلِّ مَا غَطَّتْ بِهِ يَدُهُ بِكُلِّ شَعْرَةٍ سَنَةٌ. قَالَ أَيُّ رَبِّ تُمْ مَاذَا؟ قَالَ تُمْ الْمَوْتُ. قَالَ قَالَانِ: فَسَأَلَ اللَّهُ أَنْ يُذَيِّبَهُ مِنَ الْأَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ رَمِيَةً بِحَجَرٍ. قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَوْ كُنْتُ تُمْ لَأَرَيْتُكُمْ قَبْرَهُ إِلَىٰ جَانِبِ الطَّرِيقِ عِنْدَ الْكُثَيْبِ الْأَخْمَرِ. [طرف الحديث: ۳۴۰۷]

کی طرف ملک الموت کو بھیجا گیا، جب ان کے پاس ملک الموت آیا تو انہوں نے اس کو ایک تھپڑ مارا، وہ اپنے رب کی طرف لوٹ گیا، پس کہا: تو نے مجھے ایسے بندے کی طرف بھیجا جو موت کا ارادہ ہی نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھ لوٹا دی اور فرمایا: جاؤ! ان سے کہنا: آپ بیل کی پشت پر ہاتھ رکھ دیں، آپ کے ہاتھ سے جتنے بال چھپیں گے تو ہر بال کے بدلے میں آپ کی ایک سال عمر ہوگی، حضرت موسیٰ نے پوچھا: اے میرے رب! پھر کیا ہوگا؟ فرمایا: پھر موت ہوگی! حضرت موسیٰ نے کہا: پھر ابھی ہو جائے، پھر اللہ سے سوال کیا کہ وہ ان کو ارض مقدسہ سے اتنی دور کر دے، جتنی دور پتھر پھینکنے سے جاتا ہے، حضرت ابو ہریرہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میں اس جگہ ہوتا تو میں تم کو ان کی قبر دکھاتا، وہ راستہ کی جانب سرخ ریت کے ٹیلے کے پاس ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۳۷۳، الرقم السلسل ۳۰۰۳، سنن نسائی: ۲۰۸۹، سنن ابی داؤد: ۵۳۰، صحیح ابن حبان: ۶۲۲۳، الاسماء والصفات ص ۳۹۲، ابن ابی عاصم: ۵۹۹، مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۹، طبع قدیم مسند احمد: ۶۴۶، ج ۱ ص ۸۳، بیروت: جامع المسانید لابن جوزی: ۳۳۶۱، مکتبۃ الرشیدیہ ریاض: ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمود بن غیلان (۲) عبدالرزاق بن یمام (۳) عمر بن راشد (۴) عبداللہ بن طاؤس (۵) طاؤس بن کيسان (۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۲۱۳)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت ملک الموت کو تھپڑ مارنا، کیا کوئی معیوب کام تھا؟

علامہ: یحییٰ بن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی ص ۳۹۹ لکھتے ہیں:

ابو بکر بن عیسیٰ بن عقیل بن خزیمہ نے کہا: بعض اہل بیت اور یہ نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ملک الموت کو پہچانا تھا، نہیں، انہوں نے نہ پہچانا تھا تو ان پر ظلم کیا اور اللہ کے رسول کی توہین کرنا ہے اور اگر انہوں نے ملک الموت کو نہیں پہچانا تھا تو یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مرتبہ سے بعید ہے اور حشو یہ نے کہا: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو ملک الموت کے تھپڑ مارا تھا، اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس کا قصاص نہیں لیا اور اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

امام ابن خزیمہ نے اس کے جواب میں کہا: یہ ان لوگوں کا اعتراض ہے جو بصیرت سے محروم ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف ان کی روح قبض کرنے کے ارادہ سے نہیں بھیجا تھا بلکہ حضرت موسیٰ کے امتحان اور ان کی آزمائش کے لیے ان کی طرف ملک الموت کو بھیجا تھا، جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کریں اور اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ نہیں کیا تھا کہ وہ اپنے بیٹے کو قتل کر دیں بلکہ ان کو آزمائش کے لیے بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا تھا، پس اللہ تعالیٰ نے

ان کے بیٹے کا ندیہ بھیج دیا اور ایک دنبہ کو ذبح کر دیا اور فرمایا:

وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا إِبْرَاهِيمَ ۖ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا. اور ہم نے ان کو نداء کی کہ اے ابراہیم! آپ نے اپنا

(الصفت: ۱۰۵-۱۰۴) خواب سچا کر دیا۔

اور اگر اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی روح کو قبض کرنے کا ارادہ کرتا تو وہ ضرور ان کی روح کو قبض فرما لیتا کیونکہ اللہ تعالیٰ جس چیز کا ارادہ کرتا ہے اس کو کر گزرتا ہے اس نے فرمایا ہے:

وَإِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْنَاهُ أَنْ نَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ (النحل: ۴۰) اور جب ہم کسی چیز کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم صرف یہ کہتے ہیں کہ ہو جا، سودہ ہو جاتی ہے ۝

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے تھپڑ مارنا مباح تھا کیونکہ انہوں نے آدمی کی صورت میں ایک شخص کو دیکھا جو ان کے پاس آیا اور ان کو یہ علم نہیں تھا کہ یہ ملک الموت ہے اور جو شخص کسی مسلمان کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر دیکھ رہا ہو تو رسول اللہ ﷺ نے اس کی آنکھ پھوڑنے کو مباح کر دیا ہے حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جو شخص لوگوں کے گھر میں ان کی اجازت کے بغیر جھانکے پس وہ اس کی آنکھ پھوڑ دیں تو اس میں دیت ہے نہ قصاص ہے۔

(مشکل الآثار: ۹۳۹، المستدرک: ۷۰، مع ابن حبان: ۱۰۴، سنن ترمذی ج ۳ ص ۹۰، سنن بیہقی ج ۸ ص ۳۳۸، مسند احمد ج ۲ ص ۳۸۵)

اور یہ محال ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ علم ہو کہ یہ فرشتہ ملک الموت ہے۔ ان کی آنکھ پھوڑ دیں۔ حضرت خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتے آئے اور انہوں نے ابتداء میں نہیں پہچانا کہ یہ فرشتے ہیں حتیٰ کہ خود فرشتوں نے بتا دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ہیں اور اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ابتداء میں پتا چل جاتا کہ یہ فرشتے ہیں تو محال تھا کہ وہ ان کے پاس بھنا ہوا بچھڑا لے کر آتے کیونکہ فرشتے طعام نہیں لاتے۔ حضرت ابراہیم کہ ان سے نہ ہو تو انہوں نے کہا: آپ مت ڈریں بے شک ہمیں حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی طرح بھیج دیا ہے۔ فرشتہ حضرت مریم کے پاس آیا تو انہوں نے اس کو نہیں پہچانا اور ان سے پناہ طلب کی اور اگر حضرت مریم کو ابتداء پتا ہوتا کہ یہ فرشتہ ہے اور انہیں ایسے بیٹے کی بشارت دینے آیا ہے جو مادرزاد اندھوں کو بینا کرے گا اور کوڑھیوں کو تندرست کرے گا اور وہ اللہ کا نبی ہوگا تو وہ اس فرشتہ سے پناہ طلب نہ کرتیں اور حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس دو آدمیوں کی صورتوں میں فرشتے آئے اور حضرت داؤد نے ان کو نہیں پہچانا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اس لیے بھیجا تھا کہ ان میں سے ایک سے مرے غلبہ جوڑ دے۔ حضرت داؤد علیہ السلام سے اس کی خبر ہوئی اور وہ یہ جانیں کہ انہوں نے جو کام کیا ہے وہ درست نہیں ہے پس انہوں نے اللہ تعالیٰ سے توبہ کی اور نادام ہو۔ قرآن مجید میں ہے:

وَضَنَّ دَاوُدُ أَنَّمَا فَتَنَّاهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعًا. اور داؤد نے گمان کیا کہ ہم نے ان کو آزمائش میں مبتلا کیا

(ص: ۲۴) ہے پس انہوں نے اپنے رب سے مغفرت طلب کی اور رکوع میں

جھک گئے۔

تو جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس اچانک ملک الموت آئے اور انہوں نے ان کو نہیں پہچانا تو اس میں کون سے تعجب کی بات

ہے۔

رہا جمیوں کا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو لگائے ہوئے تھپڑ کا بدلہ نہیں لیا تو یہ ان کی جہالت کی دلیل ہے ان کو کس نے یہ

خبر دی کہ فرشتوں اور آدمیوں کے درمیان قصاص ہوتا ہے اور ان کو کس نے یہ خبر دی کہ ملک الموت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے قصاص طلب کیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کا قصاص نہیں لیا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ حضرت موسیٰ نے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان سے اس قتل کا قصاص نہیں لیا۔

اس کی نظیر یہ ہے کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کے سامنے جب دو عورتوں نے ایک بچہ کے متعلق یہ دعویٰ کیا کہ وہ اس کا بچہ ہے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ حکم دیا کہ اس بچہ کو چھری سے کاٹ کر اس کے دو ٹکڑے کر دیئے جائیں اور ہر عورت کو ایک ایک ٹکڑا دے دیا جائے، حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ حکم اس لیے نہیں دیا تھا کہ اس پر عمل کیا جائے بلکہ انہوں نے یہ حکم آزمانے کے لیے دیا تھا تاکہ ان پر منکشف ہو جائے کہ حقیقت میں یہ بچہ کون سی عورت کا ہے کیونکہ ماں اپنے بچہ پر شفیق ہوتی ہے، وہ کبھی اس بچے کے ٹکڑے کرنے پر راضی نہیں ہوگی، سو ایک عورت نے کہا: ٹھیک ہے اس کے دو ٹکڑے کر دیں، اور دوسری نے کہا: اس کے دو ٹکڑے نہ کریں اور بچہ اس مدعیہ کو دے دیں، وہ زندہ تو رہے گا، پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے جان لیا کہ یہی عورت اس بچہ کی حقیقی ماں ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس ملک الموت کو آزمائش کے لیے بھیجا تھا، نہ کہ حقیقتہً ان کی روح کو قبض کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے کتنی مرتبہ رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا ہے کہ بے شک اللہ کسی نبی کی روح کو قبض نہیں فرماتا حتیٰ کہ اس کو اختیار دے۔ (حلیۃ الاولیاء: ۱۹۹)

اور حتیٰ کہ اس کو جنت میں اس کا ٹھکانا دکھا دے تو جب تک اس کی کوہنت میں اس کا مقام نہیں دکھایا تھا تو ملک الموت کو ان کی روح قبض کرنے کا حکم دینا جائز نہ تھا، پس حضرت ملک الموت کو آزمائش کے لیے بھیجا گیا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو یہ سوال کیا تھا کہ ان کو ارض مقدسہ کے قریب کر دیا جائے تو یہ سوال اس جگہ کی فضیلت کی وجہ سے تھا کیونکہ اس زمین میں انبیاء علیہم السلام اور صالحین کی قبریں تھیں، پس حضرت موسیٰ نے اپنی وفات کے بعد صالحین کے قرب اور جوار کو پسند فرمایا کیونکہ نیک مسلمان ایسی جگہوں کا قصد کرتے ہیں اور صالحین کی قبروں کی زیارت کرتے ہیں اور ان کا کرتب ہیں۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۳۲۳-۳۲۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۳ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی نے بھی علامہ ابن بطال کی اس تقریر کو بعینہ نقل کیا ہے۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۲۱۵-۲۱۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

ارض مقدسہ سے پتھر پھینکنے کے فاصلہ پر روح قبض کرنے کی دعا کی توجیہ

حافظ تہاب الدین احمد بن تیمیہ بن جریر بن شافعی متوفی ۷۲۸ھ لکھتے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی کہ جب وہ ارض مقدسہ یعنی بیت المقدس سے پتھر پھینکنے کے فاصلہ پر ہوں، اس وقت ان کی روح قبض کر لی جائے، ہو سکتا ہے کہ اس کی حکمت یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو بیت المقدس میں دخول سے منع فرما دیا تھا اور چالیس سال تک ان کو میدان تہ میں چھوڑے رکھا یہاں تک کہ موت نے ان کو فنا کر دیا، پس حضرت یوشع علیہ السلام کے ساتھ صرف ان کی اولاد ارض مقدسہ میں گئی، اور جن لوگوں پر پہلے ارض مقدسہ میں دخول ممتنع کر دیا گیا تھا، ان میں سے کوئی بھی داخل نہیں ہوا، اور ارض مقدسہ کی فتح سے پہلے حضرت ہارون علیہ السلام فوت ہوئے، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے، پس جبارین کے غلبہ کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے ارض مقدسہ میں داخل ہونا ممکن نہیں ہوا اور نہ ہی تدفین کے بعد ان کی قبر کو وہاں سے منتقل کرنا ممکن تھا اور جب وہ ارض مقدسہ کے قریب دفن ہوئے تو گویا ارض مقدسہ میں ہی مدفون ہوئے، خلاصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ارض

مقدسہ سے پتھر پھینکے جانے کے فاصلہ پر تدفین کو اس لیے پسند فرمایا نہ کہ ارض مقدسہ میں کیونکہ ان کی زندگی میں جبارین کے تسلط کی وجہ سے ان کا ارض مقدسہ میں دخول ممکن نہ تھا۔

میت کو ایک شہر سے دوسرے شہر میں منتقل کرنے کے متعلق اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ مکروہ ہے کیونکہ اس وجہ سے دفن میں تاخیر ہوتی ہے اور میت کے احترام میں کمی ہوتی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اگر کوئی غرض رائج ہو جیسے میت کے لیے صالحین کا قرب مطلوب ہو تو اس کو منتقل کرنا مستحب ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو پھر مکروہ تحریمی ہے، امام شافعی نے کہا ہے کہ فضیلت والی زمین جیسے مکہ ہے اس میں دفن کرنے کے لیے میت کو منتقل کرنا مستحب ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۷۷۸، دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی نے حافظ ابن حجر کی اس شرح کو بھی من وعن نقل کر دیا ہے۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۲۱۶، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کے دیگر فوائد

علامہ بدرالدین عینی اس حدیث کے دیگر فوائد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اس پر واضح دلیل ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اللہ کی بارگاہ میں بہت بڑا مرتبہ تھا کیونکہ انہوں نے حضرت ملک الموت علیہ السلام کی آنکھ پھوڑ ڈالی اور اللہ تعالیٰ نے ان پر مالک عتاب نہیں فرمایا۔

اس میں یہ بھی دلیل ہے کہ فضیلت والی جگہیں اور صالحین کے مقابر کے قرب میں دفن کرنا مستحب ہے۔

حضرت موسیٰ سے فرمایا کہ آپ بیل کی پشت پر، تمہارے رکوع جتنے ہیں آپ کے نیچے آئیں گے تو ہر بال کے بدلے میں ایک سال آپ کی عمر بڑھادی جائے گی اس سے معلوم ہوا کہ دنیا کی عمر بہت طویل ہے اور قیامت ابھی بہت دور ہے۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۲۱۷، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۰۲۷۷ - ۱۰۲۷۸ - ۱۰۲۷۹ پر ہے اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

① حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ملک الموت کے بارے میں جو حدیثیں آئیں ہیں ان میں دفن کرنے کا استحباب۔

رات کو دفن کرنا

۶۹ - بَابُ الدَّفْنِ بِاللَّيْلِ

اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کورات میں دفن کیا گیا۔

وَدَفَنَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ لَيْلاً

اس نعتی کی اصل یہ حدیث ہے:

ابن سباق بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کورات میں دفن کیا گیا، پھر بعد میں، ظہر کے دو تین رکعات

وتر پڑھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۹۵۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۸۳۱، دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از

الشیبانی از الشعبي از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ

نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب نے ایک شخص کے دفن کیے جانے

کے بعد رات کو اس کی نماز جنازہ پڑھی آپ نے پوچھا: یہ کون ہے

مسلمانوں نے کہا: یہ فلاں شخص ہے جسے رات کو دفن کر دیا گیا تھا

۱۳۴۰ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا

جَرِيرٌ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رَجُلٍ بَعْدَ مَا دُفِنَ بَلِيلَةً، قَامَ هُوَ

وَأَصْحَابُهُ، وَكَانَ سَأَلَ عَنْهُ فَقَالَ مَنْ هَذَا؟ فَقَالُوا

فُلَانٌ دُفِنَ الْبَارِحَةَ، فَصَلُّوا عَلَيْهِ.

پس مسلمانوں نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۸۵۷ میں گزر چکی ہے۔

قبر پر مسجد کو بنانا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب نبی ﷺ بیمار ہو گئے تو آپ کی بعض ازواج نے ایک گرجے کا ذکر کیا جس کو انہوں نے حبشہ کی سرزمین میں دیکھا تھا جس کا نام ماریہ تھا اور حضرت ام سلمہ اور حضرت ام حبیبہ حبشہ کی سرزمین میں گئی تھیں پس انہوں نے اس کی خوب صورتی اور اس میں لگی ہوئی تصویروں کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے اپنا سر اٹھایا پھر فرمایا: جب ان لوگوں میں سے کوئی نیک آدمی مر جاتا ہے تو یہ اس کی قبر پر مسجد بنا دیتے ہیں اس میں برسات پانی بنا دیتے ہیں یہ لوگ اللہ کے نزدیک بدترین مخلوق ہیں۔

۷۰۔ بَابُ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ عَلَى الْقَبْرِ

۱۳۴۱ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا اشْتَكَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَتْ بَعْضُ بَنَاتِهِ كَنْبُسَةَ رَأَيْنَهَا بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ يُقَالُ لَهَا مَارِيَةُ وَكَانَتْ أُمُّ سَلَمَةَ وَأُمُّ حَبِيبَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَتَا أَرْضَ الْحَبَشَةِ فَذَكَرْنَا مِنْ حُسْنِهَا وَتَصَاوِيرِ فِيهَا فَرَفَعَ رَأْسَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أُولَئِكَ إِذَا مَاتَ مِنْهُمْ الرَّجُلُ الصَّالِحُ بَنَوْا عَلَى قَبْرِهِ مَسْجِدًا ثُمَّ صَوَّرُوا فِيهِ تِلْكَ الصُّورَةَ أُولَئِكَ بَشَرَارُ الْخَلْقِ عَذَابًا.

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۴۲۷ میں گزر چکی ہے۔

عمارت کی قبر میں کون داخل ہوگا؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سلیم بن سلیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہلال بن علی نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی صاحب دی کے جنازہ میں حاضر ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کی قبر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے پس میں نے کہا کہ آپ کی قبر کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے آپ نے پوچھا: تم میں سے کوئی ایسا شخص ہے جس نے رات کو جماع نہ کیا ہو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ہوں آپ نے فرمایا: تم ان کی قبر میں اترو پس حضرت ابو طلحہ آپ کی صاحب زادی (حضرت رقیہ) کی قبر میں اترے پس ان کو قبر میں اتارا ابن المبارک نے بیان کیا: فلیح نے کہا: اس کا معنی یہ ہے: جس نے رات کو گناہ نہ کیا ہو امام بخاری نے کہا: قرآن مجید میں ”لیقتلوا“ کا معنی ہے: تاکہ وہ گناہ کریں۔

۷۱۔ بَابُ مَنْ يَدْخُلُ قَبْرَ الْمَرْأَةِ

۱۳۴۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِلَالُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا هِلَالُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ شَهِدْنَا بِنْتَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ عَلِيَ الْقَبْرَ فَقَرَأَ فِيهِ الْقُرْآنَ فَقَالَ هَلْ لَكُمْ مِنْ عِلْمٍ يُقَارِبُ الْقَبْرَ فَقَالُوا بَلَى بَنُو طَلْحَةَ أَنَا قَالَ فَاَنْزِلْ فِي قَبْرِهَا فَانْزِلْ فِي قَبْرِهَا فَقَبْرَهَا قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ فُلَيْحُ أَرَاهُ يَعْنِي اللَّذْبَ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ (الانعام: ۱۱۳) أَيْ لِيَكْتَسِبُوا.

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۱۵، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۰۵، دارالکتب العلمیہ بیروت)

حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو نبی ﷺ کے حکم سے ان کو غسل دیا گیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۱۸، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۰۸، دارالکتب العلمیہ بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ حالت جنابت میں شہید ہوئے تھے تو نبی ﷺ نے فرمایا: ان کو فرشتوں نے غسل دیا ہے۔ (المسند رک ج ۳ ص ۱۹۵)

حضرت حمزہ اور حضرت حظلہ رضی اللہ عنہما کی خصوصیت ہے کہ ان کو فرشتوں نے غسل دیا تھا کیونکہ وہ دونوں حالت جنابت میں شہید ہوئے تھے۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۱۶)

شہید کی نماز جنازہ پڑھنے میں مذاہب ائمہ اور سید الشہداء حضرت حمزہ کی نماز جنازہ پڑھنے کے متعلق احادیث

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ان شہیدوں پر نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی، اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

امام ترمذی باب مذکور کی حضرت جابر کی روایت کردہ حدیث کو روایت کر کے لکھتے ہیں:

شہید کی نماز جنازہ پڑھنے میں اختلاف ہے، بعض نے کہا: شہید کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی، یہ اہل مدینہ کا قول ہے، امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے۔

اور بعض نے کہا کہ شہید کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی، ان کا استدلال اس حدیث سے ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھی ہے، یہ ثوری، فقہاء احناف اور اصحاب کا قول ہے۔ (سنن ترمذی ج ۳ ص ۱۳۷، المعرفۃ بیروت ۱۴۲۳ھ)

امام ابن الاثیر ابوالحسن علی بن محمد الجزری المتوفی ۶۳۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھی اور اس میں سات تکبیریں پڑھیں، پھر آپ کے پاس جو شہید بھی لایا گیا آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی اور اس کے ساتھ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ بھی پڑھی، حتیٰ کہ آپ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی ستر مرتبہ نماز جنازہ پڑھی، نیز امام ابن الاثیر نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ نبی ﷺ نماز جنازہ میں چار تکبیرات پڑھتے تھے اور سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ پر آپ نے ستر تکبیرات پڑھیں۔

ابو احمد العسکری نے کہا: سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ پہلے شہید تھے جن کی رسول اللہ ﷺ نے نماز جنازہ پڑھی۔

(اسد الغابہ ج ۲ ص ۷۰، دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام محمد بن حاتم متوفی ۲۳۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

محمد بن عمر نے بیان کیا کہ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت زبیر رضی اللہ عنہم اترے اور رسول اللہ ﷺ ان کی قبر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے دیکھا: فرشتے حمزہ کو غسل دے رہے تھے کیونکہ وہ اس دن جنبی تھے اور سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ شہداء میں سے وہ پہلے شخص تھے جن کی رسول اللہ ﷺ نے اس دن نماز جنازہ پڑھی، اور ان پر چار تکبیرات پڑھیں، پھر شہداء کو آپ کے پاس جمع کیا گیا، پھر جس شہید کو بھی لایا جاتا اس کو سیدنا حمزہ کے پہلو میں رکھا جاتا، آپ سیدنا حمزہ پر نماز پڑھتے اور اس شہید پر نماز پڑھتے حتیٰ کہ آپ نے ستر مرتبہ حضرت سیدنا حمزہ کی نماز جنازہ پڑھی۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۷۰، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ غزوہ احد کے دن نبی ﷺ کے سامنے دس شہیدوں کو رکھا گیا تو آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور سیدنا حمزہ کی نماز جنازہ پڑھی اور سیدنا حمزہ بھی ان کے ساتھ تھے۔ (شرح معانی الآثار: ۲۸۱۳، سنن ابن ماجہ: ۱۵۱۳)

امام طحاوی فرماتے ہیں: ان احادیث سے ثابت ہوا کہ شہداء کو غسل نہیں دیا جائے گا اور ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور یہی امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا مذہب ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۳۶، قدیمی کتب خانہ کراچی)

امام سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب جنگ احد کے دن حضرت حمزہ کو شہید کر دیا گیا تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا (حضرت حمزہ کی بہن) ان کو ڈھونڈ رہی تھیں ان کو پتا نہیں تھا کہ ان کے ساتھ کیا ہو چکا ہے پھر وہ حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما سے ملیں پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ اپنی والدہ کو بتائیں کہ (حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہو چکے ہیں) حضرت زبیر نے حضرت علی سے کہا: آپ اپنی پھوپھی کو بتائیں حضرت صفیہ نے کہا: حضرت حمزہ کو کیا ہوا؟ ان دونوں نے کہا: ہم کو پتا نہیں پس نبی ﷺ آئے پس آپ نے فرمایا: مجھے صفیہ کی عقل پر خطرہ ہے پھر آپ نے حضرت صفیہ کے سینہ پر ہاتھ رکھا اور ان کے لیے دعا کی پس حضرت صفیہ نے کہا: ”انا للہ وانا الیہ راجعون“ اور رونے لگیں پھر آپ آ کر حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے پاس کھڑے ہوئے اور ان کے اعضاء کاٹے جا چکے تھے پس آپ نے فرمایا: اگر مجھے عورتوں کی چیخ و پکار کا خطرہ نہ ہوتا تو میں حمزہ کو یوں ہی چھوڑ دیتا حتیٰ کہ پرندوں کے پوٹوں اور درندوں کے بیٹوں سے ان کا حشر کیا جاتا پھر آپ نے شہداء کو لانے کا حکم دیا پھر آپ ان کی نماز جنازہ پڑھنے لگے پس نو دیگر شہداء تھے اور ایک سیدنا حمزہ تھے آپ نے ان پر سات تکبیرات پڑھیں اور باقی شہداء کو اٹھالیا گیا اور سیدنا حمزہ کو رہنے دیا گیا پھر نو دیگر شہداء بلائے اور ان پر سات تکبیرات پڑھیں حتیٰ کہ آپ ان کی نماز جنازہ سے فارغ ہو گئے۔

(المجموع الکبیر: ۲۹۳۵، دار احیاء التراث العربی بیروت المستدرک: ۴۸۹۵، ج ۳ ص ۱۹۸)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۵۸۰ھ نے بھی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی ستر پر نماز جنازہ پڑھانے کی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ (سنن کبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۱۲، نشر: دار الفکر)

شہید پر نماز جنازہ کی نفی پر علامہ ابن بطلال کے دلائل اور ان کے جوابات

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں فقہاء کے اختلاف ہیں میں امام مالک نے کہا: میں نے اس علم سے یہ سنا ہے کہ سنت یہ ہے کہ شہداء کو غسل نہیں دیا جائے اور نہ ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے اور ان کی کپڑوں میں دفن کر دیا جائے گا جن میں وہ تہیہ ہوئے تھے یہ عطاء النخعی، الحکم، اللیث، امام شافعی اور امام احمد کا قول ہے عکرمہ نے کہا: شہید کو اس لیے غسل نہیں دیا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو پاک کر دیا ہے لیکن اس پر نماز پڑھی جائے گی اور سعید بن المسیب اور حسن بصری نے کہا ہے کہ شہید کو غسل دیا جائے گا اور اس پر نماز پڑھی جائے گی کیونکہ ہر مردہ جنبی ہوتا ہے۔

امام مالک اور ان کے موافقین کی دلیل یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ شہداء احد کو غسل دیا گیا نہ ان کی نماز جنازہ پڑھی گئی۔ (صحیح البخاری: ۱۳۴۳، المستدرک: ۱۳۹۲، ۱۳۹۱، دار المعرفۃ بیروت)

علامہ ابن القصار نے کہا ہے کہ غزوہ احد میں ستر مسلمان شہید ہوئے اگر ان کی نماز جنازہ پڑھی گئی ہوتی تو مسلمانوں سے مخفی نہ

رہتی۔ (شرح ابن بطلال ج ۳ ص ۳۲۹-۳۲۸، دار الکتب العلمیہ بیروت)

میں کہتا ہوں: یہ غلط نقل ہے، صحیح حدیث میں ہے کہ تمام شہداء احد پر ایک ایک بار نماز جنازہ پڑھی گئی اور حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ پر ان کی تکریم اور تعظیم کی وجہ سے ستر مرتبہ نماز جنازہ پڑھی گئی جیسا کہ امام ابن الاثیر، امام محمد بن سعد، امام طحاوی، امام ابن ماجہ، امام طبرانی، حاکم اور بیہقی نے اپنی اپنی اسانید کے ساتھ روایت کیا ہے۔

نیز علامہ ابن بطال ماکھی لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا
بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزُقُونَ ○ (آل عمران: ۱۶۹)

اور جو مسلمان اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے ان کو مردہ گمان مت کرو بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں ان کو رزق دیا جا رہا ہے ○

اللہ تعالیٰ نے ان سے موت کی نفی کی ہے اور ان کے لیے حیات کو واجب کیا ہے، پس ان پر نماز جنازہ واجب نہیں ہوگی کیونکہ زندہ کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جاتی۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۳۲۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۳ھ)

میں کہتا ہوں کہ یہ دلیل بہت کم زور ہے، اگر شہید کی نماز جنازہ پڑھنا اس لیے ناجائز ہے کہ وہ زندہ ہے اور نماز جنازہ مردہ کی پڑھی جاتی ہے تو پھر شہید کو دفن بھی نہیں کرنا چاہیے کیونکہ زندہ کو دفن نہیں کیا جاتا اور اس کی میراث بھی تقسیم نہیں کرنی چاہیے کیونکہ زندہ کا ترکہ تقسیم نہیں کیا جاتا اور اس کی بیوہ کا کہیں نکاح بھی نہیں کرنا چاہیے کیونکہ زندہ شخص کی بیوی کا دوسری جگہ نکاح کرنا جائز نہیں ہے، یہ لوگ فقہی تعصب میں اپنی عقل سے فارغ ہوئے، ان کو یہ خبر ہے کہ شہید کے زندہ ہونے کا معنی نہیں ہے کہ وہ دنیاوی احکام کے اعتبار سے زندہ ہے حتیٰ کہ اس کی نماز جنازہ ناجائز ہو بلکہ شہید برزخ حیات کے ساتھ ہے، اس لیے اس کی نماز جنازہ پڑھنا اس کی حیات کے منافی نہیں ہے اور شہید کی نماز جنازہ پڑھنا اس کے حق میں دعا کرنا ہے اور اس کی تکریم ہے، سو یہ لوگ شہید کو اس کے حق سے کیوں محروم کرتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ سے بڑا کون شہید ہے اور تمام صحابہ نے رسول اللہ ﷺ کی نماز جنازہ پڑھی ہے۔

۱۳۴۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمًا فَذَسَّ عَلَى أَبِي سَلَمَةَ صَلَاتَهُ عَلَى الْمَيِّتِ، ثُمَّ انْصَرَفَ رَاكِبًا لِمَنْبَرَةِ الْإِسْنِاقِيَّةِ لَكُمْ، وَأَنَا شَهِيدٌ عَلَيْكُمْ، وَإِنِّي وَاللَّهِ لَا نَظَرُ إِلَى حَوْضِي الْأَنْ، وَإِنِّي أُعْطِيتُ مَفَاتِيحَ خَزَائِنِ الْأَرْضِ، أَوْ مَفَاتِيحَ الْأَرْضِ، وَإِنِّي وَاللَّهِ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوا بَعْدِي، وَلَكِنْ أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنَافَسُوا فِيهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے یزید بن ابی حبیب نے حدیث بیان کی از ابو ہریرہ حضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے اپنے گھر سے نکل کر آپ نے اس کے بعد پر اس کے بعد نماز پڑھ کر جس طرح میت پر نماز پڑھی جاتی ہے، ہر آپ منبر کی طرف مڑے، پس فرمایا: میں تمہارا پیش رو ہوں اور میں تم پر گواہ ہوں اور بے شک اللہ کی قسم! میں اب بھی اپنے حوض کی طرف ضرور دیکھ رہا ہوں اور بے شک مجھے روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا کی گئی ہیں یا فرمایا: روئے زمین کی چابیاں عطا کی گئی ہیں اور اللہ کی قسم! بے شک مجھے یہ خطرہ نہیں ہے کہ تم (سب) میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے لیکن مجھے تم پر یہ خطرہ ہے کہ تم دنیا میں رغبت کرو گے۔

(صحیح مسلم: ۲۲۹۶، رقم السلسل: ۵۸۶۳، سنن ابوداؤد: ۳۲۲۳، سنن نسائی: ۱۹۵۳، شرح مشکل الآثار: ۳۹۰۸، صحیح ابن حبان: ۳۱۹۸، المعجم الکبیر: ۷۶۷-ج ۱، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۳، شرح السنن: ۳۸۲۳، الاحاد والثانی: ۲۵۸۳، مسند ابویعلیٰ: ۱۷۳۸، البعث والنشور ص ۱۶۷، مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۹، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۷۳۴-ج ۲۸ ص ۵۷۸، مسند الطحاوی: ۵۵۸۰، جامع المسانید لابن جوزی: ۵۳۷۹، مکتبہ الرشیدیہ، ۱۳۲۶ھ)

اس حدیث کے رجال کا تذکرہ پہلے کئی بار ہو چکا ہے۔

بالعموم شہید کی نماز جنازہ اور بالخصوص سیدنا حمزہ کی نماز جنازہ پر حافظ ابن حجر کا اعتراض

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام شافعی نے ”الام“ میں لکھا ہے کہ احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے شہداء احد پر نماز جنازہ نہیں پڑھی اور وہ جو حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے ستر بار حضرت حمزہ کی نماز جنازہ پڑھی ہے اور جو ان احادیث صحیحہ سے ان کا معارضہ کرتا ہے اس کو اپنے نفس سے حیاء کرنی چاہیے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۷۸۰، دار المعرفۃ بیروت ۱۳۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ صحیح البخاری: ۱۳۴۴ میں یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ نے اہل احد پر اس طرح نماز پڑھی جس طرح میت پر نماز پڑھی جاتی ہے اور یہ حدیث صحیح بخاری کے علاوہ دیگر کتب صحاح میں بھی مذکور ہے جس کے حوالے ہم نے تخریج میں ذکر کیے ہیں سو اب ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ جو اس صحیح اور صریح حدیث کا انکار کرے اس کو اسے نفس سے حیاء کرنی چاہیے رہا حضرت سیدنا حمزہ پر ستر مرتبہ نماز جنازہ پڑھنے پر حافظ ابن حجر، یہ اعتراض، یہ حدیث صحیح سے اس کے علاوہ متعدد جوابات ذکر کیے ہیں:

حافظ ابن حجر کے اعتراض کے جوابات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد یعنی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے جنازہ کی ستر نماز پڑھانے کی حدیث اس سند سے

از یزید بن ابی زیاد از مقسم از حضرت ابن عباس۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۳، سنن ابی داؤد: ۲۸۱۲، المعجم الکبیر: ۲۰۰۵، المستدرک ج ۳ ص ۱۹۸، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۲)

یزید بن ابی زیاد ان رجال میں سے ہیں جن کے ضعف کے باوجود ان کی حدیث لکھی جاتی ہے امام مسلم اور اصحاب السنن (امام ابوداؤد، امام ترمذی اور امام ابن ماجہ) نے ان کی حدیث ایت کر کے امام ابوداؤد نے کہا: میں ایسے کسی شخص کو نہیں لکھتا۔ امام بخاری نے ان کی حدیث کو ترک کیا ہو۔ (مدقہ القاری ج ۸ ص ۲۲۲)

میں کہتا ہوں کہ یہ غلطی متوفی ۲۲۰ھ سے ان سے تعلق کر رہی ہے:

العجلی نے کہا: یہ جائز الحدیث ہیں اپنے بھائی یزید سے ان کا حافظہ زیادہ قوی تھا جریر نے کہا: عطاء بن السائب سے ان کا حافظہ زیادہ اچھا تھا۔

عبداللہ بن المبارک نے کہا: یہ کیا خوب کریم تھے۔

ابو عبیدہ الآجری نے امام ابوداؤد سے روایت کی ہے کہ میرے علم میں کسی نے ان کی حدیث کو ترک نہیں کیا۔

امام بخاری نے اپنی صحیح (بخاری) کی ”کتاب اللباس“ میں یزید بن ابی زیاد سے القسیہ کے متعلق روایت ذکر کی ہے اور اپنی

کتاب ”رفع الیدین“ اور ”الادب المفرد“ میں ان سے روایت کی ہے اور امام مسلم نے بھی ان سے روایت کی ہے۔

(تہذیب الکمال ج ۲۰ ص ۳۱۷-۳۱۶، دار الفکر بیروت ۱۳۱۳ھ)

نماز سے مراد یہ ہے کہ آپ نے ان کے لیے دعا کی تھی اور استغفار کیا تھا اور اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ شہید کی نماز جنازہ نہ پڑھنے کا حکم منسوخ ہو گیا، پھر امام شافعی کا اس مسئلہ میں اختلاف استحباب میں ہے یعنی ان کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ شہید کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے اور فقہاء حنبلیہ سے بھی اسی طرح منقول ہے، الماوردی نے امام احمد نے نقل کیا ہے کہ شہید پر نماز جنازہ پڑھنا عمدہ ہے اور اگر نماز نہ پڑھیں تب بھی کافی ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۷۸۰، دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر کے اعتراضات کے علامہ عینی کی طرف سے جوابات

حضرت جابر کی حدیث: ۱۳۴۳ میں شہید کی نماز جنازہ پڑھنے کی نفی ہے اور حضرت عقبہ کی حدیث: ۱۳۴۴ میں شہید کی نماز جنازہ پڑھنے کا اثبات ہے۔

حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی نے حسب ذیل وجوہ سے حضرت عقبہ کی حدیث کو حضرت جابر کی حدیث پر ترجیح دی ہے:

(۱) حضرت جابر کی حدیث میں نفی ہے اور حضرت عقبہ کی حدیث میں اثبات ہے اور اثبات کی حدیث نفی کی حدیث پر راجح ہوتی ہے۔

(۲) حضرت جابر اپنے والد اور اپنے چچا کی تجہیز و تکفین کے کاموں میں مشغول تھے اور اس سلسلے میں مدینہ بھی گئے تھے، پھر جب انہوں نے یہ اعلان سنا کہ شہداء کو وہیں دفن کیا جائے جہاں ان کی لاشیں گری ہیں تو انہوں نے ان کی تدفین میں جدی کی اس سے معلوم ہوا کہ وہ شہداء کی تدفین کے وقت حاضر نہیں تھے، وہ یسأل اللہ میں یہ حدیث مذکور ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھی، پھر دیگر شہداء کو لایا گیا اور ان کو حضرت حمزہ کے پہلو میں رکھ دیا گیا تو آپ نے ان سب کی نماز جنازہ پڑھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۴۹۶، مجلس علمی بیروت، المستدرک ج ۳ ص ۱۹۹)

(۳) ہمارے اصحاب نے جن روایات میں شہید کی نماز جنازہ مستحب الکیا ہے ان کی تعداد شہید پر نماز کی نفی کی روایات سے بہت زیادہ ہے۔

(۴) فوت شدہ مسلمانوں کی نماز جنازہ پڑھنا دین میں اصل ہے اور فرض کفایہ ہے اور یہ کسی کے فعل کے تعارض کی وجہ سے ساقط نہیں ہوگی۔

(۵) اگر کسی کی نماز جنازہ پڑھی جائے تو نماز جنازہ اس دن فرمادیتے جس طرح آپ نے شہید کو غسل دینے سے منع فرما دیا۔

(۶) بر تقدیر تنزل، ہم یہ کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ غزوہ احد کے دن آپ نے شہداء کی نماز نہ پڑھی ہو اور دیگر صحابہ نے پڑھی ہو۔

(۷) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے اس دن شہداء احد کی نماز نہ پڑھی ہو کیونکہ آپ کا چہرہ مبارک زخمی اور خون آلود تھا اور آپ کو حضرت حمزہ کی شہادت کا بہت رنج تھا اور کسی اور دن آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی ہو، جیسا کہ صحیح البخاری: ۴۰۴۳ میں تصریح ہے کہ آپ نے آٹھ سال بعد شہداء احد کی نماز جنازہ پڑھی۔

(۸) یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے شہداء احد کے علاوہ دوسرے شہداء کی نماز جنازہ پڑھی ہے، کیونکہ آپ نے حضرت جعفر، حضرت زید بن حارثہ اور حضرت عبد اللہ بن رواحہ کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی ہے۔ (کتاب المغازی للواقفی ج ۲ ص ۲۱۱، البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۴۳۵، دار الفکر، مدنی قاری نے لکھا ہے: یہ غائبانہ نماز ان کی خصوصیت تھی، مرقات ج ۳ ص ۱۴۱، مکتبہ حقانیہ) نیز حضرت ابو بکر نے

حضرت عمرو بن العاص کی قیادت میں ایک لشکر فلسطین بھیجا وہاں ۱۳۰ مسلمان شہید ہوئے ان کی نماز جنازہ حضرت عمرو بن العاص نے پڑھائی۔ (نصب الراية ج ۲ ص ۳۱۹)

(۹) حافظ ابن حجر کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ حضرت عقبہ کی حدیث میں ”صلیٰ“ کا معنی ہے: آپ نے ان کے لیے دعا کی اور استغفار کیا، کیونکہ حضرت عقبہ نے فرمایا: آپ نے ان کی اس طرح نماز پڑھی جس طرح میت پر نماز پڑھی جاتی ہے۔

(۱۰) شہید کی نماز جنازہ پڑھنے میں زیادہ احتیاط ہے اور مخالفین کے نزدیک بھی اس کو ترک کرنا واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے اور پڑھنا جائز ہے اور شہید کی نماز جنازہ پڑھنے میں اجر کے حصول کی توقع ہے نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے نماز جنازہ پڑھی اس کو ایک قیراط اجر ملے گا۔ (صحیح البخاری: ۱۳۲۳) نبی ﷺ نے یہ حکم بالعموم دیا ہے اور اس میں شہید کا استثناء نہیں فرمایا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ شہید اس سے مستغنی ہے کہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے کیونکہ اس کی مغفرت کی بشارت ہوتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ خیر سے کوئی مستغنی نہیں ہوتا نابالغ بچے بھی مغفور ہیں اور ان کی نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کی نماز جنازہ پڑھی گئی اور سب کو چھوڑیں رسول اللہ ﷺ کی نماز جنازہ پڑھی گئی تو شہید نماز جنازہ سے کیسے مستغنی ہو سکتا ہے۔

حافظ ابن حجر نے یہ اعتراض کیا ہے کہ فقہاء احناف کے نزدیک دفن کے تین دن بعد قبر پر نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے تو دفن کے آٹھ سال بعد شہداء احد کی نماز جنازہ کیسے جائز ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ فقہاء احناف کا مذہب اس طرح نہیں ہے بلکہ جب تک یہ یقین نہ ہو کہ قبر میں میت کا جسم سلامت ہے اور پھولایا پھٹ نہیں ہے اس وقت تک قبر پر اس کی نماز پڑھنا جائز ہے اور شہداء کا جسم قبر میں خراب نہیں ہوتا بلکہ سلامت ہوتا ہے اسی وجہ سے نبی ﷺ نے آٹھ سال بعد ان کی قبروں پر نماز جنازہ پڑھی۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۲۲۵-۲۲۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کے دیگر فوائد

اس حدیث میں مذکور ہے: نبی ﷺ نے فرمایا: میں تمہارے حوض پر تین روہوں یعنی میں حوض پر تمہیں پانی پلانے کا انتظام کروں گا۔

آپ نے فرمایا: میں اب بھی اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں یعنی اس وقت میں آپ کے لیے حوض کو منکشف کر دیا گیا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حوض اب بھی حیاتِ موجودت اور اس میں نبی ﷺ کا کبرہ ہے کہ آپ نے دنیا میں حوض کو کھدوایا اور اس کی خبر دی۔ آپ نے فرمایا: اُن کے روئے زمین کے خزانوں کی چیزیں اس کی چوٹی پر آئیں گی یعنی آپ کے بعد آپ کی امت جن خزانوں کی مالک ہوگی اور یہ آپ کا دوسرا معجزہ ہے۔

آپ نے فرمایا: مجھے یہ خوف نہیں ہے کہ تم میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے اس کا معنی یہ ہے کہ مجھے یہ خوف نہیں ہے کہ تم مجموعی طور پر مشرک ہو جاؤ گے اگرچہ بعض مسلمان مشرک ہو گئے۔ العیاذ باللہ!

آپ نے فرمایا: مجھے تم سے یہ خوف ہے کہ تم دنیا میں رغبت کرو گے اسی طرح بعض مسلمان حسد اور بغض میں مبتلا ہوئے۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۲۲۷-۲۲۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

دو یا تین مردوں کو ایک

قبر میں دفن کرنا

۷۳۔ بَابُ دَفْنِ الرَّجُلَيْنِ

وَالثَّلَاثَةِ فِي قَبْرِ وَاحِدٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن سلیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الیث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے حدیث بیان کی از عبد الرحمن بن کعب کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے انہیں خبر دی کہ نبی ﷺ شہداء احد میں سے دو مردوں کو (ایک قبر میں) جمع کرتے تھے۔

۱۳۴۵ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ كَعْبٍ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلَى أُحُدٍ.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۳۴۳ میں گزر چکی ہے۔

جس کے نزدیک شہداء کو غسل دینا جائز نہیں ہے

۷۴ - بَابُ مَنْ لَمْ يَرِ غُسْلَ الشُّهَدَاءِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عبد الرحمن بن کعب از حضرت جابر رضی اللہ عنہما کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ان کو ان کے خونوں میں دفن کر دو یعنی غزوہ احد کے دن اور ان کو غسل دینا۔

۱۳۴۶ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ كَعْبٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَذْفَنُوهُمْ فِي دِمَائِهِمْ. يَعْنِي يَوْمَ أُحُدٍ وَلَمْ يَغْسِلْهُمْ.

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۳۴۳ میں گزر چکی ہے۔

جس کو لحد میں پہلے رکھا جائے

۷۵ - بَابُ مَنْ يُقَدَّمُ فِي اللَّحْدِ

اور "الملحد" کو لحد اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ ایک جانب (بغلی قبر) ہوتی ہے۔

وَسُمِّيَ اللَّحْدُ لِأَنَّهُ فِي نَاحِيَةٍ.

بعض لحد کو لحد اس لیے کہتے ہیں کہ اس کی ایک جانب بڑھ کر خود اجاتا ہے اور اس کے زعمے میں میت کو رکھ دیا جاتا ہے۔ اور ہر ظالم الحاد کرنے والا ہے۔

وَكُلُّ جَائِرٍ مُلْحِدٌ.

"الحاد" کا معنی ہے: ایک جانب سے عدول کے دور کی جانب کی طرف میلان کرنا اور ظالم بھی حق سے عدول کر کے باطل کی طرف میلان کرتا ہے۔

"ملتحد" کا معنی ہے: "معدلاً" (عدول کی جگہ)۔

(سُتَحَدَّاهُ ر. لکھنؤ: ۲۲) مَعْدِلًا

اس تعلق میں قرآن مجید کے اس لفظ کے معنی کی طرف اشارہ ہے:

اور میں اللہ کو چھوڑ کر کوئی پناہ کی جگہ نہیں پاتا

وَلَنْ أَجِدَ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحِدًا (الجن: ۲۲)

اور اگر قبر سیدھی ہوتی تو وہ ضریح ہوتی۔

وَلَوْ كَانَتْ مُسْتَقِيمًا كَانَتْ ضَرِيحًا.

یعنی اگر قبر میں ایک جانب گڑھا نہ ہو اور وہ بالکل سیدھی ہو تو اس کو شق اور ضریح کہا جاتا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن مقاتل نے حدیث

۱۳۴۷ - حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی انہوں نے کہا:

قَالَ أَخْبَرَنَا لَيْثُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ

ہمیں لیث بن سعد نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب نے

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ كَعْبٍ بْنِ مَالِكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ

حدیث بیان کی از عبد الرحمن بن کعب بن مالک از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ شہداء احد میں سے دوسروں کو ایک کپڑے میں جمع کرتے تھے پھر پوچھتے تھے کہ ان میں سے کس کو زیادہ قرآن یاد ہے؟ پس جب ان میں سے کسی ایک کی طرف اشارہ کیا جاتا تو اس کو کھد میں پہلے رکھا جاتا اور آپ نے فرمایا: میں ان پر گواہ ہوں اور ان کو ان کے خونوں میں دفن کرنے کا حکم دیا اور ان میں سے کسی کی نماز نہیں پڑھی اور نہ ان کو غسل دیا۔

عَبْدُ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلَى أَحَدٍ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ ثُمَّ يَقُولُ إِنَّهُمْ أَكْثَرُ أَخَذًا لِقُرْآنٍ؟ فَإِذَا أُشِيرَ لَهُ إِلَى أَحَدِهِمَا قَدَّمَهُ فِي اللَّحْدِ وَقَالَ أَنَا شَهِيدٌ عَلَى هَؤُلَاءِ وَأَمَرَ بِدَفْنِهِمْ بِدِمَائِهِمْ وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ وَلَمْ يُغْتَسِلْهُمْ.

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۳۴۳ میں گزر چکی ہے۔

ابن المبارک نے کہا: اور ہمیں الاوزاعی نے خبر دی از الزہری از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ ﷺ شہداء احد کے متعلق پوچھتے کہ ان میں سے کس کو زیادہ قرآن یاد ہے؟ پس جب کسی کی طرف اشارہ کیا جاتا تو آپ اس کو اس کے ساتھی سے پہلے کھد میں رکھتے۔ حضرت جابر نے کہا: پس میرے والد اور میرے چچا کو ایک چادر میں کفن دیا گیا اور سلیمان بن کثیر نے کہا: مجھے الزہری نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے اس شخص نے حدیث بیان کی جس نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا تھا۔

۱۳۴۸ - قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ وَأَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لِقَتْلَى أَحَدٍ أَيْ هَؤُلَاءِ أَكْثَرُ أَخَذًا بِنَاءً إِنْ فَإِذَا أُشِيرَ لَهُ إِلَى رَجُلٍ قَدَّمَهُ فِي اللَّحْدِ قَبْلَ صَاحِبِهِ. وَقَالَ جَابِرٌ فَكُفِّنَ أَبِي وَعَمِّي فِي نَمْرَةٍ وَاحِدَةٍ. وَقَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيرٍ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ حَدَّثَنِي مَنْ سَمِعَ جَابِرًا رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ.

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۳۴۳ میں گزر چکی ہے۔

قبر میں اذخر اور الحشیش (گھاس) کو رکھنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبد اللہ بن حشیش نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی از عمرہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: اللہ عز وجل نے مکہ کو حرم بنا دیا پس مجھ سے پہلے کسی کے لیے اس میں (قال) جائز نہ تھا نہ میرے بعد جائز ہے میرے لیے دن کی ایک ساعت میں اس کو حلال کیا گیا اس کی گھاس کاٹی جائے نہ اس کا درخت کاٹا جائے اور نہ وہاں کے جانور (شکار) کو بھگایا جائے اور نہ وہاں کی پڑی ہوئی چیز اٹھائی جائے ماسوا اعلان کرنے والے کے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: سوائے اذخر (گھاس) کے کیونکہ

۷۶ - بَابُ الْأَذْخِرِ وَالْحَشِيشِ فِي الْقَبْرِ ۱۳۴۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَرْشَبٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ خَالِدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَرَّمَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ مَكَّةَ فَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي وَلَا لِأَحَدٍ بَعْدِي أُجِلَّتْ لِي سَاعَةٌ مِنْ نَهَارٍ لَا يُخْتَلَى خَلَاهَا وَلَا يُعْصَدُ شَجَرُهَا وَلَا يُنْفَرُ صِيدُهَا وَلَا تُلْقَطُ لُقُطَتُهَا إِلَّا لِمُعَرِّفٍ. فَقَالَ الْعَبَّاسُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ إِلَّا الْأَذْخِرَ لِمَا غَنَيْنَا وَقُبُورِنَا؟ فَقَالَ إِلَّا الْأَذْخِرَ. وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقُبُورِنَا وَبُيُوتِنَا. وَقَالَ

ابان بن صالح عن الحسن بن مسلم عن صفیۃ بنت شیبۃ سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم مثله . وقال مجاهد عن طاووس عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما لقیینہم وبنوینہم .

[اطراف الحدیث: ۱۵۸۷-۱۸۳۳-۱۸۳۳-۲۰۹۰-۲۳۳۳]

[۲۴۸۳-۲۸۲۵-۳۰۷۷-۳۱۸۹-۳۳۱۳]

وہ ہمارے سناروں کے کام آتی ہے اور ہماری قبروں میں رکھی جاتی ہے تو آپ نے فرمایا: سوائے اذخر کے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ہماری قبروں اور ہمارے گھروں کے لیے اور ابان بن صالح نے کہا از الحسن بن مسلم از صفیہ بنت شیبہ روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ سے اس کی مثل سنی ہے اور مجاہد نے کہا از طاووس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما: ان کے لوہاروں کے لیے اور ان کے گھروں کے لیے۔

(سنن ابوداؤد: ۲۰۱۸-۲۳۸۰، سنن ترمذی: ۱۵۹۰، سنن نسائی: ۳۱۸۱-۲۸۷۵-۲۸۷۳، سنن ابن ماجہ: ۳۰۱۹، الادب المفرد: ۸۱۳، المعجم

الکبیر: ۱۲۶۲۱، صحیح ابن حبان: ۳۶۷۸، مسند احمد ج ۱ ص ۲۵۹، طبع قدیم مسند احمد: ۲۳۵۳، ج ۳ ص ۱۸۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ۳۱۲۱)

اس حدیث کے رجال کا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔

حضرت ابراہیم کا مکہ کو حرم بنانا اور نبی ﷺ کا مدینہ کو حرم بنانا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد یعنی متوفی ۷۷۵ھ سے:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مکہ حرم ہے یعنی جو کام دوسرے شہروں میں حلال ہے وہ مکہ میں حرام ہے۔ حدیث میں ہے:

حضرت زید بن عاصم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک حضرت ابراہیم نے مکہ کو حرم بنایا اور وہاں کے رہنے والوں کے لیے دعا کی اور میں نے مدینہ کو حرم بنایا جیسے حضرت ابراہیم نے مکہ کو حرم بنایا تھا۔ الحدیث

(صحیح البخاری: ۲۱۲۹، صحیح مسلم: ۱۳۶۰)

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ کو حرم بنایا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کی تبلیغ اور اشاعت کی اکثر علماء نے یہ کہا ہے کہ مکہ شروع سے حرم تھا، لیکن اس کی تحریم مخفی تھی، پس حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کی تحریم کو ظاہر فرمایا۔

مکہ میں جو پودے از خود پیدا ہوتے ہیں ان کو کاشا حرام سے اور جن بہن یوں کو لوگ کاشت کرتے ہیں ان کا کاشا جائز سے نیز اس حدیث سے معلوم ہے کہ مکہ کی قبروں میں تدفین کرنا جائز ہے اور رح سناروں کے لیے بھی یہ کو استیذان کرنا جائز ہے۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۲۳۵-۲۳۳، دار الکتب العلمیہ بیروت: ۱۳۲۱ھ)

کیا کسی سبب سے میت کو قبر

اور لحد سے نکالا جائے گا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی عمرو نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ عبد اللہ بن ابی کی تدفین کے بعد رسول اللہ ﷺ اس کے پاس گئے پھر آپ کے حکم سے اس کو قبر سے نکالا گیا آپ نے اس کو اپنے گھٹنوں

۷۷۔ بَابُ هَلْ يُخْرَجُ الْمَيِّتُ

مِنَ الْقَبْرِ وَاللَّحْدِ لِعِلَّةٍ؟

۱۳۵۰۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ أَتَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي بَعْدَ مَا أُدْخِلَ حُفْرَتَهُ فَأَمَرَهُ بِهَ فَخَرَجَ فَوَضَعَهُ عَلَى رُكْبَتَيْهِ وَنَفَثَ عَلَيْهِ مِنْ رِيقِهِ

پر رکھا اور اس پر اپنا لعاب دہن ڈالا اور اس کو اپنی قمیص پہنائی، پس اللہ ہی زیادہ جاننے والا ہے، ابن ابی نے حضرت عباس کو قمیص پہنائی تھی (جب غزوہ بدر میں حضرت عباس کو کسی کی قمیص پوری نہیں آ رہی تھی) سفیان نے کہا: اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے اوپر دو قمیصیں تھیں، تو عبد اللہ کے بیٹے نے کہا: یا رسول اللہ! میرے باپ کو وہ قمیص پہنچائیں جو آپ کے جسم کے ساتھ ملی ہوئی ہے، سفیان نے کہا: مسلمانوں کا یہ گمان تھا کہ نبی ﷺ نے عبد اللہ کو اس لیے قمیص پہنائی کہ اس نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو جو قمیص پہنائی تھی اس کا بدلہ ہو جائے۔

وَالْبَسَهُ قَمِيصَهُ، قَالَ لَّهُ اَعْلَمُ، وَكَانَ كَمَا عَبَّاسًا قَمِيصًا. قَالَ سُفْيَانُ وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ وَكَانَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَمِيصَانِ، فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّادٍ اللَّهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَلَيْسَ أَبِي قَمِيصَكَ الَّذِي يَلِي جِلْدَكَ. قَالَ سُفْيَانُ فَيَرَوْنَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلْبَسَ عَبْدَ اللَّهِ قَمِيصَهُ، مُكَافَاةً لِمَا صَنَعَ.

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۲۷۰ میں گزر چکی ہے۔

باب کے عنوان سے اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ عبد اللہ بن ابی کی تدفین کے بعد اس کو قمیص پہنانے اور لعاب دہن عطا فرمانے کے لیے قبر سے نکالا گیا۔

مام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدود نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں بشر بن المفضل نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں حسین المعلم نے حدیث بیان کی از عطاء از حضرت جابر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب غزوہ احد پیش آیا تو میرے والد نے رات کو بیا اور کہا: میرا یہی گمان ہے کہ نبی ﷺ کے اصحاب میں سے ہر شہید ہوں گے، میں ان میں سب سے پہلے شہید ہو جاؤں گا اور میں جن کو چھوڑ کر جاؤں گا ان میں رسول اللہ ﷺ کے بعد مجھے سب سے زیادہ عزیز تم ہو، پس مجھے قرض ہے سو تم میرا قرض ادا کرنا اور تم اپنی بہنوں کے ساتھ ایک سو گنا پھر صبح ہوئی تو وہ سب سے پہلے شہید تھے، دوران کے ساتھ ایک اور شخص کو بھی قبر میں دفن کیا گیا، پھر میرا دل اس سے خوش نہیں ہوا کہ میں ان کو دوسرے شخص کے ساتھ رکھوں، پس میں نے چھ مہینے بعد ان کو اس قبر سے نکال لیا، پس وہ اسی طرح تھے جیسے اس وقت ان کو رکھا تھا، البتہ کان تھوڑا سا متغیر ہوا تھا۔

۱۳۵۱ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا بَشَرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ الْمُعَلِّمُ عَنْ عَطَاءِ بْنِ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ لَمَّا حَضَرَ أَحَدٌ دَعَانِي أَبِي مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ مَا أَرَى إِلَّا مَقْتُولًا فِي أَوَّلِ مَنْ يُقْتَلُ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِنِّي لَا أَتْرُكُ بَعْدِي غَزَاً شَأْنِي بِشَيْءٍ غَيْرِ نَفْسِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنَّ عَلَى دِينِنَا، فَتَنِينَ، وَاسْتَوْصِ بِأَخَوَاتِكَ خَيْرًا. فَصَبَحْنَا فَكَانَ أَوَّلَ قَتِيلٍ، وَدُفِنَ مَعَهُ آخَرُ بَنِي قَبْرِ ثُمَّ نَهَى نَفْسِي أَنْ أَتْرُكَهُ مَعَ، لِأَخَرٍ، فَاسْتَحْرَجْتُهُ بَعْدَ بَيْتَةِ أَشْهَرٍ، فَإِذَا هُوَ كَيَوْمٍ وَضَعْتُهُ هَبْيَةً، غَيْرَ أَذْنِهِ.

[طرف الحدیث: ۱۳۵۲] (سنن نسائی: ۲۰۲۰)

شہداء کے اجسام کو زمین نہیں کھاتی

امام مالک نے یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت عمرو بن الجوح اور حضرت عبد اللہ بن عمرو انصاری سلمیٰ، ان دونوں کی قبروں کو سیلاب نے کھود ڈالا اور ان دونوں کی قبریں سیلاب کے قریب تھیں اور وہ دونوں ایک قبر میں تھے اور وہ دونوں غزوہ احد میں شہید

ہوئے تھے پس ان کی قبروں کو کھودا گیا تاکہ انہیں دوسری جگہ منتقل کیا جائے پس ان دونوں میں کوئی تغیر نہیں ہوا تھا اور گویا کہ وہ دونوں کل فوت ہوئے تھے ان میں سے ایک کے زخم تھا اور اس کا ہاتھ اس کے زخم کے اوپر تھا جس وقت اس کو دفن کیا گیا تو وہ اسی طرح تھا اس کا ہاتھ اس کے زخم سے ہٹا کر پھر چھوڑا گیا تو پھر وہ لوٹ کر اپنی جگہ آ گیا غزوہ اُحد اور اس کی کھدائی کے دن کے درمیان چھیا لیس سال کا عرصہ تھا۔ (موطأ امام مالک: ۱۰۴۴۔ کتاب الجہاد۔ باب: ۲۱ دار المعرفۃ بیروت)

علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت عمرو بن جموح کا ذکر ہے یہ حضرت جابر کے والد کے دوست اور بہنوئی تھے حضرت جابر ان کو تعظیماً چچا کہتے تھے موطأ امام مالک کی اس حدیث میں ہے کہ ان کو چھیا لیس سال کے بعد ان کی قبر سے منتقل کیا گیا اور صحیح بخاری: ۱۳۵۱ میں ہے چھ ماہ بعد حضرت جابر نے اس قبر سے اپنے والد کو نکال لیا تھا۔

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ حافظ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ یہ دو مختلف واقعات ہیں ہو سکتا ہے کہ پہلے حضرت جابر نے اپنے والد کو چھ ماہ بعد قبر سے نکالا ہو اور بعد میں چھیا لیس سال بعد نکالا ہو لیکن علامہ عینی نے کہا ہے کہ حافظ ابن عبد البر کی یہ توجیہ صحیح نہیں ہے صحیح جواب یہ ہے کہ موطأ امام مالک کی حدیث بلاغات میں سے ہے اور یہ حدیث منقطع ہے اور امام بخاری کی حدیث متصل ہے اس لیے وہ رائج ہے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۲۴۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابو عمر ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ زمین شہداء کے اجسام کو نہیں کھاتی ہو سکتا ہے۔ یہ کہہ چکے ہیں کہ یہ شہداء اُحد کی خصوصیت ہے مگر ایسے آثار بھی ثابت ہیں جو اس پر دلالت کرتے ہیں کہ شہداء اُحد کے علاوہ دوسرے شہداء کے اجسام کو بھی زمین نہیں کھاتی اور اس کا مشاہدہ بھی کیا گیا ہے۔ (الاسد کار ج ۱۳ ص ۳۴۴ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴۱۳ھ)

م. بخاری۔ بت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث

۱۳۵۲ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن عامر نے حدیث بیان کی از

سَعِيدُ بْنُ عَامِرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ

شعبہ از ابن ابی شیح از عطاء از حضرت جابر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں

عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ دُفِنَ مَعَ

کہ میرے والد کے ساتھ ایک شخص کو دفن کیا گیا پس میرا دل اس

أَبَى رَجُلٍ فَلَمْ تَطْبُ نَفْسِي حَتَّى أَخْرَجْتُهُ فَحَعَلْتُهُ

سے خوش نہیں ہوا حتیٰ کہ میں نے اپنے والد کو نکال لیا پس میں

فِي قَبْرِ عَلِيٍّ حَدَّثَ

نے ان کو الگ قبر میں رکھا۔

اس حدیث کی شرح صحیح بخاری: ۱۳۵۱ میں گزر چکی ہے۔

قبر کو لحد اور شق کی صورت میں بنانا

۷۸ - بَابُ اللَّحْدِ وَالشَّقِّ فِي الْقَبْرِ

لحد کا معنی ہے: بغلی قبر اور شق کا معنی ہے: ضریح یعنی جو سیدھی قبر ہو اور قبر کی ایک جانب گڑھا نہ ہو حدیث میں شق کا ذکر

نہیں ہے اور اس عنوان کی حدیث کے ایک جز کے ساتھ مطابقت ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث

۱۳۵۳ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی انہوں نے کہا:

أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ شَهَابٍ عَنْ

ہمیں الیث بن سعد نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب نے

عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ كَعْبٍ عَنْ مَالِكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ

اللّٰهُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلَى أَحَدٍ ثُمَّ يَقُولُ أَيُّهُمَا أَكْثَرُ أَخْذَاً لِلْقُرْآنِ؟ فَإِذَا أُشِيرَ لَهُ إِلَى أَحَدِهِمَا قَدَّمَ فِي اللَّحْدِ فَقَالَ أَنَا شَهِيدٌ عَلَى هَؤُلَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. فَأَمَرَ بِدَفْنِهِمْ بِدِمَائِهِمْ وَلَمْ يُغَسِّلَهُمْ.

حدیث بیان کی از عبد الرحمان بن کعب بن مالک از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ شہداءِ احد میں سے دو مردوں کو ایک قبر میں جمع کرتے تھے پھر آپ فرماتے: ان میں سے کس کو قرآن زیادہ یاد ہے؟ پس جب ان میں سے کسی ایک کی طرف اشارہ کیا جاتا تو آپ اس کو پہلے لحد میں رکھتے پھر فرماتے: میں قیامت کے دن ان لوگوں کا گواہ ہوں گا پھر آپ نے حکم دیا کہ ان لوگوں کو ان کے خونوں کے ساتھ دفن کر دیا جائے اور ان کو غسل نہیں دیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۳۴۳ میں گزر چکی ہے۔

۷۹۔ بَابُ إِذَا أَسْلَمَ الصَّبِيُّ فَمَاتَ، هَلْ يُصَلِّي عَلَيْهِ، وَهَلْ يُعْرَضُ عَلَى الصَّبِيِّ الْإِسْرَارُ؟

جب بچہ اسلام لے آئے پس فوت ہو جائے تو کیا اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی؟ اور کیا بچہ کے اوپر اسرار کو پیش کیا جائے گا؟

امام بخاری نے اس باب میں دو عنوان قائم کیے ہیں پہلا: باب ۷۹۔ جب بچہ فوت ہو جائے اور بالغ ہونے سے پہلے فوت ہو جائے تو آیا اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں۔

اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جو بچہ اسلام میں پیدا ہوا اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی کیونکہ وہ اپنے ماں باپ کے دین پر ہے۔ دوسرا عنوان ہے: باب ۸۰۔ کیا بچہ بر اسلام نہیں آئے؟

مشرکین کی اولاد کی نماز جنازہ پڑھنے میں مذاہب کا یہ ہے

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

المدونہ میں مذکور ہے کہ اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی سوا اس صورت کے کہ اس کا صاحب عقل ہونا معروف ہو اور وہ اسلام کو قبول کرے۔ اور یہ امام مالک کا مشہور مذہب ہے۔ اور امام شافعی کی شرح میں مذکور ہے کہ جب کوئی بچہ قید کر جائے اور اس کے ساتھ اس کے ماں باپ میں سے کسی ایک کا پھر ہو تو اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔ حتیٰ کہ وہ شہید ہو جائے۔ حالانکہ میں اسلام کو قبول کرے یا اس کے ماں باپ میں سے کوئی اسلام لے آئے اور امام شافعی کے نزدیک اس کو مسلمان قرار دیا جائے گا اور بچہ ماں باپ کے اچھے دین کے تابع ہوتا ہے اور المغنی میں مذکور ہے کہ مشرکین کی اولاد کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی سوائے اس صورت کے کہ اس کے ماں باپ میں سے کوئی ایک مسلمان ہو جائے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۲۴۳ ملخصاً)

امام بخاری نے دوسرا عنوان یہ قائم کیا ہے کہ کیا بچے پر اسلام پیش کیا جائے گا اور اگر بچہ بلوغت کے قریب ہو تو اس پر اسلام کو پیش کرنا صحیح ہے امام ابو حنیفہ اور امام مالک کا یہی مذہب ہے اور امام شافعی کا اس میں اختلاف ہے۔

وَقَالَ الْحَسَنُ، وَشُرَيْحٌ، وَابْرَاهِيمُ، وَقَتَادَةُ إِذَا أَسْلَمَ أَحَدُهُمَا فَالْوَلَدُ مَعَ الْمُسْلِمِ.

اور حسن بصری اور شریح اور ابراہیم اور قتادہ نے یہ کہا ہے کہ جب ماں باپ میں سے کوئی ایک مسلمان ہو جائے تو بچہ مسلمان

کے ساتھ ہوگا۔

یہ تعلق امام بخاری کے دوسرے عنوان کے موافق ہے 'حسن بصری اور قاضی شریح کا قول سنن بیہقی میں مذکور ہے اور ابراہیم اور قتادہ کا قول مصنف عبدالرزاق میں مذکور ہے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۲۳۳)

وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا مَعَ
أُمِّهِ مِنَ الْمُسْتَضْعِفِينَ وَلَمْ يَكُنْ مَعَ أَبِيهِ عَلَى دِينِ قَوْمِهِ.
اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھے اور اپنی قوم کے دین پر اپنے باپ کے ساتھ نہیں تھے۔

اس تعلق کی اصل عنقریب صحیح البخاری: ۱۳۵۷ میں آ رہی ہے۔

اس تعلق میں "المستضعفين" (ضعیف لوگوں) سے مراد وہ ہیں جن کا ذکر اس آیت میں ہے:

إِلَّا الْمُسْتَضْعِفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ
لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا (النساء: ۹۸)
مگر جو مرد عورتیں اور بچے واقعی بے بس ہوں ہجرت کرنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں نہ وہ کسی تدبیر پر عمل کرنے کی طاقت رکھتے ہوں اور نہ انہیں کسی راستہ کا علم ہو (ان پر ہجرت فرض نہیں ہے)

○ ہے

اس آیت میں ان مردوں عموماً اور بچوں کو ہجرت سے روک دینے کا بیان ہے۔ اس آیت کے مسائل سے محروم ہوں اور راستہ سے بھی بے خبر ہوں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں اور ابن مال مستضعفین میں سے تھے میں بچوں میں سے تھا اور میری ماں عورتوں میں سے تھیں یہ وہ لوگ تھے جو مکہ میں اسلام لائے تھے اور مشرکین نے ان کو ہجرت کرنے سے روک دیا تھا پس وہ بہت ضعیف تھے اور مشرکین کی شدید اذیت کو برداشت کرتے تھے اور حضرت ابن عباس اپنے والد کے ساتھ نہ تھے کیونکہ وہ اس وقت اپنی قوم کے مشرکین کے دین پر تھے یہ وہ بخاری: ۱۳۵۷ میں ہے کہ یہ آیت پر مبنی ہے کہ حضرت عباس غزوہ بدر کے بعد اسلام لائے تھے اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام ابن عباس کی ہجرت سے پہلے اسلام لائے تھے اور کسی مصلحت کی وجہ سے نبی ﷺ کے حکم سے مکہ میں ٹھہرے رہے تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی سند میں الکی ہے اور وہ متروک ہے نیز یہ روایت اس وجہ سے بھی مسترد کی گئی ہے کہ حضرت عباس بدر میں قید کیے گئے تھے اور انہوں نے اہنافہ یہ دیا تھا جیسا کہ ان شاء اللہ عنقریب آتے ہیں۔ نیز اس روایت سے اس آیت سے جو "المستضعفين" سے متعلق نازل ہوئی ہے کہ یہ آیت غزوہ بدر کے بعد نازل ہوئی ہے حضرت عباس بدر میں قید کیے گئے تھے اور اس کے بعد اسلام لائے تھے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۲۳۳)

وَقَالَ الْإِسْلَامُ يَغْلُو وَلَا يَغْلَى.
اور آپ نے فرمایا: اسلام غالب رہتا ہے اور مغلوب نہیں ہوتا۔

ہوتا۔

اس تعلق کی اصل درج ذیل حدیث میں ہے:

عائذ بن عمر المزنی بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اسلام غالب رہتا ہے مغلوب نہیں ہوتا۔

(سنن دارقطنی: ۳۵۶۳- ج ۳ ص ۱۸۱ دارالعرفان بیروت: ۱۴۲۲ھ)

۱۳۵۴ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ عَنْ
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان

يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ عُمَرَ انْطَلَقَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَهْطٍ قَبْلَ ابْنِ صَيَّادٍ حَتَّى وَجَدُوهُ يَلْعَبُ مَعَ الصَّبِيَّانِ عِنْدَ أُطَمِ بَنِي مَغَالَةَ وَقَدْ قَارَبَ ابْنُ صَيَّادٍ الْحُلْمَ فَلَمْ يَشْعُرْ حَتَّى ضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ ثُمَّ قَالَ لِابْنِ صَيَّادٍ تَشْهَدُ آتِي رَسُولُ اللَّهِ؟ فَنَظَرَ إِلَيْهِ ابْنُ صَيَّادٍ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ الْأَمِّيِّينَ. فَقَالَ ابْنُ صَيَّادٍ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَشْهَدُ آتِي رَسُولُ اللَّهِ؟ فَرَفَضَهُ وَقَالَ أَمَنْتُ بِاللَّهِ وَبِرَسُولِهِ. فَقَالَ لَهُ مَاذَا تَرَى؟ فَقَالَ ابْنُ صَيَّادٍ يَا نَبِيَّ صَادِقٍ وَكَاذِبٍ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُلِطَ عَلَيْكَ الْأَمْرُ. ثُمَّ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي قَدْ خَبَأْتُ لَكَ خَبِيئًا. فَقَالَ ابْنُ صَيَّادٍ هُوَ الدُّخُّ. فَقَالَ إِخْسًا فَلَنْ تَعْدُوَ قَدْرَكَ. فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ دَعْوِي يَا رَسُولَ اللَّهِ أَضْرِبْ عُنُقَهُ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ يَكُنْهُ فَلَنْ تُسَلِّطَ عَلَيْهِ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فَأَنْتَ خَيْرٌ لَكَ فِي قَتْلِهِ. [أطراف الحديث: ۳۰۵۵-۶۱۴۳-۶۱۸۸]

کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی از یونس از الزہری انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبد اللہ نے خبر دی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور چند مسلمان نبی ﷺ کے ساتھ ابن صیاد کی طرف گئے حتیٰ کہ اس کو اس حال میں دیکھا کہ وہ بچوں کے ساتھ بنی مغالہ کے مکانوں کے پاس کھیل رہا تھا اور اس وقت ابن صیاد بلوغت کے قریب تھا اس کو پتا نہیں چلا حتیٰ کہ نبی ﷺ نے اس پر اپنا ہاتھ مارا پھر آپ نے ابن صیاد سے فرمایا: کیا تم شہادت دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ ابن صیاد نے آپ کی طرف دیکھا پھر کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ امتین (ان پڑھ لوگوں) کے رسول ہیں پھر ابن صیاد نے نبی ﷺ سے کہا: کیا آپ گواہی دیتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ پس نبی ﷺ نے اس کو چھوڑ دیا اور فرمایا: میں اللہ پر ایمان لاتا ہوں اور اس کے تمام رسولوں پر آپ نے اس سے پوچھا: تم کیا دیکھتے ہو؟ ابن صیاد نے کہا: میرے پاس صادق اور کاذب (خبریں) آتی ہیں تب نبی ﷺ نے فرمایا: تم پر معاملہ مشتبہ ہو گیا ہے پھر نبی ﷺ نے اس سے فرمایا: میں نے تمہارے لیے ایک بات چھپائی ہے (جدا وہ کیا ہے) ابن صیاد نے کہا: وہ الدخ ہے آپ نے فرمایا: دل ہو جا! تو اپنی حد سے تجاوز نہیں کر سکتا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیں میں اس کی گردن کاٹ دوں! پس نبی ﷺ نے فرمایا: اگر یہ وہی ہے (یعنی دجال) تو میں اس پر مسلط نہیں ہوں اور اگر یہ وہ نہیں ہے تو یہ اس کو قتل کرنے میں تمہارے لیے کوئی خیر نہیں ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۹۳۰، الرقم المسلسل: ۷۲۲۱، سنن ابوداؤد: ۴۳۳۱، سنن ترمذی: ۲۲۳۵، مصنف عبد الرزاق: ۲۰۸۱۷، صحیح ابن حبان: ۶۷۸۵، الادب المفرد: ۹۵۸، شرح السنن: ۴۲۷۰، المعجم الکبیر: ۱۳۱۳۸-۱۳۱۳۶، مسند احمد ج ۲ ص ۱۳۸، طبع قدیم، مسند احمد: ۶۳۶۰، ج ۱۰ ص ۳۲۹-۳۲۸، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ۳۶۳، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبدان: یہ عبد اللہ بن عثمان کا لقب ہے (۲) عبد اللہ بن المبارک (۳) یونس بن یزید (۴) محمد بن مسلم الزہری (۵) سالم بن عبد اللہ بن عمر (۶) حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۲۲۵)

مشکل الفاظ کے معانی اور ابن صیاد کے دعویٰ نبوت کا بطلان

اس حدیث میں ”رھط“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: تین سے لے کر دس تک لوگ۔

اس حدیث میں ”ابن صیاد“ کا لفظ ہے یہ یہود سے تھا اور یہ بنو النجار کے خلفاء میں سے تھا۔

اس میں ”اطم“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: قلعہ کی طرح پتھر سے بنے ہوئے مضبوط مکان اس کی جمع ”اطام“ ہے۔

”بنو مغالہ“ مغالہ ایک عورت کا نام ہے جس کی طرف یہ لوگ منسوب تھے یہ عدی بن عمرو بن مالک بن النجار کی بیوی تھی۔

”الامیین“ جو لوگ امت العرب کی طرف منسوب ہوں یہ لوگ لکھتے پڑھتے نہیں تھے ایک قول یہ ہے کہ جو لوگ اپنی ماں سے

ولادت کے طریقہ پر ہوں اور لکھتے نہ ہوں ایک قول یہ ہے کہ جو لوگ ام القرئی کے رہنے والے ہوں۔

تم پر معاملہ مشتبہ ہو گیا ہے: تم پر جو جھوٹی باتیں القاء کی جاتی ہیں وہ تمہاری طرف شیطان القاء کرتا ہے۔

میں نے تمہارے لیے ایک بات چھپائی ہے: میں نے تمہیں آزمانے کے لیے یا تمہارے بطلان کو ظاہر کرنے کے لیے سورۃ

الدخان کی یہ آیت چھپائی ہے: ”يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ“ (الدخان: ۱۰) الداؤدی نے کہا: آپ کے ہاتھ میں سورۃ الدخان

لکھی ہوئی تھی۔ ابن قریظ نے کہا: ابن الصیاد اس آیت تک نہیں پہنچ سکا یا اس پر پورا لفظ ”الدخان“ منکشف نہیں ہو سکا اس لیے

اس نے کہا: وہ ”الدخ“ ہے۔ اس پر اعتراض ہے کہ نبی ﷺ نے اس آیت کو اپنے دل میں چھپایا تھا تو ابن صیاد کو ”دخ“ کا بھی

کیسے پتا چل گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے دل میں ”دخ“ سے بچا۔ میں نے یہ آیت چھپائی ہے تاکہ ان کو بھی

شرح صدر ہو جائے کہ ابن صیاد کو اس کا پتا نہیں چل رہا شیطان نے اس آیت میں سے ”دخ“ کا لفظ سن لیا اور وہ ابن صیاد کو بتا دیا تو

ابن صیاد نے کہا: آپ نے ”الدخ“ کو چھپایا ہے اور جب وہ آپ کے دل کی بات پر مطلع نہ ہو سکا تو اس کو اپنی نبوت کا جو زعم تھا وہ

باطل ہو گیا اس لیے آپ نے فرمایا: دفعہ دجا! تو اپنی حد سے تجاوز نہیں کر سکتا۔

نعمۃ القادی ج ۸ ص ۲۳۶-۲۳۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ

ابن صیاد کے دجال ہونے یا نہ ہونے کے مستحق ہونے کے احوال اور ان کے دلائل

علامہ یحییٰ بن شرف النووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ دجال ابن صیاد ہے یا نہ ہے۔ بعض علماء کا یہ خیال ہے کہ ابن صیاد ہی دجال ہے ان کی دلیل یہ

حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے لیا کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے ہم پہ پہلے ان کے پاس سے گزرے جن میں

ابن صیاد بھی تھا بچے بھاگ گئے اور ابن صیاد بیٹھا رسول اللہ ﷺ نے اس کو ناپسند کیا پس نبی ﷺ نے اس سے فرمایا: تیرے

ہاتھ خاک آلود ہوں کیا تو یہ گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں اس نے کہا: نہیں! بلکہ آپ یہ گواہی دیتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول

ہوں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیں کہ میں اس کو قتل کر دوں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر یہ وہی

ہے جو تمہارا خیال ہے تو تم اس کو قتل نہیں کر سکو گے۔ (صحیح مسلم: ۲۹۲۴، رقم المسلسل: ۷۲۱)

علامہ نووی نے کہا ہے کہ ابن صیاد کا قصہ مشکل ہے اور اس کا معاملہ مشتبہ ہے آیا یہ وہی مشہور مسیح دجال ہے یا اس کا غیر ہے اور

اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ دجالوں میں سے ایک دجال تھا۔

علماء نے کہا ہے کہ اس باب کی ظاہر احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کی طرف یہ وحی نہیں کی گئی تھی کہ ابن صیاد مسیح

الدجال سے نہ اس کا غیر ہے آپ کی طرف صرف دجال کی صفات کی وحی کی گئی تھی اور ابن صیاد میں قرآن مجملہ تھے اس وجہ سے نبی ﷺ نے قطعی طور پر یہ نہیں کہا کہ یہ دجال ہے نہ یہ کہا کہ یہ اس کا غیر ہے اسی وجہ سے آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ فرمایا کہ اگر یہ وہی ہے تو تم اس کے قتل کی طاقت نہیں رکھتے۔

رہا یہ استدلال کہ ابن صیاد مسلمان تھا اور دجال کافر ہے اور یہ کہ دجال کی اولاد نہیں ہوگی اور اس کی اولاد ہوئی اور یہ کہ دجال مکہ اور مدینہ میں داخل نہیں ہوگا اور ابن صیاد مدینہ میں داخل ہوا اور وہ مکہ کی طرف متوجہ ہوا سو اس میں کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ نبی ﷺ نے اس کے فتنہ کے وقت اور اس کے زمین میں نکلنے کے وقت اس کی خبر دی ہے اور ابن صیاد کا واقعہ اس سے پہلے کا ہے۔ ابن صیاد کا اسلام کا اظہار کرنا اور اس کا حج کرنا اور اس کا جہاد کرنا اس میں یہ تصریح نہیں ہے کہ وہ دجال کا غیر ہے۔ الخطابی نے کہا ہے کہ ابن صیاد کے بڑے ہونے کے بعد متقدمین کا اس کے متعلق اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ اس نے نبوت کے قول سے توبہ کر لی تھی اور مدینہ میں مر گیا تھا۔

الخطابی نے کہا کہ حضرت ابن عمر اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم حلف اٹھا کر کہتے تھے کہ ابن صیاد ہی دجال ہے اور وہ اس میں شک نہیں کرتے تھے حضرت جابر سے کہا گیا کہ وہ اسلام لے آیا تھا انہوں نے کہا: خواہ وہ اسلام لے آیا ہو ان سے کہا گیا: وہ مدینہ میں تھا اور مکہ میں داخل ہوا انہوں نے کہا: خواہ: مکہ میں داخل ہو گیا۔ امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں سند صحیح کے ساتھ یہ روایت ذکر کی ہے: یوم ۷ھ میں م۔ ابن صیاد کو گم پایا۔ (سنن ابوداؤد: ۴۳۳۲)

اس سے وہ روایت باطل ہو جاتی ہے کہ ابن صیاد مدینہ میں مرا تھا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی گئی تھی۔ امام ابوداؤد نے سند صحیح کے ساتھ یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے تھے: اللہ کی قسم! مجھے یہ شک نہیں ہے کہ ابن صیاد ہی مسیح دجال تھا۔ (سنن ابوداؤد: ۴۳۳۰) امام بیہقی نے اپنی کتاب "البعث والنشور" میں کہا ہے: دگوں کا ابن صیاد کے معاملہ میں بہت زیادہ اختلاف ہے کہ آیا وہ دجال تھا یا نہیں؟

ابن صیاد: نبی ﷺ نے قتل کیوں نہیں کیا جب کہ اس نے آپ کے سامنے دعویٰ نبوت کیا تھا؟
اگر یہ متراض بن ہاشم کے ہونے کے لئے نبوت کا دعویٰ کیا تو پھر آپ نے اس کو نہیں کیا؟ امام بیہقی وغیرہ نے اس کے دو جواب دیئے ہیں:

- (۱) وہ اس وقت بالغ نہیں تھا اس جواب کو قاضی عیاض نے بھی اختیار کیا ہے۔
 - (۲) ابن صیاد اس زمانہ میں تھا جب یہودیوں سے آپ کی صلح تھی اور وہ آپ کے حلیف تھے۔
- علامہ خطابی نے معالم السنن میں اسی جواب پر اعتماد کیا ہے کیونکہ نبی ﷺ جب مدینہ میں آئے تو آپ کے اور یہودیوں کے درمیان صلح نامہ لکھا گیا کہ وہ ایک دوسرے کے خلاف کسی کو نہیں بھڑکائیں گے اور ان کے معاملات کو ان پر چھوڑ دیں گے اور ابن صیاد ان ہی میں سے تھا۔

آیت دخان کو دل میں چھپانے کی توجیہ
امام خطابی نے کہا ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے دل میں آیت دخان کو چھپا کر اس کا امتحان لیا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ نبی ﷺ

کے پاس یہ خبریں پہنچتی تھیں کہ وہ علم غیب کا دعویٰ کرتا ہے تو آپ نے اس کا امتحان لیا تاکہ آپ پر حقیقت حال منکشف ہو جائے اور آپ صحابہ کرام پر یہ ظاہر کر دیں کہ اس کا غیب جاننے کا دعویٰ باطل ہے اور وہ کاہن اور ساحر ہے اس کے پاس شیطان آتا ہے اور اس کی زبان پر وہ باتیں ڈالتا ہے جو شیطان اپنے کاہنوں کی طرف ڈالتے ہیں پس آپ نے اپنے دل میں یہ آیت چھپائی: "فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ" (الدخان: ۱۰) اور فرمایا: میں نے تمہارے لیے ایک بات چھپائی ہے اس نے کہا: وہ "الدخ" ہے تب نبی ﷺ نے فرمایا: دفع ہوا تو اپنی حد سے تجاوز نہیں کر سکتا یعنی تو کاہنوں کے درجہ سے نہیں بڑھ سکتا جس طرح شیاطین لمبی چوڑی بات کا صرف ایک لفظ کاہنوں کے دل میں ڈال دیتے ہیں سو تیرا معاملہ بھی ایسا ہی ہے۔ اس کے برخلاف انبیاء اللہ کی طرف اللہ تعالیٰ علم غیب کی وحی نازل فرماتا ہے اور وہ وحی واضح اور کامل ہوتی ہے اسی طرح اولیاء اللہ کی طرف بھی اللہ تعالیٰ غیب کا الہام فرماتا ہے اور ان کو بھی غیب کا مکمل کشف ہو جاتا ہے پس ابن صیاد انبیاء اللہ کے درجہ تک تو کیا پہنچتا وہ تو اولیاء اللہ کے درجہ تک بھی نہیں پہنچتا تھا وہ صرف کاہن تھا اس سے زیادہ کچھ نہیں تھا۔ (معالم السنن ج ۳ ص ۳۲۳-۳۲۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ حضرت عمر نے حلف اٹھا کر جو کہا تھا کہ ابن صیاد ہی دجال ہے تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ آدمی اپنے گمان پر قسم کھا سکتا ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا گمان یہ تھا کہ ابن صیاد ہی دجال ہے اور انہوں نے اس پر قسم کھائی۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۱۱ ص ۱۷۶-۱۷۷ ملخصاً مکتبہ دار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

* باب مذکور کی یہ حدیث شرح صحیح ط ۷: ۷۲۶-ج ۷ ص ۸۰۳ پر مذکور ہے۔ اس شرح کے عنوان درج ذیل ہیں:

① ابن صیاد کا بیان ② ابن صیاد کے متعلق علماء اسلام کی آراء ③ دعویٰ نبوت کے بارے میں ابن صیاد کو قتل نہ کرنے کی وجہ ④ ابن صیاد سے نبی ﷺ کے امتحان کی وضاحت ⑤ ابن صیاد کی اصلیت میں نبی ﷺ کے اشتباہ کی تحقیق ⑥ دجال کے متعلق علماء اسلام کے نظریات۔

۱۔ سالم — کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا وہ بیان کرتے تھے کہ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ان کھجور کے درختوں کی طرف گئے جن میں ابن صیاد تھا اور آپ یہ حیلہ کر رہے تھے کہ ابن صیاد کے دیکھنے سے پہلے اس کی کوئی بات سن لیں پس نبی ﷺ نے اس سے کہا: وہ ایک چادر اوڑھ کر لیز رہا تھا اس میں اس کا کٹہر تھا کہ ہنسا رہی تھی ابن صیاد کی ماں سے رسول اللہ ﷺ کو دیکھ لیا اس وقت آپ کھجور کے درختوں کی آڑ میں چھپے ہوئے تھے اس نے ابن صیاد سے کہا: "یا صاف" اور یہ ابن صیاد کا نام ہے اس کی ماں نے کہا: یہ محمد (ﷺ) ہیں پس ابن صیاد فوراً اٹھ کر کھڑا ہو گیا تب نبی ﷺ نے فرمایا: اگر وہ ابن صیاد کو چھوڑ دیتی تو اس کا معاملہ منکشف ہو جاتا اور شعیب نے اپنی حدیث میں کہا: پر آپ نے اس کو چھوڑ دیا۔ "زمزمہ" یا "زمزمہ" اور عیسیٰ نے کہا:

۱۳۵۵ - وَقَالَ سَالِمٌ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُولُ انْطَلَقَ بَعْدَ ذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِيُّ بْنُ كَعْبٍ إِلَى النَّخْلِ الَّتِي فِيهَا ابْنُ صَيَّادٍ وَهُوَ يَخْتَلُ أَنْ يَسْمَعَ مِنْ ابْنِ صَيَّادٍ شَيْئًا قَبْلَ أَنْ يَرَاهُ ابْنُ صَيَّادٍ مَرَّةً النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ مُصْجَعٍ يَقِفُ لِي لَطِيفٌ لَهُ فِيهَا رَمْزَةٌ أَوْ زَمْزَةٌ فَرَأَتْ أُمُّ ابْنِ صَيَّادٍ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقِفُ بِجَذْوَعِ النَّخْلِ فَقَالَتْ لِابْنِ صَيَّادٍ يَا صَافٍ وَهُوَ اسْمُ ابْنِ صَيَّادٍ هَذَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَارَ ابْنُ صَيَّادٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ تَرَكْتَهُ بَيْنَ وَقَالَ شُعَيْبٌ فِي حَدِيثِهِ فَرَفَضَهُ رَمْزَةٌ أَوْ زَمْزَةٌ وَقَالَ عُقَيْلٌ رَمْزَةٌ وَقَالَ مَعْمَرٌ رَمْزَةٌ.

[اطراف الحدیث: ۲۶۳۸-۳۰۳۲-۳۰۵۶-۶۱۷۴] ”رمرمة“ اور معمر نے کہا: ”رمرمة“۔

حدیث کے اس ٹکڑے کو صرف امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

بعض الفاظ کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس سے پہلے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ذکر کی گئی تھی یہ اس کا تتمہ ہے۔

اس میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ اس کے بعد حضرت ابی بن کعب کے ساتھ گئے، یعنی پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر چند اصحاب کے ساتھ ابن صیاد کی طرف گئے تھے اس کے بعد حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھجور کے درختوں کی طرف گئے اور نبی ﷺ اس وقت یہ حیلہ کر رہے تھے کہ چپکے سے ابن صیاد کا کلام سنیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ وہ ساحر ہے یا کافر ہے اس وقت ابن صیاد ایک چادر اوڑھ کر لیٹا ہوا تھا۔

اس حدیث میں ”رمرمة“ یا ”زمرمة“ کا لفظ ہے اور عقیل نے کہا: ”رمرمة“ اس کا معنی ہے: کلام خفی، یعنی اس کے ہونٹوں اور نتھوں سے گنگناہٹ کی آواز نکل رہی تھی۔

۱۳۵۶ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانَ غُلَامٌ يَهُودِيٌّ يَخْدُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَرِضَ، فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْعُودُهُ، فَقَعَدَ عِنْدَ رَأْسِهِ، فَقَالَ لَهُ أَسْلِمَ فَنَظَرُ إِلَى أَبِيهِ وَهُوَ عِنْدَهُ، فَقَالَ لَهُ أَطِيعِ أُمَّ لِقَائِهِمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَسْلَمَ، فَخَرَجَ سَبِيًّا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُولُ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْقَذَهُ مِنَ النَّارِ. [طرف الحدیث: ۵۶۵۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی اور وہ ابن زید بن ثابت رضی اللہ عنہما کے واسطے سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک یہودی لڑکا نبی ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا پس وہ بیمار ہو گیا تو نبی ﷺ اس کی عیادت کرنے کے لیے گئے پس آپ اس کے سر پر ہاتھ بیٹھ گئے آپ نے اس سے فرمایا: اسلام قبول کر لو اس کے باپ بھی اس کے ساتھ تھا سو اس لڑکے نے اپنے باپ کی طرف دیکھا اس کے باپ نے کہا: ابوالقاسم ﷺ کا حکم مانو سو وہ اسلام لے آیا پس نبی ﷺ وہاں سے نکلے اس وقت آپ فرما رہے تھے: اللہ کا شکر ہے جس نے اس کو دوزخ سے نجات دے دی۔

(مسند ابی یوسف: ۵۰۰- صحیح ابن ماجہ: ۲۵۰۰- مسند احمد ج ۳ ص ۳۹- مسند ابی داؤد ج ۱ ص ۹۲- مسند ابی حنبلہ ج ۱ ص ۱۸۷)

۱۸۶- مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع السانید لابن جوزی: ۵۳۴، مکتبۃ الرشیدیہ ریاض: ۱۳۲۶ھ)

کافر سے اور نو عمر لڑکوں سے خدمت لینا اور اگر وہ بیمار ہوں تو ان کی عیادت کرنا اور ان کو اسلام کی تبلیغ کرنا

نبی ﷺ نے اس لڑکے کے باپ کے سامنے اس کو اسلام کی دعوت دی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ فرض کیا ہے کہ آپ اللہ کے بندوں کو اسلام کی دعوت دیں اور اس فرض کی ادائیگی میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کریں۔

اس حدیث میں اہل ذمہ کی عیادت کا ثبوت ہے، خصوصاً جب وہ ذمی پڑوسی ہو، کیونکہ اس میں محاسن اسلام کا اظہار ہے اور ان کے ساتھ زیادہ الفت کا اظہار ہے تاکہ وہ اسلام کے قبول کرنے میں رغبت کریں۔

اس حدیث میں کافر سے اور لڑکوں سے خدمت لینے کا ثبوت ہے اور اس میں بچوں اور لڑکوں پر اسلام پیش کرنے کا ثبوت ہے۔

حدیث مذکور میں فطرت کے متعدد معانی اور ان پر حافظ ابن عبد البر کے اعتراضات -----
اور مصنف کے نزدیک فطرت کا محمل

حافظ ابو عمر ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

ایک قوم نے کہا ہے کہ فطرت سے مراد یہاں پر وہ خلقت ہے جس پر مولود پیدا ہوتا ہے انہوں نے اس کا انکار کیا ہے کہ مولود کو کفر یا ایمان پر یا معرفت اور انکار پر پیدا کیا جائے اور مولود کو غالباً اس کے اعضاء کی سلامتی کے ساتھ پیدا کیا جاتا ہے اس میں ایمان ہوتا ہے نہ کفر اور نہ انکار اور نہ معرفت پھر جب ان میں تمیز آ جاتی ہے تو پھر وہ ایمان وغیرہ کا اعتقاد رکھتے ہیں انہوں نے حدیث کے ان الفاظ سے استدلال کیا ہے: جیسے جو پائے پس بچے ولادت کے وقت ان چوپایوں کی مثل ہوتے ہیں جن کے اعضاء سلامت ہوتے ہیں پس جب وہ بالغ ہو جاتے ہیں تو شیاطین ان پر غالب ہو جاتے ہیں پس ان میں سے اکثر کافر ہو جاتے ہیں ماسوا ان کے جن کو اللہ تعالیٰ بچائے اور اگر وہ اپنی پیدائش کے وقت ایمان یا کفر پر پیدا کیے جاتے تو وہ اس سے کبھی بھی منتقل نہیں ہو سکتے تھے حالانکہ تم ان کو اس حال میں پاتے ہو کہ وہ ایمان لاتے ہیں پھر کفر کرتے ہیں پھر ایمان لاتے ہیں اور یہ محال ہے کہ بچے کو اپنی ولادت کے وقت ذرا سی عقل ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس حال میں اپنی ماؤں کے پیٹ سے نکالا ہے کہ ان کو کسی چیز کا علم نہیں ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّهَاتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (النحل: ۷۸)
اللہ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے پیدا کیا اس وقت تم کچھ نہیں جانتے تھے۔ اس نے تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں اور تمہارے دل بنائے تاکہ تم (اللہ کا) شکر ادا کرو۔

پس جس کو کسی چیز کا علم نہ ہو اس کو کفر یا ایمان یا معرفت یا نہ رکھنا محال ہے۔
حافظ ابو عمر ابن عبد البر المتوفی ۴۶۳ھ نے کہا ہے کہ فطرت کے جسے اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے اس میں یہ سب سے صحیح معنی ہے۔
ایک قوم نے یہ کہا ہے کہ آپ نے فرمایا تھا کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے یہ آپ نے فرائض کے نازل ہونے سے پہلے فرمایا تھا کیونکہ اگر ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی بنانے سے پہلے مر جاتے تو وہ اپنے ماں باپ کا وارث نہ ہوتا۔ کیونکہ مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوتا حالانکہ وہ الٹ وارث ہوتا ہے (پس جب فرائض نازل ہوئے تو اسلام ہوا کہ وہ اپنے ماں باپ کے دین پر پیدا ہوتا ہے۔

دوسری قوم نے یہ کہا ہے کہ فطرت سے مراد یہاں پر اسلام ہے قرآن مجید میں ہے:
فَطَرَتِ اللّٰهُ الْتَّبٰی فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا (الروم: ۳۰)
اللہ کی وہ فطرت جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا۔
سلف کا اس پر اجماع ہے کہ اس آیت میں ”فطرت“ سے مراد دین اسلام ہے۔ مکرّمہ مجاہد الحسن ابراہیم ضحاک اور قتادہ نے کہا ہے کہ ”لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ“ کا معنی ہے: اللہ کے دین میں کوئی تبدیلی نہیں ہے۔

اور ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:
عیاض بن حمار مجاشعی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن لوگوں سے فرمایا: کیا میں تم کو وہ حدیث نہ بیان کروں جو مجھ سے اللہ نے کتاب میں بیان فرمائی ہے کہ اللہ نے آدم کو اور اس کی اولاد کو خفّاء مسلمین پیدا فرمایا الحدیث بطول۔ (المجم الکبیر ج ۱ ص ۳۶۳) اور ”حنیف“ کا معنی مسلمان ہے قرآن مجید میں ہے:

مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَكِنْ
كَانَ حَنِيفًا مُسْلِمًا. (آل عمران: ۶۷)

اللہ تعالیٰ نے حنیف کی تفسیر مسلم کے ساتھ کی ہے اور یہ بالکل واضح ہے اور اس میں کوئی خفا نہیں ہے۔
ایک قول یہ ہے کہ حنیف وہ ہے جو دین ابراہیم پر ہو پھر اس شخص کا نام 'الحنیف' رکھا گیا ہے جو ختنہ کراتا ہو اور زمانہ جاہلیت
میں حج کرتا ہو اور اس زمانہ میں حنیف مسلمان ہے۔

جن علماء نے کہا کہ فطرت سے مراد اسلام ہے انہوں نے اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے:۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پانچ چیزیں فطرت ہیں یا فرمایا: پانچ چیزیں فطرت سے
ہیں: ختنہ کرانا، زیر ناف بال کاٹنا، ناخن تراشنا، بغل کے بال نوچنا اور مونچھیں کم کرانا۔

(صحیح البخاری: ۵۸۸۹، صحیح مسلم: ۲۵۷، سنن ابوداؤد: ۴۱۹۸، سنن نسائی: ۱۱، مصنف عبدالرزاق: ۲۰۲۳۳، مسند احمد ج ۲ ص ۲۲۹)

اور یہ اسلام کی سنتیں ہیں۔

امام اوزاعی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن شہاب الزہری سے سوال کیا کہ ایک شخص پر مسلمان غلام کو آزاد کرنا واجب ہے اگر
وہ بچہ کو یا دودھ پیتے کو آزاد کر دے تو آیا اس کا واجب ادا ہو جائے گا؟ ابن شہاب نے کہا: ہاں! کیونکہ وہ فطرت پر پیدا ہوا ہے یعنی
اسلام پر۔ اس قول کی بناء پر حدیث میں: الفاء ہیں۔ جیسے چوہے ہیں۔ سب مکمل جسم۔ ساتھ پیدا ہوتے ہیں کیا تم ان میں کوئی
کن کٹا یا نکلوا دیکھتے ہو اس کا معنی یہ ہوگا کہ بچہ کو کفر سے سلاطین اور مسلمان بن گیا ہے اس میثاق پر جو اللہ تعالیٰ نے
حضرت آدم کی اولاد سے لیا تھا جب ان کو حضرت آدم کی پشت سے نکالا تھا اور ان کو ان کے نفوس پر گواہ کر کے فرمایا تھا:

أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ. (الاعراف: ۱۷۲)

علامہ ابو عمر ابن عبد البر نے کہا: ثانیاً فرمایا ہے: 'ما فطرت' پیدا ہوتا ہے اس ارشاد میں فطرت سے اسلام کو
مراد لینا محال ہے کیونکہ اسلام اور ایمان زار ساز 'بدن بالقلب' بل بالانسان ہے اور یہ معنی نو مولود بچہ میں پایا نہیں جاتا اور
کلام عرب میں فطرت کے کئی معانی ہیں اور دودھ پیتے بچے کو آزاد کرنا مؤمن کو آزاد کرنے سے اس لیے کافی ہوتا ہے کہ اس کے

مال باپ 'مکن اوتے ہیں' (تہذیب ج ۷ ص ۲۳۳-۲۳۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ)

میں سے نہ مال ہے نہ مال باپ اس لیے کہ وہ پیدا ہوتا ہے۔ تو اس کے مال میں اسلام و ایمان کی استعداد
ہوتی ہے اور یہی اس حدیث میں فطرت سے مراد ہے۔ کہ مال باپ اس کو یہوں عیسائی یا یہودی بناتے ہیں بھنگ اس کے ذہن
میں اسلام کو قبول کرنے کی استعداد اور صلاحیت ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ بعد میں جب اس کو اسلام کی تبلیغ کی جاتی ہے تو وہ اسلام کو
قبول کر لیتا ہے اگر اس کے ذہن میں قبول اسلام کی استعداد نہ ہوتی تو وہ بعد میں کیسے مسلمان ہو جاتا اس کی مثال اس طرح ہے کہ اگر
چمک دار ہیرے کو کچھڑ میں ڈال دیا جائے تو اس کی چمک چھپ جاتی ہے مٹی نہیں ہے پھر اگر اس کو پانی سے دھو دیا جائے تو اس کی چمک
پھر لوٹ آتی ہے پس جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو بے شک اس میں اقرار باللسان تصدیق بالقلب اور عمل بالارکان کا مصداق نہیں پایا جاتا
لیکن اس میں اللہ کی توحید کا اقرار کرنے اور اس کی توحید کی تصدیق کرنے اور اس کے احکام پر عمل کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے اور اس
میں یہ صلاحیت ساری زندگی باقی رہتی ہے خواہ وہ عملی طور پر یہودی ہو عیسائی ہو یا مجوسی ہو اور جو علماء کہتے ہیں کہ ہر بچہ فطرت اسلام پر
پیدا ہوتا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اسلام کی صلاحیت پر پیدا ہوتا ہے اور اس تعریف پر علامہ ابن عبد البر کا کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔

لِللّٰهِ الْحَمْدُ عَلَىٰ ذَٰلِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبد الرحمن نے خبر دی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو بچہ بھی پیدا ہوتا ہے وہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں جس طرح چوپایا صحیح سالم بچہ جنتا ہے کیا تم اس میں کان یا ناک کٹی ہوئی دیکھتے ہو پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی: اللہ کی وہ فطرت (بناوٹ) جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا اللہ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں ہے یہی صحیح دین ہے۔ (الروم: ۳۰)

۱۳۵۹ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مَوْلُودٍ إِلَّا يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يَنْصَرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ كَمَا تُنْتَجُ الْبَهِيمَةُ بِبَهِيمَةٍ جَمْعَاءَ هَلْ تُحِسُّونَ فِيهَا مِنْ جَذَعَاءَ ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ ﴿فَفِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ﴾ (الروم: ۳۰).

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۳۵۸ میں گزر چکی ہے۔

جب مشرک موت کے وقت

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پڑھے

اس سے مراد یہ ہے کہ مشرک اپنی زندگی میں موت کے معائنہ کے وقت لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پڑھے تو اس سے اس کو نفع نہیں ہوگا قرآن مجید میں ہے:

يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ شِعَارُ إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ أَمْنًا مِنْ قَبْلُ. (الاحقاف: ۲۸)

اس دن آپ کے رب کی کوئی (بڑی) نشانی آپہنچے گی اس دن کسی ایسے شخص رس کا ایمان لانا نفع نہیں دے گا جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہو۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن ابی حمزہ نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی کہ ابی اسحاق نے کہا: انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے خبر دی از والد خود انہوں نے بیان کیا کہ جب ابوطالب پر موت کا وقت آیا تو اس کے پاس رسول اللہ ﷺ گئے پس آپ نے اس کے پاس ابو جہل بن ہشام اور عبد اللہ بن ابی امیہ بن المغیرہ کو پایا تب رسول اللہ ﷺ نے ابوطالب سے فرمایا: اے میرے چچا! آپ یہ کلمہ پڑھیں: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تو میں اللہ کے پاس آپ کے حق میں شہادت دوں گا پس ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ نے کہا: اے ابوطالب! کیا تم

۱۳۶۰ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعْبَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ نَمَّا حَضَرَتْ أَبَا طَالِبٍ الْوَفَاةُ جَاءَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ عِنْدَهُ أَبَا جَهْلٍ بْنُ هِشَامٍ وَعَبْدَ اللَّهِ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ بْنِ الْمُغِيرَةِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَبِي طَالِبٍ يَا عَمُّ قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ كَلِمَةً أَشْهَدُ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللَّهِ فَقَالَ أَبُو جَهْلٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ يَا أَبَا طَالِبٍ أَتَرَعْبُ عَنْ قَلْبِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ؟ أَلَمْ يَزَلْ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْرِضُهَا عَلَيْهِ . وَيَعُوْذَانِ بِتِلْكَ الْمَقَالَةِ حَتَّى قَالَ أَبُو طَالِبٍ آخِرَ مَا كَلَّمَهُمْ هُوَ عَلَى مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ . وَأَبَى أَنْ يَقُولَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ . فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا وَاللّٰهُ لَا تَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ مَا لَمْ أَنَا عَنْكَ . فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَى فِيهِ ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ﴾ (التوبة: ۱۱۳) الْآيَةُ.

[اطراف الحديث: ۳۸۸۴-۳۶۷۵-۳۷۷۲-۲۶۸۱]

عبدالمطلب کی ملت سے اعراض کرو گے؟ رسول اللہ ﷺ ابوطالب پر مسلسل کلمہ پیش کرتے رہے اور وہ دونوں اپنی بات دہراتے رہے حتیٰ کہ ابوطالب نے ان سے جو آخری بات کہی وہ یہ تھی کہ وہ عبدالمطلب کی ملت پر ہے اور اس نے لا الہ الا اللہ پڑھنے سے انکار کر دیا تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سنیں! اللہ کی قسم! میں آپ کے لیے اللہ سے مغفرت طلب کرتا رہوں گا جب تک مجھے اس سے منع نہیں کیا جائے گا تب اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق یہ آیت نازل کی: نبی کے لیے اور ایمان والوں کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے لیے اللہ سے مغفرت طلب کریں خواہ وہ ان کے رشتہ دار ہوں۔ (التوبة: ۱۱۳)

(صحیح مسلم: ۲۳، الرقم السلسل: ۱۳۱، سنن نسائی: ۲۰۳۵، السنن الکبریٰ: ۱۱۳۸۳، مصنف عبدالرزاق: ۳۶۷۵-۳۸۸۴، الاحاد والثانی: ۷۲۰، المعجم الکبیر: ۸۲۰، ج ۲۰ ص ۳۲۹، دلائل النبوة ج ۲ ص ۳۳۳-۳۳۲، الاسماء والصفات ص ۹۸-۹۷، مسند الشامیین: ۳۰۳۳، شرح السنن: ۱۲۷۴، صحیح ابن حبان: ۹۸۲، شرح مشکل الآثار: ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۵۹۸، ۱۵۹۹، ۱۶۰۰، ۱۶۰۱، ۱۶۰۲، ۱۶۰۳، ۱۶۰۴، ۱۶۰۵، ۱۶۰۶، ۱۶۰۷، ۱۶۰۸، ۱۶۰۹، ۱۶۱۰، ۱۶۱۱، ۱۶۱۲، ۱۶۱۳، ۱۶۱۴، ۱۶۱۵، ۱۶۱۶، ۱۶۱۷، ۱۶۱۸، ۱۶۱۹، ۱۶۲۰، ۱۶۲۱، ۱۶۲۲، ۱۶۲۳، ۱۶۲۴، ۱۶۲۵، ۱۶۲۶، ۱۶۲۷، ۱۶۲۸، ۱۶۲۹، ۱۶۳۰، ۱۶۳۱، ۱۶۳۲، ۱۶۳۳، ۱۶۳۴، ۱۶۳۵، ۱۶۳۶، ۱۶۳۷، ۱۶۳۸، ۱۶۳۹، ۱۶۴۰، ۱۶۴۱، ۱۶۴۲، ۱۶۴۳، ۱۶۴۴، ۱۶۴۵، ۱۶۴۶، ۱۶۴۷، ۱۶۴۸، ۱۶۴۹، ۱۶۵۰، ۱۶۵۱، ۱۶۵۲، ۱۶۵۳، ۱۶۵۴، ۱۶۵۵، ۱۶۵

ہجرت سے تین سال پہلے ہوئی ۴ سال اور ۵ سال پہلے کا بھی قول ہے۔

(۳) ایک قول یہ ہے کہ یہ حدیث مرسل حقیقی ہے کیونکہ امام ابن حبان نے المسیب کا ذکر ثقات تابعین میں کیا ہے لیکن یہ قول غریب ہے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۲۶۱-۲۶۰)

مشکل الفاظ کے معانی اور ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ کا تذکرہ

اس حدیث میں مذکور ہے: جب ابوطالب پر موت کا وقت آیا۔ اس سے مراد موت کی عداوت میں اور یہ نزاع کے وقت سے پہلے کا واقعہ ہے ورنہ اس کو ایمان لانے سے شیعہ نہ ہوتا ابوطالب کا نام عبد مناف تھا یہ اکثرین کا قول ہے حاکم نے کہا: اس کا نام اور کنیت واحد ہے ابو القاسم مغربی نے کہا: اس کا نام عمران تھا۔

ابو جہل: اس کی کنیت ابو الحکم تھی اور اس کا نام عمرو بن ہشام المغیرہ المخزومی ہے یہ بھینٹا تھا اور مفعول تھا۔ عبد اللہ بن ابی امیہ: ان کی ماں کا نام عاتکہ تھا جو کہ رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی تھیں یہ طائف میں شہید ہوئے تھے یہ رسول اللہ ﷺ سے بہت عداوت رکھتے تھے اور مسلمانوں کے شدید مخالف تھے یہ اور ابوسفیان بن الحارث بن عبد المطلب فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے تھے۔

امام ابن ابی اسحاق نے لکھا ہے کہ عباس نے نبی ﷺ سے کہا: اے بھتیجا! آپ نے جو کلمہ اپنے چچا پر پیش کیا تھا میں نے سنا وہ اس کلمہ کو پڑھ رہے تھے نبی ﷺ نے فرمایا: میں نے نہیں سنا۔ مے نے کہا: آپ اس کو اس لیے رذ کر دیا کیونکہ عباس نے کفر کی حالت میں یہ شہادت دی تھی اگر انہوں نے اس کلمہ میں "لا" نہ ہوتی تو اس کی شہادت قبول کر لی جاتی۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۲۶۳-۲۶۱ "ملخصاً" دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

جب موت کے وقت کلمہ پڑھنا نہ نہیں ہے تو نبی ﷺ نے "لا" کو موت کے وقت کلمہ پڑھنے کے لیے کیوں فرمایا؟

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مال قرنیوں میں ۴۹۱ھ لکھتے ہیں۔ المہلب نے کہا ہے کہ کلمہ توحید پڑھنا اس کو نفع دیتا ہے جو فرشتوں کے روح قبض کرنے کے معائنہ اور مشاہدہ سے پہلے کلمہ پڑھنے قرآن مجید میں ہے:

وَلَيْسَ التَّوْبَةُ الْآخِرَةُ إِلَّا لِمَنْ كَانَ لَهُ عَمَلٌ قَبْلُهَا مِنْ خَيْرٍ
خَضَرَ أَحَدُهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ النِّسَاءَ (۱۸)

ان لوگوں کو تو توبہ قبول ہوئی رہے۔ مے نے کہا کہ جب ان میں سے کسی ایک سے پاس موت آئے تو وہ کہے کہ میں نے اب توبہ کر لی۔

یعنی جب ملک الموت روح قبض کرنے کے لیے آجائے اور وہ اس کا مشاہدہ کر لے اور موت کے فرشتوں کو کوئی شخص اسی وقت دیکھ سکتا ہے جب وہ دنیا سے آخرت کی طرف منتقل ہو رہا ہو۔

علامہ ابن بطل مال لکھتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا سے موت کے وقت کہا: آپ لا الہ الا اللہ پڑھیں میں اس کلمہ کی وجہ سے اپنے رب کے سامنے آپ کی شفاعت کروں گا اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ موت کے وقت کلمہ پڑھنا تو معتبر نہیں ہوتا تو پھر رسول اللہ ﷺ نے کیسے فرمایا: میں اس کلمہ کی وجہ سے آپ کی شفاعت کروں گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ابھی ابوطالب نے موت کے فرشتوں کو نہیں دیکھا تھا لیکن اس کا اعتقاد یہ تھا کہ اس نے کوئی عمل صالح نہیں کیا تھا نہ نماز پڑھی تھی نہ روزہ رکھا تھا نہ زکوٰۃ ادا کی تھی

نہ حج کیا تھا تو نبی ﷺ نے اس کو بتلایا کہ جس نے موت سے پہلے لا الہ الا اللہ پڑھ لیا وہ مؤمنین میں داخل ہو جائے گا خواہ اس نے اس کے سوا اور کوئی عمل نہ کیا ہو۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ ابوطالب نے آخرت کا معاملہ کر لیا تھا اور اس کو موت کا یقین ہو چکا تھا اور وہ اس حالت میں تھا کہ اگر وہ اس وقت ایمان لے آتا تو اس کو ایمان نفع نہ دیتا اس لیے اس نے روح نکلتے وقت کہا: وہ عبدالمطلب کی ملت پر ہے اس سے رسول اللہ ﷺ کو یہ امید ہوئی کہ اگر اس نے لا الہ الا اللہ پڑھ لیا اور آپ کی نبوت پر یقین کر لیا تو آپ اس کے لیے شفاعت کریں گے اور اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے کہ وہ اس سے درگزر فرمائے اور اس حال میں اس کے ایمان کو قبول فرمائے اور یہ ابوطالب کی خصوصیت ہوگی کیونکہ وہ نبی ﷺ کی حمایت کرتا تھا اور آپ کا دفاع کرتا تھا اس امید کی وجہ سے آپ نے فرمایا: اے چچا! آپ کلمہ پڑھ لیں میں آپ کی شفاعت کروں گا۔ اس قسم کا جواب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہے۔

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ نبی ﷺ نے اس کو نفع پہنچایا ہے خواہ وہ اسلام پر فوت نہیں ہوا کیونکہ اس کو تمام اہل دوزخ میں سب سے کم عذاب ہوگا تو اگر وہ اس حال میں کلمہ پڑھ لیتا تو آپ اس کو ضرور نفع پہنچاتے خواہ اس نے موت کے فرشتوں کو دیکھ لیا ہوتا۔

اس اعتراض کا ایک اور جواب یہ ہے کہ ابوطالب نے نبی ﷺ کی نبوت کے دلائل دیکھے تھے اور آپ کے معجزات کی تصدیق کی تھی اور اس کو آپ کی نبوت کی صحت پر یقین نہیں تھا۔ غیر اور جاہلیت میں اس کو نبی ﷺ کی تکذیب پر ابھارتا تھا اور باقی مشرکین اپنے سرداروں کی طرف دیکھ رہے تھے ان کی پیروی میں تھے پس ابوطالب اور اس جیسے لوگ بہت بڑے گناہ کے مستحق تھے کیونکہ ان کے پیروکاروں کے کفر اور ان کی تکذیب کا بوجھ بھی ان کے اوپر تھا تو نبی ﷺ نے اس موقع پر اس کو کلمہ پڑھنے کے لیے کہا کہ جب آپ اس سے کہیں گے کہ میں اللہ تعالیٰ کے ماس تمہاری شفاعت کروں گا تو اس کا عناد زائل ہو جائے گا اور وہ ایمان لانے میں تردد اور تفرقہ نہ کرے گا۔ خلاف ہر ہوا اور اس نے اللہ تعالیٰ کی توحید اور آپ کی نبوت کی تصدیق نہیں کی۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۳۲ رالکتبۃ بیروت ۱۴۱۱ھ)

موت کے وقت کلمہ پڑھنا ابوطالب کی خصوصیت تھی

حافظ ابوالدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی ص ۵۲ لکھتے ہیں: نبی ﷺ نے کلمہ پڑھنے کا حکم دیا ہے اور ابوطالب نے اس کے لیے کہا یہ اس کی خصوصیت ہے کیونکہ ابوطالب کے ہاں کوئی اور شخص موت کے وقت کلمہ پڑھے تو اس وقت اس کو عذاب ہوگا۔ سورۃ التوبہ ص ۱۱۲ کی تفسیر میں اس کی تفصیل سے لکھیں گے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۹۰ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

سورۃ التوبہ ص ۱۱۳ کی تفسیر میں حافظ ابن حجر نے لکھا ہے: ہم اس کی شرح ”کتاب الجنائز“ میں ابوطالب کی وفات کے قصہ میں لکھ چکے ہیں اور سورۃ القصص کی تفسیر میں ان شاء اللہ ہم اس پر کچھ کلام کریں گے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۶۲۳ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

القصص ص ۵۶ کی تفسیر میں حافظ ابن حجر نے لکھا ہے:

صحیح البخاری ص ۱۳۶۰ میں مذکور ہے: آپ نے موت کے وقت ابوطالب سے لا الہ الا اللہ پڑھنے کے لیے فرمایا۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ موت کے وقت تو کلمہ پڑھنا مفید نہیں ہوتا علامہ کرمانی نے اس کے جواب میں کہا ہے: اس سے مراد ہے: جب ابوطالب پر موت کی علامات وارد ہوئیں اور نہ اگر وہ ملک الموت کا مشاہدہ کر لیتا تو پھر اس کا ایمان لا نا مفید نہ ہوتا خواہ وہ کلمہ پڑھ لیتا

والدین کی طرح ابوطالب کو بھی نبی ﷺ کے لیے زندہ کیا کہ وہ موت کے بعد زندہ ہو کر اسلام سے مشرف ہوئے۔ میرا گمان ہے کہ یہ شیعوں کی من گھڑت روایت ہے۔ (نسیم الرياض ج ۱ ص ۲۱۰ 'مرکز اہل سنت' مہجرات دار الفکر بیروت)

حافظ ابن کثیر الدمشقی متوفی ۷۴۷ھ لکھتے ہیں:

بعض غالی شیعہ کہتے ہیں کہ ابوطالب اسلام میں فوت ہوئے عباس بن عبدالمطلب نے کہا: اے میرے بھتیجے! میرے بھائی نے وہ کلمہ پڑھ لیا جس کو پڑھنے کا انہیں حکم دیا تھا یعنی لا الہ الا اللہ اس کا جواب کئی وجوہ سے ہے۔

اولاً یہ کہ اس کی سند میں کئی مبہم راوی ہیں جن کا حال معلوم نہیں۔ ثانیاً یہ کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں نے نہیں سنا۔ ثالثاً یہ کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب تک مجھے منع نہیں کیا جائے گا میں آپ کے لیے استغفار کرتا رہوں گا پھر یہ آیت نازل ہو گئی:

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولَىٰ قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ (التوبہ: ۱۱۳)

نبی کے لیے اور مؤمنین کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے لیے مغفرت طلب کریں خواہ وہ ان کے رشتہ دار ہوں ان پر یہ واضح ہونے کے بعد کہ ان کے رشتہ دار دوزخی ہیں ○

(صحیح البخاری: ۳۸۸۳، صحیح مسلم: ۲۴)

اگر ابوطالب اسلام پر فوت ہوئے تھے تو نبی ﷺ ان کے لیے استغفار کیوں کرتے رہے اور پھر اس آیت کے نازل ہونے کی کوئی وجہ نہیں رہتی۔

نیز اگر وہ اسلام پر فوت ہوئے تھے تو پھر وہ دوزخ میں داخل نہ ہوتے حالانکہ یہ ثابت ہے کہ وہ دوزخ میں داخل ہوئے:

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے عرض کیا: آپ نے اپنے چچا سے کیا بُرائی دور کی وہ آپ کی حفاظت کرتے تھے اور آپ کے لیے غضب ناک ہوتے تھے؟ آپ نے فرمایا: وہ دوزخ کے گڑھے میں تھے اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے سب سے نچلے بندے میں ہوتے۔ (صحیح البخاری: ۳۸۸۳، صحیح مسلم: ۲۹۰)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنے چچا کو لے کر کیا اور فرمایا: شاید اس کو قیامت کے دن میری شفاعت سے نفع ہوگا پس اس کو دوزخ کے گڑھے میں داخل کر دیا جائے گا آگ اس کے ٹخنوں تک پہنچے گی جس سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔

(صحیح البخاری: ۳۸۸۵، صحیح مسلم: ۲۱۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دوزخ وادیں میں سب سے کم مذہب ابوطالب کو ہوگا اس کو آگ وادو جوتے پہنچائی جائیں گی جس سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔ (سنن ابوداؤد: ۶۵۱۳، صحیح مسلم: ۲۹۰)

یہ تمام احادیث حافظ ابن کثیر نے شیعہ کی مذکورہ موضوع روایت کے رد میں ذکر ہیں۔ (الہدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۳۹۳-۳۹۰)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اور حافظ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ اس موضوع روایت کے رد میں لکھتے ہیں:

اگر حضرت عباس کی طرف منسوب یہ روایت صحیح بھی ہوتی تب بھی اس کے معارض یہ احادیث صحیحہ ہیں چہ جائے کہ یہ روایت صحیح بھی نہیں ہے امام ابوداؤد اور امام نسائی نے یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ابوطالب فوت ہو گئے تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کا بوڑھا گم راہ چچا فوت ہو گیا آپ نے فرمایا: جاؤ! اس کو زمین میں چھپا دو میں نے کہا: وہ مشرک ہونے کی حالت میں فوت ہوا ہے آپ نے فرمایا: جاؤ! اس کو زمین میں چھپا دو۔ (سنن ابوداؤد: ۳۲۱۳، سنن نسائی: ۱۹۰)

(فتح الباری ج ۵ ص ۷۴، دار المعرفۃ بیروت، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۳، دار الکتب العلمیہ بیروت)

ابوطالب کے ایمان نہ لانے کے متعلق مشاہیر علماء اہل سنت کی تصریحات

امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کے چچا ابوطالب کا کفر پر انتقال ہوا۔ (الفہم الاکبر مع شرح الفہم الاکبر ص ۱۰۸ مطبعہ مصطفیٰ البابی مصر)

علامہ علی ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

جب کافر مر جائے اور اس کا کوئی مسلمان رشتہ دار موجود ہو تو وہ اس کو غسل دے، کفن پہنائے اور دفن کرے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کے باپ ابوطالب کے متعلق اسی طرح حکم دیا گیا، لیکن اس کو غسل اس طرح دیا جائے جیسے ناپاک کپڑے کو دھویا جاتا ہے اور کسی کپڑے میں لپیٹ دیا جائے اور اس کے لیے گڑھا کھودا جائے، کفن پہنانے اور لحد بنانے کی سنت کو ملحوظ نہ رکھا جائے اور نہ ہی اس کو گڑھے میں رکھا جائے بلکہ پھینکا جائے۔ (ہدایہ اذہین ص ۱۶۲-۱۶۱ المکتبۃ العربیہ دیکیر کالونی کراچی)

علامہ ابراہیم بن محمد حلبی متوفی ۹۵۶ھ ہدایہ کی مذکورہ عبارت کی مثل لکھنے کے بعد فرماتے ہیں:

جب ابوطالب کا انتقال ہو گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آ کر کہا: یا رسول اللہ! آپ کا گمراہ چچا فوت ہو گیا ہے۔

(غنیۃ المستملی ص ۶۰۳ سہیل اکیڈمی لاہور)

علامہ سید احمد الطحاوی متوفی ۱۲۳۱ھ اور علامہ زین الدین ابن نجیم مصری نے بھی اس کے متقارب لکھا ہے۔

(ما فیہ الخطاوی علی آثارہ ج ۲ ص ۶۰۶، نوید کراچی البحر الرائق ج ۲ ص ۱۹۰ مصر)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ہمیں امید ہے کہ عبدالمطلب اور ان کے تمام اہل بیت نجات پائیں گے، ماسوا ابوطالب (اس استثناء میں ابولہب کو بھی شامل کرنا ضروری تھا۔ سعیدی غفرلہ) کے ان کے متعلق حدیث میں ہے کہ: ۵۰ پاؤں تک آگ میں سے یہ اس کا حال ہے جو کفر پر مرا اور اگر وہ

توحید پر مرا ہوتا تو ضرور دوزخ سے نجات پاتا۔ (سنن ابی داؤد، دار الفکر بیروت، ۱۴۱۱ھ)

نیز حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کے چار چچاؤں نے اسلام کا زمانہ پایا، ان میں سے دو مسلمان نہیں ہوئے، ابوطالب ان کا نام عبد مناف ہے

اور ابولہب کا نام عبد العزیٰ ہے، اور دو مسلمان ہوئے: حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۷۵، مدار العرفۃ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ شہاب الدین احمد عسقلانی المتوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

ابوطالب نبی ﷺ کی حفاظت کرتا تھا اور آپ کی مدد کرتا تھا اور آپ سے طہن بت کرتا تھا نہ کہ شرعی محبت، پس اس پر تقدیر

غالب آگئی اور وہ ہمیشہ کفر پر رہا اور اللہ ہی کے لیے قوی حجت ہے۔ (ارشاد الساری ج ۸ ص ۳۹۸، دار الفکر بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ حدیث: ۳۸۸۴، التوبہ: ۱۱۳، اور القصص: ۵۶ ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اس سب سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابوطالب غیر اسلام پر مرا، اگر تم یہ کہو کہ سہلی نے لکھا ہے کہ وہ اسلام لے آیا تھا تو میں کہوں گا کہ

ان کا یہ قول حدیث صحیح کے معارض نہیں ہو سکتا۔ (عمدة القاری ج ۱ ص ۲۴، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۳ھ لکھتے ہیں:

اہل سنت کے نزدیک ابوطالب مسلمان نہیں ہے۔ (مرقات ج ۹ ص ۳۶۰، مکتبہ خانیہ پشاور)

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

حدیث صحیح نے ابوطالب کے کفر کو ثابت کر دیا ہے۔ (مدارج النبوت ج ۲ ص ۳۸ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

روضۃ الاحباب میں بھی ابوطالب کے کفر پر مرنے کی احادیث لائی گئی ہیں۔ (مدارج النبوت ج ۲ ص ۳۹ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا فاضل بریلوی فرماتے ہیں:

علماء کا جابہ جاکفر ابوطالب پر اجماع نقل فرماتا اور اسلام ابوطالب کا قول مزعوم رد انقض فرماتا جس کے نقول اگلے قصوں میں

مذکور و منقول اس حکایت بے سرو پا کے رد کو بس ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۱۳۷ 'رضاء فاؤنڈیشن جامعہ رضویہ لاہور پاکستان)

* باب مذکور کی حدیث 'شرح صحیح مسلم: ۴۰۔ ج ۱ ص ۳۸۳ پر مذکور ہے اس کی شرح کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

① غرہ موت کے وقت ایمان نامقبول ہونے پر دلیل اور ابوطالب کے ایمان نہ لانے کی بحث ② ابوطالب کے ایمان نہ

لانے کے متعلق قرآن مجید کی آیات اور ان کی تفسیر میں مذاہب اربعہ کے مفسرین کی تصریحات ③ ابوطالب کے ایمان نہ لانے کے

متعلق احادیث ④ ابوطالب کے ایمان نہ لانے کی بحث میں مصنف کا موقف۔

* یہ بحث 'شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۹۸-۳۸۶ آٹھ صفحات پر محیط ہے۔

قبر پر درخت کی شاخ رکھنا

۸۱۔ بَابُ الْجَرِيدِ عَلَى الْقَبْرِ

حضرت بریدہ بن ہاشم رضی اللہ عنہ نے یہ وصیت کی کہ ان کی قبر پر

وَلَوْضَى بُرَيْدَةَ الْأَسْلَمِيُّ نَجْعَلُ فِي

بجور کے درخت کی شاخ رکھی جائے گی۔

قَبْرِهِ جَرِيدَانِ.

اس تعلق کی اصل حسب ذیل حدیث میں ہے:

مورق نے بیان کیا کہ حضرت بریدہ بن ہاشم رضی اللہ عنہ نے یہ وصیت کی کہ ان کی قبر پر بجور کے درخت کی دو شاخیں رکھی جائیں اور

حضرت بریدہ بن الحصین خراسانی میں یزید بن معاویہ کی مخالفت میں ۶۳۰ھ میں فوت ہوئے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۷ ص ۶۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

قبر پر بجور کی دو شاخیں رکھنے میں نبی ﷺ کے فعل کی اتباع ہے کیونکہ نبی ﷺ نے دو قبروں پر بجور کی شاخ کے دو ٹکڑے

رکھے تھے۔ (صحیح البخاری: ۲۱۶، صحیح مسلم: ۲۹۲) اور بجور کے درخت کی برکت حاصل کرنا ہے۔

اور حضرت اسامہ بن مرثد رضی اللہ عنہ نے یہ وصیت کی کہ ان کی قبر پر

وَرَدَ ابْنُ عَسْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ

دو بکر رضی اللہ عنہ کی تھیں۔ (صحیح البخاری: ۲۱۶، صحیح مسلم: ۲۹۲) اور بجور کے درخت کی برکت حاصل کرنا ہے۔

فُسْطَاطًا عَلَى قَبْرِ سَيِّدِ الْإِسْلَامِ وَابْنِ عَسْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ

اکھاڑ لو اس شخص پر جس کے عمل کا سایا ہوگا۔

فَإِنَّمَا يُظِلُّهُ عَمَلُهُ.

اس تعلق کی اصل بھی الطبقات الکبریٰ میں ہے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۲۶۳)

اور خارجہ بن زید نے کہا: اور میں نے اپنے آپ کو دیکھا اور

وَقَالَ خَارِجَةُ ابْنُ زَيْدٍ وَرَأَيْتُنِي وَنَحْنُ شَبَابٌ

اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہم جوان تھے اور ہم میں

فِي زَمَنِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ وَإِنَّا أَشَدُّنَا وَثْبَةً

سب سے بڑی چھلانگ وہ شخص لگاتا تھا جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی قبر

الَّذِي يَثْبُقُ قَبْرَ عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُونٍ حَتَّى يَجَاوِزَهُ.

کو چھلانگ لیتا تھا۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: اس تعلق کی اصل تاریخ صغیر میں ہے نیز انہوں نے لکھا ہے:

اگر قبر پر خیمہ لگانا کسی صحیح وجہ سے ہو تو پھر جائز ہے مثلاً زندہ لوگوں پر دھوپ سے سایا کرنے کی وجہ سے ہو۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۲۶۵)

قبر پر بیٹھنے کے مکروہ ہونے کی تحقیق

وَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ حَكِيمٍ أَخَذَ بِيَدِي خَارِجَةً
فَاجْلَسَنِي عَلَى قَبْرِ وَأَخْبَرَنِي عَنْ عَمِّهِ يَزِيدَ بْنِ
ثَابِتٍ قَالَ إِنَّمَا كُرِهَ ذَلِكَ لِمَنْ أَحْدَثَ عَلَيْهِ.
اور عثمان بن حکیم نے کہا: خارجہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے قبر پر
بٹھایا اور مجھے یہ خبر دی کہ میرے چچا یزید بن ثابت نے کہا ہے کہ قبر
پر بیٹھنا اس کے لیے منع ہے جو قبر پر بیٹھ کر وضوء توڑے۔

علامہ بدرالدین یعنی لکھتے ہیں: اس تعلق کی اصل مسد کی مسند کبیر میں ہے اس کا متن یہ ہے:

عبد اللہ بن سرجس اور ابوسلمہ بن عبد الرحمن بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ سنا ہے کہ اگر میں
انگارے پر بیٹھوں اور وہ میرے گوشت کے نچلے حصہ کو جلادے تو وہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں قبر پر بیٹھوں عثمان نے کہا: میں
نے خارجہ بن زید کو قبرستان میں دیکھا پس میں نے ان سے اس حدیث کا ذکر کیا تو انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے قبر پر بٹھایا اور بتایا
کہ میرے چچا حضرت یزید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ قبر پر بیٹھنا اس کے لیے ممنوع ہے جو قبر پر بیٹھ کر وضوء توڑے (یعنی قضاء
حاجت کرے)۔

امام مسلم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم میں
سے کوئی شخص انگارے پر بیٹھے اور وہ اس کے کپڑے جلادے اور آگ اس کی آستین تک پہنچ جائے تو اس کے لیے قبر پر بیٹھنے سے بہتر
ہے۔ (صحیح مسلم: ۹۷۱)

ابو مریم الغنوی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو۔

(صحیح مسلم: ۹۷۲ سنن ابوداؤد: ۳۲۲۹ سنن ترمذی: ۱۰۵۰ سنن نسائی: ۷۶۰)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قبر پر چونا لگانے سے اس پر بیٹھنے سے اور اس پر عمارت بنانے سے
منع فرمایا ہے۔ (صحیح مسلم: ۹۷۰ سنن ابوداؤد: ۳۲۲۵ سنن ابن ماجہ: ۱۵۶۲)

علامہ عینی نے امام طحاوی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ قبر پر بیٹھنا جائز ہے اور اس پر بیٹھنا صرف اس صورت میں ممنوع ہے جب کوئی
شخص قبر پر بیٹھ کر وضوء توڑے یعنی قضاء حاجت کرے نہ خفی کی جن کتابوں میں اس کے خلاف ہے ان کو اسی پر محمول کرنا چاہیے۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۲۶۵-۲۶۶ مصلحاً دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

ہر چند کہ امام طحاوی اور علامہ عینی کی احادیث اور عبارات فقہاء پر بہت گہری نظر ہے مگر ان دونوں بزرگوں نے احادیث صحیحہ
اور صریحہ کے برخلاف قبر پر بیٹھنے کو جو جائز کہا ہے وہ صحیح نہیں ہے جب کہ خود امام اعظم اور اکابر فقہاء احناف نے قبر پر بیٹھنے سے منع
فرمایا ہے:

علامہ ابوبکر بن مسعود کا سانی حنفی متونی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

امام ابو حنیفہ نے فرمایا: قبر کو روندنا یا قبر پر بیٹھنا یا قبر پر سونا یا قبر پر قضاء حاجت کرنا مکروہ ہے کیونکہ نبی ﷺ نے قبر پر بیٹھنے

سے منع فرمایا ہے۔ (صحیح مسلم: ۹۷۰ سنن ابوداؤد: ۳۲۲۵ سنن ترمذی: ۱۰۵۸) (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۳۵۹ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

علامہ محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری متونی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں:

قبر کو پیروں سے روندنا یا اس پر بیٹھنا یا اس پر قضاء حاجت کرنا مکروہ ہے۔ (المحیط البرہانی ج ۳ ص ۹۴ 'ادارۃ القرآن' کراچی ۱۳۲۴ھ)
علامہ عثمان بن الزلیعی الحنفی المتوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں:

قبر پر عمارت بنانا یا اس پر بیٹھنا یا اس کو پیروں سے روندنا یا اس پر سونا یا اس پر قضائے حاجت کرنا یا اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ (تبيين الحقائق ج ۱ ص ۵۸۷ ایچ۔ ایم۔ سعید کہنی 'کراچی' ۱۴۲۱ھ)

علامہ زین الدین ابن نجیم المتوفی ۷۹۰ھ لکھتے ہیں:

اور فتح القدیر میں مذکور ہے کہ قبر پر بیٹھنا اور قبر کو روندنا مکروہ ہے۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۹۳ 'المکتبۃ الماحدۃ' کوئٹہ)

فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۱۶۶ پر بھی اسی طرح مذکور ہے۔ (مطبوعہ امیریہ کبریٰ ۱۳۱۰ھ)

میں کہتا ہوں کہ خود علامہ عینی نے صحیح بخاری کی حدیث: ۱۲۸۵ کی شرح میں لکھا ہے:

امام مالک 'حضرت زید بن ثابت اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ قبر پر بیٹھنا جائز ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور عطاء نے کہا ہے کہ قبر پر نہ بیٹھا جائے اور یہی امام شافعی اور جمہور کا قول ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی شخص انکارے پر بیٹھے اور وہ اس کے کپڑے جلا کر اس کی کھال تک پہنچ جائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ قبر پر بیٹھے۔ (صحیح مسلم: ۹۷۱) اور حلی وغیرہ نے یہ کہا ہے کہ قبر پر بیٹھنا حرام ہے اور اس کے علامہ نووی نے اصحاب سے نقل کیا ہے کہ امام مالک اور خارجہ بن زید نے اس کی یہ تادل کی ہے کہ قبر پر بیٹھنے کی ممانعت سے مرد قضاہ حاجت کے لیے قبر پر بیٹھنا ہے اور یہ بہرہ عید تادل ہے۔

(ممدۃ القاری ج ۸ ص ۱۱۱ 'دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حیرت ہے کہ جس مذہب کو علامہ عینی حدیث: ۱۲۸۵ کی شرح میں رد کر چکے ہیں اسی مذہب کو حدیث: ۱۳۶۱ کی شرح میں اپنا

مختار قرار دے رہے ہیں!

وَقَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا
عَنْهُمَا يَجْلِسُ عَلَى الْقُبُورِ.

حافظ ابن حجر اور حافظ عینی کا مناقشہ اور مصنف کا محاکمہ

حافظ اب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۰ھ لکھتے ہیں:

اس تعلیق کی اصل یہ ہے

امام طحاوی اپنی سند کے ساتھ نافع سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما قبروں پر بیٹھے تھے۔

(شرح معانی الآثار: ۲۸۸۱۔ ج ۲ ص ۴۸ 'قدیمی کتب خانہ کراچی')

یہ حدیث امام ابن شیبہ کی سند صحیح کے ساتھ اس روایت کے معارض نہیں ہے کہ اگر میں گرم پتھر پر چلوں تو یہ میرے نزدیک قبر پر چلنے سے زیادہ بہتر ہے اور یہ ان مسائل میں سے ہے جن میں اختلاف ہے۔

ابو مرید الغنوی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو۔

(صحیح مسلم: ۹۷۲)

امام مالک نے کہا کہ قبر پر بیٹھنے کی ممانعت سے مراد یہ ہے کہ قبر پر قضاء حاجت نہ کرو علامہ نووی نے کہا کہ یہ تادل ضعیف ہے یا

باطل ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام مالک اس قول میں منفرد ہیں اسی طرح امام ابن جوزی کے کلام سے یہ وہم ہوتا ہے

انہوں نے کہا ہے کہ جمہور کے نزدیک قبر پر بیٹھنا مکروہ ہے اور اس میں امام مالک کا اختلاف ہے علامہ نووی نے شرح المہذب میں یہ تصریح کی ہے کہ امام ابو حنیفہ کا مذہب جمہور کی مثل ہے حالانکہ اس طرح نہیں ہے بلکہ امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کا مذہب امام مالک کی مثل ہے جیسا کہ امام طحاوی نے ان سے نقل کیا ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے اثر مذکور سے استدلال کیا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اثر سے بھی استدلال کیا ہے کہ حضرت علی بھی قبروں پر بیٹھتے تھے۔ (شرح معانی الآثار: ۲۸۸۰) اور حضرت زید بن ثابت کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ نبی ﷺ نے قبر پر صرف قضاء حاجت کے لیے بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔ (شرح معانی الآثار: ۲۸۷۷) جمہور کے قول کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ امام احمد نے حضرت عمرو بن حزم انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قبروں پر نہ بیٹھو۔ (کنز العمال: ۳۲۵۷۱) اور اس حدیث سے:

حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے ایک قبر پر بیٹھے ہوئے دیکھا تو فرمایا: قبر سے اتر اور صاحب قبر کو ایذا نہ دے دوتا کہ وہ تمہیں ایذا نہ دے۔ (شرح معانی الآثار: ۲۸۷۱۱)

امام مسلم نے اپنی سند سے روایت کی ہے: اگر تم میں سے کوئی شخص انکارے پر بیٹھے اور وہ اس کے پیروں کو جلادے اور آگ اس کی کھال تک پہنچ جائے تو وہ قبر پر بیٹھنے سے بہتر ہے۔ (صحیح مسلم: ۹۷۱۰)

علامہ ابن بطلال نے کہا ہے کہ ۳۰ دلیل ہیں۔ بعد سے کہہ رہے ہیں کہ قبر پر بیٹھنے کا ممانعت سے مراد یہ ہے کہ قبر پر بیٹھ کر قضاء حاجت نہ کرو کیونکہ قبر پر بیٹھ کر قضاء حاجت کرنا بہت فضیلت ہے اور یہ مکروہ ہے۔ بہت بڑھکا۔ یہاں پر بیٹھنے سے مراد عرف کے مطابق بیٹھنا ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۷۹۲ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس قائل (حافظ ابن حجر) نے کہا کہ علامہ نووی نے لکھا کہ امام مالک نے کہا کہ بیٹھنے سے مراد قضاء حاجت کے لیے بیٹھنا ہے اور یہ تاویل ضعیف ہے یا باطل۔ علامہ ابن بطلال نے کہا کہ شریعت میں تعصب کی وجہ سے آدمی اس سے زیادہ کہتا ہے اور علامہ نووی نے کیسے کہا کہ امام مالک تاویل سے ہے۔ بلکہ امام مالک عالم ہیں اور وہ ان سے زیادہ اجادیت اور آثار کو جاننے والے ہیں پھر اس قائل نے کہا کہ جمہور فقہاء قبر پر بیٹھنے کو مکروہ کہتے ہیں اور اس میں امام مالک کا اختلاف ہے اور علامہ نووی نے شرح المہذب میں لکھا ہے کہ امام حنیفہ کا مذہب بھی جمہور کی مثل ہے میں کہتا ہوں کہ اگر امام حنیفہ کے بلکہ امام ابو حنیفہ کا مذہب امام حنیفہ کی مثل ہے جیسا کہ امام حنیفہ نے کہا ہے پھر قائل نے یہ کہی کہ یہ حدیث نقل کی ہیں جن پر قبر پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے علامہ نووی نے کہا کہ میں کہتا ہوں کہ ان احادیث میں سے کسی سے مراد قضاء حاجت کے لیے بیٹھنا ہے اور قبر پر بیٹھنا جائز ہے اور یہی امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کا مذہب ہے جیسا کہ امام طحاوی نے کہا ہے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۲۶۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس بحث میں حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام مالک کی نقل صحیح ہے اور علامہ عینی اور امام طحاوی کو اس مسئلہ میں خطا ہوئی ہے اور امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کا مذہب وہ نہیں ہے جو علامہ عینی اور امام طحاوی نے ذکر کیا ہے بلکہ ان کے نزدیک قبر پر بیٹھنا مکروہ ہے جیسا کہ ہم اس سے پہلے فقہاء احناف کی مشہور اور متداول کتب بدائع الصنائع، محیط برہانی، تبیین الحقائق، البحر الرائق اور فتاویٰ عالمگیری کے حوالوں سے بلکہ خود علامہ عینی کی عمدة القاری کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں۔

والحمد لله على ذلك.

۱۳۶۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ
الْأَعْمَشِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ
رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَنَّهُ مَرَّ بِقَبْرَيْنِ يُعَذَّبَانِ فَقَالَ إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ
وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ
مِنَ الْبَوْلِ وَأَمَّا الْآخَرُ فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيَةِ ثُمَّ
أَحَدَ جَرِيدَةَ رَطْبَةٍ فَشَقَّهَا بِتُفَّيْنِ ثُمَّ غَرَزَ فِي كُلِّ
قَبْرٍ وَاحِدَةً فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ لِمَ صَنَعْتَ هَذَا؟
فَقَالَ لَعَنَهُ أَنْ يُحَقِّفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَنْبَسِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے کہا: ہمیں ابو معاویہ نے حدیث بیان کی از الاعمش از مجاہد از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی کریم ﷺ آپ ایک دو قبروں کے پاس سے گزرے جن کو عذاب دیا جا رہا تھا آپ نے فرمایا: اب شک ان کو عذاب دیا جا رہا ہے اور ان کو کسی چیز میں عذاب نہیں دیا جا رہا جس سے بچنا دشوار ہو۔ رہا ان دونوں میں سے ایک تو وہ پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور ربا دوسرا تو وہ چغلی کرتا تھا پھر آپ نے کھجور کے درخت کی ایک تر شاخ لی پس اس کے دو ٹکڑے کیے پھر ہر ایک کی قبر میں ایک ٹکڑا گاڑ دیا پس مسلمانوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ نے فرمایا: تحقیق یہ ہے کہ جب تک یہ شاخیں خشک نہیں ہوں گی ان کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۱۱۸ میں گزر چکی ہے۔

۸۲ - بَابُ مَوْعِظَةِ الْمُحَدِّثِ عِنْدَ الْقَبْرِ
وَقُعُودِ أَصْحَابِهِ حَوْلَهُ

مرثیہ پڑھنے کا وقت اور اس کے
اصحاب کا اس کے پاس بیٹھنا

امام بخاری نے اس عنوان سے یہ بیان کیا ہے کہ اگر زندہ مردوں یا قبرداروں کے ساتھ کھڑے ہو کر ان کے قبراں کے گرد لوگوں کا بیٹھنا جائز ہے زندہ لوگوں کی مصلحت یہ ہے کہ ان سے نصیحت لیں اور مردوں کی مصلحت یہ ہے کہ قبر کے پاس بیٹھ کر قرآن مجید کی تلاوت کی جائے اور اللہ کا ذکر کیا جائے اور اس سے میت کو نفع ہوگا۔

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اپنے مردوں پر (سورۃ) ناس پڑھو۔

(سنن ابوداؤد: ۳۱۲۱ سنن ابن ماجہ: ۱۳۳۸)

یہ حدیث اس وقت تک ہے کہ مردوں کے قبراں کی تلاوت کرنا جائز ہے۔ یہ حدیث ان کے خلاف حجت ہے جو یہ کہتے ہیں کہ مردوں کی تلاوت سے میت کو فائدہ نہیں ہوتا۔

﴿يَوْمَ يُخْرِجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ﴾ (العارج: ۴۳)
الْأَجْدَاثُ الْقُبُورُ۔ (العارج: ۴۳) کا معنی قبور ہے۔

جس دن لوگ قبروں سے نکل کر میدانِ حشر کی طرف دوڑتے ہوئے جائیں گے اس تعلیق میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے:
وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُم مِّنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنْسِلُونَ (نہس: ۵۱)

﴿بُعْثِرَتْ﴾ (الانفطار: ۴) اُبْثِرَتْ: بُعْثِرَتْ
حَوْضِي أَيْ جَعَلَهُ أَسْفَلَ أَعْلَاهُ۔

”بعثرت“ اکھاڑ دی جائیں گی یا ان کو الٹ پلٹ کر اپنے رب کی طرف دوڑتے ہوئے جائیں گے ○
جائے گا۔ ”بُعْثِرَتْ حَوْضِي“ کا معنی ہے: میں نے اس کے نیچے

حصہ کو اوپر کر دیا۔

اس تعلق میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

وَإِذَا الْقُبُورُ بُعْثِرَتْ ۝ (الانفطار: ۴)

الْإِيفَاضُ الْأَسْرَاعُ.

اس تعلق میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

يَوْمَ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ يَرَاءُ مَا كَانَتْهُمْ إِلَى

نُصَبٍ يُؤْفَضُونَ ۝ (العارج: ۴۳)

وَقَرَأَ الْأَعْمَشُ ﴿إِلَى نَصَبٍ﴾ (العارج: ۴۳) إِلَى

شَيْءٍ مِّنْ نُصُوبٍ يَسْتَبِقُونَ إِلَيْهِ وَالنَّصَبُ وَاحِدٌ وَالنَّصَبُ مَصْدَرٌ.

اور جب قبروں کو پلٹ دیا جائے گا ۝

”الایفاض“ کا معنی ہے: جلدی جلدی بھاگتے ہوئے جانا۔

جس دن وہ قبروں سے دوڑتے ہوئے نکلیں گے گویا کہ وہ

بتوں کی طرف بھاگتے ہوئے جا رہے ہیں ۝

الاعمش نے اس آیت میں ”إِلَى نَصَبٍ“ پڑھا ہے: یعنی

جو چیز نصب کی گئی ہو اور لوگ اس کی طرف سبقت کر رہے ہوں

”نُصَبٌ“ واحد ہے اور ”نَصَبٌ“ مصدر ہے۔

”نُصَبٌ“ کا معنی ہے: ایک جھنڈا نصب کر دیا گیا ہے اور لوگ اس کی طرف بھاگ رہے ہیں اور جس نے ”نَصَبٌ“ پڑھا

اس کا معنی ہے: وہ اپنے بتوں کی طرف دوڑ رہے ہیں ”نُصَبٌ“ کا معنی ہے: پتھر سے تراشے ہوئے بت ایک قول یہ ہے کہ اس کا

معنی ہے: وہ پتھر جس کی عبادت کی جا رہی ہے اور اس پر ذبح شدہ جانوروں کا خون بہایا جاتا ہے: ہر ایک قول ہے کہ وہ ایک جھنڈا ہے

جس کو لوگوں کے لیے گاڑ دیا جاتا ہے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۱۰۰)۔

﴿يَوْمَ الْخُرُوجِ﴾ (ن: ۴۲) مِنَ الْقُبُورِ ﴿يَنْسِلُونَ﴾

(یس: ۵۱) يَخْرُجُونَ.

اس تعلق میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

يَوْمَ يَسْمَعُونَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ رَأَتْ يَوْمَ

الْخُرُوجِ ۝ (ن: ۴۲)

جس روز وہ اس زبردست چنگھاڑ کو یقین کے ساتھ سنیں گے

یہی (قبروں سے) نکلنے کا دن ہوگا ۝

اور یہ اشارہ کیا ہے کہ یس: ۵۱ میں جو ”يَنْسِلُونَ“ کا لفظ اس کا معنی نکلتا ہے۔

۱۳۶۲۔۔۔ لَقَدْ كُتِبَ فِي سُلَيْمَانَ جَرِيرٌ عَنْ

مَنْصُورٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدٍ عَنْ أَبِي سَبِيحٍ الرَّحْمَنِ

عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كُنَّا فِي جَنَازَةٍ فِي

بَقِيعِ الْغَرْقَدِ فَأَتَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَقَعَدَ وَقَعَدْنَا حَوْلَهُ وَمَعَهُ مِخْصَرَةٌ فَتَغَسَّ فَجَعَلَ

يَنْكُتُ بِمِخْصَرَتِهِ ثُمَّ قَالَ مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ مَا مِنْ

نَفْسٍ مِّنْهُنَّ إِلَّا كُتِبَ مَكَانُهَا مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ

وَالْأَقْدُ كُتِبَ شَقِيَّةٌ أَوْ سَعِيدَةٌ فَقَالَ رَجُلٌ يَا

رَسُولَ اللَّهِ أَفَلَا تَكْتَلُ عَلَى كِتَابِنَا وَنَدْعُ الْعَمَلَ؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان نے حدیث بیان

کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی منصور از سعد

بن عبیدہ از ابو عبد الرحمن از حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

ہم بقیع الغرقہ میں ایک جنازے کے ساتھ تھے ہمارے پاس نبی

صلی اللہ علیہ وسلم آئے پس بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ کے گرد بیٹھ گئے آپ

کے پاس چھری تھی آپ نے سر جھکایا اور اپنی چھری کے ساتھ

زمین کریدنے لگے پھر فرمایا: تم میں سے ہر شخص کا جنت میں یا

دوزخ میں ٹھکانا لکھ دیا گیا ہے اور یہ بھی لکھ دیا گیا ہے کہ وہ نیک

بخت ہے یا بد بخت ہے ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! کیا ہم اپنے

پس عبادت کرنے کو جنت کے دخول کا مستقل سبب نہ بنایا جائے اور عبادت کے ترک کرنے کو دوزخ میں دخول کا مستقل سبب نہ بنایا جائے بلکہ عبادت کا کرنا اور اس کو ترک کرنا جنت اور دوزخ میں دخول کی علامات ہیں۔

جب رسول اللہ ﷺ نے یہ خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی سعادت اور شقاوت کو کتاب میں لکھ دیا ہے تو مسلمانوں نے قصد کیا کہ اس لکھے ہوئے کو حجت قرار دے کر عمل کرنے کو ترک کر دیں تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں یہ بتلایا کہ یہاں پر دو چیزیں ہیں اور ایک چیز کی وجہ سے دوسری چیز باطل نہیں ہوتی، ایک ظاہری چیز ہے اور ایک باطنی چیز ہے اور وہی علت موجبہ ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور دوسری ظاہری چیز ہے اور وہ بندہ کے حق میں تہمہ لازمہ ہے اور وہ خیالی علامت ہے اور آپ نے یہ بیان فرمایا کہ اللہ نے جو پیدا کیا ہے ان میں سے ہر ایک میسر ہے اور دنیا میں اس کا عمل آخرت کے انجام کی دلیل ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى ۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى ۝
فَسَنِّيئِرُهُ لِلْيُسْرَى ۝ (اللیل: ۷-۵)

پس رہا وہ جس نے (اللہ کی راہ میں) خرچ کیا اور (اللہ سے) ڈرا ۝ اور نیکی کی تصدیق کی ۝ تو ہم اس کے لیے نیکی کے راستے آسان کر دیں گے ۝

اس کی نظیر یہ ہے کہ انسان کی قسمت میں رزق لکھ دیا ہے لیکن اس کو کمانے کا حکم دیا ہے اور اس کی زندگی کی میعاد مقرر ہے لیکن اس کو بیماری کا علاج کرنے کا حکم دیا ہے، اور طرز سعادۃ و شقاوت ہے لیکن اس کی نیکی کرنے اور برائی کو ترک کرنے کا حکم دیا ہے، پس جس طرح وہ تقدیر میں لکھے ہوئے رزق پر تکیہ کر کے کما کر لے کر رہتا ہے، اسی طرح تقدیر میں لکھے ہوئے سعادۃ و شقاوت پر تکیہ کر کے نیک اعمال کے کرنے اور بُرے اعمال کے نہ کرنے کو ترک نہ کرے، پس تقدیر میں لکھا ہوا امر باطنی علت موجبہ اور اللہ کا حکم ہے اور انسان کے اعمال تہمہ لازمہ ہیں اور خیالی علامت ہیں اور امر باطنی کی وجہ سے۔ مر ظاہری کو ترک نہیں کیا جاتا۔ (محمد بن اسماعیل، سنن ابی داؤد، ۲/۲۷۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۶۰۷ ج ۲/۲۶۹ برآمد ہے اس کی شرح سے دان حسب ذیل ہیں:

① کیا اللہ تعالیٰ کے علم سابق میں انسانوں کا حشر یا تنہی و تاناں سے مکلف ہونے کے منافی ہے؟ ② جبر اور قدر کے اعتبار سے مسئلہ تقدیر پر اشکال اور اس کا جواب۔

۸۳۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي قَاتِلِ النَّفْسِ
اپنی جان کے قاتل کے متعلق ہے

اس باب میں بیان کیا ہے جو شخص اپنی جان کے قاتل ہے اس کا شریعت میں کیا حکم ہے۔

حضرت ابن سرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنے آپ کو چوڑے تیر سے لے کر یا نور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تو اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھوں گا۔ (صحیح مسلم: ۹۷۸، سنن نسائی: ۱۹۶۰)

خود کشی کرنا گناہ کبیرہ ہے اس کی نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے لیکن کسی بڑے عالم کو اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھانی چاہیے۔

۱۳۶۳۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ
قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ ثَابِتِ بْنِ
الضُّحَّاكِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ بِمِلَّةٍ غَيْرِ الْإِسْلَامِ كَاذِبًا
مُنْعِمًا فَهُوَ كَمَا قَالَ أَوْ مَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِحَدِيدَةٍ
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ از حضرت ثابت بن الضحاک رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: جس نے غیر ملت اسلام کی عدا جھوٹی قسم کھائی پس وہ اس طرح ہے اور جس

عُذِّبَ بِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ. نے لوہے کے ہتھیار سے اپنے آپ کو قتل کیا اس کو اسی ہتھیار سے

[اطراف الحدیث: ۴۱۷۱-۴۸۴۳-۶۰۳۷-۶۱۰۵-۶۶۵۲] دوزخ میں عذاب ہوتا رہے گا۔

(صحیح مسلم: ۱۱۰، الرقم للسنن: ۲۹۵، سنن ابوداؤد: ۳۲۵۷، سنن ترمذی: ۱۵۴۳، سنن نسائی: ۳۷۷۹، سنن ابن ماجہ: ۲۰۹۸، الاحاد والثنائی: ۲۱۳۰،

المعجم الکبیر: ۱۳۳۵، مسند ابویعلیٰ: ۱۵۳۵، جامع السانید لابن جوزی: ۷۸۵، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۴۲۶، مسند الطحاوی: ۹۱۱)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تعارف کیا جا چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اور جس نے لوہے کے ہتھیار سے اپنے آپ کو قتل کیا۔ الحدیث

”ملت“ کا معنی غیر ملت اسلام کی قسم کھانے والے کا شرعی حکم اور اس میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ”ملت“ کا لفظ ہے ”ملت“ کا معنی ہے: دین جیسے ملت اسلام یا یہودیت یا نصرانیت ایک قول یہ ہے کہ اس

کا معنی ہے: دین کے عظیم ارکان۔

نیز اس حدیث میں ہے: جس نے غیر ملت اسلام کی عدا جھوٹی قسم کھائی پس وہ اسی طرح ہے۔

اس کا معنی یہ ہے کہ اس نے یہودیت یا عیسائیت کی تعظیم کی وجہ سے قسم کھائی خواہ وہ قسم جھوٹی کھائی ہو یا سچی کھائی ہو بہر حال اس

نے غیر ملت اسلام کی تعظیم کی کیونکہ قسم ان کا کھان جاتی ہے پس دل میں تسلیم ہوتی ہے، غیر ملت اسلام کی تعظیم حرام اور ممنوع

ہے۔

علامہ ابن بطلال نے کہا ہے کہ چونکہ اس نے غیر ملت اسلام کی جھوٹی قسم کھائی ہے اس وجہ سے وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوگا، کافر

نہیں ہوگا۔

علامہ کرمانی نے بھی کہا: وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوگا، کافر نہیں ہوگا، حدیث میں جو فرمایا ہے: پس وہ اس طرح ہے یہ تغلیظ

کے لیے ہے۔ علامہ ابن جوزی نے کہا: اس کا غیر ملت اسلام کی قسم کھانا کہ کے مشابہ ہے کیونکہ اس نے قسم کھا کر غیر ملت اسلام کی

تعظیم کی اور غیر ملت اسلام کی تعظیم کفر ہے لہذا اس کا یہ قسم کھانا کفر کے مشابہ فعل ہے۔

علامہ قرطبی نے کہا: جس نے عدا غیر ملت اسلام کی تعظیم کی وہ حقیقتہ کافر ہو گیا اور حدیث میں یہی فرمایا ہے کہ جس نے عدا غیر

ملت اسلام کی قسم کھا وہ کافر ہے، یہ شخص کافر کا ہے۔

علامہ عینی نے کہا: اس کے حقیقتہ کافر کے مشابہ ہونا، جبکہ چیز ہے۔

امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جس نے اس طرح قسم کھائی اس کی قسم منعقد ہو

جائے گی اور اس پر کفارہ لازم ہے کیونکہ ظہار کرنے والا بُری اور جھوٹی بات کہتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس پر کفارہ لازم کیا ہے اور یہ بھی

بُری اور جھوٹی بات ہے، امام مالک، امام شافعی اور جمہور نے یہ کہا ہے کہ اس پر توبہ کرنا اور تجدید اسلام کرنا لازم ہے کیونکہ حدیث میں

ہے: جس نے لات اور عزیٰ کی قسم کھائی وہ کہے: لا الہ الا اللہ۔ (سنن ابوداؤد: ۳۲۷۴، سنن ابن ماجہ: ۲۰۹۶، صحیح ابن خزیمہ: ۴۵، مسند احمد ج ۲

ص ۳۰۹) اور حدیث میں کفارہ کا ذکر نہیں ہے اس لیے اس پر صرف توبہ اور تجدید اسلام لازم ہے اور اگر شادی شدہ ہو تو تجدید نکاح بھی

لازم ہے ہم کہتے ہیں کہ کفارہ کا ذکر نہ ہونے سے اس کے وجوب کی نفی نہیں ہوتی۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۲۷۶-۲۷۵، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۱ھ)

۱۳۶۴- وَقَالَ حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ بْنُ حَازِمٍ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ حَدَّثَنَا جُنْدَبٌ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فِي هَذَا الْمَسْجِدِ، فَمَا نَسِينَا، وَمَا نَخَافُ أَنْ يَكْذِبَ جُنْدَبٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ بِرَجُلٍ جِرَاحٌ قَتَلَ نَفْسَهُ، فَقَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ بَدَرْنِي عَبْدِي بِنَفْسِهِ، حَرَمْتُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ.

اور حجاج بن منہال نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی از الحسن انہوں نے کہا: ہمیں حضرت جندب رضی اللہ عنہ نے اس مسجد میں یہ حدیث بیان کی سو ہم اس کو نہیں بھولے اور ہمیں یہ خوف نہیں ہے کہ حضرت جندب نے نبی ﷺ سے جھوٹی بات روایت کی ہوگی آپ نے فرمایا: ایک شخص زخمی تھا اس نے خود کو قتل کر لیا تو اللہ عزوجل نے فرمایا: میرے بندے نے اپنی جان نکالنے میں مجھ پر سبقت کی میں نے اس پر جنت کو حرام کر دیا۔

[مرف الحدیث: ۳۴۶۳] (صحیح مسلم: ۱۱۳، المزمع السلسل: ۳۰۰)

خودکشی کرنے والے پر جنت حرام کرنے کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا: میرے بندے نے اپنی جان کو ہلاک کرنے میں مجھ پر سبقت کی میں نے اس پر جنت کو حرام کر دیا ہے اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ خودکشی کرنا گناہ کبیرہ ہے اور گناہ کبیرہ کی وجہ سے جنت حرام نہیں ہوتی۔

قرآن مجید میں ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ، وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ. (النساء: ۱۱۶-۱۱۸)

بے شک اللہ نہ نہیں معاف فرمائے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے۔ اس سے کم گناہ کو جس کے لیے چاہے گا معاف فرما دے گا۔

حضرت عثمان بن مالک انصاری کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ نے دوزخ پر اس شخص کو حرام کر دیا ہے جس نے لا الہ الا اللہ کہا اور وہ اس سے منکر غاصب کا کہتا تھا۔ (بخاری: ۴۲۵، صحیح مسلم: ۴۲)

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ میرے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ کی شہادت دی اللہ نے اس پر دوزخ کو حرام کر دیا ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۹، سنن ترمذی: ۲۶۳۸، مسند احمد ج ۵ ص ۳۱۸)

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو کبیرہ کرنے سے روکا ہے وہ پاپ ہے تو اس کو معاف کر دے۔ اور چاہے گا تو اس پر وعید پڑھ کرے اس پر دوزخ نہ پڑے گا۔ اور پچھوے کے بعد اس کو دوزخ نہ پڑے گا۔ پچھوے کو اس کے ایمان کی وجہ سے جنت میں داخل کر دے گا اور اس کو دوزخ میں نہیں رکھے گا۔ (شرح ابن بطل ج ۲ ص ۳۳۵، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

چونکہ احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ اہل اسلام دوزخ میں ہمیشہ نہیں رہیں گے اس لیے یہ حدیث اس صورت پر محمول ہے کہ جو شخص خودکشی کو حلال جان کر خودکشی کرے گا اس پر اللہ عزوجل جنت کو حرام کر دے گا کیونکہ وہ خودکشی کو حلال سمجھنے کی وجہ سے کافر ہو جائے گا اور کافر یقیناً ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ نے زجر و توبہ اور ڈانٹ ڈپٹ کے اعتبار سے فرمایا ہے اس کی حقیقت مراد نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۹۴، دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی اس اشکال کے جواب میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ خودکشی کرنے والے کو دوزخ میں داخل کرنے سے پہلے میں نے اس پر جنت کے دخول کو حرام کر دیا ہے یا کسی خاص جنت کو اس پر حرام کر دیا ہے کیونکہ جنتیں بہت سی ہیں یا یہ وعید اس کے لیے ہے جو حلال اور جائز سمجھ کر خودکشی کرے یا اس کو محض تغلیظ کے لیے فرمایا ہے اور اس کو خودکشی کرنے سے ڈرایا ہے اس کی حقیقت مراد نہیں یا مراد یہ ہے کہ خودکشی کرنے والے کی سزا یہ ہے کہ اس پر جنت کو حرام کر دیا جائے لیکن اس پر اس سزا کو نافذ کرنا ضروری نہیں ہے۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۲۷۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں ابو الزناد نے حدیث بیان کی از الاعمرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنا گلا گھونٹے گا اس کا دوزخ میں گلا گھونٹا جاتا رہے گا اور جو شخص اپنے آپ کو نیزہ یا تیر مارے گا وہ دوزخ میں بھی اپنے آپ کو نیزہ یا تیر مارتا رہے گا۔

۱۳۶۵ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي يَخْنُقُ نَفْسَهُ يَخْنُقُهَا فِي النَّارِ وَالَّذِي يَطْعُنُهَا يَطْعُنُهَا فِي النَّارِ. [حرف الحدیث: ۵۷۷۸]

(صحیح ابن حبان: ۵۹۸۷، شرح: ۱۹۵، سند احمد: ۲۰۰، بیق قدیم: ۱۰، ۹۶۱۸، ج ۱ ص ۳۸۰، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

جامع المسانید لابن جوزی: ۳۶۷۵، مکتبۃ الرشیدیہ: ۱۳۲۶ھ)

حدیث مذکور کی موافق حدیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اپنے آپ کو لوہے کے ہتھیار سے قتل کیا دوزخ میں اس کے ہاتھ میں وہ ہتھیار ہوگا اور وہ دوزخ میں ہمیشہ رہے گا اور جس شخص نے اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا کر ہلاک کیا وہ دوزخ میں ہمیشہ رہے گا اور جس شخص نے اپنے آپ کو زہر سے ہلاک کیا وہ دوزخ میں ہمیشہ رہے گا اور جس شخص نے اپنے آپ کو زہر سے ہلاک کیا وہ دوزخ میں ہمیشہ رہے گا۔ (صحیح البخاری: ۵۷۷۸، صحیح مسلم: ۱۰۹، سنن ترمذی: ۲۰۴۳، سنن ابوداؤد: ۳۸۷۲، مسند ابوداؤد الطبرانی: ۲۳۱۶، شرح السنہ: ۲۵۲۳، سند احمد ج ۲ ص ۳۸۸، ۳۷۸، ۲۳۵)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی طریقت سے ان کے لڑنے کا اثر کا مثل طریقہ سے اس کو دانا نہ اب رہے گا اور اس کی مغفرت نہیں ہوگی بلکہ یہ حدیث سے ثابت ہے کہ خودکشی کرنے والے کی بھی مغفرت ہو جائے گی۔

حدیث مذکور کی مخالف حدیث

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت طفیل بن عمرو الدوسی نبی ﷺ کے پاس آئے پس کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ کو مضبوط قلعہ کی ضرورت ہے؟ ان کے پاس زمانہ جاہلیت میں دوس کا قلعہ تھا پس نبی ﷺ نے اس کا انکار کیا جو انصار کے لیے ذخیرہ تھا پھر جب نبی ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو حضرت طفیل بن عمرو نے بھی ہجرت کی اور ان کے ساتھ ایک اور شخص نے بھی ہجرت کی ان کو مدینہ کی آب و ہوا موافق نہیں آئی پس وہ شخص بیمار ہو گیا سو وہ صبر نہ کر سکا اس نے چوڑے پھل کے تیر سے اپنی انگلیوں کے جوڑ کاٹ ڈالے اس کے ہاتھوں سے خون بہنے لگا حتیٰ کہ وہ فوت ہو گیا حضرت طفیل بن عمرو نے اس کو خواب میں اچھی حالت میں دیکھا اور اس کے ہاتھوں پر پٹی دیکھی حضرت طفیل نے پوچھا: تمہارے رب نے تمہارے ساتھ کیا کیا؟ انہوں نے کہا: میں

نے نبی ﷺ کی طرف جو ہجرت کی تھی اس وجہ سے اللہ نے میری مغفرت کر دی انہوں نے پوچھا: میں تمہارے ہاتھوں پر پٹی کیسی دیکھ رہا ہوں؟ انہوں نے جواب دیا: مجھ سے کہا گیا کہ جس چیز کو تم نے خود خراب کیا ہے ہم اس کو ہرگز ٹھیک نہیں کریں گے۔ حضرت طفیل نے نبی ﷺ کے سامنے یہ خواب بیان کیا تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! اس کے ہاتھوں کی بھی مغفرت فرما!

(صحیح مسلم: ۱۱۶، مسند احمد ج ۳ ص ۳۷۱-۳۷۰، مسند ابویعلیٰ: ۲۱۷۵)

خودکشی کرنے والے کی مغفرت کے متعلق امام طحاوی کی توجیہ

امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ ان دونوں حدیثوں کے تعارض کے جواب میں لکھتے ہیں:

ہو سکتا ہے کہ اس شخص نے چوڑے تیر سے اپنی انگلیوں کے جوڑ کو اس لیے کاٹا ہو کہ اس کے نزدیک اس بیماری کا یہی علاج تھا کہ فاسد خون کو نکال دیا جائے اور اس کا یہ خیال ہو کہ اگر اس فاسد خون کو نہ نکالا گیا تو اس سے اس کے پورے جسم میں یہ بیماری سرایت کر جائے گی (جیسا کہ آج کل بھی اگر کسی عضو میں زہر سرایت کر جائے اور اس سے پورے جسم کے فاسد ہونے کا خطرہ ہو تو ڈاکٹر اس عضو کو کاٹ دیتے ہیں۔ سعیدی غفرلہ) سو اس نے پورے جسم کی اصلاح کے لیے اپنی انگلیوں کے جوڑوں کو کاٹا، لیکن قضاء الہی سے اتنا خون بہ گیا کہ وہ فوت ہو گیا، سو اس صورت میں اس پر کوئی ملامت نہیں ہے اور نہ وہ آخرت میں کسی سزا کا مستحق ہے، کیونکہ اس کا ارادہ خودکشی کرنے کا نہ تھا۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے ہاتھوں کے لیے مغفرت کی دعا کی اس سے معلوم ہوا کہ اس سے کوئی تقصیر ہوئی تھی جیسی تو آپ نے اس کے ہاتھوں کے لیے آخرت کی دعا کی تو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ کے دل میں جو خوف خدا کا غلبہ تھا اس کی وجہ سے آپ نے یہ دعا کی۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۸۷-۱۸۸ سو۔ یہ الرسالۃ بیروت ۱۴۲۷ھ)

خودکشی کرنے والے کی مغفرت کے متعلق علامہ نووی اور حافظ ابن حجر کی توجیہ

اس حدیث میں دو احتمال ہیں: ایک احتمال وہ ہے جس کو امام طحاوی نے ذکر کیا ہے دوسرا احتمال یہ ہے کہ وہ شخص اپنی بیماری کی تکلیف پر صبر نہیں کر سکا اور اس نے خودکشی کے لیے اپنی انگلیوں کے جوڑ کاٹ لئے پھر اس پر یہ اعتراض ہو گا کہ پہلی حدیث کے مطابق تو اس کو دائمی عذاب ہونا چاہیے تھا اور اس کی آخرت میں ہونی چاہیے تھی، علامہ نووی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں اہل سنت کے ایک عظیم قاعدہ پر دلیل ہے کہ جس نے خودکشی کی یا کوئی اور معصیت کی اور بغیر توبہ کے مر گیا تو وہ کافر نہیں ہے اور اس کو قطع طور پر دوزخ کہا جائے گا، لکن وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے تحت ہے، وہ چاہے تو اس کو کچھ عرصہ مرادے اور چاہے تو معاف کر دے۔ (شرح سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۸۰-۸۱، شرح الباز مکہ مکرمہ ص ۳۰)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے یہ کہا ہے کہ خودکشی کرنے والے کے لیے دائمی عذاب کی عید اس صورت میں ہے جب وہ جائز سمجھ کر خودکشی کرے اس وقت وہ کافر ہو گا اور اس کو دائمی عذاب ہو گا، دوسرا جواب یہ ہے کہ خودکشی کرنے والے کی سزا تو یہی ہے کہ اس کو دائمی عذاب دیا جائے لیکن اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر کرم فرماتا ہے اور ان کو کچھ عرصہ کے بعد ان کی توحید کی وجہ سے دوزخ سے نکال لیتا ہے یا اصلاً عذاب نہیں دیتا یا اللہ تعالیٰ نے زبرد توخی اور ذانت ڈپٹ کے طور پر اور ڈرانے کے لیے فرمایا کہ خودکشی کرنے سے دائمی عذاب

ہو گا تا کہ مسلمان خودکشی کرنے سے باز رہیں۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۷۹۳، دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۱۳-۲۱۲ ج ۱ ص ۵۷۱-۵۷۰ پر مذکور ہے اس کی شرح کے عنوان یہ ہیں:

① خودکشی پر دائمی عذاب کی وعید کی توجیہ ② غیر ملت اسلام کی قسم کھانے کی تفصیل۔

۸۴ - بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الصَّلَاةِ عَلَى

الْمُنَافِقِينَ وَالْإِسْتِغْفَارِ لِلْمُشْرِكِينَ

رَوَاهُ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

اس تعلیق کی اصل صحیح البخاری: ۱۲۶۹ میں گزر چکی ہے۔

۱۳۶۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي

الَلَيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ

عَبْدِ اللَّهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ

رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ أَنَّهُ قَالَ لَمَّا مَاتَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ

أَبِي ابْنُ سَلُولٍ دُعِيَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهِ فَلَمَّا قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَثَبْتُ إِلَيْهِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ تُسَرِّى

عَلَى ابْنِ أَبِي وَقَدْ قَالَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا وَكَذَا وَكَذَا؟

أَعِدُّ عَلَيْهِ قَوْلَهُ فَبَسَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ وَقَالَ أَخِرَ عَنِّي يَا عُمَرُ فَلَمَّا اكْتَرَتْ عَلَيْهِ

قَالَ إِنِّي خَيْرْتُ فَاخْتَرْتُ لَوْ عَلِمْتُ أَنَّ ابْنَ رَدْتُ

عَلَى السَّبْعِينَ فَغَفَرْتُ لَهُ لِرَدَّتْ عَلَيْهِ ثُمَّ فَضَلْتُ

عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ انْصَرَفَ

فَلَمْ يَمْكُثْ إِلَّا بَسِيرًا حَتَّى نَزَلَتِ الْآيَاتَانِ مِنْ بَرَاءَةٍ

﴿وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمَا مَاتَ أَبَدًا﴾ إِلَى

﴿وَهُمْ لَا يَسْقُونَ﴾ (احزاب: ۵۷) قَالَ فَعَجِبْتُ بَعْدَ مِنْ

جُرَأَتِي عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

يَوْمَئِذٍ وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ [طرف الحديث: ۱۳۶۷]

منافقین کی نماز جنازہ اور مشرکین کے لیے

استغفار کا مکروہ ہونا

اس کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی از عقیل ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ جب عبد اللہ بن ابی ابن سلول مر گیا تو رسول اللہ ﷺ کو اس پر نماز پڑھنے کے لیے بلایا گیا جب رسول اللہ ﷺ (جانے کے لیے) کھڑے ہوئے تو میں جلدی سے آگے بڑھا پس میں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ ابن ابی کی نماز جنازہ میں حاضر ہیں حالانکہ اس نے فلاں دن یہ کہا تھا اور فلاں دن یہ کہا تھا؟ میں اس کی سب باتیں گنوا رہا تو رسول اللہ ﷺ مسکرائے اور فرمایا: اے عمر! مجھے چھوڑ دو جب میں نے زیادہ اصرار کیا تو آپ نے فرمایا: مجھے اختیار دیا گیا تھا پس میں نے اختیار کر لیا اگر مجھے معلوم ہوتا کہ میں نے ستر دفعہ سے زیادہ مغفرت طلب کی تو اس کی مغفرت کر دی جائے گی تو میں ستر مرتبہ سے زیادہ مغفرت طلب کرتا حضرت عمر نے کہا: پس رسول اللہ ﷺ نے اس کی نماز پڑھائی پھر آپ راجع ہو گئے پھر آپ تھوڑی دیر پھر سے تھے کہ سورہ توبہ کی یہ آیت نازل ہو گئی: اور ان میں سے کوئی مرے تو آپ اس کی کبھی بھی نماز جنازہ نہ پڑھیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں کیونکہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور اسی حالت میں مر گئے اور وہ فاسق ہیں ○ (التوبہ: ۸۴) پھر بعد میں مجھے اس دن رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنی اس جرات پر بہت تعجب ہوا اور اللہ اور رسول کو ہی زیادہ علم ہے۔

(سنن ترمذی: ۳۰۹۷، سنن نسائی: ۱۹۶۵، ۲۳۵، مسند الزوار: ۹۳، صحیح ابن حبان: ۳۱۷۶، سنن کبریٰ: ۱۱۲۲۵، مسند احمد ج ۱ ص ۱۱۶ طبع قدیم مسند

احمد: ۹۳، ج ۱ ص ۲۵۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع السانید لابن جوزی: ۵۶۹۸، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۳۲۶، مسند الطحاوی: ۶۰۶۵)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) یحییٰ بن بکیر (۲) لیث بن سعد (۳) عقیل بن خالد (۴) محمد بن مسلم بن شہاب (۵) نبید اللہ بن عیینہ بن مسعود یہ سات فقہاء میں سے ایک ہیں (۶) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۲۷۸)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت آیت (التوبہ: ۸۴) میں ہے 'اگر اس پر اعتراض کیا جائے کہ عنوان میں مشرکین کے لیے استغفار کی کراہت کا بھی ذکر ہے اور اس کا حدیث میں ذکر نہیں ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں التوبہ: ۸۴ کا ذکر ہے اور التوبہ: ۸۰ میں یہ آیت ہے: "فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ" پس اللہ ان کی ہرگز مغفرت نہیں کرے گا اور اس میں مشرکین کے لیے استغفار کی ممانعت کا اشارہ ہے۔

مخالفین کی قبر پر کھڑے ہونے کی ممانعت صرف رسول اللہ ﷺ کے لیے تھی

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ طبری نے کہا ہے کہ التوبہ: ۸۴ میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو منافقین کی نماز پڑھانے سے منع فرمادیا ہے اگرچہ وہ اسلام کو ظاہر کرتے تھے تاکہ ان کی جانیں محفوظ رہیں رہا ان کی قبروں پر کھڑا ہونا تو وہ صرف رسول اللہ ﷺ کے لیے ممنوع تھا اور دیگر مسلمانوں کے لیے جائز تھا کہ وہ اپنے کافر آباء کی تدفین کے لیے ان کی قبروں پر کھڑے ہوں اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ابوطالب فوت ہوئے تو میں نبی ﷺ کی خدمت میں گیا اور میں نے عرض کیا کہ آپ کا گمراہ چچا فوت ہو گیا تو آپ نے فرمایا: جاؤ! اس کوزمین میں چھپ چھپ کر کیسی بات کہہ رہے ہو؟ میں نے کہا: ہاں! آپ نے اس کوزمین میں چھپا دیا اور میں آپ کے پاس آیا تو آپ نے مجھے غسل کرنے کا حکم دیا اور میرے لیے دعا کی۔

(سنن ابوداؤد: ۳۲۱۳ سنن نسائی: ۱۹۰)

سعید بن جبیر نے بیان کیا ہے کہ ایک یہودی فوت ہو گیا اس کا بیٹا اس کا جنازہ لے کر آیا تو انہوں نے کہا کہ اس کو چاہیے کہ اس کے ساتھ پائے درآں و دفن کرے اور جب تک وہ زندہ ہے اس کے لیے ہدایت کی دعا کرتا رہے اور جب وہ مر جائے تو اس کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دے اور التوبہ: ۱۱۳ کی تلاوت کی۔

ابراہیم الحنفی نے کہا ہے کہ حارث بن عبد اللہ بن ابی سعید کی موت ہو گئی اور وہ نصرانی تھی حارث کی تحریم کے لیے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب اس کے جنازہ کے ساتھ گئے اور ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔

اصاغر کا اکابر کی رائے کے خلاف اپنی رائے دینے اور اس پر اصرار کرنے کا جواز

علامہ ابن بطل فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو بار بار رسول اللہ ﷺ سے اصرار کیا کہ آپ اس کی نماز جنازہ نہ پڑھائیں اس میں یہ نکتہ ہے کہ خیر خواہ وزیر کے لیے جائز ہے کہ سلطان کو اپنی رائے بتائے خواہ اس کی رائے سلطان کی رائے کے خلاف ہو جب کہ سلطان کو علم ہو کہ اس وزیر کی نیت نیک ہے اور وہ اس کا خیر خواہ ہے اور اس کے اعمال صالحہ ہیں تو اس وزیر کے اجتہاد پر ملامت نہیں کی جائے گی اور اس کے ساتھ بدگمانی نہیں کی جائے گی اور سلطان کا اس کے اصرار اور اس کی ضد پر صبر کرنا سلطان کے اعلیٰ اخلاق کی علامت ہے کیا تم نے نہیں دیکھا کہ نبی ﷺ نے حضرت عمر کے اصرار پر سکوت کیا اور انکار نہیں فرمایا اور اپنی رائے کی موافقت میں قرآن مجید کی آیت پیش کی اور رسول اللہ ﷺ کے عمل میں بہت بڑا نمونہ ہے۔

(شرح ابن بطل ج ۳ ص ۳۲۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

میں کہتا ہوں کہ بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے موقف کی تائید میں التوبہ: ۸۴ نازل ہوئی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ رسول اللہ ﷺ کا عبد اللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھانا معاذ اللہ غلط تھا کیونکہ التوبہ: ۸۴ آپ کے نماز پڑھانے کے بعد نازل ہوئی ہے اس سے معلوم ہوا کہ اس وقت وہی صحیح عمل تھا جو رسول اللہ ﷺ کا موقف تھا۔

لوگوں کا میت کی تحسین کرنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز بن صہیب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ مسلمان ایک جنازہ کے پاس سے گزرے تو انہوں نے اس کی تحسین کی پس نبی ﷺ نے فرمایا: یہ واجب ہوگئی پھر وہ دوسرے جنازہ کے پاس سے گزرے تو انہوں نے اس کی مذمت کی پس آپ نے فرمایا: یہ واجب ہوگئی پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا واجب ہوں؟ تو آپ نے فرمایا: یہ جنازہ جس کی تم نے تحسین کی ہے اسے جنت واجب ہوگئی اور یہ جنازہ جس کی تم نے مذمت کی ہے اس کے لیے دوزخ واجب ہوگئی تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔

۸۵۔ بَابُ ثَنَاءِ النَّاسِ عَلَى الْمَيِّتِ

۱۳۶۷ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ مَرُّوا بِجَنَازَةٍ فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا خَيْرًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَبَتْ ثُمَّ مَرُّوا بِأُخْرَى فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا شَرًّا فَقَالَ وَجَبَتْ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ مَا وَجَبَتْ؟ قَالَ هَذَا أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ خَيْرًا فَوَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ وَهَذَا أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ شَرًّا فَوَجَبَتْ لَهُ النَّارُ أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللَّهِ فِي الْأَرْضِ. [طرف الحدیث: ۲۶۴۲]

(صحیح مسلم: ۹۳۹، رقم المسلسل: ۲۱۶۵، سنن زہری: ۱۹۳۲، مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۳ ص ۳۰۸، شرح ابن کثیر: ۱۳۹۰، شرح مشکوٰۃ الآثار:

۳۳۰۴، مسند احمد ج ۳ ص ۱۸۶، طبع قدیم مسند احمد: ۱۲۹۳۸، ج ۲ ص ۱۹، مؤسسہ الرسالہ: مسند الطحاوی: ۷۸۹۳)

اس حدیث کے رجال کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مناسبت اس جملہ میں ہے: انسانوں نے اس جنازہ کی تحسین کی۔

باب مذکور کی موافق احادیث

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا پس ایک جنازہ گزرا آپ نے پوچھا: یہ کیسا جنازہ ہے؟ صحابہ نے کہا: یہ فلاں شخص کا جنازہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے اور اس میں بہت کوشش کرتا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: واجب ہوگئی واجب ہوگئی واجب ہوگئی اور ایک اور جنازہ گزرا تو صحابہ نے کہا: یہ فلاں شخص کا جنازہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول سے بغض رکھتا ہے اور اللہ کی نافرمانی میں عمل کرتا ہے اور اس میں بہت کوشش کرتا ہے آپ نے فرمایا: واجب ہوگئی واجب ہوگئی واجب ہوگئی صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! پہلے جنازہ کی تحسین کی گئی اور دوسرے جنازہ کی مذمت کی گئی اور آپ نے فرمایا: واجب ہوگئی واجب ہوگئی واجب ہوگئی آپ نے فرمایا: ہاں! اے ابو بکر! جب بنو آدم کسی کی تحسین یا مذمت کرتے ہیں تو فرشتے ان کی زبان سے کلام کرتے ہیں۔

امام حاکم نے کہا: یہ حدیث امام مسلم کی شرط کے موافق ہے اور امام بخاری اور مسلم نے اس کی روایت نہیں کی۔

جن لوگوں کی صحابہ نے مذمت کی تھی ان سے مراد منافقین ہیں یا وہ لوگ جو کھلے عام بُرائی کرنے والے ہوں۔ واضح رہے کہ احادیث میں مرنے والے کی برائی بیان کرنے سے منع کیا گیا ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مرے ہوئے لوگوں کو بُرا نہ کہو کیونکہ وہ اپنے اعمال کی جزاء پانے کے لیے جا چکے ہیں۔ (صحیح البخاری: ۱۳۹۳، صحیح ابن حبان: ۳۰۲۱، سنن نسائی: ۱۹۳۵، مسند احمد ج ۶ ص ۱۸۰)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے مُردوں کے محاسن کا ذکر کرو اور ان کی بُرائیوں سے درگزر کرو۔ (سنن ابوداؤد: ۴۹۰۰، سنن ترمذی: ۱۰۱۹، المعجم الصغیر: ۴۶۱، سنن بیہقی ج ۲ ص ۷۵، المستدرک: ۱۳۶۱)

اور ان احادیث میں جن مُردوں کی مذمت کرنے کا ذکر ہے اس سے مراد کافر اور منافق ہیں یا فاسق معلن اور بدعتی لوگ اور مرنے کے بعد ان کی مذمت اس لیے کی جاتی ہے کہ مسلمان ان کی روش پر نہ چلیں اور ان کی اتباع اور ان کی اقتداء نہ کریں۔

۱۳۶۸ - حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي الْفَرَاتِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بَرِيْدَةَ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ قَالَ قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ وَقَدْ وَقَعَ بِهَا مَرَضٌ فَجَلَسْتُ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَمَرَّتْ بِهِمْ جَنَازَةٌ فَأَتَيْتُ عَلَى صَاحِبِهَا خَيْرًا فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ وَجَبَتْ ثُمَّ مَرَّ بِأُخْرَى فَأَتَيْتُ عَلَى صَاحِبِهَا خَيْرًا فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ وَجَبَتْ ثُمَّ مَرَّ بِالثَّالِثَةِ فَأَتَيْتُ عَلَى صَاحِبِهَا شَرًّا فَقَالَ وَجَبَتْ. فَقَالَ أَبُو الْأَسْوَدِ فَقُلْتُ وَمَا وَجَبَتْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ؟ قَالَ قُلْتُ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّمَا مُسْلِمٍ شَهِدَتْهُ أَرْبَعَةٌ بِخَيْرٍ أَدْخَلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ. فَقُلْنَا وَثَلَاثَةٌ قَالَ وَثَلَاثَةٌ. فَقُلْنَا وَاثْنَانِ قَالَ وَاثْنَانِ. ثُمَّ لَمْ نَسْأَلْهُ عَنِ الْوَاحِدِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عفان بن مسلم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں داؤد بن ابی الفرات نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن بریدہ از ابی الاسود انہوں نے بیان کیا کہ میں مدینہ میں آیا اور وہاں ایک بیماری پھیلی ہوئی تھی پس میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا پھر وہاں سے ایک جنازہ گزرا پس میں نے تحسین کی گئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: واجب ہوئی پھر دوسرا جنازہ گزرا تو اس کی بھی تحسین کی گئی پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: واجب ہو گئی پھر تیسرا جنازہ گزرا تو اس کی مذمت کی گئی حضرت عمر نے کہا: واجب ہو گئی ابو الاسود نے کہا: میرے پوچھنے سے امیر المؤمنین! کیا چیز واجب ہو گئی؟ حضرت عمر نے کہا: میں نے اسی طرح کہا ہے جس طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ جس مسلمان کے حق میں بھی چار مسلمان نیکی کی گواہی دیں اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کر دے گا ہم نے کہا: اور تین؟ آپ نے فرمایا: اور تین پس ہم نے کہا: اور دو؟ آپ نے فرمایا: اور دو پھر ہم نے ایک سے متعلق آپ سے سوال نہیں کیا۔

اس حدیث کی شرح گزشتہ حدیث: ۱۳۶۷ میں گزر چکی ہے۔

عذاب قبر کے متعلق جو احادیث ہیں

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: اور کاش آپ اس وقت دیکھتے جب یہ ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوں گے اور موت کے فرشتے ان کی طرف اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے (اور کہہ رہے ہوں گے): اپنی جانیں نکالو! آج تمہیں ذلت والا عذاب دیا جائے گا۔ (الانعام: ۹۳)

۸۶ - بَابُ مَا جَاءَ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ

وَقَوْلُهُ تَعَالَى ﴿وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُوٓا۟ أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنفُسَكُمُ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ﴾ (الانعام: ۹۳). الْهُونُ هُوَ الْهُوانُ وَالْهُونُ الرِّفْقُ.

وَقَوْلُهُ جَلَّ ذِكْرُهُ ﴿سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلَىٰ عَذَابٍ عَظِيْمٍ﴾ (التوبہ: ۱۰۱)۔ وَقَوْلُهُ تَعَالٰی ﴿وَحَاقَ بِآلِ فِرْعَوْنَ سُوءُ الْعَذَابِ﴾ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْا آلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ﴾ (المومن: ۴۶-۴۵)۔

۹۳) ”هُون“ کا معنی ذلت ہے اور ”هُون“ کا معنی ملائمت ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: ہم عنقریب ان کو دو مرتبہ عذاب دیں گے پھر ان کو عظیم عذاب کی طرف لوٹایا جائے گا ○ (التوبہ: ۱۰۱) اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: اور آل فرعون کا سخت عذاب نے احاطہ کر لیا ○ ان کو ہر صبح اور شام آگ پر پیش کیا جاتا ہے اور (اس دن بھی پیش کیا جائے گا) جب قیامت قائم ہوگی (ارشاد ہو گا کہ) آل فرعون کو زیادہ سخت عذاب میں جھونکو ○ (المومن: ۴۶-۴۵)

عنوان میں درج آیات کی عذاب قبر پر دلالت

الانعام: ۹۳ میں ظالم لوگوں سے مراد کفار ہیں اور اس میں ”غمرات“ کا لفظ ہے اس سے مراد موت کی سختیاں ہیں اس میں مذکور ہے کہ موت کے فرشتے ان کی طرف ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے ”اليوم“ سے مراد ہے: روح قبض کرنے کا دن اور یہی عذاب کی ابتداء کا وقت ہے اور اس کی ابتداء عذاب قبر سے ہوگی اس سے واضح ہوا کہ عذاب قبر برحق ہے ورنہ ہاتھ بڑھا کر جان نکالنے کا حکم دینے کے ساتھ اس بات کا کوئی معنی نہیں ہے کہ آج تمہیں ذلت والا عذاب دیا جائے گا واضح رہے کہ قبر سے مراد برزخ کی زندگی ہے برزخ کا معنی ہے: دنیا کی زندگی کے بعد اور آخرت کی زندگی سے پہلے۔ مانہ یہ اس بین وقت کی زندگی ہے جس کی مدت انسان کی موت سے لے کر قیامت کے وقوع تک ہے اس کو برزخ کی زندگی کہتے ہیں خواہ انسان کی زندہ کے پیٹ میں ہو یا اس کی لاش دریا یا سمندر میں ہو یا وہ جل کر راکھ ہو چکا ہو یا قبر میں مدفون ہو ہر صورت میں اس کے اجزاء اصلیہ کو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے باقی رکھتا ہے اور روح کا ان اجزاء کے ساتھ تعلق ہوتا ہے اور عذاب و ثواب کی کیفیات کا ترتیب ان ہی اجزاء پر ہوتا ہے اس آیت میں عذاب قبر کا واضح ثبوت ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۰۰ خلاصہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۱ھ)

التوبہ: ۱۰۱ میں فرمایا: ہم ان کو دو مرتبہ عذاب دیں گے ایک مرتبہ ان کو دنیا میں اور دوسری مرتبہ عذاب دیا گیا جب نبی ﷺ نے نام لے لے کر چھتیس منافقوں کو مسجد نبوی سے نکال دیا اور فرمایا: اے فلاں شخص! مسجد سے نکل جا تو منافق ہے اور دوسری مرتبہ ان کو عذاب میں عذاب دیا گیا سو اس آیت میں بھی عذاب قبر کا ثبوت ہے۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۴۳۱ خلاصہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۹ھ)

المومن: ۴۵ میں فرمایا: آل فرعون کا سخت عذاب نے نہ کر لیا آل فرعون کو دنیا میں سمندر میں غرق کر دیا اور آخرت میں ان کے لیے دوزخ کا سخت ترین عذاب ہے۔

المومن: ۴۶ میں فرمایا: ان کو ہر صبح اور شام آگ پر پیش کیا جاتا ہے اس سے مراد آخرت کا عذاب نہیں ہے کیونکہ صبح اور شام کا تحقق دنیا میں ہے اور ان کو قبر میں ہر صبح اور شام آگ پر پیش کیا جاتا ہے اور یہی عذاب قبر ہے اور یہ عذاب ان کو قیامت سے پہلے قبر میں دیا جاتا ہے پھر اس پر عطف کر کے فرمایا: اور اس دن بھی ان کو آگ پر پیش کیا جائے گا جب قیامت قائم ہوگی اور عطف تغایر کا تقاضا کرتا ہے یعنی قیامت سے پہلے کا عذاب اور ہے اور قیامت کے دن کا عذاب اور ہے اور پہلے جو عذاب ہو گا وہ قبر میں ہو گا اس کے بعد فرمایا: (فرشتوں سے کہا جائے گا کہ:) آل فرعون کو زیادہ سخت عذاب میں جھونکو۔ زیادہ سخت عذاب کے الفاظ میں بھی یہ اشارہ ہے کہ اس سے پہلے ان کو دنیا میں بھی عذاب دیا گیا تھا لیکن وہ زیادہ سخت عذاب نہیں تھا اور اب قیامت کے دن جو عذاب دیا جائے گا

وہ زیادہ سخت عذاب ہوگا اور اس میں بھی عذاب قبر کا ثبوت ہے یعنی قیامت سے پہلے جو عذاب دیا گیا تھا وہ عذاب قبر تھا۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۸۹-۸۸ ملخصاً 'دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

۱۳۶۹- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ

عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَقْبَعَدَ الْمُؤْمِنُ فِي قَبْرِهِ أُتِيَ ثُمَّ شَهِدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ فَذَلِكَ قَوْلُهُ ﴿يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ﴾ (ابراہیم: ۲۷)۔ [طرف الحدیث: ۳۶۹۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از علقمہ بن مرثد از سعد بن عبیدہ از حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: جب مؤمن کو قبر میں بٹھا دیا جاتا ہے تو اس کے پاس فرشتے لائے جاتے ہیں پھر وہ گواہی دیتا ہے: "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" پس یہ اس آیت کا مصداق ہے: اللہ ایمان والوں کو قول ثابت پر ثابت قدم رکھتا ہے۔ (ابراہیم: ۲۷)

(سنن ترمذی: ۱۰۵۹، سنن نسائی: ۱۹۳۳، سنن ابوداؤد: ۳۷۵۰، سنن ترمذی: ۳۱۲۰، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۷۴۵، صحیح ابن حبان: ۲۰۶، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۷۷، المعجم الاوسط: ۳۶۷۷، مسند احمد ج ۳ ص ۲۸۲، طبع قدیم مسند احمد: ۱۸۴۸۲، ج ۳ ص ۳۰۵، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن جوزی: ۶۳۵، مکتبۃ الرشد ریاض)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ ساتھ بقت اس شرح ہے کہ سورہ ابراہیم: ۲۷ عذاب قبر کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) حفص بن عمر الحارثی الحوضی النمری الازدی (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) علقمہ بن مرثد (۴) سعد بن عبیدہ (۵) حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۲۸۹)

حافظ ابن کثیر نے سورہ ابراہیم: ۲۷ کے تفسیر میں یہ روایت درج کی ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ان سے سنا کہ جب قبر میں فرشتے مسلمان سے پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے: میرا رب اللہ ہے وہ پھر پوچھتے ہیں: تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے: میرا دین اسلام ہے وہ پوچھتے ہیں: تیرا نبی کون ہے؟ کہتا ہے: میرے نبی سیدنا محمد ﷺ ہیں اللہ کے پاس سے معجزات اور دلائل لے کر آئے تو میں ان پر ایمان لایا اور میں نے ان کی تصدیق کی اس سے کہا: اے نبی! تو ہمارے دین پر زندہ رہا اور ہم پر اور ان پر تجھ کو نازل کیا جائے گا۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۹۱ 'دار الفکر بیروت' ۱۴۱۹ھ)

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهِذَا وَزَادَ ﴿يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا﴾ نَزَلَتْ لِي عَذَابِ الْقَبْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے یہ حدیث بیان کی اور یہ اضافہ کیا: اللہ ایمان والوں کو ثابت قدم رکھتا ہے۔ (ابراہیم: ۲۷) یہ آیت عذاب قبر کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

عذاب قبر کے متعلق دیگر احادیث

امام ابویسی محمد بن عیسیٰ ترمذی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب میت کو یا تم میں سے کسی ایک کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو اس کے پاس دو سیاہ قام نیلی آنکھوں والے فرشتے آتے ہیں جن میں سے ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے وہ کہتے ہیں: تم اس شخص کے متعلق کیا کہتے تھے؟ وہ وہی کہے گا جو کہتا تھا کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں "اشہد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا عبده ورسوله" فرشتے کہیں گے: ہم جانتے تھے کہ تم یہی کہو گے پھر اس کی قبر میں ستر ضرب ستر ہاتھ وسعت کر دی جائے گی پھر اس کے لیے قبر کو منور کر دیا جائے گا پھر اس سے کہا جائے گا: سو جا وہ قبر والا کہے گا: میں اپنے گھر جاؤں اور ان کو خبر دوں؟ فرشتے کہیں گے: تو اس دہن کی طرح سو جا جس کو صرف وہی بیدار کرتا ہے جو اس کو اپنے گھر میں سے زیادہ محبوب ہو حتیٰ کہ اس کو اللہ اس کی اس جگہ سے اٹھائے گا اور اگر وہ مردہ منافق ہو تو وہ کہے گا: میں نے لوگوں کو کچھ کہتے ہوئے سنا تو میں نے بھی اس کی مثل کہہ دیا میں نہیں جانتا فرشتے کہیں گے: ہمیں معلوم تھا کہ تم یہی کہو گے پھر زمین سے کہا جائے گا: تو اس پر مل جا سودہ زمین اس پر مل جائے گی پس اس کی پسلیاں ادھر سے ادھر ہو جائیں گی پھر اس کو قبر میں اسی طرح عذاب دیا جاتا رہے گا حتیٰ کہ اللہ اس کو اس جگہ سے اٹھالے گا۔ (سنن ترمذی: ۱۰۷۱، صحیح ابن حبان: ۳۱۱۷)

امام ترمذی نے کہا ہے کہ اس باب میں حضرت علی سے اور حضرت زید بن ثابت سے اور حضرت ابن عباس اور حضرت البراء بن عازب سے اور حضرت ابو ایوب سے اور حضرت انس سے اور حضرت جابر سے اور حضرت عائشہ سے اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہم سے بھی احادیث مروی ہیں ان میں سے ہر ایک نے نبی ﷺ سے عذاب ترک تعلق حدیث ثابت کی ہے۔

(سنن ترمذی ص ۳۵۰، دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۳ھ)

میں کہتا ہوں کہ حضرت علی کی روایت مجھے نہیں مل سکی اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی روایت صحیح مسلم: ۲۸۶۷ میں ہے اور حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت سنن ابوداؤد: ۵۰۷۳ میں ہے اور حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کی روایت مجھے نہیں ملی اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت صحیح البخاری: ۳۳۲، دررکے مسلم: ۲۰۷۰، سنن ابوداؤد: ۳۲۳۴، سنن نسائی: ۲۰۵۱، اور مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۶ میں ہے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت مسند احمد ج ۳ ص ۲۳۴، ۲۳۵ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی روایت صحیح البخاری: ۱۳۷۲، اور صحیح مسلم: ۵۸۴ میں ہے اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت سنن ترمذی: ۲۴۶۰ میں ہے۔

قارئین کے استفادہ کے لیے بعض اہم احادیث کے متن کا ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے۔

امام ابی قاسم ہمالی احمد دہلوی ۳۰۰ ہجری میں اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی مسلمان بندہ فوت ہو جاتا ہے تو اس کو قبر میں لایا جاتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟ پس اللہ اس کو ان کے جوابات میں ثابت قدم رکھتا ہے پس وہ کہتا ہے: میرا رب اللہ ہے اور میرا دین اسلام ہے اور میرے نبی (سیدنا) محمد ﷺ ہیں پھر اس کی قبر میں وسعت کی جاتی ہے اور اس کے لیے اس میں کشادگی کی جاتی ہے پھر حضرت عبداللہ بن مسعود نے یہ آیت پڑھی: "يَبْقِئُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَيُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ" (ابراہیم: ۲۷)۔

(المعجم الکبیر: ۹۱۳۵، حانہ البیہقی نے کہا: اس حدیث کی سند حسن ہے، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۵۳، بیروت الشریعہ لکچری: ۸۱۱)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک انصاری کے جنازہ میں گئے ہم قبر تک پہنچے

جب الحد بنائی گئی تو رسول اللہ ﷺ بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ کے گرد بیٹھ گئے، گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے ہیں، آپ کے ہاتھ میں ایک نکڑی تھی جس کے ساتھ آپ زمین کو کرید رہے تھے آپ نے اپنا سر (اقدس) اٹھا کر دو یا تین بار فرمایا: عذاب قبر سے اللہ کی پناہ طلب کرو اور فرمایا: جب لوگ پیٹھ پھیر کر جائیں گے تو یہ ضرور ان کی جوتیوں کی آواز سنے گا، جب اس سے یہ کہا جائے گا: اے شخص! تیرا رب کون ہے؟ اور تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟ ہنسا دینے کہا: اس کے پاس دو فرشتے آئیں گے اور اس کو بٹھادیں گے اور اس سے کہیں گے: تیرا رب کون ہے؟ وہ کہے گا: میرا رب اللہ ہے، پھر وہ کہیں گے: تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہے گا: میرا دین اسلام ہے، پھر وہ کہیں گے: وہ شخص کون ہے جو تم میں بھیجا گیا تھا؟ وہ کہے گا: وہ رسول اللہ ﷺ ہیں، پھر وہ کہیں گے: تم کو کیسے معلوم ہوا؟ وہ کہے گا: میں نے کتاب پڑھی، میں اس پر ایمان لایا اور میں نے اس کی تصدیق کی اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق ہے: ”يَسْتَبْشِرُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ“ (ابراہیم: ۲۷) پھر آسمان سے ایک منادی یہ ندا کرے گا کہ میرے بندہ نے سچ کہا، اس کے لیے جنت سے فرش بچھا دو اور جنت سے لباس پہنا دو اور اس کے لیے جنت کی طرف دروازہ کھول دو، پھر اس کے پاس جنت کی ہوائیں اور جنت کی خوشبو آئے گی، اور اس کی منجھائے بھر تک اس کی قبر کھول دی جائے گی، پھر آپ نے کافر کی موت کا ذکر کیا اور فرمایا: اس کے جسم میں اس کی روح لوٹائی جائے گی اور اس کے پاس دو فرشتے آ کر اس کو بٹھائیں گے اور اس سے کہیں گے: تیرا رب کون ہے؟ وہ کہے گا: افسوس! میں نہیں جانتا، پھر وہ اس سے کہیں گے: تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہے گا: افسوس! میں نہیں جانتا، پھر وہ کہیں گے: یہ شخص کون ہے جو تم میں بھیجا گیا تھا؟ وہ کہے گا: افسوس! میں نہیں جانتا۔ پھر آسمان سے ایک منادی ندا کرے گا: اس نے جھوٹ بولا، اس کے لیے دوزخ سے فرش بچھا دو اور اس کے لیے دوزخ کے لباس پہنا دو اور اس کے لیے دوزخ سے ایک دروازہ کھول دو، پھر اس کے پاس دوزخ کی تپش اور دوزخ کی گرم ہوائیں آئیں گی اور اس پر اس کی قبر تنگ کر دی جائے گی، حتیٰ کہ اس کی ایک طرف کی پسلیاں دوسری طرف نکل جائیں گی، پھر اس پر ایک اندھا اور گونگا مسلط کیا جائے گا، اس کے پاس لوہے کا ایک گرز ہوگا جس کی ضرب اگر پہاڑ پر لگائی جائے تو وہ بھی مٹی کا ذریر ہو جائے، پھر وہ اس پر مارے گا جس سے وہ کافر چیخ مارے گا، جس کو جن اور انس کے سوا سب سنیں گے، وہ کائنات میں پھردو، روح ڈال دی جائے گی۔

امام عبدالرزاق متوفی ۲۱۱ھ، امام احمد متوفی ۲۴۱ھ، امام آبرو متوفی ۳۶۰ھ، امام ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ نے اس حدیث کو بہت زیادہ تفصیل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۷۵۳، مصنف عبدالرزاق: ۶۷۳، مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۷ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۸۷۳۳، الشریعہ لا جری: ۸۱۲، المستدرک ج ۱ ص ۳۷)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جب میت کو خاک میں ڈالتے تو آپ اس کی قبر پر کھڑے رہے اور فرمایا: اس کے لیے ثابت قدم رہے، دعا کرو، یونکہ اب اس سے سوال کیا جائے گا۔

(سنن ابوداؤد: ۳۲۲۱، المستدرک ج ۱ ص ۳۷، شرح ابن: ۱۵۲۳، عمل الیوم واللیلہ لابن اسبی: ۵۸۶)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب میت کو قبر میں داخل کیا جاتا ہے تو اسے ڈوبتے ہوئے سورج کی مثل دکھائی جاتی ہے تو وہ آنکھیں ملتا ہوا بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے: مجھے نماز پڑھنے دو۔

(سنن ابن ماجہ: ۴۲۷۲، موارد الظمآن: ۷۷۹، صحیح ابن حبان: ۳۱۱۶)

ہم نے اپنی تفسیر، تفسیر القرآن، ابراہیم: ۲۷ کی تفسیر میں اس بحث کو بہت زیادہ تفصیل کے ساتھ لکھا ہے، جو قارئین اس بحث کو زیادہ تفصیل کے ساتھ پڑھنا چاہتے ہوں، وہ اس مقام کا مطالعہ کریں۔

۱۳۷۰۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ قَالَ إِطْلَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَهْلِ الْقَلْبِ فَقَالَ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا؟ فَقِيلَ لَهُ أَتَدْعُوا أَمْوَاتًا؟ فَقَالَ مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ مِنْهُمْ وَلَكِنْ لَا بُحَيُّونَ. [اطراف الحديث: ۳۹۸۰-۳۰۲۶]

(صحیح مسلم: ۹۳۲، رقم المسلسل: ۲۱۲۱، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۷۷، المعجم الکبیر: ۱۳۲۶۳، مسند احمد ج ۲ ص ۳۸ طبع قدیم، مسند احمد: ۴۹۵۸، ج ۹ ص ۲۰، مؤسسة الرسالة بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبد اللہ المعروف بابن المدینی (۲) یعقوب بن ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبد الرحمن بن عوف القرشی الزہری (۳) ان کے والد ابراہیم بن سعد (۴) صالح بن یسان ابو محمد (۵) نافع بن ابی اسحاق (۶) ابن عمر (۷) عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۲۹۰)

حدیث مذکور میں عذاب قبر کی دلیل

آپ نے فرمایا: تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو اس میں یہ دلیل ہے کہ وہ ان کی قبر میں حیات حاصل ہوتی ہے اور جب ان میں حیات ہوتی ہے تو وہ درد اور اذیت کا شکار ہوتے ہیں۔ ان کے عذاب پر کوئی اشکال نہیں ہے۔

۱۳۷۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ إِنَّمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكُمْ لِعَمَلِكُمْ لَأَنْ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ. وَقَدْ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى (لَكُمْ لَا تُسْعِ الْمَوْتَى) (النمل: ۸۰). [اطراف الحديث: ۳۹۷۹-۳۹۸۱]

اس حدیث کی تخریج بھی حسب سابق ہے اور اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: وہ اب اس بات کو جان رہے ہیں کہ میں ان سے حق کہتا تھا۔

حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کی حدیثوں میں تعارض کا جواب

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت ابن عمر کی حدیث: ۱۳۷۰ اور حضرت عائشہ کی حدیث: ۱۳۷۱ عذاب قبر کے متعلق متعارض ہیں، حضرت ابن عمر کی حدیث میں عذاب قبر کا ثبوت ہے اور حضرت عائشہ کی حدیث میں عذاب قبر کا ثبوت نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عمر کی حدیث سے یہ ثابت ہے کہ مردے سننے ہیں اور دوسری احادیث سے یہ ثابت ہے کہ جب مردوں

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از صالح انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ بدر کے جس کنویں میں بدر کے دن جن کافروں کو ڈال دیا گیا تھا، نبی ﷺ نے اس کنویں میں جھانکا اور فرمایا: تمہارے رب نے تم سے جو وعدہ کیا تھا تم نے اس کو سچا پایا؟ آپ سے کہا گیا: کیا آپ مردوں کو پکار رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو لیکن وہ جواب نہیں دے سکتے۔

سے سوال کیا جاتا ہے اور کفار جواب نہیں دیتے تو ان کو عذاب دیا جاتا ہے اور جب فرشتے مردوں سے سوال کرتے ہیں تو ان میں روح لوٹا دی جاتی ہے اور جب وہ زندہ ہوتے ہیں تو ان کو قبر میں عذاب بھی ہو سکتا ہے اور حضرت عائشہ کی حدیث اس صورت پر محمول ہے جب مردے میں روح نہ لوٹائی گئی ہو اس لیے انہوں نے مردوں کے سننے کی نفی کی۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از شعبہ انہوں نے کہا: میں نے اشعث سے سنا از والد خود از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ ایک یہودی عورت حضرت عائشہ کے پاس آئی پھر اس نے عذاب قبر کا ذکر کیا اس نے کہا: اللہ آپ کو عذاب قبر سے اپنی پناہ میں رکھے پھر حضرت عائشہ نے رسول اللہ ﷺ سے عذاب قبر کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: ہاں! عذاب قبر ہوتا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا: پھر اس کے بعد میں نے دیکھا کہ جب بھی رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی تو عذاب قبر سے پناہ طلب کی۔

۱۳۷۲ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ شُعْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ الْأَشْعَثَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ يَهُودِيَّةً دَخَلَتْ عَلَيْهَا فَذَكَرَتْ عَذَابَ الْقَبْرِ فَقَالَتْ لَهَا أَعَاذَكَ اللَّهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ. فَسَأَلَتْ عَائِشَةَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَذَابِ الْقَبْرِ؟ فَقَالَ نَعَمْ عَذَابُ الْقَبْرِ. قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا لَمَّا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدُ صَلَّى صَلَوةً إِلَّا تَعَوَّذَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۰۴ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: یونس نے خبر دی از ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت اسماء بنت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہا سے سنا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے پھر آپ نے قبر کے اس فتنہ کا ذکر کیا جس میں یہ شخص بتا ہوگا 'حب آپ نے یہ زریہ نہ مسلمانوں نے سن کر چیخ و پکار کی' غندر نے عذاب قبر کا اضافہ کیا۔

۱۳۷۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا وَهْبٌ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ أَسْمَاءَ بِنْتُ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا سَرَّاهُ رَأَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطِيبًا فَذَكَرَ فِيهِ الْقَبْرَ الَّتِي يَفْتِنُ فِيهَا الْمَرْءُ فَلَمَّا ذَكَرَ ذَلِكَ ضَجَّ الْمُسْلِمُونَ ضَجَّةً زَادَ غُنْدَرُ عَذَابَ الْقَبْرِ.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۶ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عیاش بن الولید نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں عبد الاعلیٰ نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہوں نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب بندہ کو اس کی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی پیٹھ پھیر کر چلے جاتے ہیں تو بے شک وہ ضرور ان کی

۱۳۷۴ - حَدَّثَنَا عِيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ حَدَّثَهُمْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ وَتَوَلَّى عَنْهُ أَصْحَابُهُ وَإِنَّهُ لَيَسْمَعُ قُرْعَ نِعَالِهِمْ أَنَّهُ مَلَكَانِ فَيَقُولَانِ مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا

الرَّجُلِ؟ لِمَحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ فَيَقُولُ أَشْهَدُ أَنَّهُ عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ، فَيُقَالُ لَهُ انْظُرْ إِلَى مَقْعَدِكَ مِنَ النَّارِ، قَدْ أَبْدَلَكَ اللَّهُ بِهِ مَقْعَدًا مِنَ الْجَنَّةِ، فَيَرَاهُمَا جَمِيعًا. قَالَ قَتَادَةُ وَذِكْرُ لَنَا أَنَّهُ يُسْفَحُ فِي قَبْرِهِ، ثُمَّ رَجَعَ إِلَى حَدِيثِ أَنَسٍ، قَالَ وَأَمَّا الْمُنَافِقُ وَالْكَافِرُ فَيُقَالُ لَهُ مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ؟ فَيَقُولُ لَا أَدْرِي، كُنْتُ أَقُولُ مَا يَقُولُ النَّاسُ، فَيُقَالُ لَا ذَرِيَّتَ وَلَا تَلِيَّتَ وَيُضْرَبُ بِمِطْرَاقٍ مِنْ حَدِيدٍ ضَرْبَةً، فَيَصِيحُ صَيْحَةً يَسْمَعُهَا مَنْ يَلِيهِ غَيْرَ الثَّقَلَيْنِ.

جو تیوں کی آواز سنتا ہے اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں پس وہ اس کو بٹھا دیتے ہیں پھر وہ کہتے ہیں: تم اس شخص (سیدنا) محمد (ﷺ) کے متعلق کیا کہتے تھے؟ پس رہا مؤمن تو وہ کہے گا: میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں پھر اس سے کہا جائے گا: دوزخ میں اپنے ٹھکانے کی طرف دیکھ اللہ نے اس کو جنت کے ٹھکانے سے بدل دیا ہے پس وہ دونوں ٹھکانوں کی طرف دیکھے گا قنادہ نے کہا: ہم سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس کی قبر میں وسعت کر دی جائے گی پھر انہوں نے حضرت انس کی حدیث کی طرف رجوع کیا اور کہا: رہا منافق اور کافر پس اس سے کہا جائے گا: تم اس شخص کے متعلق کیا کہتے تھے؟ وہ کہے گا: میں نہیں جانتا! لوگ جو کہتے تھے میں بھی وہی کہہ دیتا تھا۔ اس سے کہا جائے گا: تم نے عقل سے جانا نہ قرآن سے تلاوت کی اور اس کو لوہے کے ہتھوڑوں سے ضرب لگائی جائے گی پھر وہ زور سے چیخے گا جس کو جن اور انسان کے علاوہ سب قریب والے سنیں گے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۳۳۸ میں گزر چکی ہے۔

۸۷۔ بَابُ التَّعْوِذِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ

۱۳۲۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَوْرُ بْنُ سَيِّدٍ جُحَيْفَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَشَأَ وَحَسِبَ الشَّمْسُ تَسْبَعُ صَوْنًا، فَقَالَ يَهُودُ تَعَذَّبُ بِي قَبْرِي هَذَا. وَقَالَ النَّصْرُ أَخْرَجَ شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَوْنٌ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي سَمِعْتُ الْبَرَاءَ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

عذاب قبر سے پناہ طلب کرنا
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عون بن ابی حنیفہ نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نکلے اس وقت سورج غروب ہو چکا تھا پس آپ نے آواز سنی تو فرمایا: یہود کو ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا ہے اور النصر نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں عون نے خبر دی انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما سے سنا از ابی ایوب رضی اللہ عنہما از نبی ﷺ۔

(صحیح مسلم: ۲۸۶۹، رقم المسلسل: ۷۰۸۲، سنن نسائی: ۲۰۵۹، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۵۸۸، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۷۵، صحیح ابن حبان:

۳۱۲۳، المعجم الکبیر: ۳۸۵۶، مسند احمد ج ۵ ص ۲۱۷، مسند احمد: ۲۳۵۳۹، ج ۳۸ ص ۵۲۰، مؤسسة الرسالة: بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن اُمّی بن عبید بن العسر ی کے نام سے معروف ہیں (۲) یحییٰ بن سعید القطان (۳) شعبہ بن الحجاج (۴) عون بن ابی حنیفہ (۵) ان کے والد ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ یہ صحابی ہیں ان کا نام وہب بن عبد اللہ السوائی ہے (۶) حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ (۷) حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ ان کا نام خالد بن زید ہے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۲۹۸)

نبی شریف ﷺ کا عذاب کے وقت مردہ کی چیخ و پکار کو سننا آپ کی خصوصیت ہے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے آواز سنی ہو سکتا ہے یہ فرشتوں کے عذاب دینے کی آواز ہو یا ان یہودیوں کی آواز ہو جن کو عذاب ہو رہا تھا یا یہ عذاب واقع ہونے کی آواز ہو اس کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت ابویوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب سورج غروب ہو گیا یا غروب ہونے کے لیے زرد پڑ گیا تو میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلا اور میرے ساتھ لوٹے میں پانی تھا 'رسول اللہ ﷺ' قضاء حاجت کے لیے گئے اور میں آپ کے انتظار میں بیٹھا رہا حتیٰ کہ آپ آگئے پس میں نے آپ کو وضوء کرایا 'پھر آپ نے پوچھا: اے ابویوب! کیا تم وہ آواز سن رہے ہو جو میں سن رہا ہوں؟ میں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کو ہی زیادہ علم ہے آپ نے فرمایا: میں یہودیوں کی آوازیں سن رہا ہوں جن کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جا رہا ہے۔ (المعجم الکبیر: ۳۸۵۷، دار احیاء التراث العربی بیروت)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ عذاب کے وقت مردہ جو چیخ و پکار کرتا ہے اس کے متعلق حدیث میں گزر چکا ہے کہ اس کو کوئی جن یا انسان نہیں سن سکتا تو آپ نے ان کی آواز کیسے سن لی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عام انسان اس آواز نہیں سن سکتا، نبی ﷺ عام انسان تو نہیں ہیں، آپ کے تمام حواس کی قوت عام انسانوں سے زیادہ تھی یا پھر یہ آپ کا معجزہ ہے۔

۱۳۷۶ - حَدَّثَنَا مُعَلَّى قَالَ حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ عَنْ
مُرْسَى بْنِ عُقْبَةَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنَةُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَعِيدٍ
الْعَاصِي أَنَّهَا سَمِعَتْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَهُوَ يَتَعَوَّذُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ. [طرف الحديث: ۶۳-۶۴]

(مصنف: ابن ابی شیبہ، م ۱۹۳، السنن الکبریٰ: ۲۰-۷۲، ردود فی: ۳۱۷۲، شرح مشکوٰۃ الآثار: ۵۸۴، تفسیر ابن کثیر: ۱۰۰، المعجم الکبیر: ۲۳۳-ج ۲۵، مستدرک: ۲ ص ۶۲، طبع ندیم منڈی: ۲۰۵۶-ج ۲ ص ۶۱۰، سیرت رسول اللہ: ۲)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) معلىٰ بن اسد (۲) دھیب بن خالد (۳) خالد بن سعید بن العاص کی بیٹی ان کا نام ام خالد الامویہ ہے یہ حبشہ میں پیدا ہوئیں ان سے زبیر نے نکاح کیا پھر ان سے خالد اور عمر پیدا ہوئے علامہ ذہبی نے کہا ہے: یہ صحابیہ ہیں ان سے موسیٰ بن ابراہیم کے دو بیٹوں عقبہ اور کریم بن سلیمان نے روایت کی ہے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۲۹۹)

نبی مصلیٰ ﷺ کے عذابِ قبر سے پناہ طلب کرنے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے عذابِ قبر سے پناہ طلب کی حالانکہ آپ معصوم، مطہر اور مغفور ہیں، تو جو عام مسلمان معصوم ہیں نہ گناہوں سے مطہر ہیں اور نہ ان کی مغفرت کی بشارت ہے، ان کو چاہیے کہ وہ اللہ کے احکام پر عمل کریں اور گناہوں سے

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۳۵۹-۳۵۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نبی ﷺ نے زندگی کے فتنہ سے پناہ طلب کی ہے زندگی کے فتنہ سے مراد یہ ہے کہ آفات اور مصائب کے واقع ہونے پر صبر نہ کیا جائے اور بندہ اللہ کی تقدیر پر راضی نہ ہو اور بُرے کاموں پر اصرار کرے۔

اور موت کے فتنہ سے پناہ طلب کی ہے اور موت کے فتنہ سے مراد ہے: منکر اور نکیر کے سوال کے وقت حیرت اور خوف عذاب قبر اور قبر کی دوسری سختیاں۔ نبی ﷺ نے یہ دعا بہ طور عبادت اور تعظیم کی ہے۔

اس حدیث میں عذاب قبر کا ثبوت ہے اور اس سے پناہ مانگنے کا ذکر ہے۔ (عون الباری ج ۲ ص ۷۰ دار الرشید حلب سوریا) میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں ان جاہل اور بناوٹی صوفیوں کا رد ہے جو دوزخ سے پناہ طلب کرنے کو اپنے مرتبہ سے کم تر خیال کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کس کا مرتبہ ہو سکتا ہے اور آپ نے دوزخ کے عذاب سے پناہ طلب کی ہے امام بوحنیفہ کو دیکھ کر کسی شخص نے کہا: یہ جنتی شخص ہے تو امام اعظم رو پڑے اور کہا: میں جنت کے کب لائق ہوں اگر اللہ تعالیٰ مجھے دوزخ کے عذاب سے بچالے تو یہ اس کا بڑا کرم ہوگا۔ وہ امام اعظم تھے جو اپنے آپ کو جنت کے لائق نہیں سمجھتے تھے یہ آج کل کے صوفیاء ہیں جو جنت کو اپنے لائق نہیں سمجھتے!

غیبت کرنے اور پیشاب کی آلودگی سے

۸۸ - بَابُ عَذَابِ الْغَبْرِ بْنِ

نہ اپنے رنجہ سے قبر کا عذاب

الْغَيْبَةِ وَالْبَوْلِ

غیبت کا معنی ہے: کسی انسان کے پیچھے اس کی وہ بُرائی بیان کرنا جو اس میں ہو اگر وہ بُرائی اس میں نہ ہو تو پھر وہ بہتان ہے غیبت اس وقت ممنوع ہے جب کسی انسان کا عیب اس کی اہل کے لیے بیان کیا جائے اور اگر کسی جائز غرض کے حصول کے لیے کسی کا پس پشت عیب بیان کیا جائے تو وہ ممنوع نہیں ہے اور اس میں سب دلائل چار صوفاں ہیں:

(۱) مظلوم اپنی داد رسی کے لیے قاضی کے سامنے نہ آئے بلکہ ظلم یہاں کر۔۔۔ قرآن میں ہے: لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظَلَمَ (نساء: ۱۴۸) فرماتا۔

(۲) مسئلہ لوگوں کے سامنے غرض کے لیے اس کی بُرائی بیان کرنا مثلاً یہ کہ فلاں شخص بقرض نہ دے وہ قرض لے کر واپس نہیں کرتا سو یہ غیبت ممنوع نہیں ہے۔

(۳) جو شخص لوگوں کے سامنے بُرے اور ناجائز کام کرتا ہو اس کی بُرائی کو بیان کرنا غیبت نہیں ہے۔

(۴) تعریف اور تعین کے لیے کسی کا عیب بیان کرنا مثلاً یہ رقم فلاں لنگڑے کو دے دو جب کہ اور کسی طریقہ سے اس کی تعین نہ ہو سکے۔

* شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۱۰۹۱-۱۰۹۰ میں اس کی زیادہ تفصیل مذکور ہے۔

۱۳۷۸ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ
الْأَعْمَشِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ طَاوُسٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ
رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از الأعمش از مجاہد از طاووس انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

وَسَلَّمَ عَلَى قَبْرَيْنِ فَقَالَ إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ مِنْ كَبِيرٍ. ثُمَّ قَالَ بَلَى، أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ يَسْعَى بِالنَّمِيمَةِ، وَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ. قَالَ ثُمَّ أَخَذَ عَوْذًا رَطْبًا فَكَسَرَهُ بَاثَتَيْنِ ثُمَّ غَرَزَ كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا عَلَى قَبْرٍ، ثُمَّ قَالَ لَعَلَّهُ يُخَفَّفُ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَبْسَا.

نبی ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے آپ نے فرمایا: ان دونوں کو ضرور عذاب ہو رہا ہے اور ان کو کسی بڑی چیز میں عذاب نہیں ہو رہا پھر فرمایا: کیوں نہیں! ان میں سے ایک چغلی کرتا تھا اور دوسرا پیشاب سے نہیں بچتا تھا پھر آپ نے کھجور کی ایک تر شاخ توڑی اور اس کے دو ٹکڑے کیے پھر ان میں سے ہر ایک کی قبر پر ایک ایک ٹکڑا گاڑ دیا پھر فرمایا: تحقیق یہ ہے کہ جب تک یہ خشک نہیں ہوں گی ان کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی۔

(جامع المسانید لابن جوزی: ۲۹۶۳، مکتبۃ الرشیدیہ، ۱۳۲۶ھ)

اس حدیث کے عنوان میں غیبت کا ذکر ہے اور حدیث میں چغلی کا ذکر ہے کیونکہ ان کا معنی متقارب ہے غیبت کا معنی عنوان کی شرح میں گزر گیا اور چغلی کا معنی ہے: دو آدمیوں میں فساد ڈالنے کے لیے ایک کی بات دوسرے تک پہنچانا۔

قبر پر پھولوں کے رکھنے کا جواز اور نواب صاحب کے حافظہ کی خرابی

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کھجور کی تر شاخ آپ نے اس لیے رکھی تھی کہ جب تک وہ تر رہے گی تسبیح کرتی رہے گی اور اس کی تسبیح کی برکت سے عذاب میں تخفیف ہوگی اور اس کا حکم ہر اس درخت کی شاخ کے لیے عام ہے جس میں رطوبت ہو۔ اس طرح جس چیز میں ذکر کی برکت ہو اور تلاوت قرآن سے عذاب میں تخفیف زیادہ اولیٰ ہے۔ (اس کے بعد لکھتے ہیں:) یہ قطعیہ تسمیہ۔ ورنہ فعل مخصوص ہے اس میں عموم نہیں ہے پس اس حدیث سے قبر پر پھولوں کے رکھنے کو قیاس نہیں کیا جائے گا جیسا کہ اس زمانہ میں اہل بدعت کرتے ہیں اور اہل مکہ و اہل مدینہ کا معمول ہے۔ (عون الباری ج ۱ ص ۷۲ دار الرشید طب سوریا)

یہ نواب صاحب کے وہاں نہ تعصب نہ زہر نہ ترینی ہے جو ان جہل فہموں نے دراپنی بات کا رد کر دیا ابھی تو انہوں نے کہا تھا کہ تخفیف عذاب میں کھجور کی تر شاخ کی کوئی خصوصیت نہیں ہے تخفیف عذاب کا یہ قیاس ہر اس درخت کی شاخ کے لیے عام ہے جس میں رطوبت ہو اور اس کو بھی عام ہے جس میں ذکر کی برکت ہو اور تلاوت قرآن سے عذاب میں تخفیف زیادہ اولیٰ ہے اور فقہاء اہل سنت چونکہ قبر پر پھول بھی رکھتے ہیں تو ان کا رد کرنے کے لیے کہہ دیا کہ یہ فعل مخصوص ہے اس میں عموم نہیں ہے اور تعصب کی وجہ سے علماء اہل سنت کو ان اہل بدعت کہہ دیا گیا پھر ان میں رطوبت نہیں ہوتی اور یہ تر پھول ذکر نہیں کرتے تو جب ہر تر شاخ اور ذکر کرنے والی چیز کا قبر پر رکھنا جائز ہوگا چند سطر پہلے نواب صاحب نے کہا: اس فعل میں عموم ہے اور چونکہ جھوٹوں کا حافظہ نہیں ہوتا اس لیے چند سطر بعد کہہ دیا اس میں عموم نہیں ہے!

اس حدیث کے باقی مضامین صحیح البخاری: ۲۱۶ میں ذکر کیے جا چکے ہیں۔

۸۹ - بَابُ الْمَيِّتِ يُعْرَضُ عَلَيْهِ

میت پر اس کا ٹھکانا صبح اور شام

مَقْعَدُهُ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ

کو پیش کیا جاتا ہے

۱۳۷۹ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ أَحَدَكُمْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے مالک نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ

إِذَا مَاتَ عُرِضَ عَلَيْهِ مَقْعَدُهُ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ إِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَمِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَإِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَمِنْ أَهْلِ النَّارِ فَيُقَالُ هَذَا مَقْعَدُكَ حَتَّى يَبْعَثَكَ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. [اطراف الحديث: ۳۲۳۰-۶۵۱۵]

نے فرمایا: بے شک جب تم میں سے کوئی شخص فوت ہو جاتا ہے تو اس پر اس کا ٹھکانا صبح اور شام پیش کیا جاتا ہے اگر وہ جنت والوں میں اور اگر وہ دوزخی ہو تو دوزخ والوں میں (اس کا ٹھکانا ہوتا ہے) پس کہا جاتا ہے: یہ تمہارا ٹھکانا ہے حتیٰ کہ قیامت کے دن تم کو اٹھایا جائے گا۔

(صحیح مسلم: ۲۸۶۶، الرقم السلسل: ۷۰۷۸، سنن ابن ماجہ: ۴۲۷۰، سنن ترمذی: ۱۰۷۲، سنن کبریٰ: ۲۱۹۸، سنن نسائی: ۲۰۷۲، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۲۳، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۸۳۲، مسند ابویعلیٰ: ۵۸۳۰، المعجم الصغیر تاریخ بغداد ج ۸ ص ۳۹-۴۸، مصنف عبدالرزاق: ۶۷۴۵، مسند احمد ج ۲ ص ۱۷ طبع قدیم، مسند احمد: ۳۶۸۵، ج ۸ ص ۲۸۳-۲۸۴، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع السانید لابن جوزی: ۳۵۰۴، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۳۲۶ھ)

صبح اور شام جن پر ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے وہ ارواح ہیں اور ارواح قبروں میں ہوتی ہیں اور فنا نہیں ہوتیں

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

ہمارے شہر کے علماء نے کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قبر والوں کو یہ خبر دے گا کہ ان کے اعمال کی جگہ اور جزاء اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور ہر صبح اور شام ہر دینے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو یہ بات یاد دلاتا رہے گا اور ہم کو اس میں شک نہیں ہے کہ موت اور فرشتوں کے سوال کے بعد بہترین اجسام کو پیش کیا جائے گا اور ان کے اعمال کی وجہ سے ان پر کوئی چیز پیش نہیں کی جاتی اور قیامت تک صبح اور شام قبر والوں پر جو ان کا ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے وہ صرف ان کی ارواح پر پیش کیا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ارواح فنا نہیں ہوتیں اور وہ باقی رہتی ہیں حتیٰ کہ بندے جنت یا دوزخ میں پہنچ جاتے ہیں۔

قاضی ابن الطیب نے کہا ہے کہ مسلمانانہ عقائد پر اتفاق ہے کہ آخرت میں صبح اور شام نہیں ہوتے صبح اور شام کا تو ارد صرف دنیا میں ہے اور آل فرعون کے متعلق قرآن میں ہے: وَدَّعَ نَسْجَ اور شام آگ میں کیے جاتے ہیں۔ (المومن: ۴۶) اس سے مراد یہ ہے کہ دنیا میں ان کو قبر میں ہر صبح اور شام آگ پر پیش کیا جاتا ہے اور قیامت کے دن ان کو زیادہ شدید عذاب پر پیش کیا جائے گا اور جب قبر والوں پر ہر صبح اور شام ان کا ٹھکانا پیش کیا جائے گا تو اس سے معلوم ہوا کہ مردے کلام سنتے ہیں ورنہ ان پر ان کے ٹھکانے کو پیش کرنے کا کوئی معنی نہیں ہے۔

(۱۔) رسولی کی مسلح تحقیق ص ۱۳۔ (۲۔) میر میر، ردة الافعال: ۱۳۔ (۳۔) تفسیر بیان القرآن ج ۲ ص ۵۸۳-۵۷۶)

دیگر علماء نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ روحوں قبر میں ہوتی ہیں کیونکہ ان پر ہی ان کے ٹھکانے پیش کیے جاتے ہیں اجسام کو تو مٹی کھا چکی ہوتی ہے اور یہی صحیح مذہب ہے۔ داؤدی نے کہا ہے کہ جو چیز روح اور نفس کی حیات پر اس کے فنا نہ ہونے پر دلالت کرتی ہے وہ یہ آیت ہے:

اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرَىٰ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى. (الزمر: ۴۲)

اللہ ہی روحوں کو ان کی موت کے وقت (قبض کرتا ہے) اور جن کی موت نہیں آئی انہیں ان کی نیند کے وقت قبض فرما لیتا ہے پھر ان روحوں کو روک لیتا ہے جن کی موت کا فیصلہ ہو چکا ہے اور دوسری روحوں کو ایک مقرر وقت تک کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ نفس اور روح ایک ہی چیز ہے اور اس پر دلیل ہے کہ روح فنا نہیں ہوتی کیونکہ جو چیز فنا ہو چکی ہو اس کو روکا نہیں جاتا۔ (شرح ابن بطلال ج ۳ ص ۳۶۰ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

ٹھکانا مردے کی روح پر پیش کیا جاتا ہے یا اس کے اجزاء اصلیہ پر؟

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ مردہ کے جسم کا ایک جزء اصلی یا اس کے اجزاء اصلیہ کو باقی رکھا جاتا ہے اور اس میں حیات لوثائی جاتی ہے اور اس سے خطاب کر کے اس کو اس کا ٹھکانا بتایا جاتا ہے علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ ٹھکانا صرف اس کی روح پر پیش کیا جاتا ہو یا جسم کے ساتھ اس کا کوئی جز بھی ہو اور یہ غیر شہداء کے متعلق ہے کیونکہ شہداء کی روحيں جنت میں ہوتی ہیں۔

اس حدیث میں عذاب قبر کا ثبوت ہے اور اس کا ثبوت ہے کہ جسم کے فنا ہونے سے روح فنا نہیں ہوتی کیونکہ ٹھکانا کسی زندہ پر پیش کیا جاتا ہے علامہ ابن عبد البر نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ روحيں قبروں کے صحن میں ہوتی ہیں۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۸۰۶ دارالمعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

روحیں جہاں چاہتی ہیں پھرتی ہیں مگر لوٹ کر قبروں میں آ جاتی ہیں

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ نے علامہ ابن بطلال اور علامہ ابن حجر کی عبارات نقل کرنے کے بعد یہ اضافہ کیا

ہے:

علامہ ابن عبد البر نے یہ کہا ہے کہ میرے نزدیک روح کبھی قبروں میں نہیں آتی ہے کہ وہ قبروں کے صحن سے کبھی جدا نہیں ہوتیں بلکہ جیسا کہ امام مالک نے کہا ہے کہ ان کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ روحیں جہاں چاہتی ہیں پھرتی ہیں میرا کہتا ہوں کہ روحوں کا جہاں چاہیں پھرنا اس سے مانع نہیں ہے کہ وہ قبروں کے صحن میں ہوں کیونکہ انھیں گھوم پھر کر پھر قبروں میں آ جاتی ہیں۔ مجاہد نے کہا ہے کہ میت کے دفن ہونے کے ساتھ دل آتے اور روح قبروں میں نہیں ہوتی۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۳۰۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

قبر میں مردے پر اس کا ٹھکانا پیش کرنے کی زیادہ تفصیل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب میت کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو جب اُس کے پیٹھ پھیر کر چلے جاتے ہیں تو اُس کے جتن کی دوازو لٹا ہے پھر اُس کو دو سو من ہو تو نماز کے سر کی طرف اُس کی طرف سے اُس کے دائیں طرف ہوتا ہے اور اُس کے بائیں طرف ہوتی ہے اور صدقہ صمد رحم اور لوگوں کے ساتھ ایک ملوک کے پاس کی طرف ہوتا ہے پھر اس کے سر کی طرف سے فرشتے آتے ہیں تو نماز کہتی ہے: میری طرف سے داخلہ کی جگہ نہیں ہے پھر وہ دائیں طرف سے آتے ہیں تو روزہ کہتا ہے کہ میری طرف سے داخلہ کی جگہ نہیں ہے پھر وہ بائیں طرف سے آتے ہیں تو زکوٰۃ کہتی ہے: میری طرف سے داخلہ کی جگہ نہیں ہے پھر وہ پیروں کی طرف سے آتے ہیں تو صدقہ صمد رحم اور لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کی نیکیاں کہتی ہیں: میری طرف سے داخلہ کی جگہ نہیں ہے پھر مردے سے کہا جاتا ہے کہ بیٹھ جاؤ تو وہ بیٹھ جاتا ہے اور اس کو دکھایا جاتا ہے کہ سورج غروب ہونے کے قریب ہے پھر اس سے کہا جاتا ہے: یہ بتاؤ! یہ شخص تم میں تھے تو تم ان کے متعلق کیا کہتے تھے؟ اور کیا گواہی دیتے تھے؟ وہ کہے گا: مجھے چھوڑ دو حتیٰ کہ میں نماز پڑھ لوں فرشتے کہیں گے: تم غریب نماز پڑھ لو گے ہمارے سوال کا جواب دو تم ان کے متعلق کیا گواہی دیتے تھے؟ وہ کہے گا: یہ (سیدنا) محمد (ﷺ) ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں یہ اللہ کے پاس سے حق

لے کر آئے تھے اس سے کہا جائے گا: تم اسی (عقیدہ) پر زندہ رہے اسی پر تم کو موت آئی اور اسی پر تم کو اٹھایا جائے گا ان شاء اللہ پھر اس کے لیے جنت کی کھڑکیوں میں سے ایک کھڑکی کھول دی جائے گی پھر اس سے کہا جائے گا: یہ تمہارا ٹھکانا ہے اور تمہارے لیے جو اللہ نے تیار کیا ہے وہ اس میں ہے۔ اس کی خوشی اور سرور میں اضافہ ہوگا پھر اس کے لیے دوزخ کی کھڑکیوں میں سے ایک کھڑکی کھولی جائے گی اور کہا جائے گا: یہ تمہارا ٹھکانا تھا اور جو اللہ نے تمہارے لیے تیار کیا تھا وہ اس میں ہے اگر تم اللہ کی نافرمانی کرتے پھر اس کی خوشی اور سرور میں مزید اضافہ ہوگا پھر اس کی قبر میں ستر ہاتھ وسعت کر دی جائے گی اور اس کی قبر منور کر دی جائے گی اور اس کے جسم کو پھر پہلے کی طرح لوٹا دیا جائے گا اور اس کی روح پاکیزہ روحوں میں کر دی جائے گی اور وہ ایسے پرندوں (کی صورت میں) ہوں گے جو جنت کے درختوں میں لٹکے ہوئے ہوں گے اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے موافق ہے:

يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ. (ابراہیم: ۲۷)

ایمان والوں کو اللہ دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں قول میں ثابت (کلمہ توحید) پر ثابت قدم رکھتا ہے۔

اور کافر کے پاس جب سر کی جانب سے فرشتے آتے ہیں تو وہاں کوئی چیز نہیں ہوتی پھر جب اس کے دائیں طرف سے آتے ہیں تو وہاں کوئی چیز نہیں ہوتی پھر جب اس کے بائیں طرف سے آتے ہیں تو وہاں کوئی چیز نہیں ہوتی پھر جب اس کے پیروں کی طرف سے آتے ہیں تو وہاں کوئی چیز نہیں ہوتی پھر اس سے کہا جاتا ہے: بیٹھ جاؤ! تو وہ مرعوب اور خوف زدہ ہو کر بیٹھ جاتا ہے پھر اس سے پوچھا جاتا ہے: یہ بتاؤ! یہ شخص جہنم میں ہا ہا تم اس سے کیا کیا کرتے ہو اور تم اس کے متعلق کیا گواہی دیتے تھے؟ وہ پوچھے گا: کون شخص؟ پس کہا جائے گا: وہ جو تم میں رہا تھا وہ اس شخص کے نہیں بلکہ تمہارے ہے۔ پھر اس سے کہا جائے گا: (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ کہے گا: میں نہیں جانتا میں نے لوگوں کو ایک بات کہتے ہوئے سنی تھی وہ بتا رہے تھے کہ وہ اسی (عقیدہ) پر زندہ رہے اسی پر مرے اور اسی پر تم کو اٹھایا جائے گا۔ ان شاء اللہ پھر اس کے لیے دوزخ کی کھڑکیوں میں سے ایک کھڑکی کھولی جائے گی اور اس سے کہا جائے گا: یہ دوزخ میں تمہارا ٹھکانا ہے اور جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اس میں تیار رکھا ہے پس اس کی حسرت اور افسوس میں اضافہ ہوگا پھر اس کے لیے جنت کی کھڑکیوں میں سے ایک کھولی جائے گی اور اس سے کہا جائے گا: یہ تمہارا جنت میں ٹھکانا تھا اور اس میں وہ پیریں ہیں جو اللہ نے تمہارے لیے تیار کی ہیں یہ شرطیکہ تم اللہ کی اطاعت کرتے پھر اس کی حسرت اور افسوس میں مزید اضافہ ہوگا پھر اس کی قبر کو اس پر تنگ کر دیا جائے گا حتیٰ کہ اس کی پسلیاں دھڑ سے دھڑ نکل جائیں گی سو یہ اس کی زندگی کی تنگی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَإِذَا لَهُ مَعِينَتُكَ وَنُصْرَتُنَا مِنَ الْآخِرَةِ ۖ فَاَعْمَىٰ. (طہ: ۱۲۳)

پس اس کے لیے تنگی کی زندگی ہے سو ہم یہ بات کے دن اس کو اندھا اٹھائیں گے۔

(صحیح ابن حبان: ۳۱۱۳، مصنف عبد الرزاق: ۶۷۰۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۸۳-۳۸۴، المستدرک ج ۱ ص ۳۸۰-۳۸۱، المعجم الاوسط: ۲۶۵۱، حنفی نے کہا: اس حدیث کی سند حسن ہے، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۵۱-۵۲)

* صحیح بخاری کی زیر بحث حدیث شرح صحیح مسلم: ۴۰۸۳-ج ۷ ص ۶۹۷ پر مذکور ہے اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

① میت پر اس کا ٹھکانا پیش کیے جانے کا بیان ② قرآن مجید کی آیات سے عذاب قبر پر دلائل ③ احادیث سے عذاب قبر پر دلائل ④ عذاب قبر کی نفی پر قرآن مجید سے دلائل اور ان کے جوابات ⑤ عذاب قبر کے خلاف عقلی شبہات کے جوابات ⑥ آیا قبر میں عذاب صرف روح کو ہوتا ہے یا روح اور جسم دونوں کو؟ ⑦ قبر میں سوال اور جواب کے متعلق احادیث ⑧ آیا قبر میں کفار سے بھی سوال ہوگا یا نہیں؟ ⑨ آیا پچھلی امتوں سے بھی قبر میں سوال ہوتا تھا یا یہ سوال صرف اس امت کے ساتھ مخصوص ہے؟ ⑩ آیا انبیاء علیہم السلام اور

تا بالغ بچوں سے بھی سوال ہوتا ہے یا نہیں؟ ⑪ قبر میں سوال کرنے والے فرشتوں کی تحقیق ⑫ قبر کے سوال میں رسول اللہ ﷺ کی طرف اشارہ کی تحقیق ⑬ قبر کے سوالوں سے فارغ ہونے کے بعد میت کا کیا انجام ہوگا ⑭ ان لوگوں کا بیان جن سے قبر میں سوال نہیں کیا جائے گا ⑮ قبر میں مردے کو جمعہ کے حوالے کرنے کی تحقیق ⑯ قبروں کی زیارت کرنا اور قبر والوں کا زائرین کو پہچاننا ان کے سلام کا جواب دینا اور ان سے کلام کرنا ⑰ روحوں کی قیام گاہ کی تحقیق ⑱ روحوں کا زندوں کے احوال اور اعمال پر مطلع ہونا ⑲ زیارت قبور کا بیان ⑳ عورتوں کی زیارت قبور کے متعلق احادیث ㉑ فقہاء احناف کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارت قبور کا حکم ㉒ فقہاء حنبلیہ کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارت قبور کا حکم ㉓ فقہاء شافعیہ کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارت قبور کا حکم ㉔ فقہاء مالکیہ کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارت قبور کا حکم ㉕ کون کہاں مرے گا اور کل کیا ہوگا؟ اس کے علم کی تحقیق ㉖ سماع موتی کی تحقیق ㉗ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا سماع موتی سے انکار اور اس کا جواب۔

میت کا جنازہ اٹھانے کے بعد کلام کرنا

۹۰۔ بَابُ كَلَامِ الْمَيِّتِ عَلَى الْجَنَازَةِ

۱۳۸۰ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وَصَّيْتَ الْجَنَّةَ فَاحْتَمَلْهَا الرِّجَالُ عَلَى أَعْنَاقِهِمْ فَإِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ قَدِمُونِي قَدِمُونِي وَإِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ يَا وَيْلَتَا أَيْنَ يَذْهَبُونَ بِهَا يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلَّ شَيْءٍ إِلَّا الْإِنْسَانَ وَلَوْ سَمِعَهَا الْإِنْسَانُ لَصَبَقَ

امام بخاری بیان کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از سعید بن ابی سعید ازد الدخوذ انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب جنازہ رکھ دیا جاتا ہے پھر اس کو پلنگ پر اٹھا لیتے ہیں پھر اگر وہ جنازہ نیک ہو تو وہ کہتا ہے: مجھے آگے لے جاؤ مجھے آگے لے جاؤ اور اگر وہ نیک نہ ہو تو وہ کہتا ہے: ہائے ہائے! یہ اس کو کہاں لے جا رہے ہیں انسان کے سوا اس دنیا و دوزخ کی ہر چیز سنی ہے اور اگر انسان اس آواز کو سنتا تو وہ بے ہوش ہو جاتا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۳۱۳ میں گزر چکی ہے۔

مسلمانوں کی اولاد کے (ٹھکانے کے)

۹۱۔ بَابُ مَا قِيلَ فِي

مَتَعَاتِي كَمَا بَيَّاتُ

وَأَوْلَادِ الْمُسْلِمِينَ

یعنی مسلمانوں کے بالغ و بچے کے متعلق کیا کہا گیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ جس شخص کے تین ایسے بچے فوت ہو گئے جو ابھی گناہ کی عمر کو نہیں پہنچے تھے وہ اس کے لیے دوزخ کی آگ سے حجاب ہو جائیں گے یا جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ لَهُ ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْوَلَدِ لَمْ يَلْغُوا الْجَنَّةَ كَانَ لَهُ حِجَابًا مِّنَ النَّارِ أَوْ دَخَلَ الْجَنَّةَ

اس تعلیق کی اصل صحیح البخاری: ۱۲۳۸ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن علیہ نے حدیث بیان

۱۳۸۱ - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُثَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ عَنْ

أَنَسَ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ النَّاسِ مُسْلِمٍ يَمُوتُ لَهُ ثَلَاثَةٌ مِنَ الْوَلَدِ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ إِلَّا أَذْخَلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ إِيَّاهُمْ.

کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن صہیب نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں میں سے جس مسلمان کے تین نابالغ بچے فوت ہو گئے اس کو اللہ جنت میں داخل کر دے گا ان پر اپنی رحمت کے فضل کی وجہ سے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۲۴۸ میں گزر چکی ہے۔

۱۳۸۲ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيٍّ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّهُ سَمِعَ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ لَمَّا تَوَفَّى إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لَهُ مَرْضِعًا فِي الْجَنَّةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عدی بن ثابت انہوں نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان کے لیے جنت میں دودھ پلانے والی ہے۔

[اطراف الحدیث: ۳۲۵۵-۶۱۹۵]

(مسند ابوداؤد الطیالسی: ۷۲۹، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۷۹، صحیح ابن حبان: ۶۹۳۹، المستدرک ج ۳ ص ۳۸، دلائل النبوة ج ۵ ص ۳۳۱-۳۳۰، مسند ابویعلیٰ: ۱۶۶۵، مصنف عبدالرزاق: ۷۰۰، مسند ابن خزيمة: ۱۰۰، سنن ترمذی: ۳۹۳، احمد ج ۳ ص ۲۸۳، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۸۵۰۲، ج ۳ ص ۳۶۲، مؤسسة الرسالة، بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ۱۵۰، مقتبة، تذریا ض: ۱۲۰۶)

حضرت سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

اس حدیث میں حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے اس سے مراد ہے: رسول اللہ ﷺ کے صاحب زادے اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ حضرت ابراہیم کے ملاوہ اولاد نہ تھی بلکہ وہ تھیں جن سے ابراہیم پیدا ہوئے اور حضرت ابراہیم حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے اور ان وقت ان کی عمر ۱۸ ماہ تھی اور ان کو البقیع میں دفن کیا گیا۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۳۰۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

مشرکین کی نابالغ اولاد کے ٹھکانے

کے متعلق جو اقوال ہیں

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حبان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از ابی بشر از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے مشرکین کی اولاد کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: جب اللہ نے ان کو پیدا کیا تھا تو اس کو علم تھا کہ وہ کیا عمل کرنے والے ہیں۔

۱۳۸۳ - حَدَّثَنَا حَبَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي بَشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَوْلَادِ الْمُشْرِكِينَ؟ فَقَالَ اللَّهُ إِذْ خَلَقَهُمْ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا عَامِلِينَ.

[طرف الحدیث: ۶۵۹۷]

(صحیح مسلم: ۲۶۶۰، الرقم المسلسل: ۶۶۳۱، سنن ابوداؤد: ۳۷۱۱، سنن نسائی: ۱۹۵۲، مسند ابویعلیٰ: ۲۳۷۹، مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۵، طبع قدیم، مسند

احمد: ۱۸۴۵۔ ج ۳ ص ۳۴۳ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت

کفار کی نابالغ اولاد کے متعلق علماء اسلام کے اقوال

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے اس مسئلہ میں حسب ذیل اقوال نقل کیے ہیں:

(۱) کفار کی نابالغ اولاد کا ٹھکانا اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے یہ قول ابن المبارک اور اسحاق سے منقول ہے امام بیہقی نے الاعتقاد میں اس قول کو امام شافعی سے نقل کیا ہے علامہ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ امام مالک کے طریقہ کا بھی یہی مقتضی ہے اور ان کے اصحاب نے یہ تصریح کی ہے کہ مسلمانوں کے بچے جنت میں ہوں گے اور کفار کے بچے اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہیں اور اس کی دلیل باب مذکور کی یہ حدیث ہے: جب رسول اللہ ﷺ سے مشرکین کی اولاد کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا تھا تو اس کو علم تھا کہ وہ کیا عمل کرنے والے ہیں۔ (صحیح البخاری: ۱۳۸۳)

(۲) نابالغ اولاد اپنے آباء کے تابع ہے پس مسلمانوں کی اولاد جنت میں ہے اور کفار کی اولاد دوزخ میں ہے۔ اس کی دلیل یہ حدیث ہے: امام احمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے مسلمانوں کے بچوں کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: وہ جنت میں ہیں اور مشرکین کے بچوں کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: وہ دوزخ میں ہیں۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! انہوں نے تو اعمال کا زمانہ نہیں پایا! آپ نے فرمایا: تمہارا رب خوب جاننے والا ہے وہ کیا کرنے والے تھے اگر تم چاہو تو اس دوزخ میں ان کے رونے کی آواز سنا دوں۔ (ترمذی ج ۶ ص ۲۰۸) اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

(۳) وہ جنت اور دوزخ کے درمیان برزخ میں ہیں کیونکہ انہوں نے نیک کام کیے ہیں کہ وہ جنت میں داخل ہوں نہ برے کام کیے ہیں کہ وہ دوزخ میں داخل ہوں۔

(۴) وہ اہل جنت کے خدام ہیں اس کے ثبوت میں مندرجہ ذیل احادیث ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بچے اہل جنت کے خدام ہیں۔

(مسند ابویعلیٰ: ۳۰۹۰، مسند ابی ہریرہ: ۲۱۷۰، تہذیب ج ۷ ص ۲۵۵)

یزید رقاشی بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اے ابو حمزہ! آپ کے نزدیک مشرکین کے نابالغ بچوں کا کیا حکم ہے؟ حضرت انس نے فرمایا: ان کو اللہ تعالیٰ نے گناہ نہیں دیے۔ ان کو جنت میں داخل کیا جائے گا۔ ان کی نیکیاں ہیں کہ ان کو اب بھی جنت کے خدام ہوں گے۔

(مسند ابی ہریرہ: ۲۸۲۳، حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۳۰۸)

حضرت سرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے مشرکین کی اولاد کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: وہ اہل جنت کے خدام ہیں۔ (المعجم الکبیر: ۶۹۹۳، مسند ابی ہریرہ: ۲۱۷۲)

(۵) ان کو قیامت کے دن مٹی بنا دیا جائے گا۔

(۶) وہ دوزخ میں ہیں یہ امام احمد کے بعض اصحاب کا قول ہے۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۲۰۸، تاہم اس حدیث کی سند ضعیف ہے)

(۷) ان کی آخرت میں آزمائش کی جائے گی ان کے سامنے آگ پیش کی جائے گی پس جو اس آگ میں داخل ہو جائے گا اس کے لیے وہ آگ ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جائے گی اس کے ثبوت میں یہ احادیث ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن چار آدمیوں کو لایا جائے گا: نابالغ بچہ، کم عقل، جو فترت میں مر گیا اور شیخ فانی، اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا: اس آگ میں داخل ہو جاؤ، تو جن کے اوپر بد بختی لکھ دی گئی ہے وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! تو ہم کو اس آگ میں داخل کر رہا ہے حالانکہ ہم اس سے ڈرتے تھے اور جن کے لیے نیک بختی لکھ دی گئی ہے وہ اس میں دوڑتے ہوئے داخل ہو جائیں گے، یہ لوگ جنت میں داخل ہو جائیں گے اور پہلا فریق دوزخ میں داخل ہوگا۔ (مسند ابی یوسف: ۲۱۷۷، مسند ابی یوسف: ۴۲۲۳)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن ان کو لایا جائے گا جو زمانہ فترت میں مر گئے اور کم عقل کو اور نابالغ بچے کو جو زمانہ فترت میں مر گیا وہ کہیں گے: میرے پاس کتاب آئی تھی نہ رسول آیا تھا، اور کم عقل کہے گا: اے میرے رب! تو نے مجھے ایسی عقل نہیں دی جس سے میں خیر اور شر کا ادراک کرتا اور نابالغ بچہ کہے گا: میں نے عمل کرنے کا زمانہ نہیں پایا، آپ نے فرمایا: پھر ان کے لیے آگ پیش کی جائے گی اور ان سے کہا جائے گا: اس میں داخل ہو جاؤ، پس ان میں سے جو لوگ اللہ کے علم میں نیک بخت ہوں گے وہ اس میں داخل ہو جائیں گے اور جو اللہ کے علم میں بد بخت ہوں گے وہ اس میں داخل نہیں ہوں گے، پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم نے میرے سامنے میری نافرمانی کی ہے، پس تم میرے غیاب میں میرے رسولوں کی نافرمانی بھی کرتے۔ (مسند ابی یوسف: ۲۱۷۷)

یہ حدیث حضرت معاذ سے بھی مروی ہے۔

(الکبیر: ۸۳-۸۴، مجمع: ۹۵۱، سنن: ۲۲۰۵، حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۱۲۷)

یہ حدیث الاسود بن سریج سے بھی مروی ہے: (صحیح ابن حبان: ۷۳۵۷، الکبیر: ۸۳۱، مسند احمد ج ۴ ص ۲۳، مسند ابی یوسف: ۲۱۷۷)

(۸) وہ جنت میں ہیں علامہ نووی نے کہا کہ یہی مذہب صحیح اور مختار ہے جس پر محققین ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَاسًا ۝

اے عذاب دینے والے نہیں ہیں حتیٰ کہ رسول بھیج دیں

(نہی اسرائیل: ۵۱)

اور نابالغ بچوں کے حق میں رسالت متعلق نہیں ہے، کیونکہ جب عاقل کو اس لیے عذاب نہیں دیا جائے گا کہ اس کے پاس رسول نہیں آیا تو غیر عاقل کو بہ درجہ اولیٰ عذاب نہیں دیا جائے گا اور اس کی دلیل یہ حدیث بھی ہے:

حضرت زہب بن خالد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک خواب دیکھا کہ آپ کے پیغمبر نبی کریم

جو بالغ نہ ہوئے، آپ کے پیغمبر ابی طالب اور جو ان کے بچے تھے، آپ نے فرمایا: اور مشرکین کی اولاد۔

(صحیح البخاری: ۷۰۴۷، صحیح مسلم: ۲۲۷۵)

(۹) توقف

(۱۰) امساک۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۸۰۹، دار المعرفۃ بیروت: ۱۴۲۶ھ)

توقف سے مراد یہ ہے کہ چونکہ دلائل متعارض ہیں اس لیے کسی قول کو ترجیح نہ دی جائے اور امساک سے مراد یہ ہے کہ اس بحث میں پڑنے سے گریز کیا جائے۔

علامہ بدرالدین عینی نے چھ اقوال ذکر کیے ہیں اور اس قول کو ترجیح دی ہے کہ مشرکین کے بچے جنت میں ہیں۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۳۰۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی متوفی ۱۱۲۲ھ نے حافظ ابن حجر عسقلانی کے ذکر کردہ دس اقوال ذکر کیے ہیں اور اس قول کو ترجیح دی ہے کہ مشرکین کے نابالغ بچے جنت میں ہوں گے۔

(شرح الزرقانی علی موطا امام مالک ج ۲ ص ۱۲۸ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۷ھ)

نابالغ بچوں کی آخرت میں آزمائش پر اس اعتراض کا جواب کہ میدان حشر تو دار تکلیف نہیں ہے۔۔۔۔۔
وہاں کیوں امتحان ہوگا؟

علامہ محمد التاؤدی بن محمد الطالب متوفی ۱۲۰۹ھ لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ان اقوال میں ساتواں قول یہ ذکر کیا ہے کہ قیامت کے دن مشرکین کے نابالغ بچوں، کم عقل شخص اور زمانہ فترت میں مرنے والی کی آزمائش کی جائے گی اور ان کو آگ میں داخل ہونے کا حکم دیا جائے گا جو اس میں داخل ہو جائے گا وہ آگ اس پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جائے گی اور جو داخل نہیں ہوگا اس کو دوزخ میں عذاب دیا جائے گا اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ قیامت کا دن اور میدان حشر دار تکلیف تو نہیں ہے دار تکلیف تو صرف دنیا ہے پھر حشر کے دن ان کا امتحان کیوں لیا جائے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جنت یا دوزخ میں استقرار کے بعد ان کا امتحان نہیں لیا جائے گا لیکن اس سے پہلے میدان حشر میں ان کا امتحان لینے سے کوئی چیز مانع نہیں ہے بلکہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں وہ بھی امتحان لینے کا ارشاد ہے:

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَيُدْعَوْنَ إِلَى الشُّجْرَةِ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ (القم: ۴۲)
جائے گا تو وہ سجدہ نہ کر سکیں گے ○

اس آیت میں پنڈلی سے مراد اللہ کی پنڈلی ہے جو اس کی شان کے مطابق ہے اسی وقت ہر مؤمن مرد اور عورت اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہوں گے ماسوا ریاکاروں کے وہ سجدہ نہ کر سکیں گے اس آیت میں شر کے دن لوگوں کو مکلف کرنے کا ذکر ہے۔
نیز حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس نے ایسا خواب بیان کیا جس کو اس نے نہیں دیکھا اس کو (قیامت کے دن) دو جو کے درمیان گرہ لگانے کا مکلف کیا جائے گا اور وہ ہرگز ان میں گم نہیں لگا سکے گا اور جو تصویر بنائے گا اس کو عذاب دیا جائے گا اور اس کو اس میں روئے ہوئے مکلف کیا جائے گا اور وہ اس میں روئے نہیں پھونک سکے گا۔ (صحیح بخاری: ۳۹۶۰ سنن ابی داؤد: ۵۰۳۳ سنن ترمذی: ۷۵۱۱ سنن ابن ماجہ: ۳۹۱۶ مسند احمد: ۳۰۹۰) (صحیح التاؤدی ج ۲ ص ۹۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲۰۰۸ھ)

۱۳۸۴ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءُ بْنُ يَزِيدَ اللَّيْثِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَرَارِيٍّ الْمَشْرِيكِينَ؟ فَقَالَ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا عَامِلِينَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے عطاء بن یزید اللیثی نے خبر دی انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سے مشرکین کی نابالغ اولاد کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اللہ ہی

[اطراف الحدیث: ۶۵۹۸-۶۶۰۰] زیادہ جاننے والا ہے کہ وہ کیا کرنے والے تھے۔

(صحیح مسلم: ۲۶۵۹ ارقم المسلسل: ۶۶۳۸ سنن نسائی: ۱۹۳۸ مسند ابویعلیٰ: ۶۱۲۰ مسند احمد ج ۲ ص ۷۱ ص ۴ ص ۱۰۰۸ ج ۱۶ ص ۱۰۳)

اس حدیث کی شرح، گزشتہ حدیث: ۱۳۸۳ میں گزر چکی ہے۔

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۶۶۳۸۔ ج ۷ ص ۵۵ پر مذکور ہے، اس کی شرح کا عنوان ہے:

کافروں کے نابالغ بچوں کے اخروی انجام کا حکم۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از الزہری از ابی سلمہ بن عبد الرحمن از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پس اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں جیسے چوپائے سے چوپایہ پیدا ہوتا ہے، کیا تم اس کو نکلا یا کن کٹا دیکھتے ہو؟

۱۳۸۵ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذئبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ كَمَثَلِ الْبُهَيْمَةِ تُنْتَجُ الْبُهَيْمَةُ هَلْ تَرَى فِيهَا جَذْعَاءَ؟

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۳۲۸ میں گزر چکی ہے۔

۹۳ - بَابُ

بَابُ

امام بخاری نے اس باب کا عنوان نہیں کیا، سو یہ ابواب بہت سے مابعد ملحق ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو رجاء نے حدیث بیان کی از حضرت جریر بن حازم نے حدیث بیان کی: جب نبی ﷺ نماز پڑھاتے تھے ہماری سب متوجہ ہوتے، پس پوچھتے: تم میں سے آج رات کس نے خواب دیکھا ہے؟ پس اگر کسی نے خواب دیکھا ہوتا تو وہ بیان کرتا، پس جو اللہ تعالیٰ چاہتا وہ آپ فرماتے، سو ایک دن آپ نے ہم سے سوال کیا: فرمایا: تم میں سے کس نے خواب دیکھا ہے؟ ہم نے کہا: ہمیں خواب نہیں آیا، فرمایا: لیکن میں نے آج رات خواب دیکھا۔ وادی میرے پاس آئے، پس وہ دونوں میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے ارض مقدسہ میں لے گئے، پس وہاں ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا اور دوسرا آدمی لوہے کا آنکڑا (ہک) لے کر کھڑا ہوا تھا، رادی نے کہا: ہمارے بعض اصحاب نے موسیٰ سے روایت کیا: وہ کھڑا ہوا شخص اس بیٹھے ہوئے آدمی کے جڑے میں اس آنکڑے کو داخل کرتا حتیٰ کہ وہ جڑا اس کی گدی تک چیر دیتا، پھر اس کے دوسرے جڑے میں اسی طرح آنکڑے کو داخل کرتا اور اس کا پہلا

۱۳۸۶ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى صَلَوةً أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ فَقَالَ مَنْ رَأَى مِنْكُمُ اللَّيْلَةَ رُؤْيَا؟ قَالَ فَإِنْ رَأَى أَحَدٌ قُضْنَا فَبَدَّلَ مَا شَاءَ اللَّهُ. فَسَأَلْنَا يَوْمًا فَقَالَ هَلْ رَأَى أَحَدٌ مِنْكُمُ رُؤْيَا؟ قُلْنَا لَا، قَالَ لَكِنِّي رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ اتَّيَانِي فَأَخَذَا بِيَدَيَّ فَأَخْرَجَانِي إِلَى رُفْضٍ مُسْتَوَسٍّ فَإِذَا رَجُلٌ جَالِسٌ وَرَجُلٌ قَائِمٌ بِيَدِهِ قِرْبَعٌ بَعْضُ أَصْحَابِنَا عَنْ مُوسَى كَلُوبٌ مِنْ حَدِيدٍ. إِنَّهُ يُدْخِلُهُ فِي شِدْقِهِ حَتَّى يَبْلُغَ قَفَاهُ ثُمَّ يَفْعَلُ بِشِدْقِهِ الْآخِرِ مِثْلَ ذَلِكَ، وَيَلْتَنِمُ شِدْقُهُ هَذَا، فَيَعُودُ فَيَصْنَعُ مِثْلَهُ، قُلْتُ مَا هَذَا؟ قَالَا إِنَّا نَطْلُقُ، فَاِنْطَلَقْنَا حَتَّى آتَيْنَا عَلَى رَجُلٍ مُضْطَجِعٍ عَلَى قَفَاهُ، وَرَجُلٌ قَائِمٌ عَلَى رَأْسِهِ بِفِهْرٍ أَوْ صَخْرَةٍ، فَيَشْدُخُ بِهِ رَأْسَهُ، فَإِذَا بَضْرَبَهُ نَدَاهُ الْحَجَرُ، فَاِنْطَلَقَ إِلَيْهِ لِيَأْخُذَهُ، فَلَا يَرْجِعُ إِلَى هَذَا حَتَّى يَلْتَنِمَ رَأْسَهُ،

وَعَادَ رَأْسَهُ كَمَا هُوَ، فَعَادَ إِلَيْهِ فَضْرَبَهُ، قُلْتُ مَنْ هَذَا؟ قَالَا إِنِّطَلِقُ، فَاِنْطَلَقْنَا إِلَى ثَقِيبٍ مِثْلِ الشَّوْرِ، أَعْلَاهُ ضَيْقٌ وَأَسْفَلُهُ وَاسِعٌ، يَتَوَقَّدُ تَحْتَهُ نَارٌ، فَإِذَا اقْتَرَبَ ارْتَفَعُوا، حَتَّى كَادَ أَنْ يَخْرُجُوا، فَإِذَا خَمَدَتْ رَجَعُوا فِيهَا، وَفِيهَا رِجَالٌ وَنِسَاءٌ عُرَاةٌ، فَقُلْتُ مَنْ هَذَا؟ قَالَا إِنِّطَلِقُ، فَاِنْطَلَقْنَا، حَتَّى آتَيْنَا عَلَى نَهْرٍ مِنْ دَمٍ فِيهِ رَجُلٌ قَانِمٌ عَلَى وَسْطِ النَّهْرِ رَجُلٌ بَيْنَ يَدَيْهِ حَبَارَةٌ قَالَ يَزِيدُ وَوَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ عَنْ جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ وَ عَلَى شَطِ النَّهْرِ رَجُلٌ، فَأَقْبَلَ الرَّجُلُ الَّذِي فِي النَّهْرِ، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ رَمَى الرَّجُلُ بِحَجَرٍ فِي يَدِهِ فَرَدَّهُ حَيْثُ كَانَ فَجَعَلَ كُلَّمَا جَاءَ لِيَخْرُجَ رَمَى فِي يَدِهِ بِحَجَرٍ فَيَرْجِعُ كَمَا كَانَ، فَقُلْتُ مَا هَذَا؟ قَالَا إِنِّطَلِقُ، فَاِنْطَلَقْنَا، حَتَّى إِنْتَهَيْنَا إِلَى رَوْضَةٍ خَضِرَاءَ فِيهَا شَجَرَةٌ عَظِيمَةٌ، وَفِي أَصْلِهَا شَيْخٌ وَصِيَّانٌ، وَإِذَا رَجُلٌ قَرِيبٌ مِنَ الشَّجَرَةِ بَيْنَ يَدَيْهِ نَارٌ يُوقِدُهَا، فَصَعِدَا بِي فِي الشَّجَرَةِ، وَأَذْخَلَانِي دَارًا أَرَقَطُ أَحْسَنَ مِنْهَا، فِيهِ رِجَالٌ وَنِسَاءٌ وَشَبَابٌ وَنِسَاءٌ وَصِيَّانٌ، ثُمَّ أَخْرَجَنِي إِلَى دَارٍ مِثْلِ بَيْتِ الشَّجَرَةِ، فَأَذْخَلَانِي دَارًا هِيَ أَحْسَنُ وَأَفْضَلُ، فِيهَا شُبُوحٌ وَشَبَابٌ، قُلْتُ طَوَّفْتُمَانِي اللَّيْلَةَ، لَأَخْبِرَانِي عَمَّا رَأَيْتُ، قَالَا نَعَمْ، أَمَّا الَّذِي رَأَيْتَ، فَخَرُفٌ بِشَدْقِهِ فَكُذَّابٌ، يُعَدِّثُ بِالْكَذِبِ، فَتَحْمِلُ عَنْهُ حَتَّى تَبْلُغَ الْآفَاقَ، لَبِصْنَعُ بِهِ مَا رَأَيْتَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَالَّذِي رَأَيْتَ يُشَدِّخُ رَأْسَهُ، فَرَجُلٌ عَلَّمَهُ اللَّهُ الْقُرْآنَ، فَنَامَ عَنْهُ بِاللَّيْلِ، وَلَمْ يَعْمَلْ فِيهِ بِالنَّهَارِ، يُفْعَلُ بِهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَالَّذِي رَأَيْتَ فِي الثَّقِيبِ فَهُمْ الزُّنَاةُ، وَالَّذِي رَأَيْتَ فِي النَّهْرِ، اكْلُوا الرِّبَا، وَالشَّيْخُ فِي أَصْلِ الشَّجَرَةِ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَالصِّيَّانُ حَوْلُهُ فَأَوْلَادُ النَّاسِ، وَالَّذِي يُوقِدُ النَّارَ مَالِكُ حَازِنُ

جزا ٹھیک ہو چکا ہوتا پھر وہ اس جزے میں اسی طرح آنکڑا داخل کرتا، میں نے ان دونوں سے پوچھا: یہ کیا ہو رہا ہے؟ انہوں نے کہا: آگے چلیے! پس ہم چل پڑے حتیٰ کہ ہم ایک شخص کے پاس پہنچے جو پیٹھ کے بل لیٹا ہوا تھا اور دوسرا شخص اس کے سر کے پاس پتھر لیے کھڑا ہے اور اس کا سر پھوڑ رہا ہے، پس جب وہ اس کے سر پر ضرب لگاتا تو وہ پتھر لڑھکتا ہوا چلا جاتا، پھر وہ اس پتھر کو لینے کے لیے چلا جاتا، جب وہ واپس آتا تو اس کا سر پہلے کی طرح ٹھیک ہو چکا ہوتا، وہ پھر لوٹ کر اس کا سر پھوڑتا، میں نے ان دونوں سے پوچھا: یہ کیا ہو رہا ہے؟ انہوں نے کہا: آگے چلیے! پس ہم آگے گئے تو تنور کی طرح ایک سوراخ تھا، وہ اوپر سے تنگ تھا اور نیچے سے فراخ تھا، اس کے نیچے آگ جل رہی تھی، پھر جب وہ آگ اوپر اٹھتی تو اس میں جو لوگ تھے تو وہ اس تنور سے نکلنے کے قریب ہوتے اور جب وہ آگ بجھ جاتی تو پھر وہ لوگ نیچے چلے جاتے، اس میں برہنہ مرد اور عورتیں تھیں، میں نے پوچھا: یہ کیا ہو رہا ہے؟ انہوں نے کہا: آگے چلیے! پس ہم آگے گئے حتیٰ کہ ہم خون کے دریا پر آئے، دریا کے وسط میں ایک شخص کھڑا ہوا تھا، یزید نے اور وہب بن جریر نے کہا انہیں جریر بن حازم: دریا کے کنارے ایک اور شخص اس کے منے پتھر تھے، پھر وہ شخص آگے بڑھا جو دریا میں تھا جب وہ (دریا سے) نکلنے کا ارادہ کرتا تو دوسرا شخص اس کے منہ پر پتھر کھینچ کر مارتا اور اس کو اسی جگہ لوٹا دیتا، پس جب بھی وہ نکلنے کے لیے آتا تو وہ دوسرا شخص اس کے منہ پر پتھر مارتا، میں نے ان دونوں سے پوچھا: یہ کیا ہو رہا ہے؟ انہوں نے کہا: آگے چلیے! پس ہم آگے گئے حتیٰ کہ ہم ایک سرسبز باغ کے پاس پہنچے، اس میں بہت بڑا درخت تھا، اس کی جڑ میں ایک بوڑھا شخص بیٹھا تھا اور بچے بیٹھے تھے اور ایک شخص درخت کے قریب تھا، وہ اپنے سامنے آگ جلا رہا تھا، ان دونوں نے مجھے اس درخت پر چڑھایا اور مجھے ایک گھر میں داخل کر دیا، اس سے زیادہ حسین گھر میں نے اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا، اس میں بوڑھے مرد تھے اور جوان مرد تھے اور عورتیں تھیں اور بچے تھے، پھر ان دونوں نے مجھے

النَّارِ وَالذَّارُ الْأُولَى الَّتِي دَخَلَتْ دَارُ عَامَّةِ الْمُؤْمِنِينَ وَأَمَّا هَذِهِ الدَّارُ فَذَارُ الشُّهَدَاءِ وَأَنَا جِبْرِيلُ وَهَذَا مِيكَائِيلُ فَأَرْفَعُ رَأْسَكَ فَرَفَعْتُ رَأْسِي فَإِذَا قُرْبِي مِثْلُ السَّحَابِ قَالَا ذَلِكَ مَنْزِلُكَ قُلْتُ دَعَانِي أَدْخُلْ مَنْزِلِي قَالَا إِنَّهُ بَقِيَ لَكَ عُمْرٌ لَمْ تَسْتَكْمِلْهُ فَلَوْ اسْتَكْمَلْتَ أَتَيْتَ مَنْزِلَكَ.

اس گھر سے نکالا پھر مجھے اس درخت پر چڑھایا پھر مجھے ایک اور گھر میں داخل کیا جو اس سے زیادہ حسین اور افضل تھا اس میں بوڑھے اور جوان تھے میں نے کہا: تم دونوں نے مجھے ساری رات گھمایا ہے اب مجھے بتاؤ کہ میں نے کیا کچھ دیکھا ہے ان دونوں نے کہا: ہاں! رہا وہ شخص جس کو آپ نے دیکھا کہ اس کے جڑے کو توڑا جا رہا تھا یہ بہت جھوٹا تھا یہ جھوٹی خبریں دیتا تھا جو اس سے نقل کی جاتی تھیں حتیٰ کہ ساری دنیا میں پھیل جاتی تھیں سو اس کے ساتھ قیامت تک وہی کیا جاتا رہے گا جو آپ نے دیکھا ہے اور جس شخص کو آپ نے دیکھا کہ اس کا سر پھوڑا جا رہا تھا یہ وہ شخص ہے جس کو اللہ نے قرآن کا علم دیا تھا یہ رات کو سو جاتا تھا اور دن میں اس پر عمل نہیں کرتا تھا اس کے ساتھ قیامت تک اسی طرح کیا جاتا رہے گا اور جن لوگوں کو آپ نے تنور میں دیکھا وہ زنا کرنے والے تھے اور جن کو آپ نے ان کے دریا میں دیکھا وہ سود کھانے والے تھے اور جس بوڑھے شخص کو آپ نے درخت کی جڑ میں دیکھا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے اور جو بچے ان کے گرد تھے وہ لوگوں کی (نابالغ) اولاد ہیں اور جو شخص آگ جلا رہا تھا وہ دوزخ کا داروغہ مالک ہے اور پہلا گھر جو آپ نے دیکھا جس میں آپ داخل ہوئے تھے وہ عام مسلمانوں کا گھر ہے اور رہا یہ گھر تو یہ شہداء کا گھر ہے اور میں جبریل ہوں اور یہ میکائیل ہیں آپ اپنا سراٹھائیں پس میں نے اپنا سراٹھایا تو میرے اوپر بادل کی طرح تھا ان دونوں نے کہا: یہ آپ کا ٹھکانا ہے میں نے کہا: مجھے پھوڑا! میں اپنے گھر میں داخل ہوں ان دونوں نے کہا: ابھی آپ کی عمر باقی ہے جس کو آپ نے مکمل نہیں کیا پس اگر آپ نے اپنی عمر کی تکمیل کر لی تو آپ اپنے ٹھکانے میں جائیں گے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۴۵ میں گزر چکی ہے۔

۹۴۔ بَابُ مَوْتِ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ

پیر کے دن کی موت

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ پیر کے دن مرنا تو کسی کے اختیار میں نہیں ہے پھر امام بخاری نے یہ باب کیوں قائم کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان کو یہ خواہش کرنی چاہیے کہ اس کو پیر کے دن موت آئے۔

۱۳۸۷۔ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وَهْبٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معلیٰ بن اسد نے حدیث

عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ دَخَلْتُ عَلَى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فَقَالَ فِي كَفَنٍ كَفَنْتُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ بَيْضَ سَحُولِيَّةٍ لَيْسَ فِيهَا قَمِيصٌ وَلَا عِمَامَةٌ. وَقَالَ لَهَا فِي أَيِّ يَوْمٍ تُوْفِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ. قَالَ فَأَيُّ يَوْمٍ هَذَا؟ قَالَتْ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ. قَالَ أَرْجُوا فِيمَا بَيْنِي وَبَيْنَ اللَّيْلِ. فَنَظَرَ إِلَى ثَوْبٍ عَلَيْهِ كَانَ يُمْرَضُ فِيهِ. بِهِ رَذَعٌ مِنْ زَعْفَرَانٍ فَقَالَ اغْسِلُوا ثَوْبِي هَذَا وَزِيدُوا عَلَيْهِ ثَوْبَيْنِ فَكُفِّنُونِي فِيهَا. قُلْتُ إِنَّ هَذَا خَلَقَ؟ قَالَ إِنَّ الْحَيَّ أَحَقُّ بِالْجَدِيدِ مِنَ الْمَيِّتِ إِنَّمَا هُوَ لِلْمُهَلَّةِ. فَلَمَّ يَتَوَفَّ حَتَّى أَمْسَى مِنْ لَيْلَةِ الثَّلَاثَاءِ وَدُفِنَ بَيْنَ نَجْدٍ وَبَيْح.

(جامع المسانيد لابن جوزي: ۷۱۸۹، مكتبة الرشديا ض ۱۳۲۶)

(مسند الطحاوی: ۹۳۷۰)

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئی انہوں نے پوچھا: آپ نے نبی ﷺ کو کتنے کپڑوں میں کفن دیا تھا؟ حضرت عائشہ نے بتایا: تین سفید یمن کے بنے ہوئے کپڑوں میں ان میں نہ قمیص تھی اور نہ عمامہ تھا اور انہوں نے حضرت عائشہ سے پوچھا: رسول اللہ ﷺ کس دن فوت ہوئے تھے؟ حضرت عائشہ نے بتایا: پیر کے دن پھر حضرت ابو بکر نے پوچھا: آج کون سا دن ہے؟ حضرت عائشہ نے بتایا: پیر کا دن ہے حضرت ابو بکر نے کہا: مجھے اس وقت سے لے کر آج رات تک امید ہے پھر حضرت ابو بکر نے اپنے ان کپڑوں کو دیکھا جن میں وہ بیمار ہوئے تھے ان میں زعفران کا اثر تھا پس انہوں نے کہا: میرے اس کپڑے کو دھو دو اور اس کے ساتھ دو کپڑوں کا اور اضافہ کرنا پھر ان میں مجھے کفن دینا۔ (حضرت عائشہ نے بتایا: میں نے ہمارے ہاں یہ تین کپڑے تھے۔ پیر کے دن ابو بکر نے کہا: زندہ آدمی کو مردے کی بہ نسبت نئے کپڑے کی زیادہ ضرورت ہے مردے کا کپڑا خون اور پیپ کے لیے ہے پھر حضرت ابو بکر نہیں فوت ہوئے حتیٰ کہ ان کے کپڑے کی رائے کڑا لی اور صبح سے پہلے ان کو دفن کر دیا۔

اس حدیث کو صرف امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

پیر کے دن وفات کی تمنا کی فضیلت

علامہ ابو علی بن خلف بن ہشام نے اپنی کتاب میں لکھا ہے:

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات کی تمنا کی اور ان کی ولادت اور وفات کے دن سے موافقت کے حصول کی کوشش کرتے ہیں اور اس میں رغبت کرتے ہیں اور اس کی حرص کرتے ہیں سو جس دن نبی ﷺ کی وفات ہوئی اس دن وفات کی تمنا کرنی چاہیے اور اگر وہ شخص اس دن فوت نہیں ہوا تو اسے پیر کے دن وفات کی تمنا کرنے کا ان شاء اللہ ثواب ملے گا جیسے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی ﷺ کے ان آثار کی اتباع کرتے تھے جن کی اتباع کرنا سنت اور عبادت نہیں ہے پس وہ اس جگہ کھڑے ہوتے تھے جس جگہ نبی ﷺ کھڑے ہوئے تھے اور اس جگہ اپنی اونٹنی کو گھماتے تھے جس جگہ نبی ﷺ نے اپنی اونٹنی کو گھمایا تھا ان تمام کاموں کو کرنا اگرچہ عبادت نہیں ہے لیکن حضرت ابن عمر ان کاموں کو نبی ﷺ کی محبت کی وجہ سے اور آپ کے آثار کی حفاظت کی وجہ سے کرتے تھے اور جو شخص آپ کے ان آثار کی اتباع کرے گا جن کی اتباع کرنا لازم اور عبادت نہیں ہے تو

وہ ان آثار کی بہ طریق اولیٰ اتباع کرے گا جن کی اتباع کرنا لازم اور عبادت ہے۔

پیر کے دن کی فضیلت

امام بخاری نے جمعہ کے دن وفات کا باب قائم نہیں کیا، کیونکہ جمعہ کے دن وفات کی فضیلت کی احادیث ان کی شرائط کے مطابق نہیں اور پیر کے دن وفات کا باب قائم کیا ہے، کیونکہ اس پر اہل سنت کا اتفاق ہے کہ آپ پیر کے دن پیدا ہوئے اور پیر کے دن آپ پر قرآن نازل ہوا اور پیر کے دن آپ نے اعلان نبوت کیا اور پیر کے دن آپ مدینہ میں داخل ہوئے اور پیر کے دن آپ کی وفات ہوئی اسی لیے آپ پیر اور جمعرات کے دن روزہ رکھتے تھے۔

امام مالک نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں کے اعمال ہر جمعہ کو دو مرتبہ پیش کیے جاتے ہیں، پیر کے دن اور جمعرات کے دن، پس ہر مؤمن بندہ کی مغفرت کر دی جاتی ہے سوا اس بندہ کے جس کے درمیان اور اس کے بھائی کے درمیان بغض ہو، ان کو چھوڑ دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے: ان کو چھوڑ دو! حتیٰ کہ یہ ایک دوسرے کی طرف رجوع کر لیں۔ (موطأ امام مالک۔ حسن الخلق: ۱۸)

جمعہ کے دن وفات کی فضیلت

نبی ﷺ سے جمعہ کے دن کی وفات کی فضیلت کے سوا میں بھی احادیث مروی ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات کو فوت ہوا اللہ تعالیٰ اس کو قبر کے فتنے سے محفوظ رکھتا ہے۔

(سنن ترمذی: ۱۰۷۴، معنف عبدالرزاق: ۵۵۹۳، مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۹، مشکوٰۃ: ۱۳۶۷)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جو شخص جمعہ کے دن فوت ہوا، اس کو عذاب قبر سے محفوظ رکھا جاتا ہے۔ (المعجم الصغیر: ۱۲۷، اکمل لابن عدی ج ۷ ص ۲۵۵۳)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن فوت ہوا یا جمعہ کی شب فوت ہوا اس کو عذاب قبر سے محفوظ رکھا جاتا ہے اور وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس پر شہداء کی مہر ہوگی۔

(حدیث موطأ ج ۳ ص ۱۸۱، تقریب البغیہ: ۱۲۱۶، شرح ابن بطل ج ۳ ص ۳۷۹-۳۸۰، دار الکتب العلمیہ: ۱۳۲۳ھ)

عمدہ کپڑوں میں اپنے کفن کی میت اور آتش

اس حدیث میں یہ در ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے پڑے میں کفن دینے کے لیے کہا۔ فرمایا: رندہ آدن و مردے کی بہ نسبت نئے کپڑے کی زیادہ ضرورت ہے، لیکن دیگر احادیث اور آثار میں نئے اور اچھے کپڑے میں کفن دینے کا ذکر کیا گیا ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اپنے کپڑوں میں سے سفید کپڑے پہنو یہ تمہارے بہترین کپڑے ہیں اور ان ہی کپڑوں میں تم اپنے مردوں کو کفن دو۔

(سنن ترمذی: ۹۹۳، سنن ابوداؤد: ۴۰۶۱، سنن ابن ماجہ: ۱۳۷۴، مسند احمد ج ۱ ص ۲۳۱)

حضرت ابوقتاہہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کا ولی ہو تو اس کو اچھا کفن دے۔ (سنن ترمذی: ۹۹۵، سنن ابن ماجہ: ۱۳۷۴)

سلمہ بن علقمہ بیان کرتے ہیں کہ ابن سیرین عمدہ کفن پسند کرتے تھے، انہوں نے بیان کیا کہ کہا جاتا ہے کہ مردے اپنے کفنوں

میں ایک دوسرے کے ساتھ ملاقات کرتے ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۲۳۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۱۳۱، دارالکتب العلمیہ بیروت)

عمیر بن اسود بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی بیوی کے متعلق وصیت کی اور نکل گئے پھر ان کی بیوی فوت ہو گئی، ہم نے اس کو اس کے پرانے کپڑوں میں کفن پہنایا، وہ اس وقت آئے جب ہم ان کی بیوی کو دفن کر کے فارغ ہو چکے تھے، انہوں نے پوچھا: تم نے اس کو کیسے کپڑوں میں کفن پہنایا؟ ہم نے کہا: ہم نے ان کو ان کے پرانے کپڑوں میں کفن پہنایا، انہوں نے ان کی قبر کو کھودا اور ان کو نئے کپڑوں میں کفن دیا، اور فرمایا: اپنے مردوں کو اچھے کپڑوں میں کفن، یا کرو، کیونکہ وہ ان ہی کپڑوں میں میدانِ حشر میں جاتے ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۲۳۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۴۱، دارالکتب العلمیہ بیروت)

حضرت ابوبکر نے پرانے کپڑوں میں کفن دینے کی جو وصیت کی تھی، اس کی توجیہ

علامہ بدرالدین عینی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ابونصر نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے مردوں کو عمدہ کپڑوں میں کفن دو، کیونکہ وہ اس پر فخر کرتے ہیں اور ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں۔

اب یہ سوال ہو گا کہ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے پرانے کپڑوں میں کفن کیا۔۔۔ کیوں وصیت کی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابوبکر نے ان کپڑوں کو پہنے ہوئے عبادت کا تقاضا تھا، جہاد، اس لیے ان کی برکت حاصل کرنے کے لیے انہوں نے یہ وصیت کہ ان کو ان ہی کپڑوں میں کفن دیا جائے، اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام محمد بن سعد نے قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر نے فرمایا: مجھے میرے کپڑوں میں کفن دینا جن میں میں نماز پڑھتا تھا۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اس میں ایک اور وجہ کا اضافہ ہے کہ انہوں نے ان کپڑوں کو اس لیے ترجیح دی کہ انہوں نے ان کپڑوں کو پہنے ہوئے رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی تھی، آپ کی برکت حاصل کرنے کے لیے انہوں نے ان کپڑوں کو ترجیح دی۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۳۱۸، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابوبکر کو اللہ تعالیٰ سے یہ امید تھی کہ ان کی اس ذات فوت ہو جائے گی جس دن نبی ﷺ کی وفات ہوگی، آپ کا ہم پیر کا دن گزار کر آپ کی ذات پر درود کے نیار پہنچا دیں، ۲۲ دن بعد ان کا دن آئے۔

حضرت ابوبکر کی وفات کے سبب یہ خلاف ہے ایک نوا یہ ہے کہ یہودیوں نے آپ کو برا لودہ کیا، تھا اس سبب سے حضرت ابوبکر کی وفات ہو گئی، جس طرح نبی ﷺ کو خیبر میں ایک یہودی عورت نے زہرا لودہ گوشت کھلایا تھا اور اسی کے اثر سے آپ کی وفات ہوئی، یوں نبی ﷺ اور حضرت ابوبکر کی وفات کا سبب بھی ایک تھا اور ایک ہی دن دونوں کی وفات ہوئی اور ایک ہی جگہ دونوں مدون ہیں اور ایک ہی وقت میں دونوں قبر سے انھیں گئے اور ایک ہی وقت میں دونوں جنت میں داخل ہوں گے۔

اچانک موت کا آ جانا

۹۵ - بَابُ مَوْتِ الْفَجَاةِ الْبَغْتَةِ

۱۳۸۸ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي هِشَامُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ہشام نے خبر دی از والد خود از حضرت

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أُمَّيْیَ افْتَلَتْ نَفْسَهَا ۖ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا کہ ایک مرد نے نبی ﷺ سے کہا: بے شک میری ماں
وَاطْتُهَا لَوْ تَكَلَّمْتُ تَصَدَّقْتُ ۖ فَهَلْ لَهَا أَجْرٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا؟ قَالَ نَعَمْ ۖ طرف المدیث: ۲۷۶۰ [اچانک فوت ہو گئی اور میرا اس کے متعلق گمان ہے کہ اگر وہ بات
کرتی تو کچھ صدقہ کرتی پس کیا اس کو اجر ملے گا اگر میں اس کی

طرف سے صدقہ کر دوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں!

(صحیح مسلم: ۱۰۰۳، ارتقاء مسلسل: ۲۲۸۹، سنن ابوداؤد: ۲۸۸۱، سنن ابن ماجہ: ۲۷۱۷، مسند ابویعلیٰ: ۳۳۳۳، صحیح ابن حبان: ۳۳۵۳، سنن بیہقی
ج ۶ ص ۶۷-۶۸، شرح سنن: ۱۶۹۰، صحیح ابن خزیمہ: ۲۳۹۹، مسند احمد ج ۱ ص ۱۵ طبع قدیم، مسند احمد: ۳۲۲۵۱، ج ۳ ص ۳۰، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت
جامع المسانید لابن جوزی: ۷۴۷۵، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) سعید بن ابی مریم اور وہ سعید بن محمد بن الحکم بن ابی مریم ہیں (۲) محمد بن ابی جعفر بن ابی کثیر (۳) بشام بن عروہ (۴) ان
کے والد عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ (۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۳۱۹)

مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں ذکر ہے کہ ایک مرد نے کہا: میری ماں اچانک فوت ہو گئی اس مرد کا نام حضرت سعد بن عبادہ تھا اور ان کی ماں
کا نام حضرت عمرہ رضی اللہ عنہا تھا۔

نیز اس حدیث میں ”افلتت“ مذکور ہے اس کا معنی ہے وہ اپنی موت سے غافل ہو گیا۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۳۲۰-۳۱۹)

اچانک موت کی کراہت کے متعلق احادیث

نبی ﷺ کے اصحاب میں سے یہ شخص نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اگر ایک موت غضب ہے یعنی غضب کا سبب ہے۔
(سنن ابوداؤد: ۳۱۱۰)

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے سات موتوں سے پناہ طلب کی: (۱) اچانک موت
(۲) سانپ کے ڈسنے سے (۳) درندہ کے بھاڑنے سے (۴) آگ میں جلنے سے (۵) پانی میں ڈوبنے سے۔ (۶) کھانسی کے پھڑکنے سے (۷) جہاد میں بیٹھ پھیر کر بھاگنے سے۔

(مسند ابویعلیٰ: ۷۸۲، مسند احمد ج ۲ ص ۱۷۱، مسند احمد: ۶۵۹۳، ج ۱۱ ص ۱۶۸، مؤسسۃ الرسالۃ)
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ایسی دیوار کے پاس سے گزرے جو گرنے کے لیے جھک رہی تھی تو آپ
وہاں سے تیزی کے ساتھ گزرے آپ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا: میں اچانک موت کو ناپسند کرتا ہوں۔

(مسند ابویعلیٰ: ۶۶۱۴، کتاب الصغفاء للبخاری ج ۱ ص ۶۱، الکامل لابن عدی ج ۱ ص ۲۳۲، شعب الایمان: ۱۳۵۹، المعجم الکبیر: ۷۶۰۳-۷۶۰۲، مسند
احمد ج ۲ ص ۳۵۶ طبع قدیم، مسند احمد: ۸۶۶۶، ج ۱۳ ص ۳۰۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اچانک موت کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: یہ
مومن کے لیے راحت اور فاجر کے لیے غضب ہے۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۱۳۶)

یحییٰ بن ابی کثیر بیان کرتے ہیں کہ ان کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ یہ فرماتے تھے: جب تم میں سے کوئی شخص

ایسی چیز کے پاس سے گزرے جو گرنے والی ہو تو وہ تیزی سے گزرے اور اللہ تعالیٰ سے عافیت کی دعا کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۱۰۶ شعب الایمان: ۱۳۶۱)

فائدہ: ضرر کے اسباب سے احتراز کرنا توکل اور تقدیر پر اعتقاد کے منافی نہیں ہے ورنہ بیماریوں کا علاج مشروع نہ ہوتا۔ امام مالک، یحییٰ بن سعید سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ایک شخص کو (اچانک) موت آگئی تو ایک شخص نے کہا: اس کو مبارک ہو! یہ کسی بیماری میں مبتلا نہیں ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے! تمہیں کیا پتا اگر اللہ اس کو کسی مرض میں مبتلا کرتا تو وہ مرض اس کے گناہوں کو مٹا دیتا۔ (موطأ امام مالک۔ کتاب العین: ۸) اس حدیث کی روایت میں امام مالک منفرد ہیں۔

اچانک موت کو نبی ﷺ نے اس لیے ناپسند فرمایا ہے کہ اس صورت میں آدمی وصیت نہیں کر سکتا اور آخرت کی تیاری نہیں کر سکتا کہ اپنے گناہوں پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے اور توبہ کرے اور اس موقع پر جس قدر اعمال صالحہ کر سکتا ہو وہ کرے۔

ایصالِ ثواب کے متعلق احادیث

اس حدیث میں ایصالِ ثواب کا بھی ثبوت ہے اور ایصالِ ثواب کے متعلق دیگر احادیث حسب ذیل ہیں:

- (۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی ماں کا انتقال ہو گیا وہ اس وقت وہاں موجود نہیں تھے پھر وہ نبی ﷺ کے پاس آئے اور کہا: یہ رسول اللہ ﷺ کی ماں کا انتقال ہو گیا اور میں اس وقت موجود نہیں تھا اگر میں ان کی طرف سے کچھ صدقہ کروں تو کیا ان کو اس کا نفع پہنچے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! انہوں نے کہا: پس بے شک میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میرا خراف نام کا کھجوروں کا باغ ان پر صدقہ ہے۔ (صحیح البخاری ج ۲ ص ۲۷۵۔ سنن ترمذی: ۶۶۹۔ سنن ابوداؤد: ۲۸۸۲)
- (۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ ان کی ماں فوت ہوگئی اور انہوں نے ایک نذرمانی ہوئی تھی آپ نے فرمایا: تم ان کی طرف سے حج کراداد کرو۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۲۷۶۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۶۳۸۔ سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۳۰۔ سنن نسائی: ۳۸۱۷۔ سنن ابن ماجہ: ۲۱۳۲)

- (۳) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سوار پر رسول اللہ ﷺ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے قبیلہ خثعم کی ایک عورت آئی تو حضرت فضل اس کی طرف دیکھنے لگے اور وہ عورت حضرت فضل کی طرف دیکھنے لگی نبی ﷺ نے حدیث فضل کے چہرے کو دوسری طرف کر دیا عورت نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حج کرنا فرض کر دیا ہے اور میرا آپ بہت بڑا ساتھی ہے سوار پر بیٹھی نہیں سستا یہ میں اس کی طرف سے حج کر لوں آپ نے فرمایا: ہاں! اور یہ حجۃ الوداع کا مومن تھا۔ (صحیح البخاری ج ۱ ص ۱۳۲۰۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۸۰۹۔ سنن نسائی: ۲۱۳۲)

- (۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ میری بہن نے حج کرنے کی نذرمانی تھی اور اب وہ فوت ہوگئی تو نبی ﷺ نے فرمایا: اگر اس پر قرض ہوتا تو کیا تم اس کا قرض ادا کرتے؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تو اللہ کا قرض ادا کر وہ قرض کی ادائیگی کا زیادہ مستحق ہے۔

(صحیح البخاری ج ۱ ص ۶۶۹۹۔ سنن ابوداؤد: ۱۸۰۹۔ مسند الحمیدی: ۵۰۷۔ سنن دارمی: ۱۸۴۰)

- (۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی ﷺ کے پاس آئی اور اس نے کہا: میری ماں نے حج کرنے کی نذرمانی تھی پھر وہ حج کرنے سے پہلے فوت ہوگئی آیا میں اس کی طرف سے حج کر لوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تم اس کی طرف سے حج کر دینا کہ اگر تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو کیا تم اس قرض کو ادا کرتیں؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تو پھر تم

اللہ کا قرض ادا کرو کیونکہ اللہ اس کا زیادہ حق دار ہے کہ اس سے کیا ہوا وعدہ پورا کیا جائے۔

(صحیح البخاری: ۷۳۱۵، موطا امام مالک: ۲۳۶، مسند احمد: ۲۲۶۶، عالم الکتب بیروت)

(۶) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک سینٹوں والے مینڈھے کو لانے کا حکم دیا، وہ مینڈھا لایا گیا تاکہ آپ اس کی قربانی کریں پھر آپ نے فرمایا: اے عائشہ! چھری لاؤ پھر فرمایا: اس چھری کو پتھر سے تیز کرو انہوں نے اس چھری کی دھار تیز کی پھر آپ نے اس چھری کو پکڑ کر اس مینڈھے کو گرایا پھر اس کو ذبح کرنے لگے پھر یہ دعا کی: بسم اللہ! اے اللہ! اس کو محمد اور آل محمد اور امت محمد کی طرف سے قبول فرما پھر اس کو قربان کر دیا۔

(صحیح مسلم: ۱۹۶۷، الرقم السلسل: ۵۰۰۱، سنن ابوداؤد: ۲۷۹۲)

امام احمد نے اس حدیث کو تین مختلف سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے اور ان سندوں کے ساتھ یہ حدیث صحیح لغیرہ ہے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۳۵۶ طبع قدیم۔ ج ۲۳ ص ۱۳۳ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۱۹ھ المستدرک ج ۴ ص ۲۲۹ مسند ابویوسف: ۱۷۹۲، سنن بیہقی

ج ۹ ص ۲۶۸ مسند احمد ج ۳ ص ۳۶۲ طبع قدیم مسند احمد ج ۲۳ ص ۱۷۱ مؤسسۃ الرسالۃ سنن الدارقطنی ج ۴ ص ۲۸۵ مسند احمد ج ۳ ص ۳۷۵ طبع قدیم

مسند احمد ج ۲۳ ص ۲۶۷ مؤسسۃ الرسالۃ المستدرک ج ۱ ص ۳۶۷ صحیح ابن خزیمہ: ۲۸۹۹، سنن دارمی: ۱۹۴۶، سنن ابن ماجہ: ۳۱۲۱، الطحاوی ج ۴ ص ۱۷۷)

ہم نے اپنی تفسیر تبيان القرآن ج ۱۱ میں ایصال ثواب کی بحث النجم: ۳۹ کی تفسیر میں کی ہے یہ بہت مفصل بحث ہے اور ص ۵۶۶-۵۳۲ میں یہ بحث ۱۳۴ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔

ایصال ثواب میں مذاہب فقہاء

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متونی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ میت کی طرف سے صدقہ کرنے کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اور میت کو اس سے نفع ہوتا ہے اور اس پر علماء کا اجماع ہے اسی طرح اس میں اجازت ہے کہ میت کے لیے دعا کی جائے اور میت کی طرف سے جو قرض ادا کیا جائے اس سے میت کو نفع ہوتا ہے اور اس کے ثواب قرآن مجید اور احادیث کی نصوص ہیں اسی طرح میت کی طرف سے فرض اور نفل حج کرنا بھی صحیح ہے ہمارے اصحاب کی ایک جماعت نے اور امام احمد بن حنبل نے کہا ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کا ثواب بھی میت کو پہنچتا ہے جس کوئی شخص فوت ہو جائے اور اس پر روزے ہوں تو اس کی طرف سے روزے رکھنے میں اختلاف ہے اور حج یہ ہے کہ وہ بھی صحیح ہے (نہرۃ العابد کے نزدیک روزوں کا وہ جو بہت بڑی حد تک پہنچتا ہے اور عبادت کا ثواب نہیں پہنچتا اور امام احمد کے نزدیک تمام عبادات کا ثواب پہنچتا ہے۔

(شرح صحیح مسلم بشرح النووی ج ۲ ص ۲۷۸، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میت کی طرف سے صدقہ کرنا جائز ہے اور یہ کہ میت کو اس سے فائدہ ہوتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا پس میں نے کہا: ہم اپنے مردوں کے لیے دعا کرتے ہیں اور ان کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں اور حج کرتے ہیں کیا یہ ان کی طرف پہنچتا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ ان کی طرف پہنچتا ہے اور وہ اس سے خوش ہوتے ہیں جیسے تم میں سے کوئی شخص ہدیہ سے خوش ہوتا ہے۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۳۲۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۱ھ)

۹۶ - بَابُ مَا جَاءَ فِي قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَى بَكْرٍ وَعُمَيْرٌ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا

وہ احادیث جو نبی ﷺ کی قبر اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی قبروں کے متعلق ہیں

ملازمہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی قرطبی متوفی ۳۴۹ھ کہتے ہیں:

امام بخاری کی اس حدیث سے غرض یہ ہے کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی وہ فضیلت بیان کریں جس میں ان کا کوئی شریک نہیں ہے کیونکہ یہ دونوں جس طرح رسول اللہ ﷺ کی حیات میں آپ کے وزیر تھے اسی طرح آپ کی وفات کے بعد بھی آپ کے ساتھ قبر میں ہیں۔ یہ وہ فضیلت ہے جو خصوصیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا کی ہے یہ ان دونوں کی محبت کی کرامت ہے جو اور کسی کو حاصل نہیں ہوئی۔ اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کے حجرے میں مدفون ہونے کی اجازت طلب کی۔

اس حدیث میں فقہ یہ ہے کہ صالحین کی قبروں کے جوار میں دفن ہونے کی حرص کرنی چاہیے تاکہ صالحین پر جو رحمت نازل ہو اس سے ان کو بھی حاصل جائے اور صالحین کے لیے جب مسلمان آ کر دعا کریں تو اس دعا سے بھی ان کو حصہ ملے۔

(شرح ابن بطلال ج ۳ ص ۳۷۳-۳۷۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

وَقَوْلُ اللَّهِ ﴿فَأَقْبِرَ﴾ (العنکبوت: ۲۱)

اللہ جل کا کہنا ہے کہ اس کو دفن کیا۔

یہ پوری آیت اس طرح ہے: پھر اسے موت دی اور پھر اسے قبر میں دفن کیا۔ (العنکبوت: ۲۱)

أَقْبَرْتُ الرَّجُلَ إِذَا جَعَلْتُ لَهُ قَبْرًا وَقَبْرَتُهُ دَفِنْتُهٖ

”اَقْبَرْتُ الرَّجُلَ“ یہ اس وقت کہا جائے گا جب تم اس کے لیے قبر بنو گے۔ ”وَقَبْرَتُهُ“ یہ اس وقت کہا جائے گا جب تم اس کو دفن کرو گے۔

۔۔۔۔۔

امام بخاری اس تعلق سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ قبر کا مادہ ثلاثی مزید فیہ سے باب افعال سے آتا ہے اور ثلاثی مجرد سے بھی آتا ہے پہلی صورت میں اس کا معنی ہے: قبر بنانا اور دوسری صورت میں اس کا معنی ہے: دفن کرنا۔

﴿كَفَا﴾ (الاحزاب: ۲۰) بِسُوْنٍ رَّيْبَةٍ اَخْبَا وَبُذْفُونٍ فِيْهَا اَمْوَاتًا

”کفای“ یعنی: جگہ۔ ”رَّيْبَةٍ“ یعنی: زمین۔ ”اَخْبَا“ یعنی: دفن کیا۔

اس تعلق میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے: کیا ہم نے زمین کو حفاظت کی جگہ نہیں۔ نایا زندوں کے لیے بھی اور مردوں کے لیے بھی۔ (المرسلات: ۲۶-۲۵) یعنی زمین زندہ کو اپنی پشت پر رکھ کر اور مردوں کو اپنے پیٹ میں رکھ کر ان کی حفاظت کرتی ہے۔ انفرادی طور پر نہیں بلکہ ”نکفتهم“ کا معنی ہے: ہم ان کی حفاظت کرتے ہیں۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۳۲۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۳۸۹ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ يَحْيَى بْنُ أَبِي زَكْرِيَاءَ عَنْ هِشَامِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے سلیمان نے حدیث بیان کی از ہشام ح۔ اور مجھے محمد بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو مروان یحییٰ بن ابی زکریا نے حدیث بیان کی از ہشام از عروہ از عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت

ان كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَتَعَذَّرَ فِي مَرَضِهِ آيُنَ آيُنَا الْيَوْمَ؟ آيُنَ آيُنَا غَدًا؟ اسْتَبْطَاءَ لِيَوْمٍ عَذَابُ نَارٍ، فَلَمَّا كَانَ يَوْمِي، قَبَضَهُ اللَّهُ بَيْنَ مَخْرِي وَنَخْرِي، وَدُفِنَ فِي بَيْتِي. [طرف: حدیث: ۳۷۷۳]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دو بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی بیماری کی (ابتداء) میں دوسری ازواج سے بہ طور معذرت فرماتے تھے: میں آج کہاں ہوں؟ اور میں کل کہاں ہوں گا؟ حضرت عائشہ کی باری کو آپ دور گمان کرتے تھے پس جس دن اللہ نے آپ کی روح کو قبض فرمایا، اس دن آپ میرے پہلو اور میرے سینہ کے درمیان تھے اور میرے حجرے میں آپ کو دفن کیا گیا۔

(صحیح مسلم: ۲۳۴۳، رقم المسلسل: ۶۱۷۵، المعجم الکبیر: ۸۱، ج ۲۳، تاریخ بغداد ج ۷، ص ۲۷۵، المعجم الاوسط: ۶۸۸۳، المستدرک ج ۱ ص ۱۴۵)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسماعیل بن ابی اویس، ان کا نام عبد اللہ ہے، یہ امام مالک کے بھانجے ہیں (۲) سیمان بن بلال ابویوب (۳) ہشام بن عروہ بن الزبیر (۴) محمد بن حرب ابوعبد اللہ النشائی، یہ ۲۵۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) ابومردان یحییٰ بن ابی زکریا الغسانی، یہ ۱۸۸ھ میں فوت ہو گئے تھے (۶) عروہ بن الزبیر بن العوام (۷) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۳۲۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت

اس حدیث میں مذکور ہے: میں آن کہاں ہوں؟ میں کل کہاں ہوں؟ حضرت عائشہ کی باری کو آپ دور گمان کرتے تھے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس شخص کی متعدد ازواج ہوں، اس کا دل زیادہ بکریا جاتا ہے جب کہ وہ باریوں کی تقسیم میں اور خرچ مہیا کرنے میں ان کے درمیان عدل کرتا ہو۔ نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ ازواج میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ محبت کرتے تھے اور یہ ان کی فضیلت کی دلیل ہے۔

* باب مذکور کی یہ حدیث شرح صحیح مسلم ج ۷ ص ۱۰۰ پر ہے، اس کی شرح میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سوانح بیان کی گئی ہے۔

۱۳۹۰ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ سَمِعْنَا أَبَا عَوَانَةَ بْنَ دَاوُدَ عَنْ سُرْوَةَ بْنِ عَدَسَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي لَمْ يَقُمْ مِنْهُ لَعَنَ اللَّهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى، اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ، لَوْ لَا ذَلِكَ أُتْرِزَ قَبْرُهُ، غَيْرَ أَنَّهُ خَشِيَ، أَوْ خَشِيَ، أَنْ يَتَّخَذَ مَسْجِدًا. وَعَنْ هِلَالٍ قَالَ كَتَبَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، وَلَمْ يُولَدْ لِي.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں امام اسماعیل نے حدیث بیان کی ہوں نے کہ ہمیں دعوانہ سے حدیث بیان کی ہے لعل از عروہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دو بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی اس بیماری میں فرمایا جس سے آپ صحت یاب نہیں ہوئے: اللہ یہود اور نصاریٰ پر لعنت کرے جنہوں نے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنالیا، اگر یہ خطرہ نہ ہوتا تو میں آپ کی قبر کو ظاہر کر دیتی لیکن یہ خطرہ ہے کہ آپ کی قبر کو مسجد بنالیا جائے گا اور حلال نے کہا کہ عروہ بن الزبیر نے میری کنیت رکھی حالانکہ میری اولاد نہیں ہوئی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۳۵ میں گزر چکی ہے اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ کسی شخص کی کنیت رکھنی جائز ہے خواہ

اس کی اولاد ہو یا نہ ہو۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ
قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ سُفْيَانَ الثَّمَارِ أَنَّهُ
حَدَّثَهُ أَنَّهُ رَأَى قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مُسْتَمًا. ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی 'انہوں نے کہا:
ہمیں عبد اللہ نے خبر دی 'انہوں نے کہا: ہمیں ابو بکر بن عیاش نے
خبر دی از سفیان التمار 'انہوں نے یہ حدیث بیان کی کہ انہوں نے
نبی ﷺ کی قبر کو دیکھا وہ کوہان کی طرح تھی۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن مقاتل ابوالحسن المروزی 'یہ مکہ میں مجاور تھے (۲) عبد اللہ بن المبارک المروزی (۳) ابو بکر بن عیاش المحدث 'یہ
۱۹۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) سفیان بن دینار الکوفی التمار 'یہ کبار تابعین میں سے ہیں اور عنبر صحابہ سے متصل تھے۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۳۲۳)

قبر کو کوہان کی صورت میں بنانا مستحب ہے یا مسطح اور نبی ﷺ کی قبر کس طرح تھی؟

علامہ التاؤدی بن سودہ متوفی ۱۲۰۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ کی قبر کوہان کی طرح تھی، یعنی زمین سے اٹھی ہوئی اور بلند تھی، امام ابو نعیم نے یہ اضافہ کیا
ہے کہ حضرت ابو بکر اور عمر کی قبریں بھی ایسی صریح تھیں اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ نبی و ان کو کوہان کی طرح بنانا مستحب ہے
امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام احمد، مزنی اور اکثر فقہاء شافعیہ، یہی مذہب ہے۔ شافعی کا توں یہ ہے کہ قبر کو مسطح یعنی ہم دار اور چوٹی بنانا
مستحب ہے، اماوردی اور دوسرے شافعی فقہاء کا یہی مذہب ہے، امام بیہقی نے کہا کہ سفیان التمار کے قول میں قبر کو کوہان کی شکل میں
بنانے کی کوئی دلیل نہیں ہے اس لیے کہ ہو سکتا ہے کہ آپ کی قبر اتارے میں ہم دار، مسطح بنا دیا گیا ہو، اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ قاسم بن محمد سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا، میں نے عرض کیا:
اے میری ماں! مجھے رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک اور ان کے دو صاحبوں رضی اللہ عنہما کی قبریں دکھائیں، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے میرے
لیے تین قبریں کھول دیں، یہ قبریں نہ بلند تھیں نہ زمین سے ٹکی ہوئی تھیں، ان کے اوپر میدان کی سرخ کنکریاں ڈالی گئیں۔ ابوعلی
نے بتایا کہ کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر آسمان سے اتر کر مبارک کے پاس سے گذری، اس سے قبر کی عمر کی قبر
آپ کے پیروں کے پاس ہے، ان سے سر رسول ﷺ کے قدموں میں ہے۔ (سنن ابوداؤد ۲۰۰۰)

انہوں نے یہ مشاہدہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں کیا تھا گویا کہ ابتداء میں یہ قبریں مسطح تھیں، پھر جب عمر بن عبد العزیز کی
خلافت میں مدینہ میں ولید بن عبد الملک کے حکم سے قبر کی دیوار بنائی گئی تو انہوں نے ان قبروں کو کوہان کی صورت میں بلند کر دیا۔

ابو بکر الا جری نے غنیم بن بسطام سے روایت کی ہے کہ میں نے نبی ﷺ کی قبر مبارک کو عمر بن عبد العزیز کی امارت میں دیکھا،
پس میں نے اس کو زمین سے چار انگل بلند دیکھا، اور حضرت ابو بکر کی قبر کو آپ کی قبر کے پیچھے دیکھا اور حضرت عمر کی قبر کو حضرت ابو بکر
کی قبر کے پیچھے اور نیچے دیکھا، پھر اختلاف اس میں ہے کہ کوہان کی طرح قبر بنانا مستحب ہے یا مسطح بنانا مستحب ہے، اصل جواز میں
اختلاف نہیں ہے اور مزنی شافعی نے قبر کو کوہان کی طرح بنانے کو مستحب قرار دیا ہے کیونکہ اگر قبر مسطح ہو تو وہ اس طرح ہوگی جیسے بیٹھنے
کے لیے کوئی چیز (مثلاً بیچ وغیرہ) بنائی جاتی ہے اور وہ دنیاوی چیزوں کے مشابہ ہوگی۔

(حاویۃ اتاؤری بن سورو علی صحیح البخاری ج ۲ ص ۹۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۳۲۸ھ)

میں کہتا ہوں کہ امام شافعی نے درج ذیل حدیث سے بھی استدلال کیا ہے:
حضرت ابو داؤد بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابو الہیاج السدی سے کہا: میں تمہیں اس کام کے لیے بھیج رہا ہوں جس کام کے لیے نبی ﷺ نے مجھے بھیجا تھا کہ تم جس قبر کو بھی بلند دیکھو اس کو ہم وار کر دو اور جس مجسمہ کو بھی دیکھو اس کو منادو۔

(صحیح مسلم: ۹۶۹، سنن ابوداؤد: ۳۲۱۸، سنن ترمذی: ۱۰۳۹، سنن نسائی: ۲۰۳۰، مسند احمد ج ۱ ص ۸۹)

فتہاء شافعیہ کے دلائل کے جوابات

علامہ بدرالدین عینی حنفی نے سنن ابوداؤد: ۳۲۳۰ کے جواب میں کہا ہے کہ اس کی سند ضعیف ہے اور وہ حدیث مرسل ہے اور امام شافعی حدیث مرسل کو حجت نہیں مانتے اور صحیح مسلم: ۹۶۹ کے جواب میں کہا ہے کہ اس سے مراد وہ قبریں ہیں جن کو فخر اور مباہات کے لیے بلند بنایا گیا ہو یا اس کو ایک بالشت سے زیادہ بلند بنایا گیا ہو۔ (ممدۃ القاری ج ۸ ص ۳۲۳)

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

قبر کو کوہان کی طرح بنانا مسطح بنانے سے افضل ہے امام، لک امام ابو حنیفہ امام احمد اور ثوری کا یہی مذہب ہے امام شافعی نے کہا کہ قبر کو مسطح بنانا افضل ہے انہوں نے کہا: ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے صاحب زادہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی قبر کو مسطح بنایا تھا اور قاسم نے کہا: میں نے نبی ﷺ سے سنا ہے کہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی قبر کو مسطح بنانا ہمارا دلیل ہے کہ سفیان ثمار نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کی قبر کو کوہان کی مثل دیکھا۔ (سنن بخاری: ۱۳۹۰، سنن ترمذی: ۱۳۹۰، سنن نسائی: ۲۰۳۰، سنن ابوداؤد: ۳۲۱۸) نیز اس لیے کہ قبر کو مسطح بنانا اہل دنیا کی عمارتوں کے مشابہ ہے اور یہ اہل بدعت کا شعار ہے اس لیے مکروہ ہے اور ہماری دلیل بخاری کی روایت ہے اس لیے وہ ان کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے اس لیے اس پر عمل کرنا اولیٰ ہے۔ (المغنی ج ۳ ص ۱۷۶، دار الحدیث قاہرہ: ۱۳۲۵ھ)

شمس الائمہ محمد بن احمد السرخسی، المتوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

قبر کو کوہان کی طرح بنایا جائے، نہ جائے، کیوں، انھیں۔ ان کی اس نے حدیث بیان کی جس نے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبروں کو دیکھا تھا کہ ان کی قبریں کوہان کی طرح تھیں اور ان پر سفید مٹی سے لپائی گئی تھی اور اس لیے بھی کہ مربع بنانا دنیاوی طرز تعمیر سے اور قبروں کو دنیاوی طرز تعمیر سے مختلف بنانا چاہیے نیز قبر کو مربع بنانا روافض کا (اور اہل) بکد شعا ہے۔ (سوانح ابوبکر دار البیروت: ۱۳۲۱ھ)

علامہ محمود بن عبد الشریع ابن مازہ البخاری المتوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں:

قبر کو کوہان کی طرز پر بنانا چاہیے وہ زمین سے ایک باشت یا کچھ زیادہ اونچے اس سے زیادہ اونچے نہ بنائی جائے امام شافعی نے کہا کہ قبر کو مربع اور مسطح بنانا چاہیے کوہان کی طرح نہیں بنانا چاہیے ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے صاحب زادہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی قبر کو مسطح بنایا تھا۔ (تہذیب الاسماء ج ۱ ص ۵۰)

ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے فرشتوں کے ساتھ حضرت آدم علیہ السلام کی نماز جنازہ پڑھائی اور ان کی قبر کو کوہان کی مثل بنایا اور اس پر خیمہ نصب کیا۔

ابراہیم الحنفی سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کی قبر اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبریں کوہان کی مثل تھیں۔

(کتاب الآثار امام محمد ص ۷۲)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ طائف میں فوت ہوئے محمد بن الحنفیہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور ان کی قبر کو ہان کی مثل بنائی اور اس پر خیمہ نصب کیا۔

قبر کو مربع کی مثل نہ بنایا جائے کیونکہ یہ اہل کتاب کے طریقہ کے مشابہ ہے اور اہل کتاب کی مشابہت مکروہ ہے۔ نیز دنیاوی عمارتیں مربع بنائی جاتی ہیں اور قبر کا تعق آخرت سے ہے اس کو اس سے مختلف ہونا چاہیے اور نبی ﷺ کے صاحب زادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی قبر کا جواب یہ ہے کہ پہلے اس کو مستطیع بنایا گیا تھا پھر اس کو کوہان کی مثل بنادیا گیا۔

(المکمل البرہانی ج ۳ ص ۹۳-۹۲ 'ادارۃ القرآن' کراچی ۱۳۲۴ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ فقہاء احناف کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: سفیان ائتمار نے جو کہا ہے کہ میں نے نبی ﷺ کی قبر کو کوہان کی مثل دیکھا۔ (صحیح البخاری: ۱۳۹۰-۲) اس میں کوئی حجت نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے وہ پہلے کوہان کی مثل نہ ہو جیسے امام بیہقی نے کہا ہے پھر اس پر انہوں نے امام ابوداؤد کی اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو نبی ﷺ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبریں دکھائیں وہ زمین سے بلند تھیں نہ زمین سے مٹی ہوئی تھیں۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۸۱ 'دار المعرفۃ بیروت' ۱۳۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد یعنی حافظ ابن حجر کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: یہ ہمیشہ امام بخاری کی روایت کو ترجیح دینا چاہیے۔ اس کی بناء پر طریقہ سے انحراف کر رہے ہیں باقی انہوں نے امام ابوداؤد اور امام مسلم کی جن روایات سے استدلال کیا۔ ان اب ہم ذرا بحث کریں۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۳۲۵ 'دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۳۲۱ھ)

حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی فضیلت

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

عماء کی ایک جماعت نے اس حدیث: "تَجِدُ رِجَالًا مِّنْ بَنِي إِسْرَءِیْلَ یُحِبُّونَ ابْنَ مَرْثَدَةَ" سے استدلال کیا ہے کہ ان کی قبریں نبی ﷺ کی قبر کے ساتھ متصل ہیں اور حافظ ابونعیم نے اپنی سند کے ساتھ یہ حدیث روایت کی ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو بچہ بھی پیدا ہوتا ہے اس کی قبر کی مٹی اس کے نطفہ پر چھڑکی جاتی ہے۔ (دلائل الخوفا ج ۱ ص ۲۵۸ 'الترغیب والترہیب' ج ۱ ص ۱۰۰)

لہذا عاصم سے یہاں تم: "تَجِدُ رِجَالًا مِّنْ بَنِي إِسْرَءِیْلَ یُحِبُّونَ ابْنَ مَرْثَدَةَ" سے استدلال کیا ہے کہ اس کی مثل کوئی اور دوسری شخص پاؤں کی مٹی کی قبر رسول اللہ ﷺ کی مٹی سے ہے۔ (طیۃ الاولیاء: ۲۳۸۹-۲ ج ۳ ص ۳۱۸ 'دار الکتب العلمیہ بیروت')

حکیم ابو عبداللہ ترمذی نے نوادر اصول میں اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ جو فرشتہ رحم میں مقرر ہوتا ہے وہ نطفہ کو لے کر اس جگہ کی مٹی کے ساتھ گوندھتا ہے جہاں اس نے دفن ہونا ہوتا ہے اور یہ اس آیت کا مصداق ہے:

مِنْهَا خَشْنَتُكُمْ وَفِيْهَا يُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرٰی (طہ: ۵۵)

ہم نے اس مٹی سے تم کو پیدا کیا اور اسی میں تم کو لوٹائیں گے اور اسی سے تم کو دوبارہ نکالیں گے ○

حافظ ابن عبد البر مالکی متوفی ۵۴۶۳ھ نے غرر الخراسانی سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ فرشتہ جا کر اس جگہ سے مٹی لیتا ہے

جہاں اس نے دفن ہوتا ہوتا ہے پھر اس مٹی کو نطفہ پر چھڑکتا ہے پھر اس مٹی اور نطفہ سے اس شخص کی تخلیق کی جاتی ہے اس کے بعد انہوں نے بھی اس کی تائید میں طہ: ۵۵ کو ذکر کیا ہے۔ (اتمید ج ۱۰ ص ۵۷۷)

چونکہ نبی ﷺ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ایک جگہ مدفون ہیں اس سے معلوم ہوا کہ ان سب کی مٹی ایک جگہ سے لی گئی ہے اور یہ وہ جگہ ہے جہاں یہ مدفون ہیں۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۳۲۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

محدثنا فروة قال حدثنا علي بن هشام بن عروة عن أبيه لما سقط عليهم الحائط في زمان الوليد بن عبد الملك أخذوا في بنائه فبذت لهم قدم ففرعوا وظنوا أنها قدم النبي صلى الله عليه وسلم فما وجدوا أحدا يعلم ذلك حتى قال لهم عروة لا والله ما هي قدم النبي صلى الله عليه وسلم ما هي إلا قدم عمر رضي الله تعالى عنه.

ہمیں مروہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں علی نے حدیث بیان کی از ہشام بن مروہ از ولد خود بسب الولید بن عبد الملک کے زمانہ میں ان پر دیوار گر گئی اور وہ اس کو بنانے لگے تو ان کے سامنے ایک قدم ظاہر ہوا پس وہ خوف زدہ ہو گئے اور انہوں نے گمان کیا کہ یہ نبی ﷺ کا قدم ہے پس انہیں اس کو جاننے کی کوئی نہیں ملا حتیٰ کہ ان سے مروہ نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! یہ نبی ﷺ کا قدم نہیں ہے یہ صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قدم ہے۔

حضرت عمر کا قدم ظاہر ہونے کا سبب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے فرمایا۔

اس حدیث میں مذکور ہے: الولید بن عبد الملک کے زمانہ میں ان پر دیوار گر گئی، مٹی بی سرخیم کے حجرہ کی دیوار گر گئی، عروہ نے اس کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ لوگ آپ کی قبر کی طرف نماز پڑھتے تھے تو عمر بن عبد العزیز نے یہ حکم دیا کہ یہاں دیوار بنادی جائے تاکہ قبر مبارک کی طرف منہ کر کے کوئی نماز نہ پڑھ سکے پھر جب دیوار گر گئی تو مٹی اللہ کا قدم اور گھٹنا ظاہر ہو گیا تو عمر بن عبد العزیز خوف زدہ ہو گئے کہ کہیں یہ نبی ﷺ کا قدم نہ ہو پھر ان کے پاس مروہ آیا کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قدم اور ان کا گھٹنا ہے تب عمر بن عبد العزیز کا خوف دور ہو گیا۔

ماک بن مغول نے یہ روایت بیان کی ہے کہ ولید بن عبد الملک کے زمانہ خلافت میں اس نے مدینہ کے عامل عمر بن عبد العزیز کو لکھا کہ ازدا! طہرات کے حجرے گرا کر مسجد نبوی کی توسیع کر، رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک کو بند کر دو، میں اس کی طرف منہ نہ کرنا، عمر بن عبداللہ نے اس پر اس کا ایک پاؤں نذر کیا اور اس کے منہ پر رسول اللہ ﷺ کا قدم اور ان کا گھٹنا ہو کر یہ رسول اللہ ﷺ کا پاؤں ہے مروہ بتایا کہ یہ حضرت عمر کا پاؤں ہے۔

(بخاری ج ۲ ص ۸۱۷ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

۱۳۹۱۔ وعن هشام بن عروة عن أبيه عن عائشة رضي الله تعالى عنها أنها أوصت عبد الله ابن الربيع رضي الله تعالى عنهم لا تدفني معهم وأدفني مع صواحيبي بالبييع لا أرتكي به أبدا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے حضرت عبد اللہ بن الربیع رضی اللہ عنہ کو وصیت کی کہ مجھے ان (رسول اللہ ﷺ) حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ دفن نہ کرنا اور مجھے میری سوانح کے ساتھ بیعت میں دفن کر دینا میں یہ نہیں چاہتی کہ ان کے ساتھ دفن ہونے کی وجہ سے بعد میں میری (خصوصی) تعظیم کی جائے۔

[طرف الحدیث: ۷۳۲۷]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تواضع

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ اس لیے کہا تھا کہ اب ان کے حجرہ میں صرف ایک قبر کی جگہ تھی۔

حضرت عائشہ نے اس کو ناپسند کیا کہ یہ کہا جائے کہ وہ نبی ﷺ کے ساتھ مدفون ہیں اور اس وجہ سے ان کی زیادہ تعظیم کی جائے۔ یہ آپ کا اعلیٰ درجہ کا انکسار اور تواضع تھی۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن عبد الحمید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حصین بن عبد الرحمن نے حدیث بیان کی از عمرو بن میمون الاودی انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا انہوں نے کہا: اے عبد اللہ بن عمر! تم ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ! پس ان سے کہو کہ عمر بن الخطاب آپ کو سلام کہتے ہیں پھر ان سے سوال کرنا کہ میں اپنے دو صاحبوں کے ساتھ دفن کر دیا جاؤں؟ حضرت عائشہ نے کہا: میں اس سے کہنے کا اپنے لیے ارادہ کرتی تھی! پس میں آج ان کو ضرور اپنے اوپر ترجیح دوں گی! پھر جب حضرت عبد اللہ بن عمر آئے تو حضرت عمر نے پوچھا: تمہارے پاس کیا جواب ہے؟ انہوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! حضرت ام المؤمنین نے آپ کے لیے اجازت دے دی ہے! حضرت عمر نے کہا: اس جگہ سے زیادہ میرے نزدیک اور کوئی جگہ اہم نہیں تھی! پس اب میری روح قبض کر لی جائے تو مجھے وہاں اٹھا کر لے جانا! پھر سلام عرض کرنا! پھر کہنا: عمر بن الخطاب اجازت طلب کرتا ہے! پس اگر وہ میرے لیے اجازت دے دیں تو مجھے وہاں دفن کر دینا! رات کے سناؤں کہ قبرستان میں کیا کر دینا! اب تک میرے علم میں اس خلافت کا ان لوگوں سے زیادہ حق دار کوئی نہیں ہے جن سے رسول اللہ ﷺ اپنی وفات کے وقت راضی تھے! پس وہ میرے بعد جس کو خلیفہ بنادیں وہی خلیفہ ہوگا! تم اس کے احکام سننا اور اس کی اطاعت کرنا! پھر انہوں نے حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت الزبیر، حضرت عبد الرحمن بن عوف اور سعد بن عوف اور حضرت سعد بن ابی وقاص کے نام لیے اور ان کے پاس انصار کا ایک جوان آیا اور اس نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ کو مبارک ہو! آپ کو اللہ کی بشارت ہے! آپ

۱۳۹۲ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ الْأَوْدِيِّ قَالَ رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ يَا عَبْدَ اللَّهِ ابْنُ عُمَرَ إِذْ هَبْتُ إِلَى أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا فَقُلْتُ يَقْرَأُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَلَيْكَ السَّلَامُ ثُمَّ سَلَّيْنَا أَنْ أُدْفِنَ مَعَ صَاحِبِي قَالَتْ كُنْتُ أُرِيدُهُ لِنَفْسِي فَلَا وَثَرَتُهُ الْيَوْمَ عَلَى نَفْسِي فَلَمَّا أَقْبَلَ قَالَ لَهُ مَا لَدَيْكَ؟ قَالَ دَسْتُ لَكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ قَالَ مَا كَانَ شَيْءٌ أَهَمَّ إِلَيَّ مِنْ ذَلِكَ الْمَضْجَعِ فَإِذَا قُبِضْتُ فَأَحْمِلُونِي ثُمَّ سَلِّمُوا ثُمَّ قُلْ يَسْتَأْذِنُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَإِنْ أِذْنْتُ لِي فَأَدْفِنُونِي وَإِلَّا فَرُدُّونِي إِلَى مَقَابِرِ الْمُسْلِمِينَ إِنِّي لَا أَسْأَلُ أَحَدًا أَحَقَّ بِهَذَا الْأَمْرِ مِنْ هَؤُلَاءِ النَّفَرِ الَّذِينَ تَوَفَّيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَنْهُمْ رَاضٍ فَمَنْ اسْتَخْلَفُوا بَعْدِي فَهُوَ الْخَلِيفَةُ فَاسْمَعُوا لَهُ وَأَطِيعُوا بِسْمِ عُمَرَ وَخَيْرًا وَكُفَّةً وَالزُّبَيْرِ وَعَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنِ عَرَفٍ وَسَعْدَ بْنَ عَرَفٍ وَسَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ وَوَلَجَ عَلَيْهِ شَابٌّ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ أَبَشِّرْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ بِبُشْرَى اللَّهِ كَانَ لَكَ مِنَ الْقَدَمِ فِي الْإِسْلَامِ مَا قَدْ عَلِمْتُ ثُمَّ اسْتَخْلَفْتُ فَعَدَلْتُ ثُمَّ الشَّهَادَةُ بَعْدَ هَذَا كَلِمَةٍ فَقَالَ لَيْتَنِي يَا ابْنَ أَخِي وَذَلِكَ كُفَّافًا لَا عَلَيَّ وَلَا لِي أَوْصِي الْخَلِيفَةَ مِنْ بَعْدِي بِالْمُهَاجِرِينَ الْأَوَّلِينَ خَيْرًا أَنْ يَغْرِفَ لَهُمْ حَقَّهُمْ وَأَنْ يَحْفَظَ لَهُمْ حُرْمَتَهُمْ

پہلے اسلام لانے والوں میں ہیں جیسے کہ آپ کو معلوم ہے پھر آپ کو خیالہ بنایا گیا تو آپ نے عدل کیا پھر اس کے بعد آپ کو شہادت ملی: حضرت عمرؓ نے کہا: کاش! اے میرے بھتیجے! یہ سب برابر برابر ہو جائے نہ مجھے عذاب ہو اور نہ مجھے ثواب ملے میرے بعد جو حلیفہ ہو میں اس کو مہاجرین اور ان کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں اور وہ ان کے حق کو پہچانے اور ان کی حرمت کی حفاظت کرے اور میں اسے انصار کے ساتھ نیک سلوک کی وصیت کرتا ہوں جنہوں نے گھروں میں ٹھکانا دیا اور مہاجرین کی ہجرت سے پہلے ایمان لائے ان کی نیکیوں کو قبول کیا جائے اور ان کی خطاؤں کو معاف کر دیا جائے اور میں اسے یہ وصیت کرتا ہوں کہ اللہ کے ذمہ کو اور اس کے رسول کے ذمہ کو پورا کرے اور ان کے عہد کو مکمل کیا جائے اور ان کے پیچھے جنگ کی جائے اور ان کو ان کی طاقت سے زیادہ مکلف نہ کیا جائے۔

وَأَوْصِيهِ بِالْأَنْصَارِ خَيْرًا، الَّذِينَ تَبَوَّؤُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ، أَنْ يَقْبَلَ مِنْهُمْ مَحْسِنُهُمْ، وَيُغْفَى عَنْ مُسِيئَتِهِمْ، وَأَوْصِيهِ بِذِمَّةِ اللَّهِ وَذِمَّةِ رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنْ يُؤْفَى لَهُمْ بِعَهْدِهِمْ، وَأَنْ يُقَاتَلَ مِنْ وَرَائِهِمْ، وَأَنْ لَا يَكْلَفُوا فَوْقَ طَاعَتِهِمْ.

[اطراف الحديث: ۳۵۰۲-۳۱۶۲-۳۷۰۰-۳۸۸۸]

[۷۲۰۷] (اس حدیث کو صرف امام بخاری نے روایت کیا ہے)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) قتیبہ بن سعید (۲) جریر بن عبد الحمید (۳) حصین بن عبد الرحمن (۴) عمرو بن مسمون الادوی: یہ ابن صعب بن سعد کی طرف منسوب ہیں انہوں نے جاہلیت کا زمانہ پایا اور نبی ﷺ سے ملاقات نہیں کی، ۱۱، ص ۱۶۱، ایک جماعت سے انہوں نے احادیث کا سماع کیا ہے یہ ۷۷ھ میں فوت ہوئے تھے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۳۲۹)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا قصہ

اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا ذکر ہے۔

علامہ: رالدین محمود بن احمد یعنی حنفی متوفی ۸۵۵ھ کی شہادت کے قصہ میں لکھتے ہیں:

حضرت عمرؓ کو روز بروز تہذیب کا فائدہ ہوتا تھا۔ یہ اسلام کا دن تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہمارے ہاں کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اس کی خراج کی رقم کم کرادیں۔ لیکن آپ نے اس سے کہے کہ تم نے اسے زائد اتنی رقم کما کر لا کے دیا کرو اس کو خراج کہتے ہیں) حضرت عمرؓ نے پوچھا: تمہارا خراج کتنا ہے؟ اس نے کہا: ایک دینار حضرت عمرؓ نے کہا: میں ایسا نہیں کروں گا تم عمدہ کام کر سکتے ہو اور یہ رقم زیادہ نہیں ہے یہ جواب سن کر وہ غضب ناک ہو گیا جب حضرت عمرؓ صبح کی نماز پڑھانے کے لیے گئے تو یہ اللہ کا دشمن نکلا اور زہرا لود دود دھاری چھری سے آپ پر پے درپے کئی وار کیے۔ علامہ واقعدی نے کہا ہے کہ ۲۶ ذوالحجہ ۲۳ھ بہ روز بدھ اس نے آپ پر حملہ کیا تھا اور اس وقت آپ کی عمر ساٹھ سال تھی ایک قول ۶۱ کا اور ایک قول ۶۳ کا بھی ہے آپ کی خلافت ۱۰ سال ۵ ماہ ۲۱ دن رہی۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ فقہاء شافعیہ کے قول کے مطابق شہید وہ ہے جس کو کفار قتل کریں اور فقہاء احناف کے قول کے مطابق شہید وہ ہے جس کو ظلماً قتل کیا جائے اور اس کے قتل سے دیت واجب نہ ہو اس کا جواب یہ ہے کہ فقہاء شافعیہ کے قول پر حضرت عمرؓ

آخرت کے حق میں شہید ہیں اور ہمارے قول کے مطابق وہ حقیقتہً شہید ہیں۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۳۳۱-۳۳۰ ملخصاً دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صالحین کے قرب میں مدفون ہونے کی تمنا کرنی چاہیے تاکہ صالحین پر جو رحمت نازل ہو اس سے ان کے قرب میں دفن ہونے والے کو بھی حاصل جائے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خلیفہ مقرر کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ ایک مجلس شہیدی بنادی جائے درود اپنی صواب دید سے کسی کو خلیفہ نام زد کر دے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص قریب الموت ہو اس کے نیک اعمال کا تذکرہ کر کے اس کی تعزیت کرنی چاہیے جیسے اس انصاری جو ان نے حضرت عمر سے تعزیت کی حضرت عمر نے وفات کے وقت تواضع کی اور کہا: کاش! میرا معاملہ برابر برابر ہو جائے مجھے نیک کاموں پر اجر ملے نہ میری خطاؤں پر گرفت ہو اس کے برخلاف آج کل کے نام نہاد پیر اپنے لیے منہم و جاہت کی مسد رکتیں بنائیں نہیں موت کب آئے گی مگر میری آرزو یہ ہے کہ میرا خاتمہ ایمان پر ہو جائے اور اللہ تعالیٰ میرے گناہوں کو معاف فرمادے اللہ تعالیٰ میری اس دعا کو قبول فرمائے۔ (آمین) قارئین سے درخواست ہے کہ وہ بھی میری اس دعا پر آمین کہیں۔

مردوں کو برا کہنے کی ممانعت

۹۷۔ بَابُ مَا يُنْهَى مِنْ سَبِّ الْأَمْوَاتِ

۱۳۹۳ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ رِزْمٍ عَنِ اللَّهِ عَالِي عَنْهَا قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوا الْأَمْوَاتِ فَإِنَّهُمْ قَدْ أَفْضَوْا إِلَى مَا قَدَّمُوا. وَرَوَاهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْقُدُّوسِ عَنْ الْأَعْمَشِ وَمُحَمَّدُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ الْأَعْمَشِ. تَابَعَهُ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ وَابْنُ عَرَفَةَ وَابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی کہ: "اے لوگو! تم نہ کہو کہ وہ مرد مرچا ہے"۔ جب نے حدیث بیان کی از الاعمش از مجاہد حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "مردوں کو برا نہ کہو کیونکہ وہ اپنے اعمال کی جزاء تک پہنچ گئے اور اس حدیث کو عبد اللہ بن عبد القدوس نے روایت کیا ہے از الاعمش و محمد بن انس از الاعمش۔ ابن الجعد نے اور ابن عرعرہ نے اور ابن عدی نے اس حدیث کی روایت میں آدم کی متابعت کی ہے از شعبہ۔

[طرف الحدیث: ۶۵۱۶]

(سنن دارمی: ۲۵۱۱، سنن کبریٰ: ۲۰۶۳، مسادک الاخلاق للحرانی: ۹۲، سنن بیہقی ج ۳ ص ۷۵، شعب لا یمن: ۶۶۷۸، شرح الن: ۱۵۰۹، صحیح

ابن حبان: ۱۰۱۱، مسند احمد ج ۱ ص ۸۰، طبع قدیم: ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۵۹۸، ۱۵۹۹، ۱۶۰۰، ۱۶۰۱، ۱۶۰۲، ۱۶۰۳، ۱۶۰۴، ۱۶۰۵، ۱۶۰۶، ۱۶۰۷، ۱۶۰۸، ۱۶۰۹، ۱۶۱۰، ۱۶۱۱، ۱۶۱۲، ۱۶۱۳، ۱۶۱۴، ۱۶۱۵، ۱۶۱۶، ۱۶۱۷، ۱۶۱۸، ۱۶۱۹، ۱۶۲۰، ۱۶۲۱، ۱۶۲۲، ۱۶۲۳، ۱۶۲۴، ۱۶۲۵، ۱۶۲۶، ۱۶۲۷، ۱۶۲۸، ۱۶۲۹، ۱۶۳۰، ۱۶۳۱، ۱۶۳۲، ۱۶۳۳، ۱۶۳۴، ۱۶۳۵، ۱۶۳۶، ۱۶۳۷، ۱۶۳۸، ۱۶۳۹، ۱۶۴۰، ۱۶۴۱، ۱۶۴۲، ۱۶۴۳، ۱۶۴۴، ۱۶۴۵، ۱۶۴۶، ۱۶۴۷، ۱۶۴۸، ۱۶۴۹، ۱۶۵۰، ۱۶۵۱، ۱۶۵۲، ۱۶۵۳، ۱۶۵۴، ۱۶۵۵، ۱۶۵۶، ۱۶۵۷، ۱۶۵۸، ۱۶۵۹، ۱۶۶۰، ۱۶۶۱، ۱۶۶۲، ۱۶۶۳، ۱۶۶۴، ۱۶۶۵، ۱۶۶۶، ۱۶۶۷، ۱۶۶۸، ۱۶۶۹، ۱۶۷۰، ۱۶۷۱، ۱۶۷۲، ۱۶۷۳، ۱۶۷۴، ۱۶۷۵، ۱۶۷۶، ۱۶۷۷، ۱۶۷۸، ۱۶۷۹، ۱۶۸۰، ۱۶۸۱، ۱۶۸۲، ۱۶۸۳، ۱۶۸۴، ۱۶۸۵، ۱۶۸۶، ۱۶۸۷، ۱۶۸۸، ۱۶۸۹، ۱۶۹۰، ۱۶۹۱، ۱۶۹۲، ۱۶۹۳، ۱۶۹۴، ۱۶۹۵، ۱۶۹۶، ۱۶۹۷، ۱۶۹۸، ۱۶۹۹، ۱۷۰۰، ۱۷۰۱، ۱۷۰۲، ۱۷۰۳، ۱۷۰۴، ۱۷۰۵، ۱۷۰۶، ۱۷۰۷، ۱۷۰۸، ۱۷۰۹، ۱۷۱۰، ۱۷۱۱، ۱۷۱۲، ۱۷۱۳، ۱۷۱۴، ۱۷۱۵، ۱۷۱۶، ۱۷۱۷، ۱۷۱۸، ۱۷۱۹، ۱۷۲۰، ۱۷۲۱، ۱۷۲۲، ۱۷۲۳، ۱۷۲۴، ۱۷۲۵، ۱۷۲۶، ۱۷۲۷، ۱۷۲۸، ۱۷۲۹، ۱۷۳۰، ۱۷۳۱، ۱۷۳۲، ۱۷۳۳، ۱۷۳۴، ۱۷۳۵، ۱۷۳۶، ۱۷۳۷، ۱۷۳۸، ۱۷۳۹، ۱۷۴۰، ۱۷۴۱، ۱۷۴۲، ۱۷۴۳، ۱۷۴۴، ۱۷۴۵، ۱۷۴۶، ۱۷۴۷، ۱۷۴۸، ۱۷۴۹، ۱۷۵۰، ۱۷۵۱، ۱۷۵۲، ۱۷۵۳، ۱۷۵۴، ۱۷۵۵، ۱۷۵۶، ۱۷۵۷، ۱۷۵۸، ۱۷۵۹، ۱۷۶۰، ۱۷۶۱، ۱۷۶۲، ۱۷۶۳، ۱۷۶۴، ۱۷۶۵، ۱۷۶۶، ۱۷۶۷، ۱۷۶۸، ۱۷۶۹، ۱۷۷۰، ۱۷۷۱، ۱۷۷۲، ۱۷۷۳، ۱۷۷۴، ۱۷۷۵، ۱۷۷۶، ۱۷۷۷، ۱۷۷۸، ۱۷۷۹، ۱۷۸۰، ۱۷۸۱، ۱۷۸۲، ۱۷۸۳، ۱۷۸۴، ۱۷۸۵، ۱۷۸۶، ۱۷۸۷، ۱۷۸۸، ۱۷۸۹، ۱۷۹۰، ۱۷۹۱، ۱۷۹۲، ۱۷۹۳، ۱۷۹۴، ۱۷۹۵، ۱۷۹۶، ۱۷۹۷، ۱۷۹۸، ۱۷۹۹، ۱۸۰۰، ۱۸۰۱، ۱۸۰۲، ۱۸۰۳، ۱۸۰۴، ۱۸۰۵، ۱۸۰۶، ۱۸۰۷، ۱۸۰۸، ۱۸۰۹، ۱۸۱۰، ۱۸۱۱، ۱۸۱۲، ۱۸۱۳، ۱۸۱۴، ۱۸۱۵، ۱۸۱۶، ۱۸۱۷، ۱۸۱۸، ۱۸۱۹، ۱۸۲۰، ۱۸۲۱، ۱۸۲۲، ۱۸۲۳، ۱۸۲۴، ۱۸۲۵، ۱۸۲۶، ۱۸۲۷، ۱۸۲۸، ۱۸۲۹، ۱۸۳۰، ۱۸۳۱، ۱۸۳۲، ۱۸۳۳، ۱۸۳۴، ۱۸۳۵، ۱۸۳۶، ۱۸۳۷، ۱۸۳۸، ۱۸۳۹، ۱۸۴۰، ۱۸۴۱، ۱۸۴۲، ۱۸۴۳، ۱۸۴۴، ۱۸۴۵، ۱۸۴۶، ۱۸۴۷، ۱۸۴۸، ۱۸۴۹، ۱۸۵۰، ۱۸۵۱، ۱۸۵۲، ۱۸۵۳، ۱۸۵۴، ۱۸۵۵، ۱۸۵۶، ۱۸۵۷، ۱۸۵۸، ۱۸۵۹، ۱

کس قدر ضروری ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ان کی توبہ کا اور ان کی مغفرت کا ذکر فرما دیا ہے اس لیے اب کوئی شخص ان کو ملامت نہیں کر سکتا اور نہ ان کی ظاہری خطاؤں سے یہ استدلال کر سکتا ہے کہ جب انہوں نے بھی خطائیں کر لیں تو ہم نے گناہ کر لیے تو کون سی بڑی بات ہے۔ بعض نبیوں پر اللہ تعالیٰ نے ان کی ظاہری خطا پر سختی فرمائی جیسے حضرت یونس علیہ السلام چند راتیں مچھلی کے پیٹ میں رہے تو یہ سختی ان کو ظاہر اور مطہر کرنے کے لیے اور ان کے درجات بلند کرنے کے لیے تھی سو کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ان کا ذکر بغیر تعظیم اور ادب اور احترام کے کرے۔ (شرح ابن ہنابل ج ۳ ص ۷۶ ذرا کتب العمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

انبیاء السلام کی ظاہری خطاؤں کا ذکر کرنا جائز نہیں ہے

میں کہتا ہوں کہ قرآن مجید کی تلاوت اور احادیث صحیحہ کی قراءت کے دوران انبیاء علیہم السلام کی زلات کا جو ذکر کیا گیا ہے اس کے علاوہ ان کی زلات کا ذکر کرنا جائز نہیں ہے بلکہ امام ابن الحاج مالکی نے اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اس کو کفر لکھا ہے۔ علامہ ابن الحاج کی عبارت المدخل ج ۲ ص ۱۴ پر ہے اور اعلیٰ حضرت کی عبارت فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۳۳۴-۳۳۳ طبع کراچی پر ہے۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ نے حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے: جس بیٹے نے حق کو چھوڑ کر باطل کا ساتھ دیا اس کو محض اپنا سمجھنا کہ وہ تمہاری صلب سے پیدا ہوا ہے محض ایک جاہلیت کا جذبہ ہے۔ آگے چل کر لکھا ہے: اور تڑپ کر بیٹے کی معافی کے لیے درخواست کرتا ہے لیکن دربار خداوندی سے الٹی اس یزڈانٹ پڑ جاتی ہے۔

(غنیہ القرآن ج ۲ ص ۳۳۵-۳۳۴ سولہواں ایڈیشن ۱۴۰۲ھ)

غور فرمائیے! فوت شدہ عام مسلمانوں کی خطاؤں کا ذکر کرنا نہیں تو انبیاء علیہم السلام کے متعلق جاہلیت کا جذبہ دوران پر الٹی ڈانٹ پڑنے کے الفاظ لکھنا کس قدر باعث افسوس ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

سَلَامٌ عَلَى نُوحٍ نَبِيِّ الْعَالَمِينَ ﴿۱۰۸﴾

امام ہولو پر تمام جہان والوں میں ○
اللہ تعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر کر رہا ہے اور بد مودوں نے ان کا ذکر کس طرح کیا ہے۔
اس اعتراض کا جواب کہ اسماء رجال کی کتب میں مردہ راویوں کے عیوب بیان کیے جاتے ہیں

اس پر گاہ یہ اعتراض بھی ہوتا ہے کہ فوت شدہ مسلمانوں کو نہ کہنا ممنوع ہے تو پھر اسماء رجال کی کتابوں میں ضعف اور منہ و عناد راویوں کی نشر و براہ مذکور ہیں۔ یہ بھی فوت شدہ ہیں ان میں اس جواب یہ کہ ان کا ذکر ان کی اہانت کے لیے نہیں کیا جاتا اس لیے کیا جائے کہ ان کی عیوب کا ذکر نہ کیا جائے اور نہ کسی چیز کی حلت یا حرمت پر استدلال کیا جائے۔

بدترین مردوں کا ذکر کرنا

۹۸۔ بَابُ ذِكْرِ شَرِّ الْمَوْتَى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن مرہ نے حدیث بیان کی از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ ابولہب لعنہ اللہ علیہ نے نبی

۱۳۹۴۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ مَرْثَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ أَبُو لَهَبٍ عَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبَّ لَكَ سَائِرَ الْيَوْمِ فَنَزَلَتْ ﴿وَتَبَّتْ

يَذَا اَبْنَى لَهْبٍ وَتَبَّ ﴿١﴾ [اطراف الحديث: ۳۵۲۵-۳۵۲۶۔ مشنہیں سے کہا: تمہارے لیے سارا دن ہلاکت ہو تب یہ آیت نازل ہوئی: ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ خود ہلاک ہو جائے۔ (الہب: ۱)]

(صحیح مسلم: ۲۰۸، رقم المسلسل: ۳۹۷، سنن ترمذی: ۳۳۶۳، السنن الکبریٰ: ۱۰۸۱۹، دلائل النبوة ج ۲ ص ۱۸۲، مسند احمد ج ۱ ص ۱۸۱، طبع قدیم، مسند احمد: ۲۵۳۳، ج ۴ ص ۳۲۹، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کے رجال کا پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: ابولہب لعنہ اللہ علیہ نے کہا۔

اس عنوان کے تحت امام بخاری پر حدیث مرسل لانے کا طعن

یہ حدیث مرسل ہے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی عمر ہجرت کے وقت تین سال تھی اور یہ آیت مکہ میں نبوت کے ابتدائی سالوں میں نازل ہوئی ہے اس وقت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ پیدا بھی نہیں ہوئے تھے اس عنوان کے مطابق یہ حدیث تھی: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پھر ایک اور جنازہ گزرا تو مسلمانوں نے اس کی مذمت کی 'پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: واجب ہوگئی' حضرت عمر بن الخطاب نے پوچھا: کیا واجب ہوگئی؟ تو آپ نے فرمایا: یہ جنازہ جس کی تم نے مذمت کی ہے اس کے حق میں دوزخ واجب ہوگئی 'تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔' (صحیح البخاری: ۱۳۶۷)

امام بخاری کو چاہیے تھا کہ اس عنوان کے تحت اس حدیث کو لے کر اس حدیث میں تین مردوں کا ذکر ہے اور یہ حدیث متصل ہے اور اس کی سند صحیح ہے اور جو حدیث انہوں نے ذکر کی ہے وہ مرسل ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے اور سورة الشعراء کی تفسیر میں اس کی تفصیل سے روایت کی ہے وہاں اس حدیث کا متن اس طرح ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: یہ آیات نازل ہوئی:

وَإِنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ ﴿۲۱۳﴾ (الشعراء: ۲۱۳)

تو نبی ﷺ نے صفا پہاڑ کر چڑھ کر یہ نداء کی: اے بنو فہر! اے بنو عدی! یہ قریش کی شاخیں ہیں حتیٰ کہ سب جمع ہو گئے جو شخص خود نہیں آسکا اس نے اپنے نندہ کو بھیج دیا کہ وہ اللہ کے عذاب سے ڈرے؟ اور کیوں رہا؟ پس ابولہب وردنہ پیش آئے آپ نے فرمایا: اگر میں تم کو یہ دونوں سے وارن میں ایک لشکر ہے جو تم کو مارنے والا ہے کیا تم یہی تقریر کر گئے؟ آپ نے کہا: ہاں! ہم نے جب بھی تجربہ کیا تو تمہاری خبر سچ تھی آپ نے فرمایا: پس میں تم کو اس لعنت عذاب سے ڈرانے والا ہوں جو تمہارے سامنے ہے ابولہب نے کہا: تمہارے لیے سارا دن ہلاکت ہو کیا تم نے اس لیے ہم کو جمع کیا تھا! تب یہ آیات نازل ہوئیں:

تَبَّتْ يَدَا اَبْنَى لَهْبٍ وَتَبَّ ﴿۱﴾ مَا أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ ﴿۲﴾ وَمَا كَسَبَ ﴿۳﴾ (الہب: ۱-۳)

جائے ○ اس کے مال نے اس کو (عذاب سے) نہیں بچایا اور نہ اس کی کمائی نے (یعنی اس کے بیٹے نے) ○

ابولہب کے نام کے بجائے اس کی کنیت ذکر کرنے کی توجیہ

ابولہب کا نام عبدالعزیٰ تھا اس کا نام ذکر نہیں کیا اس کی کنیت ذکر کی کیونکہ وہ اپنی کنیت سے زیادہ مشہور تھا اور دوسری وجہ یہ ہے

کیونکہ اس کا نام عبد العزیز تھا یعنی عزیزی نام کے درخت کا بندہ جس کی قریش پرستش کرتے تھے سو اس کا نام اس لائق نہ تھا کہ اس کا قرآن مجید میں ذکر کیا جاتا، قیسری وجہ یہ ہے کہ اس کا ٹھکانا جہنم تھا، شعلے مارنے والی آگ اس کو لازم تھی اس میں یہ کنایہ ہے کہ آگ کے شعلوں کی لپٹ اس کو لازم رہے گی۔

اس آیت کی مکمل تفصیل ہماری تفسیر تبیان القرآن میں الشعراء: ۲۱۳ کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

امام بخاری نے بدترین مردوں کے عنوان میں ابولہب کا ذکر کیا ہے کیونکہ وہ مشرک تھا اور اس کو دائمی عذاب لازم تھا۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۱۶۔ ج ۱ ص ۸۲۹ پر مذکور ہے اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

① اہل بیت اطہار کے لیے رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کا بیان ② گستاخان رسول پر شدت کا بیان۔

ابولہب کا مکمل تعارف اور اللہ: ۱ کی تفسیر ہماری تفسیر تبیان القرآن ج ۱۲ میں سورۃ اللہب میں ملاحظہ فرمائیں۔

”کتاب الجنائز“ کی تکمیل

الحمد لله رب العلمین والصلوة والسلام علی سیدنا محمد سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ وذربانہ اجمعین! آج بروز جمعرات ۱۲ جمادی الثانیہ ۱۴۲۸ھ / ۲۸ جون ۲۰۰۷ء ”کتاب الجنائز“ مکمل ہوگئی اس میں ۲۱۰ احادیث مرفوعہ ہیں ان میں تعلیقات اور متابعات کی تعداد ۵۶ ہے بقیہ احادیث موصولہ ہیں اور غررات کی تعداد ۱۰۹ ہے اور خالص احادیث کی تعداد ۱۰۰ ہے، جریدہ احادیث کی وافت امام نے ہے ان کی تعداد ۲ ہے۔ ”کتاب الجنائز“ کی تکمیل کے ساتھ ہی ”کتاب الصلوۃ“ کی بھی تکمیل ہوگئی اس کے بعد ”کتاب الجنائز“ شروع ہوگی۔

اللہ اعلمین! جس طرح آپ نے اپنے کرم سے یہاں تک پہنچا دیا ہے سچ ابھاری کی ہاں احادیث کی بھی شرح کی تکمیل کرا دیں اور میری میرے والدین کی میرے اساتذہ کی میرے احباب اور تلامذہ کی مغفرت فرمادیں اور اس شرح کو سوافقیں کے لیے موجب استقامت اور مخالفین کے لیے سبب راہت قرار دے۔ آمین۔ یا رب العالمین!





نعمده ونصلی ولسلم علی رسولہ الکریم

۲۴ - کتاب الزکوٰۃ

زکوٰۃ کا بیان

امام بخاری نے ”کتاب الصلوٰۃ“ کے بعد ”کتاب الزکوٰۃ“ کو شروع کیا ہے اور اس میں قرآن اور سنت کی اتباع کی ہے قرآن مجید کی اتباع اس آیت سے ظاہر ہوتی ہے:

الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ (البقرہ: ۲)

جو لوگ غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز کو قائم کرتے ہیں اور جو ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے بعض کو خرچ کرتے ہیں ○

اور سنت کی اتباع اس حدیث سے ظاہر ہوتی ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ام کی بنیاد“ پنج چیزوں پر ہے: ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ کی شہادت دینا، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا اور نماز اور رمضان سے روئے رکھنا۔ (صحیح البخاری: ۸، صحیح مسلم: ۱۶)

زکوٰۃ کا لغوی اور شرعی معنی، زکوٰۃ کے وجوب کا سبب اور زکوٰۃ کی حکمتیں

زکوٰۃ کا لغت میں معنی ہے: بڑھنا، کہاں ہے ”زکوٰۃ“ ”زکوٰۃ“ کھیت، بڑھتی اور اس سے نئی پاکیزہ کرنا بھی ہے قرآن مجید میں ہے: قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى (الاعلیٰ: ۱۳)

جس نے اپنے آپ کو پاکیزہ کر لیا وہ کامیاب ہو گیا ○

زکوٰۃ کا شرعی معنی ہے: جب نصاب کی مقدار پر ایک سال گزر جائے تو اس مال میں سے ایک حصہ غیر ہاشمی فقیر کو دے دیا جائے اگر سونا چاندی یا نقد روپیہ ہو تو اس میں سے چالیسواں حصہ دیا جائے سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ سونا ہے اور چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولہ چاندی ہے اور نقد روپیہ چار ہزار کے برابر ہے۔ اگر ہو چونکہ چاندی کی قیمت بدلتی رہتی ہے اس لیے نقد روپیہ کا نصاب بھی بدلتا رہتا ہے۔

زکوٰۃ کے وجوب کا سبب نصاب کی مقدار کا مالک ہونا ہے اور وہ شخص عاقل، بالغ، آزاد ہو۔

زکوٰۃ کی حکمتیں یہ ہیں: مسلمان گناہوں کے میل سے اور بخل سے پاک ہو جاتا ہے اس کا آخرت میں درجہ اور قرب بلند ہوتا ہے اور ضرورت مندوں کے ساتھ حسن سلوک ہوتا ہے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۳۳۵)

زکوٰۃ کا وجوب

۱ - بَابُ وَجُوبِ الزَّكَاةِ

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔ (البقرہ: ۴۳)

وَقُولُوا لِلّٰهِ تَعَالٰی ۝ وَاقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا

(۳۳)

الزَّكَاةَ (البقرہ: ۴۳)۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ مجھے حضرت

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا

ایک قوم کی طرف جاؤ گے تم پہلے ان کو اللہ کی عبادت کی دعوت دینا۔ (صحیح البخاری: ۱۲۵۸)

ایک شہر کی زکوٰۃ دوسرے شہر میں منتقل نہ کرنے پر فقہاء شافعیہ کی دلیل اور اس کا جواب

اس حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا ہے: ان کے مال دار لوگوں سے زکوٰۃ لی جائے گی اور ان کے فقراء پر لوٹادی جائے گی۔

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی الشافعی المتوفی ۳۸۸ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ ایک شہر کی زکوٰۃ دوسرے شہر کی طرف منتقل نہیں کی جاتی، جس شہر کے مال دار لوگوں سے زکوٰۃ وصول کی گئی

ہے وہ اسی شہر کے فقراء پر خرچ کی جائے گی اور یہ امام شافعی کا مذہب ہے۔ (امام السنن ج ۱ ص ۳۷۹ دار کتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۸ھ)

ہم کہتے ہیں کہ ”فقرا انھم“ کی ضمیر اس شہر کے فقراء کی طرف راجع نہیں ہے بلکہ فقراء مسلمین کی طرف راجع ہے خواہ وہ اس شہر

کے فقراء ہوں یا کسی اور شہر کے فقراء ہوں۔

قرآن مجید میں التوبہ: ۶۰ میں مصارف زکوٰۃ میں مطلقاً فقراء کا ذکر فرمایا ہے اور یہ قید نہیں لگائی کہ ایک شہر کی زکوٰۃ کو اسی شہر

کے فقراء پر صرف کیا جائے

ائمہ ثلاثہ کا یتیم کے مال میں زکوٰۃ کو واجب کرنا اور امام ابوحنیفہ کا اس کے مال سے وجوب زکوٰۃ کو ساقط کرنا

نیز علامہ خطابی شافعی متوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ بائ بے مال دار ہوتا ہے کہ میں زکوٰۃ سے روک دوں جس طرح جب وہ بچہ فقیر ہو تو اس

کے لیے زکوٰۃ کا لینا جائز ہے۔ (امام السنن ج ۱ ص ۳۷۹)

فقہاء شافعیہ کے نزدیک یتیم کے مال پر بھی زکوٰۃ واجب ہوتی ہے ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

ازالمثنی بن الصباح از عمرو بن شعیب: ”ہ اپنے والد سے اور ہ اپنے دادا سے“ کہ نبی ﷺ نے لوگوں کو خطبہ

دیا ”سو اس میں فرمایا: جو شخص ایسے یتیم کا وادہ کرے کہ وہ مال سے بہرہ نہ کرے اور اس کو ترک نہ کرے حتیٰ کہ اس کو صدقہ

کھا جائے۔ امام ترمذی نے کہا: اس حدیث سند کا ہے“ المثنی بن الصباح حدیث میں ضعیف قرار دیا جاتا ہے۔

(سنن ترمذی: ۶۴۱)

امام ترمذی اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں۔

امام ترمذی متوفی ۲۷۹ھ اس حدیث سے روایت کرتے ہیں:

اہل علم اس باب میں اس حدیث سے روایت کرتے ہیں کہ یتیم کے مال سے زکوٰۃ واجب ہے ان میں

حضرت عمرؓ حضرت علیؓ حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عمرؓ منہم ہیں امام مالکؒ امام شافعیؒ امام احمدؒ اور اسحاقؒ کا بھی یہی مذہب ہے اور

اہل علم کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ یتیم کے مال میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی سفیان ثوریؒ عبد اللہ بن المبارکؒ (اور امام ابوحنیفہؒ) کا

یہی مذہب ہے۔

عمرو بن شعیبؒ یہ محمد بن عبد اللہ بن عمرو بن العاص کے بیٹے ہیں شعیب نے اپنے دادا عبد اللہ بن عمرو سے حدیث سنی ہے یحییٰ

بن سعید نے عمرو بن شعیب کی حدیث میں کلام کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ ہمارے نزدیک ضعیف ہے اور جس نے ان کی حدیث کو ضعیف

کہا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے دادا عبد اللہ بن عمرو کے صحیفہ سے حدیث کو روایت کرتے ہیں اور اکثر اہل علم عمرو بن شعیب کی

حدیث سے استدلال کرتے ہیں ”ان میں امام احمدؒ اور اسحاقؒ وغیرہ ہیں۔ (سنن ترمذی ص ۲۹۱ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

المثنیٰ بن الصباح کا ضعف

امام ترمذی نے خود اعتراف کر لیا ہے کہ ائمہ ثانیہ نے یتیم کے مال میں رَوَاقِہ کے وجوب پر جس حدیث سے استدلال کیا ہے اس کو یحییٰ بن سعید نے ضعیف کہا ہے۔

اس حدیث کی سند میں الشیخ بن الصباح راوی ہے اس کے متعلق علامہ جمال الدین یوسف المزنی التوفی ۷۴۲ھ لکھتے ہیں:

امام احمد بن حنبل اس کے متعلق کہتے ہیں: اس کی حدیث کسی چیز کے مساوی نہیں ہے یہ مضطرب الحدیث ہے۔

یحییٰ بن معین نے کہا: شیخ بن الصباح ضعیف ہے۔

عبدالرحمان بن ابی حاتم نے کہا: میں نے اپنے والد اور بزرگ سے اس کے متعلق پوچھا، انہوں نے کہا: یہ جیسا حدیث ہے الجوز جانی نے کہا: اس کی حدیث پر قناعت نہیں کی جاتی۔

امام ترمذی نے کہا: اس کی حدیث ضعیف ہے، ابن ماجہ نے کہا: یہ ثقہ نہیں ہے ایک اور مقام پر کہا: یہ متروک الحدیث ہے ابو احمد بن عدی نے کہا: ائمہ مستدھین نے اس کی حدیث کو ضعیف کہا ہے اور اس کا ضعف ظاہر ہے۔
عمرو بن علی نے کہا: یحییٰ اور عبد الرحمن اس سے حدیث روایت نہیں کرتے تھے۔
علی بن الحسین بن الجبید نے کہا: یہ متروک الحدیث ہے امداد قسطنی نے کہا: یہ ضعیف ہے۔

(تہذیب الکر، روضہ ام، ۳۳۰-۳۲۹، دار الفکر بیروت ۱۴۱۳ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ محمد ثلاثہ نے جس حدیث سے "الا" ہے اور "وہ" ہے۔ ایک محمد بن عمرو بن شعیب کی وجہ سے اور دوسرے الحشاشی بن الصباح کی وجہ سے اور تیسرے اس وجہ سے کہ اسام کا مسلم اصول ہے کہ نابالغ مکلف نہیں ہوتا اور یتیم چونکہ نابالغ بچے کو کہتے ہیں اس لیے اس کے مال میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔

جہنم کے مکلف نہ ہونے کے ثبوت یہاں یہ حدیث ہے:

[illegible]

علاوہ ازیں علامہ خطابی نے صحیح البخاری: ۱۳۹۵ کی شرح میں یہ لکھا ہے کہ ث۔ ا کے مال میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ میں کہتا ہوں: اس حدیث میں کہیں یہ نہیں لکھا ہوا کہ یتیم کے مال میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اس میں صرف یہ لکھا ہوا ہے کہ ان کے مال داروں سے زکوٰۃ لی جائے گی اور ان کے فقراء میں انادی جائے گی اس جملہ سے یتیم کے مال میں زکوٰۃ کے وجوب کو کشید کرنا محض تحکم اور سینہ زوری ہے۔

نواب صدیق حسن بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ نے بھی مداہ خطابی وغیرہ کی طرح نگاہ ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ایک شہر کی زکوٰۃ اسی شہر میں خرچ کی جائے گی اور دوسرے شہروں میں نہیں ادا کی جائے گی۔ (عنون الباری ج ۲ ص ۲۹۰ دار الرشید حلب سوریا)

اس کا جواب ہم اس سے پہلے لکھ چکے ہیں کہ اس سے مراد فقراء مستحقین ہیں خواہ وہ فقراء اسی شہر کے ہوں یا کسی دوسرے شہر کے۔

مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ، وَأَبُوهُ عُثْمَانُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُمَا
سَمِعَا مُوسَى بْنَ طَلْحَةَ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ بِهَذَا. قَالَ
أَبُو عَبْدِ اللَّهِ أَحْسَنُ أَنْ يَكُونَ مُحَمَّدٌ غَيْرَ مَحْفُوظٍ
إِنَّمَا هُوَ عَمْرٌ. [اطراف الحديث: ۵۹۸۲-۵۹۸۳]

بہر نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد
بن عثمان نے حدیث بیان کی اور ان کے والد عثمان بن عبد اللہ ان
دونوں نے موسیٰ بن طلحہ از ابو ایوب اس حدیث کو سنا۔ امام ابو عبد
اللہ (بخاری) نے کہا: مجھے خدشہ ہے کہ محمد کا نام غیر محفوظ ہے اس

بہتر نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن عثمان نے حدیث بیان کی اور ان کے والد عثمان بن عبد اللہ ان دونوں نے موسیٰ بن طلحہ از ابو ایوب اس حدیث کو سنا۔ امام ابو عبد اللہ (بخاری) نے کہا: مجھے خدشہ ہے کہ محمد کا نام غیر محفوظ ہے اس کا نام عمرو ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۳، الرقم المسلسل: ۱۰۴، سنن نسائی: ۴۶۸، السنن الکبریٰ: ۵۸۸۰، مسند احمد ج ۲ ص ۳۳۲ طبع قدیم، مسند احمد: ۸۵۱۵، ج ۱۴ ص ۲۰۵)

مؤسسه الرساله پیروت

حدیث مذکور کے رجال

(۱) حفص بن عمر بن الحارث بن سخرہ ابو عمر الحوضی (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) محمد بن عثمان بن عبد اللہ بن مویب (۴) موسیٰ بن طلحہ بن عبید اللہ القرشی یہ ۱۰۴ھ میں فوت ہوئے (۵) حضرت ابو ایوب انصاریؓ ان کا نام خالد بن زید بن کلیب ہے۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۳۳۳)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ ملایا گیا ہے۔ حملہ میر ہے: تم زکوٰۃ کو ۱۰ اکر ڈال اس میں زکوٰۃ کو نماز کے ساتھ ذکر فرمایا ہے جس طرح رسالت کو توحید کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے۔

”مالہ، مالہ“ اور ”ارب“ کے معانی

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مکرر لکھا ہے: ”مالہ“۔ یہ کلمہ اس نام ہے اور اس کے لیے ہے اس کا معنی ہے: اس کو کیا ہوا؟ نیز اس حدیث میں ”ارب“ لکھا ہوا۔ اس طرز پر چاہیے:

(۱) ”اَرَبٌ“ اس کا معنی ہے: یہ ضرورت میں ہے۔“ اس اس سوال کے جواب پر ضرورت ہے۔

(۲) ”اَرَبٌ“ اس کا معنی ہے: حاجت، یعنی یہ سوال اس کی ضرورت ہے۔

(۲) 'ب' اس کا معنی ہے: اس کو ضرورت پیش آتی تو اپنی ضرورت کا سوال کیا۔

(۴) "ب" کے شریم ی الذہ ہے۔

اس خبر بن شمعیں نے کہا۔ 'اَرَب' اس موقع پر کہا جاتا ہے جب کوئی شخص کمرہ میں اپنا اپنا پیشہ سرفہ کرے۔

ابن الانباری نے کہا: یہ لفظ اصل میں ہے: "سقط ارباہ" اور "ارباب" کا معنی اعضاء ہے یعنی اس کے اعضاء ساقط ہو جائیں لیکن یہ معنی مراد نہیں ہوتا جیسے کہا جاتا ہے: "تربت يدك" تمہارے ہاتھ خاک آلودہ ہو جائیں اور اس لفظ کو تعجب کے موقع پر بولا جاتا ہے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۳۴۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث 'شرح صحیح مسلم: ۱۲- ج ۱ ص ۳۵۹ پر مذکور ہے اس کی شرح میں توفیق کا معنی اور شرک کی تعریف ذکر کی گئی ہے۔

۱۳۹۷ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ قَالَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن عبد الرحیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عفان بن مسلم نے حدیث

بِخَيْسِ بْنِ سَعِيدٍ بْنِ حَيَّانَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ أَعْرَابِيًّا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دُئِي عَلَى عَمَلٍ إِذَا عَمِلْتُهُ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ . قَالَ تَعُدُّ اللَّهُ لَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَةَ وَتُؤَدِّي الزَّكَاةَ الْفَقْرَ وَصَةَ وَتَصُومُ رَمَضَانَ . قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا أَزِيدُ عَلَى هَذَا . فَلَمَّا وَلَّى قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى هَذَا . حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي حَبَّانَ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو زُرْعَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا .

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن سعید بن حیان از ابی زرعہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ ایک اعرابی نبی ﷺ کے پاس آیا اس نے کہا: آپ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے کہ جب میں اس عمل کو کر لوں تو جنت میں داخل ہو جاؤں آپ نے فرمایا: تم اللہ کی عبادت کرو اور اس میں کسی کو شریک نہ کرو اور فرض نماز پڑھو اور فرض زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو اس اعرابی نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! میں اس پر کوئی زیادتی نہیں کروں گا جب وہ اعرابی پیٹھ پھیر کر چلا گیا تو آپ نے فرمایا: جس شخص کو اس سے خوشی ہو کہ وہ کسی جنتی آدمی کو دیکھے تو وہ اس آدمی کو دیکھ لے۔ اس حدیث کو ہمیں مسدد نے بیان کیا از یحییٰ از ابی حیان انہوں نے کہا:

(صحیح مسلم: ۱۳، رقم المسلسل: ۱۰۷۰) مجھے ابو زرعہ نے نبی ﷺ سے اس حدیث کی خبر دی۔

اس حدیث کو امام بخاری اور امام مسلم کے علاوہ اور کسی نے روایت نہیں کیا۔

حدیث مذکور کے رجال

- (۱) محمد بن عبد الرحیم ابویحییٰ (۲) عفان بن مسلم الصغار الانصاری (۳) وہیب بن خالد بن مجلان صاحب الکراہیں (۴) یحییٰ بن سعید بن حیان ابو حیان تمیمی (۵) ابو زرعہ ان کا نام ہزیم ہے عمرو عبد الرحمان اور عبد اللہ کے بھی ان کے نام میں اقوال ہیں (۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان کا نام عبد الرحمان ہے۔ (۱) (۲) (۳) (۴) (۵) (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰) (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰)

حدیث مذکور کے بعض جملوں کی شرح

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اعرابی نے کہا: میں اس پر کوئی زیادتی نہیں کروں گا یعنی فرائض پر اضافہ نہیں کروں گا جتنی نمازیں فرض ہیں اتنی نمازیں پڑھوں گا اس جملہ میں یا تو فرائض میں کمی کی نفی ہے یا اس کا معنی ہے: میں اپنی قوم کو بتاؤں گا کہ جتنی نمازیں فرض ہیں اتنی نمازیں پڑھوں گا۔

عشرہ مبشرہ کے علاوہ جن صحابہ کا نام لے کر جنت کی بشارت دی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا: جس شخص کو اس سے خوشی ہو کہ وہ کسی جنتی آدمی کو دیکھے وہ اس آدمی کو دیکھ لے۔ ظاہر یہ ہے کہ نبی ﷺ کو علم تھا کہ آپ نے جو کچھ اس شخص کو بتایا ہے وہ اس پر عمل کرے گا اور تا حیات اس پر عمل کرتا رہے گا اور موت کے بعد جنت میں داخل ہو جائے گا اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جن صحابہ کو جنت کی بشارت دی گئی ہے وہ تو معین ہیں اور وہ صرف دس صحابہ ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے ان کی تعداد میں اضافہ کیا جائے گا کیونکہ آپ نے اس صحابی کے جنتی ہونے کی تصریح کی ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ دس عدد کی تصریح اس میں اضافہ کے منافی نہیں ہے نیز اس طرح اہل جنت کی بشارت دس صحابہ کے علاوہ دیگر صحابہ کو بھی دی گئی ہے مثلاً آپ نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے متعلق فرمایا کہ وہ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ (سنن ترمذی: ۳۷۶۸، سنن ابن ماجہ: ۱۱۸، مسند احمد ج ۳ ص ۳) حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا: میں نے جعفر کو جنت

هَذَا الْحَيِّ مِنْ رِبْعَةٍ قَدْ حَالَتْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ كُفَّارٌ مُضَرٌّ وَلَسْنَا نَخْلُصُ إِلَيْكَ إِلَّا فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ فَمُرْنَا بِشَيْءٍ نَأْخُذْهُ عَنْكَ وَنَدْعُوا إِلَيْهِ مَنْ وَرَاءَنَا. قَالَ 'أَمْرُكُمْ بِأَرْبَعٍ وَأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ الْإِيمَانُ بِاللَّهِ وَشَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَعَقْدُ بِيَدِهِ هَكَذَا وَإِقَامُ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ وَأَنْ تُؤَدُّوا خُمُسَ مَا غَنِمْتُمْ. وَأَنْهَاكُمْ عَنِ الدُّبَاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالنَّقِيرِ وَالْمُزَقَّتِ. وَقَالَ سُلَيْمَانُ وَأَبُو النُّعْمَانِ عَنْ حَمَّادٍ الْإِيمَانُ بِاللَّهِ شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ.

کا وفد نبی ﷺ کے پاس آیا انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! یہ ربیعہ کا قبیلہ ہے ہمارے اور آپ کے درمیان کفار مضر حائل ہیں اور ہم آپ کے پاس صرف حرمت والے مہینوں میں آ سکتے ہیں سو آپ ہمیں ایسی چیز کا حکم دیں جس کو ہم آپ سے حاصل کریں اور اس کی طرف ان کو دعوت دیں جو ہمارے پیچھے ہیں آپ نے فرمایا: میں تم کو چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور چار چیزوں سے منع کرتا ہوں اللہ پر ایمان لانے کا اور وہ یہ گواہی دینا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور آپ نے اپنی انگلی سے ایک کا اشارہ کیا اور نماز قائم کرنے اور زکوۃ دینے کا اور یہ کہ تم مال غنیمت سے پانچواں حصہ ادا کرو اور میں تم کو کھوکھلے کدے سبز گھڑوں، کھوکھلی لکڑی اور روغنی برتنوں (میں پینے) سے منع کرتا ہوں اور سلیمان اور ابو النعمان نے حماد سے روایت میں کہا ہے: ایمان باللہ یہ گواہی دینا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۳۹۹ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ مِثْلَمٍ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ وَكَفَرُ مِنْ كُفَرٍ مِنَ الْعَرَبِ فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ كَيْفَ يُمَاتُ نَاسٌ وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرْتُ أَنْ لَا يَمُوتَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَمَنْ قَالَهَا فَقَدْ عَصَمَ مَنِيَّ مَالَهُ وَنَفْسَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ وَحِسَابِهِ عَلَى اللَّهِ.

۱۴۰۰ - فَطَانُ وَاللَّهِ لَا قَاتِلَ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ فَإِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ الْمَالِ وَاللَّهُ لَوْ مَنَعُونِي عَنَّا كَانُوا يُؤَدُّونَهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان الحکم بن نافع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب بن ابی حمزہ نے بیان کیا ان کی از ہری انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ بن عتبہ بن مسعود نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے اور عرب میں سے جس نے کفر کرنا شروع کیا تو سرت عمر بنی نے کہا: آپ لوگوں سے کس طرح قتل کریں گے۔ مگر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ ہے: تم قتل کریں گے کہ میں لوگوں سے قتال کروں حتیٰ کہ وہ یہ کہیں: لا الہ الا اللہ پس جس نے یہ کلمہ پڑھ لیا اس نے مجھ سے اپنے مال اور اپنی جان کو محفوظ کر لیا سو اس کے جو اس پر اسلام کا حق ہو اور اس کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔

پس حضرت ابو بکر نے کہا: اللہ کی قسم! میں ان لوگوں سے ضرور قتال کروں گا جو نماز اور زکوۃ میں فرق کریں گے کیونکہ زکوۃ مال کا حق ہے اور اللہ کی قسم! اگر انہوں نے مجھے اس بکری کے بچے کو

وَسَلَّمَ لِقَاتِلَتِهِمْ عَلَى مَنْعِهَا. قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ نَعَالِي عَنْهُ قَوْلَ اللَّهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ قَدْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ. [طرف الحدیث: ۱۳۵۷-۱۶۲۳-۷۲۸۳]

دینے سے بھی انکار کیا جس کو وہ رسول اللہ ﷺ کو دیتے تھے تو میں اس کو نہ دینے کی وجہ سے ضرور ان سے قتال کروں گا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: پس اللہ کی قسم! یہ وہی چیز تھی جس کے لیے اللہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سینہ کو کھول دیا تھا پس میں نے جان لیا

کہ یہی حق ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۰، الرقم المسلسل: ۱۲۳، سنن ابوداؤد: ۱۵۵۶، سنن ترمذی: ۲۶۰۷، سنن نسائی: ۲۳۳۳، سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۰۳، صحیح ابن حبان: ۲۱۶، مسند احمد ج ۱ ص ۱۹، طبع قدیم مسند احمد: ۱۱ ج ۱ ص ۲۷۰، مؤسسة الرسالة بیروت)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اللہ کی قسم! میں اس شخص سے ضرور قتال کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں کفار عرب کی اقسام

اس حدیث میں مذکور ہے: اور عرب میں سے جس نے کفر کرنا تھا اس نے کفر کیا، کفر کرنے والے دو فریق تھے: (۱) مسلمانوں کے کذاب، جن کا تعلق بنو یسف وغیرہ سے تھا اور: (۲) سیلمہ کے کفار۔ نبوت کی تصدیق کی تھی (۲) اسود غنسی کے اصحاب جنہوں نے اس کی تصدیق کی تھی ان کا تعلق اہل یمن سے ہے۔ یہ فرقہ سیلمہ کی نبوت کا منکر تھا اور آپ کے غیر کی نبوت کا مدعی تھا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے قتال کیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے سیلمہ کو یمامہ میں قتل کر دیا اور الغنسی کو الہ نعاء میں قتل کر دیا اور ان کی جمیعت ٹوٹ گئی اور ۱۰۱۱ھ میں سے اکثر ہلاک ہو گئے۔

دوسرا فریق وہ تھا جو دین سے مبرا ہو گیا، انہوں نے نبوت سے انکار کیا اور انہوں نے زکوٰۃ وغیرہ امور دین کو ترک کر دیا اور زمانہ جاہلیت کے طریقہ پر لوٹ گئے اس وقت انہوں نے یمن، شام، عراق اور بحرین میں مسجد عبد القیس جس کو جوئی کہا جاتا تھا۔

کفار کی ایک اور قسم وہ تھی جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کر رہے تھے وہ نماز کا اقرار کرتے تھے اور زکوٰۃ کی فرضیت کا اور امام کی طرف زکوٰۃ ادا کرنے کے ذمہ دار ہونے کا انکار کرتے تھے یہ لوگ تہذیب و تمدن کے زوال کے زمانہ میں پیدا ہوئے تھے۔ (عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۷۷)

اس سوال کا جواب کہ حضرت ابوبکر کے عہد میں منکرین زکوٰۃ کو کافر نہیں قرار دیا گیا تو کیا اب بھی یہی حکم ہے؟

حافظ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی الشافعی التونی ۸۸ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جن لوگوں نے نماز اور زکوٰۃ میں فرق کیا نماز کا اقرار کیا اور زکوٰۃ کی فرضیت کا انکار کیا ان کو ھیتہ کافر نہیں قرار دیا گیا اور ان کے ساتھ باغیوں کا سا معاملہ کیا گیا تو اگر اس زمانہ میں بھی کوئی نماز کا اقرار کرے اور زکوٰۃ کا انکار کرے تو کیا اس کو بھی صرف باغی قرار دیا جائے گا اور کافر نہیں کہا جائے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس زمانہ میں جو شخص نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا اس کے کفر پر اب اجماع ہو چکا ہے اور حضرت ابوبکر کے زمانہ میں منکرین زکوٰۃ کو کافر اس لیے نہیں قرار دیا گیا کیونکہ ان کا زمانہ نزول شریعت کے قریب تھا اور اس زمانہ میں احکام تبدیل ہوتے رہتے تھے اور اس زمانہ کے عام لوگ دین کے احکام سے جاہل

تھے پس زکوٰۃ کی ادائیگی کے متعلق ان کو یہ شبہ ہو گیا کہ زکوٰۃ کا وصول کرنا صرف رسول اللہ ﷺ کا حق تھا اور صرف رسول اللہ ﷺ کی طرف زکوٰۃ کا ادا کرنا واجب تھا۔ کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا
وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَهُمْ. (التوبہ: ۱۰۳)

آپ ان کے مالوں میں سے زکوٰۃ لیجئے جس سے آپ ان کو پاک کریں اور ان کے باطن کو صاف کریں اور ان کے لیے دعا کیجئے بے شک آپ کی دعا ان کے لیے موجب طہانیت ہے۔

ان کا شبہ یہ تھا کہ زکوٰۃ کو وصول کرنا صرف رسول اللہ ﷺ کا منصب تھا اور حضرت ابو بکر کا منصب نہیں ہے اس لیے انہوں نے حضرت ابو بکر کو زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا، لیکن اب چونکہ احکام واضح ہو چکے ہیں اور مسلمانوں کا زکوٰۃ کی فرضیت پر اجماع ہو چکا ہے اس لیے اب منکر زکوٰۃ کو مطلقاً کافر قرار دیا جائے گا۔ (اعلام السنن ج ۱ ص ۳۸۵-۳۸۱ ملخصاً دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۸ھ)

* باب مذکور کی یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۲- ج ۱ ص ۷۶ پر مذکور ہے اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

۱) حضرت ابو بکر کے عہد میں مرتدین اور مانعین زکوٰۃ کا بیان ۲) مانعین زکوٰۃ کا شبہ ۳) مانعین زکوٰۃ کو مرتدین میں شمار کرنے کی توجیہ اور ان کے شبہ کا جواب ۴) قرآن مجید کے خطاب کرنے کی اقسام ۵) ضروریات دین کا انکار کفر ہے ۶) حدیث مذکور کی تفصیل میں دیگر احادیث ۷) باب مذکور کی حدیث سے استنباط شدہ مسائل۔

۲ - بَابُ الْبَيْعَةِ عَلَى رِثَاءٍ زَكَاةٍ

بیعت کا معنی ہے: کسی کے ہاتھ پر اس کی اطاعت، کفر، ایمان، شریعت اور یہ ہے کہ کوئی شخص کسی مرد صالح کے سامنے اپنے گناہوں سے تائب ہو اور اس کے سامنے یہ عہد کرے کہ وہ آئندہ اسلام کے احکام پر عمل کرے گا اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرے گا۔

﴿فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ﴾
 دین میں بھائی وہ شخص بن سکتا ہے جو نماز قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے اور اسلام کی بیعت اسی وقت مکمل ہوگی جب کوئی شخص
 زکوٰۃ ادا کرے گا۔

۱۴۰۱۔ حَدَّثَنَا زُرَّادٌ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ «مَنْ بَاعَ نَفْسَهُ يَوْمَئِذٍ بِعَيْنَيْهِ لَمْ يَكُنْ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا حَلَّتْ عَلَيْهِ شَرْكَائِي»

امام بخاری روایت کرتے ہیں: میں نے اپنے چچا سے یہ حدیث بیان کی انہوں نے مجھے میرے چچا کے بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی از قیس انہوں نے کہا کہ حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی ﷺ سے نماز قائم کرنے، زکوٰۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۵۷ میں گزر چکی ہے۔

۳ - بَابُ إِثْمِ مَانِعِ الزَّكَاةِ زکوٰۃ نہ دینے والے کا گناہ

وَقَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى ﴿وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ

وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ
بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ يَوْمَ يُخْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ
فُتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَذَا مَا
كُنْتُمْ لَا تَفْقَهُونَ ۝ فَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ ﴿۲۴﴾ (التوبہ: ۳۵-۳۴)

کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں انہیں خرچ نہیں کرتے، آپ انہیں
دردناک عذاب کی بشارت دے دیجئے ۝ جس دن ان کے جمع
کردہ سونے اور چاندی کو دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا پھر اس
سے ان کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی (پس ان
سے کہا جائے گا: یہ ہے وہ جس کو تم نے جمع کیا تھا سواپنے جمع کیے
ہوئے کا مزا چکھو ۝) (التوبہ: ۳۵-۳۴)

اس آیت میں ”کنز“ (خزانہ) کا لفظ ہے ”کنز“ اس مال کو کہتے ہیں جس کو جمع کیا جائے جو مال مدفون ہو اس کو بھی ”کنز“
کہتے ہیں جس جمع شدہ مال پر یہ وعید ہے کہ یہ وہ مال ہے جس کی زکوٰۃ ادا نہ کی گئی ہو اور جس مال کی زکوٰۃ ادا کر دی گئی ہو وہ ”کنز“
نہیں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب التوبہ: ۳۴ نازل ہوئی تو مسلمانوں پر یہ آیت بہت شاق گزری حضرت
عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: چلو! میں تمہارے لیے اس معاملہ کو کشادہ کراتا ہوں پھر انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر کہا: اے اللہ
کے نبی! آپ کے اصحاب پر یہ آیت بہت شاق گزری ہے تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ صرف اس لیے فرض
کی ہے کہ تمہارا مال پاکیزہ ہو جائے اور اس سے تمہارے دل کی تسکین ہو۔

(سنن ابوداؤد: ۱۱۱۱، ابوعبید: ۱۰۹۹، ابن ماجہ: ۳۳۳، سنن بیہقی ج ۳ ص ۸۳)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں سونے و پارے پہننتی تھی اس سے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا یہ کنز ہے؟ آپ نے
فرمایا: جو مال زکوٰۃ کی مقدار کو پہنچ گیا اور اس کی زکوٰۃ ادا کر دی گئی وہ کنز نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۵۶۳، المستدرک: ۱۲۴۰۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم سے کسی کی زکوٰۃ ادا کر دی تو تم نے اس حق کو ادا کر
دیا جو تم پر واجب تھا۔ (سنن ترمذی: ۶۱۸، ابن ماجہ: ۸۳، ابوعبید: ۱۰۹۹، ابوداؤد: ۱۵۶۳)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس ماں و تم نے زکوٰۃ ادا کر دی ہو تو خواہ وہ مال سات
زمینوں کے نیچے ہو وہ کنز نہیں ہے اور جس مال کی تم نے زکوٰۃ ادا نہیں کی تو خواہ وہ ظاہر ہو وہ پھر بھی کنز ہے۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۱۰۶، المستدرک: ۱۲۴۰۳)

ان روایث سے یہ واضح ہے کہ دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا۔ زکوٰۃ نہ دینے والوں کی پیشانیوں اور
پٹھوں کو داغاً جائے گا۔

۱۴۰۲ - حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ أَخْبَرَنَا
شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ ابْنَ
هُرْمَزٍ الْأَعْرَجَ حَدَّثَنَا أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ
تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
تَأْتِي الْإِبِلُ عَلَى صَاحِبِهَا عَلَى خَيْرٍ مَا كَانَتْ إِذَا دُرِ
لَمْ يَعْطَ لِيَهَا حَقَّهَا نَطَوُّهُ بِأَخْفَافِهَا وَتَأْتِي الْغَنَمُ عَلَى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحکم بن نافع نے حدیث
بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی انہوں نے کہا:
ہمیں ابو الزناد نے حدیث بیان کی کہ عبد الرحمن بن هرمز الاعرج
نے ان کو حدیث بیان کی کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ
بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب اونٹ
والے نے اونٹ کا حق ادا نہیں کیا ہو گا تو (قیامت کے دن) اس

کے اونٹ انتہائی قربہ جسامت اس کے پاس آ کر اس کو اپنے پیروں سے روندیں گے اور جب بکریوں والے نے بکریوں کا حق ادا نہیں کیا ہوگا تو اس کی بکریاں اس کو اپنے کھروں سے روندیں گی اور اس کو اپنے سینگوں سے ماریں گی اور اس کے حق میں سے یہ بھی ہے کہ پانی پلانے کی جگہ پر اس کا دودھ دوا جائے اور تم میں سے کوئی شخص قیامت کے دن اس حال میں نہ آئے کہ اس کی بکری اس کی گردن پر سوار ہو اور میا رہی ہو پس وہ شخص کہے گا: اے محمد (ﷺ)! پھر میں کہوں گا کہ میں تمہارے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں تحقیق میں تبلیغ کر چکا ہوں اور تم میں سے کوئی شخص اس حال میں نہ آئے کہ اس کا اونٹ اس کی گردن پر سوار ہو اور وہ بلبل رہا ہو پس وہ کہے گا: اے محمد (ﷺ)! پھر میں کہوں گا کہ میں تمہارے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں تحقیق میں تبلیغ کر چکا

صَاحِبِهَا عَلَى خَيْرِ مَا كَانَتْ إِذَا لَمْ يُعْطِ فِيهَا حَقَّهَا تَطَوُّهُ بِأُظْلَافِهَا وَتَنْطَحُهُ بِقُرُونِهَا قَالَ وَمِنْ حَقِّهَا أَنْ تُخْلَبَ عَلَى الْمَاءِ قَالَ وَلَا يَأْتِي أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِشَاةٍ يَحْمِلُهَا عَلَى رَقَبَتِهِ لَهَا بُعَارٌ فَيَقُولُ يَا مُحَمَّدُ فَأَقُولُ لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ بَلَغْتُ وَلَا يَأْتِي بِبَعِيرٍ يَحْمِلُهُ عَلَى رَقَبَتِهِ لَهُ رُغَاءٌ فَيَقُولُ يَا مُحَمَّدُ فَأَقُولُ لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ بَلَغْتُ

[اطراف الحديث: ۲۳۷۸-۳۰۷۳-۶۹۵۸]

(صحیح مسلم: ۹۸۷، رقم السلسل: ۲۲۵۶، سنن ابوداؤد: ۱۶۵۸)

سنن نسائی: ۲۳۸۲-۲۳۸۸، سنن ابن ماجہ: ۱۷۸۲، مسند احمد ج ۲ ص ۳۸۳، طبع قدیم، مسند احمد: ۸۹۷۷، ج ۳ ص ۵۳۳-۵۳۲، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت

حدیث مذکور کے رجال

(۱) الحکم بن نافع ابوالیمان البهرانی الحمصی (۲) شعیب بن ابی حمزہ الحسبی (۳) ابو الزناد ان کا نام عبد اللہ بن ذکوان ہے (۴) عبد الرحمن بن ہرمز (۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۳۶۰)

اس حدیث کی مطابقت باب کے عنوان کے ساتھ ملتی ہے کہ حدیث میں قیامت کے دن زکوٰۃ نہ دینے والوں کا گناہ بیان کیا گیا ہے۔

حدیث مذکور کے فوائد

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اونٹوں اور بکریوں کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے باقی رہا یہ کہ ان کی زکوٰۃ کی کبامتہ ہے اس کا بیان دوسری احادیث میں آتا ہے۔

موسیٰ بن جعفر کے حقوق میں یہ بھی ہے کہ بکریوں کو پلانے کے لیے جائز ہے کہ ان کا دودھ نکال کر پلائیں اور ضرورت مندوں کو ان پر سوار کریں تاہم اکثر علماء کا یہ مذہب ہے کہ ان کو ادا کرنا مستحب ہے۔

۱۴۰۳ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا فَلَمْ يُؤَدِّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں ہاشم بن القاسم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرحمن بن عبد اللہ بن دینار نے حدیث بیان کی از والد خود از ابی صالح السمان از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

زَكَوٰتُهُ، مِثْلَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا أَفْرَعًا، لَهُ زَبِيَّتَانِ، يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، ثُمَّ يَأْخُذُ بِلَهْزِمَتَيْهِ. يَغْنِي شِدْقُهُ ثُمَّ يَقُولُ أَنَا مَالِكُ، أَنَا كَنْزُكَ، ثُمَّ تَلَا ﴿وَلَا يَحْسِبَنَّ الَّذِينَ يَبْخُلُونَ﴾ (آل عمران: ۱۸۰) الْآيَةَ.

جس شخص کو اللہ نے مال دیا ہو اور وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے وہ مال قیامت کے دن گنجا سانپ بنا دیا جائے گا اس کی آنکھوں کے اوپر دو سیاہ نقطے ہوں گے اس سانپ کو اس کے گلے میں بطوق بنا کر ڈال دیا جائے گا پھر وہ اس شخص کو اپنے جبروں سے پکڑے گا پھر کہے

[اطراف الحدیث: ۳۵۶۵-۳۶۵۹-۳۹۵۷]

گا: میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت کی: جن لوگوں کو اللہ نے اپنے فضل سے مال عطا کیا ہے اور وہ اس میں بخل کرتے ہیں وہ اس کو بہتر گمان نہ کریں بلکہ وہ ان کے لیے بدتر ہے۔ (آل عمران: ۱۸۰)

(صحیح مسلم: ۹۸۸، الرقم المسلسل: ۲۲۵۹، السنن الکبریٰ: ۱۱۶۲۱)

مسند احمد ج ۲ ص ۲۷۹ طبع قدیم مسند احمد: ۷۷۵۶-ج ۱۳ ص ۱۷۸

مؤسسۃ الرسالۃ بیروت

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبد اللہ المعروف بابن المدینی (۲) ہاشم بن القاسم ابو النضر التمیمی اللیثی الکلتانی یہ بغداد میں ۸۷ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) عبد الرحمن بن عبد اللہ (۴) ان کے والد عبد اللہ بن دینار مولیٰ عبد اللہ بن عمر (۵) ابو صالح ان کا نام ذکوان ہے (۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۳۶۲)

حدیث مذکور کے فوائد اور مسائل و مسائل اور یہ حدیث کی زکوٰۃ کا نصاب

اس حدیث میں زکوٰۃ نہ دینے پر شدید وعید ہے اور اس میں رت کے زکوٰۃ کا ذکر ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ مال اور خزانہ کو قیامت سے دن سانپ بنا دیا جائے گا اس میں یہ ثبوت ہے کہ خارجی چیزیں ایک حقیقت سے دوسری حقیقت میں تبدیل ہو جاتی ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں آسان ہے اس لیے اس کا انکار کرنا درست نہیں ہے نمک کی کان میں مرا ہوا گدھا نمک بن جاتا ہے۔

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ لفظ مال و مال و مال و مال اس کو شہر ہے جن میں زکوٰۃ ہوتی ہے۔

المہلب نے لکھا ہے کہ سونے کی زکوٰۃ کے نصاب کی مقدار میں اس طرح حدیث ثابت نہیں ہے جس طرح چاندی کے نصاب

کی مقدار میں حدیث ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۳۸۹-۳۸۸)

میں کہتا ہوں کہ چاندی کے نصاب کے متعلق یہ حدیث ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس میں کی طرف فریست زکوٰۃ کے متعلق

مکتوب بھیجا اس کے آخر میں یہ مذکور تھا اس میں چاندی کے نصاب کی صراحت ہے:

اور چاندی میں چالیسواں حصہ زکوٰۃ ہے اگر اس کے پاس صرف ایک سونوے درہم ہوں تو ان میں زکوٰۃ نہیں ہے سوا اس کے کہ

زکوٰۃ دینے والا چاہے۔ (صحیح ابن حبان: ۳۲۶۶)

درج ذیل حدیث میں سونے کے نصاب کی مقدار کی صراحت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کے لیے جو مکتوب لکھوایا اس میں درج ہے:

پس جب سونے کی قیمت دو سو درہم کو پہنچ جائے تو ہر چالیس درہم میں ایک درہم زکوٰۃ ہے۔

(المستدرک: ۱۳۸۶، دار المعرفۃ بیروت: ۱۴۲۷ھ)

سونے اور چاندی دونوں کے نصاب کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب تمہارے پاس دو سو درہم ہوں اور ان پر ایک سال گزر جائے تو ان میں پانچ درہم زکوٰۃ ہے اور سونے میں تم پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے حتیٰ کہ تمہارے پاس بیس دینار ہوں اور ان پر ایک سال گزر جائے پس اس میں نصف دینار زکوٰۃ ہے اور جو اس سے زائد مقدار ہو تو اس میں اسی حساب سے زکوٰۃ ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۵۷۳)

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ جب سونا بیس مثقال ہو اور اس کی قیمت دو سو درہم ہو تو اس میں نصف مثقال زکوٰۃ فرض ہوگی۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۳۶۵)

صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

سونے کا نصاب بیس مثقال ہے یعنی ساڑھے سات تولے اور چاندی کا نصاب دو سو درہم ہے یعنی ساڑھے باون تولے۔

(بہار شریعت حصہ ۵ ص ۱۹، فیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۱۹۳-۲۱۸۶۔ ج ۷ ص ۹۱۲-۹۰۷ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح کا عنوان ہے:

گھوڑوں پر زکوٰۃ میں مذاہب۔

جس مال کی زکوٰۃ ادا کر دی گئی

وہ کنز (خزانہ) نہیں ہے

کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: پانچ اداق (دو سو درہم)

سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

۴۔ بَابُ مَا آدَى زَكَاةُ

فَلَيْسَ بَكَنْزٍ

بِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ فَمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوَاقٍ صَدَقَةٌ.

اس تعلق کی اصل صحیح البخاری: ۱۴۰۵ میں آ رہی ہے۔

۱۴۰۴۔ وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ شَيْبٍ . مَا كَانَ

أَبَى عَنْ يُونُسَ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ قَالَ ابْنُ

قَالَ خَرَجْنَا مَعَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى

عَنْهُمَا فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ أَخْبَرَنِي قَوْلَ اللَّهِ ﴿وَالَّذِينَ

يَكْنِزُونَ ثَمَرًا وَنَبْتًا يَنْزِلُ مِنْهُ

اللَّهُ﴾ (البقرہ: ۲۴۰)۔ ابْنُ شَهَابٍ عَنْ

عَنْهُمَا مَنْ كَنْزَهَا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاةَهَا فَوَيْلٌ لَهُ إِنَّمَا كَانَ

هَذَا قَبْلَ أَنْ تُنْزَلَ الزَّكَاةُ فَلَمَّا أَنْزَلَتْ جَعَلَهَا اللَّهُ

طَهْرًا لِلْأَمْوَالِ. [طرف الحدیث: ۳۶۶۱] (سنن ابن ماجہ: ۱۷۸۷)

اور احمد بن حنبل نے کہا: ہمیں میرے والد نے

حدیث: ابْنُ شَهَابٍ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ

بیان کیا کہ ہم حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکلے تو ایک

اعرابی نے کہا: مجھے اس آیت کے متعلق خبر دیجئے: ﴿وَالَّذِينَ

يَكْنِزُونَ ثَمَرًا وَنَبْتًا يَنْزِلُ مِنْهُ

اللَّهُ﴾ (البقرہ: ۲۴۰)۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: جس نے ان کو

جمع کیا اور ان کی زکوٰۃ ادا نہیں کی سو اس کے لیے عذاب ہے اس

آیت کا حکم اس وقت تھا جب زکوٰۃ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا پس

جب زکوٰۃ کا حکم نازل ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو اموال کی

پاکیزگی کا ذریعہ بنا دیا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن حنبل لکھنوی ابن قانع نے کہا: یہ ۲۲۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) ان کے والد حبیب بن سعید ابو سعید لکھنوی یہ

۲۸۶ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) یونس بن یزید الایلی (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) خالد بن مسلم یہ زید بن مسلم کے بھائی

ہیں یہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں (۶) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۳۶۷)
اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت مفہوم مخالف کے اعتبار سے ہے کیونکہ عنوان ہے: جس مال کی زکوٰۃ ادا کر دی گئی وہ کنز نہیں ہے اور حدیث میں ہے: جس نے مال جمع کیا اور اس کی زکوٰۃ ادا نہیں کی سو اس کے لیے عذاب ہے اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ جس نے زکوٰۃ ادا کر دی اس کو عذاب نہیں ہوگا۔

زکوٰۃ کی فرضیت کی تاریخ

اس حدیث میں مذکور ہے: جب زکوٰۃ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا جس اول وقت میں زکوٰۃ فرض ہوئی اس کی تعیین میں اختلاف ہے اکثر علماء کے نزدیک زکوٰۃ ہجرت کے بعد فرض ہوئی ہے ایک قول یہ ہے کہ زکوٰۃ ۲ھ میں روزے فرض ہونے سے پہلے فرض ہوئی تھی۔ علامہ ابن اثیر نے کہا ہے کہ زکوٰۃ ۹ھ میں فرض ہوئی تھی۔

ان کے اس قول پر رد کیا گیا ہے کیونکہ متعدد احادیث میں اس سے پہلے زکوٰۃ کا ذکر ہے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا ہر قل کے ساتھ جو مکالمہ ہوا تھا اس میں مذکور ہے کہ آپ ہمیں نماز پڑھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ (صحیح البخاری: ۷) اور یہ ۷ھ کے اوائل کا واقعہ ہے۔

زکوٰۃ ادا کرنے سے مال اور مال دار کا پاک ہونا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اللہ تبارک نے زکوٰۃ و اموال کے پاکیزہ کار کا ذریعہ بنایا۔
کیونکہ زکوٰۃ لوگوں کا میل ہے اسی لیے یہ بنی ہاشم کے لیے جائز نہیں ہے حدیث میں ہے:
حضرت ربیعہ بن الحارث بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ صدقہ صرف لوگوں کا میل ہے اور (سیدنا) محمد (ﷺ) اور آل محمد کے لیے جائز نہیں ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۰۷۲ سنن ابوداؤد: ۲۹۸۵ سنن نسائی: ۲۶۰۸)
پس جب زکوٰۃ ادا کر دی جائے گی مال پاک ہو جائے گا اور زکوٰۃ دینے والا مال اخلاق اور بخل سے پاک ہو جائے گا۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۳۶۸-۳۶۷ دارالکتب العلمیہ بیروت: ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن یزید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب بن اسحاق نے خبر دی وزاعی نے کہا: مجھے یحییٰ بن زکریا نے خبر دی ان دونوں میں یحییٰ بن زکریا نے خبر دی تھیں خود یحییٰ بن زکریا نے کہا ان دونوں نے خبر دی تھیں کہ انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: پانچ اواق (دو سو درہم) سے کم میں صدقہ (زکوٰۃ) نہیں ہے اور پانچ اونٹوں سے کم میں صدقہ نہیں ہے اور پانچ وسق (تیس من) سے کم غلہ میں صدقہ نہیں ہے۔

۱۴۰۵ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يَزِيدَ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبُ بْنُ إِسْحَاقَ قَالَ الْأَوْزَاعِيُّ أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ أَنَّ عُمَرَو بْنَ يَحْيَى بْنَ عُمَرَ أَخْبَرَنَا عَنْ أَبِيهِ يَحْيَى بْنِ عُمَرَ أَنَّ أَبِي سَمِعَ أَنَا سَعِيدَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ فِيمَا دُونَ خُمْسٍ أَوَاقٌ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خُمْسٍ ذَوْدٌ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خُمْسٍ أَوْسُقٌ صَدَقَةٌ.

[اطراف الحديث: ۱۳۴۷-۱۳۵۹-۱۳۸۳] (صحیح مسلم: ۹۷۹ رقم السلسل: ۲۲۸۷ سنن ابوداؤد: ۱۵۵۸ سنن ترمذی: ۶۲۷-۶۲۶ سنن

نسائی: ۲۳۳۵ سنن ابن ماجہ: ۱۷۹۳ مسند الحمیدی: ۳۵۷ سنن الکبریٰ: ۲۲۲۵ المستفی: ۳۳۰ مسند ابویعلیٰ: ۹۷۹ الکامل لابن عدی ج ۵ ص ۱۷۸۹ سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۳۳ مسند عبد الرزاق: ۷۲۵۲ مسند ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۱۷ صحیح ابن حبان: ۳۲۶۸ سنن دارقطنی ج ۲ ص ۹۳-۹۲ مسند احمد

ج ۳ ص ۶ طبع قدیم مسند احمد: ۱۱۰۳۔ ج ۱ ص ۷۶، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، موطاً امام مالک۔ الزکوٰۃ: ۲۔ جامع المسانید لابن جوزی: ۲۱۵۳، مکتبۃ
الرشد ریاض، ۱۳۲۷ھ، مسند الطیوسی: (۲۱۷۹)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسحاق بن یزید یہ اصل میں اسحاق بن ابراہیم بن یزید ہیں، ان کی کنیت ابوالنضر السامی ہے (۲) شعیب بن اسحاق، یہ
۱۸۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) عبد الرحمن بن عمرو الادزاعی (۴) یحییٰ بن ابی کثیر (۵) عمرو بن یحییٰ بن عمارہ (۶) ان کے والد یحییٰ
بن عمارہ بن ابی الحسن المازنی الانصاری (۷) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ان کا نام سعید بن مالک ہے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۳۶۹)

مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں ”اوقیہ“ کا لفظ ہے اس کی جمع ”اواقی“ اور یاء کے حذف کے ساتھ ”اواقی“ ہے، محدثین فقہاء اور ائمہ
لغت کا اس پر اجماع ہے کہ اوقیہ شرعیہ چالیس درہم ہے۔

نیز اس حدیث میں ”ذود“ کا لفظ ہے اس کا اطلاق تین سے لے کر دس اونٹوں پر ہوتا ہے۔

اس میں ”اوسق“ کا لفظ ہے یہ ”وسق“ کی جمع ہے ایک دس ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور ایک صاع چار کلو گرام کا ہے لہذا پانچ
دس تقریباً ۳۰ من وزن ہے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۳۷۲۔ ۳۶۹)

زمین کی پیداوار میں عشر کے وجوب سے متعلق اختلافِ انتباء اور امام ابوحنیفہ کے موقف پر دلائل

اس حدیث میں مذکور ہے: پانچ دس سے کم غلہ میں صدقہ نہیں ہے اور صدقہ سے مراد ہے: (پیداوار کا دسواں حصہ)۔ امام
شافعی، امام ابو یوسف اور امام محمد کہتے ہیں کہ اگر زمین کی پیداوار پانچ دس کو پہنچ جائے تب تو اس میں عشر واجب ہوگا ورنہ نہیں۔
اور امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ زمین کی پیداوار جتنی بھی ہو خواہ قلیل ہو یا کثیر اس میں عشر واجب ہے بہ شرطیکہ وہ زمین بارش یا
چشموں کے پانی سے سیراب ہوتی ہو۔

علامہ نووی نے لکھا ہے: یہ مذہب باطل ہے احادیث صحیحہ کے خلاف ہے لیکن کو ساتھ رنے والا ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۳ ص ۲۶۹، مکتبہ زار مصطفیٰ الباز، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۷ھ)

میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ کا مذہب قرآن مجید اور احادیث صحیحہ اور آثارِ قویہ سے ثابت ہے اور علامہ نووی کا قول باطل ہے۔
قرآن مجید کی آیات درج ذیل ہیں:

كُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ. (الانعام: ۱۴۱)
خجست جب پھرسے تو اس سے کھاؤ۔ اس دن اس کا حق ادا کرو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پھلوں کی کسی مقدار کو بیان نہیں کیا اس سے معلوم ہوا کہ درخت کے پھلوں پر مطلقاً عشر واجب ہے
خواہ ان کی مقدار قلیل ہو یا کثیر۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا
كُنْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ. (البقرہ: ۲۶۷)
اے ایمان والو! اپنی کمائی سے پاکیزہ چیزوں کو خرچ کرو اور
جو کچھ ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالا ہے اس میں سے (خرچ
کرو)۔

اس آیت میں فرمایا ہے: جو کچھ ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالا ہے اور اس کی کسی مقدار کو بیان نہیں فرمایا یعنی زمین سے ہم نے جو کچھ پیدا کیا ہے خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر اس میں سے ہماری راہ میں خرچ کرو۔

ان دونوں آیتوں کا مفاد یہ ہے کہ زمین کی پیداوار خواہ قلیل ہو یا کثیر اس میں عشر واجب ہے اور یہی امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے اور یہی احادیث صحیحہ تو وہ درج ذیل ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو کھیت بارش یا چشموں سے سیراب ہو یا وہ کھیت قریب کے پانی سے سیراب ہو اس سے عشر لیا جائے گا اور جو کھیت کنویں کے پانی سے سیراب کیا جائے اس میں سے نصف (پیداوار کا بیسواں حصہ) لیا جائے گا۔ (صحیح البخاری: ۱۳۸۳، سنن ابوداؤد: ۱۵۹۶، سنن ترمذی: ۶۳۰، سنن نسائی: ۲۳۸۷، سنن ابن ماجہ: ۱۸۱۷، صحیح ابن خزیمہ: ۲۳۰۷، مصنف عبدالرزاق: ۷۲۷۰-۷۲۶۵)

جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جس کھیت کو بارش یا قریبی پانی یا دریا سیراب کریں اس میں عشر ہے اور جس زمین کو کنویں کے ڈولوں سے سیراب کیا جائے اس میں نصف عشر ہے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۹۵۱، ج ۳ ص ۱۰۳، دارالکتب العلمیہ بیروت: ۱۳۲۱ھ)
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس کھیت کو چشموں سے سیراب کیا جائے یا بارش کے پانی سے اس میں عشر ہے اور جس کھیت کو کنویں سے سیراب کیا جائے اس میں نصف عشر ہے۔ (مسند احمد: ۱۳۶، ج ۳ ص ۳۱، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس زمین کو بارش سے سیراب کیا یا چشموں نے اس میں عشر ہے اور جس زمین کو کنویں سے سیراب کیا گیا اس میں نصف عشر ہے۔ (مسند عبدالرزاق: ۷۲۷۰-۷۲۷۱، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۳۶، مسند احمد ج ۳ ص ۳۱، طبع قدیم مسند احمد: ۱۳۶۶، ج ۲ ص ۳۱، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس زمین کو دریاؤں اور چشموں نے سیراب کیا ہو ان میں عشر ہے اور جن کھیتوں کو کنوؤں سے سیراب کیا گیا ان میں نصف عشر ہے۔

(صحیح مسلم: ۹۸۱، سنن ابوداؤد: ۱۵۹۷، سنن نسائی: ۶۲۶۸، متقی: ۳۳۷، صحیح ابن خزیمہ: ۲۳۰۹، سنن دارقطنی ج ۲ ص ۱۳۰، سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۳۰، مسند احمد ج ۳ ص ۳۱، طبع قدیم مسند احمد: ۱۳۶۶، ج ۲ ص ۳۲، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام ابوالحسن عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ اس باب میں بہ کثرت احادیث وارد روایت کیا ہے:

عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے اور وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا: جس کھیت کو جاری پانی نے سیراب کیا ہو اس میں عشر ہے اور جس کھیت کو کنویں کے ڈول سے سیراب کیا گیا ہو اس میں نصف عشر ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۷۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۰۷۸، دارالکتب العلمیہ بیروت، ج ۳ ص ۱۳۳، ادارۃ القرآن کراچی)
شخص بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یمن کی طرف مکتوب لکھا: جس زمین کی گندم جو کھجور اور انگور کو بارش سے سیراب کیا گیا ہو اس میں عشر ہے اور جس کو کنویں سے سیراب کیا گیا ہو اس میں نصف عشر ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۷۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۳ ص ۱۳۵، ادارۃ القرآن کراچی)
الحکم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یمن میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا: جس زمین کو بارش نے یا جاری پانی

نے سیراب کیا ہو اس میں عشر ہے اور جس زمین کو کنویں کے ڈولوں نے سیراب کیا ہو اس میں نصف عشر ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۷۵، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۰۸۰، دارالکتب العلمیہ بیروت)

ابو الخلیل بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سنت قرار دیا کہ جس زمین کو یا کھجور کو بارش نے یا چشموں نے یا جاری پانی نے سیراب کیا ہو اس میں عشر ہے اور جس زمین کو کنویں کی رسی اور ڈول نے سیراب کیا ہو اس میں نصف عشر ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۷۶، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۰۸۱، دارالکتب العلمیہ بیروت)

حضرت علی نے فرمایا: جس زمین کو بارش نے یا جاری پانی نے سیراب کیا ہو اس میں عشر ہے اور جس زمین کو کنویں کے ڈولوں نے سیراب کیا ہو اس میں نصف عشر ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۷۷، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۰۸۲، دارالکتب العلمیہ بیروت)

قائدہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سنت قرار دیا، جس زمین یا کھجور کو بارش نے یا جاری پانی نے سیراب کیا ہو اس میں عشر ہے اور جس زمین کو کنویں کی رسی اور ڈول سے سیراب کیا گیا ہو اس میں نصف عشر ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۷۸، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۰۸۳، دارالکتب العلمیہ بیروت)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اہل یمن کی طرف لکھا: جس زمین کو چشمے نے یا بارش نے سیراب کیا ہو اس میں عشر ہے اور جس زمین کو کنویں کے ڈولوں سے سیراب کیا ہو اس میں نصف عشر ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۷۹، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۳ ص ۱۳۶، ادارۃ القرآن کراچی)

ابن جریج بیان کرتے ہیں: میں نے عطاء سے پوچھا، جو تجور یا کھیت پانے کے قریب ہو اس میں کیا واجب ہے؟ انہوں نے کہا: عشر میں نے کہا: اور جس زمین کو کنویں کے ڈولوں سے سیراب کیا جائے اس میں؟ انہوں نے کہا: نصف عشر۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۸۲، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۰۸۷، دارالکتب العلمیہ بیروت)

معمر بیان کرتے ہیں کہ الزہری پچھلے میں کہتے تھے کہ عشر اور نصف عشر کا فتویٰ دیتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۸۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۰۸۹، دارالکتب العلمیہ بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۳ ص ۱۳۶، ادارۃ القرآن کراچی)

ہم نے بہ کثرت احادیث صحیحہ اور آثار قویہ نقل کیے ہیں جن میں یہ مذکور ہے کہ جس زمین یا کھیت کو بارش نے یا چشموں نے یا جاری پانی نے سیراب کیا ہو اس میں عشر ہے۔ ان میں سے کئی حدیث میں زمین کی بارش اور بارش کا تعین نہیں ہے۔ وہ پانچ دس ہو یا اس سے زیادہ، پچھلے تمام احادیث پر ناظر اور شاہد ہیں۔ ان کی پچھلے بارخویشگیل، یا تیس، اس میں عشر واجب ہے متعدد صحابہ اور فقہاء تابعین کا یہی مذہب ہے اور امام ابو حنیفہ اس میں منفر ہیں۔ ان کے علامہ نووی کو ان احادیث اور آثار کا علم ہوتا تو وہ کبھی یہ نہ کہتے کہ امام ابو حنیفہ کا مذہب باطل ہے اور احادیث صحیحہ کو ساقط کرنے والا ہے۔ علامہ نووی جن کے مقلد ہیں وہ کہتے ہیں کہ تمام فقہاء امام ابو حنیفہ کے پروردہ ہیں۔ (میزان الشریعہ الکبریٰ ج ۱ ص ۸۹) امام شافعی امام ابو حنیفہ کا اس قدر ادب کرتے تھے کہ منہاج کے حاشیہ میں مذکور ہے کہ امام شافعی نے امام ابو حنیفہ کی قبر کے پاس صبح کی نماز پڑھی تو اس میں دعاء قنوت نہیں پڑھی ان سے پوچھا گیا کہ آپ کا مذہب ہے کہ نماز فجر میں دعاء قنوت پڑھی جائے تو پھر آپ نے کیوں دعاء قنوت نہیں پڑھی؟ تو انہوں نے کہا: امام ابو حنیفہ کے ادب کی وجہ سے۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۱۳۹، دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

باب مذکور کی حدیث جس میں یہ ارشاد ہے کہ پانچ دس سے کم میں صدقہ نہیں ہے وہ حدیث اموال تجارت پر محمول ہے کیونکہ

اس وقت پانچ دس دو سو درہم کے برابر ہوتے تھے اس لیے فرمایا کہ پانچ دس سے کم میں صدقہ نہیں ہے۔

* شرح صحیح مسلم: ۲۱۶۲۔ ج ۲ ص ۸۸۹۔ ۸۸۶ کی شرح میں بھی اس مسئلہ پر بحث کی گئی ہے اس شرح کے عنوان ہیں:

① زرعی پیداوار کے نصاب زکوٰۃ میں فقہاء کے نظریات ② ائمہ ثلاثہ کا نظریہ ③ امام ابو حنیفہ کا نظریہ۔

ہم نے اپنی اس شرح 'نعمۃ الباری' میں امام ابو حنیفہ کے مذہب کی تائید میں جس قدر احادیث صحیحہ اور آثار قویہ کو پیش کیا ہے کسی اور کتاب میں اس قدر احادیث اور آثار کو جمع نہیں کیا گیا۔ واللہ الحمد علی ذالک۔

۱۴۰۶ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ سَمِعَ هُشَيْمًا قَالَ أَخْبَرَنَا
حُصَيْنٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ مَرَرْتُ بِالرَّبَذَةِ فَإِذَا
أَنَا بِأَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فَقُلْتُ لَهُ مَا أَنْزَلَكَ
مَنْزِلَكَ هَذَا؟ قَالَ كُنْتُ بِالشَّامِ فَأَخْتَلَفْتُ أَنَا
وَمُعَاوِيَةُ فِي ﴿وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا
يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ (التوبة: ۳۴) قَالَ مُعَاوِيَةُ
نَزَلْتُ فِي أَهْلِ الْكِتَابِ فَقُلْتُ نَزَلْتُ فِيْنَا وَفِيهِمْ
فَكَانَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ فِي ذَلِكَ وَكَدَّبَ إِلَى عُمَانَ رَضِيَ
اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَشْكُونِي فَكَتَبَ إِلَى عُمَانَ أَنْ أَقْدِمَ
الْمَدِينَةَ فَقَدِمْتُهَا فَكَثُرَ عَلَى النَّاسِ حَتَّى كَانَتْهُمْ لَمْ
يَرُونِي قَبْلَ ذَلِكَ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِعُمَةَ إِنَّ فَقَالَ لِي إِنْ
بَشَيْتَ تَنَحَّيْتُ فَكُنْتُ قَرِيبًا فَذَلِكَ لِي قَرِيبًا لِمَا
الْمَنْزِلَ وَلَوْ أَمَرُوا عَلِيَّ حَبِيشًا لَسَفْتُ طَعْمَ

[طرف الحدیث: ۳۶۶۰] [السنن الکبریٰ: ۱۱۹۱۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی انہوں نے ہشیم سے سنا انہوں نے کہا: ہمیں حصین نے خبر دی از زید بن وہب انہوں نے بیان کیا کہ میں ربذہ کے پاس سے گزرا پس اس وقت میں حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کے پاس تھا میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کو اس جگہ کس چیز نے ٹھہرایا ہے؟ انہوں نے بیان کیا کہ میں شام میں تھا پس میرا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اس آیت میں اختلاف ہو گیا: اور جو لوگ سونے اور چاندی کو جمع کرتے ہیں اور ان کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ (التوبة: ۳۴) حضرت معاویہ نے کہا: یہ آیت اہل کتاب کے متعلق نازل ہوئی ہے اور میں نے کہا: یہ آیت ہمارے متعلق بھی نازل ہوئی ہے اور ان کے متعلق بھی نازل ہوئی ہے پس میرا اور ان کا اس آیت میں اختلاف ہو گیا اور انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف مکتوب بھیج کر یہ شکایت لی پس حضرت عثمان نے میری طرف لکھا کہ میں مدینہ میں آؤں پس میں مدینہ میں گیا تو بہت لوگ میرے گرد جمع ہو گئے گویا کہ انہوں نے مجھے اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا میں نے حضرت عثمان سے شکایت کیا تو انہوں نے کہا: اگر آپ یہاں تو مدینہ کے قریب کی ایک گاہ پر ہیں پس اس وجہ سے میں اس جگہ آ کر ٹھہرا اور اگر مجھ پر کسی حبشی کو امیر بنادیا جاتا تو میں اس کا بھی حکم سنتا اور اس کی اطاعت کرتا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی ان کے نام میں اختلاف ہے ایک قول ہے کہ ان کا نام علی بن ابی ہاشم بن عبد اللہ بن الطمراخ ہے دوسرا قول یہ ہے کہ ان کا نام ابو الحسن علی بن مسلم بن سعید الطوسی ہے تیسرا قول یہ ہے کہ ان کا نام علی بن عبد اللہ المدینی ہے (۲) ہشیم بن بشیر ابن القاسم بن دینار ہے (۳) حصین بن عبد الرحمن اسلمی ان کی کنیت ابو الہذیل ہے (۴) زید بن وہب ابو سلیمان الہمدانی الجہنی (۵) حضرت ابو ذر جندب بن جنادہ۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۳۷۷)

ربذہ کا معنی اور حضرت معاویہ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہما کا اختلاف

ربذہ مدینہ سے تین مراحل دور ایک جگہ ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس جگہ کو صدقہ کے اونٹوں کے لیے مقرر کیا تھا۔ حضرت معاویہ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہما کا اختلاف، حضرت معاویہ کا نظریہ یہ تھا کہ یہ آیت ان احبار اور رہبان کے متعلق نازل ہوئی ہے جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے تھے اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اس آیت کے عموم سے استدلال کرتے تھے کہ جو شخص بھی یہ ماننا ہو کہ زکوٰۃ کا ادا کرنا واجب ہے اور پھر وہ زکوٰۃ ادا نہ کرے، تو اس کو یہ شدید وعید لاحق ہوگی، اس وقت حضرت معاویہ، حضرت عثمان کی طرف سے دمشق کے گورنر تھے، امام ابو یعلیٰ کی روایت کے مطابق حضرت ابوذر کے شام جانے کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوذر سے فرمایا تھا کہ جب مدینہ کے مکان سلع پہاڑ تک پہنچ جائیں تو شام چلے جانا، امام ابو یعلیٰ نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوذر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور حضرت عثمان سے کہا کہ حضرت معاویہ ہمیں ایذا پہنچاتے ہیں، حضرت عثمان نے کہا: کیا آپ کا یہ گمان ہے کہ آپ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں؟ حضرت ابوذر نے کہا: لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: میرے نزدیک تم میں سب سے زیادہ محبوب اور سب سے زیادہ مقرب وہ شخص ہے جو مجھ سے کیے ہوئے عہد پر قائم رہے اور میں آپ سے کیے ہوئے عہد پر قائم ہوں، پھر حضرت عثمان نے ان کو یہ حکم دیا کہ وہ شام چلے جائیں، پھر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ والی یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ تم میں سے کوئی شخص اس حال میں رات نہ گزارے کہ اس کے پاس ایک دینار یا ایک درہم ہو، سو اس صورت کے کہ اس نے اس دانہ کی راہ میں خرچ کرنا ہو یا کسی قرض خواہ کو دینا ہو، پھر حضرت معاویہ نے حضرت عثمان کو لکھا کہ اگر آپ کو کوئی کام ہو، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو بلا لیں۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۳۷۸-۳۷۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو شہر بدر کرنے کی توجیہ اور دیگر مسائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطین مالکی نے بھی متوفی ۹۷۹ھ سے بیان کیا:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان کی طرف حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی شکایت لکھ کر بھیجی، اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابوذر، حضرت معاویہ پر بہت اعتراضات کرتے تھے اور ان سے بہت اختلاف کرتے تھے اور ان کے لشکر کے لوگ حضرت ابوذر کی باتوں کی طرف میلان رکھتے تھے تو جب حضرت عثمان کو یہ خطرہ ہوا کہ حضرت ابوذر کے شام میں رہنے کی وجہ سے وہاں فتنہ مچا دے، حضرت ابوذر کو مدینہ بھیجا، کیونکہ حضرت ابوذر اپنے مواقف میں بہت تشدد تھے اور حق سنانے میں کسی کی سماعت کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔

المہلب نے کہا ہے کہ یہ حضرت معاویہ کی طرف سے حضرت ابوذر کی بہت تعظیم اور توقیر تھی کہ انہوں نے خلیفہ مسلمین سے کہا کہ آپ انہیں بلا لیں اور از خود ان سے یہ نہیں کہا کہ آپ شام سے چلے جائیں۔

علامہ طبری نے کہا ہے کہ جب لوگوں نے مدینہ میں حضرت عثمان سے بہ کثرت سوال کیے کہ حضرت ابوذر کو شام سے کیوں بلایا ہے؟ تو حضرت عثمان نے حضرت ابوذر سے کہا: آپ مدینہ کے قریب کسی جگہ چلے جائیں تو حضرت ابوذر ربذہ چلے گئے۔

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ انسان کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ نیکی کا حکم دینے اور بُرائی سے روکنے میں شدت اختیار کرے۔ نیز امام اور سربراہ ملک کے لیے یہ جائز ہے کہ جس شخص کے شہر میں رہنے سے فتنہ اور فساد کا خطرہ ہو، اس کو شہر بدر کر دے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب کسی عالم کا امیر شہر سے کسی مسئلہ میں اختلاف ہو تو وہ اس کے خلاف بغاوت نہ کرے اور اس کی اطاعت

کرتا رہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسائل میں اجتہاد اور آراء میں اختلاف جائز ہے، کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ حضرت عثمان اور ان کے حامی دیگر صحابہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے یہ نہیں کہا کہ آپ اپنے موقف سے پیچھے ہٹ جائیں اور نہ ان سے یہ کہا کہ آپ کا اعتقاد جائز نہیں ہے، کیونکہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی اس حدیث سے استدلال کرتے تھے کہ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ میرے پاس احد پہاڑ جتنا سونا ہو تو میں وہ سب (اللہ کی راہ میں) خرچ کر دوں سوا تین دینار کے (یعنی تین دینار بھی میرے پاس رہیں) میں اسے پسند نہیں کرتا) اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ قیامت تک مسائل میں اختلاف ہوتا رہے گا اور وہ صرف اجماع سے اٹھ سکتا ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۳۹۶-۳۹۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عیاش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ العلی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریری نے حدیث بیان کی از ابی العلاء از الاحنف بن قیس، انہوں نے کہا: میں بیٹھا ہوا تھا (ح) اور مجھے اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الصمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریری نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابو العلاء بن اشخیر نے حدیث بیان کی کہ الاحنف بن قیس نے ان کو حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ میں قریش کی ایک جماعت میں رہتا ہوا تھا، ایک شخص آیا جس کے بال سخت اور کپڑے موٹے تھے اور اس کی شکل معمولی تھی، حتیٰ کہ وہ اس جماعت کے پاس کھڑا ہو گیا، اور ان کو سلام کیا اور کہا: مال جمع کرنے والوں کو یہ خوش خبری سنا دو کہ دوزخ کی آگ میں ایک پتھر گرم کیا جائے گا، پھر اس کو ان میں سے کسی ایک کے پستان سے سر ہٹا دیا جائے گا، حتیٰ کہ وہ اس کے کندھے کی اوپر والی ہڈی کے پار دو جائے گا، پھر وہ پتھر اس کے کندھے کی اوپر والی ہڈی پر رکھ دیا جائے گا یہاں تک کہ وہ اس کے پستان کے سر سے نکل جائے گا، پھر وہ پتھر اسی طرح لرزتا رہے گا، پھر اس نے پیٹھ پھیری اور ایک ستون کی طرف بیٹھ گیا، میں اس کے پیچھے آیا اور اس کے پاس بیٹھ گیا اور میں نہیں جانتا تھا کہ وہ کون ہے، میں نے اس سے کہا کہ میرا خیال ہے کہ یہ لوگ تمہاری بات سن کر ناراض ہوئے ہیں، اس نے کہا: یہ بے عقل لوگ ہیں۔

۱۴۰۷ - حَدَّثَنَا عِيَّاشٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى قَالَ حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ عَنْ الْأَخْنَفِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ جَلَسْتُ ح . وَحَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْعَلَاءِ بْنُ الشَّخِيرِ أَنَّ الْأَخْنَفَ بْنَ قَيْسٍ حَدَّثَنَا أَنَّ جَلَسْتُ بِمَدِينَةِ مَنُ قُرَيْشٍ فَجَاءَ رَجُلٌ خَشِنُ الشَّعْرِ وَالْيَتَابِ وَالْهَيْئَةِ حَتَّى قَامَ عَلَيْهِمْ فَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ بَشِّرِ الْكَافِرِينَ بِرَضْفٍ يُحْمَى عَلَيْهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ ثُمَّ يُوَضَّعُ عَلَى حَلْمَةِ تَذِي أَحَدِهِمْ حَتَّى يَخْرُجَ مِنْ نَفْصِ كَتِفِهِ وَيُوَضَّعُ عَلَى نَفْصِ كَتِفِهِ حَتَّى يَخْرُجَ مِنْ حَلْمَةِ تَذِيهِ بِتَزْلُزْلٍ ثُمَّ وَلَّى فَجَلَسَ إِلَى سَارِيَةٍ وَتَبَعَتْهُ وَحَلَسْتُ إِلَيْهِ وَأَنَا لَا أَدْرِي مَنْ هُوَ فَقُلْتُ لَهُ لَا أَرَى شَيْئًا قَدْ كَرِهْتُ هُوَ لَمْ يَذِي قُلْتُ قَالَ هُوَ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا.

رَجُلٍ اَتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَسَلَّطَهُ عَلٰی هَلَكَةٍ فِی الْحَقِّ وَرَجُلٍ اَتَاهُ اللّٰهُ حِكْمَةً فَهُوَ يَقْضِیْ بِهَا وَيُعَلِّمُهَا.

ہوئے سنا ہے کہ حسد (یعنی رشک کرنا) صرف دو چیزوں میں مستحب ہے ایک وہ شخص جس کو اللہ نے مال دیا ہو اور اسے (اس کے صحیح مصارف میں) خرچ کرنے پر مسلط کر دیا ہو اور ایک وہ شخص جس کو اللہ نے حکمت دی ہو اور وہ اس کے مطابق فیصلے کرتا ہو اور تعلیم دیتا ہو۔

ہو۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۷۳ میں گزر چکی ہے۔

صدقہ میں ریاء

۶ - بَابُ الرِّیَاءِ فِی الصَّدَقَةِ

ریاء کا معنی ہے: دکھانے کے لیے کوئی کام کرنا قرآن مجید میں ہے:

وہ لوگ جو دکھاوا کرتے ہیں ○

الَّذِیْنَ هُمْ یُرَادُّوْنَ ○ (الماعون: ۶)

یعنی جب مسلمان نماز پڑھتے ہیں تو منافقین بھی ان کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور مسلمانوں کو یہ دکھاتے ہیں کہ وہ بھی مسلمانوں کے طریقہ پر ہیں۔ المنرب میں ہے: جو ریاء کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کے ساتھ ریاء کرے گا یعنی جو شخص کوئی عمل اس لیے کرتا ہے کہ لوگ اس کے عمل کو دیکھیں تو قیامت کے دن اللہ اس کی ریاء کاری کو مشہور کر دے گا۔ ابو حامد نے کہا ہے کہ ریاء کا لفظ رویت سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے کوئی شخص لوگوں کو اپنے یہ کام دکھانے میں اپنی قدر و منزلت پیدا کرے۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۳۸۳)

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! احسان جتا کر اور اذیت پہنچا کر اپنے صدقات ضائع نہ کرو اس شخص کی طرح جو اپنا مال یا کاری کے لیے خرچ کرتا ہے وہ نہ اللہ پر ایمان لاتا ہے اور نہ قیامت پر اس کی مثل اس چکنے پتھر کی طرح ہے جس پر تھوڑی سی مٹی ہو پھر اس پر زور کی بارش ہوئی جس نے اس پتھر کو بالکل صاف کر دیا وہ (ریا کار) اپنی کمائی سے کسی چیز پر قدرت نہیں پائیں گے اور اللہ کا فردل کو ہدایت نہیں دیتا ○ (البقرہ: ۲۶۳)

بِقَوْلِهِ تَعَالٰی ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَبْطُلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَى كَالَّذِي يُنْفِقُ مَالَهُ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَنَسِيَ كَسْلًا صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَأَصَابَهُ وَابٍ فَفَرَّكَهُ صَدًّا لَا يَقْدِرُونَ عَلَى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوا وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ﴾ (البقرہ: ۲۶۴).

اللہ تعالیٰ نے ایسے صدقات و احسان جتا کر اور طعنے دے کر برباد کرنے سے منع فرمایا ہے جس طرح کوئی شخص ریاء کاری اور دکھاوے کے لیے عمل کرتا ہے تو آخرت میں اسے اپنے عمل کا کوئی اجر نہیں ملتا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ”صلدا“ کا معنی ہے:

جس پر کوئی چیز نہ ہو۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا ﴿صَلْدًا﴾ (البقرہ: ۲۶۴) لَيْسَ عَلَيْهِ شَيْءٌ.

عکس نے کہا: ”واہل“ کا معنی ہے: شدید بارش اور ”الطل“

کا معنی ہے: شبنم۔

وَقَالَ عِكْرِمَةُ ﴿وَاِهْلٌ﴾ (البقرہ: ۲۶۵) مَطَرٌ شَدِيدٌ وَالطَّلُّ النَّدَى.

امام بخاری نے اس باب میں ریاء کاری کی مذمت میں صرف قرآن مجید کی آیت پیش کرنے پر اقتصار کیا ہے جس میں احسان جتانے اور طعنے دینے کو ریاء کاری کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور مشہ بہ مشہ سے اقویٰ ہوتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ریاء کاری احسان

جتانے اور طعنے دینے سے بھی بڑا گناہ ہے، امام بخاری نے ریاء کاری کی مذمت میں کوئی حدیث روایت نہیں کی۔ ہو سکتا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ امام بخاری کو ریاء کی مذمت میں اپنی شرائط کے مطابق کوئی حدیث نہ ملی ہو، اور امام بخاری نے صدقہ میں ریاء کا عنوان قائم کر کے اس پر تنبیہ کی ہے کہ اس عنوان کے تحت بہر حال احادیث ہیں، ہم ریاء کی مذمت میں چند احادیث پیش کر رہے ہیں:

ریاء کاری کی مذمت میں احادیث

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے جہاد کے متعلق خبر دیجئے، آپ نے فرمایا: اے عبداللہ بن عمرو! اگر تم نے صبر کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے جہاد کیا تو اللہ تم کو (قیامت کے دن) اس حال میں اٹھائے گا کہ تم صبر کرنے والے اور ثواب کی نیت کرنے والے ہو گے اور اگر تم نے ریاء اور بڑائی کے حصول کے لیے جہاد کیا تو اللہ تمہیں اس حال میں اٹھائے گا کہ تم ریاء کرنے والے اور بڑائی کو طلب کرنے والے ہو گے، اے عبداللہ! تم جس حال میں بھی قتال کرو گے، اللہ تمہیں اسی حال میں اٹھائے گا۔ (سنن ابوداؤد: ۲۵۱۹، المستدرک ج ۲ ص ۸۶-۸۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بھ الحزن (غم کا کنواں) سے اللہ کی پناہ طلب کرو، صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! جب الحزن کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ جہنم کی ایسی وادی ہے جس سے جہنم ہر روز چار سو مرتبہ پناہ طلب کرتی ہے، صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! اس میں کون داخل ہوگا؟ آپ نے فرمایا: اسے قرآن کے ان قاریوں کے لیے تیار کیا گیا ہے جو ریاء کاری کے لیے عمل کرتے ہیں اور اللہ کے نزدیک۔۔۔ زیادہ مبغوض۔۔۔ وہ ہیں جو ظالم حکام سے ملنے کے لیے جاتے ہیں۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۵۶، سنن ترمذی: ۲۳۸۳)

حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے تم پر سب سے زیادہ شرک اصغر کا خطرہ ہے، میں نے یہ عرض کیا: یا رسول اللہ! شرک اصغر کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: ریاء (دکھانے کے لیے عمل کرنا) اللہ تبارک و تعالیٰ جس دن بندوں کو ان کے اعمال کی جزاء دے گا، اس دن فرماوے گا: یا ایہ الذین آمنوا! انکم کائنتم اعداء، لو جن کے لیے تم دنیا میں عمل کرتے تھے پس دیکھو! کیا تم ان کے پاس کوئی جزاء پاتے۔۔۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۲۹، شعبان: ۳۱، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۰۲)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جہاد کی دو قسمیں ہیں، جس نے اللہ کی رضا جوئی اور امام کی اطاعت کے لیے جہاد کیا، عمدہ مال خرچ کیا، ساتھی، سے نرمی برتی اور فساد سے اجتناب کیا، تو اس کی نیند اور میاں داری میں بھی اجر ہے اور جس نے فخر کے لیے، دکھانے کے لیے، یا امام کی نافرمانی کے لیے، یا دنیا میں فساد کے لیے، یا کافروں کے لیے جہاد کیا، اس کا اجر برابر بھی نہیں ہوگا۔ (سنن ابوداؤد: ۲۵۱۵، المستدرک ج ۲ ص ۱۵)

حضرت شداد بن اسد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مجھے اپنی امت پر شرک اور شہوت خفیہ کا خطرہ ہے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ کے بعد آپ کی امت شرک کرے گی؟ آپ نے فرمایا: ہاں! لیکن وہ سورج یا چاند کی یا پتھر یا بت کی پرستش نہیں کرے گی، بلکہ وہ اپنے اعمال میں ریاء کریں گے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۳، شعب الایمان ج ۵ ص ۳۳۱)

شہوت خفیہ سے مراد یہ ہے کہ ایک شخص صبح کو روزے سے اٹھے گا، پھر اس کو خواہش ہوگی تو وہ روزہ توڑ دے گا۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۱۲۳) حضرت عبادہ بن الصامت اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ شہوت خفیہ سے مراد دنیا میں عورتوں کی خواہش ہے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۶)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے ریاء کاری سے نماز پڑھی اس نے شرک کیا اور جس نے ریاء کاری سے روزہ رکھا اس نے شرک کیا اور جس نے ریاء کاری سے صدقہ دیا اس نے شرک کیا۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن جس شخص کا سب سے پہلے فیصلہ کیا جائے گا وہ مرد ایک شہید ہوگا اس کو لایا جائے گا اللہ تعالیٰ اس پر اپنی نعمتوں کو گنوائے گا جن کا وہ اعتراف کرے گا اللہ تعالیٰ پوچھے گا: تو نے ان نعمتوں میں کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا: میں نے تیری خاطر قتال کیا حتیٰ کہ میں شہید ہو گیا اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم نے جھوٹ بولا لیکن تم نے اس لیے قتال کیا تھا کہ تم کو بہادر کہا جائے سو وہ کہا گیا پھر اس کو منہ کے بل تھسیٹ کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا اور ایک شخص نے علم حاصل کیا اور لوگوں کو پڑھایا اور قرآن پڑھا اس کو لایا جائے گا اللہ تعالیٰ اس پر اپنی نعمتیں گنوائے گا پس وہ ان کا اعتراف کرے گا اللہ تعالیٰ پوچھے گا: تم نے ان نعمتوں میں کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا: میں نے علم حاصل کیا اور اس کو پڑھایا اور میں نے تیرا قرآن پڑھا اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم نے جھوٹ بولا لیکن تم نے اس لیے علم حاصل کیا تھا کہ تم کو عالم کہا جائے اور تم نے قرآن پڑھا تا کہ کہا جائے: یہ قاری ہے سو کہا گیا پھر اس کو منہ کے بل تھسیٹ کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا اور ایک شخص کو اللہ تعالیٰ نے بہت وسعت دی تھی اور اس کو ہر قسم کا مال عطا کیا تھا اس کو لایا جائے گا اللہ تعالیٰ اس پر اپنی نعمتیں گنوائے گا جن کا وہ اعتراف کرے گا اللہ تعالیٰ پوچھے گا: تم نے ان نعمتوں میں کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا: میں نے اس راستے میں مال خرچ کیا جس میں تجھ کو مال خرچ کرنا پسند ہے میں نے تیری رضا کے لیے خرچ کیا اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اتنے سے جھوٹ بولا لیکن تو نے اس لیے خرچ کیا تھا تا کہ یہ کہا جائے کہ یہ بہت سخی ہے سو وہ کہا گیا پھر یہ صدم دیا جائے گا کہ اس کو منہ کے بل تھسیٹا جائے پھر اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ (صحیح مسلم: ۱۹۰۵، سنن نسائی: ۳۱۳۷، مسند احمد ج ۲ ص ۲۲۲، المستدرک ج ۱ ص ۲۰۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس حدیث کے پہلے قائل تھے کہ اللہ تعالیٰ اس کو منہ کے بل تھسیٹ کر دوزخ میں ڈال دے گا۔ (سنن ترمذی: ۲۳۸۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میں تمام شرکاء کے شرک سے مستغنی ہوں جس نے کسی عمل میں میرے غیر کو شریک کیا میں اس عمل کو اور اس کے شریک کو چھوڑ دوں گا۔

(صحیح مسلم: ۲۹۸۵، الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۶۹)

اللہ خیانت کے مال سے صدقہ قبول نہیں کرتا اور اللہ

صرف پیرزہ کمان سے صدقہ قبول کرتا ہے

کیونکہ قرآن مجید میں ہے: (لوگوں سے) اچھی بات کہنا اور

درگزر کرنا اس صدقہ سے بہتر ہے جس کے بعد تکلیف پہنچے اور اللہ

بے نیاز اور بہت بردبار ہے (البقرہ: ۲۶۳)

۷۔ بَلَا يَتَّخِذُ اللَّهُ صَدَقَةً مِنْ خُبْرٍ

وَلَا يَقْبَلُ إِلَّا مِنْ كَسْبٍ نَقِيبٍ

بِقَوْلِهِ ﴿قَوْلٌ مَعْرُوفٌ وَمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِنْ

صَدَقَةٍ يَتْبَعُهَا أَذًى وَاللَّهُ غَنِيٌّ خَلِيمٌ﴾ (البقرہ: ۲۶۳)۔

اس آیت کی تائید درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: کوئی نماز بغیر وضوء کے قبول نہیں ہوتی اور نہ خیانت کے مال سے

صدقہ قبول ہوتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۱، صحیح مسلم: ۲۲۳، سنن ابن ماجہ: ۲۷۲)

سود و رشوت اور کسی بھی حرام مال سے صدقہ اور خیرات کرنا حج کرنا یا کوئی بھی عبادت کرنا جائز نہیں ہے۔

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

کسی شخص نے مال حرام سے فقیر کو کچھ دیا اور اس میں ثواب کی نیت کی تو وہ کافر ہو گیا اور اگر فقیر کو علم ہو کہ دینے والے نے حرام مال سے اس کو دیا ہے اور اس دینے والے کو عادی اور دینے والے نے آمین کہی تو دونوں کافر ہو گئے۔

(رد المحتار ج ۳ ص ۲۰۲ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۱۹ھ)

ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۳ھ نے بھی یہی لکھا ہے۔ (مرقاۃ ج ۲ ص ۳۲ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

امام بخاری نے اس باب کے تحت بھی کوئی حدیث روایت نہیں کی جس کی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ ان کو اپنی شرط کے مطابق حدیث نہیں مل سکی بہر حال اس حدیث کی شرح میں ہم نے سنن ترمذی کے حوالے سے اس کے مناسب حدیث لکھ دی ہے۔

۸۔ بَابُ الصَّدَقَةِ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ

پاکیزہ کمائی سے صدقہ کرنا

لَقَوْلِهِ ﴿وَيُرِيهِ الصَّدَقَاتِ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُفَّارَاتِهِمْ﴾ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (البقرة: ۲۷۶-۲۷۷)

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور اللہ کسی ناشکرے گناہ گار کو پسند نہیں کرتا ○ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے اور انہوں نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ دیتے رہے ان کے لیے ان کا ثواب ان کے رب کے پاس ہے اور ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے ○ (البقرة: ۲۷۶-۲۷۷)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: سود اگرچہ بہت زیادہ ہو لیکن اس کا انجام مال کی کمی ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۵۲۸)

امام ابو منصور محمد بن محمد الماتری دی المتوفی ۳۳۰ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت میں ”بِمَحَقِّ“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: ہلاک کرنا، باطل کرنا، باطل کو مٹانا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ مال جمع کرنے کا قصد کرتے ہیں اور ان پر بخل غالب ہوتا ہے تاکہ ان کے بعد ان کی اولاد اس مال سے قطع اٹھائے۔ اس وجہ سے وہ لوگوں کو مال کا صدقہ نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور ان کو سود لینے اور صدقہ کرنے کی ترغیب دی ہے۔ (تاریخات اہل السنہ ج ۲ ص ۲۷۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۳۲۶ھ)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی ترغیب کی ہے جو نیک عمل کرتے ہیں نماز پڑھتے ہیں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں کہ ان کو آخرت میں کوئی خوف اور غم نہیں ہوگا۔

۱۴۱۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَيْمُونٍ سَمِعَ أَبَا النَّضْرِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ هُوَ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدْلِ تَمْرَةٍ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ وَلَا يَقْبَلُ اللَّهُ إِلَّا الطَّيِّبَ رَزَقَ اللَّهُ بِتَقَبُّلِهَا بِمِثْلِهِ ثُمَّ يُرَبِّئُهَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسیر نے حدیث بیان کی انہوں نے ابو النضر سے سنا انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرحمان نے حدیث بیان کی اور وہ عبد اللہ بن دینار ہیں از والد خود از ابی صالح از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے پاکیزہ کمائی سے کھجور کے برابر صدقہ کیا اور اللہ صرف پاکیزہ چیز کو قبول کرتا ہے اور بے شک

لِصَاحِبِهِ كَمَا يُرَبِّي أَحَدُكُمْ فَلَوْهٗ حَتَّى تَكُونَ مِثْلَ الْجَبَلِ۔
 اللہ اس کو اپنے دائیں ہاتھ سے قبول کرتا ہے پھر اس صدقہ کرنے والے کے لیے اس کو بڑھاتا رہتا ہے جیسا کہ کوئی شخص تم میں سے اپنے گھوڑے کے بچہ کو پالتا ہے حتیٰ کہ اس کا وہ صدقہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔

تَابَعَهُ سُلَيْمَانُ عَنْ ابْنِ دِينَارٍ وَقَالَ وَرَقَاءُ عَنْ ابْنِ دِينَارٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ وَزَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ وَسَهِيلٌ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔
 عبد الرحمان کی متابعت سلیمان نے کی ہے ابن دینار سے اور ورقاء نے کہا از ابن دینار از سعید بن یسار از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ اور اس کو مسلم بن ابی مریم نے اور زید بن اسلم نے اور سہیل نے از ابو صالح از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ روایت کیا ہے۔

[طرف الحدیث: ۷۳۰] [صحیح مسلم: ۱۰۱۳، الرقم السلسل: ۲۳۰۵، سنن ترمذی: ۶۶۱، سنن نسائی: ۲۵۲۵، سنن ابن ماجہ: ۱۸۴۲، السنن کبریٰ: ۲۳۰۴، صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۱۳۳-۱۳۳، الشریعہ الآجری ص ۳۲۱-۳۲۰، کتاب الاسماء والصفات ص ۳۲۸، شرح السنن: ۱۶۳۲، مسند احمد ج ۲ ص ۵۳۸، طبع قدیم مسند احمد: ۱۰۹۳۵، ج ۱ ص ۵۵۱، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت]

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن مزیر (۲) ابوالنضر ان کا نام سالم بن ابی امیہ ہے یہ مہر بن عبید اللہ بن عمر کے آزاد کردہ غلام ہیں، القرطبی التیمی ہیں (۳) عبد الرحمان بن عبد اللہ بن دینار مولیٰ عبد اللہ بن عمر (۴) ان کے والد عبد اللہ بن دینار ہیں (۵) ابو صالح زکوان از زیات السمان (۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۸۸)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ ملاحظہ فرمائیے: جس سے پاکیزہ کرنے سے بھجور کے برابر صدقہ کیا۔

مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے: ”بعدل تمرہ“۔ ”عَدَلَ“ کا معنی ہے: جو چیز کسی اور جنس کے برابر ہو علامہ خطابی نے کہا: جس چیز کی قیمت بھجور کے برابر ہو۔

”کَسْبٌ حَبٌّ“ جو چیز حلال مال سے حاصل ہو اس کو کسب کہتے ہیں اور ”بِزْنِ ذَرٍّ“ جس کا وزن ذرہ کے برابر ہو۔

اللہ اس کو اپنے دائیں ہاتھ سے قبول کرتا ہے: اللہ کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں اللہ تعالیٰ کے لیے دائیں ہاتھ کا ذکر اس لیے فرمایا ہے کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر فضیلت ہوتی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اچھی طرح قبول فرماتا ہے۔
 ”فلوہ“ گھوڑی کا ایک سال کا بچہ جو اپنی ماں کا دودھ چھوڑ کر چار وغیرہ کھانے لگے۔
 حتیٰ کہ وہ صدقہ پہاڑ کی مثل ہو جاتا ہے: یعنی میزان میں بہت ثقیل ہوتا ہے۔

(الاسام السنن ج ۱ ص ۳۹۱، دار کتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۸ھ)

* حدیث مذکور، شرح صحیح مسلم: ۲۲۳۸۔ ج ۲ ص ۹۳ پر مذکور ہے اس کی شرح کا عنوان ہے: مال حرام سے صدقہ کرنے کا حکم۔

مجھے اس مال کی حاجت نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۵ میں گزر چکی ہے۔
 ۱۴۱۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا
 أَبُو عَاصِمٍ النَّبِيلُ قَالَ أَخْبَرَنَا سَعْدَانُ بْنُ بِشْرِ قَالَ
 حَدَّثَنَا أَبُو مُجَاهِدٍ حَدَّثَنَا مِجْلٌ بْنُ خَلِيفَةَ الطَّائِي قَالَ
 سَمِعْتُ عَدِيَّ بْنَ حَارِثٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ
 كُنْتُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَهُ
 رَجُلَانِ أَحَدُهُمَا يَشْكُو الْعِيْلَةَ وَالْآخَرُ يَشْكُو
 قَطْعَ السَّبِيلِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ أَمَّا قَطْعُ السَّبِيلِ فَإِنَّهُ لَا يَأْتِي عَلَيْكَ إِلَّا قَلِيلٌ
 حَتَّى تَخْرُجَ الْغَيْرُ إِلَى مَكَّةَ بِغَيْرِ خَفِيرٍ وَأَمَّا الْعِيْلَةُ
 فَإِنَّ السَّاعَةَ لَا تَقُومُ حَتَّى يَطُوفَ أَحَدُكُمْ بِصَدَقَتِهِ
 لَا يَجِدُ مَنْ يَقْبَلُهَا مِنْهُ ثُمَّ لِيَقْفَرَ أَحَدُكُمْ سَنَ يَدَى
 اللَّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ حِجَابٌ وَلَا تَرْجَمَانِ يَتَرَجَمُ
 لَهُ ثُمَّ لِيَقُولَنَّ لَهُ أَلَمْ أُوتِكَ مَا لَا؟ فَلْيَقُولَنَّ بَلَى أَلَمْ
 لِيَقُولَنَّ أَلَمْ أُرْسِلْ إِلَيْكَ رَسُولًا؟ فَلْيَقُولَنَّ بَلَى فَيَنْظُرُ
 عَنْ يَمِينِهِ فَلَا يَرَى إِلَّا النَّارَ ثُمَّ يَنْظُرُ عَنْ شِمَالِهِ فَلَا
 يَرَى إِلَّا النَّارَ فَلْيَتَفَقَّصْ أَحَدُكُمْ النَّارَ بِمَنْزِلَةِ
 فَإِنْ لَمْ يَجِدْ لِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ.

[أطراف الحديث: ۱۳۱۷-۳۵۹۵-۶۰۲۳-۶۵۳۹-۶۵۴۰]

۶۵۶۳-۶۴۴۳-۷۵۱۲] (صحیح مسلم: ۱۰۱۶، رقم السلسل: ۲۳۱۰)

سنن ترمذی: ۲۳۱۵، سنن ابن ماجہ: ۱۸۴۳-۱۸۵، جامع المسانید:

جوزی: ۵۳۰۴، مستدرک الراشدین: ۱۳۲۷

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث
 بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو عاصم النبیل نے حدیث بیان کی
 انہوں نے کہا: ہمیں سعدان بن بشر نے خبر دی انہوں نے کہا:
 ہمیں ابو مجاہد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں مجل بن خلیفہ
 الطائی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے حضرت عدی بن
 حاتم رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے
 پاس تھا آپ کے پاس دو مرد آئے ان میں سے ایک تنگ دستی کی
 شکایت کر رہا تھا اور دوسرا راستہ میں ڈاکے کی شکایت کر رہا تھا تو
 رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رہا راستہ میں ڈاکے پڑتا تو تمہارے
 اوپر تھوڑے عرصہ کے بعد ایسا وقت آئے گا کہ ایک قافلہ مکہ سے
 کسی محرم کے رمضان کے دن ہوگا اور وہی تنگ دستی تو قیامت
 اس وقت تک قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ تم میں سے ایک شخص اپنے
 صدقہ کو گھورتا رہے گا اس سے اس صدقہ کو قبول کرنے والا
 کوئی شخص نہیں ملے گا پھر تم میں سے کوئی شخص اللہ کے سامنے اس
 طرح کھڑا ہوگا کہ اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوگا
 نہ ہوں جہانی کرنے والا ہوگا پھر اللہ اس سے فرمائے گا: کیا
 میں نے تم کو مال نہیں دیا تھا؟ وہ کہے گا: کیوں نہیں! پھر اللہ فرمائے
 گا: کیا میں نے تمہاری طرف رسول نہیں بھیجا تھا؟ وہ شخص کہے گا:
 نہیں! پھر وہ اپنی دائیں طرف دیکھے گا تو وہاں اللہ کو دیکھے
 گا پھر وہ بائیں طرف دیکھے گا تو وہاں اللہ کو دیکھے گا پھر وہ
 میں سے ہر شخص کو دیکھے گا کی آگ سے بچنا چاہیے وہ مجبور کے
 ایک ٹکڑے سے اور اگر مجبور بھی دستیاب نہ ہو تو کوئی نیک بات کہنے
 سے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ بن جعفر الجعفی المسندی (۲) ابو عاصم الضحاک بن مخلد النبیل (۳) سعدان بن بشر الجعفی (۴) ابو مجاہد
 ان کا نام سعد الطائی ہے (۵) مجل بن خلیفہ الطائی (۶) حضرت عدی بن حاتم الطائی رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۳۹۳)
 اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ تم میں سے ایک شخص

اس کی محرم عورتیں اور رشتہ دار عورتیں ہوں گی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آخر زمانہ میں لوگوں کے پاس بہت مال ہوگا اور انہیں زکوٰۃ قبول کرنے والا کوئی نہیں ملے گا اور یہ اس وقت ہوگا جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آجائے گا اور کفار کو قتل کر چکے ہوں گے اور روئے زمین پر کوئی کافر نہیں ہوگا اور اس زمانہ میں آسمان سے زمین کی طرف برکتیں نازل ہوں گی اور لوگ بہت کم ہوں گے اور وہ کسی مال کا ذخیرہ نہیں کریں گے کیونکہ ان کو علم ہوگا کہ غمقرب قیامت آنے والی ہے اور اس وقت زمین کی پیداوار میں بھی برکت ہوگی حتیٰ کہ ایک انا رکھا کر پورا گھر سیر ہو جائے گا اور پہلے بادشاہوں نے زمین میں جو خزانے دفن کیے ہوں گے زمین ان خزانوں کو اگل دے گی اور مال اتنا زیادہ ہوگا کہ لوگ اس میں بالکل رغبت نہیں کریں گے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اس سے پہلے صحیح البخاری: ۸۱ میں یہ حدیث گزری ہے کہ پچاس عورتوں کا ایک منتظم ہوگا اور اس حدیث میں ہے کہ چالیس عورتوں کا ایک کفیل ہوگا اور یہ تعرض ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ چالیس عورتوں کے عدد کی تخصیص سے زائد کی نفی نہیں ہوتی۔ (عمدة التاری ج ۸ ص ۳۹۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

دوزخ کی آگ سے بچو خواہ ایک کھجور کا ٹکرا

۱۰ - بَابُ اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ

نَمْرَةٍ أَوْ الْقَلِيلِ مِنَ التَّمْرِ

تَمْرَةٍ وَالْقَلِيلِ مِنَ التَّمْرِ

۱۔ دوزخ کی آگ سے بچو خواہ ایک کھجور کا ٹکرا
۲۔ نمرہ کر کے اور تھوڑا صدقہ کر کے
۳۔ دوزخ کی آگ سے بچو خواہ ایک کھجور کا ٹکرا
۴۔ نمرہ کر کے اور تھوڑا صدقہ کر کے
۵۔ دوزخ کی آگ سے بچو خواہ ایک کھجور کا ٹکرا
۶۔ نمرہ کر کے اور تھوڑا صدقہ کر کے
۷۔ دوزخ کی آگ سے بچو خواہ ایک کھجور کا ٹکرا
۸۔ نمرہ کر کے اور تھوڑا صدقہ کر کے
۹۔ دوزخ کی آگ سے بچو خواہ ایک کھجور کا ٹکرا
۱۰۔ نمرہ کر کے اور تھوڑا صدقہ کر کے

وَمَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَتَثْبِيتًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ أَصَابَهَا وَبَرٌ فَآتَتْ أُكُلَهَا ضَعْفَيْنِ فَإِن لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطُلَّ وَاللَّهُ بِمَا نَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝ أَيْوَدُ أَحَدُكُمْ أَن تَدَّخِرَ لَهُ جَنَّةٌ مِّنْ نَّجِيلٍ وَأَعْنَابٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ ذَٰلِكَ مَثَلُ

كُلِّ الثَّمَرَاتِ ۖ (البقرہ: ۲۶۵-۲۶۶)

۱۔ نمرہ کر کے اور تھوڑا صدقہ کر کے

اللہ کی رضا جوئی سے بچو خواہ ایک کھجور کا ٹکرا

(۱) البقرہ: ۲۶۵ میں اللہ کی رضا جوئی اور اپنے دلوں کو اسلام پر مضبوط رکھنے کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو احکامِ شریعت پر عمل کرنے کا عادی بنائیں اور اپنے نیک اعمال کو ایسی نیتوں اور ایسے کاموں سے محفوظ رکھیں جن سے وہ نیک اعمال فاسد ہو جائیں ایسی نیتوں میں ریاء کاری اور دکھ دے کی نیت ہے اور ایسے کاموں میں صدقہ لینے والے پر احسان جتانا اور طعنہ دے کر اسے تکلیف پہنچانا ہے۔

(۲) دل کا ثابت قدم رہنا صرف اللہ کے ذکر سے موصول ہوتا ہے جو شخص اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتا ہے اس کا دل اس وقت تک مطمئن اور مضبوط نہیں ہوتا جب تک اس کا خرچ کرنا محض اللہ کی رضا جوئی کے لیے نہ ہو جیسے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال کو گراں قیمت پر خرید کر آزاد کیا اور مشرکوں نے کہا کہ ضرور بلال نے ابوبکر پر کوئی احسان کیا ہوگا جس کا بدلہ اتارنے کے لیے اتنی بھاری قیمت ادا کر کے بلال کو آزاد کیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر کی مدح میں فرمایا:

وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَى إِلَّا ابْتِغَاءً
وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَى ۝ وَلَسَوْفَ يَرْضَى ۝ (البقرہ: ۲۱۱-۱۹)

اور اس پر کسی کا کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے ۝ وہ
صرف اپنے رب کی رضا کے لیے (اپنا مال خرچ کرتا ہے) جو سب
سے بلند ہے ۝ اور ضرور وہ عنقریب (اپنے رب سے) راضی ہو

گا

(۳) جب انسان بار بار اللہ کی رضا جوئی کے لیے خرچ کرتا ہے تو اللہ کی رضا جوئی اس کی فطرتِ ثانیہ بن جاتی ہے اور اگر کبھی اس سے
کسی نیک کام میں غفلت بھی ہو جائے تو اس کا دل فوراً اللہ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور یہی اسلام پر ثابت قدم رہنے کا وہ
مرتبہ ہے جس کا اس آیت میں ذکر ہے۔

(۴) مخلصین جب اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں تو ان کو یقین ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے عمل کو ضائع نہیں کرے گا اور ان کو
جو اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید ہے وہ پوری ہوگی اور مخلصین کا آخرت پر یقین رکھنا ہی اسلام پر ثابت قدمی سے عبارت ہے۔

(۵) مخلصین جب اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں تو اپنے مال کو صحیح مصارف میں خرچ کرتے ہیں اور نیکی کے راستہ میں لگاتے
ہیں اور خوب چھان بین کر کے اپنا مال خرچ کرتے ہیں اور اس بات سے ڈرتے ہیں کہ ان کا مال کہیں اللہ کی نافرمانی اور کسی
گناہ کے کام میں نہ لگ جائے اور یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور اسلام پر ثابت قدمی کی نیت سے اللہ تعالیٰ کی راہ
میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔

صدقہ دینے کے بعد اس پر احسان جتا کر اس کا اجر سائل کرنے کی مثال

البقرہ: ۲۶۶ میں فرمایا: کیا تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرتا ہے کہ اس کا کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو اور اس کے نیچے دریا
بہ رہے ہوں اس کے لیے اس باغ میں قسم کے پھل ہوں ان کو بڑھا پا آ جائے اور اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہوں تو (اچانک)
اس باغ میں گرم ہوا کا ایک جھولہ آئے جو میرے باغ میں ہوا اور وہ اس باغ سے

اس آیت میں صدقہ و خیرات کرے اس پر اللہ تعالیٰ جتا کر اس کے اجر سے محرومی کی مثال ہے کہ جس شخص کا بہت
پھل دار باغ ہو وہ جب بوڑھا اور کمانے سے عاجز ہو اور اس پر اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کی پرورش کا بھی بوجھ ہو تو اس وقت اس کو
اس باغ کی بہت سخت ضرورت ہوگی ایسے میں اگر وہ باغ کسی گالے والے بگولے سے جل جائے تو اس کے نقصان کا محرومی کا کیا عالم
ہوگا۔ اسی طرح انسان اگر اللہ سے دُور ہو جائے اور اللہ کی رحمت سے محروم ہو جائے تو اس کو یہ اللہ سے آخرت میں
جب وہ نیک عمل کرنے سے باز عاثر ہوگا اس کو اللہ کی رحمت سے محرومی کی سخت ضرورت ہوگی اور اس کے کسی نیک عمل کے
ملنے کا امکان نہیں ہوگا اور اس کی واحد امید وہ صدقہ و خیرات ہوں جو اس نے دنیا میں کیے تھے پھر اس کو اچانک معلوم ہو کہ اس نے جو
ان صدقات پر احسان جتایا تھا اور فقراء کو طعنے دے کر اذیت پہنچائی تھی اس سے وہ تمام صدقات ضائع ہو چکے ہیں تو اس شخص کی محرومی
اور مایوسی کا کیا عالم ہوگا۔ (تبیان القرآن ج ۱ ص ۹۹۹-۹۹۸ فرید بک اسٹال لاہور۔ ۲)

۱۴۱۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا
أَبُو النُّعْمَانِ الْحَكَمُ هُوَ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْبَصْرِيُّ قَالَ
حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ أَبِي
مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ آيَةُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن سعید نے
حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو النعمان الحکم نے حدیث
بیان کی اور وہ ابن عبد اللہ البصری ہیں انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ
نے حدیث بیان کی از سلیمان از ابو وائل از حضرت ابو مسعود رضی اللہ

الْصَّدَقَةُ كُنَّا نُحَامِلُ، فَجَاءَ رَجُلٌ فَتَصَدَّقَ بِشَيْءٍ كَثِيرٍ، فَقَالُوا مُرَاءِيٌّ، وَجَاءَ رَجُلٌ فَتَصَدَّقَ بِصَاعٍ، فَقَالُوا إِنَّ اللَّهَ لَعَبِيٌّ عَنْ صَاعٍ هَذَا، فَنَزَلَتْ ﴿وَالَّذِينَ يَلِيْزُونَ السُّطُوْعَيْنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقَاتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ﴾ (التوبہ: ۷۹) الْاَيَةُ.

[اطراف اللہ یث: ۱۳۱۶-۲۲۷۲-۳۶۶۸-۳۶۶۹]

(صحیح مسلم: ۱۰۱۸، الرقم المسلسل: ۲۳۱۷، سنن نسائی: ۲۵۲۷)

سنن کبریٰ: ۱۱۲۲۳، سنن ابن ماجہ: ۴۱۵۵)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبید اللہ بن سعید بن یحییٰ بن یزید ابو قتدہ امہ الیشیریؒ یہ ۲۳۱ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) ابو النعمان الحکم بن عبد اللہ الانصاری (۳) شعبہ بن الحجاج (۴) سلیمان بن مہران الاعمش (۵) ابو وائل شقیق بن سلمہ (۶) حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ ان کا نام عقبہ الانصاری ابدری ہے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۳۹۸)

مناقضین کے استہزاء کا بیان

عبدہ بدرالدین محمود بن احمد یحییٰ متوفی ۸۵۵ھ اس آیت کی تفسیر پر لکھتے ہیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا کہ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ چالیس دوقیعہ سونالے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور ایک انصاری مرد ایک صاع غنہ لے کر آئے تو بعض منافقین نے کہا: عبدالرحمان بن عوف تو صرف ریاء کاری اور دکھاوے کے لیے سونالے کر آئے ہیں۔ اس انصاری نے کہا: اور اس رسول اس ایک صاع سے مستغنی ہیں۔

۱۴۱۶ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ شَقِيقِ بْنِ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَرَّ بِالصَّدَقَةِ نَطَلَّ أَحَدُنَا إِلَى الشَّامِ فَتَحْمِلُ رَأْسُ الْمَدَائِنِ لِبَعْضِهِمُ الْيَوْمَ لِمِائَةِ أَلْفٍ

امام بخاری نے یہ حدیث بیان کرتے ہیں: ہمیں سعید بن یحییٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی: شقیق از حضرت ابو مسعود الانصاری رضی اللہ عنہ سے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ کی طرف سفر کیا تو ایک شخص نے کہا: اے رسول اللہ! آپ کا حکم دیتے ہیں کہ ہم میں سے ایک شخص کو شام کی طرف بھیجا جائے اور محنت مزدوری کرے تو اسے ایک کلو گرام غنہ ملتا اور آج ان میں سے ایک کے پاس ایک لاکھ درہم ہیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۳۱۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۴۱۷ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَعْقِلٍ قَالَ سَمِعْتُ عَدِيَّ بْنَ حَاتِمٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق انہوں نے کہا: میں نے عبد اللہ بن معقل سے سنا انہوں نے کہا: میں نے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے

يَقُولُ اَتَقْتُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِي تَمْرَةٍ.

بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ دوزخ کی آگ سے بچو خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے (کے صدقہ)

ے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۳۱۳ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ازہری انہوں نے کہا: مجھے عبد اللہ بن ابی بکر بن حزم نے خبر دی از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ ایک عورت داخل ہوئی اس کے ساتھ اس کی دو بیٹیاں تھیں اس نے سوال کیا پس میرے پاس ایک کھجور کے سوا کوئی چیز نہیں تھی پس میں نے وہ کھجور ہی اس کو دے دی اس عورت نے اس کھجور کو اپنی دو بیٹیوں کے درمیان تقسیم کر دیا اور خود اس سے نہیں لیا۔ وہ کھڑی ہو کر گئی پھر نبی ﷺ ہمارے پاس آئے ہیں میں نے آپ کو اس واقعہ کی خبر دی تو آپ نے فرمایا: جو کوئی ان بیٹیوں کی کفالت میں مبتلا ہوتا ہے وہ اس کے لیے دوزخ کی آگ سے حجاب بن جاتی ہیں۔

۱۴۱۸ - حَدَّثَنَا بَشَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ بْنُ حَزْمٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَتْ امْرَأَةٌ مَعَهَا ابْتَنَانِ لَهَا تَسْأَلُ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِي شَيْئًا غَيْرَ تَمْرَةٍ فَأَعْطَيْتُهَا إِيَّاهَا فَفَسَمَتْهَا بَيْنَ ابْنَتَيْهَا وَلَمْ تَأْكُلْ مِنْهَا ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ فَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْنَا فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ مَنِ ابْنَتَاكِ مِنَ النَّبَاتِ بِشَىءٍ كُنَّ لَهُ يَسْتَرًا مِنَ النَّارِ. [طريق الحديث: ۵۹۰]

(صحیح مسلم: ۲۶۲۹، الرقم للسلسل: ۵۷۰، سنن: ۱۱۱۵، باب: ۱۱، سنن: ۱۱، شعب الایمان: ۱۱۰۱۹، شرح السنن: ۱۶۸۱، مسند احمد ج ۶ ص ۸۸ طبع قدیم مسند احمد: ۲۳۵۷۲، ج ۳ ص ۱۲۰، مؤسسة الرسالة بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اس عورت نے کھجور کے دو ٹکڑے کیے اور ان کو اپنی بیٹیوں میں تقسیم کر...

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

کون سا صدقہ افضل ہے اور مال کے خواہش مند

اور تندرست آدمی کا صدقہ

۱۱ - بَابُ أَمَى الصَّدَقَةِ الْفَضْلُ

وَصَدَقَةُ الشَّحِيحِ الصَّحِيحِ

بِمَوَالِهِ ﴿وَأَنْفِقُوا مِنْ مَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ﴾ (المنافقون: ۱۰) الْآيَةُ.

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان چیزوں میں سے خرچ کرو جو ہم نے تم کو عطا کی ہیں اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کی موت آجائے۔ (المنافقون: ۱۰)

اس آیت میں اس سے ڈرایا ہے کہ انسان صدقہ و خیرات کرنے میں اتنی تاخیر کرے کہ اس کو موت آجائے اور اس باب کا عنوان ہے: جو انسان تندرست ہو اور مال کا خواہش مند ہو وہ اپنے نفس سے جہاد کر کے اس خوف سے صدقہ و خیرات کرے کہ کہیں اس کو اچانک موت نہ آجائے تو ایسے شخص کا صدقہ و خیرات کرنا افضل ہے اور یہ اس آیت اور باب کے عنوان میں مناسبت ہے۔

وَقَوْلِهِ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا بَيْعٌ فِيهِ﴾ (البقرہ: ۲۵۴) اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! جو ہم نے تم کو عطا کیا ہے اس میں سے خرچ کرو اس سے پہلے کہ وہ دن آجائے جس میں کوئی خرید و فروخت نہیں ہوگی۔ (البقرہ: ۲۵۴)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ مسلمان اللہ کے دیئے ہوئے مال میں سے اس کی راہ میں خرچ کریں تاکہ وہ اپنے رب کے پاس اپنے اجر کا ذخیرہ کریں اس سے پہلے کہ وہ دن آجائے کہ جس میں کسی چیز کا کوئی بدلہ نہیں لیا جائے گا نہ کسی کی دوستی کام آئے گی نہ کسی کے لیے شفاعت کام آئے گی یعنی کافروں سے مذہب کے بدلہ کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ کسی سے دوستی اور شفاعت ان کے کام آئے گی اور کافر ہی ظالم ہیں۔ اس آیت کی مزید تفسیر ہماری تفسیر تبیان القرآن البقرہ: ۲۵۴ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۴۱۹ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ الْقَعْقَاعِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو زُرْعَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ الصَّدَقَةِ أَكْثَرُ أَجْرًا؟ قَالَ أَنْ تَصَدَّقَ وَأَنْتَ صَحِيحٌ بِصَحِيحٍ تَخْنِسُ الْفَقْرَ وَتَأْمُلُ الْغِنَى وَلَا تُمَهِّلَ حَتَّى إِذَا بَلَغْتَ الْحَافَةَ قُلْتَ لِفُلَانٍ كَذَا وَلِفُلَانٍ كَذَا وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ [ط: ۲۷۴۸: الحدیث: ۲۷۴۸]

مأم بنی رکی روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الواحد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عمارہ بن القعقاع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو زرعة نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی انہوں نے بیان کیا کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور اس نے پوچھا: یا رسول اللہ! صدقہ کا سب سے زیادہ اجر ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تم اس حال میں صدقہ کرو کہ تم تندرست ہو اور مال کے خواہش مند ہو تمہیں تنگ دستی کا خطرہ ہو اور تم خوش حالی کی امید رکھتے ہو اور صدقہ کرنے میں اتنی ڈھیل نہ دو حتیٰ کہ روح تمہارے حلقوم تک پہنچ جائے تو پھر تم اس وقت کہو کہ فلاں کے لیے اتنا ہے اور فلاں کے لیے اتنا ہے اور اب تو فلاں کے لیے ہو ہی جائے گا۔

(صحیح مسلم: ۱۰۳۲، الرقم السلسل: ۲۳۳۳، سنن ابوداؤد: ۲۸۶۵، سنن نسائی: ۲۵۳۲، سنن ابن ماجہ: ۲۷۰۶، الاربع المصنوع: ۷۷۸، مسند ابویعلیٰ: ۶۰۹۲، مدارج: ۲۰۲، طب: ۲۰۲، بیرونی: ۱۲، مؤسسۃ الرشد: بیروت، جامع مسانید: ۱۰۷۹، مکتبۃ الرشد: ریاض: ۱۳۲۷ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) موسیٰ بن اسماعیل ابوسلمہ المنقری (۲) عبد الواحد بن زید ابوبشر (۳) عمارہ بن القعقاع ابن شبرمہ (۴) ابو زرعة ان کا نام حرم ہے اور عبد الرحمن اور عمرو کے بھی اقوال ہیں (۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۴۰۳)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: تم اس حال میں صدقہ کرو کہ تم تندرست ہو اور مال کے خواہش مند ہو سو اس حال میں صدقہ کرنے کا زیادہ اجر ہے اور یہی صدقہ دوسرے صدقات سے افضل ہے۔

افضل صدقہ کا مصداق اور صحت اور مال کی خواہش کے وقت صدقہ کی فضیلت کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک شخص آیا یہ شخص حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ہیں کیونکہ امام احمد نے روایت کی ہے کہ انہوں نے

سوال کیا تھا: کون سا صدقہ افضل ہے؟ تو آپ نے فرمایا: پانی پلانا، تو انہوں نے کہا: یہ مدینہ میں آپ سعد کی سبیل ہے۔

(مسند احمد ج ۶ ص ۷۷، المعجم الکبیر: ۶۳۶۸)

آپ نے فرمایا: اس حال میں صدقہ کرو کہ تم تندرست ہو اور ہمارے خواہش مند ہو کیونکہ ان دونوں حالتوں میں صدقہ کرنا نفس پر بہت دشوار ہوتا ہے اسی لیے اس حالت میں صدقہ کرنا سب سے افضل ہے۔

اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ اس وقت صدقہ کرنا سب سے افضل ہے جب تم زندہ اور تندرست ہو اور تمہیں مال کی ضرورت ہو نہ اس وقت جب تم بیمار ہو اور موت کی دہلیز پر ہو کیونکہ اس وقت تو مال تمہاری ملکیت سے نکل جائے گا اور دوسروں کے متعلق ہو جائے گا اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انسان اپنی زندگی میں ایک درہم خیرات کرے تو وہ موت کے وقت سو درہم خیرات کرنے سے افضل ہے اس لیے صدقہ کی فضیلت کی یہ شرط ہے کہ انسان صحت مند ہو اور اسے اس مال کی ضرورت ہو اس وقت اسے اس مال کو خرچ کرنے سے قن ہوگا کیونکہ اس کو لمبی زندگی کی امید ہوگی اور وہ فقر سے ڈرتا ہوگا۔

(اعلام السنن ج ۱ ص ۳۹۳، شرح ابن بطلال ج ۳ ص ۴۰۴، ملخصاً)

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۲۷۸۔ ج ۲ ص ۹۵۵ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

باب

۰۰۰۔ باب

امام بخاری نے اس باب کا کون عنوان قائم نہیں کیا اور ہر باب ابواب سابقہ کے ساتھ مناسب ہوتا ہے۔

۱۴۲۰ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ فِرَاسٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ بَعْضَ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلِيَ لِنَبِيِّ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّنَا أَسْرَعُ بِكَ لُحْرًا؟ قَالَ سُرُكُنُ يَدًا. فَأَخَذُوا قَصَبَةً يَذْرَعُونَهَا، فَكَانَتْ سَوْدَةً أَطْوَلَهُنَّ لَدَا، فَعَلِمْنَا بَعْدُ أَنَّمَا كَانَتْ طَوَّاءَ بَدَهَا الصَّدَقَةُ. وَكَانَتْ أَسْرَعَنَا لُحْرًا. وَكَانَتْ لَحْتُ الصَّدَقَةُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو عوانہ نے حدیث بیان کی از فراس از الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا کہ نبی ﷺ کی کسی زوجہ نے نبی ﷺ سے پوچھا: ہم میں سے کون سب سے پہلے آپ سے ملاقات کرے گی؟ آپ نے فرمایا: جس کے ہاتھ سب سے زیادہ لمبے ہوں گے پھر ازواج سرکندے سے اپنے ہاتھوں کی پیمائش کرنے لگیں تو حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ سب سے لمبے تھے پھر ہمیں بعد میں معلوم ہوا کہ لمبے ہاتھوں سے مراد صدقہ کرنا تھی اور وہ آپ سے سب سے پہلے ملاقات ہوئی تھیں۔ صدقہ کرنے سے محبت کرتی تھیں۔

(صحیح مسلم: ۲۳۵۲، الرقم المسلسل: ۶۱۹۹، جامع السانید لابن

جزی: ۷۲۳۸، مکتبۃ الرشدریاض: ۱۳۲۷ھ)

اس حدیث کو صرف امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

امام بخاری کا اپنی روایت میں حضرت زینب کی جگہ حضرت سودہ کا ذکر کرنا

علامہ ابوالحسن علی خلف ابن بطلال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں امام بخاری سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا ذکر ساقط ہو گیا، صحیح مسلم کی عبارت اس طرح ہے: حضرت عائشہ

رضی اللہ عنہا نے فرمایا: پس حضرت زینب کے ہاتھ سب سے لمبے تھے اور وہ صدقہ کرنے سے محبت کرتی تھیں۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۴۰۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

میں کہتے ہوں کہ علامہ نووی متوفی ۶۷۶ھ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اور علامہ عینی متوفی ۸۵۵ھ نے بھی اس کی تصریح کی ہے کہ علامہ نووی کی عبارت اس طرح ہے: امام بخاری نے ”کتاب الزکوٰۃ“ میں اس کی عبارت لکھی ہے جس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے آپ سے ملے ان حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں اور یہ وہم بالا جماع باطل ہے۔ (صحیح مسلم بشرح نووی ج ۱ ص ۶۳۸۶)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے لکھا ہے:

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سب سے پہلے آپ کے ساتھ واصل ہوئی تھیں امام بخاری کی روایت اس کے خلاف ہے اہل عجم کے درمیان معروف ہے کہ ازواج مطہرات میں سب سے پہلے حضرت زینب بنت جحش کی وفات ہوئی علامہ ابن الجوزی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں بعض راویوں سے غلطی ہوئی اور امام بخاری پر تعجب ہے کہ وہ اس غلطی پر کیسے متنبہ نہیں ہوئے اور نہ شارحین متوجہ ہوئے اور نہ علامہ خطابی متوجہ ہوئے کیونکہ انہوں نے لکھا ہے کہ نبی ﷺ نے خبر دی ہے کہ سب سے پہلے مجھ سے سودہ ملیں گی اس میں غلو نبوت ہیں اور یہ ان کا وہم ہے کیونکہ سب سے پہلے حضرت زینب فوت ہوئیں اور حضرت سودہ زندہ رہیں حتیٰ کہ وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت کے ایام میں ۴۵ھ میں فوت ہوئیں۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۲۵ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

حافظ بدرالدین عینی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (عمدة الباری ج ۸ ص ۴۰۶)

اس حدیث میں نبی ﷺ کا واضح جرم ہے اور حضرت ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا کی غیبت کا بیان ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۹۹۴۔ ج ۱ ص ۱۰۹۔ پر مذکور ہے اس کی تفسیر سے منادات حسب ذیل ہیں:

- ۱) حضرت زینب بنت جحش کی خصوصیات ۲) حضرت زینب بنت جحش کی سوانح ۳) کفو کا لغوی معنی ۴) کفو کا اصطلاحی معنی ۵) کفو کی تحقیق ۶) غیر کفو میں نکاح کی بحال ۷) قرآن مجید میں غیر کفو میں نکاح کے احکام کا بیان ۸) جمہور فقہاء کے نزدیک عام مخصوص عند البعض کا حجت ہونا ۹) ”احل لکم ما وراء ذالک“ میں ”ما“ کا عموم ۱۰) ”احل لکم ما وراء ذالک“ کے عموم سے فقہاء کا استدلال ۱۱) ”فانکحوا ما وراء ذالک“ میں ”ما“ کے عموم سے فقہاء کا استدلال ۱۲) ”وانکحوا الا بائنی منکم“ (الایۃ) سے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال ۱۳) غیر کفو میں نکاح کا جواز سادات کرام کی تعظیم و تکریم کے منافی نہیں ہے ۱۴) ”ولا جناح علیکم ان تنکحوهن“ سے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال ۱۵) آیت تحلیل سے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال ۱۶) ”ان کرہتم منہن الا اتفاقاً“ سے نکاح کے جواز پر استدلال ۱۷) استدلال ۱۸) ”و ما کان منہن زوجہ مؤمنہ“ سے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال ۱۹) ”و ما کان منہن زوجہ مؤمنہ“ سے ”و ما کان منہن زوجہ مؤمنہ“ سے ۲۰) ”انکرہتم منہن الا اتفاقاً“ سے نکاح کے جواز پر استدلال ۲۱) ”وللہ العزۃ و للرسولہ و للمؤمنین“ سے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال ۲۲) عہد رسالت میں غیر کفو میں کیے ہوئے نکاحوں میں سے چند نکاحوں کا بیان ۲۳) غیر کفو میں کیے ہوئے نکاحوں کی ایک توجیہ کا جواب ۲۴) اسلام میں ذات پات کا امتیاز نہ کرنے پر احادیث ۲۵) اسلام اور اچھے اخلاق کی بناء پر رشتہ دینے کا حکم عام ازیں کہ کفو ہو یا غیر کفو ۲۶) سیدات کا غیر فاطمیوں کے ساتھ نکاح کا بیان ۲۷) حضرت سیدہ ام کلثوم کے حضرت عمر سے نکاح کا بیان ۲۸) حضرت سیدہ فاطمہ بنت حسین اور حضرت سیدہ سکینہ بنت حسین کے غیر فاطمی جوانوں سے نکاح کا بیان ۲۹) حسن ثنی کی صاحب زادیوں کے نکاحوں کا بیان ۳۰) سیدات کے غیر کفو میں کیے ہوئے نکاحوں کی توجیہ کا بیان ۳۱) نکاح کی وجہ سے عورت کی تذلیل کی تحقیق ۳۲) غیر کفو میں نکاح کے انعقاد کے لیے صرف ولی اقرب کا

راضی ہونا کافی ہے (۳۳)۔ اعتبار کفو کی روایات کی فنی حیثیت (۳۴) تحریم کا مدار اس دلیل پر ہے جو قطعی اثبوت اور قطعی الدلالت ہو (۳۵) نکاح غیر کفو میں مذاہب اربعہ (۳۶) ہاشمیہ کا غیر ہاشمی سے نکاح کا جزئیہ (۳۷) نکاح غیر کفو اور حلالہ کا جزئیہ (۳۸) نکاح غیر کفو اور علامہ ابن ہمام (۳۹) نکاح غیر کفو میں مصنف کا موقف اور حرف آخر۔

* نکاح غیر کفو کی یہ بحث 'شرح صحیح مسلم ج ۶ ص ۱۱۰۵-۱۰۲۰ تک پھیلی ہوئی ہے' شرح صحیح مسلم کے چودہ سے زیادہ ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں اور مخالفین اس میں مذکور دلائل کے جواب دینے سے الحمد للہ آج تک عاجز رہے ہیں۔

دکھا کر صدقہ دینا

۱۲ - بَابُ صَدَقَةِ الْعَلَانِيَةِ

امام بخاری نے اس عنوان کے ثبوت میں کوئی حدیث روایت نہیں کی 'صرف درج ذیل آیت پیش کرنے پر اکتفاء کیا ہے:

وَقَوْلُهُ عَزَّ وَجَلَّ ﴿الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ (البقرہ: ۲۷۴)۔
اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو لوگ رات اور دن میں خفیہ اور علانیہ اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں تو ان کے رب کے پاس ان کے لیے اجر ہے نہ ان پر کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے (البقرہ: ۲۷۴)۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اس عنوان کے تحت صرف آیت لکھ کر یہ اشارہ کیا ہے کہ اس مسئلہ میں ان کی شرط کے مطابق کوئی حدیث نہیں ہے۔ (شرح باری ج ۳ ص ۲۷۴ دار الفکر ۱۴۲۶ھ)

حافظ بدرالدین یعنی لکھتے ہیں: یہ باب اعلانیہ صدقہ کے بارے میں ہے امام بخاری نے اس باب میں کوئی حدیث ذکر نہیں کی کیونکہ ظاہر یہ ہے کہ ان کو اپنی شرط کے مطابق اس موضوع کی کوئی حدیث نہیں ملی اس لیے انہوں نے اس آیت پر قناعت کر لی۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۴۰۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

جو صدقہ فرض ہو اس کو علانیہ اور ذکر و شہرت سے ہے اور جو صدقہ ان کے لیے طور پر دینا افضل ہے اور جائز دونوں طرح ہے امام بخاری نے دکھا کر صدقہ دینے کے متعلق احادیث پیش کی ہیں کہ وہ ان کی شرط کے مطابق نہیں تھیں۔

علانیہ صدقہ کے ثبوت میں احادیث

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم دن کے ابتدائی حصہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے ناگاہ آپ کے پاس لوگوں کی ایک جماعت آئی جو تھکنے پھرنے، نائے میں چڑھنے، رعب میں چپ ہو کر تلواریں نکالے ہوئے تھے ان میں سے اکثر بلکہ سب قبیلہ سہم سے تھے ان سے غزوہ فاتہہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کا چہرہ آرا متغیر ہوا آپ اندر گئے پھر باہر آئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کا حکم دیا حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی پھر اقامت کہی آپ نے نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک نفس سے پیدا کیا۔ (النساء: ۱) آپ نے یہ آیت پوری پڑھی پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: انسان کو غور کرنا چاہیے کہ وہ کل قیامت کے لیے کیا بھیج رہا ہے۔ (الحشر: ۱۸) لوگ درہم دینا زرا اپنے کپڑے گندم اور جو ایک صاع (جو چار کلو گرام کے اندازہ کے موافق ہوں) صدقہ کریں خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی ہو انصار میں سے ایک شخص تھیلی لے کر آئے جس کے اٹھانے سے ان کا ہاتھ تھک رہا تھا اس کے بعد لوگوں کا تاننا بندھ گیا یہاں تک کہ میں نے کھانے اور کپڑے کے دو ذہیر دیکھے حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ خوشی سے تھمارہا تھا یوں لگتا تھا جیسے آپ کا چہرہ سونے کا ہو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اسلام میں کسی نیک کام کی ابتداء کرے اسے اپنے عمل کا بھی اجر ملے گا اور بعد میں عمل کرنے والوں کا بھی اجر ملے گا اور

ان عمل کرنے والوں کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی اور جس نے اسلام میں کسی بڑے عمل کی ابتداء کی اسے اپنے عمل کا بھی گناہ ہوگا اور بعد میں عمل کرنے والوں کے عمل کا بھی گناہ ہوگا اور ان عمل کرنے والوں کے گناہ میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

(صحیح مسلم: ۱۰۱۷، سنن نسائی: ۲۵۵۳، سنن ابن ماجہ: ۲۰۳)

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ نبی ﷺ نے لوگوں کے سامنے نفلی صدقہ کی اپیل کی اور مسلمانوں نے سب کے سامنے صدقہ و خیرات میں مال دیا اور رسول اللہ ﷺ نے اس پر خوشی کا اظہار فرمایا اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نفلی صدقہ رکھا کر دینا جائز بلکہ مستحب ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس چار درہم تھے انہوں نے ایک درہم رات کو صدقہ کیا اور ایک درہم دن کو صدقہ کیا، ایک درہم چھپا کر صدقہ کیا اور ایک درہم علانیہ صدقہ کیا تب یہ آیت نازل ہوئی:

الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ بِالْأَيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا
وَعَلَانِيَةً. (البقرہ: ۲۷۴)

(المجم الکبیر: ۱۱۱۶۳، حافظ البیہقی نے کہا: اس کی سند میں ایک ضعیف راوی ہے جس کا نام عبدالوہاب بن مجاہد ہے، مجمع الزوائد ج ۶ ص ۳۲۳، دارالکتب العربی، بیروت ۱۴۰۲ھ)

علامہ ابوالیمان اندلسی متوفی ۷۵۴ھ لکھتے ہیں:

صدقہ فرضیہ کو ظاہر کر کے دینا افضل ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہی مختار ہیں۔ یہی نے اس پر اجماع نقل کیا ہے اور قاضی ابویعلیٰ کا بھی یہی مختار ہے نیز حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ نفلی صدقہ کو خفیہ طریقہ سے دینا افضل ہے اور حضرت ابن عباس سے یہ بھی مروی ہے کہ نفلی صدقہ کو خفیہ طریقہ سے دینا علانیہ طریقہ سے دینے سے ستر درجہ افضل ہے اور صدقہ فرضیہ کو علانیہ دینا خفیہ طریقہ سے دینے سے پچیس درجہ افضل ہے۔ زجاج نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں زکوٰۃ کو خفیہ طور پر دینا بھی احسن تھا لیکن اب لوگ بدگمانی کرتے ہیں اس لیے زکوٰۃ ظاہر کر کے دینا افضل ہے، علامہ ابن عربی نے کہا ہے کہ خفیہ اور علانیہ صدقہ کرنے کی ایک دوسرے پر فضیلت کے متعلق کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔ (البحر المحیط ج ۲ ص ۶۸۸-۶۸۹، دار الفکر، بیروت ۱۴۱۲ھ)

امام بیہقی نے شعب الایمان میں سند ضعیف کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خفیہ عمل علانیہ سے افضل ہے اور جو اس نے پامنا کر کے اس کی امتداد میں جائے اس کے لیے علانیہ عمل افضل ہے۔ (شعب الایمان: ۷۰۱۲)

حضرت معاویہ بن فرواتہ نے اپنے والد جویہ سے روایت کی ہے کہ اس کا سامنے کرنا افضل ہے۔ (شعب الایمان: ۷۰۲۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عید کے دن نبی ﷺ کے ساتھ حاضر تھا اور اگر میں کم عمر نہ ہوتا تو میں آپ کے ساتھ نہ ہوتا، آپ جس جھنڈے کے پاس گئے جو کثیر بن الصلت کے گھر پر لگا ہوا ہے پھر آپ نے خطبہ دیا پھر آپ خواتین کے پاس گئے اور آپ کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی تھے آپ نے عورتوں کو وعظ کیا اور نصیحت کی اور ان کو صدقہ دینے کا حکم دیا، پس میں نے دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھوں سے حضرت بلال کے کپڑے میں صدقہ ڈال رہی تھیں۔ صحیح البخاری: ۹۸ میں ہے کہ عورتیں اس کپڑے میں اپنے کانوں کی بالیاں اور انگوٹھیاں ڈال رہی تھیں۔ (صحیح البخاری: ۹۷۸-۹۷۹-۹۸۰، صحیح مسلم: ۸۸۳، سنن ابوداؤد: ۱۱۴۱)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ خواتین نے عید کے اجتماع میں سب کے سامنے صدقہ دیا اور یہ علانیہ صدقہ کرنے کی واضح دلیل ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کو نمبر: ۷۳۲۴-۵۸۸۳-۵۸۸۱-۵۸۸۰-۳۸۹۵-۱۳۳۹-۱۳۴۱-۹۸۹-۹۷۹-۹۷۸-۹۷۷

۹۷۵۔ ۹۶۳۔ ۹۶۲ اور ۸۶۳ پر بھی روایت کیا ہے اور کسی جگہ اس حدیث سے علانیہ صدقہ کرنے پر استدلال نہیں کیا حالانکہ یہ استنباط بالکل ظاہر ہے اور امام بخاری بہت خفی مسئلہ کا بھی حدیث سے استنباط کر لیتے ہیں 'نبی نے اس طرف ان کی توجہ کیوں نہیں کی اور نہ بخاری کے مشہور شارحین میں سے علامہ خطابی، علامہ ابن بطل، علامہ ابن جوزی، علامہ عسقلانی اور علامہ عینی نے اس طرف توجہ کی 'یہ اللہ تعالیٰ کا اس گناہ گار کم علم اور ناکارہ پر خصوصی کرم ہے کہ اس نے میرے ذہن کو علانیہ صدقہ پر استدلال کرنے کے لیے اس حدیث کی طرف متوجہ کیا۔ واللہ الحمد۔

خفیہ طور پر صدقہ کرنا

۱۳۔ بَابُ صَدَقَةِ السِّرِّ

امام بخاری نے اس باب کے عنوان کو ثابت کرنے کے لیے ایک حدیث معلق اور قرآن مجید کی ایک آیت کا ذکر کیا ہے:

وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقُ بِصَدَقَةٍ فَخَفَاَهَا حَتَّى لَا تَعْلَمَ بِمَالِهِ مَا صَنَعَتْ يَمِينُهُ.

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اور وہ شخص جس نے خفیہ طریقہ سے صدقہ کیا حتیٰ کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی پتا نہیں چلا کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا کیا ہے۔

اس تعلق کے موافق متصل حدیث صحیح البخاری: ۱۴۲۳ میں عنقریب آرہی ہے۔

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى ﴿إِنْ تَبَدُّوا لِنَصْفَتِ قَبْرِهِمْ﴾ وَإِنْ تُخْفَوْهَا وَتُوتُوهُمَا الْفُقَرَاءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ﴾

یہ قرآنی بات ہے: اگر تم ان (صدقات) کو علانیہ دو تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر تم ان (صدقات) کو علانیہ دو تو یہ قرآنی بات درست ہے۔ (البقرہ: ۲۷۱)۔

خفیہ طور پر صدقہ دینے کی فضیلت میں دیگر احادیث

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے اس کو پیدا فرمایا تو وہ ہنس لگی، پھر اللہ نے پہاڑوں کو پیدا فرمایا اور ان کو زمین کے اوپر لے آیا تو پھر زمین میں شہری و دیہاتیوں کو پیدا کیا تو ان کی تخلیق پر تعجب ہوا اور پوچھا: یا اللہ! کیا ٹیری مخلوق میں کوئی چیز پہاڑوں سے بھی زیادہ سخت ہے۔ فرمایا: ہاں! لوہا، رتوں سے پوچھا: کیا کوئی چیز لوہے سے بھی زیادہ سخت ہے؟ فرمایا: ہاں! پانی، فرشتوں نے پوچھا: کیا کوئی چیز پانی سے بھی زیادہ سخت ہے؟ فرمایا: ہاں! وہ ابن آدم جو اپنے دائیں ہاتھ سے صدقہ دے اور اسے بائیں ہاتھ سے بھی چھپائے۔ (یہ عمل ہوا سے بھی زیادہ سخت ہے)۔ (سنن ترمذی: ۳۳۶۹، شعب الایمان: ۳۴۴۱)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پوشیدہ طریقہ سے صدقہ دینا رب کے سب کو بچھا دیتا ہے اور صلہ رحم (رشتہ داری نبھانا) عمر میں اضافہ کرتا ہے اور نیکی کا فعل بڑی موت سے بچاتا ہے۔ (شعب الایمان: ۳۴۴۲)

جب لاعلمی میں کسی غنی

۱۴۔ بَابُ إِذَا تَصَدَّقَ عَلَى غَنِيٍّ وَهُوَ لَا يَعْلَمُ

پر صدقہ کیا گیا

غَنِيٍّ وَهُوَ لَا يَعْلَمُ

۱۴۲۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی 'انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی 'انہوں نے کہا: ہمیں ابو الزناد نے خبر دی از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں

وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لَا تَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَهَا فِي يَدِ سَارِقٍ فَأَصْبَحُوا يَتَحَدَّثُونَ تُصَدِّقُ عَلَى سَارِقٍ فَقَالَ اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ لَا تَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَهَا فِي يَدِ زَانِيَةٍ فَأَصْبَحُوا يَتَحَدَّثُونَ تُصَدِّقُ اللَّيْلَةَ عَلَى زَانِيَةٍ فَقَالَ اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلَى زَانِيَةٍ لَا تَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَهَا فِي يَدِ غَنِيٍّ فَأَصْبَحُوا يَتَحَدَّثُونَ تُصَدِّقُ عَلَى غَنِيٍّ لَكَ الْحَمْدُ عَلَى سَارِقٍ وَعَلَى زَانِيَةٍ وَعَلَى غَنِيٍّ فَأَتَى فِقِيلَ لَهُ أَمَّا صَدَقَتُكَ عَلَى سَارِقٍ فَلَعَلَّهُ أَنْ يَسْتَعِفَّ عَنْ سَرِقَتِهِ وَأَمَّا الزَّانِيَةُ فَلَعَلَّهَا أَنْ تَسْتَعِفَّ عَنْ زِنَاهَا وَأَمَّا الْغَنِيُّ فَلَعَلَّهُ يَغْتَرُّ فَبُنْفَعُ مِمَّا أَعْطَاهُ اللَّهُ.

نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک آدمی نے کہا: میں ضرور صدقہ کروں گا وہ اپنے صدقہ کو لے کر نکلا پھر اس کو ایک چور کے ہاتھ پر رکھ دیا صبح کو لوگوں نے کہا: ایک چور پر صدقہ کیا گیا ہے اس آدمی نے کہا: اللہ کے لیے حمد ہے میں ضرور صدقہ کروں گا پھر وہ اپنے صدقہ کو لے کر نکلا پھر اس کو ایک زانیہ کے ہاتھوں پر رکھ دیا پھر صبح کو لوگوں نے کہا: زانیہ پر صدقہ کیا گیا ہے اس نے کہا: اے اللہ! زانیہ پر صدقہ کی وجہ سے تیرے لیے حمد ہے میں ضرور صدقہ کروں گا پھر وہ اپنے صدقہ کو لے کر نکلا اور اس کو ایک غنی کے ہاتھ پر رکھ دیا پھر صبح کو لوگ باتیں کرنے لگے کہ غنی پر صدقہ کیا گیا ہے اس نے کہا: چور پر اور زانیہ پر اور غنی پر صدقہ کی وجہ سے تیرے لیے حمد ہے پھر اس نے غیب سے آواز سنی: تم نے جو چور پر صدقہ کیا تھا تو ہو سکتا ہے کہ وہ چوری سے باز آ جائے اور تم نے جو زانیہ پر صدقہ کیا تھا تو ہو سکتا ہے کہ وہ زنا سے باز آ جائے اور تم نے جو غنی پر صدقہ کیا تھا تو ہو سکتا ہے کہ وہ عبرت حاصل کرے اور وہ اس مال سے صدقہ کرے جو اللہ نے اس کو عطا کیا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۰۲۲، رقم المسئل: ۲۲۵۱، صحیح ابن حبان: ۳۳۵۶، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۵۱، سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۳۲۲، صحیح ترمذی: ۸۲۸۲، ج ۱ ص ۳۶، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع السانید، ج ۱ ص ۵۰۳، مکتبۃ شذریف، ۱۳۲ھ)

اس حدیث کے رجال کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: پھر وہ اپنے صدقہ کو لے کر نکلا تو اس کو ایک غنی کے ہاتھ پر رکھ دیا اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس حدیث میں تین قسم کے لوگوں کو صدقہ دینے کا ذکر ہے پھر غنی کی کیا خصوصیت ہے کہ اس میں اس کا ذکر کیا گیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں جو شخص غنی ہے اس نے غنی کو فقیر مان کر کے اس کو زکوٰۃ دے دی پھر اس کو معلوم ہوا کہ یہ شخص غنی تھا تو بعض فقہاء کے نزدیک اس کی زکوٰۃ دہرا دینا اور جو فقیر ہے اس کو زکوٰۃ دینا بالاتفاق جائز ہے۔

حدیث میں مذکور بعض جملوں کی وضاحت اور لاعلمی میں غیر مستحق کو زکوٰۃ ادا کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

اس نے چور کے ہاتھ پر زکوٰۃ رکھ دی: یہ اس پر محمول ہے کہ اس کو معلوم نہیں تھا کہ یہ چور ہے۔

صبح کو لوگوں نے کہا کہ چور پر صدقہ کیا گیا ہے: یعنی ان لوگوں نے کہا جن کے درمیان وہ شخص رہتا تھا۔

اس نے کہا: اے اللہ! تیرے لیے حمد ہے: اس نے یہ جملہ یا تو بہ طور انکار کہا یا بہ طور تعجب کہا اس نے اس وجہ سے اللہ کا شکر ادا کیا کہ لاعلمی میں اس نے چور سے بدتر شخص کے ہاتھ پر صدقہ نہیں رکھا یا اس کو تعجب ہوا کہ میں نے کس کے ہاتھ میں لاعلمی میں صدقہ رکھ دیا اور اللہ کی حمد کی کہ وہ لاعلمی کے عیب سے پاک ہے۔

اے اللہ! زانیہ پر صدقہ کرنے کی وجہ سے تیری حمد ہے: اس کو تعجب ہوا کہ میں نے لاعلمی میں زانیہ کے ہاتھ پر صدقہ رکھ دیا اور اس نے اللہ کی حمد اس لیے کی کہ یہ میرا ارادہ نہیں تھا کہ میں زانیہ کو صدقہ دوں! یہ اللہ کا ارادہ تھا اور اللہ کا ہر کام عمدہ اور قابل تعریف ہوتا ہے، دو کفار اور فساق اور فجار کا بھی رب ہے ان کو بھی روزی دیتا ہے۔

اس نے غیب سے آواز سنی: ہو سکتا ہے اس نے خواب میں یہ آواز سنی ہو یا بیداری میں ہاتھ کی آواز سنی ہو یا اس کو اس زمانے کے نبی نے خبر دی ہو یا کسی عالم نے فتویٰ دیا ہو۔

امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے کسی کو فقیر سمجھ کر اس کو زکوٰۃ دی ہو بعد میں معلوم ہو جائے کہ وہ شخص غنی تھا تو اس کی زکوٰۃ ر ہوئی اور اس پر انعام واجب نہیں ہے، حسن بصری اور ابراہیم الخلی کا بھی یہی موقف ہے، امام ابو یوسف اور امام شافعی کا موقف یہ ہے کہ اس کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی اور اس پر دوبارہ زکوٰۃ دینا لازم ہے اور حدیث سے امام اعظم کے موقف کی تائید ہوتی ہے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۳۱۳-۳۱۴، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

جب کسی شخص نے لاعلمی میں اپنے

بچے کو زکوٰۃ دے دی

۱۵۔ بَابُ إِذَا تَصَدَّقَ عَلَى

إِبْنِهِ وَهُوَ لَا يَشْعُرُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی کہ ہمیں اجوریہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت معن بن یزید رضی اللہ عنہ نے ان سے بیان کیا کہ میں نے اور میرے باپ اور انے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی اور آپ نے میری سستی کی میرا دل کر دیا، میں نے آپ کے پاس یہ مقدمہ کیا کہ میرے باپ یزید چار دینار لے کر صدقہ کرنے کے لیے نکلے انہوں نے مسجد کے پاس ایک شخص کے ہاتھ پر وہ دینار رکھ دیئے، میں آیا تو میں نے وہ دینار لے لیے انہوں نے کہہ دیا کہ تم نے تمہارا ارادہ نہیں کیا تھا ہر میں نے اس کو لے لیا، میں نے خدمت میں یہ مقدمہ پیش کیا تو آپ نے میرے والد سے فرمایا: اے یزید! تم کو اسی کا اجر ملے گا جس کی تم نے نیت کی ہے اور اے معن! تم نے جو لے لیا وہ تمہارا ہے۔

۱۴۲۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُوَيْدٍ قَالَ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْجَوَيْرِيَّةِ أَنَّ مَعْنَ بْنَ يَزِيدَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ حَدَّثَهُ قَالَ بَايَعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا وَآبِي وَجَدِّي، وَخَطَبَ عَلَيَّ فَأَنْكَرْتَنِي، وَخَاصَمْتُ إِلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ يَزِيدُ أَخْرَجَ دَنَابِيرَ يَتَصَدَّقُ بِهَا، فَوَضَعَهَا مَدْرَسَةً فِي الْمَسْجِدِ، فَجِئْتُ فَأَخَذْتُهَا، فَأَتَيْتُهُ بِهَا، فَقَالَ: يَا لَكَ أَرَدْتُ، فَخَاصَمْتُهُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَكَ مَا نَوَيْتَ يَا يَزِيدُ، وَلَكَ مَا أَخَذْتَ يَا مَعْنُ

(سنن دارمی: ۱۵۳۵، مشکل الآثار: ۳۵۳۳، المعجم الکبیر: ۱۰۷۰، ج ۱۹، سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۳، مسند احمد ج ۳ ص ۷۰، طبع قدیم مسند احمد: ۱۵۸۶۰۔)

ج ۲۵ ص ۱۹۱، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، مسند الطحاوی: ۶۸۶۸)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن یوسف الشریانی (۲) اسرائیل بن یونس بن ابی اسحاق السبعی (۳) ابو الجویریہ حنان بن جفاف الجرمی (۴) معن بن

یزید۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۳۱۳)

رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینے کے متعلق مذاہب فقہاء

عند مہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال ماکھی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علاء کا اس پر اتفاق ہے کہ بیٹے اور باپ کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے جب کہ زکوٰۃ دینے والے پر ان کا نفقہ لازم ہو البتہ ان کو نفلی صدقہ دینا جائز ہے اور اس حدیث میں نفلی صدقہ مراد ہے۔

باقی ضرورت مند رشتہ دار جن کا خرچ زکوٰۃ دینے والے پر لازم نہیں ہے، ان کے متعلق اختلاف ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک ان کو زکوٰۃ دینا جائز ہے، عطاء، قاسم، سعید بن المسیب، امام ابو حنیفہ، الثوری، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک ان کو زکوٰۃ دینا جائز ہے، حسن بصری اور طاؤس نے کہا ہے کہ اپنے رشتہ داروں کو بالکل زکوٰۃ نہ دے، امام مالک نے کہا ہے کہ اپنے کسی رشتہ دار کو زکوٰۃ کے ساتھ مخصوص کرنا مکروہ ہے۔ (شرح ابن بدیل ج ۳ ص ۳۰۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

١٦ - بَابُ الصَّدَقَةِ بِالْيَمِينِ

١٤٢٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ
عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي حُبَيْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ
حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَبْعَةٌ
يُظِلُّهُمْ اللَّهُ تَعَالَى فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ
عَدْلٌ وَشَاطِئٌ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ اللَّهِ وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ
فِي الْمَسَاجِدِ وَرَجُلَانِ تَحَابَبَا فِي اللَّهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ
وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ وَرَجُلٌ دَعَتْهُ نِسَاءٌ مِنْ بَنَاتِهِ
وَجَمَاعٍ فَقَالَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ وَرَسُولَهُ
بِصَدَقَةٍ فَخَفَاهَا حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالَهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ
وَرَجُلٌ دَانَ لِلَّهِ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدود نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ انہوں نے کہا: مجھے خبیب بن عبد الرحمن نے حدیث بیان کی از حفص بن امام رضا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی کریم ﷺ آپ نے فرمایا: سات سو سال پہلے اللہ اس دن اپنے سائے میں رکھے گا جس دن اس کے سائے کے سوا اور کسی کا سایا نہیں ہوگا: (۱) امام عادل (۲) وہ جوان جو اللہ کے سائے میں پروں چڑھا (۳) وہ آدمی جس کا دل بدلنا معلق رہے (۴) وہ دو آدمی جو اللہ کی محبت میں اکٹھے ہوئے اور اللہ کی محبت سے الگ ہوئے (۵) وہ آدمی جس کو ایک مستدر اور حسین و جمیل عورت نے گناہ کی دعوت دی تو اس نے کہا: میں اللہ سے ڈرتا ہوں (۶) وہ آدمی جس نے چھدا کیا یہ حق ہے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بٹیر دے کہ اس کا مال نہ خراج کیا ہے (۷) جس شخص نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا حتیٰ کہ اس کی آنکھوں سے آنسو بہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۶۶۰ میں گزر چکی ہے۔

١٤٢٤ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ
قَالَ أَخْبَرَنِي مُعَدُّ بْنُ خَالِدٍ قَالَ سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ
وَهَبٍ الْحُزَاعِيَّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ سَمِعْتُ
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ تَصَدَّقُوا، فَمَيَاتِي
عَلَيْكُمْ زَمَانٌ، يَمْشِي الرَّجُلُ بِصَدَقَتِهِ، فَيَقُولُ الرَّجُلُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن الجعد نے حدیث بیان کی 'انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی 'انہوں نے کہا: مجھے معبد بن خالد نے خبر دی 'انہوں نے کہا: میں نے حضرت حارثہ بن وہب الخزاعی رضی اللہ عنہ سے سنا 'وہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی مصطفیٰ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: صدقہ کرو 'پس عنقریب تم پر ایسا زمانہ

۱۸ - بَابُ لَا صَدَقَةَ إِلَّا

وہی صدقہ مقبول ہے جس کے

عَنْ ظَهْرٍ غَنِيٍّ

بعد صدقہ دینے والا غنی رہے

وَمَنْ تَصَدَّقَ وَهُوَ مُحْتَاجٌ أَوْ أَهْلُهُ مُحْتَاجٌ أَوْ عَلَيْهِ دَيْنٌ، فَالَّذِينَ أَحَقُّ أَنْ يُقْضَىٰ مِنْ الصَّدَقَةِ وَالْعَتَقِ وَالْهَبَةِ وَهُوَ رَدُّ عَلَيْهِ لَيْسَ لَهُ أَنْ يَتَلَفَ أَمْوَالُ النَّاسِ.

اور جس آدمی نے اس حال میں صدقہ دیا کہ وہ ضرورت مند تھا یا اس کے گھر والے ضرورت مند تھے یا وہ مقروض تھا تو قرض اس کا مستحق ہے کہ صدقہ کرنے کے بجائے قرض ادا کیا جائے اور اگر اس نے اس حال میں غلام آزاد کیا یا کسی کو کچھ ہبہ کیا تو وہ اس کو واپس دیا جائے گا اور اس کو لوگوں کا مال ضائع کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

اس تعلق میں اس حدیث کے عنوان کی امام بخاری نے شرح کی ہے۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَخَذَ أَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيدُ إِتْلَافَهَا أَتْلَفَهُ اللَّهُ.

اور نبی ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے ضائع کرنے کے لیے لوگوں کے مال لیے، اللہ اس کو ضائع کر دے گا۔

امام بخاری نے اس عنوان کی شرح کے لیے یا نبی احادیث معلقہ ذکر کی ہیں اور یہ ان میں سے پہلی معلق حدیث ہے اس تعلق کی اصل درج ذیل حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے نیت سے لوگوں کے اموال لیے، اللہ اس کی طرف سے ادا کر دے گا اور جس نے ضائع کرنے کے لیے لوگوں کے اموال لیے، اللہ اس کو ضائع کر دے گا۔

(صحیح البخاری: ۲۳۸۷، سنن ابن ماجہ: ۲۳۱۱)

إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَعْرُوفًا بِالسَّيْرِ، فَيُرْزَقُ سَلَىٰ نَفْسِهِ، وَلَوْ كَانَ بِهِ خَصَاصَةٌ، كَقَوْلِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ حِينَ تَصَدَّقَ بِمَالِهِ.

اس صواب کے کہ وہ شخص صبر کرنے میں مشہور ہو، پس وہ اپنے نفس پر دوسرا کو ترجیح دے خواہ اس کو خود ضرورت ہو جیسے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے تمام مال کو صدقہ کر دیا تھا۔

تمام مال صدقہ کرنے کی تحقیق

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے اس تمام مال کو صدقہ کر دینا کیونکہ وہ اپنے توکس کی حالت میں تھے۔ جو بکر کا اپنے تمام مال کو صدقہ کر کے واقعہ کی مشہور ہے وراں سلسلہ میں یہ حدیث ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے صدقہ کرنے کا حکم دیا اور اتفاق سے اس وقت میرے پاس مال تھا میں نے دل میں کہا: اگر میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے سبقت کر سکتا ہوں تو آج سبقت کر لوں گا میں آپ کے پاس آدھا مال لے کر آیا تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: تم نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا باقی رکھا ہے؟ پس میں نے کہا: میں نے ان کے لیے اتنا ہی مال باقی رکھا ہے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنا کل مال لے کر آ گئے تو آپ نے پوچھا: اے ابو بکر! تم نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا باقی رکھا ہے؟ پس حضرت ابو بکر نے کہا: میں نے ان کے لیے اللہ اور اس کے رسول کو باقی رکھا ہے تب میں نے اپنے دل میں کہا: میں ان سے کبھی نہیں بڑھ سکتا۔

(سنن ابوداؤد: ۱۶۷۸، سنن ترمذی: ۳۶۷۵، سنن دارمی: ۱۶۶۰، المستدرک ج ۱ ص ۴۱۳، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۸۱، مشکوٰۃ: ۶۰۲۱، کنز العمال: ۳۵۶۱۱)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد یعنی حنفی لکھتے ہیں:

جمہور نے کہا ہے کہ جب انسان تندرست ہو اور اس کی عقل صحیح ہو اور اس پر قرض نہ ہو اور وہ صبر کرنے والا ہو اس کے اہل و عیال نہ ہوں یا اگر ہوں تو وہ بھی صبر کرنے والے ہوں اور پھر وہ اپنے تمام مال کو صدقہ کر دے تو جائز ہے اور اگر ان میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے تو پھر اس کا تمام مال صدقہ کرنا مکروہ ہے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۳۲۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۱ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے حضرت ابوبکر کا کل مال قبول فرمایا تھا اور ان پر انکار نہیں کیا اور نہ ان کے مال کو رد کیا۔

اور یہ امام مالک کا امام ابوحنیفہ کا امام شافعی کا اور جمہور کا قول ہے۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ قول مردود ہے اس میں سے کوئی چیز جائز نہیں ہے کیونکہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے غلام بن سلمہ پر ان کی ان ازواج کو لوٹا دیا تھا جن کو انہوں نے طلاق دے دی تھی اور اپنے مال کو اپنے بیٹوں پر تقسیم کر دیا تھا حضرت عمر نے ان سب کو رد کر دیا تھا۔

دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ تہائی مال تک صدقہ کرنا جائز ہے اور باقی دو تہائی کو واپس کیا جائے گا اور انہوں نے حضرت کعب بن مالک کی حدیث سے استدلال کیا ہے کیونکہ نبی ﷺ نے ان کے صدقہ میں سے تیسرے حصہ کو قبول کیا تھا اور باقی کو مسترد کر دیا تھا۔

امام طبری نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک صحیح یہ ہے کہ جب انسان تندرست ہو اس کی عقل صحیح ہو تو اس کا تمام مال کو صدقہ کرنا صحیح ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر کو ان کے تمام مال کے صدقہ کرنے کی اجازت جو دی تھی تو اس میں آپ نے اپنی امت کو یہ خبر دی ہے کہ تمام مال کو صدقہ کرنا جائز ہے اور آپ نے حضرت کعب بن مالک اور حضرت ابولبابہ کے تمام مال کے صدقہ کو جو رد کر دیا تھا اور ان کو صرف باقی مال کے صدقہ کرنے کا جو حصہ دیا تھا اس ناوجہ یہ تھی کہ آپ نے یہ تعلیم دی تھی کہ تمام مال کو صدقہ کرنا مستحب ہے ممنوع نہیں ہے کیونکہ ہر وہ شخص جس کے پاس مال ہو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی تمام ضروریات میں اور اپنی جائز خواہشوں کو پورا کرنے کے لیے اپنے تمام مال کو خرچ کرے لیکن اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے اس کی راہ میں اپنا تمام خرچ کرنا اپنی خواہش کو پورا کرنے کے لیے تمام خرچ کرنے سے بہتر اور افضل ہے۔

جو شخص اپنے نفس سے ہٹ کر دینا دے اور اس کو مستحکم ہو کر رفاقت پر صبر کرے اور اس کے اس بھی نہ ریں گے اس کے لیے اپنے نفس پر دوسروں کو ترجیح دینا مباح ہے اور اس کے لیے خود محتاج ہونے کے وجود صدقہ کرنا جائز ہے جیسے حضرت ابوبکر صدیق نے کیا تھا اور انصار نے مہاجرین کے لیے ایثار کیا تھا اور اگر اس کو معلوم ہو کہ اس میں اور اس کے اہل میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ اپنی ضروریات کو ترک کرے تو پھر ان کے لیے اپنے مال کو بچا کر رکھنا جائز ہے۔

(شرح ابن بطل ج ۳ ص ۴۱۳-۴۱۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

وَكَذَلِكَ أَثَرَ الْأَنْصَارِ الْمُهَاجِرِينَ۔ اور اسی طرح انصار نے مہاجرین کے لیے ایثار کیا تھا۔

یہ اس سلسلہ میں احادیث معنفہ کی تیسری حدیث ہے اور اس کی اصل حدیث متصل درج ذیل ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب مہاجرین مکہ سے مدینہ میں آئے تو ان کے ہاتھوں میں کوئی چیز نہیں تھی

اور انصار زمینوں اور کھیتوں کے مالک تھے پس انصار نے مہاجرین کو یہ پیش کش کی کہ وہ ان کو ہر سال اپنے درختوں کے پھل دیں گے اور مہاجرین اس کے بدلہ میں کاشت کاری کریں اور حضرت انس کی والدہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا عبد اللہ بن ابی طلحہ کی بھی ماں تھیں پس حضرت انس کی والدہ نے رسول اللہ ﷺ کو کھجوروں کے وہ درخت دیئے جو آپ نے حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کو دیئے تھے جو آپ کی باندی اور حضرت اسامہ بن زید کی ماں تھیں۔ ابن شہاب نے کہا: مجھ سے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ بیان کیا کہ جب آپ اہل خیبر کے قتال سے فارغ ہوئے اور آپ مدینہ لوٹ گئے تو مہاجرین نے انصار کو ان کی ہبہ کی ہوئی چیزیں واپس کر دیں جو انصار نے مہاجرین کو پھل وغیرہ دیئے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت انس کی والدہ کو وہ کھجور کے درخت واپس کر دیئے اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام ایمن کو ان درختوں کی جگہ اپنا باغ دے دیا۔ (صحیح البخاری: ۲۶۳۰، صحیح مسلم: ۱۷۷۱)

وَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ إِضَاعَةِ الْمَالِ. فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يُضَيِّعَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِعِلَّةِ الصَّدَقَةِ. اور نبی ﷺ نے مال ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے پس کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ صدقہ کا بہانا کر کے لوگوں کا مال ضائع کرے۔

یہ تعلق حضرت مغیرہ کی حدیث کا ایک ٹکڑا ہے جو ”صفة الصلوة“ کے آخر میں گزر چکا ہے۔

حافظ عسقلانی اور حافظ یحییٰ نے جو اس حدیث کی نشاندہی کی ہے اس کے اعتبار سے اس کا نمبر: ۸۴۴ ہے۔

وَقَالَ كُفِّبَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ مِنْ تَوْبَتِي أَنْ أَخْبِيعَ بَيْنَ مَلَأِي صَدَقَةً إِلَى اللَّهِ وَإِلَى رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَمْسِكْ عَلَيْكَ بَعْضَ مَالِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ. قُلْتُ فَإِنِّي أَمْسِكُ سَهْمِي الَّذِي بِخَيْبَرَ. حضرت کعب بن عجلہ نے کہا: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے توبہ یہ ہے کہ میں اپنے تمام مال کو اللہ کی طرف اور اس کے رسول کی طرف صدقہ کر دوں، آپ نے فرمایا: تم اپنے کچھ مال کو اپنے پاس رکھو پس وہ تمہارے لیے بہتر ہے پس میں نے کہا: میں اپنا وہ حصہ کہ خیبرا میں ہے جو خیبریں میں ہے۔

یہ تعلق ان احادیث معنہ میں سے ہے جو یہ حدیث سے ملتی ہیں۔ یہ اس حدیث کا ایک ٹکڑا ہے جو سورہ توبہ کی تفسیر میں آئے گی۔ اس کی تفصیل صحیح البخاری: ۴۶۷۶ میں ہے۔

۱۴۲۶ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ عَنْ يُونُسَ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَبِّبِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَيْرُ صَدَقَةٍ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى وَأَبْدَأُ بِمَنْ تَعُولُ. امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے حدیث بیان کی از یونس از الزہری انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے خبر کی انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے نبی ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا: بہترین صدقہ وہ ہے جس کے دینے کے بعد بھی آدمی غنی رہے اور دینے کی ابتداء اپنے عیال (گھر والوں سے) کرو۔

[اطراف الحدیث: ۱۴۲۸-۵۳۵۵-۵۳۵۶]

(سنن دارمی: ۱۶۵۸، جامع المسند لابن جوزی: ۴۵۶۸، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۴۲۷ھ)

اس حدیث کے رجال کا کئی مرتبہ ذکر کیا جا چکا ہے۔

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اتنا صدقہ دینا چاہیے کہ صدقہ کے بعد آدمی مال دار رہے اور اسی اعتبار سے یہ حدیث عنوان کے

مطابق ہے۔

۱۴۲۷ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا وَهَبٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلَيْدُ الْعُلَيَّا خَيْرٌ مِنَ أَلَيْدِ السُّفْلَى وَأَبْدَأُ بِمَنْ تَعُولُ وَخَيْرُ الصَّدَقَةِ عَنْ ظَهْرِ غِنَى وَمَنْ يَسْتَغْفِرُ يَغْفِرُ اللَّهُ وَمَنْ يَسْتَغْفِرْ يَغْفِرِ اللَّهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اور دینے کی ابتداء اپنے عیال (گھر والوں) سے کرو اور بہترین صدقہ وہ ہے جس کے دینے کے بعد بھی آدمی غنی رہے اور جو شخص سوال کرنے سے رُکے گا اللہ اسے روک کر رکھے گا اور جو شخص مستغنی رہے گا اللہ اس کو غنی کر دے گا۔

(جامع السنی لابن جوزی: ۱۵۲۱، مکتبۃ الرشدریاض: ۱۳۲۷ھ)

اس حدیث کو صرف امام بخاری نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال کا تعارف کیا جا چکا ہے۔

اوپر والے ہاتھ کے مصداق کی تحقیق

اوپر والے ہاتھ کی حسب ذیل تفسیریں ہیں:

(۱) اوپر والے ہاتھ سے مراد صدقہ دینے والے کا ہاتھ ہے۔

(۲) اوپر والے ہاتھ سے مراد لینے والے کا ہاتھ ہے۔

(۳) اوپر والے ہاتھ سے مراد اس شخص کا ہاتھ ہے جو سوال کرنے سے باز رہتا ہو۔

(۴) اوپر والے ہاتھ سے مراد اللہ کا ہاتھ یا کسی بھی دیے والے کا ہاتھ ہے اور نیچے والے ہاتھ سے مراد مانگنے والے کا ہاتھ ہے۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۲۲۳، دار الکتب العلمیہ بیروت: ۱۳۲۱ھ)

اوپر والے ہاتھ کے مصداق کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

بنو ربیع میں سے ایک شخص نے کہا: میرے والد نے کہا کہ میں نے اپنے والد سے کہا کہ اس وقت لوگوں سے کلام فرما رہے تھے آپ نے فرمایا: دینے والے کا ہاتھ اوپر ہے وہ تمہاری ماں تمہارا باپ اور تمہاری بہن اور تمہارا بھائی ہے پھر جو تمہارا قریبی ہو پھر جو تمہارا زیادہ قریبی ہو۔ (الاحاد والثنائی: ۱۱۷۵، مسند احمد ج ۳ ص ۶۵ طبع قدیم مسند احمد: ۱۶۶۱۳۔ ج ۲ ص ۱۵۹)

حضرت مالک بن نضله بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاتھ تین ہیں، پس اللہ کا ہاتھ، والدین کا ہاتھ اور دینے والے کا ہاتھ۔ یہ سب اللہ کے ہاتھ ہیں۔ ہاتھ ہے پس تم زانہ، جانی، عطا کرنا، راسخ سے عابر۔ ہو۔

(سنن ابوداؤد: ۱۶۳۹، مسند رک ج ۱ ص ۴۰، صحیح ابن حبان: ۳۲۶۲، مسند احمد ج ۳ ص ۷۳)

محمد بن عطیہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ دینے والے کا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۶۳۰۶، الاحاد والثنائی: ۱۲۶۳، المعجم الاوسط: ۳۰۱۶، مسند احمد ج ۳ ص ۲۲۶)

عدی الجزامی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! جان لو کہ ہاتھ تین ہیں، پس اللہ کا ہاتھ سب سے اوپر ہے اور دینے والے کا ہاتھ درمیان والا ہے اور مانگنے والے کا ہاتھ سب سے نیچے ہے پس تم سوال کرنے سے احتراز کرو خواہ لکڑیوں کا گٹھا (کاٹ کر) سنو! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے سنو! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے۔ (المعجم الکبیر: ۲۶۹، ج ۱ ص ۱۱۰)

زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ح). وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ: وَذَكَرَ الصَّدَقَةَ وَالتَّعَفُّفَ وَالْمَسْأَلَةَ أَلْبَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى: فَالْيَدُ الْعُلْيَا هِيَ الْمُنْفِقَةُ وَالسُّفْلَى هِيَ السَّائِلَةُ.

بیان کی 'انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے' (ح) اور ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از مالک از نافع از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ ﷺ نے منبر پر فرمایا: آپ نے صدقہ کا ذکر کیا اور سوال کرنے سے احتراز کرنے کا اور سوال کرنے کا (آپ نے فرمایا: اور پر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے پس اوپر والا ہاتھ خرچ کرنے والا ہے اور نیچے والا ہاتھ مانگنے والا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۰۳۳، رقم السلسل: ۲۳۳۷، سنن ابوداؤد: ۱۶۳۸، سنن نسائی: ۲۵۳۲، معنی ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۱۱، المعجم الکبیر: ۳۰۹۱، سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۷۷، مسند احمد ج ۳ ص ۴۰۳، معنی قدیم مسند احمد: ۱۵۳۲۶، ج ۲ ص ۴۴، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع السانید لابن جوزی: ۳۳۷۳، مکتبۃ الرشیدیہ بیروت: ۱۳۲۷ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالنعمان محمد بن الفضل السدی (۲۱۵) حماد بن زید (۱۳۸) نافع مولیٰ ابن عمر (۵) عبد اللہ بن مسلمہ (۶) حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ (۷) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (۸) عبد القاری ج ۱ ص ۲۰۰۔ اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ نے صدقہ کا ذکر فرمایا۔ اوپر والے ہاتھ کے مصداق کی مزید تفصیل

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد خطابی شافعی متوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں

اس حدیث میں فرمایا ہے: اوپر والا ہاتھ خرچ کرنے والا ہے۔ حماد بن زید سے روایت ہے کہ اوپر والا ہاتھ سوال سے احتراز کرنے والا ہے۔ (معالم السنن ج ۲ ص ۶۰، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۶ھ بیروت) علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اوپر والے ہاتھ کی بھی کئی تفسیریں ہیں، مگر اوداؤں میں سے یہ روایت کرتے ہیں:

سعید بن اسیب پر روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حکیم بن حزام سے فرمایا کہ یہ نسبت کہ یا رسول اللہ! حضرت حکیم نے کہا: یا رسول اللہ! میں یہ گمان نہیں کرتا تھا کہ آپ مجھے دوسروں سے کم دیں گے پھر آپ نے ان کو زیادہ دیا حتیٰ کہ وہ راضی ہو گئے پھر نبی ﷺ نے فرمایا: اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے حضرت حکیم نے کہا: یا رسول اللہ! آپ سے بھی؟ آپ نے فرمایا: مجھ سے بھی حضرت حکیم نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے! میں آپ کے بعد کسی کا مال کم نہیں کروں گا پھر حضرت حکیم کوئی مال قبول نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ وہ فوت ہو گئے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۴۱۳، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

میں کہتا ہوں کہ مجھے سنن ابوداؤد میں یہ روایت نہیں ملی۔

علامہ نووی نے ذکر کیا ہے کہ علامہ خطابی نے اس حدیث کو ترجیح دی ہے جس میں ذکر ہے کہ اوپر والا ہاتھ سوال سے احتراز

کرنے والے کا ہے لیکن صحیح وہی ہے جو امام بخاری اور امام مسلم کی روایت ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۳ ص ۲۸۳۱ مکتبہ زار مصطفیٰ، مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

* باب مذکور کی حدیث 'شرح صحیح مسلم: ۲۲۸۱۔ ج ۲ ص ۹۵۶ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۹۔ بَابُ الْمَنَّاَنِ بِمَا أُعْطِيَ
دے کر احسان جتانے والا

بِسْمِ اللَّهِ تَعَالَى ﴿الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُونَ مَا أَنْفَقُوا مَنًّا وَلَا أَذًى﴾ (البقرہ: ۲۶۲) الایۃ۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں پھر جو کچھ خرچ کیا اس پر نہ احسان جتاتے ہیں نہ تکلیف پہنچاتے ہیں ان کے لیے ان کے رب کے پاس ان کا اجر ہے اور ان پر نہ کچھ خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے ○ (البقرہ: ۲۶۲)

جو شخص صدقہ دے کر احسان جاتا ہے اس کی وجہ بخل اور تکبر ہوتی ہے اور وہ یہ بھول جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر کتنے احسانات کیے ہیں۔

امام بخاری نے اس باب کے تحت کسی حدیث کو روایت نہیں کیا 'صرف احسان جتانے کی مذمت میں قرآن مجید کی آیت کو ذکر کرنے پر اکتفاء کر لیا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ غالباً ان کو اپنی شرط کے مطابق اس باب میں لانے کے لیے کوئی حدیث نہیں ملی تاہم اس سلسلہ میں یہ حدیث صحیح ہے:

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم دمیوں سے اللہ کی قیامت کے دن بات نہیں کرے گا: (۱) احسان جتانے والا جو ہر چیز دے کر اس پر احسان جاتا ہے (۲) جھوٹی قسم کھا کر سودا بیچنے والا (۳) (مخنوں سے نیچے از راہ تکبر) اپنا تہبند لٹکانے والا۔

(صحیح مسلم: ۱۰۶، رقم المسلسل ۲۸۸، سنن ابی داؤد: ۳۰۰، سنن ابی یوسف: ۲۱۱، سنن نسائی: ۳۳۵۸، سنن ابن ماجہ: ۲۲۰۸)

* زیر بحث حدیث 'شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۱۰۵ پر مذکور ہے اس کی شرح کے یہ عنوان ہیں:

① مخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کے مکروہ ہونے کی وجہ ② بوڑھے زانی 'جھوٹے حاکم اور متکبر فقیر کے زیادہ مبغوض ہونے کی وجہ۔

۲۰۔ رَبُّ مَنِ أَحَبَّ تَعَجَّلَ
جس نے اپنے دن سے پہلے
الْصَّدَقَةُ مِنْ يَوْمِهَا
صدقہ دینے کو پسند کیا

اس عنوان میں صدقہ سے مراد عام ہے خواہ صدقہ فرض ہو یا نفل۔

۱۴۳۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ أَنَّ عُقْبَةَ بْنَ الْحَارِثِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ حَدَّثَهُ قَالَ صَلَّى بِنَا النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَصْرَ، فَاسْرَعَ ثُمَّ دَخَلَ الْبَيْتَ، فَلَمْ يَلْبِثْ أَنْ خَرَجَ، فَقُلْتُ: أَوْ قِيلَ لَهُ: لَقَالَ كُنْتُ خَلَفْتُ إِلَى الْبَيْتِ بَرَاءً مِنَ الصَّدَقَةِ، فَكُرِهَتْ أَنْ أَبِيتَهُ، فَقَسَمْتُهِ۔
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی از عمر بن سعید از ابن ابی ملیکہ کہ حضرت عقبہ بن الحارث نے حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی پھر آپ جلدی سے اپنے گھر گئے پھر تھوڑی دیر بعد آپ آگئے پس میں نے پوچھا یا آپ سے کہا گیا (کہ اس کی کیا وجہ ہے؟) تو آپ نے فرمایا: میں اپنے گھر میں صدقہ کا سونا چھوڑ آیا تھا پس میں نے

اس کو رات بھر گھر میں رکھنا ناپسند کیا تو میں نے اس کو تقسیم کیا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۵۱ میں گزر چکی ہے۔

٢١ - بَابُ التَّحْرِيطِ عَلَى

الْصَّدَقَةُ وَالشُّفَاعَةُ فِيهَا

یعنی صدقہ کرنے کے ثواب کو بیان کرنا اور صدقہ کا سوال کرنا۔

١٤٣١ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عِدِيُّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عِيدٍ فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلُ وَلَا بَعْدُ ثُمَّ مَالَ عَلَى النِّسَاءِ وَمَعَهُ هَلَالٌ فَوَعَّظَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ أَنْ يَتَصَدَّقْنَ فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِي الْقَلْبَ وَالْخُرْصَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی 'انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی 'انہوں نے کہا: ہمیں عدی نے حدیث بیان کی از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما 'انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ عید کے دن نکلے پس آپ نے دو رکعت نماز پڑھی 'اس سے پہلے آپ نے نماز پڑھی نہ اس کے بعد نماز پڑھی' پھر آپ عورتوں کی طرف گئے اور آپ کے ماتھے حضرت بلال تھے آپ نے عورتوں کو وعظ کیا اور انہیں صدقہ دینے کا حکم: 'پھر عورتیں اپنے نگوں اور بالیاں اتار کر ڈال رہی تھیں۔'

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۹۸ میں گزر چکی ہے۔

١٤٣٢ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا
عَبْدُ الرَّاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو بَرْدَةَ بْنُ سَبْعَةَ قَالَ حَدَّثَنَا
أَبِي بَرْدَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو بَرْدَةَ بْنُ أَبِي مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا
رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَاءَ السَّائِلُ أَوْ طَلَبَتْ إِلَيْهِ حَاجَةٌ
قَالَ اشْفَعُوا تَوَجَّرُوا وَيَقْضِيَ اللَّهُ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا سَاءَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے
حادث بیان کیا۔ انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی
انہوں نے کہا: ہمیں ابو بردہ بن عبد اللہ بن ابی بردہ نے حدیث
بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو بردہ بن ابی موسیٰ نے حدیث بیان
کی۔ لہٰذا خود نبی اللہ انہوں نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ
کے پاس کوئی سائل آتا یا آپ سے کوئی حاجت طلب کی جاتی تو
آپ فرماتے: تم (اس شخص کو) سفارش نہ کرو۔ میں ابھی یہ بات گواہی
اللہ اپنے نبی کی زبان سے جو چاہے گا فیصلہ فرمائے گا۔

[اطراف الحديث: ٦٠٢٤-٦٠٢٨-٤٣٤٦]

(صحیح مسلم: ۲۶۲، الرقم السلسل: ۶۵۶۸، سنن ابوداؤد: ۵۱۳۱، سنن ترمذی: ۲۶۷۲، سنن نسائی: ۲۵۵۶، مسند ابویعلیٰ: ۷۲۹۶، سنن بیہقی ج ۸ ص ۱۶، شعب الایمان: ۷۶۱۲، مسند الحمیدی: ۷۷۱، مسند احمد ج ۴ ص ۴۰۰، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۹۵۸، ج ۳۲ ص ۳۵۳، مؤسسة الرسالة، بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) موسیٰ بن اسماعیل الکنتری (۲) عبد الواحد بن زیاد (۳) ابو بردہ بن عبد اللہ بن ابی بردہ بن ابو موسیٰ الاشعری (۴) ابو بردہ
ان کا نام عامر یا حارث ہے (۵) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ان کا نام عبد اللہ بن قیس ہے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۴۲۹)

سفارش کرنے کی فضیلت

اس حدیث میں نبی ﷺ نے شفاعت (سفارش) کی ترغیب دی ہے اور جب کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کے لیے کسی کام کی سفارش کرتا ہے تو اس کا کام ہو یا نہ ہو اسے سفارش کرنے کا اجر ملتا ہے قرآن مجید میں ہے:

مَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَكُنْ لَهُ نَصِيبٌ مِنْهَا. جو شخص کسی نیک کام کے لیے سفارش کرتا ہے اسے بھی اس

(النساء: ۸۵) نیکی سے کچھ حصہ ملتا ہے۔

حدیث صحیح میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندہ کی مدد میں رہتا ہے جب تک وہ بندہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے۔ (کتاب الاذکار: ۴۰۹) کسی بڑے آدمی کو کسی چھوٹے آدمی کے پاس سفارش کرنے سے انکار نہیں کرنا چاہیے نبی ﷺ نے حضرت بریرہ سے یہ سفارش کی تھی کہ وہ اپنے سابق شوہر مغیث سے نکاح کر لیں لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔

اس کی تفصیل اس حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت بریرہ کے (سابق) خاوند غلام تھے ان کا نام مغیث تھا گویا کہ میں ان کی طرف دیکھ رہا ہوں وہ حضرت بریرہ کے پیچھے روتے ہوئے چکر لگاتے رہتے تھے اور ان کے آنسو ان کی ڈاڑھی پر بہتے رہتے تھے پس نبی ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا: اے عباس! کہا تم کو اس پر تعجب نہیں ہوتا کہ مغیث کو بریرہ سے کتنی محبت ہے اور بریرہ کو مغیث سے کتنا بغض ہے پھر نبی ﷺ نے فرمایا: میں صرف شفاعت کر رہا ہوں کہ ان سے رجوع ہو جائیں انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ مجھے یہ حکم دے رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں صرف شفاعت کر رہا ہوں کہ ان سے رجوع ہو جائیں انہوں نے کہا: مجھے مغیث کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ (صحیح البخاری: ۵۲۸۳، سنن دارقطنی: ۳۷۱۸، دار المعرفۃ بیروت)

اس حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت بریرہ حضرت مغیث رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت بریرہ کو آزاد کیا تو حضرت بریرہ نے خیار عین کے سبب سے مغیث کو نکاح سے آزاد کر لیا اور حضرت مغیث کو حضرت بریرہ سے بہت محبت تھی وہ ان کے فراق میں روتے رہتے تھے۔ (الاجازۃ ج ۶ ص ۱۰۰، المصنوع: مکتبہ حقانیہ ملتان)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے شوہر غلام تھے پس جب حضرت بریرہ کو آزاد کیا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے نکاح کا معاملہ ان کے اختیار میں دے دیا۔ (سنن دارقطنی: ۳۷۰۵، دار المعرفۃ بیروت، سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۲۱، ملتان) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو آزاد کیا گیا وہ میرے ساتھ آیا اور میں نے اسے نکاح میں لیا اور اس نے خیار عین کے سبب سے مغیث کو نکاح سے آزاد کر لیا اور حضرت مغیث کو حضرت بریرہ سے بہت محبت تھی وہ ان کے فراق میں روتے رہتے تھے۔ (سنن دارقطنی: ۳۷۱۶)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۵۶۷ ج ۷ ص ۲۴۲ پر مذکور ہے وہاں اس کی مختصر شرح کی گئی ہے۔

۱۴۳۳ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ أَخْبَرَنَا
عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ فَاطِمَةَ عَنْ أَسْمَاءَ رَضِيَ اللَّهُ
تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَا تُؤْكَلُ قَبُولُكِ عَلَيْنَا.
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ بن الفضل نے
حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدہ نے خبر دی از ہشام از
فاطمہ از حضرت اسماء رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے نبی ﷺ
نے فرمایا: تم اپنی تھیلی کو باندھ کر نہ رکھو ورنہ تم پر بھی ذخیرہ کیا جائے

(صحیح مسلم: ۱۰۲۹، الرقم المسلسل: ۲۳۳۹، سنن نسائی: ۲۵۴۹، السنن الکبریٰ: ۹۱۹۵، المعجم الکبیر: ۳۳۸-۳۳۷، ج ۲۲، مکارم الاخلاق ص ۵۷، سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۸۷-۱۸۶، شعب الایمان: ۳۴۳۶، صحیح ابن حبان: ۳۲۰۹، مسند احمد ج ۶ ص ۳۳۵، طبع قدیم، مسند احمد: ۲۶۹۲۲، ج ۴۴ ص ۴۹۱، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس باب کا عنوان ہے: صدقہ کی ترغیب دینا اور اس کی مناسبت حدیث کے اس جملہ میں ہے: تم اپنی تھیلی کو باندھ کر نہ رکھو یعنی اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) صدقہ بن الفضل ابو الفضل (۲) عبدہ بن سلیمان (۳) ہشام بن عروہ بن الزبیر (۴) فاطمہ بنت المنذر بن الزبیر (۵) حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۴۳۰)

تھیلی کو باندھ کر رکھنے کا معنی

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: اپنی تھیلی کو باندھ کر نہ رکھو یعنی اپنے مال کو جمع نہ کرو اور صدقہ دینے سے منع نہ کرو ورنہ اللہ بھی اپنے رزق کو تم پر بند کر دے گا۔

حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ عَدَةَ وَقَدْ لَا تُخْصِي فَيُخْصِي اللَّهُ عَلَيْكَ.
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی از عبدہ آپ نے فرمایا: تم گن گن کر نہ دو ورنہ اللہ بھی تم کو گن گن کر دے گا۔

اس حدیث کی تخریج حسب سابق ہے۔

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ تم جو اللہ کی راہ میں دیتی ہو اس کو ناسبت کر دو ورنہ یہ اللہ کی عطا کی قطع ہونے کا سبب بن جائے گا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ گننے اور تھیلی کو باندھ کر رکھنے کی ممانعت اس وجہ سے فرمائی ہو کہ اس طرح کرنے سے برکت زائل ہو جائے گی۔

۲۲۔ بَابُ الصَّدَقَةِ فِيمَا اسْتَطَاعَ

۱۴۳۴ - حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ عَنْ حَسَّانِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَبَادِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهَا جَاءَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تُوعِي لِيُوعِيَ اللَّهُ عَلَيْكَ إِنْ ضِغْنِي مَا اسْتَطَعْتُ.

استطاعت کے مطابق صدقہ کرنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی از ابن جریج اور مجھے محمد بن عبد الرحیم نے حدیث بیان کی از حجاج بن محمد از ابن جریج انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی ملیکہ نے خبر دی از عباد بن عبد اللہ بن الزبیر انہوں نے خبر دی از حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ وہ نبی ﷺ کے پاس آئیں تو آپ نے فرمایا: تم (اپنے پیسوں کا) ذخیرہ نہ کرو ورنہ اللہ بھی تم پر ذخیرہ کرے گا، تم جتنا (اللہ کی راہ میں) خرچ کر سکتی ہو کرو۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۴۳۳ میں گزر چکی ہے۔

۲۳۔ بَابُ الصَّدَقَةِ تُكَفِّرُ الْبَخِيلِيَّةَ

۱۴۳۵ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَيْكُمُ يَحْفَظُ حَدِيثَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْفِتْنَةِ؟ قَالَ قُلْتُ أَنَا أَحْفَظُهُ كَمَا قَالَ. قَالَ إِنَّكَ عَلَيْهِ لَجَرِيءٌ، فَكَيْفَ قَالَ؟ قُلْتُ فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهِ وَوَلَدِهِ وَجَارِهِ، تُكْفِرُهَا الصَّلَاةُ وَالصَّدَقَةُ وَالْمَعْرُوفُ. قَالَ سُلَيْمَانُ قَدْ كَانَ يَقُولُ الصَّلَاةُ وَالصَّدَقَةُ وَالْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ قَالَ لَيْسَ هَذِهِ أُرِيدُ، وَلَكِنِّي أُرِيدُ الَّتِي تَمُوجُ كَمَوْجِ الْبَحْرِ، قَالَ قُلْتُ لَيْسَ عَلَيْكَ بِإِذَا يَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ بَأْسٌ، بَيْنَكَ وَبَيْنَهَا بَابٌ مُغْلَقٌ، قَالَ فَيُكْسَرُ الثَّابُ أَوْ يُفْتَحُ؟ قَالَ قُلْتُ لَا، بَلْ يَكْسَرُ قَالَ فَإِنَّهُ إِذَا كُسِرَ لَمْ يُغْلَقْ أَبَدًا. قَالَ قُلْتُ أَجَلٌ. فَصَنَّا أَنْ نَسْأَلَهُ مِنَ الْبَابِ؟ فَقُلْنَا لِمَسْرُوقٍ سَلَهُ، قَالَ فَالْتَمَسْنَا رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ. قَالَ قُلْنَا فَعَلِمَ عُمَرُ مِنْ تَعْلِيهِ؟ قَالَ نَعَمْ، كَمَا أَنَّ دُونَ غَدٍ لَيْلَةٌ، وَذَلِكَ أَنِّي حَدَّثْتُهُ حَدِيثًا لَيْسَ بِالْأَعَالِيَةِ.

صدقہ گناہ کو مٹا دیتا ہے

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از الأعمش از ابی وائل از حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کو فتنہ کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی حدیث یاد ہے؟ حضرت حذیفہ نے کہا: مجھے وہ حدیث اسی طرح یاد ہے جس طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمائی تھی، حضرت عمر نے فرمایا: تم اس کی ہمت رکھتے ہو؟ پس آپ نے کس طرح فرمایا تھا؟ میں نے کہا: آدمی اپنی بیوی، اپنی اولاد اور اپنے پڑوسی کی وجہ سے جن فتنوں میں مبتلا ہوتا ہے نماز پڑھنے، صدقہ کرنے اور نیک کام کرنے سے ان کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ سلیمان نے کہا: کبھی وہ یوں کہتے ہیں کہ نماز صدقہ کا حکم دینے اور بُرائی سے روکنے کی وجہ سے ان کا کفارہ ہو جاتا ہے، حضرت عمر نے فرمایا: میری یہ مراد نہیں ہے لیکن میری مراد وہ فتنہ ہے جو سمندر کی موج کی طرح اٹھ کر آئے گا، حضرت حذیفہ نے بیان کیا: میں نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ کو کس فتنہ سے خطرہ نہیں ہے؟ آپ کے اور اس فتنہ کے درمیان یہ بند رہا ہے، حضرت عمر نے پوچھا: اس دروازہ کو توڑا جائے گا یا اس کو کھولا جائے گا؟ حضرت حذیفہ نے کہا: نہیں! بلکہ اس دروازہ کو توڑا جائے گا، حضرت عمر نے کہا: اب اس دروازہ کو توڑ دیا جائے، تو پھر وہ کبھی بند نہیں ہو سکے گا، حضرت حذیفہ نے کہا: جی ہاں! پھر حضرت عمر نے اس دروازے کے متعلق پوچھنے سے ڈرے، ہم نے مسروق سے کہا: تم ان سے پوچھو، مسروق نے حضرت حذیفہ سے پوچھا تو انہوں نے بتایا: دروازہ سے مراد خود حضرت عمر کی ذات تھی، ہم نے پوچھا: کیا حضرت عمر جانتے تھے آپ کی کیا مراد تھی؟ انہوں نے کہا: ہاں! جس طرح وہ یہ جانتے تھے کہ آج دن کے بعد رات آئے گی اس کی وجہ یہ تھی کہ میں نے ان کو ایسی حدیث بیان کی تھی جس میں بھارت نہیں تھی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۲۵ میں گزر چکی ہے۔

جزء سلامت اور محفوظ ہے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۳۳۶ 'ملخصاً' دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

باب مذکور کی حدیث 'شرح صحیح مسلم: ۲۳۱- ج ۱ ص ۵۸۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے:

کافر کی نیکیوں پر اجر ملتا ہے نہ عذاب میں تخفیف ہوتی ہے۔

٢٥ - بَابُ أَجْرِ الْخَادِمِ إِذَا تَصَدَّقَ

بِأَمْرِ صَاحِبِهِ غَيْرِ مُفْسِدٍ

١٤٣٧ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ

عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَإِلٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ
عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَصَدَّقْتَ الْمَرْأَةَ مِنْ طَعَامٍ
زَوْجَهَا، غَيْرَ مُفْسِدَةٍ، كَانَ لَهَا أَجْرُهَا، وَلِزَوْجِهَا
بِمَا كَسَبَ، وَلِلْخَازِنِ مِثْلَ ذَلِكَ.

جب نوکری مالک کے حکم سے صدقہ کرے اور اس کی

نیت مالک کا مال برباد کرنا نہ ہو تو اس کا ثواب

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از الاعمش از

ابوداؤد ازل مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی عورت اپنے خاوند کے مال

سے صدقہ کرے اور اس کی نیت خاوند کا مال ہر باد کرمانہ ہو تو اسے

بھی اس کا اجر ملے گا اور اس کے خاوند کو بھی مال کمانے کا اجر ملے گا

اور اس مال کے محافظ کو بھی اس کا اجر ملے گا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری، ۲۵۰، میں زور چکی ہے۔

١٤٣٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا بَرُّ

أَسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي
مُوسَى عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْخَازِنُ
الْمُسْلِمُ الْأَمِينُ الَّذِي يُنْفِذُ وَرَبَّمَا قَالَ قَطِيعُ الْأَمْرِ
بِهِ كَامِلًا مُوقَرًّا طَيِّبٌ بِهِ نَفْسُهُ قَبِيحٌ عَمَلُهُ رُبُّهُ
أَمْرٌ لَهُ بِهِ أَحَدُ الْمُتَصَدِّقِينَ.

[الخراف الحديث: ۲۲۶۰-۱۹]

امام ربیع: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از برید

عبداللہ از اب: "ت ابو موسی رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم: 'آپ

فرمایا: "مالِ کبر۔ فقط مصلحت ہو امانت دار ہو اور اپنے مالک

حکم پر مرنے، ہوا اور بھی آپ نے فرمایا: اس کو جتنا دینے

کا علم دیا گیا ہو اس کو پورا پورا خوشی سے دینے والے ہو اور جس کو

کا اسے علم دیا گیا ہو اس کو دے دے تو وہ بھی ۔۔۔ کہہ کرے

واہوں میں سے ایک ہے۔

(صحیح مسطورہ) ۱۰۴۲، اسٹریس ۲۳۲۵۔ لکھنؤ: سنسن ۲۵۵۹ء مصنف نالی شیر علی خان ۲۱۰۷، ۲۳۵۹

منہج: ج ۳ ص ۱۹۲، شعب الایمان: ۷۶۹۵، مسند احمد ج ۴ ص ۳۹۳ طبع قدیم مسند احمد: ۱۹۵۱۲۔ ص ۳۲ ص ۲۷۲، مؤسسه الرسالہ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن العلاء ابو کریب الہمدانی (۲) ابو اسامہ حماد بن اسامہ اللیشی (۳) برید بن عبد اللہ ان کی کنیت ابو بردہ ہے (۴) ابو بردہ

ان کا نام عامریا حارث ہے (۵) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ان کا نام عبد اللہ بن قیس ہے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۴۷۷)

حدیث میں مذکور خزانچی کی قیود کے فوائد

اس حدیث میں دینے والے کے ساتھ پہلی قید یہ ہے کہ وہ خازن ہو یعنی مال کا محافظ ہو جس کو خزانچی کہتے ہیں۔

دوسری قید یہ ہے کہ وہ مسلمان ہو کیونکہ کافر کی نیت کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں ہے اور نہ اس کو ثواب ملتا ہے۔

تیسری قید یہ ہے کہ وہ امانت دار ہو اس قید سے وہ خازن نکل گیا جو خائن ہو۔

چوتھی قید یہ ہے کہ وہ مالک کے حکم کے مطابق صدقہ کو نافذ کرنے والا ہو اور جتنا دینے کا حکم دیا گیا ہے اتنا دے۔

پانچویں قید یہ ہے کہ جس کو جتنا دینے کا حکم دیا گیا ہے وہ اس کو خوشی سے دے کیونکہ اگر وہ خوشی سے نہیں دے گا تو اس کی دینے کی نیت نہیں ہوگی پھر اس کو ثواب نہیں ملے گا۔

چھٹی قید یہ ہے کہ جس کو دینے کا حکم دیا گیا ہے اسی کو دے کیونکہ اگر اس نے کسی اور کو دیا تو پھر وہ اپنے مالک کے حکم کی مخالفت کرنے والا ہوگا اور پھر اس کا شمار صدقہ کرنے والوں میں نہیں ہوگا اور اس کو ثواب نہیں ملے گا۔

۲۶ - بَابُ أَجْرِ الْمَرْأَةِ إِذَا تَصَدَّقَتْ
أَوْ أَطْعَمَتْ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا
غَيْرَ مُفْسِدَةٍ

جب کوئی عورت صدقہ کرے یا خاوند کے گھر
سے کھلائے اور اس کا مال برباد کرنے کی
نیت نہ ہو تو اس کا ثواب

۱۴۳۹ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا
مَنْصُورٌ وَالْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ
عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَصَدَّقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان
کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا:
ہمیں منصور اور الأعمش نے حدیث بیان کی از ابی وائل از مسروق
از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: عورت اپنے
خاوند کے گھر سے صدقہ کرے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۴۲۵ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۴۴۰ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي
قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ
عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَطْعَمَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا
غَيْرَ مُفْسِدَةٍ لَهَا أَجْرُهَا وَلَهُ مِثْلُهُ وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ
ذَلِكَ لَهُ بِمَا أَطْعَمَتْ وَلَهَا بِمَا أَكَلَتْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث
بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شقیق نے حدیث بیان کی
انہوں نے کہا: ہمیں الأعمش نے حدیث بیان کی از شقیق از مسروق
از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
جب کوئی عورت اپنے خاوند کے گھر سے کھلائے اور اس کی نیت اس
کا مال برباد کرنا نہ ہو تو اس کو بھی اجر ملتا ہے اور اس کے گھر کو بھی
اتنی ہی ثواب ملتا ہے اور خزانچی کو بھی اتنی ہی ثواب ملتا ہے خاوند کو
اس کے کمانے کا اور عورت کو اس کے خرچ کرنے کا ثواب ملتا ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۴۲۵ میں مطالعہ فرمائیں۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن یحییٰ نے حدیث
بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے خبر دی از منصور از شقیق از
مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: جب
کوئی عورت اپنے خاوند کے گھر سے طعام کو خرچ کرے اور وہ طعام
کو برباد کرنے والی نہ ہو تو اس عورت کو بھی اجر ملے گا اور اس کے

۱۴۴۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَخْبَرَنَا
جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ
عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ طَعَامِ بَيْتِهَا
غَيْرَ مُفْسِدَةٍ فَلَهَا أَجْرُهَا وَلِلزَّوْجِ بِمَا أَكْتَسَبَ

وَلِلنَّحَّازِينَ مِثْلَ ذَلِكَ.

خاوند کو بھی کمانے کا اجر ملے گا اور خزانچی کو بھی اتنا ہی اجر ہے گا۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۳۲۵ میں ہے۔

* باب مذکور کی پہلی حدیث 'شرح صحیح مسلم: ۳۲۵۹۔ ج ۲ ص ۹۳۸ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: پس جس نے (اللہ کی راہ میں) دیا اور اللہ سے ڈر کر گناہوں سے بچتا رہا ○ اور نیک باتوں کی تصدیق کرتا رہا ○ پس عنقریب ہم اس کو آسانی (جنت) مہیا کریں گے ○ اور جس نے بخل کیا اور اللہ سے بے پرواہ رہا ○ اور نیک باتوں کی تکذیب کی ○ پس عنقریب ہم اس کو دشواری (دوزخ) مہیا کریں گے ○ (اللیل: ۱۰-۵)

۲۷۔ بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى ﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى ○ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى ○ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَى ○ وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَى ○ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَى ○ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَى﴾ (اللیل: ۱۰-۵)

اللیل: ۵ میں اللہ کی راہ میں دینے کا ذکر ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اس نے نیکی کے تمام راستوں میں اپنا مال خرچ کیا اور ہر قسم کے صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے بچتا رہا۔ لیل: ۶ میں "حسنى" کا لفظ ہے اس سے مراد اللہ پر ایمان لانا ہے اور تمام فرائض پر عمل کرنا ہے۔ لیل: ۷ میں "یسری" کا لفظ ہے اس کا معنی آسانی ہے اس سے مراد دنیا میں نیک قسمت اور آخرت میں جنت ہے۔ لیل: ۸ میں بخل کا ذکر ہے یعنی جس نے زکوٰۃ ادا نہیں کی اور لیل: ۹ میں کذب سے مراد ہے: اللہ تعالیٰ کی توحید کی تکذیب کی اور اس میں مذکور ہے: وہ اللہ سے بے پرواہ رہا یعنی وہ اللہ کے اجر و ثواب سے بے پروا رہا۔ لیل: ۱۰ میں "العسری" کا ذکر ہے اس سے مراد دوزخ ہے۔

اللَّهُمَّ اعْطِ مُنْفِقَ مَالٍ خَلْفًا
اے اللہ! (اپنی راہ میں) مال خرچ کرنے والے کو (اس مال کا) بدل عطا فرما۔

یہ تعلق اس آیت کے مناسب ہے:

اور تم جو کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے وہ اس کا پورا پورا بدل عطا فرمائے گا۔

وَمَا آتَيْتُم مِّن شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ. (سبا: ۳۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سہامیہل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے بھائی نے حدیث بیان کی از سلیمان از معاویہ بن ابی مرزاد از ابی الحباب از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ہر دن جس میں بندے صبح کو اٹھتے ہیں تو اس میں دو فرشتے نازل ہوتے ہیں ان میں سے ایک فرشتہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! (اللہ کی راہ میں) خرچ کرنے والے کو اس کا بدل عطا فرما اور دوسرا دعا کرتا ہے: اے اللہ! بخل کرنے والے کے مال کو تلف کر دے۔

۱۴۴۲۔ حَدَّثَنَا سَمَاعٌ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَىٰ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي مُرْزَادٍ عَنْ أَبِي الْحَبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيهِ إِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ فَيَقُولُ أَحَدُهُمَا اللَّهُمَّ اعْطِ مُنْفِقًا خَلْفًا وَيَقُولُ الْآخَرُ اللَّهُمَّ اعْطِ مُمْسِكًا تَلْفًا.

(صحیح مسلم: ۱۰۱۰، رقم المسلسل: ۲۲۹۹، السنن الکبریٰ: ۹۱۷۸)

جامع السانید لابن جریر: ۵۱۳۱، مکتبۃ الرشدریاض: ۱۳۲ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسماعیل بن ابی اویس (۲) ان کے بھائی اور وہ ابو بکر ہیں ان کا نام عبد الحمید ہے (۳) سلیمان بن بلال (۴) معاویہ بن ابی مرزؤان کا نام عبد الرحمان ہے (۵) ابو الحباب ان کا نام سعید بن یسار ہے یہ معاویہ مذکور کے چچا ہیں (۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۴۴۱)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت فرشتوں کی اس دعا میں ہے: اے اللہ! خرچ کرنے والے کو بدل عطا فرما۔

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے کے لیے فرشتوں کی دعا

فرشتے دعا کرتے ہیں: اے اللہ! اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے کو اس مال کا بدل عطا فرما اس سے مراد وہ شخص ہے جو فرائض اور مستحبات میں مال کو خرچ کرتا ہے اور جب وہ بخیل کے لیے دعا کرتے ہیں کہ اس کے مال کو تلف کر دے تو اس سے مراد وہ شخص ہے جو فرائض میں بخل کرتا ہے کیونکہ جو شخص فرائض ادا کرتا ہو اور مستحبات کو ترک کرتا ہو وہ اس دعا کا مستحق نہیں ہے اس حدیث میں خرچ کرنے کی ترغیب ہے خواہ فرائض میں ہو جیسے اہل وعیال پر خرچ کرنا خواہ مستحبات میں ہو جیسے دیگر رشتہ داروں اور یتیموں پر خرچ کرنا اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فرشتے دعا کرتے ہیں اور ان کی دعا مستجاب ہوتی ہے جیسے حدیث میں ہے کہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہو جائے اگر اُس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (صحیح البخاری: ۷۸۲)

صدقہ کرنے والے اور بخیل کی مثال

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن طاؤس نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ بخیل اور صدقہ کرنے والے کی مثال اس طرح ہے جیسے دو شخص لوہے کے دو پتے پہنے ہوئے ہوں۔

امام بخاری نے اس حدیث کا آخری حصہ دور سند کے ساتھ بیان کیا وہ یہ ہے:

اور ہمیں ابو یسار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں ابو الزناد نے حدیث بیان کی کہ عبد الرحمان نے ان کو حدیث بیان کی انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بخیل اور خرچ کرنے والے کی مثال اس طرح ہے جیسے دو آدمیوں نے اپنے سینوں سے اپنی گردنوں تک دو لوہے کے پتے پہنے ہوئے ہوں رہا خرچ کرنے والا تو وہ جب بھی خرچ کرتا ہے تو وہ جہ کھل جاتا ہے یا اس کے جسم پر ڈھیلا اور کشادہ ہو جاتا ہے حتیٰ کہ اس کی انگلیاں چھپ جاتی ہیں اور اس کے پیروں کے نشان

۲۸۔ بَابُ مَثَلِ الْمُصَدِّقِ وَالْبَخِيلِ

۱۴۴۳۔ حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا وَهْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَثَلُ الْبَخِيلِ وَالْمُتَصَدِّقِ كَمَثَلِ رَجُلَيْنِ رَجُلٍ مَلَأَ جُفَّتَانِ مِنْ حَدِيدٍ إِلَى تَرَاقِيهِمَا فَأَمَّا الْمُتَصَدِّقُ فَلَا يُنْفِقُ إِلَّا سَبْعَتْ أَوْ وَفَرَتْ عَلَى جُلْدِهِ حَتَّى تُخْفِيَ بَنَانَهُ وَتَعْفُوَ أَثَرَهُ وَأَمَّا الْبَخِيلُ فَلَا يُرِيدُ أَنْ يُنْفِقَ شَيْئًا إِلَّا لَزَقَتْ كُلُّ خَلْقَةٍ مَكَانَهَا وَهُوَ يُوسِعُهَا وَلَا تَتَّسِعُ تَابَعَهُ

وَحَدَّثَنَا أَبُو يَسَارٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنْ عَبْدِ رَحْمَنِ حَدَّثَنَا أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَثَلُ الْبَخِيلِ وَالْمُتَصَدِّقِ كَمَثَلِ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا جُبَّتَانِ مِنْ حَدِيدٍ مِنْ تَرَاقِيهِمَا إِلَى تَرَاقِيهِمَا فَأَمَّا الْمُتَصَدِّقُ فَلَا يُنْفِقُ إِلَّا سَبْعَتْ أَوْ وَفَرَتْ عَلَى جُلْدِهِ حَتَّى تُخْفِيَ بَنَانَهُ وَتَعْفُوَ أَثَرَهُ وَأَمَّا الْبَخِيلُ فَلَا يُرِيدُ أَنْ يُنْفِقَ شَيْئًا إِلَّا لَزَقَتْ كُلُّ خَلْقَةٍ مَكَانَهَا وَهُوَ يُوسِعُهَا وَلَا تَتَّسِعُ تَابَعَهُ

نا پسندیدہ اور ناکارہ چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں دینے کی ممانعت کے متعلق احادیث

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت ہم انصار کے متعلق نازل ہوئی ہے، ہم لوگوں کے کھجور کے درخت تھے اور جس شخص کے باغ سے جتنی زیادہ یا کم کھجوریں درختوں سے اترتی تھیں وہ اسی حساب سے کھجوریں لاتا تھا، کوئی شخص کھجوروں کا ایک خوشہ لاتا تو کوئی دو خوشے لاتا، اور ان کو مسجد میں لٹکا دیتا، اور اہل صفہ (مسجد نبوی میں رہنے والے طلبہ) کے پاس طعام نہیں ہوتا تھا، ان میں سے جب کسی کو بھوک لگتی تو وہ ان خوشوں پر لٹھی مارتا تو اس سے اُدھ پکی کھجوریں اور چھوارے گر جاتے اور وہ اس کو کھا لیتے، اس وقت لوگوں کو صدقہ اور خیرات میں رغبت نہیں تھی، وہ کھجوروں کے ایسے خوشے لے کر آتے جن میں سوکھی ہوئی، ردی اور بے کار کھجوریں ہوتیں اور وہ ان کو لا کر لٹکا دیتے، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی کہ تم اپنی کمائی سے پسندیدہ چیزوں کو صدقہ کرو (البقرہ: ۲۶۷)۔ (سنن ترمذی: ۲۹۸۷، سنن ابن ماجہ: ۱۸۲۲)

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس مسجد میں آئے اور آپ کے ہاتھ میں لٹھی تھی اور ایک شخص نے ردی کھجوریں لٹکائی ہوئی تھیں، آپ نے ان کھجوروں کے خوشے پر لٹھی ماری اور فرمایا: ان کھجوروں کا صدقہ کرنے والا اگر چاہتا تو ان سے عمدہ کھجوروں کا صدقہ کر سکتا تھا، یہ صدقہ کرنے والا قیامت کے دن ردی کھجوریں کھائے گا۔

(سنن ابوداؤد: ۱۶۰۸، سنن نسائی: ۲۳۹۳، سنن ابن ماجہ: ۱۸۲۱)

حضرت غافرہ قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے تین کاموں کو کر لیا، وہ ایمان کا ذائقہ چکھ لے گا: (۱) جس شخص نے اللہ وحدہ کی عبادت کی اور بے شک اللہ کے سوا اور عبادت کا مستحق نہیں ہے (۲) اور جس نے خوشی سے ہر سال اپنے مال کی زکوٰۃ دی (۳) اور زکوٰۃ میں نہ بوڑھا جانور نہ خارش زدہ اور نہ بیمار اور نہ بے قسم، لیکن درمیانی قسم کا دے کیونکہ اللہ تم سے نہ سب سے عمدہ مال طلب کرتا ہے اور نہ تم کو سب سے گھیا مال دینے کا حکم دیتا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۵۸۲)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ نے تمہارے درمیان اخلاق کو اس طرح تقسیم کیا ہے جس طرح تمہارے درمیان رزق تقسیم کیا ہے، اور اللہ تعالیٰ کو دنیا دیتا ہے خواہ وہ اس کے نزدیک پسندیدہ ہوں یا نہ ہوں اور دین صرف ان ہی کو دیتا ہے جو اس سے نزدیک۔ پسندیدہ ہوں اور اس سے دور کی قسم اس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! کوئی بندہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کا دل اور اس کی زبان بھی مسلمان نہ ہو جائے اور اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کا پڑوسی اس کے بوائق سے مامون نہ ہو جائے، مسلمانوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! بوائق سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کا شر اور اس کا ظلم، کوئی بندہ اگر مال یا مال کے ساتھ یا مال کے بغیر خیر کرے، پھر اس سے بدعت کی توقع کرے اور نہ حرام مال سے صدقہ کرے، پھر اس سے قبول کرنے کے بعد اسے اور وہ اپنی پیٹھ کے پیچھے کچھ چھوڑے، وہ دوزخ کا حصہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ بُرائی کو بُرائی سے نہیں مٹاتا لیکن بُرائی کو نیکی سے مٹاتا ہے، بے شک خبیث چیز خبیث چیز کو نہیں مٹاتی۔

اس حدیث کی سند میں ایک راوی صباح بن محمد ہے اور وہ ضعیف راوی ہے۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۱۶۶، مسند لمز ار: ۳۵۶۲، شعب الایمان: ۵۵۲۳، شرح السنن: ۲۰۳۰، المعجم الکبیر: ۸۹۹۰، اکمال لابن عدی ج ۳ ص ۱۱۵۸)

المسند رک ج ۱ ص ۳۳-۳۴، مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۷، طبع قدیم، مسند احمد: ۳۶۷۲، ج ۶ ص ۱۸۹، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

۳۰۔ بَابُ عَلٰی كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ
ہر مسلمان پر صدقہ کرنا فرض ہے، جس کو صدقہ کرنے کے لیے کچھ میسر نہ ہو وہ کوئی نیک کام کرے

۱۴۴۵ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي بَرْزَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ. فَقَالُوا يَا نَبِيَّ اللَّهِ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ قَالَ يَفْعَلْ بِيَدِهِ فَيَنْفَعُ نَفْسَهُ وَيَتَصَدَّقُ. قَالُوا فَإِنْ لَمْ يَجِدْ؟ قَالَ يُعِينُ ذَا الْحَاجَةِ الْمَلْهُوفَ. قَالُوا فَإِنْ لَمْ يَجِدْ؟ قَالَ فَلْيَعْمَلْ بِالْمَعْرُوفِ وَلْيَمْسِكْ عَنِ الشَّرِّ فَإِنَّهَا لَهُ صَدَقَةٌ. [طرف الحدیث: ۶۰۲۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن ابی بردہ نے حدیث بیان کی از والد خود از جد خود از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: ہر مسلمان پر صدقہ کرنا (واجب) ہے مسلمانوں نے کہا: یا نبی اللہ! جس شخص کو صدقہ کرنے کے لیے کچھ میسر نہ ہو؟ آپ نے فرمایا: وہ اپنے ہاتھ سے کوئی کام کرے سوائے نفس کو فائدہ پہنچائے اور صدقہ کرے مسلمانوں نے کہا: اگر اس کو کوئی کام میسر نہ ہو؟ آپ نے فرمایا: وہ کسی حاجت مند مصیبت زدہ کی مدد کرے مسلمانوں نے کہا: اگر اس کو یہ بھی میسر نہ ہو؟ آپ نے فرمایا: پھر وہ نیک کام کرے اور (کسی کے ساتھ) بُرائی کرنے سے رُک جائے بے شک اس کے لیے یہ بھی صدقہ ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۰۰۸، الرقم السلسل: ۳۲۹۰، نم: ۲۵۳۸، زاد: یاسی: ۲۹۵، شعب ابی شیبہ ج ۹ ص ۱۰۸، سنن کبریٰ: ۲۳۱۸،

سنن دارمی: ۲۷۳، شعب الایمان: ۶۱۶، شرح السنن: ۱۳۳، سنن ابی یوسف ج ۲ ص ۳۹، طبع: ۱۹۵۳، ج ۳۲ ص ۲۹۸، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، جامع السانید لابن جوزی: ۳۹۰۹، مکتبۃ الرشدریاض: ۱۳۲ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) مسلم بن ابراہیم الازدی القصبی (۲) بن الحجاج (۳) بن ابی (۴) ان کے والد ابو بردہ عامر سعید کے دادا اور وہ حضرت ابو موسیٰ عبد اللہ بن قیس الانصاری رضی اللہ عنہ ہیں۔ (۵) قاری ج ۱ ص ۲۳۸ اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ نے فرمایا: وہ کسی مصیبت زدہ کی مدد کرے۔

صدقہ کی صورتیں

حافظ ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں فرمایا ہے: ہر مسلمان پر صدقہ ہے اور حضرت ابو ہریرہ کی روایت میں ہے: ہر مسلمان پر ہر دن میں صدقہ (واجب) ہے اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر مسلمان پر صدقہ کرنا واجب ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے تخفیف فرمائی اور مستحب عمل کرنے سے اس صدقہ کے وجوب کو ساقط کر دیا یہ اللہ تعالیٰ کا لطف اور فضل ہے ایک اور حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں کے ہر جوڑ پر صدقہ (واجب) ہے ہر اس دن میں جس میں سورج طلوع ہوتا ہے آپ نے فرمایا: دو آدمیوں کے درمیان عدل کرنا صدقہ ہے کسی شخص کی اس کی سواری پر بیٹھنے میں مدد کرنا صدقہ ہے یا اس کا سامان سواری پر رکھنا صدقہ ہے اور اچھی بات کہنا صدقہ ہے اور نماز کی طرف ہر قدم چلنا صدقہ ہے اور راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا صدقہ ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۷۷، صحیح مسلم: ۱۰۰۹، مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۶)

نیز آپ نے فرمایا: کسی ضرورت مند اور مظلوم کی مدد کرنا صدقہ ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جو شخص اس حال میں ہو

المہلب نے المجموعہ میں لکھا ہے کہ امام مالک نے کہا ہے کہ فقیر کو اتنی زکوۃ دی جائے جو اس کی ایک سال کی خوراک کے لیے کافی ہو پھر اس کی ضرورت کے مطابق اس کے کمزوروں کے لیے بھی زکوۃ میں سے رقم دی جائے۔

امام ابو حنیفہ نے فرمایا: کسی ایک انسان کو زکوۃ میں سے دو سو درہم (ساڑھے باون تولے چاندی یا اس کی قیمت) دے دی جائے تو یہ میرے نزدیک مکروہ ہے اور اگر اس کو اتنی رقم دے دی گئی تو زکوۃ ادا ہو جائے گی۔

المغیرہ نے کہا: اگر کسی شخص کو نصاب کی مقدار سے کم زکوۃ دی گئی تو کوئی حرج نہیں ہے اور اس کو اتنی زکوۃ نہ دی جائے کہ وہ خود صاحب نصاب ہو جائے اور اس پر زکوۃ واجب ہو اور ثوری اور امام احمد بن حنبل نے کہا کہ کسی شخص کو پچاس درہم سے زیادہ زکوۃ نہ دی جائے ماسوا اس کے کہ وہ مقروض ہو۔

امام شافعی نے کہا کہ کسی شخص کو اتنی زکوۃ دی جائے کہ وہ غنی اور صاحب نصاب ہو جائے اور اس کو مسکین نہ کہا جائے اور اگر فقیر کو ہزار یا اس سے زیادہ درہم دے دیے جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس پر زکوۃ تب واجب ہوگی جب ایک سال گزر جائے گا ابو ثور کا بھی یہی قول ہے۔

ابن حبیب نے کہا: بکریوں کی زکوۃ میں کسی شخص کو ایک بکری دینے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر اس کو زیادہ ضرورت ہو تو ایک سے زیادہ بکریاں دینا بھی جائز ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے غنیمت نسیمہ کی بکریوں کے تعلق فرمایا۔ وہ بکری لے آؤ! وہ بکری اپنے محل تک پہنچ چکی ہے یعنی حضرت نسیمہ پر وہ بکری صدقہ کر دی گئی ہے اور اب وہ ہمارے لیے ہدیہ ہے۔ غنیمت بریرہ پر جو گوشت صدقہ کیا گیا تھا تو آپ نے فرمایا: وہ ان کے لیے صدقہ ہے اور جب انہوں نے ہمیں دے دیا تو وہ ہمارے لیے ہدیہ ہے۔ اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ کسی چیز کی ملک بدلنے سے اس چیز کا حکم بدل جاتا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۴۲۳-۴۲۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

۳۲۔ بَابُ زَكَاةِ الْوَرِقِ

۱۴۴۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ بْنُ أَخِيْنَا مَالِكٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخَدْرِيَّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ دَرَاهِمٍ صَدَقَةٌ مِنَ الْإِبِلِ لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ دَرَاهِمٍ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ سَمْعَانَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا.

چاندی کی زکوۃ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عمرو بن یحییٰ المازنی از والد خود انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پانچ اونٹوں سے کم میں صدقہ (زکوۃ) نہیں ہے اور پانچ اوقیہ (دو سو درہم) سے کم میں صدقہ نہیں ہے اور پانچ وسق (۶۰ صاع ۳۰۰ کلو گرام) سے کم میں صدقہ نہیں ہے۔ ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی انہوں نے اپنے والد سے سنا از ابی سعید رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ سے اس حدیث کو سنا۔

(سنن ابوداؤد: ۱۵۶۷، سنن نسائی: ۲۳۳۶، سنن ابن ماجہ: ۱۸۰۰، مسند ابویعلیٰ: ۱۲، سنن دارقطنی ج ۲ ص ۱۱۳، المستدرک ج ۱ ص ۳۹۰، سنن بیہقی ج ۴ ص ۸۶، صحیح ابن خزیئہ: ۲۲۶۱، صحیح ابن حبان: ۳۲۶۶، مسند احمد ج ۱ ص ۱۲، صلیح قدیم، مسند احمد: ۷۲، ج ۱ ص ۲۳۲-۲۳۳، مؤسسة الرسالة، بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن عبد اللہ بن الحنفی (۲) ان کے والد عبد اللہ بن الحنفی بن مالک (۳) ثمامہ اور وہ عبد اللہ بن انس ہیں جو بصرہ کے قاضی ہیں (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۹)

زکوٰۃ کی مقدار کے برابر کسی بھی جنس سے زکوٰۃ ادا کرنے کا جواز

علاء الدین ابوالحسن علی بن خضف بن ہشت سہ ماہ کی قرطبی متوفی ۷۴۹ھ لکھتے ہیں:

زکوٰۃ کی ادائیگی میں سامان اور قیمتی چیزوں کے لینے میں فقہاء کا اختلاف ہے امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ جائز ہے امام ابوحنیفہ کے اصحاب نے امام بخاری کی اس تعلیق سے استدلال کیا ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے زکوٰۃ میں سامان اور دیگر چیزوں کو وصول کیا تھا اور حضرت انس کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت معاذ صدقات کو مدینہ کی طرف منتقل کرتے تھے پھر رسول اللہ ﷺ ان کو تقسیم کرتے تھے پس جب یہ صدقات نبی ﷺ کی زندگی میں مدینہ منتقل ہوتے تھے اور آپ ان مدینہ کے فراء میں میسر کرتے تھے لہذا آپ زکوٰۃ کے بدل کے جواز کو برقرار رکھا تھا کیونکہ آپ کو علم تھا کہ زکوٰۃ کپڑوں کی جنس سے نہیں ہے اور زکوٰۃ میں بدل کے بدلے میں ان چیزوں کا لینا جائز قرار پایا اور آپ کے وصال کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جیسی اسی معمول کو برقرار رکھا اور صحابہ کرام کا اس پر اتفاق رہا اسی طرح نبی ﷺ نے یہ حکم دیا کہ ایک سال کی اونٹنی کے بجائے دو سال کی اونٹنی لے لی جائے اور زکوٰۃ وصول کرنے والا اس کو بیس درہم یا دو بکریاں دے اس سے اس کو زکوٰۃ کے بدلے میں ماویٰ قیمت یا قیمتی چیز لینا جائز ہے اور جب یہ جائز ہے کہ پانچ اونٹوں کی زکوٰۃ میں اس کو بکریاں دے تو ایک اونٹ کی زکوٰۃ میں اس کو بکریاں دینا بھی جائز ہے۔

نیز امام بخاری کی تیسری تعلیق میں مذکور ہے کہ عورتیں اپنے کانوں کی بالیاں اور لونگوں کے ہار بھی ڈال دیتی تھیں اور لونگوں کے ہار سونے یا چاندی کی جنس سے نہیں ہیں اس سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ مس سونے چاندی کو دینا ضرور نہیں ہے بلکہ زکوٰۃ کی مقدار کے برابر کسی بھی جنس سے زکوٰۃ دینا جائز ہے۔

اس نذیب... مین... ہتے ہیر... حفظ... ساتھ... ہے... اس وقت مدینہ میں ان کپڑوں اور دیگر اشیاء کی ضرورت ہے اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کا جوار شاد نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: جس شخص پر زکوٰۃ میں ایک سال کی اونٹنی واجب ہو اور اس کے پاس ایک سال کی اونٹنی کے بجائے دو سال کی اونٹنی ہو تو اس سے عامل دو سال کی اونٹنی لے لے اور اس کو بیس درہم یا دو بکریاں دے دے تو اس پر حضرت ابو بکر اور حضرت عمر نے اپنے عہد خلافت میں عمل نہیں کیا۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۳۲۸-۳۲۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

مصنف کی طرف سے علامہ ابن بطال کی دلیل کا جواب

میں کہتا ہوں کہ امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کی دلیل صحیح بخاری کی حدیث مرفوعہ اور صحابہ کرام کے آثار ہیں۔ اس کے مقابلہ میں علامہ ابن بطلال نے فقہاء احناف کے مخالفین کی طرف سے جو دلیل پیش کی ہے، وہ محض ان کا مفروضہ ہے اور بلا دلیل ایک

دعویٰ ہے، نیز میں پوچھتا ہوں کہ شریعت کا مدار نبی ﷺ کے ارشاد پر ہے یا حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے عمل پر ہے؟ جب کہ علامہ ابن بطال نے ان کے عمل پر بھی کسی صحیح حدیث کا حوالہ نہیں دیا اور دلائل کے مقابلہ میں محض دعویٰ کی کیا حیثیت ہے!

حافظ ابن حجر اور غیر مقلدین کا آثار صحابہ اور حدیث رسول کو مسترد کرنا اور مصنف کے جوابات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متونی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں امام بخاری نے فقہاء احناف کی موافقت کی ہے اس کے باوجود کہ وہ ان کی بہت مخالفت کرتے ہیں:

حضرت معاذ کے قصہ کا یہ جواب ہے کہ یہ ان کا اجتہاد ہے پس اس قصہ میں کوئی دلیل نہیں ہے، لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ حلال اور حرام کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے اور جب نبی ﷺ نے ان کو یمن بھیجا تھا تو آپ نے ان کو بتادیا تھا کہ وہ کس طرح عمل کریں گے، ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ اس زمانہ کا خاص واقعہ ہے اس سے یہ قاعدہ کلیہ ثابت نہیں ہوتا کہ جس جنس میں زکوٰۃ واجب ہو اس کی زکوٰۃ دوسری جنس سے دی جاسکتی ہے۔ (میں کہتا ہوں کہ اس کے خلاف بھی کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ خواتین نے اپنی زکوٰۃ میں لوگوں کا ہار دیا، اگر یہ ناجائز ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اس کو رد فرمادیتے۔ سعیدی غفرلہ)

قاضی عبدالوہاب مالکی نے کہا ہے کہ وہ لوگ جزیہ پر بھی صدقہ کا اطلاق کرتے تھے ہو سکتا ہے کہ حضرت معاذ نے جو لیا تھا وہ بھی جزیہ ہو، حافظ ابن حجر نے اس جواب پر یہ مترشح کیا ہے کہ حضرت معاذ نے فرمایا تھا: تم تمہارے بھو اور جوار کے بدلا میں کپڑے اور سامان دو اور جزیہ میں بھو اور جوار کو نہیں لیا جاتا، درہم اور دینار کو لیا جاتا ہے۔

حدیث مذکور کا حافظ ابن حجر نے یہ جواب دیا ہے کہ زکوٰۃ کی مقدار تو معین ہوتی ہے اس میں کمی بیشی نہیں ہوتی جب کہ سامان کی قیمت تو کم زیادہ ہوتی ہے پس جس چیز میں زکوٰۃ واجب ہے اس کی زکوٰۃ میں کمی بیشی ہو سکتی ہے۔ اسی کی بنا پر اس کے بدلا میں کوئی اور سامان نہیں لیا جائے گا کیونکہ زکوٰۃ کی مقدار معین اور احد ہوتی ہے اس کی کمی بیشی نہیں ہوتی۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۴۷-۴۸ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

نواب صدیق حسن خان متونی ۱۳۰۷ھ نے بھی اسی جواب کو نقل کیا ہے۔ (عون الباری ج ۲ ص ۲۳۸ دار الرشید سوریا)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی اور نواب قنوجی کی یہ ذیہ نہیں دیتا کہ وہ حدیث رسول کو اپنے قیاس سے مسترد کر دیں، نبی ﷺ نے ۵۰ سے ۵۱ انتہائے زکوٰۃ میں ایک بکری واجب کی ہے، کیا بکری کی قیمت کم بیش نہیں ہوتی، اگر ہوتی تو اس طرح ۳۰ سے ۳۹ تک بکریاں میں ایک بکری واجب کی ہے، کیا بکری کی قیمت کم بیش نہیں ہوتی اسی طرح ۲۰ سے ۲۱ تک بکریوں میں ایک بکری واجب کی ہے اور بکری کی قیمت بھی کم بیش ہوتی رہتی ہے، اگر حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی اور نواب بھوپالی (اہل حدیث) کے قاعدہ کو تسلیم کر کے حدیث رسول کو مسترد کر دیا جائے تو نبی ﷺ کا دیا ہوا پورا نظام زکوٰۃ ہی ساقط ہو جائے گا۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں: زکوٰۃ کی ادائیگی کی مقدار معین ہونی چاہیے، میں کہتا ہوں کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کی مقدار وہی ہونی چاہیے جو رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی ہے خواہ وہ معین ہو یا غیر معین۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی اس موقع کی تلاش میں رہتے ہیں کہ جہاں حافظ ابن حجر کوئی غلط بات کہیں یا فقہاء احناف کے خلاف کچھ کہیں تو وہ فوراً ان کا رد کریں لیکن اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجر نے احناف کے خلاف لکھا اور صحیح بخاری کی حدیث کا رد کیا لیکن علامہ عینی کا خون جوش میں آیا، شاید قسم ازل نے یہ سعادت اس ناکارہ کے لیے مقدر کر دی تھی!

۱۴۴۹ - حَدَّثَنَا مُوَمَّلٌ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ
أَيُّوبَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ
رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَشْهَدُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَصَلَّى قَبْلَ الْخُطْبَةِ فَرَأَى أَنَّهُ لَمْ
يُسْمِعِ النِّسَاءَ فَاتَّاهُنَّ وَمَعَهُ بِلَالٌ فَأَبْشَرَ نَوْبَهُ
فَوَعَّظَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ أَنْ يَتَصَدَّقْنَ فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ
تُلْقِي وَأَشَارَ أَيُّوبُ إِلَى أُذُنِهِ وَإِلَى حَلْقِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موئل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی از ایوب از عطاء بن ابی رباح انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ سے پہلے نماز پڑھی پس آپ نے گمان کیا کہ آپ نے عورتوں کو نہیں سنایا تو آپ عورتوں کے پاس آئے اور آپ کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی اپنا کپڑا پھیلائے ہوئے تھے آپ نے عورتوں کو وعظ کیا اور ان کو صدقہ کرنے کا حکم دیا تو عورت (حضرت بلال کے کپڑے میں صدقہ) ڈالتی تھی اور ایوب نے اپنے کانوں اور اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا۔

۳۴ - بَابُ لَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ

متفرق جانوروں کو جمع نہ کیا جائے اور جو جانور جمع ہوں ان کو متفرق نہ کیا جائے

مثلاً تین آدمیوں میں سے ہر ایک کی ۴۰ بکریاں ہیں اور ان کا زکوۃ تین تین میں ہے اور جب عامل زکوۃ وصول کرنے آئے تو ان میں سے ایک آدمی کہے کہ سب اس کی بکریاں ہیں اور تفرق دیوں کو جمع کرے اور صرف ایک بکری عامل کو دے کیونکہ ۴۰ سے ۱۲۰ تک صرف ایک بکری واجب ہوتی ہے یا ایک آدمی کی ۸۰ بکریاں ہوں جن پر ایک بکری زکوۃ ہو زکوۃ کی وصولی کے وقت عامل کہے: یہ دو آدمیوں کی ۴۰ بکریاں ہیں اور ان پر دو بکریاں زکوۃ ہیں واجب ہیں اور جمع کو متفرق کرے خلاصہ یہ ہے کہ زکوۃ دینے والا متفرق کو جمع کر کے زکوۃ دے نہ جان زیادہ زکوۃ دینے کے لیے جمع کو متفرق کرے۔

وَيُذَكِّرُ عَنْ سَالِمٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

اسام نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث روایت کی ہے۔

اس تعلیق کی اصل درج ذیل حدیث ہے:

سالم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقہ کا مکتب لکھا اور اس کو مال کی طرف روانہ نہیں کیا تھا کہ آپ نے اس کو دیکھا تو آپ نے اس مکتب کو اپنی توار کے ساتھ لے کر رکھا تھا اس وقت جب آپ کی وفات ہو گئی تو اس مکتوب پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عمل کیا حتیٰ کہ ان کی وفات ہو گئی اور حضرت عمر نے عمل کیا حتیٰ کہ ان کی وفات ہو گئی اس مکتوب میں یہ درج تھا کہ پانچ اونٹوں میں ایک بکری ہے اور دس میں دو بکریاں ہیں اور پندرہ میں تین بکریاں ہیں اور بیس میں چار بکریاں ہیں اور پچیس سے پینتیس تک ایک سال کی ایک اونٹنی ہے اگر اس سے زیادہ ہوں تو پینتالیس تک دو سال کی ایک اونٹنی ہے اور اگر اس سے زیادہ ہوں تو ساٹھ تک تین سال کی ایک اونٹنی ہے اور اگر اس سے زیادہ ہوں تو کچھتر تک چار سال کی ایک اونٹنی ہے پھر اگر اس سے زیادہ ہوں تو توڑے تک دو اونٹیاں ہیں پھر اگر اس سے زیادہ ہوں تو ایک سو بیس تک تین سال کی دو اونٹیاں ہیں پھر اگر ایک سو بیس سے زیادہ اونٹیاں ہوں تو ہر پچاس پر ایک تین سال کی اونٹنی اور ہر چالیس پر دو سال کی ایک اونٹنی دی جائے اور بکریوں میں چالیس سے لے کر ایک سو بیس تک ایک بکری دی جائے پھر اگر اس سے زیادہ بکریاں ہوں تو دو سو تک دو بکریاں دی جائیں پھر

اگر اس سے زیادہ بکریاں ہوں تو تین سو بکریوں تک تین بکریاں دی جائیں پھر اگر تین سو بکریوں سے زائد ہوں تو ہر سو بکریوں پر ایک بکری دی جائے پھر جب تک چار سو بکریاں نہ ہو جائیں ان میں کچھ نہیں ہے اور صدقہ دینے کے خوف سے جمع کو متفرق نہ کیا جائے اور متفرق کو جمع نہ کیا جائے اور اگر موشیوں میں دو آدمی شریک ہوں تو وہ صدقہ کی رقم برابر برابر ایک دوسرے سے لے لیں۔

(سنن ترمذی: ۶۳۱، سنن ابوداؤد: ۱۵۷۱-۱۵۷۰، مسند احمد: ۲ ص ۱۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبد اللہ الانصاری نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ثمامہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مکتوب لکھا جس میں رسول اللہ ﷺ کا فرض یہ ہو صدقہ بیان کیا اور یہ کہ صدقہ کے خوف سے متفرق کو جمع نہ کیا جائے اور جمع کو متفرق نہ کیا جائے۔

۱۴۵۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي ثَمَامَةُ أَنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ كَتَبَ لَهُ النَّبِيُّ فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ خَشْيَةَ الصَّدَقَةِ.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۳۴۸ میں گزر چکی ہے۔

اگر دو شخص شریک ہوں تو زکوٰۃ کا خرچ

یک دوسرے سے برابر برابر لے لیں

اور طاءوس اور عطاء نے کہا: اگر دونوں شریکوں کو اپنے مالوں کا پتا ہو تو ان کے مالوں کو جمع نہیں کیا جائے گا۔

۳۵ - بَابُ مَا كَانَ مِنْ شَيْءٍ لِمَنْ يَأْتِيهِ

يَتَرَا جَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ

وَقَالَ طَاوُوسٌ وَعَطَاءٌ إِذَا عَلِمَ الْخَلِيطَانِ أَمْوَالَهُمَا فَلَا يُجْمَعُ مَالُهُمَا.

اس تعلیق کی اصل یہ ہے: عمرو بن دینار بیان کرتے ہیں کہ: جب ایک شریک اپنے مالوں کو جانتے ہوں تو پھر صدقہ میں ان کے مالوں کو جمع کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ (معنف عبدالرزاق: ۶۸۶، کتاب العیہ: بیروت: ۱۳۲۱ھ)

اور سفیان نے کہا: اس وقت تک زکوٰۃ واجب نہیں ہے حتیٰ کہ اس شریک کے لیے بھی چالیس بکریاں ہوں اور دوسرے شریک کے لیے بھی چالیس بکریاں ہوں۔

وَقَالَ سُفْيَانٌ لَا تَجِبُ حَتَّى يَتِمَّ لِهَذَا أَرْبَعُونَ شَاةً وَلِهَذَا أَرْبَعُونَ شَاةً.

(معنف عبدالرزاق: ۶۸۶، کتاب العیہ: بیروت: ۱۳۲۱ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ثمامہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے وہ مکتوب لکھا جس میں رسول اللہ ﷺ نے زکوٰۃ کی فرضیت لکھی تھی اور جو دو شریکوں کے مال میں زکوٰۃ ہو وہ ایک دوسرے سے برابر برابر لے لیں۔

۱۴۵۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي ثَمَامَةُ أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ كَتَبَ لَهُ النَّبِيُّ فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا كَانَ مِنْ خَلِيطَيْنِ فَإِنَّهُمَا يَتَرَا جَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۳۴۸ میں گزر چکی ہے۔

اونٹوں کی زکوٰۃ

۳۶ - بَابُ زَكَاةِ الْإِبِلِ

ذَكَرَهُ أَبُو بَكْرٍ، وَأَبُو ذَرٍّ، وَأَبُو هُرَيْرَةَ، رَضِيَ
اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس کا حضرت ابو بکر، حضرت ابو ذر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم نے نبی ﷺ سے ذکر کیا ہے۔

یعنی اونٹوں کی زکوٰۃ کا ذکر ان صحابہ رضی اللہ عنہم نے کیا ہے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث، صحیح البخاری: ۱۳۵۳ میں ہے، حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کی حدیث، صحیح البخاری: ۱۳۶۰ میں ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی اسی کے ساتھ تعلق میں ہے۔

۱۴۵۲ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا
الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي
ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ
الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ أَعْرَابِيًّا سَأَلَ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْهَجْرَةِ فَقَالَ
وَبَحَكَ إِنَّ شَأْنَهَا شَدِيدٌ فَهَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ تُؤَدِّي
صَدَقَتَهَا؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاغْمِلْ مِنْ وَرَاءِ الْبَحَارِ فَإِنَّ
اللَّهَ لَنْ يَتْرَكَ مِنْ عَمَلِكَ شَيْئًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الولید بن مسلم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاوزاعی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب نے حدیث بیان کی از عطاء بن یزید از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہ ایک اعرابی (دیہاتی) نے رسول اللہ ﷺ سے ہجرت کے متعلق سوال کیا، آپ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے! ہجرت کا معاملہ تو بہت سخت ہے، کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں جن کی تم زکوٰۃ ادا کرتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: پس تم سمندر کے پار (شمال) عمل کرتے رہو، بے شک اللہ تمہارے اعمال میں سے کسی چیز کو ترک نہیں کرے گا۔

[اطراف الحدیث: ۲۶۳۳-۳۹۲۳-۶۱۶۵]

(صحیح مسلم: ۱۸۶۵، الرقم المسلسل: ۴۷۳۹، سنن ابوداؤد: ۲۳۷۷، سنن نسائی: ۴۱۶۳، سنن کبریٰ: ۷۷۸۷، جامع المسانید لابن جوزی: ۲۰۷۷)

(مکتبۃ الرشدریاض: ۱۳۲ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبد اللہ ابن المدینی (۲) الولید بن مسلم (۳) عبد الرزاق ابن عوف (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) عطاء بن یزید ابوزید لیثی (۶) حضرت ابوسعید الخدری ان کا نام سعد بن مالک ہے۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۲۰)

دیہاتیوں کے اوپر ہجرت کا سخت ہونا

علامہ جوہر علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی لکھتے ہیں: المہلب نے کہا ہے کہ نبی ﷺ کا یہ ارشاد فتح مکہ سے پہلے کا ہے کیونکہ اگر فتح مکہ کے بعد یہ ارشاد ہوتا تو آپ ﷺ نے فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے، لیکن آپ کو علم تھا کہ اعرابی مدینہ پر صبر نہیں کر سکیں گے کیونکہ وہاں پر بہت سختیاں تھیں اور وہاں نہیں تھیں کیونکہ جب ایک اعرابی کو مدینہ میں بخار چڑھ گیا تو وہ نبی ﷺ کے پاس بیعت توڑنے کے لیے آیا، اس لیے جب اس اعرابی نے آپ سے ہجرت کے متعلق سوال کیا تو آپ نے اس سے زکوٰۃ کے متعلق پوچھا کیونکہ زکوٰۃ ادا کرنا اعراب کے اوپر بہت سخت تھا، اس لیے آپ نے فرمایا کہ تم سمندر کے پار عمل کرتے رہو (یعنی ہجرت کرنا ضروری نہیں ہے، بے شک سمندر کے پار ہو، مگر نیک عمل کرتے رہو)۔

(شرح ابن بطل ج ۳ ص ۴۳۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۳۲۳ھ)

جس کی زکوٰۃ میں ایک سال کی اونٹنی واجب ہو

اور وہ اس کے پاس نہ ہو

۳۷ - بَابُ مَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةٌ

بِنْتِ مَخَاضٍ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ

۱۴۵۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ أَنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ كَتَبَ لَهُ فَرِيضَةَ الصَّدَقَةِ الَّتِي أَمَرَ اللَّهُ رَسُولَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ مِنَ الْإِبِلِ صَدَقَةُ الْجَذَعَةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ جَذَعَةٌ وَعِنْدَهُ حَقَّةٌ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْحَقَّةُ وَيَجْعَلُ مَعَهَا شَاتَيْنِ إِنْ اسْتَيْسَرَتَا لَهُ أَوْ عَشْرَتَيْنِ دِرْهَمًا. وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ الْحَقَّةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ الْحَقَّةُ وَعِنْدَهُ الْجَذَعَةُ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْجَذَعَةُ وَيُعْطِيهِ الْمُصَدِّقُ عَشْرَتَيْنِ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ الْحَقَّةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ إِلَّا بَنْتُ لَبُونٍ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ بَنْتُ لَبُونٍ وَيُعْطَى شَاتَيْنِ أَوْ عَشْرَتَيْنِ دِرْهَمًا وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بَنْتُ لَبُونٍ وَعِنْدَهُ حَقَّةٌ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْحَقَّةُ وَيُعْطِيهِ الْمُصَدِّقُ عَشْرَتَيْنِ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بَنْتُ لَبُونٍ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ وَعِنْدَهُ بَنْتُ مَخَاضٍ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ بَنْتُ مَخَاضٍ وَيُعْطَى مَعَهَا عَشْرَتَيْنِ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ.

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۳۴۸ میں گزر چکی ہے۔

۳۸ - بَابُ زَكَاةِ الْغَنَمِ

۱۴۵۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُثَنَّى الْأَنْصَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَنَسٍ أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ كَتَبَ لَهُ هَذَا الْكِتَابَ لَمَّا وَجَّهَهُ إِلَى الْبَحْرَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ثمامہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے صدقہ کا وہ فریضہ لکھا جس کا اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا تھا: جس شخص پر اونٹوں کی زکوٰۃ میں چار سال کی اونٹنی واجب ہو اور اس کے پاس چار سال کی اونٹنی نہ ہو بلکہ اس کے پاس تین سال کی اونٹنی ہو تو اس سے وہ تین سال کی اونٹنی قبول کی جائے گی اور اسے اس کے ساتھ دو بکریاں دینی ہوں گی اگر اس کو میسر ہوں یا وہ بیس درہم دے گا اور جس شخص پر زکوٰۃ میں تین سال کی اونٹنی واجب ہو اور اس کے پاس تین سال کی اونٹنی نہ ہو اور اس کے پاس چار سال کی اونٹنی ہو تو اس سے چار سال کی اونٹنی قبول کی جائے گی اور عامل اس میں درہم دے گا یا دو بکریاں دے گا اور جس پر زکوٰۃ میں تین سال کی اونٹنی واجب ہو تو اس کے پاس صرف دو سال کی اونٹنی ہو تو اس سے دو سال کی اونٹنی قبول کی جائے گی اور وہ دو بکریاں یا بیس درہم دے گا اور جس پر زکوٰۃ میں دو سال کی اونٹنی واجب ہو اور اس کے پاس تین سال کی اونٹنی نہ ہو تو اس سے تین سال کی اونٹنی قبول کی جائے گی اور عامل اس کو بیس درہم یا دو بکریاں دے گا اور جس پر زکوٰۃ میں دو سال کی اونٹنی واجب ہو اور اس کے پاس دو سال کی اونٹنی نہ ہو اور اس کے پاس ایک سال کی اونٹنی ہو تو اس سے وہ ایک سال کی اونٹنی قبول کی جائے گی اور وہ دو بکریاں یا بیس درہم یا دو بکریاں دے گا۔

بکریوں کی زکوٰۃ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبد اللہ بن المنشی الانصاری نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ثمامہ بن عبد اللہ بن انس نے حدیث بیان کی حضرت انس نے بیان کیا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جب ان کو بحرین کی طرف بھیجا تو ان کے لیے یہ مکتوب لکھا:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

هَذِهِ فَرِيضَةُ الصَّدَقَةِ الَّتِي فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ، وَالَّتِي أَمَرَ اللَّهُ بِهَا رَسُولُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَنْ سَوَّلَهَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ عَلَى وَجْهِهَا فَلْيَقْطَعْهَا، وَمَنْ سَوَّلَهَا فَوْقَهَا فَلَا يُقْطَعُ فِي أَرْبَعٍ وَعِشْرِينَ مِنَ الْإِبِلِ فَمَا دُونَهَا مِنَ الْغَنَمِ، مِنْ كُلِّ خُمْسٍ شَاةٌ إِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا وَعِشْرِينَ إِلَى خَمْسٍ وَثَلَاثِينَ، فَفِيهَا بَنْتُ مَخَاضٍ أُنْثَى، فَإِذَا بَلَغَتْ بَنًا وَثَلَاثِينَ إِلَى خَمْسٍ وَأَرْبَعِينَ، فَفِيهَا بَنْتُ لَبُونٍ أُنْثَى، فَإِذَا بَلَغَتْ بَنًا وَأَرْبَعِينَ إِلَى سِتِينَ، فَفِيهَا حَقَّةٌ طَرَوْقَةُ الْجَمَلِ، فَإِذَا بَلَغَتْ وَاحِدَةً وَسِتِينَ إِلَى خَمْسٍ وَسَعِينَ، فَفِيهَا جَذَعَةٌ، فَإِذَا بَلَغَتْ بَنًا سِتِينَ إِلَى تِسْعِينَ، فَفِيهَا بَنَاتُ لَبُونٍ، فَإِذَا بَلَغَتْ إِحْدَى وَتِسْعِينَ إِلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ، فَفِيهَا حَقَّتَانِ طَرَوْقَتَا الْجَمَلِ، فَإِذَا زَادَتْ عَلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ، فَفِي كُلِّ أَرْبَعِينَ بَنْتُ لَبُونٍ، وَفِي كُلِّ خَمْسِينَ حَقَّةٌ، وَمَنْ لَمْ يَكُنْ سَمَرًا لَا أَرْبَعٍ مِنَ الْإِبِلِ فَلَيْسَ فِيهَا صَدَقَةٌ، إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبُّهَا، فَإِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا مِنَ الْإِبِلِ فَفِيهَا شَاةٌ. وَفِي صَدَقَةِ الْغَنَمِ فِي سَائِمَتِهَا إِذَا كَانَتْ أَرْبَعِينَ إِلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ شَاةٌ، فَإِذَا زَادَتْ عَلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ مِائَتَيْنِ شَاةَانِ، فَإِذَا زَادَتْ عَلَى مِائَتَيْنِ إِلَى ثَلَاثِ مِائَةٍ فَفِيهَا ثَلَاثٌ، فَإِذَا زَادَتْ عَلَى ثَلَاثِ مِائَةٍ فَفِي كُلِّ مِائَةٍ شَاةٌ، فَإِذَا كَانَتْ سَائِمَةُ الرَّجُلِ نَاقِصَةً مِنْ أَرْبَعِينَ شَاةً وَوَاحِدَةً، فَلَيْسَ فِيهَا صَدَقَةٌ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبُّهَا. وَفِي الرِّقَّةِ رُبْعُ الْعُشْرِ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ إِلَّا تِسْعِينَ وَمِائَةً فَلَيْسَ فِيهَا شَيْءٌ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبُّهَا.

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

یہ زکوٰۃ کا وہ فریضہ ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں پر فرض کیا اور جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا تو اس مکتوب کے موافق جس مسلمان سے زکوٰۃ طلب کی جائے وہ اس کو دے اور اگر کوئی اس سے زیادہ (زکوٰۃ) مانگے تو وہ اس کو ہرگز نہ دے، چوبیس اونٹ ہوں یا اس سے کم ہوں تو ہر پانچ اونٹ میں ایک بکری دینی ہوگی، جب پچیس اونٹ ہو جائیں تو پینتیس اونٹوں تک ایک سال کی اونٹنی دینی ہوگی، جب چھتیس اونٹ ہو جائیں تو پینتالیس اونٹوں تک دو سال کی اونٹنی دینی ہوگی، جب چھیالیس اونٹ ہو جائیں تو ساٹھ اونٹوں تک تین سال کی اونٹنی دینی ہوگی جو جفتی کے لائق ہو اور جب اکٹھ اونٹ ہو جائیں تو ماکھتر اونٹوں تک چار سال کی اونٹنی دینی ہوگی اور جب چھتر اونٹ ہو جائیں تو توے اونٹوں تک اس سے دو سال کی دو اونٹنیاں دینی ہوں گی، پس جب اکیانوے اونٹ ہو جائیں تو ایک سو تیس اونٹوں تک تین سال کی دو اونٹنیاں دینی ہوں گی جو جفتی کے لائق ہوں، پس جب وہ ایک سو بیس سے زیادہ ہو جائیں تو ہر سال ایک اونٹ، ایک دو سال کی اونٹنی دینی ہوگی اور ہر چار سال ایک اونٹ، ایک تین سال کی اونٹنی دینی ہوگی اور جس کے پاس صرف چار اونٹ ہوں تو ان پر زکوٰۃ نہیں ہے، مگر یہ کہ اونٹوں کا مالک نفلی صدقہ دینا چاہے، پس جب پانچ اونٹ ہو جائیں تو اس میں ایک بکری دینا واجب ہے، اور جنگل میں چرنے والی بکریاں جب پچیس ہوں تو ایک سو بیس بکریوں تک ایک بکری دینا واجب ہے، پس جب ایک سو بیس بکریوں سے زیادہ ہوں تو دو سو بکریوں تک دو بکریاں دینا واجب ہے، پس جب دو سو بکریوں سے زیادہ ہو جائیں تو تین سو بکریوں تک تین بکریاں دینا واجب ہے، پس جب تین سو بکریوں سے زیادہ ہو جائیں تو ہر سو بکریوں میں ایک بکری دینا واجب ہے، پس جب کسی آدمی کی جنگل میں چرنے والی بکریوں کی تعداد چالیس بکریوں سے ایک بکری بھی کم ہو تو اس میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے، مگر یہ کہ بکریوں کا مالک نفلی صدقہ دینا چاہے اور چاندی میں چالیسواں حصہ دینا واجب ہے،

پس اگر اس کے پاس صرف ایک سو توے درہم ہوں تو اس میں کوئی چیز واجب نہیں ہے، مگر یہ کہ اس کا مالک نفلی طور پر دینا چاہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۳۴۸ میں گزر چکی ہے۔

۳۹۔ بَابُ لَا تُؤْخَذُ فِي الصَّدَقَةِ

هَرِمَةً، وَلَا ذَاتُ عَوَارٍ، وَلَا تَيْسٍ،

إِلَّا مَا شَاءَ الْمُصَدِّقُ

زکوٰۃ میں بوڑھا اور عیب والا اور نر جانور نہیں

دیا جائے گا، مگر جب عامل اس کا لینا

مناسب سمجھنے

۱۴۵۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ أَنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ كَتَبَ لَهُ الْبَيِّنَةُ أَمَرَ اللَّهُ رَسُولَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يُخْرَجُ فِي الصَّدَقَةِ هَرِمَةً، وَلَا ذَاتُ عَوَارٍ، وَلَا تَيْسٍ، إِلَّا مَا شَاءَ الْمُصَدِّقُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ثمامہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان کو حدیث بیان کی کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ مکتوب لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو یہ حکم دیا کہ کوئی شخص زکوٰۃ میں بوڑھے جانور کو نہ نکالے نہ کسی عیب والے جانور کو نہ نر جانور کو مگر یہ کہ عامل اس کو چاہے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۳۴۸ میں ملاحظہ کریں۔

۴۰۔ بَابُ أَخْذِ الْعَنَاقِ فِي الصَّدَقَةِ

۱۴۵۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ الزُّهْرِيِّ (ح). وَقَالَ الثَّيْتُ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ خَالِدٍ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ لَوْ مَنَعُونِي عَنَّا أَفَّا كَدُّ يُوَدُّ إِلَيْنَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلَى مَنَعِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعب نے خبر دی از الزہری (ح) اور لیث نے کہا: ہمیں عبد الرحمن بن خالد نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں نے مجھے ایک بکری کا پھانسی سے بھرا بھگا کر لے جسے وہ رسول اللہ ﷺ کو دیا کرتے تھے تو میں اس کے انکار کرنے پر ان سے قتال کروں گا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۳۰۰ میں گزر چکی ہے۔

۱۴۵۷۔ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فَمَا هُوَ إِلَّا أَنْ رَأَيْتُ أَنَّ اللَّهَ شَرَحَ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ بِالْقِتَالِ، فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ.

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: پس یہ چیز وہ تھی جس کو میں نے سمجھ لیا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا سینہ قتال کے لیے کھول دیا ہے، پس میں نے جان لیا کہ یہی حق ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۳۹۹ میں گزر چکی ہے۔

۴۱ - بَابُ لَا تُؤْخَذُ كَرَائِمُ أَمْوَالِ

النَّاسِ فِي الصَّدَقَةِ

۱۴۵۸ - حَدَّثَنَا أُمِّيَّةُ بِنْتُ بَسْطَامٍ قَالَتْ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ الْقَاسِمِ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمِّيَّةٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ صَيْفِيٍّ عَنْ أَبِي مَعْبُدٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَعَثَ مُعَاذًا رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَلَى الْيَمَنِ قَالَ إِنَّكَ تَقْدُمُ عَلَى قَوْمٍ أَهْلُ كِتَابٍ فَلْيَكُنْ أَوَّلَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ عِبَادَةَ اللَّهِ فَإِذَا عَرَفُوا اللَّهَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خُمْسَ صَلَوَاتٍ فِي يَوْمِهِمْ وَلَيْلَتِهِمْ فَإِذَا فَعَلُوا فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللَّهَ فَرَضَ عَلَيْهِمْ زَكَاةً تُؤْخَذُ مِنْ أَمْوَالِهِمْ وَتُرَدُّ عَلَى سُرْبِهِمْ فَإِذَا أَطَاعُوا بِهَا فَاخْذُ مِنْهُمْ وَتَوَقَّ كَرَائِمَ أَمْوَالِ النَّاسِ.

زکوۃ میں لوگوں کا عمدہ مال

نہ وصول کیا جائے

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں امیہ بن بسطام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں روح بن القاسم نے حدیث بیان کی از اسماعیل بن امیہ از یحییٰ بن عبد اللہ بن صفیٰ عن ابی معبد عن ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تو فرمایا: بے شک تم اہل کتاب کی ایک قوم کی طرف جاؤ گے پس تم کو چاہیے کہ تم ان کو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دو پس جب وہ اللہ تعالیٰ کو پہچان لیں تو تم ان کو یہ خبر دینا کہ ان کے (اوپر) دن اور رات میں اللہ نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں پس جب وہ اس پر عمل کر لیں تو پھر ان کو یہ خبر دینا کہ اللہ نے ان پر زکوۃ فرض کی ہے جو ان کے اموال سے وصول کی جائے گی اور ان کے فقراء پر لوٹا دی جائے گی پس جب وہ اس کی اطاعت کر لیں تو ان سے زکوۃ وصول کرنا اور ان کے عمدہ مال کو لینے سے اجتناب کرنا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۳۹۵ میں گزر چکی ہے۔

۴۲ - بَابُ لَيْسَ فِيمَا دُونَ

خُمْسِ ذَوْدٍ صَدَقَةٌ

۱۴۵۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ تَوَيْفٍ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ مُعَمَّادٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ الْمَازِنِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ فِيمَا دُونَ خُمْسَةِ أَوْسُقٍ مِنَ التَّمْرِ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خُمْسِ أَوَاقٍ مِنَ الْوَرِقِ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خُمْسِ ذَوْدَيْنِ الْإِبِلِ صَدَقَةٌ.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۳۰۵ میں گزر چکی ہے۔

پانچ اونٹوں سے کم میں

زکوۃ واجب نہیں ہے

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن توفیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از محمد بن عبد الرحمن بن ابی صعصعہ المازنی از والد خود از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پانچ وسق (تین سو کلو گرام) کھجور سے کم میں صدقہ (زکوۃ) نہیں ہے اور دو سو درہم چاندی سے کم میں زکوۃ نہیں ہے اور پانچ اونٹوں سے کم میں زکوۃ نہیں ہے۔

گایوں کی زکوۃ

۴۳ - بَابُ زَكَاةِ الْبَقَرِ

وَقَالَ أَبُو حَمِيدٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا عَرَفْنَ مَا جَاءَ اللَّهُ رَجُلٌ بِبَقْرَةٍ لَهَا خُورٌ. وَيُقَالُ جُورٌ. (تَجَارُونَ) (النحل: ۵۳) تَرْفَعُونَ أَصْوَاتَكُمْ كَمَا تَجَارُ الْبَقْرَةُ.

اور ابو حمید نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں قیامت کے دن وہ شخص ضرور دکھاؤں گا جو اللہ کے پاس گائے اٹھائے ہوئے حاضر ہوگا وہ گائے آواز نکال رہی ہوگی اور ”خسوار“ کی جگہ ایک روایت میں ”جسوار“ کا لفظ ہے سورۃ المؤمنون میں جو ”تجارون“ کا لفظ ہے وہ اسی سے نکلا ہے یعنی تم اس طرح چلا رہے ہو گے جس طرح گائے چلاتی ہے۔

علامہ بدرالدین عینی نے لکھا ہے: اس تعلق کی اصل امام بخاری نے ”کتاب ترك التحيل“ میں موصولاً روایت کی ہے۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۳۷) میں نے ”کتاب ترك التحيل“ میں دیکھا اس میں یہ حدیث نہیں ہے بلکہ یہ حدیث ہے: ”انما الاعمال بالنية“۔ (صحیح البخاری: ۶۹۵۳)

۱۴۶۰ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ بْنُ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ الْمَعْرُورِ ابْنِ سُوَيْدٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ إِنْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ إِلَيَّ نَفْسِي بَيْدِهِ أَوْ وَالَّذِي لَا إِلَهَ غَيْرُهُ. أَوْ كَمَا حَلَفَ. مَا مِنْ رَجُلٍ تَكُونُ لَهُ إِبِلٌ أَوْ بَقْرٌ أَوْ غَنَمٌ لَا يُؤَدِّي حِفْهَ إِلَّا أُتِيَ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْظَمَ مَا تَكُونُ وَأَسْمَنَهُ تَطَرُّهُ بِأَخْفَافِهَا وَتَنْطَحُهُ بِقُرُونٍ كُلَّمَا حَارَتْ أَخْرَاهَا رُدَّتْ عَلَيْهِ أَوْ لَأَهَا حَتَّى يَفْقِسَ بَيْنَ الشَّاسِ. رَوَاهُ بُكَيْرٌ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الأعمش نے حدیث بیان کی از المعرور بن سويد۔ سرت ابو ذر نے انہوں نے بیان کیا کہ میں نبی ﷺ کے پاس پہنچا آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! یا فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے! یا جس طرح آپ نے حلف اٹھایا کہ کئی مرتبہ ایسا دیکھا کہ اس کے پاس اونٹ ہوں یا گائیں ہوں یا بکریاں ہوں جن کو حق ادا نہ کرتا ہو مگر قیامت کے دن اس کے پاس وہ جانور بہت بڑی جسامت میں اور بہت فرہہ حالت میں آئیں گے اور اس کو اپنے کھروں سے روندیں گے اور اپنے کھروں سے ماریں گے۔ اب اس کا آخری ریویز درج ہے۔ گاتو پہلا ریویز دوبارہ آجائے گا۔ اس کے بعد درمیان فیصلہ دیا جائے گا۔ اس حدیث کو ابو ابی صالح از ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ روایت کیا ہے۔

[طریقہ: ۵: ۸۰۸]

(سنن ترمذی: ۶۱۷، سنن نسائی: ۲۳۴۰، سنن ابن ماجہ: ۱۷۸۵، مسند احمد: ۳۹۹۳، صحیح ابن خزيمة: ۲۲۵۱، سنن بیہقی ج ۳ ص ۹۷، مسند احمد

ج ۵ ص ۱۵۸، طبع قدیم مسند احمد: ۲۱۳۰، ج ۳ ص ۳۱۷، مؤسسۃ الرسالۃ، ہمدان)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے اس طرح مطابقت ہے کہ جس شخص نے اپنی گایوں کی زکوۃ ادا نہیں کی ہوگی قیامت کے دن وہ اس کو اپنے کھروں سے روندیں گی اور سینگوں سے ماریں گی اس سے معلوم ہوا کہ گایوں کی زکوۃ ادا کرنا واجب ہے۔

گایوں کی زکوٰۃ کا نصاب اور زکوٰۃ کی مقدار

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

گایوں کی زکوٰۃ کا نصاب اور اس کی مقدار درج ذیل حدیث میں ہے:

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ نے ان کو یمن کی طرف بھیجا (تو انہیں حکم فرمایا) کہ ہر تیس گایوں سے ایک سال کا پھڑایا پھڑی وصول کریں اور ہر چالیس گایوں سے دو سال کا پھڑایا پھڑی وصول کریں۔ الحدیث (سنن ابوداؤد: ۱۵۷۶، سنن ترمذی: ۱۵۶۳، سنن نسائی: ۲۳۹، سنن نسائی: ۱۸۰۳) (شرح ابن بطلال ج ۳ ص ۳۴۳، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا

۴۴۔ بَابُ الزَّكْوَةِ عَلَى الْأَقَارِبِ

اس عنوان میں زکوٰۃ سے مراد اصطلاحی زکوٰۃ نہیں ہے بلکہ ثواب کی نیت سے صدقہ اور خیرات کرنا ہے اصطلاحی زکوٰۃ سے مراد شرعی نصاب پر ایک سال گزرنے کے بعد اس کا چالیسواں حصہ کسی غیر ہاشمی فقیر کو دینا ہے۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُ أَجْرَانِ أَجْرُ الْقَرَابَةِ وَالصَّدَقَةِ. قرابت کا ہے اور ایک اجر صدقہ کا ہے۔

اس تعلق کے موافق حدیث موصول تقریباً صحیح ہے: ۱۳۶۶ میں آ رہی ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے

حدیث یہ سننے کی کہ: ہمیں امام مالک نے خبر دی از اسحاق

بن عبد اللہ بن ابی طلحہ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے

سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ انصار میں سب سے

زیادہ کمزوروں کے باغ کے لحاظ سے مال دار تھے اور ان کا سب

سے زیادہ پسندیدہ باغ بیرحاء میں تھا اور وہ مسجد (نبوی) کے سامنے

تھا رسول اللہ ﷺ اس میں داخل ہوتے تھے اور اس کا بیٹھا پانی

پیتے تھے حضرت انس نے کہا: جب یہ آیت نازل ہوئی: تم اس

وقت تک ہر نیکی نہیں چھوڑ سکتے جب تک کہ تم اپنی پسندیدہ چیزوں

میں سے خرچ نہ کرو۔ (آل عمران: ۹۲) تو حضرت ابوطلحہ رسول اللہ

ﷺ کی طرف کھڑے ہوئے اور کہا: یا رسول اللہ! اللہ تبارک و

تعالیٰ فرماتا ہے: تم اس وقت تک ہر گز نیکی کو نہیں پاسکتے جب تک

کہ تم اپنی پسندیدہ چیزوں میں سے خرچ نہ کرو۔ (آل عمران: ۹۲) اور

میرے نزدیک میرا سب سے زیادہ پسندیدہ مال بیرحاء کا باغ ہے

اور یہ اللہ کے لیے صدقہ ہے میں اس کی نیکی اور اللہ کے نزدیک

اس کے ذخیرہ کی امید رکھتا ہوں پس یا رسول اللہ! اس کو وہاں خرچ

کیجئے جہاں اللہ تعالیٰ آپ کو بتائے تب رسول اللہ ﷺ نے

۱۴۶۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا

مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّ

سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ كَانَ

أَبُو طَلْحَةَ أَكْثَرَ الْأَنْصَارِ بِالْمَدِينَةِ مَالًا مِمَّنْ نَخَلُ

وَكُنَّا أَحَبَّ أَمْوَالِهِ إِلَيْهِ بَيْرُحَاءَ وَكَانَتْ تُقْبَلُ

الْمَسْجِدُ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

يَدْخُلُهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَاءٍ فِيهَا طَيِّبٍ. قَالَ أَنَسٌ فَلَمَّا

أَنْزَلَتْ فِيهِ الْآيَةُ ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِنْهُ

تُحِبُّونَ﴾ (آل عمران: ۹۲) قَامَ أَبُو طَلْحَةَ إِلَى رَسُولِ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ

اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَقُولُ ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا

مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ وَإِنَّ أَحَبَّ أَمْوَالِي إِلَيَّ بَيْرُحَاءَ وَإِنَّهَا

صَدَقَةٌ لِلَّهِ أَرْجُوا بَرَّهَا وَذَخَرَهَا عِنْدَ اللَّهِ فَضَعَهَا يَا

رَسُولَ اللَّهِ حَيْثُ أَرَاكَ اللَّهُ. قَالَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَخْ ذَلِكَ مَالٌ رَابِعٌ ذَلِكَ

مَالٌ رَابِعٌ وَلَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ وَإِنِّي أَرَى أَنْ

تَجْعَلَهَا فِي الْأَقْرَبِينَ. فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ أَفْعَلُ يَا

رَسُولَ اللَّهِ فَقَسَمَهَا أَبُو طَلْحَةَ فِي أَقَارِبِهِ وَبَنِي عَمِّهِ. تَابَعَهُ رَوْحٌ. وَقَالَ بَحْيَى بْنُ بَحْيَى وَإِسْمَاعِيلُ عَنْ مَالِكٍ رَابِعٌ. [أطراف الحديث: ۲۳۱۸-۲۴۵۲-۲۴۵۸-۲۴۶۹]

فرمایا: اس کو چھوڑو! یہ نفع آور مال ہے یہ نفع آور مال ہے (آپ نے دوبار فرمایا) اور تم نے جو کہا وہ میں نے سن لیا اور میری رائے یہ ہے کہ تم یہ باغ اپنے رشتہ داروں کو دے دو پس حضرت ابو طلحہ نے کہا: یا رسول اللہ! میں ایسا ہی کروں گا پھر حضرت ابو طلحہ نے وہ باغ اپنے رشتہ داروں میں اور اپنے عم زادوں میں تقسیم کر دیا۔ عبد اللہ بن یوسف کی متابعت روح نے کی ہے اور یحییٰ بن یحییٰ اور اسماعیل نے امام مالک سے ”رابع“ کی روایت کی ہے۔

(صحیح مسلم: ۹۹۸، الرقم المسلسل: ۲۲۷۸، سنن داری: ۱۶۵۵، سنن کبریٰ: ۱۱۰۶۶، صحیح ابن حبان: ۷۱۸۲، حلیۃ الاولیاء ج ۶ ص ۳۳۸، سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۷۵، ۱۶۵، ۱۶۳، شرح السنن: ۱۶۸۳، مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۱، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۲۳۳۸، ج ۱۹ ص ۴۲۷، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع السانید لابن جوزی: ۲۰۹، مکتبۃ الرشیدیہ ریاض: ۱۳۲۷)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے کئی بار تذکرہ ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: تم یہ باغ اپنے رشتہ داروں کو دے دو۔

حدیث مذکور کے مسائل اور حضرت ابو طلحہ کی دریا دلی اور نبی ﷺ کی سب سی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد یعنی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے مسائل اور فوائد حسب ذیل ہیں:

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے نزدیک میرا سب سے زیادہ پسندیدہ مال میرا باغ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اپنے مال سے محبت کرنا اور اس کو پسند کرنا جائز ہے۔ اس میں کوئی نقص اور عیب نہیں ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنی زمین پر پھل دار درختوں کا باغ لگانا جائز ہے۔

نبی ﷺ حضرت ابو طلحہ کے باغ میں جاتے تھے اور اس کا پانی پیتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ استاذ اور شیخ کا اپنے شاگرد کے باغ میں اس کی اجازت کے بغیر جانا جائز ہے اور اپنے دوستوں کے باغ میں جانا اور اس کے پھلوں سے کھانا بھی جائز ہے۔

اور اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت ابو طلحہ نے اپنا پسندیدہ باغ اللہ کی راہ میں دے دیا۔ نبی ﷺ نے اس کو قبول نہیں کیا اور فرمایا: یہ تم اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کرو۔ اس سے حضرت ابو طلحہ کی دریا دلی اور نبی ﷺ کی سب سی معلوم ہوتی ہے۔

۱۴۶۲۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي زَيْدٌ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَضْحَى أَوْ فِطْرٍ إِلَى الْمُصَلَّى ثُمَّ انْصَرَفَ فَوَعِظَ النَّاسَ وَأَمَرَهُمْ بِالصَّدَقَةِ فَقَالَ أَيُّهَا النَّاسُ تَصَدَّقُوا. فَمَرَّ عَلَى النِّسَاءِ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ. فَإِنِّي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن ابی مریم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے زید نے خبر دی از عیاض بن عبد اللہ از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عید الاضحیٰ یا عید الفطر میں عید گاہ کی طرف گئے پھر واپس آئے تو لوگوں کو وعظ کیا اور ان کو صدقہ کرنے کا حکم دیا پس فرمایا: اے لوگو! صدقہ کرو پھر آپ کا خواتین پر گزر ہوا تو آپ نے فرمایا: اے عورتوں کی جماعت!

رَأَيْتُكُمْ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ. فَقُلْنَا وَبِمَ ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ تَكْثُرُونَ الدِّعْنَ وَتَكْفُرُونَ الْعَشِيرَ مَا رَأَيْتُ مِنْ نَاقِضَاتٍ عَقْلٍ وَدِينٍ أَذْهَبَ لِلْبَّيِّ الرَّجُلِ الْحَازِمِ مِنْ إِحْدَاكُنَّ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ. ثُمَّ انْصَرَفَ فَأَلْحَمًا صَارَ إِلَى مَنْزِلِهِ جَاءَتْ زَيْنَبُ امْرَأَةُ ابْنِ مَسْعُودٍ تَسْتَأْذِنُ عَلَيْهِ فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذِهِ زَيْنَبُ فَقَالَ أَيُّ الزَّيْنَبِ؟ فَقِيلَ امْرَأَةُ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ نَعَمْ إِنَّدُونَا لَهَا. فَأُذِنَ لَهَا قَالَتْ يَا نَبِيَّ اللَّهِ إِنَّكَ أَمَرْتَ الْيَوْمَ بِالصَّدَقَةِ وَكَانَ عِنْدِي حُلِيٌّ لِي فَأَرَدْتُ أَنْ أَتَصَدَّقَ بِهِ فَرَعَمَ ابْنُ مَسْعُودٍ أَنَّهُ وَلَدَهُ أَحَقُّ مَنْ تَصَدَّقْتُ بِهِ عَلَيْهِمْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ ابْنُ مَسْعُودٍ وَأَوْجَلُكَ وَوَلَدُكَ أَحَقُّ مَنْ تَصَدَّقْتُ بِهِ عَلَيْهِمْ.

صدقہ کیا کر دیکونکہ میں نے تم میں سے اکثر کو دوزخ والیاں پایا ہے انہوں نے پوچھا: وہ کس وجہ سے؟ یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: تم عنت بہت کرتی ہو اور اپنے خاوند کی نافرمانی کرتی ہو میں نے عقل اور دین کی کمی والی تم میں سے کوئی ایسی عورت نہیں دیکھی جو سمجھ دار مرد کی عقل کو ضائع کرنے والی ہو اے عورتوں کی جماعت! پھر آپ واپس چلے گئے پھر جب آپ گھر پہنچے تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی زینب آئیں وہ آپ سے اجازت طلب کرتی تھیں پس عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! یہ زینب ہیں آپ نے پوچھا: کون سی زینب ہیں؟ پس بتایا گیا: یہ حضرت ابن مسعود کی بیوی ہیں آپ نے فرمایا: ہاں! ان کو اجازت دے دو پس ان کو اجازت دی گئی انہوں نے کہا: اے اللہ کے نبی! آپ نے آج صدقہ کرنے کا حکم فرمایا تھا اور میرے ماکر زیورات ہیں پس میں نے ان کو صدقہ دینے کا ارادہ کیا ہے پس حضرت ابن مسعود کا یہ خیال ہے کہ میں ان پر ان زیورات کو صدقہ کروں ان میں وہ اور ان کی اولاد زیادہ مستحق ہیں تو نبی ﷺ نے فرمایا: ابن مسعود نے سچ کہا تمہارا خاوند اور اس کا بیوی زیادہ مستحق ہیں جن پر تم صدقہ کرو

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۰۲۷ ہے ہم اس میں میری برات کے نفلی صدقہ کا ذکر ہے اس مناسبت سے ہم یہاں زیورات کی زکوۃ کا مسئلہ اور اس میں مذاہب فقہاء اور فقہاء احناف کے موقف پر دلائل کا ذکر کرتا چاہتے ہیں:

مستعمل زیورات میں زکوۃ کے وجوب کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

جب زیورات کو جان ہو یا عاریہ میں ہو تو زیورات پر زکوۃ نہیں۔ حنبلیہ: ہاں مذہب ہے۔ رت ابن عمر حضرت جابر حضرت انس حضرت عائشہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہم کا یہی موقف ہے اور فقہاء تابعین میں سے قاسم شافعی قنادر محمد بن علی اور عمرہ کا یہی موقف ہے اور ائمہ میں سے امام مالک امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا یہی مذہب ہے۔

دوسرا مذہب یہ ہے کہ عورت کے پہنے ہوئے زیورات میں زکوۃ ہے حضرت عمر حضرت ابن مسعود حضرت ابن عباس اور حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص کا یہی موقف ہے اور فقہاء تابعین میں سے سعید بن المسیب سعید ابن جبیر عطاء مجاہد عبد اللہ بن شداد جابر بن زید ابن سیرین میمون بن مہران الزہری اور الثوری اور ائمہ میں سے امام ابو حنیفہ کا یہی مذہب ہے۔

(المغنی ج ۳ ص ۴۷۳ دار الحدیث قاہرہ ۱۴۲۵ھ)

مستعمل زیورات میں زکوٰۃ کے وجوب کے متعلق احادیث مطلقہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جو زکوٰۃ کے فرائض مکتوب میں لکھے اس میں مذکور ہے: چاندی میں چالیسواں حصہ زکوٰۃ ہے اور اگر اس کے پاس صرف ۱۹۰ درہم ہوں تو ان میں زکوٰۃ نہیں ہے، سوا اس کے کہ اس کا مالک نفلی طور پر زکوٰۃ دینا چاہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۵۶۷، سنن نسائی: ۲۳۳۶، سنن ابن ماجہ: ۱۸۰۰، مسند ابویعلیٰ: ۱۲۷، سنن دارقطنی ج ۲ ص ۱۱۳، المستدرک ج ۱ ص ۳۹۰، سنن بیہقی ج ۳ ص ۸۶، مسند احمد ج ۱ ص ۱۲)

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اس حدیث میں نبی ﷺ نے دو سو درہم (ساڑھے باون تولہ چاندی) پر مطلقاً زکوٰۃ واجب کی ہے خواہ وہ چاندی زیورات کی شکل میں ہو یا درہم کی شکل میں ہو۔ اسی طرح یہ حدیث ہے:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: پانچ اوقیہ (دو سو درہم یا ساڑھے باون تولہ چاندی) سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۳۰۵، صحیح مسلم: ۹۷۹، سنن ابوداؤد: ۱۵۵۸، سنن ترمذی: ۶۲۷-۶۲۶، سنن نسائی: ۲۳۳۳، سنن ابن ماجہ: ۱۷۹۳)

اور سونے کی زکوٰۃ کے متعلق یہ احادیث ہیں:

حضرت محمد بن عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تو انہیں حکم دیا کہ وہ ہر چالیس دینار سے ایک دینار وصول کریں۔ دو سو درہم سے پانچ درہم وصول کریں۔ الحدیث

(سنن دارقطنی: ۱۸۸۶، دارالعرفہ بیروت: ۱۳۲۲ھ)

حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دینار سے نصف دینار زکوٰۃ وصول کرتے تھے اور ہر چالیس دینار سے ایک دینار زکوٰۃ وصول کرتے تھے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۷۹۱)

حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جو مکتوب لکھا اس میں مذکور تھا: جب سونے کی قیمت دو سو درہم کو پہنچ جائے تو ہر چالیس درہم میں ایک درہم زکوٰۃ ہے۔

(المستدرک ج ۱ ص ۱۳۸-۱۳۸، صحیح ابن ماجہ: ۶۵۶۹، سنن دارقطنی: ۲۲۶۹، مصنف عبد الرزاق: ۹۳-۹۴، مصنف ابن

ابی شیبہ ج ۶ ص ۱۵۹، سنن ابی داؤد: ۸۷، سنن ابی یوسف: ۳۳، مسند ابی یوسف: ۸۰۹)

امام محمد شیبانی متوفی ۱۸۹ھ بیان کرتے ہیں: ہمیں امام ابو حنیفہ نے خبر دی ازہ و ازہ ابراہیم انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں مشقال سونے سے کم مقدار میں زکوٰۃ نہیں ہے، پس جب ہمیں مشقال سونا ہو تو اس میں سے نصف مشقال زکوٰۃ دی جائے گی اور جو ہمیں مشقال سے زیادہ ہو تو اس کے حساب سے زکوٰۃ دی جائے گی اور جب دو سو درہم چاندی ہو تو اس میں سے پانچ درہم زکوٰۃ دی جائے گی اور جو دو سو درہم سے زائد ہو تو اس کے حساب سے زکوٰۃ دی جائے گی۔ امام محمد نے کہا: ہم ان سب پر عمل کرتے ہیں اور امام ابو حنیفہ بھی ان سب پر عمل کرتے تھے۔ (کتاب الآثار: ۲۹۵، إدارة القرآن کراچی: ۱۳۰۷ھ)

امام ابواحمد بن زنجویہ نے کتاب الاموال میں از ابو نعیم النخعی از العزرمی از عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو سو درہم سے کم میں کوئی چیز واجب نہیں ہے اور نہ ہمیں مشقال سے کم سونے میں کچھ واجب ہے اور دو سو درہم میں پانچ درہم واجب ہیں اور ہمیں مشقال سونے میں نصف مشقال زکوٰۃ واجب ہے۔

(نصب الراية ج ۲ ص ۳۷۹، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

ان احادیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ نبی ﷺ نے سارے سات تو لے سونے پر مطلقاً زکوٰۃ واجب کی ہے، خواہ وہ سونا خام حالت میں ہو یا زیورات کی صورت میں۔

صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

مسئلہ: سونے کی نصاب میں مشقال ہے یعنی ساڑھے سات تو لے اور چاندی کی دو سو درہم یعنی ساڑھے باون تو لے۔

(بہار شریعت حصہ ۵: ص ۱۹، فتاویٰ القرآن پبلی کیشنز لاہور ۱۴۱۶ھ)

مستعمل زیورات میں زکوٰۃ کے وجوب کے متعلق خصوصی احادیث

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں سونے کے زیورات پہنا کرتی تھی، میں نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا یہ کنز (خزانہ) ہے؟ تو آپ نے فرمایا: جو زیور زکوٰۃ کی مقدار کو پہنچ گیا اور اس کی زکوٰۃ ادا کر دی گئی تو وہ کنز نہیں ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۵۶۳، المستدرک ج ۱ ص ۳۹۰، سنن دارقطنی ج ۲ ص ۱۰۵، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۳۰)

امام بیہقی نے کہا ہے: اس کی سند میں ثابت بن عثمان منفرد ہے مگر اس سے امام بخاری نے روایت کی ہے اور امام ابن معین نے اس کی توثیق کی ہے اور امام ابن حبان نے اس کا ثبوت میں کیا ہے۔ (مشقات لابن حبان ج ۷ ص ۱۷)

عبداللہ بن شداد بن الہاد بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ کے پاس گیا، میں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے اور میرے ہاتھوں میں چاندی کے کنگن تھے، آپ نے پوچھا: کیا تم ان کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟ میں نے کہا: میں نے ان کو اس لیے پہنا ہے تاکہ میں آپ کے لیے مزین ہوں یا رسول اللہ! آپ نے پوچھا: کیا تم ان کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟ میں نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: یہ دوزخ کی آگ سے تمہارے لیے کافی ہیں۔ (سنن ابوداؤد: ۱۵۶۵، سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۰۵)

اس حدیث کی سند میں محمد بن عطاء ہے۔ امام دارقطنی نے اسے کو مجہول قرار دیا ہے، لیکن یہ صحیح نہیں ہے اس کا پورا نام محمد بن عمرو بن عطاء ہے اور جب اس کی نسبت اس کے بعض طرفداروں نے کی تو اس کو گمان کیا جاتا ہے امام حاکم نے اس حدیث کو امام مسلم کی شرط کے موافق صحیح قرار دیا ہے۔ (المستدرک ج ۱ ص ۳۸۹) (نصب الراية ج ۲ ص ۳۸۱، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی ﷺ کے پاس آئی، اس کے ساتھ اس کی بیٹی تھی، اس کے ہاتھ میں رینگے تھے، آپ نے اس سے پوچھا: کیا تم ان کی زکوٰۃ دیتی ہو؟ اس نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: کیا تمہیں اس سے خون ہوگی کہ اسے تمہیں یہ مت کہ دن آگ کے پھنکے ہوئے ہیں، اس عورت نے پھر وہ کنگن اتار کر ڈال دیئے، آپ نے فرمایا: تم ان کی زکوٰۃ ادا کیا کرڈا اور اس عورت نے کہا: یہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہیں۔

(سنن ترمذی: ۶۳۷، سنن ابوداؤد: ۱۵۶۳، سنن نسائی: ج ۵ ص ۳۸، مسند احمد ج ۲ ص ۲۰۸-۲۰۳-۱۷۸، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۳۰، شرح السنہ:

۱۵۷۷، مصنف عبدالرزاق: ۷۰۶۵، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۴۴)

حضرت زینب رضی اللہ عنہا زوجہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتی ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے زیورات ہیں اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تنگ ہے اور میرے زیر کفالت میری دو بھتیجیاں ہیں، آیا میرے لیے یہ جائز ہے کہ میں اپنے زیورات کی زکوٰۃ ان پر خرچ کر دوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! پھر انہوں نے حضرت ابن مسعود سے کہا: تمہاری اور تمہارے بچوں کی کفالت نے مجھے صدقہ کرنے سے روک رکھا ہے تب نبی ﷺ نے فرمایا: تم ان پر خرچ کرو تمہارے لیے اس میں دوا جریں۔

(سنن دار قطنی ج ۲ ص ۱۰۸ مصنف عبدالرزاق: ۷۰۵۵-۷۰۵۶)

الشعبي بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت، نبی ﷺ کے پاس آئی اور کہنے لگی: یہ زیورات ہیں، یہ ستر دینار کے ہیں، پس آپ ان میں سے اللہ تعالیٰ کا حق لے لیجئے، پس نبی ﷺ نے ان میں سے ایک دینار اور چوتھائی دینار لے لیا۔

(سنن دار تقنی ج ۲ ص ۱۰۷-۱۰۶ اس حدیث کی سند میں ابو بکر اہذلی نام کا ایک راوی متروک ہے)

جب زیورات بہ مقدار انصاف ہوں تو ان میں زکوٰۃ کے وجوب کے متعلق فقہاء تابعین کے آثار

سعید بن جبیر نے کہا: سونے اور چاندی کے زیورات میں زکوٰۃ ہے اور یہی سفیان کا قول ہے۔

(مسنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۲۶۳، مجلس علم بیروت، مسنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۶۳، دار الکتب العلمیہ بیروت)

عمر بن شعیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما اپنی بیویوں کو یہ حکم دیتے تھے کہ وہ اپنے زیورات کی زکوٰۃ دیا

کر س۔ (معنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۲۶۳، مجلس علمی بیروت، معنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۲۶۳، دار الکتب العلمیہ بیروت: ۱۴۱۶ھ)

عمر و بن ہرم بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابر بن زید سے سوال کیا گیا: کیا زیورات میں زکوٰۃ ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! جب وہ

میں مشقال (سونا) ہو یا دوسو درہم ہوں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۲۶۶، مجلس علمیں بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۶۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

حجاج بیان کرتے ہیں کہ عظامِ زرد و دھڑلے ہمارے اتنا رطوبت ہے کہ یہ حکم جاری ہے کہ سونے اور چاندی

کے زیورات میں زکوٰۃ ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۲۶۷، مجلس عمرا ت - ابن ابی

عبداللہ بن شداد نے کہا کہ زیورات میں زکوٰۃ ہے مٹی لے اٹھتی ہیں کسی رموۃ ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۲۶۸، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۷۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حسین بیان کرتے ہیں کہ عطاء ہے کہ وہ اتنا کما زکاۃ کو بیچ ۷۰ روپے میں زکوٰۃ ہے۔

مصنف ابن، نمبر: ۱۰۲، مجلد: ۱، پیروی: مفت ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۷۳، دار الکتب العلمیہ بیروت)

زیورات میں زکوٰۃ واجب نہ ہونے کے متعلیٰ ائمہ ثلاثہ کی احادیث اور ان کے جوابات

حفظ :- ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زیورات میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

امام: من متونی ۸۰۰ فقرات سے زائد ہیں۔ انہوں نے روایات کوئی اصل نہیں ہے۔ یہ باطل ہے اور

اس باب میں رسول اللہ ﷺ کی روئی اور نہی ہے۔ رد المسئدہ الاطارج ۳ ص ۱۰۰ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۱ھ

عمر و بن دینار بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا زیارت میں زکوٰۃ ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! میں

نے کہا: اگرچہ ہزار دینار ہوں؟ انہوں نے کہا: ہزار کثیر ہیں۔ (مصنف عبد الرزاق: ۷۰۷۶، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۳۸)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ زیورات میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۷۰۷۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۲۷۱، مجلس علمی بیروت) (سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۳۸)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت انسؓ حضرت عائشہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا بھی یہی موقف

ہے اور یہ ایک اجتہادی مسئلہ ہے اور اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آراء مختلف ہیں لیکن احادیث صحیحہ اور آثار قویہ سے یہ ثابت ہے کہ

زیورات میں زکوٰۃ واجب ہے اور یہی چیز اصول اسلام کے مطابق ہے اور زیورات میں زکوٰۃ کے وجوب کی نفی میں صرف بعض صحابہ

کے اقوال ہیں اور رسول اللہ ﷺ کا اس کے متعلق کوئی ارشاد نہیں ہے جیسا کہ امام بیہقی نے بھی اعتراف کیا ہے جب کہ زیورات

اپنے مال کے لیے بوجھ ہے دوسری قسم وہ ہے جو اس کے گناہوں کے لیے ستر اور حجاب ہے اور تیسری قسم وہ ہے جو اس کے لیے اجر ہے وہ گھوڑے جو اس کے لیے بوجھ ہیں یہ وہ ہیں جن کو اس نے اہل اسلام کو دکھانے اور ان پر فخر کرنے کے لیے باندھا ہوا ہے اور وہ گھوڑے جو اس کے لیے ستر ہیں یہ وہ گھوڑے ہیں جن کو اس نے اللہ کے راستہ میں باندھا ہے اور وہ ان گھوڑوں کی پشت میں اور ان کی گردنوں میں اللہ کے حق کو نہیں بھولا اور رہے وہ گھوڑے جو اس کے لیے اجر ہیں یہ وہ گھوڑے ہیں جن کو اس نے اہل اسلام کے لیے اللہ کے راستہ میں باندھا ہے۔ الحدیث (صحیح مسلم: ۹۸۷، رقم المسلسل: ۲۲۵۴، صحیح البخاری: ۲۸۶۰، سنن نسائی: ۳۵۶۳)

امام ابو حنیفہ اور ان کے موافقین نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ گھوڑوں میں زکوٰۃ واجب ہے انہوں نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ گھوڑوں میں اللہ کا حق ہے جس طرح باقی اموال میں اللہ کا حق ہے اور اس حق کی وجہ سے ان پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔

اور اس کی تائید درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے:

الزہری بیان کرتے ہیں کہ السائب بن یزید نے ان کو خبر دی کہ میں نے اپنے والد کو دیکھا کہ وہ گھوڑوں کی قیمت لگاتے اور اس کی زکوٰۃ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ادا کرتے۔ (شرح معانی الآثار: ۲۹۶، قدیمی کتب خانہ کراچی)

ابن شہاب بیان کرتے ہیں کہ عثمان گھوڑوں کی زکوٰۃ دیتے تھے اور نمبر کے بھانجے السائب بیان کرتے ہیں کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گھوڑوں کی زکوٰۃ لے کر جاتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۴۰، بخاری: ۱۰۱۳۳، دار الکتب العلمیہ بیروت)

خلاصہ یہ ہے کہ جو گھوڑے تجارت کے لیے ہوں ان میں زکوٰۃ واجب ہوگی جیسا کہ اور اموال تجارت کا حکم ہے اور جو گھوڑے انسان نے اپنی ضرورت کے لیے رکھے ہوں اور ان سے ان کی نسل بڑھاتا اور ان کی تجارت کرنا مقصود نہ ہو ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی اور یہی امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے اور جن احادیث میں گھوڑوں پر زکوٰۃ واجب ہے وہ اسی صورت پر محمول ہیں۔

(عمد: ۲۹ ج ۱، ۵۲-۵۳، ملخصاً، دار الکتب العلمیہ بیروت: ۱۴۰۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۱۸۶، ص ۲۹۹ پر مذکور ہے اس کی شرح میں گھوڑوں کی زکوٰۃ میں مذاہب کا ذکر ہے۔

کسی مسلمان پر اس کے غنم میں
صدقہ واجب نہیں ہے

۴۶۔ بَابُ لَيْسَ عَلَى السُّلَمِ
فِي عَبْدِهِ صَدَقَةٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از عثیم بن عراک انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ (ح) اور ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وہیب بن خالد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عثیم بن عراک بن مالک نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ

۱۴۶۴۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَثِيمِ بْنِ عَرَكَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا وَهَيْبُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَثِيمُ بْنُ عَرَكَ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ عَلَى

الْمُسْلِمِ صَدَقَةٌ فِي عَبْدِهِ وَلَا قَرِيبِهِ.

آپ نے فرمایا: مسلمان پر اس کے غلام اور گھوڑے میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ مسلمانوں نے اپنی خدمت کے لیے جو غلام رکھے ہوں یا اپنی ضرورت کے لیے جو گھوڑے رکھے ہوں ان میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے اور جو غلام اور گھوڑے تجارت کے لیے رکھے ہوں ان میں زکوٰۃ واجب ہے جیسا کہ امام ترمذی نے بیان کیا ہے اور اس کی مکمل تفصیل اور بیان مذاہب گزشتہ حدیث کی شرح میں گزر چکے ہیں۔

۴۷ - بَابُ الصَّدَقَةِ عَلَى الْيَتَامَى

۱۴۶۵ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ قُضَّالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ هِلَالِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ يَسَّارٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يُحَدِّثُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَسَ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى الْمِنْبَرِ وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ فَقَالَ إِنِّي مِمَّا أَخَافُ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِي مَا يَفْتَحُ عَلَيْكُمْ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا وَزَيْنَتِهَا قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَوْ يَأْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ؟ فَسَكَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقِيلَ لَهُ مَا شَأْنُكَ تَكَلِّمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يَكَلِّمُكَ؟ فَرَأَيْنَا أَنَّهُ يُنْزَلُ عَلَيْهِ قَالَ فَمَسَحَ عَنْهُ الرَّحْضَاءُ فَقَالَ أَلَيْسَ الْخَيْرُ بِالشَّرِّ حَمِيدُهُ فَقَالَ إِنَّهُ لَا يَأْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرُ بِالشَّرِّ الرَّبِيعُ يَقْتُلُ حَبْطًا أَوْ يَلْمُ إِلَّا أَكَلَةَ الْخَضِرَاءِ أَكَلْتُ حَتَّى إِذَا امْتَلَأْتُ خَاصِرَتَاهَا اسْتَقْبَلْتُ عَيْنَ الشَّمْسِ لَتَلُفَّتْ وَتَلَّتْ رَفَعَتْ رَأْسَ هَذَا مَا خَضِرَةٌ حُدَّةٌ فَرَفَعَهُمْ صَدَقَاتُ الْمُسْكِينِ وَالْيَتَامَى وَابْنِ السَّبِيلِ أَوْ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنَّهُ مَنْ يَأْخُذْهُ بِغَيْرِ حَقِّهِ كَأَلَذَى يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ وَيَكُونُ شَهِيدًا عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

یتیموں پر صدقہ کرنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ہلال بن ابی میمونہ انہوں نے کہا: ہمیں عطاء بن یسار نے حدیث بیان کی انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا وہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی ﷺ منبر پر بیٹھے ہم بھی آپ کے گرد بیٹھ گئے تو آپ نے فرمایا: مجھے اپنے بعد جس چیز کا تم خطر ہے وہ یہ ہے۔ پر دنیا کی ترد تا زگی اور زینت کھول دی جائے۔ ایک شخص نے کہا: رسول اللہ! کیا اچھی چیز سے بھی بُرائی پیدا ہوتی ہے؟ نبی ﷺ حاسوش رہے پھر اس شخص سے کہا گیا: تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم نبی ﷺ نبی سے بات کر رہے ہو اور آپ ﷺ سے بات نہ کر رہے؟ پھر ہم نے غور سے دیکھا تو آپ پر وحی ل ہوئی پھر آپ نے اپنے چہرے سے پسینہ پونچھا پس فرمایا: وہ سوال کرنے والا کہاں ہے؟ گویا کہ آپ کو اس کا سوال پسند آیا پس آپ نے فرمایا: اچھی چیز بُرائی کا سبب نہیں ہوتی دیکھو! فصل بہا گہرا گاتی ہے (یعنی وہ اچھی چیز ہے) لیکن وہ کبھی جانور کو مارتا ہے۔ رستے کے قریب کرتا ہے (اور یہ بُری چیز ہے جو اچھی چیز سے ظاہر ہوتی ہے) تاہم جو جانور سبزہ چرتے ہیں حتیٰ کہ ان کی دونوں کوکھیں پھول کرتی جاتی ہیں اور وہ سورج کی طرف منہ کر کے لید کرتے ہیں اور پیشاب کرتے ہیں اور چرتے ہیں بے شک یہ مال سرسبز اور میٹھا ہے پس وہ کیسا اچھا مسلمان مالک ہے جو اس مال سے مسکین اور یتیم اور مسافر کو کھلاتا ہے یا جس طرح نبی ﷺ نے فرمایا اور جو شخص ناحق مال لیتا ہے وہ اس شخص کی مثل ہے جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا اور وہ مال اس

کے خلاف قیامت کے دن گواہی دے گا۔

(صحیح مسلم: ۱۰۵۲، الترغیب و الترہیب: ۲۳۸۳، سنن ابن ماجہ: ۳۹۹۵، مسند ابویعلیٰ: ۱۲۴۲، صحیح ابن حبان: ۳۲۲۵، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۱۸۰، مصنف عبد الرزاق: ۲۰۰۲۸، شرح السنن: ۳۰۵۱، مسند حماد: ۲۱، طبع قدیم مسند احمد: ۱۱۵۷، ج ۱ ص ۲۵۰-۲۴۸، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع السانید لابن جوزی: ۱۹۳۰، مکتبۃ الرشیدیہ بیروت: ۱۳۲ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) معاذ بن نضالہ (۲) بشام الدستوائی (۳) یحییٰ بن ابی کثیر (۴) حلال بن ابی میمونہ، ان کو حلال بن ابی ہلال بھی کہا جاتا ہے (۵) عطاء بن یسار (۶) حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ۔ (عمدة الساری ج ۹ ص ۵۵)

اس باب کی عنوان کے ساتھ متابقت اس طرح ہے کہ اس باب کا عنوان ہے: قسیموں پر صدقہ کرنا اور اس حدیث میں یہ جملہ ہے: جو شخص اس مال سے مسکین، یتیم اور مسافر کو کھلاتا ہے۔

کبھی کبھار اچھی چیز سے بُری چیز کا ظاہر ہونا

اس حدیث میں مذکور ہے: کیا اچھائی بُرائی کا سبب ہو سکتی ہے؟ نبی ﷺ نے جو اس سوال کا جواب دیا، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اچھائی بُرائی کا سبب نہیں ہوتی لیکن کبھی اچھائی بُرائی تک پہنچا دیتی ہے جیسے فصل بہار اچھی چیز ہے لیکن کبھی فصل بہار کا سبزہ کھا کر مویشی مر جاتے ہیں یا مرنے کے قریب ہوتا ہے۔ ہیں یا سبزہ مویشی مر جاتا ہے۔ اس کو خوب پیٹ بھر کر کھا لیتے ہیں پھر اس سبزہ پر لید اور پیشاب کر کے اس سبزہ کو خراب کر دیتے ہیں اس طرح مال دولت اچھی چیز ہے لیکن کبھی انسان مال و دولت کو ناجائز اور حرام کاموں میں خرچ کرتا ہے یا نیک مصارف میں خرچ نہیں کرتا اور یہ بُرائی ہے اسی طرح کبھی اچھائی بُرائی کا سبب بن جاتی ہے۔ پہلی مثال میں فرمایا: جیسے فصل بہار میں کبھی جانور مر جاتا ہے، تو اس میں کافر کی مثال دی ہے، وہ دنیا میں نیک کام کرتا ہے جیسے انگریزوں اور امریکیوں نے مہلک بیماریاں پھیلانے کے لیے افریقہ، ایشیا، افریقہ اور افریقہ پریش اور تپ دق کی دوائیں اس کام سے انسانیت کو فائدہ پہنچا لیکن چونکہ وہ ان بیماریوں کو پھیلانے کے لیے اس کام پر برباد ہو گئے اور ان کا آخرت میں ٹھکانا دوزخ ہے، سو ان کی اچھائی بُرائی کا سبب بنی۔

دوسری مثال اس مسلمان کی دی ہے جو کبیرہ گناہوں میں مستغرق ہو، فرائض اور واجبات کا تارک ہو، اس کی اچھائی اس کا اللہ اور رسول پر ایمان ہے، اور کبیرہ گناہوں میں بہک ہونا۔ دوسری مثال میں ہے کہ اگر کوئی شخص اس کی رغبت اس کا کفر، اتمہ نہ ہے، مثال میں ہے کہ اس میں جانور کھاتا ہے، موت رقت، پھینچ، تہیج۔

تیسری مثال اس مسلمان کی ہے جو نیک کام کرتا ہے اور گناہوں سے بچتا ہے۔ مگر کبھی اس سے گناہ ہو جائیں تو وہ ان پر توبہ کر لیتا ہے اس کی مثال میں فرمایا: جو شخص کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا۔

چوتھی مثال اس مسلمان کی ہے جو دنیا سے بے رغبت ہے اور آخرت میں کوشاں ہے اور متقی و پرہیزگار ہے اس کی مثال میں فرمایا: پس وہ کیسا اچھا مسلمان مالک ہے جو اس مال سے مسکین اور یتیم اور مسافر کو کھلاتا ہے۔

یہ مثالیں ترتیب وار نہیں ہیں لیکن اس حدیث میں غور و فکر کرنے سے سمجھ میں آ جاتی ہیں۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عالم کی جو بات سمجھ میں نہ آئے اس کے متعلق سوال کرنا چاہیے جس طرح جب نبی ﷺ نے فرمایا: مجھے مال و دولت کی فراوانی سے تم پر خطرہ ہے تو اس سے ایک صحابی کو شبہ ہوا کہ مال و دولت تو اللہ کی نعمت ہے اور اچھی چیز

سَلَمَةَ إِنَّمَا هُمْ بَنِيَّ؟ فَقَالَ أَنْفَقْتُ عَلَيْهِمْ فَلَيْكَ أَجْرُكَ اللَّهُ! اگر میں ابوسلمہ کی اولاد پر خرچ کروں تو کیا مجھے بھی اجر ملے گا؟
مَا أَنْفَقْتُ عَلَيْهِمْ. [طرف الحدیث: ۵۳۶۹]
کیونکہ وہ میری بھی اولاد ہے آپ نے فرمایا: تم ان پر خرچ کرو تم کو اس کا اجر ملے گا جو تم ان پر خرچ کرو گی۔

(صحیح مسلم: ۱۰۰۱، الرقم المسلسل: ۲۲۸۳، سنن ترمذی: ۶۳۶-۶۳۵، سنن کبریٰ: ۲۳۶۳، سنن ابن ماجہ: ۱۸۳۳)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عثمان بن ابی شیبہ اور وہ عثمان بن محمد بن ابی شیبہ ہیں ان کا نام ابراہیم ابوالحسن العباسی ہے یہ ابوبکر بن ابی شیبہ کے بھائی ہیں یہ ۲۳۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) عبدہ بن سلیمان الکلابی (۳) ہشام بن عروہ (۴) ان کے والد عروہ بن زید بن طلوعام ہیں (۵) زینب بنت ام سلمہ یہ ابوسلمہ عبد اللہ بن عبد الاسد المخزومی کی بیٹی ہیں ان کا نام بڑہ تھا نبی ﷺ نے ان کا نام بدل کر زینب رکھ دیا امام بخاری کے نزدیک ان کا نبی ﷺ سے سماع ثابت ہے (۶) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ان کا نام ہند بنت ابی امیہ ہے یہ نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ ہیں اور ام المؤمنین ہیں۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۶۲)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حضرت ابوسلمہ سے اولاد

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکاح سے پہلے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں اور ان سے یہ اولاد تھی: عمر محمد زینب اور دژہ۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۶۲)

شوہر پر زکوۃ خرچ کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:
علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ مرد اپنی بیوی کو اپنی زکوۃ نہیں دے سکتا کیونکہ بیوی کا نفقہ اس پر واجب ہے اور وہ اس سے زکوۃ لینے سے استغنی ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ آیا یہ اپنے شوہر کو زکوۃ دے سکتی ہے یا نہیں؟ امام ابو یوسف امام محمد اور امام احمد اور امام شافعی کے نزدیک یہ جائز ہے اور امام مالک کا مشہور قول امام ابو حنیفہ کی مثل یہ ہے کہ اس کے لیے اپنے شوہر کو اپنی زکوۃ دینا جائز نہیں ہے اور امام احمد کا بھی راجح قول یہی ہے۔

(شرح ابن بطلال ج ۳ ص ۴۵۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۳ھ)

علامہ ذوق السدین محمد بن عبد اللہ بن احمد بن محمد بن حنبل متوفی ۲۴۰ھ لکھتے ہیں:

بیوی کو زکوۃ دینا جماعاً جائز نہیں ہے کیونکہ بیوی کا خرچ شوہر پر واجب ہے اس لیے وہ زکوۃ لینے سے استغنی ہے اور شوہر کو زکوۃ دینے کے متعلق دو روایتیں ہیں ایک یہ ہے کہ بیوی کا شوہر کو زکوۃ دینا جائز نہیں ہے اور یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے کیونکہ جس طرح شوہر کا بیوی کو زکوۃ دینا جائز نہیں ہے اسی طرح بیوی کا بھی شوہر کو زکوۃ دینا جائز نہیں ہے کیونکہ شوہر کو زکوۃ دینے سے وہ خود اس زکوۃ سے نفع حاصل کرے گی اور حدیثوں کی دوسری روایت یہ ہے کہ بیوی کے لیے شوہر کو زکوۃ دینا جائز ہے اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابن مسعود کی بیوی حضرت زینب سے فرمایا: جن پر تم صدقہ کرو گی ان میں تمہارا شوہر اور تمہاری اولاد اس صدقہ کے زیادہ مستحق ہیں۔ (صحیح البخاری: ۱۳۶۲، صحیح مسلم: ۹۸۲) اور ایک اور حدیث میں ہے: جب رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: کیا بیوی اپنے شوہر پر صدقہ کر سکتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: اس کے لیے دواجر ہیں ایک صدقہ کا اجر ہے اور ایک قرابت کا اجر ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۳۶۶، صحیح مسلم: ۱۰۰۰) (المغنی ج ۳ ص ۴۲۵-۴۲۳، دارالحدیث قاہرہ، ۱۴۲۵ھ)

اس پر دلیل کہ حضرت ابن مسعود کی بیوی ان پر جو مال خرچ کرتی تھیں وہ زکوٰۃ نہیں تھا

امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عورت کے لیے اپنے شوہر کو اپنے مال کی زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے جس طرح مرد کے لیے اپنی بیوی کو اپنے مال کی زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے اور جس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب کو یہ ترغیب دی تھی کہ وہ اپنے شوہر کو صدقہ دیں اس صدقہ سے مراد غیر زکوٰۃ ہے۔

رہا یہ کہ اس پر کیا دلیل ہے کہ اس صدقہ سے مراد غیر زکوٰۃ ہے سو اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عبد اللہ بن مسعود کی بیوی راطہ بنت عبد اللہ صنعاء کی عورت تھیں اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس مال نہیں تھا اور وہ حضرت عبد اللہ پر اور ان کی اولاد پر خرچ کرتی تھیں حضرت ابن مسعود نے فرمایا: مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ تم بغیر اجر و ثواب کے یہ خرچ کرو پھر حضرت زینب نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: یا رسول اللہ! میں کچھ چیزیں بنا کر فروخت کرتی ہوں میرے شوہر اور میری اولاد کے پاس کوئی آمدنی نہیں ہے جس کی وجہ سے میں ان پر خرچ نہ کروں اور ان پر صدقہ نہ کروں آیا میرے لیے ان پر خرچ کرنے میں اجر و ثواب ہے؟ آپ نے فرمایا: تم جو ان پر خرچ کرتی ہو اس میں تمہارے لیے اجر ہے سو تم ان پر خرچ کرتی رہو۔

(شرح معانی الآثار: ۲۹۶۱)

امام طحاوی فرماتے ہیں: اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ یہ صدقہ زکوٰۃ کا ہے کیونکہ اجماع ہے کہ کسی عورت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی اولاد پر اپنی زکوٰۃ کو خرچ کرے اس سے یہ ثابت ہو کہ وہ اپنی اولاد پر خرچ کرتی تھیں وہ زکوٰۃ نہیں تھی اور اس مال سے وہ اپنے شوہر پر بھی خرچ کرتی تھیں اس سے ثابت ہو گیا کہ وہ اپنے شوہر پر جو خرچ کرتی تھیں وہ بھی زکوٰۃ نہیں تھی۔

اس سلسلہ میں دوسری حدیث یہ ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ ایک صبح کو حوا: بے پاس گئے اور فرمایا: اے عورتوں کی جماعت! میں نے تم میں سے کوئی ایسی ناقص نہ دیکھی۔ غل مندوں کی عقل کو زائل کرنے والی ہو اور بے شک میں نے تم میں سے اکثر کو قیامت کے دن دوزخ میں دیکھا پس جتنا تم سے ہو سکتا ہے اتنا صدقہ کر کے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرو ان خواتین میں حضرت عبد اللہ بن مسعود کی بیوی بھی تھیں وہ حضرت ابن مسعود کے پاس گئیں اور ان کو رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث سنائی اور انہوں نے اسے زیور کہا حضرت ابن مسعود نے پوچھا: تم زیور کہاں رکھتی ہو؟ انہوں نے کہا: انہوں نے کہا: میں اللہ اور رسول کا قرب حاصل کرنے جا رہی ہوں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دوزخ میں نہ لے گا حضرت ابن مسعود نے کہا: نہ پر افسوس ہے! تم یہ زیورات مجھ پر اور میرے بچوں پر صدقہ کر دو ان کی بیوی نے کہا: نہیں! خدا کی قسم حتیٰ کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس ہو آؤں پھر وہ رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کرنے کے لیے گئیں پس لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! یہ زینب ہیں آپ سے اجازت طلب کرنے آئی ہیں آپ نے پوچھا: کون سی زینب ہیں؟ انہوں نے کہا: حضرت ابن مسعود کی بیوی پھر وہ نبی ﷺ کے پاس گئیں اور عرض کیا: میں نے ابھی آپ سے حدیث سنی تھی پھر میں نے حضرت ابن مسعود کو وہ حدیث سنائی پھر میں نے اپنے زیورات لیے تاکہ میں اللہ عز و جل کا اور آپ کا قرب حاصل کروں اس امید سے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اہل دوزخ میں سے نہ کرے تب حضرت ابن مسعود نے مجھ سے یہ کہا کہ تم مجھ پر اور میرے بیٹوں پر خرچ کر دو تب میں نے کہا: میں پہلے رسول اللہ ﷺ سے اس کی اجازت لے لوں پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم ابن مسعود پر اور ان کے بیٹوں پر خرچ کر دو وہ اس صدقہ کا کمل ہیں۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۲۷۴-۲۷۳، شرح معانی الآثار: ۲۹۶۲، صحیح البخاری: ۱۳۶۲)

امام ابو جعفر طحاوی نے کہا: اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ یہ نفلی صدقہ تھا جو گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے اور یہ صدقہ زکوۃ میں سے نہیں تھا کیونکہ حضرت زینب اپنے تمام زیورات لے کر آئی تھیں اور رسول اللہ ﷺ نے ان کو ان کے تمام زیورات حضرت ابن مسعود اور ان کے بیٹوں پر صدقہ کرنے کی اجازت دی سو یہ زکوۃ نہیں تھی کیونکہ زیورات کی زکوۃ میں تمام زیورات کو صدقہ نہیں کیا جاتا بلکہ اس کے ایک جز کو صدقہ کیا جاتا ہے یعنی کل زیورات کے چالیسویں حصہ کو بہ شرطیکہ وہ نصاب کی مقدار کے مطابق ہیں مثقال ہوں اور ان پر ایک سال گزر چکا ہو اور رسول اللہ ﷺ نے اس تفصیل کے بغیر ان کو تمام زیورات ان کے شوہر حضرت ابن مسعود اور ان کے بیٹوں پر خرچ کرنے کی اجازت دی اگر یہ زکوۃ ہوتی تو رسول اللہ ﷺ ان زیورات کو ان کے شوہر اور ان کی اولاد پر خرچ کرنے کی اجازت نہ دیتے پس واضح ہو گیا کہ بیوی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی زکوۃ کو اپنے شوہر پر خرچ کرے اور یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۷۵-۷۴، قدیمی کتب خانہ کراچی)

شافعی مالکی اور غیر مقلد علماء کا شوہر کو زکوۃ دینے کے عدم جواز میں امام اعظم کے موقف کی تائید کرنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متونی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی: ”کہ یہ صدقہ مالک“ سے یہاں ”کیا“ ہے کہ بیوی نے خاوند کو اپنی زکوۃ دینا جائز ہے یہ امام شافعی اور ثوری کا قول ہے اور امام ابو حنیفہ کے دو صاحبوں کا قول ہے اور امام مالک سے بھی ایک روایت یہی ہے اور ان ائمہ نے اس حدیث میں صدقہ کو صدقہ واجبہ پر محمول کیا ہے عامہ مازری سے یہ ہا ہے کہ حضرت زینب نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سوال کیا کہ اگر میں اپنے زیورات کو اپنے شوہر اور ان کے بیٹوں پر خرچ کروں تو کیا یہ میری طرف سے کفایت کرے گا؟ (صحیح البخاری: ۱۳۶۶) اس کا مطلب یہ ہے کہ کیا میرا صدقہ واجبہ جائز ہے اور نہ اس کی دس۔ وہ اپنے شوہر پر اپنی زکوۃ خرچ کرنے کے متعلق پوچھ رہی تھیں کیونکہ نفلی صدقہ میں سونے کی چیزیں، قاضی مالکی نے اس دلیل کو مسترد کر دیا ہے اور یہ کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خواتین کو صدقہ کی رغیب دیتے ہوئے فرمایا: تم صدقہ لیا کرو خواہ اپنے زیورات سے کرو۔ (صحیح مسلم: ۹۸۲) آپ کا یہ ارشاد اس کی دلیل ہے کہ اس سے مراد نفلی صدقہ تھی کیونکہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک زیورات میں زکوۃ واجب نہیں ہے نیز حضرت زینب کے کچھ حزیں اگر ان کی آمدنی سے صدقہ لیتی تھیں یہ بھی نفلی صدقہ ہوتا کیونکہ مالک نے اس کی دلیل سے علامہ ذہبی شافعی نے بھی اس کی توثیق کی ہے اور مالک نے یہ کہا ہے کہ یہ صدقہ مالک کی طرف سے ہے۔ ان کا یہ قول نفلی صدقہ کے منافی نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب یہ تھا کہ آیا یہ نفلی صدقہ میرے لیے دوزخ کے عذاب سے نجات کے لیے کافی ہوگا؟ گویا کہ انیس یہ خوف تھا کہ اپنے شوہر پر نفلی صدقہ کرنا شاید دوزخ کے عذاب سے نجات کے لیے کافی نہ ہو اور اس حدیث میں زیورات سے صدقہ کرنے کا ذکر ہے اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک زیورات میں زکوۃ واجب نہیں ہے سو ان کی طرف سے اس حدیث سے یہ استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کہ اس حدیث میں صدقہ سے مراد صدقہ واجبہ ہے اور امام طحاوی کے نزدیک ہر چند کہ زیورات میں زکوۃ واجب ہوتی ہے لیکن انہوں نے بیان کیا ہے کہ تمام زیورات کا صدقہ کرنا واجب نہیں ہوتا بلکہ اس کے چالیسویں حصہ کا صدقہ کرنا واجب ہوتا ہے اس لیے امام طحاوی پر یہ اعتراض نہیں ہوگا کہ ان کے نزدیک تو زیورات میں زکوۃ واجب ہے وہ اس سے نفلی صدقہ کیسے مراد لے سکتے ہیں نیز علقمہ نے حضرت ابن مسعود سے یہ روایت کی ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی سے کہا کہ جب تمہارے زیورات کی قیمت دو سو درہم کو پہنچ جائے تو اس میں زکوۃ ہے لہذا امام طحاوی کے خلاف اس چیز سے کیسے استدلال کیا جاسکتا ہے جس کے وہ قائل نہیں ہیں۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۶۰ 'دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ نے علامہ ابن حجر شافعی کی اسی عبارت کا دو تین سطروں میں خلاصہ لکھا ہے۔ (عون الباری ج ۲ ص ۳۵۲ 'دار الرشید حلب' سوریا)

اس اقتباس سے معلوم ہوا کہ شافعی مالکی اور غیر مقلد علماء نے بھی امام اعظم کے موقف کی تائید کر دی ہے۔

* باب مذکور کی حدیث 'شرح صحیح مسلم: ۲۲۱۴۔ ج ۲ ص ۹۲۵ پر مذکور ہے وہاں اس حدیث کی شرح ذکر نہیں کی گئی۔

۴۹۔ بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى ﴿وَفِي

الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي

سَبِيلِ اللَّهِ﴾ (التوبہ: ۶۰)

وَيُذَكِّرُ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا
يُعْتَقُ مِنْ زَكَاةٍ مَالِهِ وَيُعْطَى فِي الْحَجِّ.

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور غلاموں کو آزاد کرنے میں اور

مقروضوں کو اور اللہ کی راہ میں زکوٰۃ دی جائے۔

(التوبہ: ۶۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا جاتا ہے کہ مسلمان اپنے مال کی زکوٰۃ سے غلام آزاد کرے اور حج کرنے والے کو عطا کرے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس میں کہ حج نہیں سمجھتے تھے کہ اپنی زکوٰۃ کی رقم میں سے حج کرنے والے کو عطا کیا جائے اور اس رقم سے غلام کو آزاد کیا جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۵۲۵ 'مجلس علمی بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۴۲۴ 'دار الکتب العلمیہ بیروت')

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

زکوٰۃ کے آٹھ مصارف ہیں اور ان میں سے ایک 'سرف غلام کو آزاد کرنا ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ غلام کو آزاد کرنے میں زکوٰۃ کی رقم سے اس کی مدد کی جائے اور یہ اکثر فقہاء کا قول ہے ان میں سعید بن جبیر، ابراہیم النخعی، الزہری، الثوری، امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور لیث شامل ہیں۔

نیز، سنن اللہ کی راہ میں بھی زکوٰۃ دینے کا ذکر ہے۔ مسبوط میں مذکور ہے کہ امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک جو نمازی فقراء ہوں ان کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ لے فقراء کو بھی۔ ابو ثور نے کہا ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک سرف غلام کو زکوٰۃ دی جائے نہ کہ حج کرنے والے کو علامہ ابن بطلال نے کہا ہے کہ یہ امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی کا قول ہے صاحب التوضیح نے ذکر کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ کا قول یہ ہے کہ نمازی کو صرف اس وقت زکوٰۃ دی جائے جب وہ ضرورت مند ہو اور یہ قول ظاہر کتاب اور سنت کے خلاف ہے قرآن مجید کے اس لیے خلاف ہے کہ قرآن مجید میں ہے: اور اللہ کی راہ میں (التوبہ: ۶۰) اور سنت کے اس لیے خلاف ہے کہ حدیث میں ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: غنی (صاحب نصاب) کا صدقہ لینا جائز نہیں ہے سوا پانچ صورتوں کے: (۱) زکوٰۃ وصول کرنے والا عامل ہو (۲) وہ شخص جس نے اس صدقہ کو اپنے مال سے خریدا ہو (۳) مقرض (۴) جو اللہ کی راہ میں غازی ہو (۵) مسکین کو کچھ صدقہ دیا گیا اور اس نے وہ صدقہ کسی غنی کو صدقہ کر دیا۔

(سنن ابوداؤد: ۱۶۳۶، سنن بن ماجہ: ۱۸۴۱، مسند احمد ج ۳ ص ۵۶، مصنف عبدالرزاق: ۱۹۲۴)

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ نے قرآن مجید کی مخالفت نہیں کی، کیونکہ قرآن مجید میں جس غازی کا مصارف زکوٰۃ میں ذکر کیا ہے اس سے مراد ہے جو غازی ضرورت مند ہو اور حدیث میں جس غازی کا ذکر ہے کہ وہ غنی ہو اس سے مراد ہے کہ وہ قوت و بدن اور کمانے کی قدرت کے لحاظ سے غنی ہو اور اس غنی سے مراد صاحب نصاب نہیں ہے۔

(عمدة القاری ج ۹ ص ۶۳، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ الْحَسَنُ إِنْ اشْتَرَى أَبَاهُ مِنَ الزَّكَاةِ جَارًا،
وَيُعْطَى فِي الْمُجَاهِدِينَ وَالَّذِي لَمْ يَحْجْ ثُمَّ تَلَا
﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ﴾ (التوبہ: ۶۰) الْآيَةَ فِي آيَتِهَا
أَعْطَيْتُ أَجْزَاءَ.

اور الحسن البصری نے کہا: اگر کسی شخص نے زکوٰۃ کی رقم سے اپنے باپ کو خرید لیا تو یہ جائز ہے اور زکوٰۃ مجاہدین کو دے جس نے حج نہیں کیا، پھر یہ آیت پڑھی: زکوٰۃ کے مصارف صرف فقراء اور مساکین ہیں اور زکوٰۃ کی وصول یا بی پر مامور لوگ اور جن کے دلوں کو اسلام کی طرف راغب کرنا مقصود ہو اور جن غلاموں کو آزاد کرنا ہو اور مقروض لوگ اور اللہ کی راہ میں اور مسافرین۔ (التوبہ: ۶۰) ان میں سے جس کو بھی زکوٰۃ دی گئی جائز ہے۔

اس تعلیق کی اصل درج ذیل حدیث ہے:

اشعث بن سوار بیان کرتے ہیں کہ سن بصری سے سوال کیا۔ ایک شخص نے زکوٰۃ کی رقم سے اپنے باپ کو خرید کر آزاد کر دیا؟ انہوں نے کہا: اس نے بہترین غلام کو خریدا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۵۲۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۳۲۳، دار الکتب العلمیہ بیروت)

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ خَالِدًا
إِخْتَبَسَ أَذْرَاعَهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ.

اس تعلیق کی حدیث متصل اس باب کی حدیث ۱۴۶۰۰ میں آ رہی ہے۔

وَبُذِّكِرُ عَنْ أَبِي لَاسٍ حَمَلْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَائِلَةً الصَّدَقَةُ لِلْحَجَّةِ

اس تعلیق کی اصل درج ذیل حدیث ہے:

حضرت ابولاس الخزاعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور ان کے پاس صدقہ کے اونٹوں میں سے ایک کم زور اونٹ پر سوار کیا، پھر ہم نے کہا: یا رسول اللہ! ہم نہیں سمجھتے کہ آپ ہمیں اس پر سوار کریں گے آپ نے فرمایا: ہر اونٹ کے کوہان میں شیطان ہوتا ہے پس جب تم اس پر سوار ہو تو اس طرح اللہ کا نام لو جس طرح اس نے تم کو حکم دیا ہے (یعنی یہ پڑھو: "مُبَحَّانَ الَّذِي سَخَّرْنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقَرَّبِينَ" وَإِنَّا إِلَى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ" (الزخرف: ۱۳)) پھر تم اس کو اپنے کام کے لیے استعمال کرو کیونکہ صرف اللہ سوار کرتا ہے۔ (الامداد الثانی: ۲۳۲۸، صحیح ابن خزیمہ: ۲۳۷۷، المعجم الکبیر: ۸۳۷، ج ۲۲، التمدد رک ج ۱ ص ۳۳۴، سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۵۲، سند احمد ج ۴ ص ۲۲۱، طبع قدیم، سند احمد: ۱۷۹۳۸، ج ۲۹ ص ۴۵۸، مؤسسۃ الرسالة بیروت)

۱۴۶۸ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث

قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادُ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں

رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالصَّدَقَةِ فَقِيلَ مَنْعَ ابْنُ جُمَيْلٍ وَخَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ وَعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يُنْقِمُ ابْنُ جُمَيْلٍ إِلَّا أَنَّهُ كَانَ فَقِيرًا فَأَغْنَاهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَأَمَّا خَالِدٌ فَإِنَّكُمْ تَظْلِمُونَ خَالِدًا قَدْ اخْتَبَسَ أَذْرَاعَهُ وَأَعْتَدَهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأَمَّا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَعَمَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهِيَ صَدَقَةٌ وَمِثْلُهَا مَعَهَا تَابِعَةُ ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ أَبِيهِ وَقَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ هِيَ عَلَيْهِ وَمِثْلُهَا مَعَهَا وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ حَدَّثْتُ عَنِ الْأَعْرَجِ بِمِثْلِهِ.

ابو الزناد نے خبر دی از اعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقہ دینے کا حکم دیا پس کہا گیا کہ (صدقہ دینے سے) ابن جمیل نے منع کیا اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اور حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے تب نبی ﷺ نے فرمایا: ابن جمیل کو تو صرف یہ ناگوار ہوا کہ وہ فقیر تھا تو اس کو اللہ اور اس کے رسول نے غنی کر دیا اور رہا خالد تو تم اس پر ظلم کرتے ہو اس نے تو اپنی زرہیں اور ہتھیار بھی اللہ کی راہ میں وقف کی ہوئی ہیں اور رہے حضرت عباس بن عبد المطلب تو وہ رسول اللہ ﷺ کے چچا ہیں تو یہ (زکوۃ) ان پر صدقہ ہے اور اس کے ساتھ اس کی (ایک اور) مثل ہے۔ اعرج کی متابعت عبد الرحمان بن ابی الزناد نے کی ہے از والد خود اور ابن اسحاق نے ابی الزناد سے روایت کی ہے: یہ ان کے اوپر صدقہ ہے اور اس کی مثل اس کے ساتھ ہے اور ابن جریر نے کہا: مجھے از اعرج اس کی مثل مدیدہ۔ ان کی گئی ہے۔

(صحیح مسلم: ۹۸۳، الرقم السلسل: ۲۲۳۱، سنن ابوداؤد: ۱۶۲۳، سنن ترمذی: ۳۷۶۱، صحیح ابن خزیمہ: ۲۳۳۰، صحیح ابن حبان: ۳۲۷۳، سنن دارقطنی ج ۲ ص ۱۲۳، سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۶۳، احمد ج ۲ ص ۳۲۲، طبع: ۱۹۸۳، احمد ج ۲ ص ۱۶۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ۵۰۳۳، مکتبۃ الرشیدیہ ریاض: ۱۴۲۷ھ)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: رہا خالد تو اس نے تو اپنی زرہ بھی اللہ کی راہ میں وقف کی ہوئی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا غنی کرنا حضرت خالد کے زکوۃ دینے کی توجیہ اور حضرت عباس پر صدقہ کرنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد بن حنبل متوفی ۸۵۵ھ۔

اس حدیث میں مذکور ہے: رسول اللہ ﷺ نے صدقہ دینے کا حکم دیا اس سے مراد صدقہ دینے کا حکم دیا ہے یعنی:

کہا گیا کہ ابن جمیل نے زکوۃ دینے سے منع کیا: اس قول کے قائل حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں الردیانی نے ذکر کیا ہے کہ اس کا نام عبد اللہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابن جمیل کو صرف یہ ناگوار ہوا کہ وہ فقیر تھا تو اس کو اللہ اور اس کے رسول نے غنی کر دیا۔ آپ کا یہ ارشاد قرآن مجید کی اس آیت کے موافق ہے:

وَمَا نَقْمُوا إِلَّا أَنْ أَغْنَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ فَإِنْ يَتُوبُوا يَكُ خَيْرًا لَهُمْ. (التوبہ: ۷۴)

اور ان کو صرف یہ ناگوار گزرا کہ اللہ اور اس کے رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا پس اگر وہ توبہ کر لیں تو ان کے حق میں بہتر ہوگا۔

اس آیت میں اور نبی ﷺ کے اس ارشاد میں رسول اللہ ﷺ کی طرف غنی کرنے کی نسبت کی گئی ہے اس سے معلوم ہوا کہ

نبی ﷺ بھی غنی کرتے ہیں اور نوازتے ہیں۔

ابن جمیل منافق تھا اس نے زکوٰۃ ادا کرنے سے منع کیا لیکن اس نے بعد میں توبہ کر لی اور نیک کام کیے اس نے کہا: میرے رب نے مجھ سے توبہ طلب کی تو میں نے توبہ کر لی اور بعد میں ان کا حال عمدہ ہو گیا۔

اس حدیث میں فرمایا: اور رہا خالد تو تم اس پر ظلم کرتے ہو حضرت خالد سے زکوٰۃ میں آٹھ زر ہیں طلب کی گئی تھیں اور یہ باور کیا گیا تھا کہ ان کے پاس یہ زر ہیں تجارت کے لیے ہیں نبی ﷺ نے یہ بتایا کہ ان کے اوپر بالکل زکوٰۃ نہیں ہے کیونکہ انہوں نے وہ زر ہیں اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لیے وقف کی ہوئی ہیں۔

اور رہے عباس بن عبد المطلب نبی ﷺ نے یہ بتایا کہ حضرت عباس آپ کے چچا ہیں اور کسی شخص کا چچا اس کے باپ کی مثل ہوتا ہے آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ آپ نے اپنے کرم سے یہ زکوٰۃ ان پر صدقہ کر دی ہے اور اس کی ایک اور مثل بھی صدقہ کر دی۔ شعیب کی اس روایت میں "صدقہ" کا لفظ ہے امام بیہقی نے اس روایت پر یہ اعتراض کیا ہے کہ بنو ہاشم پر تو صدقہ حرام ہے تو رسول اللہ ﷺ ان پر دو سال کی زکوٰۃ کو کیسے صدقہ کر سکتے ہیں؟ المنذری نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ ہو سکتا ہے یہ واقعہ آل نبی پر صدقہ کو حرام قرار دینے سے پہلے کا ہو ابو عبید نے کہا: نبی ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: حضرت عباس سے زکوٰۃ کی وصول یابی دو سال کے لیے مؤخر کر دو کیونکہ ان دو سالوں میں ان کے حالات زکوٰۃ ادا کرنے کے قابل نہ تھے اور امام کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ کسی شخص سے زکوٰۃ وصول کرنے میں تاخیر کرے جیسے وہ حضرت عمرؓ کے لیے دو سال کی تاخیر وصول کرنے کو مؤخر کر دیا تھا۔

جس جنس میں زکوٰۃ واجب ہو اس جنس کے بجائے اس کی قیمت ادا کرنے کا جواز امام کے لیے زکوٰۃ کو مؤخر کرنے کا جواز اور وقت سے پہلے زکوٰۃ کی ادائیگی میں مذاہب

اس حدیث میں اموال تجارت سے زکوٰۃ وصول کرنے کا اشارہ ہے اور اس میں یہ دلیل ہے کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ زکوٰۃ اسی جنس سے لی جائے بلکہ جس جنس پر زکوٰۃ واجب ہے اس جنس سے اس کی وصول کیا جائے۔

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ امام مناسب سمجھے زکوٰۃ وصول کرنے کو مؤخر کر سکتا ہے۔

زکوٰۃ کو وقت سے پہلے ادا کرنے میں بھی اختلاف ہے امام ابو حنیفہ امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک زکوٰۃ کو وقت سے پہلے ادا کرنا جائز ہے۔ حسن بصری نے کہا: جس نے وقت سے پہلے زکوٰۃ کی وہ دوبارہ زکوٰۃ ادا کرے گا جیسے کسی نے اس سے پہلے نماز پڑھ لی تو وہ دوبارہ نماز پڑھنے والا ہے اور امام مالک کے نزدیک اس نے اس کو گزرنے سے پہلے زکوٰۃ کی اس کی وصول نہیں۔

(عمدة القاری ج ۹ ص ۶۸-۶۹ ملخصاً دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

سوال کرنے سے رکنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عطاء بن یزید اللیشی از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہ انصار میں سے کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تو آپ نے ان کو عطا فرمایا انہوں نے پھر سوال کیا تو آپ نے ان کو عطا فرمایا حتیٰ کہ آپ کے پاس جو مال تھا وہ ختم ہو گیا پھر آپ نے

۵۰ - بَابُ الْإِسْتِعْفَافِ عَنِ الْمَسْأَلَةِ

۱۴۶۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ نَاسًا مِنَ الْأَنْصَارِ سَأَلُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْطَاهُمْ ثُمَّ سَأَلُوهُ فَأَعْطَاهُمْ حَتَّى نَفِدَ مَا عِنْدَهُ لَقَالُوا مَا يَكُونُ عِنْدِي مِنْ خَيْرٍ فَلَئِنْ أَذْخَرَهُ

عَنْكُمْ وَمَنْ يَسْتَغْفِرْ يُعَفِّهِ اللَّهُ وَمَنْ يَسْتَغْفِرْ يَغْفِرِ اللَّهُ وَمَنْ يَتَصَبَّرْ يُصْبِرْهُ اللَّهُ وَمَا أُعْطِيَ أَحَدٌ عَطَاءً خَيْرًا وَأَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ. [طرف الحدیث: ۶۳۷۰]

فرمایا: میرے پاس جو بھی اچھی چیز ہوگی میں اس کو تم سے بچا کر جمع نہیں رکھوں گا اور جو شخص سوال سے رُکے گا اللہ تعالیٰ اس کو (فقر سے) روک کر رکھے گا اور جو شخص مال سے بے نیاز رہے گا اللہ تعالیٰ اس کو غنی کر دے گا اور جو شخص صبر کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو صابر بنادے گا اور کسی شخص کو صبر سے اچھی اور وسیع چیز نہیں دی گئی۔

(صحیح مسلم: ۱۰۵۳، الرقم المسلسل: ۲۳۸۶، سنن ابوداؤد: ۱۶۳۳، سنن ترمذی: ۲۰۲۳، سنن نسائی: ۲۵۸۸، مصنف عبدالرزاق: ۲۰۰۱۳، مسند ابویعلیٰ: ۱۳۵۲، صحیح ابن حبان: ۳۴۰۰، شعب الایمان: ۳۵۰۳، شرح السنن: ۱۶۱۳، مسند احمد ج ۳ ص ۹۳، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۱۸۹۰، ج ۱۸ ص ۳۸۷، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع السانید لابن جوزی: ۲۰۵۹، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۴۲۷ھ)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے کئی بار تذکرہ کیا جا چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جو شخص سوال سے رُکے گا اللہ تعالیٰ اس کو (فقر سے) روک کر رکھے گا۔

ضرورت کے وقت سوال کرنے کا جواز، تاہم ضرورت کے باوجود سوال نہ کرنا زیادہ اولیٰ اور افضل ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال، کی ستونی ۲۳۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں سائل کو ایک مال سے دو مرتبہ دینے کا ثبوت ہے، اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب سائل کو دینے کے لیے کچھ نہ ہو تو اس سے اچھے طریقہ سے عذر پیش کیا جائے اور اس حدیث میں نبی ﷺ کے کرم اور آپ کی جود و سخاء کا بیان ہے کہ آپ بار بار دینے سے اکتاتے نہیں تھے نیز اس حدیث میں ہے کہ آپ نے لوگوں کو صبر کرنے اور بے نیازی اختیار کرنے کی ترغیب دی ہے اور اللہ پر توکل کرنے کی وصیت کی ہے اور اللہ تعالیٰ کے رزق کا منتظر رہنے کی ترغیب دی ہے اور آپ نے یہ بتایا کہ مؤمن کو جو چیزیں دی گئی ہیں ان میں سب سے اچھی چیز صبر ہے، نہ کہ میری جزا، لا محذور ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنَّمَا يُؤْتِي الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○

(الزمر: ۱۰) جائے گا ○

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اللہ ربک آپہنوں کے سوال کیا تو آپ نے ان کو عطا فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت سوال کرنا جائز ہے تاہم ضرورت کے باوجود سوال نہ کرنا زیادہ اولیٰ اور افضل ہے، تاکہ اس کے پاس بچہ سوال کے اللہ تعالیٰ کا رزق آئے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۳۶۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۳ھ)

۱۴۷۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَأَنْ تَأْخُذَ أَحَدُكُمْ خَبَلًا لِيَحْتَطِبَ عَلَى ظَهْرِهِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَأْتِيَ رَجُلًا فَيَسْأَلَهُ: أَعْطَاهُ أَوْ مَنَعَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خیر دی از ابی الزناد از اعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی شخص اپنی رسی لے کر جنگل کی لکڑیاں کاٹ کر اپنی پشت پر باندھ کر لائے تو وہ اس کے لیے اس

[اطراف الحدیث: ۱۳۸۰-۲۰۷۳-۲۳۷۴] سے بہتر ہے کہ وہ کسی شخص کے پاس جا کر اس سے سوال کرے وہ اس کو عطا کرے یا منع کر دے۔

(سنن نسائی: ۲۵۸۸، مسند الحمیدی: ۱۰۵۷، مسند ابو یعلیٰ: ۶۶۷۵، شرح السنہ: ۱۶۱۵، مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۳ طبع قدیم، مسند احمد: ۷۳۱۷، ج ۱۲ ص ۲۶۸، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ۴۶۲۲، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۳۲۷ھ)

اس حدیث کے رجال کا پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی شخص کے پاس جا کر اس سے سوال کرے وہ اس کو عطا کرے یا منع کرے۔

سوال کی ممانعت کے متعلق دیگر احادیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص صبح کو اٹھ کر لکڑیوں کا گٹھا اپنی پیٹھ پر لاد کر لائے اور اس کی آمدنی سے صدقہ کرے اور اس کی وجہ سے لوگوں سے مستغنی رہے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی شخص سے سوال کرے وہ اس کو عطا کرے یا اس کو منع کر دے کیونکہ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے اور دینے کی ابتداء اپنے اہل و عیال سے کر دے۔ (صحیح مسلم: ۱۰۴۰، سنن ترمذی: ۶۸۰، مسند احمد ج ۲ ص ۳۰۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اپنے پاس بڑھانے کے لیے لوگوں سے سوال کیا وہ انکاروں کا سوال کر رہا ہے خواہ کم سوال کرے یا زیادہ کرے۔ (صحیح مسلم: ۱۰۴۱، سنن ابن ماجہ: ۱۸۳۸)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سوال کرنے سے آدمی کے چہرے پر خراش پڑ جاتی ہے سو اس کے کہ وہ سلطان سے سوال کرے یا کسی ناگزیر چیز کا سوال کرے۔

(سنن ترمذی: ۶۸۱، سنن ابوداؤد: ۱۴۳۹، سنن نسائی: ۲۵۹۹، مسند احمد ج ۵ ص ۱۰)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے پاس اتنا مال ہو جو اس کو سوال سے مستغنی کر دے پھر بھی اس نے لوگوں سے سوال کیا تو وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر خراشیں ہوں گی آپ سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ! سوال سے مستغنی ہونے کی کیا مقدار ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کے پاس پچاس درہم ہوں یا اتنی مقدار کا سونا ہو۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۲۶، سنن ترمذی: ۶۵۰، سنن نسائی: ۲۵۹۱)

بنو اسد کے ایک شخص بیان کرتے ہیں کہ میں میرے سردار قبیع الغرقہ میں رہتا تھا۔ میرے سردار نے کہا: جاؤ! جا کر رسول اللہ ﷺ سے سوال کر کے کچھ لاؤ، جسے ہم کھائیں۔ جب میں آپ کے پاس پہنچا تو وہاں پر لوگ آپ سے اپنی ضروریات کا سوال کر رہے تھے میں رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا تو میں نے دیکھا ایک شخص آپ سے سوال کر رہا تھا اور رسول اللہ ﷺ فرما رہے تھے: میرے پاس تمہیں دینے کے لیے کچھ نہیں ہے پس وہ شخص غصہ حالت میں پیٹھ پھیر کر چلا گیا اور وہ کہہ رہا تھا: مجھے اپنی حیات کی قسم! آپ اس کو دیتے ہیں جسے آپ چاہتے ہیں آپ نے فرمایا: یہ مجھ پر اس لیے غضب ناک ہو رہا ہے کہ میرے پاس اسے دینے کے لیے نہیں ہے جس نے تم میں سے اس حال میں سوال کیا کہ اس کے پاس چالیس درہم ہوں یا اس کے برابر مال ہو تو اس نے گڑگڑا کر سوال کیا سو میں لوٹ آیا اور میں نے آپ سے سوال نہیں کیا پھر اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کے پاس ہوا اور کشمکش آئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان میں سے ہمیں بھی تقسیم کیا حتیٰ کہ اللہ عزوجل نے ہمیں غنی کر دیا۔

(سنن ابوداؤد: ۱۶۲۷، سنن نسائی: ۲۵۹۵)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اس حال میں سوال کیا کہ اس کے پاس اتنا مال تھا جو اس کو سوال سے غنی کر سکے تو وہ صرف آگ کی کثرت کر رہا ہے، دوسری روایت میں ہے: وہ جہنم کے انگاروں کی کثرت کر رہا ہے، مسلمانوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! سوال سے غنی کرنے والے مال کی کیا مقدار ہے؟ یا پوچھا: اس غنا کی کتنی مقدار ہے جس کے ساتھ سوال نہیں کرنا چاہیے؟ آپ نے فرمایا: جس سے وہ ایک رات اور ایک دن سیر ہو کر کھا سکے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۲۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ شخص مسکین نہیں ہے جس کو ایک کھجور یا دو کھجوریں لوٹا دیں یا ایک لقمہ یا دو لقمے لوٹا دیں لیکن مسکین وہ ہے جو لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کرے اور نہ لوگ اس کی ضرورت کو سمجھ کر اسے عطا کریں۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۳۱)

عدی بن الحیار بیان کرتے ہیں کہ مجھے دو آدمیوں نے خبر دی کہ وہ حجۃ الوداع میں نبی ﷺ کے پاس گئے، اس وقت آپ صدقہ تقسیم کر رہے تھے، ان دونوں نے آپ سے صدقہ کا سوال کیا، آپ نے ہمیں نظر اٹھا کر دیکھا، پھر نظر نیچے کر لی، آپ نے ہم دونوں کو تندرست اور قوی پایا، آپ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو میں تمہیں عطا کر دوں اور اس صدقہ میں غنی کا حصہ نہیں اور نہ اس شخص کا حصہ ہے جو قوی ہو اور کمانے پر قادر ہو۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۳۳، سنن نسائی: ۲۵۹۷)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ غنی کے لیے صدقہ حلال ہے نہ اس شخص کے لیے جو قوی ہو اور اس کے اعضاء صحیح ہوں۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۳۳، سنن ترمذی: ۶۵۲)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کون... روزہ... ایک حکم کو قبول کرے تو میں اس کے لیے جنت کو قبول کروں؟ میں نے عرض کیا: میں ہوں! آپ نے فرمایا: لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کرنا۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۸۳۷، سنن نسائی: ۲۵۸۶)

۱۴۷۱ - حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَمْرِ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ حَبْلَةً فَيَأْتِيَ بِحُزْمَةِ الْحَطَبِ عَلَى ظَهْرِهِ فَيَبِيبَهَا فَيَنْفَتَ بِهَا رَجُلًا حَيْرَانًا مِنْ أَنْ يَسْأَلَ النَّاسَ أَنْ يَعْطَوْهُ مِنْهُ

[اطراف الحدیث: ۲۰۷۵-۲۳۷۳] (سنن نسائی: ۲۵۸۸)

سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے سوال کرے وہ اس کو دیں یا منع کر دیں۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۱۴۷۰ کا مطالعہ کریں۔

۱۴۷۲ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ وَسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّ حَكِيمَ بْنَ حِزَامٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی، الزہری از عروہ بن الزبیر و سعید بن المسیب، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے کہا:

کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تو آپ نے مجھے عطا کیا میں نے پھر سوال کیا تو آپ نے مجھے عطا کیا میں نے پھر سوال کیا سو آپ نے مجھے عطا کیا پھر آپ نے فرمایا: اے حکیم! یہ مال سرسبز میٹھا ہے جو شخص اس کو نفس کی سخاوت کے ساتھ لے گا اس کو اس میں برکت دی جائے گی اور جو شخص نفس کو جھکا کر یہ مال لے گا اس کو اس میں برکت نہیں دی جائے گی اور وہ اس شخص کی طرح ہوگا جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے حضرت حکیم کہتے ہیں: میں نے کہا: یا رسول اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے! میں اب کے بعد کسی شخص کے مال میں کمی نہیں کروں گا حتیٰ کہ میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حضرت حکیم کو وظیفہ دینے کے لیے بلاتے تھے تو وہ اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیتے تھے پھر سرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو عطا کرنے کے لیے بلاتے تھے تو وہ ان کو اس کرنے سے انکار کر دیتے تھے پھر حضرت عمر نے فرمایا: اے مسلمان! اس کی سماعت! اس تم کو حکیم کے متعلق گواہ کرتا ہوں کہ میں ان کے سامنے مال لئے سے ان کا حق پیش کرتا ہوں اور یہ اس کو لینے سے روکتا ہے۔ میں پھر رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت حکیم کے دو گوں کے مال میں کمی نہیں کی حتیٰ کہ وہ فوت ہو گئے۔

وَسَلَّمَ فَأَعْطَانِي، ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِي، ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِي، ثُمَّ قَالَ يَا حَكِيمُ، إِنَّ هَذَا الْمَالَ خَصْرَةٌ حُلْوَةٌ، فَمَنْ أَخَذَهُ بِخَاوَةِ نَفْسٍ بُوْرِكَ لَهُ فِيهِ، وَمَنْ أَخَذَهُ بِإِشْرَافِ نَفْسٍ لَمْ يُبَارَكْ لَهُ فِيهِ، وَكَانَ كَالَّذِي يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ، أَلَيْدُ الْعُلَيَّا خَيْرٌ مِنَ أَلَيْدِ السُّفْلَى. قَالَ حَكِيمُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ، لَا أَرْزَأُ أَحَدًا بَعْدَكَ شَيْئًا، حَتَّى أَفَارِقَ الدُّنْيَا. فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَدْعُوَا حَكِيمًا إِلَى الْعَطَاءِ قَبَائِي أَنْ يَقْبَلَهُ مِنْهُ، ثُمَّ إِنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ دَعَاهُ لِيُعْطِيَهُ قَبَائِي أَنْ يَقْبَلَ مِنْهُ شَيْئًا، فَقَالَ عُمَرُ إِنِّي أَشْهَدُكُمْ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ عَلَى حَكِيمٍ، إِنِّي أَعْرَضُ عَلَيْهِ حَقَّهُ مِنْ هَذَا الْقَيْءِ، قَبَائِي أَنْ يَأْخُذَهُ، فَلَمْ يَرْزَأْ حَكِيمٌ أَحَدًا مِنْ بَنِي بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى تُوَفِّيَ.

[اطراف الہدیٰ: ۲۷۵۰-۳۱۳۳-۱۳۴۱]

(صحیح مسلم: ۱۰۳۵، رقم المسلسل: ۲۳۴۹، سنن ترمذی: ۲۳۶۳، سنن نسائی: ۲۵۳۱، سنن کبریٰ: ۲۳۱۰، مسند الحمیدی: ۵۵۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۱۱، الامداد الثانی: ۵۹۵، صحیح ابن حبان: ۳۳۰۶، المعجم الکبیر: ۳۰۷۹، مصنف عبد الرزاق: ۲۰۰۴۱، صحیح ابن حبان: ۳۲۲۰، المعجم الکبیر: ۳۰۸۱، ۳۰۸۰-۳۰۷۸، مسند احمد ج ۳ ص ۲۲۲، معجم قدیم مسند احمد: ۱۵۵۷۳، ج ۲۴ ص ۳۴۱، موسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ۱۵۲، مکتبۃ الرشد ریاض: ۱۴۲۷ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبدان اور وہ عبد اللہ بن عثمان بن جبلة الروزی ہیں ان کا لقب عبدان ہے (۲) عبد اللہ بن مبارک الروزی (۳) یونس بن یزید الایلی (۴) محمد بن مسلم الزہری المدنی (۵) عروہ بن الزبیر بن العوام المدنی (۶) سعید بن المسیب المدنی (۷) حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۷۴)

مقتدر اعلیٰ سے سوال کرنے کا جواز زیادہ سوال کرنے کی کراہت اپنی اجرت کے سوال کرنے کا جواز اور بیت المال میں مسلمانوں کے حق کے متعلق فقہاء کے مذاہب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے دوبار سوال کیا اور آپ نے انہیں عطا کیا اس سے معلوم ہوا کہ مقتدر اعلیٰ سے سوال کرنے میں نہ سائل کو عار ہوتا ہے نہ اس میں کوئی کراہت ہے۔ دوسری بار سوال کرنے پر رسول اللہ ﷺ نے ان کو حرم کم کرنے اور سوال سے رکنے کا حکم دیا اس سے معلوم ہوا کہ مقتدر اعلیٰ سے بھی زیادہ سوال کرنا مناسب نہیں ہے۔

نبی ﷺ نے بتایا کہ جو شخص بغیر حرم کے بے نیازی سے لے گا اس کے مال میں برکت ہوگی۔

نبی ﷺ نے فرمایا: اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اس ارشاد میں یہ بتایا ہے کہ بغیر سخت ضرورت کے انسان کسی سے سوال نہ کرے اور جب اسے مال مل جائے تو اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں خرچ کرے۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ مانگنا اور لینا اس وقت مذموم ہے جب انسان کا کسی پر کوئی حق نہ ہو جب انسان نے کسی کا کوئی کام کیا ہو اور اس سے اس نے اس کام کی اجرت لینی ہو یا کسی کو قرض دیا ہو اور اس سے قرض واپس لینا ہو تو یہ مانگنا مذموم نہیں ہے اور اس صورت میں لینے والے کا ہاتھ غیر مستحسن نہیں ہے یہ کہ وہ پنا حق مانگ رہا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو جب بیت المال سے ان کے وظائف دیا کرتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ امام کبیر اور مقتدر اعلیٰ کے دینے سے پہلے کسی کا بیت المال میں از خود کوئی حق نہیں ہوتا۔

اسی وجہ سے امام مالک نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص بیت المال سے کوئی چیز لے لے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اور اگر ہر مسلمان کا بیت المال میں حق ہوتا تو شک و شبہ کی وجہ سے اس سے بے نیازی نہ ہو جاتی۔

جمہور امت کے نزدیک تمام مسلمان کا بیت المال میں در مالیت میں حق ہوتا ہے اور سربراہ ملک اس کو اپنی صواب دید سے مسلمانوں میں تقسیم کرتا ہے۔ (شرح ابن بطل ج ۳ ص ۴۶۳-۴۶۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

* صحیح البخاری: ۱۳۷۱، شرح صحیح مسلم: ۲۲۹۶، ج ۲ ص ۵۶۱، مذکور ہے اس کی شرح کا عنوان ہے:

سوال کرنے کے جواز اور عدم جواز کا محمل۔

۵۱۔ بَابُ مَنْ أَعْطَاهُ اللَّهُ شَيْئًا مِنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ وَلَا إِشْرَافٍ نَفْسٍ ﴿وَوَفَّىٰ أَمْوَالَهُمْ حَقَّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ﴾ (الذاریات: ۱۹)

جس کو اللہ تعالیٰ نے بغیر سوال کے اور بغیر نفس کے جھکانے کے عطا کیا اور ان کے مالوں میں سائلوں اور محروموں کا حق ثابت تھا

اس آیت میں سائل اور محروم کا ذکر کیا گیا ہے سائل اور محروم کی حسب ذیل تفسیریں ہیں:

(۱) سائل سے مراد ہے: سوال کرنے والا اور بولنے والا یعنی ناطق انسان اور محروم سے مراد ہے: غیر ناطق جان دار کیونکہ انسان

اگر اپنے مال سے جانوروں پر خرچ کرے تو اس پر بھی اسے اجر ملتا ہے کیونکہ ایک شخص نے ایک پیاسے کتے کو کنویں سے پانی

نکال کر پلا دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا۔ (صحیح البخاری: ۲۴۶۶، صحیح مسلم: ۲۴۴۳، سنن ابوداؤد: ۲۵۵۰)

(۲) سائل سے مراد وہ ضرورت مند ہے جو اپنی ضرورت کا سوال کرتا ہے اور محروم سے مراد وہ شخص ہے جو ضرورت مند ہونے کے باوجود اپنی ضرورت کا سوال نہیں کرتا اور اپنی عزت نفس اور خودداری قائم رکھتا ہے۔

مرا طریق امیری نہیں فقیری ہے خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر

(۳) اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ متقین بہت زیادہ عطا کرتے ہیں جو سوال کرتے ہیں ان کو بھی عطا کرتے ہیں اور جو سوال نہیں کرتے ان کو بھی عطا کرتے ہیں۔ اس آیت کی مکمل تفسیر ہماری تفسیر تبيان القرآن الذاریات: ۱۹ میں مطالعہ فرمائیں۔

۱۴۷۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا
اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ أَنَّ عَبْدَ
اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ
عُمَرَ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يُعْطِينِي الْعَطَاءَ فَأَقُولُ أَعْطِهِ مَنْ هُوَ أَفْقَرُ إِلَيَّ مِنِّي فَقَالَ
خُذْهُ إِذَا جَاءَكَ مِنْ هَذَا الْمَالِ شَيْءٌ وَأَنْتَ غَيْرُ
مُشْرِفٍ وَلَا سَائِلٍ فَخُذْهُ وَمَا لَا فَلَا تَتَّبِعْهُ نَفْسَكَ.
[اطراف الحديث: ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲،

نے اس کو ناپسند فرمایا اور فرمایا: یہ مال لے لو اور اس کو اپنے مال میں شامل کر دجیسا کہ شعیب نے زہری سے روایت کیا ہے اس میں یہ دلیل ہے کہ یہ صدقات کے اموال نہیں تھے کیونکہ فقیر کے پاس مال نہیں ہوتا۔

جب کسی شخص کو کوئی مال عطا کرے تو اس کو وہ لے لینا چاہیے

علامہ طبری نے کہا ہے کہ نبی ﷺ نے جو حضرت عمر سے فرمایا تھا: جب تمہارے پاس اس مال میں سے کوئی چیز آئے تو اس کو لے لو۔ آپ کے اس ارشاد کی تفسیر میں اختلاف ہے، بعض علماء نے کہا: جب بھی کوئی شخص کسی کو عطا کرے خواہ عطا کرنے والا مقتدر اعلیٰ ہو یا عام آدمی ہو نیک ہو یا بدکار ہو تو اس چیز کو لینا مستحب ہے جب کہ وہ مال حلال ہو اور اس کا عطا کرنا جائز ہو اس کی دلیل میں حسب ذیل اقوال ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: جو شخص بھی مجھے کوئی ہدیہ دیتا ہے تو میں اس کو قبول کر لیتا ہوں لیکن میں اس کا سوال نہیں کرتا۔ حضرت ابوالدرداء سے بھی اس کی مثل مروی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ہدیہ قبول کیا اور حبیب بن ابی ثابت نے کہا: میں نے دیکھا کہ الخمار کے ہدایا حضرت ابن عمر اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم کے پاس آتے تھے اور وہ ان کو قبول کرتے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: سلطان کے عطیات ہرن کے پاک گوشت کی مثل ہیں اور سعید بن العاص نے حضرت عی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف ہدیے بھیجے تو انہوں نے قبول کر لیے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے 'رف' (درا) بھیجے اور ابو جعفر محمد بن علی بن حسین سے سلطان کے ہدایا کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: اگر تم کو ہدیہ ملے تو یہ ہدایا غم سے ال سے ہیں یا رشوت کے یا کسی اور حرام ذریعہ کے ہیں تو ان کو مست قبول کرو ورنہ قبول کر لو کیونکہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ کی آل کے لیے صدقہ کا گوشت بھیجا تو آپ نے قبول فرمایا اور فرمایا: یہ اس کے لیے صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ ہے اور ابو جعفر نے کہا: جو مال حرام ذریعہ سے ہوا اس کا گناہ ان پر ہے اور جو مال حلال ذریعہ سے ہوا تو اس کے لیے ہے، علقمہ اسود بن ہشام نے کہا: میں نے بصری اور شعبی سے سلطان کے ہدایا کو قبول کیا ہے۔

بعض فقہاء کے نزدیک حاکم اور سلطان کا عطیہ قبول کرنا حرام یا مکروہ ہے

دوسرے فقہاء نے کہا ہے کہ نبی ﷺ نے امت کے لیے حاکم اور سلطان کے غیر کے ہدیہ کو قبول کرنا مستحب قرار دیا ہے اور سلطان کے ہدیہ کے متعلق عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اس کو قبول کرنا حرام ہے۔ دوسرے نے کہا: وہ اس کی دلیل حسب ذیل اقوال ہیں:

خالد بن اسید: 'روایت میں (در) ہے تو اس نے اس کے قبول کرنا سے انکار کیا۔' آپ ان کو قبول کر لیتے تو اپنے رشتہ داروں کو دے دیتے اور ابن سیرین اور ابورزین اور ابن محریہ نے سلطان کا ہدیہ قبول نہیں کیا اور ہشام بن عروہ نے کہا: میرے اور میرے بھائی کی طرف حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے پانچ سو دینار بھیجے تو میرے بھائی نے کہا: ان کو واپس کر دو اور ان کو کسی نے نہیں کھایا۔

علامہ ابن المنذر نے بیان کیا کہ محمد بن واسع، ثوری، ابن المبارک، امام احمد بن حنبل اور فقہاء کی ایک جماعت نے سلطان کے عطیات کو مکروہ کہا ہے۔

بعض دوسرے فقہاء کے نزدیک حاکم کا عطیہ قبول کرنا مستحب ہے

بعض فقہاء نے کہا ہے کہ سلطان کے ہدایا قبول کرنا مستحب ہے نہ کہ دوسروں کے، عکرمہ نے کہا: میں صرف حکام کے ہدایا قبول

کرتا ہوں۔

امام طبری نے کہا ہے کہ میرے نزدیک نبی ﷺ نے ہر عطا کرنے والے کے عطیہ کو قبول کرنے کو مستحب قرار دیا ہے خواہ وہ سربراہ ملک ہو یا عوام میں سے کوئی شخص ہو اور اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تمہیں اس مال سے اللہ تعالیٰ جو چیز عطا کرے جب کہ تم اس کے منتظر ہو نہ سائل تو تم اس کو قبول کر لو نبی ﷺ نے اس حدیث میں بغیر کسی تخصیص اور استثناء کے قبول کرنے کا حکم دیا ہے البتہ جو مال حرام ذریعہ سے ہو اس کا قبول کرنا جائز نہیں ہے جیسے وہ مال کسی مسلمان سے چھینا ہوا ہو پھر کوئی شخص بہ عینہ وہی مال کسی دوسرے کو دے اور جس کو دے اس کو پتا ہو کہ یہ چھینا ہوا مال ہے یا چوری کا مال ہے یا خیانت کا مال ہے پھر اگر اس نے اس کو قبول کر لیا تو اس پر اس مال کو واپس کرنا واجب ہے۔

حاکم کا عطیہ قبول کرنے پر بعض اعتراضات کے جوابات

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب ہر عطیہ کو قبول کرنا مستحب ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ ان فقہاء تابعین نے حکام اور خلفاء کے عطیات کو واپس کر دیا؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان فقہاء تابعین کو علم تھا کہ ان کے زمانہ کے حکام اور سلاطین کا غائب حال یہ ہے کہ وہ حلال ذرائع سے مال حاصل نہیں کرتے اس لیے انہوں نے یہ سمجھا کہ ان کے دین اور تقویٰ کو محفوظ رکھنے کا طریقہ اور سلامتی اس میں ہے کہ ان کے عطیات کو واپس کر دیا جائے۔

اگر یہ سوال کیا جائے گا کہ اگر اس کو یہ علم نہ ہو کہ اس مال کا ذریعہ حرام ہے تو وہ اس کو واپس کرے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی تین صورتیں ہیں اگر اس کو معلوم ہو کہ اس مال سے عطیہ ہے تو پھر اس کو رد کرنا مستحب نہیں ہے اور اگر اس کو یقینی طور پر معلوم ہو کہ یہ حرام مال سے عطیہ ہے تو پھر اس کو لینا جائز نہیں ہے اور اگر اس کو صورت حال کا بالکل علم نہ ہو تو پھر احتیاط اور سلامتی اس میں ہے کہ اس کو نہ لیا جائے۔

حرام اور حلال مال سے مخلوط عطیہ کا بعض کے نزدیک ناجائز ہونا

اگر یہ سوال کیا جائے کہ جس شخص نے مال حرام اور حلال سے مخلوط کیا اس کو یہ قبول کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے بعض نے اس کو مکروہ کہا ہے اور بعض نے اس کو جائز کہا ہے۔

عبداللہ بن یزید ابوداؤد، قاسم سالم وغیرہ نے اس کو مکروہ کہا ہے روایت ہے کہ سالم کی باندی خمر (انگور کی شراب) مصر میں فروخت کر دیتی، سرگرمی سے اپنے پڑاوت جموڑی سی، بن قاسم کی باندی چاند کے لے لے چاند اضافے کے ساتھ فروخت کرتی، وہ عورت اس اور اس کے بچے کی اپنی روایت ہے، بیانیہ اعداء نے یہ بیان کر دیا کہ: مجھے اس شخص پر تعجب ہے جس کو حلال رزق دیا جاتا ہے پھر وہ تھوڑے سے اضافہ کے لیے حرام مال میں رغبت کرتا ہے اور اس کا تمام مال فاسد ہو جاتا ہے۔

حرام اور حلال مال سے مخلوط عطیہ کا بعض صحابہ اور فقہاء تابعین کے نزدیک جائز ہونا

اور جن فقہاء نے اس کو جائز کہا ہے ان میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں ایک شخص نے ان سے سوال کیا کہ میرا پڑوسی سود کھانے سے پرہیز نہیں کرتا اور نہ ناجائز ذرائع کی آمدنی سے اجتناب کرتا ہے اور وہ ہمیں کھانے کی دعوت دیتا ہے اور ہمیں اس کی ضرورت ہے ہم اس سے قرض لیتے ہیں آیا ہم اس کی دعوت قبول کر سکتے ہیں؟ حضرت ابن مسعود نے فرمایا: تم اس کے کھانے کی دعوت کو قبول کرو اور اس سے قرض لو وہ تمہارے لیے جائز ہے اور حرام مال کا گناہ اس پر ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سے سوال کیا کہ

آیا سود خور کی دعوت طعام کو قبول کرنا جائز ہے تو انہوں نے اس کی اجازت دی، ابراہیم النخعی سے سوال کیا گیا: جو شخص ایسے ترکہ کا وارث ہو جس میں حلال اور حرام دونوں طرح کا مال ہو؟ انہوں نے کہا: اس پر صرف وہی حرام ہے جو پہلے حرام ہو اور سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ وہ ٹیکس وصول کرنے والوں کے پاس سے گزرے اور ان کے ہاتھوں میں کھجور اور انگور کے خوشے تھے تو انہوں نے کہا: ان خوشوں میں سے ہم کو دو یہ تم پر حرام ہیں اور ہمارے لیے حلال ہیں اور حسن بصری نے ٹیکس وصول کرنے والے صراف اور عامل زکوٰۃ کے طعام کھانے کو جائز قرار دیا ہے اور کھول نے الزہری سے روایت کی ہے کہ جب حلال اور حرام مال مخلوط ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، صرف وہ چیز مکروہ ہے جس کے حرام ہونے کے متعلق یقین ہو، ابن ابی ذئب نے اس کو جائز قرار دیا ہے اور علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ جن فقہاء نے مخلوط مال کو جائز قرار دیا ہے انہوں نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہود کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

سَمِعُونَ لِلْكَذِبِ أَكْثُونَ لِلسُّعْتِ. (المائدہ: ۴۲)

یہ جھوٹی باتیں بہت سنتے ہیں اور حرام بہت زیادہ کھاتے

ہیں۔

اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے ایک یہودی کے پاس اپنی زرہ گروی رکھ کر اس سے طعام خریدا، حدیث میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے مدت معینہ کے ادھار پر ایک یہودی سے طعام خریدا اور اس کے پاس اپنی زرہ گروی رکھی۔ (صحیح البخاری: ۲۰۶۸، ح: ۶۰۲، سنن ابی داؤد: ۴۶۳۳، سنن ابن ماجہ: ۲۴۳۶)

امام طبری نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے جزیہ لینے کو مباح کر دیا ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ اہل کتاب کے اکثر اموال خمر اور خنزیر کی قیمتوں سے حاصل ہوتے ہیں اور وہ سود کا بین دین کرتے ہیں اور اس پر بہت واضح دلیل یہ ہے کہ جس مسلمان کے پاس مال ہو اور یہ معلوم نہ ہو کہ اس کی کمائی حلال ہے یا حرام تو اس کا ہدیہ قبول کرنا حرام نہیں ہے، فقہاء صحابہ اور تابعین نے اسی کا فتویٰ دیا ہے اور جنہوں نے اس کو مکروہ کہا ہے۔ انہوں نے محض اپنے تقویٰ اور شبہات سے بچنے اور اپنے دین کو سلامت رکھنے کے لیے اس کو مکروہ کہا ہے۔

مقتدر اعلیٰ کا کسی ترجیح کی بناء پر خوش حال لوگوں کو عطا کرنا

المہلب نے کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ امام اور سربراہ ملک کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ کسی شخص کو مال عطا کرے۔ ب کے ایک دیکھو کہ سون میں مسرت ہو یا اس کے نزدیک اس میں کوئی اور فضیلت ہو خواہ مسلمانوں میں کوئی اور شخص زیادہ ضرورت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس شخص کو بغیر سوال کے مال عطا کیا جائے اس کے لیے اس کو لینا جائز ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام کے عطیہ کو رد کرنا ادب کے خلاف ہے کیونکہ یہ اس آیت کے عموم کے تحت داخل ہے:

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ. (الحشر: ۵)

پس جس کو رسول اللہ ﷺ عطا کریں اور وہ نہ لے تو اس نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر عمل نہیں کیا اور یہ فعل ادب کے خلاف

ہے۔ (شرح ابن بطلال ج ۳ ص ۳۶۹-۳۷۰، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متونی ۸۵۲ھ نے علامہ ابن بطلال کی اسی عبارت کا خلاصہ لکھا ہے، حافظ بدرالدین عینی حنفی متونی ۸۵۵ھ نے علامہ ابن بطلال کی اس طویل عبارت کو من و من لکھا ہے اور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خان بھوپالی نے اس عبارت کو بے حد مختصر کر کے لکھا ہے اور ان میں سے کسی نے بھی علامہ ابن بطلال مالکی کا نام نہیں لیا۔ اس بات کے لکھنے سے میرا یہ مقصد نہیں ہے

کہ ان علماء نے علامہ ابن بطل کی عبارت کا سرقہ کیا ہے بلکہ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس تحقیق میں یہ علماء بھی علامہ ابن بطل کے ساتھ ہیں۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۶۷-۶۶ دارالعرفۃ بیروت، عمدۃ القاری ج ۹ ص ۸۰-۷۸ دارالکتب العلمیہ بیروت، عون الباری ج ۲ ص ۷۱-۷۳ دار الرشید حلب سوریا)

* باب مذکور کی یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۳۰۱- ج ۲ ص ۹۶۶ پر مذکور ہے اس کی شرح کا عنوان ہے: حکومت کے عطیات کا حکم۔

جس نے اپنے مال کو زیادہ کرنے

کے لیے لوگوں سے سوال کیا

۵۲ - بَابُ مَنْ سَأَلَ

النَّاسَ تَكْثُرًا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الیث نے حدیث بیان کی از عبید اللہ بن ابی جعفر انہوں نے کہا: میں نے حمزہ بن عبد اللہ بن عمر سے سنا انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ایک آدمی ہمیشہ لوگوں سے سوال کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت کی ایک بوٹی تک نہیں ہوگی۔

اور آپ نے فرمایا: بے شک قیامت کے دن سورج قریب ہوگا حتیٰ کہ پسینہ آدمی کے کان تک پہنچ جائے گا پھر جب لوگ اس حال میں ہوں گے تو وہ حضرت آدم سے فریاد کریں گے پھر حضرت موسیٰ سے فریاد کریں گے پھر سیدنا محمد ﷺ سے فریاد کریں گے۔ اور عبد اللہ نے یہ اضافہ کیا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی جعفر نے حدیث بیان کی: پس آپ شفاعت کریں گے تاکہ مخلوق کے درمیان فیصلہ کیا جائے پھر آپ چلیں گے حتیٰ کہ جنت کے دروازہ کے حلقہ کو پہنچیں گے اور دن اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمد پر فائز فرمائے گا جس کی تمام اہل شریعت اور تحسین کریں گے۔ اور معطلی نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از النعمان بن راشد از عبد اللہ بن مسلم جوزہری کے بھائی ہیں از حمزہ انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا انہوں نے نبی ﷺ سے سوال کرنے کے متعلق حدیث کو سنا۔

۱۴۷۴ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ سَمِعْتُ حَمْزَةَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَسْأَلُ النَّاسَ حَتَّى يَأْتِيَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَيْسَ فِي وَجْهِهِ مَرْغَةُ لَحْمٍ.

۱۴۷۵ - وَقَالَ إِنَّ الشَّمْسَ تَدْنُو يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يَبْلُغَ الْعَرَقُ نِصْفَ الْأَذْنِ فَبَيْنَا هُمْ كَذَلِكَ اسْتَفَالُوا بِآدَمَ ثُمَّ بِمُوسَى ثُمَّ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَزَادَ عَبْدُ اللَّهِ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي جَعْفَرٍ كَيْشَفَ لِيَقْضَى بَيْنَ الْحَبَشِ فَبَشِي حَتَّى يَأْخُذَ بِحَلْقَةِ الْبَابِ فَيَوْمِنَا يَبْعَثُ اللَّهُ مَقَامًا مَحْمُودًا يَحْمَدُهُ أَهْلُ الْجَمْعِ كُلُّهُمْ. وَقَالَ مُعَلَّى حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ عَنْ الثَّعْلَبِيِّ بْنِ رَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُسْلِمٍ أَخْبَى الزُّهْرِيُّ عَنْ حَمْزَةَ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْأَلَةِ. [طرف الحديث: ۴۷۱۸]

(صحیح مسلم: ۱۰۴۰، ارقم السلسل: ۲۳۵۸، سنن نسائی: ۲۵۸۵، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۰۸، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۹۶، سنن کبریٰ: ۲۳۶۶،

صحیح ابن خزیمہ: ۳۳۸، مشکل الآثار: ۱۰۲۲، شعب الایمان: ۳۵۰۹، شرح السنن: ۱۶۲۲، حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۱۶۳، مسند احمد ج ۲ ص ۱۵، طبع قدیم مسند

احمد: ۳۶۳۸- ج ۸ ص ۲۶۱، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) یحییٰ بن بکیر (۲) لیث بن سعد (۳) عبید اللہ (۴) حمزہ بن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم (۵) حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ (۶) عبد اللہ بن صالح یہ لیث کے کاتب ہیں۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۸۱)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جو ہمیشہ سوال کرتا رہے گا وہ قیامت کے دن ایسے چہرے کے ساتھ آئے گا کہ اس پر گوشت کی ایک بوٹی بھی نہیں ہوگی۔

بلا ضرورت سوال کرنے والے کی قیامت کے دن سزا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں سوال کرنے کی مذمت اور بُرائی کا بیان ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے یہ سمجھا ہے کہ جس نے بلا ضرورت بہت زیادہ سوال کیے یا جو شخص غنی تھا اور اس نے اپنے مال میں اضافہ کرنے کے لیے بہ کثرت سوال کیے اس کے لیے صدقہ لینا جائز نہیں ہے اور اس کو آخرت میں سزا دی جائے گی۔

عبدالواحد نے کہا: اس کے چہرے کو سزا دی جائے گی کہ اس کے اوپر ایک بوٹی بھی نہیں ہوگی اور اللہ تعالیٰ اس کو اس کے گناہ کی جس سے سزا دے گا کیونکہ اس کو سوال کی ضرورت نہیں تھی پھر بھی اس نے اپنے منہ سے سوال کیا اور اپنے چہرے کو جھکایا۔ المہلب نے کہا: اس حدیث میں "مزعة" کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: گوشت کا ٹکڑا جس پر گوشت نہ ہو تو اس کو سورج کی تپش سے دوسروں کی بہ نسبت زیادہ ایذا ہوگی کیونکہ یہ تپش حدیث میں مذکور ہے قیامت کے دن سورج قریب ہو گا اور آدمی کا پسینہ نصف کان تک پہنچ جائے گا تو اس سے نبی ﷺ نے بلا ضرورت گڑگڑا کر سوال کرنے سے ڈرایا ہے لیکن جس شخص نے ضرورت کی وجہ سے سوال کیا اس کے لیے سوال کرنا مباح ہے اور جب اس کے لیے سوال کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ ہو تو اس کو سوال کرنے پر بھی اجر ملے گا یہ شرطیکہ وہ اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی ہو ورنہ یہ سزا کی ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ جو شخص اپنے مال کے ساتھ اس کے لیے بہ کثرت سوال کرے گا وہ قیامت کے دن ذلت کی حالت میں آئے گا اور اس کی قدر و منزلت ساقط ہوگی اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی کوئی عزت نہیں ہوگی حدیث میں ہے:

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مسائل کے چہرے پر خراشیں ہوں گی پس جو چاہے اپنے چہرے پر خراشیں ڈالے اور جو چاہے ترک کر دے ماسوائے اس کے کہ اس نے اپنے مال سے سوال کرنے سے باز رہے اس کا حصہ اس سوال کرنے والے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ ہو۔ (شرح ابن کثیر ج ۳ ص ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۵۹۸، ۱۵۹۹، ۱۶۰۰، ۱۶۰۱، ۱۶۰۲، ۱۶۰۳، ۱۶۰۴، ۱۶۰۵، ۱۶۰۶، ۱۶۰۷، ۱۶۰۸، ۱۶۰۹، ۱۶۱۰، ۱۶۱۱، ۱۶۱۲، ۱۶۱۳، ۱۶۱۴، ۱۶۱۵، ۱۶۱۶، ۱۶۱۷، ۱۶۱۸، ۱۶۱۹، ۱۶۲۰، ۱۶۲۱، ۱۶۲۲، ۱۶۲۳، ۱۶۲۴، ۱۶۲۵، ۱۶۲۶، ۱۶۲۷، ۱۶۲۸، ۱۶۲۹، ۱۶۳۰، ۱۶۳۱، ۱۶۳۲، ۱۶۳۳، ۱۶۳۴، ۱۶۳۵، ۱۶۳۶، ۱۶۳۷، ۱۶۳۸، ۱۶۳۹، ۱۶۴۰، ۱۶۴۱، ۱۶۴۲، ۱۶۴۳، ۱۶۴۴، ۱۶۴۵، ۱۶۴۶، ۱۶۴۷، ۱۶۴۸، ۱۶۴۹، ۱۶۵۰، ۱۶۵۱، ۱۶۵۲، ۱۶۵۳، ۱۶۵۴، ۱۶۵۵، ۱۶۵۶، ۱۶۵۷، ۱۶۵۸، ۱۶۵۹، ۱۶۶۰، ۱۶۶۱، ۱۶۶۲، ۱۶۶۳، ۱۶۶۴، ۱۶۶۵، ۱۶۶۶، ۱۶۶۷، ۱۶۶۸، ۱۶۶۹، ۱۶۷۰، ۱۶۷۱، ۱۶۷۲، ۱۶۷۳، ۱۶۷۴، ۱۶۷۵، ۱۶۷۶، ۱۶۷۷، ۱۶۷۸، ۱۶۷۹، ۱۶۸۰، ۱۶۸۱، ۱۶۸۲، ۱۶۸۳، ۱۶۸۴، ۱۶۸۵، ۱۶۸۶، ۱۶۸۷، ۱۶۸۸، ۱۶۸۹، ۱۶۹۰، ۱۶۹۱، ۱۶۹۲، ۱۶۹۳، ۱۶۹۴، ۱۶۹۵، ۱۶۹۶، ۱۶۹۷، ۱۶۹۸، ۱۶۹۹، ۱۷۰۰، ۱۷۰۱، ۱۷۰۲، ۱۷۰۳، ۱۷۰۴، ۱۷۰۵، ۱۷۰۶، ۱۷۰۷، ۱۷۰۸، ۱۷۰۹، ۱۷۱۰، ۱۷۱۱، ۱۷۱۲، ۱۷۱۳، ۱۷۱۴، ۱۷۱۵، ۱۷۱۶، ۱۷۱۷، ۱۷۱۸، ۱۷۱۹، ۱۷۲۰، ۱۷۲۱، ۱۷۲۲، ۱۷۲۳، ۱۷۲۴، ۱۷۲۵، ۱۷۲۶، ۱۷۲۷، ۱۷۲۸، ۱۷۲۹، ۱۷۳۰، ۱۷۳۱، ۱۷۳۲، ۱۷۳۳، ۱۷۳۴، ۱۷۳۵، ۱۷۳۶، ۱۷۳۷، ۱۷۳۸، ۱۷۳۹، ۱۷۴۰، ۱۷۴۱، ۱۷۴۲، ۱۷۴۳، ۱۷۴۴، ۱۷۴۵، ۱۷۴۶، ۱۷۴۷، ۱۷۴۸، ۱۷۴۹، ۱۷۵۰، ۱۷۵۱، ۱۷۵۲، ۱۷۵۳، ۱۷۵۴، ۱۷۵۵، ۱۷۵۶، ۱۷۵۷، ۱۷۵۸، ۱۷۵۹، ۱۷۶۰، ۱۷۶۱، ۱۷۶۲، ۱۷۶۳، ۱۷۶۴، ۱۷۶۵، ۱۷۶۶، ۱۷۶۷، ۱۷۶۸، ۱۷۶۹، ۱۷۷۰، ۱۷۷۱، ۱۷۷۲، ۱۷۷۳، ۱۷۷۴، ۱۷۷۵، ۱۷۷۶، ۱۷۷۷، ۱۷۷۸، ۱۷۷۹، ۱۷۸۰، ۱۷۸۱، ۱۷۸۲، ۱۷۸۳، ۱۷۸۴، ۱۷۸۵، ۱۷۸۶، ۱۷۸۷، ۱۷۸۸، ۱۷۸۹، ۱۷۹۰، ۱۷۹۱، ۱۷۹۲، ۱۷۹۳، ۱۷۹۴، ۱۷۹۵، ۱۷۹۶، ۱۷۹۷، ۱۷۹۸، ۱۷۹۹، ۱۸۰۰، ۱۸۰۱، ۱۸۰۲، ۱۸۰۳، ۱۸۰۴، ۱۸۰۵، ۱۸۰۶، ۱۸۰۷، ۱۸۰۸، ۱۸۰۹، ۱۸۱۰، ۱۸۱۱، ۱۸۱۲، ۱۸۱۳، ۱۸۱۴، ۱۸۱۵، ۱۸۱۶، ۱۸۱۷، ۱۸۱۸، ۱۸۱۹، ۱۸۲۰، ۱۸۲۱، ۱۸۲۲، ۱۸۲۳، ۱۸۲۴، ۱۸۲۵، ۱۸۲۶، ۱۸۲۷، ۱۸۲۸، ۱۸۲۹، ۱۸۳۰، ۱۸۳۱، ۱۸۳۲، ۱۸۳۳، ۱۸۳۴، ۱۸۳۵، ۱۸۳۶، ۱۸۳۷، ۱۸۳۸، ۱۸۳۹، ۱۸۴۰، ۱۸۴۱، ۱۸۴۲، ۱۸۴۳، ۱۸۴۴، ۱۸۴۵، ۱۸۴۶، ۱۸۴۷، ۱۸۴۸، ۱۸۴۹، ۱۸۵۰، ۱۸۵۱، ۱۸۵۲، ۱۸۵۳، ۱۸۵۴، ۱۸۵۵، ۱۸۵۶، ۱۸۵۷، ۱۸۵۸، ۱۸۵۹، ۱۸۶۰، ۱۸۶۱، ۱۸۶۲، ۱۸۶۳، ۱۸۶۴، ۱۸۶۵، ۱۸۶۶، ۱۸۶۷، ۱۸۶۸، ۱۸۶۹، ۱۸۷۰، ۱۸۷۱، ۱۸۷۲، ۱۸۷۳، ۱۸۷۴، ۱۸۷۵، ۱۸۷۶، ۱۸۷۷، ۱۸۷۸، ۱۸۷۹، ۱۸۸۰، ۱۸۸۱،

أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيمَاهُمْ لَا يَسْأَلُونَ
النَّاسَ الْخَافَا. (البقرہ: ۲۷۳)

سفر کرنے کی طاقت نہیں رکھتے، نادانف شخص ان کے سوال نہ کرنے کی وجہ سے ان کو مال دار سمجھتا ہے (اے مخاطب!) تم (ان میں بھوک کے آثار دیکھ کر) صورت سے انہیں پہچان لو گے وہ لوگوں سے گزر کر سوال نہیں کرتے۔

اس آیت میں فقراء سے مراد وہ صحابہ ہیں جنہوں نے اللہ اور رسول کی طرف مدینہ میں ہجرت کی، ان کے پاس کوئی ایسا سبب نہیں تھا جس سے وہ اپنے نفس سے فقر کو دور کرتے، وہ طلب معاش کے لیے زمین میں سفر کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے اور وہ اس لیے بھی سفر کرنا نہیں چاہتے تھے کہ اگر وہ معاش کی طلب میں کہیں چلے گئے تو رسول اللہ ﷺ کی زیارت اور آپ کی رفاقت سے محروم ہو جائیں گے، ان کے صاف ستھرے لباس اور ان کی پاکیزہ وضع قطع دیکھ کر ان کے حال سے نادانف شخص ان کو غنی اور خوش حال سمجھتا تھا، اور عقل مند شخص ان کی بھوک اور ان کی نفاہت کو دیکھ کر سمجھ لیتا تھا کہ یہ ضرورت مند لوگ ہیں۔

علامہ بغوی متوفی ۵۱۶ھ نے لکھا ہے: یہ فقراء مہاجرین اصحاب صفہ تھے، ان کی تعداد چار سو تھی، ان کا مدینہ میں کوئی گھر تھا نہ کوئی قبیلہ تھا، یہ مسجد میں رہتے تھے اور قرآن کی تعلیم حاصل کرتے تھے، رسول اللہ ﷺ جو لشکر جہاد کے لیے روانہ کرتے، یہ اس میں شامل ہوتے تھے، جب یہ صبح کو اٹھتے تھے تو رات کے کھانے کا سوال نہیں کرتے تھے اور رات کو صبح کے ناشتہ کا سوال نہیں کرتے تھے، ایک قول یہ ہے کہ یہ لوگ بالکل سوال نہیں کرتے تھے۔ (مجموع الترمذی ج ۱ ص ۳۷۰۔ ۳۷۱ دار احیاء التراث العربی)

قبیصہ بن مخارق بیان کرتے ہیں: میں ایک بڑی رقم کا متاع لے کر آیا تھا، میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، تاکہ آپ سے اس کے متعلق سوال کروں، آپ نے فرمایا: اس وقت تک ہمارے پاس ٹھہر، جب تک صدقہ کا مال آجائے، ہم اس میں سے تمہیں دینے کا حکم دیں گے، پھر فرمایا: اے قبیصہ! تین شخصوں کے علاوہ اور کسی کے لیے سوال کرنا جائز نہیں ہے، ایک وہ شخص جو مقروض ہو اس کے لیے اتنی مقدار کا سوال جائز ہے، جس سے اس کا قرض اہو جائے، اس کے بعد وہ سوال سے رک جائے، دوسرا وہ شخص جس کے مال کو کوئی ناگہانی آفت آئی ہو، جس سے اس کا مال برباد ہو گیا ہو، اس کے لیے اتنا سوال کرنا جائز ہے جس سے اس کا گزارہ ہو جائے، تیسرا وہ شخص جو فاقہ زدہ ہو اور اس کے قبیلہ کے تین عقل مند آدمی یہ گواہی دیں کہ یہ واقعی فاقہ زدہ ہے تو اس کے لیے بھی اتنی مقدار کا سوال کرنا جائز ہے جس سے اس کا گزارہ ہو جائے، اور اے قبیصہ! ان تین شخصوں کے علاوہ سوال کرنا حرام ہے اور جو (ان کے علاوہ کسی اور صورت میں سوال کرے گا کتاب و سنت سے خارج ہے۔ (مسلم: ۱۰۰۰، سنن ابوداؤد: ۱۳۹۰، سنن ترمذی: ۸۱۹، مسند احمد ج ۳ ص ۳۷۷، مسند ابی یوسف ج ۲ ص ۲۳۰، سنن ابن ماجہ ج ۶ ص ۷۳، سنن نسائی ج ۸ ص ۳۷۷)

وَقَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يَجْدُ
غِنًى يُغْنِيهِ، لِقَوْلِهِ تَعَالَى ﴿لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا
فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ
يَحْتَسِبُ لَهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ
بِسِيمَاهُمْ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ الْخَافَا وَمَا تَنْفِقُوا مِنْ
خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ﴾ (البقرہ: ۲۷۳)

اور کتنے مال سے آدمی غنی (مال دار) کہلاتا ہے؟ اور نبی ﷺ کا یہ ارشاد: اور وہ اتنا مال نہیں پاتا جو اس کو غنی بنا دے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: (یہ خیرات) ان فقراء کا حق ہے جو خود کو اللہ کی راہ میں وقف کیے ہوئے ہیں جو (اس میں شدت و اشتغال کی وجہ سے) زمین میں سفر کی طاقت نہیں رکھتے، نادانف شخص ان کے سوال نہ کرنے کی وجہ سے ان کو مال دار سمجھتا ہے (اے مخاطب!) تم (ان میں بھوک کے آثار دیکھ کر) انہیں ان کی

صورت سے پہچان لو گئے وہ لوگوں سے گزر گڑا کر سوال نہیں کرتے
تم جو اچھی چیز بھی (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہو بے شک اللہ
اس کو خوب جاننے والا ہے (البقرہ: ۲۷۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے
حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی
انہوں نے کہا: مجھے محمد بن زیاد نے خبر دی انہوں نے کہا: میں نے
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: وہ شخص
مسکین نہیں ہے جس کو ایک لقمہ یا دو لقمے لوٹا دیں لیکن مسکین وہ شخص
ہے جس کے پاس (بالکل) مال نہ ہو اور وہ لوگوں سے گزر گڑا کر
[اطراف الحدیث: ۱۳۷۹-۱۳۸۰] سوال کرنے سے حیا کرتا ہو۔

۱۴۷۶ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا
شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ زَيَْادٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا
هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ الْمَسْكِينُ الَّذِي تَرُدُّهُ الْأَكْلَةُ
وَالْأَكْلَتَانِ وَلَكِنَّ الْمَسْكِينُ الَّذِي لَهُ غِنَى
وَيَسْتَحْيِي وَلَا يَسْأَلُ النَّاسَ الْخَافًا.

(صحیح مسلم: ۱۰۳۹، الرقم السلسل: ۲۳۵۵، سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۱، شرح السنہ: ۱۶۰۳، مسند الطحاوی: ۷۹۱۳، مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۶ طبع قدیم، مسند احمد
۸۱۸۷ - ج ۱۳ ص ۵۱۳ - ۵۱۴، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، جامع السانید لابن جوزی: ۴۴۶۸، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۴۲۷ھ)
اس حدیث کے چار رجال ہیں جن کا پہلا تذکرہ ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: وہ لوگوں سے گزر گڑا کر سوال کرنے سے حیا کرتے ہیں۔

مسکین اور فقیر کے معنی کی تحقیق

مسکین کا لفظ سکون سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے: حرکت نہ کرنا گویا مسکین وہ کی طرح ہوتا ہے الصحاح میں مذکور ہے کہ
مسکین کا معنی ہے: فقیر اور یہ ذلت اور ضعف کے معنی میں ہے اور اتیر ماں دار کی ضد ہے اتنی یہ ایسا شخص ہے جس کے بارے میں یہ
فرض کیا جائے کہ اس کے پاس اتنا مال ہو جو اس کے گھر، الول کے لیے کافی ہو اترا زنیہ کہا ہے کہ لغت میں فقیر کی اصل "لفقار الظہر"
ہے گویا کہ اس کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ گئی اور اس کے باقی جسم کا حصہ رہ گیا۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۸۶-۸۵)
علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

الغل لغت ورفقہ کا فقیر، مسکین کے معنی میں اختلاف ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ ان میں سے کون زیادہ غنی اور بدتر حال
میں ہے ابن السکیت اور ابن قتیبہ نے کہا کہ مسکین اتیر کی بہ نسبت زیادہ بدتر حال میں ہے کیونکہ مسکین وہ ہے جو بالکل سبک ہو اور
مردہ کی طرح ہو اور فقیر وہ ہے جس کے پاس کچھ مال ہو ابن القصار نے بیان کیا ہے کہ یہ امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے اصحاب کا قول
ہے اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ فقیر مسکین کی بہ نسبت زیادہ بدتر حال میں ہوتا ہے یہ اسمعی اور ابن الانباری کا قول ہے اور یہی امام
شافعی کا مختار ہے اور انہوں نے اس آیت سے استدلال کیا ہے: یہ (خیرات) ان فقراء کا حق ہے جو خود کو اللہ کی راہ میں وقف کیے
ہوئے ہیں جو اس میں شدت اشتغال کی وجہ سے زمین میں سفر کرنے کی طاقت نہیں رکھتے (البقرہ: ۲۷۳) اور انہوں نے اس آیت
سے بھی استدلال کیا ہے:

أَمَّا السَّيِّئَةُ فَمَا كَانَتْ لِلسَّائِكِينَ يَعْمَلُونَ فِي
الْبَهْرِ. (الکہف: ۷۹)
وہی وہ کشتی تو وہ چند مسکین لوگوں کی تھی جو سمندر میں کام
کرتے تھے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ مسکین لوگ کشتی کے مالک تھے۔

شافعی فقہاء نے کہا ہے کہ فقر کا معنی ہے: کسی چیز کو جڑ سے اکھاڑ دینا، جب کسی پر اچانک ایسی مصیبت آ جائے جس سے وہ برباد ہو جائے تو عرب کہتے ہیں: "لَفَرَّتْهُمْ الْفَاقِرَةُ" اور عرب کے نزدیک فقیر وہ شخص ہے جس کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ جائے اور جو شخص اس طرح ہو اس پر موت آ جاتی ہے اور مسکین غیر فقیر کو بھی کہا جاتا ہے جب بعض امور میں اس کا حال کمال سے ناقص ہو جائے جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مسکین وہ ہے جس کی بیوی نہ ہو۔ (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۳۵۲) اور نبی ﷺ نے دعا کی: اے اللہ! مجھے مسکین کے حال میں زندہ رکھ اور مسکین کے حال میری روح قبض فرما اور مساکین کے گروہ میں میرا حشر فرماتا۔ (سنن ترمذی: ۲۳۵۲، سنن ابن ماجہ: ۴۱۲۶، المسند رک ج ۳ ص ۳۲۲، سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۲، مشکوٰۃ: ۵۱۳۵، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۲۶۲، کنز العمال: ۱۶۵۹۲) اور آپ نے فقر سے اللہ کی پناہ طلب کی اس سے معلوم ہوا کہ فقیر مسکین سے بدتر حال میں ہوتا ہے۔

حضرت ابن عباس، مجاہد، عکرمہ، جابر بن زید اور زہری نے کہا ہے کہ فقیر وہ ہے جو سوال نہیں کرتا اور مسکین وہ ہے جو سوال کرتا ہے، علی بن زیاد بن مالک نے کہا ہے کہ فقیر وہ ہے جس کے پاس مال نہ ہو اور وہ سوال کرنے سے رکے اور مسکین وہ ہے جس کے پاس مال نہ ہو اور وہ سوال کرتا ہو۔ فقہاء احناف نے اس آیت سے استدلال کیا ہے: "أَوْ مِنْكُمْ كِنًا ذَا مَتْرَبَةٍ" (اہل: ۱۶) یہ خاک افتادہ مسکین کو یعنی مسکین کے پاس کچھ نہیں ہوتا، وہ صرف خاک نشین ہوتا ہے۔

اس حدیث میں آپ کا ارشاد ہے: وہ شخص مسکین نہیں ہے جس کو ایک تہہ یا دو تہے اور یا اس سے آپ کی مراد یہ ہے کہ وہ شخص مسکین کامل نہیں ہے، مسکین کامل وہ شخص ہے جس کے پاس مال نہ ہو اور اس پر صدقہ لینا جائز نہ ہو۔
آدمی کے پاس کس قدر مال ہو تو اس کے لیے سوال کرنا اور صدقہ لینا جائز نہیں ہے

اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ کس شخص کے پاس کتنا مال ہو تو اس کے لیے صدقہ لینا جائز نہیں ہے اور اس کا سوال کرنا حرام ہے، بعض نے کہا: جس کے پاس صبح اور شام خوراک ہو اس کا سوال کرنا جائز ہے نہ اس پر صدقہ کرنا جائز ہے، یہ ان بعض صوفیاء کا قول ہے جو کہتے ہیں کہ کل کے لیے کسی چیز کو جوڑ کرنا جائز نہیں، ان کا یہ قول اس لیے قائل رہا ہے کہ نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب مال جمع کرتے تھے۔

اور دوسرے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ بغیر ضرورت کے سوال کرنا جائز نہیں ہے، انہوں نے کہا ہے کہ سوال کرنا اور صدقہ لینا جائز ہے جب انسان کے لیے مردار کھانا حلال ہو جائے۔

قیس بن عام نے اپنے بیٹوں سے کہا: سوال کرنے سے احتراز کرو، یہ انسان کا آخری کسب ہے، یہ جو کچھ تم کو ملتا ہے پھر وہ کھانا ترک کر دیتا ہے۔

ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ جس شخص کے پاس چالیس درہم تقریباً سوا دس تولہ چاندی کی قیمت ہو وہ سوال نہ کرے، حدیث میں ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کے پاس چالیس درہم کی قیمت ہو اس نے اگر سوال کیا تو اس نے گڑگڑا کر سوال کیا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۲۸، سنن نسائی: ۲۵۹۳، سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۴)

ایک جماعت نے کہا: جس کے پاس پچاس درہم (تقریباً تیرہ تولہ چاندی) ہوں اس کے لیے صدقہ حلال نہیں ہے، یہ لقمی الثوری، امام احمد اور اخلق کا قول ہے، اس سلسلہ میں انہوں نے از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ ایک حدیث روایت کی ہے مگر

اس کی سند ضعیف ہے۔

ایک جماعت نے کہا ہے کہ جس کے پاس دو سو درہم (ساڑھے باون تولہ چاندی) ہو اس کے لیے زکوٰۃ لینا حرام ہے یہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا قول ہے اور امام مالک سے بھی اسی طرح ایک قول منقول ہے۔

علامہ ابن بطلال نے اس سلسلہ میں اور بھی بہت اقوال نقل کیے ہیں مگر ہم نے جتنے اقوال نقل کر دیے ہیں وہ کافی ہیں۔

(شرح ابن بطلال ج ۳ ص ۴۷۶-۴۷۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۲۸۹۔ ج ۲ ص ۹۵۹ پر مذکور ہے اس کی شرح کا عنوان ہے: سوال کرنے کے جواز اور عدم جواز کا محمل۔

۱۴۷۷ - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ الْحَذَاءُ عَنْ ابْنِ أَشْوَعٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي كَاتِبُ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ كَتَبَ مُعَاوِيَةُ إِلَى الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ أَنْ اكْتُبْ إِلَيَّ بِشَيْءٍ سَمِعْتَهُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَتَبَ إِلَيْهِ سَمِعْتُ لِسَى عَلَى اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللَّهَ كَرِهَ لَكُمْ ثَلَاثًا قِيلَ وَقَالَ وَإِضَاعَةَ الْمَالِ وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ.

(صحیح مسلم: ۱۷۱۵، الرقم السلسل: ۴۴۰۱، السنن الکبریٰ: ۱۱۵۳۶)

جامع المسانید لابن جوزی: ۶۳۰۵، مکتبۃ الرشیدیہ: ۱۴۲۷ھ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن علیہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں خالد الحذاء نے حدیث بیان کی از ابن اشوع از الشعبي انہوں نے کہا: مجھے حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے کاتب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی طرف مکتوب لکھا ہے میں نے اس کی طرف اشارہ کیا کہ یہ حدیث صحیح ہے کہ نبی ﷺ سے سنا ہوا حضرت مغیرہ نے ان کی طرف لکھا کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے لیے تین چیزیں رکھا ہے: فضول بحث مال کو ضائع کرنا اور زیادہ سوال کرنا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) یعقوب بن ابراہیم بن کثیر الدورقی (۲) اسماعیل بن علیہ یہ اسماعیل بن ابراہیم البصری ہیں اور علیہ ان کی ماں کا نام ہے (۳) خالد بن مہر بن الحذاء البصری (۴) ابن اشوع کا نام سعید بن عمرو بن الاشعث البصری ہے یہ کوفہ کے قاضی ہیں (۵) الشعبي ان کا نام عامر بن شراہیل ہے (۶) کاتب مغیرہ کا نام وراثہ بن زید (۷) حدیث مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ (۸) حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۸۶)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت کثرت سوال میں ہے۔

”قيل وقال“ کا معنی

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی التونی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ”قيل وقال“ کو مکروہ فرمایا ہے اس کی دو تاویلیں ہیں ایک یہ ہے کہ اس سے مراد ہے: لوگوں کے اقوال اور ان کی باتوں کو نقل کرنا ان کو تلاش کرنا اور ان کے درپے ہونا مثلاً یوں کہا جائے کہ فلاں آدمی نے یہ کہا اور فلاں نے یہ کہا اور ان کے ذکر سے نہ کوئی اغرض ہو نہ کوئی فائدہ ہو اور اس کی دوسری تاویل یہ ہے کہ غیر محتاط باتیں کرنا اور بغیر ثبوت کے کوئی بات کرنا۔

کثرت سوال کی متعدد صورتیں

اس حدیث میں بہ کثرت سوالات سے بھی منع فرمایا ہے اور اس کے حسب ذیل محال ہیں:

(۱) لوگوں کے اموال کے متعلق پوچھنا اور جو چیز ان کے قبضہ میں نہ ہو اس کے درپے ہونا۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے جن آیات متشابہات میں کلام کرنے سے منع فرمایا ہے ان کے متعلق سوال کرنا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زِينَةٌ فَيَسْتَبِغُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ. (آل عمران: ۷۵)

سو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ فتنہ جوئی کے لیے اور متشابہ کا محمل نکالنے کے لیے آیت متشابہ کے درپے رہتے ہیں حالانکہ متشابہ کے محمل کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(۳) لوگ رسول اللہ ﷺ سے بلا ضرورت سوال کرتے تھے پھر اس کی وجہ سے وہ کسی مشکل میں مبتلا ہو جاتے تھے جیسے کوئی شخص اس مرد کے متعلق سوال کرتا جو اپنی اہلیہ کے ساتھ کسی اجنبی مرد کو پاتا حدیث میں ہے:

حضرت سہل بن سعد الساعدي رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سوالات کو ناپسند کیا اور ان کی مذمت کی پس روایت ہے کہ ایک شخص کچھ عرصہ بعد اس میں مبتلا ہو گیا اور جیسا کہ روایت ہے کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ غضب ناک ہوئے اور فرمایا: تمہارا باپ فلاں شخص ہے۔ (صحیح البخاری: ۹۲، صحیح مسلم: ۲۳۶۰) اور جیسا کہ روایت ہے آپ ﷺ فرمایا: اسلام میں نہ اس شخص سے اس شخص سے کہ جس نے اسلام میں کسی ایسی چیز کا سوال کیا جو حرام نہیں تھی پھر اس کے سوال کی وجہ سے وہ چیز حرام نہ ہو۔

(صحیح البخاری: ۷۲۸۹، صحیح مسلم: ۲۳۵۸، سنن ابوداؤد: ۴۶۱۰)

قرآن مجید میں جن سوالات کا ذکر ہے ان کی دو قسمیں ہیں: بعض سوالات محمود ہیں ان کا ذکر ان آیات میں ہے:

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْآِهَلَةِ قُلُوبِهِمْ فَأَقِمْ وَبِأَنفُسِكُمْ حَقِّهَا (البقرہ: ۱۸۹)

اے آپ ﷺ ہلال (پہلی تاریخ کے چاند) کے متعلق دریافت کرتے ہیں آپ ﷺ کہیے: یہ لوگوں کے (دینی اور دنیوی کاموں) اور حج کے اوقات کی نشانیاں ہیں۔

وَيَسْأَلُكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلُوبُهُمْ أَذَىٰ فَاعْتَلُوا (البقرہ: ۲۲۲)

اور یہ آپ سے حیض کا حکم معلوم کرتے ہیں آپ کہیے کہ وہ کی ہے سوالات حالت حیض میں اللہ ہو۔

وَيَسْأَلُكَ مَاذَا يُنْفِقُ قُلُوبُهُمْ (البقرہ: ۲۱۹)

اور یہ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ کیا خرچ کریں آپ کہیے کہ جو ضرورت سے زائد ہو۔

یہ سوالات اس لیے محمود ہیں کہ ان سوالات کی وجہ سے لوگوں کو اپنے پیش آمدہ معاملات میں شرعی احکام معلوم ہوئے۔ قرآن مجید میں مذکور سوالات کی دوسری قسم یہ ہے کہ لوگ بے فائدہ اور عبث سوالات کرتے تھے جن کے ساتھ ان کی کوئی دینی یا دنیاوی مصلحت متعلق نہیں تھی جیسے یہ آیات ہیں:

يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا فِيمَا أَنْتَ مِنْ ذِكْرَاهَا إِلَىٰ رَبِّكَ مُنْتَهَاهَا (الفرغ: ۴۳-۴۲)

یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا؟ آپ کا اس کا ذکر کرنے سے کیا تعلق ہے؟ آپ کے رب کی طرف ہی اس کی انتہاء ہے؟

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّؤْيَا قُلِ الرُّؤْيَا مِنْ أَمْرِ نَبِيِّ
وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا (بنی اسرائیل: ۸۵)

اور یہ لوگ آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ
کہیے کہ رؤی میرے رب کے امر سے ہے اور تم کو محض تھوڑا سا علم
دیا گیا ہے ۵

ایسے بے فائدہ اور عبث سوالات کرنے سے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں منع فرمادیا ہے:
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءٍ إِنْ
تُبَدِّلُكُمْ تَسْؤُكُمْ (المائدہ: ۱۰۱)

اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھا کرو جو اگر تم پر ظاہر کر
دی جائیں تو تم کو ناگوار ہوں۔

مال ضائع کرنے کی متعدد صورتیں

مال ضائع کرنے کی بھی متعدد صورتیں ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) اگر انسان خرچ میں اسراف کرے یعنی جن مذاات میں اس نے خرچ کرنا ہے ان میں بے تحاشا خرچ کرے تو یہ مال کو ضائع
کرنا ہے یا ان مذاات میں خرچ کرے جہاں خرچ کرنا جائز نہیں ہے مثلاً فحش کاموں اور معصیت میں مال خرچ کرے یا
بلا ضرورت مال کو خرچ کرے جیسے کھانے پہننے اور دیگر ضروریات زندگی میں میانہ روی سے تجاوز کر کے عیش و عشرت کرے
مکان بنانے میں بے تحاشا مال خرچ کرے اور استعمال کی اور دیگر چیزوں میں سونے چاندی سے تزئین و آرائش کرے۔

(۲) اگر اس نے اپنے مال کا کاغذی رادہ دلی کسی نادان اور نا تجربہ کار آدمی کو بنادیا تو یہ بھی مال کو ضائع کرنا ہے اسی طرح اگر اس نے
کسی چیز کو عام اور مردوج قیمت سے زیادہ بہت مہنگے دام پر خریدا تو یہ بھی مال ضائع کرنا ہے۔

(۳) اپنی زیر تصرف چیزوں میں بدسلوکی کرنا یا ان کا بے جا استعمال کرنا یہ بھی مال کو ضائع کرنا ہے مثلاً سواریوں میں گھراور دکان
کی چیزوں میں اپنے نوکروں اور دفتر میں اسٹاف کے لوگوں کے ساتھ بدسلوکی کر کے ان کو اپنا بدخواہ بنا دینا یہ بھی اپنے مال کو
ضائع کرنا ہے۔

(۴) لوگوں کو صدقہ و خیرات میں ضرورت یا مہربانی سے زیادہ دینا یا غرض ادا کرنے کے بجائے لوگوں کو ہدیہ اور تحفہ وغیرہ دینا یا اپنا
سارا مال خیرات کر دینا اور اپنے گھر والوں کے لیے اپنے مستقبل کے لیے اپنے پاس کچھ نہ رکھنا یہ بھی اپنے مال کو ضائع کرنا ہے
حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے غزوہ تبوک میں سارا مال لاکر رسول اللہ ﷺ کو پیش کر دیا تھا وہ اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ ان
میں جو جنگی اور محرمی پر مہر کرنے کی زبردست قوت تھی اور اللہ تعالیٰ کی سزا و نواہی پر بے مثال تسلیم تھا وہ عوامی لوگوں میں نہیں
ہوئے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی محبت میں اور مسلمانوں کی مدد کے جذبہ سے اور جہاد میں خرچ کرنے کی نیت سے اپنا
سارا مال اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا اور ایسی محبت ایسا جذبہ اور ایسی نیت ہر ایک میں نہیں ہوتی۔

(اعلام السنن ج ۱ ص ۴۲۰-۴۱۷ ملخصاً دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۸ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۴۳۶۷-ج ۵ ص ۱۳۳ پر مذکور ہے اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① "قيل وقال" سے منع کرنے کی حکمت ② بہ کثرت سوال کرنے سے ممانعت کی حکمت ③ مسجد میں سوال کرنے اور سائل
کو دینے کی تحقیق ④ زیادہ خرچ کرنے کی تفصیل اور تحقیق ⑤ اسراف اور اثمار کا محمل ⑥ لذت اور آسائش کے لیے مال خرچ کرنا
اسراف نہیں ہے ⑦ ماں باپ کی نافرمانی گناہ کبیرہ ہے۔

یہ بحث ۱۳۳ سے ۱۴۴ صفحات پر مشتمل ہے اور منفرد تحقیق ہے جو شاید کسی اور جگہ مذکور نہ ہو۔

۱۴۷۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غُرَيْرٍ الزُّهْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي غَامِرُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَعْطَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَهْطًا وَأَنَا جَالِسٌ فِيهِمْ قَالَ فَتَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ رَجُلًا لَمْ يُعْطِهِ وَهُوَ أَعَجَبُهُمْ إِلَيَّ فَقُمْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَارَرْتُهُ فَقُلْتُ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ وَاللَّهِ إِنِّي لَأَرَاهُ مُؤْمِنًا قَالَ أَوْ مُسْلِمًا قَالَ لَسْتُ قَلِيلًا ثُمَّ عَلَيْنِي مَا أَعْلَمُ فِيهِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ وَاللَّهِ إِنِّي لَأَرَاهُ مُؤْمِنًا قَالَ أَوْ مُسْلِمًا قَالَ لَسْتُ قَلِيلًا ثُمَّ عَلَيْنِي مَا أَعْلَمُ فِيهِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ وَاللَّهِ إِنِّي لَأَرَاهُ مُؤْمِنًا قَالَ أَوْ مُسْلِمًا. يَعْنِي لَقَالَ إِنِّي لَأُعْطِي الرَّجُلَ وَغَيْرُهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْهُ خَشْيَةً أَنْ يُكَبَّ فِي النَّارِ عَلَى وَجْهِهِ. وَعَنْ أَبِيهِ عَنْ صَالِحٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يُخْبِرُكَ هَذَا فَسَالَ بَنِي حَدِيثِهِ لَضَرْبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ فَجَمَعَ بَيْنَ عُنُقِي وَكَتَفِي ثُمَّ قَالَ أَقْبِلْ أَيْ سَعْدُ إِنِّي لَأُعْطِي الرَّجُلَ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ **﴿لَكِبْكَبُوا﴾** (الشعر: ۹۴) **﴿قَبِوْا﴾** (مؤمل: ۲۲) **﴿اَكْبُ﴾** نَرْجُلُ رَدَا كَبَّ فَعْلُهُ شَبَّرَ رَفَعَ مَشَى أَخْبَدَ فَإِذَا رَفَعَ الْفِعْلُ قُلْتُ كَبَّهُ اللَّهُ يَوْجُهُمْ وَكَتَبْتُهُ أَنَا. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ أَكْبَرُ مِنَ الزُّهْرِيِّ وَهُوَ لَقَدْ أَذْرَكَ ابْنُ عَمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن غریب الزہری نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی از والد خود از صالح بن کيسان از ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے عامر بن سعد نے خبر دی از والد خود انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جماعت کو چند چیزیں عطا کیں اور میں بھی ان لوگوں میں بیٹھا ہوا تھا پس رسول اللہ ﷺ نے ان میں سے ایک شخص کو چھوڑ دیا اور اس کو عطا نہیں کیا حالانکہ وہ میرے نزدیک بہت پسندیدہ شخص تھا تو میں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف کھڑے ہو کر چپکے سے کہا: آپ فلاں شخص کو کیوں نہیں عطا فرما رہے اللہ کی قسم! میں اس کو مومن گمان کرتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: یا وہ مسلم ہو حضرت سعد بن ابی وقاص نے کہا: میں تھوڑی دیر خاموش رہا پھر اس کے متعلق جو میرا گمان تھا اس نے مجھے مجبور کیا تو میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ فلاں شخص کو کیوں نہیں دے رہے اللہ کی قسم! میں اس کو مومن گمان کرتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: یا مسلم! حضرت سعد نے کہا: پس میں تھوڑی دیر خاموش رہا پھر اس کے متعلق جو مجھے یقین تھا اس نے مجھے مجبور کیا تو میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ فلاں شخص کو کیوں نہیں عطا فرما رہے اللہ کی قسم! میں اس کو مومن گمان کرتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: یا مسلم! پھر آپ نے فرمایا: بے شک میں کسی شخص کو عطا کرتا ہوں اور اس کا غیر مجھے اس سے زیادہ محبوب ہوتا ہے اس خوف سے اس کو منہ کے بل دوزخ میں گرا دیا جائے گا اور از والد خود از صالح بن کيسان از ابن شہاب انہوں نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد سے یہ حدیث سنی ہے پس انہوں نے اپنی حدیث میں یہ بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ جوڑ کر میری گردن اور کندھے کے درمیان مارے پھر فرمایا: اے سعد! ادھر آؤ! سنو! بے شک میں کسی شخص کو عطا کرتا ہوں۔ امام بخاری نے کہا: سورة الشعراء میں جو ”لکبکبوا“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: انہیں منہ کے بل گرا دیا گیا اور سورة الملک میں جو ”مکبا“ کا لفظ ہے وہ ”اکب“ سے ماخوذ ہے ”اکب“ فعل لازم ہے یعنی اوندھا گرا اور اس کا فعل متعدی ”کسب“ ہے کہا

جاتا ہے: ”کتبہ اللہ لوجہہ“ یعنی اللہ نے اس کو منہ کے بل گرا دیا اور ”کبیتہ“ میں نے اس کو منہ کے بل گرا دیا۔ امام بخاری نے کہا: صالح بن کیسان، عمرو بن الزہری سے بڑے تھے ان کی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہوئی تھی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۷ میں کی جا چکی ہے۔

۱۴۷۹ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ الْمُسْكِينُ الَّذِي يَطُوفُ عَلَى النَّاسِ تَرُدُّهُ اللَّفْمَةُ وَاللَّقْمَتَانِ وَالْتَمَرَتَانِ وَلَكِنَّ الْمُسْكِينُ الَّذِي لَا يَجِدُ غِنًى يَغْنِيهِ وَلَا يَفْطَنُ بِهِ فَيَتَصَدَّقُ عَلَيْهِ وَلَا يَقُومُ فِيهِ أَلِ النَّاسِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابو الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ شخص مسکین نہیں ہے جو لوگوں کے درمیان چکر لگاتا رہتا ہے اور ایک لقمہ اور دو لقمے اور ایک کھجور اور دو کھجوریں اس کو لوٹا دیتی ہیں بلکہ (اصل میں) مسکین وہ شخص ہے جس کے پاس اتنا مال نہیں ہوتا جو اس کو (سوال سے) استغنی دے اور وہ اس کا حال جانتا ہے کہ اس کے اوپر صدقہ دے اور وہ حیا کی وجہ سے کسی سے گزر کر سوال نہیں کرتا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۳۷۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۴۸۰ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ بْنُ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَآنَ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ حَبْلَهُ ثُمَّ يَغْدُرُ أَحْتَبًا ثَالِ إِلَى الْجَبَلِ فَيَحْتَطِبُ فَيَبِيعُ فَيَأْكُلُ وَيَتَصَدَّقُ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَتَسَلَّ النَّاسَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی ہوں۔ ہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو صالح نے حدیث بیان کی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اپنی رسی لے کر جائے (میرا بن) انہوں نے کہا: پہاڑ کی طرف پھر (جنگل سے) لکڑیاں کاٹ کر بیچے اور کھائے اور صدقہ کرے یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے سوال کرے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۳۷۰ میں گزر چکی ہے۔

۵۴ - بَابُ خَرْصِ التَّمْرِ

درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کو دیکھ کر
پکی ہوئی کھجوروں کا اندازہ کرنا

اس عنوان میں ”خرص“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: درخت پر لگی ہوئی تازہ کھجوروں کو دیکھ کر پکی ہوئی کھجوروں کو اندازہ کرنا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سہل بن بکار نے حدیث

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از عمرو بن

۱۴۸۱ - حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا وَهْبٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى عَنْ عَبَّاسِ السَّاعِدِيِّ عَنْ أَبِي

عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى عَنْ عَبَّاسِ السَّاعِدِيِّ عَنْ أَبِي

حُمَيْدُ السَّاعِدِي رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ غَزَوْنَا
مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ تَبُوكَ فَلَمَّا
جَاءَ وَادِي الْقُرَى إِذَا امْرَأَةٌ فِي حَدِيقَةٍ لَهَا فَقَالَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِهِ اخْرُصُوا.
وَخَرَصَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَةَ
أَوْسُقٍ فَقَالَ لَهَا أَحْصِي مَا يَخْرُجُ مِنْهَا. فَلَمَّا أَتَيْنَا
تَبُوكَ قَالَ أَمَا إِنَّهَا سَتَهَبُ اللَّيْلَةَ رِيحٌ شَدِيدَةٌ فَلَا
يَقُومَنَّ أَحَدٌ وَمَنْ كَانَ مَعَهُ بَعِيرٌ فَلْيَعْقِلْهُ. فَعَقَلْنَاهَا
وَهَبَتْ رِيحٌ شَدِيدَةٌ فَقَامَ رَجُلٌ فَأَلْقَنَاهُ بِجَبَلٍ
طَبِيءٍ. وَأَهْدَى مَلِكَ أَيْلَةَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ بَغْلَةً بَيْضَاءَ وَكَسَاهُ بُرْدًا وَكَتَبَ لَهُ بِخَوَرِهِمْ
فَلَمَّا أَتَى وَادِي الْقُرَى قَالَ لِلْمَرْأَةِ كَمْ جَاءَتْ
حَدِيقَتُكَ؟ قَالَتْ عَشْرَةَ أَوْسُقٍ خَرَصَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ إِنِّي مُتَعَجِّلٌ إِلَى الْمَدِينَةِ فَمَنْ أَرَادَ مِنْكُمْ أَنْ
يَتَعَجَّلَ مَعِيَ فَلْيَتَعَجَّلْ. فَلَمَّا قَالَ ابْنُ بَكَّارٍ كَلِمَةً
مَعْنَاهَا أَشْرَفَ عَلَى الْمَدِينَةِ قَالَ هَذَا طَابَةُ أَيْ
أَحَدًا قَالَ هَذَا جَبِيلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ أَلَا أُخْبِرُكُمْ
بِخَيْرِ دُورٍ الْأَنْصَارِ؟ قَالُوا بَلَى قَالَ دُورُ بَنِي النَّجَارِ
ثُمَّ دُورُ بَنِي عَبْدِ الْأَشْهَلِ ثُمَّ دُورُ بَنِي سَاعِدَةَ أَوْ دُورُ
بَنِي الْحَارِثِ بْنِ خَزَزٍ وَفِي كُلِّ دُورٍ أَنْصَارٌ يَخْرُجُونَ
خَيْرًا.

[الطواف الحديث: ۱۸۷۴-۳۱۶۱-۳۷۹۱-۳۴۸۲]

یحییٰ از عباس الساعدی از ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا
کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ غزوہ تبوک میں گئے پس جب آپ
وادی القری (مدینہ اور شام کے درمیان ایک بستی) میں پہنچے تو
وہاں اپنے باغ میں ایک عورت تھی آپ نے اپنے اصحاب سے
فرمایا: اندازہ لگاؤ! ان درختوں سے کتنی کھجوریں نکلیں گی اور رسول
اللہ ﷺ نے دس وسق (چھ سو کلو گرام) کا اندازہ لگایا پھر آپ نے
اس عورت سے فرمایا: جو کھجوریں ان درختوں سے اتریں ان کی
پیمائش کر لینا جب ہم تبوک پہنچے تو آپ نے فرمایا: سنو! آج رات
کو بہت سخت آندھی آئے گی پس تم میں سے کوئی شخص کھڑا نہ ہو اور
جس شخص کے پاس اونٹ ہو وہ اس کو باندھ لے سو ہم نے اونٹوں کو
باندھ لیا اور بہت سخت آندھی آئی ایک شخص کھڑا ہوا تھا اس کو
آندھی نے طے کے پہاڑوں پر پھینک دیا اور ایلہ کے بادشاہ نے
اس شخص کو ایک سفید چٹائی میں دیا اور آپ کو ایک چادر نذر کی
اور آپ نے اس شخص کی حکومت اس بادشاہ کے نام لکھ دی
پھر جب واپسی میں وادی القری پہنچے تو آپ نے اس عورت سے
پوچھا: تمہارے باغ سے کتنی کھجوریں نکلیں؟ اس عورت نے کہا: دس
وسق ح۔ دل اللہ۔ یابکر کا اندازہ تھا تب نبی ﷺ نے فرمایا:
مجھے مد۔ جلدی ج۔ ہے پس تم میں سے جو جلدی روانہ ہونا چاہتا
ہو وہ میرے ساتھ چلے ابن بکار نے کوئی لفظ کہا جس کا معنی ہے:
آپ نے مدینہ کی طرف دیکھا اور فرمایا: یہ طابہ ہے (پاکیزہ اور
نہ) پھر جب آپ نے اس پہاڑ کو دیکھا تو فرمایا: یہ پہاڑ ہم سے
بہت کرتا ہے اور اس سے بہت کرتے ہیں کیا میں تمہیں یہ نہ
بتاؤں کہ انصار نے سرور میں کس کے گھر سب سے بہتر ہیں؟
صحابہ نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: بنو النجار کے گھر پھر بنو
عبد الاشہل کے گھر پھر بنو ساعدہ کے گھر یا بنو الحارث بن الخزرج
کے گھر اور انصار کے تمام گھروں میں خیر ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۳۹۲، الرقم للسلسل: ۳۳۱۲، سنن ابوداؤد: ۳۰۷۹، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۵۳۹، المستدرک: ۱۱۰۹، صحیح ابن خزیمہ: ۲۳۱۳، صحیح ابن

حبیب: ۳۵۰۳، دلائل النبوة للبیہقی ج ۵ ص ۲۳۹، سنن دارمی: ۲۳۹۵، مسند احمد ج ۵ ص ۴۲۵-۴۲۴، طبع قدیم مسند احمد: ۲۳۶۰۳، ج ۳ ص ۳۹-۱۷،

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اہل بن بکر ابو بشر الدارمی (۲) وہیب بن خالد ابو بکر (۳) عمرو بن یحییٰ بن عمارہ (۴) عباس بن اہل بن سعد یہ ولید کی حکومت میں مدینہ میں فوت ہو گئے تھے (۵) ابو حمید المندری بن سعد الساعدی۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۹۲)
اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مناسبت اس جملہ میں ہے: آپ نے فرمایا: اندازہ لگاؤ! ان درختوں سے کتنی کھجوریں نکلیں گی۔

تبوک وادی القرئی اور ایلہ کا مصداق

غزوہ تبوک: تبوک اور مدینہ منورہ کے درمیان شام کی جانب ۱۳۰ میل ہیں اور تبوک اور دمشق کے درمیان گیارہ میل ہیں۔

وادی القرئی: السمعی نے ذکر کیا ہے کہ یہ شام کی جانب حجاز میں قدیم شہر ہے ابن قریول نے ذکر کیا ہے کہ یہ مدینہ کے قریب ہے۔

ایلہ: یہ حجاز کی انتہاء اور شام کی ابتداء میں ساحل سمندر پر ایک شہر ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ مصر سے نصف فاصلہ پر اور مکہ مکرمہ کے درمیان ہے یہ شہر ایلہ بنت بدین بن ابراہیم علیہ السلام کے نام سے موسوم ہے ایک روایت ہے کہ ایلہ سمندر کے کنارے ایک بستی ہے۔ التلوح میں مذکور ہے کہ ایلہ کے بادشاہ کا نام حنا بن زورہ ہے۔

”بہرہم“: ”ای بیلہم“ اس سے مراد ہے کہ سمندر کے مارے بسنے۔ کیونکہ یہ لوگ سمندر کے کنارے رہنے والے تھے ایک روایت میں ہے: ”بہرہم“ اور ”بحرہ“ کا معنی ہے شہر یعنی اس شہر کے۔ بنے والے رسول اللہ ﷺ نے اس شہر کی زمینیں اور وہاں کی حکومت اس بادشاہ کو عطا کر دی تھیں۔

احد پہاڑ کا نبی ﷺ سے محبت کی حقیقت پر مبنی ہے اور اس کی بہ کثرت نظائر اور شواہد

یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے مل کر رہتے ہیں یہ ظاہر ہے۔ نہ کہ محبت کا مستعد ہے اس لیے بعض علماء نے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ اس پہاڑ کے پاس رہنے والے ہم سے محبت کرتے ہیں اور انصاف کیا اور یہ اطلاق مجازی ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: اس حدیث میں حقیقی معنی مراد لینا بعید نہیں ہے کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا احد پہاڑ پر چڑھے تو وہ سب نبی ﷺ نے فرمایا: اب حد ثابت اور برقرار رہا تم پر نبی سے سدیق ہے اور دشمن نہیں۔

(صحیح البخاری: ۳۶۷۵ سنن ترمذی: ۳۶۹۷ مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۱)

حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کھجور کے ایک سوکھے ہوئے تنے کے ساتھ فیک لگا کر خطبہ دیتے تھے جب آپ کے لیے منبر بنادیا گیا اور آپ نے منبر پر بیٹھ کر خطبہ دیا تو ہم نے سنا اس درخت کے تنے سے آپ کے فراق کی وجہ سے اس طرح رونے کی آواز آرہی تھی جس طرح دس ماہ کی حاملہ اونٹنی چلاتی ہے حتیٰ کہ نبی ﷺ نے اپنا ہاتھ اس تنے پر رکھا تو وہ چپ ہو گیا۔ (صحیح البخاری: ۳۰۸۵ مسند احمد ج ۵ ص ۱۰۲) ایک روایت میں ہے: آپ نے اس کو سینہ سے لگایا تو وہ بچے کی طرح سسکیاں لے کر رونے لگا پھر چپ ہو گیا۔ (صحیح البخاری: ۲۰۹۵) اگر آپ اس کو سینہ سے نہ لگاتے تو وہ قیامت تک اسی طرح روتا رہتا۔ اس سے معلوم ہوا: وہ تنا آپ سے محبت کرتا تھا۔

ایک یہودی عورت نے خیبر میں آپ کو بکری کا زہر آلودہ گوشت کھلایا نبی ﷺ نے اور آپ کے اصحاب نے اس کو کھایا پھر

آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: رُک جاؤ! پھر آپ نے اس عورت سے فرمایا: تم نے اس میں زہر ملایا تھا! اس نے آپ سے پوچھا: آپ کو کس نے خبر دی؟ آپ نے فرمایا: اس کے پاؤں کی ہڈی نے جو آپ کے ہاتھ میں تھی اس نے کہا: ہاں!

(دلائل النبوة ج ۳ ص ۲۱۰)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں مکہ کے ایک پتھر کو پہچانتا ہوں جو میری بعثت سے پہلے مجھ کو سلام کرتا تھا! میں اس کو اب بھی پہچانتا ہوں۔ (صحیح مسلم: ۲۲۷۷، سنن ترمذی: ۳۶۲۳، مسند احمد ج ۵ ص ۸۹)

حضرت عبداللہ بن قرط یمانی بیان کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ کے پاس چھ اونٹنیاں لائی گئیں ان میں سے ہر ایک آپ کی طرف گردن بڑھا رہی تھی کہ آپ اس سے ذبح کی ابتداء کریں۔

(سنن ابوداؤد: ۱۷۶۵، صحیح ابن خزیمہ: ۲۸۶۶، مسند احمد ج ۳ ص ۳۵۰، البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۵۳۳، دار الفکر بیروت ۱۴۱۹ھ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے ایک سفر میں دیکھا کہ ایک اونٹ نے آکر آپ کو سجدہ کیا۔

(البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۵۳۵، دار الفکر بیروت ۱۴۱۹ھ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اونٹ نے آپ سے کلام کیا اور آپ کو سجدہ کیا۔

(البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۵۳۶-۵۳۱-۵۳۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آپ سے کلام کیا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۵۳۰)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہرنی نے آپ سے کلام کیا اور کلہ پڑھا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۵۳۳-۵۳۲)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ گوہ نے آپ سے کلام کیا اور آپ کی رسالت کی تصدیق کی۔

(البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۵۳۵-۵۳۴)

حضرت یحییٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فاسق بن اور انس کے علاوہ ہر چیز کو علم ہے کہ میں

اللہ کا رسول ہوں۔ (البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۵۳۴)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے ساتھ مکہ کی بعض اطراف میں جا رہا تھا آپ کے سامنے

جو پہاڑ یا درخت آتا وہ کہتا تھا: "السلام علیک یا رسول اللہ!" (سنن ترمذی: ۳۶۲۶)

میں کہتا ہوں کہ جب کثرتِ حادثہ سے یہ ثابت ہے کہ شجر و حجر اور حیوانات آپ کو پہچانتے تھے آپ کی رسالت کی

تصدیق کرتے اور آپ سے محبت کرتے تو اُحد پہاڑ کا آپ سے محبت کرنا کیسے بوجہ ہو سکتا ہے!

آپ پہاڑ کی محبت کا جواب بھی محبت سے دیتے تھے

نیز میں کہتا ہوں کہ آپ نے فرمایا: اُحد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے، ہم اس سے محبت کرتے ہیں اس سے یہ معلوم ہوا کہ پتھر کے

دل میں بھی آپ کی محبت ہے سو جس انسان کے دل میں آپ کی محبت نہ ہو وہ پتھر سے بھی گیا گزرا ہے اور پتھر وہ حقیقت ہے جس میں

نرمی اور محبت نہیں ہوتی اس لیے جس شخص میں محبت نہ ہو اس کو سنگ دل اور پتھر دل کہتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی شخصیت اور آپ

کی سیرت کا یہ اعجاز ہے کہ جس حقیقت میں محبت نہیں ہوتی اس میں بھی آپ کی محبت آگئی اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر

پتھر آپ سے محبت کرے تو آپ اسے بھی محروم نہیں کرتے اور اس کی محبت کا جواب محبت سے دیتے ہیں تو انسان اور آپ کا امتیاز اور

غلام آپ سے محبت کرے تو آپ اسے کب محروم کریں گے اور یہ کہ پتھر کے دل میں آپ کی محبت ہو تو آپ کو اس کا بھی علم ہوتا ہے تو

اگر آپ کے امتی اور غلام کے دل میں آپ کی محبت ہو تو وہ کب آپ سے مخفی رہ سکے گی! اے مالک ارض و سما! ہرے دلوں میں نبی ﷺ کی محبت بیش از بیش کر دے۔ (آمین)

”خرص“ کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد یعنی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

کھجور کے درخت پر لگی ہوئی تازہ کھجوروں کو دیکھ کر یہ اندازہ کرنا کہ اس درخت میں کتنی پکی ہوئی کھجوریں ہوں گی یا باغ کے درختوں کو دیکھ کر باغ کی کل کھجوروں کا اندازہ کرنا کہ اس باغ میں کل کتنی کھجوریں ہوں گی اس میں فقہاء کا اختلاف ہے پھر اس حساب سے ان کل کھجوروں میں سے زکوٰۃ یا عشر نکالنے میں بھی فقہاء کا اختلاف ہے۔ امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور جمہور کے نزدیک یہ اندازہ لگانا واجب ہے اس کو ”خرص“ کہتے ہیں اور امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد، شعبی اور ثوری کے نزدیک یہ مکروہ ہے۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۹۷-۹۶، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۱ھ)

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ لکھتے ہیں:

”خرص“ یہ ہے کہ جب درخت پر تازہ کھجوریں لگ جائیں جن میں زکوٰۃ واجب ہو تو سلطان ان کی مقدار کا اندازہ لگانے والے کو بھیجے اور وہ یہ بتائے کہ اس درخت سے اتنی پکی ہوئی کھجوریں یا کپے ہوئے انگور نکلیں گے پھر حساب لگایا جائے کہ ان میں کتنا عشر واجب ہوگا پھر درخت والے پر اس شراب اور شراب واجب کرنا۔ باغ پر درختوں سے۔ ک کو اس کے پھلوں کے ساتھ چھوڑ دیا جائے وہ ان درختوں کے پھلوں میں جو چاہے کرے پھر جب پک جائیں تو ان میں سے عشر نکال لیا جائے۔ امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے۔ (سنن ترمذی ص ۲۹۲، دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

مشہور غیر مقلد عالم وحید الزمان متوفی ۱۳۴۸ھ لکھتے ہیں:

جب کھجور یا انگور یا اور کوئی میوہ درخت پر پڑے ہو جائے تو ایک یا دو شخص کو بادشاہ یا حاکم بھیجتا ہے وہ جا کر اندازہ کرتا ہے کہ اس میں سے اتنا زیادہ میوہ اترے گا۔ اس میں سے ایک حصہ زکوٰۃ کے لئے پر لیا جاتا ہے اس کو ”خرص“ کہتے ہیں آں حضرت ﷺ نے ہمیشہ یہ جاری رکھا اور خلفاء راشدین نے بھی امام شافعی اور امام احمد اور اہل حدیث سب اس کو جائز کہتے ہیں لیکن حنفیہ نے برخلاف اس حدیث صحیحہ کے صرف اپنی رائے سے اس کو ناجائز قرار دیا ہے ان کا قول دیوار پر پھینک دینے کے لائق ہے۔

(حاشیہ سیر الباری ج ۲ ص ۹۳، النعمانی کتب خانہ لاہور)

”خرص“ کے ثبوت میں ائمہ شیعہ کی تائید حدیث بران کے جوابات

ائمہ ثلاثہ نے اس باب کی حدیث: ۱۴۸۱ سے بھی استدلال کیا ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی ﷺ نے اس باغ کے درختوں کی کھجوروں کا اندازہ لگانے کا حکم دیا لیکن اس حدیث سے ان کا استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ نبی ﷺ نے اس اندازہ کے دسویں حصہ میں عشر یا صدقہ دینے کو واجب فرمایا بلکہ ان درختوں کی کھجوروں میں اسی وقت عشر واجب ہوگا جب ان درختوں سے کھجوروں کو اتارا جائے گا اس حدیث میں جو اندازہ لگانے کا ذکر ہے اس سے مقصود نبی ﷺ کا اپنی نبوت پر دلیل قائم کرنا تھا۔ آپ نے دس دس کھجوروں کا اندازہ لگایا اور آپ نے اس باغ کی مالکہ عورت سے فرمایا کہ تم اس باغ کی کھجوروں کی پیمائش کر لیتا پھر آپ تبوک چلے گئے واپس آ کر معلوم کیا تو پتا چلا اس باغ میں اتنی ہی کھجوریں تھیں تو پتا چلا کہ آپ نے وحی الہی سے مطلع ہو کر بتایا تھا کہ اس باغ میں دس دس کھجوریں ہیں اور وحی نبی پر نازل ہوتی ہے سو اس سے آپ کی نبوت پر دلیل

قائم ہوگئی۔

ائمہ ثلاثہ کی دوسری دلیل یہ حدیث ہے:

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ مجھے ابن شہاب سے خبر دی گئی از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے خیبر کا قصہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ نبی ﷺ حضرت عبداللہ بن رواحہ کو یہود کی طرف بھیجتے، پس جب کھجوریں میٹھی ہو جاتیں تو ان کے کھائے جانے سے پہلے وہ ان کا اندازہ کرتے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۰۶)

اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس کی سند میں ایک مجہول راوی ہے کیونکہ یہ معلوم نہیں کہ ابن جریج کو ابن شہاب کی روایت کی کس نے خبر دی تھی۔

ائمہ ثلاثہ کی تیسری دلیل یہ حدیث ہے:

سعید بن المسیب، حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ حکم دیا کہ انگوروں کا بھی اسی طرح اندازہ لگایا جائے جس طرح کھجوروں کا اندازہ لگایا جاتا ہے اور کشمش سے ان کی زکوٰۃ لی جائے جس طرح کھجوروں کی زکوٰۃ چھواروں سے لی جاتی ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۰۳، سنن ترمذی: ۶۳۴، سنن نسائی: ۲۶۱۷، سنن ابن ماجہ: ۱۸۱۹)

اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد امام ابوداؤد نے یہ لکھ دیا کہ سعید نے عتاب سے کسی چیز کو نہیں

سنا۔

سو یہ حدیث منقطع ہے اور حدیث منقطع سے استدلال صحیح نہیں ہے۔

”خسر ص“ کی ممانعت کے متعلق احادیث

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ”خسر ص“ سخت پر پھلوں کا اندازہ لگانے سے منع کرتے ہوئے سنا ہے آپ نے فرمایا: مجھے یہ بتاؤ کہ اگر (درخت پر) چرک ہو تو کیا تم اپنے بھائی کا مال باطل کے عوض کھانا پسند کرو گے! (مسند احمد ج ۳ ص ۳۹۴ طبع قدیم مسند احمد ج ۳ ص ۳۹۶ شرح معانی: ج ۲ ص ۳۰۲)

یعنی اگر تمہارے اندازہ لگانے کے بعد آندھی سے درخت کے پھل گر گئے یا ژالہ باری اور آسمانی بجلی سے پھل جل گئے یا تباہ ہو گئے تو تم ان پھلوں کو کس چیز کے معاوضہ میں لو گے؟

ائمہ ثلاثہ وغیرہ مقلدین نے جن احادیث سے استدلال کیا ہے ان میں سے صحیح بخاری کی حدیث ”خسر ص“ کی مدعا یہ حالت نہیں کرتی اور باقی احادیث سے استدلال نہیں کیا گیا ہے۔ اس کے بعد ”خسر ص“ اور اندازہ کی اباحت پر رد کرتی ہیں اور امام ابوحنیفہ نے جس صحیح حدیث سے استدلال کیا ہے وہ ”خسر ص“ اور اندازہ کی ممانعت اور تحریم پر دلالت کرتی ہے اور جب اباحت اور تحریم اور حلت اور حرمت میں تعارض ہو تو یہ متفقہ اصول ہے کہ تحریم کی حدیث کو اباحت کی حدیث پر ترجیح دی جاتی ہے۔

”خسر ص“ اور اندازہ لگانے میں درخت پر لگے ہوئے تازہ پھلوں کی مقدار کا اندازہ لگا کر اس مقدار کا دسواں حصہ خشک پھل دیئے جاتے ہیں مثلاً درخت پر لگی ہوئی تازہ کھجوروں کا عشر پکی ہوئی کھجوروں یا چھواروں میں سے دیا جاتا ہے اور تازہ انگوروں کا عشر پکے ہوئے انگوروں اور کشمش سے دیا جاتا ہے جب کہ نبی ﷺ نے درخت پر لگے ہوئے پھلوں کو خشک پھلوں کے عوض فروخت کرنے سے منع فرما دیا ہے کیونکہ اگر آندھی آنے سے یا ژالہ باری سے یا کسی اور آفت سے درخت کے پھل تباہ اور برباد ہو گئے تو ان کے بدلہ میں جو خشک پھل لیے گئے ہیں ان کا کوئی معاوضہ نہیں ہوگا اور وہ تازہ پھل یا کھیت کی تازہ فصل کے بدلہ میں جو غلہ لیا گیا

ہے وہ کس چیز کے عوض حلال ہوگا! درخت پر لگے ہوئے تازہ پھلوں کی خشک پھلوں کے عوض بیع کو مزاہنہ کہا جاتا ہے اور کھیت میں لگی ہوئی تازہ فصل کی خشک غلہ کے عوض بیع کو محاقلہ کہا جاتا ہے اور نبی ﷺ نے مزاہنہ اور محاقلہ دونوں کو حرام قرار دیا ہے اس کی تفصیل حسب ذیل احادیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے مزاہنہ اور محاقلہ سے منع فرمایا ہے۔

(صحیح البخاری۔ باب بیع المزاہنہ ص ۳۵۱ دارالرقم بیروت)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تک پھلوں کی پختگی ظاہر نہ ہو ان کو فروخت نہ کرو اور تازہ پھلوں کو چھوڑ دوں کے عوض فروخت نہ کرو۔

(صحیح البخاری: ۲۱۸۳ سنن ابوداؤد: ۳۳۶۷ سنن ترمذی: ۱۲۲۶ سنن نسائی: ۵۳۱ سنن ابن ماجہ: ۲۲۱۳ مسند احمد ج ۲ ص ۵)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تازہ کھجوروں کو فروخت کرنے سے منع فرمایا حتیٰ کہ وہ سرخ ہو جائیں اور سنبل (گندم یا ہوا کی بالیاں یا بیٹے) کو فروخت کرنے سے منع فرمایا حتیٰ کہ وہ سفید ہو جائیں اور قدرتی آفات سے محفوظ ہو جائیں آپ نے فروخت کرنے والے اور خریدنے والے دونوں کو منع فرمایا۔

(صحیح مسلم: ۱۵۳۵ سنن ابوداؤد: ۳۳۶۸ سنن ترمذی: ۱۲۲۷ سنن نسائی: ۳۵۶۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے "المحاقلہ" اور "السرہ" سے منع فرمایا۔

(سنن ترمذی: ۱۲۲۳ صحیح مسلم: ۱۵۳۶ مسند احمد ج ۲ ص ۳۸۰)

امام ترمذی اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"المحاقلہ" یہ ہے کہ کھیت کی فصل کو گندم کے عوض فروخت کیا جائے اور "المزاہنہ" یہ ہے: کھجور کے درخت پر لگی ہوئی تازہ کھجوروں کو چھوڑ دوں کے عوض فروخت کیا جائے اکثر اہل علم اس حدیث پر عمل ہے انہوں نے "المحاقلہ" اور "المزاہنہ" کو مکروہ قرار دیا ہے۔

حضرت سعد بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ آیا تازہ کھجوروں کو چھوڑ دوں کے عوض خریدنا جائز ہے؟ آپ نے حاضرین سے پوچھا: آیا تازہ کھجوریں سوکھنے کے بعد کم ہو جاتی ہیں انہوں نے کہا: جی ہاں! تو آپ نے اس سے منع فرما دیا۔ (سنن ترمذی: ۱۲۲۵ سنن ابوداؤد: ۳۳۶۰ سنن نسائی: ۳۵۵۹ سنن ابن ماجہ: ۲۲۱۲ مسند احمد ج ۲ ص ۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہاں سے پہلے کھجوروں کو فروخت کرنے سے منع فرمایا اور پکے سے پہلے غلہ کو فروخت کرنے سے منع فرمایا۔ (سنن ترمذی: ۱۲۲۸ سنن ابوداؤد: ۳۳۷۱ سنن ابن ماجہ: ۲۲۱۷ مسند احمد ج ۳ ص ۲۲۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے درخت پر پھلوں کو فروخت کرنے سے منع فرمایا حتیٰ کہ وہ "زھو" ہو جائیں پوچھا گیا کہ "زھو" کا کیا معنی ہے؟ فرمایا: وہ سرخ ہو جائیں پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ بتاؤ جب اللہ تعالیٰ ان پھلوں کو منع کر دے (یعنی وہ درخت سے اترنے سے پہلے ضائع ہو جائیں) تو تم اپنے بھائی کا مال کس چیز کے عوض کھاؤ گے؟ (صحیح البخاری: ۲۱۹۸ صحیح مسلم: ۱۰۰۰)

نبی ﷺ نے درختوں پر تازہ پھلوں کو خشک پھلوں کے عوض اور کھیتوں میں تازہ فصل کو خشک غلہ کے عوض فروخت کرنے سے اس لیے منع فرما دیا ہے کہ تم نے مثلاً تازہ کھجوروں کے عوض چھوڑے لے لیے اور درخت پر لگی ہوئی تازہ کھجوریں آندھی یا آدلوں سے

برباد ہو گئیں تو تم نے جو ان کے معاوضہ میں چھوارے لیے ہیں وہ بلا معاوضہ اور حرام ہوں گے اسی طرح اگر درخت پر لگی ہوئی تازہ کھجوروں کا اندازہ کر کے ان کے عشر میں چھوارے دے دیئے اور آندھی یا آدلوں سے وہ تازہ کھجوریں گر گئیں یا جل گئیں تو وہ عشر میں لیے ہوئے چھوارے بھی ناجائز ہوں گے اسی لیے نبی ﷺ نے درخت پر لگے ہوئے پھلوں کی مقدار کا اندازہ لگانے سے منع فرمادیا اور ان احادیث کی وجہ سے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے درخت پر لگے ہوئے پھلوں کی مقدار کا اندازہ کر کے عشر نکالنے کو مکروہ فرمایا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ درخت سے پھل اتارنے کے بعد ان پھلوں میں سے عشر نکالا جائے۔

حضرت امام ابو حنیفہ تو ان احادیث کی بناء پر ”خسر ص“ اور اندازہ لگانے کا حکم بیان فرما رہے ہیں اور شیخ وحید الزمان امام اعظم کے قول پر یہ تبصرہ کر رہے ہیں کہ حنفیہ نے برخلاف احادیث صحیحہ کے صرف اپنی رائے سے اس کو ناجائز قرار دیا ہے ان کا قول دیوار پر پھینک دینے کے لائق ہے میں کہتا ہوں کہ ان کے اس دروغ بے فروغ کے متعلق یہی کہا جاسکتا ہے کہ اگر شیخ وحید الزمان اپنے منہ پر اس جھوٹ کی کالک نہ ملتے تو بہتر تھا! ہمارا انداز تحریر اس طرح نہیں ہے لیکن چونکہ شیخ وحید الزمان نے ہمارے امام ابو حنیفہ کے متعلق ایک قول شنیع لکھا ہے اور اللہ تعالیٰ نے قصاص لینے کی اجازت دی ہے اور فرمایا ہے:

وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا. (الشوری: ۴۰)

اور بُرائی کا بدلہ اسی کی مثل بُرائی ہے۔

سو اس وجہ سے ہم نے اپنے مزاج، عادت اور اسلوب کے خلاف شیخ وحید الزمان کے متعلق اس طرح لکھا، یہ قول شاعر:

جیسی کہو ویسی سنو

ہے یہ گنبد کی صدا

در سلیمان بن بلال نے کہا: مجھے عمرو نے حدیث بیان کی پھر دارمی احارث نے پھر بنی ساعدہ نے اور سلیمان نے کہا از سعد بن سعید از عمارہ بن غزیہ از عباس از والد خود از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: اُحد ایہ ہا زبے یہ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ م بخاری نے کہا: ہر وہ باغ جس کے گرد چار دیواری ہو اس کو ”حدیقہ“ کہتے ہیں اور جس کے گرد چار دیواری نہ ہو اس کو ”حدیقہ“ نہیں کہتے۔

۱۴۸۲ - وَقَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ حَدَّثَنِي عَمْرُو ثُمَّ دَارُ بْنُ الْحَارِثِ، ثُمَّ بَنِي سَاعِدَةَ. وَقَالَ سُلَيْمَانُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غَزِيَّةٍ، عَنْ عَبَّاسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُحَدُّ جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ. قَالَ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ كُلُّ بُسْتَانٍ عَلَيْهِ خَائِطٌ فَهُوَ حَدِيقَةٌ وَمَا لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ خَائِطٌ لَمْ يَقُلْ حَدِيقَةً.

اس حدیث کی شرح میں پہلی حدیث ۱۳۸۰ میں آچکی ہے اور اس حدیث میں جس باغ کا ذکر ہے اس کے گرد چار دیواری تھی اسی لیے اس کو ”حدیقہ“ فرمایا ہے۔

جس زمین دبارش کے پانی اور جاری پانی

۵۵ - بَابُ الْعُشْرِ فِيمَا يُسْقَى مِنْ

سے سیراب کیا جائے اس میں عشر ہے

مَاءِ السَّمَاءِ وَبِالْمَاءِ الْجَارِي

اور عمر بن عبد العزیز شہد میں کسی صدقہ کو واجب نہیں قرار

وَلَمْ يَرِ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ فِي الْعَسَلِ شَيْئًا.

دیتے تھے۔

اس تعلیق کی اصل مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۵۲، مطبوعہ مجلس علمی بیروت اور مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۰۵۲، مطبوعہ دارالکتب

العلمیہ بیروت میں ہے۔

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شہد کی ہر دس مشکوں میں سے ایک مشک (یعنی عشر واجب) ہے۔ (سنن ترمذی: ۶۲۹)

شہد میں عشر کے وجوب کے متعلق مذاہب فقہاء

اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد، امام ترمذی لکھتے ہیں: حضرت ابن عمر کی حدیث کی سند میں کلام ہے اور اس باب میں نبی ﷺ سے کوئی بڑی چیز ثابت نہیں ہے اور اکثر اہل علم کا اس حدیث پر عمل ہے اور امام احمد، واسحاق کا یہی قول ہے اور بعض اہل علم نے کہا: شہد میں کوئی چیز واجب نہیں ہے۔ اس حدیث کی سند میں ایک راوی صدقہ بن عبد اللہ ہے وہ حافظ نہیں ہے اور اس حدیث کی روایت میں اس کی مخالفت کی گئی ہے۔ (سنن ترمذی ص ۲۸۷، دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۳ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک شہد میں زکوٰۃ نہیں ہے اور یہی حضرت ابن عمر کا مذہب ہے اور امام ابو حنیفہ نے فرمایا: اس میں عشر ہے ابن المنذر نے کہا: شہد میں زکوٰۃ کے وجوب کے متعلق نبی ﷺ سے کوئی حدیث ثابت نہیں ہے اور نہ اس پر اجماع ہے سو اس میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ (شرح ابن بطلال ج ۳ ص ۴۸۳، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۸۳ھ)

شمس اللامہ محمد بن احمد السرخسی، حنفی المتوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک شہد قلین ہو یا کثیر اس میں عشر واجب ہے جب کہ وہ شہد عشری زمین میں ہو اور امام ابو یوسف کے نزدیک پانچ وسق (تین سو کلو گرام) شہد سے کم میں عشر نہیں ہے اور ان کے نزدیک یہ ہے کہ جب اس کی قیمت پانچ وسق غلہ کی قیمت یعنی دو سو درہم کو پہنچ جائے۔ (الموطا ج ۳ ص ۱۹، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۱ھ)

شہد میں عشر کے وجوب کے متعلق احادیث اور آثار

ابو سیارہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ میرے پاس شہد کے چھتے ہیں آپ نے فرمایا: عشر ادا کرو میں نے عرض کیا: اس کو میرے لیے خاص فرما دیجئے آپ نے اس زمین کو ان کے لیے خاص فرما دیا۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۸۲۳، مسند احمد ج ۴ ص ۲۳۶، مصنف عبد الرزاق: ۶۹۷۳، المعجم الکبیر: ۸۸۰، ج ۲۲، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۲۱۳، سنن بیہقی

ج ۳ ص ۱۲۶، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۳۵، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۰۵۰، دار الکتب العلمیہ بیروت)

عمر بن شعیب بیان کرتے ہیں کہ کف کے امیر نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا کہ شہد دے کہ وہ صدقہ نہیں دے رہے جو ہم سے پہلے حکام کو دیتے تھے حضرت عمر نے ان کی طرف لکھا: اگر وہ لوگ تم کو وہ صدقہ دیں جو رسول اللہ ﷺ کو دیتے تھے تب تم ان کی زمین کی حفاظت کرنا ورنہ نہ کرنا۔ عمرو بن شعیب نے کہا: وہ شہد کی ہر دس مشکوں میں سے ایک مشک دیتے تھے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۵۹۶، سنن نسائی: ۲۲۷۸، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۳۶، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۰۵۱، دار الکتب العلمیہ بیروت)

عطاء خراسانی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ شہد میں عشر ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۳۷، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۰۵۲، دار الکتب العلمیہ بیروت)

سعد بن ابی ذباب بیان کرتے ہیں کہ وہ اپنی قوم کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ شہد میں زکوٰۃ ہے کیونکہ اس مال میں کوئی خیر نہیں ہے جس کی زکوٰۃ نہ دی جائے۔ ان کی قوم کے لوگوں نے پوچھا: اس میں کتنی زکوٰۃ ہے؟ انہوں نے کہا: عشر ہے پس انہوں نے

ان سے عشر لیا، پھر اس کو لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان کو اس کی خبر دی تو حضرت عمر نے اس عشر کو لے کر مسلمانوں کے صدقات میں داخل کر دیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۳۸، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۰۵۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت) ابن ابی ذئب نے الزہری سے روایت کی ہے کہ شہد میں عشر ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۳۹، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۰۵۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے شہد سے عشر لیا۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۸۲۳، سنن، بوداؤد: ۱۶۰۲)

۱۴۸۳ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْعِيُونُ أَوْ كَانَ عَشْرِيًّا الْعُشْرُ وَمَا سُقِيَ بِالنَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ هَذَا تَفْسِيرُ الْأَوَّلِ لِأَنَّهُ لَمْ يَوْقِفْ فِي الْأَوَّلِ يَعْنِي حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ فِيمَا سَقَتِ السَّمَاءُ الْعُشْرُ وَبَيْنَ فِي هَذَا وَوَقَفْتُ وَالزِّيَادَةُ مَقْبُولَةٌ وَالْمُفَسِّرُ يَقْضِي عَلَى الْمُتَّبِعِ إِذَا رَوَاهُ أَهْلُ الثَّبَتِ كَمَا رَوَى الْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُصَلِّ فِي الْكُعْبَةِ وَقَالَ بِلَالٌ قَدْ صَلَّى فَأَجَدَ بِقُلُوبِ بِلَالٍ وَتُرِكَ قَوْلُ الْفَضْلِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن وہب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے یونس بن یزید نے خبر دی از الزہری از سالم بن عبد اللہ از والد خود رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: جس زمین کو بارش نے سیراب کیا اور چشموں نے سیراب کیا یا اس زمین نے خود اپنی رگوں سے پانی لے لیا اس میں عشر ہے اور جس زمین کو کنویں کے ڈولوں سے سیراب کیا گیا اس میں نصف عشر ہے امام بخاری نے کہا: یہ حدیث پہلی حدیث کی تفسیر ہے کیونکہ پہلی حدیث یعنی حضرت ابوسعید کی حدیث میں یہ بیان نہیں کیا گیا تھا کہ جس زمین کو بارش سیراب کرے اس میں عشر ہے اور اس میں زکوٰۃ کی مقدار بیان کی گئی ہے اور اضافہ مقبول ہوتا ہے اور حدیث مفسر بہم پر رائج ہوتی ہے جب اس کو ثقہ راوی بیان کریں جیسا کہ حضرت الفضل بن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے کعبہ میں نماز نہیں پڑھی اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے یہ روایت کی ہے کہ آپ نے کعبہ میں نماز پڑھی ہے پس حضرت بلال کے قول پر عمل کیا گیا ہے اور حضرت الفضل کے قول کو ترک کر دیا گیا ہے۔

اس حدیث کی مکمل اور مفصل شرح صحیح البخاری: ۲۰۵، میں گزر چکی ہے۔

پنج دس سے کم میں
صدقہ نہیں ہے

۵۶ - بَابُ لَيْسَ فِيمَا دُونَ خُمُسَةِ أَوْ سَقَى صَدَقَةً

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے محمد بن عبد اللہ بن عبد الرحمان بن ابی صعصعہ نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ آپ نے

۱۴۸۴ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي صَفْصَعَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ فِيمَا أَقَلَّ مِنْ

فرمایا: پانچ دن سے کم میں صدقہ نہیں ہے اور نہ پانچ اونٹوں سے کم میں صدقہ ہے اور نہ پانچ اواق چاندی سے کم میں صدقہ ہے۔ امام بخاری نے کہا: یہ (حضرت ابوسعید خدری کی) پہلی حدیث کی تفسیر ہے، جب انہوں نے یہ کہا ہے کہ پانچ دن سے کم میں صدقہ نہیں ہے کیونکہ یہ پہلے بیان نہیں کیا گیا تھا اور ہمیشہ علم میں اضافہ والی حدیث پر عمل کیا جاتا ہے جب کہ اس کو ثقہ راوی بیان کریں۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۴۰۵ میں گزر چکی ہے۔

۵۷- بَابُ أَخَذِ صَدَقَةِ التَّمْرِ عِنْدَ صِرَامِ

النَّخْلِ وَهَلْ يَتْرَكَ الصَّبِيَّ فَيَمَسُّ

تَمَرَ الصَّدَقَةِ

۱۴۸۵ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ الْحَسَنِ الْأَسَدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْنِي بِالتَّمْرِ عِنْدَ صِرَامِ النَّخْلِ فَيَجِيءُ هَذَا بِتَمْرِهِ وَهَذَا مِنْ تَمْرِهِ حَتَّى يَصِيرَ عِنْدَهُ كَوْمًا مِنْ تَمْرٍ فَيَجْعَلُ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَلْعَبَانِ بِذَلِكَ التَّمْرِ فَيَأْخُذُ أَحَدُهُمَا تَمْرَةً فَيَجْعَلُهُ فِي فَمِهِ فَيَنْظُرُ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَأْخُذُهَا مِنْ فَمِهِ فَقَدْ أَمَّا سَمِعْتُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَأْكُلُونَ الصَّدَقَةَ؟

[اطراف الحديث: ۱۳۹۱-۳۰۷۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن محمد بن الحسن الاسدی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن طہمان نے حدیث بیان کی از محمد بن زیاد از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ کھجور کے درختوں سے کھجوریں اتارتے وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس کھجوریں لائی جاتیں سو یہ شخص کھجوریں لاتا اور وہ شخص کھجوریں لاتا حتیٰ کہ آپ کے پاس کھجوروں کا ڈھیر لگ جاتا پس حضرت الحسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ ان کھجوروں سے کھیل رہے تھے تو ان میں سے ایک نے کھجور اپنے منہ میں ڈال لی پس رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف دیکھا تو آپ نے وہ کھجور ان کے منہ سے نکال لی پس آپ نے فرمایا: کیا تم کو معلوم نہیں کہ (سیدنا) محمد ﷺ کی آل صدقہ نہیں کھاتی!

(صحیح مسلم: ۱۰۶۹، الرقم السلسل: ۲۳۳۳، سنن نسائی: ۸۶۳۵، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۳۸۲، سنن داری: ۱۶۴۲، شرح السنہ: ۱۱۵۸، سنن بیہقی

ج ۷ ص ۲۹، مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۰، طبع قدیم مسند احمد: ۹۳۰۸، ج ۱۵ ص ۱۷۷، مؤسسة الرسالة، بیروت، مسند الطحاوی: ۹۷۲۰)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عمر بن محمد بن الحسن المعروف بابن اطل الازدی، یہ ۲۵۰ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) ان کے والد محمد بن الحسن ابو جعفر، یہ

۲۰۰ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) ابراہیم بن طہمان (۴) محمد بن زیاد (۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۱۱۲)

اس حدیث کی اس عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: کھجور کے درختوں سے کھجوریں اتارتے وقت۔

درختوں سے پھل اتارنے کے بعد ان میں سے کچھ پھلوں کو صدقہ کرنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ. (الأنعام: ۱۴۱)
جب وہ درخت پھل دار ہوں تو ان کے پھلوں سے کھاؤ اور
جب ان کی کٹائی کا دن آئے تو ان کا حق ادا کرو۔

علامہ ابو بکر احمد بن رازی بصاص حنفی متوفی ۷۳۷ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جابر بن زید، محمد بن حنفیہ، حسن بصری، سعید بن مسیب، طاؤس، زید بن اسلم، قتادہ اور ضحاک کا یہ قول ہے کہ اس حق سے مراد عشر اور نصف عشر ہے اور حضرت ابن عباس سے دوسری روایت یہ ہے کہ اس حق کو اس حدیث نے منسوخ کر دیا جس میں عشر اور نصف عشر کو فرض کیا گیا اور یہ قول اس اصول پر مبنی ہے کہ قرآن کے حکم کو سنت سے منسوخ کرنا جائز ہے، حسن بصری سے روایت ہے کہ اس حکم کو زکوٰۃ نے منسوخ کر دیا، ضحاک نے کہا ہے کہ قرآن میں مذکور ہر صدقہ کو زکوٰۃ نے منسوخ کر دیا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور مجاہد سے روایت ہے کہ یہ آیت مکتومہ (غیر منسوخ) ہے اور فصل کی کٹائی کے وقت اس حق کو ادا کرنا واجب ہے اور یہ حق زکوٰۃ کے علاوہ ہے اور روایت ہے کہ نبی ﷺ نے کھجور درخت سے اتارنے اور فصل کاٹنے سے منع فرمایا ہے، سفیان بن عیینہ نے کہا: یہ ممانعت اس لیے ہے تاکہ دن میں کٹائی کے وقت مساکین آسکیں۔ مجاہد نے کہا: جب فصل کاٹی جائے تو اس میں سے کچھ حصہ مساکین کو دیا جائے، اس طرح جب درخت سے کھجوریں اتاری جائیں تو کچھ کھجوریں ان کو دی جائیں، اسی طرح جب ان کو صاع کے حساب سے ماپا جائے تو ان کو کچھ کھجوریں دی جائیں۔ (احکام القرآن ج ۳ ص ۹، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ لاہور ۱۴۰۰ھ)

امام ابو منصور محمد بن محمد الماتریدی لکھتی التونی ۳۳۳ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے کھجور کے درختوں، پھلوں کی بیلوں، زیتون اور انار کے ذکر کے بعد یہ فرمایا کہ جب تم درختوں اور بیلوں سے پھل اتار دیا کھیتوں سے فصل کاٹو تو کٹائی کے دن ان میں سے کچھ مقدار کا صدقہ کرو اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں قلیل اور کثیر کا فرق نہیں کیا اور اس میں یہ دلیل ہے کہ زمین سے قلیل پیداوار حاصل ہو یا کثیر اس میں صدقہ کرنا واجب ہے۔

اسی طرح قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ ثَمَرِهِ مِمَّا
كَسَبْتُمْ دَيْمًا حَرَجًا مِمَّا زَكَّيْتُمْ. (البقرہ ۲۶۷)
اے ایمان والو! (اللہ کی راہ میں) اپنی کمائی سے اچھی چیزوں
کو خرچ کرو اور ان چیزوں میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمہارے
لیے زمین سے پیدا کی ہیں۔

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے قلیل اور کثیر کا فرق نہیں کیا اور مطلقاً یہ فرمایا کہ زمین کی پیداوار سے اللہ کی راہ میں خرچ کرو
زمین کی پیداوار خواہ قلیل ہو یا کثیر۔

اور اللہ کی راہ میں کتنا خرچ کیا جائے اس کو نبی ﷺ کی سنت اور حدیث نے بیان کر دیا، اور وہ یہ ہے کہ اگر بغیر آلات کے
زمین کو پانی سے سیراب کیا جائے تو اس میں عشر (پیداوار کا دسواں حصہ) ہے اور اگر آلات کے ذریعہ زمین کو پانی سے سیراب کیا
جائے تو اس میں نصف عشر (پیداوار کا بیسواں حصہ) ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو باغ یا کھیت بارش سے یا چشموں سے یا زمین
کے اندرونی پانی سے سیراب کیا گیا ہو اس میں عشر ہے اور جن کو کنوئیں کے پانی سے سیراب کیا گیا ہو اس میں نصف عشر ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۳۸۳، صحیح مسلم: ۹۸۱، سنن ابوداؤد: ۱۵۹۷، سنن نسائی: ۲۳۸۹، سنن ترمذی: ۶۳۰)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے یمن کی طرف بھیجا اور مجھے یہ حکم دیا کہ جس زمین کو بارش نے سیراب کیا ہو یہ وہ بارانی زمین ہو اس میں عشر ہے اور جس زمین کو کنویں کے ڈولوں کے ذریعہ پانی حاصل کر کے سیراب کیا گیا ہو اس میں نصف عشر ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۸۱۸، سنن نسائی: ۲۳۸۹، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۳۱)

نیز امام ابو منصور ماتریدی لکھتے ہیں:

اہل تاویل کا اس میں اختلاف ہے کہ اس آیت میں کنائی کے دن جو حق ادا کرنے کا حکم دیا ہے اس حق سے کیا مراد ہے امام ابن جریر نے کہا: اس آیت میں زکوٰۃ کے علاوہ دوسرے نفلی صدقات مراد ہیں اور ان کی دلیل یہ ہے کہ یہ آیت مکی ہے اور زکوٰۃ مدینہ میں فرض ہوئی ہے سو یہ آیت آیت زکوٰۃ سے منسوخ ہے۔

اور دوسرے علماء نے یہ کہا کہ اس آیت میں حق ادا کرنے سے مراد زکوٰۃ ادا کرنا ہے اور زکوٰۃ کی مقدار منسوخ ہوئی ہے سرے سے زکوٰۃ منسوخ نہیں ہوئی کیونکہ پہلے وہ درخت سے اتارے ہوئے تمام پھل صدقہ کر دیتے تھے اور آیت زکوٰۃ سے تمام پھلوں کا صدقہ کرنا منسوخ ہو گیا اور زکوٰۃ کی مقدار کے مطابق صدقہ کرنے کا حکم اب بھی باقی ہے (اور وہ عشر یا نصف عشر ہے)۔

(تذیلات اہل السنہ ج ۴ ص ۲۸۰۔ ۲۷۴، ملخصاً دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

سادات پر صدقہ حرام ہونے میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد یعنی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

التوضیح میں مذکور ہے کہ اس حدیث میں اس پر واضح دلیل ہے کہ نبی ﷺ کی آل پر صدقہ حرام ہے امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کا یہی قول ہے فقہاء مالکیہ کے اس مسئلہ میں چار قول ہیں: (۱) حوازی (۲) منع (۳) آپ کی آل کو نفلی صدقہ دینا جائز ہے اور فرض صدقہ دینا منع ہے (۴) فرض صدقہ دینا جائز ہے اور نفلی صدقہ دینا منع ہے کہ لوگ نفلی صدقہ دینے میں احسان جتاتے ہیں اور فرض میں احسان نہیں جتاتے۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۱۳۴، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

جن سادات پر صدقہ حرام ہے ان کے مصادیق

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متونی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

بنو ہاشم زکوٰۃ میں نہ جاتے کی بناء علیٰ نبوتہم علیہ السلام ہے: اے بنو ہاشم! ہے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر دوسرے کا غسل (دھوون) اور من کچیل نہ کر دیا ہے اور اس سے تم کو خمس و خمس عطا فرمایا ہے۔ (المجموع، بیروت ۱۴۵۳ھ، ج ۱ ص ۱۰۷، فتح خزائن ج ۳ ص ۹۱) اس کے برخلاف ان کو نفلی صدقہ دینا جائز ہے کیونکہ فرض صدقہ میں مال پانی کی طرح ہے۔ فرض کے ساقط ہونے سے وہ میل کچیل کے ساتھ مخلوٹ ہو جاتا ہے اور نفلی صدقہ ایسے ہے جیسے پانی سے ٹھنڈک حاصل کی جائے اور بنو ہاشم سے مراد آل علی آل عباس آل جعفر آل عقیل آل الحارث بن عبدالمطلب اور ان کے آزاد کردہ غلام ہیں کیونکہ یہ لوگ ہاشم بن عبد مناف کی طرف منسوب ہیں اور قبیلہ کی نسبت ہاشم کی طرف ہے اور رہے ان کے آزاد کردہ غلام تو اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام نے آپ سے سوال کیا: کیا میرے لیے صدقہ حلال ہے؟ تو آپ نے فرمایا: نہیں! تم ہمارے آزاد کردہ غلام ہو۔

(سنن ابوداؤد: ۱۶۵۰، سنن ترمذی: ۶۵۷، سنن نسائی: ۲۶۱۱، سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۲، صحیح ابن حبان: ۳۲۹۵، المستدرک ج ۱ ص ۴۰۴، مستدرک

دونوں صورتوں کا فرق واضح ہو گیا۔ (شرح ابن بطلال ج ۳ ص ۳۸۹ 'دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۳ھ)

۱۴۸۶ - حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا نَهَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الثَّمَرَةِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلاَحُهَا، وَكَانَ إِذَا سُئِلَ عَنْ صَلاَحِهَا قَالَ حَتَّى تَذْهَبَ عَاهَتُهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج نے حدیث بیان کی 'انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی 'انہوں نے کہا: مجھے عبد اللہ بن دینار نے خبر دی 'انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ سنا کہ نبی ﷺ نے پھلوں کو فروخت کرنے سے منع کیا حتیٰ کہ ان کا پختہ ہونا یا پکنا ظاہر ہو جائے اور جب آپ سے ان کے پکنے (کی علامت) کے متعلق سوال کیا جاتا تو آپ

[اطراف الحدیث: ۲۱۸۳-۲۱۹۳-۲۱۹۹-۲۲۲۷-۲۲۳۹]

فرماتے: حتیٰ کہ وہ قدرتی آفت سے بچ جائے۔

(صحیح مسلم: ۱۵۳۴، الرقم المسلسل: ۳۷۸۸، سنن ابوداؤد: ۳۳۶۷، سنن ترمذی: ۱۲۲۶، سنن نسائی: ۳۵۵۱، مصنف عبدالرزاق: ۱۴۳۱۵، مسند ابویعلیٰ: ۵۷۹۸، صحیح ابن حبان: ۳۹۹۱، سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۹۹، شرح السنن: ۲۰۷۷، مسند الطحاوی: ۳۳۷۹، مسند احمد ج ۲ ص ۷، طبع قدیم، مسند احمد: ۳۵۲۵، ج ۸ ص ۱۲۱، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ۳۳۹۹، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۴۲۷ھ)

اس حدیث کے رجال کا پہلے تذکرہ کیا جا چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ ملاحظہ فرمائیے اس جملہ میں ہے: 'انہوں نے پھلوں کو فروخت کرنے سے منع کیا حتیٰ کہ ان کا پکنا ظاہر ہو جائے' یعنی پھلوں کے پکنے کے بعد ان کو فروخت کرنا جائز ہے۔ اور ان جملہ سے یہ بخاری نے امام شافعی کا رد کیا ہے۔

اس حدیث کی شرح وہی ہے جو ہم نے عنوان کی شرح میں علامہ ابن بطلان کے حوالے سے ذکر کی ہے 'علامہ عینی نے اسی شرح کو علامہ ابن بطلان کا نام لیے بغیر ذکر کیا ہے۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۱۲۰)

امام بخاری کی عبارت میں حافظ ابن حجر کا بے جا قیہ کا اضافہ کرنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۷۵۲ھ - لکھتے ہیں:

اس حدیث کے عنوان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مصنف یعنی امام بخاری کے نزدیک پھلوں کے پکنے کے بعد ان کو فروخت کرنا جائز ہے 'خواہ اس میں درختوں پر لگے ہوئے پھلوں کی مقدار کا اندازہ کر کے ان میں عشر کو واجب کر دیا گیا ہو اور یہ فقہاء کے دو قولوں میں سے ایک قول ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ جب اندازہ نہ ہو تو ان کی مقدار کا تعین کر کے ان میں عشر کر دیا جائے۔ جب کہ یہ دو قول پھر ان پھلوں کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ ان پھلوں میں مسائین کا حق متعلق ہو چکا ہے اور یہ امام شافعی کے دو قولوں میں سے ایک قول ہے امام بخاری نے اس حدیث کو پھلوں کے پکنے کے بعد ان کی بیع کے جو زب پر محمول کیا ہے اور پھلوں کی مقدار کے اندازہ سے پہلے پر محمول کیا ہے تاکہ دونوں حدیثوں میں تطبیق ہو۔ امام بخاری نے عنوان میں کہا ہے: جس نے اپنے پھل فروخت کیے حالانکہ ان میں عشر یا صدقہ واجب ہو چکا تھا امام بخاری نے اپنے اس قول سے ان علماء کے قول کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے جو کہتے ہیں کہ پھلوں میں مطلقاً عشر واجب ہے 'خواہ ان کی مقدار نصاب (پانچ وسق) کو پہنچی ہو یا نہیں اور ان کا یہ ارادہ نہیں ہے کہ پھلوں کو فروخت کرنے کے بعد ان کا عشر یا صدقہ ساقط ہو جاتا ہے۔

حافظ ابن حجر کی نکتہ آفرینی پر مصنف کی تنقید

حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام بخاری کی عبارت میں یہ نکتہ آفرینی اس لیے کی ہے تاکہ امام ابوحنیفہ پر رد کیا جائے جو یہ کہتے

ہیں کہ پھلوں پر مطلقاً عشر واجب ہے خواہ ان کی مقدار پانچ وسق ہو یا نہ ہو لیکن حافظ ابن حجر کی یہ کوشش بالکل فضول اور قطعاً عبث ہے کیونکہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَأَتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ. (النعام: ۱۳۱)

اور جب پھلوں کی کٹائی کا دن آئے تو ان کا حق ادا کرو۔

اس آیت میں یہ نہیں فرمایا کہ جب درخت پر پھلوں کی مقدار پانچ وسق ہو تو ان کا حق ادا کرو بلکہ اللہ تعالیٰ نے مطلقاً کٹائی کے دن پھلوں کا حق ادا کرنے کا حکم دیا ہے خواہ ان کی مقدار پانچ وسق ہو یا نہ ہو غور کریں تو اس قید سے مسکینوں کا حق مارا جائے گا کیونکہ اگر پانچ وسق سے کم پھل اتارے گئے تو پھر مسکینوں کو عشر نہیں دیا جائے گا اور باغ کا ہر دفعہ پانچ وسق سے کم پھل اتارے گا تا کہ اس کے باغ کے پھلوں سے مسکینوں کو عشر نہ دینا پڑے اور امام اعظم ابو حنیفہ کے مذہب کے مطابق وہ جب بھی اپنے درختوں سے پھل اتارے گا تو اسے ہر دفعہ اور ہر صورت میں عشر دینا پڑے گا خواہ پھلوں کی مقدار پانچ وسق سے کم ہو یا زیادہ۔

امام بخاری نے یہ کہا ہے کہ جس شخص نے اپنے درخت سے پھل فروخت کیے جن میں صدقہ یا عشر واجب ہو چکا تھا۔ حافظ ابن حجر نے اس عبارت کو اپنے مذہب کے مطابق ذہن لگائے کے لیے اس میں یہ پیوند لگایا کہ ان پھلوں کی مقدار نصاب کو پہنچ چکی ہو تا کہ ان لوگوں کے رد کی طرف اشارہ ہو جو نصاب کا اعتبار نہیں کرتے اور پھلوں میں مطلقاً عشر کو واجب کرتے ہیں اور حافظ ابن حجر کی یہ کوشش اس لیے عبث ہے کہ نہ قرآن مجید میں پانچ وسق کی قید ہے نہ اس حدیث میں ہے اور نہ امام بخاری کی اس عبارت میں ہے۔

نیز حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ ما قرآن و ما عطاہ فیہ ہے۔ اسی سے شرکاء ادا کرتے ہیں جب ہے اور چونکہ ان کے نزدیک عشر کا ادا کرنا اس وقت واجب ہوتا ہے جب پھلوں کی مقدار پانچ وسق (تیس سو) ہو اس لیے امام بخاری کی عبارت میں حافظ ابن حجر یہ پیوند کاری کرتے ہیں: ظاہر یہ ہے کہ امام بخاری نے اس مقدمہ صحیح کے یہ پھل اپنے کے دست اندازہ لگانے کا اعتبار کیا ہے تا کہ مساکین کا حق متعلق ہو سکے اور اندازہ لگانے کے مقدمہ کو اس عبارت میں لپیٹ دیا۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۷۸ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ) یعنی جب کوئی شخص یہ اندازہ لگائے کہ اس درخت کے پھل نصاب کی حد تک پہنچ گئے ہیں تب اس درخت کے پھلوں میں عشر واجب ہوگا۔ حافظ ابن حجر: مطلب یہ ہے کہ اگر پانچ وسق کا اندازہ لگانے کا ذکر امام بخاری کی عبارت میں صراحۃً نہیں ہے لیکن چونکہ امام بخاری نے مطلقاً یہ کہا ہے کہ اس نے اپنے درخت کے پھل فروخت کیے حالانکہ ان میں عشر یا صدقہ واجب ہو چکا تھا اور حافظ ابن حجر کے نزدیک مطلقاً پھلوں پر عشر واجب نہیں ہوتا جب تک کہ کوئی شخص ان پھلوں کو دیکھ کر یہ اندازہ نہ لگائے کہ ان پھلوں کی مقدار نصاب یعنی پانچ وسق کو پہنچ گئی ہے اس لیے کہ امام بخاری کی عبارت کو صحیح کہے۔ اس لیے ان کی عبارت میں یہ نید لگا کر دیا ہے کہ ان کی عبارت میں یہ نید لگا کر دینا پڑے گا۔

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری نے یہ عبارت امام اعظم ابو حنیفہ کے مذہب کے مطابق بالکل صحیح ہے اور قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کا اطلاق اس کا مؤید ہے اور مساکین کا فائدہ بھی اسی طرح ہوتا ہے کہ پانچ وسق کی قید کے بغیر مطلقاً پھلوں پر عشر واجب کیا جائے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام بخاری کی عبارت میں پانچ وسق کا اندازہ لگانے کی اس قید کا جو اضافہ کیا ہے وہ امام بخاری کو زبردستی اور سینہ زوری سے شافعی بنانے کی کوشش ہے ورنہ اس قید اور اس اضافہ کے بغیر امام بخاری کی عبارت بالکل صحیح ہے۔

ہم نے حافظ ابن حجر کے رد میں جو تقریر کی ہے وہ بہت غامض اور دقیق ہے غالباً اسی وجہ سے غلامہ عینی نے اس جگہ حافظ ابن حجر کے رد سے تعرض نہیں کیا ورنہ وہ امام ابو حنیفہ کی حمایت اور حافظ ابن حجر پر تنقید کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے اور اس ناکارہ کی شرح میں یہ محض نعمۃ الباری ہے کہ اس ذرہ ناچیز کو علم کے اتنے بڑے پہاڑ سے ٹکرانے کی صلاحیت بخشی۔

کے ساتھ اس کو قبول کرنا بہ درجہ اولیٰ جائز ہوگا۔

۱۴۸۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا كَانَ يُحَدِّثُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ تَصَدَّقَ بِفَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَوَجَدَهُ يَبَاعُ فَأَرَادَ أَنْ يَشْتَرِيَهُ ثُمَّ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَأْمَرَ فَقَالَ لَا تَعُدْ فِي صَدَقَتِكَ فَبَذَلْتَكَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا لَا يَتْرُكُ أَنْ يَبْتَاعَ شَيْئًا تَصَدَّقَ بِهِ إِلَّا جَعَلَهُ صَدَقَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الليث نے حدیث بیان کی ابن شہاب از سالم کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایک گھوڑا اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیا پھر انہوں نے دیکھا کہ اس گھوڑے کو فروخت کیا جا رہا ہے لہذا انہوں نے اس کو خریدنے کا ارادہ کیا پھر انہوں نے نبی ﷺ سے اس کی اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا: تم اپنے صدقہ کو واپس نہ لو سو اس وجہ سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب اپنی صدقہ کی ہوئی کسی چیز کو فروخت ہوتے ہوئے دیکھتے تو وہ اپنے صدقہ کو برقرار رکھتے۔

[اطراف الحدیث: ۲۴۷۵-۲۹۷۱-۳۰۰۲]

(صحیح مسلم: ۱۶۲۰، رقم المسلسل: ۳۰۸۶، سنن ابوداؤد: ۱۲۳۶، سنن نسائی: ۲۶۱۵، سنن ابن ماجہ: ۲۳۹۰، مسند ابویعلیٰ: ۵۶۶۶، سنن بیہقی ج ۲ ص ۳، شرح السنہ: ۱۰۳۷، مسند ابوداؤد: ۱۸۷۳، سنن ابن ماجہ: ۲۸۰۸، مسند احمد: ۲۰۰۷، طبع قدیم، مسند احمد: ۳۵۲۱، ج ۸ ص ۱۱۵، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ۵۷۴۳، مکتبۃ الرشیدیہ: ۲۷۰۲۔)

اس حدیث کے رجال کا پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: تم اپنے صدقہ کو واپس نہ لو جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تم اپنی صدقہ کی ہوئی چیز کو نہ خریدو۔

صدقہ کی ہوئی چیز کو خریدنے کی ممانعت میں نہ ہر فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر کی اس حدیث کی وجہ سے اکثر علماء نے کہا ہے کہ کس شخص کا اپنی چیز کو صدقہ کرنے کے بعد پھر اس کو خریدنا مکروہ ہے امام مالک، ابو حنیفہ اور شافعی کا یہی قول ہے خواہ صدقہ فسخ ہو یا نفل ہو لیکن کسی شخص نے اپنے صدقہ کو نہ بیا تو اس کی بیع فسخ نہیں ہوگی اور اولیٰ یہ ہے کہ اس سے بچنا چاہیے۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ حسن بصری، عکرمہ ربیعہ اور اوزاعی نے صدقہ کو خریدنے کی اجازت دی ہے۔

علامہ ابن القصار نے کہا ہے کہ ایک قوم نے یہ کہا ہے کہ کسی کے لیے اپنے صدقہ کو خریدنا جائز نہیں ہے اور اگر خریدنا تو بیع فسخ ہو جائے گی لیکن انہوں نے یہ ذکر نہیں کیا کہ اس قول کا قائل کون ہے اور قرین قیاس یہ ہے کہ یہ لوگ غیر مقلدین ہیں اور جو لوگ صدقہ کی بیع کو فسخ نہیں قرار دیتے وہ حضرت بریرہ کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔

(شرح ابن بطلال ج ۳ ص ۴۹۱-۴۹۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ)

۱۴۹۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک بن انس نے خبر دی

سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ حَمَلْتُ عَلَى فَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، فَأَضَاعَهُ الَّذِي كَانَ عِنْدَهُ، فَأَرَدْتُ أَنْ أَشْتَرِيَهُ، وَظَنَنْتُ أَنَّهُ يَبِيعُهُ بِرُخْصٍ، فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تَشْتَرِ، وَلَا تَعُدْ فِي صَدَقَتِكَ، وَإِنْ أَعْطَاكَ بِدَرَاهِمٍ، فَإِنَّ الْعَائِدَ فِي صَدَقَتِهِ كَالْعَائِدِ فِي قَيْمِهِ.

[الطراف الحديث: ۲۶۲۳-۲۶۳۶-۲۹۷۰-۳۰۰۳]

از زید بن اسلم از والد خود انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے ایک گھوڑے کو اللہ کی راہ میں دے دیا، سو جس شخص کے پاس وہ گھوڑا تھا اس نے اس کو ضائع کر دیا تو میں نے اس کو خریدنے کا ارادہ کیا اور میرا گمان تھا کہ وہ مجھے ستانچ دے گا، پس میں نے نبی ﷺ سے اس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: تم اس کو مت خریدو خواہ وہ تم کو ایک درہم میں دے کیونکہ صدقہ میں رجوع کرنے والا اس طرح ہے جس طرح کوئی اپنی قے میں رجوع کرے۔

اس حدیث کی تخریج بھی حدیث سابق کی مثل ہے۔

جہاد کے لیے صدقہ کرنے کی فضیلت اور ہبہ کر کے واپس لینے کی کراہت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد بخاری متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: اس شخص نے اس گھوڑے کو ضائع کر دیا، یعنی وہ شخص اس گھوڑے کو ٹھیک سے چارا اور گھاس نہیں ڈالتا تھا اور اس سے زیادہ مشقت لینے کے بعد اس گھوڑے کی چھٹی مالش نہیں کرتا تھا۔

اس گھوڑے کو مت خریدو خواہ وہ ایک درہم میں دے، اس ارشاد میں آپ نے قیمت کی کمی میں مبالغہ فرمایا ہے۔

صدقہ میں رجوع کرنا اپنی قے میں رجوع کی مثل ہے: اس تشبیہ سے اس فعل کی بُرائی اور قباحت کو بیان کرنا مقصود ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جہاد کے لیے مجاہدوں کو گھوڑے فراہم کرنے کی فضیلت ہے اور جس طرح بھی ممکن ہو جہاد کے لیے صدقہ اور خیرات کی جائے اور اس سے مستحب ہوا کہ کسی کوئی چیز ہبہ کر کے واپس لینا مکروہ ہے۔ اس کے مفصل احکام ان شاء اللہ

”کتاب الہبہ“ میں بیان کیے جائیں گے۔ عمدۃ الباری ۱۲۳، المکتبۃ المدینہ بیروت ۱۴۲۱ھ

نبی ﷺ کے لیے

صدقہ کا ذکر

۶۰ - بَابُ مَا يُذَكَّرُ فِي الصَّدَقَةِ

لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱۴۹۱ - حَدَّثَنَا إِدْرِيسُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ

تَعَالَى عَنْهُ قَالَ أَخَذَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا تَمْرَةً مِنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ، فَجَعَلَهَا فِي فِيهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَخْ كَخْ، لِيَطْرَحَهَا، ثُمَّ قَالَ أَمَا شَعَرْتُ أَنَا لَا نَأْكُلُ الصَّدَقَةَ؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہاں، ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن زیاد نے حدیث بیان کی انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے بیان کیا کہ حضرت الحسن بن علی رضی اللہ عنہ نے صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور لے لی اور اس کو اپنے منہ میں رکھ لیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: چھی چھی، تاکہ وہ اس کھجور کو پھینک دیں پھر فرمایا: کیا تم کو نہیں معلوم کہ ہم صدقہ کو نہیں کھاتے!

ہر چند کہ اس حدیث کی تخریج اور شرح صحیح البخاری: ۱۴۸۵ میں گزر چکی ہے لیکن یہاں ہم اس کے اہم اور نفیس مباحث کا ذکر کر رہے ہیں:

نبی ﷺ اور آپ کی آل پر کون سا صدقہ حرام ہے؟ آیا صرف فرض یا نفلی صدقہ بھی حرام ہے؟

نبی ﷺ کی آل پر جو صدقہ حرام ہے اس کے مصداق میں علماء کا اختلاف ہے:

امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مدینہ میں قافلہ آیا تو نبی ﷺ نے اس قافلہ سے کچھ سامان خریدا پھر اس سامان کو چند اوقیہ چاندی کے نفع پر فروخت کر دیا پھر آپ نے اس سامان کو بنو عبد المطلب کی بیواؤں پر صدقہ کر دیا پھر اس کے بعد فرمایا: اس کے بعد میں کبھی کوئی ایسی چیز نہیں خریدوں گا جس کی قیمت میرے پاس نہ ہو۔

(سنن ابوداؤد: ۳۳۳۴، مسند احمد ج ۱ ص ۳۲۳-۳۲۵، شرح معانی الآثار: ۲۸۸۲)

چونکہ اس حدیث میں بنو عبد المطلب کی بیواؤں پر صدقہ کرنے کا ذکر ہے اس لیے بعض علماء نے کہا ہے کہ بنو ہاشم پر صدقہ کرنا جائز ہے۔ اس کے برخلاف دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ بنی ہاشم پر صدقہ کرنا جائز نہیں ہے خواہ وہ صدقہ فرض ہو یا نفلی۔

تاہم اس کی تاویل میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ جس طرح فقہاء پر صدقات فرضیہ اور کفارات حرام ہیں اور نفلی صدقات اور ہبہ کرنا ان پر حرام نہیں ہے اسی طرح بنو ہاشم پر بھی زکوٰۃ اور کفارات کو حرام کرنا حرام ہے اور ہبہ کرنا ان پر حرام نہیں ہے اور ہو سکتا ہے کہ نبی ﷺ نے آل عبد المطلب پر جو صدقہ کیا تھا نفلی صدقہ تھا۔ اس تاویل پر تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے عام مسلمانوں کے علاوہ ہم کو صرف تین احکام کے ساتھ خاص کیا ہے: (۱) پورا پورا وضو کرنا (۲) یہ کہ ہم صدقہ (فرض) نہ کھائیں (۳) کہ ہم گدھوں کا گھوڑیوں سے ملاپ نہ کرائیں۔ (سنن ابوداؤد: ۸۰۸، سنن ترمذی: ۱۷۰، سنن نسائی: ۱۳۱، سنن ابن ماجہ: ۳۲۶، مسند احمد ج ۱ ص ۷۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کی وفات کے بعد یہ حدیث بیان کی ہے اس سے واضح ہو گیا کہ بنو ہاشم پر فرض صدقہ حرام ہے اور پہلے آل عبد المطلب پر جو آپ نے صدقہ کیا تھا اس کا حکم منسوخ ہو چکا ہے یا پھر وہ نفلی صدقہ اور ہبہ تھا اور اس حدیث میں حضرت ابن عباس نے فرمایا ہے کہ عام مسلمانوں کے سوا ہم جس حکم کے ساتھ خاص ہیں وہ یہ ہے کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے ضروری ہے کہ اس صدقہ سے عام مسلمانوں کو صدقہ مل جائے کہ اس سے عام صدقہ مل جائے تو اس حدیث سے ضرورتاً لازم آئے گا کہ نبی ﷺ نے اپنے نفع سے حاصل ہونے والے صدقہ سے آل عبد المطلب کی بیواؤں پر صدقہ کیا تھا۔ اس تاویل کو اس حدیث کے لیے ضروری ہے کہ اس حدیث میں نفلی صدقہ مراد لیا جائے اور اس حدیث میں فرض صدقہ مراد لیا جائے۔

(شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۵۰، قدیمی کتب خانہ کراچی)

مصنف کے نزدیک اس کی ایک اور دقیق وجہ یہ ہے کہ اس حدیث میں ذکر ہے کہ آپ نے اپنے ذاتی مال سے آل عبد المطلب کی بیواؤں پر صدقہ کیا اور نبی ﷺ پر تو زکوٰۃ فرض نہیں تھی اس لیے لامحالہ آپ نے ان پر نفلی صدقہ کیا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جو کہا ہے کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے اس سے مراد یہ ہے کہ زکوٰۃ کا مال نہیں کھاتے لہذا اب بالکل تعارض نہ رہا۔

فالیہم وتشکر۔

نبی ﷺ پر زکوٰۃ حرام ہونے کے متعلق احادیث

باقی رہا یہ کہ بنو ہاشم پر صدقات حرام ہیں اس کے ثبوت میں ایک تو اسی باب کی حدیث ہے کہ آپ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کیا تم کو معلوم نہیں کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے۔ (صحیح البخاری: ۱۳۹۱، صحیح مسلم: ۱۰۶۹، سنن کبریٰ: ۸۶۳۵، شرح معانی الآثار: ۲۸۹۳)

اور دوسری حدیث یہ ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اپنے گھر لوٹا ہوں تو میں دیکھتا ہوں کہ میرے بستر پر ایک کھجور پڑی ہوئی ہے میں اس کو کھانے کے لیے اٹھاتا ہوں پھر مجھے یہ خوف ہوتا ہے کہ کہیں یہ صدقہ کی کھجور نہ ہو پھر میں اس کو پھینک دیتا ہوں۔ (صحیح مسلم: ۱۰۷۰، صحیح البخاری: ۲۰۵۵، شرح السنن ج ۸ ص ۱۳)

تیسری حدیث یہ ہے:

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے فرمایا: بے شک یہ صدقات لوگوں کا میل بچیل ہیں اور (سیدنا) محمد اور آل (سیدنا) محمد کے لیے حلال نہیں ہیں۔ (صحیح مسلم: ۱۰۷۲، سنن ابوداؤد: ۲۹۸۵، سنن نسائی: ۲۶۰۹)

اس سلسلہ میں چوتھی حدیث یہ ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یا رسول اللہ! نسبت ہماری خصوصیت یہ ہے کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے۔ (سنن ابوداؤد: ۸۰۷، سنن ترمذی: ۱۰۱، سنن ابی داؤد: ۱۳۱، سنن ابی یوسف: ۳۳۹، سنن ابی داؤد: ۲۲۵، سنن ابی داؤد: ۱۳۲، سنن ابی داؤد: ۷۸)

اور اس سلسلہ میں پانچویں حدیث یہ ہے:

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے انہوں نے صدقہ لینے کے لیے نبی ﷺ سے استفسار کیا تو آپ نے فرمایا: جو شخص کسی قوم کا غلام ہو تو اسے شمار اسی قوم سے ہے اور بے شک یہ صدقہ حلال نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۵۰، سنن ترمذی: ۶۵۷، سنن نسائی: ۲۶۱۱، سنن ابی داؤد: ۲۹۵، سنن ابی یوسف: ۳۳۲، سنن ابی داؤد: ۲۰۳، مسند احمد ج ۶ ص ۱۰-۸)

اس سلسلہ میں چھٹی حدیث یہ ہے:

حضرت سلمان فارسی دین حق کی تلاش میں مختلف راہوں کے پاس گئے آخر میں جس راہب کے پاس گئے تو اس نے اپنی وفات سے لے کر ان کو بتایا: تم پر ایسے نبی کا سایا ہے جس کا حضور ﷺ نے اپنے پیغمبر کے ساتھ بھیجا جائے گا اس کی ہجرت کی جگہ میں دو پتھر زمین کے درمیان ہیں جو کہ دریا کے کنارے ہیں اس کے پاس جانے والا ضرور بہاؤ والا ہے کہ وہ صدقہ نہیں کھائے گا ہر یہ کہ گناہ اور گناہ کے درمیان مہربانیت ہوگی تم اس کو بکھتے ہو پھر گناہ نرت سلمان آپ کے متعلق پوچھتے پوچھتے قبا میں پہنچے اس وقت نبی ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے حضرت سلمان نے کہا: مجھے معلوم ہوا کہ آپ اور آپ کے اصحاب ضرورت مند ہیں اور میں نے آپ کے لیے صدقہ تیار کیا پھر میں نے آپ کے سامنے وہ طعام رکھا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: تم کھاؤ اور خود نہیں کھایا۔ میں نے دل میں کہا: یہ پہلی نشانی ہوئی پھر میں دوبارہ آپ سے ملنے مدینہ گیا اور میں نے سلام کر کے عرض کیا کہ میں نے دیکھا ہے کہ آپ صدقہ نہیں کھاتے اور میں آپ کی تکریم کے لیے بہت نفیس ہدیہ لایا ہوں تو اس میں سے آپ نے بھی کھایا اور آپ کے اصحاب نے بھی کھایا تو میں نے دل میں کہا: یہ دوسری نشانی ہو گئی۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۷۹-۷۷، ملخصاً دار صادر بیروت، شرح معانی الآثار: ۲۹۱۳)

اس سلسلہ میں ساتویں حدیث یہ ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس گائے کا گوشت لایا گیا اور بتایا گیا کہ یہ وہ گوشت ہے جو حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا پر صدقہ کیا گیا ہے آپ نے فرمایا: یہ ان کے لیے صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۳۹۵، سنن ابوداؤد: ۱۶۵۵، سنن نسائی: ۳۷۶۰، شرح معانی الآثار: ۲۹۱۸)

اس سلسلہ میں آٹھویں حدیث یہ ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ کے پاس کوئی طعام لایا جاتا تو آپ اس کے متعلق سوال کرتے اگر یہ کہا جاتا کہ یہ ہدیہ ہے تو آپ اس سے کھا لیتے اور اگر یہ کہا جاتا کہ یہ صدقہ ہے تو پھر آپ اس سے نہیں کھاتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۱۰۷۷، رقم المسلسل: ۲۳۵۲)

اس سلسلہ میں نویں حدیث یہ ہے:

نبی ﷺ کی زوجہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس آئے تو آپ نے فرمایا: تمہارے پاس کوئی طعام ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! ہمارے پاس صرف بکری کی ایک ہڈی ہے جو میری باندی کو صدقہ سے دی گئی تھی آپ نے فرمایا: اس کو میرے قریب لاؤ بے شک وہ صدقہ اپنے محل (مقام) میں پہنچ چکا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۰۷۳، رقم المسلسل: ۲۳۴۳، شرح معانی الآثار: ۲۹۱۹)

اس سلسلہ میں "تلك عشرة كاملة" کے تحت دسویں حدیث یہ ہے:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ آئے پس رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس ہمیں کھلانے کے لیے کوئی چیز ہے؟ ہم نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: کیا میں وہ گوشت نہیں دیکھ رہا جو ابھی تم کو دیا گیا ہے؟ ہم نے کہا: یا رسول اللہ! یہ اس صدقہ کی بکری کا گوشت ہے جو حضرت زینب پر کیا گیا تھا اور آپ صدقہ نہیں کھاتے تو ہم نے یہ پسند نہیں کیا کہ آپ کے لیے وہ چیز رکھیں جو آپ نہیں کھاتے۔ (شرح معانی الآثار: ۲۹۲۲)

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کو زکوۃ، صدقہ، جہہ دینا جائز نہیں ہے اور اس کو نفلی صدقہ اور ہدیہ دینا جائز ہے اور یہی امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کا مذہب ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۶۱-۶۹، ملخصاً قدیمی کتب خانہ کراچی)

* باب مذکور کی یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۳۶۹، ج ۲ ص ۱۰۱۰ پر مذکور ہے اس کی شرح کا عنوان ہے: آل رسول کو زکوۃ دینے میں مذاہب چار طروا پر مشتمل بہت متشدد ہیں۔

نبی ﷺ کی ازواج کی

باندیوں پر صدقہ

۶۱ - بَابُ الصَّدَقَةِ مِنَ مَوْلَى رَسُولِ

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱۴۹۲ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَفِيرٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ وَجَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شاةً مَتْنَةً أُعْطِيَتْهَا مَوْلَاةٌ لِمَيْمُونَةَ مِنَ الصَّدَقَةِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا انْتَفَعْتُمْ بِجَلْدِهَا. قَالُوا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے ایک مردہ بکری دیکھی جو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی باندی کو صدقہ میں دی گئی تھی نبی ﷺ نے پوچھا: تم نے اس کی

مردار کی رنگی ہوئی کھال کے پاک ہونے میں مذاہب فقہاء

حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے صحابہ اور فقہاء تابعین کی ایک جماعت نے یہ استدلال کیا ہے کہ مردار کی کھال رنگنے سے پاک ہو جاتی ہے امام ابوحنیفہ ان کے اصحاب اور امام شافعی کا بھی یہی مسلک ہے اور اس حدیث سے ان لوگوں کا قول بھی باطل ہو گیا جنہوں نے یہ کہا ہے کہ رنگنے کے بعد مردار کی کھال سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں ہے مردار کی کھال سے نفع اٹھانے کے متعلق حسب ذیل سات قول ہیں:

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے کہ کتے اور خنزیر کے علاوہ تمام مرداروں کی کھال ظاہر اور باطن پاک ہو جاتی ہے اور وہ ہر خشک اور تر میں استعمال کی جاسکتی ہے خواہ اس مردار کا گوشت کھانا جائز ہو یا نہ ہو۔

(۲) حضرت عمر بن الخطاب ان کے بیٹے حضرت عبداللہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کا قول ہے اور امام مالک اور امام احمد سے بھی یہی ایک روایت ہے کہ رنگنے سے مردار کی کوئی چیز پاک نہیں ہوتی۔

(۳) ابن المبارک اور ابو ثور کا مذہب یہ ہے کہ رنگنے سے صرف اس جانور کی کھال پاک ہوتی ہے جس کا گوشت کھایا جاتا ہو۔

(۴) امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ خنزیر کے سوا تمام جانور کی کھال رنگنے سے پاک ہو جاتی ہے۔

(۵) امام مالک کا مشہور مذہب یہ ہے کہ رنگنے سے کھال کا ظاہر پاک ہوتا ہے باطن حلال نہیں ہوتا اور اس کا خشک چیزوں میں استعمال جائز ہے اور تر چیزوں میں اس کا استعمال جائز نہیں ہے۔ صرف ظاہر پر نماز پڑھنا جائز ہے۔

۱۴۹۳ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا أَرَادَتْ أَنْ تَشْرِبَ مِنْ يَرَةِ لِبُعِثٍ وَأَرَادَ مَوَالِيهَا أَنْ يَشْرِبُوا لَهَا فَشَرِبَ عَائِشَةُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْرَبِيهَا فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ بَيْنَ أَعْتَقٍ قَاتٍ وَبَيْنَ سَيِّئٍ سَلْبٍ لِلَّهِ سَلْبُهُ وَمَنْ يَسْلُبْ بِلَحْمٍ فَقُلْتُ هَذَا مَسْئُورٌ عَلَى بَرِيرَةَ فَقَالَ خُو لَهَا صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِيَّةٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسود نے حدیث بیان کی از ابراہیم از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ وہ نے کہا کرتی ہیں کہ انہوں نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کرنے کے لیے انہیں خریدنے کا ارادہ کیا اور حضرت بریرہ کے مالکوں نے اس کے لیے ایک شرط لگانے کا ارادہ کیا پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: تم اس کو خرید لو ولواء کا مستحق ہوتا ہے۔ اور آزاد کرنے کے بعد حضرت عائشہ نے کہا: نبی ﷺ کے پاس گوشت لایا گیا میں نے بتایا کہ یہ وہ گوشت ہے جو حضرت بریرہ پر صدقہ کیا گیا ہے آپ نے فرمایا: وہ اس کے لیے صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۵۶ میں گزر چکی ہے۔

۶۲ - بَابُ إِذَا تَحَوَّلَتِ الصَّدَقَةُ

جب صدقہ منتقل ہو جائے

امام بخاری کی اس عنوان سے مراد یہ ہے کہ جب کسی غیر ہاشمی کو صدقہ دیا جائے اور وہ اس صدقہ کو کسی ہاشمی کو ہدیہ کر دے تو اب چونکہ وہ صدقہ منتقل ہو چکا ہے اور اس کی ملکیت تبدیل ہو گئی اس لیے اب ہاشمی اس صدقہ کو کھا سکتا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از حفصہ بنت سیرین از حضرت ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے آپ نے پوچھا: کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! مگر وہ چیز جو ہمارے پاس نسیہ نے بھیجی ہے اس صدقہ کی بکری سے جو ان کے پاس بھیجی گئی تھی آپ نے فرمایا: بے شک وہ صدقہ اپنے محل میں پہنچ چکا ہے۔

۱۴۹۴ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةٍ الْأَنْصَارِيَّةِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا فَقَالَ هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ فَقَالَتْ لَا إِلَّا شَيْءٌ بَعَثْتُ بِهِ إِلَيْنَا نَسِيئَةً مِنَ الشَّاةِ الَّتِي بَعَثَتْ بِهَا مِنَ الصَّدَقَةِ فَقَالَ إِنَّهَا قَدْ بَلَغَتْ مَجْلَهَا.

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۴۴۶ میں مطالعہ فرمائیں۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں دکیج نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ نبی ﷺ کے پاس وہ گوشت لایا گیا جو کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا پر صدقہ کیا گیا تھا آپ نے فرمایا: وہ ان پر صدقہ ہے اور وہ ہمارے لیے ہدیہ ہے اور ابوداؤد نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از قتادہ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے نبی ﷺ سے سنا۔

۱۴۹۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِلَحْمٍ تُصَدِّقُ بِهِ عَلَى بَرِيرَةَ فَقَالَ دُخِلَ عَلَيْهَا صَدَقَةٌ وَهُوَ لَنَا هَدِيَّةٌ. وَقَالَ أَبُو دَاوُدَ أَبَانًا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ سَمِعَ أَنَسًا رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. [طرف الحديث: ۲۵۷۷]

(صحیح مسلم: ۱۰۷۴، الرقم السلسل: ۲۳۵۱، سنن داؤد: ۱۶۵، ابوداؤد: ۱۰۲، طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۲۶۰-۲۵۹، مسند ابویعلیٰ: ۳۲۳۴، مشکل الآثار: ۳۳۸۸، سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۳، مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۷، طبع قدیم مسند احمد: ۱۲۱۵۹، ج ۱۹ ص ۲۰۲، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع السانید لابن جوزی: ۲۹۰، مکتبۃ الرشیدیہ: ۱۳۲۷ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبد اللہ ابن المدینی (۲) یزید بن زریع (۳) خالد الحذاء (۴) حفصہ بنت سیرین (۵) حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۱۳۰) سیدہ تابعات ہیں (۵) حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۱۳۰) اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ جو گوشت حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا پر صدقہ کیا گیا تھا جب وہ رسول اللہ ﷺ کو ہدیہ کر دیا گیا تو پھر آپ کے لیے اس کا کھانا جائز ہو گیا۔ اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ۱۴۹۱ میں گزر چکی ہے۔

مال داروں سے صدقہ لے کر فقراء کی طرف لوٹانا خواہ وہ کہیں ہوں

۶۳ - بَابُ أَخِذِ الصَّدَقَةَ مِنَ الْأَغْنِيَاءِ وَتُرَدُّ فِي الْفُقَرَاءِ حَيْثُ كَانُوا

امام بخاری نے اس عنوان سے یہ اشارہ کیا ہے کہ ایک شہر کے لوگوں کی زکوٰۃ کو دوسرے شہر کے مستحقین کی طرف لوٹانا جائز ہے

اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک یہ جائز ہے امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک ایک ایک شہر کی زکوٰۃ اسی شہر میں تقسیم کی جائے تاہم امام مالک کے نزدیک اگر دوسرے شہر میں زکوٰۃ منتقل کی جائے تب بھی ادا ہو جائے گی اور امام شافعی کے صحیح قول کے مطابق ادا نہیں ہوگی۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۱۲۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۴۹۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا زَكْرِيَّا بْنُ إِسْحَاقَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ صَيْفِيٍّ عَنْ أَبِي مَعْبُدٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَعَاذِ بْنِ جَبَلٍ جِئْتَ بَعَثًا إِلَى الْيَمَنِ إِنَّكَ سَتَأْتِي قَوْمًا أَهْلَ كِتَابٍ فَإِذَا جِئْتَهُمْ فَأَذْعُهُمْ إِلَى أَنْ يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لَكَ بِذَلِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خُمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لَكَ بِذَلِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تَتَّخِذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فَرْدٌ عَلَى فُقَرَائِهِمْ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لَكَ بِذَلِكَ فَايَأِكَ وَكَرَائِمَ أَمْوَالِهِمْ وَآتَى دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ فَإِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللَّهِ حِجَابٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں زکریا بن اسحاق نے خبر دی از یحییٰ بن عبد اللہ بن صلیٰ از ابو معبد مولیٰ حضرت ابن عباس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جب یمن کی طرف بھیجا تو ان سے فرمایا: تم عنقریب اہل کتاب کی قوم کی طرف جاؤ گے سو جب تم ان کے پاس جاؤ تو پہلے ان کو یہ دعوت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور یہ کہ (سیدنا) محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں پس اگر وہ اس دعوت میں تمہاری اطاعت کر لیں تو پھر ان کو یہ خبر دینا کہ اللہ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مال دار لوگوں سے لی جائے گی اور ان کے فقراء کی طرف لوٹا دی جائے گی پس اگر وہ اس میں تمہاری اطاعت کر لیں تو تم ان کے احوال میں سے عمدہ چیزوں سے اجتناب کرنا اور مظلوم کی دعا سے ڈرنا کیونکہ مظلوم کی دعا اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوتا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۳۹۵ میں گزر چکی ہے۔

۶۴ - بَابُ صَلَوةِ الْإِمَامِ وَدُعَائِهِ

لِصَدِّيقِ نَصْدَقَةٍ

وَقَوْلِهِ «خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيَهُمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَهُمْ» (التوبہ: ۱۰۳)

زکوٰۃ دینے والے کے لیے

ام کی صلوٰۃ اور دعا

اور اللہ عزوجل کا ارشاد: آپ ان کے مالوں سے زکوٰۃ لیجئے جس کے ذریعہ آپ انہیں پاک کریں گے اور ان کے باطن کو صاف کریں گے اور ان پر صلوٰۃ پڑھئے بے شک آپ کی صلوٰۃ ان کے لیے باعث طہانیت ہے۔ (التوبہ: ۱۰۳)

صلوٰۃ کا معنی

حافظ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی التونی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

لغت میں صلوٰۃ کا معنی دعا ہے مگر جس کے لیے دعا کی جاتی ہے اس کے اعتبار سے دعا کا معنی مختلف ہوتا ہے پس نبی ﷺ جو

امت پر صلوٰۃ پڑھتے ہیں اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور انہوں نے اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لیے جو عبادت کی ہے اس کو قبول فرمائے اور جب نبی ﷺ پر آپ کی امت صلوٰۃ پڑھتی ہے تو اس کا معنی ہے: رسول اللہ ﷺ کی تعظیم اور تکریم اور آپ کی تعریف اور تحسین اور یہ دعا کرنا کہ اللہ آپ کو زیادہ قرب اور زیادہ درجہ عطا فرمائے اور اس معنی میں صلوٰۃ آپ کے سوا کسی اور کے لائق نہیں ہے اور آپ کے سوا کوئی اور اس معنی میں صلوٰۃ کا مستحق نہیں ہے۔

(اعلام السنن ج ۱ ص ۳۲۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۸ھ)

علامہ عینی کے نزدیک التوبہ: ۱۰۳ میں صلوٰۃ سے مراد دعا ہے

حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

التوبہ: ۱۰۳ میں اور اس باب کی حدیث میں جو ”صلوٰۃ“ کا لفظ ہے اس کا معنی دعا ہے اسی لیے امام بخاری نے کہا ہے کہ امام کی صلوٰۃ اور دعا مثلاً امام زکوٰۃ دینے والے سے کہے: تم نے جو زکوٰۃ دی ہے اللہ اس کا تمہیں اجر عطا فرمائے اور زکوٰۃ دینے کے بعد جو مال تمہارے پاس بچا ہے اللہ اس میں برکت دے یا کہے: اے اللہ! اس کی مغفرت فرما اور اس کی اس زکوٰۃ کو قبول فرما۔

امام بخاری نے اس عنوان میں کہا ہے: زکوٰۃ دینے والے کے لیے امام کی صلوٰۃ اور دعا اس سے ان کا مقصد مرتدین اور منکرین زکوٰۃ کے اس شبہ کا رد کرنا ہے جو انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا تھا کہ زکوٰۃ لینے کا حق صرف رسول اللہ ﷺ کا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَهُمْ۔

اور ان پر صلوٰۃ پڑھنا آپ کی صلوٰۃ ان کے لیے

(التوبہ: ۱۰۳) باعث طمانیت ہے۔

سو امام بخاری نے یہ بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ حکم آپ کے امام ہونے کی وجہ سے ہے اور مسلمانوں کا ہر امام اس حکم میں داخل

ہے۔ (مدۃ القاری ج ۹ ص ۱۳۵-۱۳۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابن بطلال کے نزدیک التوبہ: ۱۰۳ میں صلوٰۃ سے مراد نماز جنازہ ہے

علامہ ابوالحسن ابن بطلال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

صلوٰۃ کا اطلاق احکام شرعیہ میں نماز پر ہوتا ہے لہذا اس آیت میں صلوٰۃ سے مراد نماز جنازہ ہے یعنی جب ان زکوٰۃ دینے والوں میں سے کوئی مر جائے تو آپ اس کی نماز جنازہ پڑھیں اور اگر یہاں نماز سے مراد دعا ہو تو یہ حکم نبی ﷺ کے ساتھ مخصوص ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آپ کی دعا ان کے لیے باعث طمانیت ہے اور ظاہر ہے کہ نبی ﷺ کے علاوہ کسی اور امام کی دعا زکوٰۃ دینے والوں کے لیے باعث طمانیت نہیں ہے اس لیے یہاں صلوٰۃ سے نماز جنازہ ہی مراد ہے۔

(شرح ابن بطلال ج ۳ ص ۵۰۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

التوبہ: ۱۰۳ میں صلوٰۃ کی تفسیر میں علامہ عینی اور علامہ ابن بطلال کے نزاع میں مصنف کا محاکمہ

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطلال کی یہ تفسیر صحیح نہیں ہے کیونکہ اس تفسیر کی بناء پر یہ لازم آئے گا کہ آپ کو صرف ان مسلمانوں کی نماز جنازہ پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے جو آپ کو زکوٰۃ لا کر دیں حالانکہ آپ حتی المقدور تمام مسلمانوں کی نماز جنازہ پڑھتے تھے حتیٰ کہ جب مسجد کی صفائی کرنے والا خادم رات کو فوت ہوا اور صحابہ نے اسے رات ہی کو دفن کر دیا تو آپ ناراض ہوئے کہ مجھے اطلاع کیوں نہیں دی ظاہر ہے کہ وہ زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تھا نیز صحیح بخاری کی اس حدیث میں مذکور ہے: جب لوگ آپ کے پاس اپنے صدقات لاتے تو

آپ فرماتے: اے اللہ! آل فلاں پر صلوٰۃ نازل فرما، اس سے واضح ہو گیا کہ یہاں پر صلوٰۃ سے مراد ہے: مسلمانوں کے حق میں خیر اور برکت نازل فرما! جیسا کہ علامہ خطابی اور علامہ عینی نے بیان کیا ہے، باقی رہا علامہ ابن بطال کا یہ اعتراض کہ نبی ﷺ کے علاوہ کسی اور امام کی دعا تو زکوٰۃ دینے والوں کے لیے باعث طمانیت نہیں ہو سکتی، اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک جس طرح نبی ﷺ کی دعا باعث طمانیت ہوتی ہے، اس درجہ میں تو دوسرے امام کی دعا باعث طمانیت نہیں ہوگی لیکن اس سے کم کسی درجہ میں تو ان کی دعا زکوٰۃ دینے والوں کے لیے باعث طمانیت ضرور ہوگی اور تمام احکام شرعیہ اسی طرح ہیں، مثلاً مسلمانوں کو باجماعت نماز پڑھنے کا حکم ہے لیکن رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں جس درجہ کا ثواب ملتا ہے کسی اور کی اقتداء میں تو اس درجہ کا ثواب نہیں ملے گا لیکن بہر حال کسی نہ کسی درجہ کا ثواب تو ضرور ملے گا یا جس طرح آپ کی زیر قیادت جہاد کرنے کا جتن ثواب ہے کسی اور امیر کی زیر قیادت تو اتنا ثواب نہیں ہوگا لیکن بہر حال اس کو کچھ نہ کچھ ثواب ضرور ہوگا، اسی طرح زکوٰۃ دینے والوں کی زکوٰۃ لے کر دعا دینے کا معاملہ ہے۔

لَا فَنَہُمْ وَتَشْکُرُ.

امام پر زکوٰۃ دینے والے کے لیے دعا کرنا واجب ہے یا مستحب؟

امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں جو امام کا لفظ لکھا ہے اس کی شرح میں حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ جو امام بھی زکوٰۃ وصول کرے اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ زکوٰۃ دینے والے کے لیے دعا کرے، بعض ظاہریہ (غیر مقلدین) نے کہا ہے کہ امام سے یہ واجب ہے کہ وہ زکوٰۃ دینے والے کے لیے دعا کرے، لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر یہ واجب ہوتا تو نبی ﷺ زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے جو عامل بھیجتے ان کو یہ حکم دیتے کہ وہ زکوٰۃ وصول کرنے کے بعد زکوٰۃ دینے والوں کے لیے دعا کریں حالانکہ اس طرح نہیں ہے نیز امام باقی کفارات اور قرضہ جات وصول کرتا ہے ان میں اس پر یہ واجب نہیں ہے کہ وہ دینے والوں کے لیے دعا کرے، سو زکوٰۃ کے باب میں بھی اس پر دعا کرنا واجب نہیں ہوگا۔

آخ الیاری ج ۳ ص ۸۶ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ

غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خاں بھوپل نے عن ابن عمر رضی اللہ عنہما کی شرح میں حافظ ابن حجر کی بعض عبارات کو حوالہ دیے بغیر من وعن نقل کر دیا ہے اور نواب صاحب کا اپنی پوری شرح میں یہ دتیرہ ہے اور شروع پر نظر رکھنے والوں کو ان کا سرقہ صاف نظر آتا ہے۔ (عون الباری ج ۲ ص ۳۸۸ دار الرشید طبع سوربا)

۱۴۹۷ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غُسْرَانَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي الْأَوْفَى قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا آتَاهُ قَوْمٌ بِصَدَقَتِهِمْ قَالَ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى آلِ فُلَانٍ فَآتَاهُ أَبِي بِصَدَقَتِهِ فَقَالَ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى آلِ أَبِي الْأَوْفَى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیر حضرت ابن عمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو از حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی، انہوں نے بیان کیا کہ جب آپ ﷺ کے پاس لوگ صدقہ لے کر آتے تو آپ دعا کرتے: اے اللہ! آل فلاں پر صلوٰۃ نازل فرما، سو میرے والد بھی آپ کے پاس اپنا صدقہ لے کر آئے تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! ابو اوفی کی آل پر صلوٰۃ نازل فرما۔

[أطراف الحديث: ۳۱۶۶-۳۳۳۲-۳۵۹]

(صحیح مسلم: ۱۰۷۸، رقم السلسل: ۲۳۵۳، سنن ابوداؤد: ۱۵۹۰، سنن نسائی: ۳۳۵۹، سنن ابن ماجہ: ۱۷۹۶، شرح مشکل الآثار: ۳۰۵۲، مصنف

ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۵۱۹، الاحاد والثانی: ۲۳۶۳، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۸۱۹، المستثنی: ۳۶۱، صحیح ابن خزیمہ: ۲۳۳۵، صحیح ابن حبان: ۹۱۷، حلیۃ الاولیاء

ج ۵ ص ۹۶، معنف عبد الرزاق: ۶۹۵، سنن کبریٰ: ۲۲۳۹، کتاب الدعاء للطبرانی: ۲۰۱۲، سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۵۲، شرح السنہ: ۱۵۶۶، تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۱۹، اکمال لابن عدی ج ۶ ص ۲۱۱۲، مسند احمد ج ۳ ص ۳۵۳، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۹۱۱۱، ج ۳ ص ۳۵۷، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

حدیث مذکور کے رجال اور حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ کا تذکرہ اور امام اعظم کا انہیں پانا

(۱) حفص بن عمر بن الحارث ابو حفص الموضی (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) عمرو بن مرہ بن عبداللہ بن طارق المرادی (۴) حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ، ابو اوفیٰ کا نام علقمہ بن خالد الحارث الاسلمی المدنی ہے، یہ اصحاب بیعت رضوان میں سے ہیں، انہوں نے ۵۳ھ احادیث روایت کی ہیں، جن میں سے پندرہ امام بخاری نے روایت کی ہیں، یہ کوفہ میں رہنے والے آخری صحابی تھے اور ۸۳ھ میں فوت ہو گئے تھے، یہ ان سات صحابہ میں سے ایک ہیں جن کو امام ابو حنیفہ نے ۸۰ھ میں پایا، اس وقت حضرت امام ابو حنیفہ کی عمر ۳ (تین) سال تھی اور یہ وہ عمر ہے جس میں انسان اشیاء کی تمیز اور ادراک حاصل کر لیتا ہے۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۱۳۵)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جب حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ کے والد آپ کے پاس زکوٰۃ لے کر آئے تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! ابو اوفیٰ کی آل پر صلوٰۃ نازل فرما۔

غیر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کرنے میں مذاہب فقہاء

جو علماء غیر انبیاء پر بالاستقلال لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کرنے سے قائل ہیں، وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں، امام احمد کا بھی یہی قول ہے، امام ابو حنیفہ، ان کے اصحاب، امام مالک اور امام شافعی کا یہ ہے کہ انہوں نے ان کے غیر پر لفظ صلوٰۃ کے ساتھ بالاستقلال دعا نہ کی جائے، مثلاً یوں نہ کہا جائے: اے اللہ! ابو ہریرہ کی آل پر صلوٰۃ نازل فرما یا عمر کی آل پر صلوٰۃ نازل فرما، لیکن ان پر بالتبع لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کی جائے، مثلاً یوں دعا کی جائے: اے اللہ! سیدنا محمد ﷺ پر اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر پر اور تمام صحابہ اور اہل بیت پر صلوٰۃ نازل فرما۔

رہا یہ سوال کہ جب بالاستقلال لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کرنا، اے اللہ! علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے تو پھر نبی ﷺ نے خود حضرت ابو اوفیٰ کی آل کے لیے لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعائیں کی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ صلوٰۃ کا آپ کے ساتھ مخصوص ہونا آپ کا حق ہے اور آپ اپنا حق جس کو چاہیں عطا فرمادیں۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۱۳۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

غیر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کرنے میں مذاہب فقہاء

علماء شیعہ، ایک حدیث سے حاکم نے کہا ہے کہ بعض صحابہ نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی آل پر صلوٰۃ بھیجنا جائز نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص کہے: اے اللہ! امیر المؤمنین علی پر صلوٰۃ بھیج! یا فاطمہ الزہراء پر صلوٰۃ بھیج! تو یہ ممنوع ہے حالانکہ قرآن مجید کی اس آیت سے عام مسلمانوں پر بھی صلوٰۃ بھیجنا جائز ہے چہ جائیکہ نبی ﷺ کے اہل بیت اور آپ کے ولی پر صلوٰۃ بھیجنا جائز ہو۔ (تفسیر مومنہ ج ۸ ص ۱۲۱-۱۲۰، مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ، طہران، ۱۳۷۵ھ)

علامہ موسیٰ بن احمد صالحی حنبلی ۹۶۰ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ کے غیر پر بھی افراد صلوٰۃ بھیجنا جائز ہے۔ (الاتباع مع کشف القناع ج ۱ ص ۲۳۲، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

امام مالک کے نزدیک انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے غیر پر مستقلاً صلوٰۃ بھیجنا مکروہ ہے۔

(اکمال المعجم بقرائہ مسلم ج ۲ ص ۳۰۵، مطبوعہ دارالوقوف، بیروت، ۱۴۱۹ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:
امام مالک اور جمہور کے نزدیک انبیاء علیہم السلام کے غیر پر استقلالاً صلوٰۃ بھیجنا مکروہ ہے۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۳۶۲ مطبوعہ لاہور ۱۳۰۱ھ)

انبیاء علیہم السلام والصلوٰۃ کے لیے لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کرنے میں جمہور علماء کا موقف
علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ پر انفراداً صلوٰۃ بھیجنے پر اجماع ہے اسی طرح تمام انبیاء اور ملائکہ پر استقلالاً صلوٰۃ بھیجنے کے جواز اور استحباب پر ائق شار علماء کا اجماع ہے اور انبیاء علیہم السلام کے غیر کے متعلق جمہور کا موقف یہ ہے کہ ان پر ابتداء صلوٰۃ نہ بھیجی جائے مثلاً ابو بکر رضی اللہ عنہ نہیں کہا جائے گا اور ممانعت میں اختلاف ہے ہمارے بعض اصحاب نے کہا کہ یہ حرام ہے اور اکثر علماء نے یہ کہا کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے اور بہت سے علماء نے یہ کہا کہ یہ مکروہ تنزیہی بھی نہیں خلاف اولیٰ ہے کیونکہ یہ اہل بدعت کا شعار ہے اور ہم کو اہل بدعت کے شعار سے منع کیا گیا ہے اور مکروہ وہ ہوتا ہے جس میں قصداً ممانعت وارد ہو ہمارے اصحاب نے کہا: اس کے مکروہ تنزیہی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ سلف کی زبانوں میں صلوٰۃ کا لفظ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہے جیسے اللہ عزوجل کا لفظ اللہ سبحانہ کے ساتھ مخصوص ہے پس جس طرح محمد عزوجل نہیں کہا جائے گا نہ آپ ﷺ کی طرح ابو بکر رضی اللہ عنہ یا علی رضی اللہ عنہ نہیں کہا جائے گا اگرچہ اس کا معنی صحیح ہے اور اس پر اتفاق ہے کہ غیر انبیاء پر تبعاً صلوٰۃ بھیجی جاسکتی ہے اس لیے یہ لہذا کہ "اللہم صل علی محمد وعلی و آل محمد واصحابہ وازواجه وذریئہ" کے متعلق احادیث صحیحہ وارد ہیں اور ہم کو تشہد میں اس کا حکم دیا گیا ہے اور خارج از نماز بھی اس پر سلف صالحین کا عمل رہا ہے اور جہاں تک سلام کا تعلق ہے تو ہمارے اصحاب میں سے شیخ ابو محمد جوینی نے یہ کہا ہے کہ غائب کے حق میں کسی صلوٰۃ کی طرح اب اور غیر انبیاء پر نہیں بھیجا جائے گا پس علی علیہ السلام نہیں کہا جائے گا اور اس میں زندہ اور مردہ برابر ہیں حافظ سیارم کے ساتھ مخالفین نے کہا: "مثلاً السلام علیک یا السلام علیکم" کہا جائے گا۔ (الاذکار ج ۱ ص ۱۳۶-۱۳۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۱ھ)

علامہ شمس الدین ابن قیم جوزی حنبلی متوفی ۷۵۱ھ نے سلام بھیجنے کے مسئلہ میں علامہ جوینی سے اختلاف کیا ہے وہ لکھتے ہیں:
دوسرے علماء نے صلوٰۃ اور سلام میں فرق کیا ہے کہ سلام کا لفظ ہر مؤمن کے حق میں مشروع ہے وہ زندہ ہو یا مردہ حاضر یا غائب کیونکہ یہ نام صرف اور ممال کے لیے مخصوص کو میرا سلام نہ پاؤں یہ اہل سلام کی پست تعظیم ہے یہ خلاف صلوٰۃ کے کیونکہ وہ رسول کا حق ہے اس لیے نماز کے تشہد میں پڑھتے ہیں: "السلام علی ربی وعلی عباد اللہ الصالحین" اور یوں نہیں پڑھا جاتا: "الصلوٰۃ علینا وعلی عباد اللہ الصالحین" اور اس سے ان دونوں کے درمیان فرق معلوم ہو گیا۔

(جلاء الافہام ص ۲۶۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

انبیاء علیہم السلام کے غیر کے لیے لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کرنے والوں کے دلائل اور ان کے جوابات

مجوزین کی ایک دلیل زیر بحث آیت ہے:

صَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَهُمْ (النوبہ: ۱۰۳)

آپ ان پر صلوٰۃ بھیجے آپ کی صلوٰۃ ان کے لیے باعث

طمینیت ہے۔

اور دیگر آیتیں یہ ہیں:

أُولَئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ. (یہ) وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی جانب سے صلوات (البقرہ: ۱۵۷) ہیں اور رحمت۔

هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ. (الاحزاب: ۴۳) وہی ہے جو تم پر صلوٰۃ بھیجتا ہے۔

ان آیتوں کے علاوہ حسب ذیل احادیث سے بھی وہ استدلال کرتے ہیں:
حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جب لوگ صدقہ لے کر آتے تو آپ ان کے لیے دعا کرتے: اے اللہ! ان پر رحمت بھیج۔ سو میرے باپ ابو اوفی صدقہ لے کر آئے تو آپ نے دعا فرمائی: اے اللہ! ابو اوفی کی آل پر رحمت بھیج۔ (صحیح البخاری: ۱۳۹۷، صحیح مسلم: ۱۰۷۸، سنن ابوداؤد: ۱۵۹۰، سنن نسائی: ۳۳۵۹، سنن ابن ماجہ: ۱۵۹۶)

امام دارمی نے ایک طویل حدیث روایت کی ہے اس میں ہے: ایک خاتون نے کہا: یا رسول اللہ! مجھ پر اور میرے خاوند پر صلوٰۃ بھیجے تو آپ نے ان پر صلوٰۃ بھیجی۔ (سنن الدارمی: ۴۶، مسند احمد ج ۳ ص ۳۹۸-۳۰۳، صحیح ابن حبان: ۱۹۵۰، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۵۱۹)
قیس بن سعد بن عبادہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی: اے اللہ! سعد بن عبادہ کی آل پر اپنی صلوات اور رحمت بھیج۔ (سنن ابوداؤد: ۵۱۸۵، عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ۱۳۲۵)

ان آیات اور احادیث کا جواب یہ ہے کہ آیات اور احادیث اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کسی حکم اور کسی قاعدہ کا پابند نہیں ہے وہ جس کو چاہے صلوٰۃ بھیجے اور جو چاہے نہ۔ صلوٰۃ رسول اللہ ﷺ کا حق ہے وہ اپنا حق جس کو چاہے عطا کر دیں سو یہ آیات اور احادیث صلوٰۃ کے موضوعات ہیں۔ ہاں موضوع یہ ہے کہ امت کسی غیر نبی پر صلوٰۃ بھیجے اور یہ چیز ان آیات اور احادیث سے ثابت نہیں ہے۔

انبیاء علیہم السلام کے غیر پر انفرادی لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کی ممانعت ہے۔

امام ابن عبدالبر متوفی ۵۶۳ھ نے آیات و احادیث سے استدلال کیا ہے

لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا. (النور: ۶۳)
تم آپس میں رسول کی دعا کو ایسا نہ قرار دو جیسا کہ تم ایک دوسرے کے لیے دعا کرتے ہو۔

اگر رسول اللہ ﷺ کے لیے دعا میں صلوٰۃ کا ذکر ہو جائے تو ایک دوسرے کے لیے دعا میں بھی صلوٰۃ کا ذکر ہو جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ اور عام مسلمان کے لیے دعا میں کوئی قیاس نہیں ہے۔ حالانکہ اس آیت کا یہ تقاضا ہے کہ میں میں نیاز ہونا چاہیے۔

(الاسد کار ج ۶ ص ۲۶۲، طبع بیروت ۱۳۱۳ھ، ج ۷ ص ۹۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی ﷺ کے سوا کسی شخص کا کسی شخص پر صلوٰۃ بھیجنا میرے علم میں جائز نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۵۱۹، مصنف عبدالرزاق: ۳۱۱۹، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۱۵۳، الاسد کار ج ۶ ص ۲۶۳، التہذیب ج ۷ ص ۹۹)

امام عبدالرزاق نے یہ اثر اس طرح روایت کیا ہے:

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: انبیاء کے سوا کسی شخص پر صلوٰۃ بھیجنا جائز نہیں ہے۔ سفیان نے کہا: نبی کے سوا کسی اور پر صلوٰۃ بھیجنا مکروہ ہے۔ (المصنف: ۳۱۱۹، المعجم الکبیر: ۱۸۸۱۳، ج ۱۱)

امام مالک وغیرہ نے عبداللہ بن دینار سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی ﷺ کی قبر (مبارک) پر کھڑے ہوتے اور نبی ﷺ پر صلوٰۃ بھیجتے اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے لیے دعا کرتے۔ (الاسد کار ج ۶ ص ۲۶۳، التہذیب ج ۷ ص ۹۹)

موتاً امام مالک کے موجودہ نسخوں میں یہ روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کی قبر پر کھڑے ہوتے اور نبی ﷺ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ پر صلوٰۃ بھیجتے۔ (رقم الحدیث: ۱۶۶) امام ابن عبدالبر نے اس کا رد کیا ہے اور کہا ہے کہ یحییٰ بن یحییٰ کو اس روایت کے درج کرنے میں مغالطہ ہوا ہے، صحیح روایت اس طرح ہے جس طرح مذکور الصدر عبارت میں ذکر ہے۔

(الاسدکار ج ۶ ص ۲۶۳، التہذیب ج ۷ ص ۹۹)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نبی ﷺ کے سوا کوئی شخص کسی شخص پر صلوٰۃ نہ بھیجے، باقی لوگوں کے لیے دعا کی جائے اور ان پر رحمت بھیجی جائے۔ (الاسدکار ج ۶ ص ۶۳)

خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے غیر پر صلوٰۃ و سلام بھیجنا جائز ہے اور انفراداً اور استقلالاً صلوٰۃ بھیجنا مکروہ تنزیہی ہے اور صرف سلام بھیجنا بلا کراہت جائز ہے۔ یہی جمہور کا مسلک اور یہی ہمارا موقف ہے۔

* باب مذکور کی یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۳۸۸ - ج ۲ ص ۱۰۱۸ پر مذکور ہے اس کی شرح کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

① غیر انبیاء پر استقلالاً صلوٰۃ پڑھنے میں مذاہب ائمہ ② غیر انبیاء کے لیے لفظ صلوٰۃ استعمال نہ کرنے کے دلائل ③ غیر نبی کے لیے صلوٰۃ بھیجنے والوں کے شبہات اور ان کے جوابات ④ غیر نبی پر صلوٰۃ اور سلام کے مسئلہ میں علماء کی آراء ⑤ حرف مدعا۔

ہر چند کہ شرح صحیح مسلم میں بھی یہ حدیث تیس سے لکھی گئی ہے لیکن اس سے الباری نے اس کی زیادہ تحقیق ہے نیز ہم نے اپنی تفسیر بیان القرآن میں التوبہ: ۱۰۳ کے تحت اس سے زیادہ لکھا ہے۔

۶۵ - بَابُ مَا يُسْتَخْرَجُ مِنَ الْبَحْرِ جو چیزیں سمندر سے نکالی جاتی ہیں

یعنی جو چیزیں سمندر نکال جاتی ہیں آیا ان میں زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا: الْعَنْبَرُ بَرٌّ كَأَنَّ هُوَ شَيْءٌ دَسْرَهُ الْبَحْرُ
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: عنبر رکاز (کان یا دقینہ) میں ہے۔ وہ چیز ہے جس کو سمندر ساحل پر پھینک دیتا ہے۔
یہ تعلق سنن بیہقی ج ۴ ص ۴۶ میں سند کے ساتھ مذکور ہے اور مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۵۳ (مجلس علمی بیروت) میں ہے۔

عنبر کے معنی کی تحقیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد یعنی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

عنبر خوش نامی ایک شے ہے۔ یہ کرمار کے لکڑی کے ایک ٹکڑے سے نکلتی ہے۔ یہ سمندری جانور کی ہے ایک قول یہ ہے کہ یہ سمندر کی ہے جس کو بعض سمندری جانور کھاتے ہیں ابن سینا نے کہا: یہ جو کھا جاتا ہے کہ یہ کسی سمندری جانور کی لید یا تے ہے لیکن یہ بہت بعید قول ہے۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۱۳۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حکیم مظفر حسین اعوان نے لکھا ہے:

عنبر ایک مچھلی (پیریم ویل) کے شکم سے نکلتا ہے اس کی صورت اکثر گول ہوتی ہے اس لیے اسے شمار بھی کرتے ہیں اس کا وزن نصف کلو سے لے کر دس کلو تک ہوتا ہے یہ سوی مادہ ہے جو سرد پانی میں حل نہیں ہوتا ہے لیکن گرم پانی میں گداز ہو جاتا ہے۔

(کتاب المفردات ص ۲۶ شیخ غلام علی ایڈ سنز لاہور)

مولوی فیروز الدین لکھتے ہیں:

ایک مشہور اور نہایت عمدہ قسم کی خوشبو کا نام ہے جو ایک قسم کا موم ہے کوہستان ہند اور چین میں شہد کی مکھوں سے حاصل ہوتا ہے

بعض کا خیال ہے یہ ایک قسم کی دریائی گائے کا گوبر ہے مگر یہ درست نہیں۔ (فیروز اللغات فارسی حصہ دوم ص ۱۵۵ 'فیروز سنز لاہور' ۱۹۶۸ء)
وَقَالَ الْحَسَنُ فِي الْعَبْرِ وَاللُّؤْلُؤِ الْخُمْسُ۔
اور حسن بصری نے کہا: عنبر میں اور موتی میں خمس (ان کی

ماییت کا پانچواں حصہ) ہے۔

یہ تعلق سند موصول کے ساتھ مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۵۸ (مجلس علمی بیروت) میں مذکور ہے۔

فَإِنَّمَا جَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي
الرِّكَازِ الْخُمْسَ لَيْسَ فِي الَّذِي يُصَابُ فِي الْمَاءِ۔
نبی ﷺ نے صرف ریکاز (کان یا دفینہ) میں خمس مقرر فرمایا
نہ کہ اس میں جو پانی میں پایا جاتا ہے۔

اس تعلق سے امام بخاری 'حسن بصری کا رد کرنا چاہتے ہیں' کیونکہ نبی ﷺ نے صرف دفینہ یا کان میں خمس مقرر کیا ہے نہ کہ
اس چیز میں جو مچھلی کی طرح پانی میں پائی جائے۔

۱۴۹۸ - وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنْ
عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمُزٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ
تَعَالَى عَنْهُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ
رَجُلًا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ سَأَلَ بَعْضَ بَنِي إِسْرَائِيلَ
بِأَن يُسَلِّفَهُ أَلْفَ دِينَارٍ فَدَفَعَتْ إِلَيْهِ فَخَرَجَ فِي شَيْءٍ
فَلَمْ يَجِدْ مَرَكَبًا فَأَخَذَ خَشَبَةً فَنَصَرَهَا فَأَذْخَلَ فِيهَا
أَلْفَ دِينَارٍ فَرَمَى بِهَا فِي الْبَحْرِ فَخَرَجَ الرَّجُلُ
الَّذِي كَانَ أَسْلَفَهُ فَأَذَا بِالْخَشَبَةِ فَأَخَذَهَا لِأَهْلِهِ
حَطَبًا فَذَكَرَ الْحَدِيثَ فَلَمَّا نَشَرَهُ وَجَدَ الْمَالَ۔

[أطراف الحديث: ۲۰۶۳-۲۲۹۱-۲۳۰۳-۲۳۳۰-۲۳۳۳-۲۳۶۱]

اور لیث نے کہا: مجھے جعفر بن ربیعہ نے حدیث بیان کی از
عبد الرحمن بن ہرمز از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ آپ
نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کے ایک شخص نے کسی دوسرے بنی
اسرائیل کے شخص سے سوال کیا کہ وہ اس کو ایک ہزار دینار قرض
دے سو اس نے اس کو وہ دینار دے دیئے پس وہ (ان کو واپس
کرے کے لیے) میں نکلا تو اس کو کوئی کشتی نہیں ملی اس نے
ایک خشک لکڑی کے ٹکڑے میں ہزار دینار رکھ دیئے پھر وہ لکڑی
سمندر میں ڈال دی پھر وہ شخص نکلا جس نے اس کو قرض دیا تھا تو
اس کو وہ لکڑی کے ٹکڑے کے استعمال کے لیے اس لکڑی
کو لیا اس کے بعد آپ نے پورا واقعہ سنایا جب اس شخص نے
اس لکڑی کو کھولا تو اس میں وہ مال مل گیا۔

(الادب المفرد: ۱۱۲۸، صحیح ابن حبان: ۶۳۸۷، مسند احمد ج ۲ ص ۳۳۹-۳۴۸، طبع قدیم مسند احمد: ۸۵۸۷، ج ۱۳ ص ۲۳۷-۲۳۶، مؤسسۃ

الرسالة بیروت، جامع السانید لابن جوزی: ۴۳۶۷، مکتبۃ الرشیدیہ ریاض: ۲۲۶۱ھ)

حدیث مذکورہ مکمل متن

امام بخاری نے اپنی بیج میں اس حدیث کو سات جگہ روایت کیا ہے، لیکن ابھی اس کا خمس متن ذکر نہیں کیا ہم قارئین کے
استفادہ کے لیے اس حدیث کا مکمل متن پیش کر رہے ہیں:

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اپنی سند کے ساتھ اس حدیث کو روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر کیا جس نے بنی اسرائیل کے
کسی دوسرے شخص سے ایک ہزار دینار قرض مانگے اس نے کہا: تم گواہ لے کر آؤ جن کو میں اس قرض پر گواہ بناؤں اس نے کہا: میرا
گواہ اللہ ہے اس نے کہا: تم کفیل (ضامن) لے کر آؤ اس نے کہا: میرا کفیل اللہ ہے اس نے کہا: تم نے سچ کہا پھر اس کو ایک مدت
معین تک کے لیے ایک ہزار دینار دے دیئے پھر وہ شخص سمندر پار چلا گیا اور اس نے اپنی ضرورت پوری کی پھر اس نے مدت معین

آنے پر کشتی تلاش کی تاکہ اس کو ایک ہزار دینار واپس کر آئے، لیکن اس کو کشتی نہیں ملی، پھر اس نے ایک لکڑی کو اندر سے کھوکھلا کیا، اس میں ایک ہزار دینار رکھ دیئے اور عرض خواہ کے نام ایک خط لکھ کر رکھ دیا، پھر وہ سمندر پر آیا اور کہا: اے اللہ! تجھے علم ہے کہ میں نے فلاں شخص سے ایک ہزار دینار قرض لیے تھے، اس نے مجھ سے کفیل (ضامن) کا سوال کیا تو میں نے کہا: میرا کفیل اللہ ہے، پس وہ تیری کفالت پر راضی ہو گیا، پھر اس نے گواہ کا سوال کیا تو میں نے کہا: میرا گواہ اللہ ہے، پس وہ تیری گواہی پر راضی ہو گیا اور بے شک میں نے کشتی تلاش کرنے کی پوری کوشش کی مگر مجھے کشتی نہیں ملی، جس کے ذریعہ میں وہ رقم پہنچا سکوں جو تو نے مجھے عطا فرمائی ہے اور بے شک اب میں یہ رقم تیری امانت میں رکھتا ہوں، پھر وہ اس لکڑی کو سمندر میں بہا کر واپس آ گیا اور وہ اس عرصہ میں کشتی تلاش کرتا رہا تاکہ اس آدمی کے شہر پہنچ جائے، اُدھر وہ آدمی جس نے اس کو ایک ہزار دینار قرض دیئے تھے سمندر پر آیا تاکہ اسے وہ آدمی ملے جو اس کی رقم لے کر آئے گا تو اچانک اس کو سمندر میں وہ کھوکھلی لکڑی مل گئی جس میں اس کی رقم تھی، وہ اس لکڑی کو اپنے گھر والوں کے استعمال کے لیے لے آیا، جب گھر آ کر اس نے اس لکڑی کو توڑا تو اس میں اس کی رقم تھی اور اس مقروض کا لکھا ہوا خط تھا۔

پھر کچھ دنوں بعد وہ مقروض اس کے پاس ایک ہزار دینار لے کر آیا اور کہا: اللہ کی قسم! میں مسلسل کشتی تلاش کرنے کی کوشش میں لگا رہا تاکہ تم کو تمہاری رقم وقت پر پہنچا دوں لیکن اس سے پہلے مجھے کوئی کشتی نہیں ملی تاکہ میں تمہاری رقم وقت مقرر پر تم کو ادا کر دوں، اس قرض خواہ نے کہا: کیا تم نے میرے پاس کوئی چیز بھیجی تھی؟ مقروض نے کہا: کیا تم کو میں نے یہ خبر نہیں دی کہ مجھے اس سے پہلے کوئی کشتی نہیں ملی، جس میں بیٹھ کر آتا اور تمہارا رقم تمہارے پاس آتا؟ اس قرض خواہ نے کہا: شک اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف سے تمہاری وہ رقم اور وہ خط مجھے پہنچا دیا جو تم نے اس میں رکھا تھا، لہذا تم ان ہزار دینار کو میری طرف سے واپس چلے جاؤ۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۳۳۹-۳۳۸ طبع قدیم مسند احمد، ج ۱۳ ص ۳۳۸-۳۳۷ مؤسسہ مائتہ بیروت، صحیح ابن حبان: ۶۳۸۷)

حدیث مذکور کی عنوان سے مطابقت اور امام بخاری کا مقصود

اس حدیث کی عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ وہ کھوکھلی سزی سمندر سے نکلتی تھی اور امام بخاری نے اس حدیث کو اس لیے روایت کیا ہے کہ اس لکڑی کو سمندر سے لے کر آئے اس شخص کو وہ رقم ملے گی جو اس نے دے دی تھی، جب نہیں ہوئی، ہر چند کہ یہ پچھلی امتوں کا واقعہ ہے لیکن جب نبی ﷺ گزشتہ امتوں کا کوئی واقعہ دے بغیر بیان فرمائیں تو وہ بھی ہماری شریعت میں حجت ہوتا ہے۔

سمندر سے نکالے گئے موتیوں اور عنبر میں وجوب زکوٰۃ کے متعلق اختلاف فقہاء

علامہ ابو حنیفہ بن علی بن خلف بن مالک قرطبی متوفی ۳۲۰ھ فرماتے ہیں:

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ جب موتیوں اور عنبر میں زکوٰۃ نکالا جائے تو اس میں خمس ہے یا نہیں۔ (فہم سے مراد ہے: جو چیز ملے اس چیز کا یا اس کی مالیت کا پانچواں حصہ حکومت کو یا بیت المال کو ادا کرنا۔ سعیدی رحمہ اللہ)

جمہور علماء کا موقف یہ ہے کہ ان میں کوئی چیز واجب نہیں ہے اور عنبر اور موتی گھر کے باقی سامان کی طرح ہیں، یہ اہل مدینہ فقہاء کو ذلیلٹ، امام شافعی، امام احمد اور ابو ثور کا قول ہے، اور امام ابو یوسف نے کہا ہے کہ عنبر اور موتی اور جوز یور بھی سمندر سے نکالا جائے اس میں خمس ہے اور یہ عمر بن عبدالعزیز، حسن بصری اور ابن شہاب کا قول ہے۔

ابن القصار نے کہا: امام ابو یوسف اور دیگر فقہاء تابعین کا یہ قول غلط ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: رکاز میں خمس ہے، اس میں یہ دلیل ہے کہ غیر رکاز میں خمس نہیں ہے اور سمندر میں ملنے والی چیز پر رکاز (کان یا دنیہ) کا اطلاق نہیں کیا جاتا، اور موتی اور عنبر سمندری جانور سے پیدا ہوتے ہیں لہذا یہ پھل اور صدف کے مشابہ ہیں۔

دوسروں نے کہا: دوسری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو فرض کیا: ارشاد فرمایا: آپ ان کے مالوں میں سے زکوٰۃ لیجئے۔ (التوبہ: ۱۰۳) تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے بعض اموال سے زکوٰۃ لی اور بعض اموال سے زکوٰۃ نہیں لی، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی یہ مراد نہیں تھی کہ ان کے تمام مالوں میں سے زکوٰۃ لیں، لہذا صرف ان ہی اموال سے زکوٰۃ لینا واجب ہے جن اموال سے رسول اللہ ﷺ نے زکوٰۃ لی ہے اور جن اموال سے زکوٰۃ لینا صحابہ کرام سے ثابت ہے۔

المہلب نے کہا ہے: وہ شخص سمندر سے اس کھوکھلی سٹری کو اٹھا کر اپنے گھر والوں کے لیے لے گیا، اس میں یہ دلیل ہے کہ سمندر میں جو سامان وغیرہ ملے اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہے اور وہ چیز اسی کی ہے جس کو وہ ملے، حتیٰ کہ سمندر سے ایسی چیزیں ملیں جن کا کوئی مستحق ہو جیسے دینار اور کپڑے وغیرہ تو ان کا بھی یہی حکم ہے، البتہ جب کسی چیز پر کسی کا استحقاق ثابت ہو جائے تو وہ چیز اس کو لوٹا دی جائے گی اور جس چیز کا کوئی مطالبہ کرنے والا نہ ہو اور اس چیز کی کوئی زیادہ قیمت نہ ہو تو جس شخص کو وہ چیز ملی ہو، وہ اس سے فائدہ حاصل کر سکتا ہے اور اس پر یہ لازم نہیں ہے کہ وہ اس کا اعلان کرے ماسوا اس کے کہ اس چیز میں کوئی ایسی دلیل ہو جس سے اس کے مالک پر استدلال کیا جاسکے، مثلاً اس پر کسی معین شخص کا نام لکھا ہو یا کوئی اور علامت ہو تو اس کا اعلان کرنے میں علماء اجتہاد کریں۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جو شخص کسی کی امانت یا اس کا قرض واپس کرنے کا ارادہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کا کفیل اور مددگار ہوتا ہے اور جو اللہ کو اپنا گواہ اور کفیل بنائے تو اس کے لیے اللہ کافی ہے۔

اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ جو شخص کسی کی مدد کرتا ہے اور آخرت میں اس کو اجر عطا فرماتا ہے۔

اور اس حدیث میں لوگوں کے اموال کے ساتھ اور چاہے لے لیے ان کی سخریہ فی ہاں ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۵۰۳-۵۰۲، دار الكتب العلمية، بيروت ۱۴۲۳ھ)

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۵۵۰ھ نے علامہ ابن بطہ کی اس عبارت کے تحت ذکر کر دیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ فقہاء احناف اس تحقیق کے ساتھ متفق ہیں۔ (عمدہ تباری - ص ۱۳۱، ۱۳۲، کتاب العلم - ج ۲، ص ۲۲۱)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی تہذیبی، متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کے نسخہ میں لکھتے ہیں:

الاسماعیلی نے کہا ہے کہ یہ حدیث باب کے مناسب نہیں ہے کیونکہ اس میں ایک شخص کے قرض واپس کرنے کا ذکر ہے اسی طرح داؤدی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں کھوکھلی لکڑی کا ذکر ہے اس کا عنوان سے کوئی تعلق نہیں ہے اور عجب شک ہے کہ اس کا یہ جواب دیا ہے کہ جس چیز کو منہ میں رکھیں وہ ٹھیک اسے اس میں لکڑی کا ذکر ہے جس طرح کہ لکڑی و سمندر سے لے کر ہر چیز پر قرض کوئی شخص واجب ہوا نہ زکوٰۃ واجب ہوئی اور یہی جمہور فقہاء اسلام ہر موقف ہے ہر چیز پر یہ کچھ شریعت کا واقعہ ہے کہ چونکہ اس کو رسول اللہ ﷺ نے بغیر انکار کے بیان فرمایا ہے اس لیے اس حدیث سے استدلال درست ہے۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۸۷، دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ نے بھی اسی شرح کا خلاصہ کر دیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ غیر مقلدین کا بھی یہی مؤلف ہے۔ (عون الہاری ج ۳ ص ۳۸۷-۳۸۶، دار الرشید، حلب، سوریا)

۶۶ - بَابُ فِي الرَّكَازِ الْخُمْسُ

وَقَالَ مَالِكٌ وَابْنُ إِدْرِيسَ الرَّكَازُ دَفَنُ

الْجَاهِلِيَّةِ فِي قَلِيلِهِ وَكَثِيرِهِ الْخُمْسُ وَلَيْسَ زَمَانَهُ جَاهِلِيَّةٌ كَافِيَةً لَهَا اس کے قلیل اور کثیر میں خمس ہے اور المعدن برکاز۔ معدن (کسی چیز کی کان) رکاز نہیں ہے۔

اس تعلیق کی امام ابو عبید نے کتاب الاموال میں روایت کی ہے اور معدن (کسی چیز کی کان) رکاز نہیں ہے اس کا معنی یہ ہے کہ دینہ میں سے چالیسواں حصہ بیت المال کو دینا ہوگا اور کان میں سے پانچواں حصہ بیت المال کو دینا ہوگا۔ امام شافعی کا قول قدیم یہ ہے کہ کان میں سے خمس ادا کرنا واجب ہے اور قول جدید یہ ہے کہ اگر کان بہ قدر نصاب ہے تو اس میں زکوٰۃ ہے۔

(عمدة القاری ج ۹ ص ۱۴۲)

وَقَدْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَعْدِنِ جُبَارٌ، وَفِي الرِّكَازِ الْخُمْسُ۔ اور تحقیق یہ ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: معدن (کان) میں تاوان نہیں ہے اور رکاز میں خمس ہے۔

یعنی اگر کوئی شخص کسی چیز کی کان میں کام کرتے ہوئے گر کر مر گیا تو اس میں تاوان نہیں ہے، گویا اس کی جان مفت میں گئی۔ یہ تعلیق سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۵۱ (مطبوعہ ملتان) میں مذکور ہے۔

وَإِذَا أَخَذَ عُمَرُ ابْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ مِنَ الْمَعَادِنِ مِنْ كُلِّ مِائَتَيْنِ خُمْسَةً۔ اور عمر بن عبد العزیز کان میں ہر دو سو درہم میں سے پانچ درہم (چالیسواں حصہ) لیتے تھے۔

یہ تعلیق سنن بیہقی ج ۴ ص ۲ (مطبوعہ ملتان) میں متصل کے تحت مذکور ہے۔

وَقَالَ الْحَسَنُ مَا كَانَ مِنْ رِكَازٍ فِي أَرْضِ الْحَرْبِ لَفِيهِ الْخُمْسُ، وَمَا كَانَ مِنْ أَرْضٍ لَفِيهِ الزَّكَاةُ۔ در حسن بھ... ما: جو کان سرزمین حرب میں ہو اس میں خمس ہے۔ جو سرزمین صلح میں ہو اس میں زکوٰۃ ہے۔

اس تعلیق کی اصل مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۸۸۲ (مجلس علمی بیروت: ۱۰۸۸۲) بن ابی شیبہ: ۱۰۷۷۷ (دارالکتب العلمیہ بیروت) میں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ امام ماری: تعلقات... تعارض ہے، بعض تعلقات کے اعتبار سے کان میں خمس ہے اور بعض کے اعتبار سے کان میں زکوٰۃ ہے۔

وَأَنْ وَجَدْتَ اللَّقْظَةَ فِي أَرْضِ الْعَدُوِّ فَعَرَفَهَا، وَإِنْ كَانَتْ مِنَ الْعَدُوِّ فَفِيهَا الْخُمْسُ۔ اور اگر دشمن کی سرزمین میں لفظ پاؤ تو اس کا اعلان کرو اور اگر وہ لفظ دشمن کا ہو تو اس میں خمس ہے۔

اس خط کا... ان روک... وہ... ہو اور اگر... وہ... کا... پھر اس میں خمس ہے۔ یہ حسن بصری کے حلام کا ترجمہ ہے اور اس کی اصل... ابن ابی شیبہ: ۱۰۸۸۱ (مجلس علمی بیروت: ۱۰۸۸۱) (دارالکتب العلمیہ بیروت) میں ہے۔

امام بخاری کا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ پر یہ اعتراض کہ وہ کان میں خمس ادا کرنے کو واجب بھی کہتے ہیں اور منع بھی کرتے ہیں

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ الْمَعْدِنُ رِكَازٌ مِثْلُ دَفْنِ الْجَاهِلِيَّةِ، لِأَنَّهُ يُقَالُ ارْكُزَ الْمَعْدِنُ إِذَا خَرَجَ مِنْهُ شَيْءٌ، فَيُلَ لَهُ قَدْ يُقَالُ لِمَنْ وَهَبَ لَهُ شَيْءٌ، أَوْ رِبْحٌ۔ اور بعض الناس نے کہا: المعدن رکاز ہے جیسے جاہلیت کا دینہ ہے کیونکہ عرب لوگ "ارکز المعدن" اس وقت کہتے ہیں کہ جب کان میں سے کوئی چیز نکلے، بعض الناس سے اس کے جواب

رَبْحًا كَثِيرًا' أَوْ كَثُرَ ثَمَرُهَا أَرْكَزَتْ. ثُمَّ نَاقَضَ، وَقَالَ لَا بَأْسَ أَنْ يَكْتُمَهُ فَلَا يُؤْدِي الْخُمْسَ.

میں کہا گیا کہ جب کسی شخص کو کوئی چیز بہت کی جائے یا وہ کسی تجارت میں بہت زیادہ نفع کمائے یا اس کے باغ میں بہت زیادہ پھل لگیں

تب بھی عرب لوگ کہتے ہیں: "ارکزت" (حالانکہ یہ چیزیں بالاتفاق رکاز نہیں ہیں) پھر بعض الناس نے اپنے قول کی خود مخالفت کی اور کہا: اگر کوئی شخص اس کان کو چھپالے تو کوئی حرج نہیں ہے، سو وہ اس میں سے خمس یعنی پانچواں حصہ حکومت کو ادا نہ کرے۔

امام بخاری کی یہ اصطلاح ہے کہ وہ اپنی صحیح میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو بعض الناس (بعض لوگوں کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں) امام بخاری کے اعتراض کا خلاصہ یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ نے پہلے یہ کہا کہ کسی چیز کی کان زمانہ جاہلیت کے دینہ کی طرح ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ اس میں سے پانچواں حصہ حکومت کو دینا واجب ہے کیونکہ دینہ میں سے پانچواں حصہ حکومت کو دیا جاتا ہے پھر انہوں نے اس قول کی خود مخالفت کی اور کہا: اگر حکومت کا عامل اس کے پاس کان میں سے پانچواں حصہ طلب کرنے کے لیے آئے تو کان والے پر کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ اس کان کو چھپالے اور اس عامل کو پانچواں حصہ نہ دے اور یہ پہلے قول کے خلاف ہے کیونکہ پہلے قول کے مطابق اس پر واجب تھا کہ وہ پانچواں حصہ حکومت کے عامل کو ادا کرتا۔

امام بخاری کے اعتراض کا منصف کی صرف سے جواب درکان کے متعلق امام اعظم کے مذہب کی تفصیل امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس قول سے یہ بیان نہیں فرمایا، تمام حالات میں یہ واجب ہے کہ جس شخص کی زمین سے کسی چیز کی کان لکے، مثلاً نمک کی یا پتھر کے کوئلہ کی یا مٹی کے تیل کی یا قدرتی گیس کی تو اس شخص پر واجب ہے کہ وہ حکومت کو مطلع کرے اور حکومت اپنے ذریعہ اور وسائل سے اس کان سے اس حصہ کے لئے قانون کا انتظام کرے اور اس سلسلہ میں غیر ملکی کمپنیوں کے جو اخراجات ادا کرنے پڑیں اور حکومت کو اس تیل یا گیس یا کوئلہ یا نمک کو پورے ملک میں پھیلانے کے لیے جو اخراجات ادا کرنے پڑیں ان اخراجات دیکھ کر بعد از خالص نفع حاصل، اس کے پانچ حصہ کیے جائیں اور اس میں سے چار حصہ نفع تو ہر سال زمین کے مالک کو بہ طور رائلٹی دیئے جائیں اور ایک حصہ جو خمس ہے وہ ہر سال حکومت اپنے پاس رکھے۔

یہ طرہ اس وقت سے جب زمین کے بہت بڑے رقبہ میں کان لکے اور اتنے بڑے رقبہ پر جو کام محیط ہو اس سے مطلوبہ معدن (مثلاً تیل یا قدرتی گیس) کان زمین کے مالک کے لیے مادہ ممکن نہ ہو تو اس صورت میں زمین کا مالک اس کان سے حکومت کو مطلع کرے اور اس صورت میں وہی طریقہ اس میں لایا جائے جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے اور اگر زمین کے حدود اور تھوڑے سے حصہ میں کوئی سونے یا چاندی کی کان نکلی ہو اور زمین کا مالک اس کان سے اپنے ذاتی وسائل سے اس میں موجود سونے یا چاندی کو حاصل کر سکتا ہو تو پھر اس پر یہ واجب نہیں ہے کہ وہ اس سونے یا چاندی میں سے حکومت یا بیت المال کو اس کا پانچواں حصہ ادا کرے اور یہ تب ہو گا جب حکومت ظالم اور عیاش ہو اور وہ بیت المال کی رقم کو اپنی عیاشیوں میں خرچ کرتی ہو اور بیت المال کے مصارف میں اور قییموں، بیواؤں اور محتاجوں کے حقوق ادا نہ کرتی ہو ایسی صورت میں جس کے اپنے مکان میں یا دکان میں سونے یا چاندی کی کان نکل آئے اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اس کان سے حکومت کو مطلع نہ کرے اور اس کان سے سونے یا چاندی کو حاصل کر کے بیت المال کے مصارف میں خرچ کرے اور قییموں، بیواؤں اور محتاجوں کی مدد کرے اور اگر وہ خود بہت زیادہ مستحق ہے تو وہ اس کام کے

واجب ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۷۱۰، الرتم المسلسل: ۳۳۸۵، سنن ترمذی: ۱۳۷۷، سنن ابن ماجہ: ۲۶۷۳، سنن ابوداؤد: ۳۰۸۵، مسند الحمیدی: ۱۰۷۹، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۷۱، سنن دارقطنی ج ۳ ص ۵۱، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۵۵، ج ۸ ص ۳۲۳، سنن کبریٰ: ۵۸۳۳، صحیح ابن خزیمہ: ۲۳۲۶، صحیح ابن حبان: ۶۰۰۵، مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۹، طبع قدیم، مسند احمد: ۷۲۵۳، ج ۱۲ ص ۱۹۶، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ۳۸۲۰، مکتبۃ الرشیدیہ، مصر، ۱۳۲۷ھ)

جانور کے کیے ہوئے نقصان کی ضمانت میں مذاہب فقہاء

اس حدیث میں مذکور ہے: جانور سے جو نقصان ہو اس میں تاوان نہیں ہے۔

قاضی عیاض مالکی متونی ۵۴۴ھ نے کہا ہے کہ اس پر فقہاء کا اجماع ہے کہ دن میں اگر جانور کسی کا نقصان کر دیں تو اس میں کوئی تاوان نہیں ہے جب کہ اس جانور کے ساتھ اس کا سوار یا اس کا چلانے والا نہ ہو اگر اس کے ساتھ اس کا سوار یا اس کا چلانے والا ہو تو پھر جمہور فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ اس کا سوار یا اس کا چلانے والا اس نقصان کا ضامن ہوگا اور داؤد ظاہری اور غیر مقلدین یہ کہتے ہیں کہ ہر صورت میں اس کے نقصان کا کوئی تاوان نہیں ہوگا۔ (اکمال المعلم بعلومہ مسلم ج ۵ ص ۵۵۳، دارالوفاء، ۱۳۱۹ھ)

کنویں میں اور کان میں گرنے والے کا تاوان نہ ہونا

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: دریا میں گر جائے اور بھیڑیاں تاوان نہیں ہے۔

یعنی اس کا قصاص لیا جائے گا نہ اس کی دیت ہوگی، یعنی کسی شخص نے جنگل میں گر گیا، یا کسی آبادی میں جہاں لوگوں کا گزر ہوتا ہے، پس اس میں کوئی آدمی گر گیا، یا کسی شخص نے کسی مزدور سے کہا کہ وہ اس کی زمین میں کنواں کھودے اور اس میں وہ گر گیا یا کسی شخص نے کان کھودنے کے لیے کسی کو بلایا اور وہ کان میں گر گیا، ان دونوں صورتوں میں گرنے والے شخص کا کسی پر قصاص ہے نہ دیت ہے۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۱۳۶)

نیز اس حدیث میں مذکور ہے رکاز میں پانچ حصے ہیں جب تک کہ وہ رکاز کے مصداق میں اختلاف ہے کہ وہ کان ہے یا دفینہ؟ اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

رکاز کا مصداق

رکاز کا مصداق میں اختلاف ہے، مگر سب کے نزدیک رکاز زمانہ جاہلیہ کا دفینہ ہے۔

امام بیہقی متونی ۴۵۰۰ ج ۱ ص ۱۰۰، رکاز اس میں ہے کہ وہ زمانہ جاہلیہ کا دفینہ ہے جو کسی کی ملکیت میں نہ ہو۔ (سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۵۵، کتاب الام ج ۲ ص ۲۳)

نیز امام بیہقی نے امام ابو حنیفہ سے حکایت کی ہے کہ تمام معادن یعنی تمام کانیں رکاز ہیں۔ (کتاب الآثار ج ۳ ص ۳۰۸)

امام ابو حنیفہ کی تائید میں حسب ذیل آثار ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رکاز وہ سونا ہے جس کو اللہ نے اس دن پیدا کیا جس دن اس نے زمین کو پیدا کیا تھا۔ (سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۵۲، کنز العمال: ۱۰۹۶۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رکاز وہ سونا ہے جو زمین کے ساتھ پیدا ہوتا ہے۔

(سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۵۲، الکامل لابن عدی ج ۲ ص ۸۳۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رکاز میں خمس ہے پوچھا گیا: یا رسول اللہ! رکاز کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ وہ سونا ہے جس کو اللہ نے اس دن پیدا کیا جس دن زمین کو پیدا کیا۔

(سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۵۲ کتاب السنن والاعتراف ج ۳ ص ۸۰۸)

یہ تمام احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ رکاز کان ہے نہ کہ دفینہ کیونکہ لوگ سونا چاندی دفن کرتے ہیں اس کو دفینہ کہتے ہیں اور کان وہ جگہ ہے جہاں سونا چاندی اور دیگر معدنیات پیدائشی طور پر موجود ہوتی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ رکاز کان ہے نہ کہ دفینہ۔

رکاز میں نصاب کی شرط کے متعلق مذاہب فقہاء

ہمارے نزدیک رکاز کے قلیل اور کثیر میں خمس واجب ہے اور اس میں نصاب کی شرط نہیں ہے۔ امام مالک امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک اس میں نصاب کی شرط ہے اور انہوں نے اس میں سال گزرنے کی شرط نہیں لگائی اور داؤد ظاہری نے اس میں نصاب کی اور سال گزرنے کی شرط لگائی ہے اور ہماری دلیل وہ نصوص ہیں جن میں نصاب کی شرط نہیں ہے۔

(عمدة القاری ج ۹ ص ۱۳۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۴۳۵۱۔ ج ۴ ص ۸۸۰ پر مذکور ہے اس کی شرح کے عنوانات یہ ہیں:

① جانور کے کیے ہوئے نقصان سے نقصان کا نظریہ ② جانور کے کیے ہوئے نقصان میں نقصان کا نظریہ ③ جانور کے کیے ہوئے نقصان میں نقصان کا نظریہ ④ جانور کے کیے ہوئے نقصان میں نقصان کا نظریہ ⑤ کنویں اور کان میں گرنے کا حکم ⑥ رکاز سے دفینہ مراد ہے یا معدن؟ ⑦ معدنیات کی اقسام ⑧ معدنیات میں نصاب اور سال گزرنے کی تحقیق ⑨ معدنیات کو حاصل کرنے کے اعتبار سے معدنیات کے احکام ⑩ معدنیات کا مصرف اور زمین کے اعتبار سے معدنیات کا حکم ⑪ اگر آج کل کسی کی زمین سے قدرتی گیس یا تیل نکل آئے تو اس کی خمس کی کیا مقدار ہوگی؟

۶۷۔ بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى ﴿وَالْعَرِيسُ﴾

عَلَيْهَا (التوبة: ۶۰) وَمَحَاسِبُهُ

الْمُصَدِّقِينَ مَعَ الْإِمَامِ

پر مامور لوگ (التوبة: ۶۰) اور امام کا

عالمین کا محاسبہ کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ امام اور مامورین کے مابین زکوٰۃ وصول کرنے کے سلسلے میں بھیجتے ہیں اور اسے اسے کرنا چاہیے۔

۱۵۰۰۔ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ اسْتَعْمَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِّنَ الْأَسَدِ عَلَى صَدَقَاتِ بَنِي سُلَيْمٍ يُدْعَى ابْنُ الْكَلْبِيِّ فَلَمَّا جَاءَ حَاسِبُهُ [اطراف الحديث: ۲۵۹۷-۷۱۷۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یوسف بن موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے حدیث بیان کی از والد خود از ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اسد کے ایک شخص کو بنو سلیم کے صدقات وصول کرنے پر مامور کیا اس کو ابن الکلبیہ کہا جاتا تھا جب وہ زکوٰۃ لے کر آیا تو آپ نے اس کا محاسبہ کیا۔

(صحیح مسلم: ۱۸۳۲، الرقم المسلسل: ۳۶۵۶، سنن ابوداؤد: ۲۹۳۶، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۳۹۳، مسند ابی یوسف: ۳۷۰، صحیح ابن خزیمہ: ۲۳۳۹، شرح مشکل الآثار: ۳۳۳۰، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۵۹-۱۵۸، شرح السنہ: ۱۵۶۸، مسند احمد ج ۵ ص ۳۲۳، طبع قدیم، مسند احمد: ۲۳۵۹۸-۲۳۵۹۹ ج ۳۹ ص ۷، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام بخاری نے اس باب میں اس حدیث کا مکمل متن روایت نہیں کیا، دوسرے باب میں کیا ہے، اس لیے ہم اس باب میں اس حدیث کا مکمل متن بیان کر رہے ہیں تاکہ یہ معلوم ہو کہ آپ نے عامل کا کیوں اور کس طرح محاسبہ کیا تھا۔

حدیث مذکور کا مکمل متن

حضرت ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اسد کے ایک شخص کو عامل بنایا، جس کو ابن اللہبیہ کہا جاتا تھا، عمرو نے کہا: اس کو صدقہ وصول کرنے پر عامل بنایا تھا، جب وہ واپس آیا تو اس نے کہا: یہ چیزیں آپ کے لیے ہیں اور یہ چیزیں مجھے دی گئی ہیں، پس رسول اللہ ﷺ منبر پر کھڑے ہوئے اور آپ نے اللہ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا: اس عامل کا کیا حال ہے جس کو میں (صدقہ وصول کرنے) بھیجتا ہوں اور وہ واپس آ کر یہ کہتا ہے: یہ چیزیں آپ کے لیے ہیں اور یہ چیزیں مجھے ہدیہ میں دی گئی ہیں، وہ آپ اپنے باپ یا اپنی ماں کے گھر جا کر کیوں نہ بیٹھا حتیٰ کہ ہم دیکھتے کہ پھر اس کو ہدیہ دیا جاتا ہے یا نہیں! اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں (سیدنا) محمد (ﷺ) ہیں، ان سے جو شخص جس چیز کو لے گا وہ شخص قیامت کے دن اس چیز کو اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے آئے گا، اونٹ بڑا بڑا رہا ہو گا یا گائے، اگر اس کی ہوگی یا بکری، میرا ہی ہوگی، پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے حتیٰ کہ ہم نے آپ کی دونوں بغلوں کی سفیدی دیکھی، پھر آپ نے دو مرتبہ فرمایا: اے اللہ! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۵۹۷، صحیح مسلم: ۱۸۳۲، سنن ابوداؤد: ۲۹۳۶)

عاملین زکوٰۃ سے حساب لینا اور دفعہ فقہی مسائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال، مالکی، حنفی، شافعی، حنبلی، لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ جن عاملین کو صدقات وصول کرنے کے لیے بھیجا جاتا ہے ان کے لیے اموال زکوٰۃ سے از خود کوئی چیز لینا جائز نہیں ہے، البتہ امام اور ملک کا سربراہ اپنی صواب دید سے ان کی محنت اور سعی کے اعتبار سے جو کچھ دے صرف وہ لینا ان کے لیے جائز ہے، اس لیے یہ معلوم ہوا کہ جس شخص کو مسلمان زکوٰۃ کے لیے کسی منصب پر مقرر کیا جائے، اس کی خوراک اور گزر بسر کے لیے اگر کوئی وظیفہ یا جائزہ جیسے نام قضاۃ ورائہ، خطاب، غیرہ تاہم معتقدین میں سے بعض فقہاء نے اس کو "وہ کہا ہے" ان شاء اللہ اس کا ذکر "رزق الحکام والعاملین" کے باب میں آئے گا۔

المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ عاملین کا محاسبہ کرنا جائز ہے اور محاسبہ ان کی امانت کی تصحیح پر مشتمل ہونا چاہیے، دوسرے علماء نے یہ کہا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جو عاملین کا محاسبہ کرتے تھے، یہ حدیث اس کی اصل ہے، اور حضرت عمران کا محاسبہ اس لیے کرتے تھے کہ انہوں نے دیکھا کہ عاملین کے پاس مال و دولت کی فراوانی ہے اور مال و دولت کی یہ کثرت ان کو ان کے منصب کے دوران حاصل ہوئی تھی تو انہوں نے نبی ﷺ کے اس ارشاد کی اتباع میں کہ یہ عامل اپنے باپ یا اپنی ماں کے گھر میں جا کر کیوں نہ بیٹھ گیا، پھر میں دیکھتا کہ اس کو کوئی ہدیہ دیتا ہے یا نہیں، اور اس کا معنی یہ ہے کہ اگر یہ منصب نہ ہوتا تو پھر اسے کوئی ہدیہ نہ دیتا، اور یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اجتہاد تھا اور وہ عمال کی مال و دولت کو جو ضبط کرتے تھے، اس کو بیت المال میں داخل کرتے تھے، اپنے پاس نہیں رکھتے تھے اور اس بحث کی زیادہ تفصیل ان شاء اللہ "کتاب الجہل" میں آئے گی۔

المہلب نے کہا کہ اس حدیث کے فقہی مسائل میں سے یہ ہے کہ جب عالم یہ دیکھے کہ کوئی شخص کسی تاویل سے کوئی مال حاصل کر رہا ہے اور اسے تاویل میں خطاء ہوئی ہے تو وہ لوگوں کے سامنے اس کی خطاء پر تنبیہ کرے تاکہ تمام لوگوں کو اس کی تاویل کی خطاء معلوم ہو جائے اور عامل پر لازم ہے کہ وہ قطعی دلائل سے اس کی خطاء کو بیان کرے جس طرح رسول اللہ ﷺ نے قطعی دلائل کے ساتھ ابن اللتبیہ کی خطاء کو بیان فرمایا۔

نیز اس حدیث کے فقہی مسائل میں سے یہ ہے کہ خطاء کار کی خطاء پر مذمت کرنی چاہیے۔ اور اس حدیث کے فقہی مسائل میں سے یہ ہے کہ پہلے کسی کم درجہ کے مسلمان کو کسی منصب پر فائز کرنا چاہیے پھر اس تجربہ کی روشنی میں دوسروں کو یہ منصب سونپنا چاہیے جیسے نبی ﷺ نے پہلے ابن اللتبیہ کو اس منصب پر مقرر فرمایا حالانکہ اس وقت ان سے اعلیٰ درجہ کے اصحاب بھی موجود تھے۔ (شرح ابن بطلال ج ۳ ص ۵۰۷، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے لکھا ہے:

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ نے کہا ہے کہ ابن اللتبیہ کا نام عبد اللہ ہے اور ان کی ماں کا نام معلوم نہیں ہو سکا، ان کا محاسبہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ جس نوع کے صدقات یہ وصول کر کے لائے تھے اسی نوع کے صدقات ان کے پاس پائے گئے تھے۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۸۹، دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ نے اس حدیث کی بعینہ شرح کی ہے جو علامہ ابن بطلال نے کی ہے۔ اسی طرح نواب صدیق حسن خاں متوفی ۱۳۰۷ھ نے بھی اس کی شرح کا خلاصہ لکھا ہے۔

(عمدة القاری ج ۹ ص ۱۵۰، عون الباری ج ۲ ص ۳۹۴)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۶۲۳۔ ج ۷ ص ۷۷ پر مذکور ہے، اس کی وضاحت میں دو تین سطریں لکھی گئی ہیں۔

صدقہ کی اونٹنیوں اور ان کے دودھ کو

مرفروں کے لیے استعمال کرنا

۶۸ - بَابُ اسْتِعْمَالِ الْاَنْثَىِ

وَالْبَانِيهَا لِابْنَاءِ السَّبِيلِ

۱۵۰۱ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ عَنْ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ سَامِرَ بْنَ عُرَيْبٍ أَخْبَرَنَا أَنَّ الْمَدِينَةَ لَمْ تَحْتَصِرْ بِهَمِّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ يَأْتُوا إِبِلَ الصَّدَقَةِ فَيَشْرَبُوا مِنْ الْبَانِيهَا وَأَبْوَالِهَا فَفَقَتُوا الرَّاعِيَ وَاسْتَأْفَرُوا الدَّوْدَ فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَى بِهِمْ فَقَطَعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ وَسَمَرَ أَعْيُنَهُمْ وَتَرَكَهُمْ بِالْحَرَّةِ يَعْضُونَ الْحِجَارَةَ تَابَعَهُ أَبُو قِلَابَةَ وَحُمَيْدٌ وَثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ، انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ عرینہ کے کچھ لوگوں کو مدینہ اس گیس آیا تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں اجازت دی کہ وہ صدقہ کی اونٹنیوں کے پاس جائیں اور ان کا دودھ اور ان کا پیشاب پیئیں سو انہوں نے چرواہوں کو قتل کر دیا اور اونٹنیوں کو ہنکا کر لے گئے رسول اللہ ﷺ نے ان کو بلوایا، سوان کو لایا گیا، پھر ان کے ہاتھ اور پیر کاٹ دیئے گئے اور ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری گئیں اور ان کو پتھر ملی زمین میں ڈال دیا گیا، وہ دانتوں سے پتھر کاٹ رہے تھے۔ قتادہ کی متابعت ابو قلابہ، حمید اور ثابت نے کی ہے از حضرت انس رضی اللہ عنہ۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۳۳ میں گزر چکی ہے۔

۶۹۔ بَابُ وَاسْمِ الْإِمَامِ إِبْلِ الصَّدَقَةِ بِيَدِهِ
 ۱۵۰۲۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا
 الْوَلِيدُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍو الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي
 إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ قَالَ حَدَّثَنِي النَّسَّابُ
 بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ غَدَوْتُ إِلَى
 رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي
 طَلْحَةَ لِيُخَيِّتَنِي فَوَافَيْتُهُ فِي يَدِهِ الْيَمِينِ بِاسْمِ إِبْلِ
 الصَّدَقَةِ.

صدقہ کے اونٹوں پر امام کا اپنے ہاتھ سے داغ لگانا
 امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے
 حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الولید نے حدیث بیان کی
 انہوں نے کہا: ہمیں ابو عمرو الاوزاعی نے حدیث بیان کی انہوں
 نے کہا: مجھے اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ نے حدیث بیان کی
 انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان
 کی کہ میں صبح کو رسول اللہ ﷺ کے پاس عبد اللہ بن ابی طلحہ کو لے
 کر گیا تاکہ آپ اس کو گھٹی کھلائیں جب میں گیا تو اس وقت آپ
 کے ہاتھ میں داغ لگانے کا آلہ تھا اور آپ صدقہ کے اونٹوں کو
 داغ لگا رہے تھے۔

[اطراف الحدیث: ۵۵۳۲-۵۸۲۳] (شرح السنہ: ۸۱۲) سند

احمد ج ۳ ص ۲۵۳ طبع قدیم سند احمد: ۳۶۶۳ ج ۱۲ ص ۲۳۵ مؤسسہ

الرسالة: بیروت

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابراہیم بن المنذر ابو اسحاق الحزازی القرشی الاسدی ر ۲، وید بن اسم بن حبس الاموی، قرشی یہ ۱۹۵ھ میں فوت ہو گئے
 تھے (۳) ابو عمرو الاوزاعی ان کا نام عبد الرحمن بن عمرو ہے (۴) اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ ان کا نام زید بن کھل انصاری ہے یہ
 حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بھتیجے ہیں ان کی کنیت ابو یحییٰ ہے (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۱۵۲)
 گھٹی دینے کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں گھٹی دینے کا ذکر ہے اس کا معنی ہے: کھجور یا اس کی مثل کوئی چیز چبا کر نوزائیدہ بچہ کے منہ میں اس طرح دینا کہ
 وہ اس کے لعاب کے ساتھ مخلوط ہو کر اس کے حلق میں چلی جائے۔

علامت کے بے جانوروں کے جسم پر داغ لگانے کے جو: یا استحباب میں مذاہب فقہاء

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جانور کو داغ لگانا مباح ہے بعض شافعی علماء نے کہا ہے: زکوٰۃ اور جزیہ کے جانوروں کو داغ لگانا
 مستحب ہے اور دوسرے جانوروں میں جائز ہے اور مستحب یہ ہے کہ بکری کے کانوں میں داغ لگایا جائے اور اونٹوں اور گایوں کی
 رانوں کی جڑوں میں داغ لگایا جائے امام احمد اور امام ابن ماجہ کی ایک روایت میں ہے کہ بکری کے کانوں میں داغ لگایا جائے آدمی کو
 داغنا مکروہ ہے اور آدمی کے علاوہ کسی جانور کے چہرے پر داغ لگانا مکروہ ہے داغ لگانے کا فائدہ یہ ہے کہ ایک جانور دوسرے جانور
 سے ممتاز ہو جائے تاکہ جو آدمی اس جانور کو پکڑ لے وہ اس داغ کے نشان سے اس کو پہچان کر اس کو واپس کر دے اور مستحب یہ ہے کہ
 زکوٰۃ اور صدقہ کے جانوروں میں داغ لگایا جائے ابن الصباغ وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ داغ لگانے کی صحت اور اباحت پر صحابہ کا اجماع
 ہے۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۱۵۳)

شوافع کا فقہاء احناف پر یہ افتراء کہ وہ داغ لگانے سے منع کر کے حدیث کی مخالفت کرتے ہیں حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اور ابن الصباغ شافعی سے منقول اجماع صحابہ میں فقہاء احناف کے خلاف حجت ہے جو داغ لگانے کو مکروہ کہتے ہیں کیونکہ نبی ﷺ نے بالعموم مثلہ کرنے سے منع فرمایا ہے اور چونکہ نبی ﷺ کا جانور کو داغ لگانا حدیث مذکور سے ثابت ہے اس لیے ممانعت کے عموم سے ضرورت کے مواقع پر اس کی تخصیص کی جائے گی جیسا کہ بچوں کے لیے ختنہ کرنا سنت ہے حالانکہ اس میں ایک عضو کے کچھ حصہ کو کاٹا جاتا ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۹۰ دار المعرفۃ بیروت ۱۳۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی اس کے جواب میں لکھتے ہیں: ہمارے فقہاء نے جانوروں کے داغ لگانے کو مکروہ نہیں کہا بلکہ انہوں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ علامت کے لیے جانوروں کے داغ لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس میں منفعت ہے اسی طرح کسی بیماری میں بچوں کے داغ لگانا بھی جائز ہے کیونکہ یہ دوا اور علاج ہے۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۱۵۳)

جانوروں پر داغ لگانے کے ثبوت میں فقہاء احناف کی عبارات

میں کہتا ہوں کہ جن فقہاء احناف نے جانوروں کے داغ لگانے کو جائز کہا ہے ان کی عبارات حسب ذیل ہیں:

علامہ حسن بن منصور الاوجندی، الغرغری، المحمّد المعروّض، قاضی خوارزمی، المتوفی ۵۹۲ھ لکھتے ہیں:

ہے ارض ضرر دیتے ہوں تو ان میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اسی طرح جانور میں کوئی حرج نہیں ہے اور بکریوں کو داغ لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس میں منفعت ہے۔ علامہ ابن سنی نے بیماری میں علاج کے لیے لوہا گرم کر کے داغ لگانا بھی جائز ہے۔ (فتاویٰ قاضی خاں ج ۳ ص ۳۱۰-۳۰۹ علی حاشیہ البندیہ امیر یہ کبریٰ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ)

علامہ محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ، التواری المتوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں:

اگر بچوں کو کوئی بیماری ہو تو ان کو لوہا گرم کر کے داغ لگا۔ اس میں حرج نہیں ہے۔ کیونکہ یہ دوا ہے اور لڑکیوں کے کان چھیدنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے میر خیرانکا لے کیا جا۔

(المحیط البرہانی ج ۸ ص ۹۵، إدارة القرآن کراچی ۱۳۲۳ھ)

ملاحظہ! الدین مرتب فتاویٰ عالمگیری متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں:

بچوں پر گرم لوہا سے داغ لگانا جائز ہے۔ اسی طرح جانوروں میں بھی جائز ہے۔ اسی طرح لوہے سے داغ لگانا بھی جائز ہے۔ اسی طرح حیرے سے داغ لگانا بھی جائز ہے۔ اسی طرح قنادی عتابیہ میں ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری ج ۵ ص ۳۵۶، مشبہ امیر یہ کبریٰ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کو چاہیے تھا کہ وہ فتح الباری میں فقہاء احناف پر حدیث کی مخالفت کرنے کی تہمت لگانے سے پہلے فقہاء احناف کی مذکورہ عبارات کو دیکھ لیتے!

غیر مقلدین کا فقہاء احناف پر افتراء کہ وہ جانوروں پر داغ لگانے سے منع کرتے ہیں

اسی طرح غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خان بھوپالی نے بھی حافظ ابن حجر عسقلانی کی دیکھا دیکھی لکھا ہے:

اس باب کی حدیث ان فقہاء احناف کے خلاف حجت ہے جنہوں نے مثلہ کی ممانعت کی وجہ سے جانوروں کے داغ لگانے کو مکروہ کہا ہے حالانکہ یہ نبی ﷺ سے ثابت ہے اس کے بعد وہی حافظ ابن حجر کی عبارت ہے۔

(عون الباری ج ۲ ص ۳۹۵ دار الرشید، حلب، سوریا)

اسی طرح دوسرے غیر مقلد عالم شیخ وحید الزمان نے لکھا ہے:

معلوم ہوا کہ جانور کو کسی ضرورت سے داغ دینا درست ہوا اور رد ہوا حنفیہ کا جنہوں نے داغ دینا مکروہ اور اس کو مثلہ سمجھا

ہے۔ منہ (مسیر الباری ج ۲ ص ۱۰۳ نعمانی کتب خانہ لاہور)

ہم نے جو فقہاء احناف کی ٹھوس عبارات نقل کی ہیں ان سے آفتاب سے زیادہ روشن ہو گیا کہ ان لوگوں کا یہ کہنا سراسر جھوٹ

ہے اور احناف پر افتراء ہے کاش! یہ لوگ احناف کے بغض میں اندھے ہو کر جھوٹ کی غلاظت کا یہ ٹوکرا اپنے سروں پر نہ سجاتے!

صحابہ کا رسول اللہ ﷺ کے لعاب سے برکت حاصل کرنا

المہلب وغیرہ نے لکھا ہے کہ نبی ﷺ کے ہاتھ میں داغ لگانے کا آلہ تھا اس سے معلوم ہوا کہ امام اور سربراہ کو ایسا آلہ رکھنا

چاہیے اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب بچہ پیدا ہو تو اسے نیک (اور صحت مند جو بیمار نہ ہوں) بزرگوں کے پاس لے جانا چاہیے

تاکہ وہ اس کو گھسی کھلائیں اور اس کے لیے برکت کی دعا کریں رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں صحابہ کرام اپنے نومولود بچوں کو رسول

اللہ ﷺ کے پاس اس لیے لے جاتے تھے کہ انہیں آپ کے لعاب مبارک اور آپ کے ہاتھوں کے لمس اور آپ کی دعا کی برکت

حاصل ہو اور اس حدیث میں زیادہ اجر کے حصول کے لیے مشقت والے کام کرنے کا ثبوت ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۵۰۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

یہ عبارت حافظ ابن حجر عسقلانی اور حافظ بدرالدین عینی: نقل ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۹۰ عمدة القاری ج ۹ ص ۱۵۳)

صدقہ فطر کا فرض ہونا

۷۰۔ بَابُ فَرَضِ صَدَقَةِ الْفِطْرِ

اس صدقہ کی اضافت فطر کی طرف سے لے لی گئی ہے کہ نماں کے روز ۱۰، عید کے دن جو افطار کی نعت حاصل ہوتی

ہے اس کے سبب سے یہ صدقہ فرض کیا گیا ہے۔ میں نے اس کی رزح حسب امور بیان کیے ہیں:

صدقہ فطر کی تعریف، حکم، شرط، رکن اور مسائل

(۱) یہ صدقہ مسلمانوں پر رحم کرنے کے لیے اپنے مال سے دیا جاتا ہے تاکہ فقراء اور مساکین کو بھی عید کی خوشی میں شامل کیا جائے۔

(۲) بہ کثر احادیث میں اس صدقہ کے ادا کرنے کو حسب پر واجب قرار دیا گیا ہے۔

(۳) یہ صدقہ ان کے لئے رکن ہے، ادا کرنا اس کی تکلیف صاف ہے۔ مذہب:

(۴) اس سے وجوب شرائط یہ ہیں: مسکین ہونا، آزاد ہونا، صاحب نصاب یعنی: دانا۔

(۵) اس کا رکن یہ ہے کہ کسی ایسے شخص کو اس کا مالک بنایا جائے جو فقیر غیر صاحب نصاب ہو اور ہاشمی نہ ہو۔

(۶) اس کے جواز کی شرط یہ ہے کہ اس کا مصرف فقیر ہو۔

(۷) صدقہ فطر کا ادا کرنا جن کی طرف سے واجب ہے: باپ پر واجب ہے کہ وہ اپنے نابالغ غیر صاحب نصاب بچوں کی طرف سے

صدقہ فطر ادا کرے اور مالک پر واجب ہے کہ وہ اپنے غلام، مدد اور ام ولد کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرے۔

(۸) جن کی وجہ سے صدقہ فطر واجب ہے وہ مذکور الصدر ہیں بیوی کی طرف سے صدقہ فطر واجب نہیں ہے۔

(۹) صدقہ فطر ادا کرنے کی مقدار: دو کلو گندم یا چار کلو گرم ہو، کھجور یا کشمش یا ان کی قیمت۔

(۱۰) صدقہ فطر کے وجوب کا وقت: وہ عید کے دن فجر صادق کے طلوع کا وقت ہے۔

(۱۱) صدقہ فطر ادا کرنے کا مستحب وقت: ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ وہ عید کے دن فجر کی نماز کا وقت ہے عید کی نماز کے لیے جانے سے پہلے۔

(۱۲) امام ابوحنیفہ کے نزدیک عید الفطر کے دن سے پہلے بھی صدقہ فطر کو ادا کرنا جائز ہے ایک سال اور دو سال پہلے بھی۔ خلف بن ایوب سے روایت ہے کہ ایک ماہ پہلے اور ایک قول ہے: ایک یا دو دن پہلے۔

(۱۳) اس کی ادائیگی کا وقت عید کا پورا دن ہے اور عید کے دن کے بعد اس کی قضاء کرنا واجب ہے۔

(عمدة القاری ج ۹ ص ۱۵۳-۱۵۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

وَرَأَى أَبُو الْعَالِيَةِ وَعَطَاءُ وَابْنُ سِيرِينَ صَدَقَةَ الْفِطْرِ فَرِيضَةً. اور ابو العالیہ عطاء اور ابن سیرین کے نزدیک صدقہ فطر فرض ہے۔

اس تعلیق کی اصل میں حسب ذیل اثر مروی ہیں:

عاصم بیان کرتے ہیں کہ ابو العالیہ اور ابن سیرین نے کہا: صدقہ فطر فرض ہے۔

(معنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۸۶، مجلس علمی بیروت، معنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۷۵، دار الکتب العلمیہ بیروت)

صدقہ فطر کے حکم میں مذاہب ائمہ اور امام اعظم کے مذہب پر دلیل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

صدقہ فطر کے حکم میں اختلاف ہے کہ آیا یہ فرض ہے یا واجب۔

امام مالک، امام شافعی اور امام احمد نے کہا ہے کہ صدقہ فطر فرض ہے اور ہمارے اصحاب فقہاء احناف نے کہا ہے کہ صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے اور ایک جماعت نے کہا کہ صدقہ کا ادا کرنا سنت ہے اور یہ امام مالک سے ایک روایت ہے اور ایک قول یہ ہے کہ صدقہ فطر ادا کرنا اچھا کام ہے اور مستحب۔ اس کے بعد:

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ زکوٰۃ کا نازل ہونے سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم دیا اور جب زکوٰۃ کا حکم نازل ہو گیا تو پھر آپ نے صدقہ فطر کا حکم دیا اور نہ اس سے منع کیا اور ہم صدقہ فطر ادا کرتے تھے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۸۲۸، سنن نسائی: ۲۵۰۲)

صدقہ فطر نیز کیونکہ فرض ہے اور اس کا ثبوت قطعی ہوا ہے۔ نقل۔ دلالت بھی قطعی ہو اور صدقہ فطر واجب ہے اور یہی اس باب میں امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے۔

(عمدة القاری ج ۹ ص ۱۵۵-۱۵۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۵۰۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ الشَّكَنِ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَهْضَمٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ نَافِعٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن محمد بن الشکن نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جہضم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از عمر بن نافع از والد خود از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے عید الفطر کی زکوٰۃ فرض کی ایک صاع

صَاعًا مِّنْ شَعِيرٍ، عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ، وَالذَّكَرِ (چار کلو گرام) کھجوریں یا چار کلو گرام بکری، مسلمانوں میں سے ہر غلام وَالْأُنْثَى، وَالصَّغِيرَ وَالْكَبِيرَ، مِنَ الْمُسْلِمِينَ، وَأَمَرَ بِهَا اور آزاد پر ہر مرد اور عورت پر اور ہر چھوٹے اور بڑے پر اور آپ أَنْ تُؤَدَّى قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ۔ نے یہ حکم دیا کہ لوگوں کے نماز کی طرف جانے سے پہلے اس کو ادا [اطراف الحدیث: ۱۵۰۳-۱۵۰۴-۱۵۰۹-۱۵۱۱-۱۵۱۲] کر دیا جائے۔

(صحیح مسلم: ۹۸۳، الرقم السلسل: ۲۲۳۲، سنن ابوداؤد: ۱۶۱۱، سنن ترمذی: ۶۷۶، سنن نسائی: ۲۵۰۳-۲۵۰۲، سنن ابن ماجہ: ۱۸۲۶، صحیح ابن خزیمہ: ۲۳۰۳، سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۶۰، سنن کبریٰ: ۲۲۸۳، سنن دارقطنی ج ۲ ص ۱۳۹، مسند احمد ج ۲ ص ۵۵، طبع قدیم مسند احمد: ۵۱۷۴، ج ۹ ص ۱۵۹، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع السانید لابن جوزی: ۳۳۸۵، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۴۲۷ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) یحییٰ بن محمد السکن ابن حبیب ابو عبد اللہ البزار القرشی (۲) محمد بن جہضم بن عبد اللہ ابو جعفر الشافعی (۳) اسماعیل بن جعفر بن کثیر ابو ابراہیم الانصاری (۴) عمر بن نافع مولیٰ عبد اللہ بن عمر (۵) ان کے والد نافع (۶) حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما۔

(عمدة القاری ج ۹ ص ۱۵۵)

اس حدیث کی اس باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ۱۲، جملہ میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے عید الفطر کی زکوٰۃ فرض کی۔

احکام شرعیہ کا رسول اللہ ﷺ کی طرف سفوض ہونا اور صدقہ فطر کے وجوب کی دلیل

اس حدیث میں مذکور ہے: رسول اللہ ﷺ نے عید الفطر کی زکوٰۃ فرض کی، حاتمہ بن عمر ابن عبد البر مالکی متوفی ۵۴۶ھ نے کہا: اس حدیث میں فرض کے دو معنی ہیں: ایک یہ ہے کہ آپ نے زکوٰۃ فطر کو واجب کیا، دوسرا معنی یہ ہے کہ آپ نے زکوٰۃ فطر کو اندازہ سے مقرر کیا اور پہلا معنی زیادہ ظاہر ہے۔ (تذیب ابن عبد البر ج ۵ ص ۱۰۰، دارالکتب العلمیہ: ۱۴۱۵ھ)

میں کہتا ہوں کہ ان دونوں معنی میں۔۔۔ جبراً زکوٰۃ کا ارادہ بھی یا پھر اس حدیث سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ احکام شرعیہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سفوض ہیں، آپ مراد سے اس حدیث میں ہر دو آپ ﷺ تعالیٰ کی اور منشاء پر مطلع ہو کر جس چیز کو چاہتے ہیں فرض یا واجب کر دیتے ہیں اور جس چیز کو چاہتے ہیں مکروہ یا حرام کر دیتے ہیں۔

اس سلسلہ میں حسب ذیل حدیث بھی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے روزہ داران فقوہوں اور بے حیائی کے لوگوں سے پاکیزگی اور مساکین کو۔۔۔ ناکھال کے پ زکوٰۃ فطر فرض کیا اور اس نے اس کو عید کی نماز سے پہلے ادا کیا، یہ تو یہ زکوٰۃ فطر ہے، جس نے اس کو نماز کے بعد ادا کیا تو یہ صدقات میں سے ایک صدقہ ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۰۹)

جو بچہ عید کے دن پیدا ہوا اس کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنے کے وجوب میں مذاہب فقہاء

حافظ ابو عمر ابن عبد البر مالکی متوفی ۵۴۶ھ لکھتے ہیں:

اللیث نے کہا ہے کہ جب کوئی بچہ نماز عید کے بعد پیدا ہو تو اس کے باپ پر اس کی طرف سے زکوٰۃ فطر ادا کرنا لازم ہے، اور اگر کوئی نصرانی اس وقت مسلمان ہو تو اس پر زکوٰۃ فطر دینا مستحب ہے، لیکن واجب نہیں ہے۔ امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کا اس پر اتفاق ہے کہ عید کے دن طلوع فجر کے ساتھ صدقہ فطر واجب ہو جاتا ہے، امام شافعی کے نزدیک عید کے دن غروب آفتاب تک جو بچہ پیدا ہو جائے اس کی طرف سے بھی صدقہ فطر واجب ہو جاتا ہے، لیکن جو غروب آفتاب کے بعد پیدا ہوا اس کی طرف سے صدقہ فطر

واجب نہیں ہوتا۔

اسی طرح اشہب نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ عید کے دن غزوہ بدر آفتاب تک جو بچہ پیدا ہو اس کی طرف سے صدقہ فطر واجب ہو جاتا ہے۔ (اتمید ج ۵ ص ۵۲۹ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ)

کتنے مال کی ملکیت پر صدقہ فطر واجب ہوتا ہے اس میں مذاہب فقہاء

حافظ ابو عمر ابن عبدالبر مالکی کہتے ہیں کہ امام طحاوی نے ذکر کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا ہے کہ جس شخص کے لیے زکوۃ لینا جائز ہے اس پر صدقہ فطر ادا کرنا واجب نہیں ہوتا اور جو شخص ساڑھے باون تولہ چاندی کا مالک نہ ہو اس کے لیے صدقہ فطر لینا جائز ہے امام شافعی نے کہا ہے کہ جس شخص کے پاس اپنی اور اپنے زیر کفالت افراد کی ایک دن کی خوراک ہو اس پر اپنی طرف سے اور اپنے زیر کفالت افراد کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا لازم ہے اور اگر اس کے پاس ایک دن کی خوراک نہیں ہے تو اس پر صدقہ فطر ادا کرنا لازم نہیں ہے۔ امام مالک نے کہا ہے کہ جس کے پاس پندرہ دن یا ایک ماہ کی خوراک ہو اس پر صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے۔ (اتمید ج ۵ ص ۵۳۰ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ)

بیوی کا صدقہ فطر شوہر پر لازم ہونے میں مذاہب فقہاء

حافظ ابن عبدالبر لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا صدقہ فطر ادا کرے گی یا اس کا شوہر اس کی طرف سے ادا کرے گا!

امام مالک امام شافعی امام احمد لیث اور اسحاق نے یہ کہا ہے کہ خاوند پر لازم ہے کہ جس طرح وہ اپنا صدقہ فطر ادا کرتا ہے اسی طرح اپنی بیوی کی طرف سے بھی صدقہ فطر ادا کرے صدقہ فطر اس پر بھی واجب ہے اور اس کے زیر کفالت جتنے افراد ہیں ان کا صدقہ فطر ادا کرنا بھی اس پر لازم ہے۔

سفیان ثوری امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ خاوند پر صرف یہ واجب ہے کہ وہ اپنی بیوی کو کھانا کھلائے اس پر یہ بھی واجب نہیں ہے کہ وہ اپنی بیوی کے خادم کو کھانا کھلائے اور بیوی پر واجب ہے کہ وہ اپنا صدقہ فطر بھی ادا کرے اور اپنے خادم کا صدقہ فطر بھی ادا کرے انہوں نے کہا ہے کہ مرد پر صرف یہ واجب ہے کہ وہ اپنے چھوٹے بچوں اور اپنے غلام کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرے ان کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد پر صدقہ فطر فرض کیا ہے اور چھوٹے اور آزاد اور غلام پر پس نورت پر لگ صدقہ سروا جب ہے مرد مالک واجب ہے اور غلام کی مالک مالک نہیں ہوتا اس لیے ان کا صدقہ فطر اس کے مالک پر واجب ہوگا اور چھوٹے بچے اس کے تابع ہیں اور بڑوں کی ذمہ داری ان پر نہیں ہے۔

(اتمید ج ۵ ص ۵۳۲-۵۳۱ ملخصاً دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ)

صدقہ فطر کا تمام مسلمانوں پر واجب ہونا

۷۱۔ بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ عَلَى الْعَبْدِ

حتیٰ کہ غلاموں اور باندیوں پر بھی

وَعَبْدِهِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ

اس عنوان پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ غلام اور باندیاں تو کسی چیز کے مالک نہیں ہوتے ان پر صدقہ فطر کیسے واجب کیا گیا ہے؟ اس کے دو جواب ہیں ایک یہ ہے کہ جس طرح ان کو نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے کی قدرت ہے اسی طرح ان کو محنت مزدوری کر کے صدقہ فطر ادا کرنے کی بھی قدرت ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ ان کا مالک ان کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرے گا۔

۱۵۰۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَضَ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ عَلَى كُلِّ حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى مِنَ الْمُسْلِمِينَ.

اس کی شرح گزشتہ حدیث: ۱۵۰۳ میں گزر چکی ہے۔

۷۲ - بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ صَاعٌ مِنْ شَعِيرٍ

۱۵۰۵ - حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عِيَّاضِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ كُنَّا نَطْعِمُ الصَّدَقَةَ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ.

اس حدیث کی شرح بھی حدیث: ۱۵۰۳ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۷۳ - بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ

صَاعًا مِنْ طَعَامٍ

اس عنوان میں ”طعام“ کا لفظ ہے، ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ”طعام“ سے مراد گندم ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ صحیح البخاری: ۱۵۱۰ میں خود حضرت ابوسعید کی تصریح ہے۔ طعام جو کشتہ سے اکھڑا ہے۔

۱۵۰۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عِيَّاضِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ بِنِ اسْمِ سَرِّحِ الْعَامِرِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ فَرَضَ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ عَلَى كُلِّ حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى مِنَ الْمُسْلِمِينَ.

امام شافعی نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ چار کلو گندم صدقہ فطر دیا جائے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک دو کلو گندم دیے جائیں جیسا کہ حدیث: ۱۵۰۷ میں ہے۔ مختلف اجناس سے صدقہ فطر دینے کی حکمت ہم ان شاء اللہ صدقہ فطر کی احادیث کے اخیر میں بیان کریں گے۔

۷۴ - بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ

۱۵۰۷ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ قَالَ أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ ﷺ نے زکوٰۃ فطر فرض کی کھجوروں سے چار کلو گرام اور جو سے چار کلو گرام پھر مسلمانوں میں سے ہر آزاد اور غلام پر اور ہر مرد اور عورت پر۔

جو سے چار کلو گرام صدقہ فطر ادا کرنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیسہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از زید بن اسلم از عیاض بن عبد اللہ از حضرت ابی سعید رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا: ہم چار کلو گرام جو صدقہ کھلاتے تھے۔

چار کلو گرام ط. زیادہ سے اناج سے

صدقہ فطر ادا کرنا

اس عنوان میں ”طعام“ کا لفظ ہے، ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ”طعام“ سے مراد گندم ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ صحیح البخاری: ۱۵۱۰ میں خود حضرت ابوسعید کی تصریح ہے۔ طعام جو کشتہ سے اکھڑا ہے۔

۱۵۰۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عِيَّاضِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ بِنِ اسْمِ سَرِّحِ الْعَامِرِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ فَرَضَ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ عَلَى كُلِّ حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى مِنَ الْمُسْلِمِينَ.

امام شافعی نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ چار کلو گندم صدقہ فطر دیا جائے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک دو کلو گندم دیے جائیں جیسا کہ حدیث: ۱۵۰۷ میں ہے۔ مختلف اجناس سے صدقہ فطر دینے کی حکمت ہم ان شاء اللہ صدقہ فطر کی احادیث کے اخیر میں بیان کریں گے۔

۷۴ - بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ

۱۵۰۷ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ قَالَ أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِزَكَاةِ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ. قَالَ عَبْدُ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فَجَعَلَ النَّاسُ عِدْلَهُ مَذِينٍ مِنْ حِنْطَةٍ.

نافع کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی ﷺ نے صدقہ فطر میں چار کلو گرام کھجور دینے کا حکم دیا یا چار کلو گرام جو دینے کا حکم دیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: پس لوگوں نے دو کلو گرام گندم کو اس کے برابر قرار دے دیا۔

(صحیح مسلم: ۹۸۳، رقم المسلسل: ۲۲۳۵، سنن ابوداؤد: ۳۲۳۵، سنن ترمذی: ۶۷۵، سنن نسائی: ۲۵۰۱-۲۵۰۰، سنن کبریٰ: ۲۲۹۲-۲۲۹۱، صحیح ابن خزیمہ: ۲۳۹۵، مسند الحمیدی: ۷۰۱، صحیح ابن حبان: ۳۳۰۰، سنن دارقطنی ج ۲ ص ۱۳۹، المستدرک ج ۱ ص ۳۰۹، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۶۲، شرح السنن: ۱۵۹۳، مسند احمد ج ۲ ص ۵، طبع قدیم، مسند احمد: ۳۳۸۶، ج ۸ ص ۶۶، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

گندم سے صدقہ فطر دینے میں گندم کی مقدار چار کلو گرام سے یا دو کلو گرام؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

گندم سے صدقہ فطر دینے میں گندم کی مقدار میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک دو کلو گرام گندم دیے جائیں گے کیونکہ اس حدیث میں نصف صاع گندم دینے کا ذکر ہے اور نصف صاع دو کلو گرام کے برابر ہیں اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک چار کلو گندم دی جائے گی کیونکہ صحیح البخاری: ۱۵۰۶، ایک صاع طعام دینے کا ذکر ہے اور ایک صاع چار کلو گرام کے برابر ہے اور طعام سے مراد ان کے نزدیک گندم، کیونکہ عرف میں ط گندم کہتے ہیں۔

(عمدة القاری ج ۹ ص ۱۶۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

ایک صاع (چار کلو) گندم صدقہ فطر دینے کی تائید میں ائمہ ثلاثہ کی احادیث اور ان کا جواب

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں چار کلو گندم یا چار کلو طعام یا چار کلو پنیر یا چار کلو کھجور یا چار کلو شیش صدقہ فطر نکالتے تھے ہم اسی طرح صدقہ فطر نکالتے رہے حتیٰ کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حج یا عمرہ کے لیے گئے۔ انہوں نے لوگوں سے سنا کہ ہم کیا اور انہوں نے اپنے کلام میں یہ کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ شام کے دو کلو گندم چار کلو کھجوروں کے برابر ہیں پھر لوگوں نے اس پر عمل کرنا شروع کر دیا تب حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تو ہمیشہ چار کلو طعام ہی دیتا رہا ہوں۔ گاجہ۔ میں زندہ ہوں۔

(سنن ابوداؤد: ۱۶۱۶، سنن نسائی: ۲۵۱۱، سنن ابن ماجہ: ۱۸۲۹)

امام ابو داؤد۔ ابی بن رو۔ اس چار کلو طعام کی بلکہ چار کلو گندم سے یہ روایت منقول ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: میں ہمیشہ چار کلو طعام نکالتا رہا ہوں گا ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد میں ایک صاع (چار کلو) کھجور یا پنیر یا کشمش نکالتے تھے اس روایت میں سفیان نے آٹے کا اضافہ کیا۔

امام ابوداؤد نے یہ کہا: یہ اضافہ ابن عیینہ کا وہم ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۱۸)

میں کہتا ہوں کہ حدیث میں چار کلو طعام کا ذکر ہے اس سے ائمہ ثلاثہ کا گندم مراد لینا بلا دلیل ہے، ثانیاً جن روایات میں طعام کی جگہ گندم یا آٹے کا ذکر ہے امام ابوداؤد نے ان کو راوی کا وہم قرار دیا ہے لہذا حدیث سے صدقہ فطر میں چار کلو گندم کی مقدار ثابت نہیں ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی نصف صاع (دو کلو گندم) صدقہ فطر کے متعلق احادیث

امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث بھستانی متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن ثعلبہ بن ابی صعیر اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک صاع (چار کلو گرام) گندم (صدقہ فطر) ہر دو آدمیوں پر ہے، خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے، آزاد ہوں یا غلام، مرد ہوں یا عورت، رہا تم میں سے غنی تو اللہ اس کے باطن کو پاک کرے گا، رہا تم میں سے فقیر تو وہ جتنا دے گا اللہ اس سے زیادہ اس پر لوٹا دے گا۔ (سنن ابو داؤد: ۱۶۱۹)

عبد اللہ بن ثعلبہ بن صعیر اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے، پس آپ نے صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم دیا: ایک صاع (چار کلو) کھجور یا چار کلو جو ہر ایک فرد کی طرف سے، علی نے اپنی حدیث میں یہ اضافہ کیا: یا ایک صاع (چار کلو) گندم دو آدمیوں کی طرف سے، ہر چھوٹے اور بڑے کی طرف سے اور ہر آزاد اور غلام کی طرف سے۔ (سنن ابو داؤد: ۱۶۲۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بصرہ میں منبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: اپنے روزوں کا صدقہ نکالو، پس گویا کہ لوگوں کو علم نہیں تھا، پس فرمایا: یہاں اہل مدینہ میں سے کون ہیں؟ تم اپنے بھائیوں کی طرف کھڑے ہو، پس ان کو تعلیم دو، پس بے شک وہ نہیں جانتے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ صدقہ فرض کیا ہے، ایک صاع کھجور، ایک صاع، نصف صاع (دو کلو گرام) گندم، ہر آزاد یا غلام پر، مرد یا عورت پر، چھوٹے یا بڑے پر، پھر جب حضر علی رضی اللہ عنہ آئے اور... قیمت میں... تو فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم پر وسعت کر دی ہے، پس اگر تم ہر جنس سے ایک صاع (چار کلو) دو تو یہ... سنن... ۱۵۷... مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۷۰... سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۶۸... مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۸... طبع قدیم مسند احمد: ۲۰۱۸... مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقہ فطر... رنے کا حکم دیا، ایک صاع کھجور یا ایک صاع کشمش یا ایک صاع جو یا دو کلو گندم، ہر شہری، ہر دیہاتی، ہر چھوٹے اور بڑے پر یا... آزاد اور غلام پر۔ (سنن دارقطنی: ۲۰۶۲، دار المعرفۃ: ۱۳۲۲ھ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صدقہ فطر ایک صاع کھجور یا ایک صاع... کلو گندم ہے، ہر صغیر اور کبیر، ہر آزاد اور... ہر مکہ کی طرف سے۔ سنن دارقطنی: ۲۰۶۲، دار المعرفۃ: ۱۳۲۲ھ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمد میں لوگ... نظر نکالتے تھے، یہ صاع کھجور یا ایک صاع کشمش، پس جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت آیا اور گندم زیادہ ہو گئی تو آپ نے ان چیزوں کا بدل نصف صاع گندم کر دیا۔ (سنن دارقطنی: ۲۰۷۰، سنن ابو داؤد: ۱۶۱۳)

امام ابو داؤد کی روایت کردہ حدیث اس طرح ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں لوگ صدقہ فطر نکالتے تھے، ایک صاع جو یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع کشمش، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت آیا اور گندم بہ کثرت ہو گئی تو آپ نے ان دو چیزوں کا بدل نصف صاع (دو کلو) گندم کو کر دیا۔ (سنن ابو داؤد: ۱۶۱۳، سنن نسائی: ۲۵۱۵)

عبد اللہ بن ثعلبہ بن صعیر اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صدقہ فطر ادا کرو، ایک صاع

کھجور یا ایک صاع جو یا نصف صاع (دو کلو) گندم ہر چھوٹے یا بڑے سے یا ہر مرد یا عورت سے یا ہر آزاد اور غلام سے۔

(سنن دارقطنی: ۲۰۷۸، مصنف عبدالرزاق: ۵۷۸۵، مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۲، سنن ابوداؤد: ۱۶۲۱، اس حدیث کی سند قوی ہے)

عبداللہ بن ثعلبہ بن ابی صعیر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عید سے ایک دن یا دو دن پہلے خطبہ دیا، پس فرمایا: صدقہ فطر ہر ایک شخص کی طرف سے دو کلو گندم ہے یا اس کے علاوہ دوسرے طعام سے چار کلو ہے۔

(سنن دارقطنی: ۲۰۸۶، دارالعرفہ بیروت: ۱۳۲۲ھ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: صدقہ فطر نصف صاع (دو کلو) گندم یا ایک صاع کھجور ہے ہر چھوٹے اور بڑے اور ہر آزاد اور غلام کی طرف سے۔ (سنن دارقطنی: ۲۰۸۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: زکوٰۃ الفطر ہر آزاد اور غلام پر، مرد اور عورت پر، چھوٹے اور بڑے پر، فقیر اور غنی پر، ایک صاع کھجور یا نصف صاع (دو کلو) گندم ہے۔ (سنن دارقطنی: ۲۰۹۱، مصنف عبدالرزاق: ۵۷۶۱)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: جس کے پاس نصف صاع (دو کلو) گندم ہو وہ صدقہ کرے یا ایک صاع جو ہو یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع آٹا ہو یا ایک صاع کشمش ہو۔

(سنن دارقطنی: ۲۰۹۲، اس کی سند میں سلیمان بن ارقم مترک الحدیث ہے)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہر مسلمان صدقہ فطر خواہ چھوٹا ہو یا بڑا، آزاد ہو یا غلام، دو کلو گندم ہے یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو۔ (سنن دارقطنی: ۲۱۰۰، مصنف عبدالرزاق: ۵۷۷۰، عم الاصول: ۷۰۰، طبرانی کی سند میں ایک ضعیف راوی ہے جس کا نام جعفر بن محمد ہے، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۸۱)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دو کلو گندم یا ایک صاع کھجور یا جو (صدقہ فطر ہے)۔

(سنن دارقطنی: ۲۱۰۱، مصنف عبدالرزاق: ۵۷۷۹، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۶)

ابو قتادہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے اس نے فرمایا: رت ابو مدیق: صدقہ فطر (صدقہ فطر) پہنچایا۔

(سنن دارقطنی: ۲۱۰۳، مصنف عبدالرزاق: ۵۷۷۶، ۵۷۷۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۶)

ابو قتادہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے ایک شخص نے فرمایا: کہ میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دو آدمیوں کی طرف سے چار کلو

گندم (صدقہ فطر) پہنچایا۔ (سنن دارقطنی: ۲۱۰۳، مصنف عبدالرزاق: ۵۷۷۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اس وقت بصرہ میں اپنے بھائی کی زوجہ نکالو تب

لوگوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا تب آپ نے فرمایا: یہاں پر اہل مدینہ سے کون ہے؟ تم لوگ کھڑے ہو اور اپنے

بھائیوں کو تعلیم دو، کیونکہ یہ لوگ نہیں جانتے اس زکوٰۃ کو رسول اللہ ﷺ نے فرض کیا ہے ہر مرد اور عورت پر، آزاد اور غلام پر، ایک

صاع جو یا کھجور یا نصف صاع (دو کلو) گندم۔ (سنن دارقطنی: ۲۱۰۵، سنن ابوداؤد: ۱۶۲۲، سنن نسائی: ۱۵۷۹)

ایک صاع (چار کلو) کشمش سے

۷۵ - بَابُ صَاعٍ مِّنْ زَبِيبٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسیر نے

حدیث بیان کی، انہوں نے یزید العدنی سے سنا، انہوں نے کہا:

ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از یزید بن اسلم، انہوں نے کہا: مجھے

۱۵۰۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسِيرٍ سَمِعَ يَزِيدَ

الْعَدَنِيَّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ قَالَ

حَدَّثَنِي عِيَاضُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي سَرْجٍ عَنْ أَبِي

عیاض بن عبداللہ بن ابی سرح نے حدیث بیان کی از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا: ہم نبی ﷺ کے زمانہ میں ایک صاع طعام یا ایک صاع کھجوریں یا ایک صاع جو یا ایک صاع کشمش دیتے تھے پھر جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ آئے اور گندم (بھی) آگئی تو انہوں نے کہا: میری رائے یہ ہے کہ ایک کلو گندم ان چیزوں کے دو کلو کے برابر ہے۔

سَعِيدُ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُعْطِيهَا فِي زَمَانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ زَيْبٍ فَلَمَّا جَاءَ مَعَاوِيَةُ جَاءَتْ التَّمْرَاءُ قَالَ أَرَى مُذًا يَنْ هَذَا يَعْدِلُ مُذَيْنِ.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۵۰۵ میں ملاحظہ فرمائیں۔

عید سے پہلے صدقہ دینا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حفص بن میسرہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از نافع از ابن عمر رضی اللہ عنہ کہ نبی ﷺ نے نماز کی طرف نکلنے سے پہلے زکوٰۃ فطر ادا کرنے کا حکم دیا۔

۷۶ - بَابُ الصَّدَقَةِ قَبْلَ الْعِيدِ

۱۵۰۹ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِزَكَاةِ الْفِطْرِ قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ.

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۱۵۰۳ کا مطالعہ فرمائیے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو عمر نے حدیث بیان کی از یزید بن عبد اللہ بن سعد از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد میں ایک صاع طعام نکالتے تھے اور حضرت ابوسعید نے کہا: ہمارا طعام جو کشمش پنیر اور کھجور تھے۔

۱۵۱۰ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عُمَرَ عَنْ زَيْدٍ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِزَكَاةِ الْفِطْرِ قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۵۰۵ میں ملاحظہ فرمائیے۔

اس حدیث میں اشارہ ہے کہ حضرت ابوسعید کی حدیث میں طعام کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ استدلال کرتے ہیں کہ گندم سے بھی ایک صاع یعنی چار کلو گرام صدقہ دینا چاہیے۔

آزاد اور غلام پر صدقہ فطر

کا وجوب

اور الزہری نے کہا: جو غلام تجارت کے لیے ہیں ان کی تجارت میں زکوٰۃ نکالی جائے گی اور عید الفطر میں ان کا صدقہ فطر دیا جائے گا۔

۷۷ - بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ

عَلَى الْحُرِّ وَالْمَمْلُوكِ

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ فِي الْمَمْلُوكِينَ لِلتَّجَارَةِ يَزْكِي فِي التَّجَارَةِ وَيَزْكِي فِي الْفِطْرِ.

اس تعلیق کی اصل امام ابوسعید کی کتاب الاموال میں ہے۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۱۷۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے صدقہ فطر کو فرض کیا یا فرمایا: صدقہ رمضان کو فرض کیا مرد اور عورت پر آزاد اور غلام پر ایک صاع کھجوروں سے یا ایک صاع جو سے پس لوگوں نے نصف صاع (دو کلو) گندم کو ان کے برابر کر دیا پس حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کھجوریں دیتے تھے پس جب اہل مدینہ کھجوروں کے محتاج ہو گئے تو وہ جو دینے لگے سو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما چھوٹوں اور بڑوں کی طرف سے صدقہ دیتے تھے حتیٰ کہ وہ میرے بیٹوں کی طرف سے بھی دیتے تھے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ان لوگوں کو صدقہ دیتے تھے جو اس کو قبول کرتے تھے اور لوگ عید کی نماز سے یک دن پہلے یا دو دن پہلے صدقہ فطر دیتے تھے۔

۱۵۱۱ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ فَرَضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَةَ الْفِطْرِ أَوْ قَالَ رَمَضَانَ عَلَى الذَّكَرِ وَالْأُنْثَى وَالْحُرِّ وَالْمَمْلُوكِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ فَعَدَلَ النَّاسُ بِهِ نِصْفَ صَاعٍ مِنْ بَرٍّ فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يُعْطِي التَّمْرَ فَأَعْوَزَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ مِنَ التَّمْرِ فَأَعْطَى شَعِيرًا. فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُعْطِي عَنِ الصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ حَتَّى إِنْ كَانَ يُعْطِي عَنْ بَنِيهِ. وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يُعْطِيهَا الَّذِينَ يَقْبَلُونَهَا وَكَانُوا يُعْطُونَ قَبْلَ الْفِطْرِ يَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۵۰۳ میں گزر چکی ہے

۷۸ - بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ

عَلَى الصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ

۱۵۱۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ عَلَى الصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ وَالْحُرِّ وَالْمَمْلُوكِ

چھوٹے اور بڑے کو

صدقہ فطر دینا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کر ہوں۔ ہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقہ فطر کو فرض کیا یا ایک صاع جو سے یا ایک صاع کھجور سے چھوٹے اور بڑے پر آزاد اور غلام پر۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۵۰۳ میں گزر چکی ہے۔

ان احادیث میں صدقہ فطر ادا کرنے کی جو اجناس بیان کی گئی ہیں ان کی قیمتوں میں کافی فرق ہے مثلاً دو کلو گندم اور چار کلو کشمش یا چار کلو پیسہ کی قیمت میں کافی فرق ہے اسی طرح قربانی کے جانوروں مثلاً ایک سال کے بکرے دو سال کی گائے اور پانچ سال کے اونٹ کی قیمت میں بہت فرق ہے۔ (۲۰۰۱ء میں) ہم نے اپنی تفسیر تہیان القرآن الج: ۳۴ کی تفسیر میں اس فرق کی حکمت لکھی تھی اور چونکہ ان احادیث میں بھی صدقہ فطر کی مختلف اجناس کا ذکر آیا ہے اس لیے ہم اس حکمت کو یہاں بھی نقل کر رہے ہیں:

چاہیے اور تمام طبقات کے لوگوں کو صرف دو کلو گندم کے حساب سے صدقہ فطر پر نہیں خرچ کرنا چاہیے۔
 * باب مذکور کی احادیث، شرح صحیح مسلم: ۲۱۸۵-۲۱۸۴ ج ۲ ص ۹۰۲-۹۰۰ پر مذکور ہیں، ان کی شرح کی عنوان یہ ہیں:
 ① صدقہ فطر کے حکم میں مذاہب ② گندم کے نصاب میں مذاہب ③ نظریہ احناف پر دلائل۔

”کتاب الزکوۃ“ کا اختتام

الحمد لله رب العلمین والصلوة والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین وعلی آلہ واصحابہ وازواجه وذریاتہ اجمعین! آج ۱۹ رجب ۱۴۲۸ھ / ۳ اگست ۲۰۰۷ء، پہ روز ہفتہ بعد نماز فجر ”کتاب الزکوۃ“ مکمل ہوگئی۔
 ”کتاب الزکوۃ“ میں ۱۷۲ احادیث مرفوعہ ہیں جن میں سے احادیث موصولہ ۱۱۹ ہیں اور باقی متابعات اور تعلیقات ہیں ان میں ایک سوا حدیث مکررہ ہیں اور خالص احادیث ۷۲ ہیں، ان میں ۱۷ احادیث ایسی ہیں جو صحیح مسلم میں بھی ہیں۔
 اللہ العظیم! جس طرح آپ نے یہاں تک پہنچا دیا ہے، صحیح البخاری کی باقی احادیث بھی مکمل کرادیں، اس کاوش کو میری طرف سے قبول فرمالیں اور میری اور میرے والدین کی، میرے اساتذہ کی، میرے احباب کی، میرے تلامذہ کی اور تمام قارئین کی اور مسلمانوں کی مغفرت فرمادیں۔

آمین! یا رب العلمین بجاہ حبیبک سید المرسلین محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔



ہے کہ حج فوراً واجب ہوتا ہے یا اس میں تاخیر کی گنجائش ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اس میں ایک سال اور دو سال کی تاخیر کی گنجائش ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے حج کے فرض ہونے کے بعد ایک سال کی تاخیر فرمائی تھی۔

(المعجم ج ۳ ص ۲۵۶-۲۵۵ دار ابن کثیر بیروت: ۱۴۲۰ھ)

حج کا وجوب اور اس کی فضیلت

۱۔ بَابُ وَجُوبِ الْحَجِّ وَفَضْلِهِ

اس باب میں حج کی فرضیت اور اس کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور اب ہم بخاری نے حج کے افعال سے متعلق ابواب کے بیان کو شروع کر دیا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور بیت اللہ کا حج کرنا ان لوگوں پر اللہ

کا حق ہے جو اس کے راستہ کی استطاعت رکھتے ہوں اور جس نے

کفر (انکار) کیا تو بے شک اللہ سارے جہانوں سے بے پردہ

ہے (آل عمران: ۹۷)

وَقَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى ﴿وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ

الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ

غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ﴾ (آل عمران: ۹۷)۔

بیت اللہ کے اسماء

اس آیت میں بیت اللہ کا ذکر ہے بیت اللہ کے تین نام ہیں مشہور: ۱۔ کعبہ ہے قرآن مجید میں ہے:

جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ نَبْءَ لِلنَّاسِ۔

(المائدہ: ۹۷)

کعبہ کا معنی شرف اور بلندی ہے اور بیت اللہ بھی مشرف اور بلند ہے اس لیے اس کو کعبہ کہتے ہیں۔

اس کا نام ”البیت العتیق“ بھی ہے قرآن مجید میں ہے:

وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ۔ (الرُّ ۲)

وہ البیت العتیق کا طواف کریں۔

”العتیق“ کا معنی آزاد کرنے والا ہے رکاز رکھنے والے سے آزاد ہو جاتا ہے۔

اس کا نام مسجد حرام بھی ہے قرآن مجید میں ہے:

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْبَيْتِ الْحَرَامِ۔

سبحان ہے وہ جو اپنے مکرم بندہ کو رات میں قلعہ حرام سے لے گیا۔

العَرَامِ۔ (نہی اسرائیل: ۱)

حج کی استطاعت کی تفصیل

لائقہ الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ نے حج کی استطاعت میں حسب ذیل امور ذکر کیے ہیں:

(۱) حج کرنے والے کے پاس اتنا مال ہو جو اس کی رہائش، کپڑوں، نوکروں، گھر کے سامان اور دیگر ضروریات سے اس قدر زائد ہو

کہ مکہ مکرمہ تک جانے کے دوران حج تک وہاں رہنے اور پھر واپس آنے کے لیے اور سواری کے خرچ کے لیے کافی ہو اور اس

کے پاس اس کے علاوہ اتنا مال ہو جس سے وہ اپنے قرضہ جات ادا کر سکے اور اس غرض کے لیے اس کے اہل و عیال کا خرچ پورا

ہو سکے اور گھر کی مرمت اور دیگر مصارف ادا ہو سکیں۔

(۲) وہ شخص سالم الاعضاء اور تندرست ہو حتیٰ کہ لوے لنگڑے، مفلوج، جس کے ہاتھ پیر کٹے ہوئے ہوں، بیمار اور بہت بوڑھے شخص

پر حج فرض نہیں ہے اگر وہ سفر خرچ اور سواری کے مالک ہوں تب بھی ان پر حج فرض نہیں ہے اور جو شخص تباہ ہو اس پر بھی حج

کرنا فرض نہیں ہے اور نہ اپنے مال سے حج کرنا فرض ہے اگر اس کو قاعد میٹر ہو تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر پھر بھی حج فرض نہیں ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک اس میں دو روایتیں ہیں۔

(۳) اگر راستہ میں سلامتی غالب ہو تو اس پر حج فرض ہے اور اگر سلامتی غالب نہ ہو تو پھر حج فرض نہیں ہے۔

(۴) اگر اس کے شہر اور مکہ کے درمیان تین دن یا اس سے زیادہ کی مسافت ہو تو عورت کے لیے ضروری ہے کہ اس کے ساتھ اس کا خاوند ہو یا اس کا محرم ہو اور محرم کے لیے ضروری ہے کہ وہ مامون آزاد اور عاقل اور بالغ ہو محرم کا خرچ حج کرانے والے کے ذمہ ہے۔

(۵) عورت کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اس وقت میں عدت نہ گزار رہی ہو خواہ عدت وقات ہو یا عدت طلاق۔

(نَادِیْ عَالَمِ کِیْرِی ج ۱ ص ۲۱۹-۲۱۷ مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ)

استطاعت کے باوجود حج نہ کرنے والے پر وعید

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص سفر خرچ اور ایسی سواری پر قادر ہو جو اس کو بیت اللہ تک پہنچا دے اور وہ حج نہ کرے تو اس پر کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مرے۔ (سنن ترمذی: ۸۱۲)

رسول اللہ ﷺ نے کتنے حج کیے؟

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حج کیے دو بار پہلے اور ایک حج ہجرت کے بعد۔ (سنن ترمذی: ۸۱۵، سنن ابن ماجہ: ۳۰۷۶-۳۰۷۷)

حلال آمدنی سے حج کرنے کی فضیلت اور حرام آمدنی سے حج کرنے کی مذمت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کا اُحْلُصَّ مال آمدنی سے حج کرنے کے لیے نکلتا ہے اور اپنا پیراونٹ کی رکاب میں رکھتا ہے اور اسے بیک کے نداء کرتا ہے تو آسمان سے آواز آتی ہے: "لیک وسعدیک" (تیری حاضری قبول ہے) تیرا خرچ حلال ہے تیری سواری حلال ہے تیرا حج مقبول ہے مردود نہیں ہے اور جب کوئی شخص حرام آمدنی کے ساتھ حج کے لیے نکلتا ہے اور اپنا پیراونٹ کی رکاب میں رکھ کر کہتا ہے: "لیک" تو آسمان سے ایک منادی نداء کرتا ہے: "لیک لا سعدیک" (تیری حاضری قبول نہیں ہے تیرا سفر خرچ حرام ہے تیری سواری حرام ہے حج مقبول نہیں ہے)۔ (المجموع: ۲۳، سنن ترمذی: ۸۱۵، سنن ابن ماجہ: ۳۰۷۶-۳۰۷۷)

۱۵۱۳ - حَدَّثَنَا سُبَّانُ بْنُ يُونُسَ عَنْ أَبِي خَبْرَةَ مَالِكُ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ الْفَضْلُ رَدِيفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَتْ امْرَأَةٌ مِنْ خَتَمٍ فَجَعَلَ الْفَضْلُ يَنْظُرُ إِلَيْهَا وَتَنْظُرُ إِلَيْهِ وَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْرِفُ وَجْهَ الْفَضْلِ إِلَى الشَّقِ الْأَخْرِ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ فَرِيضَةَ اللَّهِ عَلَى عِبَادِهِ فِي الْحَجِّ

امام بخاری نے بیان کیا کہ حضرت الفضل رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے سواری پر بیٹھے تھے پس قبیلہ خثعم کی ایک عورت آئی تو حضرت الفضل اس کی طرف دیکھنے لگے اور وہ ان کی طرف دیکھنے لگی اور نبی ﷺ نے حضرت الفضل کا چہرہ دوسری طرف کر دیا اس عورت نے کہا: یا رسول اللہ! بے شک اللہ کا اپنے بندوں پر حج کا فریضہ ہے میرا باپ بہت

أَذْرَكْتُ أَبِي شَيْخًا كَبِيرًا لَا يَثْبُتُ عَلَى الرَّاحِلَةِ بُوْرَحَا ہے وہ سواری پر برقرار نہیں رہ سکتا! کیا میں اس کی طرف سے
أَفَاحُجُّ عَنْهُ؟ قَالَ نَعَمْ. وَذَلِكَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ. حج کا کردوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اور یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے۔

[اطراف الحديث: ۱۸۵۳-۱۸۵۵-۳۳۹۹-۶۲۲۸]

(صحیح مسلم: ۱۳۳۳، الرقم المسلسل: ۳۱۹۳، سنن ابوداؤد: ۱۸۰۹، سنن نسائی: ۲۶۳۱، سنن داری: ۱۸۳۳، المعجم الکبیر ج ۱۸ ص ۷۲۳، مسند احمد ج ۱ ص ۳۲۹ طبع قدیم، مسند احمد: ۳۰۴۹، ج ۵ ص ۱۶۹، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، مسند الطحاوی: ۳۳۲۷)

اس حدیث کے باب کا عنوان ہے: حج کا وجوب اور اس کی مطابقت اس حدیث سے اس طرح ہے کہ جب اس عورت کا باپ
خود حج نہیں کر سکتا تھا تو آپ نے اس کی بیٹی کو اس کی طرف سے حج کرنے کا حکم دیا، اس سے حج کا وجوب معلوم ہوا۔

حضرت الفضل رضی اللہ عنہ کا تذکرہ، حضرت الفضل کا چہرہ دوسری طرف پھیرنے

اور عورت کو منع کرنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد یعنی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت الفضل کا ذکر ہے، ان کا نام ہے: حضرت الفضل بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی البہاشمی، ابو
عبداللہ، یہ رسول اللہ ﷺ کے عم زاد ہیں، ان کی والدہ حضرت ام الفضل لبابۃ الکبریٰ بنت الحارث بن حزن الہلالیہ ہیں، ان کے بھائی
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ہیں، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بعد خلافت میں جنگ یرموک میں شہید ہو گئے تھے، ان کی
شہادت صفر ۱۳ھ میں ہوئی تھی، اس وقت ان کی عمر بائیس سال تھی۔

حضرت الفضل سواری پر رسول اللہ ﷺ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ ایک سواری پر دو آدمیوں کا بیٹھنا جائز
ہے۔

حضرت الفضل اس عورت کی طرف دیکھنے لگے، ان کی طرف دیکھنے لگی، اس سے یہ دلیل ہے کہ عورت کا چہرہ احرام میں کھلا
رہنا چاہیے۔ حضرت الفضل نے اس عورت کے چہرے کی طرف دیکھا، اس سے معلوم ہوا کہ انسان کی طبیعت پر شہوت کا غلبہ ہے اور وہ
طبعی تقاضوں کو روکنے میں کم زور ہے، نبی ﷺ نے حضرت الفضل کا چہرہ دوسری طرف کر دیا، اس سے معلوم ہوا کہ عورت کے چہرہ کی
طرف دیکھنا ممنوع ہے اور عالم کو چاہیے کہ وہ اس سے روکے۔

نبی ﷺ نے اس عورت کو حضرت الفضل کی طرف دیکھنے سے منع نہیں فرمایا، کیونکہ جب آپ نے حضرت الفضل کے چہرہ کو
اس کی طرف سے پھیر دیا، تو وہ عورت بھی متنبہ ہو گئی تھی، اس حدیث کی وجہ سے بعض کی انتہاء ہے کہ یہ کہا ہے کہ عورت پر یہ لازم نہیں
ہے کہ وہ اپنے چہرے کو ڈھانپے بلکہ مرد پر لازم ہے کہ وہ عورت کے چہرے کی طرف نہ دیکھے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ نبی ﷺ نے اس
عورت کو چہرہ ڈھانپنے کے لیے اس لیے نہیں فرمایا، کیونکہ وہ احرام میں تھی اور احرام میں چہرہ کھلا رکھا جاتا ہے، اور آپ نے حضرت
الفضل کو اس عورت کی طرف دیکھنے سے منع کرنے کے بجائے ان کا چہرہ دوسری طرف کر دیا، کیونکہ فعل سے منع کرنا قول سے منع کرنے
کی بہ نسبت زیادہ قوی ہے۔

حج بدل کرنے میں فقہاء اسلام کے مذاہب

امام ابو حنیفہ، ان کے اصحاب، الثوری، امام شافعی اور امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ جب کوئی شخص معذور ہو اور وہ حج نہ کر سکے تو اس
کی طرف سے حج بدل کرنا جائز ہے، اور امام مالک اور لیث نے یہ کہا ہے کہ کوئی شخص کسی کی طرف سے حج نہ کرے، سوائے اس صورت

کے کہ کوئی شخص فوت ہو چکا ہو اور اس نے حجۃ الاسلام نہ کیا ہو۔

صاحب الہدایہ نے یہ کہا ہے کہ قاعدہ یہ ہے کہ انسان کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے عمل کا ثواب دوسرے کو عطا کر دے خواہ نماز ہو یا صدقہ ہو یا روزہ ہو یا کوئی اور عبادت ہو یہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک صحیح ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے دو مینڈھوں کی قربانی کی ایک اپنی طرف سے اور ایک اپنی امت کی طرف سے۔ (صحیح مسلم: ۱۹۶۷ سنن ابوداؤد: ۲۷۹۲)

عبادت کی کئی قسمیں ہیں: (۱) مالیہ حصہ جیسے زکوٰۃ (۲) بدنیہ حصہ جیسے نماز (۳) اور دونوں سے مرکب جیسے حج۔

پہلی قسم میں نیابت جاری ہوتی ہے اور دوسری قسم میں کسی حال میں نیابت جائز نہیں ہے اور تیسری قسم میں اس وقت نیابت جائز ہے جب اصل مکلف شخص اس عبادت کی ادائیگی سے عاجز ہو اور جب وہ خود اس عبادت پر قادر ہو تو کسی اور کا اس کی طرف سے اس عبادت کو کرنا جائز نہیں ہے اور اس میں یہ شرط ہے کہ اصل مکلف تاحیات اس عبادت کو کرنے سے عاجز ہو کیونکہ حج پوری زندگی میں فرض ہے اور نفل حج میں قدرت کی حالت میں بھی نیابت جائز ہے کیونکہ نفل کے باب میں زیادہ وسعت ہے اور ظاہر المذہب یہ ہے کہ حج اس کا ہوگا جس کی طرف سے حج کیا جائے گا جیسا کہ الختمیہ کی حدیث میں مذکور ہے۔

حج بدل میں حج کس کا ہوگا؟ حج کرنے والے کا یا حج کروانے والے کا؟

امام محمد کے نزدیک حج اس کا ہوگا جو حج کرے گا اور حج کروانے والے کو مال خرچ کرنے کا ثواب ملے گا۔

(ہدایہ اولین ص ۲۷۷-۲۷۶ محمد علی کارخانہ تجارت کتب کراچی)

علامہ ابن بطل نے کہا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ جب مریض شخص کو حج کرنے کا حکم دے پھر بعد میں وہ تندرست ہو جائے تو فقہاء احناف امام شافعی اور ابو ثور نے یہ کہا ہے کہ اب اس کے لیے وہ حج کافی نہیں ہوگا اور اس پر لازم ہے کہ وہ خود حج کرے اور امام احمد اور اسحاق نے یہ کہا ہے کہ اس کی طرف سے حج کیا گیا ہے اس لیے کافی ہے اسی طرح سے جو شخص اس مرض میں مر گیا اور اس کی طرف سے حج کیا چکا ہے وہ تندرست اور باطنی نے کہا کہ وہ اس کے لیے حجۃ الاسلام سے کافی ہے اور امام شافعی کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں: یہ تو یہ ہے اس کے لیے حج حجۃ الاسلام سے کافی ہے اور دوسرا یہ ہے کہ کافی نہیں ہے۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۱۸۱-۱۸۰ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حج بدل کرنے کے ثبوت میں دیگر احادیث

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا تھا کہ وہ ترمذی طرف سے لوگے کے لیے پوچھا: شہرمہ کون ہے؟ اس نے کہا: میرا بیوی ہے یہ میرا رشتہ دار ہے آپ نے پوچھا: کیا تم نے اپنا حج کیا ہے؟ اس نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: پہلے اپنا حج کرو پھر شہرمہ کی طرف سے حج کرو (افضل یہی ہے کہ پہلے اپنا حج کرے بعد میں دوسرے کی طرف سے)۔ (سنن ابوداؤد: ۱۸۱۱ سنن ابن ماجہ: ۲۹۰۳ السنن لابن جبارود: ۴۹۹ مشکل الآثار ج ۳ ص ۲۲۳ صحیح ابن خزیمہ: ۳۰۳۹ مسند ابویعلیٰ: ۲۴۴۰ سنن الدارقطنی ج ۲ ص ۲۶۷ سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۶۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اپنے ماں باپ کی طرف سے حج کیا یا ان کا کوئی قرض ادا کیا وہ قیامت کے دن ابرار (نیکی کرنے والوں) کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔

(سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۵۹ طبع قدیم سنن دارقطنی: ۲۵۷۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنے والدین کی طرف سے حج کرے

تو وہ حج اس کی طرف سے بھی قبول کیا جاتا ہے اور اس کے والدین کی طرف سے بھی اور ان کی روحیں آسمان میں خوش ہوتی ہیں اور وہ شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک نیکی کرنے والا لکھا جاتا ہے۔ (سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۵۹ طبع قدیم سنن دارقطنی: ۲۵۷۳ دارالکتب العلمیہ اس کی سند میں ایک راوی ابوسعید البقال ضعیف ہے تہذیب المعجم ج ۴ ص ۸۰-۷۹)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اپنے باپ اور ماں کی طرف سے حج کیا اس کا اپنا حج بھی ہو گیا اور اس کو دس حج کرنے کی فضیلت ملے گی۔ (سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۵۹ طبع قدیم رقم الحدیث: ۲۵۷۶ طبع جدید: اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ اس پر جو حج فرض ہے وہ اس کو ادا کرنے کی نیت کرے پھر اس کا ثواب اپنے ماں باپ کو پہنچا دے)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے سوال کیا کہ میرے باپ کا انتقال ہو گیا اور اس نے حج نہیں کیا آپ نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ اگر تمہارے باپ پر قرض ہوتا اور تم اس کو ادا کرتے تو وہ قبول کیا جاتا؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تو پھر تم اپنے باپ کی طرف سے حج کرو۔ (سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۵۹ طبع قدیم المعجم الاوسط: ۱۰۰ حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کو امام بزار نے اور امام طبرانی نے کبیر اور اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۸۲)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۱۳ ج ۳ ص ۶۳۸ پر مذکور ہے اس کی شرح کے یہ عنوانات ہیں:

① حج بدل میں شوائع کا نظریہ اور تشریح حدیث ② حج بدل میں احناف کا نظریہ ③ حج بدل کے عدم وجوب میں مالکیہ کے دلائل ④ دلائل مالکیہ کے جوابات ⑤ تنبیہ نظر ⑥ نظریہ احرار ⑦ اسوائے لیے ایصال ثواب۔

۲۔ بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى ﴿يَا تَوَكَّلْ عَلَىَّ وَأَعْلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِيَنَّ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ﴾ ۝ لِيَهْدِيَ اللَّهُ صَوْلَكَ مَنَافِعَ لَهُمْ ﴿﴾ (الحج: ۲۸-۲۷)

تو توکل کا اثر ہے: اور لوگوں میں بلند آواز سے حج کا اعلان کیجئے) وہ آپ کے پاس دور دراز راستوں سے پیداں اور ہر ذبلے اونٹ پر سوار ہوں آئیں گے ۝ تاکہ وہ اپنے فوائد کے مقامات پر حاضر ہوں۔ (الحج: ۲۸-۲۷)

امام بزرگوار نے اس باب کے عنوان میں اس آیت کو ذکر کیا ہے تاکہ یہ معلوم ہو کہ حج کی سواری پر قدرت کے شرط ہے وہ پیدل حج کر کے مناسک انجام دے گا۔ آیت میں اشارہ ہے کہ چل کر جائے اور داری جائے دونوں جائز ہیں۔

قیامت تک وہی نرسکیں گے جنہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پر لبتیہ ہا تھا

امام ابن جریر متوفی ۳۱۰ھ نے اس آیت کی تفسیر میں حسب ذیل روایات ذکر کی ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ آپ لوگوں میں حج کرنے کا اعلان کیجئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! ان سب لوگوں تک میری آواز کیسے پہنچے گی؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ اعلان کیجئے! آواز پہنچا میرا کام ہے پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اعلان کیا: اے لوگو! تم پر اس قدیم گھر کا حج فرض کر دیا گیا ہے سو تم حج کرو! آسمان اور زمین کی تمام مخلوق نے اس اعلان کو سن لیا کیا تم نہیں دیکھتے کہ زمین کے دور دراز علاقوں سے تلبیہ پڑھتے ہوئے لوگ حج کرنے کے لیے آتے ہیں!

(جامع البیان: ۱۸۹۳۵ تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۱۳۸۷۷ المستدرک ج ۲ ص ۳۸۸-۳۸۹)

مجاہد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک پتھر پر کھڑے ہو کر نداء کی: اے لوگو! تم پر حج فرض کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نداء ان سب کو سنائی جو مردوں کی پشت میں اور عورتوں کے رحموں میں تھے اور ان سب نے اس نداء کا جواب دیا جو اللہ تعالیٰ کے علم میں قیامت تک حج کرنے والے تھے جنہوں نے ”اللھم لبیک اللھم لبیک“ کہا تھا۔ (جامع البیان: ۱۸۹۳۶: المستدرک ج ۲ ص ۵۵۲)

اس آیت کی مزید تشریح ہماری تفسیر تبيان القرآن سورة الحج: ۹۸-۹۷ میں ملاحظہ فرمائیں۔

﴿فَجَاجَا﴾ (نوح: ۲۰) الطَّرْقُ الْوَاسِعَةُ۔ ”فجاجا“ وسیع اور کشادہ راستے۔

امام بخاری کی عادت ہے جب آیت میں کوئی مشکل لفظ آیا ہو تو اس کا معنی بیان کر دیتے ہیں اس آیت میں ”فج عمیق“ کا لفظ تھا تو امام بخاری نے بتایا اس کی جمع ”فجاجا“ ہے اور اس کا معنی ہے: وسیع اور کشادہ راستے۔

۱۵۱۴ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عِيسَى قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْكَبُ رَاحِلَتَهُ بِبَيْدَى الْحُلَيْفَةِ ثُمَّ يَهْرُجُ حَتَّى يَسْتَوِيَ بِهِ قَائِمَةً۔
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن عیسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب کہ سالم بن عبد اللہ بن عمر نے ان سے کہا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ سیفہ میں بر سواری ہوئے پھر آپ نے احرام باندھا حتی کہ بری سیدھی ہو گئی۔

(صحیح مسلم: ۱۱۸۷، ارتم: ۲۷۷۵، سنن ابو داؤد: ۱۷۷۲، سنن نسائی: ۱۱۷، سنن ابن ماجہ: ۳۶۲۶)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن عیسیٰ ابو عبد اللہ التستری۔ بی الاصل، تہذیب تبارک کرتے تھے، اس طرف منسوب ہو گئے ۲۴۳ھ میں ان کی وفات ہوئی (۲) ابن وہب وہ عبد اللہ بن جب بن زبیر بن (۳) یونس بن عبد اللہ بن شہاب الزہری (۴) محمد بن شہاب الزہری (۵) سالم بن عبد اللہ بن عمر (۶) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۱۸۶)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ ذوالحلیفہ میں سواری پر سواری ہوئے۔

سواری پر رہ کر حج کرنا افضل ہے یہ پہلے پہل سے معلوم ہے۔
علامہ: الدین محمد بن عبد بن حنفی نے ۸۷۵ھ میں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سفر حج میں سواری پر سواری ہونا اور پیدل چلنا دونوں جائز ہیں تاہم اس میں بحث ہے کہ ان میں سے افضل کون سی چیز ہے۔

جمہور فقہاء نے یہ کہا ہے کہ سواری پر سفر کرنا افضل ہے کیونکہ اس میں نبی ﷺ کے فعل کی اتباع ہے اور حج کے سفر میں خرچ کرنا ہے اور حج کے سفر میں خرچ کرنا بہت زیادہ اجر و ثواب کا موجب ہے۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۱۸۶)

سواری پر حج کرنے کی فضیلت میں احادیث

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حج میں خرچ کرنا اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ہے سات سو گنا۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۵، المعجم الاوسط: ۵۲۷۰) یہ حدیث حسن ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حج میں خرچ کرنا اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی مثل ہے، ایک درہم کو خرچ کرنا سات سو درہم کو خرچ کرنے کے برابر ہے۔ یہ حدیث حسن ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۰۸)

عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حج کرنے والے اور عمرہ کرنے والے اللہ کے وفد ہیں، اگر وہ سوال کریں تو ان کو عطا کیا جاتا ہے، اگر وہ دعا کریں تو ان کی دعا قبول ہوتی ہے اور اگر وہ خرچ کریں تو ان کو اس کا بدل عطا کیا جاتا ہے۔ الحدیث (شعب الایمان: ۴۱۰۴)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حج کرنے والے اور عمرہ کرنے والے اللہ عز و جل کے وفد ہیں، وہ جو سوال کریں اللہ عطا فرماتا ہے، وہ جو دعا کریں اللہ قبول فرماتا ہے اور وہ جو خرچ کریں اس کا عوض انہیں ایک درہم کے بدلہ میں دس لاکھ درہم عطا کیا جاتا ہے۔ (شعب الایمان: ۴۱۰۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک عورت نے نذر مانی کہ وہ پیدل چل کر بیت اللہ جائے گی، پس نبی ﷺ سے اس کے متعلق سوال کیا گیا، تو آپ نے فرمایا: بے شک اللہ اس کے پیدل چلنے سے مستغنی ہے، اس کو سوار ہونے کا حکم دو۔

(سنن ترمذی: ۱۵۳۶)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ساری پر سوار ہو کر حج کرنا زیادہ افضل ہے کیونکہ اس میں اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے اور حج میں خرچ کرنے سے ایک درہم کے بدلہ میں سات سو درہم یا دس لاکھ درہم جرملتا ہے، اگر سب سے بڑھ کر یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سواری پر سوار ہو کر حج کیا تھا اور سوار ہو کر حج کرنے سے آپ کے نفل زیادہ ہے۔

پیدل حج کرنے کی فضیلت میں احادیث

بعض فقہاء نے کہا: پیدل چل حج کرنا زیادہ افضل ہے کیونکہ اس میں سب سے زیادہ قربت ہے اور اس کا اجر بہت زیادہ ہے، حدیث میں ہے:

زازان بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بہت سخت بیمار ہوئے، انہوں نے اپنے بیٹوں کو بلا کر جمع کیا، پھر فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جو مکہ سے پیدل حج کرنے کے لیے نکلا حتیٰ کہ مکہ لوٹ آیا، اللہ اس کو ہر قدم کے بدلے میں سو نیکیاں عطا فرمائے گا، ہر نیکی ایک درہم کی قیمت کی مثل ہوگی، پوچھا گیا: حرم کی نیکیاں کیسی ہیں؟ فرمایا: ہر نیکی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہے۔ (المعجم الکبیر ج ۱ ص ۱۷۳، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۰۰، سنن بیہقی ج ۱ ص ۹۰، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۶۹)

سرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے کسی پیر کا کوئی افسوس نہیں ہے، سونے اس کے کہ میں نے پیدل حج کیا کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے سوار ہو کر حج کیا، اس کو ہر قدم پر ایک نیکی ملے گی اور جس نے پیدل حج کیا، اس کو ہر قدم چلنے پر حرم کی ستر نیکیاں ملیں گی۔ (الکامل لابن عساکر ج ۳ ص ۱۵۷۰، المکتبۃ الاشرفیہ پاکستان)

سواری پر حج کرنے والوں کو ملال نہیں کرنا چاہیے

بعض فقہاء نے کہا ہے کہ سوار ہو کر حج کرنے اور پیدل چل کر حج کرنے کا معاملہ اشخاص اور احوال کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۱۰۰، دارالعرفان بیروت ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ۱۹۹۳ء میں حج کیا تھا اور ۱۹۸۳ء سے میری کمر میں شدید درد تھا، مجھے مکہ مکرمہ سے پیدل چل کر حج کے لیے جانے کی بہت خواہش تھی لیکن میں اپنی کمر کی تکلیف کی وجہ سے دو کلو میٹر سے زیادہ پیدل نہیں چل سکتا تھا،

بہر حال میں اپنی مجبوری کی وجہ سے بس میں بیٹھ کر منیٰ عرفات مزدلفہ اور پھر واپس مکہ مکرمہ آیا لیکن مجھے بڑا قلق رہتا تھا کہ میں پیدل حج کر کے ہر قدم پر حرم شریف کی سات سونکیوں کا اجر حاصل نہیں کر سکا لیکن آج ان سطور کے لکھتے وقت میں سوچ رہا ہوں کہ کیا ہوا جو میں نے پیدل حج نہیں کیا میں نے سواری پر سوار ہو کر حج کیا اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کو پالیا اور سواری کے کرائے میں جو میں نے رقم خرچ کی تو ایک حدیث کے مطابق مجھے ایک روپے کے مقابلہ میں ان شاء اللہ سات سو روپے راہِ خدا میں خرچ کرنے کا اجر ملے گا اور دوسری حدیث کے مطابق مجھے ان شاء اللہ ایک روپے کے مقابلہ میں دس لاکھ روپے راہِ خدا میں خرچ کرنے کا اجر ملے گا اور چونکہ یہ روپے حرم شریف میں خرچ ہوئے تو ان کا اجر بھی ہر روپے پر سات سو گنا زیادہ ہوگا سو اس بحث کے لکھتے وقت پیدل حج نہ کرنے کی وجہ سے جو مجھے چودہ سال سے ملال تھا وہ آج جاتا رہا (یہ سطور ۲۰ رجب ۱۴۲۸ھ/۵ اگست ۲۰۰۷ء کو لکھی گئی ہیں)۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۱۷۸۔ ج ۳ ص ۶۷۵ پر ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۵۱۵۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ قَالَ أَخْبَرَنَا الْوَلِيدُ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ سَمِعَ عَطَاءً يُحَدِّثُ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ إِهْلَالَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ذِي الْحُلْفَةِ جَنَّ اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ. رَوَاهُ أَنَسُ وَابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الولید نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں الاوزاعی نے حدیث بیان کی انہوں نے عطاء سے سنا وہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے حدیث روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ہندھنا ذوالحلیفہ سے تھا آپ کی سواری سیدھی ہو گئی۔ اس حدیث کو حضرت انس اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی روایت کیا ہے۔

اس حدیث کی شرح بھی حسب سابق ہے۔

۳۔ بَابُ الْحَجِّ عَلَى رَاحِلٍ

۱۔ پُر سوار ہو کر حج کرنا

۱۵۱۶۔ وَقَالَ ابْنُ حَزْمٍ حَدَّثَنَا مَرْثُ بْنُ يَحْيَى عَنْ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مَعَهَا أَخَاهُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ وَاعْمَرَهُ مِنْ اسْتِجَابِهِ وَحَلَّلَهَا مَنِ قَبِلَ

ابن حزم نے کہا: ہمیں مالک بن دینار نے حدیث بیان کی از القاسم بن محمد از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی ﷺ نے ان کے ساتھ ان کے بھائی حضرت عبد الرحمن کو بھیجا، بس انہوں نے حضرت عائشہ کو مقام خیمہ میں لے کر لایا اور ان کو پہلی لکڑی پر بٹھایا۔

وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ شَدُّوا الرِّحَالَ فِي الْحَجِّ فَإِنَّهُ أَحَدُ الْجِهَادَيْنِ.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حج میں پالائیں باندھو کیونکہ حج بھی دو جہادوں میں سے ایک جہاد ہے۔

اس تعلیق کی اصل مصنف عبد الرزاق: ۸۸۴۰ میں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حج کو جہاد اس لیے فرمایا کہ حج میں بھی انسان اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرتا ہے حج کی مشقت پر صبر کرتا ہے نفسانی لذتوں کو ترک کرتا ہے اپنے آپ کو شہوت کے تقاضوں سے دور رکھتا ہے۔

۱۵۱۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمَقْدِسِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَزْرَةُ بْنُ ثَابِتٍ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابوبکر المقدسی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث

رسول اللہ ﷺ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سے سوال کیا گیا: کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا، پوچھا گیا: پھر کون سا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا، پوچھا گیا: پھر کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا: حج مبرور۔

سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ؟ قَالَ إِيْمَانٌ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ. قِيلَ ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ جِهَادٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ. قِيلَ ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ حَجٌّ مَبْرُورٌ.

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۶ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد الرحمن بن المبارک نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حبیب بن ابی عمرہ نے خبر دی، از عائشہ بنت طلحہ از حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے کہا: یا رسول اللہ! ہماری رائے ہے کہ جہاد سب سے افضل عمل ہے تو کیا ہم جہاد نہ کریں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! لیکن افضل جہاد حج مبرور ہے۔

۱۵۲۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا حَبِيبُ بْنُ أَبِي عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ نَرَى الْجِهَادَ أَفْضَلَ الْعَمَلِ أَفَلَا نُجَاهِدُ؟ قَالَ لَا لَكِنَّ أَفْضَلَ الْجِهَادِ حَجٌّ مَبْرُورٌ.

[اطراف الحديث: ۱۸۶۱-۲۷۸۳-۲۸۷۵-۲۸۷۶]

(سنن نسائی: ۲۶۲۷، سنن ابن ماجہ: ۲۹۰۱، مسند الطحاوی: ۹۴۹۰)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد الرحمن بن المبارک بن عبد العیشی (۲) خالد بن عبد اللہ بن عیاض (۳) حبیب بن ابی عمرہ (۴) عائشہ بنت طلحہ بنت عبید اللہ التیمیہ القرشیہ قرینیہ میں سے تیسرے ترین خواتین میں سے ایک تھیں۔ جب بنو نضیر نے ان کا دس لاکھ مہر مقرر کیا تھا (۵) حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۱۹۲)

حج کے جہاد سے افضل ہونے کی توجیہ

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی قرطبی حنفی ۹۰۰ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہمارے نزدیک جہاد سب سے افضل عمل ہے اس لیے وجہ یہ ہے کہ ابتداء اسلام میں جہاد کرنے والوں کی قلت تھی اور ہر شخص پر جہاد کرنا فرض عین تھا۔ جب اسلام ہر جگہ پھیل گیا تو پھر جہاد فرض کفایہ ہو گیا، جو شخص جہاد کر لیتا تو پھر باقی مسلمانوں سے جہاد کی فرضیت ساقط ہو جاتی، پس اس وقت حج جہاد سے افضل ہو گیا، کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی ﷺ نے حضرت عائشہ سے فرمایا: لیکن افضل جہاد حج مبرور ہے، لیکن جب دشمن مسلمانوں کے شہر پر ٹوٹ پڑے اور اس سے دفاع کی ضرورت ہو اور دشمن بہت غالب اور قوی ہو اور اس سے خطرہ ہو تو پھر اس وقت جہاد فرض عین ہو گا اور اس وقت جہاد کرنا حج سے افضل ہو گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے نکلنے پر روافض کا اعتراض اور اس کا جواب

المہلب نے کہا ہے کہ آپ نے فرمایا: لیکن افضل جہاد حج مبرور ہے، اس میں آپ نے اس آیت کی تفسیر فرمائی ہے:

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ

اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور تہذیب جاہلیت کی طرح

الاولی. (الاحزاب: ۳۳)

اپنے بناؤ سنگھار کی نمائش نہ کرو۔

اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ عورتوں پر لازم ہے کہ وہ گھروں میں رہیں جیسا کہ روافض کا زعم ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر یہ طعن کرتے ہیں کہ وہ مسلمانوں میں صلح کرانے کے لیے اپنے گھر سے نکل کر بصرہ گئیں ان کا یہ طعن اس لیے وارد نہیں ہوتا کہ حضرت عائشہ دراصل حج کرنے کے لیے گئی ہوئی تھیں اسی اثناء میں باغیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا تو حضرت طلحہ اور حضرت زبیر اور ان کے رفقاء ان کے خوف سے مدینہ چھوڑ کر مکہ میں آ گئے اور حضرت عائشہ کو بھی مشورہ دیا آپ اب مدینہ نہ جائیں باغیوں سے کوئی بعید نہیں کہ وہ آپ کی بے حرمتی کریں بصرہ میں ہمارے بہت حامی ہیں آپ ہمارے ساتھ وہاں چلیں سو حضرت عائشہ اصلاح کی غرض سے بصرہ روانہ ہو گئیں پھر جو ہونا تھا وہ ہو گیا لیکن حضرت عائشہ کا گھر سے نکلنا حج کے لیے تھا اور حج پر جانے کی اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اجازت دی ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سیار ابو الحکم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے ابو داؤد سے سنا انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جس نے اللہ کے لیے حج کیا اور شہوت آمیز باتیں نہیں کیں نہ کوئی گناہ کیا تو وہ حج سے اس طرح واپس ہو گا جیسے اپنی ماں سے اسی دن۔ (احزاب: ۳۳)

۱۵۲۱ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سَيَّارُ أَبُو الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ حَجَّ لِلَّهِ فَلَمْ يَلُكْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ.

[اطراف الحديث: ۱۸۱۹]

(صحیح مسلم: ۱۳۵۰، المزمع السلسل: ۳۰۳۳، سنن ترمذی: ۸۱۱، سنن نسائی: ۲۶۲، دار القطعی ج ۵ ص ۲۶۲، مسند احمد ج ۲ ص ۲۲۹ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۳۶، ج ۱۲ ص ۳۸، مؤسسۃ البیروت چھپائی، سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۲۵، مشکوٰۃ: ۲۵، رشذریاض: ۱۳۲۷)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) آدم بن ابی ایاس (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) سیار (۴) ابو حازم سلیمان الاشجعی یہ عمر بن عبدالعزیز کے یہاں سے دست میں فوت ہو گئے تھے (۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۹۳)

”رُفِثٌ“ اور ”فَسَقٌ“ کا معنی

اس حدیث میں ”رُفِثٌ“ اور ”فَسَقٌ“ کے الفاظ ہیں ”رُفِثٌ“ کے معنی ہیں: جماع کرنا اور جماع سے متعلق باتیں کرنا اور ”فَسَقٌ“ کا معنی ہے: اللہ کے حکم کو ترک کرنا اور راہِ حق سے منحرف ہونا اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نکل جانا۔

(عمدة القاری ج ۹ ص ۱۹۵، دار الکتب العلمیہ بیروت: ۱۳۲۱ھ)

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: وہ حج سے اس طرح واپس ہو گا جیسے اپنی ماں سے اسی دن پیدا ہوا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: یعنی اس کا کوئی گناہ نہیں ہو گا اس کا ظاہر معنی یہ ہے کہ اس کے تمام صفات اور کھار کی منفرت کر دی جائے گی اور گناہوں سے نری ہونے میں وہ اپنے اس حال کے مشابہ ہو گا جب وہ اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۱۰۳، دار المعرفۃ بیروت: ۱۳۲۶ھ)

ملا علی قاری کی یہ تحقیق کہ حج کرنے سے گناہ کبیرہ معاف نہیں ہوتے اور نہ حقوق العباد معاف ہوتے ہیں ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۳ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے ظاہر کا تقاضا یہ ہے کہ حج کرنے سے گزشتہ تمام صغیرہ اور کبیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں لیکن اس پر اجماع ہے کہ عبادات سے صرف وہ صغائر معاف ہوتے ہیں جن کا تعلق حقوق العباد سے نہ ہو کیونکہ حقوق العباد اس وقت معاف ہوتے ہیں جب صاحب حق کو راضی کر دیا جائے علاوہ ازیں شرک کے علاوہ باقی گناہوں کا معاف ہونا اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے۔

(مرقات ج ۵ ص ۳۸۲ المکتبۃ الحنفیہ پٹنار)

مصنف کی یہ تحقیق کہ حج کرنے سے ہر قسم کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں

میں کہتا ہوں کہ ملا علی قاری کی اس عبارت نے توحج کی عظمت اور اہمیت کو ختم کر دیا ہے صرف صغائر کی مغفرت تو ایک نماز پڑھنے سے بھی بلکہ وضوء کرنے سے بھی ہو جاتی ہے پھر حج کی خصوصیت کیا رہے گی! یہ ٹھیک ہے کہ کبیرہ گناہوں کی معافی تو بہ سے ہوتی ہے لیکن حج کرنے والا میدان عرفات میں اپنے تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہے اس لیے حج کرنے سے اس کے تمام صغیرہ اور کبیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ ہماری اس تقریر کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

طلحہ بن عبید اللہ بن کریم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شیطان کو کسی دن اس سے زیادہ چھوٹا اس سے زیادہ خیر سے دور اس سے زیادہ حقیر اور اس سے زیادہ غضب ناک ہیں وہ گیا۔ وہ یوم عرفہ ہے اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ دیکھتا ہے کہ اس دن اللہ کی رحمت نازل ہو رہی ہے اور اللہ تعالیٰ اسے بندہ کے بڑے بڑے گناہ معاف فرما رہا ہے سو یوم بدر کے۔ الحدیث

(موطأ امام مالک۔ کتاب الحج: ۲۳۵، الشرح ج ۷ ص ۱۵۸، الایمان: ۶۹، الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۲۰۱، کنز العمال: ۱۲۱۰۵)

علامہ محمد بن عبد الباقی بن یوسف الزرقانی لما کملہ فی تاریخہ ۱۳۱۰ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ شیطان اس دن ہر گز گناہوں سے معاف نہیں ہوتا بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ دیکھتا ہے کہ فرشتے اپنے ہاتھ پھیلا کر حج کرنے والوں کے لیے رحمت اور مغفرت کی دعا کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ حج کرنے والوں کے ان کبیرہ گناہوں کو معاف فرما رہا ہے جن کو اس ملعون نے بندوں کے لیے مزہم کیا تھا اور اس کی یہ خواہش تھی کہ وہ بندے ان گناہوں سے مالا مال ہو جائیں اور ایمان سے ان کی طرف منتقل ہو جائیں اس لیے ان کو عذاب میں مبتلا نہ کیا گیا اور جب اس پر خیر ختم ہو گیا تو وہ غم و غصہ سے مالا مال نہ ہو سکا۔ (شرح ترمذی ج ۲ ص ۱۰۱، دار احیاء التراث العربیہ بیروت ص ۱۰۱)

حافظ یوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر المالکی القرطبی المتوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

موطأ امام مالک کی اس حدیث کی تائید میں اور متعدد احادیث ہیں ان میں سے بعض یہ ہیں:

سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یوم عرفہ سے زیادہ کسی دن بھی اللہ تعالیٰ دوزخ سے بندوں کو آزاد نہیں کرتا اور اللہ (اپنی رحمت کے ساتھ بندوں کے) قریب ہوتا ہے اور فرشتوں کے سامنے فخر کر کے فرماتا ہے: ان لوگوں نے کیا ارادہ کیا تھا! (سنن نسائی: ۳۰۰۳، المستدرک ج ۱ ص ۳۶۳، سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۱۸، سنن دارقطنی ج ۲ ص ۳۰۱، صحیح ابن خزیمہ: ۲۸۲، کنز العمال: ۱۲۰۷۲، صحیح مسلم: ۱۳۳۸، سنن ابن ماجہ: ۳۰۱۳، الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۲۰۱)

یہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ میدان عرفات میں توبہ کرنے والے حجاج کی مغفرت کر دی جاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی یہ

شان نہیں ہے کہ وہ فرشتوں کے سامنے خطا کاروں اور گناہ گاروں پر فخر کرے۔

حج کرنے والے کے کبیرہ گناہوں کو معاف فرمادینا

ابن المبارک نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: یومِ عرفہ ”یوم المباحۃ“ (فخر کا دن) ہے آپ سے پوچھا گیا: ”یوم المباحۃ“ کیا ہے؟ انہوں نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ یومِ عرفہ کو آسمان دنیا پر نازل ہوتا ہے پھر فرشتوں کو بلاتا ہے اور فرماتا ہے: میرے ان بندوں کو دیکھو! ان کے بال بکھرے ہوئے اور غبار آلود ہیں، میں نے ان کی طرف ایک عظیم رسول بھیجا تو یہ اس پر ایمان لائے اور میں نے ان کی طرف ایک عظیم کتاب بھیجی تو یہ اس پر ایمان لائے یہ بہت دور دراز کے راستوں پر چل کر میرے پاس آئے ہیں اور یہ مجھ سے سوال کر رہے ہیں کہ میں ان کو دوزخ سے آزاد کر دوں سو میں نے ان کو آزاد کر دیا پس یومِ عرفہ سے زیادہ کسی دن بھی لوگوں کو دوزخ سے آزاد ہوتے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب عرفہ کا دن ہوتا ہے تو اللہ آسمان دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے اور اہل عرفات کی وجہ سے فرشتوں کے سامنے فخر فرماتا ہے اور فرماتا ہے: میرے ان بندوں کی طرف دیکھو! ان کے بال بکھرے ہوئے اور غبار آلود ہیں یہ دور دراز کے راستوں پر چل کر میرے پاس آئے ہیں میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کی مغفرت کر دی ہے پس فرشتے کہتے ہیں کہ اے میرے رب! فلاں و فلاں شخص (یعنی وہ مغفرت کے لائق نہیں) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے ان سب کی مغفرت کر دی ہے تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس یومِ عرفہ سے زیادہ کسی دن بھی لوگ دوزخ سے آزاد نہیں کیے گئے۔ (شرح السنہ ج ۷ ص ۱۵۹ المسند رک ج ۱ ص ۳۶۵ ح ۳۰۷، مسیح ج ۱ ص ۲۸۳، کنز العمال: ۱۲۰۷۳)

ابن جریج نے از محمد بن المنکدر از حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ اہل عرفہ کے اوپر ایک لحظہ میں مغفرت نازل ہوتی ہے اس وقت ابلیس اپنے سر پر مٹی ڈال لیتا ہے اور کہتا ہے کہ ہائے ہلاکت! ہائے موت! پھر تمام شیاطین اس کے پاس جمع ہو کر پوچھتے ہیں کہ کیا ہوا؟ وہ کہتا ہے: میں نے ان کو سائنہ شرارہ سے ننتہ میں ”الاستقامۃ“ اور ”آر“ پلک بھینکنے میں ان کی مغفرت کر دی گئی۔

حج کرنے والے کے ذمہ حقوق عباد کو معاف فرمادینا

حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عرفہ کے دن شام کو اپنی امت کے لیے مغفرت اور رحمت کی دعا کی سو آپ بہت دیر دعا کرتے رہے پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی کہ میں نے ایسا کر لیا سو ان لوگوں کے جنہوں نے ”سرد“ پر ظلم کیا ہے، ”گناہ کبیرہ“ کے دن کے درمیان ہیں تو میں نے ان کو معاف کر دیا پھر آپ نے دعا کی: اے میرے رب! تو اس پر تو اس سووم کو اداء اور ثواب عطا کر اور اس نامہ مغفرت کے لیے تو اس شام کو اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول نہیں کی پھر جب دوسرے دن نبی ﷺ نے اس دعا کو دہرایا تو اللہ نے آپ کی دعا قبول کر لی اور فرمایا: میں نے ان کو معاف کر دیا تب رسول اللہ ﷺ مسکرائے آپ کے اصحاب نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ اس وقت کیوں مسکرا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں اللہ کے دشمن ابلیس کی وجہ سے مسکرا رہا ہوں جب اس نے جان لیا کہ اللہ نے میری امت کے متعلق میری دعا قبول کر لی ہے تو وہ چلانے لگا: ہائے ہلاکت! دوائے موت! اور مٹھی اٹھا کر اپنے سر پر ڈالنے لگا۔

(سنن ابن ماجہ: ۳۰۱۳، سنن ابوداؤد: ۵۲۳۳)

ابن المبارک نے بھی اپنی سند کے ساتھ اس حدیث کی روایت کی ہے۔ (المہمید ج ۱ ص ۹۷-۹۰ ملخصاً دارالکتب العلمیہ بیروت: ۱۳۱۹ھ)

حافظ ابن عبد البر نے یہ احادیث صحیحہ درج کی ہیں۔ ان سے واضح ہو گیا کہ جب حج کرنے والا میدانِ عرفات میں دعا کرتا ہے

تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ معاف فرمادیتا ہے خواہ وہ گناہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ، خواہ ان کا تعلق حقوق اللہ سے ہو یا حقوق العباد سے اور ملا علی قاری کا یہ کہنا درست نہیں ہے کہ حج کرنے سے صرف گناہ صغیرہ معاف ہوتے ہیں، گناہ کبیرہ معاف نہیں ہوتے اور نہ وہ گناہ معاف ہوتے ہیں جن کا تعلق حقوق العباد سے ہو۔

اس حدیث سے استدلال کہ حج کرنے والا گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے، جیسے اسی دن اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا ہو

نیز زیر بحث حدیث صحیح البخاری: ۱۵۲۱ میں رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے: جس شخص نے دوران حج کوئی گناہ نہیں کیا تو وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جائے گا جیسے وہ اسی دن اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا ہے، اگر ملا علی قاری کی تحقیق کے مطابق اس کے صرف صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں اور اس کے کبیرہ گناہ باقی ہیں اور حقوق العباد بھی اس کے ذمہ ہیں تو پھر کس طرح وہ ایسا ہوگا کہ وہ اس دن ماں کے بطن سے پیدا ہوا ہے، نیز ملا علی قاری کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ اس کے صرف صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں، ہم حافظ ابن حجر عسقلانی سے نقل کر چکے ہیں کہ اس کے تمام صغیرہ اور کبیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں، لہذا ملا علی قاری کا اس پر اجماع نقل کرنا بھی درست نہیں ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ پھر تو تائب اور زانیوں کے لیے معاملہ آسان ہے، وہ قتل اور زنا کریں۔۔۔۔۔ اور حج کر کے اپنی مغفرت کرا لیں

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ پھر تو زانیوں، قاتلوں، چوروں، ڈاکوؤں، سودوروں اور رشوت خوروں کے لیے معاملہ آسان ہے، وہ سال بھر یہ کبیرہ گناہ کرتے رہیں اور سال کے آخر میں حج کر آئیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جو عادی مجرم ہوتے ہیں ان کو حج کرنے کی توفیق ہی نہیں ہوتی، اور جو اس طرح کے گناہ کرنے والا ہو وہ اسی وقت حج کرنے سے باز رہتا ہے جب اس کے دل میں خوف خدا کا غلبہ ہوتا ہے، اور وہ اپنے گناہوں پر تادم ہوتا ہے، اس کے دل سے گناہوں پر تائب ہوتا ہے، جو اس طرح نہ ہو، اس کو حج کرنے کی توفیق نہیں ہوتی۔ ۱۹۹۳ء میں حج کے سلسلہ میں حاجی کیمپ جارہا تھا، میں جس ٹیکسی میں بیٹھا تھا اس کے ڈرائیور نے مجھ سے پوچھا: آپ حج کرنے جا رہے ہیں؟ میں نے کہا: ہاں! اس نے کہا: اپنی اپنی قسمت ہے! میں اٹھارہ سال مکہ میں رہا اور میں نے حج نہیں کیا اور آپ پاکستان سے حج کرنے جا رہے ہیں!

خلاصہ یہ ہے کہ ہر شخص حج کرنے کی توفیق نہیں ہوتا، حج کرنے وہی جاتا ہے جس کے دل میں خوف خدا جذبہ ہوتا ہے اور وہ ٹیکوں پر آمادہ اور گناہوں کے ترک کرنے پر تیار ہوتا ہے، علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے، وہ قادر مطلق ہے، بے نیاز ہے، اگر وہ قاتلوں، ڈاکوؤں اور زانیوں کی بھی مغفرت فرمادے تو وہ مالک ہے، کسی کو اس پر اعتراض کرنے کا کیا حق ہے!

۵۔ بابُ فَرَضِ مَوَاقِیْتِ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ

حج اور عمرہ کے مواقیت کا تقرر

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متونی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

مواقیت، میقات کی جمع ہے، جیسے میعاد کی جمع مواعید ہے، امام بخاری نے عنوان میں لکھا ہے: حج اور عمرہ کے مواقیت کو فرض کرنا۔ اس میں فرض کا معنی ہے: واجب کرنا، اس کا معنی یہ ہے کہ کوئی شخص حج یا عمرہ کا احرام میقات سے پہلے نہیں باندھ سکتا اور اس کی وضاحت باب نمبر: ۸ سے ہو رہی ہے، جس میں امام بخاری نے یہ لکھا ہے کہ اہل مدینہ کا میقات، اور وہ ذوالحلیفہ سے پہلے احرام نہیں باندھتے تھے اور جب وقت سے پہلے احرام باندھنا جائز نہیں ہے تو میقات کی جگہ سے پہلے بھی احرام باندھنا جائز ہونا چاہیے۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۱۰۳ 'ملخصاً' دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

حافظ بدرالدین محمود بن احمد یعنی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہاں پر عنوان میں فرض کا معنی مقرر کرنا ہے اور یہ واجب کرنے کے معنی میں نہیں ہے اور امام بخاری نے باب: ۸ میں جو کہا ہے کہ اہل مدینہ کا میقات اور وہ ذوالحلیفہ سے پہلے احرام نہیں باندھتے تھے یہ اس پر دلالت نہیں کرتا کہ ذوالحلیفہ سے پہلے احرام باندھنا جائز نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس کا معنی یہ ہو کہ ذوالحلیفہ سے پہلے احرام باندھنا مستحب نہیں ہے کیونکہ جمہور فقہاء نے موافقت سے پہلے احرام باندھنے کو جائز قرار دیا ہے اور ابن المنذر نے کہا ہے کہ میقات سے پہلے احرام باندھنے کے جواز پر اجماع ہے اور فقہاء احناف اور فقہاء شافعیہ کا مذہب یہ ہے کہ میقات سے پہلے احرام باندھنا افضل ہے امام مالک سے اس کی کراہت منقول ہے لیکن یہ ان کے نزدیک عدم جواز کی دلیل نہیں ہے اسی طرح حضرت عثمان سے منقول ہے کہ انہوں نے خراسان سے احرام باندھنے کو مکروہ کہا ہے اور یہ بھی عدم جواز کی دلیل نہیں ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اسحاق اور داؤد سے عدم جواز منقول ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان کا جمہور کی مخالفت کرنا غیر معتبر ہے اور اگر بر تقدیر تنزل یہ مان بھی لیا جائے تو یہ کہاں سے معلوم ہو گیا کہ امام بخاری اس مسئلہ میں ان کے ساتھ ہیں۔

(عمدة القاری ج ۹ ص ۱۹۶۔ ۱۹۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۵۲۲ - حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ أَنَّهُ أَتَى عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فِي مَنْزِلِهِ وَلَهُ فُسْطَاطٌ وَسُرَادِقٌ فَسَأَلْتُهُ مِنْ أَيْنَ يَجُوزُ أَنْ أَعْتَمِرَ؟ قَالَ فَرَضَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنًا وَلِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ وَلِأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ.

۱۔ بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے کہا: مجھے زید بن جبیر نے حدیث بیان کی کہ وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ان کے گھر گئے وہاں ان کا خیمہ اور پردے تھے پس میرے ان سے سوال کیا کہ کہاں سے عمرہ کرنا پڑے۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل نجد کے لیے قرن کو مقرر کیا اور اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ کو اور اہل شام کے لیے الجحفة کو۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۳ میں گزر چکی ہے: جس میں ضروری امور کی نزاحت کی جا رہی ہے۔

قرن ذوالحلیفہ اور الجحفة

اس حدیث میں چند موافقت کا ذکر کیا گیا ہے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

قرن: پورا نام قرن المنازل ہے یہ یمن اور طائف والوں کی میقات ہے اس کا دوسرا نام قرن الثعالب ہے یہ صرف اہل نجد کی میقات ہے اہل یمن کی میقات بھی قرن کہلاتی ہے یہ مکہ سے اکیاون میل اور طائف سے چھتیس میل دور ہے۔

(تجمل البلدان (أردو) ص ۲۷۲)

ذوالحلیفہ: یہ اہل مدینہ کا میقات ہے یہ مدینہ سے چار میل کے فاصلہ پر ہے اور مکہ سے ۱۹۸ میل کے فاصلہ پر ہے۔

الجحفة: یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان شام کی جانب ایک جگہ ہے اور یہ اہل شام کا میقات ہے۔

(عمدة القاری ج ۲ ص ۳۲۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

مواقیت مذکورہ سے احرام باندھنے کا وجوب اور جو شخص بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہو اس کا شرعی حکم

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

ائمہ فتویٰ کا اس پر اجماع ہے کہ حج اور عمرہ میں مواقیت واجب ہیں انہوں نے کہا ہے کہ ان میں توسیع اور رخصت ہے انسان جل (میقات سے پہلی جگہ) سے فائدہ حاصل کرتا رہے حتیٰ کہ میقات پہنچ جائے اور میرے علم کے مطابق کسی شخص نے یہ نہیں کہا کہ میقات حج کے فرائض میں سے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے مواقیت کو فرض کیا ہے اس سے حضرت ابن عمر کی مراد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مواقیت کا تعین کیا اور ان کی جگہیں اور حدود مقرر فرمائیں۔

اس باب میں عطاء النخعی اور حسن بصری کا رد ہے انہوں نے یہ کہا ہے کہ جو شخص حج اور عمرہ کا ارادہ رکھتا ہو اور وہ میقات کو ترک کر دے اور احرام نہ باندھے تو کوئی حرج نہیں ہے اور ان کا یہ قول شاذ ہے امام مالک امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ وہ شخص مکہ سے واپس میقات کی طرف لوٹے اور اس میں ان کا اختلاف ہے کہ آیا لوٹنے کے بعد اس پر دم واجب ہے یا نہیں؟ امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ اگر لوٹنے کے بعد اس نے تلبیہ پڑھ لیا ہے تو اس پر دم نہیں ہے اور اگر اس نے تلبیہ نہیں پڑھا تو اس پر دم ہے اور ثوری امام ابو یوسف امام محمد اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ جب وہ احرام باندھنے کے بعد میقات کی طرف لوٹ آیا تو کسی صورت میں اس پر دم نہیں ہے۔ (شرح ابن بطلال ج ۳ ص ۱۶۱-۱۶۰ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۲ھ)

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

اس حدیث پر علامہ کرمانی نے یہ اعتراض کیا ہے کہ عمرہ کا احرام باندھنا ان مواقیت مذکورہ میں سے لازم نہیں ہے بلکہ ہر انہ سے بھی احرام باندھنا صحیح ہے؟ اس کا جواب ہے کہ یہ اہل مکہ کے لیے صحیح ہے لیکن جس جگہ آفاقی ہوں یعنی خارج از حرم کے لوگ ہوں ان کے لیے ان ہی مواقیت سے احرام باندھنا درست ہے۔ (مدۃ القاری ج ۹ ص ۹۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۔ بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى ﴿وَلَا تَزُولُ ذُرَاً

فَإِنَّ خَيْرَ الْزَّادِ التَّقْوَى﴾ (البقرہ: ۱۹۷) خراج تقویٰ (سوال سے رکنا) ہے (البقرہ: ۱۹۷)

اس باب میں اس آیت کا ذکر کر کے یہ بتایا ہے کہ زنا کرنے والے کو اپنے ساتھ سفر خرچ رکھنا چاہیے اور لوگوں سے سوال نہیں کرنا چاہیے تاکہ اس سفر پر وہ لوگوں کے زین کی طرف نہ تکیں کہ وہ اس کو تکیہ دیتے ہیں یا نہیں وہ حج کے سفر میں صرف اللہ کی طرف متوجہ رہے ان کو دیکھتا رہے اور صرف اسی سے سوال کرتا رہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ لوگ اپنے گھروں سے حج کرنے کے لیے نکلتے تھے اور ان کے پاس سفر خرچ نہیں ہوتا تھا اور وہ کہتے تھے کہ ہم اللہ کے گھر کا قصد کر رہے ہیں تو کیا وہ ہمیں نہیں کھلائے گا تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ تم زاد راہ لے کر سفر کرو جو تم کو لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلانے سے روکے۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۱۹۸)

۱۵۲۳۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ عَنْ وَرْقَاءَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ أَهْلُ الْيَمَنِ يَحُجُّونَ وَلَا يَتَزَوَّدُونَ وَيَقُولُونَ نَحْنُ الْمُتَوَكِّلُونَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بشر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شابہ نے حدیث بیان کی از درقاء از عمرو بن دینار از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ اہل یمن حج کرتے تھے اور اپنے ساتھ زاد راہ (سفر خرچ)

فَإِذَا قَدِمُوا الْمَدِينَةَ سَأَلُوا النَّاسَ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى ﴿وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَى﴾. رَوَاهُ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عُمَرَ عَنْ عِكْرِمَةَ مُرْسَلًا. (سنن ابوداؤد: ۱۷۳۰)

نہیں لیتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم تو کل کرنے والے ہیں پھر جب وہ مدینہ آتے تو لوگوں سے سوال کرتے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اور سفر خرچ تیار کرو اور بہترین سفر خرچ تقویٰ (سوال سے رکنا) ہے۔ اس کی ابن عیینہ نے از عمرو از عکرمہ مرسل روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) یحییٰ بن بشر ابوزکریاؒ یہ اللہ تعالیٰ کے عباد صالحین میں سے تھے یہ ۲۳۲ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) شبابہ بن سوار الفزاری (۳) ورقاء بن عمرو بن کلیب ابوبشر البشکری (۴) عمرو بن دینار (۵) عکرمہ مولیٰ ابن عباس (۶) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۱۹۹)

اغنیاء پر توکل کرنے کا شدید حرام ہونا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مالک کے ساتھ توکل کرنے سے بڑا اللہ بڑا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے بالکل استعانت نہیں کی جاتی جیسا کہ حدیث میں ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت ستر ہزار افراد بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے یہ وہ لوگ ہیں جو (شرکیہ الفاظ پر مبنی) دم کراتے ہوں گے نہ قال نکلاتے ہوں گے وہ صرف اپنے رب پر توکل کرتے ہوں گے۔ (صحیح البخاری: ۶۳۷۲۔ ۳۴ صحیح مسلم: ۲۲۰۰ مسند احمد ج ۳ ص ۳)

اغنیاء پر حج کے علاوہ بھی سوال کرنا حرام ہے۔ حج میں مال پر سوال کرنے کی امت اور بھی مؤکد ہے۔ (شرح ابن بجال ج ۴ ص ۱۴۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

توکل کی صحیح تعریف

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں: اس حدیث میں یہ ہے کہ تقویٰ اور حجاب سے سب سے بڑا کرنے کو ترک کرنا چاہیے یا تمہیں دینے والا تعالیٰ نے ان لوگوں کی مدح فرمائی ہے جو لوگوں سے بالکل سوال نہیں کرتے تھے: لَا يَسْتَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا. (البقرہ: ۲۷۳)

اس حدیث میں لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلانے کی مذمت ہے اور سوال نہ کرنے کی ترغیب ہے اور کم چیزوں پر قناعت کرنے کا حکم ہے اس حدیث میں توکل کی مذمت نہیں ہے ہاں! اس میں لوگوں سے سوال کرنے کی مذمت ہے اور یہ لوگ توکل کرنے والے نہیں تھے بلکہ کھانے پینے کے حریص تھے توکل کی تعریف یہ ہے کہ کسی چیز کے حصول کے اسباب مہیا کر کے اسباب سے قطع نظر کر لی جائے اور اس چیز کے حصول کو اللہ تعالیٰ کی عطا پر چھوڑ دیا جائے۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۱۹۹ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۷۔ بَابُ مُهَلِّ أَهْلِ مَكَّةَ لِلْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ حج اور عمرہ میں اہل مکہ کے احرام باندھنے کی جگہ

اس حدیث کے عنوان میں ”مہل“ کا لفظ ہے یہ ”اہلال“ کا اسم ظرف ہے اور ”اہلال“ کا معنی ہے: بلند آواز سے تلبیہ پڑھنا اور چونکہ مسلمان احرام باندھتے وقت بلند آواز سے ”لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ“ کہتے ہیں اس لیے ”اہلال“ سے مراد ہے: احرام باندھنا۔

۱۵۲۴ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا وَهَبٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَفَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ وَلَا أَهْلَ الشَّامِ الْجُحْفَةَ وَلَا أَهْلَ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَارِلِ وَلَا أَهْلَ الْبَحْمَنِ يَلْمَلَمُ هُنَّ لَهُنَّ وَلَمَنْ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِهِنَّ مِمَّنْ أَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ وَمَنْ كَانَ دُونَ ذَلِكَ فَمِنْ حَيْثُ أَتَى حَتَّى أَهْلُ مَكَّةَ مِنْ مَكَّةَ.

[الطواف الحديث: ۱۵۲۶-۱۵۲۹-۱۵۳۰-۱۸۳۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن طاووس نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ نبی ﷺ نے اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ کو میقات (احرام باندھنے کی جگہ) مقرر فرمایا اور اہل شام کے لیے الجحفہ کو میقات مقرر کیا اور اہل نجد کے لیے قرن المنارل اور اہل بحمن کے لیے یلملم کو میقات مقرر فرمایا۔ یہ مواقیت ان لوگوں کے لیے ہیں اور ان لوگوں کے لیے ہیں جو دوسرے ملکوں سے ان جگہوں پر سے گزریں جب وہ حج اور عمرہ کے ارادہ سے آئیں اور ان مقامات کی طرف (مکہ کی جانب رہتا) ہو وہ جہاں سے چلے وہیں سے احرام باندھے حتیٰ کہ اہل مکہ مکہ سے احرام باندھیں۔

(صحیح مسلم: ۱۱۸۱، الترغیب للہدایہ: ۲۷۵، سنن ابوداؤد: ۱۷۳۸، سنن نسائی: ۲۶۵۸، المعجم الکبیر: ۱۰۹۱۳-۱۰۹۱۲، مسند الطحاوی: ۳۲۳، مسند احمد: ۲۳۸، طبع قدیم مسند احمد: ۲۲۳، ج ۳ ص ۱۰۹، مؤسسۃ المدینۃ العلمیۃ)۔

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کا عنوان ہے: حج اور عمرہ میں اہل مکہ سے احرام باندھنے کی جگہ۔ اس حدیث کی اس عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اور جو ان مقامات کے اس طرف (مکہ کی جانب) رہتا ہو وہ جہاں سے چلے وہیں سے احرام باندھے حتیٰ کہ اہل مکہ مکہ سے احرام باندھیں۔

یلملم کی تعین اور یہاں تک کہ اس سے احرام باندھنے کی جگہ

اس حدیث میں جن مواقیت کا ذکر ہے ان میں سے ذوالحلیفہ، الجحفہ اور قرن المنارل کی شرح صحیح البخاری: ۱۵۲۲ میں کی جا چکی ہے اور اس میں یلملم کا بھی ذکر ہے اس کا محل وقوع یہ ہے:

مکہ کے جنوب میں دو شب کی مسافت پر اہل بحمن کی میقات جہاں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی مسجد بھی ہے۔

(معجم البلدان اردو ص ۳۶۳، فتح نظام علی ایڈمنسٹریٹو)

یلملم ایک پہاڑ ہے مکہ سے دو منزل پر۔ ہندوستان سے جو لوگ مکہ کو جاتے ہیں وہ جہاز ہی میں سے اس پہاڑ کے برابر پہنچ کر احرام باندھ لیتے ہیں۔ (حیبر الہادی ج ۲ ص ۱۱۱)

پہاڑ ایک بحری جہاز کے ذریعہ سفر کر کے حج کے لیے جاتے تھے اور جب یلملم کے پاس سے جہاز گزرتا تھا تو کپتان ان کو مطلع

کردیتا تھا اور وہ جہاز میں احرام باندھ لیتے تھے اب بحری جہاز سے حج کا سفر متردک ہو گیا اس لیے اب ہوائی جہاز میں بیٹھنے کے بعد احرام باندھ لیا جائے بہتر یہ ہے کہ ایئر پورٹ کی لاؤنج میں سکون سے وضو کر کے احرام باندھ لیں یا گھر سے احرام باندھ کر چلیں اور لاؤنج میں دو رکعت نماز پڑھ کر حج یا عمرہ کی نیت کر لیں گھر سے نیت نہ کریں کیونکہ بعض اوقات پرواز میں بہت تاخیر ہو جاتی ہے اور بعض اوقات پرواز منسوخ ہو جاتی ہے۔

۸ - بَابُ مِيقَاتِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ

وَلَا يُهْلُونَ قَبْلَ ذِي الْحُلْفَةِ

اہل مدینہ کا میقات اور وہ لوگ ذوالحلیفہ

پہنچنے سے پہلے احرام نہ باندھیں

اس عنوان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری کے نزدیک میقات سے پہلے احرام باندھنا جائز نہیں ہے لیکن ہم صحیح البخاری: ۱۵۲۲ کے عنوان کی شرح میں بیان کر چکے ہیں کہ اس پر اجماع ہے کہ میقات سے پہلے احرام باندھنا جائز ہے ہندوستان پاکستان اور دوسرے اسلامی شہروں سے جو لوگ حج یا عمرہ کرنے ہوائی جہاز کے ذریعہ سفر کر کے جاتے ہیں ان کے لیے عین میقات پر احرام باندھنا تو ممکن ہی نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری کا مذہب ناقابل عمل ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث سنائی کہ انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں مدینہ ذوالحلیفہ سے احرام باندھیں اور اہل شام الحنفیہ سے اور اہل نجد قرن سے۔ حضرت عبد اللہ نے کہا: اور مجھے یہ حدیث بھی سنائی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اہل یمن یلمس سے احرام باندھیں۔

۱۵۲۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ تَائِفٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُهْلُ أَهْلُ الْمَدِينَةِ مِنْ ذِي الْحُلْفَةِ وَأَهْلُ الشَّامِ مِنَ الْجُحْفَةِ وَأَهْلُ نَجْدٍ مِنْ قَرْنٍ. قَالَ عَبْدُ اللَّهِ وَبَلَّغَنِي أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَيُهْلُ أَهْلُ الْيَمَنِ مِنْ يَلْمَسٍ.

اس حدیث میں ذوالحلیفہ الحنفیہ اور قرن کا ذکر ہے۔ اس کی شرح صحیح بخاری: ۱۵۲۳ میں گزر چکی ہے اور اس حدیث میں یلمس کا ذکر ہے اس کی شرح صحیح البخاری: ۱۵۲۳ میں گزر چکی ہے۔

۹ - بَابُ مُهْلِ أَهْلِ الشَّامِ

۱۵۲۶ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ

اہل شام کے احرام باندھنے کی جگہ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از عمرو بن دینار از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ کو میقات مقرر کیا اور اہل شام کے لیے الحنفیہ کو اور اہل نجد کے لیے قرن المنازل کو اور اہل یمن کے لیے یلمس کو یہ مواقیات ان مقامات پر رہنے والوں کے لیے ہیں اور دوسرے ملکوں سے جو لوگ ان مقامات سے گزریں اور وہ وہاں پر رہنے والے نہ ہوں اور وہ حج اور عمرہ کا ارادہ کر رہے ہوں ان کے لیے بھی یہ مواقیات ہیں اور جو لوگ ان

عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ وَقَّتْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْحُلْفَةِ وَلِأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلْمَسَ فَهِنَّ لَهُنَّ وَلِمَنْ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِ أَهْلِيهِنَّ لِمَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَمَنْ كَانَ ذُوْنَهُنَّ فَمَهْلُهُ مِنْ أَهْلِيهِنَّ وَكَذَلِكَ حَتَّى أَهْلُ مَكَّةَ يُهْلُونَ مِنْهَا.

مواقیت سے ماوراء رہتے ہوں وہ اپنے گھر سے احرام باندھیں اسی طرح اہل مکہ مکہ سے احرام باندھیں۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۱۵۲۲ اور ۱۵۲۳ کا مطالعہ کریں۔

اہل نجد کے احرام باندھنے کی جگہ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہم نے اس کو الزہری سے محفوظ کیا ہے از سالم از والد خود کہ نبی ﷺ نے مقرر کیا..... (ح)

۱۰ - بَابُ مُهَلِّ أَهْلِ نَجْدٍ

۱۵۲۷ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَفِظْنَاهُ مِنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ وَقَّتِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح.

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۱۵۲۲ کا مطالعہ کریں۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں امام احمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے یونس نے خبر دی از ابن شہاب از سالم بن عبد اللہ از والد خود انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اہل مدینہ کے احرام باندھنے کی جگہ ذوالحلیفہ ہے اور اہل شام کے احرام باندھنے کی جگہ مہیہ ہے اور اسی کا نام الجحہ ہے اور اہل نجد کے احرام باندھنے کی جگہ قرن ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا اور میں نے اس کو نہیں سنا کہ اہل یمن کے احرام باندھنے کی جگہ یلمم ہے۔

۱۵۲۸ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مُهَلُّ أَهْلِ الْمَدِينَةِ ذُو الْحَلِيفَةِ وَمُهَلُّ أَهْلِ الشَّامِ مَهْيَعَةُ وَبِئْسَ الْجُحْفَةُ وَأَهْلُ نَجْدٍ قَرْنٌ. قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا زَعَمُوا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَلَمْ أَسْمَعْهُ وَمُهَلُّ أَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمَمٌ.

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۵۲۲ اور ۱۵۲۳ میں گزر چکی ہے۔

جو لوگ مواقیت کے ماوراء رہتے ہوں

ان کے احرام باندھنے کی جگہ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: حماد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ کو میقات مقرر کیا اور اہل شام کے لیے الجحہ کو اور اہل یمن کے لیے یلمم کو اور اہل نجد کے لیے قرن کو سو یہ ان مقامات کے رہنے والوں کے میقات ہیں اور دوسرے ملکوں کے لوگ جو یہاں کے رہنے والے نہ ہوں اور ان مقامات سے گزریں اور وہ ان لوگوں میں سے ہوں جو حج اور عمرہ کا ارادہ کرتے

۱۱ - بَابُ مُهَلِّ مَنْ كَانَ

دُونِ الْمَوَاقِيتِ

۱۵۲۹ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ طَاوُسٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَّتَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْحَلِيفَةِ وَلِأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمَمٌ وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنًا فَهِنَّ لَهُنَّ وَلِمَنْ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِ أَهْلِيهِنَّ مِمَّنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَمَنْ كَانَ دُونَهُنَّ فَمِنْ أَهْلِهِ حَتَّى إِنَّ أَهْلَ مَكَّةَ يَهْلَوْنَ مِنْهَا.

ہوں اور جو لوگ ان مواقیت کے ماوراء ہوں وہ اپنے گھروں سے احرام باندھیں حتیٰ کہ اہل مکہ مکہ سے احرام باندھیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۵۲۴ میں گزر چکی ہے۔

اہل یمن کے احرام باندھنے کی جگہ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معلیٰ بن اسد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن طاؤس از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ نبی ﷺ نے اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ کو میقات مقرر کیا اور اہل شام کے لیے الجحفة کو اور اہل نجد کے لیے قرن المنازل کو اور اہل یمن کے لیے یلملم کو یہ ان مقامات پر رہنے والوں کے لیے احرام باندھنے کی جگہیں ہیں اور دوسرے ملکوں کے لوگ جو یہاں کے رہنے والے نہ ہوں اور ان مقامات سے گزریں اور وہ ان لوگوں میں سے ہوں جو حج عمرہ کا ارادہ رکھتے ہوں اور جو لوگ ان مواقیت کے ماوراء ہوں وہ اپنے گھروں سے احرام باندھیں حتیٰ کہ اہل مکہ مکہ سے احرام باندھیں۔

۱۲ - بَابُ مُهَلِّ أَهْلِ الْيَمَنِ

۱۵۳۰ - حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَفَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ وَلِأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلْمَلَمَ هُنَّ لَهُنَّ وَلِكُلِّ ابْتِئَانٍ عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِهِمْ مِمَّنْ أَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَمَنْ كَانَ دُونَ ذَلِكَ فَمِنْ حَيْثُ أَتَى حَتَّى أَهْلُ مَكَّةَ مِنْ مَكَّةَ.

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۵۲۴ میں گزرتی ہے۔

اہل عراق کا میقات ذات عرق ہے

”عرق“ کا معنی ہے: چھوٹی پہاڑی یہ تہامہ کے پہاڑوں میں سے پہلا شہر ہے یہاں تین بڑے بڑے کنویں ہیں اور اس کے قریب ابورغال کی قبر ہے اور یہاں ایک باغ ہے جو مکہ سے اٹھارہ میل کے فاصلہ پر ہے۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۲۰۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن مسلم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن نمیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا: جب یہ دونوں شہر (بصرہ اور کوفہ) فتح ہو گئے تو لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے پھر انہوں نے کہا: یا امیر المؤمنین! رسول اللہ ﷺ نے اہل نجد کے لیے میقات مقرر کیا ہے اور وہ ہمارے راستہ سے منحرف ہے اور اگر ہم قرن جا کر احرام باندھیں تو یہ ہم پر دشوار ہے حضرت عمر نے فرمایا: تم قرن کے موازی اپنے راستہ میں کوئی جگہ بتاؤ پھر ان کے لیے ذات عرق کو میقات بنادیا۔

۱۳ - بَابُ ذَاتِ عِرْقٍ لِأَهْلِ عِرَاقٍ

۱۵۳۱ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْأَلَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا فَتَحَ هَذَا الْمَصْرَ اتَّوَا عُمَرَ فَقَالُوا يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا أَنَّ نَجْدًا قَرْنَا وَهُوَ جَوْرٌ عَنْ طَرِيقِنَا وَإِنَّا إِنْ أَرَدْنَا قَرْنَا شَقَّ عَلَيْنَا قَالَ فَانْظُرُوا حَدَوَّهَا مِنْ طَرِيقِكُمْ فَحَدَّ لَهُمْ ذَاتَ عِرْقٍ.

ج ۵ ص ۲۷

علامہ شعیب الارنؤوط اور ان کے معاون مخرجین نے لکھا ہے: امام مسلم کی شرط کے مطابق اس حدیث کی سند صحیح ہے اور ابو الزبیر امام مسلم کے رجال میں سے ہیں۔ (حاشیہ مسند احمد ج ۲ ص ۳۳۳ 'مؤسسۃ الرسالۃ بیروت')
اس حدیث کو ایک اور سند سے بھی امام احمد نے روایت کیا ہے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۳۳۶ 'مسند احمد: ۱۳۶۱۵- ج ۲۲ ص ۳۵۹ 'مؤسسۃ الرسالۃ بیروت')

اس حدیث کو امام احمد نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۱۸۱ طبع قدیم 'مسند احمد: ۶۶۹۷- ج ۱۱ ص ۲۹۷ 'مؤسسۃ الرسالۃ بیروت')

حضرت عمرو بن العاص کی یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی ہے:

سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۸ 'سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۳۶ 'مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۱۶ 'حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۹۳-۹۴۔

حافظ ابن حجر نے جو لکھا ہے کہ اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے ابراہیم بن یزید از ابو الزبیر روایت کیا ہے 'سودہ حدیث یہ ہے: ابراہیم بن یزید از ابو الزبیر از حضرت جابر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیا 'پس فرمایا کہ اہل مدینہ کے احرام باندھنے کی جگہ ذوالحلیفہ ہے اور اہل شام کے احرام باندھنے کی جگہ الجحفہ ہے اور اہل یمن کے احرام باندھنے کی جگہ یلملم ہے اور اہل نجد کے احرام باندھنے کی جگہ ناعہ اور اہل شام کے احرام باندھنے کی جگہ عرق ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۲۹۱۵)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی: ۸۰۰ھ لکھتے ہیں۔

امام شافعی نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ذات عرق کو میقات مقرر نہیں کیا اور اس وقت اہل مشرق نہیں تھے اور انہوں نے اپنی کتاب الام میں لکھا ہے: یہ ثابت نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ذات عرق کو میقات قرار دیا۔ ہوا اس پر صرف لوگوں کا اتفاق ہے اور یہ اس کی دلیل ہے کہ ذات عرق کا میقات، مانع ہے۔ یعنی اس کے میقات ہونے کی نبی ﷺ نے تصریح نہیں کی اور حنفیہ حنابلہ اور جمہور شافعیہ کے نزدیک یہ منصوص علیہ ہے۔ (ریخ البروج ج ۳ ص ۱۰۰ 'دارالسرہ بیروت' ۱۳۲۶ھ)

ہم نے صحیح مسلم، سنن ابوداؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، شرح معانی الآثار، مسند احمد اور متعدد کتب حدیث سے یہ واضح کر دیا ہے کہ نبی ﷺ نے اہل عراق کے لیے ذات عرق کے میقات کی تصریح کی ہے اور یہی امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام احمد کا مذہب ہے اور امام شافعی کا یہ بھی ہے۔ اہل عراق کے لیے ذات عرق کا میقات ثابت نہیں ہے، منصوص علیہ نہیں ہے، بلکہ اہل عراق نے خود اسے میقات قرار دیا ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اس حدیث میں اس لیے انہوں نے ان امکان ان احادیث وضعیہ قرار دی ہیں کہ اس میں وہ ثابت ہیں:

یہ حدیث امام احمد، امام ابوداؤد اور امام نسائی سے مروی ہے (حافظ ابن حجر نے امام مسلم کا نام تک نہیں لیا) اور اس میں یہ دلیل ہے کہ اس حدیث کی اصل ہے اور شاید کہ جس نے یہ کہا ہے کہ ذات عرق کا میقات ہونا منصوص علیہ نہیں ہے اس کو یہ احادیث نہیں پہنچی ہوں گی یا اس کے نزدیک یہ احادیث ضعیف ہوں گی کیونکہ ان احادیث کی ہر سند پر اعتراض ہے (پھر اس کے بعد مجبور ہو کر لکھتے ہیں کہ) اس حدیث کی متعدد اسانید ہیں اور ان اسانید کے مجموعہ سے یہ حدیث قوی ہو جاتی ہے۔

ان احادیث پر امام شافعی کے اس اعتراض کا جواب کہ آپ کے عہد میں تو عراق آباد نہیں ہوا تھا

امام شافعی نے اس حدیث پر یہ اعتراض کیا تھا کہ نبی ﷺ اہل مشرق کے لیے میقات کیسے مقرر کر سکتے تھے حالانکہ اس وقت

اہل مشرق نہیں تھے؟ حافظ ابن حجر اس اعتراض کا جواب حافظ ابن عبد البر سے نقل کرتے ہیں:

اس حدیث پر جس نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اس وقت تک عراق فتح نہیں ہوا تھا تو حافظ ابن عبد البر نے کہا: یہ اس کی غفلت ہے کیونکہ نبی ﷺ نے فتوحات سے پہلے تمام اطراف کے مواقیت مقرر کر دیئے تھے کیونکہ نبی ﷺ کو علم تھا کہ یہ علاقے عنقریب فتح ہو جائیں گے پس اس وجہ سے شام اور عراق میں کوئی فرق نہیں ہے علامہ الماوردی اور دوسرے محدثین نے بھی یہی جواب دیا ہے۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۱۰۹ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ اور دیگر ائمہ کے نزدیک اہل عراق کے لیے ذاتِ عرق کا میقات ہونا ثابت ہے لیکن امام شافعی کے نزدیک یہ ثابت نہیں ہے اس لیے ہم نے صحیح مسلم اور دیگر کتب حدیث سے یہ واضح کیا ہے کہ ذاتِ عرق کا میقات ہونا منصوص علیہ ہے اور نبی ﷺ سے ثابت ہے اور اس حدیث پر امام شافعی کے جو اعتراضات تھے ان کے جوابات ان ہی کے مقلدین کے حوالے سے نقل کر دیئے ہیں۔ واللہ الحمد علی ذالک۔

۱۴ - بَابُ

بَابُ

امام بخاری نے اس باب کا کوئی عنوان ذکر نہیں کیا اور جب وہ کسی باب کا عنوان ذکر نہ کریں تو وہ باب ابواب سابقہ کے ساتھ لاحق ہوتا ہے اس سے پہلے ابواب میں مختلف شہروں کے مواقیت ذکر کیے گئے تھے اور اس باب میں ذوالحلیفہ کا ذکر ہے اور وہ اہل مدینہ کا میقات ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی ہوں: ما: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ذوالحلیفہ کے پتھر طے میدان میں اپنی اونٹنی بٹھائی پس پڑھی: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کرتے تھے۔

۱۵۳۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آتَاخَ بِالْبُطْحَاءِ بِذِي الْحُلَيْفَةِ فَصَلَّى بِهَا وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَفْعَلُ ذَٰلِكَ.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۸۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۵ - بَابُ خُرُوجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَى صَوْبَ الشَّجَرَةِ

۱۵۳۳ - حَدَّثَنَا بَرَاءُ بْنُ أَبِي حَزِيمٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخْرُجُ مِنْ طَرِيقِ الشَّجَرَةِ وَيَدْخُلُ مِنْ طَرِيقِ الْمُعَرِّسِ وَأَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا خَرَجَ إِلَى مَكَّةَ يُصَلِّي فِي مَسْجِدِ الشَّجَرَةِ وَإِذَا رَجَعَ صَلَّى بِذِي الْحُلَيْفَةِ بِطَنْ الْوَادِي وَبَاتَ حَتَّى يُصْبِحَ.

نبی ﷺ کا راستہ کے

درخت سے نکلتا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں براء بن ابی حزیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں انس بن عیاض نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ ﷺ درخت کے راستہ سے (مدینہ منورہ سے) نکلتے تھے اور معرس کے راستہ سے مدینہ میں داخل ہوتے تھے اور رسول اللہ ﷺ جب مدینہ سے مکہ روانہ ہوتے تو درخت کی مسجد میں نماز پڑھتے تھے اور جب واپس آتے تو ذوالحلیفہ میں وادی کے نشیب میں نماز پڑھتے تھے اور وہیں رات گزارتے تھے حتیٰ کہ صبح ہو جاتی۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۴۸۴ میں گزر چکی ہے، بعض امور کی تفصیل حسب ذیل ہے:

معرس اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں مسافرات کو ٹھہرنے یہ معرس ذوالحلیفہ کی مسجد کے نشیب میں واقع ہے اور ذوالحلیفہ کی بہ نسبت مسجد سے زیادہ قریب ہے۔

نبی ﷺ درخت کے راستے سے مدینہ سے روانہ ہوتے اور معرس کے راستہ سے واپس آتے اور آنے جانے میں راستہ بدل دیتے اور آپ عید کے دن بھی ایسا ہی کرتے تھے ایک راستہ سے جاتے اور دوسرے راستہ سے واپس آتے، آج کل رش سے بچنے کے لیے یک طرفہ ٹریفک کا اصول ہے ایک سڑک روانہ ہونے کے لیے ہوتی ہے اور دوسری سڑک واپسی کے لیے ہوتی ہے، ہم کہتے ہیں کہ یہ طریقہ بھی نبی ﷺ کی اس سنت سے ماخوذ ہے۔

نبی ﷺ واپسی میں ساری رات ذوالحلیفہ کے نشیب میں ٹھہرتے اور صبح ہونے کے بعد مدینہ میں داخل ہوتے اور آپ کی تعلیم بھی یہی ہے کہ رات کی تاریکی میں گھر واپس نہ جاؤ، دن کی روشنی میں گھر جاؤ۔

۱۶۔ بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَقِيقُ وَادٍ مُبَارَكٌ

نبی ﷺ کا ارشاد کہ العقیق مبارک وادی ہے

العقیق، مدینہ کے باہر ایک وادی ہے، ایک قول یہ ہے کہ تمامہ کے نالہ کی گہرائی میں اس کا پانی ڈوب جاتا ہے۔

۱۵۳۴۔ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ وَبِشْرُ بْنُ بَكْرِ التَّيْسِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنِي عِكْرَمَةُ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُولُ إِنَّهُ سَمِعَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ سَمِعْتُ نَبِيَّ نَسَى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوَادِي الْعَقِيقِ يَقُولُ أَتَانِي اللَّيْلَةُ ابْنُ رَبِي فَقَالَ صَلِّ فِي هَذَا الْوَادِي الْمُبَارَكِ وَقُلْ عُمْرَةَ فِي حُجَّةٍ. [ابن الحدیث: ۲۲۲۷-۷۳۲۳]

ابن بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الولید اور بشر بن بکر التیسی نے حدیث بیان کی ان دونوں نے کہا کہ ہمیں الاوزاعی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ مجھے یحییٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ عکرمہ نے حدیث بیان کی انہوں نے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا وہ بیان کرتے تھے کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے نبی ﷺ سے وادی عقیق کے متعلق یہ سنا ہے کہ آج رات میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا آیا پس اس نے کہا: اس مبارک وادی میں نماز پڑھئے اور کہیے کہ عمرہ حج میں ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۲۹۷۶، سنن ابوداؤد: ۱۸۰۰، مسند الحمیدی: ۱۹، صحیح ابن حبان: ۳۷۹۰، شرح السنہ: ۱۸۸۳، مسند ابن ماجہ: ۲۰۱، صحیح ابن خزیمہ:

۲۶۱۷، سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۳، مسند احمد ج ۱ ص ۲۴، طبع قدیم مسند احمد: ۱۶۱، ج ۱ ص ۳۰۰، مؤسسة الرسالة: بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) الحمیدی: یہ ابوبکر عبد اللہ بن الزبیر بن العوام ہیں (۲) الولید بن مسلم (۳) بشر التیسی (۴) عبد الرحمن بن عمر الاوزاعی (۵) یحییٰ بن ابی کثیر (۶) عکرمہ مولیٰ ابن عباس (۷) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ (۸) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔

(عمدة القاری ج ۹ ص ۲۱۱)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اس مبارک وادی میں نماز پڑھئے۔

کے آخری حصہ میں ٹھہرتے تھے وہ جگہ اس مسجد کی پچی طرف ہے جو
دس وادی کے نشیب میں ہے وہ جگہ ان لوگوں کے اور راستہ کے
درمیان میں ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۴۸۳ میں گزر چکی ہے۔

رسول اللہ ﷺ اور حضرات صحابہ کے قیام کی جگہوں پر خصوصی رحمتوں اور برکتوں کا نازل ہونا

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس جگہ رسول اللہ ﷺ ٹھہرے تھے اس جگہ قیام کرنے سے اور نماز پڑھنے سے ایسی خاص
رحمتیں اور برکتیں حاصل ہوتی ہیں جو اور جگہ نہیں ملتیں اس لیے حضرت عبداللہ بن عمر اس جگہ کو ڈھونڈ رہے تھے جہاں آپ ٹھہرے تھے
ورنہ وہ کسی بھی جگہ ٹھہر جاتے اور صبح کو نماز پڑھ لیتے اسی طرح حضرات صحابہ کرام جس جگہ ٹھہرے ہوں وہاں بھی اللہ تعالیٰ کی خصوصی
تجلیات نازل ہوتی ہیں ورنہ سالم حضرت عبداللہ بن عمر کے قیام کی جگہ کو نہ تلاش کرتے اور کسی بھی جگہ قیام کر لیتے اور نماز پڑھ لیتے۔

۱۷۔ بَابُ غَسْلِ الْخُلُقِ

ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِنَ الثَّيَابِ

اگر کپڑوں پر خوشبو کا لپ ہو تو احرام باندھنے

سے پہلے اس کو تین بار دھو ڈالنا چاہیے

اس حدیث کے عنوان میں ”خلوق“ کا لفظ ہے یہ ایک قسم کی خوشبو ہے جو زعفران سے بنائی جاتی ہے۔

۱۵۳۶۔ قَالَ أَبُو عَاصِمٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ سُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي
عَطَاءُ أَنَّ صَفْوَانَ بْنَ يَعْلَى أَخْبَرَهُ أَنَّ يَعْلَى قَالَ لِعُمَرَ
رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَرِنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ حِينَ يُوْحَى إِلَيْهِ. قَالَ فَبَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجَعْفَرَانَةِ وَمَعَهُ نَفَرٌ مِنْ أَصْحَابِهِ حَاءُ ه
رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ تَرَى مِنْ رَحِيٍّ أَحْرَمَ
بِعُمْرَةٍ وَهُوَ مُتَضَمِّحٌ بِطِيبٍ؟ فَسَكَتَ النَّبِيُّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاعَةً فَجَاءَهُ الْوَحْيُ فَأَشَارَ عُمَرُ
رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ إِلَى يَعْلَى فَجَاءَهُ النَّبِيُّ وَنَسِيَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَابَ قُزُءٍ فَظَلَّ
فَادْخَلَ رَأْسَهُ إِذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مُحَمَّرُ الْوَجْهِ وَهُوَ يَغْطُ ثُمَّ سَرَى عَنْهُ فَقَالَ آيَنَ
الَّذِي سَأَلَ عَنِ الْعُمْرَةِ؟ فَأَتَى بِرَجُلٍ فَقَالَ اغْسِلِ
الطِّيبَ الَّذِي بِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَانْرِعْ عَنْكَ الْجُبَّةَ
وَاصْنَعْ لِي عُمَرَتِكَ كَمَا تَصْنَعُ فِي حَجَّتِكَ. قُلْتُ
لِعَطَاءٍ أَرَادَ الْإِنْقَاءَ حِينَ أَمَرَهُ أَنْ يَغْسِلَ ثَلَاثَ
مَرَّاتٍ؟ قَالَ نَعَمْ.

ابو عاصم نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی انہوں نے کہا:
عطاء نے خبر دی کہ صفوان بن یعلیٰ نے یہ خبر دی کہ حضرت
عمر رضی اللہ عنہ نے سرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: جب نبی ﷺ پر وحی نازل
ہو رہی ہو تو مجھے وہ منظر دکھائیں حضرت عمر نے بیان کیا کہ جب
نبی ﷺ جعفرانہ میں تھے اور آپ کے ساتھ آپ کے اصحاب کی
ایک جماعت تھی اس وقت ایک شخص نے آ کر کہا: یا رسول اللہ! جو
نفس عمرہ کا احرام باندھے اور اس نے کپڑوں پر خوشبو لگائی ہوئی ہو
آپ اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ تو نبی ﷺ ایک ساعت
نہیں فرماتے آپ پر وحی نازل ہوئی پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے
حضرت یعلیٰ کی طرف اشارہ کیا کہ حضرت یعلیٰ آئے اس وقت
رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک کپڑے سے سایا کیا ہوا تھا پس
حضرت یعلیٰ نے اس کپڑے میں اپنا سر داخل کر لیا اس وقت رسول
اللہ ﷺ کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا اور آپ خراٹے لے رہے تھے پھر
آپ کی یہ کیفیت منقطع ہو گئی تو آپ نے پوچھا: وہ شخص کہاں ہے
جس نے عمرہ کے متعلق سوال کیا تھا؟ تو اس شخص کو لایا گیا آپ
نے فرمایا: تمہارے کپڑوں پر جو خوشبو لگی ہوئی ہو اس کو تین مرتبہ
دھو لو اور اپنا جبہ (لبا کوٹ) اتار دو اور اپنے عمرہ میں وہی افعال کرو

[اطراف الحدیث: ۱۷۸۹-۱۸۴۷-۲۳۲۹-۳۹۸۵]

جو تم اپنے حج میں کرتے ہو، ابن جریج نے کہا: میں نے عطاء سے پوچھا کہ جب نبی ﷺ نے اس کو تین مرتبہ دھونے کا حکم دیا تھا تو کیا اس سے آپ کی غرض کپڑے کو خوب صاف کرنا تھی؟ عطاء نے کہا: ہاں!

(صحیح مسلم: ۱۱۸۰، الرقم المسلسل: ۲۷۵۲، سنن ابوداؤد: ۱۸۱۹، سنن ترمذی: ۸۳۶، سنن نسائی: ۲۶۶۷، صحیح ابن خزیمہ: ۲۶۷۰، سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۳۱، مسند الحمیدی: ۷۹۱، المستثنیٰ: ۳۳۷، الاحاد والمثنائی: ۱۱۶۹، صحیح ابن حبان: ۳۷۷۹، دلائل النبوة لابی نعیم: ۱۷۶، سنن بیہقی ج ۵ ص ۵۷، دلائل النبوة ج ۵ ص ۲۰۵-۲۰۴، المعجم الکبیر: ۶۶۰-۶۵۳، ج ۲۲، مسند احمد ج ۴ ص ۲۲۲، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۷۹۴۸، ج ۲۹ ص ۳۶۸، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابو عاصم النبیل، ان کا نام الضحاک بن مخلد ہے (۲) عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج (۳) عطاء بن ابی رباح (۴) صفوان بن یعلیٰ بن امیہ (۵) ان کے والد یعلیٰ بن امیہ۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۲۱۵)

احرام باندھتے وقت خوشبو لگانے کے جواز میں امام طحاوی کے دلائل اور مانعین کے جوابات

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۳۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں بھرانہ کے واقعہ بیان ہے کہ جب نبی ﷺ نے غزوہ تبوک سے واپس آئے تھے اور اس جگہ نبی ﷺ نے غزوہ حنین کے مال غنیمت کو تقسیم کیا تھا۔

امام ابو جعفر متوفی ۳۲۱ھ نے کہا ہے کہ بعض فقہاء نے اس حدیث کی بناء پر یہ کہا ہے کہ احرام باندھتے وقت خوشبو لگانا مکروہ ہے، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت ابن عمر، حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہم، عطاء الزہری، امام مالک اور امام محمد بن الحسن کا یہی مسلک ہے اور دوسرے فقہاء نے ان کی مخالفت کی ہے اور احرام باندھتے وقت خوشبو لگانے کو واجب قرار دیا ہے۔

جو فقہاء احرام باندھتے وقت خوشبو لگانے کو حرام سمجھتے ہیں کہ حدیث یعلیٰ کی حدیث میں مانعین کی کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ جس شخص نے رسول اللہ ﷺ سے خوشبو لگوانے کا سوال کیا تھا اس نے پڑوں پر زرد رنگ کی کریم کی طرح خوشبو لگی ہوئی تھی اور اس قسم کی خوشبو مرد کو لگانا مکروہ ہے خواہ وہ احرام کی حالت میں ہو یا بغیر احرام کی حالت میں ہو، ہم احرام باندھتے وقت اس خوشبو کے لگانے کو جائز کہتے ہیں جس کا لگانا بغیر احرام کی حالت میں جائز ہے اور حمام نے از عطاء از صفوان بن یعلیٰ روایت کی ہے اس میں یہ مذکور ہے کہ خوشبو لگانا جائز ہے اگرچہ احرام کی حالت میں ہو، آپ نے اس سے خوشبو لگوانے کا سوال کیا تھا کیونکہ آپ نے مرد کو زرد رنگ کا لپ لگانے سے منع فرمایا ہے خواہ احرام باندھا ہوا ہو یا نہ ہو، کیونکہ زرد رنگ خوشبو سوروں سے ہے۔ (یہ ایسی خوشبو ہوتی ہے جس میں زرد رنگ کی خوشبودار چیز کا لپ کپڑوں پر یا جسم پر لگایا جاتا ہے گویا یہ زرد رنگ کی کریم ہوتی ہے۔ سعیدی غفرلہ)

اور آپ نے اس کو اس لیے منع نہیں فرمایا تھا کہ احرام باندھتے وقت خوشبو لگانا جائز نہیں ہے، لہذا حضرت یعلیٰ کی حدیث میں یہ دلیل نہیں ہے کہ جو شخص احرام باندھنے کا ارادہ کرے تو آیا اس کے لیے جائز ہے کہ وہ ایسی خوشبو لگائے جس کا اثر احرام کے بعد بھی باقی رہے یا اس کے لیے ایسی خوشبو لگانا جائز نہیں ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ احرام باندھتے تھے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے اوپر سب سے عمدہ خوشبو

لگاتی تھیں (وہ زرد رنگ کا لپ نہیں ہوتا تھا کسی اور رنگ کا لپ ہوتا تھا۔ سعیدی غفرلہ)

امام طحاوی نے امام محمد بن الحسن کے حدیث معلیٰ سے استدلال کو رد کرنے کے لیے یہ کہا ہے کہ احرام ہر قسم کے سلعے ہوئے کپڑے پہننے کو اور خوشبو لگانے کو منع کرتا ہے اور شکار کرنے کو بھی منع کرتا ہے اور اس پر فقہاء کا اجماع ہے کہ جب کوئی شخص احرام باندھنے سے پہلے قیص پہنے پھر احرام باندھ لے اور وہ اسی طرح قیص پہنے ہوئے ہو تو اس کو قیص اتارنے کا حکم دیا جائے گا اور اگر اس نے قیص کو نہیں اتارا تو یہ ایسا ہوگا جیسے اس نے احرام باندھنے کے بعد مستقل قیص پہنی ہوئی ہے اور اس پرند یہ واجب ہو جائے گا اسی طرح اگر اس نے بغیر احرام کی حالت میں شکار کیا اور اپنے ہاتھ سے شکار کو پکڑا ہوا ہے پھر اس نے احرام باندھ لیا تو اس کو حکم دیا جائے گا کہ اس شکار کو چھوڑ دے ورنہ ایسا ہوگا جیسے اس نے حالت احرام میں شکار کیا ہے اسی طرح محرم کے اوپر احرام باندھنے کے بعد خوشبو لگانا منع ہے جیسا کہ مذکور الصدر چیزوں میں تھا اور اگر اس نے احرام باندھنے سے پہلے خوشبو لگائی ہوئی ہو تو وہ اس کی مثل ہے جیسے اس نے احرام باندھنے کے بعد خوشبو لگائی ہوئی یہ امام طحاوی کا کلام ہے۔

علامہ ابن بطلال کہتے ہیں: جن فقہاء نے احرام باندھنے سے پہلے خوشبو لگانے کو جائز کہا ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ خوشبودار لپ (کریم) اور زرد رنگ مردوں کو لگانا منع ہے خواہ وہ بغیر احرام کے ہو یا احرام باندھے ہوئے ہو اور جنہوں نے احرام باندھتے وقت خوشبو لگانے سے منع کیا ہے ان کے نزدیک اس طرح نہیں ہے اور نبی ﷺ نے جو مرد کو زعفران لگانے سے منع کیا وہ اہل مدینہ کے نزدیک صرف حالت احرام میں منع ہے اور بغیر احرام کے مرد کو زعفران کا رنگ لگانا جائز ہے اور ان کے پاس اس مسئلہ پر دلائل ہیں جن کو ہم ان شاء اللہ "کتاب اللباس" میں کر کریں گے۔ (شرح موطا ج ۳ ص ۳۳۲ دار الفکر بیروت ۱۴۲۳ھ)

احرام باندھتے وقت خوشبو لگانے میں اختلاف ائمہ در امام بخاری کے موقف پر احادیث سے دلائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد یعنی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

احرام باندھتے وقت خوشبو کا استعمال کرنے میں اور احرام کے بعد خوشبو لگانے کے مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے بعض فقہاء نے اس سے منع کیا ہے اور اس کو مکروہ کہا ہے یہ فقہاء امام مالک اور امام محمد بن الحسن ہیں در صحابہ میں حضرت عمر حضرت عثمان حضرت ابن عمر اور حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہم ہیں۔ فقہاء تابعین میں عطاء و زاذلی ہیں اور دوسرے فقہاء نے ان کی مخالفت کی ہے اور اس کو جائز کہا ہے یہ فقہاء امام ابو حنیفہ اور امام شافعی ہیں ان کا استدلال حسب ذیل احادیث سے ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے اپنے ان دو بھائیوں سے رسول اللہ ﷺ کے خوشبو لگائی جب آپ نے احرام باندھا اور جب آپ نے احرام اتارنے سے پہلے عاتشہ نے اپنے بھائیوں کو پھیلے۔

(صحیح ابوداؤد: ۱۷۵۳، صحیح مسلم: ۱۱۸۹، سنن ابوداؤد: ۱۷۸۹، سنن نسائی: ۲۶۸۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے اپنے ان دونوں بھائیوں سے حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ پر ذریعہ (ایک قسم کی خوشبو) لگائی احرام کھولتے وقت اور احرام باندھتے وقت۔ (صحیح البخاری: ۵۹۳۰، سنن ابوداؤد: ۱۷۴۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ گویا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہالوں کے درمیان (مانگ میں) مشک کی چمک دیکھ رہی تھی اور اس وقت آپ احرام باندھے ہوئے تھے۔ (صحیح مسلم: ۱۱۹۰، سنن ابوداؤد: ۱۷۴۶)

حضرت معلیٰ کی حدیث میں جو مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انیس خوشبو (کالیپ یا کریم) دھونے کا حکم دیا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے اپنے کپڑوں پر زعفران کا لپ لگایا ہوا تھا اور مردوں کو زعفران کی خوشبو لگانے سے آپ نے منع فرمایا ہے حضرت

یعنی کا قصہ جعرانہ کے موقع کا ہے اور یہ بالاتفاق ۸ھ کا واقعہ ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث مذکور بالاتفاق حجۃ الوداع ۱۰ھ کے موقع کی ہے اور اس حدیث پر عمل کیا جاتا ہے جس کا تعلق آخری واقعہ سے ہو۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۲۱۹ دار الکتب العلمیہ ۱۳۲۱ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ احرام باندھتے وقت بدن پر اور کپڑوں پر خوشبو لگانا جائز ہے خواہ وہ خوشبو بعد میں بھی باقی رہے البتہ زعفران اور زرد رنگ کی خوشبو کا لپ لگانا مردوں کے لیے ممنوع ہے خواہ وہ احرام باندھتے وقت لگائیں یا احرام باندھنے سے پہلے لگائیں اور احرام باندھنے کے بعد بالاتفاق خوشبو لگانا جائز نہیں ہے۔

وحی خفی کا ثبوت اور کسی مسئلہ کا فوراً جواب دینا ضروری نہیں ہے عالم کو چاہیے کہ وہ یقین حاصل کرنے کے بعد جواب دے اور دیگر مسائل

المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ کبھی کوئی شرعی حکم وحی خفی یا وحی غیر متلو سے بھی ثابت ہوتا ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وحی کی دو قسمیں ہیں: وحی جلی اور وہ قرآن مجید ہے اور وحی خفی اور وہ سنت ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب عالم سے سوال کیا جائے تو اس کا فوراً جواب دینا ضروری نہیں ہے جب اس کے نزدیک اس کا جواب قطعی طور پر معلوم ہو جائے تب جواب دے جس طرح نبی ﷺ سے سوال کیا گیا کہ جو شخص عمرہ کا احرام باندھے اور اس کے کپڑوں پر خوشبو لگی ہو تو وہ کیا کرے؟ نبی ﷺ خاموش رہے اور انہوں نے اس کے جواب دیا اسی طرح جب کسی عالم سے سوال کیا جائے اور اس کو جواب مستحضر نہ ہو تو وہ دینی کتب کا مطالعہ کرے جواب دے۔

نبی ﷺ نے فرمایا: کپڑے کو تین مرتبہ دھوئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی چیز کو پاک کرنے کے لیے تین مرتبہ دھونا ضروری ہے۔

آپ نے فرمایا: تم عمرہ میں وہی کام کرنا جو حج میں کرتے ہو اس سے معلوم ہوا کہ عمرہ میں بھی سعی اور طواف ضروری ہے لہذا جب کوئی شخص حج تمتع یا حج قرآن کرے گا تو اس عمرہ میں حج کے لیے ایک بار طواف کرنے ہوں گے اور دونوں کے لیے ایک سعی اور ایک طواف کافی نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال مع زیادة ج ۳ ص ۱۷۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۳۲۳ھ)

۱۸۔ نَابُ الطَّيِّبِ عِنْدَ الْاِحْرَامِ
وَمَا يَلْبَسُ اِذَا ارَادَ اَنْ يُّحْرِمَ
وَيَتَرَجَّلُ وَيَذْهَبُ
احرام باندھتے وقت خوشبو لگانا اور جب احرام
باندھنے کا ارادہ کرے کیا پہنے؟ اور وہ کھانسی
کرے اور تیل لگائے

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: محرم ریحان (خوشبودار پھول) سونگھ سکتا ہے اور آئینہ میں دیکھ سکتا ہے اور کھانے کی چیزوں میں سے زیتون کے تیل اور گھی سے علاج کر سکتا ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَشْمُ الْمُحْرِمُ الرَّيْحَانَ وَيَنْظُرُ فِي الْمِرْآةِ وَيَتَذَوَّى بِمَا يَأْكُلُ الزَّيْتُ وَالسَّمْنُ.

اس تعلق کی اصل حسب ذیل احادیث میں ہے:

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما محرم کے ریحان سونگھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

(سنن بیہقی ج ۵ ص ۷۷۵ 'لشراک' لسان)

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: محرم کے آئینہ دیکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۹۹۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۸۳۹، دار الکتب العلمیہ بیروت)

الضحاک بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جب محرم کے ہاتھ پھٹ جائیں تو وہ ان پر زیتون کا تیل لگائے یا گھی لگائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۰۷۷، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۹۲۱، دار الکتب العلمیہ بیروت)

وَقَالَ عَطَاءٌ بَتَحْتَمُ وَيَلْبَسُ الْهَمِيَانُ.

اور عطاء نے کہا: محرم انگوٹھی پہن سکتا ہے اور ہمیان باندھ سکتا ہے۔

ہے۔

اس تعلیق کی اصل سنن دارقطنی: ۲۴۳۹۔ ج ۲ ص ۶۷۷ (دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۲ھ) میں ہے۔

وَطَافَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا وَهُوَ مُحْرِمٌ وَقَدْ حَزَمَ عَلَى بَطْنِهِ بِثَوْبٍ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حالت احرام میں طواف کیا اور ان کے پیٹ پر کپڑا باندھا ہوا تھا۔

اس کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

عطاء اور طاؤس بیان کرتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ حضرت ابن عمر حالت احرام میں اپنی دونوں کونوں کے اوپر عمامہ باندھے ہوئے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۴۳۲، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

وَلَمْ تَرَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا جَبَّحَ كَوْنَهَا لِيَلْبَسَ ثَوْبًا يَحْمِلُ عَلَى بَطْنِهَا وَهِيَ مُحْرِمَةٌ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے حج کیا اور ان کے ساتھ کم عمر لڑکے تھے وہ جب ہودج کو اونٹ پر باندھتے تو ان کے جسم سے کچھ ٹپک جاتا تھا تو میں نے ان کو جانگیا پہنے ہ حکم دیا، سودہ بنت زید میں جانگیا پہنتے تھے اس حدیث کو امام سعید بن منصور نے اپنی سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۲۲۲)

اس کی اصل اس حدیث میں ہے:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَلْبَسُ ثَوْبًا يَحْمِلُ عَلَى بَطْنِهِ وَهِيَ مُحْرِمَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از منصور از سعید بن جبیر انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا تیل لگاتے تھے میں نے اس کا ابراہیم سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا: نعم ان کے اس تیل کی کیا توجیہ کر دے جو اس حدیث کے منافی ہے۔

۱۵۳۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَلْبَسُ ثَوْبًا يَحْمِلُ عَلَى بَطْنِهِ وَهِيَ مُحْرِمَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از منصور از سعید بن جبیر انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا تیل لگاتے تھے میں نے اس کا ابراہیم سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا: نعم ان کے اس تیل کی کیا توجیہ کر دے جو اس حدیث کے منافی ہے۔

۱۵۳۸ - حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كَانَتِي أَنْظِرُ إِلَى وَبَيْضِ الطَّيِّبِ فِي مَفَارِقِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ.

اسود نے مجھ سے حدیث بیان کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: گویا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کے درمیان خوشبو کی چمک دیکھ رہی تھی اور آپ اس وقت احرام باندھے ہوئے تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۷۱ میں گزر چکی ہے۔

ان دونوں حدیثوں سے مراد یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما احرام باندھتے وقت خوشبو لگانے سے منع کرتے تھے اس لیے وہ حالت احرام میں اپنے بالوں میں زیتون کا تیل لگاتے تھے جس میں خوشبو نہیں ہوتی تھی ابراہیم نے اس پر یہ اعتراض کیا کہ ان کا یہ عمل

رسول اللہ ﷺ کے فعل کے خلاف ہے کیونکہ آپ احرام باندھتے وقت اپنے بالوں کی مانگ میں خوشبو لگاتے تھے جس کی چمک بعد میں بھی دکھائی دیتی تھی۔

۱۵۳۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كُنْتُ أُكْتَبُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَحْرَامِهِ حِينَ يُحْرِمُ وَلِيَحِلَّهُ قَبْلَ أَنْ يَطُوفَ بِالْبَيْتِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عبد الرحمن بن القاسم از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی ﷺ وہ بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے خوشبو لگاتی تھی جب آپ احرام باندھتے تھے اور جب آپ احرام کھولتے تھے بیت اللہ کا طواف کرنے سے پہلے۔

[اطراف الحدیث: ۱۷۵۴-۵۹۲۲-۵۹۳۰-۵۹۸۸] (صحیح مسلم: ۱۱۸۹، الزم السلسل: ۲۷۷۸، سنن نسائی: ۲۶۸۵، سنن ابن ماجہ: ۲۹۲۶، مسند الحمیدی: ۲۱۰، المستثنیٰ: ۴۱۳، مسند ابویعلیٰ: ۴۷۱۲، صحیح ابن خزیمہ: ۲۵۸۲-۲۵۸۱، سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۳، مسند احمد ج ۶ ص ۳۹ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۴۱۶-ج ۴۰ ص ۱۳۶، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، مسند الطحاوی: ۹۳۹۸)

احرام باندھتے وقت خوشبو لگانے کا مستحب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد یعنی خفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ احرام باندھتے وقت زیورات یا مستحب ہے نراد جہ میں وہ نرا جو آتی رہے امام مالک کا اس میں اختلاف ہے وہ اس کو حرام کہتے ہیں اور وجوب فدیہ کے متعلق ان کے دو قول ہیں اس کی تفصیل صحیح البخاری: ۱۵۳۶ میں گزر چکی ہے۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۲۲۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم ۷۲۰ ج ۳ ص ۲۵۵ پر مذکور ہے اس کے شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

① احرام سے پہلے خوشبو لگانے میں مذاہب ائمہ (۱) احناف کی موید احادیث (۲) محرم کے پھول سونگھنے میں مذاہب اربعہ (۳) کیا ازواج مطہرات میں دنوں کی تقسیم نبی ﷺ پر واجب تھی؟ (۴) جن ازواج سے نکاح اور رخصتی ہوئی ان کی تعداد (۵) رسول اللہ ﷺ۔ تعدد ازواج پر اعتراض کے جوابات۔

جس نے بال ہٹا کر حرام باندھا

۱۶ - رَأَى مَنْ هَلَكَ مُلْبِدًا

بال جمانے کا مطلب یہ ہے کہ جس نے بالوں میں گوند کی شل کوئی چیز لگائی جس سے اس کے بال چپک کر جم جائیں تاکہ احرام کی حالت میں بکھر نہ سکیں۔

۱۵۴۰ - حَدَّثَنَا أَصْبَغُ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهْلُ مُلْبِدًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اصبح نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے خبر دی از یونس از ابن شہاب از سالم از والد خود رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ بالوں کو جمائے ہوئے لپیک پکار رہے تھے۔

[اطراف الحدیث: ۱۵۳۹-۵۹۱۳-۵۹۱۵] (صحیح مسلم: ۱۱۸۳، الزم السلسل: ۲۷۶۵، سنن ابوداؤد: ۱۸۱۲، سنن نسائی: ۲۸۳۸، سنن کبریٰ: ۳۷۲۸، سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۳، مسند احمد ج ۲ ص ۱۲۰ طبع قدیم، مسند احمد: ۶۰۲۱-ج ۱۰ ص ۲۱۷، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اصبح ابن الفرع ابو عبد اللہ مولیٰ عبد العزیز بن مردان و زاق عبد اللہ بن وہب یہ ۲۲۶ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) عبد اللہ بن وہب (۳) یونس بن یزید (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) سالم بن عبد اللہ (۶) ان کے والد حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۲۲۷)

تلبیہ کے کلمات اور تلبید کا معنی

اس حدیث میں ”اہل“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: بلند آواز سے تلبیہ کہنا تلبیہ کے الفاظ یہ ہیں:
 ”لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ الْبَيْتُ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكُ لَكَ لَا شَرِيكَ لَكَ“۔
 نیز اس حدیث میں ”ملبداً“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: بال جمائے ہوئے یا بال چپکائے ہوئے۔ احرام باندھتے وقت اس خیال سے کہ بال بکھرنے نہ پائیں اور پریشان نہ ہوں یا ان میں گرد و غبار نہ سمائے جس سے جوئیں پڑنے کا اندیشہ ہو بالوں کو گوند یا کسی اور چپکانے والی چیز سے (جیسے آج کل بالوں کو Gell سے چپکایا جاتا ہے) جمالیتے ہیں اس کو تلبید کہتے ہیں۔
 حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے شہد سے اپنے بالوں کو چپکایا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۷۳۸)
 محرم کے لیے بالوں کو چپکانے میں مذاہب ائمہ اربعہ امام ابو حنیفہ کے مؤقف پر دلیل
 علامہ بدر الدین محمود بن عینی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطلال نے کہا ہے کہ بالوں کو جمانا مستحب ہے جو چاہے بالوں کو منڈوا دے اور جو چاہے ترک کر دے اور جو بالوں کو چپکائے اس پر لازم ہے کہ وہ بالوں کو منڈوائے کیونکہ نبی ﷺ نے بالوں کو منڈوا دیا تھا۔ (شرح ابن بطلال ج ۴ ص ۱۸۰)
 حضرت عمر اور ابن عمر رضی اللہ عنہما بال چپکانے والوں کو بال منڈوانے کا حکم دیتے ہیں امام مالک امام شافعی امام احمد اور جمہور فقہاء کا قول ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے یہ کہا ہے کہ جس سے بال چپکائے یا مینڈھیاں بنائیں تو اگر اس نے بال کاٹ لیے اور ان کو منڈوا دیا نہیں تو یہ بھی اس کے لیے کافی ہے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے: جس نے اپنے بالوں کو چپکایا یا گچھا بنایا یا مینڈھیاں بنائیں تو اگر اس نے بال موٹنے کی نیت کی تھی تو بال منڈوائے اگر اس نے بال موٹنے کی نیت نہیں کی تھی تو بال موٹ لے اور اگر چاہے تو بال کاٹ لے۔

اگر یہ استراض کیا جائے کہ امام ابن عدی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے احرام کے لیے اپنے بالوں کو چپکایا اس پر بالوں کو منڈوانا واجب ہے۔

(الکامل لابن عدی ج ۴ ص ۱۳۸۲ طبع قدیم۔ ج ۵ ص ۲۷۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۳۱۸ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی عبد اللہ بن رافع ہے اور وہ ضعیف ہے اور امام دارقطنی نے کہا ہے کہ وہ قوی نہیں ہے۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۲۲۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۳۲۱ھ)

مسجد ذوالحلیفہ کے

پاس تلبیہ پڑھنا

۲۰۔ بَابُ الْإِهْلَالِ عِنْدَ

مَسْجِدِ ذِي الْحُلَيْفَةِ

۱۵۴۱ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا (ح) وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ يَقُولُ مَا أَهْلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا مِنْ عِنْدِ الْمَسْجِدِ يَعْنِي مَسْجِدَ ذِي الْحُلَيْفَةِ. [طرف الحديث: ۲۷۷۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے سالم بن عبد اللہ سے سنا انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا (ح) اور ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از موسیٰ بن عقبہ از سالم بن عبد اللہ وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنے والد رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صرف مسجد کے پاس احرام باندھا یعنی مسجد ذوالحلیفہ کے پاس۔

(صحیح مسلم: ۱۱۸۶، سنن ابوداؤد: ۱۷۷۱، سنن ترمذی: ۸۱۸، سنن نسائی: ۲۷۵۶، مسند الحمیدی: ۶۵۹، صحیح ابن خزیمہ: ۲۶۱۱، المعجم الکبیر: ۱۳۱۶، سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۸، سنن کبریٰ: ۳۷۳۹، مسند احمد ج ۲ ص ۱۰، طبع قدیم مسند احمد: ۳۵۷۰، ج ۸ ص ۱۷۷، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، مسند الطحاوی: ۴۱۰۷)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: نبی ﷺ نے صرف مسجد ذوالحلیفہ کے پاس احرام باندھا۔
اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔

نبی ﷺ کے احرام باندھنے کی جگہ میں فقہاء کا اختلاف

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے جس جگہ سے احرام باندھا، اس میں فقہاء کا اختلاف ہے، ان فقہاء نے کہا: آپ نے مسجد ذوالحلیفہ کے پاس سے احرام باندھا ہے اور دوسرے فقہاء نے مسجد کے باہر کے بعد، جب آپ سواری سیدھی کھڑی ہو گئی، اس وقت آپ نے احرام باندھا، حضرت ابن عمر، حضرت انس، حضرت ابن عباس اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم سے اسی طرح مروی ہے اور دوسرے فقہاء نے کہا: آپ نے اس وقت احرام باندھا جب آپ مقام بیداء پر آئے۔

امام طحاوی کہتے ہیں: فقہاء نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے کہ ہوسکتا ہے آپ نے مقام بیداء سے احرام باندھا ہو اور اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ اس مقام پر احرام باندھنا دوسری جگہوں پر احرام باندھنے سے افضل تھا، بلکہ اس نے دیکھا ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے حج میں کئی افعال ایسی جگہوں پر کیے جو ان جگہوں کی فضیلت کی وجہ سے نہیں تھے جیسے نبی ﷺ منیٰ سے واپسی میں وادی محصب میں ٹھہرے اور یہ اس وجہ سے نہیں تھا کہ وادی محصب میں ٹھہرنا سنت تھا لیکن یہ کسی وجہ سے تھا، اسی طرح آپ کا مقام بیداء پر احرام باندھنا، اس وجہ سے نہیں تھا کہ وہاں احرام باندھنا سنت تھا جب کہ بعض علماء نے اس کا انکار کیا ہے کہ آپ نے مقام بیداء سے احرام باندھا تھا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ تمہارا بیداء وہ ہے جس کا تم رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھتے ہو، رسول اللہ ﷺ نے صرف مسجد کے پاس احرام باندھا ہے یعنی مسجد ذوالحلیفہ کے پاس۔

(سواً امام مالک۔ کتاب الحج: ۳۰، ج ۱ ص ۲۱۵، المکتبۃ الوطنیۃ بیروت)

بیداء: مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک ہم دار میدان ہے۔ (معجم البلدان اردو ص ۷۷)

جنہوں نے کہا ہے کہ آپ نے احرام اس وقت باندھا تھا جب آپ سواری پر سوار ہو گئے تھے۔

ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مسجد ذوالحلیفہ میں نماز پڑھتے تھے پھر آپ مسجد سے نکل کر سواری پر سوار

ہوتے اور جب آپ کی سواری سیدھی ہو جاتی تو آپ احرام باندھتے۔

(موطأ امام مالک۔ کتاب الحج: ۳۲۔ ج ۱ ص ۲۱۵ 'المکتبۃ التوفیقیہ' بیروت)

نبی ﷺ کے حج کا احرام باندھنے میں اختلاف کا منشاء

پس جب علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہوا تو ہم نے غور کیا کہ ان کا منشاء اختلاف کیا ہے؟ سو امام ابن اسحاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ مجھے اس پر تعجب تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کا نبی ﷺ کے حج کا احرام باندھنے میں اختلاف کیوں ہے؟ حضرت ابن عباس نے کہا: مجھے تمام لوگوں سے زیادہ اس کا علم ہے 'رسول اللہ ﷺ حج کرنے کے لیے نکلے آپ نے مسجد ذوالحلیفہ میں نماز پڑھ کر حج کا احرام باندھ لیا' جب صحابہ نے آپ کے تلبیہ پڑھنے کو سنا تو انہوں نے اس کو محفوظ کر لیا، پھر جب آپ کی اونٹنی سیدھی ہو گئی تو آپ نے پھر تلبیہ پڑھا، اس کو ان صحابہ نے سن لیا جنہوں نے پہلی مرتبہ آپ کے احرام باندھنے کا مشاہدہ نہیں کیا تھا کہ صحابہ متفرق طور پر آ رہے تھے پھر رسول اللہ ﷺ روانہ ہو گئے حتیٰ کہ جب البیداء کی بلندی پر پہنچے تو آپ نے پھر تلبیہ پڑھا اور اس کو بعض ان صحابہ نے دیکھ دیا۔ در سنا جنہوں نے یہی اور دوسری بار آپ کو تلبیہ پڑھتے ہوئے نہیں سنا تھا، پس صحابہ میں سے ہر فریق نے آپ کے احرام باندھنے کی اس جگہ سے روایت کی جس جگہ سے انہوں نے آپ کو احرام باندھتے ہوئے سنا تھا، لیکن رسول اللہ ﷺ نے صرف اس جگہ احرام باندھا تھا جس جگہ آپ نے مسجد ذوالحلیفہ میں نماز پڑھی تھی۔

(سنن ابوداؤد: ۱۷۷۰)

پس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کر دیا کہ رسول اللہ ﷺ کے حج کے احرام باندھنے کی جگہوں میں اختلاف کس وجہ سے ہے اور نبی ﷺ نے اپنے حج کے احرام باندھنے کی ابتداء اس جگہ سے کی تھی جس جگہ آپ نے مسجد ذوالحلیفہ میں نماز پڑھی تھی، سو جو شخص حج کا احرام باندھنے کا ارادہ کرے وہ دو رکعت نماز پڑھے پھر اس کے بعد احرام باندھے اور یہ جمہور علماء کا قول ہے۔

امام طحاوی فرماتے ہیں: یہی امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد رحمہم اللہ کا مذہب ہے۔

(شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۱۸۷-۱۸۳ ملخصاً 'تذیب کتب خانہ کراچی')

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ جس شخص نے احرام باندھنے سے پہلے دو رکعت نماز نہیں پڑھی، اس کا احرام باندھنا بھی صحیح ہے کیونکہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا حالت نفاس میں تھیں تو نبی ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ وہ غسل کر کے احرام باندھ لیں اور ظاہر ہے کہ حالت نفاس والی عورت طاہرہ نہیں ہے اور بغیر طہارت کے نماز نہیں ہوتی۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۱۸۱-۱۸۲ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت ۱۳۲۳ھ)

نبی ﷺ کے حج کا احرام باندھنے میں مذاہب ائمہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ امام طحاوی کی پوری عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد، امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور ان کے اصحاب کا یہی قول ہے کہ نبی ﷺ نے مسجد

ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز پڑھ کر اسی جگہ حج کا احرام باندھا تھا اور الاوزاعی عطاء اور قتادہ نے کہا کہ البیداء میں احرام باندھنا مستحب ہے اور البکری نے کہا: یہ البیداء ذوالحلیفہ کے دو پہاڑوں کے اوپر ہے جو شخص اس وادی سے چڑھتا ہے۔

(عمدة القاری ج ۹ ص ۲۳۰ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۷۱۶- ج ۳ ص ۲۹۱ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① فی مثل یٰٰہٰم کے احرام باندھنے کی جگہ میں اختلاف روایات ② رکن یمانی کی تعظیم کی وجہ ③ احرام کے لباس کو رنگنے کا جواز ④ خضاب کا حکم۔

۲۱ - بَابُ مَا لَا يَلْبَسُ

الْمُحْرَمُ مِنَ الثِّيَابِ

محرم کون سے کپڑے نہ پہنے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ محرم کس قسم کا لباس نہ پہنے خواہ اس کا احرام حج کا ہو یا عمرہ کا نیز حج افراد کا ہو یا تمتع کا ہو یا قرآن کا ہو۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث یہ سنائی کہ انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع بن عمر بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! ہم کس قسم کے کپڑے پہنے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ قمیص نہ پہنے اور عمامہ نہ پہنے اور شلوار نہ پہنے نہ کن ٹوپ (کان زعنہ) نہ موزے نہ مگر یہ کہ جس شخص جو تہ نہیں پہنے تو وہ موزے پہن لے اور موزوں کو ٹخنوں کے نیچے تک کاٹ لے اور وہ پٹے نہ پہنے جن کو زعفران یا زرد رنگ سے رنگا گیا ہو۔

۱۵۴۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرَمُ مِنَ الثِّيَابِ؟ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: سَلَّمَ لَا يَلْبَسُ الْقُمُصَ وَلَا الْعَمَامَةَ وَلَا السَّرَاوِيلَ وَلَا الْبُرَائِسَ وَلَا الْأَنْفَاقَ إِلَّا أَحَدٌ لَا يَجِدُ نَعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسْ خُفَّيْنِ وَلْيَقْصُرْهُمَا سُرًّا مِنَ الْكُفَّيْنِ وَلَا تَلْبَسُوا مِنَ الثِّيَابِ شَيْئًا مِنْ عَصَرَانِ أَوْ وَرْسٍ.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۳۴ میں گزر چکی ہے۔

۲۲ - بَابُ الرِّكْبِ وَالْوَرْدِ فِي الْحَجِّ

فی الحج

حج میں سواری پر بیٹھنا اور کسی کو اپنے

پیچھے سواری پر بٹھانا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وہب بن جریر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از یونس الايلي از الزهري از عبید اللہ بن عبد اللہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ عرفات سے مزدلفہ تک سواری پر رسول اللہ ﷺ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے پھر

۱۵۴۳، ۱۵۴۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ يُونُسَ الْأَيْلِيِّ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبِيدَةَ اللَّهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ أَسَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ كَانَ رَدَّفَ النَّبِيَّ ﷺ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَةَ إِلَى الْمُزْدَلِفَةِ ثُمَّ ارْدَفَ

الْفَضْلُ، مِنَ الْمُرْدَلَفَةِ إِلَى مِنَى، قَالَ فَيَكْلَاهُمَا قَالَ لَمْ يَزَلِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُلَبِّي حَتَّى رَمَى جَمْرَةَ الْعُقْبَةِ. [اطراف الحديث: ۱۶۸۵-۱۶۸۷]

مزدلفہ سے منیٰ تک آپ نے حضرت الفضل رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے بٹھا لیا، پھر آپ نے ان دونوں کو اپنے پیچھے بٹھا لیا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: پھر آپ مسلسل تلبیہ پڑھتے رہے حتیٰ کہ آپ نے حجرہ عقبہ پر کنکریاں ماریں۔

(صحیح مسلم: ۱۲۸۱، رقم المسلسل: ۳۰۳۵، سنن ابن ماجہ: ۳۰۴۰، سنن نسائی: ۳۰۷۷، سنن کبریٰ: ۳۰۸۶، مسند ابویعلیٰ: ۶۷۲، المعجم الکبیر: ۷۰۳-۷۰۷، ج ۱۸، مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۳ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۸۳۱، ج ۳ ص ۳۳۱، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ۲۹۶۳، مکتبۃ الرشیدیہ، ریاض، ۱۴۲۷ھ)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تذکرہ کیا جا چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت اسامہ اور حضرت الفضل سواری پر رسول اللہ ﷺ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔

سواری پر بیٹھ کر حج کرنے کی فضیلت

المہلب نے بیان کیا کہ سواری پر ہونا حج کا پہلا حجت کرنے کا فضائل ہے اس کی تفصیل اس سے پہلے صحیح البخاری: ۱۵۱۶۔ ۱۵۱۳ میں گزر چکی ہے (الحمد للہ رب العالمین! مصنف نے بھی سواروں کو سوار کر ۱۹۹۴ء میں حج کیا تھا)۔

نیز اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ عالم اپنے پیچھے بیٹھے ہوئے اپنے شاگردوں کو سوار کرے اور اس میں بڑے آدمی اور استاذ کے لیے تواضع کرنے کا اور ادب کرنے کا ثبوت ہے کہ حضرت اسامہ اور حضرت الفضل رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کے پیچھے سواری پر بیٹھے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۱۸۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۳ھ)

محرم کپڑوں، چادروں اور تہ بندوں

۲۳۔ بَابُ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ

پر شتمل جو لباس پہنے

الْثِّيَابِ وَالْأَرْدِيَةِ وَالْأَزْرِ

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حالت احرام میں کم رنگ میں

وَلَبِسَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا

رنگے ہوئے کپڑے پہنے اور وہ فرمودہ تھیں کہ عورت نقاب نہ

الْثِّيَابِ الْمُعْصَفَرَةَ وَهِيَ مُعْرَبَةٌ وَقَدْ تَلَبَّسَتْ وَلَا

ڈالے اور برقع نہ پہنے اور ایسا کپڑا نہ پہنے جس سے سرخ یا زرد

تَبَرَّقَعُ وَلَا تَلْبَسُ نَرًّا يَبْرُسُ وَلَا رُغْفَرًا

رنگ جھڑ رہا ہو۔

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کو سند موصول کے ساتھ امام سعید بن منصور نے روایت کیا ہے۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۲۳۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے احرام میں دستانے اور نقاب پہننے سے منع

فرمایا اور ان کپڑوں کے پہننے سے منع فرمایا جن سے سرخ رنگ یا زعفران جھڑ رہی ہو اس کے بعد وہ جس رنگ کے کپڑے چاہے پہنے

خواہ زرد ہو یا ریشم ہو یا زیور ہوں یا شلوار ہو یا قمیص ہو یا موزے ہوں۔ (سنن ابوداؤد: ۱۸۲۷)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں زرد رنگ کے کپڑوں کو

وَقَالَ جَابِرٌ لَا أَرَى الْمُعْصَفَرَ طَيِّبًا

خوشبودار نہیں سمجھتا۔

اس تعلق کو امام شافعی نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۲۳۸)

وَلَمْ تَرَ عَائِشَةَ بَاسًا بِالْحُلِيِّ وَالْثَوْبِ الْأَسْوَدِ
وَالْمُورَدِ وَالْخَنْفِ لِلْمَرْأَةِ.
اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عورت کے لیے زیور اور سیاہ اور گلابی
کپڑے اور موزے پہننے میں کوئی حرج نہیں سمجھتی تھیں۔

اس تعلق کی اصل سنن بیہقی ج ۵ ص ۵۲ میں ہے۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ عورت تمام سلعے ہوئے کپڑے اور موزے پہن سکتی ہے اور چہرے کے علاوہ
اس کے لیے سر اور بالوں کو ڈھانپنا جائز ہے اور وہ اپنے چہرہ پر کوئی کپڑا نکا سکتی ہے تاکہ اپنے چہرہ کو مردوں کی نگاہوں سے بچائے
فاطمہ بنت منذر سے روایت ہے کہ ہم محرمات تھیں اور ہم حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کے ساتھ اپنے چہروں کو ڈھانپتی تھیں (یعنی
کوئی کپڑا نکا کر)۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۲۳۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ لَا بَأْسَ أَنْ يُبَدَلَ ثِيَابُهُ.
اور ابراہیم نے کہا کہ محرم کے کپڑے تبدیل کرنے میں کوئی
حرج نہیں ہے۔

اس تعلق کو امام ابو بکر نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۲۳۹)

۱۵۴۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ قَالَ
حَدَّثَنَا فَضِيلُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ
عُقْبَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي كُرَيْبٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ
رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ انْطَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِينَةِ بَعْدَ مَا تَرَجَّلَ وَادَّهَنَ
وَلَبَسَ إِزَارَهُ وَرِدَاءَهُ هُوَ وَأَصْحَابُهُ فَلَمَّا نَزَلَتْ عَنْ
شَيْءٍ مِنَ الْأَرْدِيَةِ وَالْأَزْرُ تَلَبَّسَ بِالثَّوْبِ الْخَضَرِ الَّذِي
تُرْدَعُ عَلَى الْجِلْدِ فَأَصْبَحَ بِذِي الْحَلِيفَةِ رَكِبَ
رَاحِلَتَهُ حَتَّى اسْتَوَى عَلَى الْبَيْدَاءِ أَهْلٌ هُوَ
وَأَصْحَابُهُ فَقُلْتُ لَكَ نَدْنَةُ ذَلِكَ الْخَمْسِ بَدَلٌ مِنْ
ذِي الْقَعْبَةِ فَحَدَّثَنِي رَابِعُ بْنُ خَالٍ عَنْ أَبِي
الْحَجَّاجِ فَطَافَ بِالْبَيْتِ وَسَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ
وَلَمْ يَحِلَّ مِنْ أَجْلِ بَذْنِهِ لِأَنَّهُ قُلْدَهَا ثُمَّ نَزَلَ بِأَعْلَى
مَكَّةَ عِنْدَ الْحَجُّونِ وَهُوَ مُهْلٌ بِالْحَجِّ وَلَمْ يَقْرُبِ
الْكَعْبَةَ بَعْدَ طَوَافِهِ بِهَا حَتَّى رَجَعَ مِنْ عَرَفَةَ وَأَمَرَ
أَصْحَابَهُ أَنْ يَطُوفُوا بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ
يَقْصِرُوا مِنْ رُؤُوسِهِمْ ثُمَّ يَحِلُّوا وَذَلِكَ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ
مَعَهُ بَدْنَةٌ قُلْدَهَا وَمَنْ كَانَتْ مَعَهُ امْرَأَتُهُ فَهِيَ لَهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابی بکر المقدمی
نے بیان کیا: ہمیں فضیل بن سلیمان نے بیان کیا: ہمیں
عقبہ بن کرب نے بیان کیا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان
کی: انہوں نے کہا: مجھے کرب نے خبر دی از حضرت عبد اللہ بن
عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے کنگھی کی اور تیل
لگایا اور اپنا تہ بند پہنا اور چادر اوڑھی اس کے بعد آپ اور آپ
کے اصحاب مدینہ سے نکلے پس آپ نے چادروں اور تہ بندوں
میں سے کسی چیز سے پہننے سے منع نہیں فرمایا سوا اس کے کہ جو کپڑا
زعفران سے رنگا ہوا ہو اور وہ زعفران بدن پر جھڑ رہی ہو پس صبح
آپ ذوالحجہ پہنچے اس میں سے ایک پر تہ بند پہنی۔ مقام البیداء
آپ نے اور آپ کے اصحاب نے احرار باندہ اور اپنی اونٹنی
کے گلے میں ہار دیا اس دن ذوالقعدہ کے مہینہ کے پانچ دن باقی
تھے جب آپ مکہ پہنچے تو ذوالحجہ کے چار دن گزر چکے تھے پھر آپ
نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی اور
چونکہ آپ نے اپنی قربانی کے اونٹ میں ہار ڈال دیا تھا اس لیے
آپ نے احرام نہیں کھولا پھر آپ مکہ کے بالائی حصہ میں حجون پہاڑ
کے پاس اونٹ سے اترے اس وقت آپ حج کا تلبیہ پڑھ رہے
تھے پھر آپ کعبہ کا طواف کرنے کے بعد کعبہ کے قریب نہیں

حَلَالٌ وَالطَّيِّبُ وَالْيَتَابُ. [اطراف الحدیث: ۱۶۲۵-۱۷۳۱]

گئے حتیٰ کہ آپ میدانِ عرفات سے واپس آئے اور آپ نے اپنے اصحاب کو یہ حکم دیا کہ وہ بیت اللہ کا طواف کریں اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کریں (دوڑیں) پھر اپنے سروں کے بال کاٹ کر احرام کھول دیں اور یہ حکم ان اصحاب کے لیے تھا جن کے ساتھ قربانی کا اونٹ نہیں تھا جس کے گلے میں ہار ہو اور جس صحابی کے ساتھ اس کی بیوی تھی وہ اس کے لیے حلال ہو گئی تھی اور اس کے لیے خوشبو لگانا اور سلے ہوئے کپڑے پہننا بھی حلال ہو گیا تھا۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

اس حدیث کے رجال کا پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: پس آپ نے چادروں اور تہ بندوں میں سے کسی چیز کے پہننے سے

منع نہیں فرمایا۔

نبی ﷺ کے حج قرآن کا ثبوت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد ؒ متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ نے حج قرآن کیا تا کیونکہ آپ نے یہ سرّیں عمرہ اور حج کو جمع کیا تھا اور یہ قرآن کی

صفت ہے اور قرآن افراد اور جمع سے افضل ہے۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۲۴۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

رنگ دار کپڑے کا احرام پہننے کی تحقیق

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ مسلمانوں کا لباس پر حرام ہے کہ محض عرفہ اور تہ پہنے گا اور سلے ہوئے کپڑے نہیں پہنے گا کیونکہ سلے ہوئے کپڑے تعیش کی علامت ہیں اللہ یہ چاہتا ہے کہ اس کے بندے اس کے پاس غبار آلود بکھرے ہوئے بالوں کے ساتھ آئیں اور ان پر وضع اور انکسار کے آثار ہوں اسی وجہ سے نبی ﷺ نے ایسے کپڑے پہننے سے منع فرمایا ہے جو دریں اذعظان سے رنگے ہوئے ہوں کیونکہ ان میں خوشبو ہوتی ہے۔ اور اس علماء و تذاکرہ سے کہ خوشبودار لباس کے لیے پہننے منع ہے۔

محرم کے لیے رنگے کپڑے پہننے سے منع ہے متعلق اسماء کا اتفاق ہے حضرت جابرؓ سے کہ عمر بن الخطابؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ زرد رنگ خوشبو نہیں ہے اور انہوں نے اس کو محرم کے لیے مکروہ کہا ہے کیونکہ زرد رنگ جلد اور بدن پر جھڑتا ہے۔

(غالباً امام مالک کے زمانہ میں زرد رنگ کچا ہوتا ہوگا جو بدن اور جلد پر جھڑتا ہوگا آج زرد رنگ کے لباس کا رنگ نہیں جھڑتا)۔

اگر اس نے زرد رنگ کا احرام پہنا تو اس نے بُرا کیا لیکن اس پر فدیہ نہیں ہے اور یہی امام شافعی کا قول ہے۔ ابو ثور نے کہا: ہم زرد رنگ کے احرام کو مکروہ کہتے ہیں کیونکہ نبی ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے نہ اس وجہ سے کہ وہ خوشبو ہے اور حضرت عمر بن الخطابؓ نے رنگے ہوئے کپڑوں کے لباس کو مکروہ کہا ہے۔

امام ابو حنیفہ اور الثوری نے کہا ہے کہ زرد رنگ خوشبو ہے اور اس میں فدیہ ہے علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ انہوں نے رنگے

ہوئے احرام سے تادیبا منع کیا ہے تاکہ وہ لوگ رنگا ہوا حرام نہ باندھیں جن کی اقتداء کی جاتی ہے اور نادائق شخص دھوکا کھائے اور وہ زرد رنگ اور زعفران میں رنگے ہوئے کپڑے میں تمیز نہ کرے اور یہ نادائق لوگوں کے لیے درس اور زعفران میں رنگے ہوئے احرام باندھنے کا ذریعہ بن جائے حالانکہ درس اور زعفران سے رنگے ہوئے احرام سے نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے (درس ایک جڑی بوٹی ہے جس سے رنگنے کے بعد خوشبو آتی ہے)۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ کو رنگا ہوا احرام پہنے دیکھا تو فرمایا: اے طلحہ! یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! یہ میا لارنگ ہے، حضرت عمر نے فرمایا: تم لوگوں کی اقتداء کی جاتی ہے اگر کسی نادائق شخص نے یہ احرام دیکھا تو وہ کہے گا: میں نے حضرت طلحہ کو رنگا ہوا احرام پہنے دیکھا تھا۔ (شرح ابن بھال ج ۳ ص ۱۸۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

جس نے صبح تک رات

ذوالحلیفہ میں گزاری

۲۴۔ بَابُ مَنْ بَاتَ بِذِي

الْحُلَيْفَةِ حَتَّى أَصْبَحَ

یعنی جب کوئی شخص مدینہ منورہ سے حج کرنے کے لیے جائے تو اس کے لیے ذوالحلیفہ میں رات گزارنا جائز ہے۔

قَالَ ابْنُ عُثْمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .
اس قول کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی ﷺ سے روایت کیا۔

(صحیح البخاری: ۱۵۳۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن المنکدر نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے مدینہ میں چار رکعت نماز پڑھی اور ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز پڑھی پھر آپ نے وہیں رات گزاری حتیٰ کہ ذوالحلیفہ میں صبح کی پھر جب آپ سوار ہو گئے اور سواری سیدھی ہو گئی تو آپ نے تلبیہ پڑھا۔

۱۵۴۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ أَرْبَعًا وَبِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ بَاتَ حَتَّى أَصْبَحَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ فَلَمَّا رَكِبَ رَاحِلَتَهُ وَاسْتَوَتْ بِهِ أَهْلًا.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۰۸۹ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے مدینہ میں ظہر کی چار رکعت نماز پڑھی اور عصر کی نماز ذوالحلیفہ میں دو رکعت پڑھی اور میرا گمان ہے کہ آپ نے صبح تک وہاں رات گزاری۔

۱۵۴۷۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ بِالْمَدِينَةِ أَرْبَعًا وَصَلَّى الْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ قَالَ وَأَخْبَرَهُ بَاتَ بِهَا حَتَّى أَصْبَحَ.

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۰۸۹ میں گزر چکی ہے۔

۲۵۔ بَابُ رَفْعِ الصَّوْتِ بِالْأَهْلَالِ

۱۵۴۸ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا

حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّمِيطَةِ الظُّهْرَ أَرْبَعًا وَالْعَصْرَ بِذِي الْحَلِيفَةِ رَكْعَتَيْنِ وَسَمِعْتُهُمْ يَصْرُخُونَ بِهِمَا جَمِيعًا.

بلند آواز سے تلبیہ (اللّٰهُمَّ لَبِیکَ) پڑھنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از ابی قلابہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے مدینہ میں ظہر کی چار رکعت نماز پڑھی اور عصر کی دو اکلیدہ میں دو رکعت نماز پڑھی اور میں نے سنا: لوگ حج اور عمرہ دونوں کا پکار کر نام لے رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۰۸۹ میں گزر چکی ہے۔

۲۶۔ بَابُ التَّلْبِيَةِ

۱۵۴۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ قَالَ أَخْبَرَنَا

مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ تَلْبِيَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ.

تلبیہ ("اللّٰهُمَّ لَبِیکَ" کہنا)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا تلبیہ یہ تھا: "لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ" میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں تیرا تیرا کوئی شریک نہیں ہے میں حاضر ہوں بے شک ہر حمد تیرے لیے ہر حال میں ہے اور ہر نعمت تیری دی ہوئی ہے اور ہر ملک تیرا ہے۔ کوئی شریک نہیں ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۱۸۳، الرقم السلسل: ۲۷۶۵، سنن ابوداؤد: ۱۸۱۲، سنن ترمذی: ۸۲۶، سنن نسائی: ۱۷۳۹، سنن ابویعلیٰ: ۵۶۹۲، مسند ابوداؤد الطیسی: ۱۸۳۸، سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۲۶-۲۲۵، سنن کبریٰ: ۳۷۳۱، سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۴، مسند احمد ج ۳ ص ۲، طبع قدیم، مسند محمد: ۴۵، ج ۸ ص ۲۵-۲۴، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، مسند الطحاوی: ۴۳۴)

تلبیہ کا معنی

عبد الوہاب بن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متونی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چونکہ یہ حکم دیا تھا کہ وہ حج کا اعلان کریں اس لیے تلبیہ پڑھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعوت پر لبیک کہی جاتی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ بنا کر فارغ ہو گئے تو آپ کو حکم دیا گیا کہ آپ لوگوں میں حج کا اعلان کیجئے، حضرت ابراہیم نے عرض کیا: اے میرے رب! میری آواز کیسے پہنچے گی؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ اعلان کیجئے، آپ کی آواز پہنچنا میرے ذمہ ہے، تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پکار کر کہا: اے لوگو! تم پر اللہ تعالیٰ کے اس گھر پر آنا فرض کر دیا گیا ہے تو اس کو تمام آسمان اور زمین والوں نے سنا، کیا تم نہیں دیکھتے کہ زمین کی ہر طرف سے لوگ جوق درجوق "اللّٰهُمَّ لَبِیکَ" کہتے ہوئے آتے ہیں۔

تلبیہ پڑھنے کا شرعی حکم

سفیان ثوری اور امام ابو حنیفہ نے یہ کہا ہے کہ تلبیہ پڑھنا حج کے ارکان میں سے ایک رکن ہے، مگر امام ابو حنیفہ کے نزدیک باقی اذکار بھی تلبیہ کے قائم مقام ہو سکتے ہیں جیسے ”اللہ اکبر“ سبحان اللہ، لا الہ الا اللہ اور امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک احرام باندھنا تلبیہ کے قائم مقام ہے اور امام مالک کے نزدیک تلبیہ کے ترک کرنے سے دم لازم ہے اور امام شافعی کے نزدیک اس پر دم نہیں ہے اور اسماعیل بن اسحاق نے کہا: احرام باندھتے وقت تلبیہ پڑھنا ایسے ہے جیسے نماز پڑھنے کے لیے تکبیر پڑھنا کیونکہ کوئی شخص تکبیر پڑھے بغیر نماز میں داخل نہیں ہو سکتا اسی طرح تلبیہ پڑھے بغیر احرام میں داخل نہیں ہو سکتا اور اگر اس نے تلبیہ نہیں پڑھا اور احرام باندھتے وقت یہ کہا: میں نے عمرہ کا احرام باندھا ہے یا حج کا احرام باندھا ہے تب بھی وہ محرم ہو جائے گا۔

تلبیہ میں اضافہ کرنے کے متعلق اختلاف فقہاء

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ تلبیہ کے یہی الفاظ ہیں۔ دورانِ الفاظ پر اضافہ کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام شافعی نے کہا ہے کہ فضل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پڑھے ہوئے تلبیہ پر اقتصار کیا جائے مگر اس پر یہ اضافہ کر سکتا ہے: ”لیک الہ الحق“ کیونکہ اس کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے۔

امام مالک نے کہا ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ کے پڑھے ہوئے تلبیہ پر اقتصار کیا جائے تو یہ مستحسن ہے اور اگر اس پر اضافہ کیا تب بھی مستحسن ہے، امام ابو حنیفہ، ثوری، امام محمد ابوثور کا بھی۔ انہوں نے۔ کہ وہ جن الفاظ کا اضافہ کرنا چاہے کر سکتا ہے اور انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

امام مالک نے از نافع از ابن عمر یہ روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس میں یہ اضافہ کرتے تھے: ”لیک وسعدیک والرعباء الیک والعمل“۔ (مسند احمد ۳ ص ۲) حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ اس میں یہ اضافہ کرتے تھے: ”لیک ذا المعارج“ حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنے تلبیہ میں کہتے: ”لیک۔ ع۔“۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۹۳-۱۹۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۷۰۷- ج ۳ ص ۲۸۵ پر مذکور ہے اس کی شرح میں حسب ذیل عنوان ہیں:

① مال کا لغوی اور شرعی معنی ② تلبیہ کے حکم میں مذہب ائمہ ③ تلبیہ کے اوقات اور احکام۔

۱۵۵۰ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا
سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ رَبِّهِ
عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ إِنِّي لَا أَعْلَمُ
كَيْفَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبِسُ لَبَّيْكَ
اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ
وَالنِّعْمَةَ لَكَ تَابَعَهُ أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ وَقَالَ
شُعْبَةُ أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ سَمِعْتُ خَيْثَمَةَ عَنْ أَبِي
عَطِيَّةٍ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یونس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الاعمش از عمارہ از ابو عطیہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں خوب جانتی ہوں کہ نبی ﷺ کیسے تلبیہ کہتے تھے آپ کہتے: ”لیک اللهم لیک لیک لا شریک لك لیك ان الحمد والنعمة لك“۔ سفیان ثوری کی متابعت ابو معاویہ نے کی ہے از الاعمش اور شعبہ نے کہا: ہمیں سلیمان نے خبر دی انہوں نے کہا: میں نے خیمہ سے سنا از ابی عطیہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے

۲۷۔ بَابُ التَّحْمِيدِ وَالتَّسْبِيحِ وَالْتَكْبِيرِ قَبْلَ الْإِهْلَالِ عِنْدَ الرُّكُوبِ عَلَى الدَّابَّةِ

۱۵۵۱ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا
وَقَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ
رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ مَعَهُ بِالْمَدِينَةِ الظُّهْرَ أَرْبَعًا
وَالْعَصْرَ بِلَدَى الْحَلِيفَةِ رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ بَاتَ بِهَا حَتَّى
أَصْبَحَ ثُمَّ رَكِبَ حَتَّى اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ عَلَى
الْبَيْدَاءِ حَمِدَ اللَّهُ رَبَّ سَبَّحَ وَكَبَّرَ ثُمَّ أَهْلًا بِحَجٍّ
وَعُمْرَةٍ وَأَهْلَ النَّاسِ بِهِمَا فَلَمَّا قَدِمْنَا أَمَرَ النَّاسَ
فَحَلَلُوا حَتَّى كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ أَهَلُّوا بِحَجٍّ. قَالُوا
وَنَحَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَدَنَاتٍ بِيَدِهِ
فِيَاءً وَذَبَحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بِالْمَدِينَةِ كَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ قَالَ
بَعْضُهُمْ هَذَا عَنْ أَيُّوبَ عَنْ رَجُلٍ عَنْ أَنَسٍ.

سواری پر بیٹھتے وقت احرام باندھنے سے پہلے
”الحمد لله، سبحان الله“
اور ”الله اکبر“ پڑھنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے
حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی
انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ از
حضرت انس رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے
ہمیں مدینہ میں ظہر کی چار رکعت نماز پڑھائی اور عصر کی ذوالحلیفہ
میں دو رکعت نماز پڑھائی پھر آپ نے وہیں رات گزاری حتیٰ کہ صبح
ہو گئی پھر آپ سوار ہو گئے حتیٰ کہ جب مقام البیداء پر آپ کی
سواری سیدھی کھڑی ہو گئی تو ”الحمد لله“ پڑھا اور ”سبحان
الله“ پڑھا اور ”الله اکبر“ پڑھا پھر آپ نے حج اور عمرہ کا احرام
باندھا اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ احرام باندھا پھر جب ہم
(مکہ میں) آئے تو آپ نے لوگوں کو احرام کھولنے کا حکم دیا حتیٰ کہ
جب یوم الترویہ (آٹھ ذوالحجہ) آیا تو لوگوں نے حج کا احرام باندھ
لیا حضرت انس نے کہا: پھر رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر کئی
دشٹیوں کو اپنے ہاتھ سے نحر کیا اور رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں
دوسری مینڈھے ذبح کیں۔ امام ابو عبد اللہ بخاری نے کہا: بعض
لوگوں نے بیان کیا یہ حدیث از ایوب از ایک شخص از حضرت انس
رضی اللہ عنہ مروی ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۰۸۹ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی ﷺ کا حج قرآن تھا۔ چونکہ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ آپ نے حج دومرہ کا احرام
باندھا اور جس حج میں حج اور عمرہ کا احرام باندھا جائے وہ حج قرآن ہوتا ہے اور یہی امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے۔

جس نے اس وقت احرام باندھا جب اس کی
سواری سیدھی کھڑی ہو گئی

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو عاصم نے حدیث
بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے حدیث بیان کی
انہوں نے کہا: مجھے صالح بن کیسان نے خبر دی از نافع از حضرت

۲۸۔ بَابُ مَنْ أَهْلًا حِينَ اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ قَائِمَةً

۱۵۵۲ - حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ
قَالَ أَخْبَرَنِي صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ
عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ أَهْلَ النَّبِيُّ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ قَائِمَةً. ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے اس وقت احرام باندھا جب آپ کی سواری سیدھی کھڑی ہو گئی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۱۵۳۶-۱۵۳۱-۱۶۶ کا مطالعہ فرمائیں۔

قبلہ کی طرف منہ کر کے احرام باندھنا

۲۹۔ بَابُ الْإِهْلَالِ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ

اور ابو عمر نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از نافع ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ذوالحلیفہ میں صبح کی نماز پڑھ لیتے تو وہ اپنی سواری پر پالان لگانے کا حکم دیتے ' پھر وہ اس پر سوار ہوتے ' پھر جب سواری سیدھی کھڑی ہو جاتی تو وہ کھڑے ہو کر قبلہ کی طرف منہ کرتے ' پھر تلبیہ پڑھتے حتیٰ کہ حرم پہنچ جاتے ' پھر ٹھہر جاتے حتیٰ کہ وادی ذی طوی میں آتے اور وہاں صبح تک رت گزارتے ' پھر جب صبح کی نماز پڑھتے تو غسل کرتے اور ان کا یہ گمان تھا کہ رسول اللہ ﷺ اسی طرح کرتے تھے۔ عبد الوارث کی متابعت اسامیل نے کی ہے از ایوب ' غسل کرنے کے الفاظ میں۔

۱۵۵۳۔ وَقَالَ أَبُو مَعْمَرٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا إِذَا صَلَّى بِالْعِدَاةِ بِذِي الْحُلَيْفَةِ أَمَرَ بِرَاحِلَتِهِ فَرُحِلَتْ ثُمَّ رَكِبَ فَإِذَا اسْتَوَتْ بِهِ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ قَائِمًا ثُمَّ يَلْبِي حَتَّى يَبْلُغَ الْحَرَمَ ثُمَّ يَمْسِكُ حَتَّى إِذَا جَاءَ ذَا طَوًى بَاتَ بِهِ حَتَّى يُصْبِحَ فَإِذَا صَلَّى الْعِدَاةَ اغْتَسَلَ وَزَعَمَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ ذَلِكَ. تَابِعَةُ إِسْمَاعِيلُ عَنْ أَيُّوبَ فِي الْغُسْلِ.

[اطراف الحديث: ۱۵۵۳-۱۵۵۴-۱۵۵۵] (مسند الطحاوی: ۴۰۰)

اس حدیث کے رجال کا پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ بوقت اس رسم میں ہے: جب وہ سواری سیدھی کھڑی ہو جاتی تو وہ کھڑے ہو کر قبلہ کی طرف منہ کرتے۔

وادی ذی طوی: یہ مکہ کے نشیب میں ایک وادی ہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک وادی ذی طوی میں صبح کو غسل کرنا سنت ہے۔

(معدن القاری ج ۹ ص ۲۵۸-۲۵۹ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

امام ابو نعیم کی روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیم بن داؤد ابو الربیع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی از نافع ' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب مکہ سے نکلنے کا ارادہ کرتے تو وہ ایسا تیل لگاتے تھے جس میں کوئی اچھی خوشبو نہیں ہوتی تھی ' پھر ذوالحلیفہ کی مسجد میں آتے ' پس وہاں نماز پڑھتے ' پھر سواری پر سوار ہوتے ' پھر جب اونٹنی ان کو لے کر سیدھی کھڑی ہو جاتی تو پھر وہ احرام باندھتے ' پھر وہ کہتے کہ میں نے نبی ﷺ کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا۔

۱۵۵۴۔ حَدَّثَنَا مُسَيْمَلٌ بْنُ ذَوْدٍ أَبُو الرَّبِيعِ قَالَ: حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا إِذَا أَرَادَ الْخُرُوجَ إِلَى مَكَّةَ إِذْهَنَ بِذَهْنٍ لَيْسَ لَهُ رَائِحَةٌ طَيِّبَةٌ ثُمَّ يَأْتِي مَسْجِدَ الْحُلَيْفَةِ فَيُصَلِّي ثُمَّ يَرْكَبُ وَإِذَا اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ قَائِمَةً أَخْرَمَ ثُمَّ قَالَ هَكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ.

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۵۵۳ کی مثل ہے۔

۳۰ - بَابُ التَّلْبِيَةِ إِذَا انْحَدَرَ فِي الْوَادِي

۱۵۵۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَذَكَرُوا الدَّجَالَ أَنَّهُ قَالَ مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَافِرٌ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَمْ أَسْمَعْهُ وَلَكِنَّهُ قَالَ أَمَّا مُوسَى كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ إِذَا انْحَدَرَ فِي الْوَادِي يَلْبِسُ.

وادی میں اترتے وقت تلبیہ کہنا
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی عدی نے حدیث بیان کی از ابن عون از مجاہد کہ ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس تھے پس لوگوں نے دجال کا ذکر کیا اور یہ کہا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہے تو حضرت ابن عباس نے کہا: میں نے اس کو نہیں سنا لیکن آپ نے فرمایا تھا: رہے حضرت موسیٰ علیہ السلام تو گویا میں ان کی طرف دیکھ رہا ہوں جب وہ وادی سے اتر رہے تھے تو تلبیہ پڑھ رہے تھے۔

[اطراف الحدیث: ۳۳۵۵-۵۹۱۳]

(صحیح مسلم: ۱۶۶، رقم المسلسل: ۳۱۰، سنن ابن ماجہ: ۳۸۹۱، سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۷۶، مسند ابویوسف: ۲۵۴۲، صحیح ابن خزیمہ: ۲۶۳۳-۲۶۳۴، صحیح ابن حبان: ۶۲۱۹-۳۸۰۱، المعجم الکبیر: ۱۲۷۵۶، حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۲۲۳-ج ۳ ص ۹۶، مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۶، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۸۵۴-ج ۳ ص ۳۵۲، مؤسسة الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن المثنیٰ بن عبید ابوموسیٰ العنبری (۲) محمد بن ابی عدی (۳) مجاہد (۴) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (۵) عمدة القاری ج ۹ ص ۲۵۹ ہے اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جہد میں ہے: جب حضرت موسیٰ وادی سے اتر رہے تھے تو تلبیہ پڑھ رہے تھے۔ نبی ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام تلبیہ پڑھتے ہوئے دیکھ کر اور المہلب کا اس حدیث کو غلط قرار دینا علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی متوفی ۴۳۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب بن ابی صفر المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں حضرت موسیٰ کا ذکر کرنے میں حدیث کے راوی کو غلطی ہوئی ہے کیونکہ کسی حدیث یا اثر میں یہ منقول نہیں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور وہ عنقریب حج کریں گے: اس حدیث میں موسیٰ علیہ السلام کے متعلق اس حدیث میں اس پر شکیانہ ہے کہ اس نے حدیث میں موسیٰ علیہ السلام کے متعلق کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کر دیا۔

اس حدیث کی توجیہ میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ نبی ﷺ نے خواب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس وادی سے اترتے وقت تلبیہ پڑھتے ہوئے دیکھا یا آپ کی طرف اس واقعہ کی وحی کی گئی تھی اور اس حدیث کی نقد یہ ہے کہ اس وادی سے اترتے وقت تلبیہ پڑھنا انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔ (شرح ابن بطلال ج ۳ ص ۱۹۶، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کا المہلب پر رد کرنا اور اس حدیث کی متعدد توجیہات کرنا
اور انبیاء علیہم السلام کی حیات کی تصریح کرنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ المہلب کی تقریر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

علامہ ابن السیر نے الحاشیہ میں لکھا ہے کہ المہلب کا راوی کی غلطی نکالنا ان کا دہم ہے، ورنہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھنے میں کیا فرق ہے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دکھائی دینے کا تو اعتراف کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دکھائی دینے کا انکار کیا، جب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے یہ ثابت نہیں ہے کہ وہ زمین سے آسمان کی طرف اٹھائے جانے کے بعد زمین پر نازل ہوئے ہوں، البتہ یہ ثابت ہے کہ وہ عنقریب نازل ہوں گے۔

علامہ ابن حجر اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ المہلب کا ارادہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمین پر نازل ہونا اتنے دلائل سے ثابت ہے گویا کہ وہ محقق ہو چکا ہے، اس لیے المہلب نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں نبی ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ حضرت ابن مریم ضرور حج کا تلبیہ پڑھیں گے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۱۲۹-۱۲۸، دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ) دیگر شارحین کا حافظ ابن حجر کی تقریر کو نقل کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی نے اپنے انداز سے حافظ ابن حجر عسقلانی کی اس تقریر کا خلاصہ لکھا ہے اور انہوں نے اس حدیث کی جو توجیہات ذکر کی ہیں ان کو اختصار سے لکھا ہے۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۲۶۰-۲۵۹، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ) حافظ شہاب الدین احمد القسطلانی متوفی ۹۲۱ھ نے بھی حافظ ابن حجر عسقلانی کی ذکر کردہ توجیہات لکھی ہیں۔

(ارشاد الساری ج ۳ ص ۵۶، دار الفکر بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ طیبی، محدث دہلوی اور دوسرے اس میں اس کی یہ تصریح کہ نبی ﷺ اپنے زمانہ میں ہر زمانہ کے احوال دیکھتے ہیں اور دیگر جوابات کا ذکر کرنا

علامہ شرف الدین حسین بن محمد بن عبد اللہ الطیبی التوفی ۷۴۳ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ انبیاء علیہم السلام کیسے حج کرتے ہیں اور کیسے تلبیہ پڑھتے ہیں۔ حالانکہ وہ وفات پا چکے ہیں اور دار آخرت دار عمل نہیں ہے، اس اعتراض کے متعدد جوابات ہیں:

(۱) انبیاء علیہم السلام شہداء کی مثل ہیں، بلکہ ان سے افضل ہیں۔ در شہداء اپنے رب کے پاس بندہ ہیں، پس یہ بعید نہیں ہے کہ وہ حج کریں اور نماز پڑھیں اور اپنی طاقت کے مطابق اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کریں کیونکہ ہر چند کہ وہ وفات پا چکے ہیں لیکن وہ ابھی اس دنیا میں ہیں اور یہ دنیا دار العمل ہے، حتیٰ کہ دنیا کی حالت قائم رہے اور اس کے بعد آخرت آجائے جو کہ ابھی قائم ہے، پھر عمل منقطع ہو جائے گا۔

(۲) تلبیہ ((اللھم لیبت اللھم لیبت)) پر دعا ہے، اور یہ آخرت کے اعمال سے ہے اللہ تعالیٰ ارشاد ہے: دَعُوهُمْ فِیْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلَامٌ اور جنتوں میں ان کی (بے ساختہ) یہ پکار ہوگی: پاک ہے تو اے اللہ! اور جنتوں میں ان کی ایک دوسرے کے لیے یہ دعا ہوگی: سلام علیکم اور ہر بات کے آخر میں ان کا یہ کہنا ہوگا: ”الحمد لله رب العلمین“ O

(۳) نبی ﷺ نے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو دیکھا تھا، سو یہ شب معراج کے علاوہ خواب میں دیکھا تھا جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ جس وقت میں سویا ہوا تھا تو میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ میں کعبہ کے گرد طواف کر رہا ہوں..... انہوں نے اس حدیث کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں ذکر کیا ہے۔

(۴) ہمارے نبی ﷺ کو انبیاء علیہم السلام کے وہ احوال دکھائے گئے جو ان کی دنیاوی حیات میں تھے اور انبیاء علیہم السلام کو ان کی حیات کے حال میں متمثل کیا گیا، خواہ وہ جو عمل کر رہے ہوں اور جس طرح ان کا حج اور ان کا تلبیہ تھا، اس لیے نبی ﷺ نے فرمایا: گویا کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف دیکھ رہا ہوں۔

(۵) نبی ﷺ کی طرف انبیاء علیہم السلام کے احوال کی وحی کی گئی تھی اور آپ کو خبر دی گئی تھی کہ وہ اپنی زندگی میں کیا کرتے رہے ہیں، سو اس کے اعتبار سے آپ نے خبر دی۔ یہاں تک قاضی عیاض کا کلام تھا۔

(شرح الطبیح ج ۱۰ ص ۳۲۰-۳۱۹، إدارة القرآن کراچی ۱۳۱۳ھ)

ملا علی بن سلطان محمد القاری التونی ۱۰۱۴ھ نے اس پوری عبارت کو من وعن نقل کر دیا ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۹ ص ۷۰۵، المکتبۃ الخفانیہ، پشاور)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے انبیاء علیہم السلام کو دیکھا، یہ آپ کے علم الیقین سے کنایہ ہے یعنی میں ان کے احوال کا اس طرح علم رکھتا ہوں کہ جس طرح میں نے ان کو زندگی کے حال میں دیکھا ہے گویا کہ میں ان کو ان کی زندگی میں دیکھ رہا ہوں اور بعض علماء نے کہا کہ یہ سب خواب کا واقعہ ہے اور بعض نے کہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو متمثل کر کے آپ پر منکشف کر دیا تھا، اور بعض اہل تحقیق نے یہ کہا ہے کہ نبی ﷺ نے ان کو اسی وقت میں ان کی زندگی کی حالت میں دیکھا اور یہ ایک عالم میں تھا جس میں، جس حال اور مستقبل نہیں ہوتا، اور بندہ مسکین عبدالحق یہ کہتا ہے کہ تمام انبیاء حیات حقیقی دنیاوی کے ساتھ زندہ ہیں، جن عام لوگوں کی نسبت سے محبوب ہیں، پس انہوں نے اپنے حبیب ﷺ کو حقیقت میں بغیر ان کی نیند کے اور بغیر اپنی مثال کے بغیر کسی استہابہ اور اشکال کے خود کو دکھایا۔

(امداد المصنفات ج ۴ ص ۳۸۱، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

شیخ نورالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ اس حدیث کی ترجمانی میں لکھتے ہیں:

مخفی نہ رہے کہ نبی ﷺ نے شب معراج متعدد انبیاء علیہم السلام کا مشاہدہ کیا تھا، جس سے ہو سکتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی روح جسم میں متمثل ہو گئی ہو اور آپ نے ان کو بیداری میں دیکھا ہو اور یہ مثل اس وجہ سے ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے نزدیک زندہ ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے حضرت موسیٰ کو حج کرتے ہوئے خواب میں دیکھا ہو اور انبیاء علیہم السلام کے خواب وحی دیتے ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے زمانہ میں حج کیا ہو اور ”اللہم لیکن“ پڑھا ہو اور ہمارے نبی ﷺ کے لیے اس کے راز کا حج منکشف کر دیا گیا ہو۔ (تیسرے قاری ج ۲ ص ۱۸، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

شیخ محمد انور شاہ کشمیری دیوبندی متوفی ۱۳۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رہے حضرت موسیٰ علیہ السلام تو گویا کہ میں ان کو دیکھ رہا ہوں جب وہ وادی سے اترتے ہوئے ”اللہم لیکن لیکن“ پڑھ رہے تھے۔

اس میں راز یہ ہے کہ شاید حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی زندگی میں حج نہیں کیا تھا، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی حج نہیں کیا تھا، اسی لیے انہوں نے آسمان سے نازل ہو کر حج کیا اور یہ تحقیق سے ثابت ہے کہ اکثر انبیاء علیہم السلام نے حج کیا ہے اور جس وادی کا ذکر ہے، یہ وادی ازرق ہے۔

دنیا کی آخرت کے ساتھ کس طرح نسبت ہے، اس میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ ایسی نسبت ہے جیسی روح کی نسبت

بدن کے ساتھ ہے اور یہ ایسی نسبت ہے جیسی موتی کی نسبت پیچی کے ساتھ ہوتی ہے اور نہ یہ ایسی نسبت ہے جیسے ایک منفصل چیز کی دوسری منفصل چیز کے ساتھ ہوتی ہے ایک قول یہ ہے کہ یہ ایسی نسبت ہے جیسے درخت کی نسبت بیج کے ساتھ ہوتی ہے پس دنیا آخرت سے شق ہوتی ہے جیسے بیج درخت سے شق ہوتا ہے اور میرے نزدیک یہ ایسی نسبت ہے جیسے ظاہر کی نسبت باطن کے ساتھ ہوتی ہے اور غیب کی شہادت کے ساتھ ہوتی ہے پس اب عالم اور چیز کے اعتبار سے ان میں کوئی فرق نہیں ہے بلکہ نظر اور بصر کے اعتبار سے فرق ہے پس اگر بصر قوی ہو تو وہ اب بھی آخرت کو دیکھ لے گی اور دوزخ اور جنت کو دیکھ لے گی لیکن عام لوگوں کی بصر کم زور ہوتی ہے وہ اس طرح نہیں دیکھ سکتی جس طرح قوی اور تیز بصر والے دیکھتے ہیں سو انبیاء علیہم السلام اپنی زندگی میں بھی جنت اور دوزخ کو دیکھتے ہیں اور رہے عوام تو وہ جنت اور دوزخ کو حشر کے بعد دیکھیں گے جب ان کی نظر تیز ہو جائے گی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَقَدْ كُنْتُمْ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكُمْ غِطَاءَكُمۡ ۖ فَبَصُرْتُمُ الْيَوْمَ ۚ حَدِيدٌ ۝ (ق: ۲۲)

بے شک تو اس دن سے غفلت میں تھا سو ہم نے تیری آنکھوں سے پردہ ہٹا دیا تو آج تیری نگاہ بہت تیز ہے ۝

(فیض الباری ج ۳ ص ۷۶-۷۵، مجلس علمی سورت البندہ ۱۳۵۷ھ)

کا شمیری صاحب کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ انبیاء علیہم السلام کی نظر بہت تیز ہوتی ہے اور وہ دنیا میں آخرت کی چیزوں کو دیکھ لیتے ہیں اس لیے کوئی بعید نہیں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے زمانہ میں حج کرتے ہوئے اس دلدی سے ”اللّٰهُمَّ لِيْكَ اللّٰهُمَّ لِيْكَ“ پڑھتے ہوئے گزر رہے ہوں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے پاس زندہ نہیں لیا ہوا نام کا معنی ہے۔ ملاحق محدث دہلوی سے بھی منقول ہے۔

شیخ محمد یحییٰ کاندھلوی دیوبندی نے بھی المہلب کے فوہ علامہ ابن حجر سفدانی کے ذکر کردہ دلائل سے رد کیا ہے پھر اس حدیث کی توجیہ میں علامہ ابن حجر کی طرح یہ ذکر کیا ہے کہ انبیاء اپنے رب کے پاس زندہ ہوتے ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے پس اس حال میں ان کے حج کرنے میں کوئی مانع نہیں ہے۔ (مع الدرر السنی ج ۴ ص ۱۰۹، الفہرست: ۱۱۰، میدہی کراچی)

غیر مقلد علماء کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات سے معرکہ نہ کرنا

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ نے جی حافظ ابن حجر کے دلائل سے المہلب کا رد کیا ہے لیکن اس حدیث کی توجیہات کو ذکر نہیں کیا۔ شاید یہ توجیہات ان کے عقیدہ کے خلاف تھیں۔ (عون الباری ج ۲ ص ۵۳، دار الرشید طب سوریہ)

مشہور غیہ سیدہ الشیخہ الزہراء متوفی ۱۳۰۷ھ نے بھی المہلب کا رد کیا ہے۔ اس حدیث کی توجیہات لکھا ہے۔ تاہم کہ گو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مکران میں حضرت کو دیکھا ہے۔ لیکن یہ حدیث صحیح ہے۔ مدح میں دکھائی گئی تھیں۔ (تیسرے الباری ج ۲ ص ۱۲۳، نعمانی کتب خانہ لاہور)

* باب مذکور کی یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۳۰ ج ۱ ص ۶۸۱-۶۸۲ پر مذکور ہے وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۳۱۔ بَابُ كَيْفَ تَهْلُ الْحَائِضُ وَالنَّفْسَاءُ حیض اور نفاس والی عورت کس طرح احرام باندھے

”اہلال“ کے متعدد معانی

”کتاب الحج“ کی احادیث میں بار بار ”أَهْلَ“ کا لفظ مذکور ہے اس لیے امام بخاری ”أَهْلَ“ کا معنی بیان کرتے ہیں:

أَهْلٌ تَكَلَّمَ بِهِ، وَاسْتَهْلَكْنَا وَأَهْلَكْنَا الْهَلَالَ، ”أَهْلَ“ منہ سے بات نکالی، ”اسْتَهْلَكْنَا“ اور ”أَهْلَكْنَا“

كُلُّهُ مِنَ الظُّهُورِ، وَاسْتَهْلَ الْمَطَرُ خَرَجَ مِنَ الْهَلَالِ، ”یہ سب الفاظ ظہور کے معنی میں ہیں اور ”اسْتَهْلَ الْمَطَرُ“

السَّحَابِ ﴿وَمَا أَهْلٌ لِّغَيْرِ اللَّهِ بِهِ﴾ (البقرہ: ۳)۔ وَهُوَ کا معنی ہے: بارش بادل سے نکلی اور ”وَمَا أَهْلٌ لِّغَيْرِ اللَّهِ بِهِ“ (البقرہ: ۳) اور یہ بچہ کے بلند آواز سے رونے سے ماخوذ ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری کا طریقہ ہے کہ جب وہ دیکھتے ہیں کہ کلام کا ایک مادہ کئی معانی میں مستعمل ہے تو وہ قرآن اور سنت سے اس کے شواہد بیان کرتے ہیں سو وہ لکھتے ہیں کہ ”أَهْلٌ“ کا معنی ہے: بات کی یعنی اپنے مافی الضمیر کو کلام سے ظاہر کیا اور ”استهل المطر“ کا معنی ہے: بارش کا بادل سے گرج کی آواز کے ساتھ نازل ہونا اور ”ما اهل لغير الله“ کا معنی ہے: جب ذبح کرنے والا ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارے اور ”استهل الصبی“ کا معنی ہے: بچہ بلند آواز سے رویا تو ”اهلال“ کے تمام صیغوں میں بلند آواز سے پکارنے کا معنی ہے اسی وجہ سے احرام باندھتے وقت بلند آواز سے ”اللّٰهُمَّ لِيْكَ اللّٰهُمَّ لِيْكَ“ پڑھنے کو بھی ”اهلال“ کہتے ہیں لہذا ”أَهْلٌ“ کا معنی احرام باندھنا بھی ہے اور لبیک کہنا بھی ہے اور ان تمام اطلاقات میں ظہور کا معنی ملحوظ ہوتا ہے۔

(عمدة القاری ج ۹ ص ۲۶۱-۲۶۰ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

”وَمَا أَهْلٌ لِّغَيْرِ اللَّهِ“ کے معنی کی تحقیق

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے ”ما اهل به لغير الله“ کے معنی میں لکھا ہے:

ذبح کے وقت بتوں کا نام بلند وارے لینے۔ (فتح الباری ج ۲۹ ص ۲۹۰-۲۹۱ المعرفۃ ص ۱۰۶)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی متوفی ۱۱۷۶ھ درج ذیل آیت کی تفسیر لکھتے ہیں:

”وَمَا أَهْلٌ لِّغَيْرِ اللَّهِ“ (البقرہ: ۱۷۳) وآنچه آواز بلند کردہ شود در ذبح دے بغیر خدا (جس جانور کے ذبح کے وقت غیر خدا کا

نام لیا گیا ہو)۔

ہم نے بہ کثرت حوالہ جات اس سے ذکر کیا ہے کہ علماء دین بہت کثرت میں کہ جہیز پر بھی غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو وہ حرام ہے حتیٰ کہ بزرگوں کے ایصالِ ثواب کے لیے دنیا زنی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے: یہ دانات جویری کا بکرا ہے یا غوثِ اعظم کی گائے ہے یا خواجہ جمیری کی شیرینی ہے وہ کہتے ہیں کہ چونکہ ان چیزوں پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہے اس لیے یہ چیزیں حرام ہیں حالانکہ غیر اللہ کا نام پکارنے سے چیز کا حرام ہونا وقت ذبح کے ساتھ خاص ہے۔ ا کہ علامہ عینی، حافظ ابن حجر اور شاہ ولی اللہ کی مذکورہ عبارات سے ظاہر ہے۔

علماء دیوبند کا مطلقاً غیر اللہ کے تقرب کو حرام قرار دینا

مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ لکھتے ہیں:

دوسری صورت یہ ہے کہ جانور کو تقرب الی غیر اللہ کے لیے ذبح کیا جائے یعنی اس کا خون بہانے سے تقرب الی غیر اللہ مقصود ہو لیکن بہ وقت ذبح اس پر نام اللہ ہی کا لیا جائے جیسے بہت سے نادان مسلمان بزرگوں پیروں کے نام پر ان کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے بکرے، مرغے وغیرہ ذبح کرتے ہیں لیکن ذبح کے وقت اس پر نام اللہ ہی کا پکارتے ہیں یہ صورت باتفاق فقہاء حرام ہے اور

مذہبہ مردار ہے۔ (معارف القرآن ج ۱ ص ۴۲۱، ادارۃ المعارف کراچی ۱۹۹۳ھ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرآن افضل ہے کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس کے پاس قربانی ہو، وہ حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھے اور اسی کا نام قرآن ہے اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی ﷺ نے قرآن کیا تھا، امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد اور اصحاب شافعیہ میں سے مزنی کا یہی مذہب ہے اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے، اور امام احمد کا ظاہر قول بھی یہی ہے، اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ جنہوں نے قرآن کا احرام باندھا تھا، انہوں نے ایک طواف کیا، اس میں امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کی دلیل ہے، وہ کہتے ہیں کہ قرآن کرنے والا ایک طواف کرے گا اور ایک سعی کرے گا، جب کہ امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب یہ کہتے ہیں کہ قرآن کرنے والا دو طواف اور دو سعی کرے گا، ایک طواف اور ایک سعی عمرہ میں اور ایک طواف اور ایک سعی حج میں، ان کا استدلال بہت احادیث سے ہے۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۲۶۳-۲۶۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حج قرآن میں دو طواف اور دو سعی کرنے کے ثبوت میں احادیث، آثار اور فقہاء تابعین کے اقوال

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مکہ میں آئے تو سب سے پہلے آپ نے حجر اسود کی تعظیم کی پھر آپ نے بیت اللہ کا طواف کیا، پہلے تین طواف دوڑ دوڑ کر کیے اور چار طواف پیدل چل کر کیے، پھر طواف پورا کرنے کے بعد آپ نے مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز پڑھی، پھر سلام پھیر کر مڑ گئے، پھر آپ نے صفا اور مردہ میں سات بار سعی کی، پھر آپ نے احرام نہیں کھولا اور اسی احرام پر برقرار رہے، حتیٰ کہ قربانی کے دن آئے۔ نے اپنی قربانی کو نحر کیا، پھر بیت اللہ میں طواف زیارت کیا، پھر آپ پر ہر وہ چیز حلال ہو گئی جو حج کی وجہ سے حرام ہو گئی تھی۔ (صحیح البخاری ۱۶۰، مسلم: ۲۲۷، سنن نسائی: ۲۷۳۱)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ نے حجۃ الوداع کے 'پہلے' روزہ ۵ صواف کیا، پھر حج کا طواف زیارت کیا۔ امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک ہاتھ حج اور عمرہ کیا اور دوسرے کے لیے دو طواف کیے اور دو سعی کیں اور کہا: رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح کیا تھا اس نے یہ بتایا۔

سنہ ۱۲۵۶ھ - ص ۵۰۳ دال العرف فی موت ۱۳۲۲ھ - ج ۲ ص ۲۵۷ طبع قدیم)

ابن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے ایک ساتھ حج اور عمرہ کیا اور ان کے لیے دو طواف اور دو سعی کیں اور کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (دارقطنی: ۲۵۹۳۔ ج ۲ ص ۵۱۱، دار المعرفۃ ج ۲ ص ۱۰۰، سنن ترمذی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ بات ہوئی کہ تم قاتلِ رسولؐ ہیں۔ آپ نے دوسرا فرمایا اور یہی کہہ کر۔

(سنن دارقطنی: ۲: ۲۰۰ ج ۲ ص ۱۰۱ - المعرفۃ ص ۲۰۰ طبع قدیم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے عمرو اور حج کے لیے دو طواف کیے اور دو سعی کیں۔

آ (سنن دار قطنی: ۲۵۹۶-ج ۲ ص ۵۱۲، دار المعرفۃ ج ۲ ص ۲۶۳ طبع قدیم)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے دو طواف کیے اور دو سعی کیں۔

(سنن دار قطنی: ۲۵۹۷-ج ۲ ص ۵۱۲، دار المعرفۃ ج ۲ ص ۲۶۳ طبع قدیم)

ابونصر بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملا، اس وقت میں نے حج کا احرام باندھا ہوا تھا اور حضرت علی نے حج اور عمرہ کا احرام باندھا ہوا تھا، میں نے کہا: کیا میں بھی اس طرح کر سکتا ہوں جس طرح آپ نے کیا ہے؟ حضرت علی نے فرمایا: تم وضو کر کے حج اور عمرہ کا اکٹھا احرام باندھو، پھر تم ان دونوں کے لیے دو طواف اور دو سعی کرو۔

(سنن دارقطنی: ۲۵۹۹۔ ج ۲ ص ۵۱۳۔ ۵۱۴ 'دار المعرفہ ج ۲ ص ۲۶۳ طبع قدیم)

امام دارقطنی نے ان تمام اسانید کو ضعیف قرار دیا ہے لیکن یہ ہم کو مضرب نہیں ہے کیونکہ یہ متعدد اسانید ہیں اور تعدد اسانید سے حدیث حسن لغیرہ ہو جاتی ہے۔ ثانیاً اس لیے کہ ہم نے ان احادیث سے بہ راہ راست استدلال نہیں کیا بلکہ ان احادیث کو صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابوداؤد، سنن نسائی کی حدیث کی تائید اور تقویت کے لیے پیش کیا ہے۔

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ العباسی الکوفی المتوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

زیاد بن ملک بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے کہا: حج قرآن کرنے والا دو طواف کرے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۵۲۲، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۳۱۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

عمرو بن الاسود بیان کرتے ہیں کہ حضرت الحسن بن علی رضی اللہ عنہما نے کہا: جب تم حج اور عمرہ میں قرآن کرو تو دو طواف کرو اور دوسری

کرو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۵۲۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۳۱۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ اسماعیل اور الشعمی دو طواف اور دوسری کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۵۲۴، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۳۱۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ ابو جعفر نے کہا: حج قرآن کرنے والا دو طواف اور دوسری کرے گا۔

۱۔ ابی شیبہ: ۵۲۵، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۳۱۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

عبدالرحمن بن الاسود نے بیان کیا کہ ان کے والد نے کہا: حج قرآن کرنے والا دو طواف کرے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۵۲۶، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۳۱۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

شعبہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے الحکم اور الحما د سے قرآن کرنے والے کے متعلق سوال کیا، ان دونوں نے کہا: وہ دو طواف

کرے گا اور دوسری کرے گا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۲۷، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۳۱۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

ابو معشر بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم نے قرآن کرنے والا دو طواف اور دوسری کرے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۵۲۸، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۳۱۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی المتوفی ۲۸۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص نے حج اور عمرہ کو حج کیا، اس کے لیے ایک طواف اور

ایک سعی کافی ہے پھر جب تک وہ حج اور عمرہ سے فارغ نہ ہو، تاہم نہ کرے۔

(سنن ابن ماجہ: ۲۹۷۵، سند احمد ج ۲ ص ۶۷، شرح معانی الآثار: ۳۸۳۰)

امام ابو جعفر طحاوی فرماتے ہیں کہ ایک قوم (ائمہ ثلاثہ) کا یہ مذہب ہے کہ جو شخص حج اور عمرہ کو جمع کرے، اس پر ایک طواف

واجب ہوتا ہے اور دوسروں (امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب) نے ان کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ وہ حج اور عمرہ میں سے ہر ایک

کے لیے الگ الگ طواف کرے گا، ان کا استدلال درج ذیل احادیث سے ہے:

ابونصر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حج کا احرام باندھا، پھر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملا، میں نے ان سے کہا: میں نے حج کا احرام

باندھا ہے، کیا میں اس کے ساتھ عمرہ ملا سکتا ہوں؟ حضرت علی نے کہا: نہیں! اگر تم نے عمرہ کا احرام باندھا، پھر تم اس کے ساتھ حج کا

احرام ملانا چاہتے تو ملا سکتے تھے، میں نے پوچھا: اگر میں اب یہ ارادہ کروں تو کس طرح کروں؟ حضرت علی نے کہا: تم پانی لے کر وضوء

کرد پھر ان دونوں کا احرام باندھو پھر ان میں سے ہر ایک کے لیے الگ الگ طواف کرو۔ (شرح معانی الآثار: ۳۸۵۲)
منصور نے کہا: میں نے مجاہد سے یہ حدیث بیان کی انہوں نے کہا: پہلے میں لوگوں کو ایک طواف کا حکم دیتا تھا لیکن اب نہیں دوں گا۔ (شرح معانی الآثار: ۳۸۵۳)

زیاد بن مالک نے بیان کیا کہ حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما دونوں یہ کہتے تھے کہ قرآن کرنے والا دو طواف کرے گا اور دوسری کرے گا۔ (شرح معانی الآثار: ۳۸۵۸)

پس حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود دونوں حضرت ابن عمر کے خلاف یہ کہتے تھے کہ قرآن کرنے والا دو طواف اور دوسری کرے گا اور یہی امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۲۸۲، قدیمی کتب خانہ کراچی)
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں جو مذکور ہے کہ جنہوں نے حج اور عمرہ کو جمع کیا تھا انہوں نے ایک طواف کیا تھا اس کا محمل یہ ہے کہ انہوں نے ایک نوع کا طواف کیا تھا اور طواف واحد کے الفاظ میں واحد سے مراد واحد شخصی نہیں ہے بلکہ واحد نوعی مراد ہے ان مختلف اور بہ ظاہر متعارض احادیث میں اسی طرح تطبیق ہو سکے گی۔

جس نے نبی ﷺ کے زمانہ میں

آپ کے احرام کی مثل

حرام باندھا

۳۲ - بَابُ مَنْ أَهَلَ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَسْلَالِ النَّبِيِّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اس عنوان سے امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ یہ جائز ہے کہ کوئی شخص پہلے بہم احرام باندھے پھر اس کو جس طرح چاہے معین کر دے اور یہ اس لیے جائز ہے کہ نبی ﷺ کے زمانہ میں ایسا ہوا۔

قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کو نبی ﷺ سے روایت کیا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے:

بکر الصری بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان کو یہ حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ نے حج اور حج کا احرام باندھا تو سنت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے حج کا احرام باندھا اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ حج کا احرام باندھا پس جب ہم مکہ میں آئے تو آپ نے فرمایا: جس شخص کے ساتھ قربانی نہ ہو وہ اپنے اس احرام کو عمرہ کا احرام کر دے اور نبی ﷺ کے ساتھ قربانی تھی پھر ہمارے پاس حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے حج کا احرام باندھے ہوئے آئے تو نبی ﷺ نے پوچھا: تم نے کس چیز کا احرام باندھا ہے کیونکہ تمہاری اہلیہ ہمارے پاس ہیں حضرت علی نے کہا: میں نے اس کا احرام باندھا جس کا نبی ﷺ نے احرام باندھا تو نبی ﷺ نے فرمایا: تم اس احرام پر برقرار رہو کیونکہ ہمارے ساتھ قربانی ہے۔ (صحیح البخاری: ۳۳۵۳، صحیح مسلم: ۱۲۳۲-۱۲۳۱، سنن نسائی: ۲۷۳۱)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد یعنی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں امام شافعی اور ان کے مذہب کے موافقین کی دلیل ہے کیونکہ ان کے نزدیک بہم اور معلق احرام باندھنا جائز ہے مثلاً کوئی شخص اس طرح احرام باندھے کہ میرا احرام زید کے احرام کی مثل ہے پھر اگر زید کا احرام حج کا ہے تو اس کا احرام حج کا ہے اور

اگر اس کا احرام عمرہ کا ہے تو اس کا احرام عمرہ کا ہے اور اگر اس کا احرام حج اور عمرہ دونوں کا ہے تو اس کا احرام بھی حج اور عمرہ دونوں کا ہوگا اور اگر زید نے مبہم اور مطلق احرام باندھا ہے تو اس کا احرام بھی مطلق اور مبہم ہوگا پھر وہ اپنے اس احرام کو جس طرف چاہے گا پھیر دے گا اور پھیرنے میں اس پر زید کی موافقت کرنا لازم نہیں ہے یہ علامہ نووی نے کہا ہے اور علامہ رافعی نے یہ صورت بیان کی ہے کہ پھیرنے میں اس پر زید کی موافقت کرنا لازم ہے اور باقی علماء اور ائمہ کے نزدیک مبہم نیت کے ساتھ احرام باندھنا جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاتِمُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ. (البقرہ: ۱۹۶)

اور حج اور عمرہ کو اللہ کے لیے مکمل کرو۔

نیز فرمایا:

وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ. (محمد: ۳۳)

اور اپنے اعمال کو باطل نہ کرو۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ حکم ان کے ساتھ مخصوص تھا حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے لیے بھی رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح فرمایا تھا اس کا جواب بھی یہ ہے کہ یہ حکم بھی ان کے ساتھ مخصوص تھا اور عنقریب ان شاء اللہ اس کی زیادہ تفصیل آئے گی۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۲۶۵-۲۶۳ ملخصاً)

۱۵۵۷ - حَدَّثَنَا الْمُجَنَّبِيُّ بْنُ إِسْرَاهِيمَ عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ عَطَاءٌ قَالَ جَابِرٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنْ يَقِفَ عَلَى إِحْرَامِهِ. وَذَكَرَ قَوْلَ سُرَاقَةَ. [اطراف الحديث: ۱۵۶۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی ہے کہ ابن جریج نے کہا: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنے احرام پر برقرار رہیں اور حضرت سراقہ کا قول ذکر کیا۔

[۱۵۷۰-۱۶۵۱-۱۷۸۵-۲۵۰۶-۳۳۵۲-۴۲۳۰-۴۳۶۷]

(سنن نسائی: ۲۷۳۳، سنن ابوداؤد: ۱۷۰۰، مسند احمد: ۱۷۰۰، سنن ترمذی: ۲۷۳۳، سنن بیہقی: ۲۲۳۱، مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۵ طبع قدیم)

مسند احمد: ۱۳۲۷۹-ج ۲۲ ص ۱۸۲)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) مکی بن ابراہیم بن بشر بن فرقد الحظلی التمیمی البغلی ابوالسکین یہ ان رجال میں سے ہیں جو امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں ان روایات میں ۲۱۴ میں سے ۱۸ کی عمر ایک سال کے قریب تھی اس لیے کہ یہ عمر کم ہے کہ یہ عمرہ کی طرف منسوب ہیں۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ یہ عمرہ کی طرف منسوب نہیں تھے بلکہ ان کا نام ابوبکر بن جریج تھا اس کا جواب یہ ہے کہ علامہ کرمانی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ یہ حقیقہ مکہ کے رہنے والے تھے بلکہ یہ صورت مکہ کی طرف منسوب تھے (۲) عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج (۳) عطاء بن ابی رباح (۴) حضرت جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ۔

(عمدة القاری ج ۹ ص ۲۶۶)

اس حدیث کی اس باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: نبی ﷺ نے حضرت علی کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنے احرام پر برقرار رہیں۔

حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت سراقہ کے قول کا ذکر کیا یعنی حضرت جابر نے اپنی حدیث میں حضرت سراقہ کے قول کا ذکر

کیا۔ حضرت سراقہ کا پورا نام سراقہ بن مالک بن ہشتم ہے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے انیس احادیث روایت کی ہیں، امام بخاری نے ان میں سے صرف ایک حدیث روایت کی ہے، حضرت سراقہ کے قول کا ذکر امام بخاری نے ”باب عمرة التنعيم“ میں کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت سراقہ کی رسول اللہ ﷺ سے عقبہ میں ملاقات ہوئی، اس وقت آپ کنکریاں مار رہے تھے، حضرت سراقہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! یہ عمل آپ کے ساتھ خاص ہے یا ہمیشہ کے لیے ہے؟ آپ نے فرمایا: ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۷۸۵)

امام بخاری نے اس حدیث کو تفصیل سے ”کتاب المغازی“ میں ذکر کیا ہے۔

(عمدة القاری ج ۹ ص ۲۶۶، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن علی الخلال ابہدلی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الصمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سلیم بن حیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے مروان الاصفر سے سنا، از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے پاس یمن سے آئے تو آپ نے پوچھا: تم نے کس چیز کا حرام ہونا سنا ہے؟ انہوں نے کہا: جس چیز کا نبی ﷺ نے احرام باندھا ہے، آپ نے فرمایا: اگر میرے ساتھ قربانی نہ ہوتی تو میں احرام کھول دیتا، اور محمد بن بکیر نے از ابن جریج یہ اضافہ کیا کہ نبی ﷺ نے پوچھا: اے علی! تم نے کس چیز کا احرام باندھا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: نہ جس چیز کا نبی ﷺ نے احرام باندھا ہے، آپ نے فرمایا: پس تم حدی ساتھ لو اور اپنے احرام پر اسی طرح برقرار رہو۔

۱۵۵۸ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ الْهَدَلِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمُ بْنُ حَيَّانَ قَالَ سَمِعْتُ مَرْوَانَ الْأَصْفَرَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَدِمَ عَلِيُّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْيَمَنِ فَقَالَ بِمَا أَهَلَّكَ؟ قَالَ بِمَا أَهَلَ بِوَاسِطِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَوْلَا أَنَّ مَعِيَ الْهَدْيُ لَأَحَلَلْتُ وَزَادَ مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا أَهَلَّكَ؟ عَلَيْهِ؟ قَالَ بِمَا أَهَلَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ فَامْنِ وَأَمْنُكَ حَرَامًا كَمَا أَنْتَ.

اس حدیث کی ترتیب میں حسب سرائق ہے، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۵ کی مثل ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، از قیس بن مسلم از طارق بن شہاب از حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ مجھے نبی ﷺ نے یمن کے لوگوں کی طرف بھیجا، پس جب میں واپس آیا تو آپ مکہ کی وادی الحصب میں تھے، آپ نے پوچھا: تم نے کس چیز کا احرام باندھا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: میں نے نبی ﷺ کے احرام کی مثل احرام باندھا ہے، آپ نے پوچھا: کیا تمہارے ساتھ قربانی ہے؟ میں نے کہا: نہیں! تو آپ

۱۵۵۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَرْسُفٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ بَعَثَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى قَوْمٍ بِالْيَمَنِ، فَجِئْتُ وَهُوَ بِالْبُطْحَاءِ، فَقَالَ بِمَا أَهَلَّكَ؟ قُلْتُ أَهَلَّكَ كَمَا أَهَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ هَلْ مَعَكَ مِنْ هَدْيٍ؟ قُلْتُ لَا، فَأَمَرَنِي فَطَفْتُ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، ثُمَّ أَمَرَنِي فَأَحَلَلْتُ، فَاتَيْتُ امْرَأَةً

مِنْ قَوْمِي، فَمَشَطْنِي، أَوْ غَسَلْتُ رَأْسِي، فَقَدِمَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فَقَالَ إِنْ تَأْخُذُ بِكِتَابِ اللَّهِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُنَا بِالتَّمَامِ، قَالَ اللَّهُ ﴿وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ﴾ (البقرہ: ۱۹۶) وَإِنْ تَأْخُذُ بِسُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنَّهُ لَمْ يَجْعَلْ حَتَّى نَحْرَ الْهَذَى.

نے مجھے حکم دیا، سو میں نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا اور مروہ میں سعی کی پھر آپ نے مجھے احرام کھولنے کا حکم دیا، پھر میں اپنی قوم کی ایک عورت کے پاس گیا، اس نے میرے سر میں کنگھی کی یا میرا سر دھویا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آکر کہا: اگر ہم کتاب اللہ پر عمل کریں تو وہ ہمیں (حج اور عمرہ کو) مکمل کرنے کا حکم دیتی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: حج اور عمرہ کو اللہ کے لیے مکمل کرو۔ (البقرہ: ۱۹۶) اور اگر ہم رسول اللہ ﷺ کی سنت پر عمل کریں تو آپ نے جب تک قربانی نہیں کی، احرام کو نہیں کھولا۔

[اطراف الحدیث: ۱۵۶۵-۱۷۲۳-۱۷۹۵-۲۳۳۶-۲۳۹۷]

(صحیح مسلم: ۱۲۲۱، الرقم المسلسل: ۲۹۰۸، سنن نسائی: ۲۷۳۲، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۵۱۶-۶۷، مسند احمد ج ۱ ص ۳۹ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۷۳۰)

ج ۱ ص ۳۷۶ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن یوسف التیمی، البیہقی (۲) سفیان الثوری (۳) قیس بن مسلم الجذلی (۴) طارق بن شہاب بن عبد شمس الجبلی الاحمسی (۵) حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ اس کا نام عبد اللہ بن قیس ہے۔ (مردۃ القاری: ج ۱ ص ۲۰۰)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے، میں نے بیضاوی کے احرام و نفل احرام باندھا۔

حضرت ابو موسیٰ کو یمن بھیجنے کی تاریخ، حضرت عمر کے تمتع سے منع کرنے کی توجیہ، حضرت علی اور حضرت ابو موسیٰ دونوں کے پاس ہدی نہیں تھی، پھر کیا وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت علی کو اپنے احرام پر برقرار رہنے کا حکم دیا اور حضرت ابو موسیٰ اشعری کو احرام کھولنے کا حکم دیا؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: مجھے رسول اللہ ﷺ نے یمن کے لوگوں کی طرف بھیجا، نبی ﷺ نے حضرت ابو موسیٰ کو اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کو یمن کی طرف بھیجا۔

اس حدیث میں "بطحہ" کا ذکر ہے، اس سے مراد مکہ میں ردی الحصب ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اپنی قوم کی ایک عورت کے پاس گئے۔ یہ ان کے کسی بھائی کی بیوی تھیں اور ان کی محرم نہیں تھیں۔

پھر حضرت عمر نے آکر کہا: اگر ہم کتاب اللہ پر عمل کریں..... اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری نے بتایا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے حج کا احرام فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھ لیا تھا، حضرت عمر نے اس سے اختلاف کیا اور کہا کہ کتاب اور سنت دونوں سے یہ ثابت ہے کہ حج اور عمرہ کو پورا پورا کیا جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر نے حج کو فسخ کر کے عمرہ کرنے سے منع کیا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمتع کرنے سے بھی منع کیا ہے۔ علامہ مازری نے کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو تمتع کرنے سے منع کیا ہے، اس میں بھی حج کو فسخ کر کے عمرہ کرنے سے منع کیا ہے، ایک قول یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حج کے مہینے میں عمرہ کرنے سے پھر اسی سال حج کرنے سے منع کیا ہے، ایک قول

یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے حج کے مہینے میں عمرہ کرنے سے اس لیے منع کیا ہے تاکہ حج افراد کی ترغیب دیں جو فقط عمرہ کرنے سے افضل ہے اور ان کی یہ مراد نہیں تھی کہ اس مہینے میں عمرہ کو باطل اور عبث قرار دیں پھر بعد میں بغیر کراہت کے تمتع کے جواز پر اجماع منعقد ہو گیا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت علیؓ اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ رضی اللہ عنہما دونوں نے نبی ﷺ کے احرام کی مثل احرام باندھا تھا پھر کیا وجہ ہے کہ آپؐ نے حضرت علیؓ کو تو ان کے احرام پر برقرار رکھا اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو احرام کھولنے کا حکم دیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت علیؓ کے ساتھ ہدی یعنی قربانی تھی اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے ساتھ ہدی نہیں تھی دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت علیؓ کی طرف سے خود نبی ﷺ نے قربانی روانہ کر دی تھی اور تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ کی خصوصیت تھی۔ حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہدی تھی اس پر دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے ان سے یہ سوال نہیں کیا تھا کہ کیا آپؐ کے پاس قربانی ہے جب کہ آپؐ نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ رضی اللہ عنہ سے یہ سوال کیا تھا کیونکہ آپؐ کو علم تھا کہ حضرت علیؓ کے ساتھ ہدی ہے اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے ساتھ ہدی نہیں ہے۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۲۷۹-۲۸۰ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۳۔ بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى ﴿وَالْحَجُّ أَشْهُرٌ مَّعْلُومَاتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِيهِ﴾ (البقرہ: ۱۹۷)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: حج کے مہینے معروف ہیں اور جو شخص ان مہینوں میں (حج کی نیت کر کے) حج کو لازم کر لے تو حج میں نہ عورتوں سے جماع کی باتیں ہوں نہ گناہ اور نہ جھگڑا۔ (البقرہ: ۱۹۷)

امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک حج کی نیت کے ساتھ احرام باندھ کر تلبیہ پڑھنے یا حج کی نیت سے احرام باندھ کر قربانی کے گلے میں تلامدہ (ہار) ڈال کر اس کو روانہ کرنے سے حج فرض ہو جاتا ہے یا حج کی نیت سے احرام باندھ کر اشعار کرنے سے حج فرض ہو جاتا ہے۔ امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک تلبیہ کے خیر حج کی نیت کے ساتھ احرام باندھنے سے حج فرض ہو جاتا ہے۔ (البحر المحیط ج ۲ ص ۲۷۹ دار الفکر بیروت ۱۴۱۱ھ)

امام احمد بن حنبل نے یہ تصریح کی ہے کہ حج کی نیت سے صرف احرام باندھنے سے حج فرض ہو جاتا ہے خواہ تلبیہ نہ پڑھا جائے۔ (زاوالمسیر ج ۱ ص ۲۱۰ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۰۷ھ)

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اس آیت میں ”رفث“ سے مراد جماع ہے حضرت ابن عمرؓ نے کہا: ”رفث“ سے مراد عورتوں سے بخش کلام کرنا ہے اور ”فسق“ سے مراد ہر قسم کے گناہ ہیں اور ”جدال“ سے مراد بحث مباحثہ میں غضب ناک ہونا ہے یہ حضرت ابن مسعودؓ کی رائے ہے اور حضرت ابن عمرؓ رضی اللہ عنہما نے کہا: اس سے مراد گالی دینا ہے۔

(البحر المحیط ج ۲ ص ۲۸۱-۲۸۰ دار الفکر بیروت ۱۴۱۱ھ)

﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْآهِلَةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ﴾ (البقرہ: ۱۸۹)

لوگ آپؐ سے ہلال (پہلی تاریخ کے چاند) کے متعلق دریافت کرتے ہیں آپؐ کہیے: یہ لوگوں کے (دینی اور دنیاوی کاموں) اور حج کے اوقات کی نشانیاں ہیں۔ (البقرہ: ۱۸۹)

اسلام کے بہت سے احکام ہلال کے طلوع پر موقوف ہیں مثلاً قربانی اور حج، عید الفطر، عید الاضحیٰ اور رمضان، عدت و وفات کی گنتی

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجَالٌ مِّنْ أَصْحَابِهِ، فَكَانُوا أَهْلَ قُوَّةٍ، وَكَانَ مَعَهُمُ الْهَدْيُ، فَلَمْ يَقْدِرُوا عَلَى الْعُمْرَةِ، قَالَتْ فَذَخَلَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَبْكِي، فَقَالَ مَا يَبْكِيكَ يَا هَتَاهُ؟ قُلْتُ سَمِعْتُ قَوْلَكَ لَا أَصْحَابَكَ، فَمُنِعْتُ الْعُمْرَةَ، قَالَ وَمَا شَأْنُكَ؟ قُلْتُ لَا أَصَلِّي، قَالَ فَلَا يَضِيرُكَ، إِنَّمَا أَنْتَ امْرَأَةٌ مِّنْ بَنَاتِ آدَمَ، كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْكَ مَا كَتَبَ عَلَيْهِنَّ، فَكُونِي فِي حَاجَتِكَ، فَعَسَى اللَّهُ أَنْ يَرْزُقَكِيهَا. قَالَتْ فَخَرَجْنَا فِي حَاجَتِهِ حَتَّى قَدِمْنَا مِنِّي، فَطَهَرْتُ، ثُمَّ خَرَجْتُ مِنْ مِنِّي، فَأَلْفَضْتُ بِالْبَيْتِ، قَالَتْ ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهُ فِي النَّفَرِ الْآخِرِ، حَتَّى نَزَلَ الْمُحَصَّبُ، وَنَزَلْنَا مَعَهُ، لَدَعَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ، فَقَالَ أَخْرِجْ بِأَخِيكَ مِنَ الْخَرَبِ، قُلْتُ هَلْ بِعُمْرَةٍ، ثُمَّ افْرُغَا، ثُمَّ انْتَبَا هَا هُنَا، فَإِنِّي أَنْظَرُكُمْمَا حَتَّى تَأْتِيَايَ. قَالَتْ فَخَرَجْنَا حَتَّى إِذَا فَرَعْتُ، وَفَرَعْتُ مِنَ الطَّوَافِ، ثُمَّ جِئْتُ بِسُحْرٍ، فَهَلْ فَرَعْتُمُ؟ فَقُلْتُ نَعَمْ، فَأَذِنَ بِالرَّحِيلِ فِي أَصْحَابِهِ، فَارْتَحَلَ النَّاسُ، فَمَرُّوا مَتَوَجِّهًا إِلَى الْمَدِينَةِ، ضَبِيرٌ مِّنْ ضَرٍّ بِضَبْرٍ، وَيُقَالُ ضَارٌ يَضُورُ ضَوْرًا، وَضَرٌ بِضَرٍّ ضَرًا.

حضرت عائشہ نے بیان کیا: پس آپ کے اصحاب میں سے بعض اپنے احرام کو ترک کرنے والے تھے اور بعض اپنے احرام پر برقرار رہنے والے تھے حضرت عائشہ نے بیان کیا: پس رہے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب میں سے چند مرد تو وہ قوت والے تھے اور ان کے ساتھ ہدی (قربانی) تھی وہ عمرہ پر قادر نہ ہوئے حضرت عائشہ نے بیان کیا: پس رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے اور میں اس وقت رو رہی تھی آپ نے پوچھا: اے بھولی بھالی! کیوں رو رہی ہے؟ میں نے کہا: آپ نے جو اپنے اصحاب سے فرمایا ہے وہ میں نے سن لیا ہے تو میں عمرہ سے روک دی گئی ہوں آپ نے پوچھا: اس کی کیا وجہ ہے؟ میں نے عرض کیا: میں نماز نہیں پڑھ رہی تو آپ نے فرمایا: سو تمہیں کوئی نقصان نہیں ہے تم آدم کی بیٹیوں میں سے ایک عورت ہو اللہ نے تم پر وہ چیز لکھ دی ہے جو ان پر لکھی ہے پس تم اس دن میں شروع ہو جاؤ عنقریب اللہ تمہیں عمرہ عطا کر دے گا حضرت عائشہ نے کہا: پس ہم اپنے حج کے لیے نکلے حتیٰ کہ ہم منیٰ میں آئے پھر میں پاک ہو گئی پھر میں منیٰ سے نکلے اور میں نے بیت اللہ میں طواف زیارت کیا حضرت عائشہ نے بیان کیا: میں دوسری جماعت کے ساتھ نکلے حتیٰ کہ آپ وادی المحصب میں اترے اور ہم بھی آپ کے ساتھ اترے پس آپ نے حضرت عبدالرحمان بن ابوبکر رضی اللہ عنہما کو بلایا اور فرمایا: اپنی بہن کو حرم سے بے کر روانہ ہو تو وہ عمرہ کا احرام باندھیں پھر تم دونوں فارغ ہو کر میرا آ جاؤ پس میں تم دونوں کا انتظار کروں حتیٰ کہ تم دونوں میرے پاس آ جاؤ حضرت عائشہ نے کہا: پس ہم کے چنا کہ جب میں فارغ ہو گئی اور طواف (وداع) سے بھی فارغ ہو گئی تو میں آپ کے پاس سحری کے وقت پہنچی آپ نے پوچھا: کیا تم لوگ فارغ ہو گئے؟ میں نے کہا: جی ہاں! پھر آپ نے اپنے اصحاب کو کوچ کرنے کا حکم دیا پھر لوگ روانہ ہوئے سو آپ مدینہ کی طرف متوجہ ہو کر گزرے۔ "ضیر" کا لفظ "ضار یضیر ضیرا" سے ماخوذ ہے اور "ضار یضور ضورا" اور "ضر یضر ضرا" بھی کہا جاتا ہے۔

اس حدیث کی مفصل اور مدلل شرح صحیح البخاری: ۱۵۵۶ میں گزر چکی ہے۔

۳۴ - بَابُ التَّمَتُّعِ وَالْإِقْرَانِ وَالْإِفْرَادِ

بِالْحَجِّ، وَفَسَخِ الْحَجَّ لِمَنْ لَمْ
يَكُنْ مَعَهُ هَدًى

حج میں تمتع اور قرآن اور افراد اور جس
کے ساتھ قربانی نہ ہو اس کا حج کے
احرام کو فسخ کرنا

اگر عمرہ کر کے احرام کھول دیا جائے اور پھر دوبارہ آٹھ ذوالحجہ کو حج کا احرام باندھا جائے تو وہ حج تمتع ہے اور اگر عمرہ پورا کر کے حج کے احرام کو برقرار رکھا جائے پھر حج کر کے احرام کھولا جائے تو وہ حج قرآن ہے اور اگر صرف حج کا احرام باندھا جائے تو وہ حج افراد ہے۔

۱۵۶۱ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ
مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ
اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا نُرَى إِلَّا أَنَّهُ الْحَجُّ فَلَمَّا قَدِمْنَا
تَطَوَّفْنَا بِالْبَيْتِ فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ
لَمْ يَكُنْ سَاقٍ الْهَدْيِ أَنْ يَحِلَّ فَعَلَّ مَنْ لَمْ يَحِمْ
سَاقٍ الْهَدْيِ وَنَسَاوَهُ لَمْ يَسْفَنْ فَأَحْلَلْنَا قَالَتْ
عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا فَبِحَضَّتْ فَلَمْ أَطِفْ
بِالْبَيْتِ فَلَمَّا كَانَتْ لَيْلَةُ الْحَضْبَةِ قَالَتْ يَا رَسُولَ
اللَّهِ يَرْجِعُ النَّاسُ بِعُمْرَةٍ وَحَجَّةٍ وَرَجِعَ النَّاسُ بِحَجَّةٍ
قَالَ وَمَا طُفْتُ لَيْلِي قَدِمْنَا مَكَّةَ قَالَتْ لَا أَدْرِي
فَأَذْهَبِي مَعَ أَخِيكَ إِلَى التَّنْعِيمِ فَأَهْلِي بِعُمْرَةٍ ثُمَّ
مَرَّ عِدْلَكَ كَذَا وَكَذَا قَالَتْ صَفِيَّةُ مَا أَرَادَ إِلَّا
حَابِسْتَهُ قَالَ عَفْوٌ مَا تَقِي أَوْ عَفْوٌ عَفْوٌ
النَّحْرُ قَالَتْ فَلَمْ يَلِي لَيْلِي لَا بَأْسَ لِي بِهَذَا قَالَتْ
عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا فَلَقِينِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُصْعِدٌ مِّنْ مَّكَّةَ وَأَنَا مُنْهَبِطَةٌ
عَلَيْهَا أَوْ أَنَا مُصْعِدَةٌ وَهُوَ مُنْهَبِطٌ مِّنْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از ابراہیم از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ نکلے اور اس وقت ہماری نیت صرف حج کی تھی پس جب ہم (مکہ) پہنچے تو نبی ﷺ نے یہ حکم دیا کہ جو قربانی ساتھ نہیں لائے ہیں وہ احرام نہ لیں پس جو قربانی ساتھ نہیں لائے تھے انہوں نے احرام کھول دیا اور آپ کی ازواج قربانی ساتھ نہیں لالی تھیں سو انہوں نے بھی احرام کھول دیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: پھر مجھے حیض آ گیا تو میں نے بیت اللہ کا طواف نہیں کیا اور حج کے ہوتے افعال کرتی رہی سو جب وادی محصب کی رات آئی تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا لوگ عمرہ اور حج کر کے لوٹیں گے اور میں صرف حج کر کے واپس جاؤں گی؟ آپ نے ہنسی سے کہا: کیا تم نے مکہ کی راتوں میں طواف نہیں کیا تھا؟ میں نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: آپ بھائی! سائے خیمہ سے جاؤ پھر عمرہ کا احرام باندھ لو اور لوگوں کو روک لو کہ آپ لوگوں کو روک لوں گی؟ آپ نے صغیرہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں شاید آپ لوگوں کو روک لوں گی؟ آپ نے فرمایا: زخمی سرمنڈی! کیا تم نے دس ذوالحجہ کو طواف نہیں کیا تھا؟ حضرت صغیرہ نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے تم بھی چلو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: پھر نبی ﷺ مجھ سے ملے آپ مکہ سے ادھر چڑھ رہے تھے اور میں مکہ کی طرف اتر رہی تھی یا میں چڑھ رہی تھی اور آپ اتر رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۵۵۶ میں کردی گئی ہے۔

۱۵۶۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَمِنَّا مَنْ أَهَلَ بِعُمْرَةٍ وَمِنَّا مَنْ أَهَلَ بِحَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ وَمِنَّا مَنْ أَهَلَ بِالْحَجِّ وَأَهَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَجِّ فَأَمَّا مَنْ أَهَلَ بِالْحَجِّ أَوْ جَمَعَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لَمْ يَحِلُّوا حَتَّى كَانَ يَوْمُ النَّحْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابو الاسود محمد بن عبد الرحمن ابن نوفل از عروہ بن الزبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع کے لیے نکلے سو ہم میں سے بعض نے عمرہ کا احرام باندھا تھا اور بعض نے حج اور عمرہ کا احرام باندھا تھا اور بعض نے حج کا احرام باندھا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے حج کا احرام باندھا تھا پس جس نے حج کا احرام باندھا تھا یا حج اور عمرہ کو جمع کر کے احرام باندھا تھا انہوں نے دس ذوالحجہ تک احرام نہیں کھولا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ۱۵۵۶ کا مطالعہ فرمائیں۔

۱۵۶۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ الْحَكَمِ عَنْ عَلِيِّ ابْنِ حُسَيْنٍ عَنْ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ عُثْمَانَ وَعَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا وَعُثْمَانَ يَنْهَى عَنِ الْمُتَعَةِ وَأَنْ يُجْمَعَ بَيْنَهُمَا فَلَمَّا رَأَى عَلِيٌّ أَهْلَ بِهِمَا لَبَّيْكَ بِعُمْرَةٍ وَحَجَّةٍ قَالَ مَا كُنْتُ لِأَدْعَ سُنَّةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقَوْلٍ آخَرَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الحکم از علی بن حسین از مرثدہ بن عبد اللہ انہوں نے بیان کیا کہ میں حضرت عثمان اور حضرت علی کے سامنے موجود تھا اور حضرت عثمان حج تمتع کرنے سے اور حج اور عمرہ کو جمع کرنے سے منع کر رہے تھے حضرت علی نے یہ دیکھ کر فرمایا: "اگرچہ عمرہ و حج جمع کرنا جائز ہے لیکن میں نے یہ دیکھ کر ترک نہیں کر سکتا۔"

[طرف الحدیث: ۵۶۹]

(صحیح مسلم: ۱۲۲۳، رقم السلسل: ۲۹۱۳، مسند ابی یوسف: ۵۲۷، مسند ابی یوسف: ۳۳۲، مسند ابی داؤد الطیالسی: ۱۰۰، مسند احمد: ج ۱ ص ۱۳۶ طبع قدیم، مسند

احمد: ۱۱۳۶، ج ۲ ص ۳۵۷-۳۵۸، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا۔

حضرت عثمان اور حضرت علی کے درمیان حج تمتع کرنے کے متعلق مباحثہ کے فوائد

علامہ بدرالدین عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عالم کو جس چیز کا علم ہو اس کا اظہار کرنا چاہیے اور اس کی تحقیق کے لیے حکام وغیرہ سے بحث کرنی

چاہیے اور جو اس پر قادر ہو اس کو مسلمانوں کی خیر خواہی کے لیے ایسا کرنا چاہیے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عالم کے نزدیک جو شخص حق بات کا انکار کر رہا ہو اس کو اس شخص کے اپنے قول اور عمل دونوں سے روک

کرنا چاہیے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اور حاکم کی اطاعت صرف اس چیز میں واجب ہے جو معروف اور صحیح ہو۔

اس حدیث سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا حلم معلوم ہوا کہ انہوں نے حاکم وقت ہونے کے باوجود اپنی مخالفت کرنے والے کو ملامت نہیں کی۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما تمتع کرنے سے منع کرتے تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ صرف قول صحابی ہے جو کتاب، سنت اور اجماع کے خلاف ہے، کتاب کے اس لیے خلاف ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ (البقرہ: ۱۹۶)

سو جو شخص حج کے ساتھ عمرہ ملائے۔

اس آیت میں حج کے ساتھ عمرہ کو ملانے کا ذکر ہے اور اسی کا نام تمتع اور قرآن ہے اور عمرہ کو حج کے ساتھ ملانے کی بہت احادیث ہیں۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۲۸۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

عمرہ اور حج کو جمع کرنے یعنی قرآن اور تمتع کے جواز کے متعلق دیگر احادیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع کے لیے نکلے، سوہم میں سے بعض نے عمرہ کا احرام باندھا تھا، اور بعض نے حج اور عمرہ کا احرام باندھا تھا اور بعض نے (صرف) حج کا احرام باندھا، اور رسول اللہ ﷺ نے حج کا احرام باندھا تھا، پس جس نے حج کا احرام باندھا تھا یا حج اور عمرہ کو جمع کر کے احرام باندھا تھا، انہوں نے دس ذوالحجہ تک احرام نہیں کھولا۔ (صحیح البخاری: ۱۵۶۲، صحیح مسلم: ۱۲۱۱، سنن ابوداؤد: ۱۷۸۱، سنن نسائی: ۲۷۶۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے شمرہ اور بنی ہاشمہ

(معجم البخاری: ۲۳۵۲-۲۳۵۳، معجم مسلم: ۱۲۲۲-۱۲۲۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کے پیچھے سواری پر بیٹھا ہوا تھا اور لوگ حج اور عمرہ کو جمع کر کے پکار رہے تھے (لیک بحجة وعمره)۔ (صحیح البخاری: ۲۹۸۶)

جب نبی ﷺ نے حج اور عمرہ کو جمع کیا، حضرت سہیل بن ربیعؓ کی نبی ﷺ سے جمرہ عقبہ میں ملاقات ہوئی، اس وقت نبی ﷺ کنکریاں مار رہے تھے، انہوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! یہ آپ کے لیے ذرا ہے یا ہمیشہ کے لیے ہے؟ آپ نے فرمایا: ہمیشہ کے لیے ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۷۸۵، صحیح مسلم: ۱۲۱۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم حجۃ الوداع کے سال رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے، پس ہم نے عمر کا احرام باندھا، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کے ساتھ رات بانی ہے، وہ حج کے ساتھ احرام باندھ لے گا۔ ہم نے اس بات تک احرام نہیں کھولے گا جب تک کہ رسول اللہ ﷺ سے روغ نہیں ہو جائے گا۔

(صحیح البخاری: ۱۵۵۶، صحیح مسلم: ۱۱۱۱، سنن ابوداؤد: ۱۷۸۱، سنن نسائی: ۲۷۶۳)

ابونضرہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حج تمتع کرنے کا حکم دیتے تھے اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما اس سے منع کرتے تھے تو میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا: میرے ہاتھوں سے یہ حدیث گردش کرتی رہی ہے، ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج تمتع کیا ہے، پس جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے کہا: بے شک اللہ اپنے رسول کے لیے جو چاہتا ہے جس طرح چاہتا ہے حلال کر دیتا ہے اور بے شک قرآن اپنی نزول کی جگہوں میں نازل ہوا ہے، پس تم حج اور عمرہ کو (الگ الگ) پورا کرو۔ الحدیث دوسری روایت میں ہے: پس تم اپنے حج کو اپنے عمرہ سے منسلک رکھو یہ تمہارے حج کو زیادہ پورا کرنے والا ہے اور تمہارے عمرہ کو بھی زیادہ پورا کرنے والا ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۲۱۷)

حضرت عمران رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے عہد میں تمتع کیا اور قرآن نازل ہو رہا تھا ایک شخص نے اپنی رائے سے جو چاہا کہا۔ (صحیح البخاری: ۱۵۷۱)

الحارث بن نوفل بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص اور الضحاک بن قیس سے سنا وہ دونوں حج تمتع کا ذکر کر رہے تھے الضحاک بن قیس نے کہا: تمتع وہی شخص کرے گا جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے جاہل ہو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نے بہت بُری بات کہی ہے اے میرے بھتیجے! الضحاک بن قیس نے کہا: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے تمتع کرنے سے منع کیا ہے حضرت سعد بن ابی وقاص نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے حج تمتع کیا ہے اور ہم نے آپ کے ساتھ حج تمتع کیا ہے۔

(سنن ترمذی ج ۲ ص ۸۲۳، مسند احمد ج ۱ ص ۲۳۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: "لبيك بعمره وحجة" (حج اور عمرہ کے ساتھ لبیک)۔ (سنن ترمذی: ۸۲۱، مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۱)

سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سنا اہل شام سے ایک شخص حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے حج تمتع کے متعلق سوال کر رہا تھا حضرت عبد اللہ بن عمر نے کہا: وہ حلال ہے اس شخص نے کہا: تمہارے والد تو اس سے منع کرتے تھے! حضرت عبد اللہ بن عمر نے کہا: یہ بتاؤ کہ میرے والد تمتع سے منع کرتے ہوں اور رسول اللہ ﷺ نے تمتع کیا ہو تو کیا ہم اپنے والد کے حکم کی اتباع کریں گے یا رسول اللہ ﷺ کے حکم کی؟ اس شخص نے کہا: ہاں۔ رسول اللہ ﷺ نے حکم کی اتباع کریں گے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر نے کہا: تو بے شک رسول اللہ ﷺ نے تمتع کیا تھا۔ امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسنہ ہے۔

(سنن ترمذی: ۸۲۳، مسند احمد ج ۲ ص ۹۵)

تنبیہ: ہم نے جو حج اور عمرہ کو جمع کرنے کے جواز میں احادیث ذکر کی ہیں ان میں سے بعض احادیث میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تمتع کیا ہے اور ہم نے اس سے پہلے یہ بیان کیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن کیا ہے اور یہ تعارض ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان احادیث میں مجازاً تمتع سے مراد عام ہے جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے خواہ یہ حج کرنا قرآن کی صورت میں ہو یا تمتع کی صورت میں۔

حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما حج تمتع سے منع کرتے تھے اس کے متعلق شارحین کی آراء

علامہ والعباس احمد بن عمر بن ابی العباس القرطبی رحمہ اللہ ج ۱ ص ۶۵۶ لکھتے ہیں:

احرام کی تین قسمیں ہیں: نراذ قرآن، تمتع اور ان کے جملہ پر اجماع ہے کہ اس میں سے کسی ایک میں سے فضل کون سا ہے جس تمتع میں حضرت عثمان اور حضرت علی کا اختلاف ہوا اس کی تائید کرنے والوں میں اختلاف ہے۔ حضرت عثمان کی رائے یہ تھی کہ ایک سفر اور ایک عمل میں حج اور عمرہ کو جمع کرنا نبی ﷺ کے ساتھ مخصوص تھا اور ان کے ساتھ مخصوص تھا جو حجۃ الوداع میں آپ کے ساتھ تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ یہ ان کے ساتھ مخصوص نہیں ہے پس ان دونوں کا اختلاف اس میں تھا کہ فضل کون سا عمل ہے حضرت عثمان کی رائے یہ تھی کہ صرف حج افراد کرنا افضل ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ تمتع کرنا افضل ہے کیونکہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ ان میں سے ہر ایک جائز ہے حضرت عثمان نے یہ کہا تھا کہ ہمیں یہ خوف تھا کہ حج افراد کرنے والے کا اجر حج تمتع کرنے والے سے زیادہ ہوگا اور حضرت علی کا یہ خیال تھا کہ اگر لوگوں نے حضرت عثمان کی رائے کو سنا جب کہ ان کی اقتداء کی جاتی ہے تو اس کے نتیجہ میں تمتع اور قرآن متروک ہو جائے گا اس لیے حضرت علی نے ان کے سامنے قرآن کا احرام باندھنا کہ یہ معلوم

ہو جائے کہ ان میں سے ہر ایک عمل جائز ہے یا حضرت علی کے نزدیک تمتع اور قرآن کرنا افراد سے افضل تھے اس لیے کہ تمتع اور قرآن میں حج اور عمرہ کے دو عمل ہیں اور افراد میں صرف ایک حج کا عمل ہے۔

حضرت عثمان کی جو رائے تھی وہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بھی رائے تھی اور ان دونوں کے نزدیک حج افراد کرنا حج تمتع اور حج قرآن سے افضل تھا۔ (المجموع ج ۳ ص ۵۰-۳۴۹ دار ابن کثیر بیروت ۱۴۲۰ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متونی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی ﷺ نے جو حجۃ الوداع میں قربانی لے کر نہ چلنے والے اپنے اصحاب سے فرمایا تھا کہ تم حج کے احرام کو فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھ لو اس میں قریش کے اس اعتقاد کو رد کرنا تھا جو حج کے ایام میں عمرہ کرنے سے منع کرتے تھے اور اس کی ابتداء حدیبیہ میں ہوئی تھی کیونکہ نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب نے عمرہ کا احرام باندھا ہوا تھا اور وہ ذوالقعدہ کا مہینہ تھا اور وہ حج کے مہینوں سے ہے اور اس وقت صحابہ خوف زدہ تھے کیونکہ ان کے اور مشرکین کے درمیان جنگ ہو چکی تھی اور مشرکین نے ان کو بیت اللہ تک جانے سے روکا تھا اور ان کے اور ان کے عمرہ کے درمیان حائل ہو گئے تھے اور یہ پہلا عمرہ تھا جو حج کے مہینوں میں کیا گیا تھا پھر اس کے بعد جو اس عمرہ کی قضا ہوئی وہ بھی ذوالقعدہ کے مہینہ میں ہوئی تھی پھر رسول اللہ ﷺ نے مبالغہ کے ساتھ اس کی تاکید کا ارادہ کیا حتیٰ کہ صحابہ کو حکم دیا کہ وہ حج کے عمرہ کو فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھ لیں تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مراد یہ تھی کہ نبی ﷺ نے اس وجہ سے حج کے احرام کو فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھنے کا حکم دیا۔

حضرت عثمان تمتع اور قرآن دونوں کو جائز سمجھتے تھے لیکن ان کے ایک افراد افضل تر تھے۔ لیے وہ تمتع اور قرآن سے منع کرتے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بھی یہی رائے تھی لیکن حضرت علی کو یہ خوف تھا کہ ان کے بعد کوئی تمتع اور قرآن کو حرام نہ سمجھ لے اس لیے انہوں نے حضرت عثمان کے سامنے قرآن کا احرام باندھا اور حضرت عثمان نے ان سے کوئی تعرض نہیں کیا۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۱۳۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

واضح رہے کہ حافظ ابن حجر نے جو یہ بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے مشرکین کے اس اعتقاد کو رد کرنے کے لیے حج کے احرام کو فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھنے کا حکم دیا کہ ستریں یہ سمجھتے تھے کہ حج کے ایام میں عمرہ کرنا جائز نہیں ہے اس کا اس بات سے کیا تعلق ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما تمتع اور قرآن سے منع کرتے تھے اور اس بات میں ان کے منع کرنے کی کیا مناسبت ہے؟

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں:

حضرت عمر اور حضرت عثمان کے منع کرنے پر علماء صحابہ نے مذکورہ ان پر انکار کیا۔ ان کے منع کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

(عمدة القاری ج ۹ ص ۲۸۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

مصنف کے نزدیک حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما ایام حج میں عمرہ اور حج کو جمع کرنے سے اس لیے منع کرتے تھے کہ اگر لوگوں نے ان ایام میں عمرہ بھی کر لیا تو وہ دوبارہ عمرہ کرنے نہیں آئیں گے اور ان کو یہ ناپسند تھا کہ بیت اللہ عبادت گزاروں سے خالی رہے ان کا منشاء یہ تھا کہ لوگ پھر دوبارہ عمرہ کرنے آئیں تاہم وہ ایام حج میں حج اور عمرہ کے جمع کرنے کو ناجائز اور حرام نہیں کہتے تھے ان کے نزدیک یہ خلاف اولیٰ تھا لیکن جمہور صحابہ فقہاء تابعین اور ائمہ مجتہدین کے نزدیک اولیٰ یہی ہے کہ ایام حج میں تمتع اور قرآن کیا جائے کیونکہ یہ نبی ﷺ کی سنت ہے اور مصنف کے نزدیک بھی اولیٰ یہی ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۸۵۸۔ ج ۳ ص ۴۴۴ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① تمتع کے بارے میں حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے مذاکرہ کی تفصیل ② حج کے احرام کو فسخ کرنے کی صحابہ کے ساتھ خصوصیت ③ عمرے پر تمتع کا اطلاق۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن طاووس نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ عرب لوگ (زمانہ جاہلیت میں) یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا زمین میں بہت بڑا گناہ ہے اور وہ محرم کو صفر قرار دیتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ جب اونٹ کی پینہ ٹھیک ہو جائے اور زخم کا نشان مٹ جائے اور صفر کا مہینہ گزر جائے تب عمرہ کرنے والے کے لیے عمرہ جائز ہو جائے گا، نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب چار ذوالحجہ کی صبح کو (مکہ میں) حج کا احرام باندھے ہوئے آئے تھے پھر آپ نے یہ حکم دیا تھا کہ احرام کو فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھ لو اس لیے یہ حکم ان پر گراں گزرا پس انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! پھر ہمارے لیے کون سی چیز حلال ہوگی؟ آپ نے فرمایا: سب چیزیں حلال ہو جائیں گی۔

۱۵۶۴ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ كَانُوا يَرَوْنَ أَنَّ الْعُمْرَةَ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ مِنْ أَفْجَرِ الْفُجُورِ فِي الْأَرْضِ وَيَجْعَلُونَ الْمُحَرَّمَ صَفْرًا وَيَقُولُونَ إِذَا بَرَأَ الذَّبَرُ وَغَفَا الْأَثَرُ وَانْسَلَخَ صَفَرٌ حَلَّتِ الْعُمْرَةُ لِمَنْ اعْتَمَرَ. قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ صَبِيحَةَ رَابِعَةِ مِهْلَيْنِ بِالْحَجِّ فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَجْعَلُوا عُمْرَةً فَتَعَاظَمَ ذَلِكَ عَنْهُمْ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ آتَى الْجِلَّ؟ قَالَ جَلُّ كُلُّهُ.

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۰۱۵ میں درج ہے: ہم پانچ جملوں کی وضاحت کی جا رہی ہے۔

زمانہ جاہلیت میں عربوں کا مہینوں کو موخر کرنا اور احرام کا اس غلط رسم کو مٹانا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ذوالحجہ میں صرف اس لیے عمرہ کیا تھا تاکہ مشرکین کے الاعتقاد کو مٹا دیا جائے کہ حج میں عمرہ واجب نہیں ہے۔

مشرکین زمانہ جاہلیت میں مہینوں کو موخر کرتے رہتے تھے وہ محرم کو صفر قرار دیتے، اس مہینے میں قربان کرتے و طہال کر لیتے اور محرم کے مہینہ میں جو قتال حرام تھا اس کو موخر کر دیتے اور بعض اوقات وہ سال کے تیرہ یا چودہ مہینے بنا لیتے تھے۔

(عمدة القاری ج ۹ ص ۲۸۶-۲۸۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

بے شک اللہ کے نزدیک مہینوں کی تعداد اللہ کی کتاب میں بارہ ماہ ہے جس دن سے اس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا، ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں، یہی دین مستقیم ہے، سو ان مہینوں میں تم اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو اور تم تمام مشرکین سے قتال

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَمَا كُنْتُمْ يُقَاتِلُونَكُمْ كَمَا كُنْتُمْ

کر دجیسا کہ وہ تم سب سے قتال کرتے ہیں اور یاد رکھو کہ اللہ متین کے ساتھ ہے ○ مہینہ کو مؤخر کرنا محض کفر ہے اس سے کافروں کو گم راہ کیا جاتا ہے وہ کسی مہینہ کو ایک سال حلال قرار دیتے ہیں اور اسی مہینہ کو دوسرے سال حرام قرار دیتے ہیں تاکہ اللہ کے حرام کیے ہوئے مہینوں کی تعداد پوری کر لیں پھر جس کو اللہ نے حرام کیا ہے اس کو حلال کر لیں ان کے برے کام ان کے لیے خوش نما بنا دیئے گئے ہیں اور اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا ○

وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ○ إِنَّمَا النَّسِيءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُحْلِلُونَهُ عَامًا وَيُحَرِّمُونَهُ عَامًا لِيُوْا طُنُوا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ فَيَحْلِلُوا مَا حَرَّمَ اللَّهُ زَيْنَ لَهُمْ كُفُوهُمُ أَعْمَالُهُمْ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ○ (التوبہ: ۳۷-۳۶)

حرمت والے مہینے

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: زمانہ گھوم کر اپنی اصلی شکل پر آچکا ہے جب اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا تھا سال کے بارہ مہینے ہیں ان میں سے چار حرمت والے مہینے ہیں تین مہینے متواتر ہیں: ذوالقعدہ ذوالحجہ اور محرم اور قبیلہ مضر کا رجب جو جمادی اور شعبان کے درمیان ہے۔ (صحیح البخاری: ۳۶۶۲)

مشرکین کا حرمت والے مہینوں کو مؤخر کرنے کی وجہ اور نبی ﷺ کا اس کو رد فرمانا

مشرکین حرمت والے مہینوں کو مؤخر کرتے رہتے تھے ان سے روئے یہ آیات: ○ کی ہیں محرم حرمت والا مہینہ تھا اس میں قتل حرام تھا مشرکین عرب لوٹ مار اور قتل و غارت کرنے والے تھے ذوالقعدہ ذوالحجہ و محرم یہ تین مہینے متواتر حرمت والے تھے ان تین مہینوں میں قتل سے رکنا مشرکین عرب کے لیے بہت مشکل اور دشوار تھا انہیں جب محرم کے مہینہ میں کسی سے لڑنے کی ضرورت پیش آتی تو وہ محرم کے مہینہ کو مؤخر کر دیتے اور صفر کے مہینہ کو محرم قرار دیتے اصل محرم کے مہینہ میں قتال کر لیتے اسی طرح وہ ہر سال محرم کے مہینہ کو ایک ماہ مؤخر کرتے رہتے تھے ○ کہ سال ہر سال ﷺ نے حج کیا اس سال گیارہ مرتبہ محرم کا مہینہ مؤخر ہو کر اپنی اصل ہیئت پر آچکا تھا اس لیے آپ ﷺ نے زمانہ گھوم کر اپنی اصلی شکل پر آچکا ہے جس ہیئت پر وہ اس وقت تھا جب اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا تھا۔ (بیان القرآن ج ۵ ص ۱۳۳-۱۳۲ فرید بک شال لاہور)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۹۰۵- ج ۳ ص ۲۰۸ پر مذکور ہے وہاں اس کی بہت مختصر شرح کی گئی ہے۔

۱۵۶۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُمَيْثٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَنْدَرُ بْنُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَيْسِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ طَارِقِ بْنِ شَهَابٍ عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَهُ بِالْحَلِّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سُمَیث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قیس بن مسلم از طارق بن شہاب از حضرت ابی موسی رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نبی ﷺ کے پاس (یعنی سے حجۃ الوداع میں) آیا آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ عمرہ کر کے احرام کھول دیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۵۵۹ میں گزر چکی ہے۔

۱۵۶۶ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ وَحْدَانَ بْنِ يُونُسَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی (ح)

سے پوچھا: اس کی کیا وجہ تھی؟ تو انہوں نے کہا: اس خواب کی وجہ سے جو میں نے دیکھا تھا۔

(صحیح مسلم: ۱۲۳۲، الرقم المسلسل: ۲۹۶۳، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۷۴۹، المعجم الکبیر: ۱۲۹۶۲، سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۹، صحیح ابن حبان: ۱۷۲، مسند احمد ج ۱ ص ۲۳۱، طبع قدیم، مسند احمد: ۲۱۵۸، ج ۴ ص ۵۵، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

نیک عالم کے خواب سے شرعی مسئلہ پر استدلال، اپنے موقف کی تائید پر انعام دینا اور عالم کا علم پر نذرانہ لینا علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی مترنی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں تعاون کرنے کا بیان ہے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ابو جمرہ کو تمتع کرنے کا حکم دیا، ابو جمرہ کو بعض لوگوں نے تمتع کرنے سے منع کیا تھا، ان کے نزدیک ایک سفر میں اور ایک احرام میں حج اور عمرہ کو جمع کرنے سے اجر میں کمی کا خطرہ تھا، اس لیے انہوں نے ان کو حج افراد کرنے کا حکم دیا، پھر انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا، اور انہوں نے فرمایا: تم تمتع کرو، پھر انہوں نے خواب دیکھا جس سے معلوم ہوا کہ یہ حج اور عمرہ مقبول ہے اور جب انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ خواب سنایا تو وہ اس سے بہت خوش ہوئے کہ اس خواب سے ان کے بتائے ہوئے مسئلہ کی تائید ہوگئی، اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص خوشی کی خبر دے، اس کا نام، مال، اور اس کا یہ بھی معلوم ہوا کہ سچے خوابوں سے بیداری کے کاموں پر تائید حاصل ہو جاتی ہے اور کیوں نہ ہو کہ دامن کا سچا خواب، اس کے یحیالیس اور اس سے ایک جز ہے، اس حدیث میں یہ بھی دلیل ہے کہ عالم کو علم پر اجرت لینا جائز ہے۔ (عمدة القاری: ۲۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت: ۱۴۲۱ھ)

۱۵۶۸ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو شَهَابٍ قَالَ قَدِمْتُ مَتَمِّعًا مَكَّةَ بِعُمْرَةٍ فَأَخْلَا قَبْلَ التَّرْوِيَةِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَقَالَ لِي أَنَاسٌ مِّنْ أَهْلِ مَكَّةَ إِذَا جِئْتَ حَجَّتْكَ مَكِّيَّةٌ فَدَخَلْتُ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَرْثَدٍ فَقَالَ حَدَّثَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ حَجَّ مَعَ نَبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ سَاقٍ جَذَرٍ مَعَهُ وَفِي أَهْلِ بَنِي سَعْدٍ مُّشِيرًا أَنَّهُ لَوْ أَنَّ أَحَدًا مِّنْ أَحْرَامِنَا بَطَرَ فِي بَيْتٍ وَبَيْنَ سَعَاءٍ وَسُرُورَةٍ وَقَصَرُوا ثُمَّ أَقْبَمُوا خِلَالًا حَتَّى إِذَا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ فَأَهْلُوا بِالْحَجِّ وَاجْعَلُوا الْبَيْتَ قَدِمْتُمْ بِهَا مُتَعَةً فَقَالُوا كَيْفَ نَجْعَلُهَا مُتَعَةً وَقَدْ سَمِينَا الْحَجَّ؟ فَقَالَ افْعَلُوا مَا أَمَرْتُكُمْ فَلَوْ لَا إِنِّي سَقْتُ الْهَذْيَ لَفَعَلْتُ مِثْلَ الَّذِي أَمَرْتُكُمْ وَلَكِنْ لَا يَحِلُّ مِنِّي حَرَامٌ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَذْيُ مَحِلَّهُ . فَقَعَلُوا . قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو شہاب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: تمتع کی بات میں عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ آیا، ہم آٹھ روز حجہ سے قبل دن پہلے مکہ پہنچے تھے، مجھ سے اہل مکہ کے لوگوں نے کہا: اب تمہارا حج مکئی ہو جائے گا، پھر میں نے عطاء کے پاس جا کر مسئلہ پوچھا، انہوں نے کہا: مجھے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کے ساتھ اس دن حج کیا جس دن انہوں نے قربان لے جانور آپ کے ساتھ روانہ کیے، ان لوگوں نے حج افراد کا احرام باندھا ہوا تھا تو آپ نے ان سے فرمایا: تم لوگ طواف اور صفا اور مردہ کے درمیان سعی کر کے اپنا احرام کھول دو اور اپنے بال کاٹ لو، پھر اسی طرح بغیر احرام کے ٹھہرے رہو حتیٰ کہ جب آٹھ ذوالحجہ کا دن ہو تو تم حج کا احرام باندھ لینا اور اپنے پہلے طواف اور سعی کے ساتھ اس کو ملا کر حج تمتع کر لو، انہوں نے کہا: ہم اس کو تمتع کیسے کریں ہم نے تو احرام باندھے

أَبُو شَهَابٍ لَيْسَ لَهُ مُسْنَدٌ إِلَّا هَذَا.

وقت صرف حج (افراد) کی نیت کی تھی؟ آپ نے فرمایا: وہی کرو جس کا میں نے حکم دیا ہے، پس اگر میں نے ہدی (قربانی) روانہ نہ کی ہوتی تو میں بھی اسی طرح کرتا جس کا میں نے تمہیں حکم دیا ہے، لیکن (میں کیا کروں کہ) جب تک قربانی اپنے محل (منی) میں نہ پہنچ جائے تو احرام کی وجہ سے جو چیز مجھ پر حرام ہو چکی ہے وہ حلال نہیں ہو سکتی، تو پھر ان لوگوں نے ایسا ہی کر لیا۔ امام بخاری نے کہا: ابوشہاب سے صرف یہی ایک حدیث مسند (متصل) مروی ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۵۵۷ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حجاج بن محمد الاور نے حدیث بیان کی از شعبہ از عمرو بن مرہ از سعید بن المسیب، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما تمتع کے متعلق اختلاف کر رہے تھے اور دونوں عسکری تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ کا صرف یہ ارادہ ہے کہ آپ اس کام سے منع کریں جس کو نبی ﷺ نے کیا ہے، راوی نے کہا: جب حضرت علی نے یہ دیکھا تو حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا۔

۱۵۶۹ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْأَعْمُورُ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ اخْتَلَفَ عَلِيُّ وَعُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا وَهُمَا مُعْتَفَانِ فِي الْمُتَمَتِّعِ فَقَالَ عَلِيٌّ مَا تَرِيدُ إِلَيَّ أَنْ تُنْهَى عَنْ أَمْرِ فَعَلَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَأَى ذَلِكَ عَلِيٌّ أَهْلًا بِهِمَا جَمِيعًا.

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۵۵۷ میں گزر چکی ہے۔

۳۵ - بَابُ مَنْ لَبَّى بِالْحَجِّ وَنَسَاهُ

جس نے بیک پڑھتے ہوئے حج کا نام لیا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے مجاہد کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ہمیں سرور جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور اس وقت ہم یہ پڑھ رہے تھے: "لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ بِالْحَجِّ" (جب ہم مکہ پہنچے) تو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں یہ حکم دیا کہ ہم حج کے احرام کو عمرہ کر دیں۔

۱۵۷۰ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يَقُولُ حَدَّثَنَا حَبْرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَدِمْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَقُولُ بَيْتَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ بِالْحَجِّ فَأَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَجَعَلْنَاهَا عُمْرَةً.

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۵۵۷ میں گزر چکی ہے۔

۳۶ - بَابُ التَّمَتُّعِ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ

نبی ﷺ کے عہد میں

حج تمتع کرنا

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱۵۷۱ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قُتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنِي مُطَرِّفٌ عَنْ عِمْرَانَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ تَمَتَّعْنَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ 'وَنَزَلَ الْقُرْآنُ' قَالَ رَجُلٌ بِرَأْيِهِ مَا شَاءَ. [طرف احدیث: ۳۵۱۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از قتادہ انہوں نے بیان کیا کہ مجھے مطرف نے حدیث بیان کی از حضرت عمران رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: ہم نے رسول اللہ ﷺ کے عہد میں تمتع کیا اور قرآن نازل ہوا اور ایک شخص نے محض اپنی رائے سے جو چاہا کہا۔

(صحیح مسلم: ۱۲۲۶، الرتم السلسل: ۲۹۲۰، سنن ابن ماجہ: ۲۹۷۸، مسند الزہری: ۳۵۸۷، سنن کبریٰ: ۱۱۰۳۲، المعجم الکبیر: ۲۸۳، ج ۱۸، مسند احمد: ج ۳ ص ۴۳۶، طبع قدیم مسند احمد: ۱۹۹۰، ج ۳ ص ۳۳۹، ۱۳۸، مؤسسة الرسالة بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) موسیٰ بن اسماعیل ابوسلمہ المستقری التبوذکی (۲) ہمام بن یحییٰ بن دینار العوزی (۳) قتادہ بن دعامہ (۴) مطرف بن الثخیر (۵) حضرت عمران بن الحصین رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۹۳-۹۴)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس حملہ میں ہے: ہم نے رسول اللہ ﷺ کے عہد میں تمتع کیا۔
تمتع یا قرآن کی تائید میں قرآن مجید کی آیت اور حدیث میں مذکور شخص نامہ صدق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد یعنی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے: قرآن نازل ہوا۔ اس سے یہ آیت مراد ہے:
فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ ۖ فَمَا لَهُ جُنَاحٌ عَلَيْهِ إِذَا حَجَّ ۖ وَأَتَى الْكُوفَةَ ۖ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ ۖ فَمَا لَهُ جُنَاحٌ عَلَيْهِ إِذَا حَجَّ ۖ وَأَتَى الْكُوفَةَ ۖ

اس حدیث میں مذکور ہے: ایک شخص نے محمدؐ اپنی رائے سے جو چاہا۔
علامہ ابن جوزی نے کہا: اس سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔

علامہ ابن التین نے کہا: ہو سکتا ہے کہ اس سے حضرت ابوبکر یا حضرت عمر یا حضرت عثمان رضی اللہ عنہم مراد ہوں۔
علامہ قرطبی اور علامہ نووی نے کہا: اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔

(عمدة القاری ج ۹ ص ۹۳، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

اس حدیث کی اس شرح صحیح البخاری میں ملاحظہ فرمائیں۔

۳۷ - بَابُ تَفْسِيرِ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى ﴿وَذَلِكَ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ (البقرہ: ۱۹۶)

اس آیت کی تفسیر: یہ (جج تمتع کا) حکم اس شخص کے لیے ہے جس کے اہل و عیال مسجد حرام (مکہ مکرمہ) کے رہنے والے نہ ہوں۔ (البقرہ: ۱۹۶)

اہل حرم کے مصداق میں اختلاف فقہاء اور اہل مکہ کے لیے تمتع اور قرآن کے بلا کراہت جواز میں اختلاف ائمہ

مسجد حرام کے رہنے والوں کے مصداق میں فقہاء کا اختلاف ہے داؤد ظاہری اور ایک جماعت نے کہا: اس سے مراد خاص اہل

۱۵۷۲۔ وَقَالَ أَبُو كَامِلٍ فَضِيلُ بْنُ حُسَيْنٍ الْبَصْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْشَرٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ مُتْعَةِ الْحَجِّ فَقَالَ أَهْلُ الْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ وَأَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَأَهْلَلْنَا فَلَمَّا بَدَأْنَا سَجْدَةً قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْعَلُوا إِهْلَالَكُمْ بِالْحَجِّ عُمْرَةً إِلَّا مَنْ قَلِدَ الْهَدْيَ. طُفْنَا بِالْبَيْتِ وَبِالْصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَنَسَكْنَا مَنَاسِكَنَا وَاتَّقْنَا النِّسَاءَ وَلَبَسْنَا الثِّيَابَ وَقَالَ مَنْ قَلِدَ الْهَدْيَ لَيْسَ لَهُ حَجٌّ يَبْلُغُ الْهَدْيَ مَجَلَّةً ثُمَّ أَمَرْنَا عِدَّةَ النَّسَةِ نَهْرًا بِالْحَجِّ لِإِذَا فَرَغْنَا مِنَ الْمَنَاسِكِ جِئْنَا فَطُفْنَا بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَقَدْ نَمَّ حَجُّنَا وَعَلَيْنَا الْهَدْيُ كَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى فَقَدْ شَتَّوْا مِنَ الْهَدْيِ قَسْرًا لَمْ يَجِدْ لِسِيَّامٍ وَلَا لِيَاكِلٍ الْحَجَّ يَسْتَعِدُّ إِذَا كَانَتْهُمْ (البقرہ: ۱۹۶). إِلَى أَصْصَارِكُمْ الشَّاةُ تَجْزِي فَجَمَعُوا نُسُكَيْنِ فِي عَامٍ بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى أَنْزَلَهُ فِي كِتَابِهِ وَسَنَّهُ نَبِيُّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَاحَهُ لِلنَّاسِ غَيْرِ أَهْلِ مَكَّةَ قَالَ اللَّهُ هَذَا لِمَنْ لَمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (البقرہ: ۱۹۶) وَأَشْهُرُ الْحَجِّ الَّتِي ذَكَرَ اللَّهُ تَعَالَى سُؤَالَ وَذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ لِمَنْ تَمَتَّعَ فِي هَذِهِ الْأَشْهُرِ

مکہ ہیں یہ نافع اور عبدالرحمن بن ہرمز الاعرج کی روایت ہے اور یہ امام مالک کا قول ہے کہ اس کا مصداق اہل مکہ ذی طویٰ اور اس کے مشابہ ہیں اور رہے اہل منیٰ اور مناہل مثل قدید اور مر الظہران اور عسفان سوان پر دم ہے امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ اس سے مراد اہل موایت ہیں اور جو مکہ کے پار رہتے ہیں اور یہ عطاء اور مکحول کا قول ہے اور یہی امام شافعی کا عراق کے متعلق قول ہے اور امام شافعی اور امام احمد نے یہ بھی کہا ہے کہ جو شخص حرم سے اتنی مسافت پر رہتا ہو جس میں نماز قصر نہیں کی جاتی تو اس کا شمار مسجد حرام کے رہنے والوں میں ہوگا اور امام شافعی امام احمد امام مالک اور داؤد ظاہری کے نزدیک اہل مکہ کے لیے تمتع اور قرآن مکروہ نہیں ہے اور اگر انہوں نے تمتع کیا تو ان پر دم لازم نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اہل مکہ کے لیے تمتع اور قرآن مکروہ ہے اور اگر انہوں نے تمتع یا قرآن کیا تو ان پر بہ طور جبر دم لازم ہے اور مکہ سے ماوراء رہنے والوں کے لیے تمتع اور قرآن مستحب ہیں اور ان پر بہ طور شکر دم لازم ہے۔

اور ابو کامل فضیل بن حسین البصری نے کہا: ہمیں ابو معشر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عثمان بن غیاث نے حدیث بیان کی از عمرہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ان سے حج تمتع کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: مہاجرین اور انصار اور نبی ﷺ کی ازواج نے حجۃ الوداع میں احرام باندھا اور ہم نے احرام باندھا پس جب ہم مکہ میں آئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اپنے حج کے احرام کو عمرہ کا احرام کر دو ماسوا ان کے جنہوں نے قربانی کے گلے میں ہار ڈال دیا ہے ہم نے بیت اللہ میں طواف کیا اور صفا اور مروہ میں سعی کی اور ہم نے حج کے افعال کر لیے ہم ازواج کے پاس گئے اور ہم نے سلعے ہوئے کپڑے پہن لیے اور آپ نے فرمایا: جس نے قربانی کے گلے میں ہار ڈالا ہے اس کے لیے احرام کھولنا جائز نہیں ہے حتیٰ کہ قربانی اپنے محل میں پہنچ جائے پھر آپ نے آٹھ ذوالحجہ کی شام کو ہمیں حج کا احرام باندھنے کا حکم دیا پس جب ہم حج کے افعال سے روغ ہوئے تو ہم مکہ میں آئے پس ہم نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا اور مروہ میں سعی کی پھر ہمارا حج مکمل ہوا اور ہم پر قربانی کرنا لازم ہو گئی جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: تو جو شخص حج کے ساتھ عمرہ ملائے تو وہ ایک قربانی کرے جس کو وہ آسانی کے ساتھ کر سکے اور جو قربانی نہ کر سکے وہ تین روزے ایام حج میں رکھے اور سات روزے جب تم لوٹ آؤ۔ (البقرہ: ۱۹۶) اپنے شہروں میں تو بکری کفایت کرے گی پس انہوں نے حج اور عمرہ کے درمیان دو قربانیاں جمع کیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی کتاب میں نازل کیا ہے اور اس کے نبی نے

فَعَلَيْهِ دَمٌ أَوْ صَوْمٌ وَالرَّفَثُ الْجَمَاعُ وَالْفُسُوقُ
الْمَعَاصِي وَالْجِدَالُ الْمِرَاءُ.

اس کو سنت قرار دیا ہے اور اہل مکہ کے سوا (دوسرے) لوگوں کے لیے اس کو مباح قرار دیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ (حج تمتع کا) حکم اس شخص کے لیے ہے جس کے اہل و عیال مسجد حرام (مکہ مکرمہ) کے رہنے والے نہ ہوں۔ (البقرہ: ۱۹۶) اور حج کے مہینے جن کا اللہ نے ذکر کیا ہے وہ شوال اور ذوالقعدہ اور ذوالحجہ ہیں پس جس نے ان مہینوں میں تمتع کیا تو اس کے اوپر قربانی ہے یا روزے ہیں۔ اور ”الرفث“ کا معنی جماع ہے اور ”فسوق“ کا معنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے اور ”الجدال“ کا معنی جھگڑا ہے۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابو کامل فضیل بن حسین الجحدریؒ یہ ۲۳۷ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) ابو معشرؒ ان کا نام یوسف بن یزید البراء ہے (۳) عثمان بن غیاث (۴) عکرمہ مولیٰ ابن عباسؒ (۵) حفصہ بن عبد اللہ بن عباسؒ رضی اللہ عنہما۔ (۶) القاری ج ۹ ص ۲۹۵

مشکل اور مبہم الفاظ کے معانی اور تفسیل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: پس جب ہم مکہ میں آئے اس کا معنی ہے: جب ہم مکہ کے قریب پہنچ گئے کیونکہ یہ مقام سرف کا واقعہ ہے۔

تم اپنے حج کے احرام کو عمرہ کا احرام کہو۔ یہ خطاب ہے بسواں نے حج کا احرام باندھا تھا۔ اور ہم نے حج کے افعال کر لیے: یعنی وقوف عرفات رلیا اور المزدلفہ میں رات گزری اور منیٰ میں کنکریاں مار لیں وغیرہ۔ پھر جب ہم حج کے افعال سے فارغ ہو گئے: یعنی وقوف عرفات سے المزدلفہ میں رات گزارنے سے اور عید کے دن کنکریاں مارنے سے اور سر منڈانے سے۔

تمتع کی تعریف اور تمتع کی قربانی نہ کرنے کی صورت میں اس روزوں کے تمتع کے مقام میں مذاہب ائمہ

اس حدیث میں تمتع کی مشروعیت کی دلیل ہے اور تمتع کرنے والے کی دو قسمیں ہیں ایک وہ ہے جس نے ہدیٰ (قربانی) روانہ کر دی ہو اس کے لیے اس وقت تک احرام کھولنا جائز نہیں ہے جب تک قربانی اپنے محل میں نہ پہنچ جائے اور دوسری قسم وہ ہے جس نے پہلے ہدیٰ (قربانی) روانہ نہ کی ہو یہ شخص عمرہ کرنے کے بعد احرام کھول دے گا پھر آٹھ ذوالحجہ کو حج کا احرام باندھے گا۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مکہ میں رہنے والے کے لیے تمتع کرنا جائز نہیں ہے اور جمہور کے نزدیک تمتع کی تعریف یہ ہے کہ کوئی شخص عمرہ اور حج کو ایک سفر میں حج کے مہینہ میں ایک سال میں جمع کرے اور وہ عمرہ کو مقدم کر کے اور وہ شخص مکہ کا رہنے والا نہ ہو ان میں سے کوئی ایک شرط بھی فوت ہو گئی تو وہ شخص تمتع کرنے والا نہیں ہوگا جس شخص کو قربانی میسر نہ ہو وہ ایام حج میں تین دن کے روزے رکھے گا امام ابو حنیفہ کے نزدیک افضل یہ ہے کہ وہ ساٹھ آٹھ اور نو ذوالحجہ کے روزے رکھے اس امید پر کہ ان دنوں میں

سکتا ہے اس کو قربانی میسر ہو جائے تو وہ اصل کے مطابق قربانی کر لے اور سات روزوں میں مستحب یہ ہے کہ وہ اپنے گھر پہنچنے کے بعد یہ روزے رکھے اگرچہ ایام تشریق کے بعد مکہ میں اور راستہ میں بھی ان روزوں کو رکھنا جائز ہے۔ یہ مجاہد اور عطاء سے منقول ہے امام مالک کا بھی یہی قول ہے اور ان کے نزدیک ایام تشریق میں بھی ان روزوں کا رکھنا جائز ہے یہ حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ کا قول ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ ناجائز ہے کیونکہ نبی ﷺ نے ایام تشریق میں روزے رکھنے سے منع فرمایا ہے امام احمد کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے امام شافعی کے اس مسئلہ میں چار قول ہیں زیادہ صحیح یہ ہے کہ اپنے گھر پہنچ کر یہ روزے رکھے دوسرا قول یہ ہے کہ جب وہ مکہ سے لوٹ رہا ہو تو یہ روزے رکھے تیسرا قول یہ ہے کہ جب منی سے مکہ جا رہا ہو تب یہ روزے رکھے چوتھا قول یہ ہے کہ افعال حج سے فارغ ہونے کے بعد یہ روزے رکھے۔

ایام حج میں جو تین روزے رکھنے ہیں اگر وہ نہیں رکھ سکا تو پھر امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس پر قربانی کرنا لازم ہے اور امام شافعی کے اس مسئلہ میں چھ اقوال ہیں: (۱) اب وہ روزے نہیں رکھے گا اور قربانی کرے گا (۲) اس پر دس روزے رکھنا لازم ہیں وہ ایک ایک دن کا فصل کر کے روزے رکھے (۳) مطلقاً دس دن کے روزے رکھے (۴) صرف چار دن کا فصل کرے (۵) روائگی کی مدت کے اعتبار سے فصل کرے (۶) چار دن کا فصل کرے اور روائگی کی مدت کے اعتبار سے فصل کرے۔

(عمدة القاری ج ۹ ص ۲۹۶-۲۹۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

مکہ میں دخول کے وقت غسل کرنا

بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن علیہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے خبر دی از نافع انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب حرم کی سرحد کے قریب پہنچتے تو بلیک کہنا موقوف کر دیتے پھر ذی طویٰ میں رات گزارتے پھر لوگوں کے ساتھ نماز کی نماز پڑھتے اور غسل کرتے اور یہ بیان کرتے تھے کہ نبی ﷺ بھی اسی طرح کرتے تھے۔

۳۸۔ بَابُ الْاِغْتِسَالِ عِنْدَ دُخُولِ مَكَّةَ

۱۵۷۳ - حَدَّثَنِي يَعْقُوبُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ قَالَ اخْبَرَنَا اَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا إِذَا دَخَلَ اَذْنَى الْحَرَمِ اَمْسَكَ عَنِ التَّلْبِيَةِ ثُمَّ يَبِيتُ بِذِي طَوًى يَبْكِي بِهِ الصُّبْحَ وَيَغْتَسِلُ وَيُحَدِّثُ أَنَّ شَيْئًا سَأَلَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُ ذَلِكَ.

اس حدیث کے شرح صحیح البخاری: ۵۵۳ میں گزرتی ہے۔

تنبیہ: ذی طویٰ ایک دن یا ایک شب مکہ کے داخلہ پر ہے علامہ ابن المنذر نے کہا ہے: یہ غسل تمام علماء کے نزدیک مستحب ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی یہ غسل کرتے تھے اور کبھی نہیں کرتے تھے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت ابن عمر تلبیہ کہنا کیوں ترک کرتے تھے حالانکہ وہ محرم ہوتے تھے اس کا جواب یہ ہے کہ ان کے نزدیک اس کی یہ تاویل تھی کہ وہ اب اس جگہ پہنچ گئے ہیں جہاں کے لیے ان کو بلایا گیا تھا اور وہ اب تلبیہ کی جگہ تکبیر اور تسبیح پڑھتے تھے۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۲۹۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

دن یا رات کے وقت مکہ میں داخل ہونا

نبی ﷺ نے ذی طویٰ میں رات گزاری حتیٰ کہ صبح کو مکہ میں داخل ہوئے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما یہ فعل کرتے تھے۔

۳۹۔ بَابُ دُخُولِ مَكَّةَ نَهَارًا أَوْ لَيْلًا

بَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذِي طَوًى حَتَّى أَصْبَحَ ثُمَّ دَخَلَ مَكَّةَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ

اللہ تعالیٰ عَنْهُمَا يَفْعَلُهُ.

اس تعلیق کی اصل اسی باب کی حدیث میں سند کے ساتھ مذکور ہے۔

۱۵۷۴ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ بَاتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذِي طَوْى حَتَّى أَصْبَحَ ثُمَّ دَخَلَ مَكَّةَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَفْعَلُهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے ذی طویٰ میں رات گزاری حتیٰ کہ صبح ہو گئی پھر آپ مکہ میں داخل ہوئے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۵۵۳ میں گزر چکی ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۹۳۰ ج ۳ ص ۳۸۳ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۴۰ - بَابُ مِمَّنْ آيَنَ يَدْخُلُ مَكَّةَ

مکہ میں کہاں سے داخل ہو؟

۱۵۷۵ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سُلَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنِي مَعْنٌ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ مَكَّةَ مِنَ الثَّنِيَةِ الْعُلْيَا وَيَخْرُجُ مِنَ الثَّنِيَةِ السُّفْلَى. [طرف الحدیث: ۱۵۷۶ صحیح مسلم: ۱۲۵۷]

ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مکہ میں الثنۃ العلیا سے داخل ہوتے تھے اور الثنۃ السفلی سے مکہ سے باہر نکلتے تھے۔

الثنۃ العلیا اور الثنۃ السفلی کا معنی اور مکہ میں رنول اور خروج کے وقت راستہ بدلنے کی حکمتیں

مکہ مکرمہ سے مدینہ کی طرف جو گھائی ہے اس کو الثنۃ العلیا کہتے ہیں اور مدینہ منورہ سے شام کی طرف جو گھائی ہے اس کو الثنۃ السفلی کہتے ہیں۔ (زاد العادج ۳ ص ۶۹ دار الفکر بیروت ۱۴۱۹ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ جانب علیا (بلندی کی جانب) سے مکہ میں داخل ہوتے اور جانب سفلی (پستی کی جانب) سے مکہ سے باہر آتے اس میں حکمت یہ تھی کہ ہمارے جد مکرم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نداء بلندی کی جانب سے تھی اس لیے بلندی کی جانب سے مکہ میں داخل ہونا اس کے مناسب تھا اور مکہ سے باہر آنے کے لیے اس کے برعکس جانب مناسب تھی۔

ایک قول یہ ہے کہ جو بلندی کی جانب سے مکہ میں داخل ہوگا اس کا منہ بیت اللہ کی جانب ہوگا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ جب نبی ﷺ ہجرت کے وقت مکہ مکرمہ سے نکلے تھے تو پوشیدگی کے ساتھ مکہ سے نکلے تھے اور اب چونکہ اسلام کا غلبہ ہو چکا تھا اس لیے آپ بلندی کی جانب سے مکہ میں داخل ہوئے تاکہ آپ کو داخل ہوتے ہوئے سب دیکھ لیں۔

تیسرا قول یہ ہے کہ آپ ایک جانب سے مکہ میں داخل ہوئے اور دوسری جانب سے مکہ سے نکلے تاکہ مکہ کی ہر جانب کو آپ کی برکت حاصل ہو جائے اور آپ ہر جانب کھڑے ہو کر دعا کریں۔

چوتھا قول یہ ہے کہ مکہ کی ہر طرف آنے اور جانے سے دین اسلام کے غلبہ اور سر بلندی کا ظہور ہوتا ہے تاکہ منافقین اور دشمنان اسلام کے سینوں میں آگ بھڑکے۔

پانچواں قول یہ ہے کہ آپ نے جس طرح عید کے دن آنے اور جانے کے راستہ کو تبدیل کیا تھا اسی طرح مکہ میں دخول اور خروج کے وقت بھی راستہ کو تبدیل کیا تاکہ رش کم ہو (اور ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ دورویہ ٹریفک کے اصول کی بھی اصل یہی حدیث ہے۔ سعیدی غفرلہ)۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۲۹۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث 'شرح صحیح مسلم: ۲۹۳۶- ج ۳ ص ۳۸۲ پر ہے وہاں اس کی بہت مختصر شرح ہے۔

مکہ سے کہاں سے باہر نکلے؟

۴۱ - بَابُ مِّنْ أَيْنَ يَخْرُجُ مِنْ مَكَّةَ

۱۵۷۶ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسْرَهْدٍ الْبَصْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ ثَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ مِنْ كَدَاءٍ مِنَ الثَّنِيَّةِ الْعُلْيَا الَّتِي بِالْبَطْحَاءِ وَيَخْرُجُ مِنَ الثَّنِيَّةِ السُّفْلَى. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ كَانَ يُقَالُ هُوَ مُسَدَّدٌ كَرَسِيهِ، فَنَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ مَعِينٍ يَقُولُ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ يَقُولُ لَوْ أَنَّ مُسَدَّدًا أَتَيْتُهُ فِي بَيْتِهِ لَخَدَعْتُهُ لَا تَسَحِّقْ ذَلِكَ، وَمَا أَبَالِي كُتِبِي كَانَتْ عِنْدِي أَوْ عِنْدَ مُسَدَّدٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد بن مسرحد البصری نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از ثافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مکہ میں کداء سے الثنیۃ العلویا کی جانب سے داخل ہوئے جو بطحاء (پتھر لے میدان) میں ہے اور الثنیۃ السفلی سے مکہ سے باہر آئے۔ امام بخاری کہتے ہیں کہ یہ مسدد اپنے نام کی شکل میں ہے امام بخاری کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن معین کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے وہ کہتے ہیں: میں نے یحییٰ بن سعید سے سنا ہے کہ اگر میں مسدد کے پاس اس کے گھر جاؤں اور اس کو حدیث بیان کروں تو وہ اس کا مستحق ہے اور مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ میری کتابیں خواہ میرے پاس ہوں یا مسدد کے پاس ہوں۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۱۵۷۵ میں گزر چکی ہے۔

فائدہ: مسدد نام عربی میں معنی مضبوط اور درست ہے امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ مسدد اپنے نام کی طرح حدیث کی روایت میں مضبوط اور درست تھے گویا مسدد ثقہ اور درست تھے۔

کداء مکہ کے نزدیک ایک پہاڑ ہے اور ندی دوسرا پہاڑ ہے جو یمن کے راستہ پر ہے۔

۱۵۷۷ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا جَاءَ إِلَى مَكَّةَ دَخَلَ مِنْ أَعْلَاهَا وَخَرَجَ مِنْ أَسْفَلِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی اور محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی ان دونوں نے کہا: ہمیں سفیان بن عیینہ نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب نبی ﷺ مکہ میں داخل ہوتے تو اس کی بلند جانب سے داخل ہوتے اور جب مکہ سے باہر نکلتے تو اس کی چلی جانب سے نکلتے۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۱۵۷۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۵۷۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلَانَ الْمُرُوزِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ وَخَرَجَ مِنْ كَدَاءٍ مِنْ أَعْلَى مَكَّةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمود بن غیلان المروری نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ فتح مکہ کے سال کداء سے داخل ہوئے اور کداء سے نکلے مکہ کی بلند جانب سے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۵۷۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۵۷۹ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهَبٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عُمَرُو عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ أَعْلَى مَكَّةَ قَالَ هِشَامُ وَكَانَ عُرْوَةُ يَدْخُلُ عَلَى كِلَيْهِمَا مِنْ كَدَاءٍ وَكَدَاءٍ وَكَانَ مَا يَدْخُلُ مِنْ كَدَاءٍ وَكَانَ أَقْرَبَهُمَا إِلَى مَنْزِلِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ فتح مکہ کے سال مکہ کی بلند جانب کداء سے داخل ہوئے۔ ہشام نے کہا: عروہ دونوں جانبوں سے داخل ہوتے تھے کداء سے اور کداء سے اور زیادہ تر کداء سے داخل ہوتے تھے۔ ان کے گھر سے زیادہ قریب تھا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۵۷۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۵۸۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ مِنْ أَعْلَى مَكَّةَ وَكَانَ عُرْوَةُ أَكْثَرَ مَا يَدْخُلُ مِنْ كَدَاءٍ وَكَانَ أَقْرَبَهُمَا إِلَى مَنْزِلِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن عبد الوہاب نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں حاتم نے حدیث بیان کی: ہشام نے کہا: وہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ فتح مکہ کے سال مکہ کی بلند جانب کداء سے داخل ہوئے اور عروہ زیادہ تر کداء سے داخل ہوتے تھے اور وہ ان کے گھر سے زیادہ قریب تھا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۵۷۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۵۸۱ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ وَكَانَ عُرْوَةُ يَدْخُلُ مِنْهُمَا كِلَيْهِمَا وَأَكْثَرَ مَا يَدْخُلُ مِنْ كَدَاءٍ أَقْرَبَهُمَا إِلَى مَنْزِلِهِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ كَدَاءٌ وَكَدَاءٌ مَوْضِعَانِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں وہب نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از والد خود انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ فتح مکہ کے سال کداء سے داخل ہوئے اور عروہ ان دونوں سے داخل ہوتے تھے اور زیادہ تر وہ کداء سے داخل ہوتے تھے وہ ان کے گھر کے زیادہ قریب تھا۔ امام بخاری نے کہا: کداء اور کداء دو جگہیں ہیں۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۵۷۶ میں گزر چکی ہے۔

۴۲ - بَابُ فَضْلِ مَكَّةَ وَبُنْيَانِهَا

وَقَوْلِهِ تَعَالَى ﴿وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَأَمْنًا وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى وَعَهِدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنَّ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ۖ وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا بَلَدًا آمِنًا وَارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ ۖ مَنْ آمَنَ مِنْهُمْ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَأُمَتِّعُهُ قَلِيلًا ثُمَّ أَضْطَرُّهُ إِلَىٰ عَذَابِ النَّارِ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۖ وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۖ إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۖ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِن ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۖ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝﴾ (البقرة: ۱۲۸-۱۲۵).

مکہ کی فضیلت اور کعبہ کی تعمیر کا بیان

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور (یاد کیجئے) جب ہم نے بیت اللہ (کعبہ) کو لوگوں کے لیے معبد اور امن کی جگہ بنا دیا اور مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنا لیا اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل سے تاکید فرمائی کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں، رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک رکھو اور (یاد کرو) جب ابراہیم نے کہا: اے میرے رب! اس جگہ کو امن والا شہر بنا دے اور اس میں رہنے والوں میں سے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائیں ان کو پھلوں سے رزق عطا فرما فرمایا: اور جس نے کفر کیا میں اس کو (بھی) تھوڑا سا فائدہ پہنچاؤں گا پھر اس کو مجبور کر کے دوزخ میں ڈالوں گا اور وہ کیا ہی بُرا ٹھکانا ہے اور (یاد کیجئے) جب ابراہیم اور اسماعیل کعبہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے (اور اس وقت وہ یہ دعا کر رہے تھے: اے ہمارے رب! ہم سے قبول فرما! بے شک تو بہت ہی سننے والا خوب جاننے والا ہے اور اے ہمارے رب! ہمیں خاص اپنی فرماں برداری پر برقرار رکھ اور ہماری اولاد میں ایک امت کو خاص اپنا فرماں بردار کر اور ہمیں حج کی عبادت بتا اور ہماری توبہ قبول فرما! بے شک تو ہی بہت توبہ قبول فرمانے والا بہت رحم فرمانے والا ہے) (البقرة: ۱۲۸-۱۲۵)

”مثابة“ کا معنی

ان آیتوں میں ”مثابة“ کا مطلب اس وقت سے لوٹنے کی جگہ کیونکہ جو اس بھی بیت اللہ سے اس آیت کے بعد نہیں ہوتا اور وہ پھر دوبارہ وہاں جاتا ہے۔ چاہتا ہے کہ اس کا معنی ہو: ”آداب کی جگہ“ کیونکہ عبادت کے لیے اس قدر اجر و ثواب یہاں ملتا ہے اور کہیں نہیں ملتا۔

”امنا“ کا معنی

اس کا معنی ہے: امن کی جگہ ہر چند کہ یہ بیت اللہ کی صفت ہے لیکن اس سے مراد پورا حرم ہے۔ اس پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ کعبہ میں کسی پر حد نہیں جاری کی جائے گی لیکن باقی حرم میں بھی حد جاری کی جائے گی یا نہیں؟ اس میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ حرم میں حد جاری کی جائے گی اور ”من دخله كان امنا“ منسوخ ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۱۱۱ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۳۸۷ھ)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

امام ابو حنیفہ کے نزدیک حرم میں کسی شخص سے قصاص لیا جائے گا نہ کسی پر حد جاری کی جائے گی اگر کسی مجرم نے حرم میں آ کر پناہ لے لی تو اس پر کھانا پینا بند کر دیا جائے گا اور اس سے کوئی معاملہ نہیں کیا جائے گا حتیٰ کہ وہ حرم سے باہر آ جائے اور جب وہ باہر آ جائے گا تو اس پر حد جاری کر دی جائے گی۔ (روح المعانی ج ۸ ص ۳۷۸ دار احیاء التراث العربی بیروت)

مقام ابراہیم کی تعیین

مقام ابراہیم کی تعیین میں کئی اقوال ہیں: عکرمہ اور عطاء نے کہا: پورا حج مقام ابراہیم ہے، شعبی نے کہا: عرفہ مزدلفہ اور جمار مقام ابراہیم ہیں، نخعی نے کہا: پورا حرم مقام ابراہیم ہے اور سب سے صحیح قول یہ ہے کہ وہ پتھر جس کو اب لوگ مقام ابراہیم کے عنوان سے پہچانتے ہیں اور جس کے پاس طواف کی دو رکعت پڑھتے ہیں وہ مقام ابراہیم ہے، اور یہ حضرت جابر بن عبد اللہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ وغیرہ کا قول ہے، امام مسلم نے ایک طویل حدیث میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے جب بیت اللہ کو دیکھا تو حجر اسود کو تعظیم دی اور پہلے تین طوافوں میں رمل کیا اور اس کے بعد چار طواف معمول کے مطابق چل کر کیے، پھر مقام ابراہیم کی طرف گئے اور طواف کی دو رکعتیں پڑھیں اور امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جس کو اس وقت بلند کر دیا گیا تھا جب حضرت ابراہیم کو ان پتھروں کے اٹھانے سے ضعف لاحق ہوا جو ان کو حضرت اسماعیل لا کر دے رہے تھے اور حضرت ابراہیم کے قدموں کے نشان اس پتھر میں نقش ہو گئے تھے، حضرت انس نے کہا: میں نے ”مقام“ میں حضرت ابراہیم کی انگلیوں، ایڑیوں اور ٹکوں کے نشان ثبت دیئے۔ سدی نے یہ کیا ہے کہ مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جس کو حضرت اسماعیل کی زوجہ نے حضرت ابراہیم کا سر دھوتے وقت ان کے قدموں سے پٹا اٹھا تھا۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۱۱۳-۱۱۲ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۳۸۷ھ)

کعبہ کی تعمیر کتنی بار کی گئی

علامہ شہاب الدین احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

(۱) پہلی بار کعبہ کو فرشتوں نے بنایا (۲) دوسری مرتبہ حضرت آدم نے بنایا (۳) تیسری بار حضرت شیث بن آدم نے بنایا (۴) چوتھی بار حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنایا (۵) پانچویں بار قوم عمالقہ نے بنایا (۶) چھٹی بار جرہم نے بنایا (۷) ساتویں بار قنص بن کلاب نے بنایا (۸) آٹھویں بار قریش نے بنایا (۹) نویں بار حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے حسب منشاء بنایا اس میں دو دانت، کئے، ایک نال، نے کا، ایک نال، نے کا اور حطیم کو پہاڑ داخل کیا اور یہی بناء قریش قریش اپنے وسائل کی نی کی وجہ سے اس کو اس بناء ابراہیم پر نہیں بنا سکے تھے اور رسول اللہ ﷺ کی خواہش تھی کہ اس کو بناء ابراہیم پر بنا دیا جائے لیکن فتنہ کے خدشہ سے آپ نے نہیں بنایا تھا (۱۰) دسویں بار عبد الملک بن مردان کے حکم سے حجاج بن یوسف نے اس کو پھر منہدم کر کے قریش کی بناء کے مطابق بنا دیا۔ (ارشاد الساری ج ۳ ص ۱۰۳-۱۰۴ ملخصاً دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

جب ہارون رشید کو یہ روایت پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ کعبہ کو اس طرح بنانا چاہتے تھے تو اس نے چاہا کہ کعبہ کو پھر حضرت ابن الزبیر کی بناء کے مطابق بنادے لیکن امام مالک نے اس سے منع کیا اور فرمایا: میں تم کو قسم دیتا ہوں اب کعبہ کو اسی طرح رہنے دو بار بار منہدم کرنے سے اور بنانے سے اس کی ہیبت اور جلال میں کمی آئے گی۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۱۲۵ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۳۸۷ھ)

سورۃ البقرہ کی ان آیات میں مذکور اہم امور کی ہم نے یہاں اختصار سے تفسیر کی ہے، تفصیل کے لیے ان آیات کی تفسیر ہماری تفسیر تبيان القرآن میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۵۸۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا بُنِيَتِ الْكَعْبَةُ ذَهَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَبَّاسُ بْنُ قُلَيْبٍ الْيَحْجَارِيُّ فَقَالَ الْعَبَّاسُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْعَلْ إِزَارَكَ عَلَى رَقَبَتِكَ فَخَرَّ إِلَى الْأَرْضِ وَطَمَحَتْ عَيْنَاهُ إِلَى السَّمَاءِ فَقَالَ أَرِنِي إِزَارِي. فَشَدَّهُ عَلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن دینار نے خبر دی انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سنا انہوں نے کہا: جب کعبہ کی تعمیر کی گئی تو نبی ﷺ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ پتھر اٹھا کر لا رہے تھے پس حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے کہا: آپ اپنا تہبند اپنی گردن (کندھے) کے نیچے رکھ لیں تو نبی ﷺ (بے ہوش ہو کر) زمین پر گر گئے اور آپ کی آنکھیں آسمان کی طرف لگ گئیں پس آپ نے فرمایا: مجھے میرا تہبند دکھاؤ (انہوں نے آپ کا تہبند دیا) آپ نے اس کو مضبوطی سے باعدہ لیا۔

اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ۳۶۳ میں گزر چکی۔

۱۵۸۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسْلِمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مُحَمَّدٍ بْنَ أَبِي بَكْرٍ أَخْبَرَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ زَوْجَ سَيِّدِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا أَلَمْ تَرَى أَنَّ قَوْمَكَ لَمَّا بَنَوْا الْكَعْبَةَ اقْتَصَرُوا عَنْ قَوَاعِدِهَا هَيْهَاتَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَا تَرَوْنَهَا عَلَى قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيمَ قَالَ نَوْ لَا حَدَّثَنَا قَوْمٌ بِالْكَفْرِ لَفَعَلْتُ. فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ لَكِنَّ كَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا سَمِعَتْ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَرَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَكَ اسْتِئْذَانَ الرُّكَّتَيْنِ اللَّذَيْنِ يَلِيَانِ الْحَجَرَ إِلَّا أَنَّ الْبَيْتَ لَمْ يَتِمَّ عَلَى قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيمَ.

امام حارث روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابن شہاب از سالم بن عبد اللہ کہ عبد اللہ بن محمد بن ابی بکر نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی ﷺ وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: کیا تم نہیں دیکھتیں کہ جب تمہاری قوم نے کعبہ کی تعمیر کی تو انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر ہی کر دی، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ یہ مکرمہ کو دوبارہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر کیا نہیں روکتے؟ آپ نے فرمایا: اگر تمہاری قوم کے کفر کا زمانہ ابھی قریب ہی نہ گزرا ہوتا تو میں ضرور ایسا کر لیتا پس حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ حطیم کے متصل دیواروں کے دو کونوں کی تعظیم نہیں کرتے تھے کیونکہ بیت اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں کے مطابق تعمیر نہیں کیا گیا تھا۔

(صحیح مسلم: ۳۳۳، رقم السلسل: ۳۱۸۳، سنن نسائی: ۲۹۰۰، سنن کبریٰ: ۳۸۸۳، مسند ابی یوسف: ۳۶۳، صحیح ابن خزیمہ: ۲۷۶، صحیح ابن حبان:

۳۸۱۶ سنن بیہقی ج ۵ ص ۷۷، مصنف عبدالرزاق: ۸۹۳۱، مسند احمد ج ۶ ص ۷۷، مطبوعہ قدیم مسند احمد: ۲۵۳۴۰ ج ۲ ص ۲۷۴، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت

کعبہ کی دیوار کے چار کونوں اور ان میں سے صرف دو کونوں کی تعظیم کا بیان

علامہ بدرالدین محمود بن احمد یمنی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ معلوم تھا کہ نبی ﷺ حطیم کے متصل دو کونوں کی تعظیم نہیں کرتے تھے، لیکن ان کو اس کی وجہ معلوم نہیں تھی جب ان کو حضرت عبداللہ بن محمد نے یہ حدیث سنائی تو ان کو اس کی وجہ معلوم ہو گئی کہ جن دیواروں پر یہ دو کونے ہیں وہ دیواریں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر نہیں ہیں، ان دو کونوں کو رکن شامی اور رکن عراقی کہا جاتا ہے اور حجر اسود کی طرف جو دو کونے ہیں ان کو رکن یمانی کہا جاتا ہے۔

عروہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ سب کونوں کی تعظیم کرنی چاہیے اور یہ کہ بیت اللہ کی کسی چیز کی تعظیم کو ترک نہیں کرنا چاہیے۔ حضرت ابن الزبیر، حضرت جابر، حضرت ابن عباس، حضرت الحسن اور حضرت الحسین رضی اللہ عنہم سے بھی اسی طرح منقول ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ صرف حجر اسود کی تعظیم کی جائے اور رکن یمانی کی تعظیم نہ کی جائے، کیونکہ یہ سنت نہیں ہے اور اگر اس کی تعظیم کی تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۳۱۲، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

فقہاء احناف کے نزدیک کعبہ کے صرف دو کونوں کی تعظیم سے اس کے ثبوت میں احادیث

امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی متون ۳۲۱ھ بیان کرتے ہیں:

بعض صحابہ نے کہا ہے کہ بیت اللہ کے تمام ارکان کی تعظیم کرنا چاہیے۔ یہ اللہ کے پاس کونوں کی تعظیم کرنی چاہیے خواہ وہ دور رکن یمانی ہوں یا رکن شامی اور رکن عراقی ہوں (حجر اسود کی جہت میں جو بیت اللہ کے دو کونے ہیں ان کو رکن یمانی کہا جاتا ہے اور حطیم سے متصل دیوار کے جو دو کونے ہیں ان کو رکن شامی و عراقی کہا جاتا ہے)۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم تمام ارکان کی تعظیم کرتے ہیں۔ (شرح معانی الآثار: ۳۷۶)

عروہ بن دینار بیان کرتے ہیں کہ ابوشامہ نے کہا: بیت اللہ کی کسی چیز کی تعظیم کرنے کو کون ترک کر سکتا ہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تمام ارکان کی تعظیم کرتے تھے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان دور کونوں (شامی و عراقی) کی تعظیم نہیں کی جاتی، تو حضرت معاویہ نے کہا: بیت اللہ کی کوئی چیز متروک نہیں ہے اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ بھی تمام ارکان کی تعظیم کرتے ہیں۔

سنن ابی یوسف: ۱۶۰۸

بعض نے کہا ہے کہ عواف کے دوران تمام ارکان کی تعظیم کر لی چاہیے، ان کا استدلال مذکور اس حدیث سے ہے دوسرے ائمہ نے ان سے اختلاف کیا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ طواف کے دوران صرف حجر اسود اور رکن یمانی کی تعظیم کرنی چاہیے، ان کا استدلال درج ذیل احادیث سے ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو صرف دور رکن یمانی (یعنی حجر اسود اور رکن یمانی) کی تعظیم کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۶۰۹، صحیح مسلم: ۱۲۶۷، سنن ابوداؤد: ۱۸۷۴، سنن نسائی: ۲۹۴۹)

یہ حدیث متعدد اسانید سے مروی ہے اور امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا یہی قول ہے کہ صرف حجر اسود اور رکن یمانی کی تعظیم کرنی چاہیے۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۲۵۷-۲۵۸، ملخصاً قدیمی کتب خانہ کراچی)

رکن یمانی کو بوسا دینے کی ممانعت

علامہ محمد بن علی بن محمد الحسکی الحنفی المتوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

طواف کے دوران جب بھی حجر اسود کے پاس سے گزرے تو اس کی تعظیم کرے اور رکن یمانی کی بھی تعظیم کرے اور یہ مستحب ہے لیکن اس کو بوسا نہ دے اور امام محمد نے کہا: یہ سنت ہے اور اس کو بوسا دے اور دلائل اس کی تائید کرتے ہیں اور ان دونوں کے علاوہ باقی کونوں (رکن شامی اور رکن عراقی) کی تعظیم کرنا مکروہ ہے۔

(الدر المختار مع رد المحتار ج ۳ ص ۳۵۳، دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

رکن یمانی کی تعظیم سے مراد یہ ہے کہ اس کو ہتھیلیوں سے مس کرے اور چھوئے یا صرف سیدھے ہاتھ سے مس کرے البتہ اس کو بوسا نہ دے اور نہ اس پر سجدہ کرے۔

علامہ ہسکفی نے لکھا ہے کہ امام محمد کا قول ہے کہ رکن یمانی کی تعظیم سنت ہے اور اس کو بوسا دے اور دلائل اس کی تائید کرتے ہیں لیکن شرح الباب میں صرف پہلی روایت ہے اور یہی ظاہر الروایۃ ہے جیسا کہ الکافی، الہدایہ اور دوسری کتابوں میں ہے علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ یہی صحیح روایت ہے اور الحجب میں نہ کر رہے کہ امام محمد کی روایت مستضعف ہے۔

رکن شامی اور رکن عراقی کی تعظیم مردہ ہے کیونکہ یہ دونوں حقیقت میں ان نہیں بلکہ یہ بیت اللہ کے وسط میں ہیں کیونکہ حطیم کا کچھ حصہ بیت اللہ میں داخل ہے۔ بدائع الصنائع میں مذکور ہے کہ یہ بہت تنزیہی ہے۔

(رد المحتار ج ۳ ص ۳۵۳، دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

باقی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بھی کعبہ کی دیوار کے صرف دو کونوں کی تعظیم ہے

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

رکن یمانی اہل یمن کا قبلہ ہے اور یہ دیوار کعبہ کے اس کونے کے قریب ہے جس میں حجر اسود نصب ہے اور یہ طواف کے آخر میں ہے کیونکہ طواف کرنے والا اس کونے سے ابتداء کرتا ہے جس میں حجر اسود داخل خراسان کا قبلہ ہے سو طواف کرنے والا حجر اسود کی تعظیم کرے اور اس کو بوسا دے اور جب طواف کرنے والا دوسرے کونے پر پہنچے جو کہ رکن عراقی ہے تو اس کی تعظیم نہ کرے۔ جب دوسرے کونے پر پہنچے تو اس کی تعظیم نہیں کرے اور یہ دو کونے حطیم کے ساتھ متصل ہیں درجب وہ چوتھے کونے پر پہنچے تو اس کی تعظیم کرے آخری نے کہا ہے کہ اس کو بوسا دے لیکن امام احمد کی صحیح روایت یہ ہے کہ اس کو بوسا نہ دے اور اکثر اہل علم کا یہی قول ہے امام ابو حنیفہ سے منقول ہے کہ رکن یمانی کی تعظیم نہ کرے۔ (یہ محض ایک روایت ہے امام اعظم کا مذہب یہ ہے کہ رکن یمانی کی تعظیم کرے اور اس کو مس کرے البتہ اس کو بوسا نہ دے۔ سعیدی غفرلہ)

علامہ ابن عبدالبر مالکی نے لکھا ہے کہ اہل علم کے نزدیک رکن یمانی اور حجر اسود کی تعظیم جائز ہے اور ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ حجر اسود کو بوسا دے اور رکن یمانی کو بوسا نہ دے۔ (المغنی ج ۳ ص ۵۶۷، دار الحدیث القاہرہ ۱۴۲۵ھ)

قاضی ابوالولید محمد بن رشد مالکی متوفی ۵۹۵ھ نے جمہور کا مذہب اسی طرح لکھا ہے۔

(بدایۃ المجتہد ج ۳ ص ۳۱۶، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۸ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی نے شوافع کا مذہب بھی اسی طرح لکھا ہے۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۱۷۸ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدود نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوالاحوص نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الاشعث نے حدیث بیان کی از الاسود بن یزید از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: کیا حطیم بیت اللہ کا حصہ ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! میں نے پوچھا: پھر کیا وجہ ہے کہ لوگوں نے اس کو بیت اللہ میں داخل نہیں کیا؟ آپ نے فرمایا: تمہاری قوم کے پاس خرچ کم تھا میں نے پوچھا: پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ اس کا دروازہ اونچا ہے؟ آپ نے فرمایا: تمہاری قوم نے یہ اس لیے کیا ہے کہ جس کو چاہیں کعبہ میں داخل کریں اور جس کو چاہیں منع کر دیں اور اگر تمہاری قوم کا زمانہ جاہلیت ابھی تازہ تازہ نہ ہوتا اور ان کے دلوں کے بگڑ جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں حطیم کو بیت اللہ کے اندر داخل کر دیتا اور اس کا دروازہ زمین سے متصل بناتا۔

۱۵۸۴ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ قَالَ حَدَّثَنَا أَشْعَثُ عَنْ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْجِدَارِ أَمِنَ الْبَيْتِ هُوَ؟ قَالَ نَعَمْ. قُلْتُ فَمَا لَهُمْ لَمْ يَدْخِلُوهُ فِي الْبَيْتِ؟ قَالَ إِنَّ قَوْمَكَ قَصَّرَتْ بِهِمُ النَّفَقَةُ. قُلْتُ فَمَا شَأْنُ بَابِهِ مُرْتَفِعًا؟ قَالَ فَعَلَ ذَلِكَ قَوْمُكَ لِيَدْخِلُوا مَنْ شَاؤُوا وَيَمْنَعُوا مَنْ شَاؤُوا وَلَوْ لَا أَنَّ قَوْمَكَ حَدِيثُ عَهْدِهِمْ بِالْجَاهِلِيَّةِ فَأَخَافُ أَنْ تُنَكِرَ قُلُوبُهُمْ أَنْ أُدْخِلَ الْجِدَارَ فِي الْبَيْتِ وَأَنَّ الصِّقَ بَابُهُ بِالْأَرْضِ.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۲۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۵۸۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ لَا حَدَائِقُ قَوْمِكَ بِالْكَفْرِ لَنَقَضْتُ الْبَيْتَ ثُمَّ لَبَنَيْتُهُ عَلَى آسَاسِ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَإِنَّ قُرَيْشًا اسْتَفْضَتْ بَنِيَّاهُ وَخَفَلَتْ لَهُ خَلْفًا لِي أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا عَنْهُ عَنْ عَبْدِ يَعْنِي نَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی ہشام الدخود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تمہاری قوم کا کفر سے نکلے ہوئے قریب کا زمانہ نہ ہوتا تو میں بیت اللہ کو منہدم کر دیتا پھر میں اس کو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بنیادوں پر بناتا ہوا یہ کہ قریش نے کعبہ کی بنیاد کو کم کر دیا اور اس میں سے خلیفہ (پچھلا دروازہ) بنایا ابومعاویہ نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی کہ ”خلف“ سے مراد (پچھلا) دروازہ ہے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۲۶ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بیان بن عمرو نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن رومان نے حدیث بیان کی از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

۱۵۸۶ - حَدَّثَنَا بَيَّانُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ رُوْمَانَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا يَا عَائِشَةُ لَوْ

لَا أَنَّ قَوْمَكَ حَدِيثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ لَا مَرْتُ بِالْبَيْتِ
فَهَدِمَ فَأَدْخَلْتُ فِيهِ مَا أُخْرِجُ مِنْهُ وَالزُّقْمَةُ بِالْأَرْضِ
وَجَعَلْتُ لَهُ بَابَيْنِ بَابًا شَرْقِيًّا وَبَابًا غَرْبِيًّا قَبْلْتُ بِهِ
أَسَاسَ إِبْرَاهِيمَ. فَذَلِكَ الَّذِي حَمَلَ ابْنُ الزُّبَيْرِ رَضِيَ
اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَلَى هَدْمِهِ. قَالَ يَزِيدُ وَشَهِدْتُ
ابْنَ الزُّبَيْرِ حِينَ هَدَمَهُ وَبَنَاهُ وَأَدْخَلَ فِيهِ مِنَ الْحِجْرِ
وَقَدْ رَأَيْتُ أَسَاسَ إِبْرَاهِيمَ حِجَارَةً كَأَسْنِمَةِ الْإِبِلِ.
قَالَ جَرِيرٌ فَقُلْتُ لَهُ أَيْنَ مَوْضِعُهُ؟ قَالَ أُرِيكُمْ الْآنَ
فَدَخَلْتُ مَعَهُ الْحِجْرَ فَأَشَارَ إِلَى مَكَانٍ فَقَالَ هَا هُنَا
قَالَ جَرِيرٌ فَحَزَرْتُ مِنَ الْحِجْرِ بَسَّةً أَذْرُعَ أَوْ نَحْوَهَا.

وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: اے عائشہ! اگر تمہاری قوم کا زمانہ جاہلیت ابھی تازہ تازہ نہ گزرا ہوتا تو میں بیت اللہ کو منہدم کرنے کا حکم دیتا پس جو حصہ (حطیم) اس میں سے نکال دیا گیا ہے اس کو میں اس میں داخل کر دیتا اور اس (کے دروازہ کو) زمین سے ملا دیتا اور اس کے دو دروازے بناتا ایک دروازہ شرقی اور ایک دروازہ غربی اور اس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں تک پہنچا دیتا۔ (یزید بن رومان نے کہا:) پس یہی وہ سبب ہے جس نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کو کعبہ کی عمارت کے گرانے پر برا بھلا کیا یزید نے کہا: میں اس وقت موجود تھا جب حضرت ابن الزبیر نے کعبہ کو منہدم کیا اور اس کی (دوبارہ) تعمیر کی اور اس میں حطیم کو داخل کر دیا اور میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں کے پتھر دیکھے ہیں جو اونٹ کے کوهانوں کی مثل تھے جریر نے کہا: میں نے یزید بن رومان سے سنا: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادیں کس پر تھیں؟ اس نے کہا: میں تمہیں ابھی دکھاتا ہوں پس میں ان کے ساتھ حطیم میں داخل ہوا انہوں نے ایک جگہ اشارہ کر کے کہا: یہاں پس میں نے اندازہ لگایا وہ جگہ حطیم سے چھ ہاتھ یا اس سے قریب تھی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۲۰۰ ص ۱۲۱ کی ہے۔

علامہ بدرالدین عینی نے لکھا ہے کہ امام ابن سعد نے کہا کہ حضرت ابن الزبیر نے کعبہ کی تعمیر جدید کی ابتداء ۶۵ھ کی ابتداء میں کی ہے اور انزرقی نے کہا ہے کہ جمادی الاخریٰ ۶۳ھ میں اس کی تعمیر کی ابتداء کی اور یہ ہو سکتا ہے کہ اس کی ابتداء ۶۳ھ میں کی ہو اور اس کو مکمل ۶۵ھ میں کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۱۷)

۴۳ - بَابُ فَضْلِ الْحَرَمِ

حرم کی فضیلت

اس باب میں حرم مکہ کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور حرم مکہ جن جانبوں کو محیط ہے حرم مکہ کی حد مدینہ سے تین میل ہے یمن اور عراق سے سات میل ہے اور جدہ سے دس میل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۱۷)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (آپ کہیے:) مجھے صرف یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر (مکہ) کے رب کی عبادت کروں جس نے اس کو حرم بنا دیا ہے اور اسی کی ملکیت میں ہر چیز ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس کے فرماں برداروں میں سے رہوں O (النمل: ۹۱)

وَقَوْلُهُ تَعَالَى ﴿وَإِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هَذِهِ الْبَلَدَةِ الَّذِي حَرَّمَهَا وَلَهُ كُلُّ شَيْءٍ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ﴾ (النمل: ۹۱).

اللہ تعالیٰ نے اپنی یہ صفت بیان کی کہ وہ اس شہر کا رب ہے اور اس شہر سے مراد مکہ مکرمہ ہے اور تمام شہروں میں سے اللہ تعالیٰ نے شہر مکہ کی طرف اپنی ربوبیت کی نسبت اس لیے کی ہے کہ ہونے کو تو میں تمام شہروں کا رب ہوں لیکن جس شہر کے رب ہونے پر مجھے ناز ہے وہ شہر مکہ ہے اسی شہر کی ایک جگہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنا بیت قرار دیا ہے یہی شہر اس کے محبوب نبی سیدنا محمد ﷺ کا مولد اور مسکن ہے اور یہی شہر پہلا مہبط وحی الہی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس شہر کو حرم بنا دیا ہے اس شہر کو حرم بنانے کی چند وجوہ ہیں: جو شخص حج کرنے کے لیے اس شہر میں آتا ہے اس پر حالت احرام میں کئی حلال کام حرام ہو جاتے ہیں وہ بال اور ناخن نہیں کاٹ سکتا، خوشبو نہیں لگا سکتا، ازدواجی عمل نہیں کر سکتا اور اس طرح کے اور کئی کام اس پر حرام ہو جاتے ہیں جو شخص اس شہر میں آ کر پناہ لے اس کو ایذا پہنچانا حرام ہے اس شہر کے درخت کاٹنا اور وحشی جانوروں کو پریشان کرنا حرام ہے اس شہر میں قتال کرنا، مال لوٹنا اور کسی کی عزت یا مال کرنا خصوصیت کے ساتھ حرام ہیں اس لیے یہ شہر حرم ہے۔ (تبیان القرآن ج ۸ ص ۷۱، فرید بک سال لاہور ۱۳۲۵ھ)

وَقَوْلِهِ جَلَّ ذِكْرُهُ ﴿أَوَلَمْ نُنْجِئْ لَهُمْ خَرَمًا آمِنًا يُجْبَىٰ إِلَيْهِ ثَمَرَاتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلَٰكِنْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ﴾ (التقصص: ۵۷)۔
اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا ہم نے ان کو حرم میں آباد نہیں کیا جو امن والا ہے اس کی طرف ہمارے دیئے ہوئے ہر قسم کے پھل لائے جاتے ہیں لیکن ان کے اکثر لوگ نہیں جانتے O
تقصص - ۵۷

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے ایک عذر کو زائل فرمایا ہے۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی سند سے روایت کی ہے کہ سرزمینیں نے سیدنا محمد ﷺ سے کہا کہ اگر ہم آپ کے ساتھ ہدایت کی پیروی کر لیں تو ہم اپنے ملک سے اچک لیے جائیں گے۔ (جامع البیان: ۲۰۹۷۲)
اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کے شبہ کو زائل فرمایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سرزمین حرم کو امن والا بنا دیا ہے اور اس میں بہت زیادہ رزق رکھا ہے۔ انکے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے عراض نے والے ہو اور بتوں کی عبادت کی طرف رغبت کرنے والے ہو پس اگر تم ایمان لے آؤ تو تم پر اللہ تعالیٰ کا نرم زیادہ منوع ہوگا اور میں مکہ سے نکالے جانے کا خطرہ نہیں رہے گا۔ (تبیان القرآن ج ۸ ص ۸۳۵، فرید بک سال لاہور ۱۳۲۵ھ)

۱۵۸۷ - مَعْدِنًا عَلِيٌّ ثَنُ عَنِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ الْحَكَمِ عَنْ مَسْرُورٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ طَاوُسٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ إِنَّ هَذَا الْبَلَدَ حَرَمُ اللَّهِ لَا يَعْصِدُ شَوْكُهُ وَلَا يَنْقَرُ صَبْدُهُ وَلَا يَلْتَقِطُ لُقْطَتُهُ إِلَّا مَنْ عَرَفَهَا۔
امام بخاری کی روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی کہ ان کے کہا: میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث بیان کی کہ از منصور از ابن طاووس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا: بے شک اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے حرم بنا دیا ہے اس کا کاٹنا یا جائے گا نہ اس کے شکار کو پریشان کیا جائے گا اور نہ اس کے راستہ میں مری ہوئی چیز کو اٹھایا جائے گا ماسوا اس شخص کے جو اس کا اعلان کرے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۳۴۹ میں گزر چکی ہے۔

۴۴ - بَابُ تَوْرِیْثِ دُوْرِ مَكَّةَ وَبَیْعِهَا

وَبِشْرَائِهَا وَأَنَّ النَّاسَ فِي مَسْجِدِ

الْحَرَامِ سَوَاءٌ خَاصَّةٌ

بِقَوْلِهِ تَعَالَى ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَيَصُدُّونَ
عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِي جَعَلْنَاهُ
لِلنَّاسِ سَوَاءً رِجَالًا وَنِسَاءً فِيهِ وَالْبَادِ وَمَنْ يَرِذْ فِيهِ
بِالْحَادِ بِظُلْمٍ نَذِقْهُ مِنْ عَذَابِ أَلِيمٍ﴾ (الحج: ۲۵)۔

مکہ کے گھروں میں وراثت جاری ہوگی

اور ان کا بیچنا اور خریدنا جائز ہے اور لوگ

بالخصوص مسجد حرام میں برابر ہیں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور وہ
اللہ کے راستہ سے روکنے لگے اور اس مسجد حرام سے جس کو ہم نے
لوگوں کے لیے مساوی بنایا ہے خواہ وہ اس مسجد میں معتکف ہوں یا
باہر سے آئیں اور جو اس مسجد میں ظلم کے ساتھ زیادتی کا ارادہ
کرے گا ہم اس کو دردناک عذاب چکھائیں گے (الحج: ۲۵)

اس آیت کی تفسیر ان شاء اللہ ہم غفریب اپنی تفسیر تبیان القرآن سے نقل کریں گے انتظار فرمائیں۔

اس آیت میں ”الباد“ کا لفظ ہے امام بخاری اس کی تفسیر کرتے ہیں:

”الباد“ کا معنی ہے: ”الطاری“ (مسافر) اور ”معکوف“

کا معنی محبوس (روکا ہوا)۔

آیت میں ”عاکب“ (مقیم) کا لفظ ہے اس کی مناسبت سے امام

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اصبح نے حدیث بیان
کی انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے خبر دی از یونس از ابن شہاب
از علی بن حسین از عمرو بن عثمان از حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ
انہوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ مکہ میں اپنے گھر میں کہاں
اتریں گے؟ آپ نے فرمایا: عقیل نے ہمارے لیے کوئی محلہ یا مکان
کہاں چھوڑا ہے (یعنی سب بیچ دیئے ہیں) اور عقیل اور طالب
(اپنے باپ ابو طالب کے وارث تھے) اور حضرت جعفر اور
حضرت علی رضی اللہ عنہما کے وارث تھے۔ یہ دونوں
مسلمان تھے اور عقیل اور طالب دونوں کافر تھے اور حضرت عمر بن
الخطاب رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ مومن کافر کا وارث نہیں ہوتا۔

ابن شہاب نے کہا: وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تاویل
کرتے تھے: بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت
کی اور اپنی جانوں اور مالوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن
لوگوں نے (مہاجرین کو) جگہ فراہم کی اور ان کی نصرت کی یہی
لوگ آپس میں ایک دوسرے کے ولی ہیں۔ (الانفال: ۷۲)

اس آیت میں ”معکوف“ کا لفظ نہیں ہے لیکن چونکہ

بخاری نے ”معکوف“ کا معنی ذکر کر دیا۔

۱۵۸۸ - حَدَّثَنَا أَصْبَغُ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ عَنْ
يُونُسَ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ
عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ عَنْ أَسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ
تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي تَرَى فِي
دَارِكَ بِمَكَّةَ؟ فَقَالَ وَهَلْ تَرَكَ عَقِيلٌ مِنْ رِبَاعٍ أَوْ
دُوْرٍ؟ وَكَانَ عَقِيلٌ وَرِثَ أَبَا طَالِبٍ هُوَ وَطَالِبٌ وَلَهُ
بِرْثُهُ حَقٌّ رَزَا عَلَى رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا شَيْءٌ
لَا تَهْمَا كَانَ مُسْلِمًا وَكَانَ عَقِيلٌ وَطَالِبٌ كُفْرَانِ
فَكَانَ عَمْرُو بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ
لَا يَرِثُ الْمُؤْمِنُ الْكَافِرَ۔

قَالَ ابْنُ شَهَابٍ وَكَانُوا يَتَأَوَّلُونَ قَوْلَ اللَّهِ
تَعَالَى ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا
بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوْا
وَنَصَرُوا أُولَئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ﴾ (الانفال: ۷۲)
الْآيَةُ. [اطراف الحديث: ۳۰۵۸-۳۲۸۲-۶۷۶۳]

(صحیح مسلم: ۱۶۱۳، الرتم المسلسل: ۳۰۶۳، سنن ابوداؤد: ۲۹۰۹، سنن ترمذی: ۲۱۰۷، سنن ابن ماجہ: ۲۷۳۰-۲۹۲۹)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اصغ بن الفرخ ابو عبد اللہ (۲) عبد اللہ بن وہب (۳) یونس بن عبید (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) علی بن الحسین المشہور بزمین العابدین (۶) عمرو بن عثمان بن عفان امیر المؤمنین (۷) حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ۔

(عمدة القاری ج ۹ ص ۳۲۳)

آیت مذکور الصدر کی تاویل

اللہ تعالیٰ نے مہاجرین اور انصار کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا: یہی لوگ آپس میں ایک دوسرے کے ولی ہیں اس جگہ مفسرین کا اختلاف ہے کہ ولایت سے مراد وراثت ہے یا ولایت سے مراد ایک دوسرے کی نصرت اور معاونت ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس ولایت سے مراد وراثت ہے اور اللہ تعالیٰ نے مہاجرین اور انصار کو ایک دوسرے کا وارث کر دیا تھا اور جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا: اور جو لوگ ایمان لے آئے اور انہوں نے ہجرت نہیں کی وہ اس وقت تک تمہاری ولایت میں نہیں ہوں گے جب تک کہ وہ ہجرت نہ کر لیں۔ (الانفال: ۷۲) اس کا معنی یہ ہے کہ جب تک وہ ہجرت نہ کر لیں ان کو وراثت نہیں ملے گی اور جب اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے آخر میں فرمایا: اور اللہ کی کتاب میں قرابت دار (بہ طور وراثت) ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔ (الانفال: ۷۵) تو اس آیت نے پہلی آیت کے حکم کو منسوخ کر دیا اور اب قرابت وراثت کا سبب نہیں ہے۔ مجاہد ابن جریج، قتادہ، عکرمہ، حسن بصری، سدی اور زہری سے بھی اسی قسم کے اقوال مروی ہیں۔

(جامع البیان ج ۱۰ ص ۶۹-۶۷، دار الفکر بیروت ۱۳۱۵ھ)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: عقیل نے ہمارے لیے کوئی محلہ یا مکان کہاں چھوڑا ہے!

الحج: ۲۵ کی تفسیر حسب ذیل ہے:

مکہ کی زمین اور اس کے مکانوں کو فروخت کرنے، رکرائے پر دینے یا ممانعت میں مذاہب فقہاء

مسجد حرام صفا اور مروہ کی پہاڑیاں، منیٰ، مزدلفہ، عرفات اور موضع جمرات، مکہ مکرمہ کی سرزمین کے حصے تمام فقہاء کے نزدیک وقف عام ہیں اور مکہ کے رہنے والے اور باہر سے مکہ مکرمہ آنے والے سب وہاں عبادت اور مناسک حج ادا کر سکتے ہیں اور یہ جگہ کسی کی ملکیت نہیں ہے، یہاں پر کوئی کسی مسکن کو عبادت گاہ یا دھڑ بنانے سے منع نہیں کر سکتا اور نہ مکہ کے ان حصوں کو فروخت کرنا یا رکرائے پر دینا جائز ہے۔ (المنی لابن قدامہ ج ۳ ص ۱۷۱، حاشی: ۱-۲ ص ۲۰۷-۲۰۶)

سرزمین مکہ کے ان حصوں کے علاوہ باقی سرزمین مکہ میں اختلاف ہے کہ آیا ان کو بیچنا اور رکرائے پر دینا جائز ہے یا نہیں۔ امام شافعی اور امام احمد کا یہ مذہب ہے کہ مکہ کی زمین کو اور اس کے مکانات کو فروخت کرنا اور رکرائے پر دینا جائز ہے۔ (المنی لابن قدامہ ج ۳ ص ۱۷۷، تفسیر کبیر ج ۸ ص ۲۱۷، فتح الباری ج ۴ ص ۲۴۵) امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ مکہ کی تمام زمین وقف ہے اس کو بیچنا اور رکرائے پر دینا جائز نہیں ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۱۲ ص ۳۲-۳۱)

اور امام ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ مکہ کی سرزمین کے جو حصے مناسک حج کے لیے وقف ہیں ان کے علاوہ مکہ کی باقی زمینوں اور مکانوں کو فروخت کرنا اور رکرائے پر دینا جائز ہے۔ البتہ حج کے ایام میں مکہ کے مکانوں کو رکرائے پر دینا مکروہ ہے، کیونکہ اس سے زائرین حرم اور حجاج کو زحمت اور تکلیف ہوگی۔ (در مختار رد المحتار ج ۹ ص ۳۸۰-۳۷۹)

امام مالک اور ان کے موافقین یہ کہتے ہیں کہ مکہ کی تمام زمین وقف ہے اور کسی جگہ کو فروخت کرنا اور اس کو کرائے پر دینا جائز نہیں ہے۔ ان کا استدلال اس آیت سے ہے اس میں فرمایا ہے: "وَالْمَسْجِدَ الْحَرَامَ الَّذِي جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَاءً بِالْعَافِ كَفٍ فِيهِ وَالْبَادُ" (الحج: ۲۵) وہ اس آیت میں "المسجد الحرام" سے مراد ارض حرم لیتے ہیں یعنی سرزمین مکہ اور "العاکف" کا معنی کرتے ہیں: مکہ میں رہنے والا "الباد" کا معنی کرتے ہیں: مسافر۔ ان کے نزدیک اس آیت کا معنی اس طرح ہے کہ تمام سرزمین مکہ میں رہنے والوں اور مسافروں کا برابر کا حق ہے اور مکہ کی زمین اور اس میں بنے ہوئے مکانوں کا کوئی مالک نہیں ہے ہر جگہ اور ہر مکان میں ہر شخص رہ سکتا ہے۔

مکہ کی زمین اور مکانوں کو فروخت کرنے اور کرائے پر دینے کی ممانعت کے دلائل اور ان کا ضعف

علامہ ابو عبد اللہ مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ اپنے مسلک کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

مسادات مکہ کی حویلیوں اور مکانوں میں رہنے والوں میں ہے اور ان مکانوں میں رہنے والا مسافر سے زیادہ حق دار نہیں ہے اور یہ اس بناء پر ہے کہ اس آیت میں مسجد حرام سے مراد پورا حرم ہے اور یہ مجاہد اور امام مالک کا قول ہے اور حضرت عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جو شخص مکہ میں آئے وہ جس مکان میں چاہے ٹھہر جائے اور مکان والے پر اس کو ٹھہرانا لازم ہے وہ چاہے یا نہ چاہے اور سفیان ثوری وغیرہ نے کہا ہے کہ ابتدائی دور میں مکہ کے مکانوں کے دروازے نہیں بنائے جاتے تھے (تاکہ جب کوئی مسافر جہاں چاہے ٹھہر جائے: غی کہ سب چوریاں بہت سے آئے) ان لو ایک شخص اپنے مکان کا دروازہ بنا لیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر انکار کیا اور کہا: تم بیت اللہ کا حج کرنے والے اور مکہ کے مکرم کے لئے آئے ہو، میں نے اپنے سامان کو چوری سے محفوظ رکھنے کا ارادہ کیا ہے پھر حضرت عمر نے اس کو چھوڑ دیا پھر لوگوں نے اپنے گھروں کے دروازے بنانے شروع کر دیئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ مروی ہے کہ وہ حج کے ایام میں مکہ کے گھروں کے دروازوں کو توڑنے کا حکم دیتے تھے تاکہ مکہ آنے والے مسافر جس گھر میں چاہیں آ کر ٹھہر جائیں اور ان کے لئے یہ گھر سب سے زیادہ مناسب ہیں اور گھر والوں کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے گھروں میں آنے والوں کو منع کریں۔

اس کے بعد علامہ قرطبی لکھتے ہیں: صحیح وہی ہے جو امام مالک کا قول ہے اور اس کی تائید میں احادیث ہیں: علقمہ بن نضله بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر فوت ہو گئے اور اس وقت تک مکہ کی زمین کو وقف کہا جاتا تھا جس کو ضرورت ہو اس میں خود رہا ہے اور جو مستحق ہے اس کو دیا گیا۔ (سنن دارقطنی: ۳۰۰۳) یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس میں ارسال اور انتطاع ہے۔ علقمہ بن نضله ایک اور حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کے عہد میں مکہ کے گھر وقف کیے جاتے تھے ان کو فروخت نہیں کیا جاتا تھا۔ جس کو ضرورت ہوتی وہ ان گھروں میں خود رہتا اور جس کو ضرورت نہ ہوتی وہ کسی اور کو ٹھہرا لیتا۔ (سنن دارقطنی: ۳۰۰۲) یہ حدیث بھی حسب سابق ہے اور حضرت عبد اللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مکہ حرم ہے اس کی حویلیوں کو فروخت کرنا حرام ہے اور ان کو کرائے پر دینا حرام ہے۔ (سنن دارقطنی: ۲۹۹۵) یہ حدیث بھی ضعیف ہے (الجامع لاحکام القرآن ج ۱۲ ص ۳۲-۳۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۱۵ھ)

امام مالک اور ان کے موافقین نے اس آیت سے جو استدلال کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے انہوں نے "المسجد الحرام" کا معنی پوری سرزمین حرم کیا ہے اور یہ مجاز ہے اور بغیر قرینہ صارفہ کے مجاز کو اختیار کرنا صحیح نہیں ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ انہوں نے "العاکف" کا معنی مکہ میں رہنے والا کیا ہے حالانکہ "العاکف" کا شرعی معنی "المعتکف" ہے اور جن احادیث سے علامہ قرطبی

طالب کافر تھے سو حضرت عمر بن الخطاب یہ کہتے تھے کہ مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوتا۔

(صحیح البخاری: ۱۵۸۸، صحیح مسلم: ۱۳۵۱، سنن ابوداؤد: ۲۰۱۰، سنن ابن ماجہ: ۲۹۳۲، السنن الکبریٰ للنسائی: ۳۲۵۵)

عقیل ابوطالب کے مکان کے وارث ہو گئے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ ابوطالب اور عقیل دونوں مکہ میں اپنے مکانوں کے مالک تھے اور ان کے مکان وقف عام نہیں تھے اور ان کا ان مکانوں کو فروخت کرنا اور ان میں تصرف کرنا صحیح تھا۔

علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متونی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ کے اصحاب کے مکہ میں مکانات تھے۔ حضرت ابوبکر، حضرت زبیر، حضرت حکیم بن حزام، حضرت ابوسفیان اور باقی اہل مکہ کے مکانات تھے۔ بعض نے اپنے مکانوں کو فروخت کر دیا اور بعض نے اپنے مکانوں کو اپنی ملک میں رہنے دیا۔ حضرت حکیم بن حزام نے دار الندوہ کو فروخت کر دیا تو حضرت ابن الزبیر نے کہا: آپ نے قریش کی عزت کو بیچ دیا تو حضرت حکیم بن حزام نے کہا: اے بھتیجے! عزت تو صرف تقویٰ سے حاصل ہوتی ہے اور حضرت معاویہ نے دو مکان خریدے۔ حضرت عمر نے حضرت صفوان بن امیہ سے چار ہزار درہم میں ایک قید خانہ خریدا اور ہمیشہ سے اہل مکہ اپنے مکانوں میں مالکانہ تصرف کرتے رہے ہیں اور خرید و فروخت کرتے رہے ہیں اور اس پر کسی نے اعتراض نہیں کیا تو یہ اجماع ہو گیا اور نبی ﷺ نے اہل مکہ کے مکانوں کی ان کی طرف نسبت کو برقرار رکھا۔ آپ نے فرمایا: جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو گیا اس کو امان ہے اور جس نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر دیا اس کو امان ہے اور ان کے مکانوں اور ان کی حویلیوں پر دروازے اور کھڑکیاں نہ لگائی جائیں گی۔ ان کے مکانوں سے ان کی ملکیت زائل ہونے پر دلائل کرے اور آپ کے خلفاء کا بھی یہی معمول رہا حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو قید خانہ بنانے کے لیے مکان کی سخت ضرورت تھی مگر انہوں نے خریدنے کے سوا اس نہیں لیا اور اس کے خلاف جو احادیث مروی ہیں وہ سب ضعیف ہیں اور صحیح یہ ہے کہ مکہ جنگ سے فتح ہوا ہے لیکن نبی ﷺ نے اہل مکہ کو ان کی املاک اور حویلیوں پر برقرار رکھا اور آپ نے ان کے مکانوں کو ان کے لیے اس طرح چھوڑ دیا کہ ان کو ان کے لیے ان کی عورتوں اور بیٹوں کو چھوڑ دیا تھا۔ ابن عقیل نے کہا ہے کہ زمینوں کا یہ اختلاف افعال کی ادائیگی کے مقامات کے علاوہ میں ہے لیکن زمین کے جن حصوں میں افعال حج کی ادائیگی کی جاتی ہے جیسے صفا، درمید، دوڑنے کی جگہ اور شیطان کو کنکریاں مارنے کی جگہیں ان جگہوں کا حکم مساجد کا حکم ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (المنی لابن قدامہ ج ۲ ص ۱۷۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ)

مکہ کی زمین، درمید، مکانوں کو فروخت کرنے اور کرائے پر دینے کے متعلق فقہاء احناف کا مذہب

علامہ محمد علی بن محمد الحسینی التونی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

مکہ کے مکانوں اور اس کی زمین کو فروخت کرنا بلا کراہت جائز ہے۔ امام شافعی کا جس بھی قول ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ صاحب ہدایہ کی مختارات النوازل میں مذکور ہے کہ مکہ کے مکانوں کو فروخت کرنے اور ان کو کرائے پر دینے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن زیلعی وغیرہ میں مذکور ہے کہ ان کو کرائے پر دینا مکروہ ہے اور التاتاریخانیہ کی آخری فصل الوہبانیہ کے باب اجارہ میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے فرمایا: میں حج کے ایام میں مکہ کے مکانوں کو کرائے پر دینا مکروہ قرار دیتا ہوں اور آپ یہ فتویٰ دیتے تھے کہ حجاج ایام حج میں مکہ والوں کے گھروں میں رہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ”سَوَاءٌ بِالْعَارِ كَفُفَ فِيهِ وَالْبَادُ“ (الحج: ۲۵) مسجد حرام میں مقیم اور مسافر برابر ہیں اور ایام حج کے علاوہ کرایہ لینے کی رخصت دی ہے اس سے فرق اور تطبیق کا علم ہو گیا۔ حضرت عمر ایام حج میں فرماتے تھے: اے مکہ والو! اپنے گھروں میں دروازے نہ بناؤ تاکہ آنے والے جہاں چاہیں ٹھہر سکیں پھر یہ آیت پڑھتے تھے۔

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

غایۃ البیان میں مذکور ہے کہ امام ابو یوسف نے امام ابو حنیفہ سے روایت کیا ہے کہ وہ ایام حج میں مکہ کے مکانوں کو کرائے پر دینا مکروہ کہتے تھے اور غیر ایام حج میں اس کی اجازت دیتے تھے امام ابو یوسف کا بھی یہی قول ہے۔ امام محمد نے امام ابو حنیفہ سے روایت کیا ہے کہ وہ ایام حج میں مکہ کے مکانوں کو کرائے پر دینا مکروہ کہتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ مکہ والوں کو چاہیے کہ اگر ان کے مکانوں میں زائد جگہ ہو تو وہ مسافروں کو اپنے مکانوں میں ٹھہرائیں ورنہ نہیں اور امام محمد کا بھی یہی قول ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کرائے پر دینے کی کراہت میں ہمارے ائمہ کا اتفاق ہے۔

علامہ حنفی نے کہا ہے کہ اسی سے فرق اور تطبیق کا علم ہو گیا اس کی شرح یہ ہے کہ ایام حج میں مکانوں کو کرائے پر دینا مکروہ ہے اور زیلعی کی نوازل میں جو اس کو مکروہ کہا ہے اس کا یہی معنی ہے اور مختارات النوازل میں جو کہا ہے اس میں کوئی حرج نہیں وہ ایام حج کے علاوہ دنوں پر محمول ہے اور امام اعظم کا بھی یہی فتویٰ ہے۔ (الدر المختار و رد المحتار ج ۹ ص ۷۹۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۱۹ھ)

ہمارے فقہاء کی عبارات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایام حج میں مکانوں کو کرائے پر دینے کی کراہت تنزیہی ہے کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ اگر ان کے پاس زائد جگہ ہو تو آنے والے کو ٹھہرائیں ورنہ نہیں اور اسلام کے عام اصول سے یہ بات معلوم اور مقرر ہے کہ کوئی شخص مالک مکان کی مرضی اور اس کی اجازت کے بغیر اس کے گھر میں داخل نہیں ہو سکتا۔ قرآن مجید نے مسجد حرام میں مقیم اور مسافروں کا حق برابر قرار دیا ہے۔ ان میں یہ حق برابر نہیں ہے اور اگر بالآخر حرم بھی مراد ہو تو بھی حرم کے مکانوں میں تو مقیم اور مسافر کا حق برابر نہیں فرمایا۔ ارض حرم میں مسافر چاہے خیمہ ڈالے۔ کسی کے مکان میں اس کی اجازت اور اس کی مرضی کے بغیر رہنے کا نہیں کیا حق ہے؟ اور ائمہ احناف نے ایام حج میں مکانوں کو کرائے پر دینے کو مکروہ کہا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اخلاق اور مروت کے خلاف ہے کہ مسافروں، مہمانوں اور زائرین حرم سے ان کے ٹھہرنے کا کرایہ طلب کیا جائے یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ شرعاً مکروہ یا حرام ہے۔ (جہاں النور ج ۲ ص ۳۳۷ ۳۳۸ فرید۔ شالہ پور)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم ۱۹۰۰۔ سنن ۳۰۹۔ پر مذکور ہے اس کی شرح کے عنوان یہ ہیں:

① مکہ میں مہاجرین کے چھوڑے ہوئے مکانوں کا حکم ② مکہ صلح سے فتح ہوا یا جنگ سے؟ ③ جن مکانوں پر مسلمانوں کی ہجرت کے بعد کفار نے قبضہ کر لیا ان کی ملکیت کے حکم میں اختلاف مذاہب۔

نبی ﷺ کا

مکہ میں کرنا

۴۵۔ رَابُّ رُؤُلِ النَّبِيِّ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ

۱۵۸۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ 'حِينَ أَرَادَ قُدُومَ مَكَّةَ مَنَزَلْنَا غَدَاً إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى بِبَحِيفِ بَنِي كِنَانَةَ حَيْثُ نَقَّاسُمُوا عَلَى الْكُفْرِ.'

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو ایمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ (سنی سے لوٹ کر) مکہ آنے لگے تو آپ نے فرمایا: کل ہم ان شاء اللہ خیف بنی کنانہ میں اتریں گے جہاں کفار نے کفر پر قسمیں کھائی تھیں۔

ج ۲ ص ۲۳۸ طبع قدیم مسند احمد: ۴۳۰- ج ۱۲ ص ۱۸۱- ۱۸۰، مؤسسه الرسالہ، بیروت)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

* باب مذکور کی حدیث 'شرح صحیح مسلم: ۳۰۷۰-ج ۳ ص ۵۶۰ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

١٥٩٠ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ 'مِنَ الْغَدِ يَوْمَ النَّحْرِ' وَهُوَ بَيْنِي نَحْنُ نَارِلُونَ غَدًا بِخَيْفِ بَنِي كِنَانَةَ حَيْثُ تَقَاسَمُوا عَلَى الْكُفْرِ. يَعْنِي ذَلِكَ الْمُحَصَّبُ وَذَلِكَ أَنَّ قُرَيْشًا وَكِنَانَةَ تَحَالَفَتْ عَلَى يَدِي هَدِيمٍ وَبَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، أَوْ بَنِي سَطْلَبٍ أَنْ لَا يَنَاصِرُوا أَحَدَهُمْ وَلَا يَبَايَعُوهُمْ حَتَّى يُسَلِّمُوا إِلَيْهِمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

وَقَالَ لِمَلَأْمَةٍ عَنِ عَفْرِ بْنِ رَيْحَى ثُمَّ سَعِدُ
عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ أَخْبَرَنِي ابْنُ شَهَابٍ وَقَالَ ابْنُ هَاشِمٍ
وَبْنِي الْمُطَّلِبِ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ بَنِي الْمُطَّلِبِ
أَشْهَدُ.

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۵۸۹ میں کر دی گئی ہے۔

اللہ عزوجل کا ارشاد

اور جب ابراہیم نے دعا کی کہ اے میرے رب! اس شہر
(مکہ) کو امن والا بنا دے اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کی

٤٦ - بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى

﴿رَآذٍ قَالِ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا الْبَلَدَ آمِنًا
وَأَجْنِبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ﴾ رَبِّ إِنَّهُمْ أَضَلُّونَ

كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي وَمَنْ عَصَانِي
فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي
بُيُوتًا غَيْرَ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا
الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْنَدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ ۝
(ابراہیم: ۳۷-۳۵) الْآيَةُ.

عبادت کرنے سے محفوظ رکھو ۝ اے میرے رب! بے شک ان
بتوں نے بہت لوگوں کو گم راہ کر دیا ہے سو جس نے میری پیروی کی
وہ بے شک میرا ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو بے شک تو
بہت بخشنے والا ہے حد رحم فرمانے والا ہے ۝ اے ہمارے رب! میں
نے اپنی بعض اولاد کو بے آب و گیاہ وادی میں ٹھہرا دیا ہے تیرے
حرمت والے گھر کے نزدیک اے ہمارے رب! تاکہ وہ نماز کو قائم
رکھیں تو کچھ لوگوں کے دلوں کو ایسا کر دے کہ وہ ان کی طرف مائل
رہیں ۝ (ابراہیم: ۳۷-۳۵)

باب مذکور میں حدیث ذکر نہ کرنے کی توجیہ

اس باب میں امام بخاری نے حدیث ذکر نہیں کی ہو سکتا ہے کہ حدیث ذکر نہ کرنے کی وجہ یہ ہو کہ اس آیت کے مناسب نہیں
کوئی حدیث نہیں مل سکی جو ان کی شرط کے مطابق ہو یا انہوں نے ابواب کے عنوان پہلے لکھ دیئے تھے اور بعد میں ان عنوانات کے
مناسب انہوں نے احادیث کو درج کیا اور اس ذیل کے مطابق حدیث ذکر کرنے کا موقع نہ ملا ہو یا انہوں نے اس عنوان کے تحت
حدیث ذکر کر دی تھی لیکن صحیح بخاری کے نسخوں کو اس کرنے والوں سے احادیث نقل کرنے سے روک گئی۔

ابراہیم: ۳۷-۳۵ کی مختصر تفسیر

اور یاد کیجئے جب ابراہیم نے دعا کی کہ اے میرے رب! اس شہر یعنی مکہ کو امن والا بنا دے یعنی قتل اور لوٹ مار اور جذام اور
برص ایسی مہلک بیماریوں سے اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کی پرستش سے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام جب بیت اللہ کو تیرے فارغ ہو گئے تو ہوں۔ پنے رب سے یہ دعا کی کہ اس شہر کو امن والا بنا
دے اور انہیں اپنی اولاد کے متعلق تشویش نہ کیونکہ انہوں نے ایسے لوگوں کو دیکھا تھا جو بتوں کی عبادت کرتے تھے اس لیے انہوں نے
اپنی اولاد کے متعلق دعا کی اور انہوں نے اپنی دعا میں کہا: اے میرے رب! بے شک ان بتوں نے بہت لوگوں کو گم راہ کر دیا ہے یعنی
یہ بت بہت لوگوں کی گم راہی کا سبب بن گئے حضرت ابراہیم۔ ماہر کے اعتقاد سے ان بتوں کی طرف گم راہی۔ بہت کی ورنہ
حقیقت میں شیطان و گمراہی ہوتا ہے اور ان بتوں کی غیب دیتا ہے

حضرت ابراہیم نے دعا میں کہا: سو جس نے میری پیروی کی یعنی جو مجھ پر ایمان لایا وہ بے شک میرا ہے۔ وہ میرے دین
پر ہے اور میرا امتی ہے اور جس نے میری نافرمانی کی یعنی جس نے میری اطاعت نہیں کی اور تجھ کو واحد نہیں مانا تو بے شک تو بہت بخشنے
والا ہے حد رحم فرمانے والا ہے اگر وہ توبہ کرے یا تو اس کو اسلام لانے کی توفیق دے اے ہمارے رب! میں نے اپنی بعض اولاد کو بے
آب و گیاہ وادی میں ٹھہرا دیا ہے بعض اولاد سے مراد حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں اور بے آب و گیاہ وادی سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔
تیرے حرمت والے گھر کے نزدیک یعنی جہاں قتل کرنا اور شکار کرنا اور بغیر احرام کے داخل ہونا حرام کر دیا گیا ہے اے ہمارے رب!
تاکہ وہ نماز کو قائم رکھیں یعنی تو انہیں نماز کو قائم کرنے کی توفیق عطا فرما نماز کا خصوصیت سے اس لیے ذکر کیا کہ وہ تمام عبادات میں
اولیٰ اور افضل ہے پھر کہا: تو کچھ لوگوں کے دلوں کو ایسا کر دے کہ وہ ان کی طرف مائل رہیں یعنی وہ ان عبادات کی طرف مشتاق
ہوں اور ان کو ادا کرنے کی طرف جلدی کریں اور دعا میں یہ کہا: اور ان کو پھلوں سے روزی دے تاکہ وہ شکر ادا کریں یعنی تاکہ وہ

تیرے رزق عطا کرنے کا شکر ادا کریں۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۳۳۱-۳۳۰)

ان آیات کی مفصل تفسیر کے لیے ہماری تفسیر تبیان القرآن ابراہیم: ۳۷-۳۵ کا مطالعہ فرمائیں۔

۴۷۔ بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى

اللہ تعالیٰ کا ارشاد

﴿جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَائِدَ ذَلِكَ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ (المائدہ: ۹۷)۔

اللہ نے کعبہ کو جو حرمت والا گھر ہے لوگوں کے قیام کا سبب بنا دیا اور حرمت والے مہینہ کو اور کعبہ کی قربانی کو اور جانوروں کے گلوں میں پڑے ہوئے پنوں کو یہ اس لیے ہے کہ تم جان لو کہ بے شک اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے بے شک اللہ ہر چیز کو بہت جاننے والا ہے (المائدہ: ۹۷)۔

المائدہ: ۹۷ کی باب میں درج تین حدیثوں کی مناسبت کے اشارات

امام بخاری نے اس آیت کریمہ کو اس باب کا عنوان حسب ذیل امور کی وجہ سے بنایا ہے:

(۱) اس میں یہ اشارہ ہے کہ لوگوں کے معاملات کا درست ہونا اور ان کے دین اور دنیا کی بہتری کعبہ کی وجہ سے قائم ہے اور اس پر ”قیامًا للناس“ دلالت کرتا ہے۔ اللہ نے کعبہ کو جو حرمت والا گھر ہے لوگوں کے قیام کا سبب بنا دیا یعنی جب تک کعبہ موجود ہے دین قائم رہے گا پس جب کعبہ کو چھوڑی پتھریوں والے چاروں طرف گئے تو ان کا نام سد ہو جائے گا اس لیے امام بخاری نے اس باب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ”جج“ کی ہے جو اس معنی پر دلالت کرتی ہے اور اسی کے ساتھ باب کے عنوان اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہو جاتی ہے۔

(۲) اس میں کعبہ کی تعظیم اور توقیر کی طرف اشارہ ہے جس پر ”البيت الحرام“ کا لفظ دلالت کرتا ہے کیونکہ حرمت کے ساتھ کعبہ کی صفت بیان کی ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ”جج“ میں کعبہ پر غلاف چڑھانے کا ذکر ہے۔

(۳) اس میں یہ اشارہ ہے کہ کعبہ کی زیارت کرنے والے بھی ختم نہیں ہوں گے اسی وجہ سے یا جوج اور ماجوج کے خروج کے بعد بھی لوگ حج کرتے رہیں گے اسی وجہ سے امام بخاری نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ذکر کی ہے جس میں یہ ارشاد ہے کہ ”جج اور ماجوج کے خروج کے بعد بھی حج اور عمرہ ہوتا رہے گا۔“

المائدہ: ۹۷ میں درج تین احکام کی شرح

اس آیت میں ”قیامًا“ کا لفظ ہے ”قیام“ یعنی لوگوں کے دین اور دنیا کا ستون ہے جس سے ان کے معاش اور معاد کے اغراض اور مقاصد پورے ہوتے ہیں کیونکہ کعبہ کی وجہ سے حج اور عمرہ کیا جاتا ہے اور وہ تجارت کرتے ہیں جس سے ان کو انواع و اقسام کے منافع حاصل ہوتے ہیں مقاتل نے کہا: کعبہ ان کے قبلہ کی علامت ہے جس کی طرف منہ کر کے وہ نماز پڑھتے ہیں۔

”شہر حرام“ وہ مہینہ جس میں حج کیا جاتا ہے اور وہ ذوالحجہ ہے۔

”الهدی“ قربانی کا جانور۔

”القلائد“ قربانی کے جانوروں کے گلوں میں جو ہار ڈالے جاتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے شہر حرام کو ہدیٰ کو اور قلائد کو لوگوں کے لیے امن کی علامت بنا دیا کیونکہ حرمت والے مہینوں کے سوا عربوں میں جنگ رہتی تھی پس جب وہ ان لوگوں کو دیکھتے جن کے پاس قربانی کے جانور ہیں جن کے گلوں میں ہار ہیں تو وہ ان سے تعرض نہیں کرتے تھے۔

(محمد القاری ج ۹ ص ۳۳۲-۳۳۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں زیاد بن سعد نے حدیث بیان کی از الزہری از سعید بن المسیب از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آپ نے فرمایا: دو چھوٹی پنڈلیوں والے حبشی کعبہ کو تباہ کر دیں گے۔

۱۵۹۱ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانٌ قَالَ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيْبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُخْرَبُ الْكُعْبَةُ ذُو السَّوِيفَتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ.

[طرف الحدیث: ۱۵۹۶]

(صحیح مسلم: ۲۹۰۹، الرتم السلسل: ۷۱۷۲، سنن نسائی: ۲۹۰۳، مسند الحمیدی: ۱۱۳۶، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۵ ص ۷۷، صحیح ابن حبان: ۶۷۵۱، سنن

بیہقی ج ۳ ص ۳۴۰، شرح السنہ: ۲۰۰۸، مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۰، طبع قدیم مسند احمد: ۸۰۹۳، ج ۱۳ ص ۳۵۸، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

چھوٹی پنڈلیوں والے حبشی کی شرح

اس حدیث میں مذکور ہے: ”ذو السويفتين“ یہ ”ساق“ کی تصغیر ہے اس میں یہ اشارہ ہے کہ ان کی پنڈلیاں چھوٹی اور پتلی ہوں گی اور یہ حبشیوں کی ایک جماعت ہوگی۔

سفیان بن عیینہ نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا: حبشیوں کو کوئی خیر نہیں ہے یہ اگر بھوکے ہوں تو چوری کرتے ہیں اور اگر شکم سیر ہوں تو زنا کرتے ہیں اور اس میں دو خوبی ہیں: یہ کہ ان کے دل میں کھانا کھلاتے ہیں اور لباس پہناتے ہیں۔ (المعجم الکبیر: ۱۲۲۱۳، مسند ابی یوسف: ۲۸۳۶، الکامل ابن صدیق ج ۵ ص ۲۰۲، کنز العمال: ۲۵۰۹۳، حافظ البیہقی التوفی ۸۰۷ھ نے کہا: اس حدیث کے تمام رجال ثقہ ہیں اور ایک سے زائد ائمہ اس حدیث کی توثیق کرتے ہیں۔ مجمع الزوائد: ۱۰۰، دارالکتب العربیہ بیروت)

کعبہ کی تخریب کے متعلق احادیث

کعبہ کی تباہی کے متعلق متعدد احادیث ہیں، ایک حدیث سنن البخاری: ۱۵۹۷ میں ہے جو عنقریب آئے گی اور دیگر احادیث میں سے چند درج ذیل ہیں:

(۲) سعید بن مسعان بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ حضرت ابو قتادہؓ کو یہ حدیث اس وقت بیان کر رہے تھے جس وقت کہ وہ کعبہ کو تباہ کر رہے تھے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کعبہ کو تباہ کرے گا وہ اس کا مقام راہیم کے درمیان ایک شخص سے بیعت کی جائے گی اور سب سے پہلے اس بیعت کو بیت دالے طلال میں لے جائیں گے پس جب وہ اس کو حلال کر لیں تو عربوں کی ہلاکت کا نہ پوچھو پھر حبشی آ کر کعبہ کو تباہ کر دیں گے پھر اس کی تعمیر نہیں کی جائے گی اور یہ وہ لوگ ہیں جو کعبہ کا خزانہ نکال لیں گے (اس حدیث کی سند صحیح ہے)۔

(مسند ابوداؤد الطیالسی: ۶۹۶، دارالکتب العلمیہ بیروت: ۱۴۲۵ھ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۵ ص ۵۳-۵۲، مسند احمد: ۷۸۹۷، شرح السنہ: ۲۸۲۹، صحیح

ابن حبان: ۶۸۲۷، المستدرک ج ۴ ص ۳۵۳-۳۵۲، سیر اعلام النبلاء ج ۷ ص ۱۳۶-۱۳۵)

(۳) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب تک حبشی تم کو ترک کیے ہوئے ہیں تم بھی ان کو ترک

کر دو کیونکہ کعبہ کے خزانہ کو صرف چھوٹی ٹانگوں والے حبشی نکال لیں گے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۳۰۹-۳۳۰۳، مسند احمد ج ۵ ص ۷۱، المستدرک ج ۴ ص ۳۵۳، تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۳۰۳، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۳۰۳، مشکوٰۃ: ۵۳۲۹، کنز العمال: ۱۰۹۳۵)

(۴) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ دو چھوٹی پنڈلیوں والے حبشی کعبہ کو تباہ کر دیں گے وہ اس کے زیورات چھین لیں گے اور اس کا غلاف اتار دیں گے ان کے سر کنبے ہوں گے اور ننگیں نیزھی ہوں گی وہ ہتھوڑی اور کلہاڑی سے اس پر ضرب لگائیں گے۔

(اخبار مکہ للازرقی ص ۷۳۳ سنن ابوداؤد: ۴۳۰۹ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۵ ص ۷۷ مصنف عبد الرزاق: ۹۱۷۸-۹۱۷۹ مجمع الزوائد ج ۳

ص ۲۹۸ مسند احمد ج ۲ ص ۲۲۰ طبع قدیم مسند احمد: ۷۰۵۳ ج ۱۱ ص ۶۲۹-۶۲۸ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو مامون قرار دیا ہے پھر حجاج، قرامطہ اور حبشی کعبہ کی تخریب پر کس طرح قادر ہوئے؟

علامہ عبدالرحمان بن علی بن محمد الجوزی المتوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں اصحاب الفیل (ہاتھی والوں) سے کعبہ کی حفاظت کی گئی اور زمانہ اسلام میں حجاج اور قرامطہ سے کعبہ کی حفاظت نہیں کی گئی اسی طرح آخر زمانہ میں حبشی کعبہ کو نقصان پہنچائیں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہاتھیوں کو کعبہ تک پہنچنے سے روکنا ہمارے نبی ﷺ کی نبوت کی علامت اور دلیل تھی کیونکہ اس وقت اہل کعبہ وادی کے رہنے والے تھے تو اس کی حفاظت کی گئی تاکہ وہ لوگ اللہ کی نعمت کو پہچانیں کہ بغیر قتال کے کعبہ کی حفاظت کی گئی پس جب ان میں سے نبی ظاہر ہو گئے تو ان پر حجت قوی ہو گئی کیونکہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے اس دلیل کا مشاہدہ کر لیا تھا۔

(مسند المشکل ج ۲ ص ۳۳۰ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد یعنی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: حرم امن والا ہے۔ (القصص: ۵۷) اور جب حبشی حرم کو تباہ کر دیں گے تو یہ اس آیت کے منافی ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حرم دائماً اور تمام اوقات میں مامون نہیں ہے بلکہ اگر کسی وقت بھی وہ مامون (امن والا) ہو تو اس کا مامون ہونا صادق آجائے گا۔ اگر وہ کس وقت میں مامون نہ ہے تو یہ اس کے منافی نہیں ہوگا۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نے ایک رحمت میرے لیے مکہ (یعنی قتال کو) اعلان کر دیا پھر اس کی حرمت قیامت تک کے لیے لوٹ آئی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قتال کی حرمت کا حکم قیامت تک کے لیے باقی ہے البتہ یزید کے زمانہ میں اس حکم کی مخالفت کی گئی اور جرج بن یوسف نے مکہ پر حملہ کر کے اس حرمت کو پامال کیا اور وہ گناہ گار ہوئے۔ قاضی عیاض نے کہا ہے کہ حرم قیامت تک کے لیے مامون نہ ہے اور چھوٹی پنڈلیوں والے حبشیوں کا جبکہ تمام اس عموم سے استثنیٰ ہے۔

(عمدة القاری ج ۹ ص ۳۳۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۷۱۷۸-ج ۷ ص ۷۷۵ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۵۹۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا. وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ هُوَ ابْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي خَفْصَةَ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كَانُوا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الليث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (ح) اور مجھے محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عبد اللہ نے خبر دی وہ ابن المبارک ہیں انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن ابی خفصہ نے خبر دی از الزہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں

بَصُومُونَ عَاشُورَاءَ قَبْلَ أَنْ يَفْرَضَ رَمَضَانُ وَكَانَ
يَوْمًا تُشْتَرَفِيهِ الْكُفَّةُ فَلَمَّا فَرَضَ اللَّهُ رَمَضَانَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَاءَ أَنْ يَصُومَهُ
فَلْيَصُومَهُ وَمَنْ شَاءَ أَنْ يَتْرُكَهُ فَلْيَتْرُكْهُ
[اطراف الحديث: ۱۸۹۳-۲۰۰۱-۲۰۰۲-۳۸۳۱-۳۵۰۲-۳۵۰۳]

کہ لوگ رمضان کے فرض کیے جانے سے پہلے دس محرم کا روزہ
رکھتے تھے اور یہ وہ دن تھا جس دن کعبہ پر غلام چڑھایا جاتا تھا پھر
جب اللہ نے رمضان (کے روزے) فرض کر دیے تو رسول اللہ
ﷺ نے فرمایا: جو دس محرم کا روزہ رکھنا چاہے وہ اس دن کا روزہ
رکھے اور جو اس کو ترک کرنا چاہے تو وہ اس کو ترک کر دے۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) یحییٰ بن کبیر ابو زکریاء الحزومی (۲) لیث بن سعد (۳) عقیل بن خالد (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) عروہ بن
الزہیر بن العوام (۶) محمد بن مقاتل ابوالحسن مجاہد مکہ (۷) عبد اللہ بن المبارک (۸) محمد بن ابی حفصہ ان کا نام میسرہ ہے (۹) حضرت
ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۳۳۵)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ مشرکین ہمیشہ سے کعبہ کی تعظیم کرتے تھے اس پر خلاف
چڑھاتے تھے اور اس کے سامنے اس طرح ادب سے کھڑے ہوتے تھے جس طرح مسلمان ادب سے کھڑے ہوتے ہیں اور اس کی
تعظیم اور حرمت سے یہ بھی ہے کہ وہ ہر مال دس محرم د کعبہ پر غلاف لٹا دیتے تھے اور اس پر عید میں بھی دس محرم کا ذکر ہے۔

غلاف کعبہ کی تاریخ

غلامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۳۴۹ھ لکھتے ہیں:

ابن جریج نے کہا: ہمارے بعض علماء نے زعم ہے کہ سب سے پہلے جس نے غلاف چڑھایا وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں
ابن جریج نے کہا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ سب سے پہلے نبی کریم ﷺ نے غلاف چڑھایا تھا اس کے بعد ہر زمانہ میں بادشاہ کعبہ پر عمدہ اور
نقیس کپڑے لٹکاتے رہے اور تبرک کے حصوں کے لیے اس پر سونا چاندی پڑساتے رہے تھے اس پر اتنا زیادہ سونا اور چاندی تھی کہ
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اب اس پر مزید سونا اور چاندی چڑھانے کی ضرورت نہیں ہے۔

(شرح ابن بطل ج ۳ ص ۲۴۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد نے حدیث بیان
کی انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی انہوں
نے کہا: ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان کی از الحجاج بن حجاج از قتادہ
از عبد اللہ بن ابی عتبہ از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ
آپ نے فرمایا: یا جوج اور ماجوج کے خروج کے بعد (بھی) ضرور
بیت اللہ کاج کیا جائے گا اور عمرہ کیا جائے گا۔ ابان اور عمران نے
عبد اللہ بن ابی عتبہ کی متابعت کی ہے از قتادہ اور عبد الرحمان نے
کہا از شعبہ: انہوں نے بیان کیا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہو
گی حتیٰ کہ بیت اللہ کاج کیا جائے گا اور پہلی روایت اکثر سے مردی

۱۵۹۳ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا
إِسْرَافِيلُ عَنْ الْحَجَّاجِ بْنِ حَجَّاجٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ
عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي عُتْبَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ رَضِيَ
اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لِيُحَجَّجَنَّ الْبَيْتُ وَلِيُعْتَمَرَ بَعْدَ خُرُوجِ يَاجُوجَ
وَمَا جُوجَ. تَابَعَهُ ابْنُ وَهْبٍ وَابْنُ عَمْرٍاءُ عَنْ قَتَادَةَ. وَقَالَ عَبْدُ
الرَّحْمَنِ عَنْ شُعْبَةَ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى لَا
يُحَجَّجَ الْبَيْتُ. وَالْأَوَّلُ أَكْثَرُ سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَبْدَ اللَّهِ
وَعَبْدَ اللَّهِ أَبَا سَعِيدٍ.

ہے۔ قتادہ نے عبد اللہ سے سماع کیا ہے اور عبد اللہ نے ابوسعید سے۔

اس حدیث کی روایت میں بھی امام بخاری منفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن ابی عمرو ان کا نام حفص بن عبد اللہ بن راشد ابو علی السلمی ہے یہ ۵۲۶۰ میں فوت ہو گئے تھے (۲) ان کے والد حفص ابو عمرو یہ نیشاپور کے قاضی تھے (۳) ابراہیم بن طہمان ابوسعید (۴) الحجاج بن الحجاج الاسلمی الباہلی الاحول (۵) قتادہ بن دعامہ (۶) عبد اللہ بن ابی عتبہ مولیٰ حضرت انس بن مالک (۷) حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ ان کا نام سعد بن مالک ہے۔

(عمدة القاری ج ۹ ص ۷۳۳)

یاجوج اور ماجوج کی تعریف

یاجوج اور ماجوج کے متعلق علامہ عینی نے لکھا ہے کہ یاجوج ترک سے ہیں اور ماجوج جیل اور دیلم سے ہیں ایک قول یہ ہے کہ یہ دو قسمیں ہیں ایک کا بہت لباقد ہے اور دوسری کا بہت چھوٹا قد ہے۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۳۳۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

* یاجوج اور ماجوج کے متعلق ہم نے 'شرح صحیح مسلم' ۱۰: ۷۱- ج ۷ ص ۷۸۳-۷۸۴ میں اور تفسیر تبیان القرآن ج ۷ سورۃ الکہف: ۱۰۱-۸۳ کے تحت بہت تفصیل سے ساتھ ساتھ دہار - خطہ فرس

کے پر غلاف چڑھانا

۴۸ - بَابُ كِسْوَةِ الْكُعْبَةِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن عبد الوہاب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن الحارث نے بیان کیا۔ ہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں واصل الاحدب نے حدیث بیان کی از ابو داؤد انہوں نے کہا: میں شیبہ کی طرف گیا (ح) اور ہمیں قبیسہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از واصل زابی انہوں نے کہا: میں شیبہ کے ساتھ کعبہ میں کرسی پر بیٹھا تھا اس پر بیٹھنے کے بلکہ پر اس پر بیٹھنے کے بعد نبی اللہ جیسے تھے پھر حضرت عمرؓ نے ہمارے ارادہ کیا ہے کہ میں ہر درہم اور دینار کو تقسیم کر دوں شیبہ نے کہا: آپ کے دو صاحبوں (نبی اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ) نے تو ایسا نہیں کیا تھا حضرت عمرؓ نے کہا: میں ان ہی دو مردوں کی توافقتاء کرتا ہوں۔

۱۵۹۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا وَاصِلُ الْأَحْذَبِ عَنْ أَبِي بِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِلَى شَيْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا قَبِيصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ وَاصِلٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ جَلَسْتُ مَعَ شَيْبَةَ عَلَى الْكُرْسِيِّ فِي الْكُعْبَةِ فَقَالَ لَقَدْ جَلَسَ هَذَا الْمَجْلِسُ عُمَرُ بْنُ الْكَافَرِ عَنْ عُمَرَ فَقَالَ لَقَدْ جَلَسَ هَذَا الْمَجْلِسُ أَدْعَ فَيَنْبَا صَفْرَاءَ وَلَا يَنْبَا إِرْقَانِيَّةً. ثُمَّ إِنَّ صَاحِبِيكَ لَمْ يَفْعَلَا قَالَ هُمَا الْمَرَّانِ أَقْتَدِي بِهِمَا.

[طرف الحدیث: ۷۲۷۵]

(سنن ابوداؤد: ۲۰۳۱ سنن ابن ماجہ: ۳۱۱۶ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۳۴۰ المعجم الکبیر: ۷۱۹۶ سند احمد ج ۳ ص ۴۱۰ طبع قدیم سند احمد:

۱۵۳۸۲- ج ۲۳ ص ۱۰۲ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن عبد الوہاب ابو محمد الحنفی (۲) خالد بن الحارث ابو عبد اللہ الحنفی (۳) سفیان الثوری (۴) واصل بن حیان الاحدب

الاسدی (۵) ابو اہل شقیق بن سلمہ (۶) شیبہ بن عثمان الجحی العبدری رضی اللہ عنہ یہ فتح مکہ کے دن اسلام لائے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اور ان کے عم زاد حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کو کعبہ کی چابی دی تھی اور فرمایا تھا: اے ابو طلحہ کی اولاد! تم ہمیشہ ہمیشہ کے لیے قیامت تک ان چابیوں کو اپنے پاس رکھو صرف کوئی ظالم شخص ہی تم سے یہ چابیاں لے گا اور یہ چابیاں اب بنو شیبہ کے ہاتھ میں ہیں شیبہ بن عثمان ۵۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۷) قبیسہ بن عقبہ ابو عامر السدائی (۸) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۳۳۹)

اس اعتراض کے متعدد جوابات کہ یہ حدیث عنوان کے مطابق نہیں ہے

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ اس میں غلاف کعبہ کا ذکر نہیں ہے، سو یہ حدیث عنوان کے مطابق نہیں؟ اس کے جواب میں یہ کہا گیا ہے کہ اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت حسب ذیل وجوہ سے ہے:

(۱) یہ بات مشہور ہے کہ ہر زمانہ میں بادشاہ سونے سے مزین کچھ ریشمی کپڑوں کے غلاف کعبہ پر چڑھا کر فخر کرتے تھے جس طرح وہ کعبہ پر پردے لٹکا کر فخر کرتے تھے امام بخاری نے یہ ارادہ کیا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے سمجھا کہ جس طرح کعبہ پر چڑھائے جانے والے سونے اور چاندی کو تقسیم کرنا درست ہے اسی طرح کعبہ کے پردوں کا حکم بھی مال کی طرح ہے اور ان کو تقسیم کرنا بھی جائز ہے بلکہ فاضل کپڑوں کو تقسیم کرنا زیادہ لائق ہے۔

(۲) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ امام بخاری کا مقصد اس پر متنبہ کرنا ہو کہ کعبہ ثلاثہ چڑھانا مشروع ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ کعبہ کی زینت کے لیے ہمیشہ کعبہ پر ماں ندر کیا جاتا رہا تھا اور غلاف پہننے کی قبیل سے ہے۔

(۳) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ امام بخاری نے غلاف کعبہ کو حصہ ۷۰۰۰۰ کے مال سے مستنبط کر لیا ہو کہ میں اس وقت تک نہیں نکلوں گا جب تک کہ میں کعبہ کے مال کو تقسیم نہ کر دوں سو ہر وہ چیز جس سے تمول حاصل کیا جائے وہ مال ہے اور غلاف اور پردوں کے کپڑے بھی اسی میں داخل ہیں۔

(۴) جس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کرسی پر تھے، وقت کعبہ بگلا ہوا تھا، اور چونکہ حضرت عمر نے اس پر انکار نہیں کیا اور اس کو برقرار رکھا، اس سے معلوم ہوا کہ کعبہ پر غلاف چڑھانا جائز ہے۔

(۵) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث مختصر ہو اور اس میں خلاف کعبہ کا ذکر نہ کیا گیا ہو۔

کرسی کا معزز اور کعبہ کے غلاف کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا طرزِ عمل

علامہ: الدیہ بن حم بن خنیفہ بن قنفیہ بن ۸۵۵ھ

اس حدیث میں مدور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کرسی پر بیٹھے تھے علامہ عینی نے زائد کیا ہے کہ کرسی اور تخت میں یہ فرق ہے کہ تخت پر بیٹھنے کے بعد تخت پر بیٹھنے والے سے زائد جگہ ہوتی ہے اور کرسی پر بیٹھنے کے بعد بیٹھنے والے سے زائد جگہ نہیں بچتی۔ (کرسی پر بیٹھنے کی مفصل تحقیق ہم نے اپنی تفسیر 'تبیان القرآن' میں البقرہ: ۲۵۵ کے تحت کر دی ہے، حوالہ کے لیے تبیان القرآن ج ۱ ص ۹۷۶-۹۷۷ کا مطالعہ فرمائیں)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں ہر دینار اور درہم کو تقسیم کر دوں، علامہ ابن جوزی نے کہا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ کعبہ کی تعظیم کے لیے کعبہ میں سونا اور چاندی نذر کرتے تھے، حضرت عمر نے فرمایا: میں اس کرسی سے اس وقت تک نہیں اٹھوں گا جب کہ اس مال کو فقراء مسلمین کے درمیان تقسیم نہ کر دوں۔

شیبہ نے حضرت عمرؓ پر اعتراض کیا کہ نبی ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ نے تو کعبہ کے مال کو فقراءِ مسلمین میں تقسیم نہیں کیا تھا، حضرت

الثَّيْتُ عَنْ يُونُسَ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَرِّبُ الْكُفَّةَ ذُو الشَّوَيْتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ.

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الیث نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب از سعید بن المسیب کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چھوٹی اور پتلی پنڈلیوں والا حبشی کعبہ کو تباہ کر دے گا۔

ان دونوں حدیثوں کی شرح صحیح البخاری: ۱۵۹۱ میں گزر چکی ہے۔

اخیر زمانہ میں کعبہ کو گرائے جانے کی حکمت

قرب قیامت میں کعبہ کو ایک حبشی گرا دے گا اس کی وجہ یہ ہے کہ جس چیز کے متعلق لوگوں کا یہ گمان ہو کہ یہ سب سے بلند اور بڑی اور ناقابلِ تسخیر ہے اللہ تعالیٰ اس کو کسی موقع پر سرنگوں کر دیتا ہے تاکہ یہ واضح ہو کہ مطلقاً کبریائی اور بلندی صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے حدیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی دشمنی کا نام العنشاء تھا وہ ہمیشہ سب سے آگے رہتی تھی اور کوئی اونٹ اس سے آگے نہیں نکل پاتا تھا ایک اعرابی اپنے اونٹ پر آیا اور وہ العنشاء سے آگے نکل گیا مسلمانوں پر یہ بہت شاق گزرا جب نبی ﷺ نے ان کے چہروں کے تاثرات دیکھے تو آپ نے فرمایا: اللہ پر یہ حق ہے کہ جو چیز بھی دنیا میں سر بلند ہو وہ اس کو پست کر دے۔ (سنن نسائی: ۳۵۸۷، صحیح البخاری: ۲۸۷۰، سنن ابوداؤد: ۱۰۳، سنن بیہقی: ۱، مشکوٰۃ: ۳۸۷۱، کنز العمال: ۳۳۰۹۷، مسند احمد ج ۳ ص ۲۵۳-۱۰۳ طبع قدیم)

حافظ ابن حجر عسقلانی اور حافظ بدرالدین عینی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ ہر وہ چیز جو دنیا میں سر بلند ہو وہ سرنگوں ہو جاتی ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۲۸۳، عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۲۸)

اسی طرح خانہ کعبہ کی عزت اور حرمت سے ۱۰۰۰ سال پہلے یاد ہے کہ وہ گرائے گی لیکن قرب قیامت میں اس کو ایک حبشی کے ہاتھوں تباہ کر دیا جائے گا۔

محمد علی کھلے جو مشہور باکسر تھا لوگ اس کو ناقابلِ تسخیر سمجھتے تھے لیکن وہ ۱۵ فروری ۱۹۷۸ء کو لیون اسٹینکز (Leon Stinkz) سے ورلڈ ہیوز میٹ باکسنگ کا اعزاز ہار گیا۔ (ویڈیو: اندر پیدیا) کے علاوہ جہانگیر خان جو اسکو اش کا ناقابلِ تسخیر سمجھا جاتا تھا اس کو آسٹریلیا کے ایک کرکٹر کے ہاتھوں ۵۷۵ رنز کے مددگار کے طور پر دھوکا دیا گیا۔ ایک زمانہ میں اس کو ناقابلِ تسخیر سمجھا جاتا تھا لیکن وہ ہار گئے۔ طانیہ کے ہاتھوں ہار جاتا ہے۔ لی سلطنت میں کبھی سورج غروب نہیں ہوتا لیکن وہ بھی سمٹ کر ایک جزیرہ میں محدود ہو گیا ہے روس کو بہت بڑی طاقت سمجھا جاتا تھا لیکن اس پر بھی زوال آچکا ہے اب امریکا کو سپر پاور سمجھا جاتا ہے اور ان شاء اللہ کسی دن وہ بھی سرنگوں ہو جائے گا۔ غرض یہ کہ دنیا میں جس کو بھی بڑی چیز سمجھا گیا وہ بالآخر ٹوٹ پھوٹ گئی۔ رہے نام اللہ کا!

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ لَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ (التقصیر: ۸۸)

اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اس کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے اسی کا حکم ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ○

○ حجر اسود کے متعلق جو ذکر کیا گیا ہے

۵۰۔ بَابُ مَا ذُكِرَ فِي الْحَبْرِ الْأَسْوَدِ

حجر اسود کعبہ کا ایک رکن (کونا) ہے یہ مشرقی جانب میں بیت اللہ کے دروازہ کے قریب ہے یہ زمین سے دو ہاتھ اور ایک ٹلٹ

اوپر ہے۔

۱۵۹۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا
سُفْيَانُ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَابِسِ بْنِ
رَبِيعَةَ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ جَاءَ إِلَى
الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ فَقَبَّلَهُ فَقَالَ إِنِّي أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا
تُضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلَوْ لَا أَنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَقْبَلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ. [اطراف الحديث: ۱۵۰۶-۱۶۱۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از الاعمش از ابراہیم از عابس بن ربیعہ از حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہ حجر اسود کے پاس آئے پس اس کو بوسا دیا پھر کہا: میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے تو نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع دے سکتا ہے اور اگر میں نے یہ نہ دیکھا ہوتا کہ نبی ﷺ تجھے بوسا دیتے تھے تو میں تجھے بوسا نہ دیتا۔

(صحیح مسلم: ۱۲۷۰، رقم المسلسل: ۳۰۱۳، سنن ابوداؤد: ۱۸۷۳، سنن ترمذی: ۸۶۱، سنن نسائی: ۲۹۳۴، سنن ابن ماجہ: ۲۹۴۳، سنن کبریٰ: ۳۹۱۸، مصنف عبدالرزاق: ۹۰۳۳، مسند الحمیدی: ۹، مسند الزہری: ۲۵۰، مسند احمد ج ۱ ص ۳۵، طبع قدیم مسند احمد: ۲۲۹، ج ۱ ص ۳۵۴، مؤسسة الرسالة: بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت واضح ہے کیونکہ اس میں حجر اسود کو بوسا دینے کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن کثیر ابو عبد اللہ العبدری (۲) سفیان (۳) سلیم (۴) الاعمش (۵) عابس بن ربیعہ (۶) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۳۴۳)

حضرت عمر نے جو کہا تھا کہ تو ایک پتھر ہے نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع دے سکتا ہے کے متعلق شارحین کی توجیہات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد یعنی منہاج ۱۵۵ لکھتے ہیں

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت عمر نے کہا: میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع دے سکتا ہے۔

شارحین نے اس میں بحث کی ہے کہ اس کلام سے حضرت عمر کی کیا مراد تھی!

محمد بن جریر طبری نے کہا: حضرت عمر نے یہ اس لیے کہا کہ لوگ بت پرستی سے نکلے تھے حضرت عمر کے یہ خطرہ ہوا کہ جاہل لوگ یہ مان لیں کہ حجر اسود، پوجنا لائق ہے جیسے کہ وہ زمانہ جاہلیت میں بتوں کی تعظیم کرتے تھے پس حضرت عمر نے یہ ارادہ کیا کہ ان کا حجر اسود کی تعظیم لٹا کر اللہ تعالیٰ کی تعظیم کی وجہ سے ہے اور نبی ﷺ کے حکم پر اس رے کی وجہ سے ہے اور یہ حج کے ان شعار میں سے ہے جن کی تعظیم کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور حجر اسود کی تعظیم اس طرح نہیں ہے جس طرح مشرکین اپنے بتوں کی تعظیم کرتے تھے کیونکہ وہ بتوں کی تعظیم بہ طور عبادت کرتے تھے اور ان کا یہ اعتقاد تھا کہ اگر وہ بتوں کی عبادت کریں گے تو یہ بت ان کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شفاعت کریں گے اور ان کو اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں گے پس حضرت عمر نے ان کے اس اعتقاد کی مخالفت پر تنبیہ کی کہ عبادت صرف اس کی کرنی چاہیے جو کسی کو نقصان اور نفع پہنچانے پر قادر ہو اور وہ صرف اللہ عزوجل کی ذات ہے جو واحد لا شریک ہے اور محبت طبری نے یہ کہا کہ حضرت عمر نے اپنے اس قول سے یہ بتایا کہ وہ رائے اور قیاس کی وجہ سے حجر اسود کی تعظیم نہیں کر رہے بلکہ ان کا یہ تعظیم کرنا محض اتباع رسول کی وجہ سے ہے جیسے کہ انہوں نے دل کرنے کے متعلق بھی اسی طرح کہا تھا۔

علامہ خطابی نے یہ کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں یہ فقہ ہے کہ نبی ﷺ کی اتباع واجب ہے خواہ آپ کے فعل

کی کوئی علت معلوم نہ ہو اور نہ عقل سے اس کا کوئی سبب دریافت ہو اور جس شخص کے پاس نبی ﷺ کا فعل پہنچ جائے اس پر اس فعل کے موافق عمل کرنا واجب ہے خواہ اس کا معنی اس کی سمجھ میں نہ آئے اور اس کی حکمت اسے معلوم نہ ہو اور یہ بات معلوم ہے کہ حجر اسود کو بوسا دینا اس کی تعظیم اور تکریم ہے اور اللہ تعالیٰ نے بعض پتھروں کو بعض دوسرے پتھروں پر فضیلت دی ہے۔ (جیسے زمین کے بعض حصوں کو دوسرے حصوں پر فضیلت دی ہے اور بعض راتوں اور بعض دنوں کو دوسری راتوں اور دوسرے دنوں پر فضیلت دی ہے جیسے حرمین شریفین زمین کے دوسرے علاقوں سے افضل ہیں اور رمضان کے ایام دوسرے ایام سے افضل ہیں اور شب میلاد شب معراج اور شب قدر دوسری راتوں سے افضل ہیں۔ سعیدی غفرلہ)

علامہ نووی نے کہا ہے کہ جس رکن (کوئے) میں حجر اسود نصب ہے اس کو بوسا دینے اور اس کی تعظیم کو جمع کرنے کی حکمت یہ ہے کہ وہ رکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر نصب ہے اور اس میں حجر اسود ہے اور رکن یمانی میں صرف تعظیم پر اقتصار ہے کیونکہ وہ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر ہے اور اس کو بوسا نہیں دیا جاتا اور باقی دو رکن جو مغربی جانب ہیں ان کو بوسا دیا جاتا ہے نہ ان کی تعظیم کی جاتی ہے کیونکہ ان میں دونوں چیزیں نہیں ہیں ان میں حجر اسود ہے اور نہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر ہیں۔

حضرت عمر کے اس قول سے حضرت علی کا اختلاف اور حضرت عمر کا رجوع کرنا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع دے سکتا ہے اُن کی مراد تھی کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر تو ایسا نہیں کر سکتا۔

حاکم نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم حضرت رضی اللہ عنہ سے سنا کہ جب انہوں نے طواف کر لیا تو وہ حجر اسود کی طرف متوجہ ہوئے پس کہا: میں خوب جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع دے سکتا ہے اور اگر میں نے یہ نہ دیکھا ہوتا کہ رسول اللہ ﷺ نے تجھے بوسا دیا ہے تو میں تجھے نہ دیتا پھر حضرت رضی اللہ عنہ نے اس کو بوسا دیا تب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بے شک یہ نقصان پہنچاتا ہے اور نفع دے سکتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس کا جواب دیا: تو حضرت علی نے کہا: اللہ عزوجل نے فرمایا:

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَى أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ (الاعراف: ۱۷۲)

اور (یاد کیجئے) جب آپ کے رب نے بنو آدم کی پشتوں کی نسل کو نکالا اور ان کو خود ان کے نفوس کے سامنے کھڑے ہوئے اور ان سے کہا: اے بنو آدم! میں تمہارا رب ہوں، کیا تم نے انہیں گواہی نہیں دی؟

اور اس کا وجہ یہ ہے کہ جب اللہ عزوجل نے بنو آدم کو پیدا کیا تو ان کی پیشانی پر اپنا ہاتھ جیسے برہان لکھا تھا کہ وہ رب ہے اور وہ بندے ہیں اور ان سے پکا وعدہ لیا اور اس کو ایک صحیفہ میں لکھ دیا اور اس پتھر کی دوا نکھیں اور زبان ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: منہ کھول! تو اس نے منہ کھولا پس وہ صحیفہ اس کے منہ میں ڈال دیا اور فرمایا: جو تجھ سے وفا کرے اس کے حق میں قیامت کے دن گواہی دینا اور بے شک میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن حجر اسود کو لایا جائے گا اور اس کی ایک زبان نکلی ہوئی ہوگی اور جو توحید کے ساتھ اس کی تعظیم کرے گا یہ اس کے حق میں گواہی دے گا پس اے امیر المؤمنین! یہ نقصان بھی پہنچائے گا اور نفع بھی پہنچائے گا پھر حضرت عمرؓ نے کہا: میں اس سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں کہ میں اس قوم میں ہوں جس میں اے ابوالحسن! تم نہ ہو۔ (المسند رک: ۱۷۲۵)

علامہ یحییٰ فرماتے ہیں: اس حدیث کی سند میں ایک راوی ہے: ابوہارون عمارہ بن جوین اور وہ ضعیف ہے۔

(عمدة القاری ج ۹ ص ۳۳۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حجر اسود کے فضائل میں احادیث

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رکن (حجر اسود) اور مقام (ابراہیم) جنت کے یاقوتوں میں سے دو یاقوت ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے نور کو منادیا اور اگر اس طرح نہ ہوتا تو یہ مشرق اور مغرب کے درمیان کو منور کر دیتے۔ (المستدرک: ۱۷۲۰ سنن ترمذی: ۸۷۸ صحیح ابن خزیمہ: ۲۷۳۲ صحیح ابن حبان: ۳۷۱۰ سنن کبریٰ ج ۵ ص ۷۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس پتھر کی ایک زبان ہے اور دو ہونٹ ہیں جو حق کے ساتھ اس کی تعظیم کرے گا یہ قیامت کے دن اس کے حق میں گواہی دے گا۔

(المستدرک: ۱۷۲۳ مسند احمد ج ۱ ص ۲۶۶ صحیح ابن خزیمہ: ۲۷۳۶-۲۷۳۵ سنن ترمذی: ۹۶۱ سنن ابن ماجہ: ۲۹۳۳ صحیح ابن حبان: ۳۷۱۱)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن رکن (حجر اسود) ابوقبیس پہاڑ سے زیادہ بڑا ہو کر آئے گا اس کی ایک زبان اور دو ہونٹ ہوں گے جو اخلاص کے ساتھ اس کی تعظیم کرے گا یہ اس سے کلام کرے گا اور یہ اللہ کا دایاں ہاتھ ہے اس کے ساتھ اللہ اپنی مخلوق سے مصافحہ کرے گا۔

(المستدرک: ۱۷۲۳ صحیح ابن خزیمہ: ۲۷۳۷ مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۲۲ المعجم الاوسط: ۵۶۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حجر اسود جنت کے پتھروں میں سے ہے۔

(مسند ابی یوسف: ۱۱۱۵ مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۲۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: حجر اسود جنت کے پتھروں میں سے ہے اور روئے زمین پر اس کے علاوہ اور کوئی جنت کی چیز نہیں ہے یہ پتھر (شیشے) کی طرح سفید تھا۔ ان روایات کے گناہوں نے اس کو مس نہ کیا ہوتا تو جو بیمار بھی اس کو چھوتا وہ تندرست ہو جاتا۔ (المعجم الاوسط: ۱۱۳۱۳۰ زاد المعاد ج ۳ ص ۲۲۳)

بیت اللہ کے دروازہ کو اندر سے بند کرنے کا جواز

۵۱۔ بَابُ إِغْلَاقِ الْبَيْتِ وَيُسَيِّئُ

اور بیت اللہ کے اندر ہر جہت میں نماز پڑھنے کا جواز

فِي أَيِّ نَوَاحِي الْبَيْتِ شَاءَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے

۱۵۹۸۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْإِسْمَاعِيلُ

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از

عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ عَدِ بْنِ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى

ابن شہاب از سالم از والد خود انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْتُ هُوَ وَأَسَامَةُ

مسلم بن شہاب حضرت اسامہ بن زید حضرت بلال اور حضرت عثمان بن

بْنُ زَيْدٍ وَبِلَالٌ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ فَأَغْلَقُوا عَلَيْهِمْ

طلحہ رضی اللہ عنہ بیت اللہ میں داخل ہوئے پھر ان پر دروازہ بند کر دیا

فَلَمَّا فَتَحُوا كُنْتُ أَوَّلَ مَنْ وَلَجَ فَلَقِيتُ بِكَلَالٍ

پس جب انہوں نے دروازہ کھولا تو سب سے پہلے میں داخل ہوا

فَسَأَلْتُهُ هَلْ صَلَّى فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

پھر میری حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی پس میں نے ان

وَسَلَّمَ؟ قَالَ نَعَمْ بَيْنَ الْعَمُودَيْنِ الْيَمَانِيِّينِ

سے سوال کیا: کیا اس میں رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی ہے؟

انہوں نے کہا: ہاں! دو یمنی ستونوں کے درمیان۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۹۷ میں گزر چکی ہے تاہم بعض اہم امور یہاں بیان کیے جا رہے ہیں:

کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

التوضیح میں مذکور ہے کہ امام شافعی نے کہا: جس شخص نے کعبہ کے اندر کسی بھی دیوار کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی تو اس کی نماز جائز ہے اور اگر کعبہ کا دروازہ بند ہو اور اس نے کعبہ کے دروازہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی پھر بھی اس کی نماز جائز ہے اور کعبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہو تو پھر اس کی نماز باطل ہے کیونکہ اس نے کسی چیز کی طرف منہ کر کے نماز نہیں پڑھی گویا کہ امام شافعی نے اس سے استدلال کیا ہے کہ جب نبی ﷺ نے کعبہ کے اندر نماز پڑھی تھی تو کعبہ کا دروازہ بند تھا اور یہ کہا جاتا ہے کہ آپ نے دروازہ اس لیے بند کیا تھا کہ لوگ بہت تھے اگر دروازہ کھلا ہوتا تو سب لوگ آپ کے پیچھے نماز پڑھتے اور کعبہ کے اندر نماز پڑھنا مناسک حج میں سے شمار ہوتا اس کی نظیر یہ ہے کہ آپ نے رمضان میں صرف تین راتیں تراویح پڑھی اور چوتھے روز آپ نے اس لیے تراویح نہیں پڑھی کہ مسلمانوں کا شوق دیکھ کر تراویح کو فرض نہ کر دیا جائے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ کعبہ کے اندر نماز پڑھنا جائز ہے خواہ فرض ہو یا نفل جمہور فقہاء کا یہی قول ہے امام شافعی کا بھی یہی مذہب ہے۔

امام مالک نے یہ کہا ہے کہ بیت اللہ اور حطیم میں نماز نہ پڑھی جائے خواہ فرض ہو یا طواف کی دو رکعتیں یا وتر ہو یا نماز فجر کی دو سنتیں ان کے علاوہ نوافل پڑھنے میں بلیز نہیں ہے۔

علامہ قرطبی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ امام مالک کے نزدیک بیت اللہ کے اندر نماز پڑھنا جائز ہے نہ سنتیں البتہ نفل پڑھے جاسکتے ہیں۔ اگر اس نے فرض پڑھ لیے ہیں اور ابھی نماز کا وقت ہے تو اس فرض کا اعادہ کیا جائے گا جیسے کوئی شخص غیر کعبہ کی طرف اپنے اجتہاد سے نماز پڑھے۔ (عمدة القاری ج ۲ ص ۳۳۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۲- بَابُ الصَّلَاةِ فِي الْكَعْبَةِ

کعبہ کے اندر نماز پڑھنا

۱۵۹۹- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّ اللَّهَ قَالَ أَخْبَرَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ إِذَا دَخَلَ الْكَعْبَةَ مَشَى قَبْلَ رَجَائِهِ حَتَّى يَخْرُجَ وَيَخْفِىَ الْبَيْتَ قَبْلَ الظُّهْرِ مَشَى حَتَّى يَخْرُجَ بَيْنَ رِجْلَيْهِ الَّذِي قَبْلَ وَجْهِهِ قَرِيبًا مِنْ ثَلَاثِ أَذْرُعَ فَيُصَلِّيُ يَتَوَخَّى الْمَكَانَ الَّذِي أَخْبَرَهُ بِلَالٌ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِيهِ وَلَيْسَ عَلَى أَحَدٍ بَأْسٌ أَنْ يُصَلِّيَ فِي أَيِّ نَوَاحِي الْبَيْتِ شَاءَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: موسیٰ بن عقبہ نے خبر دی از نافع از حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب وہ کعبہ کے اندر داخل ہوئے تو منہ کی سیدھے سامنے چلتے چلے گئے اور دروازہ کی طرف پیٹھ کر کے چلتے تھے کہ ان کے درمیان اور اس دیوار کے درمیان جو ان کے منہ کے سامنے ہوتی تقریباً تین ہاتھ کا فاصلہ ہوتا پھر وہ نماز پڑھنے کے لیے اس جگہ کو تلاش کرے جس کے متعلق حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے اس جگہ نماز پڑھی تھی اور کسی شخص پر کوئی حرج نہیں ہے وہ بیت اللہ کی جس جانب چاہے نماز پڑھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۹۷ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ جس جگہ نبی ﷺ نے نماز پڑھی ہو اس جگہ نماز پڑھنے کا جو مرتبہ اور ثواب ہے وہ کسی اور جگہ نماز پڑھنے کا ثواب اور مرتبہ نہیں ہے اسی لیے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس جگہ کو تلاش کر کے وہاں نماز پڑھتے تھے جہاں نبی ﷺ نے نماز پڑھی تھی۔

۵۳- بَابُ مَنْ لَمْ يَدْخُلِ الْكُعْبَةَ
وَمَكَانُ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَحُجُّ
كَثِيرًا وَلَا يَدْخُلُ.
جو شخص کعبہ کے اندر داخل نہیں ہوا
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بہت حج کرتے تھے اور کعبہ کے
اندر داخل نہیں ہوتے تھے۔

اس تعلیق کے موافق یہ حدیث ہے:

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ میں نے عطاء سے پوچھا: کیا تم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ تمہیں بیت اللہ کا طواف کرنے کا حکم دیا ہے اور اس میں داخل ہونے کا حکم نہیں دیا گیا؟ انہوں نے کہا: حضرت ابن عباس بیت اللہ میں داخل ہونے سے منع نہیں کرتے تھے۔ (صحیح مسلم: ۱۳۳۰ سنن نسائی: ۲۹۱۶)

۱۶۰۰- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ
اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ
بْنِ أَبِي أَوْفَى قَالَ إِعْتَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ، فَطَافَ بِالْبَيْتِ، وَصَلَّى خَلْفَ الْمَقَامِ
رَكْعَتَيْنِ، وَمَعَهُ مَنْ يَسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ
أَدْخُلْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكُعْبَةَ؟
قَالَ لَا. [اطراف الحديث: ۱۷۹۱-۳۱۸۸-۳۲۵۵]
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان
کی: انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں
نے: ہمیں اسماعیل بن ابی خالد نے حدیث بیان کی از حضرت
عبداللہ بن ابی اوفی کہ: رسول اللہ ﷺ وہاں کرتے ہیں کہ رسول اللہ
ﷺ نے عمرہ کیا، پس بیت اللہ کا طواف کیا اور مقام (ابراہیم)
کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی اور آپ کے ساتھ وہ صحابہ تھے جو آپ
کے لیے دروں سے ستر بنے ہوئے تھے پس ایک شخص نے پوچھا:
کیا رسول اللہ ﷺ کعبہ میں داخل ہوئے تھے؟ تو انہوں نے کہا:
نہیں!

اس حدیث کے رجال کا پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔

اس حدیث کا عنوان ہے: کعبہ میں نہ داخل ہونا۔ اس میں جو حدیثیں
آئی ہیں وہ سب صحیح ہیں۔

کعبہ کی تصویروں کو مٹانا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے کعبہ میں تصویروں کو دیکھا تو میں ڈول میں پانی لے کر آیا اور وہ
پانی تصویروں پر ڈالا گیا، نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہلاک کرے جو ایسی تصویریں بناتے ہیں جن کو وہ پیدا نہیں کر
سکتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں: ان لوگوں پر تعجب ہے جو کعبہ میں داخل ہوتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اجدال کے باوجود
کیسے سراپا پر اٹھاتے ہیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ کعبہ میں داخل ہوتے تو آپ کی نظر سجدہ کی جگہ سے تجاوز نہیں کرتی تھی۔

(شرح ابن بطل مال ج ۳ ص ۲۳۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ کعبہ میں تصویریں تھیں تو نبی ﷺ نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو ان تصویروں کے مٹانے کا حکم دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک کپڑا گیل کر کے ان تصویروں کو مٹا دیا، پھر رسول اللہ ﷺ کعبہ میں داخل ہوئے تو اس میں کوئی چیز نہیں تھی۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۳۹۶ طبع قدیم مسند احمد: ۱۵۲۶۱۔ ج ۲۳ ص ۴۰۹ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

٥٤ - بَابُ مَنْ كَثُرَ فِي نَوَاحِي الكُفَّةِ

١٦٠١ - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ
قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ قَالَ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ
رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَدِمَ أَبِي أَنْ يَدْخُلَ الْبَيْتَ وَفِيهِ
الْأَلِهَةُ، فَأَمَرَ بِهَا فَأُخْرِجَتْ، فَأَخْرَجُوا صُورَةَ إِبْرَاهِيمَ
وَأَسْمَاعِيلَ فِي أَيْدِيهِمَا الْأَزْلَامُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاتِلِيهِ اللَّهُ، أَمَا وَاللَّهِ لَنُذْ
عَلِمُوا أَنَّهُمَا لَمْ يَسْتَقِيمَا بِهِ قَطُّ لَنُدْخَسَ الْبَيْتُ،
فَكَبَّرَ فِي نَوَاجِيهِ، وَلَمْ يُصَلِّ فِيهِ.

جس نے کعبہ کی اطراف میں اللہ اکبر کہا
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث
بیان کی 'انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی '
انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی 'انہوں نے کہا:
ہمیں عکرمہ نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ
انہوں نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ مکہ میں آئے تو آپ
نے اس صورت میں کعبہ میں داخل ہونے سے انکار کر دیا کہ اس
میں برکت ہے پھر آپ کے حکم سے ان کو نکالا گیا پھر انہوں نے
برکت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی صورتوں کو نکالا جن کے
ہاتھوں میں تبرکت پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ ان
(مشرکین) کو ہلاک کر دے یہ خوب جانتے تھے کہ حضرت ابراہیم
اور حضرت اسماعیل علیہ السلام تیروں سے قسمت کا حال معلوم نہیں کیا
پھر آپ بیت اللہ میں داخل ہوئے اور اس کی اطراف میں کہا: اللہ
بزرگ اور وہاں نماز نہیں پڑھی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۹۸ میں گزر چکی ہے، البتہ بعض امور کی وضاحت کی جا رہی ہے:

مشرکین کا تہروں سے فال نکالنا

اس حدیث میں تائیدوں کا رشتہ ان شرکیہ قسمت و سال معلوم کرنے سے شرکیہ ساتھیوں میں کسی پر یہ لکھ دیا تھا کہ یہ کام کرو۔ در کسی پر لکھ دیا تھا: یہ کام نہ کرو۔ جب ان میں سے دلی کسی سفر پر جانے کا ارادہ نہ کیا تو اس سے مدد نہ کرنا تو پہلے وہ ان تیروں سے کوئی تیراٹھاتا، اگر اس پر لکھا ہوتا: یہ کام کرو تو وہ سفر پر روانہ ہو جاتا اور اگر یہ لکھا ہوتا: یہ کام نہ کرو تو وہ اس سفر پر جانے سے رک جاتا، اور اگر کسی اور قسم کا تیر لکھتا تو پھر وہ بار بار تیراٹھاتا رہتا حتیٰ کہ کسی تیر پر یہ لکھا ہوا مل جاتا ہے کہ یہ کام کرو یا یہ کام نہ کرو۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۷۴۸، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٥٥ - بَابُ كَيْفَ كَانَ بَدْءُ الرَّمْلِ

رمل کا معنی ہے: تیز تیز چلتے ہوئے کندھے ہلانا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے

حَمَّادٌ، هُوَ ابْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی ہو

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی ہو

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ فَقَالَ الْمُشْرِكُونَ إِنَّهُ يَفْقَدُكُمْ عَلَيْكُمْ وَقَدْ وَهَنَهُمْ حُمَى يَشْرَبُ فَأَمَرَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَرْمُلُوا الْأَشْوَاطَ الثَّلَاثَةَ وَأَنْ يَمْشُوا مَا بَيْنَ الرُّكْنَيْنِ وَلَمْ يَمْنَعَهُ أَنْ يَأْمُرَهُمْ أَنْ يَرْمُلُوا الْأَشْوَاطَ كُلَّهَا إِلَّا الْإِبْقَاءُ عَلَيْهِمْ. [طرف الحديث: ۳۲۵۶]

ابن زید ہیں از ایوب از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب (مکہ میں) آئے تو مشرکین نے کہا: تمہارے پاس ایسا وفد آیا ہے جس کو یثرب کے بخار نے کم زور کر دیا ہے تب نبی ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ وہ طواف کے پہلے چکروں میں رمل کریں (کندھے ہلا ہلا کر دوڑتے ہوئے چلیں) اور دو رکعتوں کے درمیان عام رفتار سے چلیں اور ان کو اس سے منع نہیں کیا کہ وہ تمام چکروں میں رمل کریں مگر ان پر آسانی کے لیے۔

(صحیح مسلم: ۱۲۶۶، الرقم المسلسل: ۲۹۳۸، سنن ابوداؤد: ۱۸۸۶، سنن نسائی: ۲۹۳۲، سنن بیہقی ج ۵ ص ۸۲، صحیح ابن خزیرہ: ۲۷۲۰، مسند احمد ج ۱ ص ۲۹۰ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۶۳۹، ج ۴ ص ۳۸۸، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

طواف میں رمل کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ یا رمل کی یہ سنت ہے یا نہ کرنا جائز ہے یا یہ سنت نہیں ہے بلکہ یہ رمل کسی ضرورت کی وجہ سے تھا اور اب وہ ضرورت زائل ہو چکی ہے۔ امام جہادؒ نے کہا ہے: رمل سے روکنا ہے نہ کرے! چنانچہ حضرت عمرؓ حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا موقف یہ ہے کہ رمل کرنا سنت ہے امام ابو حنیفہؒ امام مالکؒ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کا بھی یہی قول ہے اور فقہاء تابعین میں سے طائفتوں سے بصری القاسم اور مالک کا بھی یہی نظریہ ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور جمہور علماء سے مروی ہے کہ حجر اسود سے حجر اسود تک رمل کیا جائے گا اور اس پر اجماع ہے۔ رمل نہ کرے گی کیونکہ اس سے ستر میں حرج ہوتا ہے اسی طرح وہ صفا اور مردہ کے درمیان سعی نہ بھی کرے گی اگر وہ طواف میں رمل کو اور صفا اور مردہ کے درمیان سعی میں دوڑنے کو ترک کر دیا تو امام مالک کا ایک قول یہ ہے کہ وہ اعادہ کرے گا اور دوسرا قول ہے: اعادہ نہیں کرے گا اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ کسی پر دم ہے یا نہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۳۰۷، دار الفکر، بیروت ۱۴۲۱ھ)

حج میں نبی ﷺ کی سنت کا پابندی

ایک دفعہ ایک علمی نشست کے دوران مولانا مجلس میں مفتی سید شجاعت علی قادری متونی ۹۹۳ھ نے کہا: مولانا نے اعتراض کیا ہے کہ حج تو سارا کا سارا حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت باجر رحمہما اللہ کے افعال کا نام ہے کعبہ کا طواف ہو یا صفا اور مردہ میں سعی ہو یا قربانی ہو اس میں ہمارے نبی ﷺ کا تو کوئی فعل نہیں ہے نہ آپ کی سنت ہے؟ میں نے کہا: اس میں ایک چیز ایسی ہے جو صرف نبی ﷺ کی سنت ہے! انہوں نے پوچھا: وہ کیا ہے؟ میں نے کہا: رمل! پھر سب حیران رہ گئے۔

جب کوئی مکہ میں آئے تو پہلے طواف میں حجر اسود کی تعظیم کرے اور تین چکروں میں رمل کرے

۵۶۔ بَابُ إِسْتِیْلَامِ الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ حِينَ يَفْقَدُ مَكَّةَ أَوَّلَ مَا يَطُوفُ وَيَرْمُلُ ثَلَاثًا

حجر اسود کی تعظیم سے مراد یہ ہے کہ اس کو بوسا دے اگر رش کی وجہ سے اس کو بوسا نہ دے سکے تو اس پر ہاتھ پھیر دے اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو ہاتھ سے اشارہ کر دے۔

۱۶۰۳ - حَدَّثَنَا أَصْبَغُ بْنُ الْفَرَجِ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ يَقْدُمُ مَكَّةَ إِذَا اسْتَلَمَ الرُّكْنَ الْأَسْوَدَ أَوَّلَ مَا يَطُوفُ يَخُوبُ ثَلَاثَةَ أَطْوَافٍ مِنَ الشَّبَعِ. [اطراف الحديث: ۱۶۰۳-۱۶۰۶-۱۶۱۷-۱۶۳۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اصبح بن الفرج نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب از سالم از والد خود رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا جب رسول اللہ ﷺ مکہ میں آئے تو آپ نے طواف کے پہلے چکر میں حجر اسود کی تعظیم کی اور سات چکروں میں سے تین چکر دوڑ دوڑ کر کیے۔

(صحیح مسلم: ۱۲۶۱، ارقم المسلسل: ۲۹۳، سنن ابوداؤد: ۱۸۹۳، سنن ابن ماجہ: ۲۹۵۰، سنن نسائی: ۲۹۳۹، سنن کبریٰ: ۳۹۳۸، سنن داری: ۵۷۶۰، مستدرج ۲ ص ۱۳ طبع قدیم، مستدرج ۳ ص ۸، ج ۳۶۱۸، ج ۸ ص ۲۳۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس جہد میں ہے: جب رسول اللہ ﷺ مکہ میں آئے تو آپ نے طواف کے پہلے چکر میں حجر اسود کی تعظیم کی۔

طوافِ قدوم طوافِ زیارت اور طوافِ وداع کا بیا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد یحییٰ متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جو شخص مسجد حرام میں داخل ہوا اس کے لیے سنت یہ ہے کہ وہ سب سے پہلے حجر اسود کو بوسا دے پھر اس کے بعد طوافِ قدوم کرے اور یہ وہ طواف ہے جس کے بعد بھی سے اور اس سے سنت تین چکر کرے طوافِ زیارت بھی اسی طرح ہے البتہ طوافِ وداع میں رمل اور سعی نہیں ہے۔

* باب مذکور کی یہ حدیث شرح صحیح ۲: ۱۹۲، ج ۳ ص ۳۸۵ پر مذکور ہے اس کی شرح کے یہ عنوان ہیں:

① رمل کی تعریف ② رمل کے احکام ③ تعارض کا جواب۔

حج اور عمرہ میں رمل کا

۵۷ بَابُ الرَّمْلِ فِي الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ

۱۶۰۴ - حَدَّثَنَا ابْنُ مَرْزُوقٍ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ نَعْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ سَعَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ أَشْوَاطٍ وَمَشَى أَرْبَعَةً فِي الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن شہاب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حج اور عمرہ کے (طواف میں) تین چکر دوڑ دوڑ کر کیے اور چار چکر (معمول کے مطابق) چل کر کیے۔

مرج کی متابعت لیٹ نے کی انہوں نے کہا: مجھے کثیر بن فرقہ عن نافع عن ابن عمر رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

مرج کی متابعت لیٹ نے کی انہوں نے کہا: مجھے کثیر بن فرقہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی ﷺ۔

اس حدیث کی شرح گزشتہ حدیث: ۱۶۰۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۶۰۵ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ لِلرُّكْنِ أَمَّا وَاللَّهِ إِنِّي لَا أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلَوْ لَا إِنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَلَمَكَ مَا اسْتَلَمْتُكَ فَاسْتَلَمَهُ ثُمَّ قَالَ مَا لَنَا وَلِلرَّمْلِ إِنَّمَا كُنَّا رَأَيْنَا بِهِ الْمُشْرِكِينَ وَقَدْ أَهْلَكَهُمُ اللَّهُ ثُمَّ قَالَ شَيْءٌ صَنَعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا نُحِبُّ أَنْ نَتْرُكَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے زید بن اسلم نے خبر دی از والد خود کہ حضرت عمر بن الخطاب نے حجر اسود سے فرمایا: بن! اللہ کی قسم! میں ضرور جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع دے سکتا ہے اگر میں نے یہ نہ دیکھا ہوتا کہ نبی ﷺ نے تجھے بوسا دیا ہے تو میں تجھے بوسا نہ دیتا پھر حضرت عمر نے اس کو بوسا دیا پھر کہا: ہمیں اب رمل کی کیا ضرورت ہے ہم صرف مشرکین کو دکھانے کے لیے رمل کرتے تھے اب اللہ نے ان کو ہلاک کر دیا ہے پھر کہا: جس کام کو نبی ﷺ نے کیا ہے ہم اس کو چھوڑنا پسند نہیں کرتے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۵۹۷ میں گزر چکی ہے۔

مشرکین کو دکھانے کے لیے رمل کرنے سے مراد ریا کاری نہیں بلکہ رمل سے اپنی طاقت دکھانا مراد ہے عبادت کو دکھانا مراد نہیں ہے اور عبادت کو دکھا کر ریا کاری ہوتی ہے۔

۱۶۰۶ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ مَا تَرَكْتُ إِسْلَامَ هَؤُلَاءِ الرُّكْنَيْنِ فِي شِدَّةٍ وَلَا رَخَاءٍ مُنْذُ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُهُمَا قُلْتُ لِنَافِعٍ أَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَمْشِي بَيْنَ الرُّكْنَيْنِ؟ قَالَ تَعَالَى كَانِ يَمْشِي لِيَكُونَ أَيْسَرًا لِسِتْلَائِهِمَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع از ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہ میں نے ان دو رکنوں حجر اسود و رکن ینبئ کی تعظیم کبھی ترک نہیں کی سختی میں نہ آسانی میں جب سے میں نے نبی ﷺ کو ان دونوں کی تعظیم کرتے ہوئے دیکھا ہے عبید اللہ نے کہا: میں نے نافع سے پوچھا: کیا حضرت ابن عمر ان دو رکنوں کے درمیان عام رفتار سے چلتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں وہ عام رفتار سے چلتے تھے تاکہ ان کی تعظیم کرنا آسان ہو۔

(صحیح مسلم: ۱۲۶۸، الرقم المسلسل: ۲۹۵۳، سنن نسائی: ۲۹۴۹، مسند ابویعلیٰ: ۵۸۱۱، المستدرک ج ۱ ص ۴۵۴، مسند احمد ج ۳ ص ۲، طبع قدیم: مسند

احمد: ۴۶۳ ج ۸ ص ۳۵، مؤسسة الرسالة: بیروت)

علامہ عینی اور علامہ عسقلانی کا حدیث مذکور کی عنوان کے ساتھ مطابقت بیان کرنے میں غلط توجیہ کرنا

علامہ بدرالدین محمد بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ نافع نے بتایا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ان دو رکنوں کے درمیان عام رفتار سے چلتے تھے اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ وہ باقی ارکان کے درمیان تیز رفتار سے چلتے تھے اور یہی رمل ہے اور اس باب کا

عنوان بھی حج اور عمرہ کے درمیان مل کرنا ہے۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۳۶۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

الاسماعیلی نے امام بخاری پر اعتراض کیا ہے کہ یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق نہیں ہے یعنی اس میں رمل کا ذکر نہیں ہے، حافظ عسقلانی اس کے جواب میں لکھتے ہیں: اس حدیث میں اتنی مقدار مذکور ہے جس کا باب کے عنوان سے تعلق ہے۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۱۷۵ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

مصنف کا علامہ عینی اور علامہ عسقلانی کی غلطی کو واضح کرنا

میں کہتا ہوں کہ الاسماعیلی کا اعتراض صحیح ہے اس باب کا عنوان رمل ہے اور اس حدیث میں رمل کا ذکر نہیں ہے اور علامہ عینی نے اس کی توجیہ میں یہ لکھا ہے کہ حضرت ابن عمر در کنوں میں عام رفتار سے چلتے تھے اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ وہ باقی ارکان میں تیز رفتار سے چلتے تھے اور یہی رمل ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ رمل نہیں ہے رمل یہ ہے کہ طواف کے تین چکروں میں بھاگ بھاگ کر اور کندھے ہلا ہلا کر چلا جائے اور باقی چار چکروں میں عام رفتار سے چلا جائے نہ یہ کہ حجر اسود اور رکن یمانی ان دور کنوں میں عام رفتار سے چلا جائے اور باقی ارکان یعنی رکن عراقی اور رکن شامی کے درمیان بھاگ بھاگ کر چلا جائے علامہ عینی اور حافظ عسقلانی علم کے پہاڑوں میں سے دو عظیم پہاڑ ہیں مگر یہ ان سے حاکم۔ سبکی اور انس۔ نے حدیث کے باب کے ساتھ مطابقت ثابت کرنے کی کوشش میں رمل کی تعریف کی طرف توجہ نہیں کی۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ اہل مکہ پر رمل ہے یا نہیں؟ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک اہل مکہ پر رمل واجب نہیں ہے۔ اور امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک اہل مکہ پر رمل کرنا مستحب ہے۔ (شرح ابن بطل مالک ج ۲ ص ۳۹۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ)

علامہ ابن بطل کی شرح کا آل۔ ہے کہ سرت ابن۔ نے رمل کیا تھا۔ مکہ وہ اہل مکہ سے تھے اور رمل مدینہ سے آ کر طواف کرنے والوں کے لیے سنت ہے اس۔ اس۔ بت۔ سید ہوئی ہے کہ اس۔ حدیث میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے رمل کا ذکر نہیں ہے اللہ تعالیٰ حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کے درجات بلند فرمائے انہوں نے اس حدیث کی شرح میں یہ کیسے لکھ دیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے رمل کیا تھا۔

* باب الزور۔ حدیث۔ شرح۔ ج ۳ ص ۲۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲ پر مذکور ہے۔ اس کی شرح میں بھی رمل کی تعریف اور اس کے احکام بیان کیے گئے ہیں۔

نعمۃ الباری کی تیسری جلد کا اختتام

الحمد لله رب العلمين والصلوة والسلام على سيدنا محمد خاتم النبيين فائد المرسلين شفيع المذنبين وعلى آله واصحابه وازواجه وذرياته وامته من المفسرين والمحدثين والفقهاء والمجتهدين اجمعين.

آج دس شعبان ۱۴۴۸ھ / ۲۳ اگست ۲۰۰۷ء کو نعمۃ الباری کی تیسری جلد مکمل ہو گئی اب تک مکمل ہونے والی جلدوں میں یہ جلد سب سے کم مدت میں مکمل ہوئی ہے سات، رجب ۲۰۰۷ء کو اس کی ابتداء ہوئی تھی اور آج تیس اگست ۲۰۰۷ء کو یہ مکمل ہو گئی یعنی یہ جلد پانچ ماہ سولہ دن میں مکمل ہو گئی اور یہ صرف اللہ عزوجل کے فضل و کرم سے ہو سکا ہے۔

اس جلد کا اختتام ”حج اور عمرہ میں رمل“ کے باب پر ہوا ہے اور ان شاء اللہ العزیز ”لائھی سے حجر اسود کی تعظیم“ کے باب سے نعمۃ

الباری کی چوتھی جلد کی ابتداء ہوگی اس جلد میں ۶۶۵ احادیث کی شرح ہوگئی ہے۔

اے مالک ارض و سماء! جس طرح آپ نے یہاں تک صحیح البخاری کی احادیث کی شرح کرادی ہے باقی احادیث کی شرح بھی مکمل کرادیں اور اس شرح کو متلاشیان حق کے لیے مشعل راہ بنادیں 'میری' میرے والدین 'میرے' اساتذہ 'میرے' تلامذہ اور میرے احباب خصوصاً مفتی فیض الرحمان 'مفتی اسماعیل نورانی' سید عمیر الحسن برنی 'صاحب زاوہ حبیب الرحمان (بریڈ فورڈ)' مولانا عبدالجید (برٹل) 'شیخ نجیب الدین (کراچی)' شفیق بھائی (کراچی) اور سید محسن اعجاز (لاہور) اور دیگر احباب کی مغفرت فرمائیں! مجھے ان سب کو اور میرے تمام قارئین کو دنیا اور آخرت کی تمام پریشانیوں 'مصائب اور آلام سے محفوظ رکھیں اور ہم سب کو محض اپنے فضل و کرم اور نبی ﷺ کی شفاعت سے بلا حساب و کتاب جنت الفردوس عطا فرمائیں اور دارین کی نعمتوں سے نوازیں۔

آمین یا رب العلمین بجاہ حبیبک سیدنا محمد سید الانبیاء والمرسلین۔

غلام رسول سعیدی غفرلہ

خادم الحدیث 'دارالعلوم نعیمیہ' بلاک ۱۵ 'فیڈرل بی ایریا'

عقب ایوب منزل 'کراچی۔ ۳۸'

دہاگل: ۰۹-۰۲-۳۰۰۰

۰۳۲۱-۲۰۲۱۷۴۴



نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری جلد ثالث کی ڈاڑی

تقویم میلادی	تقویم ہجری	دن	ایک ماہ کے صفحات	کل صفحات	تعداد حدیث
۷ مارچ ۲۰۰۷ء	۱۰ ابتداء کی گئی				
یکم اپریل ۲۰۰۷ء	۱۲ ربیع الاول ۱۴۲۸ھ	اتوار	۱۱۸	۱۱۸	۱۰۴۰
یکم مئی ۲۰۰۷ء	۱۲ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ	جمعرات	۱۴۷	۲۶۵	۱۱۹۲
یکم جون ۲۰۰۷ء	۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ	جمعہ	۱۱۳	۳۷۸	۱۳۰۷
یکم جولائی ۲۰۰۷ء	۱۵ جمادی الثانیہ ۱۴۲۸ھ	اتوار	۱۲۵	۵۰۳	۱۴۰۲
یکم اگست ۲۰۰۷ء	۱۶ رجب ۱۴۲۸ھ	بدھ	۱۲۲	۶۲۵	۱۵۰۰
۲۳ اگست ۲۰۰۷ء	۸ شعبان المعظم ۱۴۲۸ھ	جمعہ	۱۲۰	۷۴۵	۱۶۰۶



ماخذ و مراجع

کتب الہیہ

- ۱- قرآن مجید
- ۲- تورات
- ۳- انجیل

کتب احادیث

- ۴- امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت 'متوفی ۱۵۰ھ' مسند امام اعظم 'مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز' کراچی
- ۵- امام مالک بن انس اصبحی 'متوفی ۱۷۹ھ' موطا امام مالک 'مطبوعہ دار الفکر' بیروت ۱۴۰۹ھ
- ۶- امام عبد اللہ بن مبارک 'متوفی ۱۸۱ھ' کتاب الزید 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
- ۷- امام ابو یوسف یعقوب بن یزید 'متوفی ۸۳ھ' کتاب الآثار 'مطبوعہ مکتبہ اشرفیہ' ننگرہل
- ۸- امام محمد بن حسن شیبانی 'متوفی ۱۸۹ھ' موطا امام محمد 'مطبوعہ محمد بن عبد الرحمن خانہ تجارت' کتب کراچی
- ۹- امام محمد بن حسن شیبانی 'متوفی ۱۸۹ھ' کتاب الآثار 'مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی ۱۴۰۷ھ
- ۱۰- امام محمد بن ادریس شافعی 'متوفی ۲۰۴ھ' المسند 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۰۰ھ
- ۱۱- امام سلیمان بن داؤد الجارود التلمیذی 'متوفی ۲۰۴ھ' مسند ابوداؤد الطائسی 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۲۵ھ
- ۱۲- امام محمد بن عمر بن واقد 'متوفی ۲۰۷ھ' کتاب الخازن 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۰۴ھ
- ۱۳- امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی 'متوفی ۲۱۱ھ' مصنف عبد الرزاق 'مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت ۱۳۹۰ھ 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۲۱ھ
- ۱۴- امام عبد اللہ بن الزبیر حمیدی 'متوفی ۲۱۹ھ' المسند 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
- ۱۵- امام سعید بن منصور زامخانی 'متوفی ۲۲۲ھ' مسند سعید بن منصور 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
- ۱۶- امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ 'متوفی ۲۳۵ھ' المصنف 'مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی ۱۴۰۶ھ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۱۶ھ
- ۱۷- امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ 'متوفی ۲۳۵ھ' مصنف ابن ابی شیبہ 'مطبوعہ دار الوطن' بیروت ۱۴۱۸ھ
- ۱۸- امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ 'متوفی ۲۳۵ھ' مصنف ابن ابی شیبہ 'مطبوعہ مجلس علمی' بیروت ۱۴۲۷ھ
- ۱۹- امام احمد بن حنبل 'متوفی ۲۴۱ھ' المسند 'مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت ۱۳۹۸ھ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۱۳ھ 'دار احیاء التراث العربی' بیروت ۱۴۱۵ھ 'دار الفکر' بیروت ۱۴۱۵ھ 'مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت ۱۴۲۰ھ 'عالم الکتب' بیروت ۱۴۱۹ھ
- ۲۰- امام ابو عبد اللہ بن عبد الرحمن داری 'متوفی ۲۵۵ھ' سنن داری 'مطبوعہ دار الکتب العربی' ۱۴۰۷ھ 'دار المعرفۃ' بیروت

۱۳۲۰ھ

۲۱- امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۳۱۲ھ دارالرقم، بیروت

۲۲- امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ، الادب المفرد، مطبوعہ دارالمعرفہ، بیروت، ۱۳۱۲ھ

۲۳- امام ابو الحسن مسلم بن حجاج قشیری، متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکہ مکرمہ، ۱۳۱۷ھ

۲۴- امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ، مطبوعہ دارالفکر، بیروت، ۱۳۱۵ھ، دارالبحیل، بیروت

۱۳۱۸ھ

۲۵- امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۳۱۳ھ

۲۶- امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، متوفی ۲۷۵ھ، مراسیل ابو داؤد، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی

۲۷- امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، متوفی ۲۷۹ھ، سنن ترمذی، مطبوعہ دارالفکر، بیروت، ۱۳۱۳ھ، دارالبحیل، بیروت، ۱۹۹۸ء

۲۸- امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، متوفی ۲۷۹ھ، شمائل محمدیہ، مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ، مکہ مکرمہ، ۱۳۱۵ھ

۲۹- امام علی بن عمرو دارقطنی، متوفی ۲۸۵ھ، سنن دارقطنی، مطبوعہ نشر السنن، لبنان، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۳۱۷ھ

۳۰- امام ابن ابی عاصم، متوفی ۲۸۷ھ، اودا الشافعی، مطبوعہ دارالریاض، ۱۳۱۱ھ

۳۱- امام احمد عمرو بن عبد اللہ بن حاتم، متوفی ۲۹۲ھ، البحران، دارالحدیث، بیروت، ۱۳۱۲ھ، مطبوعہ مؤسسۃ القرآن، بیروت

۳۲- امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی، متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی، مطبوعہ دارالمعرفہ، بیروت، ۱۳۱۲ھ

۳۳- امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی، متوفی ۳۰۳ھ، عمل الیوم واللیلہ، مطبوعہ مؤسسۃ الکتب الثقافیہ، بیروت، ۱۳۰۸ھ

۳۴- امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی، متوفی ۳۰۳ھ، سنن کبریٰ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۳۱۱ھ

۳۵- امام ابو بکر محمد بن ہارون الرازی، متوفی ۳۰۷ھ، سنن الرازی، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۳۱۷ھ

۳۶- امام احمد بن علی الحنفی السیسی، متوفی ۳۰۸ھ، سنن احمد، مطبوعہ دارالحدیث، بیروت، ۱۳۰۴ھ

۳۷- امام عبد اللہ بن علی بن جارود نیشاپوری، متوفی ۳۰۷ھ، المنتقی، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۳۱۷ھ

۳۸- امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ، متوفی ۳۱۱ھ، صحیح ابن خزیمہ، مطبوعہ کتب اسلامی، بیروت، ۱۳۹۵ھ

۳۹- امام ابو حاتم شیبان بن اسحاق، متوفی ۳۱۶ھ، سنن ابو حاتم، مطبوعہ دارالحدیث، بیروت، ۱۳۱۲ھ

۴۰- امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی، متوفی ۳۲۱ھ، سنن الطحاوی، مطبوعہ دارالبلدیہ، ریاض، ۱۳۲۰ھ

۴۱- امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی، متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، پاکستان، لاہور، ۱۳۰۴ھ

۴۲- امام ابو جعفر محمد بن احمد الطحاوی، متوفی ۳۲۱ھ، مسند الطحاوی، مطبوعہ مکتبۃ الحرمین، الدبی، ۱۳۲۶ھ

۴۳- امام ابو جعفر محمد بن عمرو العقلمی، متوفی ۳۲۲ھ، کتاب الضعفاء الکبیر، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۳۱۸ھ

۴۴- امام ابو حاتم محمد بن حبان البستی، متوفی ۳۵۴ھ، الاحسان بہ ترتیب صحیح ابن حبان، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ، بیروت

۱۳۰۷ھ

۴۵- امام ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، متوفی ۳۶۰ھ، معجم صغیر، مطبوعہ مکتبۃ سلفیہ، مدینہ منورہ، ۱۳۸۸ھ، کتب اسلامی

بیروت ۱۴۰۵ھ

۴۶- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، التوفی ۳۶۰ھ، معجم اوسط، مطبوعہ مکتبۃ المعارف، ریاض، ۱۴۰۵ھ دارالفکر

بیروت ۱۴۲۰ھ

۴۷- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، التوفی ۳۶۰ھ، معجم کبیر، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت

۴۸- امام عبداللہ بن عدی الجرجانی، التوفی ۳۶۵ھ، الکامل فی ضعفاء الرجال، مطبوعہ دارالفکر، بیروت، دارالکتب العلمیہ، بیروت

۱۴۱۲ھ

۴۹- امام ابو حفظ عمر بن احمد المعروف بابن شاہین التوفی ۳۸۵ھ، الناخ والمسنوخ من الحدیث، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ

بیروت ۱۴۱۲ھ

۵۰- امام عبداللہ بن محمد بن جعفر المعروف بابی الشیخ، متوفی ۳۹۶ھ، کتاب العظمت، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت

۵۱- امام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری، متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک، مطبوعہ دارالباز، مکہ مکرمہ، مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت

۱۴۱۸ھ، المکتبہ العصریہ، بیروت ۱۴۲۰ھ

۵۲- امام ابو نعیم احمد بن عبداللہ اصہبانی، متوفی ۴۳۰ھ، حلیۃ الاولیاء، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۸ھ

۵۳- امام ابو نعیم احمد بن عبداللہ اصہبانی، متوفی ۴۳۰ھ، دلائل النبوة، مطبوعہ دارالنفائس، بیروت

۵۴- امام ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن ۴۷۸ھ، سنن، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت

۵۵- امام ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن ۴۷۸ھ، کتاب السماء والارض، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت

۵۶- امام ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن ۴۷۸ھ، معرفۃ السنن والآثار، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت

۵۷- امام ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن ۴۷۸ھ، دلائل النبوة، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۳ھ

۵۸- امام ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن ۴۷۸ھ، کتاب آداب، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۶ھ

۵۹- امام ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن ۴۷۸ھ، کتاب فضائل اوقات، مطبوعہ مکتبۃ المنارة، مکہ مکرمہ ۱۴۱۰ھ

۶۰- امام ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن ۴۷۸ھ، شعب الایمان، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۱ھ

۶۱- امام ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن ۴۷۸ھ، الجامع لشعب الایمان، مطبوعہ مکتبۃ الرشد، ریاض ۱۴۲۳ھ

۶۲- امام ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن ۴۷۸ھ، معجم کبیر، مطبوعہ دارالفکر، بیروت ۱۴۱۲ھ

۶۳- امام ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن ۴۷۸ھ، بیان العلم وفضله، مطبوعہ مکتبۃ العلمیہ، بیروت

۶۴- امام ابو شجاع شیرازی بن شہر دار بن شیرازی الدیلمی، التوفی ۵۰۹ھ، الفردوس، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت

۱۴۰۶ھ

۶۵- امام حسین بن مسعود بغوی، متوفی ۵۱۶ھ، شرح السنہ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۲ھ

۶۶- امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر، متوفی ۵۷۱ھ، تاریخ دمشق الکبیر، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۱ھ

۶۷- امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر، متوفی ۵۷۱ھ، تہذیب تاریخ دمشق، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت

۱۴۰۷ھ

۶۸- امام ابو الفرج عبدالرحمان بن علی بن محمد جوزی، متوفی ۵۹۷ھ، جامع السانید، مکتبۃ الرشد، ریاض ۱۴۲۶ھ

- ۶۹- امام محمد الدین المبارک بن محمد الشیبانی، المعروف بابن الاثیر الجزری، متوفی ۶۰۶ھ، جامع الاصول، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ
- ۷۰- امام زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری، المتوفی ۶۵۶ھ، الترغیب والترہیب، مطبوعہ دارالحدیث، قاہرہ، ۱۴۰۷ھ، دار ابن کثیر، بیروت، ۱۴۱۴ھ
- ۷۱- امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی، متوفی ۶۶۸ھ، التذکرۃ فی امور الآخرة، مطبوعہ دارالبخاری، مدینہ منورہ
- ۷۲- امام ولی الدین تبریزی، متوفی ۷۴۲ھ، مشکوٰۃ، مطبوعہ اصح المطابع دہلی، دار ارقم، بیروت
- ۷۳- حافظ جمال الدین عبداللہ بن یوسف زلیعی، متوفی ۷۶۲ھ، نصب الراية، مطبوعہ مجلس علمی سورۃ ہند، ۱۳۵۷ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ
- ۷۴- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر البیہقی، المتوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد، مطبوعہ دارالکتب العربی، بیروت، ۱۴۰۲ھ
- ۷۵- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر البیہقی، المتوفی ۸۰۷ھ، کشف الاستار، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۴۰۴ھ
- ۷۶- امام ابو العباس احمد بن ابوبکر بصری، شافعی، متوفی ۸۴۰ھ، اتحاف الخیرۃ المہرۃ بزوائد المسانید العشرہ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۴۲ھ
- ۷۷- حافظ علاء الدین بن علی بن عثمان بارونی، ترکمان، متوفی ۸۴۵ھ، المجاہد النقی، مطبوعہ نشر الملتان
- ۷۸- حافظ شمس الدین محمد بن احمد زہبی، متوفی ۸۴۶ھ، تخیص مستدرک، مطبوعہ مکتبہ دار الباز، مکہ مکرمہ
- ۷۹- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ، المسبب العالی، مطبوعہ مکتبہ دارالباز، مکہ مکرمہ
- ۸۰- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، الجامع الصغیر، مطبوعہ دارالمعرفہ، بیروت، ۱۳۹۱ھ، مکتبہ نزار، مصطفیٰ الباز، مکہ مکرمہ، ۱۴۲۰ھ
- ۸۱- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، جامع صغیر، مطبوعہ دارالافتاء، بیروت، ۱۴۱۴ھ
- ۸۲- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، مدار سافر، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ، دار ابن حزم، بیروت، ۱۴۱۴ھ
- ۸۳- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، جمع الجوامع، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ
- ۸۴- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، انصاف المبتدئ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۵ھ
- ۸۵- علامہ علی متقی، سنی، متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ، بیروت

کتاب تفاسیر

- ۸۶- امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۱ھ، جامع البیان، مطبوعہ دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۰۹ھ، دار الفکر، بیروت
- ۸۷- امام عبدالرحمن بن محمد بن ادیس بن ابی حاتم رازی، متوفی ۳۲۷ھ، تفسیر القرآن العزیز، مطبوعہ مکتبہ نزار، مصطفیٰ الباز، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۷ھ
- ۸۸- امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی، متوفی ۳۳۳ھ، تاویلات اہل السنۃ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ
- ۸۹- علامہ ابوالحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری، متوفی ۴۶۸ھ، الوسیط، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ

- ۹۰- امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ 'تفسیر کبیر' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۵ھ
- ۹۱- علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ 'الجامع لاحکام القرآن' مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ
- ۹۲- قاضی ابوالخیر عبد اللہ بن عمر بیضاوی شیرازی شافعی متوفی ۶۸۵ھ 'انوار التنزیل' مطبوعہ دار فراس للنشر والتوزیع مصر
- ۹۳- علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی متوفی ۷۱۰ھ 'مدارک التنزیل' مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور
- ۹۴- علامہ ابو الفضل سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ 'روح المعانی' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت دار الفکر بیروت ۱۴۱۷ھ
- ۹۵- شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۳ھ 'بیان القرآن' مطبوعہ تاج کمپنی لاہور
- ۹۶- شیخ محمود الحسن دیوبندی متوفی ۱۳۳۹ھ و شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ 'حاشیہ القرآن' مطبوعہ تاج کمپنی لمینڈ لاہور

کتب شروح حدیث

- ۹۷- علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطل مالکی اندلسی متوفی ۴۴۹ھ 'شرح صحیح البخاری' مطبوعہ مکتبہ الرشید ریاض ۱۴۲۰ھ
- ۹۸- حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ 'الاستیعاب' مطبوعہ دار الرسائل بیروت ۱۴۱۳ھ
- ۹۹- حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ 'تمہید' مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۲ھ 'ار الکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۱۹ھ
- ۱۰۰- قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ 'اکمال المعانی' مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۹ھ
- ۱۰۱- علامہ عبد الرحمن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ 'کشف المشکل علی صحیح البخاری' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۴۳ھ
- ۱۰۲- امام عبد العظیم بن عبد القوی منذری متوفی ۶۵۶ھ 'مختار من ابوداؤد' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت
- ۱۰۳- علامہ ابو عبد اللہ فضل اللہ الحسن الدیلمی متوفی ۶۱۰ھ 'تبیین المسیر فی شرح منہاج السنہ' مکتبہ نزار مصطفیٰ ۱۴۲۲ھ
- ۱۰۴- علامہ ابو العباس احمد بن عمر ابراہیم القرطبی المالکی المتوفی ۶۵۶ھ 'المفہم' مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت ۱۴۱۷ھ
- ۱۰۵- شیخ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ 'شرح مسلم' مطبوعہ دار نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ
- ۱۰۶- علامہ شرف الدین سیل بن محمد نسفی متوفی ۷۰۳ھ 'شرح الطبیعی' مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۳ھ
- ۱۰۷- علامہ ابن ربیع حنفی متوفی ۹۵ھ 'الباری دار ابن جوزی ریاض' ۱۴۱۷ھ
- ۱۰۸- علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلف وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ 'اکمال الکمال' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ
- ۱۰۹- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ 'فتح الباری' مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور دار الفکر بیروت ۱۴۲۰ھ
- ۱۱۰- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ 'نتائج الافکار فی تخریج الاحادیث الاذکار' دار ابن کثیر بیروت
- ۱۱۱- حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ 'عمدة القاری' مطبوعہ ادارة الطباعة المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ دار الکتب

العلمیہ ۱۴۲۱ھ

- ۱۱۲- حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ شرح سنن ابوداؤد مطبوعہ مکتبہ الرشید ریاض ۱۴۲۰ھ
- ۱۱۳- علامہ محمد بن محمد سنوی مالکی متوفی ۸۹۵ھ مکمل اکمال المعلم مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ
- ۱۱۴- علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ ارشاد الساری مطبوعہ مطبعہ مینہ مصر ۱۳۰۶ھ
- ۱۱۵- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ التوشیح علی الجامع الصحیح مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ
- ۱۱۶- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ الدیباچ علی صحیح مسلم بن حجاج مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۱۲ھ
- ۱۱۷- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ تنویر الحواکک مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ
- ۱۱۸- علامہ ابویحییٰ زکریا بن محمد انصاری متوفی ۹۲۶ھ تحفۃ الباری بشرح صحیح البخاری مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۵ھ
- ۱۱۹- علامہ عبدالرؤف مناوی شافعی متوفی ۱۰۰۳ھ فیض القدر مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت ۱۳۹۱ھ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ھ

- ۱۲۰- علامہ عبدالرؤف مناوی شافعی متوفی ۱۰۰۳ھ شرح الشاکل مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی
- ۱۲۱- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ جمع الوسائل مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی
- ۱۲۲- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ شرح نہدنی فیہ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۵ھ
- ۱۲۳- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ مرقات مطبوعہ مکتبہ دارالاحیاء التراث العربی بیروت ۱۳۹۰ھ
- ۱۲۴- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ الاسرار سرمدہ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۵ھ
- ۱۲۵- شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ لامع الدراری علی جامع البخاری مطبوعہ ایچ۔ ایم۔ سعید کمپنی
- ۱۲۶- شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۵۲ھ اشعۃ اللمعات مطبوعہ مطبعہ تاج کمار لاہور
- ۱۲۷- شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ تذکرۃ ابن تیمیہ مطبوعہ مطبعہ دارالاحیاء التراث العربی بیروت ۱۳۵۰ھ
- ۱۲۸- شیخ عبدالرحمن مبارک پوری متوفی ۱۳۱۵ھ تحفۃ الاحودی مطبوعہ شرائع مکتبہ دارالاحیاء التراث العربی بیروت

۱۴۱۹ھ

- ۱۲۹- شیخ انور کاشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ فیض الاری مطبوعہ مطبعہ دارالاحیاء التراث العربی بیروت ۱۳۷۵ھ
- ۱۳۰- شیخ شبیر محمد عثمانی متوفی ۱۳۷۰ھ فیض الاری مطبوعہ مطبعہ دارالاحیاء التراث العربی بیروت ۱۳۷۵ھ
- ۱۳۱- شیخ محمد بن زکریا بن محمد بن یحییٰ کاندھلوی او بزم السالک الی موطا مالک مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ
- ۱۳۲- شیخ محمد تقی عثمانی انعام الباری مطبوعہ مکتبہ المحراء
- ۱۳۳- شیخ سلیم اللہ خان کشف الباری مکتبہ فاروقیہ کراچی

کتب اسماء الرجال

- ۱۳۴- امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ التاريخ الکبیر مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ
- ۱۳۵- امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ منہج الامام النسائی فی الجرح والتعديل دارالاحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۳ھ

- ۱۳۶- امام ابو بکر احمد بن علی خطیب بغدادی، متوفی ۴۶۳ھ، تاریخ بغداد، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ
- ۱۳۷- حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف مزی، متوفی ۷۴۲ھ، تہذیب الکمال، مطبوعہ دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۳ھ
- ۱۳۸- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی، متوفی ۷۴۸ھ، میزان الاعتدال، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ
- ۱۳۹- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی، متوفی ۷۴۸ھ، الکاشف، مطبوعہ دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۸ھ
- ۱۴۰- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت
- ۱۴۱- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ، تقریب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت
- ۱۴۲- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، اللآلی المصنوعہ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ
- ۱۴۳- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، طبقات الحفاظ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۳ھ
- ۱۴۴- علامہ محمد بن طولون، متوفی ۹۵۳ھ، الشذرة فی الاحادیث المشتملة، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۳ھ
- ۱۴۵- علامہ محمد طاہر ثنی، متوفی ۹۸۶ھ، تذکرۃ الموضوعات، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۵ھ
- ۱۴۶- علامہ علی بن سلطان محمد القاری، المتوفی ۱۰۱۴ھ، موضوعات کبیر، مطبوعہ مطبع مجتہائی، دہلی
- ۱۴۷- علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی، متوفی ۱۱۶۳ھ، کشف الخفاء و مزیل الالباس، مطبوعہ مکتبۃ الخزانہ، دمشق

کتاب لغت

- ۱۴۸- امام اللغۃ خلیل احمد فراہیدی، متوفی ۱۷۵ھ، کتاب العین، مطبوعہ انتشارات اسوۃ ایران، ۱۴۱۴ھ
- ۱۴۹- علامہ اسماعیل بن حماد الجوهری، متوفی ۳۹۸ھ، الصحاح، مطبوعہ دارالعلم، بیروت، ۱۴۰۴ھ
- ۱۵۰- علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی، متوفی ۵۰۲ھ، المفردات، مطبوعہ مکتبۃ نزار، مصطفیٰ الباز، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۸ھ
- ۱۵۱- علامہ محمود بن عمر زرخشری، متوفی ۵۸۳ھ، الفائق، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ
- ۱۵۲- علامہ محمد بن اثیر الجزری، متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ
- ۱۵۳- علامہ محمد بن ابوبکر بن عبد الغفار رازی، متوفی ۶۶۰ھ، مختار الصحاح، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۹ھ
- ۱۵۴- علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ، تہذیب الاسماء واللغات، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت
- ۱۵۵- علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی، متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ، قم، ایران
- ۱۵۶- علامہ محمد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی، متوفی ۸۱۷ھ، القاموس المحیط، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی، بیروت
- ۱۵۷- علامہ محمد طاہر ثنی، متوفی ۹۸۶ھ، مجمع بحار الانوار، مطبوعہ مکتبۃ دارالایمان، المدینۃ المنورہ، ۱۴۱۵ھ
- ۱۵۸- علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی، متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ، مصر
- ۱۵۹- لوئیس معلوف الیسوی، متوفی ۱۸۶۷ھ، المنجد، مطبوعہ المطبعۃ الغاثولیکہ، بیروت، ۱۹۲۷ء
- ۱۶۰- ابو نعیم عبد الحکیم خان نشتر جالندھری، قائد اللغات، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی، لاہور
- ۱۶۱- قاضی عبدالنبی بن عبدالرسول احمد نگری، دستور العلماء، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ

کتاب تاریخ، سیرت و فضائل

- ۱۶۲- امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ الطبقات الکبریٰ مطبوعہ دار صادر بیروت ۱۳۸۸ھ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ
- ۱۶۳- امام ابوسعید عبد الملک بن ابی عثمان نیشاپوری متوفی ۴۶۶ھ شرف المصطفیٰ مطبوعہ دارالبشار الاسلامیہ مکہ مکرمہ ۱۴۲۴ھ
- ۱۶۴- امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ تاریخ الامم والملوک مطبوعہ دارالقلم بیروت
- ۱۶۵- حافظ ابو عمرو یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر متوفی ۴۶۳ھ الاستیعاب مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت
- ۱۶۶- قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۲ھ الشفاء مطبوعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان دارالفکر بیروت ۱۴۱۵ھ
- ۱۶۷- علامہ عبد الرحمن بن علی جوزی متوفی ۵۹۷ھ الوفاء مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
- ۱۶۸- علامہ ابوالحسن علی بن ابی اکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر متوفی ۶۳۰ھ اسد الغابہ مطبوعہ دارالفکر بیروت دارالکتب العلمیہ بیروت
- ۱۶۹- علامہ ابوالحسن علی بن ابی اکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر متوفی ۶۳۰ھ الکامل فی التاريخ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت
- ۱۷۰- علامہ شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان متوفی ۶۸۱ھ وفیات الاعیان مطبوعہ منشورات الشریف الرضی ایمان
- ۱۷۱- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ سیر اعلام النبلاء مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۱۷ھ
- ۱۷۲- شیخ ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیہ المتوفی ۷۵۱ھ زاد المعاد مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۱۹ھ
- ۱۷۳- علامہ تاج الدین ابوالنصر عبد الوہاب سبکی متوفی ۷۷۱ھ طبقات الشافعیہ الکبریٰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ
- ۱۷۴- حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی متوفی ۷۷۳ھ البدایہ والنہایہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۱۸ھ
- ۱۷۵- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ الاصابہ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت
- ۱۷۶- علامہ نور الدین علی بن احمد سمودی متوفی ۹۱۱ھ وقایع الوفاء مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۱ھ
- ۱۷۷- علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ المواہب اللدیہ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ
- ۱۷۸- علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشافعی متوفی ۹۴۲ھ سبل الھدی والرشاد مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۳ھ
- ۱۷۹- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ شرح الشفاء مطبوعہ دارالفکر بیروت دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ
- ۱۸۰- علامہ احمد شہاب الدین خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ نسیم الریاض مطبوعہ دارالفکر بیروت دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ
- ۱۸۱- علامہ محمد عبد الباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۴ھ شرح المواہب اللدیہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۳۹۳ھ

کتاب فقہ حنفی

- ۱۸۲- شمس الامام محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ المبسوط مطبوعہ دار المعرفہ بیروت ۱۳۹۸ھ دارالکتب العلمیہ بیروت
- ۱۴۲۱ھ

- ۱۸۳- شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی، متوفی ۴۸۳ھ، شرح سیر کبیر، مطبوعہ المکتبہ الثورۃ الاسلامیہ افغانستان، ۱۳۰۵ھ
 ۱۸۴- علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانی، متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع، مطبوعہ ایچ-ایم-سعید اینڈ کمپنی، ۱۳۰۰ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۳۱۸ھ

- ۱۸۵- علامہ حسین بن منصور اوزجندی، متوفی ۵۹۲ھ، فتاویٰ قاضی خاں، مطبوعہ مطبعہ کبریٰ بولاق، مصر، ۱۳۱۰ھ
 ۱۸۶- علامہ حسین بن منصور اوزجندی، متوفی ۵۹۲ھ، شرح الزیارات، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۳۲۶ھ
 ۱۸۷- علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرعشی، متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین و آخرین، مطبوعہ شرکت علمیہ، ملتان
 ۱۸۸- علامہ برہان الدین محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری، متوفی ۶۱۶ھ، الحیط البرہانی، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی، ۱۳۲۳ھ

- ۱۸۹- امام فخر الدین عثمان بن علی، متوفی ۷۴۳ھ، تبیین الحقائق، مطبوعہ ایچ-ایم-سعید کمپنی، کراچی، ۱۳۲۱ھ
 ۱۹۰- علامہ محمد بن محمود بایزیدی، متوفی ۷۸۶ھ، عنایۃ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۳۱۵ھ
 ۱۹۱- علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی، متوفی ۸۵۵ھ، بنایۃ، مطبوعہ دارالفکر، بیروت، ۱۳۱۱ھ
 ۱۹۲- علامہ کمال الدین بن ہمام، متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۳۱۵ھ
 ۱۹۳- علامہ ابراہیم بن محمد حلبی، متوفی ۹۵۶ھ، غنیۃ المستملی، مطبوعہ سہیل اکیڈمی، لاہور، ۱۳۱۲ھ
 ۱۹۴- علامہ زین الدین بن نجیم، متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق، مطبوعہ مطبعہ علمیہ، مصر، ۱۳۱۱ھ
 ۱۹۵- ملا ابن سلطان محمد القاری التونی، ۱۰۱۴ھ، فتح باب العنایۃ، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۳۲۶ھ
 ۱۹۶- علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی، متوفی ۱۰۸۸ھ، الدر المختار، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت
 ۱۹۷- ملا نظام الدین، متوفی ۱۱۶۱ھ، فتاویٰ عالمگیری، مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق، مصر، ۱۳۱۰ھ
 ۱۹۸- علامہ احمد بن محمد طحاوی، متوفی ۱۲۳۱ھ، حاشیۃ الطحاوی، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۳۱۸ھ
 ۱۹۹- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ، منہج الخالق، مطبوعہ مطبعہ علمیہ، مصر، ۱۳۱۱ھ
 ۲۰۰- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ، تنقیح الفتاویٰ الجامدیہ، مطبوعہ دارالاشاعۃ العربی، کوئٹہ
 ۲۰۱- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ، رسائل ابن عابدین، مطبوعہ سہیل اکیڈمی، لاہور، ۱۳۹۶ھ
 ۲۰۲- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۳۰۷ھ، ۱۳۱۹ھ

کتب فقہ شافعی

- ۲۰۳- امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی ۲۰۴ھ، الام، مطبوعہ دارالفکر، بیروت، ۱۳۰۳ھ
 ۲۰۴- علامہ ابوالحسن علی بن محمد حبیب، مادردی شافعی، متوفی ۳۵۰ھ، الحاوی الکبیر، مطبوعہ دارالفکر، بیروت، ۱۳۱۴ھ
 ۲۰۵- علامہ ابواسحاق شیرازی، متوفی ۳۵۵ھ، المہذب، مطبوعہ دارالمعرفۃ، بیروت، ۱۳۹۳ھ
 ۲۰۶- علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب، مطبوعہ دارالفکر، بیروت، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۳۲۳ھ

کتب فقہ مالکی

- ۲۰۷- امام بخون بن سعید تنوخی مالکی متوفی ۲۵۶ھ المدونۃ الکبریٰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
- ۲۰۸- قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی متوفی ۵۹۵ھ بدایۃ المجتہد مطبوعہ دار الفکر بیروت
- ۲۰۹- علامہ ابوالبرکات احمد درر دیر مالکی متوفی ۱۱۹۷ھ الشرح الکبیر مطبوعہ دار الفکر بیروت
- ۲۱۰- علامہ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی متوفی ۱۲۱۹ھ حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر مطبوعہ دار الفکر بیروت

کتاب فقہ حنبلی

- ۲۱۱- علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ المغنی مطبوعہ دار الحدیث قاہرہ ۱۴۲۵ھ
- ۲۱۲- علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ الکانی مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۳ھ
- ۲۱۳- شیخ ابوالعباس تقی الدین بن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ مجموعۃ الفتاویٰ مطبوعہ ریاض مطبوعہ دار الجلیل بیروت ۱۴۱۸ھ
- ۲۱۴- علامہ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن فتاح مقدسی متوفی ۷۶۳ھ کتاب الفردع مطبوعہ عالم الکتب بیروت
- ۲۱۵- علامہ موسیٰ بن احمد صالحی متوفی ۹۶۰ھ کشاف القناع مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ



Trial

Buy Now!